نہج البلاغہ

علامہ السید الشریف الرضی (طاب ثراہ)

ترجمہ، تشریح، تفسیر، تقدیم

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

محفوظ بک ایجنسی ۞ مارٹن روڈ کراچی
Tel: 424286 - 4917823 Fax: 4917823

نام کتاب: ______ نہج البلاغہ

مترجم: ______ علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

پہلا ایڈیشن (ہندوستان): ______ مارچ ۱۹۹۸ء

پہلا ایڈیشن (پاکستان): ______ مارچ ۱۹۹۹ء

تعداد: ______ ۱۰۰۰

ناشر (ہندوستان): ______ تنظیم المکاتب، لکھنؤ

ناشر (پاکستان): ______ محفوظ بک ایجنسی۔ کراچی

قیمت: ______

ڈیلکس ایڈیشن -/250

سادہ ایڈیشن -/225

ضروری گذارش

پہلے ایڈیشن میں عربی حوالہ جات کے نشانات واضح نہیں ہیں۔ قارئین کی آسانی کے لیے اس ایڈیشن میں نشانات کو ○ دائرے اور اعداد کے ذریعے نمایاں کیا گیا ہے۔

رسمِ ناشرانہ

نہج البلاغہ ــــــ بابِ مدینۃ العلم اور خطیبِ منبرِ سلونی کے خطبات و مکتوبات پر مشتمل محض ایک جامع کتاب ہی نہیں بلکہ اپنے اسلوبی و فکری ابعادِ ثلاثہ کے اعتبار سے ایک مکمل جامعہ کا درجہ بھی رکھتی ہے۔

یہ منزلت، اِس کتابِ ادب نصاب اور حکمت مآب کو وحیٔ ربّانی اور حدیثِ رسولِ آخر زمانی سے بلاغتاً و فصاحتاً متصل ہونے کے سبب ظہور میں آئی ہے۔

لاریب، اِس کتابِ مظہر العجائب کو تحتِ کلام الخالق و فوق کلام المخلوق سمجھنا ایک علمی دیانت و طہارت کا انسب اظہار ہے۔

علوم و معارفِ امامیہ کی نشر و اشاعت کے ضمن میں محفوظ بک ایجنسی اب بین الاقوامی سطح پر ایک قابلِ اعتماد روایت کی حامل ہو چکی ہے۔ اسی روایت کی استواری و پاسداری میں ادارہ، بعد از قرآن افضل ترین کتاب، نہج البلاغہ کے ایک جدید، عام فہم اور منفرد ترجمے کی اشاعت کی سعادت سے مشرّف ہو رہا ہے۔

عہدِ حاضر میں یہ ترجمہ اہلِ خبر و نظر کے لئے ایک نعمت ہے اور یہ نعمت علامہ سیّد ذیشان حیدر جوّادی مدظلہ نے مرحمت فرمائی ہے۔

اِس بے مثال کاوش کے توسّط سے علامہ سیّد ذیشان حیدر جوّادی مدظلہ ایک لائق و فائق مترجم اور شارح کی حیثیت سے حرف و ظفر کی بزم میں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

رئیس احمد جعفری، مولانا مفتی جعفر حسین اور مرزا یوسف حسین کے تراجم کی اہمیت اپنی جگہ مُسلّم لیکن پیش نظر ترجمہ عصری ملحوظات اور محققانہ رسائیوں کے باعث اُردو تراجم کی صف میں ایک امتیازی نوعیت سے باریاب ہوا ہے۔ اِس امتیازی نوعیت میں ترجمے کی زبان نہایت سلیس رکھی گئی ہے۔ الفاظ کی تراکیب اور محاورات سازی سے یکسر گریز کیا گیا ہے۔ خطبات وکلمات کے حوالہ جات کی تحقیقی توسیع کے باوجود احتیاط کو مقدّم رکھا گیا ہے۔

مزید برآں، تاریخی واقعات کو تفہیم و تشریح کی حدوں سے متجاوز ہونے نہیں دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، اِس ترجمے کی سب سے نمایاں فضیلت یہ بھی ہے کہ الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ اور خطبات وکلمات کے جواز اور مقاصد پر بڑی جانگسل محنت کی گئی ہے۔

آخر میں، صاحب نہج البلاغہ کی بارگاہِ برکت پناہ میں، دست بہ دُعا ہوں کہ وہ اپنی توجہ خاص سے علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی مدظلہ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے (آمین) مَیں ادارے کے محترم کرم فرما جناب نصیر ترابی کا بھی انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس ترجمے کے اشاعتی مراحل میں اپنے بے لوث مشوروں سے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

نیاز کیش

سیّد عنایت حسین

فہرست مضامین

نہج البلاغۃ : حصہ اوّل

نہج البلاغۃ : حصہ دوم مکاتیب و رسائل، فرامین و عہود، وصایا و نصائح

نہج البلاغۃ: حصہ سوم جوامع الکلم کلمات وحکمات

علامہ السید شریف الرضیؒ (طالب نژاہ)

جامعہ نہج البلاغہ

از مرحوم مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

ابو الحسن محمد بن حسین ملقب بہ شریفؒ۔ ولادت ۳۵۹ھ۔ وفات ۴۰۶ھ۔ برادر سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ سابق الذکر۔ یہ دونوں بھائی آسمانِ شیعیت کے آفتاب و ماہتاب ہو کر چمکے۔ جیسا ان دونوں بھائیوں نے دنیاوی اور آخروی عروج پایا ان کے بعد کسی کو نصیب نہ ہوا۔ چشم فلک نے نبیؐ کے بعد کوئی ایسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی۔ جس کے احوال، سیرت، تاریخ اور علم و ادب پر اتنا لکھا گیا ہو کہ دفتر بن گئے۔ مگر ابھی تک نہ قلم رکے ہیں نہ زبانیں۔ جس کی اولاد کرام، اور آثار عظام اپنی مثال۔ ہر ایک پر لکھا جارہا ہے، ہر ایک پر لکھا جاتا رہے گا۔

یہ نہج البلاغہ کیا ہے' سینکڑوں خطبوں اور پچاسوں مؤلفوں کی محنت کا گلدستہ سدا بہار۔ عہد امیر المومنینؑ سے اب تک امام علیہ السلام کے دوستوں، آپ کے افادات و ارشادات کے عاشقوں نے نہ معلوم کتنے مجموعے جمع کیے۔ خطب مکاتیب، فرامین کلمات قصائد، قضایا، حکم، اشعار، اور دعاؤں کے یہ مجموعے آج بھی محفوظ و مطبوع شکل میں موجود ہیں۔ کون ہے جس نے غرار الحکم، دیوان جناب امیر صحیفہ علویہ، کلمات قصار نہیں پڑھے۔

ہاں، یہ شرف سید رضی، رضی اللہ عنہ کے خلوص کو نصیب ہوا۔ کہ ان کے جمع کردہ اس مجموعے "خطب و مکاتیب و کلمات" کی کم و بیش دو سو شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔ دنیا کے ہر اسلام دوست نے پڑھا، اور قیامت تک آنکھوں سے لگاتے رہیں گے۔

علمی مرتبہ عربی ادب میں مسلم ہے کہ الشریف الرضی "اشعر ہاشمین" ہیں۔ حقیقت میں سید رضی و سید مرتضیٰ سے پہلے کسی ہاشمی کا اتنا بڑا دیوان ہاشمی شعراء کی یادگار نہیں ہے۔ سید رضی کا جوش بیان اسلوب زبان اور مہارت ابو تمام و متنبی، ابو العلا، و فرزدق جیسی ہے۔ آج تک ادباء عرب اصل دیوان کی وہی قدر کرتے ہیں۔ جو ان کے عہد میں تھی۔

لغت و معنی و بیان میں دست رسی و مہارت کے انداز معلوم کرتا ہوں۔ تو مجازات نبویہ اور تفاسیر دیکھیے۔ اشعار و روایات بحث معنی و استعمالات میں بالکل جاحظ کا رنگ اور ابن جنی و ابن فارس سے بڑھا ہوا آہنگ ہے۔

ذوق کا یہ عالم کہ "خصائص الائمہ" کی ایک فصل بڑھتے بڑھتے "نہج البلاغہ" کی صورت میں مکمل ہو گئی اور یہ آغاز عُمر و عنفوان شباب کا کارنامہ ہے۔

آپ کا لقب اشعر الطالبین بھی ہے۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ مقام علمی اسی سے ظاہر و باہر ہے۔ کہ آپ کی جمع کردہ کتاب "نہج البلاغہ" کے متعلق آج تک بعض علمائے اہلسنّت کو شبہ ہے کہ یہ آپ کی تصنیف ہے۔ حالانکہ یہ شبہ بے بنیاد ہے کیوں کہ آپ نے جو کچھ اس میں جمع کیا ہے۔ وہ سیّد رضیؒ کی ولادت سے قبل خود اہلسنّت کی کتب میں متفرقاً موجود تھا۔

اپنے عہد کے اکابر ادباء و علماء سے تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن، کمال تفسیر، مہارت حدیث، اقتدار ادب کا یہ عالم، کہ فقط قرآن مجید پر تین بے مثال کتابیں لکھیں ہیں۔

۱۔ "تلخیص البیان عن مجاز القرآن"، جس کا قدیم مخطوطہ حجۃ الاسلام آقائے سید محمد شکوۃ مدظلہم نے اصل عکس اور مفید ترین فہرستوں کے ساتھ شائع فرما کر حقیر کو مرحمت فرمائی ہے۔ فاشکرلھم شکرا جزیلا۔

۲۔ "حقائق التاویل فی متشابہ بہ التنزیل" ایک حصہ شائع ہو چکا ہے۔ ۳۔ "معانی القرآن شائع" ضائع ہو چکی ہے۔

حدیث ۴۔ مجازات الاثار النبویہ، مطبوعہ عراق، و بیروت و مصر

ادب پر ۵۔ تعلیقہ علی ایضاح ابی علی الفارسی ۶۔ الحسن من شعر ابن الحجاج ۷۔ الزیادات فی شعر ابی الحاج

۸۔ الزیادات فی شعر ابی تمام ۹۔ مختار شعر ابی اسحاق الصابی ۱۰۔ مادار بینہ و بین ابی اسحاق من الرسائل شعراء

۱۱۔ کتاب مراسلات ۱۲۔ انشراح الصدر فی مختارات من الشعرا

۱۳۔ دیوان، چار ضخیم جلدیں جو مختلف حواشی و شروح کے ساتھ متعدّد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ نہج البلاغہ "اختیار محاسن الخطب ثم محاسن الکتب ثم محاسن الحکم" من کلام امیر المومنین علیہ السلام۔

فقہ پر ۱۵۔ تعلیق خلاق الفھقا **تاریخ پر** ۱۶۔ خصائص الائمہ، طبع عراق ۱۷۔ اخبار قضۃ بغداد

۱۸۔ سیرت الطاہر (یہ کتاب اپنے والد کی سوانح عمری کے طور پر ۳۷۹ھ میں خود ان کی حیات میں لکھی تھی) اب ناپید ہے۔

القاب و مناصب ۳۸۸ھ میں بہاء الدولہ بویہی نے۔ "الشریف الاجل" ۳۹۶ھ میں "ذی المنقبتین" ۳۹۸ھ میں "المرضی ذی الحسبین" کا لقب دیا۔ (کیونکہ خاندانی شرف کے لحاظ سے پدری و مادری رشتوں سے حسینی و کاظمی تھے)۔ ۴۰۱ھ میں دربار خلافت سے "الشریف الاجل"، کے لقب سے ملقب کیے گئے۔

۳۸۰ھ میں سیّد اکیس سال کے تھے جب "نقابت طالبین، امارۃ حاج، اور سربراہی مظالم" کے نگراں تھے، تینوں عہدے اپنے فرائض کے لحاظ سے الگ الگ وقت، قوت، علم اور وجاہت چاہتے تھے۔ (جس کی تفصیل کے لیے دیکھیے الغدیر جلد ۴ ص ۲۰۰۔ وما بعد سیّد آخر عمر تک ان معاملات داخلی اور انتظامی کے سربراہ رہے۔

اِن دونوں بھائیوں کی جلالت قدر پر یہ واقعہ کافی ہے۔ کہ جو ابن ابو الحدید معتزلی شارح نہج البلاغہ نے تحریر کیا ہے کہ ایک رات کو شیخ مفیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ محلّہ کرخ کی مسجد میں بیٹھے ہیں ناگاہ حضرت فاطمہ بنت رسولؐ اللہ، حسن و حسین علیہما السلام کی انگلیاں پکڑے اندر داخل ہوئیں اور ان دونوں شہزادوں کو شیخ مفیدؒ کے سپرد فرمایا کہ ان کو فقہ کی تعلیم دو۔ یہ خواب دیکھ کر شیخ مفیدؒ چونک پڑے اور صبح تک بڑے حیران رہے۔ جس وقت صبح طالع ہوئی اور شیخ مفیدؒ مسجد درس دینے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک معظمہ کنیزوں کے جھرمٹ میں داخل مسجد ہوئیں۔ دو صاحبزادے ان کی انگلیاں تھامے ہوئے تھے۔ شیخ مفیدؒ ان کو دیکھتے ہی سر وقد تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اس خاتون نے فرمایا کہ شیخ! میں بچوں کو تمہارے پاس اس لیے لائی ہوں کہ تم ان کو فقہ کی تعلیم دو۔ یہ خاتون سیّد مرتضیٰ و سیّد رضی کی والدہ فاطمہ بنت حسین تھیں۔ یہ سُن کر شیخ مفید رونے لگے اور اپنا خواب بیان کیا۔

سیّدؒ کی ذاتی اور اخلاقی عظمتوں پر اُن کا دیوان اور معاصر تاریخیں گواہ ہیں، وہ بلند خیالی، عالی ہمت، باوقار، سیر چشم، اولوالعظم، مدبر و عالم تھے۔ سلاطین بنی عباس سے اُن کے تعلقات مساویانہ بلکہ اس سے بڑھ کر تھے۔ وہ امراء و سلاطین کے تحفے رد کر دیتے تھے کہ میں کسی کا محتاج نہیں۔ اِن کے یہاں علماء و اطباء و شعراء کا مجمع رہتا تھا۔ ابوالاسحاق صابی اِن کے پرستاروں، مہیار دیلمی، ان کے مداحوں میں تھا۔ میل جول کا یہ عالم تھا کہ مملکت سلاطین و امرا سے لے کر عوام تک اس قدر محبت کرتے تھے کہ جب انھوں نے رحلت فرمائی تو کرخ کا محلّہ انبا، وزراء، ججوں اور سپہ سالاروں سے بھر گیا۔ علامہ نجاشی اور اکابر علماء نے غسل دیا، وزیر فخر الملک ابو غالب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور محل سرا میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

روضۂ کاظمین کے پاس ایک خوبصورت مسجد میں آپ کا مزار زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔ آپ کے جنازے پر سیّد مرتضیٰ شدتِ غم کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے۔ بلکہ ان کی وفات ہونے میں اپنے جدّ امام موسیٰ کاظمؑ کے روضہ پر چلے گئے اور وہاں رُوتے رہے۔ بھائی کے غم میں سیّد رضیؒ نے جو مرثیہ کہا ہے اس کے دو شعر یہاں پر نقل کیے جاتے ہیں۔

یا للرجال بفجعة جذمت یدی   وودت لوذهبت علیٰ براسی

لله عمرك من قصیر طاهر   ولرب عمر طال بادناس

یعنی مجھ پر ایسی مصیبت پڑی جس نے میرے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے، کاش کہ اس کے بدلے میرا سر کٹ جاتا۔ ہائے کس کمسنی میں تجھ کو موت آگئی۔ در آنحالیکہ تم پاک و پاکیزہ رہے اور کتنے لوگ اپنی طویل عمر برائیوں سے وابستہ کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

باسمہ سبحانہ

عرضِ تنظیم

دنیا میں اگر کسی کلام کو کلام خالق سے کمتر اور کلام مخلوق سے بالاتر کہا جاسکتا ہے اور اس کے مفاہیم و مطالب کی بلندی اور برتری کی ضمانت دی جاسکتی ہے تو وہ مولائے کائنات امیرالمومنینؑ کا کلام ہے۔ جنھیں سرکار دو عالمؐ نے مفاہیم قرآن کی ترجمانی کے اعتبار سے "لسان اللہ" اور احکام و حقائق اسلام کی توضیح کے اعتبار سے "باب مدینۃ العلم" قرار دیا تھا۔

امیرالمومنینؑ ہی کے کلمات و ارشادات کے ایک مجموعہ کا نام "نہج البلاغہ" ہے جو بجا طور پر فصاحت کا ایک اسلوب اور بلاغت کا ایک مخصوص نہج ہے۔

فصاحت بہترین الفاظ و کلمات کے انتخاب کا نام ہے اور بلاغت ان الفاظ و کلمات کے برمحل استعمال کو کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے نہج البلاغہ کی بلاغتی حیثیت کا اندازہ کرنے کے لئے اور اس کے ہر خطبہ، خط، وصیت یا کلمہ حکمت کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے اس موقع و محل کا بہرحال جائزہ لینا ہوگا جس موقع اور محل پر اس کلام کا استعمال ہوا ہے یا اس خطبہ کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔

جنگ صفین کے موقع پر اگر اہل کوفہ کو سرزنش کی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تمام اہل کوفہ ہر دور میں ایسے ہی رہے ہیں اور جنگ جمل کے موقع پر اگر اہل بصرہ کی مذمت یا عورت کی کمزوری کا اعلان کیا گیا ہے تو اس کا یہ نتیجہ نہیں ہوسکتا ہے کہ تمام اہل بصرہ ہر دور میں نالائق ہی قرار دیدئے جائیں یا ہر عورت کو انھیں اوصاف کا حامل سمجھ لیا جائے جو اس موقع پر بعض خواتین کا تھا۔

سید شریف رضی علیہ الرحمہ نے مولائے کائناتؑ کے ارشادات کا بڑا دقیق مطالعہ کیا تھا جب اس کے مجموعہ کا نام "نہج البلاغہ" رکھا تھا اور قاری کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کر دیا تھا کہ جس طرح قرآن مجید کے حقائق کا اندازہ کرنے کے لئے شان نزول کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر بلیغ کلام کے نہج بلاغت کو سمجھنے کے لئے اس کے کلمات کے محل استعمال کا جائزہ ضروری ہوگا۔

شارحین نہج البلاغہ نے بھی عام طور سے یہی کام کیا ہے کہ الفاظ و کلمات کی وضاحت کرنے کے بجائے پس منظر کی وضاحت کی ہے اور ہر مختصر سے مختصر خطبہ کی توضیح و تشریح میں پوری پوری جنگ اور پورے پورے سماجی پس منظر کا ذکر کر دیا ہے اور اس طرح نہج البلاغہ کے نہج بلاغت کے سمجھنے کا انتظام کیا ہے۔

عربی زبان میں ابن ابی الحدید سے لے کر منہاج البراعۃ تک نہایت مفصّل شرحیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن اردو زبان میں اسقدر تفصیلی کام منظر عام پر نہیں آیا ہے اور شائد اس کا راز یہ رہا ہو کہ اس زبان کے استعمال کرنے والوں میں نہج البلاغہ شناسی کا ذوق کمزور تھا یا ان کی قوت خرید اس قدر کمزور تھی کہ کسی مصنف و مولف نے تفصیلی شرح کے لکھنے یا اس کے منظر عام پر لانے کا ارادہ

بھی نہیں کیا۔ مگر اس کے باوجود خدا کے فضل سے ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے اور شارحین کرام نے اس راہ میں قابل ستائش خدمات انجام دئے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس آخری دور میں بعض واقعًا قابل قدر شرحیں لکھی گئی ہیں لیکن یہ طے شدہ بات ہے کہ کسی انسان کے خدمات نہ اس کے دور کے تمام تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں اور نہ مستقبل کے لئے کافی ہونے کی ضمانت دے سکتے ہیں لہٰذا نئے کام کی ضرورت کا احساس بہر حال باقی ہے اور باقی رہے گا۔

اردو زبان میں منظر عام پر آنے والے تراجم اور شرحوں کی عمومی کمزوری یہ ہے کہ اس خدمت کے انجام دینے والوں نے مولائے کائنات ؑ کی فصاحت و بلاغت کو مرکز نظر بنایا ہے اور ان افراد کو تقریبًا نظر انداز کر دیا ہے جن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے اور جن کی تفہیم کے لئے یہ خدمت انجام دی گئی ہے۔ بعض حضرات نے تو ترجمہ کو اسقدر ادبی بنا دیا ہے کہ عربی کے مبتدی طالب علم کے لئے خود نہج البلاغہ کے الفاظ کا سمجھنا اسقدر دشوار نہیں ہے جسقدر ترجمہ کا سمجھنا دشوار ہے۔

ظاہر ہے کہ مولائے کائنات کے کلمات کا حق تھا کہ ان کی ترجمانی میں اسقدر فصاحت و بلاغت سے کام لیا جاتا۔ لیکن مسئلہ کلام کی بلاغت کا نہیں ہے مسئلہ کلام کی تفہیم کا ہے اور ایسے مواقع پر انسان کو سادہ زبان استعمال کرنا ہی پڑتی ہے جس طرح مولائے کائنات ؑ کے ان خطبات میں کیا گیا ہے جن کا تعلق تخلیق کائنات کے فلسفہ کے بجائے عوام الناس اور امت اسلامیہ کی زندگی سے تھا۔

بہر حال "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" جس طرح قرآن کریم کے بیشمار تراجم کے بعد اس صدی کے آخری عشرہ میں ایک جدید زبان و آہنگ کے ترجمہ کی ضرورت تھی جس کا اعتراف، صاحبان ذوق سلیم نے "انوار القرآن" کی اشاعت کے بعد کیا ہے۔ اسی طرح اس صدی کے اختتام پر نہج البلاغہ کی ایک جدید ترین شرح کی بھی ضرورت تھی جسے ادارہ تنظیم المکاتب عالم اسلام کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

اس شرح میں بھی اسی انداز کو برقرار رکھا گیا ہے جو "انوار القرآن" کا تھا کہ طلاب علوم کے لئے الفاظ کی وضاحت بھی ہو اور عوام الناس کے لئے مفاہیم کی تشریح بھی۔ اور اس کے بعد بقدر ضرورت کلمات کے پس منظر کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے۔

ترجمہ و تشریح کا کام صدر ادارہ علامہ السید ذیشان حیدر جوادی دام ظلّہ نے انجام دیا ہے اور ادارہ کو ان کے قلمی خدمات پر فخر کرنے کا حق ہے۔

حقیر کے خیال میں ادارہ کی طرف سے بیسویں صدی کے لئے یہ ایک عظیم ترین تحفہ ہے اور اس کے بعد انشاء اللہ اکیسویں صدی کا تحفہ "اصول کافی" کے ترجمہ و تشریح کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ ضرورت آپ حضرات کی دعاؤں اور سرکار علامہ جوادی کے توجہات کی ہے۔ اور التماس یہ ہے کہ آپ حضرات مسلسل اپنی دعاؤں میں ادارہ اور صدر ادارہ دام ظلّہ کے توفیقات میں اضافہ کی دعا کو شامل رکھیں۔ اس کے بعد مالک کے کرم اور حضرت ولی عصرؑ کے توجہات سے دنیا کا ہر کام انجام پا سکتا ہے۔

طالب دعا

سید صفی حیدر

سکریٹری تنظیم المکاتب۔ لکھنؤ

گفتارِ مترجم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی مُحَمَّدٍ وَاَھْلِبَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الَّذِیْنَ اَذْھَبَ اللّٰہُ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھَّرَھُمْ تَطْھِیْرًا۔

نہج البلاغہ : وہ مقدس کتاب جس کے مطالب الہام ربّانی کا عطیہ ہیں تو اس کے الفاظ لسان اللہ کے تکلم کا اثر۔

نہج البلاغہ : وہ الہامی کتاب جس کے حقائق و معارف بہ بانگِ دہل آواز دے رہے ہیں کہ اس کا متکلم علم لدنی کا مالک اور علّمہ البیان کا مصداق ہے۔

نہج البلاغہ : امیرالمومنینؑ کے ارشادات کا وہ مجموعہ جس سے زیادہ بلند تر صحیفہ نہ اس سے پہلے مرتب ہوا ہے نہ اس کے بعد ہونے والا ہے۔

نہج البلاغہ : صاحب فصل الخطاب کے ارشادات کا وہ ذخیرہ جس نے بلاغت کی دنیا میں ایک نئے نہج کی ایجاد کی ہے اور خطابت کو ایک نیا موڑ دیا ہے۔

نہج البلاغہ : ایک ترجمان مشیت پروردگار کا وہ کلام جسے بجا طور پر "تحت" کلام الخالق و فوق کلام المخلوق" کا درجہ دیا جاتا ہے۔!

مولّف:

اس کتاب کے مرتب کرنے کا کام حضرت علاّمہ محمد بن الحسین الموسوی الشریف المعروف بہ "رضی" نے انجام دیا ہے۔ جو عَلَم الہدیٰ السید الشریف المرتضیٰ کے برادر حقیقی تھے اور جن کی تعلیم کے لئے معصومۂ عالمؑ نے شیخ مفیدؒ کو ایک خواب کے ذریعہ متوجہ کیا تھا اور اس میں انھیں اپنے فرزند کے لفظ سے تعبیر کیا تھا۔

علاّمہ سید شریف رضیؒ کی عظمت ایک زمانہ تک ایک حقیقتِ مجہولہ بنی رہی اور اہل علم نے انھیں صرف مرتب نہج البلاغہ اور مصنف خصائص الائمہ کے نام سے پہچانا تھا لیکن ان کی کتاب تفسیر حقائق التنزیل و دقائق التاویل کے منظر عام پر آنے کے بعد سے ان کی صحیح علمی عظمت کا اندازہ ہونے لگا اور دنیائے علم و ادب اس اقرار پر مجبور ہو گئی کہ اس دور تک اس سے

بہتر کوئی کتاب تفسیر اس موضوع کے اعتبار سے نہیں لکھی گئی تھی۔ یہاں کہ علامہ ابوالحسن العمری نے اسے شیخ طوسی کی تفسیر "تبیان" سے بھی بہتر اور وسیع تر قرار دیا ہے اور علامہ محدث نوری نے اس کی تصدیق اور توثیق بھی کی ہے۔ اور اس نکتہ کا انکشاف کیا ہے کہ شریف رضیؒ نے اپنی تفسیر میں تمام مفسرین کے اس مزعومہ کو غلط ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید میں بھی حروف زوائد پائے جاتے ہیں اور ان حروف کی عظمت و اہمیت کا اثبات کیا ہے اور یہ سید شریف رضیؒ کا وہ کارنامہ ہے جسے دنیائے تفسیر تا قیامت نظر انداز نہیں کر سکتی ہے۔

سید شریف رضیؒ کی ولادت ۳۵۹ھ میں ہوئی ہے اور ان کی وفات صبح روز یکشنبہ ۶ محرم ۴۰۶ھ میں واقع ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس دارِ دنیا میں ان کی زندگی تقریباً کُل ۴۷ سال رہی ہے اور اس مختصر سی عمر میں انھوں نے اتنے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن کی مثال نہیں تلاش کی جا سکتی ہے۔

یاد رہے کہ آج کے کمپیوٹر کے دور میں مختلف کلمات کا ایک مقام پر جمع کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ کمپیوٹر میں فیڈنگ کا کام ایک پوری جماعت مل کر انجام دیتی ہے اور اس کے بعد دیگر افراد اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں جن کی تحقیق دیگر افراد کی محنت اور جستجو کی ممنونِ کرم ہوتی ہے۔ لیکن شریف رضیؒ کے دور کی صورت حال ایسی نہیں تھی۔ اس دور میں ایک ایک جملہ کو تلاش کرنے کے لئے پوری پوری کتاب کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا تب کہیں ایک فقرۂ امیر المومنینؑ کی تحصیل کا کام انجام پاتا تھا۔

سید شریف رضیؒ نے بظاہر ایک مختصر کتاب ہی مرتب کی ہے اور اسکے بعد مستدرک نہج البلاغہ کا کام انجام دینے والوں نے امیر المومنینؑ کے ارشادات کا ایک عظیم ذخیرہ مہیا کر دیا ہے۔ لیکن آج کے دور کا یہ کام کل کے حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اور آج یہ کام اگر ایک سال کا ہے تو کل یقیناً دس سال کا تھا لیکن کس قدر بابرکت تھی سید رضیؒ کی زندگانی کہ ۴۷ سال کے اندر سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کر کے امیر المومنینؑ کے ارشادات کا اتنا بڑا ذخیرہ مرتب کر دیا کہ آج ساری دنیا اسے حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھ رہی ہے۔

علامہ یافعی نے سید شریف رضیؒ کی عظمت کو گھٹانے کے لئے ایک شوشہ یہ نکالا تھا کہ نہج البلاغہ دراصل ان کی یا ان کے بھائی سید مرتضیٰؒ کی تصنیف ہے اور اس کا امیر المومنینؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ آئندہ کی سطروں سے اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ اس سفسطہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس سے شریف رضیؒ کی جلالت قدر ہی کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا کلام امیر المومنینؑ کے کلام کے مانند بے مثل تصور کیا جا رہا ہے اور اس کا جواب لانا فصحاء و بلغائے روزگار کے امکان میں نہیں ہے۔

یہاں ذیل میں ان کتابوں کا حوالہ بھی نقل کیا جا رہا ہے جن میں نہج البلاغہ میں پائے جانے والے ارشاداتِ امیر المومنینؑ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ان کا زمانۂ تالیف نہج البلاغہ سے یقیناً مقدم ہے بلکہ اکثر مولفین کی وفات بھی سید شریف رضیؒ کی ولادت سے پہلے واقع ہو گئی تھی۔ جس کے بعد یہ تصور انتہائی جاہلانہ بلکہ احمقانہ ہے کہ ان کلمات و ارشادات کو سید رضیؒ نے انشاء و اختراع کیا ہے اور ان کا امیر المومنینؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کیا اس کا بھی کوئی امکان ہے کہ انسان دنیا میں آنے سے پہلے اپنے کلمات و بیانات مولفین کے اذہان تک منتقل کر دے اور ان کی کتابوں میں درج کرا دے؟۔ ایسا ہو سکتا ہے تو یہ بھی سید رضیؒ کے معجزات میں شمار ہو گا۔ جس کا اسلامی دنیا میں

کوئی امکان نہیں پایا جاتا ہے ۔

نمبر شمار	کتاب	مولف	وفات مولف	کیفیت
۱	کتاب اثبات الوصیہ	مسعودی	سنہ ۳۰۳ھ	۵۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲	الاخبار الطوال	ابوحنیفہ دینوری	سنہ ۲۹۰ھ	۶۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳	الاشتقاق	ابن درید	سنہ ۳۲۱ھ	۳۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴	اعجاز القرآن	باقلانی	سنہ ۳۷۲ھ	۲۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵	کمال الدین	صدوقؒ	سنہ ۳۸۱	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۶	اغانی	ابوالفرج اصفہانی	سنہ ۳۵۶ھ	۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۷	امالی	زجاجی	سنہ ۳۲۹ھ	۳۰ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۸	الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ	سنہ ۲۷۶ھ	۸۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۹	الامتاع والموانسہ	ابوحیان توحیدی	سنہ ۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۰	انساب الاشراف	بلاذری	سنہ ۲۷۹ھ	۸۰ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۱	الاوائل	ابوہلال العسکری	سنہ ۳۹۵ھ	۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۲	البخلاء	ابوعثمان الجاحظ	سنہ ۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۳	البدیع	ابن المعتز	سنہ ۲۹۶ھ	۶۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۴	بصائر الدرجات	الصفار	سنہ ۲۹۰ھ	۶۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۵	البلدان	ابن الفقیہ	سنہ ۳۰۰ھ	۵۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۶	البیان والتبیین	الجاحظ	سنہ ۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۷	التاریخ	یعقوبی	سنہ ۲۸۴ھ	۷۵ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۸	تحف العقول	ابن شعبہ حرانی	سنہ ۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۹	البصائر والذخائر	ابوحیان توحیدی	سنہ ۳۸۰	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۰	تفسیر	العیاشیؒ	سنہ ۳۰۰ھ	۵۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۱	توحید	صدوقؒ	سنہ ۳۸۱ھ	۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۲	ثواب الاعمال	صدوقؒ	سنہ ۳۸۱ھ	۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۳	الجمل	مدائنی	سنہ ۲۲۵ھ	۱۳۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۴	الجمل	واقدی	سنہ ۲۰۷ھ	۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضیؒ

نمبر شمار	کتاب	مولف	وفات مولف	کیفیت
۲۵	جمہرۃ الانساب	الکلبی	۲۰۴ھ یا سنہ ۲۰۶ھ	۱۵۵ یا ۱۵۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۶	جمہرۃ الامثال	ابو ہلال عسکری	۳۹۵ھ	۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۷	خصائص	نسائی	۳۰۳ھ	۵۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۸	الخطب المعربات	ابراہیم بن ہلال ثقفی	۲۸۳ھ	۷۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۹	خطب امیر المومنینؑ	زید بن وہب جہنی	۹۶ھ	۲۶۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۰	خطبۃ الزہراء و امیر المومنینؑ	ابی مخنف بن سلیم ازدی	۱۵۷ھ	۲۰۲ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۱	خطب امیر المومنینؑ	واقدی	۲۰۷ھ	۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۲	خطب علیؑ	نصر بن مزاحم	۲۰۲ھ	۱۵۷ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۳	خطب علی کرم اللہ وجہہ	ابو منذر بن الکلبی	۲۰۵ھ	۱۵۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۴	خطب علی و کتبہ الی عمالہ	المدائنی	۲۲۵ھ	۱۳۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۵	خطب امیر المومنینؑ	ابن الخالد الخزاز الکوفی	۳۱۰ھ	۴۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۶	خطب امیر المومنینؑ	القاضی نعمان المصری	۳۶۳ھ	۳۷ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۳۷	دعائم الاسلام	القاضی نعمان المصری	۳۶۳ھ	۳۷ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۳۸	دلائل الامامۃ	الطبری	۳۱۰ھ	۴۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۹	روضۃ الکافی	الکلینی	۳۲۵ھ	۳۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۰	الزواجر و المواعظ	ابن سعید العسکری	۳۸۲ھ	۱۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۴۱	کتاب صفین	الجلودی	۳۳۲ھ	۲۷ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۲	کتاب صفین	ابراہیم بن الحسین المحدث	۲۸۱ھ	۷۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۳	کتاب صفین	نصر بن مزاحم	۲۰۲ھ	۱۵۷ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۴	الطبقات الکبریٰ	ابن سعد	۲۳۰ھ	۱۲۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۵	العقد الفرید	ابن عبد ربہ	۳۲۸ھ	۳۱ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۶	غریب الحدیث	ابن سلام	۲۲۳ھ	۱۳۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۷	غریب الحدیث	ابن قتیبہ	۲۷۶ھ	۸۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۸	الفاضل	المبرد	۲۵۸ھ	۱۰۱ سال قبل ولادت سید رضی
۴۹	الفتوح	ابن اعثم	۳۱۴ھ	۴۵ سال قبل ولادت سید رضیؒ

نمبرشمار	کتاب	مولف	وفات مولف	کیفیت
۵۰	فتوح البلدان	بلاذری	۲۷۹ھ	۸۰ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۱	الفرج بعد الشدۃ	التنوخی	۳۸۴ھ	۱۶ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵۲	قوۃ القلوب	ابو طالب المکی	۳۸۶ھ	۱۴ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵۳	الکامل	الازدی البصری	۲۸۵ھ	۷۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۴	المجالس	الثعلب	۲۹۱ھ	۶۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۵	المحاسن	البرقی	۲۷۴ھ	۸۵ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۶	المحاسن والاضداد	الجاحظ	۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۷	الموفقیات	الزبیر بن بکار	۲۵۶ھ	۱۰۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۸	الموفق	المرزبانی	۳۷۷ھ	۲۳ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵۹	نقض العثمانیہ	ابوجعفر محمد بن عبداللہ المعتزلی	۲۴۰ھ	۱۱۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۶۰	الوزراء والکتاب	الجهشیاری	۳۳۱ھ	۲۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۶۱	الولاۃ والقضاۃ	الکندی	۳۵۰ھ	۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ

اس کے علاوہ بے شمار مولفین و مصنفین ہیں جنھوں نے اپنی کتاب میں نہج البلاغہ میں نقل ہونے والے کلمات کا حوالہ دیا ہے لیکن چونکہ ان کا زمانہ سید رضیؒ کا ہم زمان یا ان کے بعد کا ہے اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔

علامہ عبدالعزیز الخطیب نے اس ذیل میں ۱۸۰ کتابوں کا حوالہ دیا ہے اور انھیں کو نہج البلاغہ کے مصادر میں شمار کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیکڑوں علماء اعلام اور محققین کے اس بیان کے بعد کہ یہ فقرات و ارشادات امیرالمومنینؑ کے ہیں یا فمی یا ان کے جیسے بے خبر یا متعصب افراد کے اس پروپیگنڈہ کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی ہے کہ یہ کلام سید رضیؒ کی ایجاد طبع ہے اور اس کا امیرالمومنینؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اس پروپیگنڈہ کا سبب وہ بعض خطبات ہیں جن میں اسلام کی معروف و مشہور شخصیتوں پر کھلی ہوئی تنقید کی گئی ہے اور ان کے کردار کو بے نقاب کیا گیا ہے اب چونکہ خلیفہ چہارم ہونے کے اعتبار سے امیرالمومنینؑ کے بیان کی تردید نہیں کی جا سکتی ہے لہٰذا اس کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ کلام کے کلام امام ہونے سے انکار کر دیا جائے تا کہ اسلامی شخصیتوں کی عظمت کا تحفظ کیا جا سکے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس طرح کسی حقیقت کا انکار ممکن نہیں ہوتا ہے۔

مندرجات نہج البلاغہ:

اس مقدس کتاب میں امیرالمومنینؑ کے تین طرح کے ارشادات درج کئے گئے ہیں۔ ایک انداز کا نام خطبہ ہے اور دوسرے

اسلوب کا نام کتب و رسائل ہے ۔ اور تیسرے کو حِکَم اور کلمات قصار سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

اس کے بعد خطبوں کی بھی چار قسمیں ہیں ۔ ۱۲۲ خطب کو سید رضیؒ نے بعنوان خطبہ نقل کیا ہے ۔ اور ۱۱۰ خطبوں کو کلام کے انداز سے نقل کیا ہے ۔ چار خطبے قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ کے عنوان سے ہیں اور چار خطبے دعا کے انداز سے نقل کئے گئے ہیں ۔

لیکن جو بات قابل توجہ ہے ۔ وہ یہ ہے کہ کسی خطبہ کو بھی مکمل خطبہ یا کلام کا نام نہیں دیا گیا ہے جب کہ اس میں پہلا خطبہ تخلیقِ کائنات کے سلسلہ سے کافی مفصل ہے ۔

اور خطبہ نمبر ۸۳ خطبۂ غراء کے عنوان سے کافی طویل ہے ۔

خطبۂ اشباح نمبر ۹۱ بارہ تیرہ صفحات پر مشتمل ہے ۔

خطبہ نمبر ۱۰۹ بیانِ قدرتِ پروردگار کے بارے میں مفصل ہے ۔

خطبہ نمبر ۱۶۵ خلقتِ طاؤس کے سلسلہ میں طویل ہے ۔

توحید کے سلسلہ سے خطبہ نمبر ۱۸۶ مختصر نہیں ہے ۔

قاصعہ کے عنوان سے خطبہ نمبر ۱۹۲ تقریبًا ۱۷ صفحات پر مشتمل ہے جو اس کتاب کا طویل ترین خطبہ ہے ۔

سورۂ تکاثر کی تفسیر میں خطبہ نمبر ۲۲۱ اور وماغرّک بربّک الکریم کے ذیل میں تنبیہ بشر کے لئے خطبہ نمبر ۲۲۳ بھی خاصہ طویل ہے ۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود سید رضیؒ نے ہر خطبہ کا عنوان " مِنْ خطبة " قرار دیا ہے ۔ جیسے کہ یہ امام علیہ السّلام کے خطبہ کا ایک حصّہ ہے ۔ اور مکمل خطبہ مولف محترم کو حاصل نہیں ہو سکا ہے ۔ اور یہی حال " کلام " کا بھی ہے کہ اس کا عنوان بھی " مِنْ کلامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَام " ہے اور کسی کلام کو مکمل کلام قرار نہیں دیا ہے ۔

سید رضیؒ کا یہ سلیقہ قابلِ تحسین ہے کہ انھوں نے امام عالیمقام کے ارشادات کو ۲ دو حصّوں پر تقسیم کر دیا ہے اور ایک کا نام خطبہ رکھا ہے اور دوسرے کا کلام ۔ سید شریف رضیؒ انتہائی بلند پایہ کے ادیب ہیں لہٰذا اس مسئلہ پر غور کرنا پڑے گا کہ انھوں نے ارشادات کا عنوان کیوں تبدیل کیا ہے اور بعض کو خطبہ اور بعض کو کلام سے کیوں تعبیر کیا ہے ۔ اس کا راز صرف جدّت بیان اور تنوع عبارت نہیں ہے ۔ بلکہ اس کے پیچھے صورت حال کی ترجمانی بھی ہے کہ کون سا کلام کن حالات میں اور کس انداز سے صادر ہوا ہے ۔ جیسا کہ عام انسانوں کی زندگی میں بھی ہوتا ہے کہ کلام اسے بھی کہا جاتا ہے کہ جس کا مخاطب کوئی ایک شخص ہوتا ہے ۔ لیکن خطبہ اسے نہیں کہا جاتا ہے جو کسی ایک یا دو افراد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ۔ خطبہ کا ماحول الگ ہوتا ہے اور کلام کا ماحول الگ ۔

یہ سید رضیؒ کی جستجو یا ان کا سلیقۂ ادب ہے کہ انھوں نے کلمات کے موارد کو تلاش کر لیا ہے یا محسوس کر لیا ہے اور ہر بات کو اس کے لئے مناسب عنوان سے تعبیر کیا ہے ۔

تفصیل خطبات :

نہج البلاغہ کے خطبات کی مجموعی تعداد ۲۴۱ ہے جس کو حسب ذیل موضوعات پر تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۶۸۔ خطبات تعلیم وارشاد کے موضوع سے تعلق رکھتے ہیں جن میں اس موضوع پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔

۲۶۔ خطبات میں حالات پر تنقید اور اشخاص پر تعریض ہے تاکہ لوگ کسی شخصیت کی طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور اسلام میں کوئی گمراہی نہ پھیلنے پائے۔

۱۵۔ خطبات میں عوام کو تنبیہ کی گئی ہے اور انھیں ان کی مختلف کمزوریوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

۱۶۔ خطبات میں زہد پر زور دیا گیا ہے اور انسان کو حقیقتِ دنیا سے آشنا بنا کر اس سے کنارہ کشی کی دعوت دی گئی ہے۔

۱۰۔ خطبات میں الٰہیات کا تذکرہ ہے جس میں ان فلسفیانہ اصطلاحات اور مناظرانہ ترکیبات کا بھی ذکر ہے جن سے اس دور کے انسان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

۹۔ خطبات میں سرکار دو عالمؐ کی بعثت، اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے حالات و ماحول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۰۔ خطبات میں قوم کو قتال و جہاد پر آمادہ کیا گیا ہے اور جہادِ راہِ خدا کے فضائل و مناقب و محاسن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۸۔ خطبات تہدید و انذار کے سلسلہ سے ہیں جہاں قوموں کو ان کے اعمال کے بدترین نتائج سے باخبر کیا گیا ہے اور اپنے حالات کی اصلاح کی دعوت دی گئی ہے۔

۹۔ خطبات میں فتنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس سے بچنے کے طریقوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۸۔ خطبات فخر و مباہات پر مشتمل ہیں جن کی اس دور میں بیحد ضرورت تھی۔ جب لوگ حقائق کے انکار پر تُلے ہوئے تھے اور امیرالمومنینؑ کی ہر عظمت کا برملا انکار ہو رہا تھا۔ اور اسی ضرورت نے اس انداز کلام کو خودستائی کے حدود سے باہر نکال دیا ہے۔

۶۔ خطبات میں مختلف موضوعات پر مناظرہ کا انداز ہے اور باطل کے مقابلہ میں حق کی تائید کے دلائل فراہم کئے گئے ہیں۔

۵۔ خطبات میں صورت حال کی کھلی ہوئی فریاد ہے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حالات اس قدر بدتر ہو گئے ہیں کہ علیؑ جیسا صابر و شاکر انسان بھی تظلم و فریاد پر آمادہ ہو گیا ہے۔

۶۔ خطبات میں دعاؤں کا سلیقہ تعلیم کیا گیا ہے اور عبد و معبود کے درمیان مناجات کی بہترین منظر کشی کی گئی ہے۔

۵۔ خطبات کا موضوع سیاست ہے جس سے مولائے کائنات کے حکیمانہ اندازِ حکومت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر سیاست سے ناواقفیت کا الزام ایک جہالت اور حماقت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ علیؑ کی سیاست، سیاستِ الٰہیہ ہے مکرِ شیطانی اور فکرِ ابلیسی نہیں ہے۔

۴۔ خطبات میں اوصاف الٰہیہ کا مفصّل تذکرہ ہے اور انسان کو مکمل طور پر معرفتِ الٰہی سے آشنا بنایا گیا ہے۔

۴۔ خطبات میں بعض افراد کی کھلی ہوئی مذمت کی گئی ہے اور ان کی مذمت کو اسلامی کردار کی ایک ضرورت قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ خطبات میں احکام شریعت کی تفصیل اور ان کے فلسفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ تعبد کی عظمت سے بے خبر اور مفاد پرست افراد عبادت الٰہی سے غافل نہ ہونے پائیں اور احکام الٰہیہ کو یکسر بے معنی اور بے فائدہ نہ تصور کر لیں۔

۳۔خطبات میں نیک کردار اور مخلص افراد کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے تاکہ دیگر افراد میں خدمتِ دین کا جذبہ پیدا ہو اور معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ افراد اخلاص کے راستہ پر چل سکیں۔

۲۔خطبات میں ابتدائے تخلیق کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کا تصور بھی فلاسفۂ یونان وہند کے لئے ناممکن تھا۔

۱۔خطبہ مرثیہ پر مشتمل ہے اور یہ بھی انسانی زندگی کی عظیم ترین ضرورت ہے جس سے انسان کی انسانیت کا اثبات ہوتا ہے اور قلبِ بشر پتھر کے حدود سے باہر نکل آتا ہے۔

ایک خطبہ میں مختلف زمینوں کے اثرات کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ مقامی فضا انسانی حالات پر بہرحال اثرانداز ہوتی ہے اور انسان کو اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ رہنا چاہئے۔

مشتملات خطبات:

مذکورہ بالا خطبات کی اکیس ۲۱ قسموں میں جن حقائق و معارف کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی مختصر فہرست درج ذیل ہے:

- عقائد کے ذیل میں: اللہ۔ ملائکہ۔ آدمؑ۔ ابلیس۔ وحی۔ رسالت۔ نبوت۔ قرآن۔ سنت۔ امامت۔ وصایت۔ قضا و قدر۔ علم غیب۔ روح۔ ازل و ابد۔ اجل و موت۔ عذاب قبر۔ برزخ۔ قیامت۔ بعث و نشور۔ صور۔ صراط۔ حساب۔ جنّت۔ جہنم جیسے امور شامل ہیں۔
- احکام کے ذیل میں ارکان اسلام: نماز۔ روزہ۔ حج۔ صدقہ۔ قربانی۔ استسقاء۔ حرام۔ حلال۔ ربا۔ احتکار۔ عقد۔ سُحت۔ مال۔ اقطاع۔ حدود۔ سرقہ۔ خمر۔ قتل۔ حرب۔ فرار۔ شہادت۔ فیٔ۔ میراث۔ شہادت (گواہی)۔ حیض۔ تحریر رقبہ۔ ہجرت۔ سحر۔ تنجیم جیسے امور شامل ہیں۔
- افراد کے ذیل میں ۱۶۷۔ اسماء کا ذکر کیا گیا ہے: آدمؑ۔ ابراہیمؑ۔ آل نبیؐ۔ احمد بن قتیبہ۔ اسحاقؑ۔ اسد اللہؑ۔ اسد الاحلاف۔ قبیلۂ اسد۔ بنی اسرائیل۔ اسود بن قطبہ۔ اسماعیلؑ۔ اشترؓ۔ اشعث۔ اصحاب جمل۔ امرالقیس۔ ابوایوبؓ۔ تبع۔ حارث ہمدانیؓ۔ حجاج۔ حرب۔ حمالۃ الحطب۔ داؤدؑ۔ ابوذرؓ۔ ذعلبؓ۔ ذوالشہادتینؓ۔ سلمانؓ۔ زبیر وغیرہ۔
- حیوانات کے ذیل میں ۶۵ قسم کے حیوانات کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے وجود کے دقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ابل۔ اسد۔ بعوض۔ ثور۔ جرادہ۔ حیّہ۔ دیک۔ خفاش۔ ضبع۔ طاؤس۔ عقاب۔ غراب۔ فیل۔ کلب۔ میمون۔ نحل۔ نمل۔ ہیم۔ یعسوب وغیرہ۔
- نباتات کے ذیل میں بیس ۲۰ قسم کے نباتات کا تذکرہ کیا گیا ہے: ازاہیر۔ اقحوان۔ بذر۔ تمر۔ حسک۔ خوص۔ ریحان۔ شعیر۔ عشب۔ علقم۔ لیف۔ نخل وغیرہ۔
- کواکب و افلاک کے ذیل میں بارہ ۱۲ قسم کے ستاروں اور آسمانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے: شمس۔ عیوق۔ کوکب۔ نجم۔ فلک۔ فضا۔ دراری وغیرہ۔

● معدنیات کے ذیل میں پندرہ۱۵ قسم کے معدنیات ہیں: دُرّ۔ ذھب۔ زبرجد۔ زمرد۔ عقیان۔ فضّہ۔ کحل۔ لؤلؤ۔ مرجان۔ ورق فضّہ۔ یاقوت وغیرہ۔

● اماکن وبلدان کے ذیل میں ۳۴ مقامات کا تذکرہ کیا گیا ہے: اقالیم سبعہ۔ انبار۔ اھواز۔ بحرین۔ بصرہ۔ حجاز۔ ربذہ۔ سقیفہ۔ شام۔ عراق وغیرہ۔

● وقائع تاریخیہ میں ۱۴ واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: احد۔ احزاب۔ جمل۔ حنین۔ سقیفہ۔ صفین۔ قلیب بدر۔ نہروان۔ ہجرت۔ ہریر۔ موتہ وغیرہ۔

● ادعیہ کے ذیل میں بارہ۱۲ قسم کی دعاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اقتباسات:

مولائے کائنات نے اپنے ارشادات میں جن کلماتِ طیبہ اور حکایاتِ ادبیہ کا حوالہ دیا ہے ان کا مختصر خاکہ یہ ہے:

- آیاتِ قرآنیہ ۱۱۱
- احادیثِ نبوی ۳۸
- اشعارِ عرب ۱۴

سوال؟

اس مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مولائے کائنات کے خطبوں میں اتنے قسم کے مسائل کو کیوں عنوان کیا گیا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ان خطبوں میں تفہیم عقائد اور تعلیم احکام کے ساتھ زجر، توبیخ، تہدید، عتاب، توبیخ اور ہجو و مذمت جیسے امور کو کیوں جگہ دی گئی ہے۔؟

لیکن اس کا جواب ان حالات سے بآسانی حاصل کیا جا سکتا ہے جن حالات میں ان خطبات کو پیش کیا گیا ہے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ مولائے کائنات کی خطابت نہ کوئی اظہار کمال کا ذریعہ ہے جہاں حسین ترین عبارات اور لطیف ترین نکات کا سہارا لیا جائے اور نہ کوئی پیشہ وارانہ عمل ہے جو حالات کے تقاضوں سے یکسر بے نیاز ہو جائے۔ آپ کے ہر کلام کا ایک محرک اور پس منظر ہے اور جس وقت جیسا پس منظر ہوتا ہے ویسا ہی منظر نظر کے سامنے آتا ہے۔

آپ ذرا اس انسان کی زندگی کے بارے میں تصور کریں جس کے یہاں حالاتِ زمانہ کا اُتار، چڑھاؤ ناقابلِ تصور حد تک رہا ہو اور جس کے زمانہ میں اس کی شخصیت کے سمجھنے اور برداشت کرنے کی ادنیٰ صلاحیت بھی نہ رہی ہو۔ جو خود اپنے دور کی فریاد اس انداز سے کرتا ہو کہ "حق اور حق گوئی نے علیؑ کے پاس کوئی دوست نہیں چھوڑا ہے" اور تمام ابنائے زمانہ جو بہترین امیدیں لے کر ساتھ آئے تھے سب ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے ہیں۔

ایک ایسا شخص جس نے خانۂ خدا میں پہلا قدم رکھا ہو اور آنکھ کھول کر پہلے پہل جمالِ سرکارِ دو عالمؐ کو دیکھا ہو۔ اور اس کے

بعد یکبارگی بتوں کے ایک ہنگامے سے دوچار ہو جائے کہ جہاں خانۂ خدا میں بھی اصنام کو برداشت کرنا پڑے۔

اس کے اپنے گھر کی زندگی میں اللہ۔ دین۔ مذہب۔ عبادت۔ تقویٰ، اخلاص کے علاوہ کچھ نہ ہو اور باہر نکلتے ہی بے ایمانی، بدکرداری کے علاوہ کچھ نہ دیکھتا ہو۔ وہ بہترین آغوش میں پرورش پائے اور بدترین ماحول میں زندگی گزارے۔

زندگی کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد پہلی مرتبہ یہ منظر دیکھے کہ ایک شخص کھانا کھلا کر خیر دنیا و آخرت کا پیغام دے رہا ہے اور سارا مجمع اسے جادوگر اور مجنون قرار دے رہا ہے۔ مکہ کی گلیوں میں ایک شخص فلاح و نجات کا پیغام سنا رہا ہے اور لوگ اسے پتھر مار رہے ہیں۔

وہ لوگوں کی زندگی کے لئے پریشان ہے اور لوگ اس کے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں۔

وہ وطن چھوڑ کر ہجرت کر جاتا ہے اور لوگ ہر سال دار الہجرت پر ایک نیا حملہ کر رہے ہیں اور اسے چین کا سانس نہیں لینے دے رہے ہیں۔

اس کے بعد جب وہ خود اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ سنبھالتا ہے تو اس کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دن ایک لاکھ بیس ہزار اصحاب کا مجمع اس کے قدموں تلے ہوتا ہے اور سب اسے مولائیت کی مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دوسرے دن اس کے گلے میں رسی ہوتی ہے اور لوگ اس کا تماشہ دیکھتے ہیں۔

ایک دن اسے عورت کے مقابلہ میں اٹھنا پڑتا ہے تو دوسرے دن مردوں کے مقابلہ میں قیام کرنا پڑتا ہے۔

ایک دن اس سے بیعت کا مطالبہ ہوتا ہے تو دوسرے دن اس کے قتل کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔

ایسے انسان کے کلام میں اس طرح کا تنوع نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ اور وہ زجر و توبیخ اور تہدید و ترہیب سے کام نہ لے گا تو کون لے گا؟

معجزہ تو یہ ہے کہ اس کے کسی کلام پر حالات کا اثر نہیں ہوا ہے اور وہ ہر طرح کے ماحول میں اور بدترین حالات میں بھی جب کلام کرتا ہے تو اس کا کلام فوق کلام المخلوق ہی ہوتا ہے اور وہ سب کچھ لٹ جانے کے بعد بھی سر منبر یہی اعلان کرتا ہے کہ تمھارے طائر فکر میری بلندیوں تک پرواز نہیں کر سکتے ہیں اور سر اقدس کے شگافتہ ہو جانے کے بعد بھی بستر شہادت سے یہی آواز دیتا ہے کہ "سَلُوْنِيْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ" (جو دریافت کرنا ہے دریافت کر لو قبل اس کے کہ میں تمھارے درمیان نہ رہ جاؤں)۔

کتب و رسائل:

خطبات کے علاوہ نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کے ٧٩ خطوط و رسائل ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

١٨۔ خطوط وصیت اور تعلیم و تربیت کے موضوع سے متعلق ہیں۔

١٦۔ خطوط میں تنقید و تعریض کا لہجہ اختیار کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کے افراد کی شناخت کی جا سکے۔

١٨۔ رسائل میں توبیخ اور زجر کا انداز ہے کہ جس طرح کے انسان سامنے ہوتے ہیں ان سے اسی لہجہ میں خطاب کیا جاتا ہے۔

۸۔ خطوط سیاسی امور سے متعلق ہیں جن میں ایک خط ہی تمام عالم کے سیاسی خطوط متعین کرنے کے لئے کافی ہے اور جو اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے کہ جس قوم کے پاس مولائے کائناتؑ کے بتائے ہوئے خطوط ہیں اسے قتل کیا جا سکتا ہے لیکن سیاسی میدان میں شکست نہیں دی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی سیاست مُدُن کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ انسان جیسے جیسے خواب غفلت سے بیدار ہوتا جائے گا ان سیاسی خطوط کی اہمیت کا احساس بڑھتا جائے گا۔

۷۔ خطوط میں عسکری مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔ رسائل عہد و معاہدہ سے متعلق ہیں اور تین رسائل میں انذار اور تہدید کا رُخ اختیار کیا گیا ہے اور اس طرح زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جسے ان رسائل کے اندر گھیر نہ لیا گیا ہو اور جس کا حل ان خطوط کے اندر تحریر نہ کر دیا گیا ہو۔

کلمات قصار:

خطبات اور رسائل و مکاتیب کے علاوہ اس مقدس کتاب میں ۴۸۰ حکیمانہ کلمات بھی پائے جاتے ہیں جن کے ایک ایک لفظ میں حقائق کا ایک ذخیرہ ہے اور ایک ایک نقطہ میں حکمت کا ایک سمندر ہے۔ انسان صاحب توفیق ہو اور ان کلمات کی فصاحت و بلاغت پر غور کرنے کا موقع حاصل کرلے تو اسے اندازہ ہوگا کہ علی علیہ السلام کے کلام میں خطبات کے پہلو میں کلمات قصار کی بھی وہی کیفیت ہے جو کلام الٰہی میں آیات و سطور کے مقابلہ میں نقطۂ بار کی ہے اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ مشہور روایات میں علیؑ ہی کو نقطۂ بار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو جس کی ہستی کلام الٰہی کے لئے نقطۂ بار کی حیثیت رکھتی ہو اس کے اجمال میں تفصیل کا سمندر موجزن ہونا ہی چاہیئے۔

خلاصۂ کلام:

مولائے کائنات کے ارشادات کے اس تنوع کو اس تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ مالک کائنات نے انھیں ہدایت عالم کا ذمّہ دار قرار دیا تھا۔ اور ہدایت کے بنیادی وسائل دو طرح کے ہوتے ہیں زبان اور قلم۔ مولائے کائناتؑ نے اس راہ میں دونوں وسائل کو اختیار کیا اور زبان کے ذریعہ خطبات کی دنیا کو آباد کیا تو قلم کے ذریعہ خطوط و رسائل کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ مالک کائنات نے بھی انسان کو انھیں دو عظیم صلاحیتوں سے نوازا تھا اور انھیں اپنی رحمت کا عظیم ترین مرتبہ قرار دیا تھا۔ ایک کی طرف علّمہ البیان سے اشارہ کیا تھا اور دوسرے کی طرف علّم بالقلم سے ذہن کا رخ موڑ دیا تھا۔

مولائے کائنات نے امامت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے ہر خداداد صلاحیت کو استعمال کیا اور اس طرح استعمال کیا کہ نہ خطبات کی دنیا میں علیؑ کے جیسے خطبات پائے جاتے ہیں اور نہ مکاتیب و رسائل کی دنیا میں علیؑ جیسے خطوط و رسائل ہیں۔

کلمات قصار اور خطبات میں اجمال و تفصیل کا فرق ضرور پایا جاتا ہے کہ عوام الناس کے لئے طولانی تقریر درکار ہوتی ہے اور خواص کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

مولائے کائنات نے دونوں انداز اختیار فرمائے ہیں اور اس کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ کہ نہ خطبات کی

تفصیل میں اہل علم وفضل وکمال کو کسی طوالت اور تھکاوٹ کا احساس ہوتا ہے اور نہ کلمات حکمت کے اجمال سے عوام الناس یکسر محروم رہ جاتے ہیں بلکہ علیؑ کا ہر اجمال ایک تفصیل ہے اور ہر تفصیل ایک اجمال۔ اور کیوں نہ ہو علیؑ خود بیک وقت قرآن ناطق بھی ہیں اور نقطۂ بار بھی۔ ان کے کمالات کی تفصیل کا جنّ وانس مل کر بھی احصار نہیں کر سکتے ہیں اور ان کا اجمال خلاصۂ ایمان بن کر قلب مومن میں سما جاتا ہے۔

چند شبہات:

نہج البلاغہ کی حیثیت وعظمت کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض ان شبہات کا جائزہ بھی لے لیا جائے جو دور قدیم میں پیدا کئے گئے ہیں اور دشمنان اہلبیتؑ آج تک وقتاً فوقتاً انھیں چبائے ہوئے لقموں پر گذارا کرتے رہتے ہیں۔

سب سے پہلا شبہ یا فتنہ جرجی زیدان نے پیدا کیا ہے جب "تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ" میں نہج البلاغہ کو شریف رضیؒ کے بجائے ان کے برادر محترم سید مرتضیٰؒ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اس طرح کتاب کی حیثیت کو مشکوک بنانا چاہتا ہے اور اس سلسلہ میں اپنے استاد بروکلمن کا اتباع کیا ہے کہ اس نے بلا دلیل "تاریخ ادب عربی" میں یہ ادعا کر دیا ہے کہ یہ کتاب اصل میں سید مرتضیٰؒ کی ترتیب دی ہوئی ہے۔

ظاہر ہے کہ استعمار کی زبان سے ایسی بات عجیب نہیں لگتی ہے لیکن ایک مسلمان کی زبان سے یقیناً عجیب لگتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نام نہاد استاد محمود محمد شاکر نے بھی مجلہ "الکاتب" کے عدد نمبر ١٧ میں اس کتاب کی تالیف کو دو بھائیوں کے درمیان مشکوک بنانے کی ناشکور کوشش کی ہے۔ جب کہ محققین اہلسنت بھی اس دیدہ و دانستہ فتنہ انگیزی کی شدید ترین مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر زکی نجیب محمود کے بیانات سے واضح ہوتا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مئی ١٩٧٥ء میں مجلہ "الکاتب" میں محمود محمد شاکر کے فتنہ کے بعد نہج البلاغہ کے خلاف ہنگاموں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

دسمبر میں مجلہ "الہلال" نے ڈاکٹر شفیع سید کا مقالہ شائع کیا۔

شباط میں مجلہ "العربی" نے محمد الدسوقی کا مقالہ شائع کیا۔

اور اس طرح مقالات کا ایک تانتا بندھ گیا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دشمنان اہلبیتؑ کی ایک سازش تھی کہ مسلسل مختلف علاقوں سے ایک ہی آواز اٹھائی جائے تاکہ عوام الناس دھوکہ کھا جائیں اور نیم ملا قسم کے لوگوں کو بات کو آگے بڑھانے کا موقع مل جائے اور جن لوگوں کو نئی بات کہنے کی بیماری ہوتی ہے وہ اسے تحقیق مزید کے نام سے آگے بڑھا سکیں۔

ان بیچاروں کو یہ کہاں احساس ہوتا ہے کہ دنیا میں سمجھ دار لوگ بھی پائے جاتے ہیں اور پروردگار حرف باطل کو دائمی اور ابدی بننے کی اجازت نہیں دے سکتا ہے۔

"وَاِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ"

بہرحال ذیل میں چند اور شبہات کا ذکر کیا جارہا ہے جن کی بنا پر نہج البلاغہ کے کلام امیرالمومنینؑ ہونے کو مشکوک بنانے کی

ناکام کوشش کی گئی ہے:

۱۔ نہج البلاغہ میں بار بار اصحاب رسولؐ پر تنقید کی گئی ہے اور یہ بات امیرالمومنینؑ کے شایان شان نہیں ہے۔!

اس شبہ کا واضح سا جواب یہ ہے کہ اگر اصحاب رسولؐ سے مراد صاحبانِ اخلاص و شرافت ہیں تو ان کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہیں ہے اور اگر صرف بزم رسالت تک آجانے والے اور منافقین مراد ہیں تو ان کے خلاف پروردگار نے پورا سورہ نازل کر دیا ہے تو لسان اللہ کی زبان پر یہ تنقید کیوں نہیں آسکتی ہے۔

خود رسول اکرمؐ کی زبان سے بھی حوض کوثر کی حدیث میں اصحاب کی مذمت وارد ہوئی ہے جسے بخاری جیسی صحیح کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض لوگوں کو اہلبیت پیغمبرؐ کی دشمنی ہی اندھا بنا دیتی ہے۔

۲۔ اس کتاب میں بار بار وصیت اور وصایت کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یہ لفظ اس دور میں رائج نہیں تھا؟

اس جہالت کا کیا جواب ہے کہ جب قرآن مجید میں ۳۲ مرتبہ اس مادہ کا ذکر کیا گیا ہے تو بھی ان مدعیان علم و فن کو اس دور میں اس لفظ کا وجود نظر نہیں آرہا ہے۔

خود رسول اکرمؐ نے بھی دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت علیؑ کے لئے اسی لفظ کو استعمال فرمایا ہے جیسا کہ تاریخ طبری اور تاریخ الکامل وغیرہ میں بصراحت پایا جاتا ہے۔

۳۔ اس کتاب میں بعض خطبے بیحد طولانی ہیں اور یہ اس دور کے رواج کے خلاف ہے؟

اس غریب کو کون سمجھائے کہ بیان کا طول واختصار حالات کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اس کا فنکاری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض اوقات دو کلمے بھی کافی ہوتے ہیں اور بعض اوقات مفصل تقریر کرنا پڑتی ہے جیسا کہ "سرح العیون" میں سحبان بن وائل (خطیب عرب) کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ دربار معاویہ میں ظہر کے بعد خطبہ شروع کیا اور اس کا سلسلہ عصر تک جاری رہا اور یہ اسی دور کا ذکر ہے۔ بیسویں صدی کا تذکرہ نہیں ہے۔

خود سرکار دو عالمؐ کے خطبۂ غدیر کو دیکھا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ حالات کے اقتضاء کے بعد دوپہر اور دھوپ میں بھی مفصّل خطبہ بیان کیا جا سکتا ہے۔ مسجد اور پُرسکون ماحول میں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

۴۔ اس کتاب میں سجع۔ قافیہ بندی اور صنائع و بدائع کا انداز پایا جاتا ہے اور یہ اس دور کے رواج کے خلاف ہے؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نام نہاد استاد نے قرآن مجید کی تلاوت کا شرف بھی حاصل نہیں کیا ہے ورنہ سورۂ رحمٰن۔ سورۂ دہر۔ سورۂ واقعہ اور مختصر سوروں کو دیکھنے کے بعد ایسی جاہلانہ بات کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔

۵۔ اس کتاب میں ایک ایک موضوع پر جس دقّتِ نظر کا اظہار کیا گیا ہے اور طاؤس۔ چیونٹی۔ ٹڈی اور چمگادڑ کی خلقت کے بارے میں جس باریک بینی سے کام لیا گیا ہے۔ وہ اس دور میں ایک ناممکن عمل تھا اور اس کا رواج یونان اور فارس کے فلسفہ کے منتقل ہونے کے بعد شروع ہوا ہے۔ امام علیؑ کے دور میں اس کا کوئی تصور نہیں تھا؟

افسوس اس استاد نے حضرت علیؑ کی عظمت کا بھی احساس نہیں کیا اور یونان و ایران میں مفکرین کے وجود پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ سارا تبصرہ حضرت علیؑ کے علم پر کر دیا کہ انھیں یہ باریک بینی یونان و ایران کے فلاسفہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

باب مدینۃ العلم کے بارے میں یہ کوتاہ بینی حق و انصاف کی بارگاہ میں ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔

۶۔ اس کتاب میں اعداد ۶۔۴۔۳ وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہے جو اس دور میں رائج نہیں تھا؟

خدا جانے سرکار دو عالمؐ کی ان حدیثوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن میں انھیں اعداد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو العقد الفرید ۲/۳۰۲، ۲/۱۷۴، ۶/۲۷۲ وغیرہ۔

اور پھر یہی انداز طبری نے ۳۰/۳ ھ میں حضرت ابوبکرؓ کے کلام کا نقل کیا ہے اور شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے حضرت عمرؓ کا نقل کیا ہے۔ (۱۲/۷۱)

۷۔ اس کتاب کے بعض خطبوں میں علم غیب کی جھلک پائی جاتی ہے اور یہ علم پروردگار کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے؟

اس شبہ کا جواب خود امیرالمومنینؑ نے اس وقت دے دیا تھا جب آپ کے خطبہ کو سُن کر ایک شخص نے علم غیب کا حوالہ دیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ علم غیب نہیں ہے۔ صاحب علم غیب سے استفادہ ہے۔ یعنی پروردگار نے یہ علم اپنے حبیبؐ کو دیا تھا اور ان کے ذریعہ میری طرف منتقل ہوا ہے۔ علم غیب ذاتی طور پر پروردگار کا کمال ہے۔ اس کے بعد وہ کسی کو عطا کرنا چاہے تو کسی کو روکنے کا حق بھی نہیں ہے۔

۸۔ اس کتاب میں زہد۔ ترک دنیا۔ ذکر موت وغیرہ کی بہتات ہے اور یہ مسیحی یا صوفی فکر ہے جس کا اس وقت کے عالم اسلام میں کوئی وجود نہیں تھا؟

یعنی قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں موت کا ذکر کیا گیا ہے اور حیات دنیا۔ لذّات دنیا کی مذمّت کی گئی ہے یہانتک کہ ازواج پیغمبرؐ کو زینتِ حیاتِ دنیا کے مطالبہ پر طلاق کی تہدید کی گئی ہے۔ یہ سب عالم عیسائیت سے عاریت لی گئی ہیں یا انھیں بعد کے صوفیوں نے قرآن مجید میں شامل کر دیا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

۹۔ اس کتاب کے بعض کلمات اور جملے دوسرے افراد کے نام سے بھی نقل کئے گئے ہیں لہٰذا یہ امیرالمومنینؑ کا کلام نہیں ہے؟

یعنی اُس نسبت کو غلط نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ صرف اس کتاب کو غلط کہا جا سکتا ہے۔ کاش اس مرد فاضل نے ذرہ برابر انصاف کیا ہوتا تو اسے اندازہ ہوتا کہ بعض کلمات فکر کی ہم آہنگی کی بنا پر مشترک ہو جاتے ہیں بعض کلمات دوسروں کے نام سے اس لئے بھی نقل ہو سکتے ہیں کہ دور معاویہ میں علیؑ کا نام لینا اور ان کے حوالہ سے بات کرنا ملک الموت کو دعوت دینے کے مُرادف تھا تو عین ممکن ہے کہ دشمنوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہو یا دوستوں نے یہ چاہا ہو کہ یہ ارشادِ گرامی قوم میں زندہ رہ جائے کہ اہلبیت طاہرینؑ نام کے خواہاں نہیں ہیں وہ پیغام کی بقا کے خواہاں ہیں۔

۱۰۔ اکثر کتب لغت و ادب میں نہج البلاغہ کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے لہٰذا یہ کلام لوگوں کی نظر میں معتبر نہیں تھا ورنہ مختلف مسائل میں بطور حوالہ ضرور ذکر کیا جاتا۔

اس کا جواب میرے مقدمہ کے اس حصہ سے واضح ہو چکا ہے جس میں سید رضیؒ کی ولادت سے پہلے متعدد علماء و مورخین کے کلمات و خطب میں امیرالمومنینؑ کے حوالہ کا ذکر کیا گیا ہے اور بعد میں انھیں کلمات و خطب کو نہج البلاغہ میں جگہ دی گئی ہے۔

اور اسی فہرست سے اس شبہ کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ سید رضیؒ نے تمام کلمات و خطب کو بلاسند ذکر کیا ہے اور

روایت مرسلہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے جب کہ ان کے اور حضرت علیؑ کے دور میں تقریباً چار صدیوں کا فاصلہ ہے۔
جواب کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ یہ کلمات سید رضیؒ کی ولادت کے پہلے سے نقل ہو رہے ہیں اور انھوں نے صرف جمع آوری کا کام کیا ہے لہٰذا اسے غیر مسند یا غیر مستند نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔
ان کلمات کا سلسلۂ نقل امیر المومنینؑ کے بعد ہی سے شروع ہو گیا ہے جس کے بعد کسی مزید سند کی ضرورت نہیں ہے اور اسقدر مولفین کا نقل کرنا ہی اس کے استناد کے لئے کافی ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

——استفادہ از نہج البلاغہ۔۔۔ لمن ؟ علامہ الشیخ محمد حسن آل یٰسین

کچھ اس کتاب سے متعلق:

زیر نظر ترجمہ اور شرح اس بنیاد پر نہیں ہے کہ اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی کام نہیں ہوا ہے یا اس کی کوئی افادیت نہیں ہے۔
کام بہت ہوا ہے اور بہت خوب ہوا ہے۔ متعدد تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں اور مختلف شرحیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں اور مجھے خود بھی ان خدمات سے بڑی حد تک استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے۔
لیکن ترجمہ و تفسیر قرآن مجید کے منظر عام پر آنے کے بعد اور مومنین کرام کی حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہر کام ناظرین کرام کی نگاہ میں قابل قدر ہوتا ہے اگر اس میں کوئی بھی ندرت یا خوبی پیدا ہو جائے۔
میں نے اس ترجمہ اور تشریح میں تین باتوں کا خیال رکھا ہے جو نادر و نایاب تو نہیں ہیں لیکن اردو داں طبقہ کے لئے قابلِ استفادہ ضرور ہیں۔
پہلی کوشش یہ کی گئی ہے کہ زبان بالکل سادہ اور سلیس ہو جب کہ یہ کام انتہائی مشکل اور دشوار تھا کہ نہج البلاغہ کی زبان خود بھی اتنی سہل و سادہ نہیں ہے جتنی آسان زبان قرآن مجید میں نظر آتی ہے۔
ایسی صورت میں مترادف الفاظ کا تلاش کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا اور اسی بنیاد پر اکثر مقامات پر مجھے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے سادگی کو فصاحت و بلاغت پر مقدم رکھا ہے اور بعض دیگر مترجمین کرام کی طرح الفاظ تراشی یا محاورہ سازی کی زحمت نہیں کی ہے۔
۲۔ عام طور سے اردو زبان میں جو تراجم پائے جاتے ہیں۔ ان میں خطبات و کلمات کی تشریح تو ہے لیکن ان کا حوالہ درج نہیں ہے کہ یہ کلام نہج البلاغہ کے علاوہ اور کہاں کہاں پایا جاتا ہے۔
یہ کام انتہائی دشوار گذار تھا اور میں نے اس سلسلہ میں محنت بھی شروع کر دی تھی لیکن بعد میں عربی زبان کی ایسی کتابیں

دستیاب ہوگئیں جن میں یہ سارا کام مکمل طور سے ہوچکا تھا اور مجھے اس سلسلہ میں کوئی زحمت نہیں کرنا پڑی اور برسوں کا کام مہینوں کے اندر مکمل ہوگیا۔

بہت ممکن ہے کہ بعض حوالے نمبروں کے اعتبار سے صحیح نہ بھی ہوں لیکن اب مزید تلاش میری مصروف ترین زندگی کے حدود امکان سے باہر ہے۔ خدا کرے دیگر افاضل کرام اس کام کو انجام دے دیں اور ناظرین محترم بھی متوجہ کردیں تاکہ آئندہ اصلاح کی جاسکے۔

۳۔ اردو زبان میں عام طور سے تفسیر اور تشریح دونوں کا مفہوم واقعات کو قرار دیا جاتا ہے کہ تفسیر قرآن میں بہت سے دور قدیم کے واقعات نقل کردئے جائیں اور شرح نہج البلاغہ میں صفین وجمل وسقیفہ کے ساری تفصیلات سے کتاب کا حجم بڑھا دیا جائے۔ جب کہ حقیر کا نظریہ اس سے بالکل مختلف ہے میری نگاہ میں واقعات کا حوالہ بقدر کلام فہمی تو ضروری ہے لیکن اس کا تفسیر اور تشریح کلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تفسیر و تشریح کے لئے الفاظ کا مفہوم۔ عبارات کا مقصد اور اس مطلب و مقصود کا واضح کرنا ضروری ہے جس کے لئے یہ کلام منظر عام پر آیا ہے اور صاحب کلام نے عوام الناس یا خواص کو مخاطب بنایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ایک طرف الفاظ کا مفہوم درج کیا گیا ہے اور دوسری طرف خطبات وکلمات کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ طلاب کرام کو کلام کے سمجھنے اور مومنین کرام کو کردار کے سنوارنے میں مدد ملے۔ خدا کرے میری یہ کوشش کامیاب ہو اور اس طرح تفسیر و تشریح کا ایک نیا سلسلہ منظر عام پر آسکے۔

ایک مستقل زحمت:

میری ذاتی زندگی کچھ اس طرح کی بے ہنگم واقع ہوئی ہے کہ کوئی کام سکون کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا ہوں۔ کثرت سفر نے ایک طرف تمام سال نماز تمام کا شرف عنایت کردیا ہے تو دوسری طرف کتب خانوں کی سیر سے محروم کردیا ہے۔

سکونت ایسے علاقوں میں رہتی ہے جہاں مذہبی کتاب کا داخلہ گمراہ کن لٹریچر کے داخلہ سے زیادہ خطرناک تصور کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر زیادہ مطالعہ بھی ممکن نہیں ہوتا ہے۔

اس کے بعد جب مرحلۂ تالیف و ترجمہ مکمل ہوجاتا ہے تو کتابت کی مصیبت سامنے آتی ہے۔ ہمارے ملکوں میں اردو کاتبوں کا قحط ہے اور عربی کاتب تو بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

بمشکل تمام تین کاتب تلاش کئے ہیں اور سب سے بیک وقت کام لیا جاتا ہے تو بھی اپنی تحریروں کی کتابت کا کام نذر تاخیر ہو جاتا ہے۔

اس کتاب میں بھی پہلا صفحہ بقدر حاشیہ محترم جعفر مرزا صاحب نے لکھا ہے تو دوسرا صفحہ ترجمہ و شرح محترم جلال الدین صاحب نے۔

عربی کتابت کا کام ایک سال سے دردسر بنا ہوا تھا کہ امسال جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ میں زیارت امام رضاؑ سے مشرف ہوا تو میں نے حضرت ہی سے یہ التماس کی کہ آپ ہی ہماری اس مشکل کو حل فرمائیں اور اپنے مخصوص کرم سے اس کی کتابت کا

فوری انتظام فرمادیں۔ اتفاق وقت کہ اسی زمانہ میں عزیزی مولانا منظر صادق زیدی بھی قم میں تھے اور انھیں کمپیوٹر کے بارے میں کافی معلومات تھیں اور اس طرح ایک کمپیوٹر مرکز تک رسائی ہوگئی اور اسی کے ذریعہ عربی کتابت کا کام انجام پاگیا۔ اس سلسلہ میں بڑی رہنمائی لندن کے فعال عالم دین مولانا ذوالقدر رضوی کے کمپیوٹری معلومات سے بھی حاصل ہوئی ہے اور پروف ریڈنگ کا کام جامعہ امامیہ اور انوار العلوم کے طلاب مقیم قم نے انجام دیا ہے اور طباعت کی مکمل نگرانی عزیزی ضیغم حسین زیدی نے کی ہے اور اس طرح متعدد ہاتھوں کے خدمات کا نتیجہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

ربنا تقبل منّا انك انت السميع العليم

اشاعت:

کتابت کے بعد اشاعت بھی ایک انتہائی دشوار گذار مرحلہ ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے بعض مخلصین نے یہ ذمہ داری لے لی ہے اور اس طرح ہر سال دو چار کتابیں منظر عام پر آجاتی ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت میں محترم ڈاکٹر ظفر جعفری۔ محترم ڈاکٹر تہذیب الحسن رضوی۔ محترم ڈاکٹر اسد صادق کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہ ہاتھ۔ میرا ہاتھ بٹاتے رہیں گے اور بقدر توفیق کتابیں منظر عام پر آتی رہیں گی۔

مومنین کرام سے التماس ہے کہ ان تمام حضرات کے توفیقات کے لئے دعا فرمائیں اور مجھ حقیر کو بھی اپنی دعاؤں میں نظر انداز نہ فرمائیں تاکہ دنیا سے چلتے چلاتے کچھ اور بھی خدمتِ دین کرلوں۔

شائد کسی ایک کتاب۔ سطر یا لفظ میں خلوص پیدا ہوجائے اور وہی زادِ آخرت بن جائے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

ربِّ کریم کے کرم سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہی مالک دنیا و آخرت ہے اور پھر صاحب کلام کی مہربانیاں بھی ہمیشہ شامل حال رہی ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت رہیں گی۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

جوادی
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
ابوظبی

نہج البلاغہ

(حصّہ اوّل)

باب المختار من خطب مولانا امیر المومنین ؑ

علیؑ بن ابی طالب علیہ التحیۃ والسلام

الخطب

نهج البلاغة

باب المختار من خطب مولانا امیرالمؤمنین علي بن أبي طالب علیه التّحیة والسلام

الخطب

١

و من خطبة له ﴿ع﴾

یذکر فیها ابتداء خلق السماء والأرض، و خلق آدم ﴿ع﴾

و فیها ذکر الحج

و تحتوي على حمدالله، و خلق العالم، و خلق الملائكة، و اختيار الأنبياء،
و مبعث النبي، و القرآن، و الأحكام الشرعية

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِي لَا يَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَائِلُونَ، وَلَا يُحْصِي نَعْمَاءَهُ الْعَادُّونَ، وَ لَا يُؤَدِّي حَقَّهُ الْمُجْتَهِدُونَ (المجاهدون)، الَّذِي لَا يُدْرِكُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَ لَا يَنَالُهُ غَوْصُ الْفِطَنِ، الَّذِي لَيْسَ لِصِفَتِهِ حَدٌّ مَحْدُودٌ، وَ لَا نَعْتٌ مَوْجُودٌ، وَ لَا وَقْتٌ مَعْدُودٌ، وَلَا أَجَلٌ مَمْدُودٌ. فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ، وَ نَشَرَ الرِّيَاحَ بِرَحْمَتِهِ، وَوَتَّدَ بِالصُّخُورِ مَيَدَانَ أَرْضِهِ.

أَوَّلُ الدِّينِ مَعْرِفَتُهُ، وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِيقُ بِهِ، وَكَمَالُ التَّصْدِيقِ بِهِ تَوْحِيدُهُ، وَكَمَالُ تَوْحِيدِهِ الْإِخْلَاصُ لَهُ، وَكَمَالُ الْإِخْلَاصِ لَهُ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ، لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ أَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوفِ، وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ: فَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ وَ مَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَّاهُ، وَ مَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ، وَ مَنْ جَزَّأَهُ جَهِلَهُ. وَ مَنْ جَهِلَهُ فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ، وَ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ، وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ، وَ مَنْ قَالَ «فِيمَ» فَقَدْ ضَمَّنَهُ، وَ مَنْ قَالَ «عَلَامَ؟» فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ. كَائِنٌ لَا عَنْ حَدَثٍ، مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ. مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ، وَ غَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ، فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ، بَصِيرٌ إِذْ لَا مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ، مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَ لَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ.

حمد - اختیاری صفات و افعال پر کسی کی تعریف کرنا۔
مدحت - "ایک قسم کی تعریف"
نعماء - نعمت کی جمع ہے مثل نعیم
اجتہاد - مکمل طاقت کا صرف کر دینا۔
ہِمَم - ہمت کی جمع ہے یعنی مستحکم ارادہ۔
فِطَن - فطنہ کی جمع ہے یعنی باصواب ذہانت
فَطَرَ - بغیر کسی مثال اور نمونہ کے ایجاد کرنا
مَیَدان - تھرتھراہٹ کے ساتھ حرکت کرنا۔
دین - مذہب، عقیدہ
قَرَنَہ - کسی کو شریک اور ساتھی قرار دیدیا۔
حد - وہ انتہا جس سے آگے نہ بڑھ سکے۔
عدّ - احاطہ کر لینا اور شمار میں لے آنا
مزایلہ - جدائی - آلہ اعضاء و جوارح

مصادر خطبہ ۱ عیون الحکم و المواعظ الواسطی، بحار ۷۷ ص۳۰۰ و ص۴۲۳ - ربیع الابرار زمخشری باب السماء والکواکب، شرح نہج البلاغہ قطب راوندی - تحف العقول حرانی - اصول کافی ۱ ص۱۴۰ - احتجاج طبرسیؒ ۱ ص۱۵۰، مطالب السؤل محمد بن طلحہ الشافعی - دستور معالم الحکم القاضی القضاعی ص۱۵۳ - تفسیر فخر رازی ۲ ص۱۶۴ - ارشاد مفیدؒ ص۱۰۵ و ص۱۰۶ - توحید صدوقؒ - عیون الاخبار صدوقؒ امالی طوسی ۱ ص۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیرالمومنینؑ کے منتخب خطبات اور احکام کا سلسلۂ کلام

۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں آسمان و زمین کی خلقت کی ابتدا اور خلقت آدمؑ کے تذکرہ کے ساتھ حج بیت اللہ کی عظمت کا بھی ذکر کیا گیا ہے)

یہ خطبہ حمد و ثنائے پروردگار۔ خلقت عالم۔ تخلیق ملائکہ۔ انتخاب انبیاء۔ بعثت سرکار دو عالمؐ۔ عظمت قرآن اور مختلف احکام شرعیہ پر مشتمل ہے۔

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کی مدحت تک بولنے والوں کے تکلم کی رسائی نہیں ہے اور اس کی نعمتوں کو گننے والے شمار نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے حق کو کوشش کرنے والے بھی ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ نہ ہمتوں کی بلندیاں اس کا ادراک کر سکتی ہیں اور نہ ذہانتوں کی گہرائیاں اس کی تہ تک جا سکتی ہیں۔ اس کی صفت ذات کے لئے نہ کوئی معین حد ہے نہ توصیفی کلمات۔ نہ مقررہ وقت ہے اور نہ آخری مدت۔ اس نے تمام مخلوقات کو صرف اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اور پھر اپنی رحمت ہی سے ہوائیں چلائی ہیں اور زمین کی حرکت کو پہاڑوں کی میخوں سے سنبھال کر رکھا ہے۔

دین کی ابتدا اس کی معرفت سے ہے اور معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے۔ تصدیق کا کمال توحید کا اقرار ہے اور توحید کا کمال اخلاص عقیدہ ہے اور اخلاص کا کمال زائد بر ذات صفات کی نفی ہے، کہ صفت کا مفہوم خود ہی گواہ ہے کہ وہ موصوف سے الگ کوئی شے ہے اور موصوف کا مفہوم ہی یہ ہے کہ وہ صفت سے جداگانہ کوئی ذات ہے۔ اس کے لئے الگ سے صفات کا اثبات ایک شریک کا اثبات ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ذات کا تعدد ہے اور تعدد کا مقصد اس کے لئے اجزاء کا عقیدہ ہے اور اجزاء کا عقیدہ صرف جہالت ہے معرفت نہیں ہے اور جو بے معرفت ہو گیا اس نے اشارہ کرنا شروع کر دیا اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس نے اسے ایک سمت میں محدود کر دیا اور جس نے محدود کر دیا اس نے اسے گنتی کا ایک شمار کر لیا (جو سراسر خلاف توحید ذات ہے)۔

جس نے یہ سوال اٹھایا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی کے ضمن میں قرار دے دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس کے اوپر قائم ہے اس نے نیچے کا علاقہ خالی کرا لیا۔ اس کی ہستی حادث نہیں ہے اور اس کا وجود عدم کی تاریکیوں سے نہیں نکلا ہے۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے لیکن مل کر نہیں، اور ہر شے سے الگ ہے لیکن جدائی کی بنیاد پر نہیں۔ وہ فاعل ہے لیکن حرکات و آلات کے ذریعہ نہیں اور وہ اس وقت بھی بصیر تھا جب دیکھی جانے والی مخلوق کا پتہ نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں بالکل اکیلا ہے اور اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے جس کو پا کر انس محسوس کرے اور کھو کر پریشان ہو جانے کا احساس کرے۔

خطبہ کا پہلا حصہ ذات واجب کی عظمتوں سے متعلق ہے جس میں اس کی بلندیوں اور گہرائیوں کے تذکرہ کے ساتھ اس کی بے پایاں نعمتوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس کی ذات مقدس لامحدود ہے اور اسکی ابتدا و انتہا کا تصور بھی محال ہے۔ البتہ اس کے احسانات کی فہرست میں سرفہرست تین چیزیں ہیں:
(۱) اس نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ (۲) اس نے اپنی رحمت شاملہ سے سانس لینے کے لئے ہوائیں چلائی ہیں۔ (۳) انسان کے قرار و استقرار کے لئے زمین کی تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کی میخوں کے ذریعہ روک دیا ہے ورنہ انسان کا ایک لمحہ بھی کھڑا رہنا محال ہو جاتا اور اس کے ہر لمحہ گر پڑنے اور الٹ جانے کا امکان برقرار رہتا۔

دوسرے حصہ میں دین و مذہب کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح کائنات کا آغاز ذات واجب سے ہے اسی طرح دین کا آغاز بھی اسی کی معرفت سے ہوتا ہے اور معرفت میں حسب ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ دل و جان سے اس کی تصدیق کی جائے۔ فکر و نظر سے اس کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے اور خالق و مخلوق کے امتیاز سے اس کے صفات کو عین ذات تصور کیا جائے۔

ورنہ ہر غلط عقیدہ انسان کو ایک جہالت سے دوچار کرے گا اور ہر مہمل سوال کے نتیجہ میں معرفت سے شروع ہونے والا سلسلہ جہالت پر تمام ہوگا اور یہ بدبختی کی آخری منزل ہے۔

اس کی عظمت کے ساتھ اس نکتہ کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ جملہ اعمال کی نگرانی کر رہا ہے اور اپنی یکتائی میں کسی کے وہم و گمان کا محتاج نہیں ہے۔!

خلق العالم

أَنْشَأَ الْخَلْقَ إِنْشَاءً، وَابْتَدَأَهُ ابْتِدَاءً، بِلَا رَوِيَّةٍ أَجَالَهَا، وَ لَا تَجْرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا، وَ لَا حَرَكَةٍ أَحْدَثَهَا، وَ لَا هَمَامَةِ نَفْسٍ اضْطَرَبَ فِيهَا. أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لِأَوْقَاتِهَا، وَ لَأَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا، وَ غَرَّزَ غَرَائِزَهَا، وَ أَلْزَمَهَا أَشْبَاحَهَا، عَالِماً بِهَا قَبْلَ ابْتِدَائِهَا، مُحِيطاً بِحُدُودِهَا وَ انْتِهَائِهَا، عَارِفاً بِقَرَائِنِهَا وَ أَحْنَائِهَا(أجنانها) ثُمَّ أَنْشَأَ - سُبْحَانَهُ - فَتْقَ الْأَجْوَاءِ، وَ شَقَّ الْأَرْجَاءِ، وَ سَكَائِكَ الْهَوَاءِ، فَأَجْرَى (اجاز) فِيهَا مَاءً مُتَلَاطِماً تَيَّارُهُ، مُتَرَاكِماً زَخَّارُهُ. حَمَلَهُ عَلَى مَتْنِ الرِّيحِ الْعَاصِفَةِ، و الزَّعْزَعِ الْقَاصِفَةِ، فَأَمَرَهَا بِرَدِّهِ، وَسَلَّطَهَا عَلَى شَدِّهِ، وَ قَرَنَهَا إِلَى حَدِّهِ. الْهَوَاءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتِيقٌ، وَ الْمَاءُ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيقٌ. ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ رِيحاً اعْتَقَمَ مَهَبَّهَا، وَ أَدَامَ مُرَبَّهَا، وَأَعْصَفَ مَجْرَاهَا، وَأَبْعَدَ مَنْشَاهَا، فَأَمَرَهَا بِتَصْفِيقِ الْمَاءِ الزَّخَّارِ، وَ إِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ، فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَاءِ، وَ عَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْفَضَاءِ. تَرُدُّ أَوَّلَهُ إِلَى آخِرِهِ، وَسَاجِيَهُ (ساكنه) إِلَى مَائِرِهِ، حَتَّى عَبَّ عُبَابُهُ، وَرَمَى بِالزَّبَدِ رُكَامُهُ. فَرَفَعَهُ فِي هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ، وَ جَوٍّ مُنْفَهِقٍ، فَسَوَّى مِنْهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ، جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجاً مَكْفُوفاً، وَ عُلْيَاهُنَّ سَقْفاً مَحْفُوظاً، وَ سَمْكاً مَرْفُوعاً، بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعَمُهَا، وَلَا دِسَارٍ يَنْظِمُهَا. ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَ ضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ، وَ أَجْرَى فِيهَا سِرَاجاً مُسْتَطِيراً، وَ قَمَراً مُنِيراً: فِي فَلَكٍ دَائِرٍ، وَ سَقْفٍ سَائِرٍ، وَ رَقِيمٍ مَائِرٍ.

رویّہ - نظر و فکر
ہمامۃ - اہتمام
احالہ - ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال
غرائز - جمع غریزہ یعنی طبیعت
اشباح - اشخاص
قرائن - جو چیز ساتھ لگ جائے -
احناء - اطراف
فتق - شگافتہ کرنا
اجواء - جمع جو
ارجاء - اطراف
سکائک - طبقات
تیار - موج بحر
زخار - لبریز
عاصفۃ - آندھی
فتیق - خالی
دفیق - اچھلتا ہوا
اعتقام - ہوا کا بے اثر ہونا
مرب - محل اقامت
منشاء - نشوونما کی جگہ
مخض - تیز حرکت
ساجی - ساکن
مائر - متحرک
رکام - تہ بہ تہ
منفہق - کھلا ہوا
مکفوف - جو بہنے سے روک دیا جائے -
دسار - دُسر کی جمع ہے یعنی کیلیں
مستطیر - جس کی روشنی پھیلی ہوئی ہو
رقیم - آسمان کا ایک نام جس میں ستاروں کی تحریریں ہوتی ہیں -

واضح رہے کہ مولائے کائنات کے اس بیان میں دخان سے مراد آگ کا دھواں نہیں ہے بلکہ پانی سے اٹھنے والا گہرے قسم کا بخار ہے جس کی شکل دھوئیں جیسی ہو جاتی ہے اور بھاپ ابتدائی منزلوں میں بخار سے تعبیر کی جاتی ہے اور غلیظ ہو جانے کے بعد اسی کا نام دخان ہو جاتا ہے - اسی لئے قرآن کریم نے بھی سورۂ فصلت آیت ۱۱ میں آسمانوں کو دخان سے تعبیر کیا ہے !

اس نے مخلوقات کو از غیب ایجاد کیا اور ان کی تخلیق کی ابتدا کی بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ سے فائدہ اٹھائے ہوئے یا حرکت کی ایجاد کئے ہوئے یا نفس کے افکار کی الجھن میں پڑے ہوئے۔ تمام اشیاء کو ان کے اوقات کے حوالے کر دیا اور پھر ان کے اختلافات میں تناسب پیدا کر دیا سب کی طبیعتیں مقرر کر دیں اور پھر انھیں شکلیں عطا کر دیں۔ اسے یہ تمام باتیں ایجاد کے پہلے سے معلوم تھیں اور وہ ان کے حدود اور ان کی انتہا کو خوب جانتا تھا۔ اسے ہر شے کے ذاتی اطراف کا بھی علم تھا اور اس کے ساتھ شامل ہو جانے والی اشیاء کا بھی علم تھا۔

اس کے بعد اس نے فضا کی وسعتیں۔ اس کے اطراف و اکناف اور ہواؤں کے طبقات ایجاد کئے اور ان کے درمیان وہ پانی بہا دیا جس کی لہروں میں تلاطم تھا اور جس کی موجیں تہ بہ تہ تھیں اور اسے ایک تیز و تند ہوا کے کاندھے پر لاد دیا اور پھر ہوا کو الٹنے پلٹنے اور روک کر رکھنے کا حکم دے دیا اور اس کی حدوں کو پانی کی حدوں سے یوں ملا دیا کہ نیچے ہوا کی وسعتیں تھیں اور اوپر پانی کا تلاطم۔!

اس کے بعد ایک اور ہوا ایجاد کی جس کی حرکت میں کوئی تولیدی صلاحیت نہیں تھی اور اسے مرکز پر روک کر اس کے جھونکوں کو تیز کر دیا اور اس کے میدان کو وسیع تر بنا دیا اور پھر اسے حکم دیدیا کہ اس بحر زخار کو متھ ڈالے اور موجوں کو الٹ پلٹ کر دے۔ چنانچہ اس نے سارے پانی کو ایک مشکیزہ کی طرح متھ ڈالا اور اسے فضائے بسیط میں اس طرح لے کر چلی کہ اول کو آخر پر الٹ دیا اور ساکن کو متحرک پر پلٹ دیا اور اس کے نتیجہ میں پانی کی ایک سطح بلند ہو گئی اور اس کے اوپر ایک جھاگ کی تہ بن گئی۔ پھر اس جھاگ کو کھلی ہوئی ہوا اور کھلی ہوئی فضا میں بلند کر دیا اور اس سے سات آسمان پیدا کر دئے جس کی نچلی سطح ایک ٹھہری ہوئی موج کی طرح تھی اور اوپر کا حصہ ایک محفوظ سقف اور بلند عمارت کے مانند تھا۔ نہ اس کا کوئی ستون تھا جو سہارا دے سکے اور نہ کوئی بندھن تھا جو منظم کر سکے۔

پھر ان آسمانوں کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور ان میں تابندہ نجوم کی روشنی پھیلا دی اور ان کے درمیان ایک ضوفگن چراغ اور ایک روشن ماہتاب رواں کر دیا جس کی حرکت ایک گھومنے والے فلک اور ایک متحرک چھت اور جنبش کرنے والی تختی میں تھی۔

تخلیق کائنات کے بارے میں اب تک جو نظریات سامنے آئے ہیں، ان کا تعلق دو موضوعات سے ہے:

ایک موضوع یہ ہے کہ اس کائنات کا مادہ کیا ہے؟ تمام عناصر اربعہ ہیں یا صرف آگ ہے یا صرف پانی سے یہ کائنات خلق ہوئی ہے یا کچھ دوسرے عناصر اربعہ بھی کارفرما تھے یا کسی گیس سے یہ کائنات پیدا ہوئی ہے یا کسی بھاپ اور کہرے نے اسے جنم دیا ہے؟ دوسرا موضوع یہ ہے کہ اس کی تخلیق دفعتاً ہوئی ہے یا بتدریج عالم وجود میں آئی ہے اور اس کی عمر دس ملین سال ہے یا ۶۰ ہزار ملین سال ہے؟

چنانچہ ہر شخص نے اپنے اندازہ کے مطابق ایک رائے قائم کی ہے اور اسی رائے کی بنا پر اسے تحقیق کا درجہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ اس قسم کے موضوعات میں تحقیق کا کوئی امکان نہیں ہے اور نہ کوئی حتمی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ صرف اندازے ہیں جن پر سارا کاروبار چل رہا ہے اور ایسے ماحول میں ہر شخص کو ایک نئی رائے قائم کرنے کا حق ہے اور کسی کو یہ چیلنج کرنے کا حق نہیں ہے کہ یہ رائے آلات اور وسائل سے پہلے کی ہے لہٰذا اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے اصل کائنات پانی کو قرار دیا ہے اور اسی کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے اور آپ کی رائے دیگر آراء کے مقابلہ میں اس لئے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی بنیاد تحقیق۔ انکشاف، تجربہ اور اندازہ پر نہیں ہے بلکہ یہ اس مالک کا دیا ہوا بے پناہ علم ہے جس نے اس کائنات کو بنایا ہے اور کھلی بات ہے کہ مالک سے زیادہ مخلوقات سے باخبر اور کون ہو سکتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے اپنے بیان میں تین نکات کی طرف توجہ دلائی ہے: (۱) اصل کائنات پانی ہے اور پانی کو قابل استعمال ہوا نے بنایا ہے۔ (۲) اس فضائے بسیط کے تین رخ ہیں، بلندی جس کو اجواز کہا جاتا ہے اور اطراف جسے ارجاء سے تعبیر کیا جاتا ہے اور طبقات جنھیں سکائک کا نام دیا جاتا ہے۔ عام طور سے علماء فلک کواکب کے ہر مجموعہ کو سکہ کا نام دیتے ہیں جس میں ایک ارب سے زیادہ ستارے پائے جاتے ہیں جس طرح کہ ہمارے اپنے نظام شمسی کا حال ہے کہ اس میں ایک ارب سے زیادہ ستاروں کا انکشاف کیا جا چکا ہے۔ (۳) آسمانی مخلوقات میں ایک مرکزی شے ہے جسے اس کی حرکت کی بنا پر چراغ کہا جاتا ہے اور ایک اس کے گرد حرکت کرنے والی زمین ہے اور ایک زمین کے گرد حرکت کرنے والا ستارہ ہے جسے قمر کہا جاتا ہے اور علماء فلک اس تابع در تابع کو قمر کہتے ہیں کوکب نہیں کہتے ہیں۔

خلق الملائكة [1]

ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ الْعُلَا، فَمَلَأَهُنَّ أَطْوَاراً مِنْ مَلَائِكَتِهِ، مِنْهُمْ سُجُودٌ لَا يَرْكَعُونَ، وَرُكُوعٌ لَا يَنْتَصِبُونَ، وَ صَافُّونَ لَا يَتَزَايَلُونَ، وَ مُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ، لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعُيُونِ، وَلَا سَهْوُ الْعُقُولِ وَلَا فَتْرَةُ الْأَبْدَانِ، وَلَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ. وَ مِنْهُمْ أُمَنَاءُ عَلَى وَحْيِهِ، وَأَلْسِنَةٌ إِلَى رُسُلِهِ، وَ مُخْتَلِفُونَ (مترددون) بِقَضَائِهِ وَأَمْرِهِ، وَ مِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهِ، وَ سَدَنَةٌ (السدنه) لِأَبْوَابِ جِنَانِهِ وَ مِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَى أَقْدَامُهُمْ، وَ الْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَ الْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ أَرْكَانُهُمْ، وَ الْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ. نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ، مُتَلَفِّعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ، مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ، وَ أَسْتَارُ الْقُدْرَةِ. لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيرِ، وَ لَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ (المخلوقين)، وَلَا يَحُدُّونَهُ بِالْأَمَاكِنِ وَ لَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ.

صفة خلق آدم (عليه السلام) [2]

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَ سَهْلِهَا، وَ عَذْبِهَا وَ سَبَخِهَا، تُرْبَةً سَنَّهَا (سناها) بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ، وَ لَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتَّى لَزَبَتْ، فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَ وُصُولٍ، وَ أَعْضَاءٍ وَ فُصُولٍ: أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ، وَ أَصْلَدَهَا حَتَّى صَلْصَلَتْ لِوَقْتٍ مَعْدُودٍ، وَ أَمَدٍ (أجل) مَعْلُومٍ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوحِهِ فَمَثُلَتْ (فتمثلت) إِنْسَاناً ذَا أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا، وَ فِكَرٍ يَتَصَرَّفُ بِهَا، وَ جَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا، وَ أَدَوَاتٍ يُقَلِّبُهَا، وَ مَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ، وَ الْأَذْوَاقِ وَ الْمَشَامِّ، وَ الْأَلْوَانِ وَ الْأَجْنَاسِ، مَعْجُوناً بِطِينَةِ الْأَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، وَ الْأَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ (متفقه)، وَ الْأَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ، وَ الْأَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ، مِنَ الْحَرِّ وَ الْبَرْدِ، وَ الْبَلَّةِ وَ الْجُمُودِ، وَ اسْتَأْدَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةَ وَدِيعَتَهُ لَدَيْهِمْ، وَ عَهْدَ وَصِيَّتِهِ إِلَيْهِمْ، فِي الْإِذْعَانِ بِالسُّجُودِ لَهُ، وَ الْخُنُوعِ (والخشوع) لِتَكْرِمَتِهِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: «اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ» اعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ، وَ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ، وَ تَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ، وَ اسْتَوْهَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ، فَأَعْطَاهُ اللَّهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقاً لِلسُّخْطَةِ، وَ اسْتِتْمَاماً لِلْبَلِيَّةِ، وَ إِنْجَازاً لِلْعِدَةِ، فَقَالَ: «إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ. إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ».

(۱) اگرچہ ملائکہ کے بارے میں علماء اسلام نے بے شمار بحثیں کی ہیں ملائکہ کی حقیقت - ملائکہ کی خلقت - ملائکہ کی عصمت جیسے موضوعات ہمیشہ زیر بحث آتے رہے ہیں لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ یہ صرف خیالات کی جولانگاہ ہے اور اس سے زیادہ ان بحثوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے - قابل اعتبار حصہ صرف اتنا ہے جتنا قرآن مجید کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے یا جس کی نشاندہی معصومینؑ نے کی ہے جنھیں مالک نے علم کائنات سے نوازا تھا اس کے علاوہ کسی کے بیان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ نے ملائکہ کی تقسیم میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر انسان اشرف مخلوقات ہونے کا مدعی ہے تو اسے ملائکہ سے زیادہ باکمال ہونا چاہیے۔

(۱) اس کی زندگی کو سراپا اطاعت وعبادت ہونا چاہیے۔ (۲) اسے بندگان خدا کا محافظ ہونا چاہیے۔ (۳) اسے وحی الٰہی کا امین اور احکام الٰہیہ کا ترجمان ہونا چاہیے۔ (۴) اس کے وجود میں اس قدر وسعت ہونی چاہیے کہ اس میں آفاق گم ہو جائیں اور وہ حاملان عرش الٰہی میں شامل ہو جائے جہاں نہ نگاہوں میں غرور ہو اور نہ خیالات میں انحراف واعوجاج عظمت پروردگار کا واقعی اعتراف کرے اور اس کے کائنات سے بلند تر ہونے کا تصور کرے۔

(۲) تخلیق آدمؑ میں مختلف قسم کی مٹیوں کا اجتماع انسان کی گوناگوں فطرت اور صلاحیت کا سرچشمہ ہے اور اس کی تخلیق میں کن فیکون کے بجائے تدریجی عمل اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مالک نے مٹی سے بشر ایجاد کیا ہے اور وہ پہلی تخلیق کی طرح روز قیامت دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے۔

[2] کیا کہنا اس مالک کا جس نے خاک کے پتلے کو روح کمال عطا کر کے مسجود ملائکہ بنا دیا اور پھر قصہ آدمؑ و ابلیس کو دہرا کر اولاد آدمؑ کو متوجہ کر دیا کہ خبردار تعصب سے کام نہ لینا بلکہ مالک جس کے سامنے جھکائے جھک جانا اور حکم الٰہی کے مقابلہ میں اپنا فلسفہ استعمال نہ کرنا ورنہ اولاد آدمؑ میں ہونے کے باوجود ذریت ابلیس میں شمار ہو جاؤ گے۔

پھر اس نے بلند ترین آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے اور انھیں طرح طرح کے فرشتوں[1] سے بھر دیا جن میں سے بعض سجدہ میں ہیں تو رکوع کی نوبت نہیں آتی ہے اور بعض رکوع میں ہیں تو سر نہیں اٹھاتے ہیں اور بعض صف باندھے ہوئے ہیں تو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے ہیں۔ بعض مشغول تسبیح ہیں تو خستہ حال نہیں ہوتے ہیں۔ سب کے سب وہ ہیں کہ نہ ان کی آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ عقلوں پر سہو و نسیان کا۔ نہ بدن میں سستی پیدا ہوتی ہے اور نہ دماغ میں نسیان کی غفلت۔

ان میں سے بعض کو وحی کا امین اور رسولوں کی طرف قدرت کی زبان بنایا گیا ہے جو اس کے فیصلوں اور احکام کو برابر لاتے رہتے ہیں اور کچھ اس کے بندوں کے محافظ اور جنت کے دروازوں کے دربان ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جن کے قدم زمین کے آخری طبقہ میں ثابت ہیں اور گردنیں بلند ترین آسمانوں سے بھی باہر نکلی ہوئی ہیں۔ ان کے اطراف بدن اقطار عالم سے وسیع تر ہیں اور ان کے کاندھے پایہ ہائے عرش کے اٹھانے کے قابل ہیں۔ ان کی نگاہیں عرش الٰہی کے سامنے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اس کے نیچے پروں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اُن کے اور دیگر مخلوقات کے درمیان عزت کے حجاب اور قدرت کے پردے حائل ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کے بارے میں شکل و صورت کا تصور بھی نہیں کرتے ہیں اور نہ اس کے حق میں مخلوقات کے صفات کو جاری کرتے ہیں۔ وہ نہ اسے مکان میں محدود کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف اشباہ و نظائر سے اشارہ کرتے ہیں۔

تخلیق جناب آدمؑ کی کیفیت[2]

اس کے بعد پروردگار نے زمین کے سخت و نرم اور شور و شیریں حصوں سے خاک کو جمع کیا اور اسے پانی سے اس قدر بھگویا کہ بالکل خالص ہوگئی اور پھر تری میں اس قدر گوندھا کہ لسدار بن گئی اور اس سے ایک ایسی صورت بنائی جس میں موڑ بھی تھے اور جوڑ بھی۔ اعضاء بھی تھے اور جوڑ بند بھی۔ پھر اسے اس قدر سکھایا کہ مضبوط ہوگئی اور اس قدر سخت کیا کہ کھنکھنانے لگی اور یہ صورت حال ایک وقت معین اور مدت خاص تک برقرار رہی جس کے بعد اس میں مالک نے اپنی روح کمال پھونک دی اور اسے ایسا انسان بنا دیا جس میں ذہن کی جولانیاں بھی تھیں اور فکر کے تصرفات بھی۔ کام کرنے والے اعضاء و جوارح بھی تھے اور حرکت کرنے والے ادوات و آلات بھی۔ حق و باطل میں فرق کرنے والی معرفت بھی تھی اور مختلف ذائقوں، خوشبوؤں، رنگ و روغن میں تمیز کرنے کی صلاحیت بھی۔ اسے مختلف قسم کی مٹی سے بنایا گیا جس میں موافق اجزاء بھی پائے جاتے تھے اور متضاد عناصر بھی اور گرمی، سردی، تری، خشکی جیسے کیفیات بھی۔

پھر پروردگار نے ملائکہ سے مطالبہ کیا کہ اس کی امانت کو واپس کریں اور اس کی معہودہ وصیت پر عمل کریں یعنی اس مخلوق کے سامنے سر جھکا دیں اور اس کی کرامت کا اقرار کرلیں۔ چنانچہ اس نے صاف صاف اعلان کردیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو اور سب نے سجدہ بھی کرلیا سوائے ابلیس کے کہ اسے تعصب نے گھیر لیا[3] اور بدبختی غالب آگئی اور اس نے آگ کی خلقت کو وجہ عزت اور خاک کی خلقت کو وجہ ذلت قرار دے دیا۔ مگر پروردگار نے اسے غضب الٰہی کے مکمل استحقاق، آزمائش کی تکمیل اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے یہ کہہ کر مہلت دے دی کہ "تجھے روز وقت معلوم تک کے لئے مہلت دی جارہی ہے۔"

[1] انسان کی کمزوری کے سلسلہ میں اتنا ہی کافی ہے کہ اسے اپنی اصل کے بارے میں اتنا بھی معلوم نہیں ہے جتنا دوسری مخلوقات کے بارے میں علم ہے۔ وہ نہ اپنے مادہ کی اصل سے باخبر ہے اور نہ اپنی روح کی حقیقت سے۔ مالک نے اسے متضاد عناصر سے ایسا جامع بنا دیا ہے کہ جسم صغیر میں عالم اکبر سما گیا ہے اور بقول شخصے اس میں جمادات جیسا کون و فساد، نباتات جیسا نمو، حیوان جیسی حرکت اور ملائکہ جیسی طاعت و حیات سب پائی جاتی ہے اور اوصاف کے اعتبار سے بھی اس میں کتے جیسی خوشامد، مکڑی جیسے تانے بانے، قنفذ جیسے اسلحے، بزدلوں جیسا تحفظ، حشرات الارض جیسا تحفظ، ہرن جیسی اچھل کود، چوہے جیسی چوری، مور جیسا غرور، اونٹ جیسا کینہ، خچر جیسی شرارت، بلبل جیسا ترنم، بچھو جیسا ڈنک سب کچھ پایا جاتا ہے۔

ثُمَّ أَسْكَنَ [1] سُبْحَانَهُ آدَمَ دَاراً أَرْغَدَ فِيهَا عَيْشَهُ، وَ آمَنَ فِيهَا مَحَلَّتَهُ، وَ حَذَّرَهُ إِبْلِيسَ وَ عَدَاوَتَهُ، فَاغْتَرَّهُ عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ، وَ مُرَافَقَةِ الْأَبْرَارِ، فَبَاعَ الْيَقِينَ بِشَكِّهِ، وَ الْعَزِيمَةَ بِوَهْنِهِ، وَ اسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلاً، وَ بِالاغْتِرَارِ نَدَماً. ثُمَّ بَسَطَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي تَوْبَتِهِ، وَ لَقَّاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهِ، وَ وَعَدَهُ الْمَرَدَّ إِلَى جَنَّتِهِ، وَ أَهْبَطَهُ إِلَى دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَ تَنَاسُلِ الذُّرِّيَّةِ.

اختيار الانبياء عليهم السلام

وَاصْطَفَى [2] سُبْحَانَهُ مِنْ وَلَدِهِ أَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى الْوَحْيِ مِيثَاقَهُمْ، وَ عَلَى تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَمَانَتَهُمْ (ايمانهم)، لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرُ خَلْقِهِ عَهْدَ اللَّهِ إِلَيْهِمْ فَجَهِلُوا حَقَّهُ، وَ اتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ مَعَهُ، وَ اجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ عَنْ مَعْرِفَتِهِ، وَ اقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهِ، فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ، وَ وَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهُ، لِيَسْتَأْدُوهُمْ مِيثَاقَ فِطْرَتِهِ، وَ يُذَكِّرُوهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ، وَ يَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيغِ، وَ يُثِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ، وَ يُرُوهُمْ آيَاتِ الْمَقْدِرَةِ: مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ، وَ مِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ، وَ مَعَايِشَ تُحْيِيهِمْ، وَ آجَالٍ تُفْنِيهِمْ، وَ أَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ، وَ أَحْدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ، وَ لَمْ يُخْلِ اللَّهُ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ، أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ، أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ: رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ، وَ لَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ: مِنْ سَابِقٍ [3] سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ، أَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهُ مَنْ قَبْلَهُ: عَلَى ذَلِكَ نَسَلَتِ (ذهبت) الْقُرُونُ، وَ مَضَتِ الدُّهُورُ، وَ سَلَفَتِ الْآبَاءُ، وَ خَلَفَتِ الْأَبْنَاءُ.

مبعث النبي صلى الله عليه و آله

[4] إِلَى أَنْ بَعَثَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّداً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ، وَ إِتْمَامِ نُبُوَّتِهِ، مَأْخُوذاً عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهُ، مَشْهُورَةً سِمَاتُهُ، كَرِيماً مِيلَادُهُ. وَ أَهْلُ الْأَرْضِ (الارضين) يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُتَفَرِّقَةٌ، وَ أَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ، وَ طَرَائِقُ (طوائف) مُتَشَتِّتَةٌ، بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلَّهِ بِخَلْقِهِ، أَوْ مُلْحِدٍ فِي اسْمِهِ، أَوْ مُشِيرٍ إِلَى غَيْرِهِ، فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ، وَ أَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ. ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ لِقَاءَهُ، وَ رَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ، وَ أَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا، وَ رَغِبَ بِهِ عَنْ مَقَامِ (مقارنه - مقار) الْبَلْوَى، فَقَبَضَهُ إِلَيْهِ كَرِيماً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ خَلَّفَ فِيكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْأَنْبِيَاءُ فِي أُمَمِهَا، إِذْ لَمْ يَتْرُكُوهُمْ هَمَلاً، بِغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضِحٍ، وَ لَا عَلَمٍ قَائِمٍ:

[1] جناب آدمؑ کو جس جنت میں رکھا گیا تھا وہ حرام و حلال اور امر و نہی کی جنت نہیں تھی کہ وہاں کسی معصیت کا گذر ہوتا انھیں اس امر کا یقین تھا کہ درخت کے قریب جانا غلط ہے لیکن اس امر کا یقین نہ تھا کہ کھانا بھی غلط ہے اور ابلیس نے اسی نکتہ کو اٹھا دیا تھا جس کی بنا پر انھوں نے کھا لیا اور بالآخر اس زمین پر آگئے جہاں زحمتیں تو بہت تھیں لیکن ان کے عمل کا میدان اور ان کی خلافت کا مرکز یہی تھا اور انھیں بہرحال یہاں آنا تھا۔ اسے ترک اولیٰ کا نام تو دیا جا سکتا ہے لیکن حکم خدا کی مخالفت نہیں کہا جا سکتا ہے اور اسی لئے اثر زحمت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے عذاب کی شکل میں نہیں۔!

[2] میثاقِ فطرت سے مراد وہ تمام افکار و نظریات ہیں جنھیں انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اور ان کا احساس انسان کو نہیں ہوتا ہے لیکن حق و صداقت کی طرف اس کا فطری رجحان اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے اور اسی بنیاد پر مالک نے اس پر حجت تمام کی ہے۔

[3] قدرت کا نظام ہدایت ہر دور میں مکمل رہا ہے اور اس کے مرسلین کا یہ خاصہ رہا ہے کہ وہ نہ قلت سے پریشان ہوئے ہیں اور نہ دشمنوں کی کثرت سے ہراساں ہوئے ہیں۔ ان کی ایک برادری رہی ہے جس میں ہر سابق نے لاحق کی بشارت دی ہے اور ہر لاحق نے سابق کی تصدیق کی ہے اور دراصل یہ منصوص من اللہ ہونے کا اثر تھا ورنہ ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد میں ہزاروں سال تک ایسا اتحاد ناممکن اور مستحیل تھا۔

[4] اگر پروردگار نے کوئی زمانہ حجت سے خالی نہیں رکھا ہے اور کسی نبی نے امت کو لاوارث نہیں چھوڑا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ رحمۃ للعالمین امت کو لاوارث چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس تصور سے زیادہ توہین آمیز اور کوئی تصور رسالت کے بارے میں ممکن نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ

اس کے بعد پروردگار نے آدمؑ کو ایک ایسے گھر میں ساکن کر دیا جہاں کی زندگی خوش گوار اور مامون و محفوظ تھی اور پھر انھیں ابلیس اور اس کی عداوت سے بھی باخبر کر دیا۔ لیکن دشمن نے ان کے جنت کے قیام اور نیک بندوں کی رفاقت سے جل کر انھیں دھوکہ دے دیا اور انھوں نے بھی اپنے یقین محکم کو شک اور عزم مستحکم کو کمزوری کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور اس طرح مسرت کے بدلے خوف کو لے لیا اور ابلیس کے کہنے میں آکر ندامت کا سامان فراہم کر لیا۔ پھر پروردگار نے ان کے لئے توبہ کا سامان فراہم کر دیا اور اپنے کلمات رحمت کی تلقین کر دی اور ان سے جنت میں واپسی کا وعدہ کر کے انھیں آزمائش کی دنیا میں اتار دیا جہاں نسلوں کا سلسلہ قائم ہونے والا تھا۔ (۵۱)

انبیاء کرام کا انتخاب

اس کے بعد اس نے ان کی اولاد میں سے ان انبیاء کا انتخاب کیا جن سے وحی کی حفاظت اور پیغام کی تبلیغ کی امانت کا عہد لیا اس لئے کہ آخری مخلوقات نے عہد الٰہی کو تبدیل کر دیا تھا۔ اس کے حق سے ناواقف ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ دوسرے خدا بنا لئے تھے اور شیطان نے انھیں معرفت کی راہ سے ہٹا کر عبادت سے یکسر جدا کر دیا تھا۔ (۵۲)

پروردگار نے ان کے درمیان رسول بھیجے۔ انبیاء کا تسلسل قائم کیا تاکہ وہ ان سے فطرت کی امانت کو واپس لیں اور انھیں بھولی ہوئی نعمت پروردگار کو یاد دلائیں۔ تبلیغ کے ذریعہ ان پر اتمام حجت کریں اور ان کی عقل کے دفینوں کو باہر لائیں اور انھیں قدرت الٰہی کی نشانیاں دکھلائیں۔ یہ سروں پر بلند ترین چھت۔ یہ زیر قدم گہوارہ۔ یہ زندگی کے اسباب۔ یہ فنا کرنے والی اجل۔ یہ بوڑھا بنا دینے والے امراض اور یہ پے درپے پیش آنے والے حادثات۔

اس نے کبھی اپنی مخلوقات کو نبی مرسل یا کتاب منزل یا حجت لازم یا طریق واضح سے محروم نہیں رکھا ہے۔ ایسے رسول بھیجے ہیں جنھیں نہ عدد کی قلت کام سے روک سکتی تھی اور نہ جھٹلانے والوں کی کثرت۔ ان میں جو پہلے تھا اسے بعد والے کا حال معلوم تھا اور جو بعد میں آیا اسے پہلے والے نے پہچنوا دیا تھا اور یوں ہی صدیاں گذرتی رہیں اور زمانے بیتتے رہے۔ آباء و اجداد جاتے رہے اور اولاد و احفاد آتے رہے۔ (۵۳)

بعثت رسول اکرمؐ (۵۴)

یہاں تک کہ مالک نے اپنے وعدہ کو پورا کرنے اور اپنی نبوت کو مکمل کرنے کے لئے حضرت محمدؐ کو بھیج دیا جن کے بارے میں انبیاء سے عہد لیا جا چکا تھا اور جن کی علامتیں مشہور اور ولادت مسعود و مبارک تھی۔ اس وقت اہل زمین متفرق مذاہب، منتشر خواہشات اور مختلف راستوں پر گامزن تھے۔ کوئی خدا کو مخلوقات کی شبیہ بتا رہا تھا۔ کوئی اس کے ناموں کو بگاڑ رہا تھا اور کوئی دوسرے خدا کا اشارہ دے رہا تھا۔ مالک نے آپ کے ذریعہ سب کو گمراہی سے ہدایت دی اور جہالت سے باہر نکال لیا۔

اس کے بعد اس نے آپ کی ملاقات کو پسند کیا اور انعامات سے نوازنے کے لئے اس دار دنیا سے بلند کر لیا۔ آپ کو مصائب سے نجات دلا دی اور نہایت احترام سے اپنی بارگاہ میں طلب کر لیا اور امت میں ویسا ہی انتظام کر دیا جیسا کہ دیگر انبیاء نے کیا تھا کہ انھوں نے بھی قوم کو لاوارث نہیں چھوڑا تھا جس کے لئے کوئی واضح راستہ اور مستحکم نشان نہ ہو۔

القرآن و الاحکام الشرعية

كِتابَ رَبِّكُمْ فِيكُمْ: مُبَيِّناً حَلَالَهُ وَ حَرَامَهُ، وَ فَرَائِضَهُ وَ فَضَائِلَهُ، وَ نَاسِخَهُ وَ مَنْسُوخَهُ، وَ رُخَصَهُ وَ عَزَائِمَهُ، وَ خَاصَّهُ وَ عَامَّهُ وَ عِبَرَهُ وَ أَمْثَالَهُ، وَ مُرْسَلَهُ وَ مَحْدُوْدَهُ، وَ مُحْكَمَهُ وَ مُتَشَابِهَهُ (متسابقة)، مُفَسِّراً مُجْمَلَهُ (جمله) وَ مُبَيِّناً غَوَامِضَهُ، بَيْنَ مَأْخُوذٍ مِيثَاقُ عِلْمِهِ، وَ مُوَسَّعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ. وَ بَيْنَ مُثْبَتٍ فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ، وَ مَعْلُوْمٍ فِي السُّنَّةِ نَسْخُهُ، وَ وَاجِبٍ فِي السُّنَّةِ أَخْذُهُ وَ مُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ، وَ بَيْنَ واجِبٍ بِوَقْتِهِ، وَزَائِلٍ فِي مُسْتَقْبَلِهِ، وَ مُبَايَنٌ بَيْنَ مَحَارِمِهِ، مِنْ كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيرَانَهُ، أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ، وَ بَيْنَ مَقْبُولٍ فِي أَدْنَاهُ، مُوَسَّعٍ فِي أَقْصَاهُ.

و منها في ذكر الحج

وَفَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ، الَّذِيْ جَعَلَهُ قِبْلَةً لِلْأَنَامِ، يَرِدُوْنَهُ وُرُوْدَ الْأَنْعَامِ، وَيَأْلَهُوْنَ إِلَيْهِ وَلُوْهَ الْحَمَامِ، وَ جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ عَلَامَةً لِتَوَاضُعِهِمْ لِعَظَمَتِهِ، وَإِذْعَانِهِمْ لِعِزَّتِهِ، وَاخْتَارَ مِنْ خَلْقِهِ سُمَّاعاً أَجَابُوْا إِلَيْهِ دَعْوَتَهُ، وَ صَدَّقُوْا كَلِمَتَهُ، وَوَقَفُوْا مَوَاقِفَ أَنْبِيَائِهِ، وَتَشَبَّهُوا بِمَلَائِكَتِهِ الْمُطِيْفِيْنَ بِعَرْشِهِ. يُحْرِزُوْنَ الْأَرْبَاحَ فِي مَتْجَرِ عِبَادَتِهِ، وَيَتَبَادَرُوْنَ عِنْدَه مَوْعِدَ مَغْفِرَتِهِ، جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى لِلْإِسْلَامِ عَلَماً، وَلِلْعَائِذِيْنَ حَرَماً، فَرَضَ حَقَّهُ، وَأَوْجَبَ حَجَّهُ، وَكَتَبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: «وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً، وَ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ».

۲

و من خطبة له ﴿ع﴾

بعد انصرافه من صفين

و فيها حال الناس قبل البعثة و صفة آل النبي ثم صفة قوم آخرين

أَحْمَدُهُ اسْتِتْمَاماً لِنِعْمَتِهِ، وَاسْتِسْلَاماً لِعِزَّتِهِ، وَاسْتِعْصَاماً مِنْ مَعْصِيَتِهِ. وَ أَسْتَعِيْنُهُ فَاقَةً إِلَىٰ كِفَايَتِهِ، إِنَّهُ لَا يَضِلُّ مَنْ هَدَاهُ، وَلَا يَئِلُ مَنْ

① حلال جیسے زینت - حرام جیسے ظلم و غیبت وغیرہ فرائض جیسے صوم وصلوٰۃ، فضائل جیسے صدقہ و کار خیر ناسخ جیسے استقبال کعبہ منسوخ جیسے استقبال بیت المقدس، رخصت جیسے اکل میتہ برائے مضطر - عزیمت جیسے واجبات، عبرت جیسے داستان امم - امثال جیسے مثل نورہ کمشکوٰۃ، مرسل جیسے تحریر رقبہ مفید جیسے رقبہ مومنہ محکم جیسے اقیموا الصلوٰۃ - متشابہ جیسے ید اللہ فوق ایدیھم ماخوذ میثاق علمہ جیسے ھا اولیٰ موسع الجہل جیسے تفاصیل قیامت صغیرہ جو بغیر توبہ بھی معاف ہو سکے کبیرہ جس کے لئے استغفار لازم ہے مقبول ادنیٰ جیسے کفارۂ قسم میں اطعام عشرہ مساکین - اقصیٰ جیسے عتق رقبہ -

② اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حج کے اجتماعات کے بیحد سیاسی اور اجتماعی فوائد پائے جاتے ہیں لیکن یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ یہ فوائد عام طور پر حجاج کے ذہن میں بھی نہیں ہوتے ہیں اور اس کے بعد بھی انھیں کوئی جذبہ کھینچ کرنے جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ دعائے خلیل کا اثر ہے کہ لوگوں کے دل کعبہ کی طرف کھینچ رہے ہیں اور ہر جانے والا اپنی لبیک کے ذریعہ دعوت خلیل کو یاد کرتا ہے اور انھیں کی آواز پر لبیک کہتا ہے - واقعی حج انھیں لوگوں کا ہے جن کے اندر خانہ کعبہ سے والہانہ محبت اور دعوت خلیل کا مخلصانہ احساس پایا جاتا ہے ورنہ بیت واہلبیتؑ سے غفلت کے بعد طواف کعبہ قسمت کا چکر ہے اور کچھ نہیں ہے ملائکہ کے طواف عرش کی تشبیہ اسی احساس و شعور کو بیدار کرانے کیلئے دی گئی ہے ورنہ " بقول ملحد " طواف بھی دانۂ خرمن پر جانور کا چکر ہو کر رہ جائے گا -

---

مصادر خطبہ ۲ ۱- مطالب السئول محمد بن طلحہ الشافعی ۲- غرر الحکم آمدی ۳- المسترشد طبری ص۴۳ ۴- عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص۳۲۶ ۵- العقد الفرید ۳ ص۱۱۲

قرآن اور احکام شرعیہ

انھوں نے تمھارے درمیان تمھارے پروردگار کی کتاب کو چھوڑا ہے جس کے حلال و حرام (۵۱)۔ فرائض و فضائل۔ ناسخ و منسوخ۔ رخصت و عزیمت۔ خاص و عام۔ عبرت و امثال۔ مطلق و مقید۔ محکم و متشابہ سب کو واضح کر دیا تھا۔ مجمل کی تفسیر کر دی تھی گتھیوں کو سلجھا دیا تھا۔ اس میں بعض آیات ہیں جن کے علم کا عہد لیا گیا ہے اور بعض سے ناواقفیت کو معاف کر دیا گیا ہے۔ بعض احکام کے فرض کا کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اور سنت سے ان کے منسوخ ہونے کا علم حاصل ہوا ہے یا سنت میں ان کے وجوب کا ذکر ہوا ہے جب کہ کتاب میں ترک کرنے کی آزادی کا ذکر تھا۔ بعض احکام ایک وقت میں واجب ہوئے ہیں اور مستقبل میں ختم کر دئے گئے ہیں۔ اس کے محرمات میں بعض پر جہنم کی سزا سنائی گئی ہے اور بعض گناہ صغیرہ ہیں جن کی بخشش کی امید دلائی گئی ہے۔ بعض احکام ہیں جن کا مختصر بھی قابل قبول ہے اور زیادہ کی بھی گنجائش پائی جاتی ہے۔

ذکر حج بیت اللہ

پروردگار نے تم لوگوں پر حج بیت الحرام کو واجب قرار دیا ہے جسے لوگوں کے لئے قبلہ بنایا ہے اور جہاں لوگ پیاسے جانوروں کی طرح بے تابانہ وارد ہوتے ہیں (۵۲) اور ویسا انس رکھتے ہیں جیسے کبوتر اپنے آشیانہ سے رکھتا ہے۔ حج بیت اللہ کو مالک نے اپنی عظمت کے سامنے جھکنے کی علامت اور اپنی عزت کے ایقان کی نشانی قرار دیا ہے۔ اس نے مخلوقات میں سے ان بندوں کا انتخاب کیا ہے جو اس کی آواز سن کر لبیک کہتے ہیں اور اس کے کلمات کی تصدیق کرتے ہیں۔ انھوں نے انبیاء کے مواقف میں وقوف کیا ہے اور طواف عرش کرنے والے فرشتوں کا انداز اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ اپنی عبادت کے معاملہ میں برابر فائدے حاصل کر رہے ہیں اور مغفرت کی وعدہ گاہ کی طرف تیزی سے سبقت کر رہے ہیں۔

پروردگار نے کعبہ کو اسلام کی نشانی اور بے پناہ افراد کی پناہ گاہ قرار دیا ہے۔ اس کے حج کو فرض کیا ہے اور اس کے حق کو واجب قرار دیا ہے۔ تمھارے اوپر اس گھر کی حاضری کو لکھ دیا ہے اور صاف اعلان کر دیا ہے کہ "اللہ کے لئے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کے گھر کا حج کریں جس کے پاس بھی اس راہ کو طے کرنے کی استطاعت پائی جاتی ہو۔

۲۔ صفین سے واپسی پر آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جس میں بعثت پیغمبرؐ کے وقت لوگوں کے حالات، آل رسولؐ کے اوصاف اور دوسرے افراد کے کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے

میں پروردگار کی حمد کرتا ہوں اس کی نعمتوں کی تکمیل کے لئے اور اس کی عزت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے۔ میں اسکی نافرمانی سے تحفظ چاہتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں کہ میں اسی کی کفایت و کفالت کا محتاج ہوں۔ وہ جسے ہدایت دیدے وہ گمراہ نہیں ہو سکتا ہے اور جس کا وہ دشمن ہو جائے اسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی ہے۔

عَادَاهُ، وَلاَ يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ، فَإِنَّهُ أَرْجَحُ مَا وُزِنَ، وَأَفْضَلُ مَا خُزِنَ وَأَشْهَدُ أَنْ لاَإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، شَهَادَةً مُمْتَحَناً إِخْلاَصُهَا، مُعْتَقَداً مُصَاصُهَا، نَتَمَسَّكُ بِهَا أَبَداً مَا أَبْقَانَا، وَنَدَّخِرُهَا (نذخرها) لِأَهَاوِيْلِ مَا يَلْقَانَا، فَإِنَّهَا عَزِيمَةُ الْإِيمَانِ، وَفَاتِحَةُ الْإِحْسَانِ، وَ مَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ، وَ مَدْحَرَةُ (مهلكة) الشَّيْطَانِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالدِّينِ الْمَشْهُورِ، وَالْعَلَمِ الْمَأْثُورِ، وَالْكِتَابِ الْمَسْطُورِ، وَالنُّورِ السَّاطِعِ، وَالضِّيَاءِ اللَّامِعِ، وَالْأَمْرِ الصَّادِعِ، إِزَاحَةً لِلشُّبُهَاتِ، وَاحْتِجَاجاً بِالْبَيِّنَاتِ، وَتَحْذِيراً بِالآيَاتِ، وَتَخْوِيفاً بِالْمَثُلاَتِ، وَالنَّاسُ فِي فِتَنٍ انْجَذَمَ (انحذم) فِيهَا حَبْلُ الدِّيْنِ، وَتَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِينِ، وَاخْتَلَفَ النَّجْرُ، وَتَشَتَّتَ الْأَمْرُ، وَضَاقَ الْمَخْرَجُ، وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ، فَالْهُدَىٰ خَامِلٌ، وَالْعَمَىٰ شَامِلٌ. عُصِيَ الرَّحْمٰنُ، وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ، وَخُذِلَ الْإِيمَانُ، فَانْهَارَتْ دَعَائِمُهُ، وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ (اعلامه)، وَدَرَسَتْ سُبُلُهُ وَ عَفَتْ شُرُكُهُ. أَطَاعُوا الشَّيْطَانَ فَسَلَكُوا مَسَالِكَهُ، وَ وَرَدُوا مَنَاهِلَهُ، بِهِمْ سَارَتْ أَعْلاَمُهُ، وَقَامَ لِوَاؤُهُ، فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا، وَوَطِئَتْهُمْ بِأَظْلاَفِهَا وَقَامَتْ عَلَى سَنَابِكِهَا، فَهُمْ فِيهَا تَائِهُونَ حَائِرُونَ جَاهِلُونَ مَفْتُونُونَ، فِي خَيْرِ دَارٍ، وَشَرِّ جِيْرَانٍ. نَوْمُهُمْ سُهُودٌ (سهاد)، وَكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ، بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ، وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ۔[۲]

[۳]

و منها يعنى آل النبى عليهم السلام

هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ، وَ لَجَأُ أَمْرِهِ، وَعَيْبَةُ عِلْمِهِ، وَمَوْئِلُ حُكْمِهِ، وَكُهُوفُ كُتُبِهِ، وَجِبَالُ دِيْنِهِ، بِهِمْ أَقَامَ انْحِنَاءَ ظَهْرِهِ، وَأَذْهَبَ ارْتِعَادَ فَرَائِصِهِ۔[۳]

و منها يعنى قوما آخرين

زَرَعُوا الْفُجُورَ، وَسَقَوْهُ الْغُرُورَ، وَحَصَدُوا الثُّبُورَ. لاَ يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَحَدٌ، وَلاَ يُسَوَّىٰ بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَداً: هُمْ أَسَاسُ الدِّيْنِ، وَ عِمَادُ الْيَقِينِ إِلَيْهِمْ يَفِيءُ الْغَالِي، وَبِهِمْ يُلْحَقُ التَّالِي. وَلَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ

(۱) کلمہ لا الٰہ الا اللہ اسلام کی بنیاد، ایمان کا امتیاز، تبلیغ کا آغاز اور رسول اکرمؐ کا شعار ہے۔ یہ کلمہ کلمۂ تقویٰ بھی ہے اور کلمۂ نجات بھی۔ اس میں زندگی بھی ہے اور پہلوئے توکل بھی۔ اس پر اعتماد کرنے والا کسی بھی طاقت سے نہیں ڈرتا ہے اور اس کو صدقِ دل سے ادا کرنے والا ہر بڑی طاقت سے ٹکرا جاتا ہے۔

(۲) صفین سے واپسی پر ان حقائق کا اظہار اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کل جس طرح آغاز بعثت میں کفار و مشرکین کا ماحول تھا اور رسول اکرمؐ نے اس کی پروا کئے بغیر دین اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح آج جاہلیت پلٹ کر دوبارہ آگئی ہے اور میں اپنے فرض کو ادا کر رہا ہوں۔ شیطان آج بھی قابل اطاعت بنا ہوا ہے اور رحمان آج بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ آج کا کوفہ یا مدینہ بھی کل کے مکہ سے کم نہیں ہے وہی بہترین مکان اور وہی بدترین ہمسایہ۔ عالم بے ارزش اور جاہل مکرم و محترم!

(۳) شیخ محمد عبدہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے ضعف میں قوت اور اس کے خوف میں امن صرف اہلبیتؑ کے وجود کا کرشمہ ہے ورنہ پہاڑ کے بغیر زمین دین اپنی جگہ سے کھسک چکی ہوتی۔

(۴) خطبہ کے آغاز میں رسول اکرمؐ کے دور کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ آخر خطبہ کی زمین ہموار کی جائے اس لئے اور اس منزل پر صدقاً نہیں کے دشمنوں کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ ان پر ہمیشہ ہمارا احسان رہا ہے۔ یہ بھی ہمارے برابر نہیں ہو سکتے ہیں ہم دین کی اساس اور یقین کے ستونِ محکم ہیں اور یہ سب اسلام کے بجائے "فتح مکہ کے استسلام" والے ہیں جن کا یقین سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ابو سفیان نے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی نبوت کو ملک سے تعبیر کیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ توحید تو سمجھ میں آگئی ہے کہ دوسرا کوئی خدا ہوتا تو آج ہماری مدد ضرور کرتا لیکن رسالت اب بھی سمجھ میں نہیں آرہی ہے اور اس میں ابھی تک شک و شبہ باقی ہے۔

جس کے لئے وہ کافی ہو جائے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس حمد کا پلہ ہر باوزن شے سے گراں تر ہے اور یہ سرمایہ ہر خزانہ سے زیادہ قیمتی ہے۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے (۵۱) اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ وہ گواہی ہے جس کے اخلاص کا امتحان ہو چکا ہے اور جس کا نچوڑ عقیدہ کا جزء بن چکا ہے۔ میں اس گواہی سے تا حیات وابستہ رہوں گا اور اسی کو روز قیامت کے ہولناک مراحل کے لئے ذخیرہ بناؤں گا۔ یہی ایمان کی مستحکم بنیاد ہے اور یہی نیکیوں کا آغاز ہے اور اسی میں رحمان کی مرضی اور شیطان کی تباہی کا راز مضمر ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ انھیں پروردگار نے مشہور دین، ماثور نشانی، روشن کتاب، ضیاء پاش نور، چمکدار روشنی اور واضح امر کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ شبہات زائل ہو جائیں اور دلائل کے ذریعہ حجت تمام کی جا سکے، آیات کے ذریعہ ہوشیار بنایا جا سکے اور مثالوں کے ذریعہ ڈرایا جا سکے۔
یہ بعثت اس وقت ہوئی ہے جب لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جن سے ریسمان دین ٹوٹ چکی تھی۔ یقین کے ستون ہل گئے تھے۔ اصول میں شدید اختلاف تھا اور امور میں سخت انتشار۔ مشکلات سے نکلنے کے راستے تنگ و تاریک ہو گئے تھے۔ ہدایت گمنام تھی اور گمراہی برسر عام۔ رحمان کی معصیت ہو رہی تھی اور شیطان کی نصرت، ایمان یکسر نظر انداز ہو گیا تھا، اس کے ستون گر گئے تھے اور آثار ناقابل شناخت ہو گئے تھے، راستے مٹ گئے تھے اور شاہراہیں بے نشان ہو گئی تھیں۔ لوگ شیطان کی اطاعت میں اسی کے راستہ پر چل رہے تھے اور اسی کے چشموں پر وارد ہو رہے تھے۔ انھیں کی وجہ سے شیطان کے پرچم لہرا رہے تھے اور اس کے علم سربلند تھے۔ یہ لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جنھوں نے انھیں پیروں تلے روند دیا تھا اور سموں سے کچل دیا تھا اور خود اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ لوگ فتنوں میں حیران و سرگرداں اور جاہل و فریب خوردہ تھے۔ پروردگار نے انھیں اس گھر (مکہ) میں بھیجا جو بہترین مکان تھا لیکن بدترین ہمسائے۔ جن کی نیند بیداری تھی اور جن کا سرمہ آنسو۔ وہ سرزمین جہاں عالم کو لگام لگی ہوئی تھی اور جاہل محترم تھا (۵۲)

(۵۳) آلِ رسولِ اکرمؐ

یہ لوگ راز الٰہی کی منزل اور امر دین کا ملجاء و ماویٰ ہیں۔ یہی علم خدا کے مرکز اور حکم خدا کی پناہ گاہ ہیں۔ کتابوں نے یہیں پناہ لی ہے اور دین کے یہی کوہ گراں ہیں۔ انھیں کے ذریعہ پروردگار نے دین کی پشت کی کجی سیدھی کی ہے اور انھیں کے ذریعہ اس کے جوڑ بند کے رعشہ کا علاج کیا ہے (۵۴)

ایک دوسری قوم

ان لوگوں نے فجور کا بیج بویا ہے اور اسے غرور کے پانی سے سینچا ہے اور نتیجہ میں ہلاکت کو کاٹا ہے۔ یاد رکھو کہ آل محمدؐ پر اس امت میں کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ان لوگوں کو ان کے برابر قرار دیا جا سکتا ہے جن پر ہمیشہ ان کی نعمتوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔
آل محمدؐ دین کی اساس اور یقین کا ستون ہیں۔ ان سے آگے بڑھ جانے والا پلٹ کر انھیں کی طرف آتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا بھی انھیں سے آکر ملتا ہے۔ ان کے پاس حق ولایت کے خصوصیات ہیں اور انھیں کے درمیان پیغمبرؐ کی وصیت اور ان کی وراثت ہے۔

الْوِلَايَةِ، وَفِيهِمُ الْوَصِيَّةُ وَالْوِرَاثَةُ، اَلْآنَ إِذْ رَجَعَ الْحَقُّ إِلَىٰ أَهْلِهِ، وَنُقِلَ إِلَىٰ مُنْتَقَلِهِ!

٣

و من خطبة له (عليه السلام)

وهي المعروفة بالشقشقية [1]

و تشتمل على الشكوى من أمر الخلافة ثم ترجيح صبره عنها ثم مبايعة الناس له

أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا فُلَانٌ (ابن أبي قحافه) وَ إِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّي مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَا. يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ، وَ لَا يَرْقَىٰ إِلَيَّ الطَّيْرُ، فَسَدَلْتُ دُونَهَا ثَوْباً، وَ طَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحاً. وَ طَفِقْتُ أَرْتَئِي بَيْنَ أَنْ أَصُولَ بِيَدٍ جَذَّاءَ (جد) أَوْ أَصْبِرَ عَلَىٰ طَخْيَةٍ (ظلمة) عَمْيَاءَ، يَهْرَمُ فِيهَا الْكَبِيرُ، وَ يَشِيبُ فِيهَا الصَّغِيرُ، وَ يَكْدَحُ فِيهَا مُؤْمِنٌ حَتَّىٰ يَلْقَىٰ رَبَّهُ!

ترجيح الصبر

فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَ عَلَىٰ هَاتَا أَحْجَىٰ، فَصَبَرْتُ وَ فِي الْعَيْنِ قَذًى، وَ فِي الْحَلْقِ شَجاً، أَرَىٰ تُرَاثِي نَهْباً، حَتَّىٰ مَضَى الْأَوَّلُ لِسَبِيلِهِ، فَأَدْلَىٰ بِهَا إِلَىٰ فُلَانٍ بَعْدَهُ [2]. ثُمَّ تمثل بقول الأعشى:

شَتَّانَ مَا يَوْمِي عَلَىٰ كُورِهَا … وَ يَوْمُ حَيَّانَ أَخِي جَابِرِ

فَيَا عَجَباً!! بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيلُهَا فِي حَيَاتِهِ إِذْ عَقَدَهَا لِآخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهِ - لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَيْهَا! [3] فَصَيَّرَهَا فِي حَوْزَةٍ خَشْنَاءَ يَغْلُظُ كَلْمُهَا (كلامها)، وَ يَخْشُنُ مَسُّهَا، وَ يَكْثُرُ الْعِثَارُ فِيهَا، وَ الْاعْتِذَارُ مِنْهَا،

[1] واضح رہے کہ یہ خطبہ امیر المومنینؑ کی طرف سے اظہار حق کا ایک لازمی اقدام تھا جس کا فریضہ ہر اس انسان پر عائد ہوتا ہے جو امت کو گمراہی سے بچانا چاہتا ہے اور مسلح اقدام کے حالات نہیں ہوتے ہیں۔ اس میں عہدہ چھین جانے کا صدمہ نہیں ہے بلکہ حق کے پامال ہو جانے کا صدمہ ہے اسی لئے آپ نے اپنی شخصیت اور کمالات کا ذکر کیا ہے اور حریف کے عیوب و نقائص کو شمار کرایا ہے ورنہ ملک دنیا اس علیؑ کی نگاہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے جو اسے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہو

[2] اس خطبہ میں صبر، آنکھ میں کھٹک گلے میں استخوان، میراث کی بربادی ایسے الفاظ اس امر کا واضح اعلان ہیں کہ امیر المومنینؑ نے خلفاء وقت کی بیعت کا تصور بھی نہیں کیا ہے اور وہ صرف حالات کے ساتھ چل کر بقدر امکان اسلام کا دفاع کرنا چاہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام کی جہالت اور نا اہلی سے بدنام ہو جائے اور اس کی عظمت خاک میں مل جائے۔

[3] یہ تعبیر اس امر کا اعلان ہے کہ دوسری خلافت فرضی طور پر نازک حالات کا حل نہیں تھی بلکہ اس کا منصوبہ بہت پہلے سے بن چکا تھا اور دونوں نے مل کر طے کیا تھا کہ چند روزہ خلافت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں رہے گی اس کے بعد مستقل اقتدار عمر بن الخطاب کو ملے گا جو ان کی سقیفہ کی زحمتوں کا حق المحنۃ ہوگا اور خاطر خواہ معاوضہ ہوگا۔

مصادر خطبہ ۳ الجمل شیخ مفیدؒ ص۶۲، فہرست نجی ص۱۲، فہرست ابن

اب جب کہ حق اپنے اہل کے پاس واپس آگیا ہے اور اپنی منزل کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔

۳۔ آپ کے ایک خطبہ کا حصّہ
جسے شقشقیہ (۱) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم فلاں شخص (ابن ابی قحافہ) نے قمیص خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چکّی کے لئے میری حیثیت مرکزی کیل کی ہے۔ علم کا سیلاب میری ذات سے گذر کر نیچے جاتا ہے اور میری بلندی تک کسی کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کر سکتا ہے۔ پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور یہ سوچنا شروع کر دیا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کر دوں یا اسی بھیانک اندھیرے پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف ہو جائے اور بچہ بوڑھا ہو جائے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہونچ جائے۔

تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم میں صبر کر لیا کہ آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج و غم کے پھندے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا۔ (۲) یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو اپنے بعد فلاں کے حوالے کر دیا۔ بقول اعشیٰ:

"کہاں وہ دن جو گذرتا تھا میرا اونٹوں پر۔ کہاں یہ دن کہ میں حیّان کے جوار میں ہوں"

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں استعفا دے رہا تھا اور مرنے کے بعد کے لئے دوسرے کے لئے طے کر گیا۔ بیشک دونوں نے مل کر شدت سے اس کے تھنوں کو دوہا ہے (۳) اور اب ایک ایسی درشت اور سخت منزل میں رکھ دیا ہے جس کے زخم کاری ہیں اور جس کو چھونے سے بھی درشتی کا احساس ہوتا ہے۔ لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات۔!

خطبہ شقشقیہ کے بارے میں بعض متعصب اور نا انصاف مصنفین نے یہ فتنہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ خطبہ امیر المومنینؑ کا نہیں ہے اور اسے سید رضیؒ نے حضرتؑ کے نام سے وضع کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ بات روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے۔

روایت کے اعتبار سے اس کے ناقل حضرات میں وہ افراد بھی ہیں جو سید رضیؒ کی ولادت سے پہلے دنیا سے جا چکے ہیں اور درایت کے اعتبار سے یہ انداز تنقید و تظلم صاحب مصیبت کے علاوہ دوسرا شخص اختیار ہی نہیں کر سکتا ہے اور ہر شخص کو اپنے اوپر وارد ہونے والے مصائب کے خلاف آواز اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ پھر جب کہ سارے واقعات تاریخ کے مسلمات میں بھی ہیں تو انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

خلیفہ اول کا زبردستی لباس خلافت پہن لینا اس اعتراف کے ساتھ کہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ میرے ساتھ ایک شیطان لگا رہتا ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ حضرت علیؑ کا یہ مرتبہ کہ وہ علمی سیلاب کا سرچشمہ اور انسانی فکر سے بالاتر شخصیت ہیں۔ آپ کا خلافت سے کنارہ کش ہو کر صبر و تحمّل کی پالیسی پر عمل کرنا۔ ابوبکرؓ کا استعفا کے اعلان کے بعد بھی عمرؓ کو نامزد کر دینا اور دونوں کا مکمل طور پر خلافت سے استفادہ کرنا اور حضرت عمرؓ کا درشت مزاج ہونا وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار کرنے والا نہیں پیدا ہوا ہے تو پھر کس بنیاد پر خطبہ کو جعلی یا وضعی قرار دیا جا رہا ہے اور کیوں حقائق کی پردہ پوشی کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے۔

فَصَاحِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ، وَ إِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ، فَمُنِيَ النَّاسُ -لَعَمْرُ اللّٰهِ- بِخَبْطٍ وَ شِمَاسٍ، وَ تَلَوُّنٍ وَ اعْتِرَاضٍ، فَصَبَرْتُ عَلَىٰ طُولِ الْمُدَّةِ، وَ شِدَّةِ الْمِحْنَةِ، حَتَّىٰ إِذَا مَضَىٰ لِسَبِيلِهِ جَعَلَهَا فِي جَمَاعَةٍ زَعَمَ أَنِّي أَحَدُهُمْ، فَيَا لَلّٰهِ وَ لِلشُّورَىٰ![1] مَتَىٰ اعْتَرَضَ الرَّيْبُ فِيَّ مَعَ الْأَوَّلِ مِنْهُمْ، حَتَّىٰ صِرْتُ أُقْرَنُ إِلَىٰ هٰذِهِ النَّظَائِرِ! لٰكِنِّي أَسْفَفْتُ إِذْ أَسَفُّوا، وَ طِرْتُ إِذْ طَارُوا،[2] فَصَغَا رَجُلٌ مِنْهُمْ لِضِغْنِهِ، وَ مَالَ الْآخَرُ لِصِهْرِهِ، مَعَ هَنٍ وَ هَنٍ، إِلَىٰ أَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجاً حِضْنَيْهِ، بَيْنَ نَثِيلِهِ وَ مُعْتَلَفِهِ، وَ قَامَ مَعَهُ بَنُو أَبِيهِ يَخْضَمُونَ مَالَ اللّٰهِ خِضْمَةَ الْإِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيعِ،[3] إِلَىٰ أَنِ انْتَكَثَ عَلَيْهِ فَتْلُهُ، وَ أَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ، وَ كَبَتْ بِهِ بِطْنَتُهُ!

مبايعة علي (عليه السلام)

فَمَا رَاعَنِي إِلَّا وَ النَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ إِلَيَّ، يَنْثَالُونَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، حَتَّىٰ لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ، وَ شُقَّ عِطْفَايَ (عطافي)، مُجْتَمِعِينَ حَوْلِي كَرَبِيضَةِ الْغَنَمِ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَثَتْ طَائِفَةٌ، وَ مَرَقَتْ أُخْرَىٰ، وَ قَسَطَ آخَرُونَ: كَأَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا اللّٰهَ سُبْحَانَهُ (فسق) يَقُولُ: «تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوّاً فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَاداً، وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ» بَلَىٰ! وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوهَا وَ وَعَوْهَا، وَ لٰكِنَّهُمْ

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام میں شوریٰ کا قانون ہے اور مالک نے پیغمبرؐ کو بھی مشاورت کا حکم دیا ہے لیکن اس کا تعلق بندوں کے اپنے معاملات سے ہے "امرہم شوریٰ بینہم" پروردگار کے معاملہ میں بندوں سے مشورہ کرنا یا مشورہ دینا ایک عجیب وغریب اقدام ہے جسے کوئی صاحب عقل تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔

[2] یہ اس امر کا اعلان ہے کہ میں نے حکام وقت سے اتفاق نہیں کیا ہے صرف مصلحت کا رخ دیکھ کر رواداری کا برتاؤ کیا ہے۔

[3] یہ سعد بن ابی وقاص ہے جو امیر المومنینؑ کا دیرینہ دشمن تھا اور اسی دشمنی کی بنا پر یہ چاہتا تھا کہ کسی قیمت پر خلافت آپ کے حصہ میں نہ آنے پائے اور وہ شخص جسے رشتہ داری نے تباہ کیا تھا وہ عبدالرحمٰن بن عوف تھا جو حضرت عثمانؓ کا بہنوئی تھا اور اسے ان کی طرف داری کرنا لازم تھی۔

[4] تاریخ سے باخبر افراد جانتے ہیں کہ بنی امیہ اور ان کے چشم وچراغ کی زندگی کا اس سے بہتر نقشہ ممکن نہیں ہے گویا کہ ایک انسان حلق سے لے کر آخری حصہ تک اس قدر کھا گیا ہے کہ پیٹ پھول گیا ہے اور پھر بھی ہوس پوری نہیں ہوئی ہے لہٰذا دوسرے افراد خاندان کو بھی شامل کر لیا ہے اور اس طرح شامل کر لیا ہے کہ جس حکم بن العاص کو رسول اکرمؐ نے مدینہ سے نکال باہر کر دیا تھا اسے بھی واپس بلا کر تین لاکھ درہم کا تحفہ پیش کر دیا ہے۔ گویا کہ یہ رسول اکرمؐ کو مستقل ستانے کا انعام ہے جو دربار خلافت سے عطا کیا جا رہا ہے (تاریخ بلاذری) اس کے علاوہ اپنے داماد مروان بن الحکم کو ایک دن میں پانچ لاکھ کا عطیہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے بھائی حارث کو تین لاکھ درہم نقد اور زکوٰۃ کے سارے اونٹ بخش دیئے گئے ہیں اور بقول العقد الفرید عبداللہ بن مساعد کو ۴ لاکھ عنایت کئے ہیں اور ابوسفیان کو دو لاکھ (شرح ابن ابی الحدید) وغیرہ۔ سید قطب نے عدالت اجتماعیہ صفحہ ۲۱ پر ان تمام عطایا کا ذکر کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا ہے کہ ان مسائل کو اسلام کی نگاہ سے دیکھنے والا اس نتیجہ تک بہرحال پہنچ جاتا ہے کہ عثمان کے خلاف بغاوت روح اسلام کی پیداوار تھی اور اس میں کسی ظلم وستم کا دخل نہیں تھا۔

اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ مہار کھینچ لے تو ناک زخمی ہو جائے اور ڈھیل دیدے تو ہلاکتوں میں کود پڑے۔ تو خدا کی قسم لوگ ایک کجروی، سرکشی، تلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہاں تک کہ وہ بھی اپنے راستہ چلا گیا لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں ایک مجھے بھی شمار کر گیا جب کہ میرا اس شوریٰ سے کیا تعلق تھا؟ مجھ میں پہلے دن کون سا عیب و ریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں نے انھیں کی فضا میں پرواز کی اور یہ نزدیک فضا میں اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا اور اونچے اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا مگر پھر بھی ایک شخص اپنے کینہ کی بنا پر مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی کی طرف جھک گیا اور کچھ اور بھی ناقابل ذکر اسباب و اشخاص تھے جس کے نتیجہ میں تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ پھلائے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کے اہل خاندان بھی کھڑے ہو گئے جو مال خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کر دیا اور شکم پُری نے منہ کے بل گرا دیا۔

اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کر دیا وہ یہ تھی کہ لوگ بجو کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہو گئے اور چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسنؑ و حسینؑ کچل گئے اور میری ردا کے کنارے پھٹ گئے۔ یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلہ کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ذمہ داری سنبھالی اور اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی اور دوسرا دین سے باہر نکل گیا اور تیسرے نے فسق اختیار کر لیا جیسے کہ ان لوگوں نے یہ ارشاد الٰہی سنا ہی نہیں ہے کہ "یہ دار آخرت ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں اور عاقبت صرف اہل تقویٰ کے لئے ہے"۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے یہ ارشاد سنا بھی ہے اور سمجھے بھی ہیں لیکن

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عثمانؓ کے تصرفات نے تمام عالم اسلام کو ناراض کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ انھیں نعثل یہودی قرار دے کر لوگوں کو قتل پر آمادہ کر رہی تھیں۔ طلحہ انھیں واجب القتل قرار دے رہا تھا۔ زبیر درپردہ قاتلوں کی حمایت کر رہا تھا لیکن ان سب کا مقصد امت اسلامیہ کو نااہل سے نجات دلانا نہیں تھا بلکہ آئندہ خلافت کی زمین کو ہموار کرنا تھا اور حضرت علیؑ اس حقیقت سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ اسی لئے جب انقلابی گروہ نے خلافت کی پیشکش کی تو آپ نے انکار کر دیا کہ قتل کا سارا الزام اپنی گردن پر آجائے گا اور اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک تمام انصار و مہاجرین نے اس امر کا اقرار نہیں کر لیا کہ آپ کے علاوہ امت کا مشکلکشا کوئی نہیں ہے اور اس کے بعد بھی منبر رسولؐ پر بیٹھ کر بیعت لی تاکہ جانشینی کا صحیح مفہوم واضح ہو جائے۔ یہ اور بات ہے کہ اس وقت بھی سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر جیسے افراد نے بیعت نہیں کی اور حضرت عائشہ کو بھی جیسے ہی اس "حادثہ" کی اطلاع ملی انھوں نے عثمانؓ کی مظلومیت کا اعلان شروع کر دیا اور طلحہ و زبیر کی محرومی کا انتقام لینے کا ارادہ کر لیا۔ آپ کے حضرت علیؑ سے اختلاف کی ایک بنیاد یہ بھی تھی کہ حضورؐ نے اولاد علیؑ کو اپنی اولاد قرار دے دیا تھا اور قرآن مجید نے انھیں ابنائنا کا لقب دے دیا تھا اور حضرت عائشہ مستقل طور پر محروم اولاد تھیں لہٰذا ان میں یہ جذبۂ حسد پیدا ہونا ہی چاہیے تھا۔

حَلِيَتِ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِهِمْ، وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا!

أَمَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ، وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ، وَ مَا أَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَلَّا يُقَارُّوا عَلَىٰ كِظَّةِ ظَالِمٍ، وَلَا سَغَبِ مَظْلُومٍ، لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى غَارِبِهَا، وَ لَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ أَوَّلِهَا، وَ لَأَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَزْهَدَ عِنْدِي مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ!ؑ

قالوا: وقام إليه رجل من أهل السواد، عند بلوغه إلى هذا الموضع من خطبته، فناوله كتاباً (قيل: إن فيه مسائل كان يريد الإجابة عنها) فأقبل ينظر فيه (فلما فرغ من قراءته) قال له ابن عباس: يا أمير المؤمنين، **لو** اطّردت خطبتك من حيث أفضيت!

فَقَالَ: هَيْهَاتَ يَابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ!

قال ابن عباس: فواللّه ما أسفت على كلام قط كأسفي على هذا الكلام ألاّ يكون أمير المؤمنين ﴿عليه السلام﴾ بلغ منه حيث أراد.

قال الشريف رضي اللّه عنه: قوله ﴿عليه السلام﴾ «كراكب الصعبة إن أشنق لها خرم، وإن أسلس لها تقحم» يريد أنه إذا شدد عليها في جذب الزمام و هي تنازعه رأسها خرم أنفها، وإن أرخى لها شيئاً مع صعوبتها تقحمت به فلم يملكها، يقال: أشنق الناقة، إذا جذب رأسها بالزمام فرفعه، و شنقها أيضاً: ذكر ذلك ابن السكيت في «إصلاح المنطق»، وإنما قال: «أشنق لها» ولم يقل «أشنقها» لأنه جعله في مقابلة قوله «أسلس لها»، فكأنه ﴿عليه السلام﴾ قال: إن رفع لها رأسها بمعنى أمسكه عليها بالزمام.

٤

و من خطبة ﴿عليه السلام﴾

و هي من أفصح كلامه ﴿عليه السلام﴾ و فيها يعظ الناس و يهديهم من ضلالتهم

بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ،ؑ وَ تَسَنَّمْتُمْ ذُرْوَةَ الْعَلْيَاءِ، وَ بِنَا

ؑ(۱) اس مقام پر امیرالمومنینؑ نے دو حقائق کا اعلان کیا ہے۔

۱۔ خلافت سے میری کنارہ کشی کسی خوف یا بزدلی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ میں نے حالات کا جائزہ لے کر مصلحت اسلام کے پیش نظر سکوت اختیار کیا تھا۔

موجودہ حالات میں میرا قیام بھی کسی طمع و حرص کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اب مجھ پر حجت تمام ہو چکی ہے اور یہ ایک عہد الٰہی ہے جس کا پورا کرنا واجب ہے لہٰذا میرا قیام ضروری ہے۔

۲۔ دنیا میری نگاہ میں انتہائی بے ارزش اور بے قیمت ہے اور وہ میرے کسی اقدام کی بنیاد نہیں بن سکتی ہے۔ میں تو ہر وقت ٹھوکر مارنے کے لئے تیار ہوں لیکن پروردگار کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

میرے کردار میں اور غرض مند افراد کے کردار میں یہی فرق ہے کہ وہ حالات کو ذاتی مصالح کے لئے استعمال کرتے ہیں اور میں اپنی مصلحت کو اس دنیا سے بالاتر تصور کرتا ہوں لہٰذا دنیا کو اسلامی مصالح کے لئے استعمال کرتا ہوں اور میرا اقدام ہمیشہ ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت میں ہوتا ہے۔

ؑ(۲) امیرالمومنینؑ نے اپنا تعارف کسی دنیاوی شرف و کرامت کے ساتھ نہیں کرایا ہے بلکہ اپنے خدمات کو اپنے تعارف کا ذریعہ قرار دیا ہے تاکہ دنیا اس انداز گفتگو سے آشنا ہو جائے اور اس لہجہ میں بات کرنے کی کوشش کرے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ تاریکیوں سے نکالنے اور بلندیوں تک پہنچانے کا کام اسی گھرانے نے انجام دیا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ "علیؑ" کے علاوہ اور بلندیوں تک لیجانے والا کون ہو سکتا ہے۔ یہ کام یا تو وہ پیغمبر کرے گا جو معراج کی بلندیوں تک جا چکا ہو یا وہ وصی انجام دے گا جسے رسول اکرمؐ کے دوش پر معراج حاصل ہو چکی ہو۔

مصادر خطبہ ۳ ارشاد شیخ مفیدؒ ص۱۴۷، المسترشد الطبری ص۹۵

دنیا ان کی نگاہوں میں آراستہ ہوگئی اور اس کی چمک دمک نے انہیں لبھا لیا۔

آگاہ ہو جاؤ وہ خدا گواہ ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے کہ اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو اسی کی گردن پر ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے آخر کو اول ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمہاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے (۵۱)

۵۔ کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر ایک عراقی باشندہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے آپ کو ایک خط دیا جس کے بارے میں خیال ہے کہ اس میں کچھ فوری جواب طلب مسائل تھے۔ چنانچہ آپ نے اس خط کو پڑھنا شروع کر دیا اور جب فارغ ہوئے تو ابن عباس نے عرض کی کہ حضور بیان جاری رہے؟ فرمایا کہ افسوس ابن عباس یہ تو ایک شقشقہ تھا جو ابھر کر دب گیا۔

(شقشقہ اونٹ کے منہ میں وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو غصہ اور ہیجان کے وقت باہر نکل آتا ہے۔)

ابن عباس کہتے ہیں کہ بخدا قسم مجھے کسی کلام کے ناتمام رہ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس امر پر ہوا کہ امیرالمومنینؑ اپنی بات پوری نہ فرما سکے اور آپ کا کلام ناتمام رہ گیا۔

. . . .

سید شریف رضیؒ فرماتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کے ارشاد "ان اشنق لها ...... کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ناقہ پر مہار کھینچنے میں سختی کی جائے گی اور وہ سرکشی پر آمادہ ہو جائے گا تو اس کی ناک زخمی ہو جائے گی اور اگر ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو اختیار سے باہر نکل جائے گا۔ عرب "اشنق الناقة" اسی موقع پر استعمال کرتے ہیں جب اس کے سر کو مہار کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے اور وہ سر اٹھا لیتا ہے۔ اس کیفیت کو "شنقها" سے بھی تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ ابن السکیت نے "اصلاح المنطق" میں بیان کیا ہے۔ لیکن امیرالمومنینؑ نے اس میں ایک لام کا اضافہ کر دیا ہے "اشنق لها" تاکہ بعد کے جملہ "اسلس لها" سے ہم آہنگ ہو جائے اور فصاحت کا نظام درہم برہم نہ ہونے پائے۔

۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جو فصیح ترین کلمات میں شمار ہوتا ہے اور جس میں لوگوں کو نصیحت کی گئی ہے اور انہیں گمراہی سے ہدایت کے راستہ پر لایا گیا ہے۔

(طلحہ و زبیر کی بغاوت اور قتل عثمانؓ کے پس منظر میں فرمایا) تم لوگوں نے ہماری ہی وجہ سے تاریکیوں میں ہدایت کا راستہ پایا ہے اور بلندی کے کوہان پر قدم جمائے ہیں اور ہماری ہی وجہ سے اندھیری راتوں سے اجالے کی طرف باہر آئے ہو (۵۲)

أَفْجَرْتُمْ (انفجرتم) عَنِ السِّرَارِ وُقِرَ سَمْعٌ لَمْ يَفْقَهِ (يسمع) الوَاعِيَةَ، وَ كَيْفَ يُرَاعِي النَّبْأَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ؟ رُبِطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الخَفَقَانُ. مَا زِلْتُ أَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الغَدْرِ، وَ أَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ المُغْتَرِّينَ، حَتَّىٰ سَتَرَنِي عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّينِ[۱]، وَ بَصَّرَنِيكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ. أَقَمْتُ لَكُمْ عَلَىٰ سَنَنِ الحَقِّ فِي جَوَادِّ المَضَلَّةِ، حَيْثُ تَلْتَقُونَ وَ لَا دَلِيلَ، وَ تَحْتَفِرُونَ وَ لَا تُمِيهُونَ.

اليَوْمَ أُنْطِقُ لَكُمُ العَجْمَاءَ ذَاتَ البَيَانِ! عَزَبَ (غرب) رَأْيُ امْرِئٍ تَخَلَّفَ عَنِّي! مَا شَكَكْتُ فِي الحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ! لَمْ يُوجِسْ مُوسَىٰ[۲] ﴿ع﴾ خِيفَةً عَلَىٰ نَفْسِهِ، بَلْ أَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الجُهَّالِ وَ دُوَلِ الضَّلَالِ! اليَوْمَ تَوَاقَفْنَا عَلَىٰ سَبِيلِ الحَقِّ وَ البَاطِلِ. مَنْ وَثِقَ بِمَاءٍ لَمْ يَظْمَأْ!

۵

و من خطبة له ﴿ع﴾

لما قبض رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله و سلم و خاطبه العباس و ابو سفيان ابن حرب في أن يبايعا له بالخلافة

النهي عن الفتنة ﴿ع﴾

أَيُّهَا النَّاسُ، شُقُّوا أَمْوَاجَ الفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ، وَ عَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ المُنَافَرَةِ، وَضَعُوا تِيجَانَ المُفَاخَرَةِ. أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ، أَوِ اسْتَسْلَمَ فَأَرَاحَ هٰذَا مَاءٌ آجِنٌ، وَ لُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا آكِلُهَا. وَ مُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ إِينَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ.

خلقه و علمه

فَإِنْ أَقُلْ يَقُولُوا: حَرَصَ عَلَى المُلْكِ، وَ إِنْ أَسْكُتْ يَقُولُوا:[۳]

سرار - مہینہ کی آخری راتیں جن کے بعد چاند نظر آتا ہے - گویا خلافتوں کے بعد امیرالمومنینؑ کی حیثیت اس چاند کی ہے جو تین اندھیری راتوں کے بعد برآمد ہوتا ہے اور قوم کے لئے عید کا پیغام لے کر آتا ہے -

[۱] امیرالمومنینؑ اور قوم کے درمیان ایک دینداری کی چادر تھی جو حائل ہوگئی تھی یا اس لئے کہ قوم دینداری کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی تھی یا اس لئے کہ قوم نے دین کی چادر اوڑھ لی تھی اور حضرت اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے اور اس طرح درمیان میں ایک حجاب حائل ہوگیا تھا لیکن آپ دینی بصیرت سے حالات کا مکمل جائزہ لے رہے تھے۔

[۲] یہ ان لوگوں کے حالات پر تنقید ہے جو ساری زندگی شک میں مبتلا رہے اور انہیں کبھی حق کا ایقان حاصل نہ ہوسکا۔ آپ نے اپنے سکوت کو جنابؑ موسیٰ کے حالات سے تشبیہ دی ہے کہ موسیٰ کو اپنی حقانیت میں شک نہیں تھا اور نہ جادوگروں سے ہار جانے کا خطرہ تھا۔ خطرہ صرف یہ تھا کہ جاہل قوم جادو کو معجزہ نہ سمجھ بیٹھے اور بیٹھے بٹھائے گمراہ نہ ہوجائے -

[۳] امیرالمومنینؑ نے اس عظیم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انقلابی تحریک کے لئے حالات کا تجزیہ بنیادی شرط ہوتا ہے اس کے بغیر انقلاب ناکام تو ہوسکتا ہے کارآمد نہیں ہوسکتا ہے میرا سکوت بالکل سرکار دو عالم کا مکہ کا سکوت تھا جہاں کفار و مشرکین نے مصائب و مظالم کے سارے ریکارڈ توڑ دئے تھے لیکن آپ نہایت خاموشی سے اپنا کام انجام دے رہے تھے اور کسی کو پتھر مارنے کا ارادہ بھی نہیں کیا بلکہ صبر و ضبط ہی سے کام لیتے رہے اور اسی کے نتیجہ میں ایکدم ساری فضا آواز اذان سے گونج اٹھی۔ میں بھی وقت اور حالات کو پہچانتا ہوں - وقت آجائے گا تو کسی مشورہ کا انتظار نہ کروں گا اور کسی کے مشورہ کی پرواہ بھی نہ کروں گا -

مصادر خطبہ ۵ تذکرۃ الخواص باب ششم، احتجاج طبرسی ۱ ص۱۲۷، المحاسن والمساوی بیہقی ۲ ص۱۳۹

وہ کان بہرے ہوجائیں جو پکارنے والے کی آواز نہ سُن سکیں اور وہ لوگ بھلا دھیمی آواز کو کیا سُن سکیں گے جن کے کان بلند ترین آوازوں کے سامنے بھی بہرے ہی رہے ہوں۔ مطمئن دل وہی ہوتا ہے جو یاد الٰہی اور خوف خدا میں مسلسل دھڑکتا رہتا ہے۔ میں روز اول سے تمھاری غداری کے انجام کا انتظار کر رہا ہوں اور تمھیں فریب خوردہ لوگوں کے انداز سے پہچان رہا ہوں۔ مجھے تم سے دینداری کی چادر نے پوشیدہ کر دیا ہے لیکن صدق نیت نے میرے لئے تمھارے حالات کو آئینہ کر دیا ہے۔ میں نے تمھارے لئے گمراہی کی منزلوں میں حق کے راستوں پر قیام کیا ہے جہاں تم ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن کوئی راہنما نہ تھا اور کنواں کھودتے تھے لیکن پانی نصیب نہ ہوتا تھا۔[۱]

آج میں تمھارے لئے اپنی اس زبان خاموش کو گویا بنا رہا ہوں جس میں بڑی قوت بیان ہے۔ یاد رکھو کہ اس شخص کی رائے گم ہو گئی ہے جس نے مجھ سے روگردانی کی ہے۔ میں نے روز اول سے آج تک حق کے بارے میں کبھی شک نہیں کیا ہے۔ (میرا سکوت مثل موسیٰ ہے[۲]) موسیٰ کو اپنے نفس کے بارے میں خوف نہیں تھا۔ انھیں دربار فرعون میں صرف یہ خوف تھا کہ کہیں جاہل جادوگر اور گمراہ حکام عوام کی عقلوں پر غالب نہ آجائیں۔ آج ہم سب حق و باطل کے راستہ پر آمنے سامنے ہیں اور یاد رکھو جسے پانی پر اعتماد ہوتا ہے وہ پیاسا نہیں رہتا ہے۔

۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

جو آپ نے وفات پیغمبر اسلام کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا جب عباس اور ابوسفیان نے آپ سے بیعت لینے کا مطالبہ کیا تھا

ایہا الناس! فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر نکل جاؤ اور منافرت کے راستوں سے الگ رہو۔ باہمی فخر و مباہات کے تاج اتار دو کہ کامیابی اسی کا حصّہ ہے جو اٹھے تو بال و پر کے ساتھ اٹھے ورنہ کرسی کو دوسروں کے حوالے کر کے اپنے کو آزاد کر لے۔ یہ پانی بڑا گندہ ہے[۱] اور اس لقمہ میں اچھو لگ جانے کا خطرہ ہے اور یاد رکھو کہ ناوقت پھل چننے والا ایسا ہی ہے جیسے نامناسب زمین میں زراعت کرنے والا۔

(میری مشکل یہ ہے کہ) میں بولتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اقتدار کی لالچ رکھتے ہیں اور خاموش ہو جاتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں[۳]

[۱] امیرالمومنینؑ نے حالات کی وہ بہترین تصویر کشی کی ہے جس کی طرف ابوسفیان جیسے افراد متوجہ نہیں تھے یا سازشوں کا پردہ ڈالنا چاہتے تھے آپ نے واضح لفظوں میں فرما دیا کہ مجھے اس مطالبۂ بیعت اور وعدہ نصرت کا انجام معلوم ہے اور میں اس وقت قیام کو ناوقت قیام تصور کرتا ہوں جس کا کوئی مثبت نتیجہ نکلنے والا نہیں ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انسان پہلے بال و پر تلاش کر لے اس کے بعد اڑنے کا ارادہ کرے ورنہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے کہ اسی میں عافیت ہے اور یہی تقاضائے عقل و منطق ہے۔ میں اس طعن و طنز سے بھی باخبر ہوں جو میرے اقدامات کے بارے میں استعمال ہو رہے ہیں لیکن میں کوئی جذباتی انسان نہیں ہوں کہ ان جملوں سے گھبرا جاؤں۔ میں مشیت الٰہی کا پابند ہوں اور اس کے خلاف ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتا ہوں۔

جَزِعَ مِنَ الْمَوْتِ هَيْهَاتَ[1] بَعْدَ اللَّتَيَّا وَ الَّتِي وَاللَّهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ أُمِّهِ، بَلِ انْدَمَجْتُ عَلَى مَكْنُونِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهِ لَاضْطَرَبْتُمْ اضْطِرَابَ الْأَرْشِيَةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيدَةِ.

٦

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

لما اشير عليه بان لا يتبع طلحة و الزبير و لا يرصد لهما القتال

و فيه يبين عن صفته بأنه ﴿عليه السلام﴾ لا يخدع

وَاللَّهِ لَا أَكُونُ كَالضَّبُعِ: تَنَامُ عَلَى طُولِ اللَّدْمِ، حَتَّى يَصِلَ إِلَيْهَا طَالِبُهَا، وَ يَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا، وَ لَكِنِّي أَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ إِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ، وَ بِالسَّامِعِ الْمُطِيعِ الْعَاصِيَ الْمُرِيبَ أَبَداً، حَتَّى يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِي[2]. فَوَاللَّهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوعاً عَنْ حَقِّي مُسْتَأْثَراً عَلَيَّ مُنْذُ قَبَضَ اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ حَتَّى يَوْمِ النَّاسِ هَذَا[3].

٧

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

يذم فيها اتباع الشيطان

اتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لِأَمْرِهِمْ مِلَاكاً، وَ اتَّخَذَهُمْ لَهُ أَشْرَاكاً، فَبَاضَ وَ فَرَّخَ فِي صُدُورِهِمْ، وَ دَبَّ وَ دَرَجَ فِي حُجُورِهِمْ، فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ، وَ نَطَقَ بِأَلْسِنَتِهِمْ، فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ، وَ زَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ، فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِي سُلْطَانِهِ، وَ نَطَقَ بِالْبَاطِلِ عَلَى لِسَانِهِ[4].

[1] امیرالمومنینؑ جیسے بہادر پر خوف کا الزام جس نے اپنی جرأت کا اظہار شب ہجرت سے شروع کیا ہے اور اس کا سلسلہ اسلام کے آخری معرکہ تک برقرار رکھا ہے اور جس کی مدح میں آسمان نے لافتیٰ الا علیؑ کی آواز بلند کی ہے۔ یقیناً ایک افسوسناک واقعہ ہے۔

[2] رسول اکرمؐ نے آپ کو ان تمام حالات کی اطلاع دیدی تھی جو انسانوں کے لئے ناقابل تصور تھے بھلا کون سوچ سکتا تھا کہ صحابہ کرام نفس رسولؐ سے انحراف کریں گے یا زوجۂ رسولؐ نفس رسولؐ کے مقابلہ میں میدان میں آجائیں گی یہی وہ حالات تھے جو انسان کے دل کو لرزا دینے والے تھے اور جن کا تحمل امیرالمومنینؑ کے علاوہ کوئی انسان نہ کر سکتا تھا۔

[3] امیرالمومنینؑ نے باغیوں کی سرکوبی کیلئے عراق کا ارادہ کیا تو بزدل اور مصلحت پرست افراد نے آپ کو مدینہ میں بیٹھنے کا مشورہ دیدیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ذلت آمیز مشورہ ہے اور میرے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ میں میدان جہاد میں قدم رکھوں گا اور باطل کو اس کی شرارت کا مزہ چکھاؤں گا۔ میں نے بہت ظلم برداشت کیا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ظالموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔

[4] انسانی دنیا میں دو طرح کے کردار پائے جاتے ہیں۔ ایک ایمانی کردار ہوتا ہے جہاں انسان اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جسے عین اللہ ید اللہ اور نفس اللہ کی منزل کہا جاتا ہے اور ایک شیطانی کردار ہوتا ہے جہاں انسان مکمل طور پر شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے کہ شیطان اس کے سینہ میں انڈے دیتا ہے اور اسی کی گود میں اپنے بچوں کو پالتا ہے اور پھر اسی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسی کی زبان سے بولتا ہے۔

انسانی دنیا میں ایسے کردار بھی ہمیشہ رہے ہیں جس کی طرف حضرت ابوبکرؓ نے بھی اشارہ کیا تھا کہ "انّ لی شیطانا" ایک شیطان برابر میرے ساتھ لگا رہتا ہے اور مجھے بہکاتا رہتا ہے یا جس کا مصداق وہ شامی سربراہ بھی تھا جس نے نفس رسولؐ پر سب و شتم کو سنت صحابہ کا درجہ دیدیا تھا اور نہ علیؑ کے کردار میں کونسا عمل باعث سب و شتم تھا۔ ان کا علم یا ان کی شجاعت یا ان کا کرم یا ان کا پاکیزہ حسب نسب جس نے انھیں نفس رسولؐ اور مولود کعبہ کی منزل تک پہنچا دیا تھا۔

مصادر خطبہ ۵: تاریخ طبری حوادث سنہ ۱۱ھ ۳ صفحہ ۲۰۱، غریب الحدیث ابوعبید القاسم بن سلام، صحاح جوہری (متوفی قبل اشاعت نہج البلاغہ) امالی طوسی ۱ صفحہ ۵۴، الغریبین ابوعبید اللہ الہروی، کامل ۳ صفحہ ۴۲۶، ثمار القلوب ثعالبی صفحہ ۴۳، المسترشد طبری صفحہ ۴۲

مصادر خطبہ ۷: ربیع الابرار زمخشری جلد ۱ ورق ۱۰۹۔ نہایہ فی غریب الحدیث ۲ صفحہ ۵

افسوس اب یہ بات جب میں تمام مراحل دیکھ چکا ہوں۔ خدا کی قسم ابوطالب کا فرزند موت سے اس سے زیادہ مانوس ہے جتنا بچہ سرچشمۂ حیات سے مانوس ہوتا ہے۔ البتہ میرے سینہ کی تہوں میں ایک ایسا پوشیدہ علم ہے جو مجھے مجبور کئے ہوئے ہے ورنہ اسے ظاہر کر دوں تو تم اسی طرح لرزنے لگو گے جس طرح گہرے کنوئیں میں رسی تھرتھراتی اور لرزتی ہے۔

۶۔ حضرت کا ارشاد گرامی

جب آپ کو مشورہ دیا گیا کہ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کا بندوبست نہ کریں

خدا کی قسم میں اس بجّو[1] کے مانند نہیں ہو سکتا جس کا شکاری مسلسل کھٹکھٹاتا رہتا ہے اور وہ آنکھ بند کئے پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ گھات لگانے والا اسے پکڑ لیتا ہے۔ میں حق کی طرف آنے والوں کے ذریعہ انحراف کرنے والوں پر اور اطاعت کرنے والوں کے سہارے معصیت کار تشکیک کرنے والوں پر مسلسل ضرب لگاتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا آخری دن آجائے۔ خدا گواہ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے حق سے محروم رکھا گیا ہوں اور دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا ہے جب سے سرکار دو عالمؐ کا انتقال ہوا ہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

جس میں شیطان کے پیروکاروں کی مذمت کی گئی ہے

ان لوگوں نے شیطان کو اپنے امور کا مالک و مختار بنا لیا ہے اور اس نے انھیں اپنا آلۂ کار قرار دے لیا ہے اور انھیں کے سینوں میں انڈے[2] بچے دئے ہیں اور وہ انھیں کی آغوش میں پلے بڑھے ہیں۔ اب شیطان انھیں کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور انھیں کی زبان سے بولتا ہے۔ انھیں لغزش کی راہ پر لگا دیا ہے اور ان کے لئے غلط باتوں کو آراستہ کر دیا ہے جیسے کہ اس نے انھیں اپنے کاروبار شریک بنا لیا ہو اور اپنے حرف باطل کو انھیں کی زبان سے ظاہر کرتا ہو۔

---

[1] بجّو کو عربی میں ام عامر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے شکار کا طریقہ یہ ہے کہ شکاری اس کے گرد گھیرا ڈال کر زمین کو تھپتھپاتا ہے اور وہ اندر سوراخ میں گھس کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر شکاری اعلان کرتا ہے کہ ام عامر نہیں ہے اور وہ اپنے کو سویا ہوا ظاہر کرنے کے لئے پیر پھیلا دیتا ہے اور شکاری پیر میں رسی باندھ کر کھینچ لیتا ہے۔ یہ انتہائی احمقانہ عمل ہوتا ہے جس کی بنا پر بجّو کو حماقت کی مثال بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ آپؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ جہاد سے غافل ہو کر خانہ نشین ہو جانا اور شام کے لشکروں کو مدینہ کا راستہ بتا دینا ایک بجّو کا عمل تو ہو سکتا ہے لیکن عقل کل اور باب مدینۃ العلم کا کردار نہیں ہو سکتا ہے۔

[2] شیطانوں کی تخلیق میں انڈے بچے ہوتے ہیں یا نہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر قابل تحقیق ہے لیکن حضرت کی مراد یہ ہے کہ شیاطین اپنے معنوی بچوں کو انسانی معاشرہ سے الگ کسی ماحول میں نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان کی پرورش اسی ماحول میں کرتے ہیں اور پھر انھیں کے ذریعہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔

زمانہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ شیاطین زمانہ اپنی اولاد کو مسلمانوں کی آغوش میں پالتے ہیں اور مسلمانوں کی اولاد کو اپنی گود میں پالتے ہیں تاکہ مستقبل میں انھیں مکمل طور پر استعمال کیا جا سکے اور اسلام کو اسلام کے ذریعہ فنا کیا جا سکے جس کا سلسلہ کل کے شام سے شروع ہوا تھا اور آج کے عالم اسلام تک جاری و ساری ہے۔

۸

و من كلام له (عليه السلام)

يعني به الزبير[1] في حال اقتضت ذلك و يدعوه للدخول في البيعة ثانية

يَزْعُمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهِ، وَ لَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهِ، فَقَدْ أَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ، وَ ادَّعَى الْوَلِيجَةَ فَلْيَأْتِ عَلَيْهَا بِأَمْرٍ يُعْرَفُ؛ وَإِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيمَا خَرَجَ مِنْهُ.

۹

و من كلام له (عليه السلام)

في صفته و صفة خصومه و يقال إنها في اصحاب الجمل

وَ قَدْ أَرْعَدُوا وَ أَبْرَقُوا، وَ مَعَ هٰذَيْنِ الْأَمْرَيْنِ الْفَشَلُ؛ وَ لَسْنَا نُرْعِدُ حَتَّىٰ نُوقِعَ وَ لَا نُسِيلُ حَتَّىٰ نُمْطِرَ.

۱۰

و من خطبة له (عليه السلام)

يريد الشيطان او يكني به عن قوم

أَلَا وَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهُ، وَ اسْتَجْلَبَ خَيْلَهُ وَ رَجِلَهُ، وَ إِنَّ مَعِي لَبَصِيرَتِي: مَا لَبَّسْتُ عَلَىٰ نَفْسِي، وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ. وَ ايْمُ اللّٰهِ لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضاً أَنَا مَاتِحُهُ! لَا يَصْدُرُونَ عَنْهُ، وَلَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ[2].

۱۱

و من كلام له (عليه السلام)

لابنه محمد[3] بن الحنفية لما أعطاه الراية يوم الجمل

تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ! عَضَّ عَلَىٰ نَاجِذِكَ. أَعِرِ اللّٰهَ جُمْجُمَتَكَ. تِدْ فِي الْأَرْضِ قَدَمَكَ. ارْمِ بِبَصَرِكَ أَقْصَى الْقَوْمِ وَ غُضَّ بَصَرَكَ وَ اعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ.

---

(۱) دنیا کے چند ایک انتہائی افسوسناک اور شرمناک کرداروں میں سے ایک زبیر کا کردار بھی ہے جس نے رسول اکرمؐ کے بعد بیعت ابوبکرؓ سے انکار کرکے امیرالمومنینؑ کا مکمل طور پر ساتھ دیا اور حکومت وقت سے بظاہر مقابلہ بھی کیا۔ لیکن جیسے ہی خلیفہ دوم نے شوریٰ کے افراد میں اس کا نام لے لیا اسے یہ خوش فہمی پیدا ہوگئی کہ میں خود بھی خلافت کے قابل ہوں لہٰذا دوسرے کی حمایت کرنے کی کیا ضرورت ہے اور حضرت علیؑ سے الگ ہونے کے راستے تلاش کرنے لگا۔ ادھر حضرت عائشہ نے بھی نگاہ کرم ڈال دی اور مزید حوصلہ افزائی فرما دی جس کے بعد بغاوت کا اظہار بھی ضروری ہوگیا لیکن اس قدر جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں تھی کہ میں نے کبھی بیعت نہیں کی ہے اسی لئے جھوٹ کے بجائے منافقت کا سہارا لیا اور منافقت کا انجام بہرحال برا ہوتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ بیعت ثابت ہے اور دل سے بیعت نہ کرنے کا ثبوت درکار ہے اور چونکہ دل کے معاملات کا اثبات ناممکن ہے لہٰذا بیعت میں واپس آجانا ہی ضروری ہے۔

زبیر کے بیان سے اتنا ضرور واضح ہوگیا کہ اس قوم کے دل و زبان کی دنیا الگ الگ ہے تو کیا بھروسہ ہے کہ اس کا اسلام بھی خالی زبانی ہو اور دل نے ساتھ نہ دیا ہو جس کے قرائن تاریخ میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔

(۲) حقیقت امر یہ ہے کہ میدان جہاد صرف حضرت علیؑ کا میدان ہے اور اس میدان میں ان کے سامنے کوئی دشمن دین و مذہب نہیں ٹھہر سکتا ہے اور کبھی اس طرف آگیا تو بچ کر جا نہیں سکتا ہے جو بعض دشمنان اسلام کا حشر ہوا یا دوبارہ آنے کا ارادہ نہیں کرسکتا ہے جو لشکر معاویہ کے بے غیرت افراد کا انجام ہوا جنھوں نے جان بچانے کے لئے ناقابل ذکر وسائل استعمال کئے اور پھر دوبارہ [illegible] کے مقابلہ میں آنے کا ارادہ نہیں کیا۔

(۳) محمد حنفیہ مولائے کائنات کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفرؓ تھا جو قبیلہ بنی حنیفہ سے تھیں اور گرفتار ہوکر آئی تھیں اور آپ نے انھیں آزاد کرکے ان سے عقد فرمالیا تھا اور محمد انھیں کی نسبت سے مشہور ہوگئے تھے۔ انتہائی بہادر اور فدائے اسلام [illegible] تھے۔ کبھی اپنی امامت کا تصور بھی نہیں کیا اور واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدینؑ کے ساتھ حجر اسود کے پاس آکر ان کی امامت کا اعلان بھی کردیا تھا۔ جناب مختار کو انتقام کربلا کی [illegible] ضرور دی تھی لیکن یہ بربنائے امامت نہیں تھا بلکہ امام سجادؑ کی مجبوری کی بنا پر تھا کہ وہ مسلح اقدام کی حمایت نہیں کرسکتے تھے۔ امیرالمومنینؑ انھیں اپنے [illegible] کے ذریعہ آنکھوں (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

مصادر خطبہ ۸ [illegible]

مصادر خطبہ ۹ الجمل واقدی - الجمل مفیدؒ ص۱۷۱ ، فتوح ابن اعثم

مصادر خطبہ ۱۰ [illegible]

مصادر خطبہ ۱۱ نزہۃ الابصار المطاطری - ربیع الابرار زمخشری جزو چہارم باب القتل والشہادۃ

۸۔ آپ کا ارشاد گرامی زبیر کے بارے میں (۵۱)

جب ایسے حالات پیدا ہوگئے اور اسے دوبارہ بیعت کے دائرہ میں داخل کرنے کی ضرورت پڑی۔

زبیر کا خیال یہ ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے میری بیعت کی ہے اور دل سے بیعت نہیں کی ہے۔ تو بیعت کا تو بہرحال اقرار کرلیا ہے۔ اب صرف دل کے کھوٹ کا ادعا کرتا ہے تو اسے اس کا واضح ثبوت فراہم کرنا پڑے گا ورنہ اسی بیعت میں دوبارہ داخل ہونا پڑے گا جس سے نکل گیا ہے۔

۹۔ آپ کے کلام کا ایک حصّہ

جس میں اپنے اور بعض مخالفین کے اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے اور شاید اس سے مراد اہل جمل ہیں۔

یہ لوگ بہت گرجے اور بہت چمکے لیکن آخر میں ناکام ہی رہے جبکہ ہم اس وقت تک گرجتے نہیں ہیں جب تک دشمن پر ٹوٹ نہ پڑیں اور اس وقت تک لفظوں کی روانی نہیں دکھلاتے جب تک کہ برس نہ پڑیں۔

۱۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

جس کا مقصد شیطان ہے یا شیطان صفت کوئی گروہ

آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان نے اپنے گروہ کو جمع کرلیا ہے اور اپنے پیادہ و سوار سمیٹ لئے ہیں۔ لیکن پھر بھی میرے ساتھ میری بصیرت ہے۔ نہ میں نے کسی کو دھوکہ دیا ہے اور نہ واقعاً دھوکہ کھایا ہے اور خدا کی قسم میں ان کے لئے ایسے حوض کو چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا بھی میں ہی ہوں گا کہ یہ نہ نکل سکیں گے اور نہ پلٹ کر آسکیں گے (۵۲)

۱۱۔ آپ کا ارشاد گرامی (۵۳)

اپنے فرزند محمد بن الحنفیہ سے (میدان جمل میں علم لشکر دیتے ہوئے)

خبردار پہاڑ[1] اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ تم نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھینچ لینا۔ اپنا کاسۂ سر اللہ کے حوالے کردینا۔ زمین میں قدم گاڑ دینا۔ نگاہ آخر قوم پر رکھنا۔ آنکھوں کو بند رکھنا اور یہ یاد رکھنا کہ مدد اللہ ہی کی طرف سے آنے والی ہے۔

---

[1] حیرت کی بات ہے کہ جو انسان ایسے فنونِ جنگ کی تعلیم دیتا ہو اسے موت سے خوفزدہ ہونے کا الزام دیدیا جائے۔ امیرالمومنینؑ کی مکمل تاریخ حیات گواہ ہے کہ آپ سے بڑا شجاع و بہادر کائنات میں نہیں پیدا ہوا ہے۔ آپ موت کو سرچشمۂ حیات تصور کرتے تھے جس کی طرف بچہ فطری طور پر ہمکتا ہے اور اسے اپنی زندگی کا راز تصور کرتا ہے۔ آپ نے صفین کے میدان میں وہ تیغ کے جوہر دکھلائے ہیں جس نے ایک مرتبہ پھر بدر و احد و خندق و خیبر کی یاد تازہ کردی تھی اور یہ ثابت کردیا تھا کہ یہ بازو ۲۵ سال کے سکوت کے بعد بھی شل نہیں ہوئے ہیں اور یہ فن حرب کسی مشق و مہارت کا نتیجہ نہیں ہے۔

محمد حنفیہ سے خطاب کرکے یہ فرمانا کہ "پہاڑ ہٹ جائیں تم نہ ہٹنا" اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کی استقامت اس سے کہیں زیادہ پائیدار اور استوار ہے۔ دانتوں کو بھینچ لینے میں اشارہ ہے کہ اس طرح رگوں کے تناؤ پر تلوار کا وار اثر نہیں کرتا ہے۔ کاسۂ سر کو عاریت دیدینے کا مطلب یہ ہے کہ مالک زندہ رکھنا چاہے گا تو دوبارہ یہ سر واپس لیا جاسکتا ہے ورنہ بندہ نے تو اس کی بارگاہ میں پیش کردیا ہے۔ آنکھوں کو بند رکھنے اور آخر قوم پر نگاہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ سامنے کے لشکر کو مت دیکھنا۔ بس یہ دیکھنا کہ کہاں تک جانا ہے اور کس طرح صفوں کو پامال کردینا ہے۔

آخری فقرہ جنگ اور جہاد کے فرق کو نمایاں کرتا ہے کہ جنگ جو اپنی طاقت پر بھروسہ کرتا ہے اور مجاہد نصرت الٰہی کے اعتماد پر میدان میں قدم جماتا ہے اور جس کی خدا مدد کردے وہ کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا ہے۔

۱۲

و من كلام له (عليه السلام)

لما أظفره اللّه باصحاب الجمل، و قد قال له بعض أصحابه: و ددت أن أخي فلانا كان شاهدنا ليرى ما نصرك اللّه به على أعدائك

فقال له (عليه السلام): أَهَوَى أَخِيكَ مَعَنَا؟ فقال: نَعَم. قالَ: فَقَدْ شَهِدَنَا، وَ لَقَدْ شَهِدَنَا فِي عَسْكَرِنَا هٰذَا أَقْوَامٌ (قوم) فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ، وَ أَرْحَامِ النِّسَاءِ، سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ وَ يَقْوَى بِهِمُ الْإِيمَانُ.[1]

۱۳

و من كلام له (عليه السلام)

في ذم أهل البصرة بعد وقعة الجمل

كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ، وَ أَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ،[2] رَغَا فَأَجَبْتُمْ، وَ عُقِرَ فَهَرَبْتُمْ. أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَ عَهْدُكُمْ شِقَاقٌ، وَ دِينُكُمْ نِفَاقٌ، وَ مَاؤُكُمْ زُعَاقٌ وَ الْمُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مُرْتَهَنٌ بِذَنْبِهِ، وَالشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌ بِرَحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِ، كَأَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَ مِنْ تَحْتِهَا وَ غَرِقَ مَنْ فِي ضِمْنِهَا.

وَ فِي رِوَايَةٍ: وَ ايْمُ اللّٰهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتّٰى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَىٰ مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ، أَوْ نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ.[3]

وَ فِي رِوَايَةٍ: كَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ.

وَ فِي رِوَايَةٍ اخرى: بِلَادُكُمْ أَنْتَنُ بِلَادِ اللّٰهِ تُرْبَةً: أَقْرَبُهَا مِنَ الْمَاءِ وَأَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَاءِ، وَ بِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ، الْمُحْتَبَسُ فِيهَا

---

[1] امیر المومنینؑ کے جہاد کا ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ آپ ہمیشہ اصلاب دارحام پر بھی نگاہ رکھ کر تلوار چلاتے تھے۔ اوران تمام چاہنے والوں کو شریک جہاد سمجھتے تھے۔ جو ابھی اصلاب دارحام میں تھے اوران دشمنوں کو قتل نہیں کرتے تھے جن کے اصلاب سے کوئی مومن پیدا ہونے والا ہوتا تھا اور شائد اسی احتیاط کا اثر تھا کہ آج تک بدترین اصلاب سے بہترین افراد پیدا ہورہے ہیں ورنہ کل اگر ذوالفقار نے عام تلواروں کا رنگ اختیار کرلیا ہوتا تو آج یہ سلسلہ ختم ہوچکا ہوتا اور شائد غیبت امام عصرؑ کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ قدرت اس وقت کا انتظار کررہی ہے جب تمام صاحبان ایمان کفر کے صلب سے باہر آجائیں اور اس کے بعد ذوالفقار حیدری اپنی واقعی کاٹ کا مظاہرہ کرے۔

[2] کس قدر ذلیل وہ انسان ہے جو جانور کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہے اور خطیب منبر سلونی کی آواز سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ یہ نتیجہ ہے اخلاق کی پستی۔ وعدہ وپیمان میں عہد شکنی اور دین میں نفاق کا۔ جس کے بعد انسان ہر انسانی قدر سے محروم ہوجاتا ہے۔

[3] ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ بصرہ مولائے کائنات کے بعد دو مرتبہ غرق ہوچکا ہے۔ ایک مرتبہ القائم بامر اللہ کے زمانہ میں اور ایک مرتبہ قادر باللہ کے زمانہ میں اور دونوں مرتبہ مسجد جامع کا وہی نقشہ تھا جو امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں بیان کیا ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مالک کائنات نے امام علیہ السلام کو اس علم غیب سے نوازا تھا جو سوائے محبوب اور پسندیدہ افراد کے کسی اور کو نہیں دیا جاتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۲ المحاسن برقیؒ ۱ ص۲۶۲ (کتاب مصابیح الظلم)

مصادر خطبہ ۱۳ الاخبار الطوال دینوری ص۱۵۳، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۳۷۷ عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص۲۱۴، العقد الفرید ابن عبد ربہ ص۳۲۸ بحار مجلسیؒ، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی، ارشاد مفیدؒ ص۱۲۳، الجمل مفیدؒ ص۲۰۱، احتجاج طبرسی ص۲۵۰

۱۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

جب پروردگار نے آپ کو اصحاب جمل پر کامیابی عطا فرمائی اور آپ کے بعض اصحاب نے کہا کہ کاش ہمارا فلاں بھائی بھی ہمارے ساتھ ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ پروردگار نے کس طرح آپ کو دشمن پر فتح عنایت فرمائی ہے تو آپ نے فرمایا، کیا تیرے بھائی کی محبت بھی ہمارے ساتھ ہے؟ اس نے عرض کی بیشک! فرمایا تو وہ ہمارے ساتھ تھا اور ہمارے اس لشکر میں وہ تمام لوگ ہمارے ساتھ تھے جو ابھی مردوں کے صلب اور عورتوں کے رحم میں ہیں اور عنقریب زمانہ انھیں منظر عام پر لے آئے گا اور ان کے ذریعہ ایمان کو تقویت حاصل ہوگی۔[۱]

۱۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

جس میں جنگ جمل کے بعد اہل بصرہ کی مذمت فرمائی ہے

افسوس تم لوگ ایک عورت کے سپاہی اور ایک جانور کے پیچھے چلنے والے تھے[۲] جس نے بلبلانا شروع کیا تو تم لبیک کہنے لگے اور وہ زخمی ہوگیا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تمھارے اخلاقیات پست۔ تمھارا عہد ناقابل اعتبار۔ تمھارا دین نفاق اور تمھارا پانی شور ہے۔ تمھارے درمیان قیام کرنے والا گویا گناہوں کے ہاتھوں رہن ہے اور تم سے نکل جانے والا گویا رحمت پروردگار کو حاصل کر لینے والا ہے۔ میں تمھاری اس مسجد کو اس عالم میں دیکھ رہا ہوں جیسے کشتی کا سینہ۔ جب خدا تمھاری زمین پر اوپر اور نیچے ہر طرف سے عذاب بھیجے گا اور سارے اہل شہر غرق ہو جائیں گے۔[۳]

(دوسری روایت میں ہے) خدا کی قسم تمھارا شہر غرق ہونے والا ہے یہاں تک کہ گویا میں اس کی مسجد کو ایک کشتی کے سینہ کی طرح یا ایک بیٹھے ہوئے شتر مرغ کی شکل میں دیکھ رہا ہوں۔

(تیسری روایت میں) جیسے پرندہ کا سینہ سمندر کی گہرائیوں میں۔

ایک روایت میں آپ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے۔ تمھارا شہر خاک کے اعتبار سے سب سے زیادہ بدبودار ہے کہ پانی سے سب سے زیادہ قریب ہے اور آسمان سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اس میں شر کے دس حصوں میں سے نو حصے پائے جاتے ہیں۔ اس میں مقیم گناہوں کے ہاتھوں گرفتار ہے۔

---

[۱] یہ دین اسلام کا ایک مخصوص امتیاز ہے کہ یہاں عذاب بدعملی کے بغیر نازل نہیں ہوتا ہے اور ثواب کا استحقاق عمل کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا ہے اور عمل خیر کا دارومدار صرف نیت پر رکھا گیا ہے بلکہ بعض اوقات تو نیت مومن کو اس کے عمل سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے کہ عمل میں ریاکاری کے امکانات پائے جاتے ہیں اور نیت میں کسی طرح کی ریاکاری نہیں ہوتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ پروردگار نے روزہ کو صرف اپنے لئے قرار دیا ہے اور اس کے اجر و ثواب کی مخصوص ذمہ داری اپنے اوپر رکھی ہے کہ روزہ میں نیت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور نیت میں اخلاص کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور اخلاص نیت کا فیصلہ کرنے والا پروردگار کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

[۲] اہل بصرہ کا برتاؤ امیرالمومنین کے ساتھ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے اور جنگ جمل اس کا بہترین ثبوت ہے لیکن امیرالمومنینؑ کے برتاؤ کے بارے میں ڈاکٹر طہٰ حسین کا بیان ہے کہ "آپ نے ایک کریم انسان کا برتاؤ کیا اور بیت المال کا مال دوست اور دشمن دونوں کے مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ اور زخمیوں پر حملہ نہیں کیا" اور حد یہ ہے کہ قیدیوں کو کنیز نہیں بنایا بلکہ نہایت احترام کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا۔

(علیؑ و بنوہ طہٰ حسین)

بِذَنْبِهِ، وَ الخَارِجُ بِعَفْوِ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهِ قَدْ طَبَّقَهَا المَاءُ، حَتَّى مَا يُرَى مِنْهَا إِلَّا شُرَفُ المَسْجِدِ، كَأَنَّهُ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ[1]

۱۴

و من كلام له (عليه السلام)

في مثل ذلك

أَرْضُكُمْ قَرِيبَةٌ مِنَ المَاءِ، بَعِيدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ. خَفَّتْ عُقُولُكُمْ، وَ سَفِهَتْ حُلُومُكُمْ، فَأَنْتُمْ غَرَضٌ لِنَابِلٍ، وَأُكْلَةٌ لِآكِلٍ، وَ فَرِيسَةٌ لِصَائِلٍ[2].(صائل)

۱۵

و من كلام له (عليه السلام)

فيما رده على المسلمين من قطائع عثمان

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُهُ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ، وَ مُلِكَ (تملك) بِهِ الإِمَاءُ، لَرَدَدْتُهُ: فَإِنَّ فِي العَدْلِ سَعَةً. وَ مَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ العَدْلُ، فَالجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ.

۱۶

و من كلام له (عليه السلام)

لما بويع في المدينة و فيها يخبر الناس بعلمه بما تؤول اليه احوالهم

و فيها يقسمهم الى اقسام

ذِمَّتِي بِمَا أَقُولُ رَهِينَةٌ وَ أَنَا بِهِ زَعِيمٌ إِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ العِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ المَثُلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوَى عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ. أَلَا وَ إِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ[3] بَلْبَلَةً

[1] ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ اس دور کے جغرافیہ میں بصرہ سے زیادہ پست کوئی خطۂ زمین نہیں تھا جس کا انکشاف اہل فن نے آلات و وسائل سے کیا ہے اور امیرالمومنینؑ نے اپنے علم امامت کی بنیاد پر بیان کر دیا تھا جو آپ کے خصوصیات و امتیازات میں شامل ہے۔

[2] ظاہر ہے کہ جو قوم اس قدر بدبخت ہو کہ ہر تیر انداز کا نشانہ، ہر بھوکے کا لقمہ اور ہر شکاری کا شکار بن جائے اسے قبضہ میں کر لینا کوئی بڑا کام نہیں تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ امیرالمومنینؑ دوسرے افراد کی طرح قوموں کا استحصال و استعمال نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ انھیں عقل و شعور کی بلندیوں تک لے جانا چاہتے تھے اور یہ بات اہل بصرہ کے امکان سے باہر تھی۔ اسی لئے عائشہ نے اس سرزمین کا انتخاب کیا تھا اور اپنی بغاوت کا آغاز اسی علاقہ سے کیا تھا جس کے نتیجہ میں ایک دن میں تیس ہزار کے لشکر میں سے ۱۷ یا ۲۰ ہزار گنوا بیٹھیں جبکہ امیرالمومنینؑ کے سپاہیوں میں سے صرف ۵۰۰ یا ۱۰۷۰ افراد کام آئے۔

[3] سرکار دو عالم کی بعثت کے وقت عالم عربیت ایک طویل جاہلیت کا شکار رہ چکا تھا اور اس کے دل و دماغ پر جاہلیت کے اثرات اس قدر گہرے ہو چکے تھے کہ ان کا زائل کرنا ممکن نہ تھا لیکن سرکار دو عالم نے اپنی حکمت عملی سے حالات پر قابو حاصل کر لیا اور صورت حال کو یکسر تبدیل کر دیا۔ آج پھر وہی حالت ہے کہ سرکارؐ کے بعد امت ایک نئی جاہلیت کا شکار ہو گئی ہے اور اسلامی اقدار کا یکسر خاتمہ ہو گیا ہے۔ اب حالات کا قابو میں لانا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اس سلسلہ میں شدید ترین آزمائشوں سے گذرنا پڑے گا جس کا برداشت کرنا بھی آسان نہیں ہے۔

مصادر خطبہ ۱۵ کتاب الاوائل ابو ہلال عسکری۔ دعائم الاسلام قاضی نعمان، ص ۳۹۶، ثبات الوصیۃ مسعودی ص ۱۲۰
مصادر خطبہ ۱۶ البیان و التبیین ابو عثمان الجاحظ ۲ ص ۶۵، النہایۃ ابن الاثیر ۱ ص ۱۳۲، الارشاد مفیدؒ ص ۱۳۹، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص ۲۳۶، ۱ ص ۱۰، العقد الفرید ابن عبد ربہ ۲ ص ۱۶۲، تاریخ یعقوبی ۲ ص ۱۸۶، روضۃ الکافی و اصول الکافی الکلینیؒ ۱ ص ۳۶۵، الحکمۃ الخالدہ ابن مسکویہ ص ۱۱۱، قوت القلوب ابو طالب مکی ۱ ص ۲۹۱، کتاب الغیبہ النعمانی ص ۱۰۷، اثبات الوصیۃ للمسعودی ص ۱۲۳، المسترشد ص ۱۲۵، الجمل للمفیدؒ ص ۲۶، الجمل للمدائنی، کتاب خطب علی للمدائنی۔

اور اس سے نکل جانے والا عفو الٰہی میں داخل ہو گیا۔ گویا میں تمہاری اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ پانی نے اسے اس طرح ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا ہے اور وہ کنگرے بھی جس طرح پانی کی گہرائی میں پرندہ کا سینہ (۵۱)

۱۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(ایسے ہی ایک موقع پر)

تمہاری زمین پانی سے قریب تر اور آسمان سے دور ہے۔ تمہاری عقلیں ہلکی اور تمہاری دانائی احمقانہ[1] ہے۔ تم ہر تیر انداز کا نشانہ، ہر بھوکے کا لقمہ اور ہر شکاری کا شکار ہو (۵۲)

۱۵۔ آپ کے کلام کا ایک حصہ

اس موضوع سے متعلق کہ آپ نے عثمانؓ کی جاگیروں کو مسلمانوں کو واپس دے دیا۔

خدا کی قسم اگر میں کسی[2] مال کو اس حالت میں پاتا کہ اسے عورت کا مہر بنا دیا گیا ہے یا کنیز کی قیمت کے طور پر دیدیا گیا ہے تو بھی اسے واپس کرا دیتا اس لئے کہ انصاف میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اور جس کے لئے انصاف میں تنگی ہو اس کے لئے ظلم میں تو اور بھی تنگی ہو گی۔

۱۶۔ آپ کے کلام کا ایک حصہ

(اس وقت جب آپ کی مدینہ میں بیعت کی گئی اور آپ نے لوگوں کو بیعت کے مستقبل سے آگاہ کرتے ہوئے ان کی قسمیں بیان فرمائیں)

میں اپنے قول کا خود ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں اور جس شخص پر گذشتہ اقوام کی سزاؤں نے عبرتوں کو واضح کر دیا ہو اسے تقویٰ شبہات میں داخل ہونے سے یقیناً روک دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ آج تمہارے لئے وہ آزمائش دوبارہ پلٹ آئی ہے جو اس وقت تھا جب پروردگار نے اپنے رسولؐ کو بھیجا تھا۔ قسم ہے اس پروردگار کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تھا کہ تم سختی کے ساتھ تہ و بالا کئے جاؤ گے (۵۳)

---

(۱) اس سے زیادہ حماقت کیا ہو سکتی ہے کہ کل جس زبان سے قتل عثمانؓ کا فتویٰ سنا تھا آج اسی سے انتقام خون عثمانؓ کی فریاد سن رہے ہیں اور پھر بھی اعتبار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ایک اونٹ کی حفاظت پر ہزاروں جانیں قربان کر رہے ہیں اور سرکار دو عالمؐ کے اس ارشاد گرامی کا احساس تک نہیں ہے کہ میری ازواج میں سے کسی ایک کی سواری کو دیکھ کر حوأب کے کتے بھونکیں گے اور وہ عائشہ ہی ہو سکتی ہیں۔

(۲) تاریخ کا مسلّمہ ہے کہ امیرالمومنینؑ جب بیت المال میں داخل ہوتے تھے تو سونا چاندی اور روٹی کے ٹکڑے تک تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اس کے بعد جھاڑو دے کر دو رکعت نماز ادا کرتے تھے تاکہ یہ زمین روز قیامت علیؑ کے عدل و انصاف کی گواہی دے اور اسی بنیاد پر آپ نے عثمانؓ کی عطا کردہ جاگیروں کو واپسی کا حکم دیدیا اور صدقہ کے اونٹ عثمانؓ کے گھر سے واپس منگوا لئے کہ عثمانؓ کسی قیمت پر زکوٰۃ کے مستحق نہیں تھے۔

اگرچہ بعض ہوا خواہان بنی امیہ نے یہ سوال اٹھا دیا ہے کہ یہ انتہائی بے رحمانہ برتاؤ تھا جہاں یتیموں پر رحم نہیں کیا گیا اور ان کے قبضہ سے مال لے لیا گیا۔ لیکن اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ ظلم اور شقاوت کا مظاہرہ اس نے کیا ہے جس نے غرباء و مساکین کا حق اپنے گھر میں جمع کر لیا ہے اور مال مسلمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ پھر یہ کوئی نیا حادثہ بھی نہیں ہے۔ کل پہلی خلافت میں یتیمۂ رسول اکرمؐ پر کب رحم کیا گیا تھا جو واقعاً فدک کی حقدار تھی اور اس کے بابا نے اسے یہ جاگیر حکم خدا سے عطا کر دی تھی۔ اولاد عثمانؓ تو حقدار بھی نہیں ہے اور کیا اولاد عثمانؓ کا مرتبہ اولاد رسولؐ سے بلند تر ہے یا ہر دور کے لئے ایک نئی شریعت مرتب کی جاتی ہے اور اس کا محور سرکاری مصالح اور جماعتی فوائد ہی ہوتے ہیں۔؟

وَلَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً، وَلَتُسَاطُنَّ سَوْطَ القِدْرِ حَتَّىٰ يَعُودَ أَسْفَلُكُمْ أَعْلاَكُمْ، وَأَعْلاَكُمْ أَسْفَلَكُمْ، وَلَيَسْبِقَنَّ سَابِقُونَ كَانُوا قَصَّرُوا، وَلَيُقَصِّرَنَّ سَبَّاقُونَ كَانُوا سَبَقُوا وَاللّٰهِ مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً وَلاَ كَذَبْتُ كِذْبَةً، وَلَقَدْ نُبِّئْتُ بِهٰذَا الْمَقَامِ وَهٰذَا الْيَوْمِ. أَلاَ وَإِنَّ الخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا، وَخُلِعَتْ لُجُمُهَا، فَتَقَحَّمَتْ بِهِمْ فِي النَّارِ أَلاَ وَإِنَّ التَّقْوَىٰ مَطَايَا ذُلُلٌ، حُمِلَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا وَأُعْطُوا أَزِمَّتَهَا، فَأَوْرَدَتْهُمُ الجَنَّةَ. حَقٌّ وَبَاطِلٌ، وَلِكُلٍّ أَهْلٌ، فَلَئِنْ أَمِرَ البَاطِلُ لَقَدِيماً فَعَلَ، وَلَئِنْ قَلَّ الحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَلَعَلَّ، وَلَقَلَّمَا أَدْبَرَ شَيْءٌ فَأَقْبَلَ![1]

قال السيد الشريف: وأقول: إنّ في هذا الكلام الأدنى من مواقع الإحسان ما لا تبلغه مواقع الاستحسان، وإنّ حظّ العجب منه أكثر من حظّ العجب به، وفيه - مع الحال الّتي وصفنا - زوائد من الفصاحة لا يقوم بها لسان ولا يطّلع فجّها إنسان ولا يعرف ما أقول إلّا من ضرب في هذه الصّناعة بحقّ، وجرى فيها على عرق. «وما يعقلها إلّا العالمون».

و من هذه الخطبة و فيها يقسم الناس الى ثلاثة اصناف:

شُغِلَ مَنِ الجَنَّةُ وَالنَّارُ أَمَامَهُ سَاعٍ سَرِيعٌ نَجَا، وَطَالِبٌ بَطِيءٌ رَجَا، وَمُقَصِّرٌ فِي النَّارِ هَوَىٰ. اليَمِينُ وَالشِّمَالُ مَضَلَّةٌ، وَالطَّرِيقُ الوُسْطَىٰ هِيَ الجَادَّةُ عَلَيْهَا بَاقِي الكِتَابِ وَآثَارُ النُّبُوَّةِ، وَمِنْهَا مَنْفَذُ السُّنَّةِ، وَإِلَيْهَا مَصِيرُ العَاقِبَةِ. هَلَكَ مَنِ ادَّعَىٰ، وَخَابَ مَنِ افْتَرَىٰ. مَنْ أَبْدَىٰ صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ وَكَفَىٰ بِالمَرْءِ جَهْلاً أَلَّا يَعْرِفَ قَدْرَهُ. لاَ يَهْلِكُ عَلَى التَّقْوَىٰ سِنْخُ أَصْلٍ، وَلاَ يَظْمَأُ عَلَيْهَا زَرْعُ قَوْمٍ.[2] فَاسْتَتِرُوا فِي بُيُوتِكُمْ، وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ، وَالتَّوْبَةُ مِنْ وَرَائِكُمْ،[3] وَلاَ يَحْمَدْ حَامِدٌ إِلَّا رَبَّهُ، وَلاَ يَلُمْ لاَئِمٌ إِلَّا نَفْسَهُ.(ذنبه)

غربلہ - چھلنی سے چھاننا
سوط - پھینٹنا
وشمہ - کلمہ
خطایا جمع خطیئہ - گناہ
شمس جمع شموس - اڑیل گھوڑا
مطایا جمع مطیۃ - جانور
ذلل جمع ذلول - رام کیا ہوا جانور
اَمِر - (میم کے زیر کے ساتھ) کثرت
مَضَلّہ - ہدایت کی ضد - گمراہی
صفحہ - چہرہ
سنخ الاصل - محل و مرکز

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی اقتدار کے جانے کے بعد اس کا واپس آنا آسان نہیں ہوتا ہے لیکن پھر بھی امکانات بہرحال باقی رہتے ہیں اسی لئے مولائے کائنات نے لفظ "قلّما" استعمال کیا ہے اور حق کے سلسلہ میں یہ کام بہرحال ہونے والا ہے جس کی خبر سرکار دوعالم نے بھی دی ہے اور جس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی پایا جاتا ہے "ولیمکنن لہم دینہم"

(۲) جو لوگ فتنوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور ادنیٰ شبہات میں بھی بہک جانے کے امکانات رکھتے ہیں، ان کے لئے عافیت اسی میں ہے کہ گھر میں خاموش بیٹھ جائیں اور اپنے گھریلو مسائل کی اصلاح کریں۔ اصلاح عالم ان کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس کیلئے دوسرے افراد ہیں جن میں ہر طرح کے فتنہ کے مقابلہ کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور جو علم و فضل کے زیور سے مکمل طور پر آراستہ ہیں۔

(۳) اس مقام پر وراء سامنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح قرآن مجید نے جہنم کو "من ورائہم" سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وہ آگے آنے والا ہے مقصد یہ ہے کہ توبہ گنہگار کے سامنے موجود ہے اور وہ اس کے ذریعہ اپنے گناہوں کے نتائج سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور جب ایسا ہو جائے تو پروردگار کی حمد کرنا چاہئے کہ سارا کام اسی کی توفیق سے ہوا ہے اور اگر کام نہ ہو سکے تو اپنے نفس کی ملامت کرنی چاہئے کہ اس نے توبہ اور اصلاح عمل سے محروم رکھا ہے ورنہ رحمت الٰہی میں کوئی کمی نہیں ہے اور وہ اطاعت گذار اور معصیت کار دونوں کے لئے عام ہے اور کسی کو بھی محروم نہیں رکھنا چاہتی ہے۔

تمہیں باقاعدہ چھانا جائے گا اور دیگ کی طرح چمچے سے الٹ پلٹ کیا جائے گا یہاں تک کہ اسفل اعلیٰ ہو جائے اور اعلیٰ اسفل بن جائے اور جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ آگے بڑھ جائیں اور جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ پیچھے آ جائیں۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے نہ کسی کلمہ کو چھپایا ہے اور نہ کوئی غلط بیانی کی ہے اور مجھے اس منزل اور اس دن کی پہلے ہی خبر دے دی گئی تھی۔

یاد رکھو کہ خطائیں وہ سرکش سواریاں ہیں جن پر اہل خطا کو سوار کر دیا جائے اور ان کی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے اور وہ سوار کو لے کر جہنم میں پھاند پڑیں اور تقویٰ ان رام کی ہوئی سواریوں کے مانند ہے جن پر لوگ سوار کیے جائیں اور ان کی لگام ان کے ہاتھوں میں دے دی جائے تو وہ اپنے سواروں کو جنت تک پہونچا دیں۔

دنیا میں حق و باطل دونوں ہیں اور دونوں کے اہل بھی ہیں۔ اب اگر باطل زیادہ ہو گیا ہے تو یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے اور اگر حق کم ہو گیا ہے تو یہ بھی ہوتا رہا ہے اور اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی شے پیچھے ہٹ جانے کے بعد دوبارہ منظر عام پر آ جائے [۱]

سید رضیؒ ــــ ! اس مختصر سے کلام میں اس قدر خوبیاں پائی جاتی ہیں جہاں تک کسی کی داد و تعریف نہیں پہونچ سکتی ہے اور اس میں حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے کہیں زیادہ ہے۔ اس میں فصاحت کے وہ پہلو بھی ہیں جن کو کوئی زبان بیان نہیں کر سکتی ہے اور ان کی گہرائیوں کا کوئی انسان ادراک نہیں کر سکتا ہے۔ اور اس حقیقت کو وہی انسان سمجھ سکتا ہے جس نے فن بلاغت کا حق ادا کیا ہو اور اس کے رگ و ریشہ سے باخبر ہو ــــ اور ان حقائق کو اہل علم کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ جس میں لوگوں کو تین حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

وہ شخص کسی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں رکھتا جس کی نگاہ میں جنت و جہنم کا نقشہ ہو۔ تیز رفتاری سے کام کرنے والا نجات پا لیتا ہے اور سست رفتاری سے کام کر کے جنت کی طلبگاری کرنے والا بھی امیدوار رہتا ہے لیکن کوتاہی کرنے والا جہنم میں گر پڑتا ہے۔ داہنے بائیں گمراہیوں کی منزلیں ہیں اور سیدھا راستہ صرف درمیانی راستہ ہے۔ اسی راستہ پر رہ جانے والی کتاب خدا اور نبوت کے آثار ہیں اور اسی سے شریعت کا نفاذ ہوتا ہے اور اسی کی طرف عاقبت کی بازگشت ہے۔ غلط ادعا کرنے والا ہلاک ہوا اور افترا کرنے والا ناکام و نامراد ہوا۔ جس نے حق کے مقابلہ میں سر نکالا وہ ہلاک ہو گیا اور انسان کی جہالت [۱] کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے اپنی ذات کا بھی عرفان نہ ہو۔ جو بنیاد تقویٰ پر قائم ہوتی ہے اس میں ہلاکت نہیں ہوتی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کھیتی پیاس سے برباد نہیں ہوتی ہے۔ اب تم اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ [۲] اور اپنے باہمی امور کی اصلاح کرو۔ توبہ تمہارے سامنے ہے [۳]۔ تعریف کرنے والے کا فرض ہے کہ اپنے رب کی تعریف کرے اور ملامت کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے نفس کی ملامت کرے۔

---

[۱] مالک کائنات نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں کا مالک بنایا ہے اور اس کی فطرت میں خیر و شر کا سارا عرفان ودیعت کر دیا ہے لیکن انسان کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ ان صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا ہے اور ہمیشہ اپنے کو بیچارہ ہی سمجھتا ہے جو جہالت کی بدترین منزل ہے کہ انسان کو اپنی ہی قدر و قیمت کا اندازہ نہ ہو سکے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

اپنی ہی ذات کا انسان کو عرفاں نہ ہوا — خاک پھر خاک تھی اوقات سے آگے نہ بڑھی

۱۷

و من كلام له (عليه السلام)

في صفة من يتصدى للحكم بين الأمة و ليس لذلك بأهل

وفيها: ابغض الخلائق الى الله صنفان [۱]

الصنف الاول: إِنَّ أَبْغَضَ الْخَلاَئِقِ إِلَى اللّهِ رَجُلاَنِ: رَجُلٌ وَكَلَهُ اللّهُ إِلَى نَفْسِهِ، فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ، مَشْغُوفٌ بِكَلاَمِ بِدْعَةٍ، وَدُعَاءِ ضَلاَلَةٍ، فَهُوَ فِتْنَةٌ لِمَنِ افْتَتَنَ بِهِ، ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ، مُضِلٌّ لِمَنِ اقْتَدَى بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ، حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهِ، رَهْنٌ (رهين) بِخَطِيئَتِهِ.

الصنف الثاني: وَرَجُلٌ قَمَشَ جَهْلاً مُوضِعٌ فِي جُهَّالِ الْأُمَّةِ عَادٍ (عادر) فِي أَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ، عَمٍ بِمَا فِي عَقْدِ الْهُدْنَةِ قَدْ سَمَّاهُ أَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِماً وَلَيْسَ بِهِ، بَكَّرَ (بكر) فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ حَتَّى إِذَا ارْتَوَى مِنْ مَاءٍ آجِنٍ، وَاكْتَنَزَ (اكتنز) مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ، جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِياً ضَامِناً لِتَخْلِيصِ مَا الْتَبَسَ عَلَى غَيْرِهِ، فَإِنْ نَزَلَتْ بِهِ إِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ هَيَّأَ لَهَا حَشْواً رَثّاً مِنْ رَأْيِهِ، ثُمَّ قَطَعَ بِهِ، فَهُوَ مِنْ لَبْسِ الشُّبُهَاتِ فِي مِثْلِ نَسْجِ الْعَنْكَبُوتِ: لاَ يَدْرِي أَصَابَ أَمْ أَخْطَأَ؛ فَإِنْ أَصَابَ خَافَ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَخْطَأَ وَإِنْ أَخْطَأَ رَجَا أَنْ يَكُونَ قَدْ أَصَابَ، جَاهِلٌ خَبَّاطُ جَهَالاَتٍ. عَاشٍ رَكَّابُ عَشَوَاتٍ لَمْ يَعَضَّ عَلَى الْعِلْمِ بِضِرْسٍ قَاطِعٍ. يَذْرِي الرِّوَايَاتِ ذَرْوَ الرِّيحِ الْهَشِيمَ لاَ مَلِيٌّ - وَاللّهِ - بِإِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ، وَلاَ هُوَ أَهْلٌ لِمَا فُوِّضَ بِهِ لاَ يَحْسَبُ الْعِلْمَ فِي شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرَهُ، وَلاَ يَرَى أَنَّ مِنْ وَرَاءِ مَا بَلَغَ مَذْهَباً لِغَيْرِهِ، وَإِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ اكْتَتَمَ بِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهِ،

جائر - راستہ سے ہٹا ہو
قصد السبیل - درمیانی راستہ
بدعت - دین میں غیر دین کا داخلہ
فتنہ - گراہی
قمش - متفرقات کو جمع کرنا
مُوضِع (میم پر پیش ض پر زیر) تیز رفتار
عاد - تیز رفتار
اغباش - جمع غبش - تاریک
عم - اندھا - جاہل
بکر - صبح سویرے نکل پڑا
عقد الہدنہ - صلح و سلامتی کا معاہدہ
آجن - گندہ پانی جس کا رنگ و مزہ بدل جائے
حشو - زائد بلا فائدہ
رث - بوسیدہ و فرسودہ
خباط - اندھیروں میں چلنے والا
عاش - اندھیرے میں سفر کرنے والا۔
عشوات - عشوہ کی جمع - بلا راہنمائی کے عمل کرنا
ہشیم - تنکے
ملی - وہ شخص جو باقاعدہ کام کو سنبھال سکے۔
قرظ - تعریف اور فوض تفویض

(۱) گمراہوں کی دو قسموں میں ایک کا تعلق عقائد اور افکار سے ہوتا ہے اور دوسرے کا تعلق اعمال و احکام سے۔ افکار کا گمراہ لوگوں کو عقائد میں گمراہ کرتا ہے اور اعمال کا گمراہ فیصلوں کی ذمہ داری لے لیتا ہے اور اسی فیصلہ کو دنیا سمیٹنے کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آیات کی مہمل تاویل کرتا ہے اور روایات کو تنکوں کی طرح اڑا دیتا ہے اور قیامت یہ ہے کہ اسے خود بھی اپنے فیصلوں کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ صرف اظہار اس کا کرتا ہے کہ گویا بالکل قطعی فیصلہ ممکن نہیں ہے۔

مصادر خطبہ ۱۷ اصول کافی کلینیؒ ۱ ص۵۵، قوت القلوب ابوطالب مکی ۱ ص۲۹۰، الجمع بین الغریبین ہروی - النہایۃ ابن اثیر مادہ خبط، اصول مذہب قاضی نعمان ص۱۳۵، امالی طوسیؒ ۱ ص۲۴۰، احتجاج طبرسیؒ ۱ ص۳۹۰، ارشاد مفیدؒ ص۱۰۹، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص۶۱، دعائم الاسلام ۱ ص۱۱۸، المسترشد طبری ص۵۵، غریب الحدیث ابن قتیبہ۔

۱۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(ان نااہلوں کے بارے میں جو صلاحیت کے بغیر فیصلہ کا کام شروع کر دیتے ہیں اور اسی ذیل میں دو بدترین اقسام مخلوقات کا ذکر بھی ہے)

قسم اول ۔ یاد رکھو کہ پروردگار کی نگاہ میں بدترین خلائق دو طرح کے افراد ہیں۔ وہ شخص جسے پروردگار نے اسی کے رحم و کرم[1] پر چھوڑ دیا ہے اور وہ درمیانی راستہ سے ہٹ گیا ہے۔ صرف بدعت کا دلدادہ ہے اور گمراہی کی دعوت پر فریفتہ ہے۔ یہ دوسرے افراد کے لئے ایک مستقل فتنہ ہے اور سابق افراد کی ہدایت سے بہکا ہوا ہے۔ اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے والا ہے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ یہ دوسروں کی غلطیوں کا بھی بوجھ اٹھانے والا ہے اور ان کی خطاؤں میں بھی گرفتار ہے۔

قسم دوم ۔ وہ شخص جس نے جہالتوں[2] کو سمیٹ لیا ہے اور انھیں کے سہارے جاہلوں کے درمیان دوڑ لگا رہا ہے فتنوں کی تاریکیوں میں دوڑ رہا ہے اور امن و صلح کے فوائد سے یکسر غافل ہے۔ انسان نما لوگوں نے اس کا نام عالم رکھ دیا ہے حالانکہ اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صبح سویرے ان باتوں کی تلاش میں نکل پڑتا ہے جن کا قلیل ان کے کثیر سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب گندہ پانی سے سیراب ہو جاتا ہے اور مہمل اور بے فائدہ باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں کے درمیان قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور اس امر کی ذمہ داری لے لیتا ہے کہ جو امور دوسرے لوگوں پر مشتبہ ہیں وہ انھیں صاف کر دے گا۔ اس کے بعد جب کوئی مبہم مسئلہ آجاتا ہے تو اس کے لئے بے سود اور فرسودہ دلائل کو اکٹھا کرتا ہے اور انھیں سے فیصلہ کر دیتا ہے۔ یہ شبہات میں اسی طرح گرفتار ہے جس طرح مکڑی اپنے جالے میں پھنس جاتی ہے۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ صحیح فیصلہ کیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح کیا ہے تو بھی ڈرتا ہے کہ شائد غلط ہو۔ اور اگر غلط کیا ہے تو بھی یہ امید رکھتا ہے کہ شائد صحیح ہو۔ ایسا جاہل ہے جو جہالتوں میں بھٹک رہا ہو اور ایسا اندھا ہے جو اندھیروں کی سواری پر سوار ہو۔ نہ علم میں کوئی حتمی بات سمجھا ہے اور نہ کسی حقیقت کو پرکھا ہے۔ روایات کو یوں اڑا دیتا ہے جس طرح تیز ہوا تنکوں کو اڑا دیتی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ یہ ان فیصلوں کے صادر کرنے کے قابل نہیں ہے جو اس پر وارد ہوتے ہیں اور اس کام کا اہل نہیں ہے جو اس کے حوالہ کیا گیا ہے۔ جس چیز کو ناقابل توجہ سمجھتا ہے اس میں علم کا احتمال بھی نہیں دیتا ہے اور اپنی پہونچ کے ماوراء کسی اور رائے کا تصور بھی نہیں کرتا ہے۔ اگر کوئی مسئلہ واضح نہیں ہوتا ہے تو اسے چھپا دیتا ہے کہ اسے اپنی جہالت کا علم ہے۔

[1] جاہل انسانوں کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ پروردگار انھیں ان کے حال پر چھوڑ دے اور وہ جو چاہیں کریں کسی طرح کی کوئی پابندی نہ ہو حالانکہ درحقیقت یہ بدترین عذاب الٰہی ہے۔ انسان کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ مالک اسے اپنے رحم و کرم کے سایہ میں رکھے ورنہ اگر اس سے توفیقات کو سلب کر کے اس کے حال پر چھوڑ دیا تو وہ لمحوں میں فرعون، قارون، نمرود، یزید، حجاج اور متوکل بن سکتا ہے۔ اگرچہ اسے احساس یہی رہے گا کہ اس نے کائنات کا اقتدار حاصل کر لیا ہے اور پروردگار اس کے حال پر بہت زیادہ مہربان ہے۔

[2] قاضیوں کی یہ قسم ہر دور میں رہی ہے اور ہر علاقہ میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ گاؤں یا شہر میں اسی بات کو اپنا امتیاز تصور کرتے ہیں کہ انھیں فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے اگرچہ ان میں کسی قسم کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہی وہ قسم ہے جس نے دین خدا کو تباہ اور خلق خدا کو گمراہ کیا ہے اور یہی قسم شریح سے شروع ہو کر ان افراد تک پہونچ گئی ہے جو دوسروں کے مسائل کو بآسانی طے کر دیتے ہیں اور اپنے مسئلہ میں کسی طرح کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوتے ہیں اور نہ کسی کی رائے کو سننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ الدِّمَاءُ، وَتَعَجُّ مِنْهُ الْمَوَارِيثُ. إِلَى اللَّهِ أَشْكُو مِنْ مَعْشَرٍ يَعِيشُونَ جُهَّالاً وَيَمُوتُونَ ضُلاَّلاً، لَيْسَ فِيهِمْ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلاَوَتِهِ وَلاَ سِلْعَةٌ أَنْفَقُ بَيْعاً وَلاَ أَغْلَى ثَمَناً مِنَ الْكِتَابِ إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ، وَلاَ عِنْدَهُمْ أَنْكَرُ مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَلاَ أَعْرَفُ مِنَ الْمُنْكَرِ.[۱]

۱۸

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في ذم اختلاف العلماء في الفتيا

و فيه يذم أهل الرأي و يكل أمر الحكم في امور الدين للقرآن

ذم اهل الرأي

تَرِدُ عَلَى أَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِي حُكْمٍ مِنَ الأَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِرَأْيِهِ، ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلَى غَيْرِهِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِخَلاَفِ قوله، ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذٰلِكَ عِنْدَ الإِمَامِ الَّذِي اسْتَقْضَاهُمْ فَيُصَوِّبُ آرَاءَهُمْ جَمِيعاً - وَإِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ! وَنَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ! وَكِتَابُهُمْ وَاحِدٌ! -أَفَأَمَرَهُمُ اللَّهُ - سُبْحَانَهُ - بِالاخْتِلاَفِ فَأَطَاعُوهُ! أَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ!

الحكم للقرآن

أَمْ أَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ دِيناً نَاقِصاً فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلَى إِتْمَامِهِ! أَمْ كَانُوا شُرَكَاءَ لَهُ، فَلَهُمْ أَنْ يَقُولُوا وَعَلَيْهِ أَنْ يَرْضَى؟ أَمْ أَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ دِيناً تَامّاً فَقَصَّرَ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَبْلِيغِهِ وَأَدَائِهِ، وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: (مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ) وَقَالَ: (فِيهِ تِبْيَانٌ لِكُلِّ شَيْءٍ)[۲] وَ ذَكَرَ أَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضاً، وَأَنَّهُ لاَ اخْتِلاَفَ فِيهِ فَقَالَ سُبْحَانَهُ: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً). وَإِنَّ الْقُرْآنَ ظَاهِرُهُ أَنِيقٌ وَبَاطِنُهُ عَمِيقٌ، لاَ تَفْنَى عَجَائِبُهُ، وَلاَ تَنْقَضِي غَرَائِبُهُ، وَلاَ تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلاَّ بِهِ.

۱۹

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

قاله للاشعث بن قيس و هو على منبر الكوفة يخطب، فمضى في بعض كلامه شيء اعترضه الأشعث فيه، فقال: ياامير المؤمنين، هذه عليک لالك، فخفض ﴿عليه السلام﴾ إليه بصره ثم قال:

عجّ - بلند آواز سے فریاد کرنا

ابور - وہ متاع جس کا بازار ختم ہو جائے

انفق - وہ متاع جس کا بازار میں رواج ہو

(۱) واضح رہے کہ آج کا دور امیرالمومنینؑ کے دور سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے اور شائد اس فریاد کا منشا بھی یہی تھا کہ ہر دور کا حاکم اس آواز کو سن لے لیکن افسوس کہ جن کانوں کو مصالح اور منافع نے بہرہ بنا دیا ہے وہ کوئی آواز حق نہیں سن سکتے ہیں۔ معروف کا منکر اور منکر کا معروف ہو جانا اس دور میں شائد اُس دور سے کچھ زیادہ ہی واضح ہو چکا ہے بس انتظار اس وارث علیؑ کا ہے جو اس صورت حال کو تبدیل کرے اور ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے معمور کر دے۔

(۲) واضح رہے کہ یہ ساری تنقیدات افراد پر ہے جو قرآن و حدیث سے قطع نظر کر کے اپنی رائے اور پسند سے فتوی دیتے ہیں ورنہ کتاب و سنت کے سمجھنے میں اختلاف نظر ایک فطری امر ہے جسے نہ روکا جا سکتا ہے اور نہ اُس کی مذمت کی جا سکتی ہے۔ امیرالمومنینؑ کا بار بار لفظ رائے کو دہرانا اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب اہل رائے کے کارنامے ہیں اور ان میں کا حاکم سب کو صحیح قرار بھی دے سکتا ہے ورنہ استنباط احکام میں یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک فتویٰ لوح محفوظ کے مطابق ہوگا تو دوسرا اس کے خلاف ہوگا یہ اور بات ہے کہ مجتہد نے اپنے امکان بھر کوشش کر لی ہے تو گنہگار نہیں ہوگا بلکہ اجر و ثواب کا حقدار ہوگا۔ اگرچہ اس کا ثواب مطابق لوح محفوظ فتوی سے کچھ کم ضرور ہوگا۔

مصادر خطبہ ۱۸ مطالب السئول طلحہ شافعی ۱ صـ۱۴۱، احتجاج طبرسیؒ صـ۱۳۹، دعائم الاسلام قاضی نعمان ۱ صـ۹۳، بصائر الدرجات صفار، مستدرک الوسائل روایت ابن اذینہ ۳ صـ۱۷۴، البصائر والذخائر ابوحیان توحیدی ۱ صـ

مصادر خطبہ ۱۹ اغانی ابوالفرج الاصفہانی (متوفی قبل اشاعت نہج البلاغہ بہ چہل و چار سال) ۸ صـ۱۵۹

ناحق بہائے ہوئے خون اس کے فیصلوں کے ظلم سے فریادی ہیں اور غلط تقسیم کی ہوئی میراث چلّا رہی ہے۔ میں خدا کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہوں ایسے گروہ کی جو زندہ رہتے ہیں تو جہالت کے ساتھ اور مرجاتے ہیں تو ضلالت کے ساتھ۔ ان کے نزدیک کوئی متاع کتاب خدا سے زیادہ بے قیمت نہیں ہے اگر اس کی واقعی تلاوت کی جائے اور کوئی متاع اس کتاب سے زیادہ قیمتی اور فائدہ مند نہیں ہے اگر اس کے مفاہیم میں تحریف کر دی جائے۔ ان کے لئے معروف سے زیادہ منکر کچھ نہیں ہے اور منکر سے زیادہ معروف کچھ نہیں ہے۔[۵۱]

۱۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(علماء کے درمیان اختلاف فتویٰ کے بارے میں اور اسی میں اہل رائے کی مذمت اور قرآن کی مرجعیت کا ذکر کیا گیا ہے)

مذمت اہل رائے ــــ ان لوگوں کا عالم یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی مسئلہ کا فیصلہ آتا ہے تو وہ اپنی رائے سے فیصلہ کر دیتا ہے اور پھر یہی قضیہ بعینہ دوسرے کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد تمام قضاۃ اس حاکم کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انھیں قاضی بنایا ہے تو وہ سب کی رائے کی تائید کر دیتا ہے جب کہ سب کا خدا ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے۔ تو کیا خدا ہی نے انھیں اختلاف کا حکم دیا ہے اور یہ اسی کی اطاعت کر رہے ہیں یا اس نے انھیں اختلاف سے منع کیا ہے مگر پھر بھی اس کی مخالفت کر رہے ہیں؟ یا خدا نے دین ناقص نازل کیا ہے اور ان سے اس کی تکمیل کے لئے مدد مانگی ہے یا یہ سب خود اس کی خدائی ہی میں شریک ہیں اور انھیں یہ حق حاصل ہے کہ یہ بات کہیں اور خدا کا فرض ہے کہ وہ قبول کرے یا خدا نے دین کامل نازل کیا تھا اور رسول اکرمؐ نے اس کی تبلیغ اور ادائیگی میں کوتاہی کر دی ہے جب کہ اس کا اعلان ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی ہے اور اس میں ہر شے کا بیان موجود ہے۔[۵۲] اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے۔ یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں بے پناہ اختلاف ہوتا۔ یہ قرآن وہ ہے جس کا ظاہر خوبصورت اور باطن عمیق اور گہرا ہے۔ اس کے عجائب فنا ہونے والے نہیں ہیں اور تاریکیوں کا خاتمہ اس کے علاوہ اور کسی کلام سے نہیں ہو سکتا ہے۔

۱۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

جسے اس وقت فرمایا جب منبر کوفہ پر خطبہ دے رہے تھے اور اشعث بن قیس نے ٹوک دیا کہ یہ بیان آپ خود اپنے خلاف دے رہے ہیں۔

آپ نے پہلے نگاہوں کو نیچا کر کے سکوت فرمایا اور پھر پُرجلال انداز سے فرمایا:

[۵۱] یاد رہے کہ امیر المومنینؑ نے مسئلہ کے تمام احتمالات کا سد باب کر دیا ہے اور اب کسی رائے پرست انسان کے لئے فرار کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور اسے مذہب میں رائے اور قیاس کو استعمال کرنے کے لئے ایک نہ ایک مہمل بنیاد کو اختیار کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر رائے اور قیاس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

مَا يُدْرِيكَ مَا عَلَيَّ مِمَّا لِي، عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللهِ وَ لَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ! حَائِكٌ ابْنُ حَائِكٍ! مُنَافِقٌ ابْنُ كَافِرٍ! وَاللهِ لَقَدْ أَسَرَكَ الْكُفْرُ مَرَّةً وَ الْإِسْلَامُ أُخْرَى (مرة)! فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَالُكَ وَلَا حَسَبُكَ! وَ إِنَّ امْرَأً دَلَّ عَلَى قَوْمِهِ السَّيْفَ، وَ سَاقَ إِلَيْهِمُ الْحَتْفَ، لَحَرِيٌّ أَنْ يَمْقُتَهُ الْأَقْرَبُ، وَ لَا يَأْمَنَهُ الْأَبْعَدُ!

قال السيد الشريف: يريد ﴿عليه السلام﴾ أنه أسر في الكفر مرة و في الإسلام مرة. و أما قوله: دل على قومه السيف: فأراد به حديثاً كان للأشعث مع خالد بن الوليد باليمامة، غرّ فيه قومه و مكر بهم حتى أوقع بهم خالد، وكان قومه بعد ذلك يسمونه «عرف النار» وهو اسم للغادر عندهم.

٢٠

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و فيه ينفر من الغفلة وينبه إلى الفرار لله

فَإِنَّكُمْ لَوْ قَدْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَ وَهِلْتُمْ، وَ سَمِعْتُمْ وَ أَطَعْتُمْ، وَ لٰكِنْ مَحْجُوبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا، وَ قَرِيبٌ مَا يُطْرَحُ الْحِجَابُ! وَ لَقَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ، وَ أُسْمِعْتُمْ إِنْ سَمِعْتُمْ، وَ هُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ، وَ بِحَقٍّ أَقُولُ لَكُمْ: لَقَدْ جَاهَرَتْكُمُ الْعِبَرُ، وَ زُجِرْتُمْ بِمَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ. وَ مَا يُبَلِّغُ عَنِ اللهِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَاءِ إِلَّا الْبَشَرُ.

٢١

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و هي كلمة جامعة للعظة و الحكمة

فَإِنَّ الْغَايَةَ أَمَامَكُمْ، وَ إِنَّ وَرَاءَكُمُ السَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ. تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا، فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ آخِرُكُمْ.

قال السيد الشريف، أقول: إن هذا الكلام لو وزن، بعد كلام الله سبحانه و بعد كلام رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم، بكل كلام لمال به راجحاً، و برز عليه سابقاً. فأما قوله ﴿عليه السلام﴾: «تخففوا تلحقوا» فما سمع كلام أقل منه مسموعاً و لا أكثر منه محصولاً، و ما أبعد غورها من كلمة! و أنقع نطفتها من حكمة! و قد نبهنا في كتاب «الخصائص» على عظم قدرها و شرف جوهرها.

(۱) امیرالمومنینؑ نہروان کے بعد تحکیم کی خرابیوں پر تبصرہ فرما رہے تھے کہ اشعث بن قیس نے کہہ دیا کہ یہ تو آپ اپنے ہی خلاف بول رہے ہیں کہ یہ سب محکم رائے کو قبول نہ کرنے کا انجام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ظالم تجھے کیا خبر ہے کہ یہ سب میری بات نہ ماننے اور تحکیم پر اصرار کرنے کا انجام ہے اور اس کے بعد اسے سخن بافی کی بنا پر حائک کے لقب سے تعبیر کیا اور حقیقت امر کے اعتبار سے منافق قرار دیدیا پھر اس کی غداری کی طرف بھی اشارہ فرمایا اور اسے مکمل طور پر ناقابل اعتبار قرار دیدیا لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود وہ بخاری۔ مسلم ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ سب کے راویان احادیث میں شامل ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی قوم سے غداری کے صلہ میں اپنی بہن ام فروہ کا عقد اسی سے کیا ہے اور اس کی بیٹی جعدہ امام حسنؑ کی قاتل ہے اور اس کا بیٹا محمد بن اشعث جناب مسلم کا قاتل ہے بلکہ کربلا کے قاتلوں میں بھی شامل ہے۔ اشعث کا اصل نام معدیکرب تھا لیکن بال پریشان ہونے کی وجہ سے اشعث کہا جانے لگا اور ظالم نے اسلام کی زلفوں کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پریشان کر دیا۔

شیخ محمد عبدہ کا بیان ہے کہ "اشعث بن قیس امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں اسی طرح شامل تھا جس طرح عبداللہ بن ابی سلول رسول اکرمؐ کے اصحاب میں اور دونوں رأس المنافقین کی حیثیت رکھتے تھے" اس ظالم نے صفین میں حکمین ماننے پر امیرالمومنینؑ کو مجبور کیا تھا اور اس نے عمرو عاص سے سازباز کر کے نیزوں پر قرآن بلند کرایا تھا۔

(۲) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حیالت (پارچہ بافی) ایک پیشہ ہے اور یمن میں اس کا رواج بہت تھا جہاں کا رہنے والا یہ اشعث بن قیس تھا لیکن ظاہر ہے کہ امیرالمومنینؑ کی تنقید صرف پیشہ کی بنیاد پر نہیں تھی ورنہ اگر تمام افراد یہ کام ترک کر دیں تو اولاد آدمؑ کو لباس بھی نصیب نہیں ہوگا۔ یہ ایک معنوی عمل کی طرف اشارہ ہے جو ظاہری پیشہ سے ملتا جلتا ہے۔

مصادر خطبہ ۲۰ اصول کافی کلینیؒ ۱ ص۳۰۵
مصادر خطبہ ۲۱ خصائص شریف رضی ص۸۶ ، تاریخ طبری ۵ ص۱۵۷

تجھے کیا خبر کہ کون سی بات میرے موافق ہے اور کون سی میرے خلاف ہے۔ تجھ پر خدا اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت۔ تو سخن باف اور تانے بانے درست کرنے والے کا فرزند ہے۔ تو منافق ہے اور تیرا باپ کھلا ہوا کافر تھا۔ خدا کی قسم تو ایک مرتبہ کفر کا قیدی بنا اور دوسری مرتبہ اسلام کا۔ لیکن نہ تیرا مال کام آیا نہ حسب۔ اور جو شخص بھی اپنی قوم کی طرف تلوار کو راستہ بتلائے گا اور موت کو کھینچ کر لائے گا وہ اس بات کا حقدار ہے کہ قریب والے اس سے نفرت کریں اور دور والے اس پر بھروسہ نہ کریں۔

سید رضیؒ ۔ امامؑ کا مقصد یہ ہے کہ اشعث بن قیس ایک مرتبہ دور کفر میں قیدی بنا تھا اور دوسری مرتبہ اسلام لانے کے بعد! ۔ تلوار کی رہنمائی کا مقصد یہ ہے کہ جب یمامہ میں خالد بن ولید نے چڑھائی کی تو اس نے اپنی قوم سے غداری کی اور سب کو خالد کی تلوار کے حوالہ کر دیا جس کے بعد سے اس کا لقب "عُرف النار" ہو گیا جو اس دور میں ہر غدار کا لقب ہوا کرتا تھا۔

۲۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

جس میں غفلت سے بیدار کیا گیا ہے اور خدا کی طرف دوڑ کر آنے کی دعوت دی گئی ہے

یقیناً جن حالات کو تم سے پہلے مرنے والوں نے دیکھ لیا ہے اگر تم بھی دیکھ لیتے تو پریشان و مضطرب ہو جاتے اور بات سُننے اور اطاعت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے لیکن مشکل یہ ہے کہ ابھی وہ چیزیں تمہارے لئے پس حجاب ہیں اور عنقریب یہ پردہ اُٹھنے والا ہے۔ بیشک تمھیں سب کچھ دکھایا جا چکا ہے اگر تم نگاہ بینا رکھتے ہو اور سب کچھ سُنایا جا چکا ہے اگر تم گوش شنوا رکھتے ہو اور تمھیں ہدایت دی جا چکی ہے اگر تم ہدایت حاصل کرنا چاہو اور میں بالکل برحق کہہ رہا ہوں کہ عبرتیں تمہارے سامنے کھل کر آچکی ہیں اور تمھیں اسقدر ڈرایا جا چکا ہے جو بقدر کافی ہے اور ظاہر ہے کہ آسمانی فرشتوں کے بعد الٰہی پیغام کو انسان ہی پہونچانے والا ہے۔

۲۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

جو ایک کلمہ ہے لیکن تمام موعظت و حکمت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے

بیشک منزل مقصود تمہارے سامنے ہے اور ساعت موت تمہارے تعاقب میں ہے اور تمھیں اپنے ساتھ لے کر چل رہی ہے۔ اپنا بوجھ[1] ہلکا کر لو تاکہ پہلے والوں سے ملحق ہو جاؤ کہ ابھی تمہارے سابقین سے تمہارا انتظار کرایا جا رہا ہے۔!

سید رضیؒ ۔ اس کلام کو کلامِ خدا اور رسولؐ کے بعد کسی کلام کے ساتھ رکھ دیا جائے تو اس کا پلہ بھاری ہی رہے گا اور یہ سب سے آگے نکل جائے گا۔ "تخففوا تلحقوا" سے زیادہ مختصر اور بلیغ کلام تو کبھی دیکھا اور سُنا ہی نہیں گیا ہے۔ اس کلمہ میں کس قدر گہرائی پائی جاتی ہے اور اس حکمت کا چشمہ کس قدر شفاف ہے۔ ہم نے کتاب خصائص میں اس کی قدر و قیمت اور عظمت و شرافت پر مکمل تبصرہ کیا ہے۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہ انسانی زندگی کے لئے ایک بوجھ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی بوجھ ہے جو انسان کو آگے نہیں بڑھنے دیتا ہے اور وہ اسی دنیاداری میں مبتلا رہ جاتا ہے ورنہ انسان کا بوجھ ہلکا ہو جائے تو تیز قدم بڑھا کر ان سابقین سے ملحق ہو سکتا ہے جو نیکیوں کی طرف سبقت کرتے ہوئے بلند ترین منزلوں تک پہونچ گئے ہیں۔

امیرالمومنینؑ کی دی ہوئی یہ مثال وہ ہے جس کا تجربہ ہر انسان کی زندگی میں برابر سامنے آتا رہتا ہے کہ قافلہ میں جس کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے وہ پیچھے رہ جاتا ہے اور جس کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ صرف مشکل یہ ہے کہ انسان کو گناہوں کے بوجھ ہونے کا احساس نہیں ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل   تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

۲۲

و من خطبة له (عليه السلام)

حين بلغه خبر الناكثين ببيعته

ذم الناكثين

أَلَا وَ إِنَّ ٱلشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَّرَ حِزْبَهُ، وَ ٱسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ، لِيَعُودَ ٱلْجَوْرُ إِلَىٰ أَوْطَانِهِ، وَ يَرْجِعَ ٱلْبَاطِلُ إِلَىٰ نِصَابِهِ. وَٱللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَراً، وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ نَصِفاً.

يذم عملهم

وَ إِنَّهُمْ لَيَطْلُبُونَ حَقّاً هُمْ تَرَكُوهُ، وَ دَماً هُمْ سَفَكُوهُ: فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ، وَ لَئِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي، فَمَا ٱلتَّبِعَةُ إِلَّا عِنْدَهُمْ، وَ إِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ، يَرْتَضِعُونَ أُمّاً قَدْ فَطَمَتْ، وَ يُحْيُونَ بِدْعَةً قَدْ أُمِيتَتْ. يَا خَيْبَةَ الدَّاعِي! مَنْ دَعَا! وَ إِلَامَ أُجِيبَ! وَ إِنِّي لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللهِ عَلَيْهِمْ وَ عِلْمِهِ فِيهِمْ.

فَإِنْ أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ ٱلسَّيْفِ وَ كَفَىٰ بِهِ شَافِياً مِنَ ٱلْبَاطِلِ، وَ نَاصِراً لِلْحَقِّ! وَ مِنَ ٱلْعَجَبِ بَعْثُهُمْ إِلَيَّ أَنْ أَبْرُزَ لِلطِّعَانِ! وَ أَنْ أَصْبِرَ لِلْجِلَادِ! هَبِلَتْهُمُ ٱلْهَبُولُ! لَقَدْ كُنْتُ وَ مَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَلَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ! وَ إِنِّي لَعَلَىٰ يَقِينٍ مِنْ رَبِّي، وَ غَيْرِ شُبْهَةٍ مِنْ دِينِي.

۲۳

و من خطبة له (عليه السلام)

و تشتمل على تهذيب الفقراء بالزهد و تأديب الأغنياء بالشفقة

تهذيب الفقراء

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ ٱلْأَمْرَ يَنْزِلُ مِنَ ٱلسَّمَاءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ كَقَطَرَاتِ ٱلْمَطَرِ إِلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ، فَإِنْ رَأَىٰ أَحَدُكُمْ لِأَخِيهِ

(۱) قرآن مجید نے واضح طور پر دو طرح کے گروہوں کی نشاندہی کی ہے۔ ایک کا نام حزب اللہ ہے جس کا طریقۂ کار اللہ، رسول اور مخصوص صاحبان ایمان کی ولایت و حکومت کا اقرار ہے اور ایک کا نام حزب الشیطان ہے جس کا اصول ذکر خدا سے غفلت اور یاد خدا سے محرومی ہے اور اس کے نتیجہ میں شیطان ان پر غالب آجاتا ہے اور اپنے اشاروں پر چلانے لگتا ہے۔

مولائے کائنات نے اہل جمل کو حزب الشیطان سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ انھوں نے اولیاء اللہ کی ولایت سے انکار کر دیا اور احکام الٰہی سے یکسر غافل ہو گئے۔ ان کے قائد نے گھر میں بیٹھنے کے حکم کو نظرانداز کر دیا اور ان کے لشکر نے "اَنفسنا" کی عظمت سے غافل ہو کر گویا سرکار دو عالم کے خلاف فوج کشی شروع کر دی۔

اس سلسلہ میں تین نمایاں کردار ہیں طلحہ، زبیر اور عائشہ اور تینوں کے بارے میں تاریخ کا بیان ہے کہ قتل عثمان کی تمامتر ذمہ داری انھیں افراد پر تھی۔ طلحہ کے بارے میں ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ یہ خود نقاب اوڑھ کر حضرت عثمان کے گھر پر تیر باراں کر رہا تھا اور زبیر کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ اس نے لوگوں کو قتل پر آمادہ کیا تو بعض افراد نے کہا کہ تمہارا بیٹا تو ان کی حفاظت کر رہا ہے۔ کہا کہ وہ بھی قتل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر عثمان کو بہرحال قتل ہو جانا چاہئے اور حضرت عائشہ کا فتویٰ تو مشہور ہے کہ نعثل کو قتل کر دو۔ یہ کافر ہو گیا ہے۔ اس کے بعد امیر المومنینؑ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان سے کس خون کا انتقام طلب کیا جا رہا ہے

مصادر خطبہ ۲۲ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص۱۵۴، الغارات ہلال ثقفی۔ المسترشد طبری ص۹۵، کشف المحجہ سید ابن طاؤسؒ ص۱۷۳، امالی طوسیؒ ۱ ص۱۷۲، مناقب خوارزمی ص۱۱۷، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۱۷۱۔ ص۱۲۷ ارشاد مفیدؒ ص۱۲۰، الوافی کتاب الجہاد، الجمل للمفیدؒ ص۱۳۸، الکافی ۵ ص۵۳

مصادر خطبہ ۲۳ کافی ۲ ص۲۹۴، العقد الفرید ۲ ص۳۶۶، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۴۹، ربیع الابرار باب الکسب والمال، کنز العمال ۸ ص۲۲۵، تاریخ دمشق ابن عساکر، غریب الحدیث ورقہ ۱۸۳، نہایۃ ابن اثیر ۳ ص۶۸، الجمع بین الغریبین ہروی، عیون الاخبار ۱ ص۱۸۹، کافی ۲ ص۱۲۳ باب صلہ رحم، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۹۷، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۸۲

۲۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جب آپ کو خبر دی گئی کہ کچھ لوگوں نے آپ کی بیعت توڑ دی ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان نے اپنے گروہ کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے اور فوج کو جمع کر لیا ہے تاکہ ظلم اپنی منزل پر پلٹ آئے اور باطل اپنے مرکز کی طرف واپس آجائے۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے نہ مجھ پر کوئی سچا الزام لگایا ہے اور نہ میرے اور اپنے درمیان کوئی انصاف کیا ہے۔ یہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کر رہے ہیں جو خود انھوں نے نظر انداز کیا ہے اور اس خون کا تقاضا کر رہے ہیں جو خود انھوں نے بہایا ہے۔ پھر اگر میں ان کے ساتھ شریک تھا تو ان کا بھی تو ایک حصہ تھا اور وہ تنہا مجرم تھے تو ذمہ داری بھی انھیں پر ہے۔ بیشک ان کی عظیم ترین دلیل بھی انھیں کے خلاف ہے۔ یہ اس ماں سے دودھ پینا چاہتے ہیں جس کا دودھ ختم ہو چکا ہے اور اس بدعت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں جو مر چکی ہے[1]۔ ہائے کس قدر نامراد یہ جنگ کا داعی ہے[2]۔ کون پکار رہا ہے؟ اور کس مقصد کے لئے اس کی بات سنی جا رہی ہے؟ میں اس بات سے خوش ہوں کہ پروردگار کی حجت ان پر تمام ہو چکی ہے اور وہ ان کے حالات سے باخبر ہے۔

اب اگر ان لوگوں نے حق کا انکار کیا ہے تو میں انھیں تلوار کی باڑھ عطا کروں گا کہ وہی باطل کی بیماری سے شفا دینے والی اور حق کی واقعی مددگار ہے۔ حیرت انگیز بات ہے کہ یہ لوگ مجھے نیزہ بازی کے میدان میں نکلنے اور تلوار کی جنگ سہنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ رونے والیاں ان کے غم میں روئیں۔ مجھے تو کبھی بھی جنگ سے خوفزدہ نہیں کیا جا سکا ہے اور نہ میں شمشیر زنی سے مرعوب ہوا ہوں۔ میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے منزل یقین پر ہوں اور مجھے دین کے بارے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔

۲۳۔ آپ کے ایک خطبہ کا ایک حصہ

جس میں فقراء کو زہد اور سرمایہ داروں کو شفقت کی ہدایت دی گئی ہے۔

امابعد! ــ انسان کے مقسوم میں کم یا زیادہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا امر آسمان سے زمین کی طرف بارش کے قطرات کی طرح نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے پاس اہل و مال یا نفس کی فراوانی دیکھے تو اس کے لئے فتنہ نہ بنے۔

[1] تاریخ کا مسلمہ ہے کہ عثمان نے اپنے دور حکومت میں اپنے پیشرو تمام حکام کے خلاف اقربا پرستی اور بیت المال کی بے بنیاد تقسیم کا بازار گرم کر دیا تھا اور یہی بات ان کے قتل کا بنیادی سبب بن گئی۔ ظاہر ہے کہ ان کے قتل کے بعد یہ بدعت بھی مردہ ہو چکی تھی لیکن طلحہ نے امیرالمومنینؑ سے بصرہ کی گورنری اور زبیر نے کوفہ کی گورنری کا مطالبہ کر کے پھر اس بدعت کو زندہ کرنا چاہا جو ایک امام معصومؑ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا ہے چاہے اس کی کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔

[2] ابن ابی الحدید کے نزدیک داعی سے مراد طلحہ، زبیر اور عائشہ ہیں جنھوں نے آپؑ کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائی تھی لیکن انجام کار سب کو ناکام اور نامراد ہونا پڑا اور کوئی نتیجہ ہاتھ نہ آیا جس کی طرف آپؑ نے تحقیر آمیز لہجہ میں اشارہ کیا ہے اور صاف واضح کر دیا ہے کہ میں جنگ سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ تلوار میرا تکیہ ہے اور یقین میرا سہارا۔ اس کے بعد مجھے کس چیز سے خوفزدہ کیا جا سکتا ہے۔

غَـفِيرَةً فِي أَهْـلٍ أَوْ مَـالٍ أَوْ نَـفْسٍ فَـلَا تَكُـونَنَّ لَـهُ فِـتْنَةً؛ فَـإِنَّ ٱلْـمَرءَ ٱلْمُسْلِمَ مَـا لَمْ يَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ (تطهر) فَـيَخْشَعُ لَهَـا إِذَا ذُكِـرَت، وَ يُـغْرَىٰ بِهَـا لِـئَامُ النَّـاسِ، كَـانَ كَـالْفَالِجِ الْـيَاسِرِ الَّـذِي يَـنْتَظِرُ أَوَّلَ فَـوْزَةٍ مِـنْ قِـدَاحِـهِ تُـوجِبُ لَـهُ ٱلْمَغْنَمَ، وَ يُـرْفَعُ بِهَـا عَـنْهُ ٱلْـمَغْرَمُ. وَكَـذٰلِكَ الْـمَرءُ ٱلْمُسْلِمُ ٱلْبَرِيءُ مِـنَ ٱلْخِيَانَةِ يَـنْتَظِرُ مِـنَ اللهِ إِحْـدَى ٱلْحُسْـنَيَيْنِ: إِمَّـا دَاعِـيَ اللهِ فَمَا عِـنْدَاللهِ خَـيْرٌ لَـهُ، وَ إِمَّـا رِزْقَ اللهِ فَـإِذَا هُـوَ ذُو أَهْـلٍ وَ مَـالٍ، وَ مَـعَهُ دِيـنُهُ وَ حَسَـبُهُ. وَ إِنَّ ٱلْمَـالَ وَٱلْـبَنِينَ حَـرْثُ الدُّنْـيَا، وَالْـعَمَلَ الصَّـالِحَ حَـرْثُ ٱلْآخِـرَةِ، وَ قَـدْ يَجْـمَعُهُمَا اللهُ تَـعَالَىٰ لِأَقْـوَامٍ[۱]، فَـاحْذَرُوا مِنَ اللهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَـفْسِهِ (شخصه)، وَ ٱخْشَـوْهُ خَشْـيَةً لَـيْسَتْ بِـتَعْذِيرٍ، وَٱعْـمَلُوا فِي غَـيْرِ رِيَـاءٍ وَلَا سُمْـعَةٍ[۲]؛ فَـإِنَّهُ مَـنْ يَـعْمَلْ لِغَيْرِ اللهِ يَكِـلْهُ اللهُ لِمَـنْ عَـمِلَ لَـهُ. نَسْأَلُ اللهَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَ مُعَايَشَةَ السُّعَدَاءِ، وَ مُرَافَقَةَ ٱلْأَنْبِيَاءِ.

تادیب الاغنیاء.

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَايَسْتَغْنِي الرَّجُـلُ - وَ إِنْ كَـانَ ذَا مَـالٍ - عَـنْ عِـتْرَتِهِ (عشيرته)، وَدِفَـاعِهِمْ عَـنْهُ بِأَيْـدِيهِمْ وَأَلْسِـنَتِهِمْ، وَ هُـمْ أَعْـظَمُ النَّـاسِ حَـيْطَةً مِـنْ وَرَائِـهِ، وَأَلَمُّـهُمْ لِشَـعَثِهِ، وَأَعْـطَفُهُمْ عَـلَيْهِ عِـنْدَ نَـازِلَةٍ إِذَا نَـزَلَتْ بِـهِ. وَ لِسَـانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ ٱلْمَالِ يَـرِثُهُ غَـيْرُهُ.

و منها: أَلَالَا يَعْدِلَنَّ أَحَدُكُمْ عَنِ ٱلْـقَرَابَةِ يَـرَى بِهَـا ٱلْخَـصَاصَةَ أَنْ يَسُـدَّهَا بِـالَّذِي لَا يَـزِيدُهُ إِنْ أَمْسَكَـهُ وَلَا يَـنْقُصُهُ إِنْ أَهْـلَكَهُ؛ وَ مَـنْ يَـقْبِضْ يَـدَهُ عَـنْ عَشِـيرَتِهِ، فَـإِنَّمَا تُـقْبَضُ مِـنْهُ عَـنْهُمْ يَـدٌ وَاحِـدَةٌ، وَ تُـقْبَضُ مِـنْهُمْ عَـنْهُ أَيْـدٍ كَـثِيرَةٌ؛ وَ مَـنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْـتَدِمْ مِـنْ قَـوْمِهِ ٱلْـمَوَدَّةَ(المحبة)

قـال السـيد الشـريف: أقـول: الغـفيرة ها هـنا الزيـادة و الكـثرة. مـن قـولهم للـجمع الكـثير: الجـم الغـفير، و الجـماء الغـفير. و يـروى «عـفوة مـن اهـل او مـال» و العـفوة؛ الخـيار مـن

① جب یہ بات طے شدہ ہے کہ رزق کا کاروبار پروردگار کے ہاتھوں میں ہے اور اسی نے رزق کا وعدہ کیا ہے اور وہی عطا کرنے والا ہے اور اسی نے واضح لفظوں میں اعلان کر دیا ہے کہ "تمہارا رزق بھی آسمانوں میں محفوظ ہے اور تمہارے ہر وعدہ کا سامان آسمان میں موجود ہے۔" تو دوسرے کے مال پر نظر لگانا یا پروردگار کے نظام تقسیم پر عدم اعتماد ہے یا اسے غفلت کا مورد الزام ٹھہراتا ہے اور یہ دونوں باتیں مسلمان کے عقیدہ کے خلاف ہیں لہٰذا مسلمان نہ حرص پیدا کر سکتا ہے اور نہ حسد کو جگہ دے سکتا ہے۔ اسلامی کردار یہ ہے کہ وعدہ الٰہی پر بھروسہ کیا جائے اور خیانت سے اپنے دامن کو محفوظ رکھا جائے۔ خدا چاہے تو دین و دنیا دونوں عطا کر سکتا ہے۔ اس کے خزانۂ غیب میں کوئی کمی نہیں ہے۔

انسان کی ذمہ داری اعمال میں احتیاط اور اخلاص ہے کہ اگر ذرہ برابر بھی ریاکاری پیدا ہو گئی تو پروردگار اجر سے محروم کر کے اسی کے حوالہ کر دے گا جس کے لئے عمل انجام دیا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے کام آنے والا نہیں ہے وہ نفسی نفسی کا دن ہو گا ہر شخص اپنے حال میں پریشان ہو گا۔ دوسرے کی پریشانی پر کون نظر کرے گا۔ اس دن تو وہی افراد کام آسکتے ہیں جنھیں اپنے اعمال اور حساب کی پریشانی نہ ہو ورنہ قوم۔ قبیلہ۔ خاندان کوئی کام آنے والا نہیں ہے انسان کوشش کرے کہ روز قیامت ان نیک بندوں کی رفاقت حاصل ہو جائے جو اس دن بھی کام آسکتے ہیں اور جن کی شفاعت بخشش کا سہارا بن سکتی ہے اور یہ تین ہی طرح کے افراد ہیں۔ انبیاء کرام۔ اولیاء اللہ اور شہداء راہ خدا انھوں نے وہ کردار انجام دیا ہے جو خود ان کے بھی کام آنے والا ہے اور دوسروں کے بھی کام آنے والا ہے۔

② واضح رہے کہ عمل کی تباہی صرف ریاکاری میں نہیں ہوتی ہے بلکہ دکھانے ہی کی طرح سنانے کا جذبہ بھی ہے کہ انسان اس امید کے ساتھ عمل انجام دے کہ اس کی آواز دور تک پہنچ جائے گی تو یہ جذبہ بھی اسی طرح عمل کو برباد کر دیتا ہے جس طرح ریاکاری اور دکھاوے کا جذبہ عمل کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے!

کہ مرد مسلم کے کردار میں اگر ایسی پستی نہیں ہے جس کے ظاہر ہو جانے کے بعد جب بھی اس کا ذکر کیا جائے اس کی نگاہ شرم سے جھک جائے اور پست لوگوں کے حوصلے اس سے بلند ہو جائیں تو اس کی مثال اس کامیاب جواری کی ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی مرحلہ میں کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے فائدہ حاصل ہو اور گزشتہ فساد کی تلافی ہو جائے۔

یہی حال اس مرد مسلمان کا ہے جس کا دامن خیانت سے پاک ہو کہ وہ ہمیشہ پروردگار سے دو میں سے ایک نیکی کا امیدوار رہتا ہے یا داعی اجل آجائے تو جو کچھ اس کی بارگاہ میں ہے وہ اس دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے یا رزق خدا حاصل ہو جائے تو وہ صاحب اہل و مال بھی ہوگا اور اس کا دین اور وقار بھی برقرار رہے گا۔ یاد رکھو مال اور اولاد دنیا کی کھیتی ہے اور عمل صالح آخرت کی کھیتی ہے اور کبھی کبھی پروردگار بعض اقوام کے لئے دونوں کو جمع کر دیتا ہے[1] لہٰذا خدا سے اس طرح ڈرو جس طرح اس نے ڈرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا خوف اس طرح پیدا کرو کہ پھر معذرت نہ کرنا پڑے۔ عمل کرو۔ تو دکھانے سنانے سے[2] الگ رکھو کہ جو شخص بھی غیر خدا کے واسطے عمل کرتا ہے خدا اسے اسی شخص کے حوالے کر دیتا ہے۔ میں پروردگار سے شہیدوں کی منزل۔ نیک بندوں کی صحبت اور انبیاء کرام کی رفاقت کی دعا کرتا ہوں۔

ایہا الناس! یاد رکھو کہ کوئی شخص کسی قدر بھی صاحب مال کیوں نہ ہو جائے اپنے قبیلہ اور ان لوگوں کے ہاتھ اور زبان کے ذریعہ دفاع کرنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ انسان کے بہترین محافظ ہوتے ہیں اس کی پراگندگی کے دور کرنے والے اور مصیبت کے نزول کے وقت اس کے حال پر مہربان ہوتے ہیں۔ پروردگار بندہ کے لئے جو ذکر خیر لوگوں کے درمیان قرار دیتا ہے وہ اس مال سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے جس کے وارث دوسرے افراد ہو جاتے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے کوئی شخص بھی اپنے اقربا[1] کو محتاج دیکھ کر اس مال سے حاجت برآری کرنے سے گریز نہ کرے جو باقی رہ جائے تو بڑھ نہیں جائے گا اور خرچ کر دیا جائے تو کم نہیں ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جو شخص بھی اپنے عشیرہ اور قبیلہ سے اپنا ہاتھ روک لیتا ہے تو اس قبیلہ سے ایک ہاتھ رک جاتا ہے اور خود اس کے لئے بیشمار ہاتھ رک جاتے ہیں۔ اور جس کے مزاج میں نرمی ہوتی ہے وہ قوم کی محبت کو ہمیشہ کے لئے حاصل کر لیتا ہے۔

سید رضیؒ۔ اس مقام پر غفیرہ کثرت کے معنی میں ہے جس طرح جمع کثیر کو جمع کثیر کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں غفیرہ کے بجائے عفوہ ہے جو منتخب اور پسندیدہ شے کے معنی میں ہے۔

[1] اگرچہ اسلام نے بظاہر فقیر کو غنی کے مال میں یا رشتہ دار کو رشتہ دار کے مال میں شریک نہیں بنایا ہے لیکن اس کا یہ فلسفہ کہ تمام املاک دنیا کا مالک حقیقی پروردگار ہے اور اس کے اعتبار سے تمام بندے ایک جیسے ہیں۔ سب اس کے بندے ہیں اور سب کے رزق کی ذمہ داری اسی کی ذات اقدس پر ہے۔ اس امر کی علامت ہے کہ اس نے ہر غنی کے مال میں ایک حصہ فقیروں اور محتاجوں کا ضرور قرار دیا ہے اور اسے جبراً واپس نہیں لیا ہے بلکہ خود غنی کو انفاق کا حکم دیا ہے تاکہ مال اس کے اختیار سے فقیر تک جائے۔ اس طرح وہ آخرت میں اجر و ثواب کا حقدار ہو جائے گا اور دنیا میں فقراء کے دل میں اس کی جگہ بن جائے گی جو صاحبانِ ایمان کا شرف ہے کہ پروردگار لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت قرار دے دیتا ہے۔

پھر اس انفاق میں کسی طرح کا نقصان بھی نہیں ہے۔ مال یوں ہی باقی رہ گیا تو بھی دوسروں ہی کے کام آئے گا تو کیوں نہ ایسا ہو کہ اسی کے کام آجائے جس کے زور بازو نے جمع کیا ہے اور پھر وہ جماعت بھی ہاتھ آجائے جو کسی وقت بھی کام آسکتی ہے۔ جگر جگر ہوتا ہے اور دگر دگر ہوتا ہے۔!

الشيء، يقال اكلت العفوة الطعام، أي خياره. و ما احسن المعنى الذي أراده ﴿ﷺ﴾ بقوله: «و من يقبض يده عن عشيرته... الى تمام الكلام، فإن الممسك خيره عن عشيرته إنما يمسك نفع يد واحدة؛ فإذا احتاج إلى نصرتهم، و اضطر إلى مرافدتهم، قعدوا عن نصره، و تثاقلوا عن صوته، فمنع ترافد الأيدي الكثيرة، و تناهض الأقدام الجمة.

٢٤

و من خطبة له ﴿ﷺ﴾

الدعوة إلى طاعة الله

وَ لَعَمْرِي مَا عَلَيَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ، وَ خَابَطَ الْغَيَّ، مِنْ إِدْهَانٍ وَلاَ إِيهَانٍ. فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ، وَ فِرُّوا إِلَى اللهِ مِنَ اللهِ، وَ امْضُوا فِي الَّذِي نَهَجَهُ لَكُمْ، وَ قُومُوا بِمَا عَصَبَهُ بِكُمْ. فَعَلِيٌّ ضَامِنٌ لِفَلْجِكُمْ آجِلاً، إِنْ لَمْ تُمْنَحُوهُ عَاجِلاً.[1]

٢٥

و من خطبة له ﴿ﷺ﴾

و قد تواترت عليه الأخبار باستيلاء أصحاب معاوية على البلاد، و قدم عليه عاملاه على اليمن، وهما عبيد الله بن عباس و سعيد بن نمران لما غلب عليهما بسر بن أبي أرطاة، فقام ﴿ﷺ﴾ على المنبر ضجراً بتثاقل أصحابه عن الجهاد، و مخالفتهم له في الرأي، فقال:

مَا هِيَ إِلَّا الْكُوفَةُ، أَقْبِضُهَا وَأَبْسُطُهَا، إِنْ لَمْ تَكُونِي إِلَّا أَنْتِ، تَهُبُّ أَعَاصِيرُكِ فَقَبَّحَكِ اللهُ!

و تمثل بقول الشاعر:

لَعَمْرُ أَبِيكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو إِنَّنِي ... عَلَى وَضَرٍ - مِنْ ذَا الْإِنَاءِ - قَلِيلِ

ثم قال ﴿ﷺ﴾:

أُنْبِئْتُ بُسْراً قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ، وَ إِنِّي وَ اللهِ لَأَظُنُّ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُونَ مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَى بَاطِلِهِمْ، وَ تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ، وَ بِمَعْصِيَتِكُمْ إِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ، وَ طَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ فِي الْبَاطِلِ، وَ بِأَدَائِهِمُ الْأَمَانَةَ إِلَى صَاحِبِهِمْ وَ خِيَانَتِكُمْ، وَ بِصَلَاحِهِمْ فِي بِلَادِهِمْ وَ فَسَادِكُمْ.

ادہان - لگی لپٹی بات کرنا۔ نفاق دھوکہ
ایہان - سستی۔ کمزوری
عصبہ - مضبوط اور مربوط کر دینا۔
فلج - کامیابی
اعاصیر - جمع اعصار۔ تیز و تند ہوا۔ بگولہ

[1] درحقیقت یہ ضمانت اسی انسان کو زیب دیتی ہے جو راہ خدا میں اس طرح کے جہاد کا حوصلہ رکھتا ہوا اور بلاخوف لومۃ لائم جہاد کر سکتا ہو۔ اسی کے راستہ پر چلتا ہو اور اسی کے احکام پر عمل کرتا ہو ورنہ انسان کو اپنی ہی کامیابی کا یقین نہیں ہو سکتا ہے دوسروں کو کہاں سے ضمانت فراہم کرے گا۔ مولائے کائنات کا یہ اعتماد ذاتی کردار کی بھی دین ہے اور سرکار دوعالم کے اس ارشاد کی بھی تفسیر ہے کہ "یا علیؑ تم اور تمہارے شیعہ کامیاب ہیں" ظاہر ہے کہ جس کو سرکار دوعالمؐ کامیابی کی سند دیدیں اس کی کامیابی میں کون شبہ پیدا کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اسلام میں ذاتی طور پر جنت کی ضمانت اور بشارت کا ذکر تو روایات میں موجود ہے لیکن دوسروں کو ضمانت دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس کے لئے مولائے کائنات جیسا کردار درکار ہے جو عالم اسلام میں کسی کو حاصل نہیں ہے۔

خطبہ ۲۴ نہایہ ابن اثیر ۳ ص ۲۴۴ مادہ عصب

خطبہ ۲۵ مروج الذہب مسعودی ۳ ص ۱۴۹، العقد الفرید ابن عبد ربہ ۳ ص ۳۳۶، تاریخ دمشق ابن عساکر ۱ ص ۳۰۵ - ۱ ص ۲۲۵، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص ۳۱۳، ارشاد مفیدؒ ص ۱۳۱، احتجاج طبرسیؒ ص ۲۵۴، مجمع الامثال میدانی ۲ ص ۳۴

استعمال ہوتا ہے۔"عفوۃ الطعام" پسندیدہ کھانے کو کہا جاتا ہے اور امام علیہ السلام نے اس مقام پر بہترین نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنا ہاتھ عشیرہ سے کھینچ لیا تو گویا کہ ایک ہاتھ کم ہو گیا۔ لیکن جب اسے ان کی نصرت اور امداد کی ضرورت ہو گی اور وہ ہاتھ کھینچ لیں گے اور اس کی آواز پر لبیک نہیں کہیں گے تو بہت سے بڑھنے والے ہاتھوں اور اٹھنے والے قدموں سے محروم ہو جائے گا۔

٢٤ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جس میں اطاعت خدا کی دعوت دی گئی ہے۔

میری جان کی قسم! میں حق کی مخالفت کرنے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جہاد کرنے میں نہ کوئی نرمی کر سکتا ہوں اور نہ سستی۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کے غضب سے فرار کر کے اس کی رحمت میں پناہ لو۔ اس راستہ پر چلو جو اس نے بنا دیا ہے اور ان احکام پر عمل کرو جنھیں تم سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد علیؑ تمہاری کامیابی کا آخرت میں بہرحال ذمہ دار ہے چاہے دنیا میں حاصل نہ ہو سکے۔[ل]

٢٥ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جب آپ کو مسلسل[ل] خبر دی گئی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور آپ کے دو عامل یمن عبیداللہ بن عباس اور سعید بن نمران بُسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم سے پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں آگئے۔ تو آپ نے اصحاب کی کوتاہی جہاد سے بددل ہو کر منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اب یہی کوفہ ہے جس کا بست و کشاد میرے ہاتھ میں ہے۔ اے کوفہ اگر تو ایسا ہی رہا اور یونہی تیری آندھیاں چلتی رہیں تو خدا تیرا برا کرے گا۔ (اس کے بعد شاعر کے اس شعر کی تمثیل بیان فرمائی) اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم، مجھے تو اس برتن کی تہ میں لگی ہوئی چکنائی ہی ملی ہے۔ اس کے بعد فرمایا، مجھے خبر دی گئی ہے کہ بُسر یمن تک آگیا ہے اور بخدا کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم سے اقتدار کو چھین لیں گے۔ اس لئے کہ یہ اپنے باطل پر متحد ہیں اور تم اپنے حق پر متحد نہیں ہو۔ یہ اپنے پیشوا کی باطل میں[ل] اطاعت کرتے ہیں اور تم اپنے امام کی حق میں بھی نافرمانی کرتے ہو۔ یہ اپنے مالک کی امانت اس کے حوالے کر دیتے ہیں اور تم خیانت کرتے ہو۔ یہ اپنے شہروں میں امن و امان رکھتے ہیں اور تم اپنے شہر میں بھی فساد کرتے ہو۔

[ل] امیرالمومنینؑ کی خلافت کا جائزہ لیا جائے تو مصائب و مشکلات میں سرکار دو عالمؐ کے دور رسالت سے کچھ کم نہیں ہے۔ آپ نے تیرہ سال مکہ میں مصیبتیں برداشت کیں اور دس سال مدینہ میں جنگوں کا مقابلہ کرتے رہے اور یہی حال مولائے کائناتؑ کا رہا۔ ذی الحجہ ٣٥ھ میں خلافت ملی اور ماہ مبارک ٤٠ھ میں شہید ہو گئے کُل دور حکومت ٤ سال ٩ ماہ ٢ دن رہا اور اس میں بھی تین بڑے بڑے معرکے ہوئے اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں مسلسل ہوتی رہیں۔ جہاں علاقوں پر قبضہ کیا جا رہا تھا اور چاہنے والوں کو اذیت دی جا رہی تھی۔ معاویہ نے عمرو عاص کے مشورہ سے بُسر بن ابی ارطاۃ کو تلاش کر لیا تھا اور اس جلاد کو مطلق العنان بنا کر چھوڑ دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ "پاگل کتے" کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو شہر والوں کا کیا حال ہو گا اور علاقہ کے امن و امان میں کیا باقی رہ جائے گا۔

[ل] ذرا جاحظ کی قابلیت ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ کوفہ والے اس لئے نہیں اطاعت کرتے تھے کہ ان کی نگاہ تنقیدی اور بصیرت آمیز تھی اور شام والے احمق اور جاہل تھے اس لئے اطاعت کر لیتے تھے۔ ان قابلیت مآب سے کون دریافت کرے کہ کوفہ والوں نے مولائے کائناتؑ کے کس عیب کی بنا پر اطاعت چھوڑ دی تھی اور کس تنقیدی نظر سے آپ کی زندگی کو دیکھ لیا تھا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ کوفہ و شام دونوں ضمیر فروش تھے۔ شام والوں کو خریدار مل گیا تھا اور کوفہ میں حضرت علیؑ نے یہ طریقۂ کار اختیار کر لیا تھا کہ منھ مانگی قیمت نہیں عطا کی تھی لہٰذا بغاوت کا ہونا ناگزیر تھا اور یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں ہے۔

فَلَوِ ٱئْتَمَنْتُ أَحَدَكُمْ عَلَى قَعْبٍ لَخَشِيتُ أَنْ يَذْهَبَ بِعِلاَقَتِهِ[1]. اَللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلِلْتُهُمْ وَ مَلُّونِي، وَ سَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُونِي، فَأَبْدِلْنِي بِهِمْ خَيْراً مِنْهُمْ، وَ أَبْدِلْهُمْ بِي شَرّاً مِنِّي، اَللَّهُمَّ مِثْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ ٱلْمِلْحُ فِي ٱلْمَاءِ، أَمَا وَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ لِي بِكُمْ أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسِ بْنِ غَنْمٍ.

هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، أَتَاكَ مِنْهُمْ فَوَارِسُ مِثْلُ أَرْمِيَةِ ٱلْحَمِيمِ ثم نزل «عليه السلام» من المنبر

قال السيد الشريف: أقول: الأرمية جمع رَمِيٍّ و هو السحاب، و الحميم ها هنا: وقت الصيف، و إنما خص الشاعر سحاب الصيف بالذكر لأنه أشد جفولاً، و أسرع خفوفاً، لأنه لا ماء فيه، و إنما يكون السحاب ثقيل السير لامتلائه بالماء، و ذلك لا يكون في الأكثر إلا زمان الشتاء، و إنما أراد الشاعر وصفهم بالسرعة إذا دعوا، و الإغاثة إذا استغيثوا، والدليل على ذلك قوله:

«هنالك، لو دعوت، أتاك منهم...»

٢٦

و من خطبة له «عليه السلام»

و فيها يصف العرب قبل البعثة ثم يصف حاله قبل البيعة له

العرب قبل البعثة

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ نَذِيراً لِلْعَالَمِينَ، وَ أَمِيناً عَلَى التَّنْزِيلِ، وَ أَنْتُمْ مَعْشَرَ ٱلْعَرَبِ عَلَى شَرِّ دِينٍ، وَ فِي شَرِّ دَارٍ، مُنِيخُونَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ، وَ حَيَّاتٍ صُمٍّ، تَشْرَبُونَ ٱلْكَدِرَ وَ تَأْكُلُونَ ٱلْجَشِبَ، وَ تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ، وَ تَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ. ٱلْأَصْنَامُ فِيكُمْ مَنْصُوبَةٌ، وَ ٱلْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ[2]

و منها صفته قبل البيعة له

فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِي، فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ ٱلْمَوْتِ. وَأَغْضَيْتُ عَلَى ٱلْقَذَى، وَ شَرِبْتُ عَلَى الشَّجَا، وَ صَبَرْتُ عَلَى أَخْذِ ٱلْكَظَمِ. وَ عَلَى أَمَرَّ مِنْ طَعْمِ ٱلْعَلْقَمِ.(حزن)

و منها: وَ لَمْ يُبَايِعْ[3] حَتَّى شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهِ عَلَى ٱلْبَيْعَةِ ثَمَناً، فَلَا

(۱) کھلی ہوئی بات ہے کہ نہ اہل کوفہ میں کوئی خیر تھا اور نہ مولائے کائنات میں کوئی شر۔ یہ صرف ایک محاورہ ہے جو ایسے مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی مثال قرآن مجید میں قصہ موسیٰ میں بھی پائی جاتی ہے جہاں جناب موسیٰ نے کہا "لہم علیّ ذنب" ان کے لئے میرے ذمہ ایک گناہ ہے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جناب موسیٰ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا اور نہ ظالم کا دفاع عمل میں قتل کر دینا کوئی گناہ کہا جا سکتا ہے لیکن پھر بھی ایسے ہی محاورہ کا استعمال کیا تھا۔

(۲) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسانی افکار کی مسلسل ترقی کا نتیجہ یقیناً یہ ہوتا کہ عرب کی یہ صورت حال باقی نہ رہ جاتی اور کوئی نہ کوئی تمدن انھیں بھی حاصل ہو جاتا لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ سماج کو دین کی ضرورت نہیں تھی یا رسالت نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔ رسالت کا کام مادی ترقی اور تمدنی ارتقا نہیں تھا۔ رسالت کا کام انسانیت کی اصلاح اور اسے بہترین کردار کا مالک بنانا تھا جو اس کے علاوہ کوئی تمدن نہیں کر سکتا تھا جس کی بہترین شہادت دور حاضر کی حالت زار ہے کہ تمدن آسمانوں پر ہے لیکن انسانیت زیر زمیں دفن ہوئی جا رہی ہے۔

(۳) عثمان نے عمرو عاص کو مصر کی حکومت سے معزول کر دیا تو اس نے ان کے خلاف ہنگامہ شروع کر دیا اور بالآخر قتل کرا کے چھوڑا اور قتل کے بعد معاویہ کی بیعت اس وقت تک نہیں کی جب تک دوبارہ مصر کی گورنری ہاتھ نہیں آگئی اور معاویہ نے منہ مانگی قیمت ادا نہیں کر دی۔

مصادر خطبہ نمبر ٢٦ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص ۱۵۴، الغارات ہلال الثقفی، المسترشد طبری ص ۹۵، کشف المحجۃ السید ابن طاؤس ص ۱۷۳، رسائل کلینی، جمہرہ رسائل العرب احمد زکی صفوۃ، العقد الفرید ابن عبد ربہ ۲ ص ۱۳۵

میں تو تم میں سے کسی کو لکڑی کے پیالہ کا بھی امین بناؤں تو یہ خوف رہے گا کہ وہ کنڈا لے کر بھاگ جائے گا[۵۱]۔ خدایا میں ان سے تنگ آگیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آگئے ہیں۔ میں ان سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ لہٰذا مجھے ان سے بہتر قوم عنایت کر دے اور انھیں مجھ سے "بدتر" حاکم دیدے اور ان کے دلوں کو یوں پگھلا دے جس طرح پانی میں نمک گھولا جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ان سب کے بدلے مجھے بنی فراس بن غنم کے صرف ایک ہزار سپاہی مل جائیں۔ جن کے بارے میں ان کے شاعر نے کہا تھا :

"اس وقت میں اگر تو انھیں آواز دے گا تو ایسے شہسوار سامنے آئیں گے جن کی تیز رفتاری گرمیوں کے بادلوں سے زیادہ سریع تر ہوگی"۔

سید رضیؒ ۔ ارمیہ رمی کی جمع ہے جس کے معنی بادل کے ہیں اور حمیم گرمی کے زمانہ کے معنی میں ہے۔ شاعر نے گرمی کے بادلوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ ان کی رفتار تیز تر اور سبک تر ہوتی ہے اس لئے کہ ان میں پانی نہیں ہوتا ہے۔ بادل کی رفتار اس وقت سست ہو جاتی ہے جب اس میں پانی بھر جاتا ہے اور یہ عام طور سے سردی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ شاعر نے اپنی قوم کی آواز پر لبیک کہنے اور مظلوم کی فریاد رسی میں سبک رفتاری کا ذکر کیا ہے جس کی دلیل "لَوْ دَعَوْتَ" ہے۔

۲۶- آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں بعثت سے پہلے عرب کی حالت کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر اپنی بیعت سے پہلے کے حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے)

یقیناً اللہ نے حضرت محمدؐ کو عالمین کے لئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور تنزیل کا امانتدار بنا کر اس وقت بھیجا ہے جب تم گروہ عرب بدترین دین کے مالک اور بدترین علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ناہموار پتھروں اور زہریلے سانپوں کے درمیان بود و باش رکھتے تھے۔ گندہ پانی پیتے تھے اور غلیظ غذا استعمال کرتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور قرابتداروں سے بے تعلقی رکھتے تھے۔ بت تمھارے درمیان نصب تھے اور گناہ تمھیں گھیرے ہوئے تھے[۵۲]۔

(بیعت کے ہنگام)

میں نے دیکھا کہ سوائے میرے گھر والوں کے کوئی میرا مددگار نہیں ہے تو میں نے انھیں موت کے منھ میں دینے سے گریز کیا اور اس حال میں چشم پوشی کی کہ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا۔ میں نے غم و غصّہ کے گھونٹ پئے اور گلوگرفتگی اور حنظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا۔

یاد رکھو! عمرو عاص[۵۳] نے معاویہ کی بیعت اس وقت تک نہیں کی جب تک کہ بیعت کی قیمت نہیں طے کر لی۔ خدا نے چاہا تو بیعت کرنے والے کا سودا کامیاب نہ ہوگا اور بیعت لینے والے کو بھی صرف رسوائی ہی نصیب ہوگی۔

۱؎ کسی قوم کے لئے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ اس کا معصوم رہنما اس سے اس قدر عاجز آجائے کہ اس کے حق میں در پردہ بد دعا کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور اسے دشمن کے ہاتھ فروخت کر دینے پر آمادہ ہو جائے۔

اہل کوفہ کی بدبختی کی آخری منزل تھی کہ وہ اپنے معصوم رہنما کو بھی تحفظ فراہم نہ کر سکے اور ان کے درمیان ان کا رہنما عین حالت سجدہ میں شہید کر دیا گیا۔ کوفہ کا قیاس مدینہ کے حالات پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مدینہ نے اپنے حاکم کا ساتھ نہیں دیا اس لئے کہ وہ خود اس کے حرکات سے عاجز تھے اور مسلسل احتجاج کر چکے تھے لیکن کوفہ میں ایسا کچھ نہیں تھا یا واضح لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مدینہ کے حکام کے قاتل اپنے عمل پر مطمئن تھے اور انھیں کسی طرح کی شرمندگی کا احساس نہیں تھا لیکن کوفہ میں جب امیر المومنینؑ نے اپنے قاتل سے دریافت کیا کہ کیا میں تیرا کوئی برا امام تھا؟ تو اس نے برجستہ یہی جواب دیا کہ آپ کسی جہنم میں جلنے والے کو روک نہیں سکتے ہیں۔ گویا مدینہ سے کوفہ تک کے حالات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مدینہ کے مقتول اپنے ظلم کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور کوفہ کا شہید اپنے عدل و انصاف کی بنیاد پر شہید ہوا ہے اور ایسے ہی شہید کو یہ کہنے کا حق ہے کہ "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (پروردگار کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا)۔

ظَفِرَتْ يَدُ الْبَائِعِ، وَ خَزِيَتْ أَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ، فَخُذُوا لِلْحَرْبِ أُهْبَتَهَا، وَ أَعِدُّوا لَهَا عُدَّتَهَا، فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا، وَ عَلَا سَنَاهَا، وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ، فَإِنَّهُ أَدْعَى إِلَى النَّصْرِ.

۲۷

و من خطبة له (عليه السلام)

و قد قالها يستنهض بها الناس حين ورد خبر غزو الأنبار بجيش معاوية فلم ينهضوا.

و فيها يذكر فضل الجهاد، و يستنهض الناس، و يذكر علمه بالحرب،

و يلق عليهم التبعة لعدم طاعته

فضل الجهاد

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَتَحَهُ اللهُ لِخَاصَّةِ أَوْلِيَائِهِ، وَ هُوَ لِبَاسُ التَّقْوَى، وَ دِرْعُ اللهِ الْحَصِينَةُ، وَ جُنَّتُهُ الْوَثِيقَةُ. فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ أَلْبَسَهُ اللهُ ثَوْبَ الذُّلِّ، وَ شَمِلَهُ الْبَلَاءُ، وَ دُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَالْقَمَاءَةِ، وَ ضُرِبَ عَلَى قَلْبِهِ بِالْإِسْهَابِ(الاصداد)، وَ أُدِيلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيعِ الْجِهَادِ، وَ سِيمَ الْخَسْفَ، وَ مُنِعَ النَّصَفَ [۱]

استنهاض الناس

أَلَا وَ إِنِّي قَدْ دَعَوْتُكُمْ إِلَى قِتَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَيْلاً وَ نَهَاراً، وَ سِرّاً وَ إِعْلَاناً، وَ قُلْتُ لَكُمْ: اغْزُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَغْزُوكُمْ، فَوَاللهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ قَطُّ فِي عُقْرِ دَارِهِمْ إِلَّا ذَلُّوا. فَتَوَاكَلْتُمْ وَ تَخَاذَلْتُمْ. حَتَّى شُنَّتْ عَلَيْكُمُ الْغَارَاتُ. وَ مُلِكَتْ عَلَيْكُمُ الْأَوْطَانُ. وَ هٰذَا أَخُو غَامِدٍ وَ قَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ الْأَنْبَارَ، وَ قَدْ قَتَلَ حَسَّانَ بْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِيَّ، وَ أَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَسَالِحِهَا، وَ لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى الْمَرْأَةِ

مبتاع - خریدار
سامان جنگ
لظیٰ - شعلے
سنا - لپٹ - روشنی
جنّہ - سپر
دیث - ذلت کا شکار ہو گیا
قمائہ - ذلت
اسہاب - بے عقلی اور بکواس
نصف - انصاف
عقر الدار - وسط خانہ
انبار - فرات کے مشرقی کنارہ کا ایک شہر

[۱] اگرچہ اسلام میں جہاد کا حکم عام ہے اور جسے بھی حکم جہاد دیدیا جائے اس پر جہاد واجب ہو جاتا ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ جہاد تمنائے موت کا بہترین مظہر ہے اور تمنائے موت صرف اولیاء اللہ کا کام ہے - اولیاء اللہ کے علاوہ کوئی شخص بھی اس میدان میں قدم نہیں جما سکتا ہے -

یہ جہاد آخرت کے لئے لباس تقویٰ ہے اور دنیا کے لئے مضبوط زرہ اور مستحکم سپر ہے کہ اس کے بغیر قوم کا تحفظ اور دین کی بقا کا اہتمام نہیں ہو سکتا ہے جہاد کو ضائع کر دینے والوں کا حصہ ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے جس کا بہترین رقع میدان احد میں دیکھا گیا ہے جس کا تذکرہ آج تک آیات قرآن کی شکل میں دہرایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کی بے حسی کا مرثیہ پڑھا جا رہا ہے -

دور حاضر میں بھی مسلمان اگر ذلت و رسوائی کا شکار ہو رہا ہے تو اس کا راز بھی یہی ہے کہ صوم و صلوۃ کے نام پر مسجد یں معمور ہیں لیکن جہاد کے میدانوں میں کوئی شخص نظر نہیں آتا ہے اور ہر شخص یا اپنی کرسی کی فکر میں لگا ہوا ہے یا دوسرے کے رحم و کرم پر زندہ رہنا چاہتا ہے - کس قدر حیرت انگیز اور ذلت آمیز یہ صورت حال ہے کہ جو قوم یہود کل مسلمانوں سے رہنے کی زمین مانگ رہی تھی آج مسلمان اس سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے -

---

مصادر خطبہ نمبر ۲۷ البیان والتبیین جاحظ ۱ ص۱۷۰ ۲ ص۶۶ ، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۲۳۶ ، الاخبار الطوال ص۲۱۱ ، الغارات ہلال ثقفی، کامل مبرد ۱ ص۱۳ ، اغانی ابوالفرج الاصبہانی ۱۵ ص۴۵ ، مقاتل الطالبین ص۲۷ ، معانی الاخبار صدوق ص۳۰۹ ، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۴۴۲ ، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۴۰۳ ، العقد الفرید ابن عبدربہ ۳ ص۱۹۳ ، کافی کلینی ۵ ص۴ ، دعائم الاسلام قاضی نعمان ۱ ص۳۵۵ م) احتجاج طبرسی ص۲۵۱ تہذیب طوسیؒ ۶ ص۱۲۳

لہٰذا اب جنگ کا سامان سنبھال لو اور اس کے اسباب مہیا کر لو کہ اس کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں اور لپٹیں بلند ہو چکی ہیں اور دیکھو صبر کو اپنا شعار بنا لو کہ یہ نصرت و کامرانی کا بہترین ذریعہ ہے۔

۲۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ کو خبر ملی کہ معاویہ[1] کے لشکر نے انبار پر حملہ کر دیا ہے۔ اس خطبہ میں جہاد کی فضیلت کا ذکر کر کے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا گیا ہے اور اپنی جنگی مہارت کا تذکرہ کر کے نافرمانی کی ذمہ داری لشکر والوں پر ڈالی گئی ہے)

امابعد! جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے پروردگار نے اپنے مخصوص اولیاء کے لئے کھولا ہے۔ یہ تقویٰ کا لباس اور اللہ کی محفوظ و مستحکم زرہ اور مضبوط سپر ہے۔ جس نے اعراض کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا اسے اللہ ذلت کا لباس پہنا دے گا اور اس پر مصیبت حاوی ہو جائے گی اور اسے ذلت و خواری کے ساتھ ٹھکرا دیا جائے گا اور اس کے دل پر غفلت کا پردہ ڈال دیا جائے گا اور جہاد کو ضائع کرنے کی بنا پر حق اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اسے ذلت برداشت کرنا پڑے گی اور وہ انصاف سے محروم ہو جائے گا۔[1]

آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے تم لوگوں کو اس قوم سے جہاد کرنے کے لئے دن میں پکارا اور رات میں آواز دی۔ خفیہ طریقہ سے دعوت دی اور علی الاعلان آمادہ کیا اور برابر سمجھایا کہ ان کے حملہ کرنے سے پہلے تم میدان میں نکل آؤ کہ خدا کی قسم جس قوم سے اس کے گھر کے اندر جنگ کی جاتی ہے اس کا حصہ ذلت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے لیکن تم نے ٹال مٹول کیا اور سستی کا مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ تم پر مسلسل حملے شروع ہو گئے اور تمہارے علاقوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ دیکھو یہ بنی غامد کے آدمی (سفیان بن عوف) کی فوج انبار میں داخل ہو گئی ہے اور اس نے حسان بن حسان بکری کو قتل کر دیا ہے اور تمہارے سپاہیوں کو ان کے مراکز سے نکال باہر کر دیا ہے اور مجھے تو یہاں تک خبر ملی ہے کہ دشمن کا ایک ایک سپاہی مسلمان یا مسلمانوں کے معاہدہ میں رہنے والی عورت کے پاس وارد ہوتا تھا

[1] معاویہ نے امیرالمومنینؑ کی خلافت کے خلاف بغاوت کا اعلان کر کے پہلے صفین کا میدان کارزار گرم کیا۔ اس کے بعد ہر علاقہ میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی تاکہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے سکون نصیب نہ ہو سکے اور آپ اپنے نظام عدل و انصاف کو سکون کے ساتھ رائج نہ کر سکیں۔ معاویہ کے انھیں حرکات میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ بنی غامد کے ایک شخص سفیان بن عوف کو چھ ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا کہ عراق کے مختلف علاقوں پر غارت کا کام شروع کر دے۔ چنانچہ اس نے انبار پر حملہ کر دیا جہاں حضرتؑ کا مختصر سا سرحدی حفاظتی دستہ تھا اور وہ اس لشکر سے مقابلہ نہ کر سکا صرف چند افراد ثابت قدم رہے۔ باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد سفیان کا لشکر آبادی میں داخل ہو گیا اور بے حد لوٹ مچائی۔ جس کی خبر نے حضرتؑ کو بے چین کر دیا اور آپ نے منبر پر آ کر قوم کو غیرت دلائی لیکن کوئی لشکر تیار نہ ہو سکا جس کے بعد آپ خود روانہ ہو گئے اور اس صورت حال کو دیکھ کر چند افراد کو غیرت آ گئی اور ایک لشکر سفیان کے مقابلہ کے لئے سعید بن قیس کی قیادت میں روانہ ہو گیا مگر اتفاق سے اس وقت سفیان کا لشکر واپس جا چکا تھا اور یہ لشکر جنگ کے بغیر واپس آ گیا اور آپ نے ناسازیٔ مزاج کے باوجود یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ خطبہ کوفہ واپس آنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ مقام نخیلہ ہی پر ارشاد فرمایا تھا بہرحال صورت واقعہ انتہائی افسوسناک اور دردناک تھی اور اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔

المسلمة، والأخرى المعاهدة، فينتزع حجلها وقلبها وقلائدها ورعثها، ما تمتنع منه إلا بالاسترجاع والاسترحام. ثم انصرفوا وافرين ما نال رجلاً منهم كلم، ولا أريق لهم دم؛ فلو أن امرأً مسلماً مات من بعد هذا أسفاً ما كان به ملوماً[1]، بل كان به عندي جديراً؛ فيا عجباً عجباً - والله - يميت القلب ويجلب الهم من اجتماع هؤلاء القوم على باطلهم، وتفرقكم عن حقكم! فقبحاً لكم وترحاً، حين صرتم غرضاً يرمى: يغار عليكم ولا تغيرون، وتغزون ولا تغزون، ويعصى الله وترضون! فإذا أمرتكم بالسير إليهم في أيام الحر (السيف) قلتم: هذه حمارة القيظ، أمهلنا يسبخ عنا الحر، وإذا أمرتكم بالسير إليهم في الشتاء قلتم: هذه صبارة القر، أمهلنا ينسلخ عنا البرد؛ كل هذا فراراً من الحر والقر؛ فإذا كنتم من الحر والقر تفرون؛ فأنتم والله من السيف أفر!

البرم بالناس

يا أشباه الرجال ولا رجال! حلوم الأطفال، وعقول ربات الحجال[2]، لوددت أني لم أركم ولم أعرفكم معرفة - والله - جرت ندماً، وأعقبت سدماً. قاتلكم الله! لقد ملأتم قلبي قيحاً، وشحنتم صدري غيظاً، وجرعتموني نغب التهمام أنفاساً، وأفسدتم علي رأيي بالعصيان والخذلان، حتى لقد قالت قريش: إن ابن أبي

معاہدہ - کافر ذمی عورت جو مسلمانوں کی ذمہ داری میں ہو

حجل - پیروں کی چھاگل

قلب - ہاتھ کے کنگن

رعث - رِعاث کی جمع ہے کان کے گوشوارے

استرجاع - کلمہ انا اللہ کی تلاوت کیا گریہ

وافرین - سازوسامان کی کثرت بلا نقصان

کلم - زخم

ترح - ہم وغم

غرض - مستقل نشانہ

حمارۃ القیظ - شدید گرمی

صبارۃ القر - شدید سردی

حجال - جمع حجلہ - مخصوص کمرہ

سدم - افسوس اور رنج۔

نغب - نغبہ کی جمع گھونٹ

تہمام - رنج وغم - یہ وزن ہمیشہ ت کے زبر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے علاوہ تبیان اور تلقاء کے کہ یہاں ت پر زیر ہے۔

انفاس - مسلسل گھونٹ - پے درپے جرعہ

(۱) اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ان حالات میں انسان کو واقعاً مر جانا چاہیے یا خودکشی کر لینا چاہیے بلکہ درحقیقت یہ صورت حال کی سنگینی کا اعلان ہے کہ ایسے حالات کا اثر ایک غیرت دار انسان پر اس قدر سخت بھی ہو سکتا ہے لیکن تم لوگ اس قدر بے غیرت ہو کہ ان حالات سے دوچار ہونے کے بعد بھی تم پر اثر نہیں ہوتا ہے۔
یہ صحیح ہے کہ ہر شخص مولائے کائنات اور امیرالمومنینؑ نہیں ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ یہ انسان کے ایمان وعقیدہ اور غیرت وحیا کے مسائل ہیں۔ ان کا شخصیت کی بلندی اور کردار کی عصمت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک عام غیرت دار مسلمان میں بھی اس قدر احساس حیا وغیرت ہونا چاہیے اور اسے صورت حال کی سنگینی سے متاثر ہونا چاہیے۔

(۲) واضح رہے کہ یہ عورت کی بے عقلی یا کم عقلی کا اعلان نہیں ہے بلکہ یہ اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ عورت کمال عقل کے باوجود بھی جنگ وجہاد کے بارے میں ایک مخصوص کیفیت اور ذہنیت کی حامل ہوتی ہے جو مرد کی کیفیت وذہنیت سے قطعاً مختلف ہوتی ہے لیکن اہل کوفہ میں وہی زنانہ کیفیت پائی جاتی ہے جس کے بعد انھیں واقعی مرد نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ان کی شکل وصورت مردوں ہی جیسی ہے اور انھیں عرف عام میں مرد ہی کہا جاتا ہے۔

اور اس کے پیروں کے کڑے، ہاتھ کے کنگن، گلے کے گلوبند اور کان کے گوشوارے اتار لیتا تھا اور وہ سوائے انا للہ پڑھنے اور رحم و کرم کی درخواست کرنے کے کچھ نہیں کر سکتی تھی اور وہ سارا ساز و سامان لے کر چلا جاتا تھا نہ کوئی زخم کھاتا تھا اور نہ کسی طرح کا خون بہتا تھا۔ اس صورت حال کے بعد اگر کوئی مرد مسلمان صدمہ سے مر بھی جائے تو قابل ملامت نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک حق بجانب ہے (۵۱)۔ کس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز صورت حال ہے۔ خدا کی قسم یہ بات دل کو مردہ بنا دینے والی اور ہم و غم کو سمیٹنے والی ہے کہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع اور متحد ہیں اور تم اپنے حق پر بھی متحد نہیں ہو۔ تمہارا برا ہو کیا افسوسناک حال ہے تمہارا۔ کہ تم تیر اندازوں کا مستقل نشانہ بن گئے ہو۔ تم پر حملہ کیا جا رہا ہے اور تم حملہ نہیں کرتے ہو۔ تم سے جنگ کی جا رہی ہے اور تم باہر نہیں نکلتے ہو۔ لوگ خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں اور تم اس صورت حال سے خوش ہو۔ میں تمہیں گرمی میں جہاد کے لئے نکلنے کی دعوت دیتا ہوں تو کہتے ہو کہ شدید گرمی ہے۔ تھوڑی مہلت دیجئے کہ گرمی گذر جائے۔ اس کے بعد سردی میں بلاتا ہوں تو کہتے ہو سخت جاڑا پڑ رہا ہے ذرا ٹھہر جائیے کہ سردی ختم ہو جائے حالانکہ یہ سب جنگ سے فرار کرنے کے بہانے ہیں ورنہ جو قوم سردی اور گرمی سے فرار کرتی ہو وہ تلواروں سے کسقدر فرار کرے گی۔

اے مردوں کی شکل و صورت والو اور واقعاً نامردو! تمہاری فکریں بچوں جیسی اور تمہاری عقلیں حجلہ نشین عورتوں جیسی ہیں (۵۲)۔ میری دلی خواہش تھی کہ کاش میں تمہیں نہ دیکھتا اور تم سے متعارف نہ ہوتا۔ جس کا نتیجہ صرف ندامت اور رنج و افسوس ہے۔

اللہ تمہیں غارت کر دے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینہ کو رنج و غم سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے ہر سانس میں ہم و غم کے گھونٹ پلائے ہیں اور اپنی نافرمانی اور سرکشی سے میری رائے کو بھی بیکار و بے اثر بنا دیا ہے یہاں تک کہ اب قریش والے یہ کہنے لگے ہیں کہ فرزند ابوطالب بہادر تو ہیں لیکن انہیں فنون جنگ کا علم نہیں ہے۔

۱؎ کسی قوم کی ذلت و رسوائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا سربراہ حضرت علیؑ بن ابی طالب جیسا انسان ہو اور وہ ان سے اس قدر بددل ہو کر ان کی شکلوں کو دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا ہو۔ ایسی قوم دنیا میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام جہنم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس مقام پر مولائے کائناتؑ نے ایک اور نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ تمہاری نافرمانی اور سرکشی نے میری رائے کو بھی برباد کر دیا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ راہنما اور سربراہ کسی قدر بھی ذکی اور عبقری کیوں نہ ہو اگر قوم اس کی اطاعت سے انکار کر دے تو نافہم انسان یہی خیال کرتا ہے کہ شاید یہ رائے اور حکم قابل اطاعت نہ تھا اسی لئے قوم نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اگر کام ہی اجتماعی ہو تو اجتماع کا انحراف کام کو بھی معطل کر دیتا ہے اور اس کے نتائج بہرحال نامناسب اور غلط ہوتے ہیں جس کا تجربہ مولائے کائناتؑ کے سامنے آیا کہ قوم نے آپ کے حکم کے مطابق جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور گرمی و سردی کے بہانے بنانا شروع کر دئے اور اس کے نتیجہ میں دشمنوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ علیؑ فنون جنگ سے باخبر نہیں ہیں حالانکہ علیؑ سے زیادہ اسلام میں کوئی ماہر جنگ و جہاد نہیں تھا جس نے اپنی ساری زندگی اسلامی مجاہدات کے میدانوں میں گذاری تھی اور مسلسل تیغ آزمائی کا ثبوت دیا تھا اور جس کی طرف خود آپ نے بھی اشارہ فرمایا ہے اور اپنی تاریخ حیات کو اس کا گواہ قرار دیا ہے۔

دشمنوں کے طعنوں سے ایک بات بہرحال واضح ہو جاتی ہے کہ دشمنوں کو آپ کی ذاتی شجاعت کا اقرار تھا اور فن جنگ کی ناواقفیت سے مراد قوم کا بے قابو ہو جانا تھا اور کھلی ہوئی بات ہے کہ علیؑ اس طرح قوم کو قابو میں نہیں کر سکتے تھے جس طرح معاویہ جیسے دین و ضمیر کے خریدار اس کاروبار کو انجام دے رہے تھے اور ہر دین و بیدینی کے ذریعہ قوم کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے اور ان کا منشا صرف یہ تھا کہ لشکر والوں کو اونٹ اور اونٹنی کا فرق معلوم نہ ہو سکے۔

طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ، وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْحَرْبِ.

لِلّٰهِ أَبُوهُمْ! وَ هَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا مِرَاساً،(مقاماً) وَ أَقْدَمُ فِيهَا مَقَاماً مِنِّي! لَقَدْ نَهَضْتُ فِيهَا وَ مَا بَلَغْتُ الْعِشْرِينَ، وَ هَأَنَذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّينَ! وَ لٰكِنْ لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ!

۲۸

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و هو فصل من الخطبة التي أولها «الحمدلله غير مقنوط من رحمته»

و فيه أحد عشر تنبيها

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الدُّنْيَا أَدْبَرَتْ، وَ آذَنَتْ بِوَدَاعٍ، وَ إِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ وَ أَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ، أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارَ، وَ غَداً السِّبَاقَ، وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ، وَالْغَايَةُ النَّارُ؛ أَفَلَا تَائِبٌ مِنْ خَطِيئَتِهِ قَبْلَ مَنِيَّتِهِ! أَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهِ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهِ! أَلَا وَإِنَّكُمْ فِي أَيَّامِ أَمَلٍ مِنْ وَرَائِهِ أَجَلٌ؛ فَمَنْ عَمِلَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ فَقَدْ نَفَعَهُ عَمَلُهُ، وَ لَمْ يَضْرُرْهُ أَجَلُهُ. وَ مَنْ قَصَّرَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ، فَقَدْ خَسِرَ عَمَلَهُ، وَ ضَرَّهُ أَجَلُهُ. أَلَا فَاعْمَلُوا فِي الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُونَ فِي الرَّهْبَةِ، أَلَا وَ إِنِّي لَمْ أَرَ كَالْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا، وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا، أَلَا وَ إِنَّهُ مَنْ لَا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضُرُّهُ الْبَاطِلُ، وَ مَنْ لَا يَسْتَقِيمُ(ليستقم) بِهِ الْهُدَى، يَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ إِلَى الرَّدَى. أَلَا وَ إِنَّكُمْ قَدْ أُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ، وَ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ؛ وَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَتَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوَى. وَطُولُ الْأَمَلِ، فَتَزَوَّدُوا فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تَحْرُزُونَ (تحوزون) بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَداً. [۱]

قال السيد الشريف رضي الله عنه - وأقول: انه لوكان كلام يأخذ بالاعناق الى

مراس - عمارات اور مزاولت (مسلسل عمل)

ذرفت - اس سے بھی آگے نکل گیا

آذنت - اعلان و اعلام

اشرفت باطلاع - اچانک ظاہر ہو جانا

مضمار - وہ میدان جہاں گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں

سبقہ - وہ منزل جس کی طرف قدم بڑھائے جاتے ہیں۔

غایۃ - وہ انجام جو بہر حال سامنے آجاتا ہے

منیۃ - مدت

بوس - بدترین حالات

رہبہ - خوف

ظعن - کوچ

[۱] بیشک یہ دنیا امیدوں کی آماجگاہ ہے اور ہر شخص امیدوں ہی کے سہارے جی رہا ہے۔ صاحب ایمان آخرت کی امید میں عمل کر رہا ہے اور بے ایمان دنیا کے منافع کی امید میں جان دیئے پڑا ہے۔ کسی کی زندگی امید سے خالی نہیں ہے اور کوئی امید سے بے نیاز ہو کر عمل نہیں کرتا ہے۔ لیکن اس امید کے دو خطرناک پہلو بھی ہیں۔

ایک یہ ہے کہ اس کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے اور ہر امید کی تکمیل ایک نئی خواہش کا اشارہ کرتی ہے اور ہر منفعت کا حصول ایک نئی منفعت کی لالچ پیدا کراتا ہے۔

اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ موت کو ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور وہ صرف اپنے وقت کا انتظار کر رہی ہے جس دن اس کا وقت آجائے گا وہ بہر حال حاضر ہو جائے گی۔ چاہے انسان کی کتنی ہی خواہشات محتاج تکمیل رہ گئی ہوں اور اس کی کتنی ہی امیدیں باقی رہ گئی ہوں۔

مصادر خطبہ ۲۸ ارشاد مفید ص۱۳۸، البیان والتبیین جاحظ ۱ ص۱۷۱ ۲ ص۶۶، اعجاز القرآن باقلانی ص۲۲۲، تحف العقول حرانی، العقد الفرید ۲ ص۳۶۹، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۲۳۵، مروج الذہب مسعودی ۳ ص۴۱۳ ۲ ص۲۲۴، وافی فیض کاشانی، ارشاد مفید ص۱۱۱، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص۳۵، اتقان سیوطی، الحکمۃ الخالدہ ابن مسکویہ ص۱۳۴، من لا یحضرہ الفقیہ صدوق ۱ ص۳۲۵

اللہ ان کا بھلا کرے۔ کیا ان میں کوئی بھی ایسا ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کا تجربہ رکھتا ہو اور مجھ سے پہلے سے کوئی مقام رکھتا ہو۔ میں نے جہاد کے لئے اس وقت قیام کیا ہے جب میری عمر ۲۰ سال بھی نہیں تھی اور اب تو ۶۰ سے زیادہ ہو چکی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ جس کی اطاعت نہیں کی جاتی ہے اس کی رائے کوئی رائے نہیں ہوتی ہے۔

۲۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو اس خطبہ کی ایک فصل کی حیثیت رکھتا ہے جس کا آغاز "الحمد للہ غیر مقنوط من رحمۃ" سے ہوا ہے اور اس میں گیارہ تنبیہات ہیں)

اما بعد!۔ یہ دنیا پیٹھ پھیر چکی ہے اور اس نے اپنے وداع کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے اور اس کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو کہ آج میدان عمل ہے اور کل مقابلہ ہوگا جہاں سبقت کرنے والے کا انعام جنت ہوگا اور بدعمل کا انجام جہنم ہوگا۔ کیا اب بھی کوئی ایسا نہیں ہے جو موت سے پہلے خطاؤں سے توبہ کر لے اور سختی کے دن سے پہلے اپنے نفس کے لئے عمل کر لے۔ یاد رکھو کہ تم آج امیدوں کے دنوں میں ہو جس کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے تو جس شخص نے امید کے دنوں میں موت آنے سے پہلے عمل کر لیا اسے اس کا عمل یقیناً فائدہ پہونچائے گا اور موت کوئی نقصان نہیں پہونچائے گی لیکن جس نے موت سے پہلے امید کے دنوں میں عمل نہیں کیا اس نے عمل کی منزل میں گھاٹا اٹھایا اور اس کی موت بھی نقصان دہ ہوگی۔

آگاہ ہو جاؤ۔ تم لوگ راحت کے حالات میں اسی طرح عمل کرو جس طرح خوف کے عالم میں کرتے ہو۔ کہ میں نے جنت جیسا کوئی مطلوب نہیں دیکھا ہے جس کے طلبگار سب سو رہے ہیں اور جہنم جیسا کوئی خطرہ نہیں دیکھا ہے جس سے بھاگنے والے سب خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو کہ جسے حق فائدہ نہ پہونچا سکے گا اسے باطل ضرور نقصان پہونچائے گا اور جسے ہدایت سیدھے راستہ پر نہ لا سکے گی اسے گمراہی بہر حال کھینچ کر ہلاکت تک پہونچا دے گی۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تمھیں کوچ کا حکم مل چکا ہے اور تمھیں زاد سفر بھی بتایا جا چکا ہے اور تمھارے لئے سب سے بڑا خوفناک خطرہ دو چیزوں کا ہے۔ خواہشات کا اتباع اور امیدوں کا طولانی ہونا۔ لہٰذا جب تک دنیا میں ہو اس دنیا سے وہ زاد راہ حاصل کر لو جس کے ذریعہ کل اپنے نفس کا تحفظ کر سکو[1]

سید رضیؒ۔ اگر کوئی ایسا کلام ہو سکتا ہے جو انسان کی گردن پکڑ کر اسے زہد کی منزل تک پہونچا دے اور اسے عمل آخرت پر مجبور کر دے تو وہ یہی کلام ہے۔

[1] زمانہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ شائد اس دنیا کی اس سے بڑی کوئی حقیقت اور صداقت نہیں ہے۔ جس شخص سے پوچھئے وہ جنت کا مشتاق ہے اور جس شخص کو دیکھئے وہ جہنم کے نام سے پناہ مانگتا ہے۔ لیکن منزل عمل میں دونوں اس طرح سو رہے ہیں جیسے کہ یہ معشوق از خود گھر آنے والا ہے اور یہ خطرہ از خود ٹل جانے والا ہے۔ نہ جنت کے عاشق جنت کے لئے کوئی عمل کر رہے ہیں اور نہ جہنم سے خوفزدہ اس سے بچنے کا انتظام کر رہے ہیں بلکہ دونوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب میں کچھ افراد ایسے ہیں جنھوں نے اس بات کا ٹھیکہ لے لیا ہے کہ وہ جنت کا انتظام بھی کریں گے اور جہنم سے بچانے کا بندوبست بھی کریں گے اور اس سلسلہ میں ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا کے چند روزہ معشوق کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں کوئی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ دولت کے لئے سب خود دوڑتے ہیں۔ شہرت کے لئے سب خود مرتے ہیں۔ عورت کے لئے سب خود دیوانے بنتے ہیں۔ عہدہ کے لئے سب خود راتوں کی نیند حرام کرتے ہیں۔ خدا جانے یہ ابدی معشوق جنت جیسا محبوب ہے جس کا معاملہ دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور انسان غفلت کی نیند سو جاتا ہے۔ کاش یہ انسان واقعاً مشتاق اور خوفزدہ ہوتا تو یقیناً اس کا یہ کردار نہ ہوتا۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار"

الزهد في الدنيا. و يضطر الى عمل الآخرة لكان هذا الكلام. و كفى به قاطعاً لعلائق الآمال، و قادحاً زناد الاتعاظ والازدجار. ومن أعجبه قوله ﴿عليه السلام﴾: «ألا وأن اليوم المضمار وغداً السباق. و السبقة الجنة و الغاية النار» فان فيه ـ مع فخامة اللفظ، و عظم قدر المعنى، وصادق التمثيل، وواقع التشبيه ـ سراً عجيباً، ومعنى لطيفاً، و هو قوله ﴿عليه السلام﴾: «والسبقة الجنة، والغاية النار» فخالف بين اللفظين لاختلاف المعنيين، و لم يقل: «السبقة النار» كما قال: «السبقة الجنة»؛ لأن الاستباق انما يكون الى أمر محبوب، وغرض مطلوب، وهذه صفة الجنة وليس هذا المعنى موجوداً في النار، نعوذ بالله منها! فلم يجز أن يقول: «والسبقة النار» بل قال: «والغاية النار»؛ لأن الغاية قد ينتهي اليها من لا يسره الانتهاء اليها، و من يسره ذلك، فصلح أن يعبر بها عن الأمرين معاً، فهي في هذا الموضع كالمصير والمآل؛ قال الله تعالى: «قل تمتعوا فان مصيركم الى النار» و لا يجوز في هذا الموضع أن يقال: سبقتكم ـ بسكون الباء ـ الى النار، فتأمل ذلك، فباطنه عجيب، و غوره بعيد لطيف. و كذلك أكثر كلامه ﴿عليه السلام﴾. وفي بعض النسخ: و قد جاء في رواية أخرى «والسُّبقة الجنة» ـ بضم السين ـ والسبقة عندهم: اسم لما يجعل للسابق اذا سبق من مال أو عرض؛ والمعنيان متقاربان، لأن ذلك لا يكون جزاء على فعل الأمر المذموم و انما يكون جزاء على فعل الأمر المحمود.

۲۹

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

بعد غارة الضحاك بن قيس صاحب معاويه على الحاج بعد قصة الحكمين

وفيها يستنهض أصحابه لما حدث في الاطراف

أَيُّهَا النَّاسُ، الْمُجْتَمِعَةُ أَبْدَانُهُمْ، الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ، كَلامُكُمْ يُوهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ، وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيكُمُ الْأَعْدَاءَ! تَقُولُونَ فِي الْمَجَالِسِ: كَيْتَ وَكَيْتَ، فَإِذَا جَاءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ: حِيدِي حَيَادِ! مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ، وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ، أَعَالِيلُ بِأَضَالِيلَ، وَسَأَلْتُمُونِي التَّطْوِيلَ، دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُولِ. لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيلُ! وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ إِلَّا بِالْجِدِّ! أَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُونَ، وَمَعَ أَيِّ إِمَامٍ بَعْدِي تُقَاتِلُونَ؟ الْمَغْرُورُ وَاللهِ مَنْ غَرَرْتُمُوهُ، وَمَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ ـ وَاللهِ ـ بِالسَّهْمِ الْأَخْيَبِ،

اہواء - خواہشات
یوہی - کمزور بنا دیتا ہے اور ٹکڑے کر دیتا ہے
صم - اصم کی جمع ہے - مراد پتھر ہے
صلاب - جمع صلیب - سخت
کیت کیت - بغیر واو کے بھی استعمال ہوتا ہے اور واؤ کے ساتھ بھی کیت وکیت اور مقصد زبانی جمع خرچ ہوتا ہے۔
حیدی حیاد - یہ بھاگنے والوں کا نعرہ ہے جس کا مقصد جنگ سے کنارہ کش ہونا ہے
اعالیل - جمع اعلولہ حیلے حوالے
اضالیل - جمع اضلولہ - غلط سلط باتیں۔
تطویل - جنگ کے وقت میں تاخیر
مطول - ٹال مٹول کرنے والا
سہم اخیب - جوے کا وہ تیر ہے جس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے

(۱) اس خطبہ میں حضرت نے اپنے گرد جمع ہونے والوں کے دو بنیادی عیوب کا ذکر کیا ہے۔
۱- یہ صرف بظاہر متحدہ کھائی دیتے ہیں اور واقعاً متحد نہیں ہیں۔
۲- ان کے پاس باتیں بہت ہیں مگر کام کچھ نہیں ہے اور اس کے بعد دو طرح سے انھیں جنگ آمادہ کیا ہے

۱- یہ مسئلہ تمھارے ہی گھر اور علاقہ کا ہے اور اگر اس سے دفاع نہ کروگے تو کس سے دفاع کروگے۔
۲- تمھارے پاس مجھ جیسا مجاہد اور معصوم امام موجود ہے۔ اب اگر میرے ساتھ جہاد نہ کروگے تو کب میدان میں قدم رکھوگے۔
درحقیقت یہ مسائل ایک دور کے مسائل نہیں ہیں۔ بلکہ ہر دور کے مسائل ہیں اور ایسے بے غیرت اور بےحس افراد ہر دور میں پائے جاتے ہیں۔

مصادر خطبہ ۲۹ البیان والتبیین جاحظ ۱ صفحہ ۱۷۰، ۲ صفحہ ۶۵، الامامۃ والسیاسۃ ۱ صفحہ ۱۱۱، العقد الفرید ۴ صفحہ ۲ صفحہ ۱۶۴، انساب الاشراف ۲ صفحہ ۳۸، دعائم الاسلام ۱ صفحہ ۳۱۱، تاریخ دمشق ابن عساکر ۱ صفحہ ۳۰۶، امالی طوسی صفحہ ۱۱۲، اختصاص مفید صفحہ ۱۵۱، المسترشد طبری صفحہ ۱۶۲، احتجاج طبرسی صفحہ ۳۵۴، مجمع الامثال میدانی ۲ صفحہ ۳۰۱، المستقصی زمخشری ۲ صفحہ ۳۵۵

یہ کلام دنیا کی امیدوں کے قطع کرنے اور وعظ و نصیحت قبول کرنے کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے کافی ہوتا خصوصیت کے ساتھ حضرت کا یہ ارشاد کہ "آج میدان عمل ہے اور کل مقابلہ۔ اس کے بعد منزل مقصود جنت ہے اور انجام جہنم۔ اس میں الفاظ کی عظمت، معانی کی قدر و منزلت، تمثیل کی صداقت اور تشبیہ کی واقعیت کے ساتھ وہ عجیب و غریب راز نجات اور لطافت مفہوم ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

پھر حضرتؑ نے جنت و جہنم کے بارے میں "سبقۃ" اور "غایۃ" کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں صرف لفظی اختلاف نہیں ہے بلکہ واقعاً معنوی افتراق و امتیاز پایا جاتا ہے کہ نہ جہنم کو سبقۃ (منزل) کہا جا سکتا ہے اور نہ جنت کو غایۃ (انجام)۔ جہاں تک انسان خود بخود پہنچ جائے گا بلکہ جنت کے لئے دوڑ دھوپ کرنا ہوگی جس کے بعد انعام ملنے والا ہے اور جہنم بد عملی کے نتیجہ میں خود بخود سامنے آجائے گا۔ اس کے لئے کسی اشتیاق اور محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر آپ نے جہنم کو غایۃ قرار دیا ہے جس طرح کہ قرآن مجید نے اسے "مصیر" سے تعبیر کیا ہے، "فان مصیرکم الی النار"۔

حقیقتاً اس نکتہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کا باطن انتہائی عجیب و غریب اور اس کی گہرائی انتہائی لطیف ہے اور یہ تنہا اس کلام کی بات نہیں ہے۔ حضرت کے کلمات میں عام طور سے یہی بلاغت پائی جاتی ہے اور اس کے معانی میں اسی طرح کی لطافت اور گہرائی نظر آتی ہے۔

بعض روایات میں جنت کے لئے "سبقۃ" کے بجائے "سُبقہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی انعام کے ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ انعام بھی کسی مذموم عمل پر نہیں ملتا ہے بلکہ اس کا تعلق بھی قابل تعریف اعمال ہی سے ہوتا ہے لہٰذا عمل بہر حال ضروری ہے اور عمل کا قابل تعریف ہونا بھی لازمی ہے۔

۲۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ (۱)

جب تحکیم کے بعد معاویہ کے سپاہی ضحاک بن قیس نے حجاج کے قافلہ پر حملہ کر دیا اور حضرت کو اس کی خبر دی گئی تو آپؑ نے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اے وہ لوگو! جن کے جسم ایک جگہ پر ہیں اور خواہشات الگ الگ ہیں۔ تمہارا کلام تو سخت ترین پتھر کو بھی نرم کر سکتا ہے لیکن تمہارے حرکات دشمنوں کو بھی تمہارے بارے میں پُرامید بنا دیتے ہیں۔ تم محفلوں میں بیٹھ کر ایسی ایسی باتیں کرتے ہو کہ خدا کی پناہ لیکن جب جنگ کا نقشہ سامنے آتا ہے تو کہتے ہو "دور باش دور" حقیقت امر یہ ہے کہ جو تم کو پکارے گا اس کی پکار کبھی کامیاب نہ ہوگی اور جو تمہیں برداشت کرے گا اس کے دل کو کبھی سکون نہ ملے گا۔ تمہارے پاس صرف بہانے ہیں اور غلط سلط حوالے اور پھر مجھ سے تاخیر جنگ کی فرمائش۔ جیسے کوئی نادہند قرض کو ٹالنا چاہتا ہے۔ یاد رکھو ذلیل آدمی ذلت کو نہیں روک سکتا ہے اور حق محنت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ تم جب اپنے گھر کا دفاع نہ کر سکو گے تو کس کے گھر کا دفاع کرو گے اور جب میرے ساتھ جہاد نہ کرو گے تو کس کے ساتھ جہاد کرو گے۔ خدا کی قسم وہ فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آجائے اور جو تمہارے سہارے کامیابی چاہے گا اسے صرف ناکامی کا تیر ہاتھ آئے گا۔

---

(۱) معاویہ کا ایک مستقل مقصد یہ بھی تھا کہ امیرالمومنینؑ کسی آن چین سے نہ بیٹھنے پائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ واقعی اسلام قوم کے سامنے پیش کر دیں اور اموی افکار کا جنازہ نکل جائے۔ اس لئے وہ مسلسل ریشہ دوانیوں میں لگا رہتا تھا۔ آخر ایک مرتبہ ضحاک بن قیس کو چار ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا اور اس نے سارے علاقہ میں کشت و خون شروع کر دیا۔ آپ نے منبر پر آکر قوم کو غیرت دلائی لیکن کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا اور لوگ جنگ سے کنارہ کشی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حجر بن عدی چار ہزار سپاہیوں کو لے کر نکل پڑے اور مقام تدمر پر دونوں کا سامنا ہو گیا لیکن معاویہ کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور صرف ۱۹ افراد معاویہ کے کام آئے جب کہ حجر کے سپاہیوں میں دو افراد نے جام شہادت نوش فرمایا۔

وَ مَــنْ رَمَــى بِكُــمْ فَــقَدْ رَمَـى بِأَفْـوَقَ نَـاصِلٍ. أَصْـبَحْتُ وَاللهِ لَا أُصَـدِّقُ قَـوْلَكُمْ، وَلَا أَطْـمَعُ فِي نَـصْرِكُمْ، وَلَا أُوعِـدُ ٱلْـعَدُوَّ بِكُـمْ. مَـا بَـالُكُمْ؟ مَـا دَوَاؤُكُـمْ؟ مَـا طِبُّكُمْ؟ ٱلْـقَوْمُ رِجَـالٌ أَمْـثَالُكُمْ. أَقَـوْلاً بِـغَيْرِ عِـلْمٍ(عـملٍ)! وَ غَـفْلَةً (عـفة) مِـنْ غَـيْرِ وَرَعٍ! وَ طَـمَعاً فِي غَـيْرِ حَـقٍّ

۳۰

ومن كلام له ﴿عليه السلام﴾

في معنى قتل عثمانؓ [۱]

لَـوْ أَمَـرْتُ بِـهِ لَكُـنْتُ قَـاتِلاً، أَوْ نَهَـيْتُ عَـنْهُ لَكُـنْتُ نَـاصِراً، غَـيْرَ أَنَّ مَـنْ نَـصَرَهُ لَا يَسْـتَطِيعُ أَنْ يَـقُولَ: خَـذَلَهُ مَـنْ أَنَـا خَـيْرٌ مِـنْهُ. وَ مَـنْ خَـذَلَهُ لَا يَسْـتَطِيعُ أَنْ يَـقُولَ: نَـصَرَهُ مَـنْ هُـوَ خَـيْرٌ مِـنِّي[۲]. وَأَنَـا جَـامِعٌ لَكُـمْ أَمْـرَهُ، آسْـتَأْثَرَ فَأَسَـاءَ ٱلْأَثَـرَةَ[۳]، وَجَـزِعْتُمْ فَأَسَأْتُمُ ٱلْجَـزَعَ، وَلِـلَّهِ حُكْـمٌ وَاقِـعٌ فِي ٱلْمُسْـتَأْثِرِ وَٱلْجَـازِعِ.

۳۱

ومن كلام له ﴿عليه السلام﴾

لما أنفذ عبدالله بن عباس الى الزبير يستفيئه الى طاعته قبل حرب الجمل

لَا تَـلْقَيَنَّ طَـلْحَةَ، فَـإِنَّكَ إِنْ تَـلْقَهُ تَجِـدْهُ كَـالثَّوْرِ عَـاقِصاً قَـرْنَهُ، يَـرْكَبُ الصَّـعْبَ وَ يَـقُولُ: هُـوَ الذَّلُـولُ. وَ لٰكِـنِ ٱلْـقَ الزُّبَـيْرَ، فَـإِنَّهُ أَلْـيَنُ عَـرِيكَةً[۴]، فَـقُلْ لَـهُ: يَـقُولُ لَكَ ٱبْـنُ خَـالِكَ: عَـرَفْتَنِي بِـالْحِجَازِ وَأَنْكَـرْتَنِي بِـالْعِرَاقِ، فَمَـا عَـدَا مِمَّـا بَـدَا.

قال السيد الشريف: و هو ﴿عليه السلام﴾ أوّل من سمعت منه هذه الكلمة، أعني: «فما عدا مما بدا».

۳۲

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و فيها يصف زمانه بالجور، و يقسم الناس فيه خمسة أصناف، ثم يزهد في الدنيا

افوق - وہ تیر جس کا سرا ٹوٹ جائے
ناصل - وہ تیر جس میں دھار نہ ہو
اساء الاثرہ - بدترین انتداب سے کام لیا
عاقصاً قرنہ - وہ بیل جس کا سینگ ٹیڑھا ہو یعنی انتہائی درجہ کا سرکش ہو اور سینگ تک سیدھا نہ ہو
صعب - سرکش جانور
عریکہ - طبیعت
ما عدا - کس چیز نے منحرف بنا دیا ہے
مما بدا - اس حقیقت سے جو بالکل واضح ہے

[۱] شیخ ازہر محمد عبدہ کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ نے حتی الامکان لوگوں کو قتل عثمان سے روکا تھا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ کو لوگوں کے ہٹانے پر مامور کیا تھا" لیکن عثمانؓ نے خود حالات سے فائدہ نہیں اٹھایا

[۲] یہ طے شدہ بات ہے کہ مدد نہ کرنے والے ان بنی امیہ کے بے ایمانوں سے یقیناً بہتر تھے جنھوں نے مدد کی ذمہ داری لی تھی اور اس کا مقصد صرف اپنے مفادات کا تحفظ تھا اور امت اسلامیہ کا مزید قتل عام تھا

[۳] اس سے بدتر کردار اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابوذر کو ملک بدر کرا دیا جائے عبداللہ بن مسعود کی مرمت کی جائے - عمار یاسر کی پسلیاں توڑ دی جائیں اور محمد بن ابی بکر کے قتل کا فرمان جاری کر دیا جائے اس کے بعد کون شریف آدمی خلافت کا ساتھ دے سکتا ہے -

[۴] کہا جاتا ہے کہ اس پیغام کا جواب زبیر نے صرف یہ دیا کہ میں بھی وہی چاہتا ہوں جو علیؑ چاہتے ہیں یعنی خلافت و اقتدار

مصادر خطبہ ۳۰ انساب الاشراف ۵ ص۹۸، ۱۰۱، المسترشد الطبری الامامی ص۸۰، اغانی ۱۵ ص۶۶، الرسائل کلینیؒ - کتاب المحجا ابن طاؤس
مصادر خطبہ ۳۱ البیان والتبیین ۲ ص۱۱۵، عیون الاخبار ۱ ص۱۱۵-۱۹۵ العقد الفرید ۴ ص۳۱۴، الموفقیات زبیر بن بکار، وفیات الاعیان ابن خلکان - الجمل للمفیدؒ، کتاب الفاخر ابن عاصم ص۳۰
مصادر خطبہ ۳۲ مطالب السئول ۱ ص۹۰، البیان والتبیین ۱ ص۱۷۵، میزان الاعتدال ذہبی ۲ ص۲۲۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۲۳۷، العقد الفرید ۲ ص۱۴۳، اعجاز القرآن باقلانی ص۱۹۵

اور جس نے تمھارے ذریعہ تیر پھینکا اس نے وہ تیر پھینکا جس کا پیکان ٹوٹ چکا ہے اور سوفار ختم ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم میں ان حالات میں نہ تمھارے قول کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمھاری نصرت کی امید رکھتا ہوں اور نہ تمھارے ذریعہ کسی دشمن کو تہدید کر سکتا ہوں۔ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تمھاری دوا کیا ہے؟ تمھارا علاج کیا ہے؟ آخر وہ لوگ بھی تو تمھارے ہی جیسے انسان ہیں۔ یہ بغیر علم کی باتیں کب تک اور یہ بغیر تقویٰ کی غفلت تابکے اور بغیر حق کے بلندی کی خواہش کہاں تک؟

۳۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

قتل عثمانؓ کی حقیقت کے بارے میں(۱)

یاد رکھو اگر میں نے اس قتل کا حکم دیا ہوتا تو یقیناً میں قاتل ہوتا اور اگر میں نے منع کیا ہوتا تو یقیناً میں مددگار قرار پاتا۔ لیکن بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ جن بنی امیہ نے مدد کی ہے وہ اپنے کو ان سے بہتر نہیں کہہ سکتے ہیں جنھوں نے نظر انداز کر دیا ہے اور جن لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس نے مدد کی ہے وہ ہم سے بہتر تھا۔(۲) اب میں اس قتل کا خلاصہ بتلائے دیتا ہوں، "عثمانؓ نے خلافت کو اختیار کیا تو بدترین طریقہ سے اختیار کیا(۳) اور تم گھبرا گئے تو بُری طرح سے گھبرا گئے اور اب اللہ دونوں کے بارے میں فیصلہ کرنے والا ہے۔"

۳۱۔ آپ کا ارشاد گرامی

جب آپ نے عبداللہ بن عباس کو زبیر کے پاس بھیجا کہ اسے جنگ سے پہلے اطاعت امامؑ کیطرف واپس لے آئیں۔

خبردار طلحہ سے ملاقات نہ کرنا کہ اس سے ملاقات کرو گے تو اُسے اُس بیل جیسا پاؤ گے جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوں۔ وہ سرکش سواری پر سوار ہوتا ہے اور اسے رام کیا ہوا کہتا ہے۔ تم صرف زبیر سے ملاقات کرنا کہ اس کی طبیعت قدرے نرم ہے۔(۴) اس سے کہنا کہ تمھارے ماموں زاد بھائی نے فرمایا ہے کہ تم نے حجاز میں مجھے پہچانا تھا اور عراق میں آکر بالکل بھول گئے ہو۔ آخر یہ نیا سانحہ کیا ہو گیا ہے۔

سید رضیؒ۔ "مَاعَدَا مِمَّا بَدَا" یہ فقرہ پہلے پہل تاریخ عربیت میں امیر المومنینؑ ہی سے سنا گیا ہے۔

۳۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جس میں زمانہ کے ظلم کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی پانچ قسموں کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد زہد کی دعوت دی گئی ہے۔

(۱) یہ تاریخ کا مسلمہ ہے کہ عثمانؓ نے سارے ملک پر بنی امیہ کا اقتدار قائم کر دیا تھا اور بیت المال کو بے تحاشہ اپنے خاندان والوں کے حوالے کر دیا تھا جس کی فریاد پورے عالم اسلام میں شروع ہو گئی تھی اور کوفہ اور مصر تک کے لوگ فریاد لیکر آگئے تھے۔ امیر المومنینؑ نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرائی اور یہ طے ہو گیا کہ مدینہ کے حالات کی ضروری اصلاح کی جائے اور مصر کا حاکم محمد بن ابی بکر کو بنا دیا جائے۔ لیکن مخالفین کے جانے کے بعد عثمانؓ نے ہر بات کا انکار کر دیا اور والیٔ مصر کے نام محمد بن ابی بکر کے قتل کا فرمان بھیجدیا۔ خط راستہ میں پکڑ لیا گیا اور اب جو لوگوں نے واپس آکر مدینہ والوں کو حالات سے آگاہ کیا تو توبہ کا امکان بھی ختم ہو گیا اور چاروں طرف سے محاصرہ ہو گیا۔ اب امیر المومنینؑ کی مداخلت کے امکانات بھی ختم ہو گئے تھے اور بالآخر عثمانؓ کو اپنے اعمال اور بنی امیہ کی اقربا نوازی کی سزا برداشت کرنا پڑی اور پھر کوئی مروان یا معاویہ کام نہیں آیا۔

معنى جور الزمان

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّا قَدْ أَصْبَحْنَا فِي دَهْرٍ عَنُودٍ[1]، وَ زَمَنٍ كَنُودٍ(شديد)، يُعَدُّ فِيهِ الْمُحْسِنُ مُسِيئاً، وَ يَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيهِ عُتُوّاً، لَا نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا، وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا جَهِلْنَا، وَلَا نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتَّىٰ تَحُلَّ بِنَا.

أصناف المسيئين

وَالنَّاسُ عَلَىٰ أَرْبَعَةِ أَصْنَافٍ: مِنْهُمْ مَنْ لَا يَمْنَعُهُ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهِ، وَ كَلَالَةُ حَدِّهِ، وَ نَضِيضُ وَفْرِهِ، وَ مِنْهُمُ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهِ، وَالْمُعْلِنُ بِشَرِّهِ، وَالْمُجْلِبُ بِخَيْلِهِ وَ رَجِلِهِ، قَدْ أَشْرَطَ نَفْسَهُ، وَ أَوْبَقَ دِينَهُ لِحُطَامٍ يَنْتَهِزُهُ، أَوْ مِقْنَبٍ يَقُودُهُ، أَوْ مِنْبَرٍ يَفْرَعُهُ. وَ لَبِئْسَ الْمَتْجَرُ أَنْ تَرَى الدُّنْيَا لِنَفْسِكَ ثَمَناً، وَ مِمَّا لَكَ عِنْدَ اللهِ عِوَضاً! وَ مِنْهُمْ مَنْ يَطْلُبُ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ وَلَا يَطْلُبُ الْآخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا، قَدْ طَامَنَ مِنْ شَخْصِهِ، وَ قَارَبَ مِنْ خَطْوِهِ، وَ شَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهِ، وَ زَخْرَفَ مِنْ نَفْسِهِ لِلْأَمَانَةِ، وَ اتَّخَذَ سِتْرَ اللهِ ذَرِيعَةً إِلَى الْمَعْصِيَةِ. وَ مِنْهُمْ مَنْ أَبْعَدَهُ عَنْ طَلَبِ الْمُلْكِ ضُؤُولَةُ نَفْسِهِ، وَانْقِطَاعُ سَبَبِهِ، فَقَصَرَتْهُ الْحَالُ عَلَىٰ حَالِهِ، فَتَحَلَّىٰ بِاسْمِ الْقَنَاعَةِ، وَ تَزَيَّنَ بِلِبَاسِ أَهْلِ الزَّهَادَةِ، وَ لَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ فِي مَرَاحٍ وَلَا مَغْدًى.

الراغبون في الله

وَ بَقِيَ رِجَالٌ غَضَّ أَبْصَارَهُمْ ذِكْرُ الْمَرْجِعِ، وَ أَرَاقَ دُمُوعَهُمْ خَوْفُ الْمَحْشَرِ، فَهُمْ بَيْنَ شَرِيدٍ نَادٍّ، وَ خَائِفٍ مَقْمُوعٍ، وَ سَاكِتٍ مَكْعُومٍ، وَدَاعٍ مُخْلِصٍ، وَ ثَكْلَانَ مُوجَعٍ، قَدْ أَخْمَلَتْهُمُ (احملتهم)

عنود۔ راہ حق سے منحرف
کنود۔ ناشکرا
قارعہ۔ وہ حادثہ جو دروازہ دل کو کھٹکھٹا دے
کلال حدہ۔ اسلحہ کا کند ہونا۔
نضیض وفرہ۔ مال واسباب کی قلت
مجلب خیلہ و رجلہ۔ سوار و پیادہ کا جمع کرنے والا
رَجِل۔ پیادہ سپاہی
اشرط نفسہ۔ نفس کو آمادہ کر لیا ہے
حطام۔ خس و خاشاک۔ مال دنیا
انتہاز۔ موقع سے فائدہ اٹھانا
مقنب۔ تیس سے چالیس افراد کا لشکر
فرع المنبر۔ منبر پر بلند ہونا
ضوولۃ النفس۔ نفس کی کمزوری اور ذلت
مراح۔ مصدر میمی ہے یعنی شام کا وقت
مغدیٰ۔ یہ بھی مصدر میمی ہے یعنی صبح کا وقت
ناد۔ جماعت سے کٹ کر دور ہو جانے والا
مقموع۔ مقہور
مکعوم۔ جس کا دہن بند کر دیا جائے
ثکلان۔ رنجیدہ
اخملہ۔ گمنام بنا دیا

[1] یہ امیرالمومنینؑ کی زندگی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری کائنات کا مسئلہ ہے کہ انسان جس دور کو بھی دیکھتا ہے یہی حالات دیکھتا ہے یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ نیک کردار انسانوں کی کوئی قدر نہیں ہوتی ہے۔ ظالموں کی سرکشی بڑھتی جاتی ہے اور قیامت یہ ہے کہ صاحب علم اپنے علم سے استفادہ نہیں کرتا ہے اور جاہل اپنے جہل پر شرمندہ نہیں ہوتا ہے مصیبتوں کے مقابلہ کی تیاری کی طرف سے ہر انسان غافل رہتا ہے اور جب مصیبت نازل ہو جاتی ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مصیبت بھی اس کی برادری کی کوئی فرد ہے کہ یہ غافل ہو جائے تو وہ بھی غافل ہو جائے اور یہ احساس کھو بیٹھے تو وہ بھی بےحس ہو جائے اور اپنے وقت نزول کو نظر انداز کر دے۔

ایہا الناس! ہم ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں جو سرکش اور ناشکرا ہے[۱]۔ یہاں نیک کردار بُرا سمجھا جاتا ہے اور ظالم اپنے ظلم میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ نہ ہم علم سے کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ جن چیزوں سے ناواقف ہیں ان کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور نہ کسی مصیبت کا اس وقت تک احساس کرتے ہیں جب تک وہ نازل نہ ہو جائے۔

لوگ اس زمانہ میں چار طرح کے ہیں۔ بعض وہ ہیں جنھیں روئے زمین پر فساد کرنے سے صرف ان کے نفس کی کمزوری اور ان کے اسلحہ کے دھار کی کندی اور ان کے اسباب کی کمی نے روک رکھا ہے۔

بعض وہ ہیں جو تلوار کھینچے ہوئے اپنے شر کا اعلان کر رہے ہیں اور اپنے سوار و پیادہ کو جمع کر رہے ہیں۔ اپنے نفس کو مال دنیا کے حصول اور لشکر کی قیادت یا منبر کی بلندی پر عروج کے لئے وقف کر دیا ہے اور اپنے دین کو برباد کر دیا ہے اور یہ بدترین تجارت ہے کہ تم دنیا کو اپنے نفس کی قیمت بنا دو یا اجر آخرت کا بدل قرار دے دو۔

بعض وہ ہیں جو دنیا کو آخرت کے اعمال کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کو دنیا کے ذریعہ نہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے نگاہوں کو نیچا بنا لیا ہے۔ قدم ناپ ناپ کر رکھتے ہیں۔ دامن کو سمیٹ لیا ہے اور اپنے نفس کو گویا امانتداری کے لئے آراستہ کر لیا ہے اور پروردگار کی پردہ داری کو معصیت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔

بعض وہ ہیں جنھیں حصول اقتدار سے نفس کی کمزوری اور اسباب کی نابودی نے دور رکھا ہے اور جب حالات نے سازگاری کا سہارا نہیں دیا تو اسی کا نام قناعت رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ اہل زہد کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں جب کہ نہ ان کی شام زاہدانہ ہے اور نہ صبح۔

(پانچویں قسم)۔ اس کے بعد کچھ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کی نگاہوں کو بازگشت کی یاد نے جھکا دیا ہے اور ان کے آنسوؤں کو خوف محشر نے جاری کر دیا ہے۔ ان میں بعض آوارہ وطن اور دور افتادہ ہیں اور بعض خوفزدہ اور گوشہ نشین ہیں۔ بعض کی زبانوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور بعض اخلاص کے ساتھ محو دعا ہیں اور درد رسیدہ کی طرح رنجیدہ ہیں۔ انھیں خوف حکام نے گمنامی کی منزل تک پہونچا دیا ہے۔

---

[۱] انسانی معاشرہ کی کیا سچی تصویر ہے۔ جب چاہیئے اپنے گھر۔ اپنے محلہ۔ اپنے شہر۔ اپنے ملک پر ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ انشاء چاروں قسمیں بیک وقت نظر آجائیں گی۔ وہ شریف بھی مل جائیں گے جو صرف حالات کی تنگی کی بنا پر شریف بنے ہوئے ہیں ورنہ بس چل جاتا تو بیوی بچوں پر بھی ظلم کرنے سے باز نہیں آتے۔

وہ تیس مار خاں بھی مل جائیں گے جن کا کل شرف فساد فی الارض ہے اور اسی کو اپنی اہمیت و عظمت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں کہ ہم نے بھری محفل میں فلاں کو یہ کہہ دیا اور فلاں اخبار میں فلاں کے خلاف یہ مضمون لکھ دیا یا عدالت میں یہ فرضی مقدمہ دائر کر دیا۔

وہ مقدس بھی مل جائیں گے جن کا تقدس ہی ان کے فسق و فجور کا ذریعہ ہے۔ دعا تعویذ کے نام پر نامحرموں سے خلوت اختیار کرتے ہیں اور اولیاء اللہ سے قریب تر بنانے کے لئے اپنے سے قریب تر بنا لیتے ہیں۔ چادریں اوڑھا کر دعائیں منگواتے ہیں اور تنہائی میں بلا کر چادر اتار دیتے ہیں۔

وہ فاقہ مست بھی مل جائیں گے جنھیں حالات کی مجبوری نے قناعت پر آمادہ کر دیا ہے ورنہ ان کی صحیح حالت کا اندازہ دوسروں کے دسترخوانوں پر بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

تلاش ہے انسانیت کو اس پانچویں قسم کی جو سوائے پنجتن پاک کے اور کسی کے آستانہ پر نظر نہیں آتی ہے۔ کاش دنیا کو اب بھی ہوش آجائے۔

اَلتَّقِيَّةُ، وَ شَمِلَتْهُمُ الذِّلَّةُ، فَهُمْ فِي بَحْرٍ أُجَاجٍ، أَفْوَاهُهُمْ ضَامِزَةٌ، وَ قُلُوبُهُمْ قَرِحَةٌ، قَدْ وَعَظُوا حَتَّى مَلُّوا، وَ قُهِرُوا حَتَّى ذَلُّوا، وَقُتِلُوا حَتَّى قَلُّوا.^(۱)

التزهيد في الدنيا

فَلْتَكُنِ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِكُمْ أَصْغَرَ مِنْ حُثَالَةِ الْقَرَظِ، وَقُرَاضَةِ الْجَلَمِ، وَاتَّعِظُوا بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَبْلَ أَنْ يَتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ؛ وَارْفُضُوهَا ذَمِيمَةً، فَإِنَّهَا قَدْ رَفَضَتْ مَنْ كَانَ أَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ

قال الشريف ـ رضي الله عنه ـ أقول: هذه الخطبة ربما نسبها من لا علم له إلى معاوية، و هي من كلام أمير المؤمنين ﴿عليه السلام﴾ الذي لا يشك فيه، و أين الذهب من الرّغام! و أين العذب من الأجاج! و قد دلّ على ذلك الدليل الخرّيت و نقده الناقد البصير عمرو بن بحر الجاحظ؛ فإنه ذكر هذه الخطبة في كتاب «البيان والتبيين» و ذكر من نسبها إلى معاوية، ثم تكلم من بعدها بكلام في معناها، جملته أنه قال: وهذا الكلام بكلام علي ﴿عليه السلام﴾ أشبه، و بمذهبه في تصنيف الناس، و في الإخبار عما هم عليه من القهر و الإذلال، و من التقية والخوف، أليق. قال: و متى و جدنا معاوية في حال من الأحوال يسلك في كلامه مسلك الزهاد، و مذاهب العبّاد!

۳۳
و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

عند خروجه لقتال أهل البصرة، و فيها حكمة مبعث الرسل، ثم يذكر فضله ويذم الخارجين

قال عبدالله بن عباس ـ رضي الله عنه ـ: دخلت على أميرالمؤمنين ﴿عليه السلام﴾ بذي قار و هو يخصف نعله، فقال لي: ما قيمة هذا النعل؟ فقلت: لَا قيمةَ لها! فقال ﴿عليه السلام﴾: والله لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ إِمْرَتِكم، إلَّا أن أُقِيمَ حقًّا، أو أدفع باطلاً، ثم خرج فخطب الناس فقال:

حكمة بعثة النبي ﴿صلى الله عليه وآله﴾

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَاباً، وَ لَا يَدَّعِي نُبُوَّةً، فَسَاقَ النَّاسَ حَتَّى بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، وَ بَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَاطْمَأَنَّتْ صَفَاتُهُمْ

تقیہ - حالات کو چھپا کر ظلم سے تحفظ کا انتظام کرنا
اجاج - کھارا
ضامزہ - ساکن
قرحہ - زخمی
حثالہ - چھلکا
قرظ - کیکر کا پتہ
جلم - وہ قینچی جس سے اون کاٹا جاتا ہے
رغام - مٹی یا ریت
خرّیت - ماہر اور تجربہ کار
خصف نعل - جوتیاں ٹانکنا
قناۃ - نیزہ - اس کی استقامت کی سازگاری کا اشارہ ہے

(۱) اللہ والوں کی زندگی کا یہ عجیب و غریب نقشہ ہے جس کا مشاہدہ ہر دور اور ہر علاقہ میں کیا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگی کے حسب ذیل مشکلات کسی نہ کسی شکل میں ضرور سامنے آتے ہیں -
۱ - مظالم انھیں گمنام بنا دیتے ہیں
۲ - اہل اقتدار انھیں ذلیل و کمزور قرار دیدیتے ہیں -
۳ - ان کی زندگی گویا کھارے پانی کے سمندر میں ہوتی ہے کہ اپنے ماحول سے اپنی تشنگی کا بھی علاج نہیں کر سکتے ہیں - (۴) - ان کی زبانوں پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے - ۵ - ان کے دل شریعت کی بربادی دیکھ کر زخمی ہو جاتے ہیں -
۶ - ان کی نصیحت اس قدر نظر انداز کی جاتی ہے کہ گویا لوگ اکتا جاتے ہیں - (۷) - انھیں اس قدر دبایا جاتا ہے کہ لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں -
۸ - انھیں اس قدر مارا جاتا ہے کہ ان کی تعداد کم ہو جاتی ہے ایسے حالات میں صاحبان عقل و شعور کو واقعاً عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہئے جس کا برتاؤ نیک بندوں کے ساتھ اس قسم کا رہا ہو لیکن یہ "دیدہ عبرت نگاہ" کہاں ہے؟

مصادر خطبہ ۳۳ ارشاد مفید ص۱۵۴ ، الخصائص ص۱۱

اور بیچارگی نے انھیں گھیر لیا ہے۔ گویا وہ ایک کھارے سمندر کے اندر زندگی گذار رہے ہیں جہاں منھ بند ہیں اور دل زخمی ہیں۔ انھوں نے اس قدر موعظہ کیا ہے کہ تھک گئے ہیں اور وہ اس قدر دبائے گئے ہیں کہ بالآخر دب گئے ہیں اور اس قدر مارے گئے ہیں کہ ان کی تعداد بھی کم ہو گئی ہے[1]۔

لہٰذا اب دنیا کو تمھاری نگاہوں میں کیکر کے چھلکوں اور اُون کے ریزوں سے بھی زیادہ پست ہونا چاہیئے اور اپنے پہلے والوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے قبل اس کے کہ بعد والے تمھارے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اس دنیا کو نظر انداز کر دو۔ یہ بہت ذلیل ہے یہ ان کے کام نہیں آئی ہے جو تم سے زیادہ اس سے دل لگانے والے تھے۔

سید رضیؒ۔ بعض جاہلوں نے اس خطبہ کو معاویہ کی طرف منسوب کر دیا ہے جبکہ بلاشک یہ امیر المومنینؑ کا کلام ہے اور بھلا کیا ربط ہے سونے اور مٹی میں اور شیریں اور شور میں؟ اس حقیقت کی نشاندہی فن بلاغت کے ماہر اور بابصیرت تنقیدی نظر رکھنے والے عالم عمرو بن بحر الجاحظ نے بھی کی ہے جب اس خطبہ کو "البیان والتبیین" میں نقل کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اسے معاویہ کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ یہ حضرت علی علیہ السلام کے انداز بیان سے زیادہ ملتا جلتا ہے کہ آپ ہی اس طرح لوگوں کے اقسام، مذاہب اور قہر و ذلّت اور تقیہ و خوف کا تذکرہ کیا کرتے تھے ورنہ معاویہ کو کب اپنی گفتگو میں زاہدوں کا انداز یا عابدوں کا طریقہ اختیار کرتے دیکھا گیا ہے۔

۳۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(اہل بصرہ سے جہاد کے لئے نکلتے وقت جس میں آپ نے رسولوں کی بعثت کی حکمت اور پھر اپنی فضیلت اور خوارج کی رذیلت کا ذکر کیا ہے۔)

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں مقام ذی قار میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ اپنی نعلین کی مرمت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ابن عباس! ان جوتیوں کی کیا قیمت ہے؟ میں نے عرض کی کچھ نہیں! فرمایا کہ خدا کی قسم یہ مجھے تمھاری حکومت سے زیادہ عزیز ہیں مگر یہ کہ حکومت کے ذریعہ میں کسی حق کو قائم کر سکوں یا کسی باطل کو دفع کر سکوں۔ اس کے بعد لوگوں کے درمیان آکر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ نے حضرت محمدؐ کو اس وقت مبعوث کیا جب عربوں میں کوئی نہ آسمانی کتاب پڑھنا جانتا تھا اور نہ نبوت کا دعویدار تھا۔ آپ نے لوگوں کو کھینچ کر ان کے مقام تک پہونچایا اور انھیں منزل نجات سے آشنا بنا دیا یہاں تک کہ ان کی کجی درست ہو گئی اور ان کے حالات استوار ہو گئے۔

[1] امیر المومنینؑ کے زیر نظر خطبہ کی فصاحت و بلاغت اپنے مقام پر ہے۔ آپ کا یہ ایک کلمہ ہی آپ کی زندگی اور آپ کے نظریات کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے خصوصیت کے ساتھ اس صورت حال کو نگاہ میں رکھنے کے بعد کہ آپ جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کی طرف جا رہے تھے اور حضرت عائشہ آپ کے خلاف جنگ کی آگ اس پروپیگنڈہ کے ساتھ بھڑکا رہی تھیں کہ آپ نے حکومت و اقتدار کی لالچ میں عثمانؓ کو قتل کرا دیا ہے اور تخت خلافت پر قابض ہو گئے ہیں۔

ضرورت تھی کہ آپ تخت حکومت کے بارے میں اپنے نظریات کا اعلان کر دیتے۔ لیکن یہ کام خطبہ کی شکل میں ہوتا تو اس کی علمی شکل کا سمجھنا ہر انسان کے بس کا کام نہیں تھا لہٰذا قدرت نے ایک غیبی ذریعہ فراہم کر دیا جہاں آپ اپنی جوتیوں کی مرمت کر رہے تھے اور ابن عباس سامنے آگئے۔

صورت حال نے پہلے تو اس امر کی وضاحت کی کہ آپ تخت خلافت پر "قابض" ہونے کے بعد بھی ایسی زندگی گذار رہے تھے کہ آپ کے پاس صحیح و سالم جوتیاں بھی نہیں تھیں اور پھر شکستہ اور بوسیدہ جوتیوں کی مرمت بھی کسی صحابی یا ملازم سے نہیں کراتے تھے بلکہ یہ کام بھی خود ہی انجام دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو حکومت کی کیا طمع ہو سکتی ہے اور اسے حکومت سے کیا سکون و آرام مل سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے دو بنیادی نکات کا اعلان فرمایا:

۱۔ میری نگاہ میں حکومت کی قیمت جوتیوں کے برابر بھی نہیں ہے کہ جوتیاں تو کم سے کم میرے قدموں میں رہتی ہیں اور تخت حکومت تو ظالموں اور بے ایمانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

۲۔ میری نگاہ میں حکومت کا مصرف صرف حق کا قیام اور باطل کا ازالہ ہے ورنہ اس کے بغیر حکومت کا کوئی جواز نہیں ہے۔

فضل علي ﴿ع﴾

أَمَــا وَاللهِ إِنْ كُــنْتُ لَــفِي سَــاقَتِهَا حَتَّىٰ تَــوَلَّتْ بِحَذَا فِيرِهَا: مَــا عَــجَزْتُ «ضَــعُفْتُ» وَلَا جَــبُنْتُ(وَهــنتُ)، وَ إِنَّ مَسِيرِي هٰذَا لِمِثْلِهَا؛ فَلَأَنْقُبَنَّ (فلاثقبن) اَلْبَاطِلَ حَتَّىٰ يَخْرُجَ اَلْحَقُّ مِنْ جَنْبِهِ.

توبيخ الخارجين عليه

مَــالِي وَ لِقُرَيْشٍ! واللهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِينَ: وَ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُونِينَ، وَ إِنِّي لَصَاحِبُهُمْ بِالْأَمْسِ، كَمَا أَنَا صَاحِبُهُمُ اَلْيَوْمَ! وَاللهِ مَا تَنْقِمُ مِنَّا قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّ اللهَ اَخْتَارَنَا عَلَيْهِمْ، فَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي حَيِّزِنَا، فَكَانُوا كَمَا قَالَ اَلْأَوَّلُ:

أَدَمْتَ لَعَمْرِي شُرْبَكَ اَلْمَحْضَ صَابِحاً ۔۔۔ وَأَكْلَكَ بِالزُّبْدِ اَلْمُقَشَّرَةَ اَلْبُجْرَا

وَ نَحْنُ وَهَبْنَاكَ اَلْعَلَاءَ وَلَمْ تَكُنْ ۔۔۔ عَلِيًّا، وَ حُطْنَا حَوْلَكَ اَلْجُرْدَ وَالسُّمْرَا

٣٤

و من خطبة له ﴿ع﴾

في استنفار الناس إلى أهل الشام بعد فراغه من أمر الخوارج،

و فيها يتأفف بالناس، و ينصح لهم بطريق السداد

أُفٍّ لَكُمْ! لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ! أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ اَلْآخِرَةِ عِوَضاً؟ وَ بِالذُّلِّ مِنَ اَلْعِزِّ خَلَفاً؟ إِذَا دَعَوْتُكُمْ إِلَىٰ جِهَادِ عَدُوِّكُمْ دَارَتْ أَعْيُنُكُمْ، كَأَنَّكُمْ مِنَ اَلْمَوْتِ فِي غَمْرَةٍ، وَ مِنَ اَلذُّهُولِ فِي سَكْرَةٍ. يُرْتَجُ عَلَيْكُمْ حَوَارِي فَتَعْمَهُونَ، وَ كَأَنَّ قُلُوبَكُمْ مَأْلُوسَةٌ. فَأَنْتُمْ لَا تَعْقِلُونَ. مَا أَنْتُمْ لِي بِثِقَةٍ سَجِيسَ اَللَّيَالِي، وَ مَا أَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُمَالُ بِكُمْ، وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ يُفْتَقَرُ إِلَيْكُمْ. مَا أَنْتُمْ إِلَّا كَإِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا، فَكُلَّمَا جُمِعَتْ (اجتمعت) مِنْ جَانِبٍ اَنْتَشَرَتْ مِنْ آخَرَ، لَبِئْسَ - لَعَمْرُ اللهِ - سُعْرُ نَارِ اَلْحَرْبِ أَنْتُمْ! تُكَادُونَ وَلَا تَكِيدُونَ، وَ تُنْتَقَصُ أَطْرَافُكُمْ فَلَا تَمْتَعِضُونَ، لَا يُنَامُ عَنْكُمْ وَأَنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ

ساقہ - فوج کا وہ آخری حصہ جو اگلے حصہ کو آگے بڑھاتا ہے
حذافیر - کل کا کل
نقب - سوراخ کرنا
دوران الاعین - خوف سے آنکھیں پھرانا
غمرہ - پردہ - شدت احتضار
رتج - بند کر دینا
حوار - گفتگو
تعمھون - اندھے ہوگئے ہو
مالوسہ - دیوانگی کا مارا ہوا
زافر - عمارت کا رکن اور ستون قبیلہ
سعر - آگ بھڑکانا

(۱) غور کیا جائے تو صدر اسلام سے لے کر جنگ جمل و صفین تک کے حالات میں صرف اس قدر فرق ہوا ہے کہ ابتدا میں کفر و اسلام اور حق و باطل بالکل الگ الگ تھے اور کوئی کسی کے زیر سایہ یا زیر نقاب نہیں تھا اور آج کفر نے اسلام کا نقاب پہن لیا ہے اور حق باطل کے نیچے دبا دیا گیا ہے۔ امیر المومنینؑ اسی نکتہ کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میرے لئے ان حالات کا مقابلہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں روز اول سے رسول اکرمؐ کے ساتھ انقلابی تحریک میں شامل رہ چکا ہوں۔ میرے کردار میں نہ کمزوری ہے اور نہ بزدلی۔ میں باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہوں اور آج کے گمراہ درحقیقت کل کے کفار ہی ہیں جنھوں نے اسلام کا رخ اختیار کر لیا ہے اور ان کے دلوں میں یہ بغض بیٹھا ہوا ہے کہ انھیں ہمارے زیر اثر مسلمان زندگی گذارنا پڑ رہی ہے۔

مصادر خطبہ ۳۴ تاریخ طبری ۶ ص ۵۱ - ۳۳۸۶، الامامۃ والسیاسہ ابن قتیبہ ۱ ص ۱۵۰، انساب الاشراف بلاذری ص ۳۸۰، المجالس مفیدؒ ص ۴۹، تذکرہ ابن الجوزی ص ۱۰۶، اختصاص مفیدؒ ص ۱۵۳

آگاہ ہو جاؤ کہ بخدا قسم میں اس صورت حال کے تبدیل کرنے والوں میں شامل تھا یہاں تک کہ حالات مکمل طور پر تبدیل ہو گئے اور میں نہ کمزور ہوا اور نہ خوفزدہ ہوا اور آج بھی میرا یہ سفر ویسے ہی مقاصد کے لئے ہے۔ میں باطل کے شکم کو چاک کر کے اس کے پہلو سے وہ حق نکال لوں گا جسے اس نے مظالم کی تہوں میں چھپا دیا ہے۔

میرا قریش سے کیا تعلق ہے۔ میں نے کل ان سے کفر کی بنا پر جہاد کیا تھا اور آج فتنہ اور گمراہی کی بنا پر جہاد کروں گا[1]۔ میں ان کا پرانا مدمقابل ہوں اور آج بھی ان کے مقابلہ پر تیار ہوں۔ خدا کی قسم قریش کو ہم سے کوئی عداوت نہیں ہے مگر یہ کہ پروردگار نے ہمیں منتخب قرار دیا ہے اور ہم نے ان کو اپنی جماعت میں داخل کرنا چاہا تو وہ ان اشعار کے مصداق ہو گئے:

ہماری جاں کی قسم یہ شراب ناب صباح   یہ چرب چرب غذائیں ہمارا صدقہ ہیں

ہمیں نے تم کو یہ ساری بلندیاں دی ہیں   وگرنہ تیغ و سناں بس ہمارا حصہ ہیں

۳۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں خوارج کے قصہ کے بعد لوگوں کو اہل شام سے جہاد کے لئے آمادہ کیا گیا ہے اور ان کے حالات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہیں نصیحت کی گئی ہے)

حیف ہے تمہارے حال پر۔ میں تمہیں ملامت کرتے کرتے تھک گیا۔ کیا تم لوگ واقعاً آخرت کے عوض زندگانی دنیا پر راضی ہو گئے ہو اور تم نے ذلت کو عزت کا بدل سمجھ لیا ہے؟ کہ جب میں تمہیں دشمن سے جہاد کی دعوت دیتا ہوں تو تم آنکھیں پھرانے لگتے ہو جیسے موت کی بیہوشی طاری ہو اور غفلت کے نشہ میں مبتلا ہو۔ تم پر جیسے میری گفتگو کے دروازے بند ہو گئے ہیں کہ تم گمراہ ہوتے جا رہے ہو اور تمہارے دلوں پر دیوانگی کا اثر ہو گیا ہے کہ تمہاری سمجھ ہی میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ تم کبھی میرے لئے قابل اعتماد نہیں ہو سکتے ہو اور نہ ایسا ستون ہو جس پر بھروسہ کیا جا سکے اور نہ عزت کے وسائل ہو جس کی ضرورت محسوس کی جا سکے تم تو ان اونٹوں جیسے ہو جن کے چرواہے گم ہو جائیں کہ جب ایک طرف سے جمع کئے جاتے ہیں تو دوسری طرف سے بھڑک جاتے ہیں۔

خدا کی قسم۔ تم بدترین افراد ہو جن کے ذریعہ آتش جنگ کو بھڑکایا جا سکے۔ تمہارے ساتھ مکر کیا جاتا ہے اور تم کوئی تدبیر بھی نہیں کرتے ہو۔ تمہارے علاقے کم ہوتے جا رہے ہیں اور تمہیں غصہ بھی نہیں آتا ہے۔ دشمن تمہاری طرف سے غافل نہیں ہے مگر تم غفلت کی نیند سو رہے ہو۔

---

[1] اس مقام پر یہ خیال نہ کیا جائے کہ ایسے انداز گفتگو سے عوام الناس میں مزید نخوت پیدا ہو جاتی ہے اور ان میں کام کرنے کا جذبہ بالکل مردہ ہو جاتا ہے اور اگر واقعاً امام علیہ السلام اسی قدر عاجز آ گئے تھے تو پھر بار بار دہرانے کی کیا ضرورت تھی۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا ہوتا۔ جو انجام ہونے والا تھا ہو جاتا اور بالآخر لوگ اپنے کیفر کردار کو پہونچ جاتے۔؟

اس لئے کہ یہ ایک جذباتی مشورہ تو ہو سکتا ہے منطقی گفتگو نہیں ہو سکتی ہے۔ اکتاہٹ اور ناراضگی ایک فطری ردعمل ہے جو امر بالمعروف کی منزل میں فریضہ بھی بن جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی اتمام حجت کا فریضہ بہرحال باقی رہ جاتا ہے۔ پھر امامؑ کی نگاہیں اس مستقبل کو بھی دیکھ رہی تھیں جہاں مسلسل ہدایات کے پیش نظر چند افراد ضرور پیدا ہو جاتے ہیں اور اس وقت بھی پیدا ہو گئے تھے یہ اور بات ہے کہ قضا و قدر نے ساتھ نہیں دیا اور جہاد مکمل نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ اگر امیرالمومنینؑ نے سکوت اختیار کر لیا ہوتا تو دشمن اسے رضامندی اور بیعت کی علامت بنا لیتے اور مخلصین اپنی کوتاہی عمل کا بہانہ قرار دے لیتے اور اسلام کی روح عمل اور تحریک دینداری مردہ ہو کر رہ جاتی۔!

سَاهُونَ. غُلِبَ وَاللّهِ الْمُتَخَاذِلُونَ! وَ ايْمُ اللّهِ إِنِّي لَأَظُنُّ بِكُمْ أَنْ لَوْ حَمِسَ (حمس) الْوَغَى، وَ اسْتَحَرَّ الْمَوْتُ، قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّأْسِ.[1] وَاللّهِ إِنَّ امْرَأً يُمَكِّنُ عَدُوَّهُ مِنْ نَفْسِهِ يَعْرُقُ لَحْمَهُ، وَ يَهْشِمُ عَظْمَهُ، وَ يَفْرِي جِلْدَهُ، لَعَظِيمٌ عَجْزُهُ، ضَعِيفٌ مَا ضُمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهِ.[2] أَنْتَ فَكُنْ ذَاكَ إِنْ شِئْتَ؛ فَأَمَّا أَنَا فَوَاللّهِ دُونَ أَنْ أُعْطِيَ ذلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ تَطِيرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ، وَ تَطِيحُ السَّوَاعِدُ وَ الْأَقْدَامُ، وَ يَفْعَلُ اللّهُ بَعْدَ ذلِكَ مَا يَشَاءُ.

طريق السداد

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لِي عَلَيْكُمْ حَقّاً، وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ: فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ فَالنَّصِيحَةُ لَكُمْ، وَ تَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ، وَ تَعْلِيمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوا، وَ تَأْدِيبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوا. وَ أَمَّا حَقِّي عَلَيْكُمْ فَالْوَفَاءُ بِالْبَيْعَةِ، وَالنَّصِيحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيبِ، وَالْإِجَابَةُ حِينَ أَدْعُوكُمْ، وَالطَّاعَةُ حِينَ آمُرُكُمْ.

۳۵

و من خطبة له (عليه السلام)

بعد التحكيم و ما بلغه من أمر الحكمين

و فيها حمدالله على بلائه، ثم بيان سبب البلوى

الحمد على البلاء

الْحَمْدُ لِلّهِ وَ إِنْ أَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ، وَالْحَدَثِ الْجَلِيلِ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَيْسَ مَعَهُ إِلٰهٌ غَيْرُهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

حمس وغیٰ - شدت جنگ
استحر الموت - موت کی گرم بازاری
یعرق لحمہ - گوشت یوں کھایا جائے کہ ہڈی پر کچھ نہ رہ جائے
انفراج الراس - یعنی دوبارہ جوڑنے کا امکان بھی نہ رہ جائے
فری - ٹکڑے ٹکڑے کر دینا
جوانح - پسلیاں
مشرفیہ - مقام مشارف کی تلواریں
فراش الہام - سر کی باریک ہڈیاں
فئی - مال بیت المال
خطب فادح - سنگین حادثہ
حدث - حادثہ

(۱) گذشتہ خطبات میں آپ نے اپنے خدمات کو سرکار دوعالم کے ساتھ شامل کیا تھا تو انجام بھی دونوں خدمات کا ایک جیسا ہی ہوا جس طرح احد کے میدان میں سرکار کے اصحاب تنہا چھوڑ کر روانہ ہو گئے تھے اور کسی کو مڑ کر دیکھنے کی فرصت نہ تھی - اسی طرح آپ کے ساتھ اہل کوفہ کا برتاؤ رہا کہ عین میدان جنگ میں معاویہ کے مکارانہ طور پر نیزوں پر قرآن بلند کرنے کے فریب میں آگئے اور آپ کے قول پر اعتماد نہ کیا بلکہ آپ کو دشمن کے حوالے کر دینے کا منصوبہ بنا لیا -
ظاہر ہے کہ جو قوم اس قدر احمق اور ذلیل ہو اس کا حصہ ناکامی اور رسوائی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے -

(۲) یہ بیحیائی کی بدترین مثال ہے جس کی نظیر عالم کفر والحاد میں بھی نہیں پائی جاتی ہے - عالم اسلام کا کیا ذکر ہے -
آج کفر کی دنیا میں بھی یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب سپاہی ہارنے لگتا ہے اور دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو خودکشی کر کے اپنے کو اس ذلت سے بچا لیتا ہے اور دشمن کے قبضہ میں جانے کو گوارا نہیں کرتا ہے - ظاہر ہے کہ یہ عمل عقلی اور شرعی اعتبار سے صحیح نہیں ہے لیکن بہرحال اسے تقاضائے غیرت و شہامت تصور کیا جاتا ہے اور ایسے لوگ ان لوگوں سے بہرحال بہتر ہوتے ہیں جو جہاد کے میدان کو نظر انداز کر کے ہر طرح کی ذلت اور رسوائی کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں -

---

مصادر خطبہ ۳۵ انساب الاشراف بلاذری ص۳۶۵، تاریخ طبری ۶ ص۴۳، الامامۃ و السیاسۃ ۱ ص۱۱۹، کتاب صفین نصر بن مزاحم، تذکرۃ الخواص ص۱۰۳، اغانی ابوالفرج اصفہانی ۹ ص۳، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۴۱۲، کامل ابن اثیر ۲ ص۱۷۱، البدایۃ والنہایۃ ۷ ص۲۸۶، مجمع الامثال میدانی ۲ ص۲۳۸

خدا کی قسم سستی برتنے والے ہمیشہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور بخدا میں تمہارے بارے میں یہی خیال رکھتا ہوں کہ اگر جنگ نے زور پکڑ لیا اور موت کا بازار گرم ہو گیا تو تم فرزند ابو طالب سے یوں ہی الگ ہو جاؤ گے جس طرح جسم سے سر الگ ہو جاتا ہے۔ (۱)

خدا کی قسم اگر کوئی شخص اپنے دشمن کو اتنا قابو دے دیتا ہے کہ وہ اس کا گوشت اتار لے اور ہڈی توڑ ڈالے اور کھال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو ایسا شخص عاجزی کی آخری سرحد پر ہے اور اس کا وہ دل انتہائی کمزور ہے جو اس کے پہلوؤں کے درمیان ہے۔ (۲) تم چاہو تو ایسے ہی ہو جاؤ لیکن میں خدا گواہ ہے کہ اس نوبت کے آنے سے پہلے وہ تلوار چلاؤں گا کہ کھوپڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑتی دکھائی دیں گی اور ہاتھ پیر کٹ کٹ کر گرتے نظر آئیں گے۔ اس کے بعد خدا جو چاہے گا وہ کرے گا۔

ایہا الناس! یقیناً ایک حق میرا تمہارے (۱) ذمہ ہے اور ایک حق تمہارا میرے ذمہ ہے۔ تمہارا حق میرے ذمہ یہ ہے کہ میں تمہیں نصیحت کروں اور بیت المال کا مال تمہارے حوالے کر دوں اور تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہ جاؤ اور ادب سکھاؤں تاکہ باعمل ہو جاؤ۔ اور میرا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ بیعت کا حق ادا کرو اور حاضر و غائب ہر حال میں خیر خواہ رہو۔ جب پکاروں تو لبیک کہو اور جب حکم دوں تو اطاعت کرو۔

۳۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب تحکیم کے بعد اس کے نتیجہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اس بلا کا سبب بیان فرمایا)

ہر حال میں خدا کا شکر ہے چاہے زمانہ کوئی بڑی مصیبت کیوں نہ لے آئے اور حادثات کتنے ہی عظیم کیوں نہ ہو جائیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں (خدا کی رحمت ان پر اور ان کی آلؑ پر)

---

(۱) یہ دیانتداری اور ایمانداری کی عظیم ترین مثال ہے کہ کائنات کا امیر، مسلمانوں کا حاکم۔ اسلام کا ذمہ دار قوم کے سامنے کھڑے ہو کر اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ جس طرح میرا حق تمہارے ذمہ ہے اسی طرح تمہارا حق میرے ذمہ بھی ہے۔ اسلام میں حاکم حقوق العباد سے بلند تر نہیں ہوتا ہے اور نہ اسے قانون الٰہی کے مقابلہ میں مطلق العنان قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد دوسری احتیاط یہ ہے کہ پہلے عوام کے حقوق کو ادا کرنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اپنے حقوق کا مطالبہ کیا اور حقوق کے بیان میں بھی عوام کے حقوق کو اپنے حق کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی۔ اپنا حق صرف یہ ہے کہ قوم مخلص رہے اور بیعت کا حق ادا کرتی رہے اور احکام کی اطاعت کرتی رہے جب کہ یہ کسی حاکم کے امتیازی حقوق نہیں ہیں بلکہ مذہب کے بنیادی فرائض ہیں۔ اخلاص و نصیحت ہر شخص کا بنیادی فریضہ ہے۔ بیعت کی پابندی معاہدہ کی پابندی اور تقاضائے انسانیت ہے۔ احکام کی اطاعت احکام الٰہیہ کی اطاعت ہے اور یہی عین تقاضائے اسلام ہے۔

اس کے برخلاف اپنے اوپر جن حقوق کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسلام کے بنیادی فرائض میں شامل نہیں ہیں بلکہ ایک حاکم کی ذمہ داری کے شعبہ ہیں کہ وہ لوگوں کو تعلیم دے کر ان کی جہالت کا علاج کرے اور انہیں مہذب بنا کر عمل کی دعوت دے اور پھر برابر نصیحت کرتا رہے اور کسی آن بھی انکے مصالح و منافع سے غافل نہ ہونے پائے۔!

سبب البلوى

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَسْرَةَ، وَ تُعْقِبُ النَّدَامَةَ. وَ قَدْ كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ فِي هٰذِهِ الْحُكُومَةِ أَمْرِي، وَ نَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُونَ رَأْيِي، لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيرٍ[۱] أَمْرٌ! فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْجُفَاةِ، وَالْمُنَابِذِينَ الْعُصَاةِ، حَتَّىٰ ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهِ، وَ ضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهِ، فَكُنْتُ أَنَا وَ إِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ أَخُو هَوَازِنَ[۲]:

أَمَرْتُكُمْ أَمْرِي بِمُنْعَرَجِ اللِّوَىٰ

فَلَمْ تَسْتَبِينُوا النُّصْحَ (الرّشد) إِلَّا ضُحَى الْغَدِ

۳۶

و من خطبة له (عليه السلام)

في تخويف أهل النهروان[۳]

فَأَنَا نَذِيرٌ لَكُمْ أَنْ تُصْبِحُوا صَرْعَىٰ بِأَثْنَاءِ هٰذَا النَّهَرِ، وَبِأَهْضَامِ هٰذَا الْغَائِطِ، عَلَىٰ غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَ لَا سُلْطَانٍ مُبِينٍ مَعَكُمْ: قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ، وَاحْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ، وَ قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْحُكُومَةِ فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُنَابِذِينَ (المخالفين)، حَتَّىٰ صَرَفْتُ رَأْيِي إِلَىٰ هَوَاكُمْ، وَ أَنْتُمْ مَعَاشِرُ أَخِفَّاءُ الْهَامِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ؛ وَ لَمْ آتِ - لَا أَبَا لَكُمْ - بُجْراً، وَلَا أَرَدْتُ لَكُمْ ضُرّاً.

(۱) واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جذیمہ نے جزیرہ کے حاکم عمرو بن ظرب کو قتل کر دیا تو اس کی بیٹی جزیرہ کی حاکم ہو گئی اور اس نے باپ کے انتقام کے بارے میں ایک نئی تدبیر سوچی کہ جذیمہ کو پیام دیدیا کہ میں تنہا حکومت نہیں چلا سکتی۔ آپ مجھ سے عقد کر لیں کہ دونوں مل کر حکومت کو چلائیں جذیمہ نے رشتہ کو منظور کر لیا اور جزیرہ جانے کی تیاری میں لگ گیا۔ اس کے غلام قصیر نے سمجھایا کہ اس میں مکاری کا امکان ہے لیکن جذیمہ کی سمجھ میں نہ آیا اور جب جزیرہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو زباد کے سپاہیوں نے شبخون مار کر جذیمہ کا خاتمہ کر دیا اور قصیر کی زبان پر بیساختہ یہ فقرہ آ گیا۔

(۲) اخو ہوازن درید بن صمہ شاعر ہے جس نے اپنے بھائی عبداللہ کے ہمراہ بنی بکر پر حملہ کیا اور ان کے اونٹ ہنکا لایا۔ مقام منعرج اللویٰ پر رات گزارنے کا ارادہ کیا تو درید نے منع کیا کہ یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے لیکن عبداللہ نے قبول نہیں کیا اور بالآخر راتوں رات قتل کر دیا گیا۔ جس کے بعد درید نے یہ شعر پڑھا جو اس کے متعدد اشعار کا ایک حصہ ہے۔

(۳) نہروان ایک وادی کا نام ہے جس کا سلسلہ کوفہ کے قریب صحرائے حروراء سے ملتا ہے۔ وہاں کے لوگوں نے واقعہ تحکیم کے بعد بغاوت کا اعلان کر دیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ علیؑ نے معاویہ کے ساتھ اس فیصلہ کو کیوں منظور کیا جبکہ فیصلہ کرنے کا حق صرف پروردگار کو ہے اور اس کے بعد اپنے سربراہ حرقوص بن زہیر سعدی (ذوالثدیہ) کی قیادت میں جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور بالآخر فنا ہو گئے۔ اس فرقہ کو علاقہ کے اعتبار سے حروریہ اور عمل کے اعتبار سے خوارج کہا جاتا ہے کہ انھوں نے امام وقت پر خروج کیا تھا۔

مصادر خطبہ ۳۶ الموفقیات زبیر بن بکار ص۳۲۵، تاریخ طبری ۶ ص۴۷، ۴۸، ۳۲۷۷، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص۱۲۷، تذکرۃ الخواص ص۱۰۰، النہایۃ ابن الاثیر ۱ ص۹۷، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۴۰۲، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۳۷۱، الاخبار الطوال دینوری ص۱۹۲

امابعد (یاد رکھو) کہ ناصح شفیق اور عالم تجربہ کار کی نافرمانی ہمیشہ باعث حسرت اور موجب ندامت ہوا کرتی ہے۔ میں نے تمھیں تحکیم کے بارے میں اپنی رائے سے باخبر کر دیا تھا اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ بیان کر دیا تھا لیکن اے کاش "قصیر" (۴۱) کے حکم کی اطاعت کی جاتی۔ تم نے تو میری اس طرح مخالفت کی جس طرح بدترین مخالف اور عہد شکن نافرمان کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ نصیحت کرنے والا خود بھی شبہ میں پڑ جائے کہ کس کو نصیحت کر دی اور چقماق نے شعلہ بھڑکانا بند کر دیئے۔ اب ہمارا اور تمھارا وہی حال ہوا ہے جو بنی ہوازن (۴۲) کے شاعر نے کہا تھا:

"میں نے تم کو اپنی بات مقام منعرج اللوی میں بتادی تھی۔ لیکن تم نے اس کی حقیقت کو دوسرے دن کی صبح ہی کو پہچانا۔"

۳۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ (۴۳)

(اہل نہروان کو انجام کار سے ڈرانے کے سلسلہ میں)

میں تمھیں باخبر کئے[ل] دیتا ہوں کہ اس نہر کے موڑوں پر اور اس نشیب کی ہموار زمینوں پر پڑے دکھائی دو گے اور تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے کوئی واضح دلیل اور روشن حجت نہ ہوگی۔ تمھارے گھروں نے تمھیں نکال باہر کر دیا اور قضا و قدر نے تمھیں گرفتار کر لیا۔ میں تمھیں اس تحکیم سے منع کر رہا تھا لیکن تم نے عہد شکن دشمنوں کی طرح میری مخالفت کی یہاں تک کہ میں نے اپنی رائے کو چھوڑ کر مجبوراً تمھاری بات کو تسلیم کر لیا مگر تم دماغ کے ہلکے اور عقل کے احمق نکلے۔ خدا تمھارا برا کرے۔ میں نے تو تمھیں کسی مصیبت میں نہیں ڈالا ہے اور تمھارے لئے کوئی نقصان نہیں چاہا ہے۔

ل صورت حال یہ ہے کہ جنگ صفین کے اختتام کے قریب جب عمرو عاص کے مشورہ سے معاویہ نے نیزوں پر قرآن بلند کر دئے اور قوم نے جنگ روکنے کا ارادہ کر لیا تو حضرت نے متنبہ کیا کہ یہ صرف مکاری ہے۔ اس قوم کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن قوم نے اس حد تک اصرار کیا کہ اگر آپ قرآن کے فیصلہ کو نہ مانیں گے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے یا گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کے نتائج انتہائی بدتر اور سنگین تھے لہٰذا آپ نے اپنی رائے سے قطع نظر کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا مگر شرط یہی رکھی کہ فیصلہ کتاب و سنت ہی کے ذریعہ ہوگا۔
معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن فیصلہ کے وقت معاویہ کے نمائندہ عمرو عاص نے حضرت علیؑ کی طرف کے نمائندہ ابو موسیٰ اشعری کو دھوکہ دیدیا اور اس نے حضرت علیؑ کے معزول کرنے کا اعلان کر دیا جس کے بعد عمرو عاص نے معاویہ کو نامزد کر دیا اور اس کی حکومت مسلم ہو گئی۔
حضرت علیؑ کے نام نہاد اصحاب کو اب اپنی حماقت کا اندازہ ہوا اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے الٹا الزام لگانا شروع کر دیا کہ آپ نے اس تحکیم کو کیوں منظور کیا تھا اور خدا کے علاوہ کسی کو حکم کیوں تسلیم کیا تھا۔ آپ کافر ہو گئے ہیں اور آپ سے جنگ واجب ہے اور یہ کہہ کر مقام حرورا پر لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ اُدھر حضرت شام کے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے لیکن جب ان ظالموں کی شرارت حد سے آگے بڑھ گئی تو آپ نے ابو ایوب انصاری کو فہمائش کے لئے بھیجا۔ ان کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ بارہ ہزار میں سے اکثریت کوفہ چلی گئی یا غیر جانب دار ہو گئی یا حضرت کے ساتھ آگئی اور صرف دو تین ہزار خوارج رہ گئے جن سے مقابلہ ہوا تو اس قیامت کا ہوا کہ صرف نو آدمی بچے۔ باقی سب فی النار ہو گئے اور حضرت کے لشکر سے صرف آٹھ افراد شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۹ صفر ۳۸ھ کو پیش آیا۔

۳۷
و من كلام له ﴿ع﴾

يجري مجرى الخطبة و فيه يذكر فضائله ﴿ع﴾ قاله بعد وقعة النهروان

فَقُمْتُ بِالأَمْرِ حِينَ فَشِلُوا، وَ تَطَلَّعْتُ حِينَ تَقَبَّعُوا، وَ نَطَقْتُ حِينَ تَعْتَعُوا، (تمنعوا، تقبعوا)، وَ مَضَيْتُ بِنُورِ اللهِ حِينَ وَقَفُوا. وَ كُنْتُ أَخْفَضَهُمْ صَوْتاً، وَأَعْلَاهُمْ فَوْتاً، فَطِرْتُ بِعِنَانِهَا، وَاسْتَبْدَدْتُ بِرِهَانِهَا. كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ، وَلَا تُزِيلُهُ الْعَوَاصِفُ. لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ فِيَّ مَهْمَزٌ، وَلَا لِقَائِلٍ فِيَّ مَغْمَزٌ. الذَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ لَهُ، وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ. رَضِينَا عَنِ اللهِ قَضَاءَهُ، وَ سَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرَهُ. أَتَرَانِي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ؟ وَ اللهِ لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ، فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ. فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي، فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي، وَ إِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي.

۳۸
و من كلام له ﴿ع﴾

و فيها علة تسمية الشبهة شبهة ثم بيان حال الناس فيها

وَ إِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ: فَأَمَّا أَوْلِيَاءُ اللهِ فَضِيَاؤُهُمْ فِيهَا الْيَقِينُ، وَ دَلِيلُهُمْ سَمْتُ الْهُدَى وَ أَمَّا أَعْدَاءُ اللهِ فَدُعَاؤُهُمْ فِيهَا الضَّلَالُ، وَ دَلِيلُهُمُ الْعَمَى، فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ، وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءَ مَنْ أَحَبَّهُ.

۳۹
ومن خطبة له ﴿ع﴾

خطبها عند علمه بغزوة النعمان بن بشير صاحب معاوية لعين التمر،

و فيها يبدي عذره، ويستنهض الناس لنصرته

مُنِيتُ بِمَنْ لَا يُطِيعُ إِذَا أَمَرْتُ وَ لَا يُجِيبُ إِذَا دَعَوْتُ، لَا أَبَا لَكُمْ! مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ؟ أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ، وَلَا حَمِيَّةَ تُحْمِشُكُمْ! أَقُومُ فِيكُمْ مُسْتَصْرِخاً، وَ أُنَادِيكُمْ مُتَغَوِّثاً، فَلَا

فشل - کمزوری - بزدلی
تقبع - گوشہ میں چھپ جانا
تعتعوا - زبان میں روانی کا نہ ہونا
طرت بعنانہا - سبقت کا کنایہ ہے
رہان - وہ انعام جو مقابلہ کے وقت معین کیا جاتا ہے -
ہمز - اعزام
مغمز - طعن و طنز
سمت الہدی - طریقہ ہدایت
حمش - دشمنوں پر غضبناک ہونا
مستصرخ - مدد کے لئے بلند آواز سے پکارنے والا
متغوث - واغوثاہ کہہ کر فریاد کرنیوالا

(۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی فرد یا جماعت نے آپ کے علوم کو دیکھ کر یہ الزام لگانا چاہا تھا کہ آپ رسول اکرمؐ کے نام سے غلط اخبار بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے ضروری سمجھا کہ اسلام میں اپنی واقعی حیثیت کا اعلان کر دیا جائے ورنہ آپ کا مزاج یہ نہیں تھا اور نہ جاہلوں کے درمیان اپنی واقعی حیثیت کا اعلان کر سکتے تھے۔

(۲) یہ تنہا حکومت رسولؐ و آل رسولؑ کا امتیاز تھا جہاں قانون الٰہی کی حکمرانی تھی اور سلمان و بلال میں کوئی فرق نہیں تھا اور قنبر کو نیا لباس عنایت کیا جاتا تھا اور فضہ کو گھر میں بٹھا کر گھر کا کام خود انجام دیا جاتا تھا۔ ورنہ عالم انسانیت میں قابیل کے دور سے جنگل کا قانون نافذ ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی طاقت کے سامنے دم بخود ہو جاتا ہے اور معاشرہ میں طاقت کا قانون چل جاتا ہے۔ حق و حقیقت کی روشنی میں وہی کام کر سکتا ہے جو رضائے الٰہی پر راضی ہو اور حکم الٰہی کے سامنے سراپا تسلیم ہو ورنہ جذبات و خواہشات کا بندہ قانون الٰہی کو نافذ نہیں کر سکتا ہے۔

مصادر خطبہ ۳۷ امالی صدوق ص۱۳۴، المحاسن والمساوی بیہقی ۱ - ۸۵، اعجاز القرآن باقلانی ص۱۸۹، العقد الفرید ۱ ص۲۰۷
مصادر خطبہ ۳۸ غرر الحکم آمدی ص۹۵، مطالب السؤول ۱ ص۱۷۰، رسائل الجاحظ ص۱۲۵
مصادر خطبہ ۳۹ الغارات ابن ہلال ثقفی متوفی ۲۸۳ھ، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۴۴۳، تاریخ طبری حوادث ۳۹ھ ۶ ص۳۴۱۱

۳۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو بمنزلۂ خطبہ ہے اور اس میں نہروان کے واقعہ کے بعد آپ نے اپنے فضائل اور کارناموں کا تذکرہ کیا ہے)

میں نے اس وقت اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ قیام کیا جب سب ناکام ہوگئے تھے اور اس وقت سر اٹھایا جب سب گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اس وقت بولا جب سب گونگے ہوگئے تھے اور اس وقت نور خدا کے سہارے آگے بڑھا جب سب ٹھہرے ہوئے تھے۔ میری آواز سب سے دھیمی تھی لیکن میرے قدم سب سے آگے تھے۔ میں نے عنان حکومت سنبھالی تو اس میں قوت پرواز پیدا ہوگئی اور میں تن تنہا اس میدان میں بازی لے گیا۔ میرا ثبات پہاڑوں جیسا تھا جنھیں نہ تیز ہوائیں ہلا سکتی تھیں اور نہ آندھیاں ہٹا سکتی تھیں۔ نہ کسی کے لئے میرے کردار میں طعن و طنز کی گنجائش تھی اور نہ کوئی عیب لگا سکتا تھا۔ یاد رکھو کہ تمھارا ذلیل میری نگاہ میں عزیز ہے یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں اور تمھارا عزیز میری نگاہ میں ذلیل ہے یہاں تک کہ اس سے حق لے لوں۔ میں قضاء الٰہی پر راضی ہوں اور اس کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم ہوں۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ میں رسول اکرمؐ کے بارے میں کوئی غلط بیانی کر سکتا ہوں جب کہ سب سے پہلے میں نے آپ کی تصدیق کی ہے تو اب سب سے پہلے جھوٹ بولنے والا نہیں ہو سکتا ہوں۔ میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو میرے لئے اطاعت رسولؐ کا مرحلہ بیعت پر مقدم تھا اور میری گردن میں حضرت کے عہد کا طوق پہلے سے پڑا ہوا تھا۔

۳۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں شبہ کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے اور لوگوں کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے)

یقیناً شبہ کو شبہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر اولیاء اللہ کے لئے یقین کی روشنی ہوتی ہے اور سمت ہدایت کی رہنمائی۔ لیکن دشمنان خدا کی دعوت گمراہی اور رہنما بے بصیرتی ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ موت سے ڈرنے والا موت سے بچ نہیں سکتا ہے اور بقاء کا طلبگار بقائے دوام پا نہیں سکتا ہے۔

۳۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو معاویہ کے سردار لشکر نعمان بن بشیر کے عین التمر پر حملہ کے وقت ارشاد فرمایا اور لوگوں کو اپنی نصرت پر آمادہ کیا)

میں ایسے افراد میں مبتلا ہو گیا ہوں جنھیں حکم دیتا ہوں تو اطاعت نہیں کرتے ہیں اور بلاتا ہوں تو لبیک نہیں کہتے ہیں۔ خدا تمھارا برا کرے، اپنے پروردگار کی مدد کرنے میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو۔ کیا تمھیں جمع کرنے والا دین نہیں ہے اور کیا جوش دلانے والی غیرت نہیں ہے۔ میں تم میں کھڑا ہو کر آواز دیتا ہوں اور تمھیں فریاد کے لئے بلاتا ہوں لیکن نہ میری بات سنتے ہو اور نہ میرے حکم کی اطاعت کرتے ہو۔

---

[1] معاویہ کی مفسدانہ کارروائیوں میں سے ایک عمل یہ بھی تھا کہ اس نے نعمان بن بشیر کی سرکردگی میں دو ہزار کا لشکر عین التمر پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا تھا جبکہ اس وقت امیر المومنینؑ کی طرف سے مالک بن کعب ایک ہزار افراد کے ساتھ علاقہ کی نگرانی کر رہے تھے لیکن وہ سب موجود نہ تھے۔ مالک نے حضرت کے پاس پیغام بھیجا۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا لیکن خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ صرف عدی بن حاتم اپنے قبیلہ کے ساتھ تیار ہوئے لیکن آپ نے دوسرے قبائل کو بھی شامل کرنا چاہا اور جیسے ہی مخنف بن سلیم نے عبدالرحمان بن مخنف کے ہمراہ پچاس آدمی روانہ کر دئے لشکر معاویہ آتی ہوئی کمک کو دیکھ کر فرار کر گیا۔ لیکن قوم کے دامن پر نافرمانی کا دھبہ رہ گیا کہ عام افراد نے حضرت کے کلام پر کوئی توجہ نہیں دی۔!

تَسْمَعُونَ لِي قَوْلاً، وَلَا تُطِيعُونَ لِي أَمْراً، حَتَّىٰ تَكَشَّفَ الْأُمُورُ[١] عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَاءَةِ، فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ، وَلَا يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ، دَعَوْتُكُمْ إِلَىٰ نَصْرِ إِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْأَسَرِّ،[٢] وَتَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْأَدْبَرِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَائِبٌ ضَعِيفٌ «كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ».

قال السيد الشريف: أقول: قوله ﴿عليه السلام﴾: «متذائب»، أي مضطرب، من قولهم، تذاءبت الريح، أي اضطرب هبوبها. و منه سمي الذئب ذئباً، لاضطراب مشيته.

٤٠

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في الخوارج لما سمع قولهم: «لا حكم الا لله»

قَالَ ﴿عليه السلام﴾: كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِلٌ! نَعَمْ إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ، وَ لٰكِنَّ هٰؤُلَاءِ يَقُولُونَ: لَا إِمْرَةَ إِلَّا لِلّٰهِ، وَ إِنَّهُ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ، وَ يَسْتَمْتِعُ فِيهَا الْكَافِرُ، وَ يُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيهَا الْأَجَلَ، وَ يُجْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ، وَ يُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ، وَ تَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ، وَ يُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ؛ حَتَّىٰ يَسْتَرِيحَ بَرٌّ، وَ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ.

وَ فِي رواية أخرى أنه ﴿عليه السلام﴾ لما سمع تحكيمهم قال:

حُكْمَ اللّٰهِ أَنْتَظِرُ فِيكُمْ.

وَ قَالَ: أَمَّا الْإِمْرَةُ الْبَرَّةُ فَيَعْمَلُ فِيهَا التَّقِيُّ؛ وَ أَمَّا الْإِمْرَةُ الْفَاجِرَةُ فَيَتَمَتَّعُ فِيهَا الشَّقِيُّ، إِلَىٰ أَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُهُ، وَ تُدْرِكَهُ مَنِيَّتُهُ.[٣]

٤١

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و فيها ينهى عن الغدر ويحذر منه

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الْوَفَاءَ تَوْأَمُ الصِّدْقِ، وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةً أَوْقَىٰ مِنْهُ، وَ مَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ. وَ لَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ

(١) انسان کو میدان جنگ میں طاقتیں لاسکتی ہیں یا تو انسان دیندار ہو اور اطاعت امام کا جذبہ میدان جہاد تک لے آئے یا غیرت دار ہو کر حالات قیام کرنے پر مجبور کردیں۔ لیکن اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ضمیر فروش کے علاوہ کوئی کاروبار نہیں ہوسکتا ہے اور اس راہ میں انسان جان کی بازی بھی لگا سکتا ہے لیکن اسے جہاد راہ خدا نہیں کہا جاسکتا ہے۔

(٢) امیر المومنینؑ نے اپنی قوم کے عیوب کو دو تشبیہات سے واضح فرمایا ہے۔ وہ اونٹ جس کی ناف میں درد ہو یا وہ اونٹ جس کی پیٹھ زخمی ہو گویا یہ ایک ایسا لشکر ہے جس کا ظاہر بھی کمزور ہے اور باطن بھی اور اس کے پاس عذر بھی ہیں اور ہوئے بہانے بنتی ہیں اور ان سب کا خلاصہ صرف کاہلی اور سستی ہے اور جو غیرت دار میدان میں آبھی جاتے ہیں وہ بھی عام طور سے کسی قابل نہیں ہوتے ہیں اور لڑکھڑا کر چلنے والے ہوتے ہیں جیسے موت کی طرف ہنکائے جارہے ہوں۔

ظاہر ہے کہ ایسے افراد کے ذریعہ نہ کوئی انتقام لیا جاسکتا ہے اور نہ کسی مقصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(٣) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امیر المومنینؑ نے فاسق و فاجر کو حاکم تسلیم کرلیا ہے۔ آپ کا مقصد صرف اس نظریہ کی تردید ہے جس میں خوارج کی حکومت کا اقرار نہیں کرنا کرنا چاہتے ہیں اور سماج میں نراج پھیلانا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حکومت بہرحال لازم ہے چاہے کیسی ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس کے بغیر نظام کی بقا محال ہے اور نظام بدنظمی سے بہرحال بہتر ہوتا ہے ورنہ دنیا یقیناً تباہ ہوجائے گی۔

مصادر خطبہ ۴۰ کتاب الام محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ، تاریخ طبری، قوت القلوب الاطالب مکی۔ تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۳۶، انساب الاشراف ۲ ص۳۵۲۔ کامل ۳ ص۱۵۳، تاریخ یعقوبی ۱ ص۲۹۷ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۲۶۳، العقد الفرید ابن عبدربہ ۱ ص۲۱۱، تذکرہ ابن جوزی ص۹۹

مصادر خطبہ ۴۱ مطالب السئول ۱ ص۱۷۰، رسائل ابی حطہ ص۱۲۵

یہاں تک کہ حالات کے بدترین نتائج سامنے آجائیں[۲۱]۔ سچی بات یہ ہے کہ تمھارے ذریعہ نہ کسی خون ناحق کا بدلہ لیا جاسکتا ہے اور نہ کوئی مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ میں نے تم کو تمھارے ہی بھائیوں کی مدد کے لئے پکارا مگر تم اس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے جس کی ناف میں درد ہو اور اس کمزور شتر کی طرح سست پڑگئے جس کی پشت زخمی ہو[۲۲]۔ اس کے بعد تم سے ایک مختصر سی کمزور، پریشان حال سپاہ برآمد ہوئی اس طرح جیسے انھیں موت کی طرف ڈھکیلا جارہا ہو اور یہ بیکسی سے موت دیکھ رہے ہوں۔

سید رضیؒ۔ حضرتؑ کے کلام میں متذائب مضطرب کے معنی میں ہے کہ عرب اس لفظ کو اس ہوا کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جس کا رُخ معین نہیں ہوتا ہے اور بھیڑیے کو بھی ذئب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی چال بے ہنگم ہوتی ہے۔

۴۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(خوارج کے بارے میں ان کا یہ مقولہ سُن کر کہ "حکم اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہے")

یہ ایک کلمۂ حق ہے جس سے باطل معنی مراد لئے گئے ہیں۔ بیشک حکم صرف اللہ کے لئے ہے۔ لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حکومت اور امارت بھی صرف اللہ کے لئے ہے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ نظام انسانیت کے لئے ایک حاکم کا ہونا بہر حال ضروری ہے چاہے نیک کردار ہو یا فاسق کہ حکومت کے زیر سایہ ہی مومن کو کام کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور کافر بھی مزے اُڑا سکتا ہے اور اللہ ہر چیز کو اس کی آخری حد تک پہونچا دیتا ہے اور مال غنیمت وخراج وغیرہ جمع کیا جاتا ہے اور دشمنوں سے جنگ کی جاتی ہے اور راستوں کا تحفظ کیا جاتا ہے اور طاقتور سے کمزور کا حق لیا جاتا ہے تاکہ نیک کردار انسان کو راحت ملے اور بدکردار انسان سے راحت ملے۔

(ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کو تحکیم کی اطلاع ملی تو فرمایا) "میں تمھارے بارے میں حکم خدا کا انتظار کر رہا ہوں"۔

پھر فرمایا: حکومت نیک ہوتی ہے تو متقی کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے اور حاکم فاسق وفاجر ہوتا ہے تو بدبختوں کو مزہ اُٹھانے کا موقع ملتا ہے یہاں تک کہ اس کی مدت تمام ہو جائے اور موت اسے اپنی گرفت میں لے لے[۲۳]۔

۴۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں غدّاری سے روکا گیا ہے اور اس کے نتائج سے ڈرایا گیا ہے)

ایہا الناس! یاد رکھو وفا ہمیشہ صداقت کے ساتھ رہتی ہے اور میں اس سے بہتر محافظ کوئی سپر نہیں جانتا ہوں اور جسے بازگشت کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے وہ غدّاری نہیں کرتا ہے۔ ہم ایک ایسے دور میں واقع ہوئے ہیں جس کی اکثریت نے غدّاری اور مکّاری کا نام ہوشیاری رکھ لیا ہے۔

لہ سترہویں صدی میں ایک فلسفہ ایسا بھی پیدا ہوا تھا جس کا مقصد مزاج کی حمایت تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ حکومت کا وجود سماج میں حاکم و محکوم کا امتیاز پیدا کرتا ہے۔ حکومت سے ایک طبقہ کو اچھی اچھی تنخواہیں مل جاتی ہیں اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے۔ ایک طبقہ کو طاقت استعمال کرنے کا حق ہوتا ہے اور دوسرے کو یہ حق نہیں ہوتا ہے اور یہ ساری باتیں مزاج انسانیت کے خلاف ہیں لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ یہ بیان لفظوں میں انتہائی حسین ہے اور حقیقت کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے اور بیان کردہ مفاسد کا علاج یہ ہے کہ حاکم اعلیٰ کو معصوم اور عام حکام کو عدالت کا پابند تسلیم کر لیا جائے۔ سارے فسادات کا خود بخود علاج ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا فلسفہ کے خلاف فطرت کی روش بھی وہ تھی جس نے ۱۹۲۰ء میں اس کا جنازہ نکال دیا اور پھر کوئی ایسا احمق فلسفی نہیں پیدا ہوا۔

أَكْثَرُ أَهْلِهِ ٱلْغَدْرِ كَيْساً، وَ نَسَبَهُمْ أَهْلُ الْجَهْلِ فِيهِ إِلَىٰ حُسْنِ ٱلْحِيلَةِ. مَا لَهُمْ! قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ! قَدْ يَرَىٰ الْحُوَّلُ ٱلْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيلَةِ وَ دُونَهَا مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ وَ نَهْيِهِ، فَيَدَعُهَا رَأْيَ عَيْنٍ بَعْدَ ٱلْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَا حَرِيجَةَ لَهُ فِي الدِّينِ.

کیس - ہوشیاری - ذہانت
الحوّل القلّب - وہ شخص جو حالات کی گردش اور اس کے الٹ پھیر سے بخوبی واقف ہو
حریجہ - گناہوں سے پرہیز
حذاء - تیز رفتاری سے گذر جانے والا
جذاء - جس کے خیر کی کوئی امید نہ رہ جائے
اناۃ - احتیاط - تحقیق
اروِدوا - آہستہ چلو
اعداد - تیاری

٤٢

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و فيه يحذر من اتباع الهوى و طول الأمل في الدنيا

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ ٱثْنَانِ: ٱتِّبَاعُ ٱلْهَوَىٰ، وَ طُولُ ٱلْأَمَلِ، فَأَمَّا ٱتِّبَاعُ ٱلْهَوَىٰ فَيَصُدُّ عَنِ ٱلْحَقِّ، وَ أَمَّا طُولُ ٱلْأَمَلِ فَيُنْسِي ٱلْآخِرَةَ. أَلَا وَ إِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّاءَ (جذاء)، فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ ٱلْإِنَاءِ ٱصْطَبَّهَا صَابُّهَا. أَلَا وَ إِنَّ ٱلْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ، وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا بَنُونَ، فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ ٱلْآخِرَةِ، وَلَا تَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِأَبِيهِ (امه) يَوْمَ ٱلْقِيَامَةِ، وَ إِنَّ ٱلْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ، وَ غَداً حِسَابٌ، وَلَا عَمَلَ.

قال الشريف، اقول: الحذاء، السريعة، و من الناس من يرويه «جذّاء».

① جارج جرداق نے اس مقام پر بہترین بات کہی ہے کہ حضرت علیؑ پر سیاست سے ناواقفیت کا الزام لگانے والے یہ چاہتے تھے کہ علیؑ معاویہ کی طرح ابن سفیان ہو جائیں اور علیؑ کو ہرگز یہ گوارا نہیں تھا وہ ابن ابیطالب ہی رہنا چاہتے تھے۔ اس لئے معاویہ کی روش کو اختیار کرنا ان کیلئے ممکن نہیں تھا۔ واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ معاویہ کو اپنے ماں باپ سے منافقت اور جبری اسلام کا ترکہ ملا تھا جس میں دین سے کوئی اخلاص نہیں تھا اور علیؑ کو اپنے والدین سے اخلاص دین اور محبت خدا و رسولؐ کا ترکہ ملا تھا اور ظاہر ہے کہ دونوں کے کردار میں فرق ہونا چاہئے تھا۔ نہ معاویہ ابوطالب کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ علیؑ ابوسفیان کا کردار اختیار کر سکتے ہیں۔ انھوں نے تو اس کی حمایت تک قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ دشمن کی حکومت برداشت ہو سکتی ہے لیکن اسلام کے دشمن کی حمایت برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔!

٤٣

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و قد أشار عليه اصحابه بالاستعداد لحرب أهل الشام بعد ارساله جرير بن عبدالله البجلي الى معاوية ولم ينزل معاوية على بيعته

إِنَّ ٱسْتِعْدَادِي لِحَرْبِ أَهْلِ الشَّامِ وَ جَرِيرٌ عِنْدَهُمْ، إِغْلَاقٌ لِلشَّامِ؛ وَ صَرْفٌ لِأَهْلِهِ عَنْ خَيْرٍ إِنْ أَرَادُوهُ. وَ لٰكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيرٍ وَقْتاً لَا يُقِيمُ بَعْدَهُ إِلَّا مَخْدُوعاً أَوْ عَاصِياً. وَ الرَّأْيُ عِنْدِي مَعَ ٱلْأَنَاةِ فَأَرْوِدُوا، وَلَا أَكْرَهُ لَكُمُ ٱلْإِعْدَادَ.

مصادر خطبہ ۴۲ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۳۰۳، المجالس المفیدؒ ص۵۰، حلیۃ الاولیاء ابونعیم ۱ ص۷۶، مروج الذہب ۲ ص۴۳۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۳۵۳ اصول کافی ۲ ص۱۰۴، بحار مجلسیؒ جلد ۱۷، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۸۴، ارشاد مفید ص۱۱۱، الحکمۃ الخالدہ ص۱۴۴، العقد الفرید ۲ ص۱۴۳، روضۃ الکافی ۲ ص۵۷۶، مناقب خوارزمی ص۲۶۳، امالی طوسیؒ ۱ ص۲۳۶، تذکرۃ الخواص ص۱۲۲

مصادر خطبہ ۴۳ مناقب خوارزمی ص۱۰۸، کتاب صفین ص۲۰، الامامۃ والسیاسہ ۹۴، العقد الفرید ۲ ص۱۰۸، من لایحضرہ الفقیہ ۱ ص۳۶۱، مصباح المتہجد طوسیؒ ص۴۲۹، ذخائر العقبیٰ طبری ص۱۱۲،

اور اہل جہالت نے اس کا نام حسن تدبیر رکھ لیا ہے۔ آخر انھیں کیا ہو گیا ہے۔ خدا انھیں غارت کرے۔ وہ انسان جو حالات کے الٹ پھیر کو دیکھ چکا ہے وہ بھی حیلہ کے رُخ کو جانتا ہے لیکن امر و نہی الٰہی اس کا راستہ روک لیتے ہیں اور وہ امکان رکھنے کے باوجود اس راستہ کو ترک کر دیتا ہے اور وہ شخص اس موقع سے فائدہ اٹھا لیتا ہے جس کے لئے دین سدِراہ نہیں ہوتا ہے۔

۴۲ - آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اتباع خواہشات اور طول امل سے ڈرایا گیا ہے)

ایہا الناس! میں تمھارے بارے میں سب سے زیادہ دو چیزوں کا خوف رکھتا ہوں۔ اتباع خواہشات اور درازی امید۔ کہ اتباع خواہشات انسان کو راہ حق سے روک دیتا ہے اور طول امل آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ یاد رکھو دنیا منھ پھیر کر جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے مگر اتنا جتنا برتن سے چیز کو انڈیل دینے کے بعد تہ میں باقی رہ جاتا ہے اور آخرت اب سامنے آ رہی ہے۔

دنیا و آخرت دونوں کی اپنی اولاد ہیں۔ لہٰذا تم آخرت کے فرزندوں میں شامل ہو جاؤ اور خبردار فرزندانِ دنیا میں شمار نہ ہونا اس لئے کہ عنقریب ہر فرزند کو اس کے ماں کے ساتھ[۱] ملا دیا جائے گا۔ آج عمل کی منزل ہے اور کوئی حساب نہیں ہے اور کل حساب ہی حساب ہے اور کوئی عمل کی گنجائش نہیں ہے۔

۴۳ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب جریر بن عبداللہ البجلی کو معاویہ کے پاس بھیجنے اور معاویہ کے انکار بیعت کے بعد اصحاب کو اہل شام سے جنگ پر آمادہ کرنا چاہا)

اس وقت میری اہل شام سے جنگ کی تیاری جب کہ جریر وہاں موجود ہیں شام پر تمام دروازے بند کر دینا ہے اور انھیں خیر کے راستے سے روک دینا ہے اگر وہ خیر کا ارادہ بھی کرنا چاہیں۔ میں نے جریر کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ وہاں یا کسی دھوکہ کی بنا پر رُک سکتے ہیں یا نافرمانی کی بنا پر۔ اور دونوں صورتوں میں میری رائے یہی ہے کہ انتظار کیا جائے لہٰذا ابھی پیشقدمی نہ کرو اور میں منع بھی نہیں کرتا ہوں اگر اندر اندر تیاری[۲] کرتے رہو۔

---

[۱] انسان کی عاقبت کا دارومدار حقائق اور واقعیات پر ہے اور وہاں ہر شخص کو اس کی ماں کے نام سے پکارا جائے گا کہ ماں ہی ایک ثابت حقیقت ہے باپ کی تشخیص میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ماں کی تشخیص میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا ہے۔ امام علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں آخرت کی گود میں پرورش پاؤ تاکہ قیامت کے دن اسی سے ملا دئے جاؤ ورنہ ابناء دنیا اس دن وہ یتیم ہوں گے جن کا کوئی باپ نہ ہوگا اور ماں کو بھی پیچھے چھوڑ کر آئے ہوں گے۔ ایسے بے سہارا بننے سے بہتر یہ ہے کہ یہیں سے سہارے کا انتظام کر لو اور پورے انتظام کے ساتھ آخرت کا سفر اختیار کرو۔

[۲] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عملی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دشمن کو کوئی بہانہ فراہم نہ کرو اور واقعی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مکر و فریب سے ہوشیار رہو اور ہر وقت مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو۔

وَ لَقَدْ ضَرَبْتُ أَنْفَ هٰذَا ٱلْأَمْرِ وَ عَيْنَهُ، وَ قَلَّبْتُ ظَهْرَهُ وَ بَطْنَهُ، فَلَمْ أَرَ لِي فِيهِ إِلَّا ٱلْقِتَالَ أَوِ ٱلْكُفْرَ بِمَا جَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ. إِنَّهُ قَدْ كَانَ عَلَى ٱلْأُمَّةِ وَالٍ أَحْدَثَ أَحْدَاثاً، وَ أَوْجَدَ النَّاسَ مَقَالاً، فَقَالُوا، ثُمَّ نَقَمُوا فَغَيَّرُوا. ۲

٤٤

و من كلام له ﴿؏﴾

لما هرب مصقلة بن هبيرة الشيباني الى معاوية، و كان قد ابتاع سبي بني ناجية من عامل امير المؤمنين ﴿؏﴾ واعتقهم، فلما طالبه بالمال خاس به و هرب الى الشام

قَبَّحَ اللهُ مَصْقَلَةَ! فَعَلَ فِعْلَ السَّادَةِ(السادات)، وَ فَرَّ فِرَارَ ٱلْعَبِيدِ! ۱ فَمَا أَنْطَقَ مَادِحَهُ حَتَّىٰ أَسْكَتَهُ، وَ لَا صَدَّقَ وَاصِفَهُ حَتَّىٰ بَكَّتَهُ، وَ لَوْ أَقَامَ لَأَخَذْنَا مَيْسُورَهُ، وَ ٱنْتَظَرْنَا بِمَالِهِ وُفُورَهُ.

٤٥

و من خطبة له ﴿؏﴾

و هو بعض خطبة طويلة خطبها يوم الفطر، و فيها يحمدالله و يذم الدنيا

حمد الله

اَلْحَمْدُ للهِ غَيْرَ مَقْنُوطٍ مِنْ رَحْمَتِهِ، وَلَا مَخْلُوٍّ مِنْ نِعْمَتِهِ، وَلَا مَأْيُوسٍ مِنْ مَغْفِرَتِهِ، وَلَا مُسْتَنْكَفٍ عَنْ عِبَادَتِهِ، ٱلَّذِي لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ، وَلَا تُفْقَدُ لَهُ نِعْمَةٌ.

ذم الدنيا

وَ الدُّنْيَا دَارٌ مُنِيَ لَهَا ٱلْفَنَاءُ، وَ لِأَهْلِهَا مِنْهَا ٱلْجَلَاءُ، وَ هِيَ حُلْوَةٌ خَضْرَاءُ، وَ قَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ، وَٱلْتَبَسَتْ بِقَلْبِ ٱلنَّاظِرِ؛ فَارْتَحِلُوا مِنْهَا بِأَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، وَلَا تَسْأَلُوا فِيهَا فَوْقَ ٱلْكَفَافِ، وَلَا تَطْلُبُوا مِنْهَا أَكْثَرَ مِنَ ٱلْبَلَاغِ.

ضرب انف وعین - یہ محاورہ مکمل تحقیقات کے بارے میں استعمال ہوتا ہے
اوجد مقالا - لوگوں کو ناراض کر دیا۔
خاس بہ - خیانت کی اور غداری سے کام لیا
قبحہ اللہ - خدا اسے نیکیوں سے دور رکھے۔
بکتہ - زبردستی خاموش کر دیا۔
وفور - مال کا اضافہ
مقنوط - مایوس
استنکاف - استکبار
جلاء - وطن سے آوارہ وطن ہو جانا
کفاف - بقدر کفایت مال
بلاغ - جس سے زندگی بسر ہو سکے

(۱) کس قدر مکمل نقشہ ہے ماسبق دور خلافت کا اور حالات کا کتنا مکمل تسلسل ہے۔ پہلے حاکم نے اسلام میں بدعتیں ایجاد کیں۔ مال خدا کو غلط طور پر تقسیم کیا۔ سنت رسول کو تبدیل کیا صحابہ کرام کو اذیتیں دیں۔ احکام الٰہی میں ترمیم کی۔ اس کے بعد قوم نے احتجاج کیا۔ احتجاج بے اثر ہوا تو ناراضگی کا اظہار کیا اور ناراضگی کے اظہار کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو قیام کر کے صورت حال کو تبدیل کر دیا۔

ظاہر ہے کہ اس تلخ تجربہ سے ہر والی مملکت اور حاکم سلطنت کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور ایسے حالات نہیں پیدا کرنا چاہئیں جن سے قوم کو اپنی تاریخ کو دہرانا پڑے۔

(۲) اس فقرہ کو ہر دور میں در و دیوار پر نقش کر دینا چاہیے کہ ہر قوم کی اکثریت کا کردار ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک رخ انتہائی شریفانہ ہوتا ہے اور دوسرا انتہائی ذلیل " منبر پر موعظہ خلوت میں کار دیگر " مسجد میں تقویٰ گھر میں رقص و رنگ۔ مجلس میں گریہ و زاری اور گھر میں کردار یزیدی ....!

مصادر خطبہ ص۴۴ تاریخ طبری ۶ ص۶۵ - الغارات ہلال الثقفی، انساب الاشراف ص۴۱۱، تاریخ ابن عساکر۔ مروج الذہب ۳ - ص۴۱۹، اغانی ۹ ص۱۰۱

مصادر خطبہ ص۴۵ من لایحضرہ الفقیہ ۱ ص۳۲۷، مصباح المتہجد ص۴۵۸، ارشاد مفید، البیان والتبیین ۱ ص۱۷۱، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۲۳۵ تحف العقول حرانی - اعجاز القرآن باقلانی ص۲۲۲

میں نے اس مسئلہ پر مکمل غور و فکر کرلیا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو الٹ پلٹ کر دیکھ لیا ہے۔ اب میرے سامنے دو ہی راستے ہیں یا جنگ کردوں یا بیانات پیغمبر اسلامؐ کا انکار کردوں۔ مجھ سے پہلے اس قوم کا ایک حکمراں تھا۔ اس نے اسلام میں بدعتیں ایجاد کیں اور لوگوں کو بولنے کا موقع دیا تو لوگوں نے زبان کھولی۔ پھر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور آخر میں سماج کا ڈھانچہ بدل دیا (۵۱)

۴۴۔ حضرت کا ارشاد گرامی

(اس موقع پر جب مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی نے آپ کے عامل سے بنی ناجیہ کے اسیر خرید کر آزاد کردیا اور جب حضرت نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا تو بددیانتی کرتے ہوئے شام کی طرف فرار کرگیا)[1]

خدا برا کرے مصقلہ کا کہ اس نے کام شریفوں جیسا کیا لیکن فرار غلاموں کی طرح کیا (۵۲)۔ ابھی اس کے مداح نے زبان کھولی بھی نہیں تھی کہ اس نے خود ہی خاموش کردیا اور اس کی تعریف کچھ کہنے والا کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ اس نے منہ بند کردیا۔ اگر وہ یہیں ٹھہرا رہتا تو میں جس قدر ممکن ہوتا اس سے لیتا اور باقی کے لئے اس کے مال کی زیادتی کا انتظار کرتا۔

۴۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(یہ عید الفطر کے موقع پر آپ کے طویل خطبہ کا ایک جزء ہے جس میں حمد خدا اور مذمت دنیا کا ذکر کیا گیا ہے)

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا جاتا اور جس کی نعمت سے کسی کا دامن خالی نہیں ہے۔ نہ کوئی شخص اس کی مغفرت سے مایوس ہوسکتا ہے اور نہ کسی میں اس کی عبادت سے اکڑنے کا امکان ہے۔ نہ اس کی رحمت تمام ہوتی ہے اور نہ اس کی نعمت کا سلسلہ رکتا ہے۔

یہ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے فنا اور اس کے باشندوں کے لئے جلاوطنی مقدر ہے۔ یہ دیکھنے میں شیریں اور سرسبز ہے جو اپنے طلبگار کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور اس کے دل میں سما جاتی ہے۔ لہٰذا خبردار اس سے کوچ کی تیاری کرو اور بہترین زاد راہ لیکر چلو۔ اس دنیا میں ضرورت سے زیادہ کا سوال نہ کرنا اور جتنے سے کام چل جائے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرنا۔

[1] اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تحکیم کے بعد خوارج نے جن شورشوں کا آغاز کیا تھا ان میں ایک بنی ناجیہ کے ایک شخص خریت بن راشد کا اقدام تھا جس کو دبانے کے لئے حضرت نے زیادہ بن حفصہ کو روانہ کیا تھا اور انھوں نے اس شورش کو دبا دیا تھا لیکن خریت دوسرے علاقوں میں فتنہ برپا کرنے لگا تو حضرت نے معقل بن قیس ریاحی کو دو ہزار کا لشکر دے کر روانہ کردیا اور ادھر ابن عباس نے بصرہ سے کمک بھیجدی اور بالآخر حضرتؑ کے لشکر نے فتنہ کو دبا دیا اور بہت سے افراد کو قیدی بنالیا۔ قیدیوں کو لے کر جا رہے تھے کہ راستہ میں مصقلہ کے شہر سے گذر ہوا۔ اس نے قیدیوں کی فریاد پر انھیں خرید کر آزاد کردیا اور قیمت کی صرف ایک قسط ادا کردی۔ اس کے بعد خاموش بیٹھ گیا۔ حضرتؑ نے بار بار مطالبہ کیا۔ آخر میں کوفہ آکر دو لاکھ درہم دیدئے اور جان بچانے کے لئے شام بھاگ گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ کام شریفوں کا کیا تھا لیکن واقعاً ذلیل ہی ثابت ہوا۔

کاش اسے اسلام کے اس قانون کی اطلاع ہوتی کہ قرض کی ادائیگی میں جبر نہیں کیا جاتا ہے بلکہ حالات کا انتظار کیا جاتا ہے اور جب مقروض کے پاس امکانات فراہم ہوجاتے ہیں تب قرض کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔!

٤٦

و من كلام له ﴿ع﴾

عند عزمه على المسير إلى الشام

وهو دعاء دعا به ربه عند وضع رجله في الركاب

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَ سُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَأَنْتَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، وَلَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ. لِأَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُونُ مُسْتَصْحَباً، وَالْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُونُ مُسْتَخْلَفاً.

قال السيد الشريف رضي الله عنه: و ابتداء هذا الكلام مرويّ عن رسول الله صلى الله عليه وآله، و قد قفّاه أمير المؤمنين ﴿ع﴾ بأبلغ كلام و تممه بأحسن تمام؛ من قوله: «و لا يجمعهما غيرك» إلى آخر الفصل.

٤٧

و من كلام له ﴿ع﴾

في ذكر الكوفة

كَأَنِّي بِكِ يَا كُوفَةُ تُمَدِّينَ مَدَّ الْأَدِيمِ الْعُكَاظِيِّ، تُعْرَكِينَ بِالنَّوَازِلِ، وَ تُرْكَبِينَ بِالزَّلَازِلِ، وَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوءاً إِلَّا ابْتَلَاهُ اللهُ بِشَاغِلٍ، وَ رَمَاهُ بِقَاتِلٍ!

٤٨

و من خطبة له ﴿ع﴾

عند المسير إلى الشام

قيل: إنه خطب بها وهو بالنخيلة خارجاً من الكوفة إلى صفين

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَ غَسَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَ خَفَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُودِ الْإِنْعَامِ، وَ لَا مُكَافَإِ الْإِفْضَالِ.

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِي، وَ أَمَرْتُهُمْ بِلُزُومِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ، حَتَّىٰ يَأْتِيَهُمْ أَمْرِي، وَ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ إِلَىٰ شِرْذِمَةٍ مِنْكُمْ، مُوَطِّنِينَ أَكْنَافَ دِجْلَةَ، فَأُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ إِلَىٰ عَدُوِّكُمْ، وَ أَجْعَلَهُمْ مِنْ أَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ

قال السيد الشريف: أقول: يعني ﴿ع﴾ بالملطاط هاهنا السمت الذي أمرهم

وعثاء - مشقت
منقلب - مصدر میمی ہے یعنی واپسی
ادیم - وہ کھال جس کی دباغت کی جائے
عکاظ - عرب کا وہ بازار جہاں باہمی مفاخرت کیلئے جمع ہوا کرتے تھے وہاں کا اصلی کاروبار چمڑہ کا تھا
عرک - رگڑنا -
نوازل - سختیاں اور مصائب
زلازل - حادثات
وقب و غسق - رات کا داخل اور تاریکی
خفق - ستارہ کا ڈوب جانا
مقدمہ - ہراول دستہ مقدمۃ لشکر سینہ
ملطاط - کنارۂ دریا اور ساحل سمندر
شرذمہ - تھوڑے سے افراد
اکناف - اطراف
امداد - مدد کی جمع یعنی کمک

(۱) یہ دعا سرکار دو عالم سے بھی نقل کی گئی ہے اور عالم اسلام میں برابر دہرائی جا رہی ہے بلکہ اسلامی ممالک کی ایرلائنز میں بھی جہاز کے اڑتے وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے اور ٹیلی ویژن کے پروگرام کے آغاز میں بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے لیکن حیرت انگیز بات ہے کہ اس بات کا احساس صحابی رسول کو کس طرح نہیں ہوا کہ رسول اکرم کے ساتھ رہنے کے باوجود حزن و الم میں مبتلا ہو گئے اور آپ کو لاتحزن ان اللہ معنا "خدا کی معیت کا احساس دلانا پڑا - کیا آج کا مسلمان کل کے صحابی سے زیادہ صاحب ایمان ہو گیا ہے یا ہر دور کا ایک ہی حال رہا ہے -

---

مصادر خطبہ ۴۶ فتوح اعثم کوفی ۲ ص۲۶۱، کتاب صفین ص۱۳۲ دعائم الاسلام ا ص۳۴۷، تہذیب اللغۃ ازہری ۳ ص۱۵۳، ریاض الصالحین ص۱۹۰ حدیث ص۹۷۵
مصادر خطبہ ۴۷ کتاب البلدان ابن الفقیہ ص۱۶۳، ربیع الابرار جزء اول باب بلاد و دیار
مصادر خطبہ ۴۸ کتاب صفین ص۱۳۱، ۱۳۲

۴۶۔آپ کا ارشاد گرامی

(جب شام کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا اور اس دعا کو رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے وردزبان فرمایا)

خدایا! میں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ و غم اور اہل و مال و اولاد کی بدحالی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو ہی سفر کا ساتھی ہے اور گھر کا نگراں ہے کہ یہ دونوں کام تیرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا ہے کہ جسے گھر میں چھوڑ دیا جائے وہ سفر میں کام نہیں آسکتا ہے اور جسے سفر میں ساتھ لے لیا جائے وہ گھر کی نگرانی نہیں کر سکتا ہے۔

سید رضیؒ۔ اس دعا کا ابتدائی حصہ سرکار دو عالمؐ سے نقل کیا گیا ہے اور آخری حصہ مولائے کائنات کی تضمین کلام ہے جو سرکارؐ کے کلمات کی بہترین توضیح اور تکمیل ہے "لایجمعھما غیرک"

۴۷۔آپ کا ارشاد گرامی

(کوفہ کے بارے میں)

اے کوفہ! جیسے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے بازار عکاظ کے چمڑے کی طرح کھینچا جا رہا ہے۔ تجھ پر حوادث کے حملے ہو رہے ہیں اور تجھے زلزلوں کا مرکب بنا دیا گیا ہے اور مجھے یہ معلوم ہے کہ جو ظالم و جابر بھی تیرے ساتھ کوئی برائی کرنا چاہے گا پروردگار اسے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا اور اسے کسی قاتل کی زد پر لے آئے گا۔

۴۸۔آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو صفین کے لئے کوفہ سے نکلتے ہوئے مقام نخیلہ پر ارشاد فرمایا تھا)

پروردگار کی حمد ہے جب بھی رات آئے اور تاریکی چھائے یا ستارہ چمکے اور ڈوب جائے۔ پروردگار کی حمد و ثنا ہے کہ اس کی نعمتیں ختم نہیں ہوتی ہیں اور اس کے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

امابعد! میں نے اپنے لشکر کا ہراول دستہ روانہ کر دیا ہے اور انھیں حکم دے دیا ہے کہ اس نہر کے کنارے ٹھہر کر میرے حکم کا انتظار کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دریائے دجلہ کو عبور کر کے تمہاری ایک مختصر جماعت تک پہونچ جاؤں جو اطراف دجلہ میں مقیم ہیں تاکہ انھیں تمہارے ساتھ جہاد کے لئے آمادہ کر سکوں اور ان کے ذریعہ تمہاری قوت میں اضافہ کر سکوں۔

سید رضیؒ۔ ملطاط سے مراد دریا کا کنارہ ہے اور اصل میں یہ لفظ ہموار زمین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

لہ اس جماعت سے مراد اہل مدائن ہیں جنھیں حضرتؑ اس جہاد میں شامل کرنا چاہتے تھے اور ان کے ذریعہ لشکر کی قوت میں اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ خطبہ کے آغاز میں رات اور ستاروں کا ذکر اس امر کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ لشکر اسلام کو رات کی تاریکی اور ستارہ کے غروب و زوال سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ نور مطلق اور ضیاء مکمل ساتھ ہے تو تاریکی کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتی ہے اور ستاروں کا کیا بھروسہ ہے۔ ستارے تو ڈوب بھی جاتے ہیں لیکن جو پروردگار قابل حمد و ثناء ہے اس کے لئے زوال و غروب نہیں ہے اور وہ ہمیشہ بندۂ مومن کے ساتھ رہتا ہے۔!

بلزومه، و هو شاطىء الفرات، و يقال ذلك أيضاً لشاطىء البحر، و أصله ما استوى من الأرض. و يعني بالنطفة ماء الفرات، و هو من غريب العبارات و عجيبها.

٤٩

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و فيه جملة من صفات الربوبية والعلم الالهي

اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِي بَطَنَ خَفِيَّاتِ الْأُمُورِ، وَ دَلَّتْ (ذلت) عَلَيْهِ أَعْلَامُ الظُّهُورِ، وَامْتَنَعَ عَلَىٰ عَيْنِ الْبَصِيرِ، فَلَا عَيْنُ مَنْ لَمْ يَرَهُ تُنْكِرُهُ،[1] وَلَا قَلْبُ مَنْ أَثْبَتَهُ يُبْصِرُهُ: سَبَقَ فِي الْعُلُوِّ فَلَا شَيْءَ أَعْلَىٰ مِنْهُ، وَ قَرُبَ فِي الدُّنُوِّ فَلَا شَيْءَ أَقْرَبُ مِنْهُ. فَلَا اسْتِعْلَاؤُهُ بَاعَدَهُ عَنْ شَيْءٍ مِنْ خَلْقِهِ، وَلَا قُرْبُهُ سَاوَاهُمْ فِي الْمَكَانِ بِهِ. لَمْ يُطْلِعِ الْعُقُولَ عَلَىٰ تَحْدِيدِ صِفَتِهِ، وَ لَمْ يَحْجُبْهَا عَنْ وَاجِبِ مَعْرِفَتِهِ، فَهُوَ الَّذِي تَشْهَدُ لَهُ أَعْلَامُ الْوُجُودِ،[3] عَلَىٰ إِقْرَارِ قَلْبِ ذِي الْجُحُودِ، تَعَالَى اللهُ عَمَّا يَقُولُهُ الْمُشَبِّهُونَ (المشتبهون) بِهِ وَالْجَاحِدُونَ لَهُ عُلُوّاً كَبِيراً![2]

٥٠

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

وفيه بيان لما يخرب العالم به من الفتن وبيان هذه الفتن

إِنَّمَا بَدْءُ وُقُوعِ الْفِتَنِ أَهْوَاءٌ تُتَّبَعُ، وَ أَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيهَا كِتَابُ اللهِ، وَ يَتَوَلَّىٰ عَلَيْهَا رِجَالٌ رِجَالاً، عَلَىٰ غَيْرِ دِينِ اللهِ. فَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخْفَ عَلَى الْمُرْتَادِينَ؛ وَ لَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَبْسِ الْبَاطِلِ، انْقَطَعَتْ عَنْهُ أَلْسُنُ الْمُعَانِدِينَ؛ وَلٰكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ. وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، فَيُمْزَجَانِ! فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطَانُ عَلَىٰ أَوْلِيَائِهِ، وَ يَنْجُو «الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللهِ الْحُسْنَىٰ».

٥١

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

لما غلب أصحاب معاوية أصحابه ﴿عليه السلام﴾ على شريعة الفرات بصفين و منعوهم الماء

قَدِ اسْتَطْعَمُوكُمُ الْقِتَالَ، فَأَقِرُّوا عَلَىٰ مَذَلَّةٍ، وَ تَأْخِيرِ مَحَلَّةٍ؛

بطن الخفیات - پوشیدہ امور کے باطن سے باخبر ہونا۔

اعلام - وہ مناسب جو باعث ہدایت ہوتے ہیں

مرتادین - طالبان حقیقت

ضغث - ایک مٹھی گھاس جس میں خشک و تر دونوں کی آمیزش ہو۔

شریعت - نہر کا کنارہ

استطعموکم - تم سے لقمۂ جنگ کا مطالبہ کردیا ہے۔

(١) امام رضاؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر خدا کا دیکھنا ممکن ہوتا تو ایمان کا سب سے صحیح تر اور آسان تر راستہ رویت کا راستہ ہوتا اور جو اس کی رویت سے محروم ہوتا وہ صاحب ایمان نہ ہوتا اور نتیجہ میں کوئی صاحب ایمان نہ ہوتا کہ کوئی اس کا دیکھنے والا نہیں ہے۔

(٢) امام صادقؑ نے ایک شخص کو اللہ اکبر کہتے سنا تو فرمایا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ ہر شے سے بڑا ہے۔ فرمایا کہ وہ تو اس وقت بھی بڑا تھا جب کسی شے کا وجود نہیں تھا تو ہر شے سے بڑے ہونے کے کیا معنی ہیں؟ وہ شخص گھبرا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس تکبیر کے معنی یہ ہیں کہ وہ توصیف سے بھی بڑا ہے اور کوئی شخص اس کی توصیف نہیں کرسکتا ہے۔ "لا يبلغ مدحته القائلون"

(٣) وجود واجب کی بے پناہ علامتیں اور نشانیاں اس کے وجود کو ثابت نہ کرسکیں تو دنیا کی کوئی شے قابل اثبات نہ رہ جائے گی کہ درحقیقت ہر شے کا اثبات اس کے مظاہر اور علامات ہی سے ہوتا ہے۔

مصادر خطبہ ۴۹ کتاب الروضہ من البحار ۶۷ ص۳۰۳، عیون الحکم والمواعظ علی بن محمد بن شاکر الواسطی المتوفی ۴۵۷ھ

مصادر خطبہ ۵۰ المحاسن البرقی ۱ ص۲۰۸، اصول کافی باب البدع والرائی والمقائیس - روضۃ الکافی ص۵۸، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۳۶، البصائر والذخائر ص۳۲، مشکوٰۃ الانوار طبرسی ص۲۲۳، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۹۵

مصادر خطبہ ۵۱ کتاب صفین نصر بن مزاحم، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۱ ص۳۲۹

نطفہ سے مراد فرات کا پانی ہے اور یہ عجیب و غریب تعبیرات میں ہے۔

۴۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں پروردگار کے مختلف صفات اور اس کے علم کا تذکرہ کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس خدا کے لئے ہے جو مخفی امور کی گہرائیوں سے باخبر ہے اور اس کے وجود کی رہنمائی ظہور کی تمام نشانیاں کر رہی ہیں۔ وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں آنے والا نہیں ہے لیکن نہ کسی نہ دیکھنے والے کی آنکھ اس کا انکار کر سکتی ہے (۱) اور نہ کسی اثبات کرنیوالے کا دل اس کی حقیقت کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ بلندیوں میں اتنا آگے ہے کہ کوئی شے اس سے بلند تر نہیں ہے اور قربت میں اتنا قریب ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے۔ نہ اس کی بلندی اسے مخلوقات سے دور بنا سکتی ہے اور نہ اس کی قربت برابر کی جگہ پر لا سکتی ہے۔ اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدوں سے باخبر نہیں کیا ہے اور بقدر واجب معرفت سے محروم بھی نہیں رکھا ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اس کے انکار کرنے والے کے دل پر اس کے وجود کی نشانیاں شہادت دے رہی ہیں (۲) وہ مخلوقات سے تشبیہ دینے والے اور انکار کرنے والے دونوں کی باتوں سے بلند و بالا تر ہے (۳)

۵۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اس میں ان فتنوں کا تذکرہ ہے جو لوگوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور ان کے اثرات کا بھی تذکرہ ہے)

فتنوں[۱] کی ابتدا ان خواہشات سے ہوتی ہے جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گڑھ لئے جاتے ہیں اور سراسر کتاب خدا کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور دین خدا سے الگ ہو جاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا تو حق کے طلبگاروں پر مخفی نہ ہو سکتا اور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو دشمنوں کی زبانیں نہ کھل سکتیں۔ لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اُس میں سے، اور پھر دونوں کو ملا دیا جاتا ہے اور ایسے ہی مواقع پر شیطان اپنے ساتھیوں پر مسلّط ہو جاتا ہے اور صرف وہ لوگ نجات حاصل کر پاتے ہیں جن کے لئے پروردگار کی طرف سے نیکی پہلے ہی پہونچ جاتی ہے۔

۵۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب معاویہ کے ساتھیوں نے آپ کے ساتھیوں کو ہٹا کر صفین کے قریب فرات پر غلبہ حاصل کر لیا اور پانی بند کر دیا)

دیکھو دشمنوں نے تم سے غذائے جنگ کا مطالبہ کر دیا ہے اب یا تو تم ذلّت اور اپنے مقام کی پستی پر قائم رہ جاؤ،

---

[۱] اس ارشاد گرامی کا آغاز لفظ انما سے ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا کا ہر فتنہ خواہشات کی پیروی اور بدعتوں کی ایجاد سے شروع ہوتا ہے اور یہی تاریخی حقیقت ہے کہ اگر امت اسلامیہ نے روز اول کتاب خدا کے خلاف میراث کے احکام وضع نہ کئے ہوتے اور اگر منصب و اقتدار کی خواہش میں "من کنت مولاہ" کا انکار نہ کیا ہوتا اور کچھ لوگ کچھ لوگوں کے ہمدرد نہ ہو گئے ہوتے اور نص پیغمبر کے ساتھ سن و سال اور صحابیت و قرابت کے جھگڑے نہ شامل کر دئے ہوتے تو آج اسلام بالکل خالص اور صریح ہوتا اور امت میں کسی طرح کا فتنہ و فساد نہ ہوتا۔ لیکن افسوس کہ یہ سب کچھ ہو گیا اور امت ایک دائمی فتنہ میں مبتلا ہو گئی جس کا سلسلہ چودہ صدیوں سے جاری ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہے گا۔

أَوْ رَوُّوا السُّيُوفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَاءِ؛ فَالْمَوْتُ فِي حَيَاتِكُمْ مَقْهُورِينَ، وَالْحَيَاةُ فِي مَوْتِكُمْ قَاهِرِينَ. أَلَا وَإِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَةً مِنَ الْغُوَاةِ، وَعَمَّسَ عَلَيْهِمُ الْخَبَرَ، حَتَّىٰ جَعَلُوا نُحُورَهُمْ أَغْرَاضَ الْمَنِيَّةِ.[1]

۵۲

و من خطبة له (عليه السلام)

وهي في التزهيد في الدنيا، و ثواب الله للزاهد، و نعم الله على الخلق

التزهيد في الدنيا

أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ، وَآذَنَتْ بِانْقِضَاءٍ، وَتَنَكَّرَ مَعْرُوفُهَا وَأَدْبَرَتْ حَذَّاءَ، فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَاءِ سُكَّانَهَا(ساكنيها)، وَتَحْدُو بِالْمَوْتِ جِيرَانَهَا، وَقَدْ أَمَرَّ فِيهَا مَا كَانَ حُلْواً، وَكَدِرَ مِنْهَا مَا كَانَ صَفْواً، فَلَمْ يَبْقَ (تبق) مِنْهَا إِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ الْإِدَاوَةِ أَوْ جُرْعَةٌ كَجُرْعَةِ الْمَقْلَةِ، لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ لَمْ يَنْقَعْ. فَأَزْمِعُوا عِبَادَ اللّٰهِ الرَّحِيلَ عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُورِ عَلَىٰ أَهْلِهَا الزَّوَالُ، وَلَا يَغْلِبَنَّكُمْ فِيهَا الْأَمَلُ، وَلَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمْ فِيهَا الْأَمَدُ.

ثواب الزهاد

فَوَاللّٰهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِينَ الْوُلَّهِ الْعِجَالِ، وَدَعَوْتُمْ بِهَدِيلِ الْحَمَامِ، وَجَأَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِي الرُّهْبَانِ، وَخَرَجْتُمْ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ، الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ إِلَيْهِ فِي ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهُ، أَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ أَحْصَتْهَا كُتُبُهُ، وَحَفِظَتْهَا رُسُلُهُ، لَكَانَ قَلِيلاً فِيمَا أَرْجُو لَكُمْ مِنْ ثَوَابِهِ، وَأَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ عِقَابِهِ.

نعم الله

وَتَاللّٰهِ لَوِ انْمَاثَتْ قُلُوبُكُمُ انْمِيَاثاً، وَسَالَتْ عُيُونُكُمْ مِنْ رَغْبَةٍ

لُمَہ - (بلاتشدید) مختصر سی جماعت
عمس الخبر - بات پوشیدہ رہ گئی
اغراض - جمع غرض - نشانہ
تنکر معروفہا - اس کا چہرہ چھپ گیا
حذاء - تیز رفتار
تحفز بہم - ڈھکیل کر چلا رہی ہے
تحدوا - موت کی طرف لے جا رہی ہے
امرّ الشی - چیز تلخ ہو گئی
کدر - وہ پانی جس کا رنگ گندہ ہو جائے
سملہ - حوض میں بچا ہوا پانی
مقلہ - وہ پتھر جو برتن میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر پانی بھرا جاتا ہے تاکہ ہر شخص کے حصہ کا حساب لگایا جا سکے
تمزز - آہستہ آہستہ پینا
صدیان - پیاسا
لم ینقع - سیراب نہ ہو گا
ازمعوا الرحیل - کوچ کی تیاری کرو
مقدار - مقدر کا لکھا ہوا
ولہ - والہ کی جمع ہے - وہ اونٹنی جس کا بچہ گم ہو جائے
عجال - عجول کی جمع ہے - وہ اونٹنی جس کا بچہ گم ہو جائے
ہدیل الحمام - کبوتر کے رونے کی آواز
جار الثم - بلند آواز سے گریہ
متبتل - جو صرف عبادت کا ہو کر رہ جائے -
انمیاث - پگھل جانا -

[1] تاریخ گواہ ہے کہ لشکر امامؑ نے دریا پر قبضہ کر لیا اور معاویہ کے لشکر کو کنارہ سے ہنکا دیا لیکن امامؑ نے فوراً حکم دیا کہ خبردار دشمن پر پانی بند نہ کرنا ورنہ فرزند ابوطالبؑ اور ابن ابی سفیان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا - اقتدار پرستوں کا کردار الگ ہوتا ہے اور دین کے ذمہ داروں کا انداز عمل الگ ہوتا ہے - اسلام ایسے انتقام کا ساتھی نہیں ہے جس سے اس کے اصول و قوانین کا خون ہو جائے اور مذہب کے نام پر مذہب کو پامال کر دیا جائے -

مصادر خطبہ ۵۲ من لایحضرہ الفقیہ صدوقؒ ا ص۱۶۱، مصباح شیخ طوسیؒ ص۲۶۱ - حلیۃ الاولیاء ابونعیم ا ص۸۳، امالی مفیدؒ ص۸۳، المجالس مفیدؒ ص۹۵

یا اپنی تلواروں کو خون سے سیراب کر دو اور خود پانی سے سیراب ہو جاؤ۔ درحقیقت موت ذلت کی زندگی میں ہے اور زندگی عزت کی موت میں ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ معاویہ گمراہوں کی ایک جماعت کی قیادت کر رہا ہے جس پر تمام حقائق پوشیدہ ہیں اور انھوں نے جہالت کی بنا پر اپنی گردنوں کو تیر اجل کا نشانہ بنا دیا ہے۔

۵۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں دنیا میں زہد کی ترغیب اور پیش پروردگار اس کے ثواب اور مخلوقات پر خالق کی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے)

آگاہ ہو جاؤ دنیا جا رہی ہے اور اس نے اپنی رخصت کا اعلان کر دیا ہے اور اس کی جانی پہچانی چیزیں بھی اجنبی ہو گئی ہیں۔ وہ تیزی سے منہ پھیر رہی ہے اور اپنے باشندوں کو فنا کی طرف لے جا رہی ہے اور اپنے ہمسایوں کو موت کی طرف ڈھکیل رہی ہے۔ اس کی شیرینی تلخ ہو چکی ہے اور اس کی صفائی مکدر ہو چکی ہے۔ اب اس میں صرف اتنا ہی پانی باقی رہ گیا ہے جو تہ میں بچا ہوا ہے اور وہ نپا تلا گھونٹ رہ گیا ہے جسے پیاسا پی بھی لے تو اس کی پیاس نہیں بجھ سکتی ہے۔ لہٰذا بندگان خدا اب اس دنیا سے کوچ کرنے کا ارادہ کر لو جس کے رہنے والوں کا مقدر زوال ہے اور خبردار! تم پر خواہشات غالب نہ آنے پائیں اور اس مختصر مدت کو طویل نہ سمجھ لینا۔

خدا کی قسم اگر تم ان اونٹنیوں کی طرح بھی فریاد کرو جن کا بچہ گم ہو گیا ہو اور ان کبوتروں کی طرح نالہ و فغاں کرو جو اپنے جھنڈ سے الگ ہو گئے ہوں اور ان راہبوں کی طرح بھی گریہ و فریاد کرو جو اپنے گھر بار کو چھوڑ چکے ہوں اور مال و اولاد کو چھوڑ کر قربت خدا کی تلاش میں نکل پڑو تاکہ اس کی بارگاہ میں درجات بلند ہو جائیں یا وہ گناہ معاف ہو جائیں جو اس کے دفتر میں ثبت ہو گئے ہیں اور فرشتوں نے انھیں محفوظ کر لیا ہے تو بھی یہ سب اس ثواب سے کم ہوگا جس کی میں تمھارے بارے میں امید رکھتا ہوں یا جس عذاب کا تمھارے بارے میں خوف رکھتا ہوں۔

خدا کی قسم اگر تمھارے دل بالکل پگھل جائیں اور تمھاری آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے رغبت ثواب یا خوف عذاب میں خون جاری ہو جائے

لہ کھلی ہوئی بات ہے کہ "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" دنیا کا انسان کتنا ہی بلند نظر اور عالی ہمت کیوں نہ ہو جائے مولائے کائنات کی بلندی فکر کو نہیں پا سکتا ہے اور اس درجۂ علم پر فائز نہیں ہو سکتا ہے جس پر مالک کائنات نے باب مدینۃ العلم کو فائز کیا ہے۔
آپ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم لوگ میری اطاعت کرو اور میرے احکام پر عمل کرو۔ اس کا اجر و ثواب تمھارے افکار کی رسائی کی حدوں سے بالاتر ہے۔ میں تمھارے لئے بہترین ثواب کی امید رکھتا ہوں اور تمھیں بدترین عذاب سے بچانا چاہتا ہوں لیکن اس راہ میں میرے احکام کی اطاعت کرنا ہوگی اور میرے راستہ پر چلنا ہوگا جو درحقیقت شہادت اور قربانی کا راستہ ہے اور انسان اسی راستہ پر قدم آگے بڑھانے سے گھبراتا ہے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک دنیادار انسان جس کی ساری فکر مال دنیا اور ثروت دنیا ہے وہ بھی کسی ہلاکت کے خطرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اپنے کو ہلاکت سے بچانے کے لئے سارا مال و متاع قربان کر دیتا ہے تو پھر آخر دیندار انسان میں یہ جذبہ کیوں نہیں پایا جاتا ہے؟ وہ جنت النعیم کو حاصل کرنے اور عذاب جہنم سے بچنے کے لئے اپنی دنیا کو قربان کیوں نہیں کرتا ہے؟ اس کا تو عقیدہ یہی ہے کہ دنیا چند روزہ اور فانی ہے اور آخرت ابدی اور دائمی ہے تو پھر فانی کو باقی کی راہ میں کیوں قربان نہیں کر دیتا ہے۔؟ "ان ھذا الشیء عجاب"

إِلَيْهِ أَوْ رَهْبَةٍ مِنْهُ دَماً، ثُمَّ عُمِّرْتُمْ فِي الدُّنْيَا، مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ، مَا جَزَتْ أَعْمَالُكُمْ عَنْكُمْ- وَلَوْ لَمْ تُبْقُوا شَيْئاً مِنْ جُهْدِكُمْ- أَنْعُمَهُ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ، وَ هُدَاهُ إِيَّاكُمْ لِلْإِيمَانِ.

۵۳

و من خطبة له (عليه السلام)

في ذكرى يوم النحر و صفة الاضحية

وَ مِنْ تَمَامِ الْأُضْحِيَةِ اسْتِشْرَافُ أُذُنِهَا، وَ سَلَامَةُ عَيْنِهَا، فَإِذَا سَلِمَتِ الْأُذُنُ وَالْعَيْنُ سَلِمَتِ الْأُضْحِيَةُ وَ تَمَّتْ، وَلَوْ كَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ تَجُرُّ رِجْلَهَا إِلَى الْمَنْسَكِ[1]

قال السيد الشريف: والمنسك ها هنا المذبح

۵۴

و من خطبة له (عليه السلام)

وفيها يصف أصحابه بصفين حين طال منعهم له من قتال اهل الشام

فَتَدَاكُّوا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ يَوْمَ وِرْدِهَا، وَ قَدْ أَرْسَلَهَا رَاعِيهَا، وَ خُلِعَتْ مَثَانِيهَا؛ حَتَّىٰ ظَنَنْتُ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ، أَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَدَيَّ. وَ قَدْ قَلَّبْتُ هٰذَا الْأَمْرَ بَطْنَهُ وَ ظَهْرَهُ حَتَّىٰ مَنَعَنِي النَّوْمَ، فَمَا وَجَدْتُنِي يَسَعُنِي إِلَّا قِتَالُهُمْ أَوِ الْجُحُودُ بِمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ سَلَّمَ؛ فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ، وَ مَوْتَاتُ الدُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مَوْتَاتِ الْآخِرَةِ.

اُضحیہ - روز عید اضحیٰ قربانی کا جانور
استشراف اذن - کانوں کا سالم اور سیدھا ہونا
عضباء القرن - سینگ کا ٹوٹا ہونا
تداکوا - ٹوٹ پڑے
ہیم - پیاسے اونٹ
یوم الورد - پانی پینے کا دن
مثانی - وہ رسی جس سے اونٹ کے پیر باندھے جاتے ہیں -

[1] وہ لوگ جو حج تمتع انجام دینے والے ہیں یعنی مکہ مکرمہ کے حدود سے ۴۸ میل باہر سے آئے ہیں ان کا فریضہ ہے کہ میدان منیٰ میں ایک جانور قربان کریں لیکن جو لوگ حج تمتع میں میدان منیٰ میں نہیں ہیں - اُن کے لئے بھی روز عید اضحیٰ ایک جانور کا قربان کرنا مستحب ہے اور دونوں میں متعدد فرق پائے جاتے ہیں -

ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ واجب قربانی میں شرکت کا کوئی امکان نہیں ہے لیکن سنتی قربانی میں شرکت بھی ہو سکتی ہے -

اور دوسرا فرق یہ ہے کہ واجب قربانی کا ہر طرح سے بے عیب ہونا ضروری ہے لیکن سنتی قربانی میں اس طرح کی کوئی شرط نہیں ہے - ہو سکتا ہے کہ حضرت کا اشارہ اس خطبہ میں سنتی قربانی کی طرف ہو ورنہ واجب قربانی میں صرف کان اور آنکھ کے سلامتی کافی نہیں ہے - اس کے لئے فقہ اہلبیتؑ میں متعدد شرائط پائے جاتے ہیں -

مصادر خطبہ ۵۳ من لا یحضرہ الفقیہ ۱ ص ۴۶۱، مصباح المتہجد طوسیؒ ص ۴۲۹، مناقب خوارزمی ص ۱۰۸، کتاب صفین ص ۲۰۱، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۹۴، العقد الفرید ۲ ص ۱۰۸

مصادر خطبہ ۵۴ العقد الفرید ۲ ص ۱۳۵، نہایہ ابن اثیر ۲ ص ۱۲۸، کتاب الجمل ابی مخنف، بحار الانوار - ارشاد مفید ص ۲۳۷، احتجاج طبرسیؒ ص ۲۳۶، المسترشد مفیدؒ ص ۸۸

اور تمھیں دنیا میں آخر تک باقی رہنے کا موقع دے دیا جائے تو بھی تمھارے اعمال اس کی عظیم ترین نعمتوں اور ہدایت ایمان کا بدل نہیں ہو سکتے ہیں چاہیے ان کی راہ میں تم کوئی کسر اٹھا کر نہ رکھو۔

۵۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں روز عید اضحی کا تذکرہ ہے اور قربانی کے صفات کا ذکر کیا گیا ہے)

قربانی کے جانور کا کمال یہ ہے کہ اس کے کان بلند ہوں اور آنکھیں سلامت ہوں کہ اگر کان اور آنکھ سلامت ہیں تو گویا قربانی سالم اور مکمل ہے چاہیے اس کی سینگ ٹوٹی ہوئی ہو اور وہ پیروں کو گھسیٹ کر اپنے کو قربان گاہ تک لے جائے۔ بیدرضحیٰ۔ اس مقام پر منسک سے مراد مذبح اور قربان گاہ ہے۔

۵۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں آپ نے اپنی بیعت کا تذکرہ کیا ہے)

لوگ مجھ پر[لے] یوں ٹوٹ پڑے جیسے وہ پیاسے اونٹ پانی پر ٹوٹ پڑتے ہیں جن کے نگرانوں نے انھیں آزاد چھوڑ دیا ہو اور ان کے پیروں کی رسیاں کھول دی ہوں یہاں تک کہ مجھے یہ احساس پیدا ہو گیا کہ یہ مجھے مار ہی ڈالیں گے یا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ میں نے اس امر خلافت کو یوں الٹ پلٹ کر دیکھا ہے کہ میری نیند تک اڑ گئی ہے اور اب یہ محسوس کیا ہے کہ یا ان سے جہاد کرنا ہو گا یا پیغمبرؐ کے احکام کا انکار کر دینا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ میرے لئے جنگ کی سختیوں کا برداشت کرنا عذاب کی سختی برداشت کرنے سے آسان تر ہے اور دنیا کی موت آخرت کی موت اور تباہی سے سبک تر ہے۔

لے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس اسلام میں روز اول سے بزور شمشیر بیعت لی جا رہی تھی اور انکار بیعت کرنے پر گھروں میں آگ لگائی جا رہی تھی یا لوگوں کو خنجر و شمشیر اور تازیانہ و دُرّہ کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ اس میں یکبارگی یہ انقلاب کیسے آگیا کہ لوگ ایک انسان کی بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور یہ محسوس ہونے لگا کہ جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

کیا اس کا راز یہ تھا کہ لوگ اس ایک شخص کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور شجاعت و کرم سے متاثر ہو گئے تھے۔ ایسا ہوتا تو یہ صورت حال بہت پہلے پیدا ہو جاتی اور لوگ اس شخص پر قربان ہو جاتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہو سکا جس کا مطلب یہ ہے کہ قوم نے شخصیت سے زیادہ حالات کو سمجھ لیا تھا اور یہ اندازہ کر لیا تھا کہ وہ شخص جو امت کے درمیان واقعی انصاف کر سکتا ہے اور جس کی زندگی ایک عام انسان کی زندگی کی طرح سادگی رکھتی ہے اور اس میں کسی طرح کی حرص و طمع کا گذر نہیں ہے وہ اس مرد مومن اور کل ایمان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی بیعت میں سبقت کرنا ایک انسانی اور ایمانی فریضہ ہے اور درحقیقت مولائے کائناتؑ نے اس پوری صورت حال کو ایک لفظ میں واضح کر دیا ہے کہ یہ دن درحقیقت پیاسوں کے سیراب ہونے کا دن تھا اور لوگ مدتوں سے تشنہ اور تشنہ کام تھے لہذا ان کا ٹوٹ پڑنا حق بجانب تھا۔ اس ایک تشبیہ سے ماضی اور حال دونوں کا مکمل اندازہ کیا جا سکتا ہے۔!

۵۵

و من كلام له (عليه السلام)

و قد استبطأ أصحابه إذنه لهم في القتال بصفين

أَمَّا قَوْلُكُمْ: أَكُلَّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ؟ فَوَاللهِ مَا أُبَالِي: دَخَلْتُ (ادخلت) إِلَى الْمَوْتِ أَوْ خَرَجَ الْمَوْتُ إِلَيَّ. وَ أَمَّا قَوْلُكُمْ شَكّاً فِي أَهْلِ الشَّامِ! فَوَاللهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْماً إِلَّا وَ أَنَا أَطْمَعُ أَنْ تَلْحَقَ بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي، وَ تَعْشُوَ إِلَى ضَوْئِي، وَ ذٰلِكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْتُلَهَا عَلَى ضَلَالِهَا (ضلالتها)، وَ إِنْ كَانَتْ تَبُوءُ بِآثَامِهَا.

۵۶

و من كلام له (عليه السلام)

يصف أصحاب رسول الله و ذلك يوم صفين حين أمر الناس بالصلح

وَ لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: نَقْتُلُ آبَاءَنَا وَ أَبْنَاءَنَا وَ إِخْوَانَنَا وَ أَعْمَامَنَا: مَا يَزِيدُنَا ذٰلِكَ إِلَّا إِيمَاناً وَ تَسْلِيماً، وَ مُضِيّاً عَلَى اللَّقَمِ، وَ صَبْراً عَلَى مَضَضِ الْأَلَمِ، وَ جِدّاً فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ؛ وَ لَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَ الْآخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ، يَتَخَالَسَانِ أَنْفُسَهُمَا: أَيُّهُمَا يَسْقِي صَاحِبَهُ كَأْسَ الْمَنُونِ، فَمَرَّةً لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا، وَ مَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا. فَلَمَّا رَأَى اللهُ صِدْقَنَا أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ، وَ أَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ. حَتَّى اسْتَقَرَّ الْإِسْلَامُ مُلْقِياً جِرَانَهُ، وَ مُتَبَوِّئاً (مبوّياً) أَوْطَانَهُ. وَ لَعَمْرِي لَوْ كُنَّا نَأْتِي مَا أَتَيْتُمْ: مَا قَامَ لِلدِّينِ عَمُودٌ، وَلَا اخْضَرَّ لِلْإِيمَانِ عُودٌ. وَ ايْمُ اللهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَماً، وَ لَتُتْبِعُنَّهَا نَدَماً!

۵۷

و من كلام له (عليه السلام)

في صفة رجل مذموم، ثم في فضله (عليه السلام)

أَمَا إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي رَجُلٌ رَحْبُ الْبُلْعُومِ، مُنْدَحِقُ

تعشوا الی ضوئی - چندھیائی ہوئی آنکھ سے روشنی کی طرف دیکھنا

آثام - گناہ

لقم - شاہراہ

مضض الم - درد کی شدت

تصاول - ایک دوسرے پر حملہ کرنا۔

تخالس - ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوجانا

کبت - ذلت

جران البعیر - اونٹ کے سامنے کا حصہ

احتلاب - دودھ دوہنا

(۱) امام علیہ السلام نے اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ اسلام میں جنگ کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ صرف ایک وسیلہ ہے اور اس وسیلہ کو قطع فساد کے لئے اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب ہدایت کے تمام امکانات ختم ہوجاتے ہیں ورنہ اس کے بغیر جنگ ایک غارتگری ہے جہاد نہیں ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس دیانتداری سے کام کرنے والا تاریخ بشریت میں نہیں پیدا ہوا ہے جو جنگ چھیڑنے کے لئے ہدایت کے آخری امکانات کا انتظار کرے اور جنگ چھڑ جانے کے بعد بھی تلوار چلانے میں نسلوں کا جائزہ لے کر اٹھائے اور اگر ۷۰ پشت میں کوئی مومن پیدا ہونے والا ہے تو ایک صاحب ایمان کی خاطر ۶۹ پشت کے منافقین و کفار کے مظالم برداشت کرنے کے لئے تیار ہوجائے۔ روحی و ارواح العالمین لہ الفداء۔

مصادر خطبہ ۵۵ کتاب صفین ص ۲۰۹، تاریخ طبری ۴ ص ۱۳

مصادر خطبہ ۵۶ کتاب صفین ص ۵۲۰، ربیع الابرار باب القتل و الشہادۃ جلد دوم، الغارات ابن ہلال ثقفی، کتاب الجمل واقدی، ارشاد مفید ص ۱۴۱، کتاب سلیم بن قیس ص ۷۷، تذکرہ ابن الجوزی ص ۱۱۵

مصادر خطبہ ۵۷ کتاب الغارات - اصول کافی - تفسیر عیاشی آیت ۱۰۶ سورہ نحل، قرب الاسناد حمیری - انساب الاشراف ۲ ص ۱۱۹، مستدرک حاکم ۲ ص ۳۸۵، امالی طوسی ص ۲۱۴، ارشاد مفید ص ۱۵۱، الملاحم والفتن ابن طاؤس ص ۵۵، کتاب الفتن نعیم بن حماد - کتاب الرجال کشی ص ۱۰۳

۵۵۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ کے اصحاب نے یہ اظہار کیا کہ اہل صفین سے جہاد کی اجازت میں تاخیر سے کام لے رہے ہیں)

تمہارا یہ سوال کہ کیا یہ تاخیر موت کی ناگواری سے ہے تو خدا کی قسم مجھے موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں اس کے پاس وارد ہو جاؤں یا وہ میری طرف نکل کر آجائے۔ اور تمہارا یہ خیال کہ مجھے اہل شام کے باطل کے بارے میں کوئی شک ہے۔ تو خدا گواہ ہے کہ میں نے ایک دن بھی جنگ کو نہیں ٹالا ہے مگر اس خیال سے کہ شائد کوئی گروہ مجھ سے ملحق ہو جائے اور ہدایت پا جائے اور میری روشنی میں اپنی کمزور آنکھوں کا علاج کر لے کہ یہ بات میرے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میں اس کی گمراہی کی بنا پر اسے قتل کر دوں اگرچہ اس قتل کا گناہ اُسی کے ذمہ ہوگا۔

۵۶۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اصحاب رسولؐ کو یاد کیا گیا ہے اس وقت جب صفین کے موقع پر آپ نے لوگوں کو صلح کا حکم دیا تھا)[۱]۔

ہم رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے خاندان کے بزرگ، بچے، بھائی بند اور چچاؤں کو بھی قتل کر دیا کرتے تھے اور اس سے ہمارے ایمان اور جذبۂ تسلیم میں اضافہ ہی ہوتا تھا اور ہم برابر سیدھے راستہ پر بڑھتے ہی جا رہے تھے اور مصیبتوں کی سختیوں پر صبر ہی کرتے جا رہے تھے اور دشمن سے جہاد میں کوشش ہی کرتے جا رہے تھے۔ ہمارا سپاہی دشمن کے سپاہی سے اس طرح مقابلہ کرتا تھا جس طرح مردوں کا مقابلہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی جان کے درپے ہو جائیں اور ہر ایک کو یہی فکر ہو کہ دوسرے کو موت کا جام پلا دیں۔ پھر کبھی ہم دشمن کو مار لیتے تھے اور کبھی دشمن کو ہم پر غلبہ ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد جب خدا نے ہماری صداقت[۲] کو آزما لیا تو ہمارے دشمن پر ذلت نازل کر دی اور ہمارے اوپر نصرت کا نزول فرما دیا یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ جم گیا اور اپنی منزل پر قائم ہو گیا۔

میری جان کی قسم اگر ہمارا کردار بھی تمہیں جیسا ہوتا تو نہ دین کا کوئی ستون قائم ہوتا اور نہ ایمان کی کوئی شاخ ہری ہوتی۔ خدا کی قسم تم اپنے کرتوت سے دودھ کے بدلے خون دوھوگے اور آخر میں پچھتاؤ گے۔

۵۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(ایک قابل مذمت شخص کے بارے میں)

آگاہ ہو جاؤ کہ عنقریب تم پر ایک شخص مسلط ہوگا جس کا حلق کشادہ اور پیٹ بڑا ہوگا۔

---

[۱] حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن عامر حضرمی کو بصرہ میں دوبارہ فساد پھیلانے کے لئے بھیج دیا۔ وہاں حضرت کے والی ابن عباس تھے اور وہ محمد کی تعزیت کے لئے کوفہ آگئے تھے۔ زیاد بن عبیدان کے نائب تھے۔ انھوں نے حضرت کو اطلاع دی۔ آپ نے بصرہ کے بنی تمیم کا عثمانی رجحان دیکھ کر کوفہ کے بنی تمیم کو مقابلہ پر بھیجنا چاہا لیکن ان لوگوں نے برادری سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت نے اپنے دور قدیم کا حوالہ دیا کہ اگر رسول اکرمؐ کے ساتھ ہم لوگ بھی قبائلی تعصب کا شکار ہو گئے ہوتے تو آج اسلام کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ اسلام حق و صداقت کا مذہب ہے اس میں قومی اور قبائلی رجحانات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

[۲] یہ ایک عظیم حقیقت کا اعلان ہے کہ پروردگار اپنے بندوں کی بہر حال مدد کرتا ہے۔ اس نے صاف کہہ دیا ہے کہ "کان حقا علینا نصر المومنین" (مومنین کی مدد ہماری ذمہ داری ہے)۔ "ان اللہ مع الصابرین" (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔ لیکن اس سلسلہ میں اس حقیقت کو بہر حال سمجھ لینا چاہیے کہ یہ نصرت ایمان کے اظہار کے بعد اور یہ معیت صبر کے بعد سامنے آتی ہے جب تک انسان اپنے ایمان و صبر کا ثبوت نہیں دیدیتا ہے خدائی امداد کا نزول نہیں ہوتا ہے۔ "ان تنصروا اللہ ینصرکم" (اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ نصرت الٰہی تحفہ نہیں ہے مجاہدات کا انعام ہے۔ پہلے مجاہدۂ نفس اس کے بعد انعام۔!

اَلْبَطْنِ، يَأْكُلُ مَا يَجِدُ، وَ يَطْلُبُ مَا لَا يَجِدُ، فَاقْتُلُوهُ، وَلَنْ تَقْتُلُوهُ! أَلَا وَ إِنَّهُ[۱] سَيَأْمُرُكُمْ بِسَبِّي وَالْبَرَاءَةِ[۲] مِنِّي؛ فَأَمَّا السَّبُّ فَسُبُّونِي، فَإِنَّهُ لِي زَكَاةٌ، وَلَكُمْ نَجَاةٌ؛ وَأَمَّا الْبَرَاءَةُ فَلَا تَتَبَرَّأُوا مِنِّي؛ فَإِنِّي وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَ سَبَقْتُ إِلَى الْإِيمَانِ وَالْهِجْرَةِ.

۵۸

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

كلم به الخوارج حين اعتزلوا الحكومة و تنادوا: ان لا حكم إلا لله

أَصَابَكُمْ حَاصِبٌ، وَلَا بَقِيَ مِنْكُمْ آثِرٌ(آبر). أَبَعْدَ إِيمَانِي بِاللهِ، وَ جِهَادِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ، أَشْهَدُ عَلَى نَفْسِي بِالْكُفْرِ! «لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذاً وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ!» فَأُوبُوا شَرَّ مَآبٍ، وَارْجِعُوا عَلَى أَثَرِ الْأَعْقَابِ. أَمَا إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي ذُلّاً شَامِلاً، وَ سَيْفاً قَاطِعاً وَأَثَرَةً يَتَّخِذُهَا الظَّالِمُونَ فِيكُمْ سُنَّةً.

قال الشريف: قوله ﴿عليه السلام﴾ «و لا بقي منكم آبر» يروى على ثلاثة أوجه:

أحدها أن يكون كما ذكرناه: «آبر» بالراء، من قولهم للذي يأبر النخل- أي: يصلحه- ويروى «آثر» و هو الذي يأثر الحديث و يرويه أي يحكيه، و هو أصح الوجوه عندي، كأنه ﴿عليه السلام﴾ قال: لا بقي منكم مخبر! و يروى «آبز»- بالزاي المعجمة- و هو الواثب. و الهالك أيضاً يقال له: آبز.

۵۹

و قال ﴿عليه السلام﴾

لما عزم على حرب الخوارج، و قيل له:

إن القوم عبروا جسر النهروان!

مَصَارِعُهُمْ دُونَ النُّطْفَةِ، وَاللهِ لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ، وَلَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ.

قال الشريف، يعني بالنطفة ماء النهر، و هي أفصح كناية عن الماء و إن كان كثيراً جماً. و قد أشرنا إلى ذلك فيما تقدم عند مضيّ ما أشبهه.

مندحق - جس کا پیٹ بڑا ہوا
حاصب - تیز آندھی
آثر - داستان کا بیان کرنے والا
اوبوا شر مآب - بدترین واپسی کے ساتھ پلٹ جاؤ
اثرۃ - سرکاری فوائد کو مخصوص کر لینا

(۱) بعض بنی امیہ کے ہوا خواہوں نے اس بیان کا رُخ زیاد، حجاج اور مغیرہ بن شعبہ کی طرف موڑنا چاہا ہے حالانکہ اس کے خصوصیات بابانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ اس سے مراد معاویہ ہے اسی کا حلیہ بیان کیا گیا ہے اور اسی کو پیٹ نہ بھرنے کی سرکارؐ نے بد دعا دی تھی اور اسی نے آپ پر لعنت کا حکم دیا تھا ورنہ اس کے علاوہ کسی نے اس جسارت کی ہمت نہیں کی ہے۔
معاویہ کے قتل کا حکم بھی سرکار دو عالمؐ ہی نے دیا تھا جب فرمایا تھا کہ جب بھی وہ منبر پر نظر آئے اسے قتل کر دینا - میزان الاعتدال تہذیب التہذیب - مگر افسوس کہ مسلمانوں نے مادی مصالح کے پیچھے سرکار کے کسی ارشاد کا کوئی احترام نہیں کیا۔

(۲) واضح رہے کہ اس برائت سے مراد قلبی بیزاری ہے ورنہ لفظ بیزاری کا اعلان اسی طرح جائز ہے جس طرح کہ سب وشتم کے الفاظ کا استعمال ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرتؑ نے فطرت اسلام پر پیدائش کا حوالہ دیا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ فطرت اسلام برأت واقعی سے روک سکتی ہے کہ اس طرح انسان اسلام سے بیزار ہو جائے گا ورنہ لفظ بیزاری کے استعمال میں اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

مصادر خطبہ ۵۷ تاریخ طبری الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۱۲۳، تذکرۃ الخواص ص۱۰۱، المسترشد طبری امامی ص۱۶۲، نہایۃ ابن اثیر کلمہ آثر، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۳۶۹، کامل ۲ ص۱۴۱

مصادر خطبہ ۵۹ محاسن بیہقی ۱ ص۳۱۵، مروج الذہب ۲ ص۲۱۶، کامل مبرد ۲ ص۱۴۰، کتاب الخوارج مدائنی، ارشاد مفیدؒ ص۱۵۱

جو پا جائے گا کھا جائے گا اور جو نہ پائے گا اس کی جستجو میں رہے گا۔ تمہاری ذمہ داری ہوگی کہ اسے قتل کر دو مگر تم ہرگز قتل نہ کرو گے۔
خبر دار (۵۱) وہ عنقریب تمہیں مجھے گالیاں دینے اور مجھ سے (۵۲) بیزاری کرنے کا بھی حکم دے گا۔ تو اگر گالیوں کی بات ہو تو مجھے برا بھلا کہہ لینا کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سامان ہے اور تمہارے لئے دشمن سے نجات کا۔ لیکن خبردار مجھ سے برائت نہ کرنا کہ میں فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور میں نے ایمان اور ہجرت دونوں میں سبقت کی ہے۔

۵۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس کا مخاطب ان خوارج کو بنایا گیا ہے جو تحکیم سے کنارہ کش ہو گئے اور "لاحکم الا اللہ" کا نعرہ لگانے لگے)

خدا کرے۔ تم پر سخت آندھیاں آئیں اور کوئی تمہارے حال کا اصلاح کرنے والا نہ رہ جائے۔ کیا میں پروردگار پر ایمان لانے اور رسول اکرمؐ کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد اپنے بارے میں کفر کا اعلان کر دوں۔ ایسا کروں گا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہ جاؤں گا۔ جاؤ پلٹ جاؤ اپنی بدترین منزل کی طرف اور واپس چلے جاؤ اپنے نشانات قدم پر۔ مگر آگاہ رہو کہ میرے بعد تمہیں ہمہ گیر ذلت اور کاٹنے والی تلوار کا سامنا کرنا ہوگا اور اس طریقہ' کار کا مقابلہ کرنا ہوگا جسے ظالم تمہارے بارے میں اپنی سنت بنا لیں گے یعنی ہر چیز کو اپنے لئے مخصوص کر لینا۔

سید رضیؒ۔ حضرت کا ارشاد "لا بقی منکم آبرٌ" تین طریقوں سے نقل کیا گیا ہے:
آبرٌ۔ وہ شخص جو درخت خرمہ کو کانٹ چھانٹ کر اس کی اصلاح کرتا ہے۔
آثرٌ۔ روایت کرنے والا۔ یعنی تمہاری خبر دینے والا بھی کوئی نہ رہ جائے گا۔ اور یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔
آبزٌ۔ کودنے والا یا ہلاک ہونے والا کہ مزید ہلاکت کے لئے بھی کوئی نہ رہ جائے گا۔

۵۹۔ آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا

جب آپ نے خوارج سے جنگ کا عزم کر لیا اور نہروان کے پل کو پار کر لیا۔

یاد رکھو[۱] دشمنوں کی قتل گاہ دریا کے اس طرف ہے۔ خدا کی قسم نہ ان میں کے دس باقی بچیں گے اور نہ تمہارے دس ہلاک ہو سکیں گے
سید رضیؒ۔ نطفہ سے مراد نہر کا شفاف پانی ہے۔ جو بہترین کنایہ ہے پانی کے بارے میں چاہے اس کی مقدار کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

۱؎ جب امیر المومنینؑ کو یہ خبر دی گئی کہ خوارج نے سارے ملک میں فساد پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ جناب عبداللہ بن خباب بن الارت کو ان کے گھر کی عورتوں سمیت قتل کر دیا ہے اور لوگوں میں مسلسل دہشت پھیلا رہے ہیں تو آپ نے ایک شخص کو سمجھانے کے لئے بھیجا۔ ان ظالموں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد جب حضرت عبداللہ بن خباب کے قاتلوں کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تو صاف کہہ دیا کہ ہم سب قاتل ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے بنفس نفیس توبہ کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے اسے بھی ٹھکرا دیا۔ آخر ایک دن وہ آگیا جب لوگ ایک لاش کو لے کر آئے اور سوال کیا کہ سرکار اب فرمائیں اب کیا حکم ہے؟ تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے جہاد کا حکم دے دیا اور پروردگار کے دئے ہوئے علم غیب کی بنا پر انجام کار سے بھی باخبر کر دیا جو بقول ابن الحدید صد فیصد صحیح ثابت ہوا اور خوارج کے صرف نو افراد بچے اور حضرتؑ کے ساتھیوں میں صرف آٹھ افراد شہید ہوئے۔

٦٠

و قال (عليه السلام)

لما قتل الخوارج فقيل له: يا أميرالمؤمنين، هلك القوم بأجمعهم!

كَـلَّا وَاللهِ، إِنَّهُـمْ نُـطَفٌ فِي أَصْـلَابِ الرِّجَـالِ، وَ قَـرَارَاتِ النِّسَـاءِ، كُـلَّمَا نَجَـمَ مِـنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ، حَتَّىٰ يَكُونَ آخِرُهُمْ لُـصُوصاً سَـلَّابِينَ.

٦١

و قال (عليه السلام)

لَا تُـقَاتِلُوا (تـقتلوا) الْخَـوَارِجَ بَـعْدِي؛ فَـلَيْسَ مَـنْ طَـلَبَ الْحَـقَّ فَأَخْـطَأَهُ (فاعطِي)، كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَأَدْرَكَـهُ.

قال الشريف: يعني معاوية و أصحابه.

٦٢

و من كلام له (عليه السلام)

لما خوف من الغيلة

وَ إِنَّ عَـلَيَّ مِـنَ اللهِ جُـنَّةً حَـصِينَةً، فَـإِذَا جَـاءَ يَـوْمِي انْـفَرَجَتْ عَـنِّي وَأَسْلَمَتْنِي؛ فَحِينَئِذٍ لَا يَـطِيشُ السَّـهْمُ، وَلَا يَـبْرَأُ الْكَـلْمُ.

٦٣

و من خطبة له (عليه السلام)

يحذر من فتنة الدنيا

أَلَا إِنَّ الدُّنْـيَا دَارٌ لَا يُسْـلَمُ مِـنْهَا إِلَّا فِـيهَا (بـالذمه)، وَلَا يُـنْجَىٰ بِـشَيْءٍ كَـانَ لَهَـا: ابْـتُلِيَ النَّـاسُ بِهَـا فِـتْنَةً، فَمَـا أَخَـذُوهُ مِـنْهَا لَهَـا أُخْـرِجُوا مِـنْهُ وَ حُـوسِبُوا عَـلَيْهِ، وَ مَـا أَخَـذُوهُ مِـنْهَا لِـغَيْرِهَا قَـدِمُوا عَـلَيْهِ وَ أَقَـامُوا فِـيهِ؛ فَـإِنَّهَا عِـنْدَ ذَوِي الْـعُقُولِ كَـفَيْءِ الظِّـلِّ، بَـيْنَا تَـرَاهُ سَـابِغاً حَـتَّىٰ قَـلَصَ، وَ زَائِـداً حَـتَّىٰ نَـقَصَ.

٦٤

و من خطبه له (عليه السلام)

في المبادرة إلى صالح الأعمال

فَـاتَّقُوا اللهَ عِـبَادَ اللهِ، وَ بَـادِرُوا آجَـالَكُمْ بِأَعْـمَالِكُمْ، وَ ابْـتَاعُوا مَـا يَـبْقَىٰ لَكُـمْ بِمَـا يَـزُولُ عَـنْكُمْ، وَ تَـرَحَّلُوا فَـقَدْ جُـدَّ بِكُـمْ، وَاسْـتَعِدُّوا لِـلْمَوْتِ فَـقَدْ أَظَـلَّكُمْ، وَ كُـونُوا قَـوْماً صِـيحَ بِهِـمْ فَـانْتَبَهُوا.

(۱) خوارج کی تاریخ دیکھی جائے تو امیرالمومنینؑ کے اس ارشاد کی صداقت کا اندازہ ہوگا کہ ہر دور میں ان کا رئیس حکومتوں کے ہاتھوں تہ تیغ بھی کیا گیا ہے اور علیؑ سے غداری کرنے والوں پر کسی نے بھی اعتبار نہیں کیا جو امام معصوم سے غداری کا واقعی انجام ہے۔

(۲) آپ کو معلوم تھا کہ میرے بعد اقتدار معاویہ کے ہاتھوں میں ہوگا اور وہ لوگوں کو خوارج سے جنگ پر آمادہ کرے گا حالانکہ خود بھی کسی خارجی سے کم نہیں ہوگا بلکہ ان سے بدتر ہوگا کہ وہ تلاش حق میں گمراہ ہوگئے تھے اور یہ تلاش باطل میں منزل تک پہنچ گیا ہے تو اگر معاویہ کے اعمال کی تاویل ہوسکتی ہے اور انھیں خطائے اجتہادی قرار دیا جا سکتا ہے تو خوارج کے اعمال کی تاویل کیوں نہیں ہوسکتی ہے۔

(۳) یہ موت کے بارے میں امیرالمومنینؑ کا بلند ترین نظریہ ہے کہ موت ہی سیف قاطع ہے جو رشتہ حیات کو قطع کر دیتی ہے اور یہی جنہ واقیہ ہے جو انسان کا تحفظ کرتی ہے کہ جب تک اس کا وقت نہ آجائے کوئی طاقت کچھ بگاڑ نہیں سکتی ہے۔

(۴) حقیقت امر یہ ہے کہ اس دنیا کے درد کا علاج دنیا ہی ہے اور یہ مسئلہ انتہائی واضح ہے کہ دنیا کو ہدف اور مقصد بنا لیا جاتا ہے تو درد بن جاتی ہے اور اسے وسیلہ اور ذریعہ بنا لیا جاتا ہے تو دوا بن جاتی ہے۔ اب یہ انسان کی عقل کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اسے درد بنا کر رکھے گا یا دوا بنا کر اس کے ذریعہ درد آخرت کا علاج کرے گا۔

مصادر خطبہ ۶۰ (بعینہ مصادر خطبہ ۵۹)

مصادر خطبہ ۶۱ محاسن بیہقی ص۳۸۵، مروج الذہب ۲ ص۲۱۶، کامل مبرد ۲ ص۱۳۰، علل الشرائع ص۲۰۱، تہذیب شیخ طوسیؒ ۲ ص۴۸

مصادر خطبہ ۶۲ البدایۃ والنہایہ ۸ ص۱۲، کتاب القدر ابوداؤد ابن اسحاق السجستانی (المتوفی قبل الرضیؒ بہ ۱۳۰ عام) غرر الحکم آمدی ص۸۹، ربیع الابرار زمخشری باب القتل والشہادۃ، کتاب صفین ص۱۲۸

مصادر خطبہ ۶۳ غرر الحکم آمدی حرف الف اِنّ

مصادر خطبہ ۶۴ الغرر والدرر آمدی، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص۱۴۵

۶۰۔ آپ نے فرمایا

(اس وقت جب خوارج کے قتل کے بعد لوگوں نے کہا کہ اب تو قوم کا خاتمہ ہو چکا ہے)

ہرگز نہیں۔ خدا گواہ ہے کہ یہ ابھی مردوں کے صلب اور عورتوں کے رحم میں موجود ہیں اور جب بھی ان میں کوئی سر نکالے گا اسے کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ آخر میں صرف لٹیرے اور چور ہو کر رہ جائیں گے۔

۶۱۔ آپ نے فرمایا

خبردار میرے بعد خروج کرنے والوں سے جنگ نہ کرنا کہ حق کی طلب میں نکل کر بہک جانے والا اس کا جیسا نہیں ہوتا ہے جو باطل کی تلاش میں نکلے اور حاصل بھی کر لے۔

سید رضیؒ۔ آخری جملہ سے مراد معاویہ اور اس کے اصحاب ہیں۔

۶۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ کو اچانک قتل سے ڈرایا گیا)

یاد رکھو میرے لئے خدا کی طرف سے ایک مضبوط و مستحکم سپر ہے۔ اس کے بعد جب میرا دن آجائے گا تو یہ سپر مجھ سے الگ ہو جائے گی اور مجھے موت کے حوالے کر دے گی۔ اس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم مندمل ہو سکے گا۔

۶۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں دنیا کے فتنوں سے ڈرایا گیا ہے)

آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دنیا ایسا گھر ہے جس سے سلامتی کا سامان اسی کے اندر سے کیا جا سکتا ہے اور کوئی ایسی شے وسیلۂ نجات نہیں ہو سکتی ہے جو دنیا ہی کے لئے ہو۔ لوگ اس دنیا کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں۔ جو لوگ دنیا کا سامان دنیا ہی کے لئے حاصل کرتے ہیں وہ اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور پھر حساب بھی دینا ہوتا ہے اور جو لوگ یہاں سے وہاں کے لئے حاصل کرتے ہیں وہ وہاں جا کر پا لیتے ہیں اور وہاں مقیم ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا درحقیقت صاحبانِ عقل کی نظر میں ایک سایہ جیسی ہے جو دیکھتے دیکھتے سمٹ جاتا ہے اور پھیلتے پھیلتے کم ہو جاتا ہے۔

۶۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(نیک اعمال کی طرف سبقت کے بارے میں)

بندگانِ خدا! اللہ سے ڈرو اور اعمال کے ساتھ اجل کی طرف سبقت کرو۔ اس دنیا کے فانی مال کے ذریعہ باقی رہنے والی آخرت کو خرید لو اور یہاں سے کوچ کر جاؤ کہ تمہیں تیزی سے لیجایا جا رہا ہے اور موت کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اس قوم جیسے ہو جاؤ جسے پکارا گیا تو فوراً ہوشیار ہو گئی۔

لے انسان کے قدم موت کی طرف بلا اختیار بڑھتے جا رہے ہیں اور اسے اس امر کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دن موت کے منھ میں چلا جاتا ہے اور دائمی خسارہ اور عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے لہٰذا تقاضائے عقل و دانش یہی ہے کہ اعمال کو ساتھ لے کر آگے بڑھے گا تا کہ جب موت کا سامنا ہو تو اعمال کا سہارا رہے اور عذاب الیم سے نجات حاصل کرنے کا وسیلہ ہاتھ میں رہے۔!

مصادر خطبہ ۶۴ الغرر والدرر آمدی، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۱۴۵

وَ عَلِمُوا أَنَّ الدُّنْيَا لَيْسَتْ لَهُمْ بِدَارٍ[1] فَاسْتَبْدَلُوا؛ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً وَ لَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى، وَ مَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ إِلَّا الْمَوْتُ أَنْ يَنْزِلَ بِهِ. وَ إِنَّ غَايَةً تَنْقُصُهَا اللَّحْظَةُ، وَ تَهْدِمُهَا السَّاعَةُ، لَجَدِيرَةٌ بِقِصَرِ الْمُدَّةِ. وَ إِنَّ غَائِباً يَحْدُوهُ الْجَدِيدَانِ: اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، لَحَرِيٌّ بِسُرْعَةِ الْأَوْبَةِ. وَ إِنَّ قَادِماً يَقْدُمُ بِالْفَوْزِ أَوِ الشِّقْوَةِ لَمُسْتَحِقٌّ لِأَفْضَلِ الْعُدَّةِ. فَتَزَوَّدُوا[2] فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا، مَا تَحْرُزُونَ (تجوزون) بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَداً. فَاتَّقَى عَبْدٌ رَبَّهُ، نَصَحَ نَفْسَهُ، وَ قَدَّمَ تَوْبَتَهُ، وَ غَلَبَ شَهْوَتَهُ، فَإِنَّ أَجَلَهُ مَسْتُورٌ عَنْهُ، وَ أَمَلَهُ خَادِعٌ لَهُ، وَالشَّيْطَانُ مُوَكَّلٌ بِهِ، يُزَيِّنُ لَهُ الْمَعْصِيَةَ لِيَرْكَبَهَا، وَ يُمَنِّيهِ التَّوْبَةَ لِيُسَوِّفَهَا، إِذَا هَجَمَتْ مَنِيَّتُهُ عَلَيْهِ أَغْفَلَ مَا يَكُونُ عَنْهَا. فَيَا لَهَا حَسْرَةً عَلَىٰ كُلِّ ذِي غَفْلَةٍ أَنْ يَكُونَ عُمُرُهُ عَلَيْهِ حُجَّةً. وَ أَنْ تُؤَدِّيَهُ أَيَّامُهُ إِلَى الشِّقْوَةِ! نَسْأَلُ اللهَ سُبْحَانَهُ أَنْ يَجْعَلَنَا وَ إِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ نِعْمَةٌ. وَلَا تُقَصِّرُ (تقتصر) بِهِ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهِ غَايَةٌ. وَلَا تَحُلُّ بِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ نَدَامَةٌ وَلَا كَآبَةٌ.

٦٥

ومن خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و فيها مباحث لطيفة من العلم الالٰهي

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ تَسْبِقْ لَهُ حَالٌ حَالاً، فَيَكُونَ أَوَّلاً قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِراً، وَ يَكُونَ ظَاهِراً قَبْلَ أَنْ يَكُونَ بَاطِناً؛ كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَيْرَهُ قَلِيلٌ، وَكُلُّ عَزِيزٍ غَيْرَهُ ذَلِيلٌ؛ وَكُلُّ قَوِيٍّ غَيْرَهُ ضَعِيفٌ، وَكُلُّ مَالِكٍ غَيْرَهُ مَمْلُوكٌ، وَكُلُّ عَالِمٍ غَيْرَهُ مُتَعَلِّمٌ، وَكُلُّ قَادِرٍ غَيْرَهُ يَقْدِرُ وَ يَعْجَزُ، وَكُلُّ سَمِيعٍ غَيْرَهُ يَصَمُّ عَنْ لَطِيفِ الْأَصْوَاتِ، وَ يُصِمُّهُ كَبِيرُهَا، وَ يَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا، وَكُلُّ بَصِيرٍ غَيْرَهُ يَعْمَى عَنْ خَفِيِّ الْأَلْوَانِ وَلَطِيفِ الْأَجْسَامِ، وَكُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرَهُ بَاطِنٌ، وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرَهُ غَيْرُ ظَاهِرٍ. لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ، وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ

سدیٰ ۔ مہمل اور بے قید و بند
یحدوا ۔ ڈھکیل رہے ہیں
حری ۔ لائق، سزاوار
اوبہ ۔ واپسی ۔ مراد آمد ہے
تسویف ۔ تاخیر
بطر ۔ مغرور بنا دینا
صم ۔ بہرہ پن

[1] دنیا کے منزل نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی انتہائی درجہ مختصر ہے اور اس کا سامان زندگی بے پناہ ہے ۔ اور یہ علامت ہے کہ یہ نقط زاد راہ فراہم کرنے کے کام آتی ہے اور منزل آگے ہے جہاں مسافر کو ہر حال میں جانا ہے اور سامان کو دوسرے آنے والوں کے لئے چھوڑ کر جانا ہے جو اپنے بعد والوں کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا ۔

[2] یہ زاد راہ کی تفسیر ہے کہ آخرت کے لئے زاد راہ سامان دنیا نہیں ہے بلکہ یہ زاد راہ درحقیقت تقویٰ، اخلاص، توبہ اور خواہشات پر غلبہ ہے جس کے بغیر آخرت کے سفر میں کامیابی ناممکن ہے ۔ مقابلہ شیطان کا ہے اور موت کا نزول اچانک ہونے والا ہے لہذا یہ زاد راہ ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور انسان کو کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہئے نعمتیں پاکر مغرور نہ ہو جائے اور اطاعت پروردگار میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے ۔

مصادر خطبہ ۶۵ توحید صدوق ص ۶۹ ، عیون الحکم والمواعظ علی بن محمد بن شاکر اللیثی ۔ غرر الحکم آمدی ص ۲۳۸

اور اس نے جان لیا کہ دنیا اس کی منزل نہیں ہے[۱۱] تو اسے آخرت سے بدل لیا۔ اس لئے کہ پروردگار نے تمھیں بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ مہمل چھوڑ دیا ہے اور یاد رکھو کہ تمھارے اور جنت و جہنم کے درمیان اتنا ہی وقفہ ہے کہ موت نازل ہو جائے اور انجام سامنے آجائے اور وہ مدت حیات جسے ہر لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اس کی عمارت کو منہدم کر رہی ہو وہ قصیر المدۃ ہی سمجھنے کے لائق ہے اور وہ موت جسے دن و رات ڈھکیل کر آگے لا رہے ہوں اسے بہت جلد آنے والا ہی خیال کرنا چاہئے اور وہ شخص جس کے سامنے کامیابی یا ناکامی اور بدبختی آنے والی ہے اسے بہترین سامان مہیا ہی کرنا چاہئے۔ لہٰذا تم دنیا میں رہ کر دنیا سے زاد راہ[۱۲] حاصل کر لو جس سے کل اپنے نفس کا تحفظ کر سکو۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے ڈرے۔ اپنے نفس سے اخلاص رکھے، توبہ کو مقدم کرے۔ خواہشات پر غلبہ حاصل کرے اس لئے کہ اس کی اجل اس سے پوشیدہ ہے اور اس کی خواہش اسے مسلسل دھوکہ دینے والی ہے اور شیطان اس کے سر پر سوار ہے جو معصیتوں کو آراستہ کر رہا ہے تاکہ انسان مرتکب ہو جائے اور توبہ کی امیدیں دلاتا ہے تاکہ اس میں تاخیر کرے یہاں تک کہ غفلت اور بے خبری کے عالم میں موت اس پر حملہ آور ہو جاتی ہے۔ ہائے کس قدر حسرت کا مقام ہے کہ انسان کی عمر ہی اس کے خلاف حجت بن جائے اور اس کا روزگار ہی اسے بدبختی تک پہونچا دے۔ پروردگار سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمھیں ان لوگوں میں قرار دے جنھیں نعمتیں مغرور نہیں بناتی ہیں اور کوئی مقصد اطاعت خدا میں کوتاہی پر آمادہ نہیں کرتا ہے اور موت کے بعد ان پر ندامت اور رنج و غم کا نزول نہیں ہوتا ہے۔

۶۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں علم الٰہی کے لطیف ترین مباحث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کے صفات میں تقدم[۱] و تاخر نہیں ہوتا ہے کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول رہا ہو اور باطن بننے سے پہلے ظاہر رہا ہو۔ اس کے علاوہ جسے بھی واحد کہا جاتا ہے اس کی وحدت قلت ہے اور جسے بھی عزیز سمجھا جاتا ہے اس کی عزت ذلت ہے۔ اس کے سامنے ہر قوی ضعیف ہے اور ہر مالک مملوک ہے، ہر عالم متعلم ہے اور ہر قادر عاجز ہے، ہر سننے والا لطیف آوازوں کے لئے بہرہ ہے اور اونچی آوازیں بھی اسے بہرہ بنا دیتی ہیں اور دور کی آوازیں بھی اس کی حد سے باہر نکل جاتی ہیں اور اسی طرح اس کے علاوہ ہر دیکھنے والا مخفی رنگ اور لطیف جسم کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر ظاہر غیر باطن ہے اور ہر باطن غیر ظاہر۔ اس نے مخلوقات کو اپنی حکومت کے استحکام یا زمانہ کے نتائج کے خوف سے نہیں پیدا کیا ہے۔

[۱] یہ اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ پروردگار کے صفات کمال عین ذات ہیں اور ذات سے الگ کوئی شے نہیں ہیں۔ وہ علم کی وجہ سے عالم نہیں ہے ۔ بلکہ عین حقیقت علم ہے اور قدرت کے ذریعہ قادر نہیں ہے بلکہ عین قدرت کاملہ ہے اور جب یہ سارے صفات عین ذات ہیں تو ان میں تقدم و تاخر کا کوئی سوال ہی نہیں ہے وہ جس لحظہ اول ہے اسی لحظہ آخر بھی ہے اور جس انداز سے ظاہر ہے اسی انداز سے باطن بھی ہے۔ اس کی ذات اقدس میں کسی طرح کا تغیر قابل تصور نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ اس کی سماعت و بصارت بھی مخلوقات کی سماعت و بصارت سے بالکل الگ ہے۔ دنیا کا ہر سمیع و بصیر کسی شے کو دیکھتا اور سنتا ہے اور کسی شے کے دیکھنے اور سننے سے قاصر رہتا ہے لیکن پروردگار کی ذات اقدس ایسی نہیں ہے وہ مخفی ترین مناظر کو دیکھ رہا ہے اور لطیف ترین آوازوں کو سن رہا ہے۔ وہ ایسا ظاہر ہے جو باطن نہیں ہے اور ایسا باطن ہے جو کسی عقل و فہم پر ظاہر نہیں ہو سکتا ہے۔!

عَواقِبِ زَمانٍ، وَلَا ٱسْتِعانَةٍ عَلى نِدٍّ مُثاوِرٍ، وَلَا شَرِيكٍ مُكاثِرٍ، وَلَاضِدٍّ مُنافِرٍ؛ وَلٰكِنْ خَلَائِقُ مَرْبُوبُونَ، وَ عِبادٌ داخِرُونَ، لَمْ يَحْلُلْ فِي ٱلْأَشْياءِ فَيُقالَ: هُوَ كائِنٌ، وَلَمْ يَنْأَ عَنْها فَيُقالَ: هُوَ مِنْها بائِنٌ. لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ٱبْتَدَأَ، وَلَا تَدْبِيرُ ما ذَرَأَ، وَلَا وَقَفَ بِهِ عَجْزٌ عَمّا خَلَقَ، وَلَا وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيما قَضى وَ قَدَّرَ، بَلْ قَضاءٌ مُتْقَنٌ، وَ عِلْمٌ مُحْكَمٌ، وَأَمْرٌ مُبْرَمٌ. ٱلْمَأْمُولُ مَعَ النِّقَمِ، ٱلْمَرْهُوبُ مَعَ النِّعَمِ!

٦٦

و من كلام له (عليه السلام)

في تعليم الحرب والمقاتلة

مَعاشِرَ ٱلْمُسْلِمِينَ: ٱسْتَشْعِرُوا ٱلْخَشْيَةَ، وَتَجَلْبَبُوا السَّكِينَةَ، وَ عَضُّوا عَلَى النَّواجِذِ، فَإِنَّهُ أَنْبى لِلسُّيُوفِ عَنِ ٱلْهامِ. وَأَكْمِلُوا اللَّأْمَةَ، وَ قَلْقِلُوا السُّيُوفَ فِي أَغْمادِها قَبْلَ سَلِّها وَٱلْحَظُوا ٱلْخَزْرَ، وَاطْعُنُوا الشَّزْرَ، وَنافِحُوا بِالظُّبا، وَصِلُوا السُّيُوفَ بِالْخُطا، وَٱعْلَمُوا أَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللهِ، وَمَعَ ٱبْنِ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ. فَعاوِدُوا ٱلْكَرَّ، وَٱسْتَحْيُوا مِنَ ٱلْفَرِّ، فَإِنَّهُ عارٌ فِي ٱلْأَعْقابِ، وَ نارٌ يَوْمَ ٱلْحِسابِ، وَ طِيبُوا عَنْ أَنْفُسِكُمْ نَفْساً، وَٱمْشُوا إِلَى ٱلْمَوْتِ مَشْياً سُجُحاً، وَ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوادِ ٱلْأَعْظَمِ، وَالرِّواقِ الْمُطَنَّبِ، فَاضْرِبُوا ثَبَجَهُ، فَإِنَّ الشَّيْطانَ كامِنٌ فِي كِسْرِهِ، وَ قَدْ قَدَّمَ

ند ۔ مثل ونظیر (مدمقابل)
مثاور ۔ محارب
شریک مکاثر ۔ وہ انسان جسے اپنی کثرت پر ناز ہو
ضد منافر ۔ بلندی میں مقابلہ کرنے والا مدمقابل
مربوب ۔ جس کی پرورش کی جائے ۔
داخر ۔ عاجز و ذلیل
لم ینأ ۔ جسمانی اعتبار سے الگ ہونا
بائن ۔ منفصل
ذرأ ۔ خلق کیا
ولج ۔ داخل ہونا
مبرم ۔ محکم
شعار ۔ وہ لباس جو بدن سے متصل ہو
جلباب ۔ وہ چادر جو اوپر سے اوڑھی جائے
نواجذ ۔ داڑھ کا آخری حصہ
انبا ۔ دور تر
ہام ۔ ہامہ کی جمع ۔ سر ۔ بدن
لامہ ۔ زرہ ۔ آلات جنگ
قلقلہ ۔ حرکت دینا
اغماد ۔ غمد کی جمع ہے ۔ نیام
خزر ۔ گوشۂ چشم سے غضب آلود نگاہ کرنا
شزر ۔ داہنے بائیں نیزہ سے حملہ کرنا
منافحہ ۔ مقابلہ و مضاربہ
ظبا ۔ ظبہ کی جمع ہے تلوار
وصل الخطا ۔ قدم بڑھا کر تلوار سے وار کرنا
اعقاب ۔ اولاد
سجح ۔ سکون و اطمینان
رواق ۔ خیمہ
مطنب ۔ طناب دار
ثبج ۔ وسط
کسر ۔ گوشہ

مصادر خطبہ ۶۶ کتاب صفین، عیون الاخبار ۱ ص۱۱۰، البیان والتبیین ۲ ص۲۴۳، المحاسن والمساوی ص۳۵، بشارۃ المصطفیٰ بن القاسم الطبری ص۱۲۲
دستور معالم الحکم القاضی القضاعی ص۱۲۴، تاریخ دمشق، مروج الذہب ۲ ص۳۸۰، نہایۃ ابن اثیر ۲ ثبج

نہ اسے کسی برابر والے حملہ آور یا صاحب کثرت شریک یا ٹکرانے والے مدمقابل کے مقابلہ میں مدد لینا تھی۔ یہ ساری مخلوق اسی کی پیدا کی ہوئی اور پالی ہوئی ہے اور یہ سارے بندے اسی کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ اس نے اشیاء میں حلول نہیں کیا ہے کہ اسے کسی کے اندر سمایا ہوا کہا جائے اور نہ اتنا دور ہو گیا ہے کہ الگ تھلگ خیال کیا جائے۔ مخلوقات کی خلقت اور مصنوعات کی تدبیر اسے تھکا نہیں سکتی ہے اور نہ کوئی تخلیق اسے عاجز بنا سکتی ہے اور نہ کسی قضا و قدر میں اسے کوئی شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کا ہر فیصلہ محکم اور اس کا ہر علم متقن اور اس کا ہر حکم مستحکم ہے۔ ناراضگی میں بھی اس سے امید وابستہ کی جاتی ہے اور نعمتوں میں بھی اس کا خوف لاحق رہتا ہے۔

۶۶۔ آپ کا ارشاد گرامی
(تعلیم جنگ کے بارے میں)

مسلمانو! خوف خدا[1] کو اپنا شعار بناؤ۔ سکون و وقار کی چادر اوڑھ لو۔ دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اچٹ جاتی ہیں۔ زرہ پوشی کو مکمل کر لو۔ تلواروں کو نیام سے نکالنے سے پہلے نیام کے اندر حرکت دے لو۔ دشمن کو ترچھی نظر سے دیکھتے رہو اور نیزوں سے دونوں طرف وار کرتے رہو۔ اسے اپنی تلواروں کی باڑھ پر رکھو اور تلواروں کے حملے قدم آگے بڑھا کر کرو اور یہ یاد رکھو کہ تم پروردگار کی نگاہ میں اور رسول اکرمؐ کے ابن عم کے ساتھ ہو۔ دشمن پر مسلسل حملے کرتے رہو اور فرار سے شرم کرو کہ اس کا عار نسلوں میں رہ جاتا ہے اور اس کا انجام جہنم ہوتا ہے۔ اپنے نفس کو ہنسی خوشی خدا کے حوالے کر دو اور موت کی طرف نہایت درجہ سکون و اطمینان سے قدم آگے بڑھاؤ۔ تمہارا نشانہ ایک دشمن کا عظیم لشکر اور طناب دار خیمہ ہونا چاہیے کہ اسی کے وسط پر حملہ کرو کہ شیطان اسی کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس نے ایک قدم حملہ کے لئے آگے بڑھا رکھا ہے۔

[1] ان تعلیمات پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ایک مرد مسلم کے جہاد کا انداز کیا ہونا چاہیے اور اسے دشمن کے مقابلہ میں کس طرح جنگ آزما ہونا چاہیے۔ ان تعلیمات کا مختصر خلاصہ یہ ہے:

۱۔ دل کے اندر خوف خدا ہو، ۲۔ باہر سکون و اطمینان کا مظاہرہ ہو، ۳۔ دانتوں کو بھینچ لیا جائے، ۴۔ آلات جنگ کو مکمل طور پر ساتھ رکھا جائے، ۵۔ تلوار کو نیام کے اندر حرکت دے لی جائے کہ بروقت نکالنے میں زحمت نہ ہو، ۶۔ دشمن پر غیظ آلود نگاہ کی جائے، ۷۔ نیزوں کے حملے ہر طرف ہوں، ۸۔ تلوار دشمن کے سامنے رہے، ۹۔ تلوار دشمن تک نہ پہونچے تو قدم بڑھا کر حملہ کرے، ۱۰۔ فرار کا ارادہ نہ کرے، ۱۱۔ موت کی طرف سکون کے ساتھ قدم بڑھائے، ۱۲۔ جان جان آفریں کے حوالے کر دے، ۱۳۔ ہدف اور نشانہ پر نگاہ رکھے، ۱۴۔ یہ اطمینان رکھے کہ خدا ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور پیغمبرؐ کا بھائی ہماری نگاہ کے سامنے ہے۔

ظاہر ہے کہ ان آداب میں بعض آداب، تقویٰ۔ ایمان۔ اطمینان وغیرہ دائمی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض کا تعلق نیزہ و شمشیر کے دور سے ہے لیکن اسے بھی ہر دور کے آلات حرب و ضرب پر منطبق کیا جا سکتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

لِـلْوَثْبَةِ يَـداً وَ أَخَـرَ لِـلنُّكُوصِ رِجْـلاً. فَـصَمْداً صَمْداً! حَـتَّىٰ يَـنْجَلِيَ لَكُـمْ عَـمُودُ الْحَـقِّ «وَأَنْـتُمُ الْأَعْـلَوْنَ، وَاللهُ مَـعَكُمْ، وَ لَـنْ يَـتِرَكُـمْ أَعْـمَالَكُمْ».

۶۷

و من كلام له ﴿ﷺ﴾

قالوا: لما انتهت إلى أميرالمؤمنين ﴿ﷺ﴾ أنباء السقيفة بعد وفاة رسول الله ﴿ﷺ﴾،

قال ﴿ﷺ﴾: ما قالت الأنصار؟ قالوا: قالت: منا أمير ومنكم أمير؛ قال ﴿ﷺ﴾:

فَـهَلَّا احْـتَجَجْتُمْ عَـلَيْهِمْ بِأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَـلَّى اللّـهِ عَـلَيْهِ وَ آلِـهِ وَسَـلَّمَ وَصَّىٰ بِأَنْ يُحْسَـنَ إِلَىٰ مُحْسِـنِهِمْ، وَيُـتَجَاوَزَ عَـنْ مُسِيئِهِمْ؟

قـالوا: و مـا فِي هٰـذا مـن الحجة عـليهم؟

فقال ﴿ﷺ﴾:

لَـوْ كَـانَتِ الْإِمَـامَةُ (الامـارة) فِـيهِمْ لَمْ تَكُـنِ الْـوَصِيَّةُ بِهِـمْ.

ثم قال ﴿ﷺ﴾:

فَمَـاذَا قَـالَتْ قُـرَيْشٌ؟ قَـالوا: احـتجت بـانها شـجرة الرسـول صـلى الله عـليه و آله و سـلم، فـقال ﴿ﷺ﴾: احْـتَجُّوا بِـالشَّجَرَةِ، وَأَضَـاعُوا الثَّمَرَةَ.[۲]

۶۸

و من كلام له ﴿ﷺ﴾

لما قلد محمد بن أبي بكر مصر فملكت عليه و قتل

وَ قَـدْ أَرَدْتُ تَـوْلِيَةَ مِـصْرَ هَـاشِمَ بْنَ عُـتْبَةَ؛ وَ لَـوْ وَلَّـيْتُهُ إِيَّـاهَا لَـمَا خَـلَّىٰ لَهُـمُ الْـعَرْصَةَ، وَلَا أَنْهَـزَهُمُ الْـفُرْصَةَ. بِـلَا ذَمٍّ لِمُحَـمَّدِ بْـنِ أَبِي بَكْـرٍ، وَ لَـقَدْ كَـانَ إِلَيَّ حَـبِيباً وَ كَـانَ لِي رَبِـيباً.

صمداً صمداً۔ اپنے ارادہ پر ڈٹے رہو
لن یترکم۔ کم اور ضائع نہیں کرے گا۔
عرصہ۔ صحن خانہ اور ہر میدان عمل

(۱) معاویہ کی بے حیائی اور بے دینی کا بہترین نقشہ ہے کہ اولاً تو میدان میں خود نہیں آتا ہے اور غریب جاہل عوام کو آگے بڑھا کر خود خیمہ کے گوشہ میں چھپا بیٹھا ہے اس کے بعد خیمہ کے اندر بھی سکون نہیں ہے۔ ایک قدم میدان کی طرف ہے تاکہ فوجوں کو آگے بڑھاتا رہے اور انہیں حوصلہ دلا کر ان کی گردنیں کٹواتا رہے اور ایک قدم پیچھے کی طرف ہے تاکہ سیرت قدیم کا حق ادا کرنے اور فرار کرنے کیلئے تیار رہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اسلام میں ہر دور میں ایسے ہی افراد کو حکومت کرنے کا شوق رہا ہے جن کا طرۂ امتیاز میدان جنگ سے فرار رہا ہے اور کسی ایک کو بھی اس بات کی شرم کا احساس نہیں رہا ہے کہ جن لوگوں نے کل میدان میں یہ طرز عمل دیکھا ہے ان کے دلوں میں محبت اور جذبہ اطاعت کے پیدا ہونے کا کیا امکان ہے۔

بات صرف یہ ہے کہ جب حکومت بزور طاقت ہوتی ہے تو شرم و حیا کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اطاعت اطاعت رہے اور اس میں قلب و دماغ کی ہم آہنگی شامل رہے اور یہ کام حسن عمل اور کردار نیک کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے اسی لئے اس نے حکومت میں عدالت و عصمت کی شرط لگائی تھی لیکن اہل دنیا نے اسلامی خلافت کو بھی کافرانہ حکومت کا رنگ دیدیا اور اسلام اپنی قدامت و معنویت سے محروم ہو گیا۔

(۲) کتنا حسین اور جامع تبصرہ ہے صورت حال پر۔ کہ حضرات شیخین کو سات پشت پہلے یا نو پشت پہلے شجرہ رسولؐ میں شرکت تو یاد رہ گئی لیکن جو واقعاً پیغمبرؐ کا بھائی ہے اور جسے آیۂ مباہلہ نے نفس رسولؐ قرار دیا ہے۔ اس کی قربت اور قرابت یاد نہ آئی اور اسے اس کے واقعی حق سے محروم کر دیا گیا۔

مصادر خطبہ ۶۷ نہایۃ الارب نویری ۸ ص۱۶۸، غرر الحکم آمدی ص۳۲۶، التعجب کراجکی ص۱۳، کتاب السقیفہ جوہری۔ تاریخ طبری ۶ ص۲۶۳، استیعاب حالات عوف بن اثاثہ، مروج الذہب، البصائر توحیدی المتوفی ۴۰۰ھ

مصادر خطبہ ۶۸ الغارات ابن ہلال الثقفی، تاریخ طبری ۶ ص۶۳، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۴۰۴

اور ایک بھاگنے کے لئے پیچھے کر رکھا ہے (۵۱) لہٰذا تم مضبوطی سے اپنے ارادہ پر جمے رہو یہاں تک کہ حق صبح کے اُجالے کی طرح واضح ہو جائے اور مطمئن رہو کہ بلندی تمہارا حصہ ہے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کر سکتا ہے۔

۶۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

جب رسول اکرمؐ کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں پہونچیں اور آپ نے پوچھا کہ انصار نے کیا احتجاج کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک تمہارا۔ تو آپ نے فرمایا:

تم لوگوں نے ان کے خلاف یہ استدلال کیوں نہیں کیا کہ رسول اکرمؐ نے تمہارے نیک کرداروں کے ساتھ حسن سلوک اور خطاکاروں سے درگذر کرنے کی وصیت فرمائی ہے؟

لوگوں نے کہا کہ اس میں کیا استدلال ہے؟

فرمایا کہ اگر امامت و امارت ان کا حصہ ہوتی تو ان سے وصیت کی جاتی نہ کہ ان کے بارے میں وصیت کی جاتی۔ اس کے بعد آپ نے سوال کیا کہ قریش کی دلیل کیا تھی؟ لوگوں نے کہا کہ وہ اپنے کو رسول اکرمؐ کے شجرہ میں ثابت کر رہے تھے۔ فرمایا کہ افسوس شجرہ سے استدلال کیا اور ثمرہ کو ضائع کر دیا (۵۲)

۶۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کی ذمہ داری حوالہ کی اور انھیں قتل کر دیا گیا)

میرا ارادہ تھا کہ مصر کا حاکم ہاشم بن عتبہ[2] کو بناؤں اور اگر انھیں بنا دیتا تو ہرگز میدان کو مخالفین کے لئے خالی نہ چھوڑتے اور انھیں موقع سے فائدہ نہ اٹھانے دیتے (لیکن حالات نے ایسا نہ کرنے دیا)۔

اس بیان کا مقصد محمد بن ابی بکر کی مذمت نہیں ہے اس لئے کہ وہ مجھے عزیز تھا اور میرا ہی پروردہ[3] تھا۔

---

[1] استاد احمد حسن یعقوب نے کتاب نظریہ عدالت صحابہ میں ایک مفصل بحث کی ہے کہ سقیفہ میں کوئی قانونی اجتماع انتخاب خلیفہ کے لئے نہیں ہوا تھا اور نہ کوئی اس کا ایجنڈہ تھا اور نہ سوا لاکھ صحابہ کی بستی میں سے دس بیس ہزار افراد جمع ہوئے تھے بلکہ سعد بن عبادہ کی بیماری کی بنا پر انصار عیادت کے لئے جمع ہوئے تھے اور بعض مہاجرین نے اس اجتماع کو دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ کہیں خلافت کا فیصلہ نہ ہو جائے، تو بر وقت پہونچ کر اس قدر ہنگامہ کیا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور فی الفور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا اور ساری کارروائی لمحوں میں یوں مکمل ہو گئی کہ سعد بن عبادہ کو پامال کر دیا گیا اور حضرت ابو بکرؓ "تاج خلافت" سر پر رکھے ہوئے سقیفہ سے برآمد ہو گئے۔ اس شان سے کہ اس عظیم مہم کی بنا پر جنازۂ رسول میں شرکت سے بھی محروم ہو گئے اور خلافت کا پہلا اثر سامنے آ گیا۔

[2] ہاشم بن عتبہ صفین میں علمدار لشکر امیر المومنین تھے مرقال اُن کا لقب تھا کہ نہایت تیز رفتاری اور رجا بکدستی سے حملہ کرتے تھے۔

[3] محمد بن ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھے۔ جو پہلے جناب جعفر طیار کی زوجہ تھیں اور ان سے عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے تھے اسکے بعد ان کی شہادت کے بعد ابو بکر کی زوجیت میں آگئیں جن سے محمد پیدا ہوئے اور ان کی وفات کے بعد مولائے کائنات کی زوجیت میں آئیں اور محمد نے آپ کے زیر اثر تربیت پائی یہ اور بات ہے کہ جب عمرو عاص نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ مصر پر حملہ کیا تو اپنے آبائی اصول جنگ کی بنا پر میدان سے فرار اختیار کیا اور بالآخر قتل ہو گئے اور لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا گیا یا بروایتے زندہ ہی جلا دئے گئے اور معاویہ نے اس خبر کو سُن کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ (مروج الذہب)

امیر المومنینؑ نے اس موقع پر ہاشم کو اسی لئے یاد کیا تھا کہ وہ میدان سے فرار نہ کر سکتے تھے اور کسی گھر کے اندر پناہ لینے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

۶۹

و من كلام له (عليه السلام)

في توبيخ بعض أصحابه

كَمْ أُدَارِيكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ الْعَمِدَةُ، وَ الثِّيَابُ الْمُتَدَاعِيَةُ! كُلَّمَا حِيصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ آخَرَ،(۱) كُلَّمَا أَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ مِنْ مَنَاسِرِ أَهْلِ الشَّامِ أَغْلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ، وَ انْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِي جُحْرِهَا، وَالضَّبُعِ فِي وِجَارِهَا. الذَّلِيلُ وَاللهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ! وَ مَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِيَ بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ. إِنَّكُمْ - وَاللهِ - لَكَثِيرٌ فِي الْبَاحَاتِ، قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ، وَ إِنِّي لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ، وَ يُقِيمُ أَوَدَكُمْ، وَلٰكِنِّي لَا أَرَىٰ إِصْلَاحَكُمْ بِإِفْسَادِ (فسادى) نَفْسِي.(۲) أَضْرَعَ اللهُ خُدُودَكُمْ، وَأَتْعَسَ جُدُودَكُمْ! لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ، وَلَا تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَإِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ!

کم ۔ کبھی کثرت کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی استفہام کے لئے ۔ اس مقام پر اس سے مراد الیٰ ستی ہے

بکار ۔ جمع بکر ۔ جوان اونٹ

عمدہ ۔ جس کا کوہان اندر سے کھوکھلا ہو جائے اور باہر سے ٹھیک ہے

متداعیہ ۔ پھٹا پرانا

حیصت ۔ سیا جائے

تھتکت ۔ پھٹ جائے

منسر ۔ لشکر کا وہ دستہ جو آگے آگے چلتا ہے

انجحر ۔ جُحر (سوراخ) میں گھس گیا

وجار ۔ گوہ کا سوراخ

افوق ۔ جس تیر کا سر نہ ہو

ناصل ۔ جس تیر میں دھار نہ ہو

باحات ۔ صحن خانہ

اود ۔ کجی

جدود ۔ حصے

تعس ۔ ہلاکت

سُحرہ ۔ ہنگام سحر

(۱) خدا اس راہنما کی امداد کرے جس کی قوم بوسیدہ کپڑے کے مانند ہو جائے کہ جب ایک طرف سے درست کرنے کا ارادہ کرے تو دوسری طرف سے پھٹ جائے اور سارا وقت خالی لباس درست کرنے میں گذر جائے ۔ پہننے کی نوبت ہی نہ آئے بیوفا اور بے حیا قوم کی اس سے بہتر کوئی تشبیہ ممکن نہیں ہے اور اس کا اندازہ صرف اس رہنما کو ہو سکتا ہے جو ایسی قوم سے دوچار ہو جائے ورنہ ہر شخص اس درد کا اندازہ نہیں کر سکتا ہے ۔

(۲) بعض اہل قلم نے اس کی بہترین تفسیر کی ہے کہ مال دنیا معاویہ کے ہاتھ میں قوم کو ہتھیانے کا حربہ تھا اور علیؑ کے ہاتھ میں قوم کی مخالفت اور بغاوت کا سبب تھا کہ آپ اپنی آخرت خراب کر کے لوگوں کی دنیا بنانے کے قائل نہیں تھے اور معاویہ کی نگاہ میں آخرت کا کوئی تصور نہیں تھا ۔

۷۰

وقاله (عليه السلام)

في سحرة اليوم الذي ضرب فيه

مَلَكَتْنِي عَيْنِي وَ أَنَا جَالِسٌ، فَسَنَحَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَاذَا لَقِيتُ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْأَوَدِ وَاللَّدَدِ؟ فَقَالَ: «ادْعُ عَلَيْهِمْ» فَقُلْتُ: أَبْدَلَنِي اللهُ بِهِمْ خَيْراً مِنْهُمْ، وَأَبْدَلَهُمْ بِي شَرّاً لَهُمْ مِنِّي.

مصادر خطبہ ۶۹ انساب الاشراف ۲ ص ۴۳۸، تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۹۴، غارات ابن ہلال ۔ تاریخ طبری حوادث ۳۹ھ، ارشاد مفیدؒ ص ۱۲۸

مصادر خطبہ ۷۰ طبقات ابن سعد ۳ ص ۳۶، مقاتل الطالبین ص ۱۱۶، العقد الفرید ۲ ص ۲۹۸، ذیل امالی ابو علی القالی ص ۱۹۰، الامامۃ و السیاسۃ ۱ ص ۱۶۰، المغتالین محمد بن حبیب بغدادی، استیعاب ۳ ص ۲۱، ارشاد مفیدؒ ص ۹، الغرر والدرر المرتضیٰ ۴ ص ۴۷، انساب الاشراف ۲ ص ۴۹۵، تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۷۴، ذخائر العقبیٰ طبری ص ۱۱۳

۶۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اپنے اصحاب کو سرزنش کرتے ہوئے)

کب تک میں تمھارے ساتھ وہ نرمی کا برتاؤ کروں جو بیمار اونٹ کے ساتھ کیا جاتا ہے جس کا کوہان اندر سے کھوکھلا ہوگیا ہو یا اس بوسیدہ کپڑے کے ساتھ کیا جاتا ہے جسے ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے۔ جب بھی شام کا کوئی دستہ تمھارے کسی دستہ کے سامنے آتا ہے تو تم میں سے ہر شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتا ہے اور اس طرح چھپ جاتا ہے جیسے سوراخ میں گوہ یا بھٹ میں بجو۔ خدا کی قسم ذلیل وہی ہوگا جس کے تم جیسے مددگار ہوں گے اور جو تمھارے ذریعہ تیر اندازی کرے گا گویا وہ سوفار شکستہ اور پیکان نداشتہ تیر سے نشانہ لگائے گا۔ خدا کی قسم تم صحن خانہ میں بہت دکھائی دیتے ہو اور پرچم لشکر کے زیر سایہ بہت کم نظر آتے ہو۔ میں تمھاری اصلاح کا طریقہ جانتا ہوں اور تمھیں سیدھا کر سکتا ہوں لیکن کیا کروں اپنے دین کو برباد کر کے تمھاری اصلاح نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ خدا تمھارے چہروں کو ذلیل کرے اور تمھارے نصیب کو بد نصیب کرے۔ تم حق کو اس طرح نہیں پہچانتے ہو جس طرح باطل کی معرفت رکھتے ہو اور باطل کو اس طرح باطل نہیں قرار دیتے ہو جس طرح حق کو غلط ٹھہراتے ہو۔

۷۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اس سحر کے ہنگام جب آپ کے سر اقدس پر ضربت لگائی گئی)

ابھی میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آنکھ لگ گئی[1] اور ایسا محسوس ہوا کہ رسول اکرمؐ سامنے تشریف فرما ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کی امت سے بے پناہ کجروی اور دشمنی کا مشاہدہ کیا ہے۔ فرمایا کہ بددعا کرو؟
تو میں نے یہ دعا کی۔ خدایا مجھے ان سے بہتر قوم دیدے اور انھیں مجھ سے سخت تر رہنما دیدے۔

[1] یہ بھی رویائے صادقہ کی ایک قسم ہے جہاں انسان واقعتاً یہ دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے جیسے خواب کی باتوں کو بیداری کے عالم میں دیکھ رہا ہے۔ رسول اکرمؐ کا خواب میں آنا کسی طرح کی تردید اور تشکیک کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے لیکن یہ مسئلہ بہرحال قابل غور ہے کہ جس وصی نے اتنے سارے مصائب برداشت کر لئے اور اُف تک نہیں کی اس نے خواب میں رسول اکرمؐ کو دیکھتے ہی فریاد کیوں شروع کر دی اور جس نبی نے ساری زندگی مظالم و مصائب کا سامنا کیا اور بددعا نہیں کی، اس نے بددعا کرنے کا حکم کس طرح دے دیا۔؟

حقیقت امر یہ ہے کہ حالات اس منزل پر تھے جس کے بعد فریاد بھی برحق تھی اور بددعا بھی لازم تھی۔ اب یہ مولائے کائنات کا کمال کردار ہے کہ براہ راست قوم کی تباہی اور بربادی کی دعا نہیں کی بلکہ انھیں خود انھیں کے نظریات کے حوالہ کر دیا کہ خدایا! یہ میری نظر میں بُرے ہیں تو مجھے ان سے بہتر اصحاب دیدے اور میں ان کی نظر میں بُرا ہوں تو انھیں مجھ سے بدتر حاکم دیدے تاکہ انھیں اندازہ ہو کہ بُرا حاکم کیسا ہوتا ہے۔

مولائے کائناتؑ کی یہ دعا فی الفور قبول ہوگئی اور چند لمحوں کے بعد آپ کو معصوم بندگان خدا کا جوار حاصل ہوگیا اور شریر قوم سے نجات مل گئی۔

قال الشريف: يعني بالأود الاعوجاج، و باللد دالخصام. و هذا من أفصح الكلام.

۷۱

و من خطبة له (عليه السلام)

في ذم أهل العراق

و فيها يوبخهم على ترك القتال و النصر يكاديتم، ثم تكذيبهم له

أَمَّا بَعْدُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ، فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَالْمَرْأَةِ الْحَامِلِ، حَمَلَتْ فَلَمَّا أَتَمَّتْ أَمْلَصَتْ وَ مَاتَ قَيِّمُهَا، وَ طَالَ تَأَيُّمُهَا، وَ وَرِثَهَا أَبْعَدُهَا. أَمَا وَاللهِ مَا أَتَيْتُكُمْ اخْتِيَاراً، وَلٰكِنْ جِئْتُ إِلَيْكُمْ (اتيتكم) سَوْقاً. وَ لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: عَلِيٌّ يَكْذِبُ، قَاتَلَكُمُ اللهُ تَعَالَى! فَعَلَىٰ مَنْ أَكْذِبُ؟ أَعَلَى اللهِ؟ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِهِ! أَمْ عَلَىٰ نَبِيِّهِ؟ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ! كَلَّا وَاللهِ. لٰكِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ عَنْهَا، وَلَمْ تَكُونُوا مِنْ أَهْلِهَا. وَيْلُ أُمِّهِ كَيْلاً بِغَيْرِ ثَمَنٍ! لَوْ كَانَ لَهُ وِعَاءٌ. «وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ».

۷۲

و من خطبه له (عليه السلام)

علم فيها الناس الصلاة على النبي صلى الله عليه و آله

و فيها بيان صفات الله سبحانه و صفة النبي والدعاء له

صفات الله

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَدَاعِمَ الْمَسْمُوكَاتِ، وَ جَابِلَ الْقُلُوبِ عَلَىٰ فِطْرَتِهَا: شَقِيِّهَا وَ سَعِيدِهَا.

املصت - بچہ کا اسقاط کردیا
قیم - شوہر
تایم - بیوگی
ویلمہ - اس کی ماں کے لئے ویل ہے
لہجہ - وہ کلام جو لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہو
مدحوات - زمینیں
مسموکات - بلندیاں - آسمان
جابل - جبلّت قرار دینے والا
فطرۃ - پیدائش کے بعد کی ابتدائی کیفیت

(۱) اہل عراق کی حالت کے لئے عجیب و غریب تشبیہ ہے۔ گویا یہ ایک عورت ہے جو بانجھ نہیں تھی بلکہ حاملہ ہوئی۔ پھر ۹ ماہ تک مشقت بھی برداشت کی۔ اور جب ولادت کا وقت آیا تو اسقاط کردیا یعنی زندگی کا سہارا ہاتھ سے دیدیا۔ پھر شوہر بھی مرگیا اور ایک مدت تک دوسرا شوہر بھی نصیب نہیں ہوا اور وارث بننے والا پہلے ہی ساقط ہو چکا ہے تو اب اس کی میراث بھی باہر والے ہی لے گئے۔

(۲) کہاں وہ انسان جسے بابِ مدینۃ العلم اور نفس رسولؐ بنایا گیا ہو اور کہاں وہ قوم جو روزِ اول سے ان پڑھ ہو اور آخر تک جاہل رہ جائے۔ ایسے انسان کا کلام سمجھنے کے لئے ایسے ہی سامعین درکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر نافہم آپ پر جھوٹ کا الزام لگا دیتے تھے جس طرح رسولؐ اکرم کو بھی "ساحر کذاب" کا لقب دیدیا کرتے تھے لیکن نہ پیغمبرؐ کاذب تھا اور نہ نفس پیغمبرؐ۔ قوم اس دور میں بھی جاہل تھی اور اس دور میں بھی نافہم تھی اور ایسی قوم سے ایسے ہی بیانات کی توقع کی جا سکتی ہے

مصادر خطبہ ۷۱ اختصاص ابن داب ص۱۵۵، ارشاد مفید ص۱۲۱، احتجاج طبرسیؒ ص۲۵۴، کافی ۲ ص۲۳۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ، ۲ ص۳۰۱، المجالس مفیدؒ ص۱۰۵، تذکرۃ الخواص ص۱۳۷، مجمع الامثال میدانی ۱ ص۲۳۴

مصادر خطبہ ۷۲ غریب الحدیث ابن قتیبہ، الغارات، بحار الانوار مجلسیؒ ۱۷ ص۱۶، ذیل الامالی ابو علی القالی ص۱۳۳، تہذیب اللغۃ ازہری، نہایۃ ابن اثیر، دستور معالم الحکم قضاعی ص۱۱۹، تذکرۃ الخواص ص۱۳۶، الصحیفۃ العلویۃ السماہیجی ص۳

۷۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(اہل عراق کی مذمت کے بارے میں)

امابعد۔ اے اہل عراق! بس تمھاری مثال اس حاملہ عورت کی ہے جو ۹ ماہ تک بچہ کو شکم میں رکھے اور جب ولادت کا وقت آئے تو ساقط کردے اور پھر اس کا شوہر بھی مرجائے اور بیوگی کی مدت بھی طویل ہوجائے کہ قریب کا کوئی وارث نہ رہ جائے اور دور والے وارث ہوجائیں (۵۱)

خدا گواہ ہے کہ میں تمھارے پاس اپنے اختیار سے نہیں آیا ہوں بلکہ حالات کے جبر سے آیا ہوں اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم لوگ مجھ پر جھوٹ کا الزام لگاتے ہو۔ خدا تمھیں غارت کرے۔ میں کس کے خلاف غلط بیانی کروں گا؟ (۵۲)

خدا کے خلاف؟ جب کہ میں سب سے پہلے اس پر ایمان لایا ہوں۔

یا رسول خدا کے خلاف؟ جب کہ میں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی ہے۔

ہرگز نہیں! بلکہ یہ بات ایسی تھی جو تمھاری سمجھ سے بالاتر تھی اور تم اس کے اہل نہیں تھے۔ خدا تم سے سمجھے۔ میں تمھیں جواہر پارے ناپ ناپ کر دے رہا ہوں اور کوئی قیمت نہیں مانگ رہا ہوں۔ مگر اے کاش تمھارے پاس اس کا ظرف ہوتا۔ ! اور عنقریب تمھیں اس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

۷۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں لوگوں کو صلوات کی تعلیم دی گئی ہے اور صفات خدا اور رسولؐ کا ذکر کیا گیا ہے)

اے خدا! اے فرش زمین کے بچھانے والے اور بلند ترین آسمانوں کو روکنے والے اور دلوں کو ان کی نیک بخت یا بدبخت فطرتوں پر پیدا کرنے والے،

لہ دحوالارض کے بارے میں دو طرح کے تصورات پائے جاتے ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ زمین کو آفتاب سے الگ کرکے فضائے بسیط میں لڑھکا دیا گیا اور اسی کا نام دحوالارض ہے اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ دحو کے معنی فرش بچھانے کے ہیں۔ گویا کہ زمین کو ہموار بنا کر قابل سکونت بنا دیا گیا اور یہی دحوالارض ہے۔ بہرحال روایات میں اس کی تاریخ ۲۵ رذی قعدہ بتائی گئی ہے جس تاریخ کو سرکار دو عالم حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے برآمد ہوئے تھے اور تخلیق ارض کی تاریخ مقصد تخلیق سے ہم آہنگ ہوگئی تھی۔ اس تاریخ میں روزہ رکھنا بے پناہ ثواب کا حامل ہے اور یہ تاریخ سال کے ان چار دنوں میں شامل ہے جس کا روزہ اجر بے حساب رکھتا ہے۔

۲۵ رذی قعدہ ۔ ۱۷ ربیع الاول ۔ ۲۷ رجب ۔ ۱۸ ذی الحجہ

غور کیجئے تو یہ نہایت درجہ حسین انتخاب قدرت ہے کہ پہلا دن وہ ہے جس میں زمین کا فرش بچھایا گیا۔ دوسرا دن وہ ہے جب مقصد تخلیق کائنات کو زمین پر بھیجا گیا۔ تیسرا دن وہ ہے جب اس کے منصب کا اعلان کرکے اس کا کام شروع کرایا گیا اور آخری دن وہ ہے جب اس کا کام مکمل ہوگیا اور صاحب منصب کو "اکملت لکم دینکم" کی سند مل گئی۔

صفة النبي (صلى الله عليه وآله)

اَجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ، وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، عَلَىٰ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُولِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَالْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ، وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَالدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْأَبَاطِيلِ، وَالدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْأَضَالِيلِ، كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ، قَائِماً بِأَمْرِكَ، مُسْتَوْفِزاً فِي مَرْضَاتِكَ، غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَلَا وَاهٍ فِي عَزْمٍ، وَاعِياً لِوَحْيِكَ، حَافِظاً لِعَهْدِكَ، مَاضِياً عَلَىٰ نَفَاذِ أَمْرِكَ؛ حَتَّىٰ أَوْرَىٰ قَبَسَ الْقَابِسِ، وَأَضَاءَ الطَّرِيقَ لِلْخَابِطِ، وَ هُدِيَتْ بِهِ الْقُلُوبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْآثَامِ، وَأَقَامَ بِمُوضِحَاتِ الْأَعْلَامِ، وَ نَيِّرَاتِ الْأَحْكَامِ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ، وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُونِ، وَ شَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ، وَ بَعِيثُكَ بِالْحَقِّ، وَ رَسُولُكَ إِلَى الْخَلْقِ.

الدعاء للنبي (صلى الله عليه وآله)

اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهُ مَفْسَحاً فِي ظِلِّكَ؛ وَاجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ. اَللّٰهُمَّ وَ أَعْلِ عَلَىٰ بِنَاءِ الْبَانِينَ بِنَاءَهُ، وَ أَكْرِمْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهُ، وَأَتْمِمْ لَهُ نُورَهُ، وَاجْزِهِ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهُ مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ، مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ، ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ، وَ خُطْبَةٍ فَصْلٍ. اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُ فِي بَرْدِ الْعَيْشِ وَ قَرَارِ النِّعْمَةِ، وَ مُنَى الشَّهَوَاتِ، وَأَهْوَاءِ اللَّذَّاتِ، وَ رَخَاءِ الدَّعَةِ، وَ مُنْتَهَى الطُّمَأْنِينَةِ، وَتُحَفِ الْكَرَامَةِ.

شرائف - شریفہ کی جمع ہے - پاکیزہ ترین
نوامی - مسلسل بڑھنے والی
ماسبق - گذشتہ نبوتیں
ما انغلق - دلوں اور عقلوں کے بند دروازے
جیشات - جیشہ کی جمع ہے - پتیلی کا ابال
اباطیل - باطل کی جمع ہے (غیر قیاسی)
صولات - صولہ کی جمع ہے
دامغ - دماغ پر وارد ہونے والی ضرب
اضطلع - مضبوطی کے ساتھ قیام کیا
مستوفز - تیز رفتاری سے کام کرنے والا
ناکل - پیچھے ہٹ جانے والا
قدم - میدان جنگ کی طرف سبقت
واہی - کمزور
واعی - محافظ
قبس القابس - آگ کا شعلہ جو مسافر کے لئے روشن کیا جاتا ہے
خابط - جو رات کے وقت غلط راستہ پر چلا جاتا ہے
خوضات - خوضہ کی جمع - ڈوب جانا
اعلام - علم کی جمع ہے جس نشان سے راستہ دریافت کیا جاتا ہے
علم مخزون - جو علم پروردگار نے خاص بندوں کو عطا کیا ہے
شہید - گواہ
بعیث - مبعوث
افسح لہ - وسعت عطا فرما
مضاعفات الخیر - نیکیوں کے درجات
قرار النعمہ - منزل نعمت
منی الشہوات - جمع منیہ تمنائیں اور خواہشات
رخاء الدعہ - سکون نفس کی فارغ البالی
تحف الکرامۃ - جو تحفے احتراماً دیئے جاتے ہیں

اپنی پاکیزہ ترین اور مسلسل بڑھنے والے برکات کو اپنے بندہ اور رسول حضرت محمدؐ پر قرار دے جو سابق نبوتوں کے ختم کرنیوالے، دل و دماغ کے بند دروازوں کو کھولنے والے، حق کے ذریعے حق کا اعلان کرنے والے، باطل کے جوش و خروش کو دفع کرنے والے اور گمراہیوں کے حملوں کا سر کچلنے والے تھے۔ جو بار جس طرح ان کے حوالہ کیا گیا انھوں نے اٹھا لیا۔ تیرے امر کے ساتھ قیام کیا۔ تیری مرضی کی راہ میں تیز قدم بڑھاتے رہے۔ نہ آگے بڑھنے سے انکار کیا اور نہ ان کے ارادوں میں کمزوری آئی۔ تیری وحی کو محفوظ کیا۔ تیرے عہد کی حفاظت کی۔ تیرے حکم کے نفاذ کی راہ میں بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ روشنی کی جستجو کرنے والوں کے لئے آگ روشن کر دی اور گم کردہ راہ کے لئے راستہ واضح کر دیا۔ ان کے ذریعہ دلوں نے فتنوں اور گناہوں میں غرق رہنے کے بعد بھی ہدایت پالی اور انھوں نے راستہ دکھانے والے نشانات اور واضح احکام قائم کر دئے۔ وہ تیرے امانتدار بندہ، تیرے پوشیدہ علوم کے خزانہ دار، روز قیامت کے لئے تیرے گواہ، حق کے ساتھ بھیجے ہوئے اور مخلوقات کی طرف تیرے نمائندہ تھے۔

خدایا ان کے لئے اپنے سایۂ رحمت میں وسیع ترین منزل قرار دیدے اور ان کے خیر کو اپنے فضل سے دگنا چوگنا کر دے۔ خدایا ان کی عمارت کو تمام عمارتوں سے بلند تر اور ان کی منزل کو اپنے پاس بزرگ تر بنا دے۔ ان کے نور کی تکمیل فرما اور ان کی رسالت کے صلہ میں انھیں مقبول شہادت اور پسندیدہ اقوال کا انعام عنایت کر کہ ان کی گفتگو ہمیشہ عادلانہ اور ان کا فیصلہ ہمیشہ حق و باطل کے درمیان حد فاصل رہا ہے۔

خدایا ہمیں ان کے ساتھ خوشگوار زندگی، نعمات کی منزل، خواہشات و لذات کی تکمیل کے مرکز، آرائش و طمانیت کے مقام اور کرامت و شرافت کے تحفوں کی منزل پر جمع کر دے۔

لہ یہ اسلام کا مخصوص فلسفہ ہے جو دنیاداری کے کسی نظام میں نہیں پایا جاتا ہے۔ دنیاداری کا مشہور و معروف نظام و اصول یہ ہے کہ مقصد ہر ذریعہ کو جائز بنا دیتا ہے۔ انسان کو فقط یہ دیکھنا چاہئے کہ مقصد صحیح اور بلند ہو۔ اس کے بعد اس مقصد تک پہونچنے کے لئے کوئی بھی راستہ اختیار کرلے اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے لیکن اسلام کا نظام اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ دنیا میں مقصد اور مذہب دونوں کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس نے "ان الدین" کہہ کر اعلان کیا ہے کہ اسلام طریقۂ حیات ہے اور "عند اللہ" کہہ کر واضح کیا ہے کہ اس کا ہدف حقیقی ذات پروردگار ہے۔ لہٰذا وہ نہ غلط مقصد کو مقصد قرار دینے کی اجازت دے سکتا ہے اور نہ غلط راستہ کو راستہ قرار دینے کی۔ اس کا منشا یہ ہے کہ اس کے ماننے والے صحیح راستہ پر چلیں اور اسی راستہ کے ذریعہ منزل تک پہونچیں۔ چنانچہ مولائے کائنات نے سرکار دو عالمؐ کی اسی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ نے جاہلیت کے نقار خانہ میں آواز حق بلند کی ہے لیکن اس آواز کو بلند کرنے کا طریقہ اور راستہ بھی صحیح اختیار کیا ہے ورنہ جاہلیت میں آواز بلند کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اس قدر شور مچاؤ کہ دوسرے کی آواز نہ سنائی دے۔ اسلام ایسے احمقانہ انداز فکر کی حمایت نہیں کر سکتا ہے۔ وہ اپنے فاتحین سے بھی یہی مطالبہ کرتا ہے کہ حق کا پیغام حق کے راستہ سے پہونچاؤ، غارت گری اور لوٹ مار کے ذریعہ نہیں۔ یہ اسلام کی پیغام رسانی نہیں ہے۔ خدا و رسولؐ کے لئے ایذا رسانی ہے جس کا جرم انتہائی سنگین ہے اور اس کی سزا دنیا و آخرت دونوں کی لعنت ہے۔

۷۳
و من كلام له (عليه السلام)
قاله لمروان بن الحكم بالبصرة

قالوا: أخذ مروان بن الحكم أسيراً يوم الجمل، فاستشفع الحسن و الحسين عليهما السلام الى امير المؤمنين (عليه السلام)، فكلماه فيه، فخلى سبيله، فقالا له: يبايعك يا أمير المؤمنين؟ فقال (عليه السلام):

أَوَ لَمْ يُبَايِعْنِي بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ؟ لَا حَاجَةَ لِي فِي بَيْعَتِهِ! إِنَّهَا كَفٌّ يَهُودِيَّةٌ[۱]، لَوْ بَايَعَنِي بِكَفِّهِ لَغَدَرَ بِسُبَّتِهِ. أَمَا إِنَّ لَهُ إِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ أَنْفَهُ[۲]، وَ هُوَ أَبُو الْأَكْبُشِ الْأَرْبَعَةِ[۳]، وَسَتَلْقَى الْأُمَّةُ مِنْهُ وَ مِنْ وَلَدِهِ يَوْماً (مَوتاً) أَحْمَرَ!

۷۴
و من خطبة له (عليه السلام)
لما عزموا على بيعة عثمان

لَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِي؛ وَ وَاللهِ لَأُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ أُمُورُ الْمُسْلِمِينَ، وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا جَوْرٌ إِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً، الْتِمَاساً لِأَجْرِ ذٰلِكَ وَ فَضْلِهِ، وَ زُهْداً فِيمَا تَنَافَسْتُمُوهُ مِنْ زُخْرُفِهِ وَ زِبْرِجِهِ.

۷۵
و من كلام له (عليه السلام)
لما بلغه اتهام بني أمية له بالمشاركة في دم عثمان

أَوَلَمْ يَنْهَ بَنِي أُمَيَّةَ عِلْمُهَا بِي عَنْ قَرْفِي؟ أَوَ مَا وَزَعَ الْجُهَّالَ سَابِقَتِي عَنْ تُهَمَتِي! وَ لَمَا وَعَظَهُمُ اللهُ بِهِ أَبْلَغُ مِنْ لِسَانِي. أَنَا حَجِيجُ

۱ـ اس جملہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہودیت کا کردار روز اول سے غداری اور مکاری کا کردار تھا اور اس کیلئے بدترین وسائل استعمال کیا کرتے تھے۔

۲ـ یہ فقط تمثیل نہیں ہے۔ مروانیت کا واقعی کردار ہے اور اس کا گذارا خبیث چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز پر نہیں ہو سکتا ہے۔

۳ـ اس سے مراد افراد خاندان عبدالملک سلیمان یزید اور ہشام ہی ہو سکتے ہیں جنھیں خلافت ملی ہے اور اس کے اپنے فرزند عبدالملک، بشر، عبدالعزیز اور محمد بھی ہو سکتے ہیں جن میں سے عبدالملک خلیفہ ہوا ہے اور باقی مختلف علاقوں کے عامل رہے ہیں۔

واضح رہے کہ مروان کا باپ حکم رسول اکرمؐ کے زمانہ ہی سے مدینہ سے نکال دیا گیا تھا اور آپ نے اس پر لعنت بھی کی تھی اور پھر باپ بیٹے کا داخلہ مدینہ میں بند کر دیا تھا لیکن عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں واپس بلا کر سارے امور سلطنت کا مالک مختار بنا دیا کہ یہ ان کا داماد بھی تھا اور رشتہ کا بھائی بھی اور یہی بات درحقیقت بعد میں قاتل بھی ثابت ہوئی کہ اگر اس کی نالائقیاں شامل نہ ہوتیں تو شاید انھیں کچھ دنوں اور حکومت کرنے کا موقع مل جاتا لیکن اس کی زیادتیوں نے قوم کا پیمانۂ صبر لبریز کر دیا اور بالآخر خلیفہ کا قتل واقع ہو گیا اور جنازہ کو بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونا نصیب نہ ہو سکا اور حش کوکب یہودی نے یہودیوں کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔

مصادر خطبہ ۷۳ طبقات ابن سعد (حالات مروان) انساب الاشراف ۲ ص ۳۶۱، ربیع الابرار زمخشری، تذکرۃ الخواص ص ۸۰، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص ۶۹، حیوۃ الحیوان دمیری

مصادر خطبہ ۷۴ تاریخ طبری حوادث ۲۳ھ، تہذیب اللغۃ ازہری ۱ ص ۳۴۱، الجمع بین الغریبین الہروی، تنبیہ الخواطر الشیخ ورام، نہایۃ ابن اثیر

مصادر خطبہ ۷۵ نہایۃ ابن اثیر (مادہ قرف) مجمع البحرین طریحی (مادہ قرف)

۷۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو مروان بن الحکم سے بصرہ میں فرمایا)

کہا جاتا ہے کہ جب مروان بن الحکم جنگ جمل میں گرفتار ہو گیا تو امام حسنؑ و حسینؑ نے امیرالمومنینؑ سے اس کی سفارش کی اور آپ نے اسے آزاد کر دیا تو دونوں حضرات نے عرض کی کہ یا امیرالمومنینؑ! یہ اب آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

کیا اس نے قتل عثمانؓ کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی۔؟ مجھے اس کی بیعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کر بھی لے گا تو رکیک طریقہ سے اسے توڑ ڈالے گا۔ یاد رکھو اسے بھی حکومت ملے گی مگر صرف اتنی دیر جتنی دیر میں کتا اپنی ناک چاٹتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ چار بیٹوں کا باپ بھی ہے اور امت اسلامیہ اس سے اور اس کی اولاد سے بد ترین دن دیکھنے والی ہے۔

۷۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب لوگوں نے عثمانؓ کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا)

تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں اور خدا گواہ ہے کہ میں اس وقت تک حالات[۲] کا ساتھ دیتا رہوں گا جب تک مسلمانوں کے مسائل ٹھیک رہیں اور ظلم صرف میری ذات تک محدود رہے تاکہ میں اس کا اجر و ثواب حاصل کر سکوں اور اس زیب و زینت دنیا سے اپنی بے نیازی کا اظہار کر سکوں جس کے لئے تم سب مرے جا رہے ہو۔

۷۵۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ کو خبر ملی کہ بنی امیہ آپ پر خون عثمانؓ کا الزام لگا رہے ہیں)

کیا بنی امیہ کے واقعی معلومات انھیں مجھ پر الزام تراشی سے نہیں روک سکے اور کیا جاہلوں کو میرے کارنامے اس اتہام سے باز نہیں رکھ سکے؟ یقیناً پروردگار نے تہمت و افترا کے خلاف جو نصیحت فرمائی ہے وہ میرے بیان سے کہیں زیادہ بلیغ ہے۔ میں بہرحال ان بے دینوں پر حجت تمام کرنے والا۔

---

[۱] آل محمدؐ کے اس کردار کا تاریخ کائنات میں کوئی جواب نہیں ہے۔ انھوں نے ہمیشہ فضل و کرم سے کام لیا ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر معاذ اللہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کی سفارش کو مستقبل کے حالات سے ناواقفیت بھی تصور کر لیا جائے تو امام زین العابدینؑ کے طرز عمل کو کیا کہا جا سکتا ہے جنھوں نے واقعہ کربلا کے بعد بھی مروان کے گھر والوں کو پناہ دی ہے اور اس بے حیا نے حضرت سے پناہ کی درخواست کی ہے۔

درحقیقت یہ بھی یہودیت کی ایک شاخ ہے کہ وقت پڑنے پر ہر ایک کے سامنے ذلیل بن جاؤ اور کام نکلنے کے بعد پروردگار کی نصیحتوں کی بھی پرواہ نہ کرو۔ اللہ دین اسلام کو ہر دور کی یہودیت سے محفوظ رکھے۔

[۲] امیرالمومنینؑ کا مقصد یہ ہے کہ خلافت میرے لئے کسی ہدف اور مقصد حیات کا مرتبہ نہیں رکھتی ہے۔ یہ درحقیقت عام انسانیت کے لئے سکون و اطمینان فراہم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ لہٰذا اگر یہ مقصد کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو گیا تو میرے لئے سکوت جائز ہو جائے گا اور میں اپنے اوپر ظلم کو برداشت کر لوں گا۔

دوسرا فقرہ اس بات کی دلیل ہے کہ باطل خلافت سے مکمل عدل و انصاف اور سکون و اطمینان کی توقع محال ہے لیکن مولائے کائناتؑ کا منشا یہ ہے کہ اگر ظلم کا نشانہ میری ذات ہو گی تو برداشت کر لوں گا لیکن عوام الناس ہوں گے اور میرے پاس مادی طاقت ہو گی تو ہرگز برداشت نہ کروں گا کہ یہ عہد الٰہی کے خلاف ہے۔

الْـــمَارِقِينَ، وَ خَـــصِيمُ النَّـــاكِـــثِينَ الْمُـــرْتَابِينَ، وَ عَـــلَىٰ كِـــتَابِ اللهِ تُـــعْرَضُ الْأَمْـــثَالُ، وَ بِمَـــا فِي الصُّـــدُورِ تُجَـــازَىٰ الْـــعِبَادُ!

٧٦

و من خطبة له (عليه السلام)

في الحث على العمل الصالح

رَحِـــمَ اللهُ امْـــرَأً (عـــبداً) سَمِـــعَ حُـــكْماً فَـــوَعَى، وَ دُعِـــيَ إِلَى رَشَـــادٍ فَـــدَنَا، وَ أَخَـــذَ بِحُـــجْزَةِ هَـــادٍ فَـــنَجَا. رَاقَبَ رَبَّـــهُ، وَ خَـــافَ ذَنْـــبَهُ، قَـــدَّمَ خَـــالِصاً، وَ عَـــمِلَ صَـــالِحاً(ناصحا). اكْـــتَسَبَ مَـــذْخُوراً، وَاجْـــتَنَبَ مَحْـــذُوراً، وَ رَمَـــىٰ غَـــرَضاً، وَأَحْـــرَزَ عِـــوَضاً. كَـــابَرَ هَـــوَاهُ، وَ كَـــذَّبَ مُـــنَاهُ. جَـــعَلَ الصَّـــبْرَ مَـــطِيَّةَ نَجَـــاتِهِ، وَالتَّـــقْوَىٰ عُـــدَّةَ وَفَـــاتِهِ. رَكِبَ الطَّـــرِيقَةَ الْـــغَرَّاءَ، وَ لَـــزِمَ الْـــمَحَجَّةَ الْـــبَيْضَاءَ. اغْـــتَنَمَ الْمَـــهَلَ، وَ بَـــادَرَ الْأَجَـــلَ، وَ تَـــزَوَّدَ مِـــنَ الْـــعَمَلِ.

٧٧

و من كلام له (عليه السلام)

و ذلك حين منعه سعيد بن العاص حقه

إِنَّ بَـــنِي أُمَـــيَّةَ لَـــيُفَوِّقُونَنِي تُـــرَاثَ مُحَـــمَّدٍ صَـــلَّى اللّٰـــهُ عَـــلَيْهِ وَ آلِـــهِ وَسَـــلَّمَ تَـــفْوِيقاً، وَاللّٰـــهِ لَـــئِنْ بَـــقِيتُ لَهُـــمْ لَأَنْـــفُضَنَّهُمْ نَـــفْضَ اللَّـــحَّامِ الْـــوِذَامَ التَّرِبَـــةَ!

قـــال الشـريف: و يـروى «التـراب الوَذِمَـة»، و هـو عـلى القـلب.

قـــال الشـــريف: و قـوله (عليه السلام) «لَـيُفَوِّقُونَنِي» أى: يـعطونني مـن المـال قـــليلاً كَـــفُواق النـاقة. و هـو الحـلبة الواحـدة مـن لبـنها. والوِذام: جـمع وَذَمَـة، و هـي الحُـزَّة مـن الكـرش أو الكـبد تـقع في التـراب فتنفض.

٧٨

و من دعاء له (عليه السلام)

من كلمات كان، (عليه السلام)، يدعو بها

اَللّٰـــهُمَّ اغْـــفِرْ لِي مَـــا أَنْتَ أَعْـــلَمُ بِـــهِ مِـــنِّي، فَـــإِنْ عُـــدْتُ فَـــعُدْ عَـــلَيَّ بِـــالْمَغْفِرَةِ.

مارقین - دین سے نکل جانے والے (خوارج)
ناکثین - بیعت توڑ دینے والے۔
امثال - مشتبہ معاملات
حکم - حکمت
وعی - محفوظ کر لیا
دنا - ہدایت سے قریب تر ہو گیا
حجزہ - بند کمر
اکتسب مذخوراً - وہ ثواب حاصل کر لیا جو ذخیرہ کرنے کے قابل ہے
کابر ہواہ - خواہشات پر غالب آگیا
محجۃ - شاہراہ
غرّاء - روشن
مہل - مدت حیات
علی القلب - لفظ کو الٹ کر سمجھا جائیگا
حزۃ - ٹکڑا

(۱) حقیقت شناسی کا بہترین معیار کتاب خدا ہے۔ اگر بنی امیہ واقعاً حقائق سے باخبر ہونا چاہتے ہیں تو کردار عثمانؓ کو کتاب خدا سے ملا کر دیکھ لیں کہ ایسے انسان کا انجام کیا ہونا چاہیے۔ پھر مخالفین کے اعمال کا جائزہ لیں کہ انھیں ان حالات میں کیا کرنا چاہیے تھا۔
اس کے بعد جب ثواب و عذاب کا دارومدار نیت پر ہے تو جب تک کسی کی نیت کا علم نہ ہو جائے اس پر تنقید کرنا اور الزام تراشی کرنا کسی قیمت پر جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ بنی امیہ کو ان حقائق سے کیا تعلق ہے اور ان کے لئے کتاب خدا کس دن بنیاد زندگی بنی تھی۔

مصادر خطبہ نمبر ۸۶: تحف العقول حرانی ص۱۵۱، کنز الفوائد کراجکی ص۱۶۲، مطالب السؤول شافعی ۱ ص۵۹، عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر، ربیع الابرار زمخشری جلد ۱ ورقہ ۲۳۱، زہر الآداب الحصری ۱ ص۴۲، غرر الحکم آمدی، تذکرۃ الخواص ص۱۳۵، روضہ کافی ص۱۷۲،

مصادر خطبہ نمبر ۸۷: اغانی ۱۱ ص۲۹، تہذیب اللغۃ ۱۵ ص۲۷، غریب الحدیث قاسم بن سلام، المؤتلف والمختلف ابن درید، الجمع بین الغریبین، نہایۃ ابن اثیر، جمہرۃ الامثال ابو ہلال عسکری ۱ ص۱۶۵،

مصادر خطبہ نمبر ۸۸: المائۃ المختارہ ابو عثمان الجاحظ، المناقب الخوارزمی ص۲۷۲

ان عہد شکن مبتلائے تشکیک افراد کا دشمن ہوں۔ اور تمام مشتبہ معاملات کو کتاب خدا پر پیش کرنا چاہئے [۵۱] اور روز قیامت بندوں کا حساب ان کے دلوں کے مضمرات (نیتوں) ہی پر ہوگا۔

۷۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں عمل صالح پر آمادہ کیا گیا ہے)

خدا رحمت [۱] نازل کرے اس بندہ پر جو کسی حکمت کو سنے تو محفوظ کرلے اور اسے کسی ہدایت کی دعوت دی جائے تو اس سے قریب تر ہو جائے اور کسی راہنما سے وابستہ ہو جائے تو نجات حاصل کرلے۔ اپنے پروردگار کو ہر وقت نظر میں رکھے اور گناہوں سے ڈرتا رہے۔ خالص اعمال کو آگے بڑھائے اور نیک اعمال کرتا رہے۔ قابل ذخیرہ ثواب حاصل کرے۔ قابل پرہیز چیزوں سے اجتناب کرے۔ مقصد کو نگاہوں میں رکھے۔ اجر سمیٹ لے۔ خواہشات پر غالب آجائے اور تمناؤں کو جھٹلا دے۔ صبر کو نجات کا مرکب بنالے اور تقویٰ کو وفات کا ذخیرہ قرار دے لے۔ روشن راستہ پر چلے اور واضح شاہراہ کو اختیار کرلے۔ مہلت حیات کو غنیمت قرار دے اور موت کی طرف خود سبقت کرے اور عمل کا زاد راہ لے کر آگے بڑھے۔

۷۷۔ آپ کا ارشاد گرامی
(جب سعید بن العاص نے آپ کو آپ کے حق سے محروم کر دیا)

یہ بنی امیہ مجھے میراث پیغمبرؐ کو بھی تھوڑا تھوڑا کرکے دے رہے ہیں حالانکہ اگر میں زندہ رہ گیا تو اس طرح جھاڑ کر پھینک [۲] دوں گا جس طرح قصاب گوشت کے ٹکڑے سے مٹی کو جھاڑ دیتا ہے۔

سید رضیؒ۔ بعض روایات میں "وذام تربہ" کے بجائے "تراب الوذمہ" ہے جو معنی کے اعتبار سے معکوس ترکیب ہے۔

"لیفوقوننی" کا مفہوم ہے مال کا تھوڑا تھوڑا کرکے دینا جس طرح کہ اونٹ کا دودھ نکالا جاتا ہے۔ فواق اونٹ کا ایک مرتبہ کا دوہا ہوا دودھ ہے اور وذام وذمہ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں یعنی جگر یا آنتوں کا وہ ٹکڑا جو زمین پر گر جائے۔

۷۸۔ آپ کی دعا
(جسے برابر تکرار فرمایا کرتے تھے)

خدایا میری خاطر ان چیزوں کو معاف کر دے جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور اگر پھر ان امور کی تکرار ہو تو تو بھی مغفرت کی تکرار فرما۔

---

[۱] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رحمت الٰہی کا دائرہ بیحد وسیع ہے اور مسلم و کافر۔ دیندار و بے دین سب کو شامل ہے۔ یہ ہمیشہ غضب الٰہی سے آگے آگے چلتی ہے۔ لیکن روز قیامت اس رحمت کا استحقاق آسان نہیں ہے۔ وہ حساب کا دن ہے اور خدائے واحد قہار کی حکومت کا دن ہے۔ لہٰذا اس دن رحمت خدا کے استحقاق کے لئے ان تمام چیزوں کو اختیار کرنا ہوگا جن کی طرف مولائے کائنات نے اشارہ کیا ہے اور ان کے بغیر رحمۃ للعالمین کا کلمہ اور ان کی محبت کا دعویٰ بھی کام نہیں آسکتا ہے۔ دنیا کے احکام الگ ہیں اور آخرت کے احکام الگ ہیں۔ یہاں کا نظام رحمت الگ ہے اور وہاں کا نظام مکافات و مجازات الگ۔

[۲] کتنی حسین تشبیہ ہے کہ بنی امیہ کی حیثیت اسلام میں نہ جگر کی ہے نہ معدہ کی اور نہ جگر کے ٹکڑے کی۔ یہ وہ گرد ہیں جو الگ ہو جانے والے ٹکڑے سے چپک جاتی ہے لیکن گوشت کا استعمال کرنے والا اسے بھی برداشت نہیں کرتا ہے اور اسے جھاڑنے کے بعد ہی خریدار کے حوالے کرتا ہے تاکہ دکان بدنام نہ ہونے پائے اور تاجر نا تجربہ کار اور بد ذوق نہ کہا جاسکے!

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا وَأَيْتُ مِنْ نَفْسِي، وَلَمْ تَجِدْ لَهُ وَفَاءً عِنْدِي. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا تَقَرَّبْتُ بِهِ إِلَيْكَ بِلِسَانِي، ثُمَّ خَالَفَهُ قَلْبِي. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي رَمَزَاتِ الْأَلْحَاظِ، وَسَقَطَاتِ الْأَلْفَاظِ، وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ، وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ.

۷۹

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

قاله لبعض أصحابه لما عزم على المسير إلى الخوارج، و قد قال له: إن سرت يا أمير المؤمنين، في هذا الوقت، خشيت ألا تظفر بمرادك، من طريق علم النجوم

فقال ﴿عليه السلام﴾

أَتَزْعَمُ أَنَّكَ تَهْدِي إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي مَنْ سَارَ فِيهَا صُرِفَ عَنْهُ السُّوءُ؟ وَتُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِي مَنْ سَارَ فِيهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَكَ بِهٰذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْآنَ، وَاسْتَغْنَى عَنِ الْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِي نَيْلِ الْمَحْبُوبِ وَدَفْعِ الْمَكْرُوهِ؛ وَتَبْتَغِي فِي قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِأَمْرِكَ أَنْ يُولِيَكَ الْحَمْدَ دُونَ رَبِّهِ، لِأَنَّكَ - بِزَعْمِكَ - أَنْتَ هَدَيْتَهُ إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي نَالَ فِيهَا النَّفْعَ، وَأَمِنَ الضُّرَّ!!

ثم اقبل ﴿عليه السلام﴾ على الناس فقال:

أَيُّهَا النَّاسُ، إِيَّاكُمْ وَتَعَلُّمَ النُّجُومِ، إِلَّا مَا يُهْتَدَى بِهِ فِي بَرٍّ أَوْ بَحْرٍ، فَإِنَّهَا تَدْعُو إِلَى الْكَهَانَةِ، وَالْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ، وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ، وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ! وَالْكَافِرُ فِي النَّارِ! سِيرُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ.

۸۰

و من خطبه له ﴿عليه السلام﴾

بعد فراغه من حرب الجمل؛ في ذم النساء ببيان نقصهن

مَعَاشِرَ النَّاسِ، إِنَّ النِّسَاءَ نَوَاقِصُ الْإِيمَانِ، نَوَاقِصُ الْحُظُوظِ،

وایت - میں نے وعدہ کیا
الحاظ - جمع لحظ - آنکھ کا باطنی حصہ
رمزات - اشارے
سقطات - لغو
ہفوات - لغزشیں
جنان - قلب
شہوات - خواہشات
حاق بہ - گھیر لیا
کاہن - علم غیب کا بیان کرنے والے
یولیک الحمد - قابل تعریف قرار دے

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کل کائنات ایک خالق کی ایک مخلوق ہے اور اس کے تمام اجزا میں مکمل ارتباط و اتحاد پایا جاتا ہے۔ زمین کا کوئی ذرہ آسمان کے کسی ستارہ سے بے تعلق نہیں ہے اور آسمان کی کوئی حرکت زمین کے تغیر سے بیگانہ نہیں ہے۔ لیکن یہ رابطہ کیا ہے اور یہ تعلق کیسا ہے؟ اس کا علم سوائے پروردگار کے کسی کو نہیں ہے وہ ہی کسی بندہ کو ان حقائق سے باخبر کردے تو اور بات ہے ورنہ بندہ براہ راست ان حقائق سے کسی قیمت پر باخبر نہیں ہو سکتا ہے علم نجوم کی کمزوری یہی ہے کہ انسان اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ستاروں کی حرکات کے اثرات سے باخبر ہے اور پھر انھیں اثرات کو حتمی اور یقینی بنا دیتا ہے اور پروردگار کی قدرت سے یکسر غافل ہو جاتا ہے جو بات انسان کو کسی نہ کسی وقت کفر کی سرحد تک پہنچا دیتی ہے۔

مصادر خطبہ ۷۹ کتاب فیض ابراہیم بن الحسن بن ریزیل الحدث، عیون اخبار الرضا صدوق، امالی صدوق ص۲۴۹، عیون الجواہر صدوق، فرج الہموم فی تاریخ علماء النجوم ص۵۷ - ۵۹، انساب الاشراف بلاذری ص۳۶، تذکرۃ الخواص ص۱۵۸، احتجاج طبرسی ص۳۵۶

مصادر خطبہ ۸۰ تذکرۃ الخواص، قوت القلوب ا ص۲۸۲، فروع الکافی، المسترشد الطبری الامامی ص۸۱

خدایا ان وعدوں کے بارے میں بھی مغفرت فرما جن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا لیکن انھیں وفا نہ کیا جا سکا۔ خدایا ان اعمال کی بھی مغفرت فرما جن میں زبان سے تیری قربت اختیار کی گئی لیکن دل نے اس کی مخالفت ہی کی۔

خدایا آنکھوں کے طنز بھرے اشاروں۔ دہن کے ناشائستہ کلمات۔ دل کی بیجا خواہشات اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو بھی معاف فرما دے۔

۷۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب جنگ خوارج کے لئے نکلتے وقت بعض اصحاب نے کہا کہ امیرالمومنینؑ اس سفر کے لئے کوئی دوسرا وقت اختیار فرمائیں۔ اس وقت کامیابی کے امکانات نہیں ہیں کہ علم نجوم کے حسابات سے یہی اندازہ ہوتا ہے)

کیا تمھارا خیال یہ ہے کہ تمھیں وہ ساعت معلوم ہے جس میں نکلنے والے سے بلائیں ٹل جائیں گی اور تم اس ساعت سے ڈرانا چاہتے ہو جس میں سفر کرنے والا نقصانات میں گھر جائے گا؟ یاد رکھو جو تمھارے اس بیان کی تصدیق کرے گا وہ قرآن کی تکذیب کرنے والا ہوگا اور محبوب اشیاء کے حصول اور ناپسندیدہ امور کے دفع کرنے میں مدد خدا سے بے نیاز ہو جائے گا۔ کیا تمھاری خواہش یہ ہے کہ تمھارے افعال کے مطابق عمل کرنے والا پروردگار کے بجائے تمھاری ہی تعریف کرے اس لئے کہ تم نے اپنے خیال میں اسے اس ساعت کا پتہ بتا دیا ہے جس میں منفعت حاصل کی جاتی ہے اور نقصانات سے محفوظ رہا جاتا ہے۔

ایہا الناس! خبردار نجوم کا علم مت حاصل کرو[1] مگر اتنا ہی جس سے بر و بحر میں راستے دریافت کئے جا سکیں۔ کہ یہ علم کہانت کی طرف لے جاتا ہے اور منجم بھی ایک طرح کا کاہن (غیب کی خبر دینے والا) ہو جاتا ہے جب کہ کاہن جادوگر جیسا ہوتا ہے اور جادوگر کافر جیسا ہوتا ہے اور کافر کا انجام جہنم ہے۔ چلو نام خدا لے کر نکل پڑو۔

۸۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جنگ جمل سے فراغت کے بعد عورتوں کی مذمت کے بارے میں)

لوگو! یاد رکھو کہ عورتیں ایمان کے اعتبار سے، میراث کے حصہ کے اعتبار سے اور عقل کے اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں۔

[1] واضح رہے کہ علم نجوم حاصل کرنے سے مراد ان اثرات و نتائج کا معلوم کرنا ہے جو ستاروں کی حرکات کے بارے میں اس علم کے مدعی حضرات نے بیان کئے ہیں ورنہ اصل ستاروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا کوئی عیب نہیں ہے۔ اس سے انسان کے ایمان اور عقیدہ میں بھی استحکام پیدا ہوتا ہے اور بہت سے دوسرے مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں۔ اور ستاروں کا وہ علم جو ان کے حقیقی اثرات پر مبنی ہے ایک فضل و شرف ہے اور علم پروردگار کا ایک شعبہ ہے وہ جسے چاہتا ہے عنایت کر دیتا ہے۔

امام علیہ السلام نے اولاً علم نجوم کو کہانت کا ایک شعبہ قرار دیا کہ غیب کی خبر دینے والے اپنے اخبار کے مختلف ماخذ و مدارک بیان کرتے ہیں جن میں سے ایک علم نجوم بھی ہے۔ اس کے بعد جب وہ غیب کی خبریں بیان کر دیتے ہیں تو انھیں خبروں کے ذریعہ انسان کے دل و دماغ پر مسلط ہو جانا چاہتے ہیں جو جادوگری کا ایک شعبہ ہے اور جادوگری انسان کو یہ محسوس کرانا چاہتی ہے کہ اس کائنات میں عمل دخل ہمارا ہی ہے اور اس جادو کا چڑھانا اور اتارنا ہمارے ہی بس کا کام ہے، دوسرا کوئی یہ کارنامہ انجام نہیں دے سکتا ہے اور اسی کا نام کفر ہے۔

نَــوَاقِــصُ ٱلْـعُقُولِ: فَأَمَّـا نُـقْصَانُ إِيمَـانِهِنَّ فَـقُعُودُهُنَّ عَـنِ الصَّـلاةِ وَالصِّـيَامِ فِي أَيَّـامِ حَـيْضِهِنَّ، وَأَمَّـا نُـقْصَانُ عُـقُولِهِنَّ فَـشَهَادَةُ آمْـرَأَتَيْنِ كَـشَهَادَةِ الرَّجُـلِ ٱلْـوَاحِـدِ، وَأَمَّـا نُـقْصَانُ حُـظُوظِهِنَّ فَـمَوَارِيـثُهُنَّ عَـلَىٰ ٱلْأَنْـصَافِ مِـنْ مَـوَارِيثِ الرِّجَـالِ. فَـاتَّقُوا شِرَارَ النِّسَـاءِ، وَكُـونُوا مِـنْ خِـيَارِهِنَّ عَـلَىٰ حَـذَرٍ، وَلَا تُـطِيعُوهُنَّ فِي ٱلْـمَعْرُوفِ حَـتَّىٰ لَا يَـطْمَعْنَ فِي ٱلْـمُنْكَرِ.

۸۱

و من كلام له (عليه السلام)

في الزهد

أَيُّهَـا النَّـاسُ، الزَّهَـادَةُ قِـصَرُ ٱلْأَمَـلِ، وَالشُّكْـرُ عِـنْدَ (عـن) النِّـعَمِ، وَالتَّـوَرُّعُ عِـنْدَ ٱلْـمَحَارِمِ، فَـإِنْ عَـزَبَ ذٰلِكَ عَـنْكُمْ فَـلَا يَـغْلِبِ ٱلْحَـرَامُ صَـبْرَكُـمْ، وَلَا تَـنْسَوْا عِـنْدَ النِّـعَمِ شُكْـرَكُـمْ، فَـقَدْ أَعْـذَرَ اللهُ إِلَـيْكُمْ بِحُـجَجٍ مُـسْفِرَةٍ ظَـاهِرَةٍ، وَكُـتُبٍ بَـارِزَةِ ٱلْـعُذْرِ وَاضِـحَةٍ.

۸۲

و من كلام له (عليه السلام)

في ذم صفة الدنيا

مَـا أَصِـفُ مِـنْ دَارٍ أَوَّلُهَـا عَـنَاءٌ، وَآخِـرُهَا فَـنَاءٌ! فِي حَـلَالِهَا حِـسَابٌ، وَفِي حَـرَامِـهَا عِـقَابٌ. مَـنِ آسْـتَغْنَىٰ فِـيهَا فُـتِنَ، وَمَـنِ آفْـتَقَرَ فِـيهَا حَـزِنَ، وَمَـنْ سَـاعَاهَا فَـاتَتْهُ، وَمَـنْ قَـعَدَ عَـنْهَا وَاتَـتْهُ، وَمَـنْ أَبْـصَرَ بِـهَا بَـصَّرَتْهُ، وَمَـنْ أَبْـصَرَ إِلَـيْهَا أَعْـمَتْهُ.

قال الشريف: أقول: و إذا تأمل المتأمل قوله (عليه السلام): «وَ مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ» وجد تحته من المعنى العجيب، والغرض البعيد، ما لا تُبلغ غايته و لا يدرك غوره، لا سيما إذا قرن إليه قوله: «وَ مَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ» فإنه يجد الفرق بين «أبصر بها» و «أبصر إليها» واضحاً نيراً، و عجيباً باهراً! صلوات الله و سلامه عليه.

تورع - شبہات میں پرہیز کرنا
عزب عنکم - دور ہو جائے
اعذر - تمام عذر کا سلسلہ ختم کر دیا
بارزۃ العذر - جس کا عذر واضح ہو
عناء - رنج و تعب

(۱) ناقص الایمان ہونے کے لئے عمل کا حوالہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان میں عمل کا بہت بڑا دخل ہے اور ظاہر ہے کہ اگر عورت کو حکم خدا کی بنا پر نماز روزہ چھوڑ دینے سے ناقص الایمان کہا جا سکتا ہے تو بے نمازی اور روزہ خور مرد کو تو مکمل طور پر بے ایمان ہی کہا جائیگا۔

(۲) عورت کے مزاج کا خاصہ یہ ہے کہ واقعات کے بیان میں جذبات کو ضرور شامل کر دیتی ہے اور یہی چیز گواہی میں نقص پیدا کر دیتی ہے ورنہ وہ شعور و ادراک کے اعتبار سے ناقص نہیں ہوتی ہے۔ اس کا نقص عقل پر جذبات کے غلبہ سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو مرد کو بھی ناقص العقل بنا سکتی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اگر مرد اپنے فسق کی بنا پر قابل شہادت نہ رہ جائے تو اس کا شمار بھی ناقص العقل افراد ہی میں ہوگا کہ فسق کی تعلیم جذبات و خواہشات نے دی ہے عقل نے نہیں دی ہے۔

(۳) واضح رہے کہ یہ مسئلہ صرف بہن بھائی کی میراث تک محدود ہے کہ مرنے والے کی اولاد میں بھائی کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور بہن کا کم۔ ورنہ دیگر مسائل میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے اور بعض اوقات تو عورت کا حصہ مرد سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے

مصادر خطبہ ۸۱ معانی الاخبار صدوق ص ۲۵۱، خصال صدوق ۱ ص ۱۱، محاسن برقی ۲ ص ۲۳۴، غرر الحکم آمدی ص ۱۱۹، روضۃ الواعظین نیشاپوری ص ۴۳۴، مشکوٰۃ الانوار طبرسی ص ۱۰۶، تحف العقول ابن شعبہ الحرانی ص ۱۰۱، ص ۱۳۸

مصادر خطبہ ۸۲ کامل مبرد ۱ ص ۹۵، امالی قالی ۲ ص ۱۱۱، المجتنیٰ ابن درید ص ۳۱، تحف العقول حرانی ص ۱۳۸، العقد الفرید ۳ ص ۱۶۲، امالی سید مرتضیٰ ۱ ص ۱۵۳، تذکرۃ الخواص ص ۱۳۶، مشکوٰۃ الانوار ص ۲۴۳، غرر الحکم ص ۸۶، کنز الفوائد کراجکی ص ۱۶۰، مروج الذہب ۲ ص ۴۳۳، اختصاص مفید ص ۱۸۸، مناقب خوارزمی، کامل مبرد ۱ ص ۱۵۲

ایمان کے اعتبار[1] سے ناقص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایام حیض میں نماز روزہ سے بیٹھ جاتی ہیں اور عقلوں کے اعتبار سے ناقص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے۔ حصہ کی کمی یہ ہے کہ انھیں میراث میں حصہ مردوں کے آدھے حصہ کے برابر ملتا ہے۔ لہٰذا تم بدترین عورتوں سے بچتے رہو اور بہترین عورتوں سے بھی ہوشیار رہو اور خبردار نیک کام بھی ان کی اطاعت کی بنا پر انجام نہ دینا کہ انھیں برے کام کا حکم دینے کا خیال پیدا ہو جائے۔

۸۱۔ آپ کا ارشاد گرامی

(زہد کے بارے میں)

ایہا الناس! زہد امیدوں کے کم کرنے، نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے اور محرمات سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔ اب اگر یہ کام تمھارے لئے مشکل ہو جائے تو کم از کم اتنا کرنا کہ حرام تمھاری قوت برداشت پر غالب نہ آنے پائے اور نعمتوں کے موقع پر شکریہ کو فراموش نہ کر دینا کہ پروردگار نے نہایت درجہ واضح اور روشن دلیلوں اور حجت تمام کرنے والی کتابوں کے ذریعہ تمھارے ہر عذر کا خاتمہ کر دیا ہے۔

۸۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(دنیا کے صفات کے بارے میں)

میں اس دنیا کے بارے میں کیا کہوں جس کی ابتدا رنج و غم اور انتہا فنا و نیستی ہے۔ اس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عتاب۔ جو اس میں غنی ہو جائے وہ آزمائشوں میں مبتلا ہو جائے اور جو فقیر ہو جائے وہ رنجیدہ و افسردہ ہو جائے۔ جو اس کی طرف دوڑ لگائے اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور جو منھ پھیر کر بیٹھ رہے اس کے پاس حاضر ہو جائے۔ جو اس کو ذریعہ بنا کر آگے دیکھے اسے بینا بنا دے اور جو اس کو منظور نظر بنا لے اسے اندھا بنا دے۔

سید رضیؒ۔ اگر کوئی شخص حضرت کے اس ارشاد گرامی "من ابصر بھا بصرتہ" میں غور کرے تو عجیب و غریب معانی اور دور رس حقائق کا ادراک کرلے گا جن کی بلندیوں اور گہرائیوں کا ادراک ممکن نہیں ہے خصوصیت کے ساتھ اگر دوسرے فقرہ "من ابصر الیھا اعمتہ" کو ملا لیا جائے تو "ابصر بھا" اور "ابصر الیھا" کا فرق اور نمایاں ہو جائے گا اور عقل مدہوش ہو جائے گی۔

---

[1] اس خطبہ میں اس نکتہ پر نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ جنگ جمل کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے اور اس کے مفاہیم میں کلیات کی طرح صورت حال اور تجربات کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ کوئی لازم نہیں ہے کہ اس کا اطلاق ہر عورت پر ہو جائے۔ دنیا میں ایسی خاتون بھی ہو سکتی ہے جو نسوانی عوارض سے پاک ہو۔ اس کی گواہی بنص قرآن تنہا قابل قبول ہو اور وہ اپنے باپ کی تنہا وارث ہو۔ ظاہر ہے کہ اس خاتون میں کسی طرح کا نقص نہیں پایا جاتا ہے جیسے جناب فاطمہؑ ۔۔ اور ایسی عورت بھی ہو سکتی ہے جس میں سارے نقائص پائے جاتے ہوں اور ان فطری نقائص کے ساتھ کرداری اور ایمانی نقائص بھی ہوں کہ یہ عورت ہر اعتبار سے قابل لعنت و مذمت ہو۔ قوانین کا دار و مدار نہ قسم اول پر ہو سکتا ہے اور نہ قسم دوم پر۔ قوانین کا اطلاق درمیانی قسم پر ہوتا ہے جس میں کسی طرح کا امتیاز نہ پایا جاتا ہو اور صرف فطرت نسوانی کی کارفرمائی ہو اور امیر المومنینؑ نے اسی قسم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ورنہ اگر صرف جنگ جمل کی بنا پر یہ غیظ و غضب ہوتا تو مردوں کے خلاف بھی بیان دیتے جنھوں نے ام المومنین کی اطاعت کی تھی یا انھیں بھڑکایا تھا۔ پھر امیر المومنینؑ امام معصوم ہیں کوئی جذباتی انسان نہیں ہیں اور ان سے پہلے رسول اکرمؐ بھی یہی بات فرما چکے ہیں۔

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس اعلان کے لئے ایک مناسب موقع ہاتھ آگیا جہاں اپنی بات کو بخوبی واضح کیا جا سکتا ہے اور عورت کے اتباع کے نتائج سے باخبر کیا جا سکتا ہے۔

۸۳

و من خطبة له (عليه السلام)

و هي الخطبة العجيبة وتسمى «الغراء»

و فيها نعوت الله جل شأنه، ثم الوصية بتقواه ثم التنفير من الدنيا، ثم ما يلحق من دخول القيامة، ثم تنبيه الخلق إلى ما هم فيه من الاعراض، ثم فضله (عليه السلام) في التذكير

صفته جل شأنه

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَلَا بِحَوْلِهِ، وَ دَنَا بِطَوْلِهِ، مَانِحِ كُلِّ غَنِيمَةٍ وَ فَضْلٍ، وَ كَاشِفِ كُلِّ عَظِيمَةٍ وَأَزْلٍ. أَحْمَدُهُ عَلَى عَوَاطِفِ كَرَمِهِ، وَ سَوَابِغِ نِعَمِهِ، وَ أُومِنُ بِهِ أَوَّلاً بَادِياً، وَأَسْتَهْدِيهِ قَرِيباً هَادِياً، وَأَسْتَعِينُهُ قَاهِراً قَادِراً، وَ أَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ كَافِياً نَاصِراً، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ- عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ لِإِنْفَاذِ أَمْرِهِ، وَإِنْهَاءِ عُذْرِهِ وَ تَقْدِيمِ نُذُرِهِ.

الوصية بالتقوى

أُوصِيكُمْ عِبَادَاللهِ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِي ضَرَبَ الْأَمْثَالَ، وَ وَقَّتَ لَكُمُ الْآجَالَ، وَأَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ، وَ أَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ، وَ أَحَاطَ (احاطكم) بِكُمُ الْإِحْصَاءَ، وَأَرْصَدَ لَكُمُ الْجَزَاءَ، [illegible] بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ، وَالرِّفَدِ الرَّوَافِغِ، وَأَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ الْبَوَالِغِ، [illegible] أَحْصَاكُمْ عَدَداً، وَ وَظَّفَ لَكُمْ مُدَداً، فِي قَرَارِ خِبْرَةٍ، وَدَارِ عِبْرَةٍ، أَنْتُمْ مُخْتَبَرُونَ فِيهَا، وَ مُحَاسَبُونَ عَلَيْهَا.

التنفير من الدنيا

فَإِنَّ الدُّنْيَا رَنِقٌ مَشْرَبُهَا، رَدِغٌ مَشْرَعُهَا، يُونِقُ مَنْظَرُهَا،

حول - طاقت وقدرت
طول - عطا و کرم
ازل - تنگی و شدت
سوابغ - کامل
ہادی - ظاہر
انہاء عذر - دلائل کا تمام کر دینا
نذر - نذیر کی جمع ہے - ڈرانے والی خبریں
امثال - مثالیں
آجال - مدت حیات
ریاش - ظاہری لباس
ارفغ - وسیع تر بنایا
ارصد - مہیا کیا
رفد - عطیہ
حجج بوالغ - واضح تر دلائل
وظف لکم مددا - تمہارے لئے مدت مقرر کر دی ہے
قرار خبرہ - دور امتحان
رنق - گندہ
ردغ - گل آلود
مشرع - پانی پینے کا گھاٹ
یونق - خوبصورت معلوم ہوتا ہے

(۱) یوں تو پروردگار نے ہر مخلوق کو سرد و گرم زمانہ سے بچانے کے لئے فطری لباس بھی عنایت کیا ہے مگر اسے باہر سے بھی ستر پوشی کے لئے لباس فراہم کر دیا ہے ورنہ یہ بھی "رخت عریانی" ہی پر گذارہ کرتا اور اسی لباس میں زندگی گذار دیتا یہ اس کی تکریم و تشریف کا تقاضا تھا کہ اسے مزید لباس سے آراستہ کر دیا گیا۔ کاش انسان اس لباس کی بھی قدر کرتا اور اس کو اس کے مقصد کے اعتبار سے استعمال کرتا؟

مصادر خطبہ ۸۳ تحف العقول الحرانی ص۱۳۶، دستور معالم الحکم قضاعی ص۵۹، غرر الحکم آمدی، عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۷۷، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۱۳۲ ۲ ص۲۸۷، تذکرۃ الخواص ص۱۳۱، الحکمۃ الخالدہ ابن مسکویہ ص۱۱۴، العقد الفرید ۲ ص۱۳۳، مجمع الامثال میدانی ۲ ص۲۹، المستقصی زمخشری ۱ ص۲۴۰

۸۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

اس عجیب و غریب خطبہ کو خطبہ غرا کہا جاتا ہے

اس خطبہ میں پروردگار کے صفات، تقویٰ کی نصیحت، دنیا سے بیزاری کا سبق، قیامت کے حالات۔ لوگوں کی بے رخی پر تنبیہ اور پھر یاد خدا دلانے میں اپنی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔

ساری تعریف[1] اس اللہ کے لیے ہے جو اپنی طاقت کی بنا پر بلند اور اپنے احسانات کی بنا پر بندوں سے قریب تر ہے۔ وہ ہر فائدہ اور فضل کا عطا کرنے والا اور ہر مصیبت اور رنج کا ٹالنے والا ہے۔ میں اس کی کرم نوازیوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بنا پر اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہی اول اور ظاہر ہے اور اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں کہ وہی قریب اور ہادی ہے۔ اسی سے مدد چاہتا ہوں کہ وہی قادر اور قاہر ہے۔ اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں کہ وہی کافی اور ناصر ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ انھیں پروردگار نے اپنے حکم کو نافذ کرنے، اپنی حجت کو تمام کرنے اور عذاب کی خبریں پیش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

بندگانِ خدا! میں تمھیں اس خدا سے ڈرنے کی دعوت دیتا ہوں جس نے تمھاری ہدایت کے لئے مثالیں بیان کی ہیں۔ تمھاری زندگی کے لئے مدت معین کی ہے۔ تمھیں مختلف قسم کے لباس پہنائے ہیں۔ تمھارے لئے اسباب معیشت کو فراواں کر دیا ہے۔ تمھارے اعمال کا مکمل احاطہ کر رکھا ہے اور تمھارے لئے جزا کا انتظام کر دیا ہے۔ تمھیں مکمل نعمتوں اور وسیع تر عطیوں سے نوازا ہے اور موثر دلیلوں کے ذریعہ عذاب آخرت سے ڈرایا ہے۔ تمھارے اعداد کو شمار کر لیا ہے اور تمھارے لئے اس امتحان گاہ اور مقام عبرت میں مدتیں معین کر دی ہیں۔ یہیں تمھارا امتحان لیا جائے گا اور اسی کے اقوال و اعمال پر تمھارا احساب کیا جائے گا۔

یاد رکھو اس دنیا کا سرچشمہ گندہ اور اس کا گھاٹ گل آلود ہے۔ اس کا منظر خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔

---

[1] یوں تو امیر المومنینؑ کے کسی بھی خطبہ کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ یہ خطبہ "خطبۂ غرا" کہے جانے کے قابل ہے جس میں اس قدر حقائق و معارف اور معانی و مفاہیم کو جمع کر دیا گیا ہے کہ ان کا شمار کرنا بھی طاقت بشر سے بالاتر ہے۔

آغاز خطبہ میں مالک کائنات کے بظاہر دو متضاد صفات و کمالات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی طاقت کے اعتبار سے انتہائی بلند تر ہے لیکن اس کے بعد بھی بندوں سے دور نہیں ہے اس لیے کہ ہر آن اپنے بندوں پر ایسا کرم کرتا رہتا ہے کہ یہ کرم اسے بندوں سے قریب تر بنائے ہوئے ہے اور اسے دور نہیں ہونے دیتا ہے۔ لفظ "بحولہ" میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس کی بلندی کسی وسیلہ اور ذریعہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ یہ اپنی ذاتی طاقت اور قدرت کا نتیجہ ہے ورنہ اس کے علاوہ ہر ایک کی بلندی اس کے فضل و کرم سے وابستہ ہے اور اس کے بغیر بلندی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ وہ اگر چاہے تو بندہ کو قاب قوسین کی منزلوں تک بلند کر دے "اسریٰ بعبدہٖ"۔ اور اگر چاہے تو "صاحب معراج" کے کاندھوں پر بلند کر دے "وعلیؑ واضع اقدامہ۔ فی محل وضع اللہ یدہ"۔

اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی بعثت کے تین بنیادی مقاصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس بعثت کا اصل مقصد یہ تھا کہ الٰہی احکام نافذ ہو جائیں۔ بندوں پر حجت تمام ہو جائے اور انھیں قیامت میں پیش آنے والے حالات سے قبل از وقت باخبر کر دیا جائے کہ یہ کام نمائندۂ پروردگار کے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے اور یہ خدائی نمائندگی کے فوائد میں سب سے عظیم تر فائدہ ہے جس کی بنا پر انسان رسالت الٰہیہ سے کسی وقت بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔

وَ يُوبِقُ مُخْبَرُهَا. غُرُورٌ حَائِلٌ، وَضَوْءٌ آفِلٌ، وَظِلٌّ زَائِلٌ، وَ سِنَادٌ مَائِلٌ، حَتَّىٰ إِذَا أَنِسَ نَافِرُهَا، وَاطْمَأَنَّ نَاكِرُهَا، قَمَصَتْ بِأَرْجُلِهَا، وَقَنَصَتْ بِأَحْبُلِهَا(اجبلها)، وَأَقْصَدَتْ بِأَسْهُمِهَا، وَأَعْلَقَتِ ٱلْمَرْءَ أَوْهَاقَ ٱلْمَنِيَّةِ قَائِدَةً لَهُ إِلَى ضَنْكِ ٱلْمَضْجَعِ، وَ وَحْشَةِ الْمَرْجِعِ، وَ مُعَايَنَةِ ٱلْمَحَلِّ وَ ثَوَابِ ٱلْعَمَلِ، وَ كَذٰلِكَ ٱلْخَلَفُ بِعَقْبِ السَّلَفِ، لَا تُقْلِعُ ٱلْمَنِيَّةُ ٱخْتِرَاماً وَلَا يَرْعَوِي ٱلْبَاقُونَ ٱجْتِرَاماً، يَحْتَذُونَ مِثَالاً، وَ يَمْضُونَ أَرْسَالاً، إِلَىٰ غَايَةِ ٱلِانْتِهَاءِ، وَ صَيُّورِ ٱلْفَنَاءِ.

بعد الموت البعث

حَتَّىٰ إِذَا تَصَرَّمَتِ ٱلْأُمُورُ، وَ تَقَضَّتِ الدُّهُورُ، وَأَزِفَ النُّشُورُ، أَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَائِحِ ٱلْقُبُورِ، وَ أَوْكَارِ الطُّيُورِ، وَأَوْجِرَةِ السِّبَاعِ، وَ مَطَارِحِ ٱلْمَهَالِكِ، سِرَاعاً إِلَىٰ أَمْرِهِ، مُهْطِعِينَ إِلَىٰ مَعَادِهِ، رَعِيلاً صُمُوتاً، قِيَاماً صُفُوفاً، يَنْفُذُهُمُ ٱلْبَصَرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، عَلَيْهِمْ لَبُوسُ ٱلِاسْتِكَانَةِ، وَضَرَعُ ٱلِاسْتِسْلَامِ وَالذِّلَّةِ. قَدْ ضَلَّتِ الْحِيَلُ، وَٱنْقَطَعَ ٱلْأَمَلُ، وَهَوَتِ ٱلْأَفْئِدَةُ كَاظِمَةً،

یوبق - ہلاک کرنے والا
حائل - فنا ہوجانے والا
آفل - بجھ جانے والا
سناد - سہارا - تکیہ
ناکر - نہ پہچاننے والا
قمص - دونوں پیر اٹھاکر پٹک دیا
قنص - شکار
اجبل - جال
علقت - گردن میں پھندہ ڈال دیا
ضنک مضجع - تنگی مرقد
معاینۃ المحل - ثواب وعذاب کی منزل
ثواب العمل - معاوضہ عمل (جزا یا سزا)
خلف - بعد میں آنے والے
سلف - پہلے جانے والے
اختترام - زندوں کو یکسر تباہ کردینا
لایرعوی - باز نہیں آتے ہیں
اجترام - گناہ کرنا
یحتذون مثالا - انھیں کے نقش قدم پرچل رہے ہیں
ارسال - رَسَل کی جمع ہے - جانوروں کا گلہ
صیور - انجام
نشور - قبروں سے اٹھنا
ضرائح - جمع ضریح - گوشہ قبر
اوجرہ - جمع وجار - سوراخ
مطعین - تیزی سے بڑھتے ہوئے -
رعیل - گھوڑوں کی ایک جماعت
ینفذہم البصر - نگاہ ان پر حاوی ہے
لبوس - لباس
استکانہ - خضوع
ضرع - کمزوری
ہوت الافئدۃ - امیدوں سے دل خالی ہوگئے
کاظمہ - ساکت وصامت

لیکن اندر کے حالات انتہائی درجہ خطرناک ہیں۔ یہ دنیا ایک مٹ جانے والا دھوکہ۔ ایک بجھ جانے والی روشنی۔ ایک ڈھل جانے والا سایہ اور ایک گرجانے والا سہارا ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا مانوس ہوجاتا ہے اور اسے بُرا سمجھنے والا مطمئن ہوجاتا ہے تو یہ اچانک اپنے پیروں کو پٹکنے لگتی ہے اور عاشق کو اپنے جال میں گرفتار کرلیتی ہے اور پھر اپنے تیروں کا نشانہ بنالیتی ہے۔ انسان کی گردن میں موت کا پھندہ ڈال دیتی ہے اور اسے کھینچ کر تنگیٔ مرقد اور وحشت منزل کی طرف لے جاتی ہے جہاں وہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے اور اپنے اعمال کا معاوضہ حاصل کرلیتا ہے اور یوں ہی یہ سلسلہ نسلوں میں چلتا رہتا ہے کہ اولاد بزرگوں کی جگہ پر آجاتی ہے۔ نہ موت چیرہ دستیوں سے باز آتی ہے اور نہ آنے والے افراد گناہوں سے باز آتے ہیں۔ پُرانے لوگوں کے نقش قدم پر چلتے رہتے ہیں اور تیزی کے ساتھ اپنی آخری منزل انتہاء و فنا کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہوجائیں گے اور تمام زمانے بیت جائیں گے اور قیامت کا وقت قریب آجائے گا تو انھیں قبروں کے گوشوں۔ پرندوں کے گھونسلوں۔ درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت کی منزلوں سے نکالا جائے گا۔ اس کے امر کی طرف تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اور اپنی وعدہ گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے۔ گروہ در گروہ۔ خاموش۔ صف بستہ اور استادہ۔ نگاہِ قدرت ان پر حاوی اور داعیٔ الٰہی کی آواز ان کے کانوں میں۔ بدن پر بیچارگی کا لباس اور خود سپردگی و ذلت کی کمزوری غالب۔ تدبیریں گم۔ امیدیں منقطع۔ دل مایوس کن خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے

لہ ایک ایک لفظ پر غور کیا جائے اور دنیا کی حقیقت سے آشنائی پیدا کی جائے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ ایک دھوکہ ہے جو رہنے والا نہیں ہے ایک روشنی ہے جو بجھ جانے والی ہے۔ ایک سایہ ہے جو ڈھل جانے والا ہے اور ایک سہارا ہے جو گر جانے والا ہے۔ انصاف سے بتاؤ کیا ایسی دنیا بھی دل لگانے کے قابل اور اعتبار کرنے کے لائق ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ دنیا سے عشق و محبت صرف جہالت اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے ورنہ انسان اس کی حقیقت و بیوفائی سے باخبر ہوجائے تو طلاق دئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔

قیامت یہ ہے کہ انسان دنیا کی بیوفائی۔ موت کی چیرہ دستی کا برابر مشاہدہ کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود کوئی عبرت حاصل کرنے والا نہیں ہے اور ہر آنے والا دور گذشتہ دور کا انجام دیکھنے کے بعد بھی اسی راستہ پر چل رہا ہے۔

یہ حقیقت عام انسانوں کی زندگی میں واضح نہ بھی ہو تو ظالموں اور ستمگروں کی زندگی میں صبح و شام واضح ہوتی رہتی ہے کہ ہر ستمگر اپنے پہلے والے ستمگروں کا انجام دیکھنے کے بعد بھی اسی راستہ پر چل رہا ہے اور ہر مسئلہ حیات کا حل ظلم و ستم کے علاوہ کسی اور چیز کو نہیں قرار دیتا ہے۔ خدا جانے ان ظالموں کی آنکھیں کب کھلیں گی اور یہ اندھا انسان کب بینا بنے گا۔

مولائے کائنات ہی نے سچ فرمایا تھا کہ "سارے انسان سو رہے ہیں جب موت آجائے گی تو بیدار ہوجائیں گے"۔ یعنی جب تک آنکھ کھلی رہے گی بند رہے گی اور جب بند ہوجائے گی تو کھل جائے گی ــ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ

وَ خَشَعَتِ ٱلْأَصْوَاتُ مُهَيْنِمَةً، وَأَلْجَمَ ٱلْعَرَقُ،
وَعَظُمَ الشَّفَقُ، وَأُرْعِدَتِ ٱلْأَسْمَاعُ لِزَبْرَةِ الدَّاعِي
إِلَىٰ فَصْلِ ٱلْخِطَابِ، وَ مُقَايَضَةِ ٱلْجَزَاءِ، وَ نَكَالِ
ٱلْعِقَابِ، وَ نَوَالِ الثَّوَابِ.

تنبیہ الخلق

عِبَادٌ مَخْلُوقُونَ ٱقْتِدَاراً، وَ مَرْبُوبُونَ ٱقْتِسَاراً،
وَ مَقْبُوضُونَ ٱحْتِضَاراً، وَ مُضَمَّنُونَ أَجْدَاثاً،
وَكَائِنُونَ رُفَاتاً وَ مَبْعُوثُونَ أَفْرَاداً وَ مَدِينُونَ
جَزَاءً، وَ مُمَيَّزُونَ حِسَاباً قَدْ أُمْهِلُوا فِي طَلَبِ
ٱلْمَخْرَجِ، وَ هُدُوا سَبِيلَ ٱلْمَنْهَجِ وَ عُمِّرُوا مَهَلَ
ٱلْمُسْتَعْتَبِ، وَ كُشِفَتْ عَنْهُمْ سُدَفُ الرِّيَبِ
وَ خُلُّوا لِمِضْمَارِ ٱلْجِيَادِ (الخيار) وَ رَوِيَّةِ ٱلْإِرْتِيَادِ،
وَ أَنَاةِ ٱلْمُقْتَبِسِ (المقتبين) ٱلْمُرْتَادِ (المستقين)،
فِي مُدَّةِ ٱلْأَجَلِ، وَ مُضْطَرَبِ ٱلْمَهَلِ.

فضل التذکیر

فَيَالَهَا أَمْثَالاً صَائِبَةً، وَ مَوَاعِظَ شَافِيَةً، لَوْ صَادَفَتْ
قُلُوباً زَاكِيَةً، وَأَسْمَاعاً وَاعِيَةً، وَآرَاءً عَازِمَةً،
وَ أَلْبَاباً حَازِمَةً! فَاتَّقُوا اللهَ تَقِيَّةَ مَنْ سَمِعَ
فَخَشَعَ، وَٱقْتَرَفَ فَاعْتَرَفَ، وَ وَجِلَ فَعَمِلَ،

مہینمہ - مخفی اور پوشیدہ
الجم العرق - اتنا پسینہ بہا کہ گویا منہ تک آگیا
شفق - خوف
ارعدت - لرز اٹھے
زبرۃ الداعی - پکارنے والے کی گرجدار آواز
فصل الخطاب - آخری فیصلہ
مقایضہ - معاوضہ
نکال - عذاب
مربوبون - مملوک
اقتسار - قہر و غلبہ
احتضار - وقت حضور ملائکہ
اجداث - جمع جَدَث (قبر)
رفات - خاک کا ڈھیر
مدین - جسے بدلہ دیا جائے
ممیزون - منزل حساب میں الگ الگ کر دیا جائے
منہج - واضح راستہ
مَہَل المستعتب - اتنی مہلت جس میں راضی کرنے والا راضی کر سکے
سدف - جمع سدفہ - تاریکی
ریب - جمع ریبہ - شبہ
مضمار الجیاد - وہ میدان عمل جہاں مقصد کے حصول کیلئے دوڑ لگائی جاتی ہے
رویۃ الارتیاد - مقصد و مدعا کے حاصل کرنے کیلئے غور و فکر سے کام لینا
اناۃ المقتبس المرتاد - اس شخص جیسا موقع جو ہاتھ میں روشنی لے کر اپنے گمشدہ مقصد کو تلاش کر رہا ہو۔
مضطرب - حرکت عمل کی مدت
صائبہ - درست اور صحیح
اقتراف - اکتساب
وجل - خوف

اور آوازیں دب کر خاموش ہو جائیں گی۔ پسینہ منھ میں لگام لگا دے گا اور خوف عظیم ہو گا۔ کان اس پکارنے والے کی آواز سے لرز اٹھیں گے جو آخری فیصلہ سنائے گا اور اعمال کا معاوضہ دینے اور آخرت کے عقاب یا ثواب کے حصول کے لئے آواز دے گا۔

تم وہ بندے ہو جو اس کے اقتدار کے اظہار کے لئے پیدا ہوئے ہو اور اس کے غلبہ و تسلّط کے ساتھ ان کی تربیت ہوئی ہے۔[1] نزع کے ہنگام ان کی روحیں قبض کر لی جائیں گی اور انھیں قبروں کے اندر چھپا دیا جائے گا۔ یہ خاک کے اندر مل جائیں گے اور پھر الگ الگ اٹھائے جائیں گے۔ انھیں اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور حساب کی منزل میں الگ الگ کر دیا جائے گا۔ انھیں دنیا میں عذاب سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنے کے لئے مہلت دی جا چکی ہے اور انھیں روشن راستہ کی ہدایت کی جا چکی ہے۔ انھیں مرضئ خدا کے حصول کا موقع بھی دیا جا چکا ہے اور ان کی نگاہوں سے شک کے پردے بھی اٹھائے جا چکے ہیں۔ انھیں میدان عمل میں آزاد بھی چھوڑا جا چکا ہے تا کہ آخرت کی دوڑ کی تیاری کر لیں اور سوچ سمجھ کر منزل کی تلاش کر لیں اور اتنی مہلت پالیں جتنی فوائد کے حاصل کرنے اور آئندہ منزل کا سامان مہیا کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔

ہائے یہ کس قدر صحیح مثالیں[2] اور شفا بخش نصیحتیں ہیں اگر انھیں پاکیزہ دل، سننے والے کان، مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں نصیب ہو جائیں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اس شخص کی طرح جس نے نصیحتوں کو سنا تو دل میں خشوع پیدا ہو گیا اور گناہ کیا تو فوراً اعتراف کر لیا اور خوف خدا پیدا ہوا تو عمل شروع کر دیا۔

[1] انسان کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نہ اس کی تخلیق اتفاقات کا نتیجہ ہے اور نہ اس کی زندگی اختیارات کا مجموعہ۔ وہ ایک خالق قدیر کی قدرت کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے اور ایک حکیم خبیر کے اختیارات کے زیر اثر زندگی گذار رہا ہے۔ ایک وقت آئے گا جب فرشتۂ موت اس کی روح قبض کر لیگا اور اسے زمین کے اوپر سے زمین کے اندر پہونچا دیا جائے گا اور پھر ایک دن تن تنہا قبر سے نکال کر منزل حساب میں لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اور اسے اس کے اعمال کا مکمل معاوضہ دے دیا جائے گا اور یہ کام غیر عادلانہ نہیں ہو گا اس لئے کہ اسے دنیا میں عذاب سے بچنے اور رضائے خدا حاصل کرنے کی مہلت دی جا چکی ہے۔ اسے توبہ کا راستہ بھی بتایا جا چکا ہے اور عمل کے میدان کی بھی نشاندہی کی جا چکی ہے اور اس کی نگاہوں سے شک کے پردے بھی اٹھائے جا چکے ہیں اور اسے میدان عمل میں دوڑنے کا موقع بھی دیا جا چکا ہے۔ اسے اس انسان جیسی مہلت بھی دی جا چکی ہے جو روشنی میں اپنے مدعا کو تلاش کرتا ہے کہ ایک طرف یہ بھی خطرہ رہتا ہے کہ تیز رفتاری میں مقصد سے آگے نہ نکل جائے اور ایک طرف یہ بھی احساس رہتا ہے کہ کہیں چراغ بجھ نہ جائے اور اس طرح اس کی روشنی انتہائی محتاط ہوتی ہے۔

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مالک کائنات کی بیان کی ہوئی مثالیں صائب و صحیح اور اس کی نصیحتیں صحت مند اور شفا بخش ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ کوئی نسخہ شفا صرف نسخہ کی حد تک کار آمد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا استعمال کرنا اور استعمال کے ساتھ پرہیز کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور انسانوں میں اسی شرط کی کمی ہے۔ نصیحتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے چار عناصر کا ہونا لازمی ہے۔ سننے والے کان ہوں۔ طیب و طاہر دل ہوں۔ رائے میں استحکام ہو اور فکر میں ہوشیاری ہو۔ یہ چاروں عناصر نہیں ہیں تو نصیحتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ہے اور عالم بشریت کی کمزوری یہی ہے کہ اسمیں انھیں عناصر میں سے کوئی نہ کوئی عنصر کم ہو جاتا ہے اور وہ مواعظ و نصائح کے اثرات سے محروم رہ جاتا ہے۔

وَ حَاذَرَ فَبَادَرَ وَأَيْقَنَ فَأَحْسَنَ وَ عُبِّرَ فَاعْتَبَرَ وَ حُذِّرَ فَحَذِرَ، وَ زُجِرَ فَازْدَجَرَ وَأَجَابَ فَأَنَابَ، وَ رَاجَعَ (رجع) فَتَابَ، وَاقْتَدَىٰ فَاحْتَذَىٰ، وَ أُرِيَ فَرَأَىٰ، فَأَسْرَعَ طَالِباً وَ نَجَا هَارِباً فَأَفَادَ ذَخِيرَةً، وَأَطَابَ سَرِيرَةً، وَ عَمَّرَ مَعَاداً وَ اسْتَظْهَرَ زَاداً، لِيَوْمِ رَحِيلِهِ وَ وَجْهِ سَبِيلِهِ وَ حَالِ حَاجَتِهِ، وَ مَوْطِنِ فَاقَتِهِ، وَ قَدَّمَ أَمَامَهُ لِدَارِ مُقَامِهِ. فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ جِهَةَ مَا خَلَقَكُمْ لَهُ، وَاحْذَرُوا مِنْهُ كُنْهَ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ، وَاسْتَحِقُّوا مِنْهُ مَا أَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ لِصِدْقِ مِيعَادِهِ، وَالْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهِ.

التذكير بضروب النعم

و منها: جَعَلَ لَكُمْ أَسْمَاعاً لِتَعِيَ مَا عَنَاهَا، وَأَبْصَاراً لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا، وَأَشْلَاءً جَامِعَةً لِأَعْضَائِهَا، مُلَائِمَةً لِأَحْنَائِهَا فِي تَرْكِيبِ صُوَرِهَا، وَ مُدَدِ عُمُرِهَا، بِأَبْدَانٍ قَائِمَةٍ بِأَرْفَاقِهَا، وَ قُلُوبٍ رَائِدَةٍ (بائدة) لِأَرْزَاقِهَا، فِي مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهِ، وَ مُوجِبَاتِ مِنَنِهِ، وَ حَوَاجِزِ (جوائز) عَافِيَتِهِ. وَ قَدَّرَ لَكُمْ أَعْمَاراً سَتَرَهَا عَنْكُمْ، وَ خَلَّفَ لَكُمْ عِبَراً مِنْ آثَارِ الْمَاضِينَ قَبْلَكُمْ، مِنْ مُسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ وَ مُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ. أَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُونَ الْآمَالِ، وَ شَذَّ بِهِمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْآجَالِ. لَمْ يَمْهَدُوا فِي سَلَامَةِ الْأَبْدَانِ، وَ لَمْ يَعْتَبِرُوا فِي أُنُفِ الْأَوَانِ. فَهَلْ يَنْتَظِرُ أَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ إِلَّا حَوَانِيَ الْهَرَمِ؟ وَ أَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ إِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ؟ وَ أَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَاءِ إِلَّا آوِنَةَ (اوبة) الْفَنَاءِ؟ مَعَ قُرْبِ الزِّيَالِ(زوال) و أُزُوفِ

بَادَرَ - عمل کی طرف سبقت کی
اعتبر - عبرت حاصل کی
ازدجر - برائیوں سے رک گیا
اناب - متوجہ ہوگیا
استظہر - مہیا کیا
کنہ - آخری حصہ
میعاد - وعدہ
معاد - قیامت
مَاعَنَاہا - ضروری اور اہم امور
جَلاء - آئینہ پرصیقل کرنا - روشن کرنا
عَشا - اندھاپن
اشلاء - شِلو کی جمع ہے اعضاء و اطراف بدن
احناء - حِنو کی جمع ہے - بدن کے پیچ وخم
ارفاق - نرم حصے
رائدہ - ہادی
مجللات - عظیم نعمتیں
خلاق - نصیب
ارہقتہم - فوراً پکڑلیا
شذّبہم - دور کردیا
اُنُف - ابتدا
بَضَاضہ - نرمی اور تازگی
حوانی - حَنو کی جمع ہے - کجی
غضارہ - وسعت وراحت
آونہ - آزمنہ (جمع اوان)
زیال - فراق
اُزُوف - قرب

آخرت سے[1] ڈرا تو عمل کی طرف سبقت کی۔ قیامت کا یقین پیدا کیا تو بہترین اعمال انجام دئے۔ عبرت دلائی گئی تو عبرت حاصل کر لی۔ خوف دلایا گیا تو ڈر گیا۔ روکا گیا تو رُک گیا۔ صدائے حق پر لبیک کہی تو اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور مُڑ کر آ گیا تو توبہ کر لی۔ بزرگوں کی اقتدا کی تو ان کے نقشِ قدم پر چلا۔ منظرِ حق دکھایا گیا تو دیکھ لیا۔ طلبِ حق میں تیز رفتاری سے بڑھا اور باطل سے فرار کر کے نجات حاصل کر لی۔ اپنے لئے ذخیرۂ آخرت جمع کر لیا اور اپنے باطن کو پاک کر لیا۔ آخرت کے گھر کو آباد کیا اور زادِ راہ کو جمع کر لیا اس دن کے لئے جس دن یہاں سے کوچ کرنا ہے اور آخرت کا راستہ اختیار کرنا ہے اور اعمال کا محتاج ہونا ہے اور محلِ فقر کی طرف جانا ہے اور ہمیشہ کے گھر کے لئے سامان آگے آگے بھیج دیا۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اس جہت کی غرض سے جس کے لئے تم کو پیدا کیا گیا ہے اور اس کا خوف پیدا کرو اس طرح جس طرح اس نے تمھیں اپنے عظمت کا خوف دلایا ہے اور اس اجر کا استحقاق پیدا کرو جس کو اس نے تمھارے لئے مہیا کیا ہے اس کے سچے وعدہ کے پورا کرنے اور قیامت کے ہول سے بچنے کے مطالبہ کے ساتھ۔

اس نے تمھیں کان عنایت کئے ہیں تاکہ ضروری باتوں کو سنیں اور آنکھیں دی ہیں تاکہ بے بصری میں روشنی عطا کریں اور جسم کے وہ حصے دئے ہیں جو مختلف اعضاء کو سمیٹنے والے ہیں اور ان کے پیچ و خم کے لئے مناسب ہیں۔ صورتوں کی ترکیب اور عمروں کی مدت کے اعتبار سے ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ جو اپنے رزق کی تلاش میں رہتے ہیں اس کی عظیم ترین نعمتوں، احسان مند بنانے والی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے درمیان۔ اس نے تمھارے لئے وہ عمریں قرار دی ہیں جن کو تم سے مخفی رکھا ہے اور تمھارے لئے ماضی میں گذر جانے والوں کے آثار میں عبرتیں فراہم کر دی ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے حظ و نصیب سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور ہر بندھن سے آزاد تھے لیکن موت نے انھیں امیدوں کی تکمیل سے پہلے ہی گرفتار کر لیا اور اجل کی ہلاکت سامانیوں نے انھیں حصولِ مقصد سے الگ کر دیا۔ انھوں نے بدن کی سلامتی کے وقت کوئی تیاری نہیں کی تھی اور ابتدائی اوقات میں کوئی عبرت حاصل نہیں کی تھی۔ تو کیا جوانی کی تر و تازہ عمر رکھنے والے بڑھاپے میں کمر جھک جانے کا انتظار کر رہے ہیں اور کیا صحت کی تازگی رکھنے والے مصیبتوں اور بیماریوں کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں اور کیا بقا کی مدت رکھنے والے فنا کے وقت کے منتظر ہیں جب کہ وقتِ زوال قریب ہوگا اور انتقال کی ساعت نزدیک تر ہوگی۔

---

[1] ایک مردِ مومن کی زندگی کا حسین ترین اور پاکیزہ ترین نقشہ یہی ہے لیکن یہ الفاظ فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہیں ہیں۔ زندگی پر منطبق کرنے کے لئے اور زندگی کا امتحان کرنے کے لئے ہیں کہ کیا واقعاً ہماری زندگی میں یہ حالات اور کیفیات پائے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہماری عاقبت بخیر ہے اور ہمیں نجات کی امید رکھنا چاہئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں اس دارِ عبرت میں گذشتہ لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اب سے اصلاحِ دنیا و آخرت کے عمل میں لگ جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ موت اچانک نازل ہو جائے اور وصیت کرنے کا موقع بھی فراہم نہ ہو سکے۔ کتنا بلیغ فقرہ ہے مولائے کائنات علیہ السلام کا کہ گذشتہ لوگ ہر قید و بند اور ہر پابندیٔ حیات سے آزاد ہو گئے لیکن موت کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکے اور اس نے بالآخر انھیں گرفتار کر لیا اور ان کی وعدہ گاہ تک پہونچا دیا۔

پھر جوانی میں یہ خیال کہ ضعیفی میں عمل یا توبہ کر لیں گے یہ بھی ایک وسوسۂ شیطانی ہے۔ ورنہ فرصتِ عمل اور ہنگامِ کار جوانی ہی کا زمانہ ہے۔ ضعیفی میں کام کرنے کا حوصلہ ایک وہم و سفسطہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ رب کریم ہر مومن کو ایسے اوہام اور وسوسوں سے محفوظ رکھے۔!

ٱلِانْتِقَالِ، وَعَلَزِ ٱلْقَلَقِ، وَأَلَمِ ٱلْمَضَضِ، وَغُصَصِ ٱلْجَرَضِ، وَتَلَفُّتِ ٱلاسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ ٱلْحَفَدَةِ وَٱلْأَقْرِبَاءِ، وَٱلْأَعِزَّةِ وَٱلْقُرَنَاءِ! فَهَلْ دَفَعَتِ ٱلْأَقَارِبُ، أَوْ نَفَعَتِ ٱلنَّوَاحِبُ وَقَدْ غُودِرَ فِي مَحَلَّةِ ٱلْأَمْوَاتِ رَهِيناً وَفِي ضِيقِ ٱلْمَضْجَعِ وَحِيداً قَدْ هَتَكَتِ ٱلْهَوَامُّ جِلْدَتَهُ، وَأَبْلَتِ ٱلنَّوَاهِكُ جِدَّتَهُ وَعَفَتِ ٱلْعَوَاصِفُ آثَارَهُ وَمَحَا ٱلْحَدَثَانِ مَعَالِمَهُ وَصَارَتِ ٱلْأَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا، وَٱلْعِظَامُ نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا، وَٱلْأَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً بِثِقَلِ أَعْبَائِهَا، مُوقِنَةً بِغَيْبِ أَنْبَائِهَا، لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّىءِ زَلَلِهَا! أَوَلَسْتُمْ أَبْنَاءَ ٱلْقَوْمِ وَٱلْآبَاءَ وَإِخْوَانَهُمْ وَٱلْأَقْرِبَاءَ؟ تَحْتَذُونَ أَمْثِلَتَهُمْ وَتَرْكَبُونَ قِدَّتَهُمْ وَتَطَؤُونَ جَادَّتَهُمْ؟! فَالْقُلُوبُ قَاسِيَةٌ عَنْ حَظِّهَا، لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا، سَالِكَةٌ فِي غَيْرِ مِضْمَارِهَا! كَأَنَّ ٱلْمَعْنِيَّ سِوَاهَا، وَكَأَنَّ الرُّشْدَ فِي إِحْرَازِ دُنْيَاهَا.

التحذير من هول الصراط

وَٱعْلَمُوا أَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ (سراط) وَمَزَالِقِ دَحْضِهِ وَأَهَاوِيلِ زَلَلِهِ، وَتَارَاتِ أَهْوَالِهِ؛ فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهُ، وَأَنْصَبَ ٱلْخَوْفُ بَدَنَهُ، وَأَسْهَرَ التَّهَجُّدُ غِرَارَ نَوْمِهِ، وَأَظْمَأَ الرَّجَاءُ هَوَاجِرَ يَوْمِهِ، وَظَلَفَ الزُّهْدُ شَهَوَاتِهِ، وَأَوْجَفَ الذِّكْرُ بِلِسَانِهِ، وَقَدَّمَ ٱلْخَوْفَ لِأَمَانِهِ (ابانه)، وَتَنَكَّبَ ٱلْمَخَالِجَ عَنْ وَضَحِ السَّبِيلِ، وَسَلَكَ أَقْصَدَ الْمَسَالِكِ إِلَى

[illegible] - بیتابی اور اضطراب
مضض - رنج وغم کا دل تک پہنچ جانا
جرض - لعاب دہن
نواحب - ناحبہ کی جمع - بلند آواز سے رونے والیاں
غُودر - چھوڑ دیا گیا
رہیناً - قیدی
ہوام - سانپ - بچھو
نواہک - جمع ناہک - بدن کو بوسیدہ کرنے وال
عَفَتَ - مٹا دیا
الحدثان - مصدر ہے - حوادث
معالم - جمع معلم - نشان منزل
شحبہ - ہلاک ہونے والے
بضہ - ترو تازہ
نخرہ - بوسیدہ
اعباء - جمع عبء - بوجھ
لاتستعتب - رضامندی کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا ہے
زلل - لغزش
قدّہ - طریقہ
کان المعنی - گویا احکام شرعیہ کا مخاطب
مجاز - مصدر میمی ہے - گذرنا
دحض - سامان کا اٹ جانا
تارات - دفعات
انصب - تھکا دیا
اسہر - بیدار بنا دیا
ہواجر - جمع ہاجرہ دوپہر کی گرمی
ظلف - روک دیا
اوجف - تیز رفتاری سے چلا
تنکب - کنارہ کش ہو گیا
مخالج - پرکشش ٹیڑھے راستے
وضح - شاہراہ
اقصد المسالک - سب سے سیدھا راستہ

اور بستر مرگ پر قلق کی بیچینیاں[1] اور سوز و تپش کا رنج و الم اور لعاب دہن کے پھندے ہوں گے اور وہ ہنگام ہوگا جب انسان اقربا۔ اولاد۔ اعزا۔ احباب سے مدد طلب کرنے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہوگا۔ تو کیا آجتک کبھی اقربا نے موت کو دفع کر دیا ہے یا فریاد کسی کے کام آئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ مرنے والے کو تو قبرستان میں گرفتار کر دیا گیا ہے اور تنگی قبر میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہے اس عالم میں کہ کیڑے مکوڑے اس کی جلد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں اور پامالیوں نے اس کے جسم کی تازگی کو بوسیدہ کر دیا ہے۔ آندھیوں نے اس کے آثار کو مٹا دیا ہے اور روزگار کے حادثات نے اس کے نشانات کو محو کر دیا ہے۔ جسم تازگی کے بعد ہلاک ہوگئے ہیں اور ہڈیاں طاقت کے بعد بوسیدہ ہوگئی ہیں۔ روحیں اپنے بوجھ کی گرانی میں گرفتار ہیں اور اب غیب کی خبروں کا یقین آگیا ہے۔ اب نہ نیک اعمال میں کوئی اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ بدترین لغزشوں کی معافی طلب کی جا سکتی ہے۔

تو کیا تم لوگ انھیں آباء و اجداد کی اولاد نہیں ہو اور کیا انھیں کے بھائی بندے نہیں ہو کہ پھر انھیں کے نقش قدم پر چلے جا رہے ہو اور انھیں کے طریقہ کو اپنائے ہوئے ہو اور انھیں کے راستہ پر گامزن ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ دل اپنا حصہ حاصل کرنے میں سخت ہوگئے ہیں اور راہ ہدایت سے غافل ہوگئے ہیں، غلط میدانوں میں قدم جمائے ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا مخاطب ان کے علاوہ کوئی اور ہے اور شائد ساری عقلمندی دنیا ہی کے جمع کر لینے میں ہے۔

یاد رکھو تمھاری گذرگاہ صراط اور اس کی ہلاکت خیز لغزشیں ہیں۔ تمھیں ان لغزشوں کے ہولناک مراحل اور طرح طرح کے خطرناک منازل سے گذرنا ہے۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔ اُس طرح جس طرح وہ صاحب عقل ڈرتا ہے جس کے دل کو فکر آخرت نے مشغول کر لیا ہو اور اس کے بدن کو خوف خدا نے خستہ حال بنا دیا ہو اور شب بیداری نے اس کی بچی کھچی نیند کو بھی بیداری میں بدل دیا ہو اور امیدوں نے اس کے دل کی تپش کو پیاس میں گذار دیا ہو اور زہد نے اس کے خواہشات کو پیروں تلے روند دیا ہو اور ذکر خدا اس کی زبان پر تیزی سے دوڑ رہا ہو اور اس نے قیامت کے امن و امان کے لئے یہیں خوف کا راستہ اختیار کر لیا ہو اور سیدھی راہ پر چلنے کے لئے ٹیڑھی راہوں سے کترا کر چلا ہو اور مطلوبہ راستہ تک پہونچنے کے لئے معتدل ترین راستہ اختیار کیا ہو،

[1] ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان جب دنیا کے تمام مشاغل تمام کر کے بستر پر آئے تو اس خطبہ کی تلاوت کرے اور اس کے مضامین پر غور کرے۔ پھر اگر ممکن ہو تو کمرہ کی روشنی گل کر کے دروازہ بند کر کے قبر کا تصور پیدا کرے اور یہ سوچے کہ اگر اس وقت کسی طرح سانپ، بچھو حملہ آور ہو جائیں اور کمرہ کی آواز باہر نہ جا سکے اور دروازہ کھول کر بھاگنے کا امکان بھی نہ ہو تو انسان کیا کرے گا اور اس مصیبت سے کس طرح نجات حاصل کرے گا۔ شائد یہی تصور اسے قبر کے بارے میں سوچنے اور اس کے ہولناک مناظر سے بچنے کے راستے نکالنے پر آمادہ کر سکے۔ ورنہ دنیا کی رنگینیاں ایک لمحہ کے لئے بھی آخرت کے بارے میں سوچنے کا موقع نہیں دیتی ہیں اور کسی نہ کسی وہم میں مبتلا کر کے نجات کا یقین دلا دیتی ہیں اور پھر انسان اعمال سے یکسر غافل ہو جاتا ہے۔

النَّهْجِ الْمَطْلُوبِ؛ وَلَمْ تَفْتِلْهُ فَاتِلَاتُ الْغُرُورِ، وَلَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ الْأُمُورِ، ظَافِراً بِفَرْحَةِ الْبُشْرَىٰ، وَرَاحَةِ النُّعْمَىٰ، فِي أَنْعَمِ نَوْمِهِ، وَآمَنِ يَوْمِهِ. وَقَدْ عَبَرَ مَعْبَرَ الْعَاجِلَةِ حَمِيداً وَقَدَّمَ زَادَ (ذات) الْآجِلَةِ سَعِيداً وَبَادَرَ مِنْ وَجَلٍ وَأَكْمَشَ فِي مَهَلٍ، وَرَغِبَ فِي طَلَبٍ وَذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ، وَرَاقَبَ فِي يَوْمِهِ غَدَهُ وَنَظَرَ قُدُماً أَمَامَهُ. فَكَفَىٰ بِالْجَنَّةِ ثَوَاباً وَنَوَالاً وَكَفَىٰ بِالنَّارِ عِقَاباً وَوَبَالاً! وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ مُنْتَقِماً وَنَصِيراً! وَكَفَىٰ بِالْكِتَابِ حَجِيجاً وَخَصِيماً!

الوصية بالتقوى

أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِي أَعْذَرَ بِمَا أَنْذَرَ، وَاحْتَجَّ بِمَا نَهَجَ، وَحَذَّرَكُمْ عَدُوّاً نَفَذَ فِي الصُّدُورِ خَفِيّاً، وَنَفَثَ فِي الْآذَانِ نَجِيّاً، فَأَضَلَّ وَأَرْدَىٰ وَوَعَدَ فَمَنَّىٰ، وَزَيَّنَ سَيِّئَاتِ (السيات) الْجَرَائِمِ، وَهَوَّنَ مُوبِقَاتِ الْعَظَائِمِ، حَتَّىٰ إِذَا اسْتَدْرَجَ قَرِينَتَهُ، وَاسْتَغْلَقَ رَهِينَتَهُ، أَنْكَرَ مَا زَيَّنَ، وَاسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ، وَحَذَّرَ مَا أَمَّنَ.

و منها في صفة خلق الانسان

أَمْ هٰذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَشُغُفِ الْأَسْتَارِ، نُطْفَةً دِهَاقاً (دفاقا، دماقا) وَعَلَقَةً مِحَاقاً وَجَنِيناً وَرَاضِعاً وَوَلِيداً وَيَافِعاً ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْباً حَافِظاً وَلِسَاناً لَافِظاً، وَبَصَراً لَاحِظاً، لِيَفْهَمَ مُعْتَبِراً وَيُقَصِّرَ مُزْدَجِراً حَتَّىٰ إِذَا قَامَ اعْتِدَالُهُ وَاسْتَوَىٰ مِثَالُهُ، نَفَرَ مُسْتَكْبِراً، وَخَبَطَ سَادِراً، مَاتِحاً فِي غَرْبِ

لم تفتلہ ۔ اسے واپس نہ کرسکی
فاتلات ۔ بھلانے والی خواہشات
لم تعم علیہ ۔ اس پر پوشیدہ نہیں ہوئے
نعمیٰ ۔ وسعت عیش
عاجلہ ۔ دنیا
بادر من وجل ۔ خوف عذاب میں عمل کیا
اکمش ۔ تیز رفتاری سے عمل کیا
قُدُم ۔ آگے بڑھنا
حجیجا و خصیما ۔ جو مخالف پر اپنے مدعا کو ثابت کرے
نجی ۔ جس سے آہستہ بات کی جائے
قرینہ ۔ نفس امارہ جس کے ساتھ ہمیشہ شیطان رہتا ہے
استدرج ۔ دھیرے دھیرے لپیٹ میں لے لینا
انکر ما زین ۔ گمراہ کرنے کے بعد بیزاری شروع کردی
شُغف ۔ جمع شغاف ۔ غلاف قلب
دھاق ۔ اچھلنے والا
محاقا ۔ جس میں ہر شکل و صورت محو ہوجائے
یافع ۔ ۲۰ سال کے قریب کا جوان
سادر ۔ متحیر
متح الماء ۔ ڈول سے پانی نکالا
غرب ۔ ڈول

(۱) انسان کی صورت حال یہ ہے کہ اس کے سامنے جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔ نہ جنت سے بہتر کوئی راحت کی جگہ ہے اور نہ جہنم سے بدتر کوئی مصیبت کی جگہ۔ وہ ایک دوراہے پر کھڑا ہے لیکن اس کی مشکل یہ ہے کہ کتاب خدا اس کی خلاف بیان دینے کے لئے تیار ہے کہ میں نے سارے احکام واضح طور پر بیان کردیئے تھے لیکن اس شخص نے میرے کسی حکم پر عمل نہیں کیا اور پروردگار بھی جہاں بہترین مددگار ہے وہیں سخت ترین انتقام لینے والا بھی ہے۔ ایسی صورت حال میں انسان کس طرح عذاب سے نجات پائے گا اور کس طرح جنت کا استحقاق پیدا کرے گا۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے جس کے بارے میں ہر انسان کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا پڑے گا۔

نہ خوش فریبیوں نے اس میں اضطراب پیدا کیا ہو اور نہ مشتبہ امور نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہو۔ بشارت کی مسرت اور نعمتوں کی راحت حاصل کرلی ہو۔ دنیا کی گذرگاہ سے قابل تعریف انداز سے گذر جائے اور آخرت کا زادِ راہ نیک بختی کے ساتھ آگے بھیج دے۔ وہاں کے خطرات کے پیش نظر عمل میں سبقت کی اور مہلت کے اوقات میں تیز رفتاری سے قدم بڑھایا۔ طلب آخرت میں رغبت کے ساتھ آگے بڑھا اور برائیوں سے مسلسل فرار کرتا رہا۔ آج کے دن کل پر نگاہ رکھی اور ہمیشہ اگلی منزلوں کو دیکھتا رہا۔ یقیناً ثواب اور عطا کیلئے جنت اور عذاب و وبال کے لئے جہنم سے بالاتر کیا ہے اور پھر خدا سے بہتر مدد کرنے والا اور انتقام لینے والا کون ہے اور قرآن کے علاوہ حجت اور سند کیا ہے۔(۱)

بندگانِ خدا! میں تمھیں اس خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے ڈرانے والی اشیاء کے ذریعہ عذر کا خاتمہ کر دیا ہے اور راستہ دکھا کر حجت تمام کر دی ہے۔ تمھیں اس دشمن[1] سے ہوشیار کر دیا ہے جو خاموشی سے دلوں میں نفوذ کر جاتا ہے اور چپکے سے کان میں پھونک دیتا ہے اور اس طرح گمراہ اور ہلاک کر دیتا ہے اور وعدہ کرکے امیدوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بدترین جرائم کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے اور مہلک گناہوں کو آسان بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اپنے ساتھی نفس کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اپنے قیدی کو باقاعدہ گرفتار کر لیتا ہے تو جس کو خوبصورت بنایا تھا اسی کو منکر بنا دیتا ہے اور جسے آسان بنایا تھا اسی کو عظیم کہنے لگتا ہے اور جس کی طرف سے محفوظ بنا دیا تھا اسی سے ڈرانے لگتا ہے۔

ذرا اس مخلوق کو دیکھو جسے بنانے والے نے رحم کی تاریکیوں اور متعدد پردوں کے اندر یوں بنایا کہ اچھلتا ہوا نطفہ تھا پھر منجمد خون بنا۔ پھر جنین بنا۔ پھر رضاعت کی منزل میں آیا پھر طفل نوخیز بنا پھر جوان ہوگیا اور اس کے بعد مالک نے اسے[2] محفوظ کرنے والا دل، بولنے والی زبان، دیکھنے والی آنکھ عنایت کر دی تاکہ عبرت کے ساتھ سمجھ سکے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے۔ لیکن جب اس کے اعضاء میں اعتدال پیدا ہوگیا اور اس کا قد و قامت اپنی منزل تک پہونچ گیا تو غرور و تکبر سے اکڑ گیا اور اندھے پن کے ساتھ بھٹکنے لگا اور ہوا و ہوس کے ڈول بھر بھر کر کھینچنے لگا۔

(۱) پروردگار کا کرم ہے کہ اس نے قرآن مجید میں بار بار قصۂ آدمؑ و ابلیس کو دہرا کر اولاد آدمؑ کو متوجہ کر دیا ہے کہ یہ تمہارے بابا آدمؑ کا دشمن تھا اور اسی نے انھیں جنت کی خوشگوار فضاؤں سے نکالا تھا اور پھر جب سے بارگاہِ الٰہی سے نکالا گیا ہے مسلسل اولاد آدمؑ سے انتقام لینے پر تلا ہوا ہے اور ایک لمحۂ فرصت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ہنر یہ ہے کہ گناہوں کے وقت گناہوں کو معمولی اور مزین بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد جب انسان ان کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس کے ذہنی کرب کو بڑھانے کے لئے گناہ کی اہمیت و عظمت کا احساس دلاتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتا ہے۔

(۲) مالک کائنات کے کروڑوں احسانات میں سے یہ تین احسانات ایسے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو انسان کا وجود جانوروں سے بدتر ہو کر رہ جاتا اور انسان کسی قیمت پر اشرف مخلوقات کہے جانے کے قابل نہ ہوتا۔

مالک نے پہلا کرم یہ کیا کہ دنیا کے حالات سے باخبر بنانے کے لئے آنکھیں دے دیں۔ اس کے بعد اپنے جذبات و خیالات کے اظہار کیلئے زبان دے دی اور پھر معلومات سے کسی وقت بھی فائدہ اٹھانے کے لئے حافظہ دے دیا ورنہ یہ حافظہ نہ ہوتا تو بار بار اشیاء کا سامنے آنا ناممکن ہوتا اور انسان صاحب علم ہونے کے بعد بھی جاہل ہی رہ جاتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

هَوَاهُ، كَادِحاً سَعْياً لِدُنْيَاهُ، فِي لَذَّاتِ طَرَبِهِ،
وَ بَدَوَاتِ أَرَبِهِ، ثُمَّ لَا يَحْتَسِبُ رَزِيَّةً،
وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً؛ فَمَاتَ فِي فِتْنَتِهِ غَرِيراً
وَ عَاشَ فِي هَفْوَتِهِ يَسِيراً (اسيراً) لَمْ يُفِدْ
عِوَضاً (غرضاً) وَلَمْ يَقْضِ مُفْتَرَضاً. دَهِمَتْهُ
فَجَعَاتُ الْمَنِيَّةِ فِي غُبَّرِ (غبر) جِمَاحِهِ.
وَ سَنَنِ مِرَاحِهِ، فَظَلَّ سَادِراً، وَ بَاتَ سَاهِراً
فِي غَمَرَاتِ الْآلَامِ، وَ طَوَارِقِ الْأَوْجَاعِ
وَالْأَسْقَامِ، بَيْنَ أَخٍ شَقِيقٍ، وَ وَالِدٍ شَفِيقٍ،
وَدَاعِيَةٍ بِالْوَيْلِ جَزَعاً، وَلَادِمَةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقاً
وَالْمَرْءُ فِي سَكْرَةٍ مُلْهِثَةٍ وَ غَمْرَةٍ كَارِثَةٍ
وَ أَنَّةٍ مُوجِعَةٍ وَ جَذْبَةٍ مُكْرِبَةٍ، وَ سَوْقَةٍ مُتْعِبَةٍ.
ثُمَّ أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ مُبْلِساً (مبلساً) وَجُذِبَ مُنْقَاداً
سَلِساً ثُمَّ أُلْقِيَ عَلَى الْأَعْوَادِ رَجِيعَ وَصَبٍ، وَ نِضْوَ
سَقَمٍ، تَحْمِلُهُ حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ، وَحَشَدَةُ الْإِخْوَانِ،
إِلَى دَارِ غُرْبَتِهِ، وَ مُنْقَطَعِ زَوْرَتِهِ وَ مُفْرَدِ
وَحْشَتِهِ حَتَّى إِذَا انْصَرَفَ الْمُشَيِّعُ، وَ رَجَعَ
الْمُتَفَجِّعُ (متفجع) أُقْعِدَ فِي حُفْرَتِهِ نَجِيّاً لِبَهْتَةِ
السُّؤَالِ وَ عَثْرَةِ الْإِمْتِحَانِ. وَ أَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ
بَلِيَّةً نُزُولُ الْحَمِيمِ، وَ تَصْلِيَةُ الْجَحِيمِ وَ فَوْرَاتُ
السَّعِيرِ وَ سَوْرَاتُ الزَّفِيرِ (السعير). لَا فَتْرَةٌ مُرِيحَةٌ
وَلَا دَعَةٌ مُزِيحَةٌ وَلَا قُوَّةٌ حَاجِزَةٌ وَ لَا مَوْتَةٌ نَاجِزَةٌ،
وَلَا سِنَةٌ مُسَلِّيَةٌ، بَيْنَ أَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ،
وَ عَذَابِ السَّاعَاتِ! إِنَّا بِاللهِ عَائِذُونَ!

کادح - بے پناہ کوشش کرنے والا.
بدوات - جو مرغوب شے سامنے آجائے
رزیۃ - مصیبت
تقیہ - خوف خدا
غریر - مغرور - فریب خوردہ
ہفوات - بیہودہ باتیں
لم یفد - لم یستفد - کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا
دہمتہ - ڈھانپ لیا
غبر جماح - بچی کھچی سرکشی
سنن - راستہ - طریقہ
سادر - متحیر
لادمہ - سینہ کوٹنے والی
غمرہ - شدت
انۃ - درد کی چیخ
جذبہ مکربہ - وقت احتضار سانس کا کھنچاؤ
سوقہ - نزع روح میں سرعت
ابلس - مایوس ہوگیا
سلس - آسان
رجیع - مسلسل سفر سے درماندہ
نضو - لاغر
حفدہ - مددگار (اولاد)
حشدہ - مدد میں تیزی کرنے والے
بہتۃ السوال - وقت سوال کی بیخودی
عثرۃ - لغزش
حمیم - کھولتا پانی
تصلیہ - جلانا (داخلہ جہنم)
سورہ - شدت
زفیر - شعلہ کی آواز
فترہ - لمحہ سکون
دعہ - راحت
ناجزہ - حاضر
سنہ - اونگھ
اطوار الموتات - قسم قسم کی موت

طرب کی لذّتوں اور خواہشات کی تمناؤں میں دنیا کے لئے انتھک کوشش کرنے لگا۔ نہ کسی مصیبت کا خیال رہ گیا اور نہ کسی خوف وخطر کا اثر رہ گیا۔ فتنوں کے درمیان فریب خوردہ مرگیا اور مختصر سی زندگی کو بیہودگیوں میں گذار گیا۔ نہ کسی اجر کا انتظام کیا اور نہ کسی فریضہ کو ادا کیا۔ اسی باقیماندہ سرکشی کے عالم میں مرگ بار مصیبتیں اس پر ٹوٹ پڑیں اور وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ اب راتیں جاگنے میں گذر رہی تھیں کہ شدید قسم کے آلام تھے اور طرح طرح کے امراض واسقام۔ جب کہ حقیقی بھائی اور مہربان باپ اور فریاد کرنے والی ماں اور اضطراب سے سینہ کوبی کرنے والی بہن بھی موجود تھی لیکن انسان سکرات موت کی مدہوشیوں۔ شدید قسم کی بدحواسیوں۔ دردناک قسم کی فریادوں اور کرب انگیز قسم کی نزع کی کیفیتوں اور تھکا دینے والی شدّتوں میں مبتلا تھا۔

اس کے بعد اسے مایوسی کے عالم میں کفن میں لپیٹ دیا گیا اور وہ نہایت درجہ آسانی اور خود سپردگی کے ساتھ کھینچا جانے لگا اس کے بعد اسے تختہ پر لٹا دیا گیا اس عالم میں کہ خستہ حال اور بیماریوں سے نڈھال ہوچکا تھا۔ اولاد اور برادری کے لوگ اسے اٹھا کر اس گھر کی طرف لے جارہے تھے جو غربت کا گھر تھا اور جہاں ملاقاتوں کا سلسلہ بند تھا اور تنہائی کی وحشت کا دور دورہ تھا یہاں تک کہ جب مشایعت کرنے والے واپس آگئے اور گریہ وزاری کرنے والے پلٹ گئے تو اسے قبر میں دوبارہ اٹھا کر بٹھا دیا گیا سوال وجواب کی دہشت اور امتحان کی لغزشوں کا سامنا کرنے کے لئے۔ اور وہاں کی سب سے بڑی مصیبت تو کھولتے ہوئے پانی کا نزول اور جہنم کا ورود ہے جہاں آگ بھڑک رہی ہوگی اور شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ نہ کوئی راحت کا وقفہ ہوگا اور نہ سکون کا لمحہ۔ نہ کوئی طاقت عذاب کو روکنے والی ہوگی اور نہ کوئی موت سکون بخش ہوگی۔ حد یہ ہے کہ کوئی تسلّی بخش نیند بھی نہ ہوگی۔ طرح طرح کی موتیں ہوں گی اور دمبدم کا عذاب۔ بیشک ہم اس منزل پر پروردگار کی پناہ کے طلبگار ہیں۔

۱؎ ہائے رے انسان کی بیکسی۔ ابھی غفلت کا سلسلہ تمام نہ ہوا تھا اور لذّت اندوزیٔ حیات کا تسلسل قائم تھا کہ اچانک حضرت ملک الموت نازل ہوگئے اور ایک لمحہ کی مہلت دئے بغیر لیجانے کے لئے تیار ہوگئے۔ انسان صحرا بیابان اور ویرانہ، دشت وجبل میں نہیں ہے گھر کے اندر ہے۔ اِدھر اولاد اُدھر احباب۔ اِدھر مہربان باپ اُدھر سر وسینہ پیٹنے والی ماں۔ اِدھر حقیقی بھائی اُدھر قربان ہونے والی بہن۔ لیکن کوئی کرب موت کے لمحہ میں تخفیف بھی نہیں کرا سکتا ہے اور نہ مرنے والے کے کسی کام آسکتا ہے بلکہ اس سے زیادہ کربناک یہ منظر ہے کہ اس کے بعد اپنے ہی ہاتھوں سے کفن میں لپیٹا جارہا ہے اور سانس لینے کے لئے بھی کوئی راستہ نہیں چھوڑا جارہا ہے اور پھر نہایت درجہ ادب واحترام سے قبر کے اندھیرے میں ڈال کر چاروں طرف سے بند کردیا جاتا ہے کہ کوئی سوراخ بھی نہ رہنے پائے اور ہوا یا روشنی کا گذر بھی نہ ہونے پائے۔

کسی کے منھ سے نہ نکلا ہمارے دفن کے وقت
کہ خاک ان پہ نہ ڈالو یہ ہیں نہائے ہوئے

اور اتنا ہی نہیں بلکہ حضرات خود بھی خاک ڈالنے ہی کو محبت کی علامت اور دوستی کے حق کی ادائیگی تصور کر رہے ہیں:

مٹھیوں میں خاک لے کر دوست آئے وقتِ دفن
زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے

-انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عِبَادَاللهِ، أَيْنَ ٱلَّذِينَ عُمِّرُوا فَنَعِمُوا، وَ عُلِّمُوا فَفَهِمُوا، وَأُنْظِرُوا فَلَهَوْا، وَسُلِّمُوا فَنَسُوا! أُمْهِلُوا طَوِيلاً وَ مُنِحُوا جَمِيلاً وَ حُذِّرُوا أَلِيماً، وَ وُعِدُوا جَسِيماً(جميلا)! آحْذَرُوا الذُّنُوبَ ٱلْمُوَرِّطَةَ وَٱلْعُيُوبَ ٱلْمُسْخِطَةَ.

أُولِي ٱلْأَبْصَارِ وَٱلْأَسْمَاعِ، وَٱلْعَافِيَةِ وَٱلْمَتَاعِ، هَلْ مِنْ مَنَاصٍ أَوْ خَلَاصٍ. أَوْ مَعَاذٍ أَوْ مَلَاذٍ، أَوْ فِرَارٍ أَوْ مَحَارٍ! أَمْ لَا؟ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ! أَمْ أَيْنَ تُصْرَفُونَ! أَمْ بِمَاذَا تَغْتَرُّونَ! وَ إِنَّمَا حَظُّ أَحَدِكُمْ مِنَ ٱلْأَرْضِ، ذَاتِ الطُّولِ وَٱلْعَرْضِ، قِيدُ قَدِّهِ، مُتَعَفِّراً عَلَىٰ خَدِّهِ! الْآنَ عِبَادَاللهِ وَٱلْخِنَاقُ مُهْمَلٌ، وَالرُّوحُ مُرْسَلٌ، فِي فَيْنَةِ ٱلْإِرْشَادِ، وَرَاحَةِ الْأَجْسَادِ، وَ بَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ، وَمَهَلِ الْبَقِيَّةِ، وَأُنُفِ ٱلْمَشِيَّةِ، وَإِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَانْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ، قَبْلَ الضَّنْكِ وَٱلْمَضِيقِ، وَالرَّوْعِ وَالزُّهُوقِ، وَ قَبْلَ قُدُومِ ٱلْغَائِبِ ٱلْمُنْتَظَرِ وَإِخْذَةِ الْعَزِيزِ ٱلْمُقْتَدِرِ.

قال الشريف: و في الخبر: أنه لما خطب بهذه الخطبة اقشعرت لها الجلود، و بكت العيون، ورجفت القلوب. و من الناس من يسمي هذه الخطبة: «الغراء».

٨٤

و من خطبة له (عليه السلام)

في ذكر عمرو بن العاص

عَجَباً لِابْنِ النَّابِغَةِ[۱]! يَزْعُمُ لِأَهْلِ الشَّامِ أَنَّ فِي دُعَابَةً، وَ أَنِّي آمْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ: أُعَافِسُ وَ أُمَارِسُ! لَقَدْ قَالَ بَاطِلاً، وَ نَطَقَ آثِماً. أَمَا- وَ شَرُّ ٱلْقَوْلِ ٱلْكَذِبُ- إِنَّهُ لَيَقُولُ فَيَكْذِبُ، وَ يَعِدُ فَيُخْلِفُ وَ يُسْأَلُ فَيَبْخَلُ، وَ يَسْأَلُ فَيُلْحِفُ، وَ يَخُونُ ٱلْعَهْدَ، وَ يَقْطَعُ ٱلْإِلَّ؛ فَإِذَا كَانَ عِنْدَالْحَرْبِ فَأَيُّ زَاجِرٍ وَ آمِرٍ هُوَ! مَا لَمْ تَأْخُذِ

مورطہ - مہلک
مناص - چھٹکارا
محار - دنیا میں واپسی
قید قد - مقدار قامت
متعفراً - خاک آلود
خناق - گلے کا پھندہ
اہمال - ڈھیلا ہونا
فینہ - وقت
باحہ - صحن
انف - ابتداء
حوبہ - حاجت
انفساح - وسعت
ضنک - شدت
روع - خوف
زہوق - اضمحلال
غائب منتظر - موت
نابغہ - وہ عورت جو بدکاری میں شہرت رکھتی ہو
دعابہ - مزاح
تلعابہ - کھیل کود میں لگا رہنے والا
معافسہ - ہنسی مذاق کرنا
الحاف - اصرار
اِلّ - قرابت

(۱) عمرو عاص کی ماں جاہلیت میں کافی شہرت رکھتی تھی اس لئے اسے ابن النابغہ کہا گیا ہے اور اس کا کردار بھی اس کے نسب کی بہترین دلیل تھا کہ اتنا بڑا جھوٹ کوئی صحیح نسب والا نہیں بول سکتا ہے۔

مصادر خطبہ ۸۴ عیون الاخبار ۲ ص ۱ ، العقد الفرید ۲ ص ۲۸۵ ، الامتاع والموانسہ توحیدی ۳ ص ۱۸۳ ، المحاسن والمساوی ص ۴۵ ، انساب الاشراف ۲ ص ۱۴۵ ، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۳۱ ، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص ۱۱ ، ۳ ص ۵۹ ، ۴ ص ۸۹

بندگانِ خدا ! کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں عمریں دی گئیں تو خوب مزے اڑائے اور بتایا گیا تو سب سمجھ گئے لیکن مہلت دی گئی تو غفلت میں پڑ گئے، صحت و سلامتی دی گئی تو اس نعمت کو بھول گئے۔ انھیں کافی طویل مہلت دی گئی اور کافی اچھی نعمتیں دی گئیں اور انھیں دردناک عذاب سے ڈرایا بھی گیا اور بہترین نعمتوں کا وعدہ بھی کیا گیا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اب تم لوگ مہلک گناہوں سے پرہیز کرو اور خدا کو ناراض کرنے والے عیوب سے دور رہو۔ تم صاحبان سماعت و بصارت اور اہل عافیت و ثروت ہو بتاؤ کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارہ کی کوئی گنجائش ہے۔ کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ ہے۔ کوئی جائے فرار یا دنیا میں واپسی کی کوئی صورت ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو کدھر بہکے جا رہے ہو اور کہاں تم کو لے جایا جا رہا ہے یا کس دھوکہ میں پڑے ہو۔؟

یاد رکھو اس طویل و عریض زمین میں تمھاری قسمت صرف بقدر قامت جگہ ہے جہاں رخساروں کو خاک پر رہنا ہے۔

بندگانِ خدا ! ابھی موقع ہے۔ رسّی ڈھیلی ہے۔ روح آزاد ہے۔ تم ہدایت کی منزل اور جسمانی راحت کی جگہ پر ہو۔ مجلسوں کے اجتماع میں ہو اور بقیہ زندگی کی مہلت سلامت ہے اور راستہ اختیار کرنے کی آزادی ہے اور توبہ کی مہلت ہے اور جگہ کی وسعت ہے قبل اس کے کہ تنگیٔ لحد۔ ضیق مکان۔ خوف اور جانکنی کا شکار ہو جاؤ اور قبل اس کے کہ وہ موت آجائے جس کا انتظار ہو رہا ہے اور وہ پروردگار اپنی گرفت میں لے لے جو صاحب عزت و غلبہ اور صاحب طاقت و قدرت ہے۔

سید رضیؒ۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرتؑ نے اس خطبہ کو ارشاد فرمایا تو لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرزنے لگے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو "خطبۂ غرّاء" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

۸۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں عمرو عاص کا ذکر کیا گیا ہے)

تعجب ہے نابغہ[۱] کے بیٹے سے۔ کہ یہ اہل شام سے بیان کرتا ہے کہ میرے مزاج میں مزاح پایا جاتا ہے اور میں کوئی کھیل تماشہ والا انسان ہوں اور ہنسی مذاق میں لگا رہتا ہوں۔ یقیناً اس نے یہ بات غلط کہی ہے اور اس کی بنا پر گنہگار بھی ہوا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بدترین کلام غلط بیانی ہے اور یہ جب بولتا ہے تو جھوٹ ہی بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی ہی کرتا ہے اور جب اس سے کچھ مانگا جاتا ہے تو بخل ہی کرتا ہے اور جب خود مانگتا ہے تو چمٹ جاتا ہے۔ عہد و پیمان میں خیانت کرتا ہے۔ قرابتوں میں قطع رحم کرتا ہے۔ جنگ کے وقت دیکھو تو کیا کیا امر و نہی کرتا ہے جب تک تلواریں اپنی منزل پر زور نہ پکڑ لیں۔

السُّيُوفُ مَآخِذَهَا، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ أَكْبَرُ مَكِيدَتِهِ أَنْ يَمْنَحَ الْقِرْمَ (قوم) سُبَّتَهُ. أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَيَمْنَعُنِي مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ، وَإِنَّهُ لَيَمْنَعُهُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْآخِرَةِ، إِنَّهُ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتَّىٰ شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهُ أَتِيَّةً، وَيَرْضَخَ لَهُ عَلَىٰ تَرْكِ الدِّينِ رَضِيخَةً.

۸۵

و من خطبه له ﴿عليه السلام﴾

وفيها صفات ثمانٍ من صفات الجلال

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ: الْأَوَّلُ لَا شَيْءَ قَبْلَهُ، وَالْآخِرُ لَا غَايَةَ لَهُ، لَا تَقَعُ الْأَوْهَامُ لَهُ عَلَى صِفَةٍ، وَلَا تُعْقَدُ الْقُلُوبُ مِنْهُ عَلَىٰ كَيْفِيَّةٍ، وَلَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَالتَّبْعِيضُ، وَلَا تُحِيطُ بِهِ الْأَبْصَارُ وَالْقُلُوبُ.

ومنها: فَاتَّعِظُوا عِبَادَ اللهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ، وَاعْتَبِرُوا بِالْآيِ السَّوَاطِعِ، وَازْدَجِرُوا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ، وَانْتَفِعُوا بِالذِّكْرِ وَالْمَوَاعِظِ، فَكَأَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ مَخَالِبُ الْمَنِيَّةِ، وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَائِقُ الْأُمْنِيَّةِ، وَدَهِمَتْكُمْ مُفْظِعَاتُ الْأُمُورِ، وَالسِّيَاقَةُ إِلَى الْوِرْدِ الْمَوْرُودِ، فَـ«كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ»: سَائِقٌ يَسُوقُهَا إِلَىٰ مَحْشَرِهَا، وَشَاهِدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا.

و منها في صفة الجنة

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ، وَمَنَازِلُ مُتَفَاوِتَاتٌ، لَا يَنْقَطِعُ نَعِيمُهَا، وَلَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا، وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا، وَلَا يَبْأَسُ (ييأس) سَاكِنُهَا.

۸۶

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و فيها بيان صفات الحق جل جلاله، ثم عظة الناس بالتقوى والمشورة

قَدْ عَلِمَ السَّرَائِرَ، وَخَبَرَ الضَّمَائِرَ، لَهُ الْإِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَالْغَلَبَةُ

سُبّہ - عقبی شرمگاہ
اَتیہ - عطیہ
رضیخہ - مال قلیل
الآئی - جمع آیہ - دلیل
سواطع - روشن اور واضح
بوالغ - مکمل طور پر واضح
نذر - ڈرانے والی چیزیں
مفظعات - دہشتناک
ورد - چشمہ (موت)
یئس - محتاج ہوگیا

① یہ ابن عاص کی بے حیائی کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے مولائے کائنات کی تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے کو برہنہ کر دیا تھا اور جب آپ نے منھ پھیر لیا تو فوراً فرار کر گیا۔ بالکل وہی انداز جو میدان اُحد میں طلحہ بن ابی طلحہ نے اختیار کیا تھا اور جس کی نقل عمر عاص کے بعد بسر بن ابی ارطاہ نے کی اور اس طرح تمام دشمنان علیؑ اپنی حقیقت کو بے نقاب کرتے رہے اور مورخین اسلام کی طرف سے عظیم ترین القاب اور خلفاء اسلام کے دربار سے بہترین انعامات وصول کرتے رہے اور شرافتِ انسانی ان حالات پر آٹھ آٹھ آنسو روتی رہی۔
بریں عقل و دانش بباید گریست

مصادر خطبہ ۸۵ حلیۃ الاولیاء ۱ ص۸۰، عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی، تذکرۃ الخواص ص۱۳۱، مطالب السؤول ابن طلحہ شافعی ۱ ص۱۴۰،
مصادر خطبہ ۸۶ الاخبار الطوال ص۱۳۵، تحف العقول ص۱۰۰-۱۰۱، محاسن برقی ص۲۳۳، ۲۳۴ المجالس مفیدؒ ص۱۲۰، مشکوٰۃ الانوار طبرسیؒ ص۱۵۶،
غرر الحکم آمدی - کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱۰، من لا یحضرہ الفقیہ ۱ ص۱۳۲

ورنہ جب ایسا ہو جاتا ہے تو اس کا سب سے بڑا حربہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے سامنے اپنی پشت کو پیش کر دے۔[۱] خدا گواہ ہے کہ مجھے کھیل کود سے یادِ موت نے روک رکھا ہے اور اسے حرفِ حق سے نسیانِ آخرت نے روک رکھا ہے۔ اس نے معاویہ کی بھی اس وقت تک نہیں کی جب تک اس سے یہ طے نہیں کر لیا کہ اسے کوئی ہدیہ دے گا اور اس کے سامنے ترکِ دین پر کوئی تحفہ پیش کرے گا۔

۸۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں پروردگار کے آٹھ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ ایسا اول ہے جس سے پہلے کچھ نہیں ہے اور ایسا آخر ہے جس کی کوئی حد معین نہیں ہے۔ خیالات اس کی کسی صفت کا ادراک نہیں کر سکتے ہیں اور دل اس کی کوئی کیفیت طے نہیں کر سکتا ہے۔ اس کی ذات کے نہ اجزا ہیں اور نہ ٹکڑے اور نہ وہ دل و نگاہ کے احاطہ کے اندر آسکتا ہے۔

بندگانِ خدا! مفید عبرتوں سے نصیحت حاصل کرو اور واضح نشانیوں سے عبرت لو۔ بلیغ ڈرانے والی چیزوں سے اثر قبول کرو اور ذکر و موعظت سے فائدہ حاصل کرو۔ یہ سمجھو کہ گویا موت اپنے پنجے تمہارے اندر گاڑ چکی ہے اور امیدوں کے رشتے تم سے منقطع ہو چکے ہیں اور دہشت ناک حالات نے تم پر حملہ کر دیا ہے اور آخری منزل کی طرف لے جانے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ یاد رکھو کہ "ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہے اور ایک گواہ رہتا ہے"۔ ہنکانے والا قیامت کی طرف کھینچ کر لے جا رہا ہے اور گواہی دینے والا اعمال کی نگرانی کر رہا ہے۔

صفاتِ جنّت

اس کے درجات مختلف ہیں اور اس کی منزلیں پست و بلند ہیں لیکن اس کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں اور اس کے باشندوں کو کہیں اور کوچ کرنا نہیں ہے۔ اس میں ہمیشہ رہنے والا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا ہے اور اس کے رہنے والوں کو فقر و فاقہ سے سابقہ نہیں پڑتا ہے۔

۸۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں صفاتِ خالق "جلّ جلالہ" کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر لوگوں کو تقویٰ کی نصیحت کی گئی ہے)

بیشک وہ پوشیدہ اسرار کا عالم اور دلوں کے رازوں سے باخبر ہے۔ اسے ہر شے پر احاطہ حاصل ہے اور وہ ہر شے پر غالب ہے۔

[۱] بعض اوقات یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب جنّت میں ہر نعمت کا انتظام ہے اور وہاں کی کوئی خواہش مسترد نہیں ہو سکتی ہے تو ان درجات کا فائدہ ہی کیا ہے۔ پست منزل والا جیسے ہی بلند منزل کی خواہش کرے گا وہاں پہونچ جائے گا اور یہ سب درجات بیکار ہو کر رہ جائیں گے۔ لیکن اس کا واضح سا جواب یہ ہے کہ جنت ان لوگوں کا مقام نہیں ہے جو اپنی منزل نہ پہچانتے ہوں اور اپنی اوقات سے بلند تر جگہ کی ہوس رکھتے ہوں۔ ہوس کا مقام جہنم ہے جنّت نہیں ہے۔ جنت والے اپنے مقامات کو پہچانتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بلند مقامات والوں کے خادم اور نوکر ہیں تو خدمت کے سہارے دیگر نوکروں کی طرح بلند منازل تک پہونچ جائیں جس کی طرف امامؑ نے اشارہ فرمایا ہے کہ "ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ جنّت میں ہمارے درجہ میں ہوں گے"۔

لِكُلِّ شَيْءٍ، وَالْقُوَّةُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ.

عظة الناس

فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ مِنْكُمْ فِي أَيَّامِ مَهَلِهِ، قَبْلَ إِرْهَاقِ أَجَلِهِ، وَ فِي فَرَاغِهِ قَبْلَ أَوَانِ شُغُلِهِ، وَ فِي مُتَنَفَّسِهِ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ، وَلْيُمَهِّدْ لِنَفْسِهِ وَقَدَمِهِ، وَلْيَتَزَوَّدْ مِنْ دَارِ ظَعْنِهِ لِدَارِ إِقَامَتِهِ. فَاللهَ اللهَ أَيُّهَا النَّاسُ، فِيمَا اسْتَحْفَظَكُمْ (احفظكم) مِنْ كِتَابِهِ، وَاسْتَوْدَعَكُمْ مِنْ حُقُوقِهِ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى، وَلَمْ يَدَعْكُمْ فِي جَهَالَةٍ وَلَا عَمًى قَدْ سَمَّىٰ آثَارَكُمْ، وَ عَلِمَ أَعْمَالَكُمْ، وَ كَتَبَ آجَالَكُمْ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ «الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ» وَ عَمَّرَ فِيكُمْ نَبِيَّهُ أَزْمَاناً، حَتَّىٰ أَكْمَلَ لَهُ وَ لَكُمْ - فِيمَا أَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهِ - دِينَهُ الَّذِي رَضِيَ لِنَفْسِهِ؛ وَأَنْهَىٰ إِلَيْكُمْ - عَلَىٰ لِسَانِهِ - مَحَابَّهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَ مَكَارِهَهُ، وَ نَوَاهِيَهُ وَ أَوَامِرَهُ، وَأَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ الْمَعْذِرَةَ، وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ وَ قَدَّمَ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ، وَأَنْذَرَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ. فَاسْتَدْرِكُوا بَقِيَّةَ أَيَّامِكُمْ، وَاصْبِرُوا لَهَا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّهَا قَلِيلٌ فِي كَثِيرِ الْأَيَّامِ الَّتِي تَكُونُ مِنْكُمْ فِيهَا الْغَفْلَةُ، وَالتَّشَاغُلُ عَنِ الْمَوْعِظَةِ؛ وَلَا تُرَخِّصُوا لِأَنْفُسِكُمْ، فَتَذْهَبَ بِكُمُ الرُّخَصُ مَذَاهِبَ الظَّلَمَةِ، وَ لَا تُدَاهِنُوا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْإِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ. عِبَادَ اللهِ، إِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهِ أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهِ؛ وَ إِنَّ أَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهِ أَعْصَاهُمْ لِرَبِّهِ؛ وَالْمَغْبُونُ مَنْ غَبَنَ نَفْسَهُ، وَالْمَغْبُوطُ مَنْ سَلِمَ لَهُ دِينُهُ، «وَالسَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ». وَالشَّقِيُّ مَنِ انْخَدَعَ لِهَوَاهُ وَ غُرُورِهِ. وَاعْلَمُوا أَنَّ «يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ»[1]، وَ مُجَالَسَةَ أَهْلِ الْهَوَىٰ مَنْسَاةٌ لِلْإِيمَانِ، وَ مَحْضَرَةٌ لِلشَّيْطَانِ. جَانِبُوا الْكَذِبَ فَإِنَّهُ مُجَانِبٌ لِلْإِيمَانِ. الصَّادِقُ عَلَىٰ شَفَا مَنْجَاةٍ وَ كَرَامَةٍ. وَ الْكَاذِبُ عَلَىٰ شَرَفِ مَهْوَاةٍ وَ مَهَانَةٍ. وَلَا تَحَاسَدُوا، فَإِنَّ الْحَسَدَ[2] يَأْكُلُ الْإِيمَانَ «كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ»، «وَلَا تَبَاغَضُوا فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ»، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَمَلَ يُسْهِي الْعَقْلَ، وَ يُنْسِي الذِّكْرَ. فَأَكْذِبُوا الْأَمَلَ فَإِنَّهُ غُرُورٌ، وَ صَاحِبُهُ مَغْرُورٌ.

ارہاق اجل - موت کا تلافی کی راہ میں حائل ہونا

کظم - حلق

سمّیٰ آثارکم - تمہارے اعمال بیان کردیئے ہیں

عمّر نبیّہ - ایک مدّت تک باقی رکھاہے

محابّ - نیک اعمال

ظلمہ - ظالم کی جمع ہے

مداہنہ - باطن کے خلاف کا مظاہرہ

مغبون - فریب خوردہ

مغبوط - جس پر رشک کیا جائے

ریاء - دوسروں کو دکھانے کے لئے عمل انجام دینا

منساۃ - محل نسیان

محضرۃ - محل حضور

حالقۃ - محو کر دینے والا

(۱) غیر خدا کے لئے عمل انجام دینا اسے خدائی کے مرتبہ تک پہنچا دینے کے مرادف ہے اور اسی کا نام شرک ہے - کاش دنیا داری کے لئے دین کا کام کرنے والے اور دولت یا شہرت کے لئے مذہبی امور کے انجام دینے والے اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے - روایات میں وارد ہوا ہے کہ روز قیامت ریاکار کو اس کے حوالہ کر دیا جائے گا جسے دکھلانے کے لئے عمل انجام دیا تھا -

(۲) یاد رہے کہ حسد ایمان کو جلا کر فنا کر دیتا ہے اور محبت علیؑ کا دوسرا نام ایمان ہے لہٰذا حسد کا جذبہ محبت اہلبیتؑ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا ہے - اگر کسی شخص میں حسد پایا جاتا ہے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے دل میں محبت اہلبیتؑ کا گذر نہیں ہے ورنہ محبت ہرگز حسد کو اپنے علاقہ میں داخل نہ ہونے دیتی اور محبّ اہلبیتؑ کس سے حسد کرے گا اس سے بڑی دولت اور کس کے پاس ہے - کیا کائنات میں محبت آل محمدؐ سے بالاتر بھی کوئی عزت اور دولت پائی جاتی ہے کہ محبّ اہلبیتؑ اسے دیکھ کر حسد کا شکار ہو جائے - استغفر اللہ!

ر طاقت رکھنے والا ہے۔

موعظہ

تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ مہلت کے دنوں میں عمل کرے قبل اس کے کہ موت حائل ہو جائے اور فرصت کے دنوں میں کام کرے
ل اس کے کہ مشغول ہو جائے۔ ابھی جب کہ سانس لینے کا موقع ہے قبل اس کے کہ گلا گھونٹ دیا جائے۔ اپنے نفس اور اپنی منزل کے لئے
امان مہیا کر لے اور اس کوچ کے گھر سے اُس قیام کے گھر کے لئے زاد راہ فراہم کر لے۔

لوگو! اللہ کو یاد رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اس کتاب کے بارے میں جس کا تم کو محافظ بنایا گیا ہے اور ان حقوق کے بارے میں جن کا تم
امانتدار قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس نے تم کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ مہمل چھوڑ دیا ہے اور نہ کسی جہالت اور تاریکی میں رکھا ہے تمہارے
لئے آثار کو بیان کر دیا ہے۔ اعمال کو بتا دیا ہے اور مدت حیات کو لکھ دیا ہے۔ وہ کتاب نازل کر دی ہے جس میں ہر شے کا بیان پایا جاتا ہے
ر ایک مدت تک اپنے پیغمبرؐ کو تمہارے درمیان رکھ چکا ہے۔ یہاں تک کہ تمہارے لئے اپنے اس دین کو کامل کر دیا ہے جسے اس نے پسندیدہ
رار دیا ہے اور تمہارے لئے پیغمبرؐ کی زبان سے ان تمام اعمال کو پہونچا دیا ہے جن کو وہ دوست رکھتا ہے یا جن سے نفرت کرتا ہے۔ اپنے
امر و نواہی کو بتا دیا ہے اور دلائل تمہارے سامنے رکھ دئے ہیں اور حجت تمام کر دی ہے اور ڈرانے دھمکانے کا انتظام کر دیا ہے
رعذاب کے آنے سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا ہے۔ لہٰذا اب جتنے دن باقی رہ گئے ہیں انھیں میں تدارک کر لو اور اپنے نفس کو صبر
آمادہ کر لو کہ یہ دن ایامِ غفلت کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں جب تم نے موعظہ سُننے کا بھی موقع نہیں نکالا۔ خبردار اپنے نفس
آزاد مت چھوڑو ورنہ یہ آزادی تم کو ظالموں کے راستہ پر لے جائے گی اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتو ورنہ یہ تمھیں مصیبتوں
جھونک دے گا۔

بندگانِ خدا! اپنے نفس کا سب سے سچا مخلص وہی ہے جو پروردگار کا سب سے بڑا اطاعت گذار ہے اور اپنے نفس سے سب سے بڑا خیانت کرنے والا
ہے جو اپنے پروردگار کا معصیت کار ہے۔ خسارہ میں وہ ہے جو خود اپنے نفس کو گھاٹے میں رکھے اور قابلِ رشک وہ ہے جس کا دین سلامت
ہ جائے۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے نصیحت حاصل کر لے اور بدبخت وہ ہے جو خواہشات کے دھوکہ میں آجائے۔

یاد رکھو کہ مختصر سا شائبۂ ریاکاری بھی ایک طرح کا شرک ہے (۹۱) اور خواہش پرستوں کی صحبت بھی ایمان سے غافل بنانے والی ہے اور شیطان کو
سامنے لانے والی ہے۔ جھوٹ سے پرہیز کرو کہ وہ ایمان سے کنارہ کش رہتا ہے۔ سچ بولنے والا ہمیشہ نجات اور کرامت کے کنارہ
ہے اور جھوٹ بولنے والا ہمیشہ تباہی اور ذلّت کے دہانہ پر رہتا ہے۔ خبردار ایک دوسرے سے حسد نہ کرنا (۹۲) کہ "حسد ایمان کو اس طرح
جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے"۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھنا کہ بغض ایمان کا صفایا کر دیتا ہے
در کھو کہ خواہش عقل کو بھلا دیتی ہے اور ذکر خدا سے غافل بنا دیتی ہے۔ خواہشات کو جھٹلاؤ کہ یہ صرف دھوکہ ہیں اور ان کا ساتھ
ے والا ایک فریب خوردہ انسان ہے اور کچھ نہیں ہے۔

ب چاہیں اہل دنیا کی محفلوں کا جائزہ لے لیں۔ دنیا بھر کی مہمل باتیں۔ کھیل کود کے تذکرے۔ سیاست کے تبصرے۔ لوگوں کی غیبت، پاکیزہ
دوں پر تہمت۔ تاش کے پتے، شطرنج کے مہرے وغیرہ نظر آجائیں گے تو کیا ایسی محفلوں میں ملائکہ مقربین بھی حاضر ہوں گے۔ یقیناً یہ مقاماتِ شیاطین
ور ایمان سے غفلت کے مراحل ہیں جن سے اجتناب ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور اس کے بغیر تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۸۷
ومن خطبة له ﴿ع﴾

و هي في بيان صفات المتقين و صفات الفساق و التنبيه إلى مكان العترة الطيبة والظن الخاطىء لبعض الناس

عِبَادَ اللهِ، إِنَّ مِنْ أَحَبِّ عِبَادِاللهِ إِلَيْهِ عَبْداً أَعَانَهُ اللهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ، فَاسْتَشْعَرَ ٱلْحُزْنَ، وَ تَجَلْبَبَ الْخَوْفَ؛ فَزَهَرَ مِصْبَاحُ ٱلْهُدَى فِي قَلْبِهِ، وَ أَعَدَّ ٱلْقِرَىٰ لِيَوْمِهِ النَّازِلِ بِهِ، فَقَرَّبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلْبَعِيدَ، وَ هَوَّنَ الشَّدِيدَ. نَظَرَ فَأَبْصَرَ(فاقصر)، وَ ذَكَرَ فَاسْتَكْثَرَ، وَٱرْتَوَىٰ مِنْ عَذْبٍ فُرَاتٍ سُهِّلَتْ لَهُ مَوَارِدُهُ، فَشَرِبَ نَهَلاً، وَ سَلَكَ سَبِيلاً جَدَداً. قَدْ خَلَعَ سَرَابِيلَ الشَّهَوَاتِ، وَ تَخَلَّىٰ مِنَ ٱلْهُمُومِ، إِلَّا هَمّاً وَاحِداً ٱنْفَرَدَ بِهِ، فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ ٱلْعَمَىٰ، وَ مُشَارَكَةِ أَهْلِ ٱلْهَوَىٰ، وَ صَارَ مِنْ مَفَاتِيحِ أَبْوَابِ ٱلْهُدَىٰ، وَ مَغَالِيقِ أَبْوَابِ الرَّدَىٰ. قَدْ أَبْصَرَ طَرِيقَهُ، وَ سَلَكَ سَبِيلَهُ وَ عَرَفَ مَنَارَهُ، وَ قَطَعَ غِمَارَهُ، وَٱسْتَمْسَكَ مِنَ ٱلْعُرَىٰ بِأَوْثَقِهَا، وَ مِنَ ٱلْجِبَالِ بِأَمْتَنِهَا، فَهُوَ مِنَ ٱلْيَقِينِ عَلَىٰ مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ، قَدْ نَصَبَ نَفْسَهُ للهِ- سُبْحَانَهُ- فِي أَرْفَعِ ٱلْأُمُورِ، مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ وَارِدٍ عَلَيْهِ. وَ تَصْيِيرِ كُلِّ فَرْعٍ إِلَىٰ أَصْلِهِ، مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ، كَشَّافُ عَشَوَاتٍ (خشوات) مِفْتَاحُ مُبْهَمَاتٍ، دَفَّاعُ مُعْضِلَاتٍ، دَلِيلُ فَلَوَاتٍ، يَقُولُ فَيُفْهِمُ، وَ يَسْكُتُ فَيَسْلَمُ، قَدْ أَخْلَصَ للهِ فَاسْتَخْلَصَهُ، فَهُوَ مِنْ مَعَادِنِ دِينِهِ، وَأَوْتَادِ أَرْضِهِ. قَدْ أَلْزَمَ نَفْسَهُ ٱلْعَدْلَ، فَكَانَ أَوَّلَ عَدْلِهِ نَفْيُ ٱلْهَوَىٰ عَنْ نَفْسِهِ، يَصِفُ ٱلْحَقَّ وَ يَعْمَلُ بِهِ، لَا يَدَعُ لِلْخَيْرِ غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا، وَلَا مَظِنَّةً إِلَّا قَصَدَهَا، قَدْ أَمْكَنَ ٱلْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ، فَهُوَ قَائِدُهُ وَ إِمَامُهُ، يَحُلُّ حَيْثُ حَلَّ ثَقَلُهُ، وَ يَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهُ.

صفات الفساق

وَ آخَرُ قَدْ تَسَمَّىٰ عَالِماً وَ لَيْسَ بِهِ، فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَّالٍ، وَ أَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّالٍ، وَ نَصَبَ لِلنَّاسِ أَشْرَاكاً مِنْ حَبَائِلِ (حبال) غُرُورٍ، وَ قَوْلِ زُورٍ؛ قَدْ حَمَلَ ٱلْكِتَابَ عَلَىٰ آرَائِهِ(رایه)؛ وَ عَطَفَ ٱلْحَقَّ عَلَىٰ أَهْوَائِهِ، يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ ٱلْعَظَائِمِ، وَ يُهَوِّنُ كَبِيرَ ٱلْجَرَائِمِ، يَقُولُ: أَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ، وَ فِيهَا وَقَعَ، وَ يَقُولُ: أَعْتَزِلُ ٱلْبِدَعَ، وَ بَيْنَهَا ٱضْطَجَعَ، [۱]

استشعر و تجلبب - شعار اندر کا لباس ہے اور جلباب باہر کی چادر
زَہَر - روشن ہوا اور چمک اٹھا
قِریٰ - سامان ضیافت
نہل - پہلی مرتبہ چھلک جانا
جَدَد - سخت اور ہموار زمین
غمار - جمع غمر - سمندر کا بڑا حصہ
عشوات - مشتبہ امور
فلوات - جمع فلاۃ - صحرائے لق ودق
اَمَّ - قصد کیا
مظنہ - محل احتمال فائدہ
ثقل - سامان مسافر
عطف الحق - حق کو موڑ دیا

[۱] ایک عالم دین کی حقیقی شان یہی ہے کہ مسائل اس کی نگاہ میں روز روشن کی طرح واضح رہیں کتاب خدا کا اتباع کرے اخلاص نیت کے ساتھ استنباط کرے۔ فروع کو اصول کی طرف پلٹا دے۔ خواہشات کو درمیان میں نہ آنے دے۔ عدل کو اپنی زندگی کا شعار بنائے۔ خوف خدا کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ حق بیان کرے تو اس پر عمل بھی کرے اور نیکیوں کو دیکھے تو ان کا ارادہ بھی کرے۔ لوگوں کے مشکلات کو حل کرے دین کے مسائل کی تبلیغ کرے۔ ہدایت کی فکر میں غرق ہو جائے گمراہی اور گمراہوں سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ ہدایت کے چشمہ سے سیراب ہو جائے اور نیکی کے راستہ پر گامزن ہو جائے رب کریم ہر صاحب ایمان کو ایسے کردار کی توفیق عنایت فرمائے۔

مصادر خطبہ ۸۷ ربیع الابرار زمخشری باب الغرو الشرف / شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۱۳۲

۸۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں متقین اور فاسقین کے صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے)

بندگانِ خدا ! اللہ کی نگاہ میں سب سے محبوب بندہ وہ ہے جس کی خدا نے اس کے نفس کے خلاف مدد کی ہے اور اس نے اندر حزن اور باہر خوف کا لباس پہن لیا ہے۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے اور اس نے آنے والے دن کی مہمانی کا انتظام کر لیا ہے۔ اپنے نفس کے لئے آنے والے بعید (موت) کو قریب کر لیا ہے اور سخت مرحلہ کو آسان کر لیا ہے۔ دیکھا ہے تو بصیرت پیدا کی ہے اور خدا کو یاد کیا ہے تو عمل میں کثرت پیدا کی ہے۔ ہدایت کے اس چشمۂ شیریں و خوشگوار سے سیراب ہو گیا ہے جس پر وارد ہونے کو آسان بنا دیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں خوب چھک کر پی لیا ہے اور سیدھے راستہ پر چل پڑا ہے۔ خواہشات کے لباس کو جُدا کر دیا ہے اور تمام افکار سے آزاد ہو گیا ہے صرف ایک فکرِ آخرت باقی رہ گئی ہے جس کے زیر اثر گمراہی کی منزل سے نکل آیا ہے اور اہل ہوا و ہوس کی شرکت سے دور ہو گیا ہے۔ ہدایت کے دروازہ کی کلید بن گیا ہے اور گمراہی کے دروازوں کا قفل بن گیا ہے۔ اپنے راستہ کو دیکھ لیا ہے اور اُسی پر چل پڑا ہے۔ ہدایت کے منارہ کو پہچان لیا ہے اور گمراہیوں کے دھارے کو طے کر لیا ہے۔ مضبوط ترین وسیلہ سے وابستہ ہو گیا ہے اور محکم ترین رسّی کو پکڑ لیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے یقین میں بالکل نورِ آفتاب جیسی روشنی رکھتا ہے۔ اپنے نفس کو بلند ترین امور کی خاطر راہ خدا میں آمادہ کر لیا ہے کہ ہر آنے والے مسئلہ کو حل کر دے گا اور فروع کو ان کی اصل کی طرف پلٹا دے گا۔ وہ تاریکیوں کا چراغ ہے اور اندھیروں کا روشن کرنے والا۔ مبہمات کی کلید ہے تو مشکلات کا دفع کرنے والا اور پھر صحراؤں میں رہنمائی کرنے والا۔ وہ بولتا ہے تو بات کو سمجھا لیتا ہے اور چُپ رہتا ہے تو سلامتی کا بندوبست کر لیتا ہے۔ اس نے اللہ سے اخلاص برتا ہے تو اللہ نے اسے اپنا بندۂ مخلص بنا لیا ہے۔ اب وہ دینِ خدا کا معدن ہے اور زمینِ خدا کا رکنِ اعظم۔ اس نے اپنے نفس کے لئے عدل کو لازم قرار دے لیا ہے اور اس کے عدل کی پہلی منزل یہ ہے کہ خواہشات کو اپنے نفس سے دور کر دیا ہے اور اب حق ہی کو بیان کرتا ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے۔ نیکی کی کوئی منزل ایسی نہیں ہے جس کا قصد نہ کرتا ہو اور کوئی ایسا احتمال نہیں ہے جس کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اپنے امور کی زمام کتابِ خدا کے حوالہ کر دی ہے اور اب وہی اس کی قائد اور پیشوا ہے جہاں اس کا سامان اترتا ہے وہیں وارد ہو جاتا ہے اور جہاں اس کی منزل ہوتی ہے وہیں پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔

اس کے برخلاف ایک شخص وہ بھی ہے جس نے اپنا نام عالم رکھ لیا ہے حالانکہ علم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جاہلوں سے جہالت کو حاصل کیا ہے اور گمراہوں سے گمراہی کو۔ لوگوں کے واسطے دھوکہ کے پھندے اور مکر و فریب کے جال بچھا دئے ہیں۔ کتاب کی تاویل اپنی رائے کے مطابق کی ہے اور حق کو اپنے خواہشات کی طرف موڑ دیا ہے۔ لوگوں کو بڑے بڑے جرائم کی طرف سے محفوظ بناتا ہے اور ان کے لئے گناہانِ کبیرہ کو بھی آسان بنا دیتا ہے۔ کہتا یہی ہے کہ میں شبہات کے مواقع پر توقف کرتا ہوں لیکن واقعاً انھیں میں گر پڑتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں بدعتوں سے الگ رہتا ہوں حالانکہ انھیں کے درمیان اُٹھتا بیٹھتا ہے[1]

فَالصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَانٍ، وَالْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَانٍ. لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدَىٰ فَيَتَّبِعَهُ، وَلَا بَابَ الْعَمَىٰ فَيَصُدَّ عَنْهُ. وَ ذٰلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ!

عترة النبي (صلی الله علیه و آله)

«فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ»! وَ «أَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ»! وَ الْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ، وَ الْآيَاتُ وَاضِحَةٌ، وَالْمَنَارُ مَنْصُوبَةٌ. فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ! وَكَيْفَ تَعْمَهُونَ وَ بَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ! وَهُمْ أَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَ أَعْلَامُ الدِّينِ، وَأَلْسِنَةُ الصِّدْقِ! فَأَنْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْآنِ، وَرِدُوهُمْ وُرُودَ الْهِيمِ الْعِطَاشِ.

أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ: «إِنَّهُ يَمُوتُ مَنْ مَاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَ يَبْلَىٰ مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِبَالٍ» فَلَا تَقُولُوا بِمَا لَا تَعْرِفُونَ، فَإِنَّ أَكْثَرَ الْحَقِّ فِيمَا تُنْكِرُونَ، وَأَعْذِرُوا مَنْ لَا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ - وَ هُوَ أَنَا -. أَلَمْ أَعْمَلْ فِيكُمْ بِالثَّقَلِ الْأَكْبَرِ! وَ أَتْرُكْ فِيكُمُ الثَّقَلَ الْأَصْغَرَ! قَدْ رَكَزْتُ فِيكُمْ رَايَةَ الْإِيمَانِ، وَ وَقَفْتُكُمْ عَلَىٰ حُدُودِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَأَلْبَسْتُكُمُ الْعَافِيَةَ مِنْ عَدْلِي، وَ فَرَشْتُكُمُ الْمَعْرُوفَ مِنْ قَوْلِي وَ فِعْلِي، وَأَرَيْتُكُمْ كَرَائِمَ الْأَخْلَاقِ مِنْ نَفْسِي، فَلَا تَسْتَعْمِلُوا الرَّأْيَ فِيمَا لَا يُدْرِكُ قَعْرَهُ الْبَصَرُ، وَتَتَغَلْغَلُ إِلَيْهِ الْفِكَرُ.

ظن خاطئ

و منها: حَتَّىٰ يَظُنَّ الظَّانُّ أَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُولَةٌ عَلَىٰ بَنِي أُمَيَّةَ، تَمْنَحُهُمْ دَرَّهَا، وَ تُورِدُهُمْ صَفْوَهَا، وَلَا يُرْفَعُ عَنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَوْطُهَا وَلَا سَيْفُهَا، وَ كَذَبَ الظَّانُّ لِذٰلِكَ. بَلْ هِيَ مَجَّةٌ مِنْ لَذِيذِ الْعَيْشِ يَتَطَعَّمُونَهَا بُرْهَةً، ثُمَّ يَلْفِظُونَهَا جُمْلَةً!

۸۸

ومن خطبة له (علیه السلام)

وفيها بيان للاسباب التي تهلك الناس

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْصِمْ (يفصم) جَبَّارِي دَهْرٍ قَطُّ إِلَّا بَعْدَ تَمْهِيلٍ وَ رَخَاءٍ وَلَمْ يَجْبُرْ عَظْمَ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ إِلَّا بَعْدَ أَزْلٍ وَ بَلَاءٍ!

(۱) یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی مادی موت سے مرجانے والا ہر انسان واقعی مردہ اور میت نہیں ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی انسان کی واقعی زندگی کا آغاز ہی مرنے کے بعد ہوتا ہے ورنہ دار دنیا میں تو اس کی زندگی موت جیسی ہی شمار کی جاتی ہے۔

قرآن مجید نے شہداء راہ خدا کی حیات کا متعدد اعتبارات سے تذکرہ کیا ہے۔ کبھی انھیں مردہ کہنے پر پابندی عائد کی ہے اور کبھی مردہ خیال کرنے پر اور اس کے بعد ان کی زندگی کا اقرار نہ کرنے والوں کو بے شعور قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب شہید راہ خدا کا یہ مرتبہ ہے تو عترت پیغمبر اسلام کا مرتبہ تو یقیناً اس سے بالاتر ہوگا جس کی طرف اس خطبہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ انھیں بہترین منزل قرآن پر قرار دو اور انھیں سرچشمہ حقائق و معارف سمجھ کر ان کے پاس آؤ۔

(۲) قرآن و اہلبیتؑ کو ان کی عظمت و جلالت اور ان کے پلہ کے بھاری ہونے کی بنا پر ثقلین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن کتاب خدا ہے لہٰذا اسے ثقل اکبر کہا گیا ہے اور اہلبیتؑ عترت پیغمبرؐ ہیں لہٰذا انھیں ثقل اصغر کہا گیا ہے ورنہ اس حدیث مبارک کی بنا پر دونوں میں کسی طرح کا افتراق نہیں ہے بلکہ مکمل اتحاد و اتفاق ہے اور منزل نجات تک لے جانے میں دونوں کا برابر کا دخل ہے بلکہ اس اعتبار سے اہلبیتؑ کا دخل زیادہ ہے کہ ان کا عمل انسان کو منزل نجات تک لے جاتا ہے اور قرآن صرف ہدایات اور بیانات پیش کرتا ہے - اپنے عملی نمونوں کا اظہار نہیں کرتا ہے۔

(۳) کتنی حسین تعبیر ہے اس اقتدار بنی امیہ کی جسے صرف امامت کی نگاہ دیکھ رہی تھی ورنہ ہر شخص زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اور حضرت کا یہ بیان ہر دور کیلئے ایک پیغام امن و سکون ہے کہ ظالم کا اقتدار دیر تک نہیں رہ سکتا ہے اور مظلوم کی حکومت آخر زمانہ میں بہرحال قائم ہونے والی ہے۔

مصادر خطبہ ۸۷ روضہ کافی الکلینی ص ۶۳، ارشاد مفید ص ۱۴۳، نہایہ ابن اثیر ص ۳۶

اس کی صورت انسانوں جیسی ہے لیکن دل جانوروں جیسا ہے۔ نہ ہدایت کے دروازہ کو پہچانتا ہے کہ اس کا اتباع کرے اور نہ گمراہی کے راستہ کو جانتا ہے کہ اس سے الگ رہے۔ یہ درحقیقت ایک چلتی پھرتی میت ہے اور کچھ نہیں ہے

تو آخر تم لوگ کدھر جا رہے ہو اور تمھیں کس سمت موڑا جا رہا ہے؟ جب کہ نشانات قائم ہیں اور آیات واضح ہیں۔ منارے نصب کئے جا چکے ہیں اور تمھیں بھٹکایا جا رہا ہے اور تم بھٹکے جا رہے ہو۔ دیکھو تمھارے درمیان تمھارے نبی کی عترت موجود ہے۔ یہ سب حق کے زمام دار دین کے پرچم اور صداقت کے ترجمان ہیں۔ انھیں قرآن کریم کی بہترین منزل پر جگہ دو اور ان کے پاس اس طرح وارد ہو جس طرح پیاسے اونٹ چشمہ پر وارد ہوتے ہیں۔

لوگو! حضرت خاتم النبیینؐ کے اس ارشاد گرامی پر عمل کرو کہ "ہمارا مرنے والا میت نہیں ہوتا ہے (۵۱) اور ہم میں سے کوئی مرور زمانہ سے بوسیدہ نہیں ہوتا ہے"۔ خبردار وہ نہ کہو جو تم نہیں جانتے ہو۔ اس لئے کہ بسا اوقات حق اسی میں ہوتا ہے جسے تم نہیں پہچانتے ہو اور جس کے خلاف تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اس کے عذر کو قبول کرلو اور وہ میں ہوں۔ کیا میں نے ثقل اکبر قرآن پر عمل نہیں کیا ہے اور کیا ثقل اصغر اہلبیتؑ کو تمھارے درمیان نہیں رکھا ہے (۵۲) میں نے تمھارے درمیان ایمان کے پرچم کو نصب کر دیا ہے اور تمھیں حلال و حرام کے حدود سے آگاہ کر دیا ہے۔ اپنے عدل کی بنا پر تمھیں لباس عافیت پہنایا ہے اور اپنے قول و فعل کی نیکیوں کو تمھارے لئے فرش کر دیا ہے اور تمھیں اپنے بلند ترین اخلاق کا منظر دکھلا دیا ہے۔ لہٰذا خبردار جس بات کی گہرائی تک نگاہیں نہیں پہونچ سکتی ہیں اور جہاں تک فکر کی رسائی نہیں ہے اس میں اپنی رائے کو استعمال نہ کرنا۔

غلط فہمی

(بنی امیہ کے مظالم نے اس قدر دہشت زدہ بنا دیا ہے کہ) بعض لوگ خیال کر رہے ہیں کہ دنیا بنی امیہ کے دامن سے باندھ دی گئی ہے۔ انھیں کو اپنے فوائد سے فیضیاب کرے گی اور وہی اس کے چشمہ پر وارد ہوتے رہیں گے اور اب اس امت کے سر سے ان کے تازیانے اور تلواریں اٹھ نہیں سکتی ہیں۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ حکومت فقط ایک لذیذ قسم کا آب دہن ہے (۵۳) جسے تھوڑی دیر چوسیں گے اور پھر خود ہی تھوک دیں گے۔

۸۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں لوگوں کی ہلاکت کے اسباب بیان کئے گئے ہیں)

امابعد! پروردگار نے کسی دور کے ظالموں کی کمر اس وقت تک نہیں توڑی ہے جب تک انھیں مہلت اور ڈھیل نہیں دے دی ہے اور کسی قوم کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو اس وقت تک جوڑا نہیں ہے جب تک اسے مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا نہیں کیا ہے۔

وَ فِي دُونِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ عَتْبٍ وَ مَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُعْتَبَرٌ [۱]

وَ مَا كُلُّ ذِي قَلْبٍ بِلَبِيبٍ وَلَا كُلُّ ذِي سَمْعٍ بِسَمِيعٍ وَلَا كُلُّ نَاظِرٍ بِبَصِيرٍ.

فَيَا عَجَباً! وَ مَا لِيَ لَا أَعْجَبُ مِنْ خَطَاءِ هَذِهِ الْفِرَقِ عَلَى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِي دِينِهَا! لَا يَقْتَصُّونَ أَثَرَ نَبِيٍّ، وَلَا يَقْتَدُونَ بِعَمَلِ وَصِيٍّ، وَلَا يُؤْمِنُونَ بِغَيْبٍ، وَلَا يَعِفُّونَ عَنْ عَيْبٍ، يَعْمَلُونَ فِي الشُّبُهَاتِ، وَ يَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ. الْمَعْرُوفُ فِيهِمْ مَا عَرَفُوا، وَالْمُنْكَرُ عِنْدَهُمْ مَا أَنْكَرُوا، مَفْزَعُهُمْ فِي الْمُعْضِلَاتِ إِلَى أَنْفُسِهِمْ، وَ تَعْوِيلُهُمْ فِي الْمُهِمَّاتِ (المبهمات) عَلَى آرَائِهِمْ، كَأَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِنْهُمْ إِمَامُ نَفْسِهِ، [۲] قَدْ أَخَذَ مِنْهَا فِيمَا يَرَى بِعُرىً ثِقَاتٍ (وثيقات - و موثقات)، وَأَسْبَابٍ مُحْكَمَاتٍ.

۸۹

و من خطبة له (عليه السلام)

في الرسول الأعظم صلى الله عليه و آله و بلاغ الامام عنه

أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَ طُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ، وَ اعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ، وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ، وَ تَلَظٍّ (تلظی) مِنَ الْحُرُوبِ، وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ، ظَاهِرَةُ الْغُرُورِ، عَلَى حِينِ اصْفِرَارٍ مِنْ وَرَقِهَا، وَ إِيَاسٍ مِنْ ثَمَرِهَا، وَ اغْوِرَارٍ مِنْ مَائِهَا قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدَى، وَ ظَهَرَتْ أَعْلَامُ الرَّدَى فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِأَهْلِهَا، عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا، ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ، وَ طَعَامُهَا الْجِيفَةُ، وَ شِعَارُهَا الْخَوْفُ وَ دِثَارُهَا السَّيْفُ. فَاعْتَبِرُوا عِبَادَ اللهِ وَ اذْكُرُوا تِيكَ الَّتِي آبَاؤُكُمْ وَ إِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهَنُونَ وَ عَلَيْهَا مُحَاسَبُونَ وَ لَعَمْرِي مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُودُ وَلَا خَلَتْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمُ الْأَحْقَابُ وَالْقُرُونُ (الدهور)، وَ مَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ مِنْ يَوْمَ كُنْتُمْ فِي أَصْلَابِهِمْ بِبَعِيدٍ. وَاللهِ مَا أَسْمَعَكُمُ الرَّسُولُ شَيْئاً إِلَّا وَهَا أَنَاذَا مُسْمِعُكُمُوهُ وَ مَا أَسْمَاعُكُمُ الْيَوْمَ بِدُونِ أَسْمَاعِكُمْ بِالْأَمْسِ، وَلَا شُقَّتْ لَهُمُ الْأَبْصَارُ، وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْأَفْئِدَةُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ، إِلَّا وَ قَدْ أُعْطِيتُمْ مِثْلَهَا فِي هَذَا الزَّمَانِ (الاوان). وَ وَاللهِ مَا بُصِّرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَيْئاً جَهِلُوهُ، وَلَا أُصْفِيتُمْ بِهِ وَ حُرِمُوهُ، وَ لَقَدْ

[۱] اس میں کوئی شک نہیں ہے کسی دور کا انسان بھی اگر عبرت حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے ماضی اور مستقبل دونوں عبرت کے آئینے لئے کھڑے رہتے ہیں مگر افسوس کہ انسان کی آنکھ نہیں کھلتی ہے اور اسے گذشتہ اقوام کی طرح ہی دھوکہ کھانے میں مزہ آتا ہے اور وہ اس فریب کو اپنے لئے غذائے روح تصور کرتا ہے خود اپنے عالم اسلام کو دیکھ لیجئے ابھی انگریزوں کے مظالم سے نجات نہیں ملنے پائی تھی کہ امریکہ کے پنجہ میں جکڑ گئے اور اس طرح کہ اس کی غلامی ہی کو "عبدیت پروردگار" کی بہترین تمثیل تصور کرنے لگے اور اسی میں نجات آخرت کے خواب دیکھنے لگے۔

[۲] یہ نقشہ صرف باطل مذاہب کے افراد کا نہیں ہے بلکہ مذہب حق کے پرستاروں میں بھی ایسے کردار کے افراد مل جائیں گے جو بظاہر تو مذہب حق کی طرف نسبت رکھتے ہیں لیکن حق کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن ان کے لئے اجنبی کتاب ہے اور سیرت اہلبیتؑ اجنبی کردار۔ انکی نگاہ میں قرآن و اہلبیتؑ کا اتباع ان پر واجب نہیں ہے بلکہ ان کی خواہشات کا احترام قرآن و اہلبیتؑ پر فرض ہے۔ مذہب کو مذہب کے نام پر تباہ کر رہے ہیں اور تعلیمات اہلبیتؑ کو محبت کے نام پر برباد کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ان پر امیرالمومنینؑ کی فریاد کا کوئی اثر نہیں ہے تو کسی اور کے کلام کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مصادر خطبہ ۸۹ اصول کافی ۱ ص ۶۰، الطراز السید العلوی الیمانی ۱ ص ۳۴۲

اپنے لئے جن مصیبتوں کا تم نے سامنا کیا ہے اور جن حادثات سے تم گذر چکے ہو انھیں میں سامان عبرت موجود ہے (۵۱)۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہر دل والا عقلمند نہیں ہوتا ہے اور ہر کان والا سمیع یا ہر آنکھ والا بصیر نہیں ہوتا ہے۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہے اور میں کس طرح تعجب نہ کروں کہ یہ تمام فرقے اپنے اپنے دین کے بارے میں مختلف دلائل رکھنے کے باوجود سب غلطی پر ہیں کہ نہ نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور نہ ان کے اعمال کی پیروی کرتے ہیں۔ نہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ عیب سے پرہیز کرتے ہیں۔ شبہات پر عمل کرتے ہیں اور خواہشات کے راستوں پر قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ ان کے نزدیک معروف وہی ہے جس کو یہ نیکی سمجھیں اور منکر وہی ہے جس کا یہ انکار کردیں۔ مشکلات میں ان کا مرجع خود ان کی ذات ہے اور مبہم مسائل میں ان کا اعتماد صرف اپنی رائے پر ہے۔ گویا کہ ان میں کا ہر شخص اپنے نفس کا امام ہے (۵۲) اور اپنی ہر رائے کو مستحکم وسائل اور مضبوط دلائل کا نتیجہ سمجھتا ہے۔

۸۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(رسول اکرمؐ اور تبلیغ امام کے بارے میں)

اللہ نے انھیں اس دور میں بھیجا جب رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا اور امتیں خواب غفلت میں پڑی ہوئی تھیں۔ فتنے سر اٹھائے ہوئے تھے اور جملہ امور میں ایک انتشار کی کیفیت تھی اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دنیا کی روشنی گہنائی ہوئی تھی اور اس کا فریب واضح تھا۔ باغ زندگی کے پتے زرد ہوگئے تھے اور ثمرات حیات سے مایوسی پیدا ہو چلی تھی۔ پانی بھی تہ نشین ہو چکا تھا اور ہدایت کے منارے بھی مٹ گئے تھے اور ہلاکت کے نشانات بھی نمایاں تھے۔ یہ دنیا اپنے اہل کو ترش روئی سے دیکھ رہی تھی اور اپنے طلبگاروں کے سامنے منہ بگاڑ کر پیش آرہی تھی۔ اس کا ثمرہ فتنہ تھا اور اس کی غذا مُردار۔ اس کا اندرونی لباس خوف تھا اور بیرونی لباس تلوار۔ لہٰذا بندگان خدا تم عبرت حاصل کرو اور ان حالات کو یاد کرو جن میں تمھارے باپ دادا اور بھائی بندہ گرفتار ہیں اور ان کا حساب دے رہے ہیں۔

میری جان کی قسم۔ ابھی ان کے اور تمھارے درمیان زیادہ زمانہ نہیں گذرا ہے اور نہ صدیوں کا فاصلہ ہوا ہے اور نہ آج کا دن کل کے دن سے زیادہ دور ہے جب تم انھیں بزرگوں کے صلب میں تھے۔

خدا کی قسم رسول اکرمؐ نے تمھیں کوئی ایسی بات نہیں سنائی ہے جسے آج میں نہیں سنا رہا ہوں اور تمھارے کان بھی کل کے کان سے کم نہیں ہیں اور جس طرح کل انھوں نے لوگوں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور دل بنا دئے تھے ویسے ہی آج میں بھی تمھیں وہ ساری چیزیں دے رہا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ تمھیں کوئی ایسی چیز نہیں دکھلائی جارہی ہے جس سے تمھارے بزرگ ناواقف تھے اور نہ کوئی ایسی خاص بات بتائی جارہی ہے جس سے وہ محروم رہے ہوں۔

نَزَلَتْ بِكُمُ ٱلْبَلِيَّةُ جَائِلاً خِطَامُهَا رِخْواً بِطَانُهَا[1] فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ مَا أَصْبَحَ فِيهِ أَهْلُ ٱلْغُرُورِ، فَإِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَمْدُودٌ إِلَىٰ أَجَلٍ مَعْدُودٍ.

٩٠

و من خطبة له ﴿ﷺ﴾

و تشمل على قدم الخالق و عظم مخلوقاته، و يختمها بالوعظ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ ٱلْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ، وَٱلْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، الَّذِي لَمْ يَزَلْ قَائِماً دَائِماً؛ إِذْ لَا سَمَاءٌ ذَاتُ أَبْرَاجٍ، وَلَا حُجُبٌ ذَاتُ إِرْتَاجٍ، وَلَا لَيْلٌ دَاجٍ وَلَا بَحْرٌ سَاجٍ وَلَا جَبَلٌ ذُو فِجَاجٍ وَلَا فَجٌّ ذُو ٱعْوِجَاجٍ وَلَا أَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ، وَلَا خَلْقٌ ذُو ٱعْتِمَادٍ: ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ ٱلْخَلْقِ وَ وَارِثُهُ وَ إِلٰهُ ٱلْخَلْقِ وَ رَازِقُهُ، وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ دَائِبَانِ فِي مَرْضَاتِهِ: يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيدٍ، وَ يُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيدٍ.

قَسَمَ أَرْزَاقَهُمْ وَأَحْصَىٰ آثَارَهُمْ وَأَعْمَالَهُمْ، وَ عَدَدَ أَنْفُسِهِمْ، وَ خَائِنَةَ أَعْيُنِهِمْ وَ مَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ مِنَ الضَّمِيرِ، وَ مُسْتَقَرَّهُمْ وَ مُسْتَوْدَعَهُمْ مِنَ ٱلْأَرْحَامِ وَالظُّهُورِ إِلَىٰ أَنْ تَتَنَاهَىٰ بِهِمُ ٱلْغَايَاتُ.

هُوَالَّذِي اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهُ عَلَىٰ أَعْدَائِهِ فِي سَعَةِ رَحْمَتِهِ، وَٱتَّسَعَتْ رَحْمَتُهُ لِأَوْلِيَائِهِ فِي شِدَّةِ نِقْمَتِهِ، قَاهِرُ مَنْ عَازَّهُ وَ مُدَمِّرُ مَنْ شَاقَّهُ وَ مُذِلُّ مَنْ نَاوَاهُ وَ غَالِبُ مَنْ عَادَاهُ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ، وَ مَنْ سَأَلَهُ أَعْطَاهُ، وَ مَنْ أَقْرَضَهُ قَضَاهُ، وَ مَنْ شَكَرَهُ جَزَاهُ.

عِبَادَاللهِ زِنُوا أَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُوزَنُوا، وَ حَاسِبُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَ تَنَفَّسُوا قَبْلَ ضِيقِ ٱلْخِنَاقِ، وَٱنْقَادُوا قَبْلَ عُنْفِ السِّيَاقِ وَٱعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ لَمْ يُعَنْ عَلَىٰ نَفْسِهِ حَتَّىٰ يَكُونَ لَهُ مِنْهَا وَاعِظٌ وَزَاجِرٌ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَنْ غَيْرِهَا لَا زَاجِرٌ وَلَا وَاعِظٌ.

[1] آپ قوم کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ میرے دور میں عمل کے امکانات کہیں زیادہ ہیں۔ ابھی موقع ہے کہ گذشتہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرتے ہوئے عمل کی راہ میں قدم آگے بڑھاؤ ورنہ اس کے بعد وہ دور آنے والا ہے جب تمھاری مثال اس سوار کی ہوگی جس کی اونٹنی کی مہار بھی جھول جائے اور تنگ بھی ڈھیلا ہو جائے کہ وہ کسی وقت بھی گر سکتا ہے۔ جب نظام دنیا خود ہی تباہ کن ہو جائے تو اہل دنیا کی تباہی میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر دور کے لئے ایک بہترین سبق ہے کہ تاریخ بشریت کے اعتبار سے اب تک ہر دور کے بعد دوسرا دور بدتر یا سخت تر ہی آ رہا ہے لہذا جو انسان آج کے حالات سے استفادہ نہیں کرتا ہے اور کل کا انتظار کرتا ہے اس سے زیادہ جاہل اور بدحواس کوئی انسان نہیں ہے کون جانے کہ کل کا دن کونسی سختی اور تنگی لے کر آنے والا ہے کہ مسجدوں کے دروازے بند ہو جائیں دینی مراکز پر پہرے بٹھا دیے جائیں۔ رجال دین پہ پابندی عائد ہو جائے مسائل دین کا بیان ممنوع قرار پا جائے لہذا جب تک یہ ساری آزادیاں حاصل ہیں۔ احکام حاصل کر لو۔ مساجد میں سجدۂ پروردگار کر لو ———
دینی مراکز میں حاضری کا شرف حاصل کر لو۔ علماء اعلام کے بیانات سے استفادہ کر لو ایسا نہ ہو کہ خدا نخواستہ مستقبل میں حسرت و اندوہ کے علاوہ کچھ نہ رہ جائے جس کا تجربہ معدوم سوویت یونین کی ریاستوں۔ فلسطین کے علاقوں اور افغانستان کے شہروں میں کیا جا چکا ہے۔ اشتراکیت کے نتائج دیکھ چکے ہو تو اب سرمایہ داری کے مظالم کا انتظار کرنا سراسر دانش مندی کے خلاف ہے۔

مصادر خطبہ نمبر ۹۰ عیون الحکم والمواعظ الواسطی۔ غرر الحکم آمدی ص ۱۸۵، نہایہ ابن اثیر ۲ ص ۳۴۵

(۱) [illegible]ذرا دیکھو تم پر ایک مصیبت نازل ہو گئی ہے اس اونٹنی کے مانند جس کی نکیل جھول رہی ہو اور جس کا تنگ ڈھیلا ہو گیا ہو لہٰذا خبردار تمھیں پچھلے فریب خوردہ لوگوں کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ یہ عیشِ دنیا ایک پھیلا ہوا سایہ ہے جس کی مدت معین ہے اور پھر سمٹ جائے گا۔

۹۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں معبود کے قدم اور اس کی مخلوقات کی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے موعظہ پر اختتام کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو بغیر دیکھے معروف ہے اور بغیر سوچے پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ سے قائم اور دائم ہے جب نہ یہ برجوں والے آسمان تھے اور نہ بلند دروازوں والے حجابات۔ نہ اندھیری رات تھی اور نہ ٹھہرے ہوئے سمندر۔ نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ تھے اور نہ ٹیڑھی ترچھی پہاڑی راہیں۔ نہ بچھے ہوئے فرش والی زمین تھی اور نہ کس بل والی مخلوقات۔ وہی مخلوقات کا ایجاد کرنے والا ہے اور وہی آخر میں سب کا وارث ہے۔ وہی سب کا معبود ہے اور سب کا رازق ہے۔ شمس و قمر اسی کی مرضی سے مسلسل حرکت میں ہیں کہ ہر نئے کو پرانا کر دیتے ہیں اور ہر بعید کو قریب تر بنا دیتے ہیں۔

اسی نے سب کے رزق کو تقسیم کیا ہے اور سب کے آثار و اعمال کا احصار کیا ہے۔ اسی نے ہر ایک کی سانسوں کا شمار کیا ہے اور ہر ایک کی نگاہ کی خیانت اور سینہ کے چھپے ہوئے اسرار اور اصلاب و ارحام میں ان کے مراکز کا حساب رکھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی آخری منزل تک پہونچ جائیں۔ وہی وہ ہے جس کا غضب دشمنوں پر اس کی وسعتِ رحمت کے باوجود شدید ہے اور اس کی رحمت اس کے دوستوں کے لئے اس کے شدت غضب کے باوجود وسیع ہے۔ جو اس پر غلبہ پیدا کرنا چاہے اس کے حق میں قاہر ہے اور جو کوئی اس سے جھگڑا کرنا چاہے اس کے حق میں تباہ کرنے والا ہے۔ ہر مخالفت کرنے والے کا ذلیل کرنے والا اور ہر دشمنی کرنے والے پر غالب آنے والا ہے۔ جو اس پر توکل کرتا ہے(۱) اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور جو اس سے سوال کرتا ہے اسے عطا کر دیتا ہے۔ جو اسے قرض دیتا ہے اسے ادا کر دیتا ہے اور جو اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اس کو جزا دیتا ہے۔

بندگانِ خدا۔ اپنے آپ کو تول لو قبل اس کے کہ تمہارا وزن کیا جائے اور اپنے نفس کا محاسبہ کر لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔ گلے کا پھندہ تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو اور زبردستی لے جائے جانے سے پہلے از خود جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اور یاد رکھو کہ جو شخص خود اپنے نفس کی مدد کر کے اسے نصیحت اور تنبیہ نہیں کرتا ہے اس کو کوئی دوسرا نہ نصیحت کر سکتا ہے اور نہ تنبیہ کر سکتا ہے۔

---

(۱) یوں تو پروردگار کی کسی صفت اور اس کے کسی کمال میں اس کا کوئی مثل و نظیر یا شریک و وزیر نہیں ہے لیکن انسانی زندگی کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ چار صفات انتہائی اہم ہیں:

۱۔ وہ اپنے اوپر اعتماد کرنے والوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور انھیں دوسروں کا دست نگر نہیں بننے دیتا ہے۔
۲۔ وہ ہر سوال کرنے والے کو عطا کرتا ہے اور کسی طرح کی تفریق کا قائل نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سوال نہ کرنے والوں کو بھی عطا کرتا ہے۔
۳۔ وہ ہر قرضہ کو ادا کر دیتا ہے حالانکہ ہر قرض دینے والا اسی کے دئے ہوئے مال میں سے قرض دیتا ہے اور اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔
۴۔ وہ شکریہ ادا کرنے والوں کو بھی انعام دیتا ہے جب کہ وہ اپنے فریضہ کو ادا کرتے ہیں اور کوئی نیا کارِ خیر انجام نہیں دیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان لوگوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس بات کا شکریہ نہ ادا کریں کہ ہمیں دیا ہے اور "دوسروں کو نہیں دیا ہے" کہ یہ اس کے کرم کی توہین ہے شکریہ نہیں ہے۔ شکریہ اس بات کا ہے کہ ہمیں یہ نعمت دی ہے۔ اگرچہ دوسروں کو بھی مصلحت کے مطابق دوسری نعمتوں سے نوازا ہے۔

۹۱

ومن خطبة له ﴿؏﴾

تعرف بخطبة الأشباح و هي من جلائل خطبه ﴿؏﴾

روى مسعدة بن صدقة عن الصادق جعفربن محمد عليهما السلام أنه قال: خطب أميرالمؤمنين ﴿؏﴾ بهذه الخطبة على منبر الكوفة، و ذلك أن رجلاً أتاه فقال له يا أميرالمؤمنين صف لنا ربنا مثلما نراه عياناً لنزداد له حباً و به معرفة، فغضب ونادى: الصلاة جامعة، فاجتمع الناس حتى غص المسجد بأهله، فصعدالمنبر و هو مغضب متغير اللون، فحمدالله و أثنى عليه و صلى على النبي صلى الله عليه و آله، ثم قال:

وصف الله تعالى

اَلحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِي لَا يَفِرُهُ الْمَنْعُ وَالْجُمُودُ وَلَا يُكْدِيهِ الإِعْطَاءُ وَالْجُودُ؛ إِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ، وَكُلُّ مَانِعٍ مَذْمُومٌ مَا خَلَاهُ؛ وَ هُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَائِدِ النِّعَمِ وَ عَوَائِدِ الْمَزِيدِ وَالْقِسَمِ؛ عِيَالُهُ الْخَلَائِقُ: ضَمِنَ أَرْزَاقَهُمْ، وَ قَدَّرَ أَقْوَاتَهُمْ وَ نَهَجَ سَبِيلَ الرَّاغِبِينَ إِلَيْهِ، وَالطَّالِبِينَ مَا لَدَيْهِ، وَلَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِأَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْأَلْ الأَوَّلُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَهُ قَبْلُ فَيَكُونَ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَالآخِرُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ بَعْدُ فَيَكُونَ شَيْءٌ بَعْدَهُ وَالرَّادِعُ أَنَاسِيَّ الأَبْصَارِ عَنْ أَنْ تَنَالَهُ أَوْ تُدْرِكَهُ مَا اخْتَلَفَ عَلَيْهِ دَهْرٌ فَيَخْتَلِفَ مِنْهُ الحَالُ وَلَا كَانَ فِي مَكَانٍ فَيَجُوزَ عَلَيْهِ الانْتِقَالُ. وَلَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ، وَضَحِكَتْ عَنْهُ أَصْدَافُ الْبِحَارِ مِنْ فِلِزِّ(فلق) اللُّجَيْنِ وَالْعِقْيَانِ وَ نُثَارَةِ الدُّرِّ وَ حَصِيدِ الْمَرْجَانِ[1] مَا أَثَّرَ ذٰلِكَ فِي جُودِهِ وَ لَا أَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهُ[2]. وَ لَكَانَ عِنْدَهُ مِنْ ذَخَائِرِ الأَنْعَامِ مَا لَا تُنْفِدُهُ مَطَالِبُ الأَنَامِ، لِأَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِي لَا يَغِيضُهُ سُؤَالُ السَّائِلِينَ وَيُبْخِلُهُ إِلْحَاحُ الْمُلِحِّينَ.

صفاته تعالى في القرآن

فَانْظُرْ أَيُّهَا السَّائِلُ: فَمَا دَلَّكَ الْقُرْآنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهِ فَائْتَمَّ بِهِ

اشباح - اشخاص - مراد ملائکہ ہیں
یفر - وفور سے نکلا ہے - اضافہ
یکدیہ - فقیر و مفلس بنا دیتا ہے
اناسی - انسان کی جمع ہے اور انسان حلقۂ چشم کے نقطۂ بینائی کا نام ہے
تنفس معادن - جواہرات کے راستوں کا کھول دینا ہے
ضحک اصداف - سیپی کے منہ کا کھل جانا ہے
فلز - قیمتی دھات
لجین - خالص چاندی
عقیان - خاص سونا
نثارہ - وہ موتی جو نثار ہو جائیں
حصید مرجان - مرجان کو کاٹ کر جو جوہر حاصل کیا جائے
انفد - ختم کر دیا
یغیض - غیض (نقص)
یبخلہ - کسی کو بخیل پانا
ائتم بہ - اسی کی اقتدا کرو اور ویسا ہی بیان کرو

(۱) مولائے کائنات کے اس ارشاد میں ادبی عنصر سے زیادہ علمی عنصر کام کر رہا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ امت کو پہاڑوں کے تنفس اور صدف کے تبسم سے بھی آگاہ کر دیں اور مرجان کی نباتی حیثیت کی طرف بھی متوجہ کر دیں تاکہ مستقبل بعید میں جب ان حقائق سے پردہ اٹھایا جائے تو عالم انسانیت کو اسلام کے ذمہ داروں کی عظمت کا اندازہ ہو اور وہ دین الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

(۲) کرم الٰہی کے سامنے انسانی مطالبات کم پڑ سکتے ہیں لیکن خزانۂ قدرت میں کوئی کمی نہیں آ سکتی ہے۔ اس لئے کہ مطالبات فکر بشر کے مطابق ہیں اور خزانۂ قدرت خالق کے مطابق ہے۔

مصادر خطبہ ۹۱ العقد الفرید ۲ ص ۴۰۶، توحید صدوق ص ۳۴، ربیع الابرار زمخشری باب الملائکہ جلد اول، نہایہ ابن اثیر، فرج المہموم السید ابن طاؤس ص ۵۶

۹۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(اس خطبہ کو خطبۂ اشباح کہا جاتا ہے جسے آپ کے جلیل ترین خطبات میں شمار کیا گیا ہے)

مسعدہ بن صدقہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے یہ خطبہ منبر کوفہ سے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب ایک شخص نے آپ سے یہ تقاضا کیا کہ پروردگار کے اوصاف اس طرح بیان کریں کہ گویا وہ ہماری نگاہ کے سامنے ہے تاکہ ہماری معرفت اور محبت الٰہی میں اضافہ ہو جائے۔ آپ کو اس بات پر غصہ آگیا اور آپ نے نماز جماعت کا اعلان فرما دیا۔ مسجد مسلمانوں سے چھلک اٹھی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس عالم میں خطبہ ارشاد فرمایا کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور غیظ و غضب کے آثار نمودار تھے۔ حمد و ثنائے الٰہی اور صلوات و سلام کے بعد ارشاد فرمایا:

. . . .

ساری تعریف اس پروردگار کے لئے ہے جس کے خزانہ میں فضل و کرم کے روک دینے اور عطاؤں کے منجمد کر دینے سے اضافہ نہیں ہوتا ہے اور جود و کرم کے تسلسل سے کمی نہیں آتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ ہر عطا کرنے والے کے یہاں کمی ہو جاتی ہے اور اس کے ماسوا ہر نہ دینے والا قابل مذمت ہوتا ہے۔ وہ مفید ترین نعمتوں اور مسلسل روزیوں کے ذریعہ احسان کرنے والا ہے۔ مخلوقات اس کی ذمہ داری میں ہیں اور اس نے سب کے رزق کی ضمانت دی ہے اور روزی معین کر دی ہے۔ اپنی طرف توجہ کرنے والوں اور اپنے عطایا کے سائلوں کے لئے راستہ کھول دیا ہے اور مانگنے والوں کو نہ مانگنے والوں سے زیادہ عطا نہیں کرتا ہے۔ وہ ایسا اول ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں ہے کہ اس سے پہلے کوئی ہو جائے اور ایسا آخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ اس کے بعد کوئی رہ جائے۔ وہ آنکھوں کی بینائی کو اپنی ذات تک پہونچنے اور اس کا ادراک کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ اس پر زمانہ اثر انداز نہیں ہوتا ہے کہ حالات بدل جائیں اور وہ کسی مکان میں نہیں ہے کہ وہاں سے منتقل ہو سکے۔ اگر وہ ان تمام جواہرات کو عطا کر دے جو پہاڑوں کے معدن اپنی سانسوں سے باہر نکالتے ہیں یا جنھیں سمندر کے صدف مسکرا کر باہر پھینک دیتے ہیں چاہے وہ چاندی ہو یا سونا۔ موتی ہوں یا مرجان۔ تو بھی اس کے کرم پر کوئی اثر نہ پڑے گا (۹۱) اور نہ اس کے خزانوں کی وسعت میں کوئی کمی آسکتی ہے (۹۲) اور اس کے پاس نعمتوں کے وہ خزانے رہ جائیں گے جنھیں مانگنے والوں کے مطالبات ختم نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایسا جواد و کریم ہے کہ نہ سائلوں کا سوال اس کے یہاں کمی پیدا کر سکتا ہے اور نہ مفلسوں کا اصرار اسے بخیل بنا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں صفات پروردگار

صفاتِ خدا کے بارے میں سوال کرنے والو! قرآن مجید نے جن صفات[1] کی نشان دہی کی ہے انھیں کا اتباع کرو

[1] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید نے جتنے صفات بیان کر دیئے ہیں ان کے علاوہ دیگر اسماء و صفات کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض علماء اعلام کا خیال ہے کہ اسماء الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور نصوص آیات و روایات کے بغیر کسی نام یا صفت کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس ارشاد کا واضح سا مفہوم یہ ہے کہ جن صفات کی قرآن کریم نے نفی کر دی ہے ان کا اطلاق جائز نہیں ہے چاہے کسی زبان اور کسی لہجہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

وَاسْتَضِئْ بِنُورِ هِدَايَتِهِ، وَمَا كَلَّفَكَ الشَّيْطَانُ عِلْمَهُ مِمَّا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهُ، وَلَا فِي سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَئِمَّةِ الْهُدَى أَثَرُهُ، فَكِلْ عِلْمَهُ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهَى حَقِّ اللهِ عَلَيْكَ. وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِينَ أَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوبَةِ دُونَ الْغُيُوبِ، الْإِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوا تَفْسِيرَهُ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوبِ، فَمَدَحَ اللهُ - تَعَالَى - اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيطُوا بِهِ عِلْماً، وَسَمَّى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهِ رُسُوخاً ①، فَاقْتَصِرْ عَلَى ذٰلِكَ وَلَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللهِ سُبْحَانَهُ عَلَى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ. هُوَ الْقَادِرُ الَّذِي إِذَا ارْتَمَتِ الْأَوْهَامُ لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهِ، وَحَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبَرَّأُ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ فِي عَمِيقَاتِ غُيُوبِ مَلَكُوتِهِ، وَتَوَلَّهَتِ الْقُلُوبُ إِلَيْهِ، لِتَجْرِيَ فِي كَيْفِيَّةِ صِفَاتِهِ، وَغَمَضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُولِ فِي حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَاوُلِ عِلْمِ ذَاتِهِ، رَدَعَهَا وَهِيَ تَجُوبُ مَهَاوِيَ سُدَفِ الْغُيُوبِ، مُتَخَلِّصَةً إِلَيْهِ - سُبْحَانَهُ - فَرَجَعَتْ إِذْ جُبِهَتْ مُعْتَرِفَةً بِأَنَّهُ لَا يُنَالُ بِجَوْرِ الْاعْتِسَافِ كُنْهُ مَعْرِفَتِهِ، وَلَا تَخْطُرُ بِبَالِ أُولِي الرَّوِيَّاتِ خَاطِرَةٌ مِنْ تَقْدِيرِ جَلَالِ عِزَّتِهِ. الَّذِي ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ امْتَثَلَهُ، وَلَا مِقْدَارٍ احْتَذَى عَلَيْهِ، مِنْ خَالِقٍ مَعْبُودٍ كَانَ قَبْلَهُ، وَأَرَانَا مِنْ مَلَكُوتِ قُدْرَتِهِ، وَعَجَائِبِ مَا نَطَقَتْ بِهِ آثَارُ حِكْمَتِهِ، وَاعْتِرَافِ الْحَاجَةِ مِنَ الْخَلْقِ إِلَى أَنْ يُقِيمَهَا بِمِسَاكِ قُوَّتِهِ، مَا دَلَّنَا بِاضْطِرَارِ قِيَامِ الْحُجَّةِ لَهُ عَلَى مَعْرِفَتِهِ، فَظَهَرَتِ الْبَدَائِعُ الَّتِي أَحْدَثَتْهَا آثَارُ صَنْعَتِهِ، وَأَعْلَامُ حِكْمَتِهِ، فَصَارَ كُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَهُ وَدَلِيلاً عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ خَلْقاً صَامِتاً فَحُجَّتُهُ بِالتَّدْبِيرِ نَاطِقَةٌ، وَدَلَالَتُهُ عَلَى الْمُبْدِعِ قَائِمَةٌ. فَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ شَبَّهَكَ بِتَبَايُنِ أَعْضَاءِ خَلْقِكَ، وَتَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِهِمُ

کِل علمہ ۔ اس کے علم کو مالک کے حوالہ کردو
سدد ۔ سدّہ کی جمع ہے
ارتمت ۔ افکار سے آگے نکل جانا
منقطع ۔ انتہا
مبرا ۔ خالص
تولہت ۔ شدت عشق
غمضت ۔ فکر کی راہوں کی باریکیاں
ردع ۔ روک دینا
مھاوی ۔ ہلاکت کے مقامات
سُدف ۔ سدفہ کی جمع ہے ۔ رات کا ایک حصہ
جُبھت ۔ مایوس واپس کردی گئی
جور ۔ راستہ سے انحراف
رویّات ۔ رویّہ کی جمع ہے ۔ فکر
ابتدع ۔ بلا نمونہ کے عدم سے وجود میں لے آنا
احتذیٰ علیہ ۔ اس پر قیاس کیا ہو
مِساک ۔ روکنے والی طاقت
حقاق ۔ حُقّہ کی جمع ہے ۔ ہڈیوں کا سرا

① جب اس حقیقت کا اعلان کردیا گیا کہ راسخون فی العلم وہ افراد ہیں جنھیں یہ معلوم ہے کہ کن حقائق کا علم ممکن ہے اور کون سی باتیں انسانی ادراک سے بالاتر ہیں ۔ تو ضرورت تھی کہ اپنے رسوخ فی العلم کے اثبات کے لئے ان حقائق کی نشاندہی کردی جائے اور اس سلسلہ میں چار باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

(۱) مالک کی قدرت کی آخری حدوں کا ادراک ۔ (۲) اس کے اقتدار کے عمیق غیب کی اطلاع ۔
(۳) اس کے صفات کی کیفیت کا تصور ۔ (۴) اس کی ذات اقدس کا علم ۔

ظاہر ہے کہ یہ امور انسانی ادراکات سے بالاتر ہیں لہٰذا ان میں دخل اندازی حدود عظمت الٰہیہ میں دخل اندازی کے مرادف ہے اور یہ جہل ہے ۔ رسوخ علم نہیں ہے ۔

اسی کے نورِ ہدایت سے روشنی حاصل کرو اور جس علم کی طرف شیطان متوجہ کرے اور اس کا کوئی فریضہ نہ کتاب الٰہی میں موجود ہو نہ سنتِ پیغمبرؐ اور ارشادات ائمہ ہدیٰ میں تو اس کا علم پروردگار کے حوالے کر دو کہ یہی اس کے حق کی آخری حد ہے اور یہ یاد رکھو راسخون فی العلم وہی افراد ہیں جنھیں غیب الٰہی کے سامنے پڑے ہوئے پردوں کے اندر درانہ داخل ہونے سے اس امر نے بے نیاز بنا دیا ہے وہ اس پوشیدہ غیب کا اجمالی اقرار رکھتے ہیں اور پروردگار نے ان کے اسی جذبہ کی تعریف کی ہے کہ جس چیز کو ان کا علم احاطہ نہیں کرسکتا اس کے بارے میں اپنی عاجزی کا اقرار کرلیتے ہیں اور اسی صفت کو اس نے رسوخ سے تعبیر کیا ہے کہ جس بات کی تحقیق ان کے ذمہ نہیں ہے اس کی گہرائیوں میں جانے کا خیال نہیں رکھتے ہیں(۱)

تم بھی اسی بات پر اکتفا کرو اور اپنی عقل کے مطابق عظمت الٰہی کا اندازہ نہ کرو کہ ہلاک ہونے والوں میں شمار ہو جاؤ۔

دیکھو وہ ایسا قادر ہے کہ جب فکریں اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کے لئے آگے بڑھتی ہیں اور ہر طرح کے وسوسہ سے پاکیزہ خیال اس کی سلطنت کے پوشیدہ اسرار کو اپنی زد میں لانا چاہتا ہے اور دل والہانہ طور پر اس کے صفات کی کیفیت معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عقل کی راہیں اس کی ذات کا علم حاصل کرنے کے لئے صفات کی رسائی سے آگے بڑھنا چاہتی ہیں تو وہ انھیں اس عالم میں اس واپس کر دیتا ہے کہ وہ عالم غیب کی گہرائیوں کی راہیں طے کر رہی ہوتی ہیں اور مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں جس کے نتیجہ میں یہ اس اعتراف کے ساتھ پلٹ آتی ہیں کہ غلط فکروں سے اس کی معرفت کی حقیقت کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے اور صاحبانِ فکر کے دلوں میں اس کے جلال و عزت کا ایک شمہ بھی خطور نہیں کرسکتا ہے۔

اس نے مخلوقات کو بغیر کسی نمونہ کو نگاہ میں رکھے ہوئے ایجاد کیا ہے اور کسی ماسبق کے خالق و معبود کے نقشہ کے بغیر پیدا کیا ہے۔ اس نے اپنی قدرت کے اختیارات، اپنی حکمت کے منھ بولتے آثار اور مخلوقات کے لئے اس کے سہارے کی احتیاج کے اقرار کے ذریعہ اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ ہم اس کی معرفت پر دلیل قائم ہونے کا اقرار کرلیں کہ جن جدید ترین اشیاء کو اس کے آثار صنعت نے ایجاد کیا ہے اور نشانہائے حکمت نے پیدا کیا ہے وہ سب بالکل واضح ہیں اور ہر مخلوق اس کے وجود کے لئے ایک مستقل حجت اور دلیل ہے کہ اگر وہ خاموش بھی ہے تو اس کی تدبیر بول رہی ہے اور اس کی دلالت ایجاد کرنے والے پر قائم ہے۔

خدایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے بھی تیری مخلوقات کے اعضاء کے اختلاف اور ان کے جوڑوں کے سروں کے ملنے سے تیری حکمت کی تدبیر کے لئے تیری شبیہ قرار دیا۔

---

(۱) انسان کی غفلت کی آخری حد یہ ہے کہ وہ وجود و حکمت الٰہی کی دلیل تلاش کر رہا ہے جب کہ اس نے ادنیٰ تامل سے کام لیا ہوتا تو اسے اندازہ ہو جاتا کہ جس نگاہ سے آثار قدرت کو تلاش کر رہا ہے اور جس دماغ سے دلائل حکمت کی جستجو کر رہا ہے یہ دونوں اپنی زبان بے زبانی سے آواز دے رہے ہیں کہ اگر کوئی خالق حکیم اور صانع کریم نہ ہوتا تو ہمارا وجود بھی نہ ہوتا۔ ہم اس کی عظمت و حکمت کے بہترین گواہ ہیں۔ ہمارے ہوتے ہوئے دلائل حکمت و عظمت کا تلاش کرنا بغل میں کٹورہ رکھ کر شہر میں ڈھنڈورہ پیٹنے کے مترادف ہے اور یہ کار عقلاء نہیں ہے۔

الْمُسْتَجِنَةِ لِتَدْبِيرِ حِكْمَتِكَ لَمْ يَعْقِدْ غَيْبَ ضَمِيرِهِ عَلَىٰ مَعرِفَتِكَ وَ لَمْ يُبَاشِرْ قَلْبَهُ الْيَقِينُ بِأَنَّهُ لَا نِدَّ لَكَ. وكَأَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ تَبَرُّؤَ التَّابِعِينَ مِنَ الْمَتْبُوعِينَ إِذْ يَقُولُونَ: «تَاللهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ. إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ»! كَذَبَ الْعَادِلُونَ بِكَ، إِذْ شَبَّهُوكَ بِأَصْنَامِهِمْ، وَ نَحَلُوكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوقِينَ بِأَوْهَامِهِمْ، وَ جَزَّأُوكَ تَجْزِئَةَ الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ وَ قَدَّرُوكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوَىٰ، بِقَرَائِحِ عُقُولِهِمْ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَيْءٍ مِنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ وَالْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ مُحْكَمَاتُ آيَاتِكَ وَ نَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَيِّنَاتِكَ، وَ إِنَّكَ أَنْتَ اللهُ الَّذِي لَمْ تَتَنَاهَ فِي الْعُقُولِ، فَتَكُونَ فِي مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَيَّفاً، وَلَا فِي رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُونَ مَحْدُوداً مُصَرَّفاً.

و منها: قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَأَحْكَمَ تَقْدِيرَهُ، و دَبَّرَهُ فَأَلْطَفَ تَدْبِيرَهُ، وَ وَجَّهَهُ لِوِجْهَتِهِ فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُودَ مَنْزِلَتِهِ، وَلَمْ يَقْصُرْ دُونَ الْانْتِهَاءِ إِلَىٰ غَايَتِهِ، وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ إِذْ أُمِرَ بِالْمُضِيِّ عَلَىٰ إِرَادَتِهِ، فَكَيْفَ وَ إِنَّمَا صَدَرَتِ الْأُمُورُ عَنْ مَشِيئَتِهِ؟ الْمُنْشِئُ أَصْنَافَ الْأَشْيَاءِ بِلَا رَوِيَّةِ فِكْرٍ آلَ إِلَيْهَا، وَلَا قَرِيحَةِ غَرِيزَةٍ أَضْمَرَ عَلَيْهَا، وَلَا تَجْرِبَةٍ أَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُورِ، وَلَا شَرِيكٍ أَعَانَهُ عَلَىٰ ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ الْأُمُورِ، فَتَمَّ خَلْقُهُ بِأَمْرِهِ، وَ أَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ، وَ أَجَابَ إِلَى دَعْوَتِهِ، لَمْ يَعْتَرِضْ دُونَهُ رَيْثُ الْمُبْطِئِ وَلَا أَنَاةُ الْمُتَلَكِّئِ، فَأَقَامَ مِنَ الْأَشْيَاءِ أَوَدَهَا، وَ نَهَجَ حُدُودَهَا، وَ لَاءَمَ بِقُدْرَتِهِ بَيْنَ مُتَضَادِّهَا، وَ وَصَلَ أَسْبَابَ قَرَائِنِهَا[1]، وَ فَرَّقَهَا أَجْنَاساً مُخْتَلِفَاتٍ فِي الْحُدُودِ وَ الْأَقْدَارِ، وَالْغَرَائِزِ وَالْهَيْئَاتِ، بَدَايَا خَلَائِقَ أَحْكَمَ صُنْعَهَا، وَ فَطَرَهَا عَلَىٰ مَا أَرَادَ وَابْتَدَعَهَا!

و منها في صفة السماء

وَ نَظَمَ بِلَا تَعْلِيقٍ رَهَوَاتِ فُرَجِهَا، وَ لَاحَمَ صُدُوعَ انْفِرَاجِهَا

احتجاب مفاصل ۔ گوشت اور کھال سے بند ہونا
عادلون بک ۔ دوسروں کی طرف عدول کرنے والے
نحلوک ۔ عطا کر دیا
حلیہ ۔ صفات
قدروک ۔ قیاس کیا
مکیف ۔ مخصوص کیفیت والا
مصرف ۔ جس پر عقلیں تصرف کریں
استصعب ۔ رام نہیں ہو سکا
غریزہ ۔ طبیعت ۔ مزاج
افاد ۔ استفاد
ریث ۔ سستی اور کوتاہی
اناۃ ۔ سوچ بچار
متلکئ ۔ بہانہ باز
اَوَد ۔ کجی
نہج ۔ معین کر دیا
قرائن ۔ جمع قرینہ ۔ نفس ۔ ساتھی
غرائز ۔ طبائع
بدایا ۔ جمع بدیٔ ۔ صنعت
رہوات ۔ جمع رہوۃ ۔ بلند جگہ
فُرَج ۔ جمع فُرجہ ۔ خالی جگہ
لاحم ۔ جوڑ دیا
صدوع ۔ جمع صدع ۔ شگاف

[1] بعض حضرات کا خیال ہے کہ قرائن سے مراد نفس ہے جسے جسم کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔
اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ خود مختلف قسم کے اجسام ہیں جن میں ارتباط پیدا کر دیا گیا ہے۔

اس نے اپنے ضمیر کے غیب کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کے دل میں یہ یقین پیوست نہیں ہوا کہ تیرا کوئی مثل نہیں ہے اور گویا اس نے یہ پیغام نہیں سنا کہ ایک دن مرید اپنے پیر و مرشد سے یہ کہہ کر بیزاری کریں گے کہ "بخدا ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے جب تم کو رب العالمین کے برابر قرار دے رہے تھے۔ بے شک تیرے برابر قرار دینے والے جھوٹے ہیں کہ انھوں نے تجھے اپنے اصنام سے تشبیہ دی ہے اور اپنے اوہام کی بنا پر تجھے مخلوقات کا حلیہ عطا کر دیا ہے اور اپنے خیالات کی بنا پر مجسموں کی طرح تیرے ٹکڑے کر دئے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ سے تجھے مختلف طاقتوں والی مخلوقات کے پیمانے پر ناپ تول دیا ہے۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جس نے بھی تجھے کسی کے برابر قرار دیا اس نے تیرا ہمسر بنا دیا اور جس نے تیرا ہمسر بنا دیا اس نے آیات محکمات کی تنزیل کا انکار کر دیا ہے اور واضح ترین دلائل کے بیانات کو جھٹلا دیا ہے۔ بے شک تو وہ خدا ہے جو عقلوں کی حدوں میں نہیں آسکتا ہے کہ افکار کی روانی میں کیفیوں کی زد میں آجائے اور نہ غور و فکر کی جولانیوں میں سما سکتا ہے کہ محدود اور تصرفات کا پابند ہو جائے۔

(ایک دوسرا حصہ)

مالک نے ہر مخلوق کی مقدار معین کی ہے اور محکم ترین معین کی ہے اور ہر ایک کی تدبیر کی ہے اور لطیف ترین تدبیر کی ہے ہر ایک کو ایک رُخ پر لگا دیا ہے تو اس نے اپنی منزلت کے حدود سے تجاوز بھی نہیں کیا ہے اور انتہا تک پہونچنے میں کوتاہی بھی نہیں کی ہے اور مالک کے ارادہ پر چلنے کا حکم دے دیا گیا تو اس سے سرتابی بھی نہیں کی ہے اور یہ ممکن بھی کیسے تھا جب کہ سب اس کی مشیت سے منظر عام پر آئے ہیں۔ وہ تمام اشیاء کا ایجاد کرنے والا ہے بغیر اس کے کہ فکر کی جولانیوں کی طرف رجوع کرے یا طبیعت کی داخلی روانی کا سہارا لے یا حوادث زمانہ کے تجربات سے فائدہ اٹھائے یا عجیب و غریب مخلوقات کے بنانے میں کسی شریک کی مدد کا محتاج ہو۔

اس کی مخلوقات اس کے امر سے تمام ہوئی ہے اور اس کی اطاعت میں سربسجود ہے۔ اس کی دعوت پر لبیک کہتی ہے اور اس راہ میں نہ دیر کرنے والے کی سستی کا شکار ہوتی ہے اور نہ حیلہ و حجت کرنے والے کی ڈھیل میں مبتلا ہوتی ہے۔ اس نے اشیاء کی کجی کو سیدھا رکھا ہے۔ ان کے حدود کو مقرر کر دیا ہے۔ اپنی قدرت سے ان کے متضاد عناصر میں تناسب پیدا کر دیا ہے اور نفس و بدن کا رشتہ جوڑ دیا ہے[۱]۔ انھیں حدود و مقادیر، طبائع و ہیئات کی مختلف جنسوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے جس کی صنعت مستحکم رکھی ہے اور اس کی فطرت و خلقت کو اپنے ارادہ کے مطابق رکھا ہے۔

(کچھ آسمان کے بارے میں)

اس نے بغیر کسی چیز سے وابستہ کئے آسمانوں کے نشیب و فراز کو منظم کر دیا ہے اور اس کے شگافوں کو ملا دیا ہے

وَ وَشَّجَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ أَزْوَاجِهَا، وَ ذَلَّلَ لِلْهَابِطِينَ بِأَمْرِهِ، وَالصَّاعِدِينَ بِأَعْمَالِ خَلْقِهِ، حُزُونَةَ مِعْرَاجِهَا وَ نَادَاهَا بَعْدَ إِذْ هِيَ دُخَانٌ، فَالْتَحَمَتْ (فالتجمت) عُرَىٰ أَشْرَاجِهَا، وَ فَتَقَ بَعْدَ الارْتِتَاقِ صَوَامِتَ أَبْوَابِهَا، وَ أَقَامَ رَصَداً مِنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلَىٰ نِقَابِهَا، وَأَمْسَكَهَا مِنْ أَنْ تَمُورَ فِي خَرْقِ الْهَوَاءِ بِأَيْدِهِ (بانده، رانده)، وَ أَمَرَهَا أَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِأَمْرِهِ، وَ جَعَلَ شَمْسَهَا آيَةً مُبْصِرَةً لِنَهَارِهَا، وَ قَمَرَهَا آيَةً مَمْحُوَّةً مِنْ لَيْلِهَا، وَ أَجْرَاهُمَا فِي مَنَاقِلِ مَجْرَاهُمَا، وَ قَدَّرَ سَيْرَهُمَا (مسيرها) فِي مَدَارِجِ دَرَجِهِمَا، لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِهِمَا، وَلِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِينَ وَ الْحِسَابُ بِمَقَادِيرِهِمَا، ثُمَّ عَلَّقَ فِي جَوِّهَا فَلَكَهَا، وَنَاطَ بِهَا زِينَتَهَا، مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَ مَصَابِيحِ كَوَاكِبِهَا، وَرَمَىٰ مُسْتَرِقِي السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا، وَأَجْرَاهَا عَلَىٰ أَذْلَالِ تَسْخِيرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا(معودها)، وَ مَسِيرِ سَائِرِهَا، وَهُبُوطِهَا وَ صُعُودِهَا، وَ نُحُوسِهَا وَ سُعُودِهَا.[1]

و منها في صفة الملائكة

ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهُ لِإِسْكَانِ سَمَوَاتِهِ، وَ عِمَارَةِ الصَّفِيحِ الْأَعْلَىٰ مِنْ مَلَكُوتِهِ، خَلْقاً بَدِيعاً مِنْ مَلَائِكَتِهِ، وَ مَلَأَ بِهِمْ فُرُوجَ فِجَاجِهَا، وَحَشَا بِهِمْ فُتُوقَ أَجْوَائِهَا(اجوايها)، وَ بَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوجِ زَجَلُ الْمُسَبِّحِينَ مِنْهُمْ فِي حَظَائِرِ الْقُدُسِ، وَ سُتُرَاتِ الْحُجُبِ، وَ سُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ، وَوَرَاءَ ذَلِكَ الرَّجِيجِ (الزجيج) الَّذِي تَسْتَكُّ مِنْهُ الْأَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُورٍ تَرْدَعُ الْأَبْصَارَ عَنْ بُلُوغِهَا، فَتَقِفُ خَاسِئَةً عَلَىٰ حُدُودِهَا. وَأَنْشَأَهُمْ عَلَىٰ صُوَرٍ مُخْتَلِفَاتٍ، وَأَقْدَارٍ مُتَفَاوِتَاتٍ(موتلفات)، «أُولِي أَجْنِحَةٍ» تُسَبِّحُ جَلَالَ عِزَّتِهِ، لَا يَنْتَحِلُونَ مَا ظَهَرَ فِي

وشّج - مضبوطی سے باندھ دیا
ازواج - امثال
قرائن - دوسرے اجرام فلک
ہابط و صاعد - سفلی وعلوی ارواح
حزونۃ - صعوبت و ناہمواری
اشراج - جمع شرج - کُنڈا
صوامت - جس میں کوئی خلا نہ ہو
رصد - محافظ
شہب ثواقب - انتہائی تیز روشنی والے ستارے
نقاب - جمع نقب - شگاف
تمور - فضا میں تڑپ سکیں
اید - قوت
ممحوۃ - جس کی روشنی کبھی کبھی ختم ہو جاتی ہے
مناقل مجراہا - وہ حالات جن میں اپنے مدار سے منتقل ہو جاتے ہیں
فلک - جس جگہ ستاروں کو ثابت کیا گیا ہے
دراری - کواکب
اذلال - جمع ذِل - واضح راستہ
صفیح - آسمان
اجواء - جمع جوّ - فضا
زجل - بلند آواز - گونج
حظائر - جمع حظیرہ کٹہرا - منزل
قدس - پاکیزگی
سترات - جمع سترہ - پردہ
سرادقات - جمع سرادق - سراپردہ
رجیج - زلزلہ و اضطراب
تستک - کان بہرے ہو جائیں
سبحات نور - طبقات نور
خاسئۃ - ناکام و نامراد

[1] واضح رہے کہ یہ سعد و نحس مختلف آثار کے اعتبار سے ہیں جن کا ظہور ستاروں سے ہوتا رہتا ہے۔ اس کا کوئی تعلق اس سعد و نحس سے نہیں ہے جس کا تذکرہ علم نجوم میں پایا جاتا ہے اور جس پر اعتبار کرنے سے ائمہ معصومین نے شدت سے منع فرمایا ہے اور بدشگونی کو یکسر خلاف اسلام قرار دیا ہے۔

اور انھیں آپس میں ایک دوسرے کیساتھ جکڑ دیا ہے اور اس کا حکم لے کر اترنے والے اور بندوں کے اعمال کو لے کر جانے والے فرشتوں کے لئے بلندی کی ناہمواریوں کو ہموار کر دیا ہے۔ ابھی یہ آسمان دھوئیں کی شکل میں تھے کہ مالک نے انھیں آواز دی اور ان کے تسموں کے رشتے آپس میں جڑ گئے، اور ان کے دروازے بند رہنے کے بعد کھُل گئے۔ پھر اس نے ان کے سوراخوں پر ٹوٹتے ہوئے ستاروں کے نگہبان کھڑے کر دئے اور اپنے دست قدرت سے اس امر سے روک دیا کہ ہوا کے پھیلاؤ میں اِدھر اُدھر چلے جائیں۔

انھیں حکم دیا کہ اس کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم کھڑے رہیں۔ ان کے آفتاب کو دن کے لئے روشن نشانی اور ماہتاب کو رات کی دھندلی نشانی قرار دے دیا اور دونوں کو ان کے بہاؤ کی منزل پر ڈال دیا ہے اور ان کی گذرگاہوں میں رفتار کی مقدار معین کر دی ہے تاکہ ان کے ذریعہ دن اور رات کا امتیاز قائم ہو سکے اور ان کی مقدار سے سال وغیرہ کا حساب کیا جا سکے۔ پھر فضائے بسیط میں سب کے مدار معلق کر دئے اور ان سے اس زینت کو وابستہ کر دیا جو چھوٹے چھوٹے تاروں اور بڑے بڑے ستاروں کے چراغوں سے پیدا ہوئی تھی آوازوں کے چرانے والوں کے لئے ٹوٹتے تاروں سے سنگسار کا انتظام کر دیا اور انھیں بھی اپنے جبر و قہر کی راہوں پر لگا دیا کہ جو ثابت ہیں وہ ثابت رہیں۔ جو سیار ہیں وہ سیار رہیں۔ بلند و پست نیک و بد سب اسی کی مرضی کے تابع رہیں۔ [1]

(اوصاف ملائکہ کا حصہ)

اس کے بعد اس نے آسمانوں کو آباد کرنے اور اپنی سلطنت کے بلند ترین طبقہ کو بسانے کے لئے [1] ملائکہ جیسی انوکھی مخلوق کو پیدا کیا اور ان سے آسمانی راستوں کے شگافتوں کو پُر کر دیا اور فضا کی پہنائیوں کو معمور کر دیا۔ انھیں شگافوں کے درمیان تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس کی چار دیواری، عظمت کے حجابات، بزرگی کے سراپردوں کے پیچھے گونج رہی ہیں اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ نور کی وہ تجلیاں ہیں جو نگاہوں کو وہاں تک پہونچنے سے روک دیتی ہیں اور وہ ناکام ہو کر اپنی حدوں پر ٹھہر جاتی ہیں۔

اس نے ان فرشتوں کو مختلف شکلوں اور الگ الگ پیمانوں کے مطابق پیدا کیا ہے۔ انھیں بال و پر عنایت کئے ہیں اور وہ اس کے جلال و عزت کی تسبیح میں مصروف ہیں۔ مخلوقات میں اس کی نمایاں صنعت کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے ہیں۔

[1] واضح رہے کہ ملائکہ اور جنات کا مسئلہ غیبیات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا علم دنیا کے عام وسائل کے ذریعہ ممکن نہیں ہے۔ قرآن مجید نے ایمان کے لئے غیب کے اقرار کو شرط اساسی قرار دیا ہے لہٰذا اس مسئلہ کا تعلق صرف صاحبانِ ایمان سے ہے۔ دیگر افراد کے لئے دیگر ارشادات امامؑ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اتنی بات تو بہرحال واضح ہو چکی ہے کہ آسمانوں کے اندر آبادیاں پائی جاتی ہیں اور یہاں کے افراد کا وہاں زندہ نہ رہ سکنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہاں کے باشندے بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ مالک نے ہر جگہ کے باشندہ میں وہاں کے اعتبار سے صلاحیت حیات رکھی ہے اور اسے سامان زندگی عنایت فرمایا ہے۔ امام صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ پروردگار عالم نے دس لاکھ عالم پیدا کئے ہیں اور دس لاکھ آدم۔ اور ہماری زمین کے باشندے آخری آدم کی اولادیں ہیں۔ (الہیئۃ والاسلام شہرستانی)

الْخَلْقِ مِنْ صُنْعِهِ، وَلَا يَدَّعُونَ أَنَّهُمْ يَخْلُقُونَ شَيْئاً مَعَهُ مِمَّا انْفَرَدَ بِهِ، «بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ، لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ» جَعَلَهُمُ اللهُ فِيمَا هُنَالِكَ أَهْلَ الْأَمَانَةِ عَلَىٰ وَحْيِهِ، وَحَمَّلَهُمْ إِلَى الْمُرْسَلِينَ وَدَائِعَ أَمْرِهِ وَ نَهْيِهِ، وَ عَصَمَهُمْ مِنْ رَيْبِ الشُّبُهَاتِ، فَمَا مِنْهُمْ زَائِغٌ عَنْ سَبِيلِ مَرْضَاتِهِ، وَ أَمَدَّهُمْ بِفَوَائِدِ الْمَعُونَةِ، وَأَشْعَرَ قُلُوبَهُمْ تَوَاضُعَ إِخْبَاتِ السَّكِينَةِ، وَ فَتَحَ لَهُمْ أَبْوَاباً ذُلُلاً إِلَىٰ تَمَاجِيدِهِ، وَ نَصَبَ لَهُمْ مَنَاراً وَاضِحَةً عَلَىٰ أَعْلَامِ تَوْحِيدِهِ، لَمْ تُثْقِلْهُمْ مُوصِرَاتُ الْآثَامِ، وَلَمْ تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ، وَلَمْ تَرْمِ الشُّكُوكُ بِنَوَازِعِهَا (نوازغها) عَزِيمَةَ إِيمَانِهِمْ، وَلَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُونُ عَلَىٰ مَعَاقِدِ يَقِينِهِمْ، وَلَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ الْإِحَنِ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَلَا سَلَبَتْهُمُ الْحَيْرَةُ مَا لَاقَ مِنْ مَعْرِفَتِهِ بِضَمَائِرِهِمْ، وَ مَا سَكَنَ مِنْ عَظَمَتِهِ وَهَيْبَةِ جَلَالَتِهِ فِي أَثْنَاءِ صُدُورِهِمْ، وَ لَمْ تَطْمَعْ فِيهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا عَلَىٰ فِكْرِهِمْ، وَ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِي خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ، وَ فِي عِظَمِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ، وَ فِي قَتْرَةِ الظَّلَامِ الْأَبْهَمِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ قَدْ خَرَقَتْ أَقْدَامُهُمْ تُخُومَ الْأَرْضِ السُّفْلَىٰ، فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيضٍ قَدْ نَفَذَتْ فِي مَخَارِقِ الْهَوَاءِ، وَ تَحْتَهَا رِيحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَا عَلَىٰ حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُودِ الْمُتَنَاهِيَةِ، قَدِ اسْتَفْرَغَتْهُمْ أَشْغَالُ عِبَادَتِهِ، وَ وَصَلَتْ (وسلت، مثلت) حَقَائِقُ الْإِيمَانِ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، وَقَطَعَهُمُ الْإِيقَانُ بِهِ إِلَى الْوَلَهِ إِلَيْهِ، وَلَمْ تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهُ إِلَىٰ مَا عِنْدَ غَيْرِهِ قَدْ ذَاقُوا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهِ، وَ شَرِبُوا بِالْكَأْسِ الرَّوِيَّةِ[1] مِنْ

اخبات - خضوع وخشوع
ذُلُل - جمع ذَلول - رام شدہ
منار - جمع منارہ - منزل نور
اعلام - نشان منزل
موصرات آثام - گناہوں کا سنگین بوجھ
ارتحلہ - سامان سفر لاد دیا
عُقَب - جمع عقبہ - نوبہ
نوازع - جمع نازعہ - ستارہ
معاقد - جمع معقد - محل اعتقاد
اِحَن - جمع اِحنَہ - حسد وکینہ
لاق - چپک گیا
تقترع - قرعہ ڈالن
رین - زنگ - کثافت
دُلّح - جمع دالح - بوجھل بادل
قترہ - مخفی انداز
اَبْہَم - جس میں راستہ نہ مل پائے
مخارق - جمع مخرق - محل شگاف
ریح ہفافہ - ہلکی ہوا
ولہ - شدت شوق
رویّہ - جو پیاس بجھا دے

[1] اس اعتبار سے ملائکہ کس قدر خوش قسمت اور مطمئن ہیں کہ بشریت کے جملہ خطرات سے محفوظ اور مصئون ہیں - نہ ان کی زندگی میں خواہشات کا گذر ہے کہ گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے نہ ان کے پاس مادی جسم ہے کہ گردش لیل و نہار کی بنا پر بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے - نہ شکوک و اوہام کی زد پر ہیں کہ ایمان و یقین خطرہ میں پڑ جائے اور نہ مفادات کا ٹکراؤ ہے کہ بغض و حسد کا شکار ہو جائیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان جب ان بلاؤں سے محفوظ ہو جاتا ہے تو اس کا مرتبہ ملائکہ سے بلند تر ہو جاتا ہے اور اس کی معراج کے سامنے ملائکہ کے پر جلنے لگتے ہیں!

(او)ر کسی چیز کی تخلیق کا ادعا نہیں کرتے ہیں۔"یہ اللہ کے محترم بندے ہیں جو اس پر کسی بات میں سبقت نہیں کرتے ہیں اور اسی کے حکم کے (م)طابق عمل کر رہے ہیں"۔ اللہ نے انھیں اپنی وحی کا امین بنایا ہے اور مرسلین کی طرف اپنے امر و نہی کی امانتوں کا حامل قرار دیا ہے۔ (ا)نھیں شکوک و شبہات سے محفوظ رکھا ہے کہ کوئی بھی اس کی مرضی کی راہ سے انحراف کرنے والا نہیں ہے۔ سب کو اپنی کارآمد امداد (س)ے نوازا ہے اور سب کے دل میں عاجزی اور شکستگی کی تواضع پیدا کر دی ہے۔ ان کے لئے اپنی تمجید کی سہولت کے دروازے (ک)ھول دئے ہیں اور توحید کی نشانیوں کے لئے واضح منارے قائم کر دئے ہیں۔ ان پر گناہوں کا بوجھ بھی نہیں ہے اور انھیں (ش)ب و روز کی گردشیں اپنے ارادوں پر چلا بھی نہیں سکتی ہیں۔ شکوک و شبہات ان کے مستحکم ایمان کو اپنے خیالات کے تیروں کا (ن)شانہ بھی نہیں بنا سکتے ہیں اور وہم و گمان ان کے یقین کی پختگی پر حملہ آور بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کے درمیان حسد کی چنگاری (ب)ھی نہیں بھڑکتی ہے اور حیرت و استعجاب ان کے ضمیروں کی معرفت کو سلب بھی نہیں کر سکتے ہیں اور ان کے سینوں میں چھپے ہوئے عظمت (و) ہیبت و جلالتِ الٰہی کے ذخیروں کو چھین بھی نہیں سکتے ہیں اور وسوسوں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں ہے کہ ان کی فکر کو زنگ آلود بنا دیں۔

(ا)ن میں بعض وہ ہیں جنھیں بوجھل بادلوں۔ بلند ترین پہاڑوں اور تاریک ترین ظلمتوں کے پردوں میں رکھا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کے پیروں نے زمین کے آخری طبقہ کو پارہ کر دیا ہے[۱] اور وہ ان سفید پرچموں جیسے ہیں جو فضا کی وسعتوں کو چیر کر باہر نکل گئے (ہ)وں۔ جن کے نیچے ایک ہلکی ہوا ہو جو انھیں ان کی حدوں پر روکے رہے۔ انھیں عبادت کی مشغولیت نے ہر چیز[۲] سے بے فکر بنا دیا ہے اور ایمان کے حقائق نے ان کے اور معرفت کے درمیان گہرا رابطہ پیدا کر دیا ہے اور یقین کامل نے ہر چیز سے رشتہ توڑ کر (ا)نھیں مالک کی طرف مشتاق بنا دیا ہے۔ ان کی رغبتیں مالک کی نعمتوں سے ہٹ کر کسی اور کی طرف نہیں ہیں کہ انھوں نے معرفت (ک)ی حلاوت کا مزہ چکھ لیا ہے اور محبت کے سیراب کرنے والے جام سے سرشار ہو گئے ہیں (۱)

(۱) بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ملائکہ کا علم زمین و آسمان کے تمام طبقات کو محیط ہے لیکن بظاہر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب ان کا جسم (ن)ورانی ہے اور اس پر مادیات کا دباؤ نہیں ہے تو ان کا جسم لطیف مادیات کے تمام حدود کو توڑ سکتا ہے اور اس میں کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے۔ نورانیت (م)یں مختلف اشکال اختیار کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور وہ مختلف صورتوں میں سامنے آسکتے ہیں۔

ملائکہ کے نورانی اجسام کی وسعت حیرت انگیز نہیں ہے۔ وہ زمین کی آخری تہ سے آسمان کی آخری بلندی تک احاطہ کر سکتے ہیں۔ حیرت انگیز اس (ک)سارِ یانی کی وسعت ہے جس میں اس گروہ ملائکہ کا سردار بھی سما جاتا ہے اور چادر کی وسعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

(۲) ظاہر ہے کہ جس کی زندگی میں ذیل کے مسائل تجارت و زراعت، ملازمت و صنعت اور رشتہ و قرابت شامل نہ ہوں اس سے زیادہ عبادت کون کر سکتا ہے اور اس سے زیادہ عبادات کو کون وقت دے سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جن کی زندگی میں زراعت بھی ہے اور تجارت بھی، صنعت بھی ہے اور سیاست بھی۔ رشتہ بھی ہے اور قرابت بھی۔ لیکن اس کے باوجود اتنی عبادت کرتے ہیں کہ مالک کو آرام کرنے کا حکم دینا پڑتا ہے اور ان کی ایک ضربت عبادت ثقلین پر بھاری ہو جاتی ہے یا وہ ایک نیند سے مرضیٔ معبود کا سودا کر لیتے ہیں۔

مَحَبَّتِهِ، وَ تَمَكَّنَتْ مِنْ سُوَيْدَاءِ قُلُوبِهِمْ وَ شِيجَةُ خِيفَتِهِ، فَحَنَوْا بِطُولِ الطَّاعَةِ اعْتِدَالَ ظُهُورِهِمْ، وَلَمْ يُنْفِدْ طُولُ الرَّغْبَةِ إِلَيْهِ مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ، وَلَا أَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوعِهِمْ، وَلَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْإِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوا مَا سَلَفَ مِنْهُمْ، وَلَا تَرَكَتْ لَهُمُ اسْتِكَانَةُ الْإِجْلَالِ نَصِيباً فِي تَعْظِيمِ حَسَنَاتِهِمْ[۱]، وَلَمْ تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِيهِمْ عَلَى طُولِ دُؤُوبِهِمْ، وَلَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ فَيُخَالِفُوا عَنْ رَجَاءِ رَبِّهِمْ، وَلَمْ تَجِفَّ لِطُولِ الْمُنَاجَاةِ أَسَلَاتُ أَلْسِنَتِهِمْ، وَلَا مَلَكَتْهُمُ الْأَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ بِهَمْسِ الْجُؤَارِ(الجار، الخبر) إِلَيْهِ أَصْوَاتُهُمْ، وَلَمْ تَخْتَلِفْ فِي مَقَاوِمِ (الطاعة) الطَّاعَةِ مَنَاكِبُهُمْ، وَلَمْ يَثْنُوا إِلَى رَاحَةِ التَّقْصِيرِ فِي أَمْرِهِ رِقَابَهُمْ، وَلَا تَعْدُو عَلَى عَزِيمَةِ جِدِّهِمْ بَلَادَةُ الْغَفَلَاتِ، وَلَا تَنْتَضِلُ فِي هِمَمِهِمْ خَدَائِعُ الشَّهَوَاتِ. قَدِ اتَّخَذُوا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيرَةً لِيَوْمِ فَاقَتِهِمْ، وَ يَمَّمُوهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ إِلَى الْمَخْلُوقِينَ بِرَغْبَتِهِمْ، لَا يَقْطَعُونَ أَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهِ، وَلَا يَرْجِعُ بِهِمُ الِاسْتِهْتَارُ بِلُزُومِ طَاعَتِهِ، إِلَّا إِلَى مَوَادَّ مِنْ قُلُوبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ مِنْ رَجَائِهِ وَ مَخَافَتِهِ، لَمْ تَنْقَطِعْ أَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ، فَيَنُوا فِي جِدِّهِمْ، وَ لَمْ تَأْسِرْهُمُ الْأَطْمَاعُ فَيُؤْثِرُوا وَ شِيكَ السَّعْيِ عَلَى اجْتِهَادِهِمْ. لَمْ يَسْتَعْظِمُوا مَا مَضَى مِنْ أَعْمَالِهِمْ، وَلَوِ اسْتَعْظَمُوا ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَاءُ مِنْهُمْ شَفَقَاتِ وَجَلِهِمْ، وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُفَرِّقْهُمْ سُوءُ التَّقَاطُعِ، وَلَا تَوَلَّاهُمْ غِلُّ التَّحَاسُدِ، وَلَا تَشَعَّبَتْهُمْ مَصَارِفُ الرِّيَبِ، وَلَا

سویداء - نقطۂ قلب
وشیجہ - خوف خدا کی جڑیں
لم ینفد - کوئی فائدہ نہیں پہنچایا
ربق - جمع ربقہ - رسی
استکانہ - خضوع وخشوع
دؤب - مسلسل دؤوب - ھوپ کرنے والا
لم تغض - کم نہیں ہوا
اسلۃ اللسان - اطراف زبان
ہمس - ہلکی آواز
جؤار - فریاد
مقاوم - جمع مقام - صفیں
لاتعدو - حملہ آور نہیں ہوتا
انتضلت الابل - تیز رفتار سے چلا
فاقہ - حاجت
یمموہ - اسی کا قصد کیا
استہتار - والہانہ شغف
مواد - جمع مادہ - ذخیرہ
شفقہ - خوف
ینوا - ونی ینی سے نکلا ہے - سستی
وشیک السعی - آسان ترین کوشش
شفقات - حالات خوف
تشعب - منتشر ہوجانا
ریب - جمع ریبہ - شک وشبہ

[۱] یہ ہر مخلوق کی شرافت کی نشانی ہے کہ اپنے اعمال کو مالک کے کرم کے مقابلہ میں عظیم شمار نہ کرے اور یہ احساس رکھے کہ جو کچھ کیا ہے اس کے کرم سے کیا ہے اور جس قدر بھی عمل انجام دیا ہے اس پر اس کے فضل و احسان کی چھاپ لگی ہوئی ہے - بلکہ اس کا کرم زیادہ ہے اور بندہ کا عمل کم اور ایسے حالات میں غرور و استکبار کا کوئی امکان نہیں رہ جاتا ہے -

اور ان کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے جس کی بنا پر انھوں نے مسلسل اطاعت سے اپنی سیدھی کمروں کو خمیدہ بنا لیا ہے اور طول رغبت[1] کے باوجود ان کے تضرع و زاری کا خزانہ ختم نہیں ہوا ہے اور نہ کمال تقرب کے باوجود ان کے خشوع کی رسیاں ڈھیلی ہوئی ہیں اور نہ خود پسندی نے ان پر غلبہ حاصل کیا ہے کہ وہ اپنے گذشتہ اعمال کو زیادہ تصور کرنے لگیں اور نہ جلال الٰہی[2] کے سامنے ان کے انکسار نے کوئی گنجائش چھوڑی ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا خیال کرنے لگیں۔ مسلسل تعب کے باوجود انھوں نے سستی کو راستہ نہیں دیا اور نہ ان کی رغبت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے کہ وہ مالک سے امید کے راستہ کو ترک کر دیں۔ مسلسل مناجاتوں نے ان کی نوک زبان کو خشک نہیں بنایا اور نہ مصروفیات نے ان پر قابو پا لیا ہے کہ ان کی مناجات کی خفیہ آوازیں منقطع ہو جائیں۔ نہ مقامات اطاعت میں ان کے شانے آگے پیچھے ہوتے ہیں اور نہ تعمیل احکام الٰہیہ میں کوتاہی کی بنا پر ان کی گردن کسی طرف مڑ جاتی ہے۔ ان کی کوششوں کے عزائم پر نہ غفلتوں کی نادانیوں کا حملہ ہوتا ہے اور نہ خواہشات کی فریب کاریاں ان کی ہمتوں کو اپنا نشانہ بناتی ہیں۔ انھوں نے اپنے مالک صاحب عرش کو روز فقر و فاقہ کے لئے ذخیرہ بنا لیا ہے اور جب لوگ دوسری مخلوقات کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو وہ اسی کو اپنا ہدف نگاہ بنائے رکھتے ہیں۔ یہ عبادت کی انتہا کو نہیں پہونچ سکتے ہیں لہٰذا ان کا اطاعت کا والہانہ جذبہ کسی اور طرف لے جانے کے بجائے صرف امید و بیم کے ناقابل اختتام ذخیروں ہی کی طرف لے جاتا ہے۔ ان کے لئے خوف خدا کے اسباب منقطع نہیں ہوئے ہیں کہ ان کی کوششوں میں سستی پیدا کرا دیں اور نہ انھیں خواہشات نے قیدی بنایا ہے کہ وقتی کوششوں کو ابدی سعی پر مقدم کر دیں۔ یہ اپنے گذشتہ اعمال کو بڑا خیال نہیں کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو اب تک امیدیں خوف خدا کو فنا کر دیتیں۔ انھوں نے شیطانی غلبہ کی بنیاد پر پروردگار کے بارے میں آپس میں کوئی اختلاف بھی نہیں کیا ہے اور نہ ایک دوسرے سے بگاڑ نے ان کے درمیان افتراق پیدا کیا ہے۔ نہ ان پر حسد کا کینہ غالب آیا ہے اور نہ وہ شکوک کی بنا پر آپس میں ایک دوسرے سے الگ ہوئے ہیں۔

[1] کردار کا کمال یہی ہے کہ انسانی زندگی میں نہ امید خوف پر غالب آنے پائے اور نہ قربت کا احساس خشوع و خضوع کے جذبہ کو مجروح بنا دے۔ مولائے کائنات نے اس حقیقت کا اظہار ملائکہ کے کمال کے ذیل میں فرمایا ہے لیکن مقصد یہی ہے کہ انسان اس صورت حال سے عبرت حاصل کرے اور اشرف المخلوقات ہونے کا دعویدار ہے تو کردار میں بھی دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں اشرفیت کا مظاہرہ کرے ورنہ دعوائے بے دلیل کسی منطق میں قابل قبول نہیں ہوتا ہے۔

[2] انسان جب اپنے ذاتی اعمال کا موازنہ بہت سے دوسرے افراد سے کرتا ہے تو اس میں غرور پیدا ہونے لگتا ہے کہ اس کی نمازیں، عبادتیں یا اس کے مالی کارہائے خیر دوسرے افراد سے زیادہ ہیں لیکن جب ان کا موازنہ کرم پروردگار اور جلال الٰہی سے کرتا ہے تو یہ سارے اعمال ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔
مولائے کائنات نے اسی نکتہ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اپنے عمل کا موازنہ دوسرے افراد کے اعمال سے نہ کرو۔ موازنہ کرنے کا شوق ہے تو کرم الٰہی اور جلال پروردگار سے کرو تاکہ تمھیں اپنی اوقات کا صحیح اندازہ ہو جائے اور شیطان تمھارے اوپر غالب نہ آنے پائے۔

أَوْ تَشْتَمِلَهُمْ أَخْيَافُ (اختلاف) الْمُهِمِّ، فَهُمْ أُسَرَاءُ إِيمَانٍ لَمْ يَفُكَّهُمْ مِنْ رِبْقَتِهِ زَيْغٌ وَلَا عُدُولٌ وَلَا وَنًى وَلَا فُتُورٌ، وَلَيْسَ فِي أَطْبَاقِ السَّمَاءِ مَوْضِعُ إِهَابٍ إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ، أَوْ سَاعٍ حَافِدٌ، يَزْدَادُونَ عَلَى طُولِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ عِلْماً، وَتَزْدَادُ عِزَّةُ رَبِّهِمْ فِي قُلُوبِهِمْ عِظَماً.

و منها في صفة الأرض و دحوها على الماء

كَبَسَ الْأَرْضَ عَلَى مَوْرِ أَمْوَاجٍ مُسْتَفْحِلَةٍ وَلُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ، تَلْتَطِمُ أَوَاذِيُّ أَمْوَاجِهَا، وَتَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ أَثْبَاجِهَا، وَتَرْغُو زَبَداً كَالْفُحُولِ عِنْدَ هِيَاجِهَا، فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَاءِ الْمُتَلَاطِمِ لِثِقَلِ حَمْلِهَا، وَسَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَائِهِ إِذْ وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا، وَذَلَّ (ظل) مُسْتَخْذِياً إِذْ تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا، فَأَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ أَمْوَاجِهِ، سَاجِياً مَقْهُوراً وَفِي حَكَمَةِ الذُّلِّ مُنْقَاداً أَسِيراً، وَسَكَنَتِ الْأَرْضُ مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ تَيَّارِهِ، وَرَدَّتْ مِنْ نَخْوَةِ بَأْوِهِ وَاعْتِلَائِهِ، وَشُمُوخِ أَنْفِهِ وَسُمُوِّ (سموف) غُلَوَائِهِ، وَكَعَمَتْهُ عَلَى كِظَّةِ جَرْيَتِهِ، فَهَمَدَ بَعْدَ نَزَقَاتِهِ وَلَبَدَ بَعْدَ زَيَفَانِ وَثَبَاتِهِ. فَلَمَّا سَكَنَ هَيْجُ الْمَاءِ مِنْ تَحْتِ أَكْنَافِهَا وَحَمْلِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ الْبُذَّخِ عَلَى أَكْتَافِهَا فَجَّرَ يَنَابِيعَ الْعُيُونِ مِنْ عَرَانِينِ أُنُوفِهَا، وَفَرَّقَهَا فِي سُهُوبِ بِيدِهَا وَأَخَادِيدِهَا، وَعَدَّلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّاسِيَاتِ مِنْ جَلَامِيدِهَا وَذَوَاتِ الشَّنَاخِيبِ الشُّمِّ (سم) مِنْ صَيَاخِيدِهَا،

صیاخید - جمع صیخود - چٹان

اخیاف - جمع خیف - دامن کوہ
ونی - سستی - دیری
اہاب - جلد حیوان
حافد - تیز رفتار
کبس المنہر - مٹی سے پاٹ دیا یا ڈبو دیا
مور - تیز حرکت
مستفحلہ - زبردست ہیجان والی
زاخرہ - مملو
اواذی - جمع آذی - موجوں کا بالائی حصہ
اصطفقت الاشجار - لہرانے لگے
اثباج - جمع ثبج - تھپیڑے
کلکل - سینہ
مستخذی - منکسر، شکست
تمعکت - لوٹ گیا - رگڑ دیا
اصطخاب - آواز کا بلند ہونا
ساجی - ساکن
حکمہ - لجام فرس
مدحوہ - فرش شدہ - بیضوی شکل
باؤ - تکبر - غرور
غلواء - حد سے گذرا ہوا نشاط
کعم - منھ بند کر دینا
کظہ - پیٹ بھرے کی سستی
نزق - جوش و خروش
لبد - ٹھہر گیا
زیفان - مغرور چال
اکناف - اطراف
بذخ - بلند مثل شمخ
عرانین - جمع عرنین
سہوب - جمع سہب - صحرا
بید - جمع بیداء - ریگستان
اخادید - جمع اخدود - درّے
جلامید - جمع جلمود - ٹھوس پتھر
شناخیب - جمع شنخوب - پہاڑ کی چوٹی
شم - بلند

اور نہ پست ہمتوں نے انھیں ایک دوسرے سے جُدا کیا ہے۔ یہ ایمان کے وہ قیدی ہیں جن کی گردنوں کو کجی، انحراف، سُستی، فتور کوئی چیز آزاد نہیں کرا سکتی ہے۔ فضائے آسمان میں ایک کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدہ گذار یا دوڑ دھوپ کرنے والا نہ ہو۔ یہ طولِ اطاعت سے اپنے رب کی معرفت میں اضافہ ہی کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

(زمین اور اس کے پانی پر فرش ہونے کی تفصیلات)

اس نے زمین کو تہ و بالا ہونے والی موجوں اور اتھاہ سمندر کی گہرائیوں کے اوپر[1] قائم کیا ہے جہاں موجوں کا تلاطم تھا اور ایک دوسرے کو ڈھکیلنے والی لہریں ٹکرا رہی تھیں۔ ان کا بھین ایسا ہی تھا جیسے ہیجان زدہ اونٹ کا جھاگ۔ مگر اس طوفان کو تلاطم خیز پانی کے بوجھ نے دبا دیا اور اس کے جوش و خروش کو اپنا سینہ ٹیک کر ساکن بنا دیا اور اپنے شانے ٹکا کر اس طرح دبا دیا کہ وہ ذلت و خواری کے ساتھ رام ہو گیا۔ اب وہ پانی موجوں کی گھڑ گھڑاہٹ کے بعد ساکت اور مغلوب ہو گیا اور ذلت کی لگام میں اسیر و مطیع ہو گیا اور زمین بھی طوفان خیز پانی کی سطح پر دامن[2] پھیلا کر بیٹھ گئی تھی کہ اس نے اٹھلانے، سر اٹھانے، ناک چڑھانے، جوش دکھلانے کا خاتمہ کر دیا تھا اور روانی کی بے اعتدالیوں پر بند باندھ دیا تھا۔ اب پانی اچھل کود کے بعد بے دم ہو گیا تھا اور جست و خیز کی سرمستیوں کے بعد ساکت ہو گیا تھا۔ اب جب پانی کا جوش اطراف زمین کے نیچے ساکن ہو گیا اور سر بفلک پہاڑوں کے بوجھ نے اس کے کاندھوں کو دبا دیا تو مالک نے اُس کی ناک کے بانسوں سے چشمے جاری کر دئے اور انھیں دور دراز صحراؤں اور گڑھوں تک منتشر کر دیا اور پھر زمین کی حرکت کو پہاڑوں کی چٹانوں اور اونچی اونچی چوٹیوں والے پہاڑوں کے وزن سے معتدل بنا دیا۔

[1] واضح رہے کہ اس مقام پر اصل خلقت زمین کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ اس کی تخلیق مستقل حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ دور حاضر میں علماء طبیعت کا خیال ہے یا اسے سورج سے الگ کر کے بنایا گیا ہے جیسا کہ سابق کے علماء ہیئت کہا کرتے تھے۔ اس خطبہ میں صرف زمین کے بعض کیفیات و حالات کا ذکر کیا گیا ہے اور پروردگار کے اس احسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ اس نے زمین کو انسانی زندگی کا مستقر قرار دینے کے لئے کتنی دور سے اہتمام کیا ہے اور اس مخلوق کو بسانے کے لئے کتنے عظیم اہتمام سے کام لیا ہے۔ کاش انسان ان احسانات کا احساس کرتا اور اسے یہ اندازہ ہوتا کہ اس کے مالک نے اسے کس قدر عظیم قرار دیا تھا کہ اس کے قیام و استقرار کے لئے زمین و آسمان سب کو منقلب کر دیا اور اس نے اپنے کو اس قدر ذلیل کر دیا کہ ایک ایک ذرہ کائنات اور ایک ایک چپہ زمین کے لئے جان دینے کو تیار ہے اور اپنی قدر و قیمت کو یکسر نظر انداز کئے ہوئے ہے۔

[2] دحوہ کے معنی اگرچہ عام طور سے فرش شدہ کے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن لغت میں "مدحیٰ" انڈے دینے کی جگہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ مولائے کائنات نے اس لفظ سے زمین کی بیضاوی شکل کی طرف اشارہ کیا ہو کہ دور حاضر کی تحقیق کی بنا پر زمین کی شکل کروی نہیں ہے بلکہ بیضاوی ہے۔

فَكَنَتْ مِنَ ٱلْمَيَدَانِ لِرُسُوبِ الْجِبَالِ فِي قِطَعِ أَدِيمِهَا،
وَ تَغَلْغُلِهَا مُتَسَرِّبَةً فِي جَوْبَاتِ خَيَاشِيمِهَا وَ رُكُوبِهَا
أَعْنَاقَ سُهُولِ ٱلْأَرَضِينَ وَ جَرَاثِيمِهَا، وَ فَسَحَ بَيْنَ ٱلْجَوِّ
وَ بَيْنَهَا. وَ أَعَدَّ ٱلْهَوَاءَ مُتَنَسَّماً لِسَاكِنِهَا، وَ أَخْرَجَ
إِلَيْهَا أَهْلَهَا عَلَىٰ تَمَامِ مَرَافِقِهَا. ثُمَّ لَمْ يَدَعْ
جُرُزَ الْأَرْضِ الَّتِي تَقْصُرُ مِيَاهُ الْعُيُونِ عَنْ رَوَابِيهَا،
وَلَا تَجِدُ جَدَاوِلُ الْأَنْهَارِ (الارض) ذَرِيعَةً إِلَىٰ بُلُوغِهَا
حَتَّىٰ أَنْشَأَ لَهَا نَاشِئَةَ سَحَابٍ تُحْيِي مَوَاتَهَا، وَ تَسْتَخْرِجُ
نَبَاتَهَا، أَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ افْتِرَاقِ لُمَعِهِ، وَ تَبَايُنِ
قَزَعِهِ، حَتَّىٰ إِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ فِيهِ، وَالْتَمَعَ
بَرْقُهُ فِي كُفَفِهِ، وَلَمْ يَنَمْ وَمِيضُهُ فِي كَنَهْوَرِ رَبَابِهِ،
وَ مُتَرَاكِمِ سَحَابِهِ، أَرْسَلَهُ سَحّاً (سَحاً) مُتَدَارِكاً، قَدْ أَسَفَّ
هَيْدَبُهُ، تَمْرِيهِ الْجَنُوبُ دِرَرَ أَهَاضِيبِهِ وَ دُفَعَ شَآبِيبِهِ.
فَلَمَّا أَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بِوَانَيْهَا، وَ بَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ
بِهِ مِنَ ٱلْعِبْءِ الْمَحْمُولِ (الثقيل) عَلَيْهَا، أَخْرَجَ بِهِ مِنْ
هَوَامِدِ الْأَرْضِ النَّبَاتَ، وَ مِنْ زُعْرِ (زعن) الْجِبَالِ الْأَعْشَابَ،
فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِينَةِ رِيَاضِهَا، وَ تَزْدَهِي بِمَا أُلْبِسَتْهُ
مِنْ رَيْطِ أَزَاهِيرِهَا، وَ حِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهِ مِنْ نَاضِرِ
أَنْوَارِهَا، وَ جَعَلَ ذٰلِكَ بَلَاغاً لِلْأَنَامِ، وَرِزْقاً لِلْأَنْعَامِ،
وَ خَرَقَ الْفِجَاجَ فِي آفَاقِهَا، وَ أَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِينَ
عَلَىٰ جَوَادِّ طُرُقِهَا. فَلَمَّا مَهَدَ أَرْضَهُ، وَ أَنْفَذَ

ازاہیر - جمع ازہار - کلیاں
سمط - پرونے کا دھاگا لٹکا دیا
انوار - جمع نور - کلیاں
بلاغ - زندگی کا سہارا

میدان - حرکت و اضطراب
ادیم - سطح
تغلغل - اندر تک سرایت کر جانا
متسربہ - داخل ہو جانے والی
جوبات - جمع جوبہ - گڑھا
خیاشیم - جمع خیشوم - ناک کا سوراخ
رکوب الجبال - پہاڑوں کی بلندیاں
اعناق السہول - سطح زمین
جراثیم - زمین کے نچلے طبقات
مرافق بیت - سامان زندگی
جرز - چٹیل میدان
روابی - بلندیاں
موات - بنجر زمینیں
لمع - جمع لمعہ - بادلوں کی چمکدار ٹکڑیاں
قزع - جمع قزعہ - بادلوں کے اجزا
تمخضت - متھ دینا
کففت - جمع کفہ - اطراف
نامت النار - آگ خاموش ہو گئی
ومیض - چمک
کنہور - بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے
رباب - سفید بادل
سح - متصل و مسلسل
اسف الطائر - زمین کے قریب پرواز کی
ہیدب - دامن سحاب
تمریہ - دوہنے کے لئے تھنوں کا رگڑنا
درر - جمع درّہ دودھ
اہاضیب - جمع اہضاب بارش
شآبیب - جمع شؤبوب - موسلا دھار بارش
برک - اونٹ کی نشست
بوانیہا - تثنیہ بوان - عمود خیمہ
بعاع - بوجھل بادل
عبأ - بوجھ
ہوامد - چٹیل میدان
تزدہی - خوش ہوتی ہے
ریط - جمع ریطہ - نرم کپڑا

...روں کے اس کی سطح کے مختلف حصوں میں ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندی ... پر سوار ہو جانے کی بنا پر اس کی تھرتھراہٹ رک گئی اور مالک نے زمین سے فضا تک ایک وسعت پیدا کر دی اور ہوا کو اس کے ... روں کو سانس لینے کے لئے مہیا کر دیا اور اس کے بسنے والوں کو تمام سہولتوں کے ساتھ ٹھہرا دیا۔

اس کے بعد زمین کے وہ چٹیل میدان جن کی بلندیوں تک چشموں اور نہروں کے بہاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا انھیں بھی یونہی ... رہنے دیا یہاں تک کہ ان کے لئے وہ بادل پیدا کر دئے جو اُن کی مُردہ زمینوں کو زندہ بنا سکیں اور نباتات کو اُگا سکیں۔

... نے ابر کی چمک دار ٹکڑیوں کو اور پراگندہ بدلیوں کو جمع کیا یہاں تک کہ جب اس کے اندر پانی کا ذخیرہ جوش مارنے لگا اور ... کے کناروں پر بجلیاں تڑپنے لگیں اور ان کی چمک سفید بادلوں کی تہوں اور تہ بہ تہ سحابوں کے اندر برابر جاری رہی تو اس نے ... تو سلادھار بارش کے لئے بھیج دیا اس طرح کہ اس کے بوجھل حصے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انھیں مسلسل برسنے ... بادل کی بوندیں اور تیز بارش کی شکل میں برسا رہی تھیں۔ اس کے بعد جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پاؤں سمیت زمین پر ٹیک ... اور پانی کا سارا لدا ہوا بوجھ اس پر پھینک دیا تو اس کے ذریعہ افتادہ زمینوں سے کھیتیاں اُگا دیں اور خشک پہاڑوں پر ... سبزہ پھیلا دیا۔ اب زمین اپنے سبزہ کی زینت سے جھومنے لگی اور شگوفوں کی اوڑھنیوں اور شگفتہ و شاداب کلیوں کے ... روں سے اترانے لگی۔

پروردگار نے ان تمام چیزوں کو انسانوں کی زندگانی کا سامان اور جانوروں کا رزق قرار دیا ہے۔ اسی نے زمین کے اطراف ... دہ راستے نکالے ہیں اور شاہراہوں پر چلنے والوں کے لئے روشنی کے منارے نصب کئے ہیں۔

پھر جب زمین کا فرش بچھا لیا اور اپنا کام مکمل کر لیا۔

... حصۂ کلام میں مولائے کائناتؑ نے مالک کے دو عظیم احسانات کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے اور وہ ہیں ہوا اور پانی۔ ... ان کے سانس لینے کا ذریعہ ہے اور پانی انسان کا قوام حیات ہے۔ یہ دونوں نہ ہوتے تو انسان ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

اس کے بعد ان دونوں کی تخلیق کو مزید کارآمد بنانے کے لئے ہوا کو ساری فضا میں منتشر کر دیا اور پانی کے چشمے اگر پہاڑوں کی بلندیوں ... آب نہیں کر سکتے تھے تو بارش کا انتظام کر دیا تاکہ بلندی کوہ پر رہنے والی مخلوق بھی اس سے استفادہ کر سکے اور انسانوں کی طرح جانوروں ... گی کا انتظام بھی ہو جائے۔

افسوس کہ انسان نے دنیا کی ہر معمولی سے معمولی نعمت کی قدر و قیمت کا احساس کیا ہے لیکن ان دونوں کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ... ورنہ ہر سانس پر شکر خدا کرتا اور ہر قطرۂ آب پر احسانات الٰہیہ کو یاد رکھتا اور کسی آن اس کی یاد سے غافل نہ ہوتا اور اس کے احکام ... مخالفت نہ کرتا۔!

أَمْرَهُ، اخْتَارَ آدَمَ، عَلَيْهِ السَّلَام، خِيَرَةً مِنْ خَلْقِهِ، وَ جَعَلَهُ أَوَّلَ جِبِلَّتِهِ، وَأَسْكَنَهُ جَنَّتَهُ، وَأَرْغَدَ فِيهَا أُكُلَهُ، وَ أَوْعَزَ إِلَيْهِ فِيمَا نَهَاهُ عَنْهُ، وَأَعْلَمَهُ أَنَّ فِي الْإِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهِ، وَالْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهِ؛ فَأَقْدَمَ عَلَىٰ مَا نَهَاهُ عَنْهُ- مُوَافَاةً (موافقة) لِسَابِقِ عِلْمِهِ- فَأَهْبَطَهُ[1] بَعْدَ التَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ أَرْضَهُ بِنَسْلِهِ، وَلِيُقِيمَ الْحُجَّةَ بِهِ عَلَىٰ عِبَادِهِ، وَلَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ أَنْ قَبَضَهُ، مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ، وَ يَصِلُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَىٰ أَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ، وَ مُتَحَمِّلِي وَدَائِعِ رِسَالَاتِهِ، قَرْناً فَقَرْناً؛ حَتَّىٰ تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ- حُجَّتُهُ، وَ بَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَ نُذُرُهُ. وَ قَدَّرَ الْأَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَ قَلَّلَهَا، وَ قَسَّمَهَا عَلَى الضِّيقِ وَالسَّعَةِ فَعَدَلَ فِيهَا لِيَبْتَلِيَ مَنْ أَرَادَ بِمَيْسُورِهَا وَ مَعْسُورِهَا، وَلِيَخْتَبِرَ بِذٰلِكَ الشُّكْرَ وَالصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا وَ فَقِيرِهَا. ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِيلَ فَاقَتِهَا، وَ بِسَلَامَتِهَا طَوَارِقَ آفَاتِهَا، وَ بِفُرَجِ أَفْرَاحِهَا غُصَصَ أَتْرَاحِهَا(ابراحها). وَ خَلَقَ الْآجَالَ فَأَطَالَهَا وَ قَصَّرَهَا، وَ قَدَّمَهَا وَ أَخَّرَهَا، وَ وَصَلَ بِالْمَوْتِ أَسْبَابَهَا، وَ جَعَلَهُ خَالِجاً لِأَشْطَانِهَا، وَ قَاطِعاً لِمَرَائِرِ أَقْرَانِهَا. عَالِمُ السِّرِّ مِنْ ضَمَائِرِ الْمُضْمِرِينَ، وَ نَجْوَى الْمُتَخَافِتِينَ، وَ خَوَاطِرِ رَجْمِ الظُّنُونِ، وَ عُقَدِ عَزِيمَاتِ الْيَقِينِ، وَ مَسَارِقِ إِيمَاضِ الْجُفُونِ وَ مَا ضَمِنَتْهُ أَكْنَانُ

جِبِلّت - خلقت
مَقْطَع - آخری حد
عقابیل - جمع عقبولہ - شدائد
فاقہ - فقیر
فُرَج - جمع فرجہ - غم سے نجات
اتراح - جمع ترح - غم و ہلاکت
اسباب - رسیاں
خالج - کھینچنے والا
اشطان - جمع شطن - رسی
مرائر - جمع مریرہ بٹی ہوئی رسی
اقران - جمع قَرَن - وہ رسی جس سے دو اونٹوں کو باندھا جائے
تخافت - رازدارانہ گفتگو
رجم الظنون - اٹکل پچو
عقد - جمع عقدہ - دل کا عقیدہ
عزیمات - جمع عزیمہ - مستحکم و مدلل
مسارق - جمع مَسرَق - محل سرقہ
ایماض - چمک
جفون - پلکیں
اکنان - جمع کِن - پوشیدہ جگہ

[1] بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر حضرت آدمؑ کا درخت جنت سے کھا لینا پروردگار کے علم سابق کی بنا پر تھا تو اس کے نتیجہ میں انھیں جنت سے باہر کیوں نکال دیا گیا کیا بندہ کا یہ فریضہ بھی ہے کہ وہ مالک کے علم کی مخالفت کرے اور کیا اس کے امکان میں یہ ہے کہ مالک کے علم کو غلط ثابت کر سکے۔
حضرت آدمؑ کی طرح یہی مسئلہ ہر شخص کے عمل سے تعلق رکھتا ہے کہ مالک کائنات اگر اس کے گنہگار ہونے کے بارے میں علم رکھتا ہے تو کیا بندہ کے امکان میں یہ ہے کہ اُس کے علم کی مخالفت کر سکے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسے اس کے عمل کی سزا کیوں دی جاتی ہے؟
لیکن اس پورے مسئلہ کا جواب فقط ایک کلمہ ہے کہ اگر مالک کا علم کسی شخص کے عمل سے اس طرح متعلق ہوا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے شرارت کرے گا تو علم کی بنا پر اگرچہ شرارت ناگزیر ہے لیکن اختیار کی بنا پر انسان سزا کا بھی حقدار ہوگا۔ علاوہ اس کے کہ علم کسی کے عمل کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے اور عمل کی دنیا بہر حال اختیاری ہوتی ہے۔ علم اسے مجبور نہیں بنا سکتا ہے۔

م کو اپنی مخلوقات میں منتخب قرار دے دیا اور انھیں نوع انسانی کی فرد اول بنا کر جنت میں ساکن کر دیا اور ان کے لئے ہر طرح
کھانے پینے کو آزاد کر دیا اور جس سے منع کرنا تھا اس کا اشارہ بھی دے دیا اور یہ بتا دیا کہ اس کے اقدام میں نافرمانی کا
یشہ اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنے کا خطرہ ہے لیکن انھوں نے اسی چیز کی طرف رُخ کر لیا جس سے روکا گیا تھا کہ یہ بات پہلے
ے علم خدا میں موجود تھی۔① نتیجہ یہ ہوا کہ پروردگار نے توبہ کے بعد انھیں نیچے اتار دیا تا کہ اپنی نسل سے دنیا کو آباد کریں
ر ان کے ذریعہ سے اللہ بندوں پر حجت قائم کرے۔ پھر ان کو اٹھا لینے کے بعد بھی زمین کو ان چیزوں سے خالی نہیں رکھا جن کے
ریعہ ربوبیت کی دلیلوں کی تاکید کرے اور جنھیں بندوں کی معرفت کا وسیلہ بنائے بلکہ ہمیشہ منتخب انبیاء کرام اور رسالت کے
انت داروں کی زبانوں سے حجت کے پہونچانے کی نگرانی کرتا رہا اور یوں ہی صدیاں گزرتی رہیں یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر
حضرت محمدؐ کے ذریعہ اس کی حجت تمام ہو گئی اور اتمام حجت اور تخویف عذاب کا سلسلہ نقطۂ آخر تک پہونچ گیا۔

اللہ نے سب کی روزیاں معین کر رکھی ہیں چاہے قلیل ہوں یا کثیر اور پھر انھیں تنگی اور وسعت کے اعتبار سے بھی تقسیم
کر دیا اور اس میں بھی عدالت رکھی ہے تا کہ دونوں کا امتحان لیا جا سکے اور غنی و فقیر دونوں کو شکر یا صبر سے آزمایا جا سکے۔ پھر
سعت رزق کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرات اور سلامتی کے ساتھ نازل ہونے والی آفات کے اندیشے اور خوشی و شادمانی کی وسعت
کے ساتھ غم و الم کے گلوگیر پھندے شامل بھی کر دئے۔ زندگیوں کی طویل و قصیر مدتیں معین کیں۔ انھیں آگے پیچھے رکھا اور پھر سب کو
رت سے ملا دیا اور موت کو ان کی رسیوں کا کھینچنے والا اور مضبوط رشتوں کو پارہ پارہ کر دینے والا بنا دیا۔ وہ دلوں میں باتوں کے
چھپانے والوں کے اسرار۔ خفیہ باتیں کرنے والوں کی گفتگو۔ خیالات میں اٹکل پچو لگانے والوں کے اندازے۔ دل میں جمے
ہوئے یقینی عزائم۔ پلکوں میں دبے ہوئے کنکھیوں کے اشارے اور دلوں کی تہوں کے راز اور غیب کی گہرائیوں کے رموز
سب کو جانتا ہے۔

① اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جناب آدمؑ نے درخت کا پھل کھا کر اپنے کو زحمتوں میں مبتلا کر لیا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انھیں روئے زمین کا خلیفہ
بنایا گیا تھا تو کیا جنت ہی میں محو استراحت رہ جاتے اور اپنے فرائض منصبی کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ یہ تو احساس ذمہ داری کا ایک رُخ ہے کہ انھوں نے
جنت کے راحت و آرام کو نظر انداز کرنے کا عزم کر لیا اور روئے زمین پر آ گئے تا کہ اپنی نسل سے دنیا کو آباد کر سکیں اور اپنے فریضۂ منصب کو ادا کر سکیں۔
اور بات ہے کہ تقاضائے احتیاط یہی تھا کہ مالک کائنات ہی سے گزارش کرتے کہ جہاں کے لئے ذمہ دار بنایا ہے وہاں تک جانے کا انتظام کر دے
یا کوئی راستہ بتا دے۔ اس راستہ کو ابلیس کے اشارہ کے بعد اختیار نہیں کرنا چاہئے تھا کہ اسے ابلیس اپنی فتح مبین قرار دے لے اور خلیفۃ اللہ کے
مقابلہ میں اپنے غرور کا اظہار کر سکے۔ غالباً احتیاط کے اسی تقاضہ پر عمل نہ کرنے کا نام "ترک اولیٰ" رکھا گیا ہے۔

الْقُلُوبِ، وَ غَيَابَاتُ (بابات) الْغُيُوبِ، وَمَا أَصْغَتْ لِاسْتِرَاقِهِ مَصَائِخُ الْأَسْمَاعِ، وَ مَصَائِفُ الذَّرِّ وَ مَشَاتِي الْهَوَامِّ، وَ رَجْعِ الْحَنِينِ مِنَ الْمُولَهَاتِ، وَ هَمْسِ الْأَقْدَامِ، وَ مُنْفَسَحِ الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَائِجِ غُلُفِ الْأَكْمَامِ، وَ مُنْقَمَعِ الْوُحُوشِ مِنْ غِيرَانِ الْجِبَالِ وَ أَوْدِيَتِهَا، وَ مُخْتَبَاءِ الْبَعُوضِ بَيْنَ سُوقِ الْأَشْجَارِ وَأَلْحِيَتِهَا، وَ مَغْرِزِ الْأَوْرَاقِ مِنَ الْأَفْنَانِ، وَ مَحَطِّ الْأَمْشَاجِ مِنْ مَسَارِبِ (مشارب) الْأَصْلَابِ، وَ نَاشِئَةِ الْغُيُومِ وَ مُتَلَاحِمِهَا، وَ دُرُورِ قَطْرِ السَّحَابِ فِي مُتَرَاكِمِهَا، وَ مَا تَسْفِي الْأَعَاصِيرُ بِذُيُولِهَا، وَ تَعْفُو الْأَمْطَارُ بِسُيُولِهَا، وَ عَوْمِ (غموم) بَنَاتِ الْأَرْضِ فِي كُثْبَانِ الرِّمَالِ، وَ مُسْتَقَرِّ ذَوَاتِ الْأَجْنِحَةِ بِذُرَا شَنَاخِيبِ الْجِبَالِ، وَ تَغْرِيدِ ذَوَاتِ الْمَنْطِقِ (النطق) فِي دَيَاجِيرِ الْأَوْكَارِ، وَ مَا أَوْعَبَتْهُ (اوعته، اودعته) الْأَصْدَافُ، وَ حَضَنَتْ عَلَيْهِ أَمْوَاجُ الْبِحَارِ، وَ مَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ، أَوْ ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ، وَ مَا اعْتَقَبَتْ (احتقبت) عَلَيْهِ أَطْبَاقُ الدَّيَاجِيرِ، وَ سُبُحَاتُ النُّورِ، وَ أَثَرِ كُلِّ خَطْوَةٍ، وَ حِسِّ كُلِّ حَرَكَةٍ، وَ رَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ، وَ تَحْرِيكِ كُلِّ شَفَةٍ، وَ مُسْتَقَرِّ كُلِّ نَسَمَةٍ وَ مِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَ هَمَاهِمِ كُلِّ نَفْسٍ هَامَّةٍ، وَ مَا عَلَيْهَا مِنْ ثَمَرِ شَجَرَةٍ، أَوْ سَاقِطِ وَرَقَةٍ، أَوْ قَرَارَةِ نُطْفَةٍ أَوْ نُقَاعَةِ دَمٍ وَ مُضْغَةٍ أَوْ نَاشِئَةِ خَلْقٍ وَ سُلَالَةٍ، لَمْ يَلْحَقْهُ فِي ذٰلِكَ كُلْفَةٌ، وَلَا اعْتَرَضَتْهُ فِي حِفْظِ مَا ابْتَدَعَ مِنْ خَلْقِهِ عَارِضَةٌ وَلَا اعْتَوَرَتْهُ فِي تَنْفِيذِ الْأُمُورِ وَ تَدَابِيرِ الْمَخْلُوقِينَ مَلَالَةٌ وَلَا فَتْرَةٌ بَلْ نَفَذَهُمْ عِلْمُهُ، وَأَحْصَاهُمْ عَدَدُهُ، وَ وَسِعَهُمْ عَدْلُهُ، وَ غَمَرَهُمْ فَضْلُهُ، مَعَ تَقْصِيرِهِمْ عَنْ كُنْهِ مَا هُوَ أَهْلُهُ.

غیابات الغیوب ۔ غیب کی گہرائیاں
استراق الکلام ۔ چھپ کر باتیں سننا
مصائخ ۔ جمع مصاخ ۔ کان کا سوراخ
ذرّ ۔ چھوٹی چیونٹی
مصائف ۔ گرمی میں رہنے کی جگہ
مشاتی ۔ سردی میں رہنے کی جگہ
رجع الحنین ۔ درد رسیدہ کی فریاد
مولہات ۔ غم زدہ
ہمس ۔ پیروں کی ہلکی چاپ
منفسح الثمرہ ۔ پھلوں کے بڑھنے کی جگہ
ولائج ۔ جمع ولیجہ ۔ اندرونی غلاف
غلف ۔ جمع غلاف
اکمام ۔ جمع کم ۔ کلیوں کا خول
منقمع ۔ چھپنے کی جگہ
غیران ۔ جمع غار
سوق ۔ جمع ساق ۔ تنہ
الحیہ ۔ جمع لحا ۔ چھال
افنان ۔ شاخیں
امشاج ۔ جمع مشیج ۔ مخلوط
مسارب ۔ جمع مسرب ۔ نطفہ کی گذرگاہ
تسفی ۔ اڑا دیا
اعاصیر ۔ جمع اعصار ۔ بادلوں کو اڑانے والی ہوا
کثبان ۔ جمع کثیب ۔ ٹیلہ
ذرا ۔ جمع ذروہ ۔ بلند
شناخیب ۔ پہاڑوں کی بلندیاں
دیاجیر ۔ جمع دیجور ۔ تاریکی
اوعبتہ ۔ جمع کر دیا
حضنتہ ۔ تربیت کی
سدفہ ۔ ظلمت
ذرّ ۔ ظاہر ہوا
اعتقبت ۔ یکے بعد دیگرے
اطباق ۔ پردے

سبحات نور ۔ درجات و اطوار نور
ہماہم ۔ ہموم
قرارہ ۔ مستقر
نقاعہ ۔ اجزاء بدن کے اندر کا خون
عارضہ ۔ مانع جو کام سے روک دے
اعتورتہ ۔ لاحق ہوئی

وہ ان آوازوں کو بھی سُن لیتا ہے جن کے لئے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے۔ چیونٹیوں[1] کے موسم گرما کے مقامات اور دیگر حشرات الارض کی سردیوں کی منزل سے بھی آگاہ ہے۔ پسر مردہ عورتوں کی درد بھری فریاد اور پیروں کی چاپ بھی سن لیتا ہے۔ وہ سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی حصّوں میں تیار ہونے والے پھلوں کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور پہاڑوں کے غاروں اور وادیوں میں جانوروں کی پناہ گاہوں کو بھی پہچانتا ہے۔ وہ درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھروں کے چھپنے کی جگہ سے بھی باخبر ہے اور شاخوں میں پتے نکلنے کی منزل اور صلبوں کی گذرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ سحابوں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے بھی آشنا ہے بلکہ جن ذرات کو آندھیاں اپنے دامن سے اڑا دیتی ہیں اور جن نشانات کو بارشیں اپنے سیلاب سے مٹا دیتی ہیں ان سے بھی باخبر ہے۔ وہ ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سربلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر بال و پر رکھنے والے پرندوں کے نشیمنوں کو بھی جانتا ہے اور گھونسلوں کے اندھیروں میں پرندوں کے نغموں کو بھی پہچانتا ہے۔ جن چیزوں کو صدف نے سمیٹ رکھا ہے انھیں بھی جانتا ہے اور جنھیں دریا کی موجوں نے اپنی گود میں دبا رکھا ہے انھیں بھی پہچانتا ہے۔ جسے رات کی تاریکی نے چھپا لیا ہے اسے بھی پہچانتا ہے اور جس پر دن کے سورج نے روشنی ڈالی ہے اس سے بھی باخبر ہے۔ جن چیزوں پر یکے بعد دیگرے اندھیری راتوں کے پردے اور روشن دنوں کے آفتاب کی شعاعیں نور بکھیرتی ہیں وہ ان سب سے باخبر ہے۔ نشان قدم، حس و حرکت، الفاظ کی گونج، ہونٹوں کی جنبش، سانسوں کی منزل، ذرّات کا وزن، ذی روح کی سسکیوں کی آواز، اس زمین پر درختوں کے پھل۔ گرنے والے پتے، نطفوں کی قرارگاہ، منجمد خون کے ٹھکانے، لوتھڑے یا اس کے بعد بننے والی مخلوق یا پیدا ہوئے بچے سب کو جانتا ہے اور اسے اس علم کے حصول میں کوئی زحمت نہیں ہوئی اور نہ اپنی مخلوقات کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ پیش آئی اور نہ اپنے امور کے نافذ کرنے اور مخلوقات کا انتظام کرنے میں کوئی سُستی یا تھکن لاحق ہوئی بلکہ اس کا علم گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے اور اس نے سب کے اعداد کو شمار کر لیا ہے اور سب پر اس کا عدل شامل اور فضل محیط ہے حالانکہ یہ سب اس کے شایان شان حق کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

[1] مالک کائنات کے علم کے بارے میں اس قدر دقیق بیان ایک طرف غیر حکیم فلاسفہ کے اس تصور کی تردید ہے کہ خالق حکیم کے علم کا تعلق صرف کلیات سے ہوتا ہے اور وہ جزئیات سے بہ حیثیت جزئیات باخبر نہیں ہوتا ہے ورنہ اس سے بدلتے ہوئے جزئیات کے ساتھ ذات میں تغیر لازم آئے گا اور یہ بات غیر معقول ہے اور دوسری طرف انسان کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جو خالق و مالک مذکورہ تمام باریکیوں سے باخبر ہے وہ خلوت کدوں میں نامحرموں کے اجتماعات، نیم تاریک رقص گاہوں کے رقص، سڑکوں اور بازاروں کے دزدیدہ اشارات۔ اسکولوں اور دفتروں کے غیر شرعی تصرفات اور دل و دماغ میں چھپے ہوئے غیر شریفانہ تصورات و خیالات سے بھی باخبر ہے۔ اس کے علم سے کائنات کا کوئی ذرّہ مخفی نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ آنکھوں کی خیانت اور دل کے پوشیدہ اسرار دونوں سے مساوی طور پر اطلاع رکھتا ہے۔ واللہ علیم بذات الصدور

دعاء

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ أَهْلُ الْوَصْفِ الْجَمِيلِ، وَالتَّعْدَادِ الْكَثِيرِ، إِنْ تُؤَمَّلْ فَخَيْرُ مَأْمُولٍ، وَإِنْ تُرْجَ فَخَيْرُ (فاكرم) مَرْجُوٍّ.[1] اَللّٰهُمَّ وَ قَدْ بَسَطْتَ لِي فِيمَا لَا أَمْدَحُ بِهِ غَيْرَكَ، وَلَا أُثْنِي بِهِ عَلَىٰ أَحَدٍ سِوَاكَ، وَأُوَجِّهُهُ إِلَىٰ مَعَادِنِ الْخَيْبَةِ وَ مَوَاضِعِ الرِّيبَةِ، وَ عَدَلْتَ بِلِسَانِي عَنْ مَدَائِحِ الْآدَمِيِّينَ؛ وَ الثَّنَاءِ عَلَى الْمَرْبُوبِينَ الْمَخْلُوقِينَ. اَللّٰهُمَّ وَ لِكُلِّ مُثْنٍ عَلَىٰ مَنْ أَثْنَىٰ عَلَيْهِ مَثُوبَةٌ مِنْ جَزَاءٍ، أَوْ عَارِفَةٌ مِنْ عَطَاءٍ؛ وَ قَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيلاً عَلَىٰ ذَخَائِرِ الرَّحْمَةِ وَ كُنُوزِ الْمَغْفِرَةِ. اَللّٰهُمَّ وَ هٰذَا مَقَامُ مَنْ أَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيدِ الَّذِي هُوَ لَكَ، وَلَمْ يَرَ مُسْتَحِقّاً لِهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَالْمَمَادِحِ غَيْرَكَ وَ بِي فَاقَةٌ إِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا إِلَّا فَضْلُكَ؛ وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا إِلَّا مَنُّكَ وَجُودُكَ، فَهَبْ لَنَا فِي هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ، وَ أَغْنِنَا عَنْ مَدِّ الْأَيْدِي إِلَىٰ سِوَاكَ؛ «إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ!» (ما تشاء)

۹۲

و من كلام له (عليه السلام)

لما اراده الناس على البيعة بعد قتل عثمان

دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي؛ فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْراً لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ؛ لَا تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ، وَ لَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُولُ. وَ إِنَّ الْآفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ، وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ. وَاعْلَمُوا أَنِّي إِنْ أَجَبْتُكُمْ (اجبتكم) رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ، وَلَمْ أُصْغِ إِلَىٰ قَوْلِ الْقَائِلِ وَ عَتْبِ الْعَاتِبِ،[2] وَ إِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ؛ وَ لَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَ أَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ، وَ أَنَا لَكُمْ وَزِيراً، خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيراً!

مثوبہ - ثواب، جزا
خلّہ - فقر و فاقہ
منّ - احسان
لا تثبت - برداشت نہیں کر سکتی
اغامت - ابر نے ڈھانک لیا
محجّہ - سیدھا راستہ
تنکرت - انجان ہو گیا - بدل گیا

(۱) مالک کائنات کے ماسوا کوئی کریم ایسا نہیں ہے جس کے یہاں ناامیدی کے امکانات نہ ہوں اور جس کے کرم کے بارے میں شک شبہ نہ کیا جا سکے۔ اس لئے کہ ہر ایک کا اقتدار محدود اور ہر ایک کا خزانہ کرم متناہی ہے اور ایسے شخص کے بارے میں یا تو ناامیدی کا یقین رہتا ہے یا کم از کم شبہ ضرور رہتا ہے لیکن جس کا خزانہ غیر محدود اور جس کی قدرت لامتناہی ہے اس کے بارے میں اس طرح کے شک اور شبہ کا کوئی امکان نہیں پایا جاتا ہے۔ اس کی بارگاہ میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے تو یہ ظرف کی تنگی کا نتیجہ ہے۔ کرم کی محدودیت کا اثر نہیں ہے۔ کریم کے یہاں جزا بھی ہے جو عمل کے بعد ملتی ہے اور عارفہ بھی ہے جس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ بغیر کسی عمل اور استحقاق کے بھی حاصل ہو جاتا ہے ایسے حالات میں اسے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف توجہ کرنا اور مخلوقات کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرنا انسانیت کی توہین اور شرافت کی تباہی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

(۲) یہ اشارہ ہے کہ اگر حالات صحیح نہ ہوئے اور اسلام خطرہ میں دکھائی دیا تو میں ہرگز کسی امیر کے احکام کو قابل توجہ نہ قرار دوں گا۔

مصادر خطبہ ۹۲ تاریخ طبری ۶ ص ۳۰۶۶ (حوادث ۳۵ھ) نہایۃ ابن اثیر (حوادث ۳۵ھ) الجمل شیخ مفید ص ۴۸، تذکرہ ابن الجوزی ص ۵۷

خدایا! تو ہی بہترین توصیف اور آخر تک سراہے جانے کا اہل ہے۔ تجھ سے آس لگائی جائے تو بہترین آسرا ہے اور امید رکھی جائے تو بہترین مرکز امید ہے[۱]۔ تو نے مجھے وہ طاقت دی ہے جس کے ذریعہ کسی غیر کی مدح و ثنا نہیں کرتا ہوں اور اس کا رُخ ان افراد کی طرف نہیں موڑتا ہوں جو ناکامی کا مرکز اور شبہات کی منزل ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو لوگوں کی تعریف اور تیری پروردہ مخلوقات کی ثنا و صفت سے موڑ دیا ہے۔

خدایا! ہر تعریف کرنے والے کا اپنے ممدوح پر ایک حق ہوتا ہے چاہے وہ معاوضہ ہو یا انعام و اکرام۔ اور میں تجھ سے آس لگائے بیٹھا ہوں کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ خدایا! یہ اس بندہ کی منزل ہے جس نے صرف تیری توحید اور یکتائی کا اعتراف کیا ہے اور تیرے علاوہ ان اوصاف و کمالات کا کسی کو اہل نہیں پایا ہے۔ پھر میں ایک احتیاج رکھتا ہوں جس کا تیرے فضل کے علاوہ کوئی علاج نہیں کر سکتا ہے اور تیرے احسانات کے علاوہ کوئی اس کا سہارا نہیں بن سکتا ہے۔ اب اس وقت مجھے اپنی رضا عنایت فرما دے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بے نیاز بنا دے کہ تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۹۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب لوگوں نے قتل عثمان کے بعد آپ کی بیعت کا ارادہ کیا)

مجھے چھوڑ دو اور جاؤ کسی اور کو تلاش کر لو۔ ہمارے سامنے وہ معاملہ ہے جس کے بہت سے رنگ اور رُخ ہیں جن کی نہ دلوں میں تاب ہے اور نہ عقلیں انھیں برداشت کر سکتی ہیں۔ دیکھو افق کس قدر ابر آلود ہے اور راستے کس قدر انجانے ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر میں نے بیعت کی دعوت کو قبول کر لیا تو تمھیں اپنے علم ہی کے راستے پر چلاؤں گا اور کسی کی کوئی بات یا سرزنش نہیں سنوں گا[۲]۔ لیکن اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو تمھاری ہی ایک فرد کی طرح زندگی گذاروں گا بلکہ شاید تم سب سے زیادہ تمھارے حاکم کے احکام کا خیال رکھوں میں تمھارے لئے وزیر کی حیثیت سے امیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر رہوں گا۔

---

[۲] امیرالمومنینؑ کے اس ارشاد سے تین باتوں کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے:

۱۔ آپ کو خلافت کی کوئی حرص اور طمع نہیں تھی اور نہ آپ اس کیلئے کسی طرح کی دوڑ دھوپ کے قائل تھے۔ عہدۂ الٰہی عہدیدار کے پاس آتا ہے، عہدیدار اس کی تلاش میں نہیں نکلتا ہے۔

۲۔ آپ کسی قیمت پر اسلام کی تباہی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی نگاہ میں خلافت کے جملہ مشکلات و مصائب تھے اور قوم کی طرف سے بغاوت کا خطرہ نگاہ کے سامنے تھا لیکن اس کے باوجود اگر ملت کی اصلاح اور اسلام کی بقا کا دارو مدار اسی خلافت کے قبول کرنے پر ہے تو آپ اس راہ میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

۳۔ آپ کی نظر میں امت کے لئے ایک درمیانی راستہ وہی تھا جس پر آج تک چل رہی تھی کہ اپنی مرضی سے کوئی امیر طے کرلے اور پھر وقتاً فوقتاً آپ سے مشورہ کرتی رہے کہ آپ مشورہ دینے سے بہرحال گریز نہیں کرتے ہیں جس کا مسلسل تجربہ ہو چکا ہے اور اسی امر کو آپ نے وزارت سے تعبیر کیا ہے۔ ورنہ جس حکومت کی امارت ناقابل قبول ہے اس کی وزارت اس سے زیادہ بدتر ہوگی۔ وزارت فقط اسلامی مفادات کی حد تک بوجھ بٹانے کی حسین ترین تعبیر ہے۔

۹۳

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها ينبهُ أمير المؤمنين على فضله و علمه و يبيّن فتنة بني امية

أَمَّا بَعْدَ حَمْدِاللهِ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنِّي فَقَأْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْتَرِیءَ عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي بَعْدَ أَنْ مَاجَ غَيْهَبُهَا(ظلمتها)، وَاشْتَدَّ كَلَبُهَا. فَاسْأَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ السَّاعَةِ، وَلَا عَنْ فِئَةٍ تَهْدِي مِئَةً وَ تُضِلُّ مِئَةً إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ بِنَاعِقِهَا وَ قَائِدِهَا وَ سَائِقِهَا، وَ مُنَاخِ رِكَابِهَا، وَ مَحَطِّ رِحَالِهَا، وَ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَهْلِهَا قَتْلاً، وَ مَنْ يَمُوتُ مِنْهُمْ مَوْتاً. وَلَوْ قَدْ فَقَدْتُمُونِي وَ نَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهُ الْأُمُورِ، وَحَوَازِبُ الْخُطُوبِ، لَأَطْرَقَ كَثِيرٌ مِنَ السَّائِلِينَ، وَ فَشِلَ كَثِيرٌ مِنَ الْمَسْؤُولِينَ، وَ ذٰلِكَ إِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ، وَ شَمَّرَتْ عَنْ سَاقٍ، وَ ضَاقَتِ (كانت) الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ ضِيقاً، تَسْتَطِيلُونَ مَعَهُ أَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ، حَتَّىٰ يَفْتَحَ اللهُ لِبَقِيَّةِ الْأَبْرَارِ مِنْكُمْ.

إِنَّ الْفِتَنَ إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ، وَ إِذَا أَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ: يُنْكَرْنَ مُقْبِلَاتٍ، وَ يُعْرَفْنَ مُدْبِرَاتٍ، يَحُمْنَ حَوْمَ الرِّيَاحِ، يُصِبْنَ بَلَداً وَ يُخْطِئْنَ بَلَداً. أَلَا وَ إِنَّ أَخْوَفَ الْفِتَنِ عِنْدِي عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ بَنِي أُمَيَّةَ، فَإِنَّهَا فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ مُظْلِمَةٌ[له](ظلمة): عَمَّتْ خُطَّتُهَا، وَخَصَّتْ بَلِيَّتُهَا، وَ أَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ أَبْصَرَ فِيهَا، وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِيَ عَنْهَا. وَ ايْمُ اللهِ لَتَجِدُنَّ بَنِي أُمَيَّةَ لَكُمْ أَرْبَابَ سُوءٍ بَعْدِي، كَالنَّابِ الضَّرُوسِ: تَعْذِمُ بِفِيهَا، وَ تَخْبِطُ بِيَدِهَا، وَ تَزْبِنُ بِرِجْلِهَا، وَ تَمْنَعُ دَرَّهَا. لَا يَزَالُونَ بِكُمْ حَتَّىٰ يَتْرُكُوا (لَا يَكُونَ) مِنْكُمْ إِلَّا نَافِعاً لَهُمْ، أَوْ غَيْرَ ضَائِرٍ بِهِمْ. وَلَا يَزَالُ بَلَاؤُهُمْ عَنْكُمْ حَتَّىٰ لَا يَكُونَ انْتِصَارُ أَحَدِكُمْ مِنْهُمْ إِلَّا كَانْتِصَارِ الْعَبْدِ مِنْ رَبِّهِ، وَالصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحِبِهِ،

فقاتها - آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور نکال لیں۔
غیہب - تاریکی
موج - شمول و دوام
کَلَب - پاگل کتے کی بیماری
ناعق - للکارنے والا
مُناخ - اترنے کی جگہ
کرائہ - جمع کریہہ - ناخوشگوار حالات
حوازب - جمع حازب - شدید ترین مشکلات
قلّصت - سلسل جاری رہے گی
شبّہت - جس میں حق و باطل مشتبہ ہو جائیں
خُطہ - پروگرام
الناب - بوڑھی اونٹنی
ضروس - دانت کاٹنے والی
تعذم - دانت سے کاٹ کھانے والی
تزبن - مارنے والی
درّ - دودھ - خیر و برکت

(له) دنیا کا ہر فتنہ ایک نگاہ رکھتا ہے اور اسی کے ذریعہ آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے اپنے اقدامات سے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑ دیا کہ اس کا استیصال نہ بھی ہو سکے تو آگے بڑھنے کا راستہ بھی نہ ملے لیکن اس کے باوجود آپ بنی امیہ کے فتنہ کی طرف سے سخت نگراں تھے کہ وہ شروع سے اندھا ہے اور اندھے کی آنکھ پھوڑنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ اس فتنہ نے حرم خدا و رسولؐ کو بھی نظر انداز کر دیا اور ماں بہن بیٹی کی قرابت کی طرف سے بھی آنکھیں پھوڑ لیں۔

مصادر خطبہ ۹۳ تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۸۲، حلیۃ الاولیاء ا ص۶۸، الغارات ابن ہلال ثقفی، نہایۃ ابن اثیر ا ص۳۷۷ مادہ حزب و عذم، مستدرک حاکم ۲ ص۴۶۶، جامع بیان العلم وفضلہ ابن عبدالبر ا ص۱۱۴، اصابہ ابن حجر ۲ ص۵۰۹، الریاض النضرہ محب طبری ص۱۹۸، تاریخ الخلفاء ص۱۲۴، الفتوحات المکیہ احمد زینی دحلان ۲ ص۳۳۷، ینابیع المودۃ قندوزی ص۲۲۴، سلیم بن قیس الہلالی ص۹۲، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۱۹، الفتن ابو صالح السیلی، الفتن نعیم بن حماد الخزاعی - الملاحم و الفتن ص۸۶، المختصر حسن بن سلیمان الحلی ص۹۹، خطب امیرالمومنین الجلودی

۹۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں آپ نے اپنے علم و فضل سے آگاہ کرتے ہوئے بنی امیہ کے فتنہ کی طرف متوجہ کیا ہے)

حمد و ثنائے پروردگار کے بعد۔ لوگو! یاد رکھو میں نے[1] فتنہ کی آنکھ کو پھوڑ دیا ہے اور یہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے جب کہ اس کی تاریکیاں تہ و بالا ہو رہی ہیں اور اس کی دیوانگی کا مرض شدید ہو گیا ہے۔ اب تم مجھ سے جو چاہو دریافت کر لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہ جاؤں۔ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اب سے قیامت تک کے درمیان جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے اور جس گروہ کے بارے میں دریافت کرو گے جو سو افراد کو ہدایت دے اور سو کو گمراہ کر دے تو میں اس کے للکارنے والے۔ کھینچنے والے۔ ہنکانے والے۔ سواریوں کے قیام کی منزل۔ سامان اتارنے کی جگہ۔ کون ان میں سے قتل کیا جائے گا۔ کون اپنی موت سے مرے گا۔ سب بتا دوں گا۔ حالانکہ اگر یہ بدترین حالات اور سخت ترین مشکلات میرے بعد پیش آئے تو دریافت کرنے والا بھی پریشانی سے سر جھکا لے گا اور جس سے دریافت کیا جائے گا وہ بھی بتانے سے عاجز رہے گا اور یہ سب اس وقت ہوگا جب تم پر جنگیں پوری تیاری کے ساتھ ٹوٹ پڑیں گی اور دنیا اس طرح تنگ ہو جائے گی کہ مصیبت کے دن طولانی محسوس ہونے لگیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ باقی ماندہ نیک بندوں کو کامیابی عطا کر دے۔

یاد رکھو فتنے جب آتے ہیں تو لوگوں کو شبہات میں ڈال دیتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو ہوشیار کر جاتے ہیں۔ یہ آتے وقت نہیں پہچانے جاتے ہیں لیکن جب جانے لگتے ہیں تو پہچان لئے جاتے ہیں۔ ہواؤں کی طرح چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کسی شہر کو اپنی زد میں لے لیتے ہیں اور کسی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو۔ میری نگاہ میں سب سے خوفناک فتنہ بنی امیہ کا ہے جو خود بھی اندھا ہوگا اور دوسروں کو بھی اندھیرے میں رکھے گا۔ اس کے خطوط عام ہوں گے لیکن اس کی بلا خاص لوگوں کے لئے ہوگی جو اس فتنہ میں آنکھ کھولے ہوں گے ورنہ اندھوں کے پاس سے بآسانی گذر جائے گا۔

خدا کی قسم! تم بنی امیہ کو میرے بعد بدترین صاحبان اقتدار پاؤ گے جن کی مثال اس کاٹنے والی اونٹنی کی ہوگی جو منہ سے کاٹے گی اور ہاتھ مارے گی یا پاؤں چلائے گی اور دودھ نہ دوھنے دے گی اور یہ سلسلہ یوں ہی برقرار رہے گا جس سے صرف وہ افراد بچیں گے جو ان کے حق میں مفید ہوں یا کم سے کم نقصان دہ نہ ہوں۔ یہ مصیبت تمہیں اسی طرح گھیرے رہے گی یہاں تک کہ تمہاری داد خواہی ایسے ہی ہوگی جیسے غلام اپنے آقا سے یا مرید اپنے پیر سے انصاف کا تقاضا کرے۔

[1] پیغمبر اسلامؐ کے انتقال کے بعد جنازۂ رسولؐ کو چھوڑ کر مسلمانوں کی خلافت سازی۔ خلافت کے بعد امیر المومنینؑ سے مطالبۂ بیعت۔ ابوسفیان کی طرف سے حمایت کی پیش کش۔ فدک کا غاصبانہ قبضہ۔ دروازہ کا جلایا جانا۔ پھر ابوبکرؓ کی طرف سے عمرؓ کی نامزدگی۔ پھر عمرؓ کی طرف سے شوریٰ کے ذریعہ عثمانؓ کی خلافت۔ پھر طلحہ و زبیر اور عائشہ کی بغاوت اور پھر خوارج کا دین سے خروج۔ یہ وہ فتنے تھے جن میں سے کوئی ایک بھی اسلام کو تباہ کر دینے کے لئے کافی تھا۔ اگر امیر المومنینؑ نے مکمل صبر و تحمل کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا اور سخت ترین حالات پر سکوت اختیار نہ فرمایا ہوتا۔ اسی سکوت اور تحمل کو فتنوں کی آنکھ پھوڑ دینے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے بعد علمی فتنوں سے بچنے کا ایک راستہ یہ بتا دیا گیا ہے کہ جو چاہو دریافت کر لو، میں قیامت تک کے حالات سے باخبر کر سکتا ہوں۔ (روحی لہ الفداء)

تَرِدُ عَلَيْكُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَاءَ مَخْشِيَّةً، وَ قِطَعاً جَاهِلِيَّةً، لَيْسَ فِيهَا مَنَارُ هُدىً، وَلَا عَلَمٌ يُرَى.

نَحْنُ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ (نَجَاة) وَ لَسْنَا فِيهَا بِدُعَاةٍ، ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللهُ عَنْكُمْ كَتَفْرِيجِ الْأَدِيمِ: بِمَنْ يَسُومُهُمْ خَسْفاً، وَ يَسُوقُهُمْ عُنْفاً وَ يَسْقِيهِمْ بِكَأْسٍ مُصَبَّرَةٍ لَا يُعْطِيهِمْ إِلَّا السَّيْفَ، وَلَا يُحْلِسُهُمْ إِلَّا الْخَوْفَ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ[1] - بِالدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا - لَوْ يَرَوْنَنِي مَقَاماً وَاحِداً وَ لَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُورٍ، لِأَقْبَلَ مِنْهُمْ مَا أَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهُ فَلَا يُعْطُونِيهِ!

٩٤

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها يصف الله تعالى ثم يبين فضل الرسول الكريم و اهل بيته ثم يعظ الناس

الله تعالى

فَتَبَارَكَ اللهُ الَّذِي لَا يَبْلُغُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَلَا يَنَالُهُ حَدْسُ (حسّ) الْفِطَنِ، الْأَوَّلُ الَّذِي لَا غَايَةَ لَهُ فَيَنْتَهِيَ، وَلَا آخِرَ لَهُ فَيَنْقَضِيَ.

و منها في وصف الانبياء

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَأَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الْأَصْلَابِ إِلَىٰ مُطَهَّرَاتِ الْأَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضَىٰ مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِينِ اللهِ خَلَفٌ.

رسول الله و آل بيته (عليهم السلام)

حَتَّىٰ أَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَىٰ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَأَخْرَجَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتاً، وَأَعَزِّ الْأَرُومَاتِ مَغْرِساً: مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاءَهُ، وَانْتَجَبَ مِنْهَا أُمَنَاءَهُ. عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَأُسْرَتُهُ خَيْرُ الْأُسَرِ، وَ شَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ؛ نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ؛ وَ بَسَقَتْ فِي كَرَمٍ؛ لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ؛ وَ ثَمَرٌ لَا يُنَالُ؛ فَهُوَ إِمَامُ مَنِ اتَّقَىٰ، وَ بَصِيرَةُ مَنِ اهْتَدَىٰ،

شوہاء - بدصورت - بھیانک
مخشیہ - خوفناک
علَم - نشان ہدایت
ادیم - کھال
یسومہم خسفا - ذلت سے دوچار کریں
مصبرہ - تلخ
حِلس بعیر - اونٹ کی جھول
جزور - ذبح شدہ اونٹ
تناسخ - منتقل ہونا
منبت - نشو ونما کی جگہ
ارومات - جمع ارومہ - اصل
مغرس - اگنے کی جگہ
صدع - ظاہر کیا
عترت - اہلبیت - قریب ترین رشتہ دار
بسقت - آگے بڑھا

[1] اس مقام پر قریش سے مراد بنو امیہ ہیں جن کے آخری بادشاہ محمد بن مروان نے مقام زاب میں بنی عباس کے لشکر سے مقابلہ کیا تو سردار لشکر عبداللہ بن علی عباسی کو دیکھ کر آواز دی کہ کاش یہ پرچم علی ابن ابی طالب کے ہاتھ میں ہوتا اور اس طرح مولائے کائنات کے اس کلام کی تصدیق ہو گئی جو آپ نے واقعہ سے ۹۰ سال پہلے ارشاد فرمایا تھا اور یہ کام الہام خداوندی اور علم لدنی کے بغیر ممکن نہیں ہے -!

مصادر خطبہ ۹۴ اصول کافی کلینی ۱ ص ۱۳۴ ، العقد الفرید ابن عبد ربہ ۴ ص ۴۳ ، توحید صدوق ص ۲۸

تم پر ان کا فتنہ ایسی بھیانک شکل میں وارد ہوگا جس سے ڈر لگے گا اور اس میں جاہلیت کے اجزا بھی ہوں گے۔ نہ کوئی منارۂ ہدایت ہوگا اور نہ کوئی راستہ دکھلانے والا پرچم۔

بس ہم اہلبیتؑ ہیں جو اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے اور اس کے داعیوں میں سے نہ ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تم سے اس فتنہ کو اس طرح الگ کر دے گا جس طرح جانور کی کھال اُتاری جاتی ہے۔ اس شخص کے ذریعہ جو انھیں ذلیل کرے گا اور سختی سے ہنکائے گا اور موت کے تلخ گھونٹ پلائے گا اور تلوار کے علاوہ کچھ نہ دے گا اور خوف کے علاوہ کوئی لباس نہ پہنائے گا۔ وہ وقت ہوگا جب قریش کو یہ آرزو ہوگی کہ کاش دنیا اور اس کی تمام دولت دے کر ایک منزل پر مجھے دیکھ لیتے چاہے صرف اتنی دیر کے لئے جتنی دیر میں ایک اونٹ نحر کیا جاتا ہے تاکہ میں ان سے اس چیز کو قبول کر لوں جس کا ایک حصہ آج مانگتا ہوں تو وہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۹۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں پروردگار کے اوصاف۔ رسول اکرمؐ اور اہلبیتؑ اطہار کے فضائل اور موعظہ حسنہ کا ذکر کیا گیا ہے)

بابرکت ہے وہ پروردگار جس کی ذات تک ہمتوں کی بلندیاں نہیں پہونچ سکتی ہیں اور عقل و فہم کی ذہانتیں اسے نہیں پا سکتی ہیں۔ وہ ایسا اول ہے جس کی کوئی آخری حد نہیں ہے اور ایسا آخر ہے جس کے لئے کوئی فنا نہیں ہے۔

(انبیاء کرامؑ) پروردگار نے انھیں بہترین مقامات پر ودیعت رکھا اور بہترین منزل میں مستقر کیا۔ وہ مسلسل شریف ترین اصلاب سے پاکیزہ ترین ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے کہ جب کوئی بزرگ گذر گیا تو دین خدا کی ذمہ داری بعد والے نے سنبھال لی۔

(رسول اکرمؐ) یہاں تک کہ الٰہی شرف حضرت محمد مصطفیٰؐ تک پہونچ گیا اور اس نے انھیں بہترین نشو و نما کے معدن اور شریف ترین اصل کے مرکز کے ذریعہ دنیا میں بھیج دیا۔ اسی شجرۂ طیبہ سے جس سے انبیاء کو پیدا کیا اور اپنے امینوں کا انتخاب کیا۔ پیغمبرؐ کی عترت بہترین اور ان کا خاندان شریف ترین خاندان ہے۔ ان کا شجرہ وہ بہترین شجرہ ہے جو سرزمین حرم پر اُگا ہے اور بزرگی کے سایہ میں پروان چڑھا ہے۔ اس کی شاخیں بہت طویل ہیں اور اس کے پھل انسانی دسترس سے بالاتر ہیں۔ وہ اہل تقویٰ کے امام اور طالبان ہدایت کے لئے سرچشمۂ بصیرت ہیں۔

ل؎ امیرالمومنینؑ کا یہ ارشاد گرامی اس بات کا واضح دلیل ہے کہ انبیاء کرام کے آباء و اجداد اور امہات میں کوئی ایک بھی ایمان یا کردار کے اعتبار سے ناقص اور عیب دار نہیں تھا اور اس کے بعد اس بحث کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے کہ یہ بات عقلی اعتبار سے ضروری ہے یا نہیں اور اس کے بغیر منصب کا جواز پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اسلئے کہ اگر کافر اصلاب اور بے دین ارحام میں کوئی نقص نہیں تھا اور ناپاک ظرف منصب الٰہی کے حامل کے لئے نامناسب نہیں تھا تو اس قدر اہتمام کی کیا ضرورت تھی کہ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک کسی ایک مرحلہ پر بھی کوئی ناپاک صلب یا غیر طیب رحم داخل نہ ہونے پائے۔

سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْؤُهُ، وَ شِهَابٌ سَطَعَ نُورُهُ، وَ زَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهُ؛ سِيرَتُهُ الْقَصْدُ، وَ سُنَّتُهُ الرُّشْدُ، وَ كَلَامُهُ الْفَصْلُ، وَ حُكْمُهُ الْعَدْلُ؛ أَرْسَلَهُ عَلَىٰ حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَ هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَ غَبَاوَةٍ مِنَ الْأُمَمِ.

عظة الناس

اِعْمَلُوا، رَحِمَكُمُ اللهُ، عَلَىٰ أَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ، فَالطَّرِيقُ نَهْجٌ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ، وَ أَنْتُمْ فِي دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلَىٰ مَهَلٍ وَ فَرَاغٍ؛ وَالصُّحُفُ مَنْشُورَةٌ، وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ، وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ، وَ الْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَسْمُوعَةٌ، وَالْأَعْمَالُ مَقْبُولَةٌ.

٩٥

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

يقرر فضيلة الرسول الكريم ﴿صلى الله عليه وآله﴾

بَعَثَهُ وَالنَّاسُ ضُلَّالٌ فِي حَيْرَةٍ، وَ حَاطِبُونَ فِي فِتْنَةٍ، قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْأَهْوَاءُ، وَاسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِيَاءُ، وَاسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَاءُ؛ حَيَارَىٰ فِي زَلْزَالٍ مِنَ الْأَمْرِ وَ بَلَاءٍ مِنَ الْجَهْلِ، فَبَالَغَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي النَّصِيحَةِ، وَ مَضَىٰ عَلَى الطَّرِيقَةِ، وَ دَعَا إِلَى الْحِكْمَةِ، وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.

٩٦

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في الله و في الرسول الاكرم

الله تعالى

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْأَوَّلِ فَلَا شَيْءَ قَبْلَهُ، وَالْآخِرِ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ، وَالظَّاهِرِ فَلَا شَيْءَ فَوْقَهُ، وَالْبَاطِنِ فَلَا شَيْءَ دُونَهُ.

و منها في ذكر الرسول ﴿صلى الله عليه وآله﴾

مُسْتَقَرُّهُ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ، وَ مَنْبِتُهُ أَشْرَفُ مَنْبِتٍ، فِي مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَ مَمَاهِدِ السَّلَامَةِ؛ قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهُ أَفْئِدَةُ الْأَبْرَارِ، وَ ثُنِيَتْ إِلَيْهِ أَزِمَّةُ الْأَبْصَارِ، دَفَنَ اللهُ بِهِ الضَّغَائِنَ، وَأَطْفَأَ بِهِ الثَّوَائِرَ، أَلَّفَ بِهِ إِخْوَاناً وَ فَرَّقَ بِهِ أَقْرَاناً، أَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ، وَأَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ. كَلَامُهُ بَيَانٌ، وَصَمْتُهُ لِسَانٌ.

قصد - استقامت و میانہ روی
فترۃ - دو رسولوں کا درمیانی وقفہ
ہفوۃ - لغزش
نہج - واضح و مستحکم
مُستعتب - خوشنودی کی طلبگاری
عُتبیٰ - خوشنودی
حاطبون - جمع حاطب - لکڑی جمع کرنے والا
استزلتہم - لغزشوں تک پہنچا دیا
استخفتہم - مدہوش بنا دیا
الجہلاء - بھرپور جہالت
مماہد - جمع ممہد - جو چیز فرش کردی جائے
ازمہ - جمع زمام - لگام
ضغائن - کینے
ثوائر - جمع ثائرہ - اذیت رساں دشمنی

(۱) تاریخی اعتبار سے یہ دونوں حقیقتیں ناقابل انکار ہیں کہ جن حالات میں سرکار دوعالم نے تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا ہے وہ دنیا کے بدترین حالات میں سے تھے جنھیں قرآن مجید نے ضلال مبین اور کھلی ہوئی گمراہی سے تعبیر کیا ہے اور پھر ان جاہلوں اور ان پڑھ لوگوں کے درمیان جو پیغام پیش کیا ہے وہ کائنات کا عظیم ترین پیغام تھا اور یہی وجہ ہے کہ مالک نے تمام پیغامات کو منسوخ کر دیا لیکن اس پیغام کو قیامت تک کے لئے ابدی اور دائمی بنا دیا ہے جس کے قوانین بھی زندہ ہیں اور اس کا معجزہ بھی زندہ ہے بلکہ ایک ہی قرآن کو دونوں کا نمونہ بنا دیا گیا ہے۔

مصادر خطبہ ۹۵ بحارالانوار مجلسیؒ ۱۸ ص ۲۱۹
مصادر خطبہ ۹۶ بحارالانوار مجلسیؒ ۱۶ ص ۳۸۰

...سا چراغ ہیں جس کی روشنی لَو دے رہی ہے اور ایسا ستارہ ہیں جس کا نور درخشاں ہے اور ایسا چقماق ہیں جس کی چمک برق آسا ہے۔ ان کی سیرت میانہ روی، ان کی سنت رشد و ہدایت، ان کا کلام حرف آخر اور ان کا فیصلہ عادلانہ ہے۔ اللہ نے انھیں اس وقت بھیجا ...ب انبیاء کا سلسلہ موقوف تھا اور بدعملی کا دور دورہ تھا اور امت غفلت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

(موعظہ) دیکھو! خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ واضح نشانیوں پر عمل کرو کہ راستہ بالکل سیدھا ہے اور وہ جنت کی ...رف دعوت دے رہا ہے اور تم ایسے گھر میں ہو جہاں خوشنودیٔ پروردگار حاصل کرنے کی مہلت اور فراغت حاصل ہے۔ نامۂ اعمال ...کھلے ہوئے ہیں۔ قلم قدرت چل رہا ہے۔ بدن صحیح و سالم ہیں۔ زبانیں آزاد ہیں، توبہ سُنی جا رہی ہے اور اعمال قبول کئے جا رہے ہیں۔

۹۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں رسول اکرمؐ کے فضائل و مناقب کا تذکرہ کیا گیا ہے)

اللہ نے انھیں اس وقت بھیجا جب لوگ گمراہی میں متحیر(۱) تھے اور فتنوں میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ خواہشات نے انھیں بہکا دیا ...اور غرور نے ان کے قدموں میں لغزش پیدا کر دی تھی۔ جاہلیت نے انھیں سبک سر بنا دیا تھا اور وہ غیر یقینی حالات اور جہالت ...بلاؤں میں حیران و سرگرداں تھے۔ آپ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا، سیدھے راستہ پر چلے اور لوگوں کو حکمت اور موعظۂ حسنہ ...کی طرف دعوت دی۔

۹۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(حضرت رب العالمین اور رسول اکرمؐ کے صفات کے بارے میں)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ایسا اول ہے کہ اس سے پہلے کوئی شے نہیں ہے اور ایسا آخر ہے کہ اس کے بعد کوئی شے نہیں ...وہ ظاہر ہے تو اس سے مافوق کچھ نہیں ہے اور باطن ہے تو اس سے قریب تر کوئی شے نہیں ہے۔

(رسول اکرمؐ) آپ کا مستقر بہترین مستقر اور آپ کی نشو و نما کی جگہ بہترین منزل ہے یعنی کرامتوں کا معدن اور سلامتی کا مرکز ...نیک کرداروں کے دل آپ کی طرف جھکا دیے گئے ہیں اور نگاہوں کے رُخ آپ کی طرف موڑ دیے گئے ہیں۔ اللہ نے آپ کے ...ذریعہ کینوں کو دفن کر دیا ہے اور عداوتوں کے شعلے بجھا دیے ہیں۔ لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اور کفر کی برادری کو منتشر کر دیا ہے۔ ...ذلت کو عزیز بنا دیا ہے اور کفر کی عزت پر اکڑنے والوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ آپ کا کلام شریعت کا بیان ہے اور آپ کی خاموشی ...احکام کی زبان۔

---

(۱) ...علماء اصول کی زبان میں معصوم کی خاموشی کو تقریر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ اسی طرح حجت اور مدرک احکام ہے جس طرح معصوم کا قول و عمل ...ستاویز اور سند کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے احکام شریعت کا استنباط و استخراج کیا جاتا ہے۔ عام انسانوں کی خاموشی دلیل رضامندی نہیں بن سکتی ہے ...لیکن معصوم کی خاموشی دلیل احکام بھی بن سکتی ہے۔

۹۷

و من خطبة له (علیه السلام)

في اصحابه و اصحاب رسول الله

اصحاب علي (علیه السلام)

وَ لَئِنْ أَمْهَلَ الظَّالِمَ فَلَنْ يَفُوتَ أَخْذُهُ، وَ هُوَ لَهُ بِالْمِرْصَادِ عَلَىٰ مَجَازِ طَرِيقِهِ، وَ بِمَوْضِعِ الشَّجَا مِنْ مَسَاغِ رِيقِهِ. أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيَظْهَرَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ عَلَيْكُمْ، لَيْسَ لِأَنَّهُمْ أَوْلَىٰ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ، وَلٰكِنْ لِإِسْرَاعِهِمْ إِلَىٰ بَاطِلِ صَاحِبِهِمْ، وَإِبْطَائِكُمْ عَنْ حَقِّي. وَ لَقَدْ أَصْبَحَتِ الْأُمَمُ تَخَافُ ظُلْمَ رُعَاتِهَا، وَ أَصْبَحْتُ أَخَافُ ظُلْمَ رَعِيَّتِي. اسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوا، وَأَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوا، وَ دَعَوْتُكُمْ سِرّاً وَجَهْراً فَلَمْ تَسْتَجِيبُوا وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوا، أَشُهُودٌ كَغُيَّابٍ، وَ عَبِيدٌ كَأَرْبَابٍ! أَتْلُو عَلَيْكُمُ الْحِكَمَ فَتَنْفِرُونَ مِنْهَا، وَأَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُونَ عَنْهَا، وَ أَحُثُّكُمْ عَلَىٰ جِهَادِ أَهْلِ الْبَغْيِ فَمَا آتِي عَلَىٰ آخِرِ قَوْلِي حَتَّىٰ أَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِينَ أَيَادِيَ سَبَا. تَرْجِعُونَ إِلَىٰ مَجَالِسِكُمْ، وَ تَتَخَادَعُونَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ، أُقَوِّمُكُمْ غُدْوَةً، وَ تَرْجِعُونَ إِلَيَّ عَشِيَّةً، كَظَهْرِ الْحَنِيَّةِ(الحية)، عَجَزَ الْمُقَوِّمُ، وَأَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ.[1]

أَيُّهَا الْقَوْمُ الشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ، الْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ، الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ، الْمُبْتَلَىٰ بِهِمْ أُمَرَاؤُهُمْ. صَاحِبُكُمْ يُطِيعُ اللهَ وَ أَنْتُمْ تَعْصُونَهُ، وَ صَاحِبُ أَهْلِ الشَّامِ يَعْصِي اللهَ وَ هُمْ يُطِيعُونَهُ. لَوَدِدْتُ وَاللهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِي بِكُمْ صَرْفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ، فَأَخَذَ مِنِّي عَشَرَةً مِنْكُمْ وَأَعْطَانِي رَجُلاً مِنْهُمْ!

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ، مُنِيتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَاثْنَتَيْنِ:[2] صُمٌّ ذَوُو أَسْمَاعٍ، وَ بُكْمٌ ذَوُو كَلَامٍ، وَ عُمْيٌ ذَوُو أَبْصَارٍ، لَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ، وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ! تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ! يَا أَشْبَاهَ الْإِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا! كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ آخَرَ، وَاللهِ لَكَأَنِّي بِكُمْ

مرصاد ۔ گھات
شجا ۔ جو چیز حلق میں گلوگیر ہو جائے
مساغ الریق ۔ لعاب دہن کی گذرگاہ
شہود ۔ جمع شاہد ۔ حاضر
غیّاب ۔ جمع غائب
ایادی سبا ۔ یعنی عرب کا مورث اعلیٰ جس کے دس فرزند تھے ۔ اور ہمیشہ چھ کو ایک طرف اور چار کو ایک طرف رکھا کرتا تھا لیکن وقت پڑنے پر ایک بھی کام نہ آیا ۔
ظہر الحنیہ ۔ کمان
اعضل ۔ مشکل تر
تربت ۔ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائے

[1] امیر المومنینؑ کی عظمت کردار اور آپ کی بلند ترین سیاست کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ایسے افراد کے درمیان زندگی گذاری ہے اور کوئی ایک شخص بھی نہ ظلم کی شکایت کر سکا اور نہ حقوق میں کوتاہی کی فریاد کر سکا بلکہ اس کے برعکس آپ ہی قوم کے ظلم کا شکوہ کرتے رہے اور رعایا کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے رہے ۔

[2] آپ نے پانچ کے عدد کو تین اور دو کی شکل میں بیان کیا کہ ان میں تین اشیاء مثبت ہیں اور دو منفی اور دونوں کو ایک انداز سے بیان نہیں کیا جا سکتا ہے ۔

مصادر خطبہ نمبر ۹۷ کتاب سلیم بن قیس الہلالی ص ۱۱۱، کافی کلینی ۲ ص ۲۳۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص ۲۳۱، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ۱ ص ۸۶، ارشاد مفید ص ۲...، المجالس مفید ص ۱۰۵، تذکرۃ الخواص ص ۱۳۷، تاریخ دمشق ابن عساکر، البیان والتبیین جاحظ ۲ ص ۱۶۱، انساب الاشراف بلاذری ۲، الامامۃ والسیاسہ ابن قتیبہ ۱ ص ۱۲۶، المسترشد طبری امامی ص ۴۳، مشکوٰۃ الانوار طبرسیؒ ص ۵۸، احتجاج طبرسیؒ ص ۲۵۴

۹۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں اپنے اصحاب اور اصحاب رسول اکرمؐ کا موازنہ کیا گیا ہے)

اگر پروردگار نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اس کی گرفت سے باہر نکل گیا ہے۔ یقیناً وہ اس کی گزرگاہ اور اس کی گردن میں اچھو لگنے کی جگہ پر اس کی تاک میں ہے۔ قسم ہے اس مالک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ قوم یقیناً تم پر غالب آجائے گی۔ نہ اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ حقدار ہیں[1] بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے امیر کے باطل کی فوراً اطاعت کر لیتے ہیں اور تم میرے حق میں ہمیشہ سستی سے کام لیتے ہو۔ تمام دنیا کی قومیں اپنے حکام کے ظلم سے خوفزدہ ہیں اور میں اپنی رعایا کے ظلم سے پریشان ہوں۔ میں نے تمھیں جہاد کے لئے آمادہ کیا مگر تم نہ اٹھے۔ موعظہ سنایا تو تم نے نہ سنا۔ علی الاعلان اور خفیہ طریقہ سے دعوت دی لیکن تم نے لبّیک نہ کہی اور نصیحت بھی کی تو اسے قبول نہ کیا۔ تم ایسے حاضر ہو جیسے غائب اور ایسے اطاعت گذار ہو جیسے مالک۔ میں تمھارے لئے حکمت آمیز باتیں کرتا ہوں اور تم بیزار ہو جاتے ہو۔ بہترین نصیحت کرتا ہوں اور تم بھاگ کھڑے ہوتے ہو۔ باغیوں کے جہاد پر آمادہ کرتا ہوں اور ابھی آخر کلام تک نہیں پہونچنے پاتا ہوں کہ تم سبا کی اولاد کی طرح منتشر ہو جاتے ہو۔ اپنی محفلوں کی طرف پلٹ جاتے ہو اور ایک دوسرے کے دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ میں صبح کے وقت تمھیں سیدھا کرتا ہوں اور تم شام کے وقت یوں پلٹ کر آتے ہو جیسے کمان۔ تمھیں سیدھا کرنے والا بھی عاجز آگیا اور تمھاری اصلاح بھی ناممکن ہو گئی (ف۱)

اے وہ قوم جس کے بدن حاضر ہیں اور عقلیں غائب۔ تمھارے خواہشات گوناگوں ہیں اور تمھارے حکام تمھاری بغاوت میں مبتلا ہیں۔ تمھارا امیر اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو اور شام کا حاکم اللہ کی معصیت کرتا ہے اور اس کی قوم اس کی اطاعت کرتی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ معاویہ مجھ سے درہم و دینار کا سودا کر لے کہ تم میں کے دس لے کر اپنا ایک دیدے۔

کوفہ والو! میں تمھاری وجہ سے تین طرح کی شخصیات اور دو طرح کی کیفیات سے دوچار ہوں (ف۲)۔ تم کان رکھنے والے بہرے۔ زبان رکھنے والے گونگے اور آنکھ رکھنے والے اندھے ہو۔ تمھاری حالت یہ ہے کہ نہ میدان جنگ کے سچے جواں مرد ہو اور نہ مصیبتوں میں قابل اعتماد ساتھی۔ تمھارے ہاتھ خاک میں مل جائیں۔ تم ان اونٹوں جیسے ہو جن کے چرانے والے گم ہو جائیں کہ جب ایک طرف سے جمع کئے جائیں تو دوسری طرف سے منتشر ہو جائیں۔ خدا کی قسم۔ میں اپنے خیال کے مطابق تمھیں ایسا دیکھ رہا ہوں کہ

(ف۱) خدا گواہ ہے کہ قائد کی تمام قائدانہ صلاحیتیں بیکار ہو کر رہ جاتی ہیں جب قوم اطاعت کے راستہ سے منحرف ہو جاتی ہے اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ انحراف بھی اگر جہالت کی بنا پر ہوتا ہے تو اس کی اصلاح کا امکان رہتا ہے۔ لیکن مال غنیمت اور رشوت کا بازار گرم ہو جائے اور دولت دین کی قیمت بننے لگے تو وہاں ایک صحیح اور صالح قائد کا فرض قیادت انجام دینا تقریباً ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے اور اسے صبح و شام حالات کی فریاد ہی کرنا پڑتی ہے تاکہ قوم پر حجت تمام کر دے اور مالک کی بارگاہ میں اپنا عذر پیش کر دے۔

فِيمَا إِخَالُكُمْ: أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى، وَ حَمِيَ الضِّرَابُ، قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْأَةِ عَنْ قُبُلِهَا. وَ إِنِّي لَعَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي، وَ مِنْهَاجٍ مِنْ نَبِيِّي، وَ إِنِّي لَعَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ الْقُطُهُ لَقطاً

اصحاب رسول اللّٰہ

انْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوا سَمْتَهُمْ، وَاتَّبِعُوا أَثَرَهُمْ، فَلَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى، وَلَنْ يُعِيدُوكُمْ فِي رَدًى، فَإِنْ لَبَدُوا فَالْبُدُوا وَ إِنْ نَهَضُوا فَانْهَضُوا. وَلَا تَسْبِقُوهُمْ فَتَضِلُّوا، وَتَتَأَخَّرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا. لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَمَا أَرَى أَحَداً يُشْبِهُهُمْ مِنْكُمْ! لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ شُعْثاً غُبْراً، وَ قَدْ بَاتُوا سُجَّداً وَ قِيَاماً، يُرَاوِحُونَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَ خُدُودِهِمْ (خدوهم)، وَ يَقِفُونَ عَلَى مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ! كَأَنَّ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزَى مِنْ طُولِ سُجُودِهِمْ! إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتَّى تَبُلَّ جُيُوبَهُمْ، وَ مَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيحِ الْعَاصِفِ، خَوْفاً مِنَ الْعِقَابِ، وَرَجَاءً لِلثَّوَابِ!

۹۸

و من كلام له (عليه السلام)

يشير فيه الى ظلم بني أمية

وَاللّٰهِ لَا يَزَالُونَ حَتَّى لَا يَدَعُوا لِلّٰهِ مُحَرَّماً إِلَّا اسْتَحَلُّوهُ، وَلَا عَقْداً إِلَّا حَلُّوهُ، وَ حَتَّى لَا يَبْقَى بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا دَخَلَهُ ظُلْمُهُمْ وَ نَبَا بِهِ سُوءُ رَعْيِهِمْ (رعيتهم)، وَ حَتَّى يَقُومَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ: بَاكٍ يَبْكِي لِدِينِهِ، وَ بَاكٍ يَبْكِي (يشكى) لِدُنْيَاهُ وَ حَتَّى تَكُونَ نُصْرَةُ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ، إِذَا شَهِدَ أَطَاعَهُ، وَ إِذَا غَابَ اغْتَابَهُ، وَ حَتَّى يَكُونَ أَعْظَمَكُمْ فِيهَا عَنَاءً (غنا، غناءً) أَحْسَنُكُمْ بِاللّٰهِ ظَنّاً، فَإِنْ أَتَاكُمُ اللّٰهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوا، وَ إِنِ ابْتُلِيتُمْ فَاصْبِرُوا، فَإِنَّ «الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ».

اخال - خیال کرتا ہوں
حمس الوغی - جنگ بھڑک اٹھے
انفراج المرأۃ - یہ کام ولادت اور خطرات کے وقت ہوتا ہے
لقط - زمین سے چن کر اٹھالینا
سمت - راستہ
لبد - ٹھہر گیا
شعثا - جس کے بال پریشان ہوں
غبر - جس کے سر پر غبار ہو
مراوحہ - ایک کے بعد ایک عمل انجام دینا
رکب - جمع رکبہ - گھٹنے
مادا - اضطراب کا شکار ہوگئے
استحلال محرم - حرام کو حلال بنالینا
بیوت المدر - اینٹ پتھر کے مکان
بیوت الوبر - خیمے
نباء بہ - چھوڑ کر دور چلا جانا

(۱) اس مقام پر امام علیہ السلام نے اصحاب اور اہلبیتؑ دونوں کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن اصحاب کے تذکرہ میں ان کے حسن عمل اور خوبی کردار کا ذکر کیا ہے اور اہلبیتؑ کے تذکرہ میں انھیں ہادی اور رہنما کی شکل میں پیش کیا ہے۔ گویا اہلبیتؑ کا کام امت کو ہدایت دینا ہے اور اصحاب کا کام اس راہ ہدایت پر چلنا ہے تاکہ قابل ثنا وصفت قرار پاجائیں۔!

مصادر خطبہ نمبر ۹۸ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص ۱۵۱، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۱۰۰، ارشاد مفیدؒ ص ۱۵۰، بحار الانوار مجلسیؒ باب الفتن

جنگ تیز ہوگئی اور میدان کارزار گرم ہوگیا تو تم فرزند ابو طالب سے اس بے شرمی کے ساتھ الگ ہو جاؤ گے جس طرح کوئی عورت برہنہ ہو جاتی ہے۔ لیکن بہرحال میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن رکھتا ہوں اور پیغمبرؐ کے راستہ پر چل رہا ہوں میرا راستہ بالکل روشن ہے جسے میں باطل کے اندھیروں میں بھی ڈھونڈھ لیتا ہوں۔

(اصحاب رسول اکرمؐ) دیکھو۔ اہلبیتؑ پیغمبرؐ پر نگاہ رکھو اور انھیں کے راستہ کو اختیار کرو۔ انھیں کے نقش قدم پر چلتے رہو کہ وہ نہ تمھیں ہدایت سے باہر لے جائیں گے اور نہ ہلاکت میں پلٹ کر جانے دیں گے۔ وہ ٹھہر جائیں تو ٹھہر جاؤ اور اٹھ کھڑے ہوں تو کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار ان سے آگے نہ نکل جانا کہ گمراہ ہو جاؤ اور پیچھے بھی نہ رہ جانا کہ ہلاک ہو جاؤ۔ میں نے اصحاب پیغمبرؐ کا دور بھی دیکھا ہے مگر افسوس تم میں کا ایک بھی ان کا جیسا نہیں ہے۔ وہ صبح کے وقت اس طرح اٹھتے تھے کہ بال الجھے ہوئے، سر پر خاک پڑی ہوئی جب کہ رات سجدہ اور قیام میں گذار چکے ہوتے تھے اور کبھی پیشانی خاک پر رکھتے تھے اور کبھی رخسار۔ قیامت کی یاد میں گویا انگاروں پر کھڑے رہتے تھے اور ان کی پیشانیوں پر سجدوں کی وجہ سے بکری کے گھٹنے جیسے گھٹے ہوتے تھے۔ ان کے سامنے خدا کا ذکر آتا تھا تو آنسو اس طرح برس پڑتے تھے کہ گریبان تک تر ہو جاتا تھا اور ان کا جسم عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح لرزتا تھا جس طرح سخت ترین آندھی کے دن کوئی درخت۔

۹۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں بنی امیہ کے مظالم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

خدا کی قسم یہ یوں ہی ظلم کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کوئی حرام نہ بچے گا جسے حلال نہ بنالیں اور کوئی عہد و پیمان نہ بچے گا جسے توڑ نہ دیں اور کوئی مکان یا خیمہ باقی نہ رہے گا جس میں ان کا ظلم داخل نہ ہو جائے اور ان کا بدترین برتاؤ انھیں ترک وطن پر آمادہ نہ کردے اور دونوں طرح کے لوگ رونے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ دنیا دار اپنی دنیا کے لئے روئے اور دیندار اپنے دین کی تباہی پر آنسو بہائے۔ اور تم میں ایک کا دوسرے سے مدد طلب کرنا اسی طرح ہو جس طرح کہ غلام آقا سے مدد طلب کرے کہ سامنے آجائے تو اطاعت کرے اور غائب ہو جائے تو غیبت کرے۔ اور تم میں سب سے زیادہ مصیبت زدہ وہ ہو جو خدا پر سب سے زیادہ اعتماد رکھنے والا ہو لہٰذا اگر خدا تمھیں عافیت دے تو اسے قبول کرلو۔ اور اگر تمھارا امتحان لیا جائے تو صبر کرو کہ انجام کار بہرحال صاحبان تقویٰ ہی کے لئے ہے۔[۱]

---

[۱] دنیا کے ہر ظلم کے مقابلہ میں صاحبان ایمان و کردار کے لئے یہی بشارت کافی ہے کہ انجام کار صاحبان تقویٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس دنیا کی انتہا فساد اور تباہ کاری پر ہونے والی نہیں ہے بلکہ اسے ایک نہ ایک دن بہرحال عدل و انصاف سے معمور ہونا ہے۔ اس دن ہر ظالم کو اس کے ظلم کا اندازہ ہو جائے گا اور ہر مظلوم کو اس کے صبر کا پھل مل جائے گا۔ مالک کائنات کی یہ بشارت نہ ہوتی تو صاحبان ایمان کے حوصلے پست ہو جاتے اور انھیں حالات زمانہ مایوسی کا شکار بنا دیتے لیکن اس بشارت نے ہمیشہ ان کے حوصلوں کو بلند رکھا ہے اور اسی کی بنیاد پر وہ ہر دور میں ہر ظلم سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھے رہے ہیں۔

۹۹

و من خطبة له (عليه السلام)

في التزهيد من الدنيا

نَحْمَدُهُ عَلَىٰ مَا كَانَ، وَ نَسْتَعِينُهُ مِنْ أَمْرِنَا عَلَىٰ مَا يَكُونُ، وَ نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَدْيَانِ، كَمَا نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَبْدَانِ.

عِبَادَاللهِ أُوصِيكُمْ بِالرَّفْضِ لِهٰذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَ إِنْ لَمْ تُحِبُّوا تَرْكَهَا، وَالْمُبْلِيَةِ لِأَجْسَامِكُمْ(اجسادكم) وَ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ تَجْدِيدَهَا. فَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُهَا كَسَفْرٍ سَلَكُوا سَبِيلاً فَكَأَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوهُ، وَأَمُّوا عَلَماً فَكَأَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوهُ وَكَمْ عَسَى الْمُجْرِي إِلَى الْغَايَةِ أَنْ يَجْرِيَ إِلَيْهَا حَتَّىٰ يَبْلُغَهَا! وَ مَا عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ بَقَاءُ مَنْ لَهُ يَوْمٌ لَا يَعْدُوهُ، وَ طَالِبٌ حَثِيثٌ مِنَ الْمَوْتِ يَحْدُوهُ وَ مُزْعِجٌ فِي الدُّنْيَا حَتَّىٰ يُفَارِقَهَا رَغْماً! فَلَا تَنَافَسُوا فِي عِزِّ الدُّنْيَا وَ فَخْرِهَا، وَلَا تَعْجَبُوا بِزِينَتِهَا وَ نَعِيمِهَا، وَلَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَرَّائِهَا وَ بُؤْسِهَا، فَإِنَّ عِزَّهَا وَ فَخْرَهَا إِلَى انْقِطَاعٍ، وَ إِنَّ زِينَتَهَا وَ نَعِيمَهَا إِلَى زَوَالٍ، وَ ضَرَّاءَهَا وَ بُؤْسَهَا إِلَى نَفَادٍ(نفاذ)، وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا إِلَى انْتِهَاءٍ، وَكُلُّ حَيٍّ فِيهَا إِلَى فَنَاءٍ. أَوَ لَيْسَ لَكُمْ فِي آثَارِ الْأَوَّلِينَ مُزْدَجَرٌ، وَ فِي آبَائِكُمُ الْمَاضِينَ تَبْصِرَةٌ وَ مُعْتَبَرٌ، إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ! أَوَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْمَاضِينَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُونَ، وَ إِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِينَ لَا يَبْقَوْنَ! أَوَلَسْتُمْ تَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُونَ وَ يُمْسُونَ عَلَىٰ أَحْوَالٍ شَتَّىٰ: فَمَيِّتٌ يُبْكَىٰ، وَ آخَرُ يُعَزَّىٰ، وَ صَرِيعٌ مُبْتَلًى، وَ عَائِدٌ يَعُودُ، وَ آخَرُ بِنَفْسِهِ يَجُودُ، وَ طَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهُ، وَ غَافِلٌ وَلَيْسَ بِمَغْفُولٍ عَنْهُ؛ وَ عَلَىٰ أَثَرِ الْمَاضِي (الماضين) مَا يَمْضِي الْبَاقِي!

أَلَا فَاذْكُرُوا هَاذِمَ اللَّذَّاتِ، وَ مُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ، وَ قَاطِعَ الْأُمْنِيَاتِ، عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ (المشاوره) لِلْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ؛ وَاسْتَعِينُوا اللهَ عَلَىٰ أَدَاءِ وَاجِبِ حَقِّهِ، وَ مَا لَا يُحْصَىٰ مِنْ أَعْدَادِ نِعَمِهِ وَ إِحْسَانِهِ.

سفر - مسافروں کی جماعت
اموا - قصد کیا
المجری الی غایتہ - ایک خاص مقصد تک دوڑنے والا
یحدوہ - ہنکا کرلے جانے والا
نفاد - فنا
مزدجر - رک جانا
بنفسہ یجود - جان قربان کر دینا
مساورہ - ارتکاب
حثیث - تیز رفتار
صریع - ہلاک
ہادم - قاطع

۱؎ ان کلمات کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ انسان دنیا سے کنارہ کش ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں یا صحراؤں میں آباد ہو جائے اور نہ اس کا مقصد انسان کی زندگی کو مفلوج اور مشلول بنا دینا ہے - بلکہ درحقیقت یہ کلمات انسان میں تازہ روح عمل پھونکنے کے مرادف ہیں کہ انسان دنیا کی حقیقت کو پہچان لے اور اس کے دھوکہ میں نہ آئے - عمل کرے لیکن دنیا کو میدان عمل سمجھ کر مقصد عمل سمجھ کر نہیں - اور مال حاصل کرے لیکن اس سے استفادہ کرنے کے لئے - اسے خزانوں کی زینت بنانے کے لئے نہیں - کہ آخرت میں ایک وبال کی شکل اختیار کرلے -

مصادر خطبہ ۹۹ معانی الاخبار صدوقؒ ص۱۸۳، من لایحضرہ الفقیہ صدوقؒ ۱ ص۲۷، ۴ ص۲۶۳، امالی طوسیؒ ص۵، مشکوٰۃ الانوار طبرسی، ص۱۰۱

۹۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں دنیا سے کنارہ کشی کی دعوت دی گئی ہے)

خدا کی حمد ہے اس پر جو ہو چکا اور اس کی امداد کا تقاضا ہے ان حالات پر جو سامنے آنے والے ہیں۔ ہم اس سے دین کی سلامتی کا تقاضا اسی طرح کرتے ہیں جس طرح بدن کی صحت و عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

بندگان خدا! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اس دنیا کو چھوڑ دو[1] جو تمھیں بہرحال چھوڑنے والی ہے چاہے تم اس کی جدائی کو پسند نہ کرو۔ وہ تمھارے جسم کو بہرحال بوسیدہ کر دے گی تم لاکھ اس کی تازگی کی خواہش کرو۔ تمھاری اور اس کی مثال ان مسافروں جیسی ہے جو کسی راستہ پر چلے اور گویا کہ منزل تک پہونچ گئے۔ کسی نشان راہ کا ارادہ کیا اور گویا کہ اسے حاصل کر لیا اور کتنا تھوڑا وقفہ ہوتا ہے اس گھوڑا دوڑانے والے کے لئے جو دوڑاتے ہی مقصد تک پہونچ جائے۔ اس شخص کی بقا ہی کیا ہے جس کا ایک دن مقرر ہو جس سے آگے نہ بڑھ سکے اور پھر موت تیز رفتاری سے اسے ہنکا کر لے جا رہی ہو یہاں تک کہ بادل ناخواستہ دنیا کو چھوڑ دے۔ خبردار دنیا کی عزت اور اس کی سربلندی میں مقابلہ نہ کرنا اور اس کی زینت و نعمت کو پسند نہ کرنا اور اس کی دشواری اور پریشانی سے رنجیدہ نہ ہونا کہ اس کی عزت و سربلندی ختم ہو جانے والی ہے اور اس کی زینت و نعمت کو زوال آجانے والا ہے اور اس کی تنگی اور سختی بہرحال ختم ہو جانے والی ہے۔ یہاں ہر مدت کی ایک انتہا ہے اور ہر زندہ کے لئے فنا ہے۔ کیا تمھارے لئے گذشتہ لوگوں کے آثار میں سامانِ تنبیہ نہیں ہے؟ اور کیا آباء و اجداد کی داستانوں میں بصیرت و عبرت نہیں ہے؟ اگر تمھارے پاس عقل ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ جانے والے پلٹ کر نہیں آتے ہیں اور بعد میں آنے والے رہ نہیں جاتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اہل دنیا مختلف حالات میں صبح و شام کرتے ہیں۔ کوئی مردہ ہے جس پر گریہ ہو رہا ہے اور کوئی زندہ ہے تو اسے پرسہ دیا جا رہا ہے۔ ایک بستر پر پڑا ہوا ہے تو ایک اس کی عیادت کر رہا ہے اور ایک اپنی جان سے جا رہا ہے۔ کوئی دنیا تلاش کر رہا ہے تو موت اسے تلاش کر رہی ہے اور کوئی غفلت میں پڑا ہوا ہے تو زمانہ اس سے غافل نہیں ہے اور اس طرح جانے والوں کے نقش قدم پر رہ جانے والے چلے جا رہے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ابھی موقع ہے اسے یاد کرو جو لذتوں کو فنا کر دینے والی۔ خواہشات کو مکدر کر دینے والی اور امیدوں کو قطع کر دینے والی ہے۔ ایسے اوقات میں جب برے اعمال کا ارتکاب کر رہے ہو اور اللہ سے مدد مانگو کہ اس کے واجب حق کو ادا کر دو اور ان نعمتوں کا شکریہ ادا کر سکو جن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔

[1] خدا جانتا ہے کہ زندگی کی اس سے حسین تر تعبیر نہیں ہو سکتی ہے کہ انسان زندگی کے پروگرام بناتا ہی رہ جاتا ہے اور موت سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے نے دم بھرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ منزل قدموں میں آگئی اور سارے حوصلے دھرے رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ اس زندگی کی کیا حقیقت ہے کہ جس کی میعاد معین ہے اور وہ بھی زیادہ طویل نہیں ہے اور ہر حال میں پوری ہو جانے والی ہے چاہے انسان متوجہ ہو یا غافل۔ اور چاہے اسے پسند کرے یا ناپسند۔

١٠٠

و من خطبة له (عليه السلام)

في رسول الله و أهل بيته

اَلْحَمْدُ للهِ النَّاشِرِ فِي الْخَلْقِ فَضْلَهُ، وَ الْبَاسِطِ فِيهِمْ بِالْجُودِ يَدَهُ. نَحْمَدُهُ فِي جَمِيعِ أُمُورِهِ، وَ نَسْتَعِينُهُ عَلَىٰ رِعَايَةِ حُقُوقِهِ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ. أَرْسَلَهُ بِأَمْرِهِ صَادِعاً (نَاطِقاً) وَ بِذِكْرِهِ نَاطِقاً (قَاطِعاً)، فَأَدَّىٰ أَمِيناً، وَ مَضَىٰ رَشِيداً؛ وَ خَلَّفَ فِينَا رَايَةَ الْحَقِّ، مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ، وَ مَنْ لَزِمَهَا لَحِقَ. دَلِيلُهَا مَكِيثُ الْكَلَامِ، بَطِيءُ الْقِيَامِ، سَرِيعٌ إِذَا قَامَ. فَإِذَا أَنْتُمْ أَلَنْتُمْ لَهُ رِقَابَكُمْ، وَ أَشَرْتُمْ إِلَيْهِ بِأَصَابِعِكُمْ، جَاءَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ بِهِ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهُ مَا شَاءَ اللهُ حَتَّىٰ يُطْلِعَ اللهُ لَكُمْ مَنْ يَجْمَعُكُمْ وَ يَضُمُّ نَشْرَكُمْ. فَلَا تَطْمَعُوا (تطعنوا) فِي غَيْرِ (عين) مُقْبِلٍ، وَ لَا تَيْأَسُوا مِنْ مُدْبِرٍ، فَإِنَّ الْمُدْبِرَ عَسَىٰ أَنْ تَزِلَّ بِهِ إِحْدَىٰ قَائِمَتَيْهِ (قدميه)، وَ تَثْبُتَ الْأُخْرَىٰ، فَتَرْجِعَا حَتَّىٰ تَثْبُتَا جَمِيعاً.

أَلَا إِنَّ مَثَلَ آلِ مُحَمَّدٍ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، كَمَثَلِ نُجُومِ السَّمَاءِ: إِذَا خَوَىٰ نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ فَكَأَنَّكُمْ قَدْ تَكَامَلَتْ مِنَ اللهِ فِيكُمُ الصَّنَائِعُ، وَ أَرَاكُمْ (اتاكم) مَا كُنْتُمْ تَأْمُلُونَ.

١٠١

و من خطبة له (عليه السلام)

وهي احدى الخطب المشتملة على الملاحم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْأَوَّلِ قَبْلَ كُلِّ أَوَّلٍ، وَالْآخِرِ بَعْدَ كُلِّ آخِرٍ، وَ بِأَوَّلِيَّتِهِ وَجَبَ أَنْ لَا أَوَّلَ لَهُ، وَ بِآخِرِيَّتِهِ وَجَبَ أَنْ لَا آخِرَ لَهُ. وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيهَا السِّرُّ الْإِعْلَانَ، وَ الْقَلْبُ اللِّسَانَ.

صادع - باطل کی دیواروں کو توڑنے والا

مرق - دین سے نکل گیا

زہق - ہلاک ہوگیا

مکیث - بات میں جلدی نہ کرنے والا

بطی القیام - سمجھ بوجھ کر اقدام کرنے والا

یضم نشرکم - متفرقات کو جمع کردے گا

مقبل - کسی امر کی طرف رخ کرنے والا

مدبر - بظاہر ناکام ہوجانے والا

قائمتاہ - دونوں پیر

خوی - غائب ہوگیا

صنائع - نعمتیں

(۱) ہم شکر خدا بھی کرتے ہیں اور اس سے مدد بھی مانگتے ہیں لیکن ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہمارا شکر صرف نعمتوں پر ہوتا ہے اس کے علاوہ شکر کا جذبہ پیدا ہی نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح ہماری استعانت کا تعلق مال، دولت، شہرت، عزت، جاہ و منصب اور حکومت و اقتدار سے ہوتا ہے لیکن مولائے کائنات نے ان دونوں امور کے لئے ایک الگ نظام پیش کیا ہے۔ شکر خدا کرو تو ہر حال میں، صرف نعمتوں میں نہیں اور مدد مانگو تو اس کے حقوق کو ادا کرنے کے لئے۔ صرف دولت کی فراوانی کے لئے نہیں۔!

مصادر خطبہ نمبر ١٠٠ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ٢ ص ١٩٢

مصادر خطبہ نمبر ١٠١ تاریخ طبری ٦ ص ٤٠ ، نہایۃ ابن اثیر باب بار ، امالی صدوق ، غرر الحکم آمدی ص ٣٢٩ ، معدن الجواہر کراجکی ص ٢٢٦ ، محاسن بیہقی ص ٤١ حیوۃ الحیوان جاحظ ٢ ص ٩٠

۱۰۰ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(رسول اکرمؐ اور آپ کے اہلبیتؑ کے بارے میں)

شکر ہے اس خدا کا جو اپنے فضل و کرم کا دامن پھیلائے ہوئے ہے اور اپنے جود و عطا کا ہاتھ بڑھائے ہوئے ہے۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں اس کے تمام معاملات میں اور اس کی مدد چاہتے ہیں خود اس کے حقوق کا خیال رکھنے کے لئے ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں جنھیں اس نے اپنے امر کے اظہار اور اپنے ذکر کے بیان کے لئے بھیجا تو انھوں نے نہایت امانتداری کے ساتھ اس کے پیغام کو پہونچا دیا اور راہ راست پر اس دنیا سے گذر گئے اور ہمارے درمیان ایک ایسا پرچم حق چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھ جائے وہ دین سے نکل گیا اور جو پیچھے رہ جائے وہ ہلاک ہو گیا اور جو اس سے وابستہ رہے وہ حق کے ساتھ رہا۔ اس کی طرف رہنمائی کرنے والا وہ ہے جو بات ٹھہر کر کرتا ہے اور قیام اطمینان سے کرتا ہے لیکن قیام کے بعد پھر تیزی سے کام کرتا ہے۔ دیکھو جب تم اس کے لئے اپنی گردنوں کو جھکا دوگے اور ہر مسئلہ میں اس کی طرف اشارہ کرنے لگوگے تو اسے موت آجائے گی اور اسے لے کر چلی جائے گی۔ پھر جب تک خدا چاہے گا تمھیں اسی حال میں رہنا پڑے گا یہاں تک کہ وہ اس شخص کو منظر عام پر لے آئے، جو تمھیں ایک مقام پر جمع کر دے اور تمھارے انتشار کو دور کر دے۔ تو دیکھو جو آنے والا ہے اس کے علاوہ کسی کی طمع نہ کرو اور جو جا رہا ہے اس سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ جانے والے کا ایک قدم اکھڑ جائے تو دوسرا جما رہے اور پھر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ دونوں قدم جم جائیں۔

دیکھو آل محمدؐ کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے کہ جب ایک ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو دوسرا نکل آتا ہے۔ تو گویا اللہ کی نعمتیں تم پر تمام ہو گئی ہیں اور اس نے تمھیں وہ سب کچھ دکھلا دیا ہے جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے۔

۱۰۱ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو ان خطبوں میں ہے جن میں حوادث زمانہ کا ذکر کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اوّل کے لئے ہے جو ہر ایک سے پہلے ہے اور اس آخر کے لئے ہے جو ہر ایک کے بعد ہے۔ اس کی اوّلیت کا تقاضا ہے کہ اس کا اول نہ ہو اور اس کی آخریت کا تقاضا ہے کہ اس کا کوئی آخر نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور اس گواہی میں میرا باطن ظاہر کے مطابق ہے اور میری زبان دل سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔

---

[۱] اس سے مراد خود حضرتؑ کی ذات گرامی ہے جسے حق کا محور و مرکز بنایا گیا ہے اور جس کے بارے میں رسول اکرمؐ کی دعا ہے کہ مالک حق کو اُدھر اُدھر پھیرتے جدھر جدھر علی مُڑ رہے ہوں (صحیح ترمذی) اور بعد کے فقرات میں آل محمدؐ کے دیگر افراد کی طرف اشارہ ہے جن میں مستقبل قریب میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا دور تھا جن کی طرف اہل دنیا نے رجوع کیا اور ان کی سیاسی عظمت کا بھی احساس کیا۔ اور مستقبل بعید میں امام مہدیؑ کا دور ہے جن کے ہاتھوں امت کا انتشار دور ہوگا اور اسلام پلٹ کر اپنے مرکز پر آجائے گا۔ ظلم و جور کا خاتمہ ہوگا اور عدل و انصاف کا نظام قائم ہو جائے گا۔

أيها الناس لا يجرمنكم شقاقي، ولا يستهوينكم عصياني، ولا تترامَوا بالأبصار عند ما تسمعونه مني. فوالذي فلق الحبة، وبرأ النسمة، إن الذي أنبئكم به عن النبي الأمي صلى الله عليه وآله ما كذب المبلغ، ولا جهل السامع. لكأني أنظر إلى ضلّيل قد نعق بالشام، وفحص براياته في ضواحي كوفان. فإذا فغرت فاغرته، واشتدت شكيمته، وثقلت في الأرض وطأته، عضت الفتنة أبناءها بأنيابها، وماجت الحرب بأمواجها، وبدا من الأيام كلوحها، ومن الليالي كدوحها. فإذا أينع زرعه، وقام على ينعه(ساقه)، وهدرت شقاشقه، وبرقت بوارقه، عقدت رايات الفتن المعضلة، وأقبلن كالليل المظلم، والبحر الملتطم. هذا وكم يخرق الكوفة من قاصف، ويمر عليها من عاصف! وعن قليل تلتف القرون بالقرون، ويحصد القائم، ويحطم المحصود!

١٠٢

و من خطبة له (عليه السلام)

تجري هذا المجرى

و فيها ذكر يوم القيامة و أحوال الناس المقبلة

يوم القيامة

و ذلك يوم يجمع الله فيه الأولين والآخرين لنقاش الحساب وجزاء الأعمال، خضوعاً، قياماً، قد ألجمهم العرق، ورجفت بهم الأرض، فأحسنهم حالاً من وجد لقدميه موضعاً، ولنفسه متسعاً.

لا یجرمنکم ۔ آمادہ نہ کردے
شقاقی ۔ میری مخالفت
لایستہوینکم ۔ سرگرداں نہ بنادے
لاتتراموا ۔ ایک دوسرے کی طرف اشاروں سے دیکھنا
فلق الحبہ ۔ دانہ کو شگافتہ کیا
برأ النسمہ ۔ روح کو خلق دیا
ضِلّیل ۔ بے حد گمراہ
نعیق ۔ چرواہے کی آواز
فحص برایاتہ ۔ پرچم نصب کردے
کوفان ۔ کوفہ
فغر ۔ کھول دیا
فاغرہ ۔ منہ
شکیمہ ۔ لجام کا دہانہ
کلوح الایام ۔ سخت روزگار
کدوح اللیالی ۔ راتوں کے زخم
ینع ۔ پختہ خوشہ
شقاشق ۔ جمع شقشقہ ۔ اونٹ کے منہ سے نکلنے والا لوتھڑہ
بوارق ۔ نیزہ و شمشیر
قاصف ۔ تند آندھی
عاصف ۔ تیز ہوا
تلتف القرون ۔ لیڈروں کا ٹکراؤ
یحصد القائم ۔ کھڑی کھیتی کا کاٹ دینا
یحطم المحصود ۔ کٹے کھیت کا تباہ ہوجانا
نقاش الحساب ۔ مکمل جانچ پڑتال
الجمہم العرق ۔ پسینہ کا منہ تک آجانا
رجفت بہم الارض ۔ زمین کا لرز جانا

مصادر خطبہ ۱۰۲ الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۱۵۳، تحف العقول ص۱۳۱، فروع الکافی ۳ ص۱۳۱، المجالس مفید ص۹۵، امالی طوسی ۱ ص۱۹۰

ایہا الناس! خبردار میری مخالفت کی غلطی نہ کرو اور میری نافرمانی کرکے حیران و سرگردان نہ ہو جاؤ اور میری بات سنتے وقت ایک دوسرے کو اشارے نہ کرو کہ اس پروردگار کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور نفوس کو ایجاد کیا ہے کہ میں جو کچھ خبر دے رہا ہوں وہ رسول امی کی طرف سے ہے جہاں نہ پہونچانے والا غلط گو تھا اور نہ سننے والا جاہل تھا اور گویا کہ میں اس بدترین گمراہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جس نے شام میں للکارا اور کوفہ کے اطراف میں اپنے جھنڈے گاڑ دئے اور اس کے بعد جب اس کا دہانہ کھل گیا اور اس کی لگام کا دہانہ مضبوط ہو گیا اور زمین میں اس کی پامالیاں سخت تر ہو گئیں تو فتنے ابناء زمانہ کو اپنے دانتوں سے کاٹنے لگے اور جنگوں نے اپنے تھپیڑوں کی لپیٹ میں لے لیا اور دنوں کی سختیاں اور راتوں کی جراحتیں منظر عام پر آگئیں اور پھر جب اس کی کھیتی تیار ہو کر اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی اور اس کی سرمستیاں اپنا جوش دکھلانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں تو سخت ترین فتنوں کے جھنڈے گاڑ دئے گئے اور وہ تاریک رات اور تلاطم خیز سمندر کی طرح منظر عام پر آگئے ــــ اور کوفہ کو اس کے علاوہ بھی کتنی ہی آندھیاں پارہ پارہ کرنے والی ہیں اور اس پر سے کتنے ہی جھکڑ گذرنے والے ہیں اور عنقریب وہاں جماعتیں جماعتوں سے گتھنے والی ہیں اور کھڑی کھیتیاں کاٹ جانے والی ہیں اور کٹے ہوئے ماحصل کو بھی تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

۱۰۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں قیامت اور اس میں لوگوں کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے)

وہ دن وہ ہوگا جب پروردگار اولین و آخرین کو دقیق ترین حساب اور اعمال کی جزا کے لئے اس طرح جمع کرے گا کہ سب خضوع و خشوع کے عالم میں کھڑے ہوں گے۔ پسینہ ان کے دہن تک پہونچا ہوگا اور زمین لرز رہی ہوگی۔ بہترین حال اس کا ہوگا جو اپنے قدم جمانے کی جگہ حاصل کرلے گا اور جسے سانس لینے کا موقع مل جائے گا۔

۱؎ رسول اکرمؐ کے دور میں عبداللہ بن ابی اور مولائے کائناتؑ کے دور میں اشعث بن قیس جیسے افراد ہمیشہ رہے ہیں جو بظاہر صاحبان ایمان کی صفوں میں رہتے ہیں لیکن ان کا کام باتوں کا مذاق اڑا کر انھیں مشتبہ بنا دینے اور قوم میں انتشار پیدا کر دینے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے چاہا کہ اپنی خبروں کے مصدر و ماخذ کی طرف اشارہ کر دیں تاکہ ظالموں کو شبہ پیدا کرنے کا موقع نہ ملے اور آپ اس حقیقت کو بھی واضح کر سکیں کہ میرے بیان میں شبہ درحقیقت رسول اکرمؐ کی صداقت میں شبہ ہے جو کفار و مشرکین کہ بھی نہ کر سکے تو منافقین کے لئے اس کا جواز کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔؟
اس کے بعد آپ نے اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ اگر باقی لوگ یہ کام نہیں کر سکتے ہیں تو اس کا تعلق ان کی جہالت سے ہے رسالت کے مبدء فیاض سے نہیں ہے ــــ اس نے تو ہر ایک کو تعلیم دینا چاہا لیکن بے صلاحیت افراد اس فیض سے محروم رہ گئے تو کریم کا کیا قصور ہے۔

حال مقبلة على الناس

ومنها: فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، لَا تَقُومُ لَهَا قَائِمَةٌ، وَ لَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ، تَأْتِيكُمْ مَزْمُومَةً مَرْحُولَةً: يَحْفِزُهَا قَائِدُهَا وَ يَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا، أَهْلُهَا قَوْمٌ[1] شَدِيدٌ كَلَبُهُمْ، قَلِيلٌ سَلَبُهُمْ، يُجَاهِدُهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ قَوْمٌ أَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِينَ، فِي الْأَرْضِ مَجْهُولُونَ، وَ فِي السَّمَاءِ مَعْرُوفُونَ. فَوَيْلٌ لَكِ يَا بَصْرَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ، مِنْ جَيْشٍ مِنْ نِقَمِ اللهِ! لَا رَهَجَ لَهُ، وَ لَا حَسَّ، وَ سَيُبْتَلَىٰ أَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْأَحْمَرِ، وَالْجُوعِ الْأَغْبَرِ!

۱۰۳

و من خطبة له (عليه السلام)

في التزهيد في الدنيا

أَيُّهَا النَّاسُ، انْظُرُوا إِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِينَ فِيهَا، الصَّادِفِينَ (معرضين) عَنْهَا؛ فَإِنَّهَا وَاللهِ عَمَّا قَلِيلٍ تُزِيلُ الثَّاوِيَ السَّاكِنَ، وَ تَفْجَعُ الْمُتْرَفَ الْآمِنَ؛ لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلَّىٰ مِنْهَا فَأَدْبَرَ، وَ لَا يُدْرَىٰ مَا هُوَ آتٍ مِنْهَا فَيُنْتَظَرَ. سُرُورُهَا مَشُوبٌ (مشرب) بِالْحُزْنِ، وَ جَلَدُ الرِّجَالِ فِيهَا إِلَى الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ، فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا.

رَحِمَ اللهُ امْرَأً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ، وَاعْتَبَرَ فَأَبْصَرَ (اقصر)، فَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الدُّنْيَا عَنْ قَلِيلٍ لَمْ يَكُنْ وَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الْآخِرَةِ عَمَّا قَلِيلٍ لَمْ يَزَلْ، وَ كُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَ كُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ، وَ كُلُّ آتٍ قَرِيبٌ دَانٍ!

صفة العالم

و منها: الْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَهُ، وَكَفَىٰ بِالْمَرْءِ جَهْلاً أَلَّا يَعْرِفَ قَدْرَهُ؛ وَ إِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَىٰ لَعَبْداً وَ كَلَهُ اللهُ إِلَىٰ نَفْسِهِ، جَائِراً عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ، سَائِراً بِغَيْرِ دَلِيلٍ؛ إِنْ دُعِيَ إِلَىٰ

قِطَع - جمع قطعہ - ظلمت - ٹکڑے

مزموم - مرحولہ - لگام اور سامان سے تیار

حفز - ہنکانا

یجہدھا - طاقت سے زیادہ زور ڈالنا

کلب - شدید اذیت

سلب - مقتول کا سامان و لباس

رہج - غبار

حس - آواز

جوع الاغبر - قحط

صادفین - اعراض کرنے والے

ثاوی - مقیم

مترف - جس کو آزاد چھوڑ دیا جائے

مشوب - مخلوط

جلد - سختی - قوت

وہن - کمزوری

[1] اس لشکر سے مراد قحط اور طاعون جیسے حالات ہیں جن سے بصرہ کو دوچار ہونا پڑا ہے۔

موت احمر وبا ہے اور جوع اغبر قحط سالی جہاں ہر بھوکے کو زمین سے آسمان تک غبار ہی غبار دکھائی دیتا ہے اور ہر طرف دھواں ہی دھواں نظر آتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۰۳ روضہ کافی ص۱۳۹ ، تحف العقول ص۱۴۳ ، اصول کافی ۲ ص۲۲۵ ، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۳ ص۳۵۳ ، ربیع الابرار زمخشری ۱ ص۱۲۹ ، مطالب السئول ۱ ص۲۰۳ ، دستور معالم الحکم قضاعی ص۲۸ ، کتاب الفتن نعیم بن حماد الخزاعی (متوفی ۲۸۸ھ) ملاحم ابن طاؤس ص۲۴ ، نہایۃ ابن اثیر ۵ ص۱۳۱ ، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۷۶ ، تذکرہ ابن الجوزی ص۳۸ ،

(اسی خطبہ کا ایک حصہ)

ایسے فتنے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے جس کے سامنے نہ گھوڑے کھڑے ہو سکیں گے اور نہ ان کے پرچموں کو پلٹایا جا سکے گا۔ یہ فتنے لگام و سامان کی پوری تیاری کے ساتھ آئیں گے کہ ان کا قائد انھیں ہنکا رہا ہوگا اور ان کا سوار انھیں تھکا رہا ہوگا۔ اس کی اہل ایک قوم[1] ہوگی جس کے حملے سخت ہوں گے لیکن لوٹ مار کم اور ان کا مقابلہ راہ خدا میں صرف وہ لوگ کریں گے جو متکبرین کی نگاہ میں کمزور اور پست ہوں گے۔ وہ اہل دنیا میں مجہول اور اہل آسمان میں معروف ہوں گے۔

اے بصرہ! ایسے وقت میں تیری حالت قابل رحم ہوگی اس عذاب الٰہی کے لشکر کی بنا پر جس میں نہ غبار ہوگا نہ شور و غوغا اور عنقریب تیرے باشندوں کو سُرخ موت اور سخت بھوک میں مبتلا کیا جائے گا۔

۱۰۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(زہد کے بارے میں)

ایہا الناس! دنیا کی طرف اس طرح دیکھو جیسے وہ لوگ دیکھتے ہیں جو زہد رکھنے والے اور اس سے نظر بچانے والے ہوتے ہیں کہ عنقریب یہ اپنے ساکنوں کو ہٹا دے گی اور اپنے خوشحالوں کو رنجیدہ کر دے گی۔ اس میں جو چیز منھ پھیر کر جا چکی وہ پلٹ کر آنے والی نہیں ہے اور جو آنے والی ہے اس کا حال نہیں معلوم ہے کہ اس کا انتظار کیا جائے۔ اس کی خوشی رنج سے مخلوط ہے اور اس میں مَردوں کی مضبوطی ضعف و ناتوانی کی طرف مائل ہے۔ خبردار اس کی دل لُبھانے والی چیزیں تمھیں دھوکہ میں نہ ڈال دیں کہ اس میں سے ساتھ جانے والی چیزیں بہت کم ہیں۔

خدا رحمت نازل کرے اس شخص پر جس نے غور و فکر کیا تو عبرت حاصل کی اور عبرت حاصل کی تو بصیرت پیدا کر لی کہ دنیا کی ہر موجود شے عنقریب ایسی ہو جائے گی جیسے تھی ہی نہیں اور آخرت کی چیزیں اس طرح ہو جائیں گی جیسے ابھی موجود ہیں۔ ہر گنتی میں آنے والا کم ہونے والا ہے اور ہر وہ شے جس کی امید ہو وہ عنقریب آنے والی ہے اور جو آنے والا ہے وہ گویا کہ قریب اور بالکل قریب ہے۔

(صفت عالم) عالم وہ ہے جو اپنی قدر خود پہچانے اور انسان کی جہالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی قدر کو نہ پہچانے۔ اللہ کی نگاہ میں بدترین بندہ وہ ہے جسے اس نے اسی کے حوالہ کر دیا ہو کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹ گیا ہے اور بغیر رہنما کے چل رہا ہے۔

---

[1] حقیقت امر یہ ہے کہ انسان اپنی قدر و اوقات کو پہچان لیتا ہے تو اس کا کردار خود بخود سُدھر جاتا ہے اور اس حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے تو کبھی قدر و منزلت سے غفلت درباداری، خوشامد، مدح بیجا، ضمیر فروشی پر آمادہ کر دیتی ہے کہ علم کو مال و جاہ کے عوض بیچنے لگتا ہے اور کبھی اوقات سے ناواقفیت مالک سے بغاوت پر آمادہ کر دیتی ہے کہ عوام الناس پر حکومت کرتے کرتے مالک کی اطاعت کا جذبہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور احکام الٰہیہ کو بھی اپنی خواہشات کے راستہ پر چلانا چاہتا ہے جو جہالت کا بدترین مظاہرہ ہے اور اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔!

حَرْثِ الدُّنْيَا عَمِلَ، وَ إِنْ دُعِيَ إِلَىٰ حَرْثِ الْآخِرَةِ كَسِلَ! كَأَنَّ مَا عَمِلَ لَهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ؛ وَكَأَنَّ مَا وَنَىٰ فِيهِ سَاقِطٌ عَنْهُ!

آخر الزمان

و منها: وَ ذٰلِكَ زَمَانٌ لَا يَنْجُو فِيهِ إِلَّا كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ، «إِنْ شَهِدَ لَمْ يُعْرَفْ، وَ إِنْ غَابَ لَمْ يُفْتَقَدْ. أُولٰئِكَ مَصَابِيحُ الْهُدَىٰ،» وَ أَعْلَامُ السُّرَىٰ، لَيْسُوا بِالْمَسَايِيحِ وَ لَا الْمَذَايِيعِ الْبُذُرِ، أُولٰئِكَ يَفْتَحُ اللهُ لَهُمْ أَبْوَابَ رَحْمَتِهِ، وَ يَكْشِفُ عَنْهُمْ ضَرَّاءَ نِقْمَتِهِ.

أَيُّهَا النَّاسُ، سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يُكْفَأُ فِيهِ الْإِسْلَامُ، كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ بِمَا فِيهِ. أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ قَدْ أَعَاذَكُمْ مِنْ أَنْ يَجُورَ عَلَيْكُمْ، وَلَمْ يُعِذْكُمْ مِنْ أَنْ يَبْتَلِيَكُمْ، وَ قَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ: «إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ وَ إِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ».

قال السيد الشريف الرضي: أما قوله (ع): «كلّ مؤمن نومة» فانما أراد به الخامل الذكر القليل الشر، والمساييح: جمع مسياح، و هو الذي يسيح بين الناس بالفساد و النمائم، و المذاييع: جمع مذياع، و هوالذي إذا سمع لغيره بفاحشة أذاعها، و نوّه بها، و البُذُرُ جمع بذور و هو الذي يكثر سفهه و يلغو منطقه.

۱۰۴

و من خطبة له (ع)

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّداً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَاباً، وَ لَا يَدَّعِي نُبُوَّةً وَ لَا وَحْياً. فَقَاتَلَ بِمَنْ أَطَاعَهُ مَنْ عَصَاهُ، يَسُوقُهُمْ إِلَىٰ مَنْجَاتِهِمْ؛ وَ يُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ أَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ. يَحْسِرُ الْحَسِيرُ، وَ يَقِفُ الْكَسِيرُ، فَيُقِيمُ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يُلْحِقَهُ غَايَتَهُ، إِلَّا هَالِكاً لَا خَيْرَ فِيهِ، حَتَّىٰ أَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، وَ بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ (رخاهم) وَ اسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ مِنْ سَاقَتِهَا حَتَّىٰ تَوَلَّتْ بِحَذَافِيرِهَا، وَ اسْتَوْسَقَتْ فِي قِيَادِهَا؛ مَا ضَعُفْتُ، وَ لَا جَبُنْتُ، وَ لَا خُنْتُ، وَ لَا وَهَنْتُ، وَايْمُ اللهِ

حرث - ہر بار آور عمل
ونیٰ فیہ - سستی کی
نُوَمہ - بہت سونے والا
سُریٰ - رات کا سفر
مسایح - جمع مسیاح فساد پھیلانے والا
مذاییع - جمع مذیاع - برائیاں پھیلانے والا
بُذُر - جمع بذور - احمق اور بدکلام
یبتلیکم - امتحان لے گا
حسیر - تھکا ماندہ
کسیر - ٹوٹا ہوا - کمزور
استدارت رحاہم - دولت کا کنایہ ہے
قناۃ - نیزہ - بہتر حالات کا کنایہ ہے

(۱) کھلی ہوئی بات ہے کہ دنیا داری میں عام طور سے وہی افراد مبتلا ہوتے ہیں جن کی سماج میں شہرت اور حیثیت ہوتی ہے۔ انہیں کو قصر - گاڑی - فرنیچر سامان زندگی اور اسباب آرائش و نمائش کی فکر ہوتی ہے اور انھیں کو اس راہ میں فساد - غیبت - چغلخوری - حسد - کارشکنی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے - ورنہ جو دنیا کے ہنگاموں سے الگ ایک وقت کی روٹی پر بھی گذارا کر لیتا ہے اور معمولی لباس و مکان پر بھی زندگی گذار لیتا ہے۔ اسے ان ہنگاموں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے اور یہی درحقیقت نجات کا بہترین راستہ ہے۔

مصادر خطبہ ۱۰۴ ارشاد مفید ۱۴۳، خصائص ۳۸، مجمع الامثال میدانی ۲ ص ۳۲۹

لہ دنیا کے کاروبار کی دعوت دی جائے تو عمل پر آمادہ ہو جاتا ہے اور آخرت کے کام کی دعوت دی جائے تو سست ہو جاتا ہے۔ گویا کہ جو کچھ کیا ہے وہی واجب تھا اور جس میں سستی برتی ہے وہ اس سے ساقط ہے۔

(آخر زمانہ) وہ زمانہ ایسا ہو گا جس میں صرف وہی مومن نجات پا سکے گا جو گویا کہ سو رہا ہو گا کہ مجمع میں آئے تو لوگ اسے پہچان نہ سکیں اور غائب ہو جائے تو کوئی تلاش نہ کرے۔ یہی لوگ ہدایت کے چراغ اور راتوں کے مسافروں کے لئے نشان منزل ہوں گے۔ نہ ادھر اُدھر لگاتے پھریں گے اور نہ لوگوں کے عیوب کی اشاعت کریں گے۔ ان کے لئے اللہ رحمت کے دروازے کھول دے گا اور ان سے عذاب کی سختیوں کو دور کر دے گا۔

لوگو! عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں اسلام کو اسی طرح الٹ دیا جائے گا جس طرح برتن کو اس کے سامان سمیت الٹ دیا جاتا ہے۔

لوگو! اللہ نے تمھیں اس بات سے پناہ دے رکھی ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے لیکن تمھیں اس بات سے محفوظ نہیں رکھا ہے کہ تمھارا امتحان نہ کرے۔ اس مالک جل جلالہ نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ "اس میں ہماری کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور ہم بہر حال تمھارا امتحان لینے والے ہیں"۔

سید شریف رضیؒ۔ مومن کے نُوَمَہ (خوابیدہ) ہونے کا مطلب اس کا گمنام اور بے شر ہونا ہے اور مساییح۔ مسیاح کی جمع ہے اور وہ وہ شخص ہے کہ جسے کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کی اشاعت کے بغیر چین نہ پڑے۔ بُذُر۔ بذور کی جمع ہے یعنی وہ شخص جس کی حماقت زیادہ ہے اور اس کی گفتگو لغویات پر مشتمل ہو۔

۱۰۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

اما بعد! اللہ نے حضرت محمدؐ کو اس دور میں بھیجا ہے جب عرب میں نہ کوئی کتاب پڑھنا جانتا تھا اور نہ نبوت اور وحی کا ادعا کرنے والا تھا۔ آپ نے اطاعت گذاروں کے سہارے نافرمانوں سے جہاد کیا کہ انھیں منزل نجات کی طرف لے جانا چاہتے تھے اور قیامت کے آنے سے پہلے ہدایت دے دینا چاہتے تھے۔ جب کوئی تھکا ماندہ رُک جاتا تھا اور کوئی ٹوٹا ہوا ٹھہر جاتا تھا تو اس کے سر پر کھڑے ہو جاتے تھے کہ اس منزل تک پہونچا دیں مگر یہ کہ کوئی ایسا لاخیرا ہو جس کے مقدر میں ہلاکت ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے لوگوں کو مرکز نجات سے آشنا بنا دیا اور انھیں ان کی منزل تک پہونچا دیا ان کی چکی چلنے لگی اور ان کے ٹیڑھے سیدھے ہو گئے۔ اور خدا کی قسم! میں بھی ان کے ہنکانے والوں میں سے تھا یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیئے گئے۔ اس درمیان میں میں نہ کمزور ہوا نہ بزدلی کا شکار ہوا۔ نہ میں نے خیانت کی اور نہ سستی کا اظہار کیا۔

لہ یہ امام علیہ السلام کی زندگی کا بہترین نقشہ ہے اور اسی کی روشنی میں دوسرے کرداروں کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جنھیں میدان تاریخ نے تو پہچانا ہے لیکن میدان جہاد ان کی گرد قدم سے بھی محروم رہ گیا۔ مگر افسوس کہ جانی پہچانی شخصیتیں اجنبی ہو گئیں اور اجنبی شہر کے مشاہیر بن گئے۔!

لَأَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتَّىٰ أُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهِ![1]

قال السيد الشريف الرضي: و قد تقدم مختار هذه الخطبة، إلا إنني وجدتها في هذه الرواية على خلاف ما سبق من زيادة و نقصان. فأوجبت الحال إثباتها ثانية.

١٠٥

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في بعض صفات الرسول الكريم و تهديد بني أمية و عظة الناس

الرسول الكريم ﴿صلى الله عليه وآله﴾

حَتَّىٰ بَعَثَ اللهُ مُحَمَّداً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، شَهِيداً، وَ بَشِيراً، وَ نَذِيراً، خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلاً، وَ أَنْجَبَهَا كَهْلاً، وَ أَطْهَرَ الْمُطَهَّرِينَ شِيمَةً، وَ أَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِينَ دِيمَةً.

بنو أمية

فَمَا احْلَوْلَتْ لَكُمُ الدُّنْيَا فِي لَذَّتِهَا، وَ لَا تَمَكَّنْتُمْ مِنْ رِضَاعِ أَخْلَافِهَا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا صَادَفْتُمُوهَا جَائِلاً خِطَامُهَا، قَلِقاً وَضِينُهَا، قَدْ صَارَ حَرَامُهَا عِنْدَ أَقْوَامٍ بِمَنْزِلَةِ السِّدْرِ الْمَخْضُودِ، وَ حَلَالُهَا بَعِيداً غَيْرَ مَوْجُودٍ، وَ صَادَفْتُمُوهَا، وَاللهِ، ظِلّاً مَمْدُوداً إِلَىٰ أَجَلٍ مَعْدُودٍ. فَالْأَرْضُ لَكُمْ شَاغِرَةٌ، وَأَيْدِيكُمْ فِيهَا مَبْسُوطَةٌ؛ وَأَيْدِي الْقَادَةِ عَنْكُمْ مَكْفُوفَةٌ، وَ سُيُوفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلَّطَةٌ، وَ سُيُوفُهُمْ عَنْكُمْ مَقْبُوضَةٌ. أَلَا وَ إِنَّ لِكُلِّ دَمٍ ثَائِراً، وَلِكُلِّ حَقٍّ طَالِباً، وَإِنَّ الثَّائِرَ فِي دِمَائِنَا كَالْحَاكِمِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ، وَ هُوَ اللهُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ مَنْ طَلَبَ، وَلَا يَفُوتُهُ مَنْ هَرَبَ. فَأُقْسِمُ بِاللهِ، يَا بَنِي أُمَيَّةَ، عَمَّا قَلِيلٍ لَتَعْرِفُنَّهَا فِي أَيْدِي غَيْرِكُمْ وَ فِي دَارِ عَدُوِّكُمْ! أَلَا إِنَّ أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِي الْخَيْرِ طَرْفُهُ! أَلَا إِنَّ أَسْمَعَ الْأَسْمَاعِ مَا وَعَىٰ التَّذْكِيرَ وَ قَبِلَهُ!

وعظ الناس

أَيُّهَا النَّاسُ، اسْتَصْبِحُوا مِنْ شُعْلَةِ مِصْبَاحٍ وَاعِظٍ مُتَّعِظٍ، وَامْتَاحُوا مِنْ صَفْوِ عَيْنٍ قَدْ رُوِّقَتْ مِنَ الْكَدَرِ.

لابقرنّ - بقر شگافتہ کرنا
شیمہ - اخلاق
دیمہ - بارش
اخلاف - جمع خِلف - اونٹنی کے تھن کا سِرا
خِطام - مہار
وضین - تنگ کمر
سدر - بیر
مخضود - جس کے کانٹے نکال دیئے جائیں
شاغرہ - خالی
امتاحوا - پانی کھینچ لیا
روّقت - صاف کر دیا گیا

[1] یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کے نیک بندے فقیر رہے ہیں اور نہ دولت بیزار - ان کا دولت سے تمام تر اختلاف اس کے غلط تصرف اور خطرناک انجام کی بنا پر رہا ہے ورنہ جس کے قبضہ میں دولت خدیجہ آجائے اسے فقیر نہیں کہا جا سکتا ہے اور جس کے ہاتھوں میں قوت رد الشمس ہو اسے مفلس و مسکین نہیں تصور کیا جا سکتا ہے - تمام اسخیاء سے زیادہ سخی اور تمام کریموں سے زیادہ کریم ہونا غربت اور فقر کی بنا پر نہیں ہوتا ہے - مال کے صحیح تصرف اور غربا سے واقعی ہمدردی کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۰۵ بحار الانوار مجلسیؒ ۸ ص ۶۶۵، ارشاد مفیدؒ ص ۱۶۰، تفسیر علی بن ابراہیم ا ص ۳۸۴، مسترشد طبری امامی ص ۴۳

خدا کی قسم - میں باطل[1] کا پیٹ چاک کر کے اس کے پہلو سے حق کو بہر حال نکال لوں گا۔

سید رضیؒ - اس خطبہ کا ایک انتخاب پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ لیکن چونکہ اس روایت میں قدرے کمی اور زیادتی پائی جاتی تھی لہذا حالات کا تقاضا یہ تھا کہ اسے دوبارہ اس شکل میں بھی درج کر دیا جائے۔

۱۰۵ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں رسول اکرمؐ کے اوصاف۔ بنی امیہ کی تہدید اور لوگوں کی نصیحت کا تذکرہ کیا گیا ہے)

(رسول اکرمؐ) - یہاں تک کہ پروردگار نے حضرت محمدؐ کو امت کے اعمال کا گواہ۔ ثواب کی بشارت دینے والا۔ عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیج دیا۔ آپ بچپنے میں بہترین مخلوقات اور سن رسیدہ ہونے پر اشرف کائنات تھے۔ عادات کے اعتبار سے تمام پاکیزہ افراد سے زیادہ پاکیزہ اور باران رحمت کے اعتبار سے ہر سحاب رحمت سے زیادہ کریم و جواد تھے۔

(بنی امیہ) - یہ دنیا تمہارے لئے اسی وقت اپنی لذتوں سمیت خوشگوار بنی ہے اور تم اس کے فوائد حاصل کرنے کے قابل بنے ہو جب تم نے دیکھ لیا کہ اس کی مہار جھول رہی ہے اور اس کا تنگ ڈھیلا ہو گیا ہے۔ اس کا حرام ایک قوم کے نزدیک بغیر کانٹے والی بیر کی طرح مزہ دار ہو گیا ہے اور اس کا حلال بہت دور تک ناپید ہو گیا ہے اور خدا کی قسم تم اس دنیا کو ایک مدت تک پھیلے ہوئے سایہ کی طرح دیکھو گے کہ زمین ہر ٹوکنے والے سے خالی ہو گئی ہے اور تمہارے ہاتھ کھل گئے ہیں اور قائدین کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تمہاری تلواریں ان کے سروں پر لٹک رہی ہیں اور ان کی تلواریں نیام میں ہیں لیکن یاد رکھو کہ ہر خون کا ایک انتقام لینے والا اور ہر حق کا ایک طلبگار ہوتا ہے اور ہمارے خون کا منتقم گویا خود اپنے حق میں فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ، وہ پروردگار ہے جسے کوئی مطلوب عاجز نہیں کر سکتا ہے اور جس سے کوئی فرار کرنے والا بھاگ نہیں سکتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اے بنی امیہ کہ عنقریب تم اس دنیا کو اغیار کے ہاتھوں اور دشمنوں کے دیار میں دیکھو گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بہترین نظر وہ ہے جو خیر میں ڈوب جائے اور بہترین کان وہ ہیں جو نصیحت کو سن لیں اور قبول کر لیں۔

(موعظہ) لوگو! ایک باعمل نصیحت کرنے والے کے چراغ ہدایت سے روشنی حاصل کر لو اور ایک ایسے صاف چشمہ سے سیراب ہو جاؤ جو ہر آلودگی سے پاک و پاکیزہ ہے۔

[1] اس جملہ میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ غاصب افراد نے جن اموال کو ہضم کر لیا ہے۔ وہ ایک دن ان کا شکم چاک کر کے اس میں سے نکال لیا جائے گا اور اس امر کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ حق ابھی فنا نہیں ہوا ہے۔ اسے باطل نے دبا دیا ہے اور گویا کہ اپنے شکم کے اندر چھپا لیا ہے اور مجھ میں اس قدر طاقت پائی جاتی ہے کہ میں اس شکم کو چاک کر کے اس حق کو منظر عام پر لے آؤں اور باطل کے ہر راز کو بے نقاب کر دوں۔

عِبَادَاللهِ، لَا تَرْكَنُوا إِلَىٰ جَهَالَتِكُمْ، وَ لَا تَنْقَادُوا لِأَهْوَائِكُمْ، فَإِنَّ النَّازِلَ بِهَذَا الْمَنْزِلِ نَازِلٌ بِشَفَا جُرُفٍ هَارٍ، يَنْقُلُ الرَّدَىٰ عَلَىٰ ظَهْرِهِ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَىٰ مَوْضِعٍ، لِرَأْيٍ يُحْدِثُهُ بَعْدَ رَأْيٍ؛ يُرِيدُ أَنْ يُلْصِقَ مَا لَا يَلْتَصِقُ، وَ يُقَرِّبَ مَا لَا يَتَقَارَبُ! فَاللهَ اللهَ أَنْ تَشْكُوا إِلَىٰ مَنْ لَا يُشْكِي (لَا يَنْكِي) شَجْوَكُمْ وَ لَا يَنْقُضُ بِرَأْيِهِ مَا قَدْ أَبْرَمَ لَكُمْ. إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْإِمَامِ إِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ: الْإِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ، وَالْإِجْتِهَادُ فِي النَّصِيحَةِ، وَالْإِحْيَاءُ لِلسُّنَّةِ، وَ إِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَىٰ مُسْتَحِقِّيهَا، وَإِصْدَارُ السُّهْمَانِ عَلَىٰ أَهْلِهَا. فَبَادِرُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيحِ نَبْتِهِ، وَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُشْغَلُوا بِأَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تَنَاهَوْا عَنْهُ، فَإِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالنَّهْيِ بَعْدَ التَّنَاهِي!

۱۰۶

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها يبين فضل الاسلام و يذكر الرسول الكريم ثم يلوم اصحابه

دين الاسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي شَرَعَ الْإِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَائِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَأَعَزَّ أَرْكَانَهُ عَلَىٰ مَنْ غَالَبَهُ، فَجَعَلَهُ أَمْناً لِمَنْ عَلِقَهُ، وَ سِلْماً لِمَنْ دَخَلَهُ(عقله)، وَ بُرْهَاناً لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَ شَاهِداً لِمَنْ خَاصَمَ عَنْهُ، وَ نُوراً لِمَنِ اسْتَضَاءَ بِهِ، وَ فَهْماً لِمَنْ عَقَلَ، وَلُبّاً لِمَنْ تَدَبَّرَ، وَ آيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَ تَبْصِرَةً لِمَنْ عَزَمَ، وَ عِبْرَةً لِمَنِ اتَّعَظَ، وَ نَجَاةً لِمَنْ صَدَّقَ، وَثِقَةً لِمَنْ تَوَكَّلَ، وَرَاحَةً لِمَنْ فَوَّضَ، وَجُنَّةً لِمَنْ صَبَرَ فَهُوَ أَبْلَجُ الْمَنَاهِجِ وَأَوْضَحُ الْوَلَائِجِ وَ مُشْرَفُ الْمَنَارِ، مُشْرِقُ الْجَوَادِّ، مُضِيءُ الْمَصَابِيحِ، كَرِيمُ الْمِضْمَارِ، رَفِيعُ الْغَايَةِ، جَامِعُ الْحَلْبَةِ، مُتَنَافِسُ السُّبْقَةِ، شَرِيفُ الْفُرْسَانِ. التَّصْدِيقُ

شفا جرف ہار - سیلاب زدہ دیوار کا گرتا ہوا کنارہ
ردیٰ - ہلاکت
یُشکی - شکایت کا ازالہ کر دینا
شجو - حاجت
سہمان - جمع سہم - حصے
تصویح - خشک کر دینا
مستثار - طلب ظہور (ثور)
عَلِقَہ - وابستہ ہوگیا
جُنہ - سپر
ابلج المناہج - واضح ترین راستہ
ولائج - جمع ولیجہ - راستہ
مشرف - بلندی
جوادّ - جمع جادہ - راستہ
کریم المضمار - جو مقابلہ میں آگے نکل جائے
حلبہ - گھوڑوں کا گروہ
سبقہ - انعام

(۱) کھلی ہوئی بات ہے کہ سارے کام حکومت و اقتدار کے بغیر انجام نہیں پا سکتے ہیں لہذا یہ تصور کرنا کہ امام ہمیشہ حکومت سے بیزار رہتا ہے اور اس کا کام اقتدار سے علیحدگی پسند کرنا ہوتا ہے ایک خوشنما تصور ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے - اسلام ترک دنیا کا نام نہیں ہے - اصلاح دنیا کا نام ہے !

مصادر خطبہ ۱۰۶ احیاء العلوم غزالی - تحف العقول ص ۱۲۶، اصول کافی ۲ ص ۴۹، ذیل الامالی ابو علی القالی ص ۱۷۱، قوت القلوب ابو طالب مکی ا ص ۲۸۲، حلیۃ الاولیاء ا ص ۷۴، ص ۷۵، خصال صدوق ا ص ۱۰۱، دستور معالم الحکم قاضی قضاعی ص ۱۲۱، بحار الانوار ۸ ص ۴۳۹، کتاب سلیم بن قیس ص ۳۷، المجالس مفید ص ۱۶۲، تذکرہ ابن الجوزی ص ۱۲۷، امالی طوسیؒ ا ص ۳۵،

اللہ کے بندو! دیکھو اپنی جہالت کی طرف جھکاؤ مت پیدا کرو اور اپنی خواہشات کے غلام نہ بن جاؤ کہ اس منزل پر آجانے والا گویا سیلاب زدہ دیوار کے کنارہ پر کھڑا ہے اور ہلاکتوں کو اپنی پشت پر لادے ہوئے ادھر سے ادھر منتقل ہو رہا ہے۔ ان افکار کی بنا پر جو بیکے بعد دیگرے ایجاد کرتا ہے گا اور ان پر ایسے دلائل قائم کرے گا جو ہرگز چسپاں نہ ہوں گے اور اس سے قریب تر بھی نہ ہوں گے۔ خدارا اس کا خیال رکھو کہ اپنی فریاد اس شخص سے کرو جو اس کا ازالہ نہ کرسکے اور اپنی رائے سے حکم الٰہی کو توڑ نہ سکے۔

یاد رکھو کہ امام کی ذمہ داری صرف وہ ہے جو پروردگار نے اس کے ذمہ رکھی ہے کہ بلیغ ترین موعظہ کرے نصیحت کی کوشش کرے۔ سنت کو زندہ کرے۔ مستحقین پر حدود کا اجرا کرے اور حقداروں تک میراث کے حصے پہونچا دے[1]۔

دیکھو علم کی طرف سبقت کرو قبل اس کے کہ اس کا سبزہ خشک ہو جائے اور تم اسے صاحبان علم سے حاصل کرنے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاؤ۔ منکرات سے روکو اور خود بھی بچو کہ تمہیں روکنے کا حکم رکنے کے بعد دیا گیا ہے۔

۱۰۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں اسلام کی فضیلت اور رسول اسلامؐ کا تذکرہ کرتے ہوئے اصحاب کی ملامت کی گئی ہے)

ساری تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے اسلام کا قانون معین کیا تو اس کے ہر گھاٹ کو وارد ہونے والے کے لئے آسان بنا دیا اور اس کے ارکان کو ہر مقابلہ کرنے والے کے مقابلہ میں مستحکم بنا دیا۔ اس نے اس دین کو وابستگی اختیار کرنے والوں کے لئے جائے امن اور اس کے دائرہ میں داخل ہو جانے والوں کے لئے محل سلامتی بنا دیا ہے۔ یہ دین اپنے ذریعہ کلام کرنے والوں کے لئے برہان اور اپنے وسیلہ سے مقابلہ کرنے والوں کے لئے شاہد قرار دیا گیا ہے۔ یہ روشنی حاصل کرنے والوں کے لئے نور۔ سمجھنے والوں کے لئے فہم۔ فکر کرنے والوں کے لئے مغز کلام، تلاش منزل کرنے والوں کے لئے نشان منزل، صاحبان عزم کے لئے سامان بصیرت، نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت۔ تصدیق کرنے والوں کے لئے نجات۔ اعتماد کرنے والوں کے لئے قابل اعتماد۔ اپنے امور کو سپرد کر دینے والوں کے لئے راحت اور صبر کرنے والوں کے لئے سپر ہے۔ یہ بہترین راستہ اور واضح ترین داخلہ کی منزل ہے۔ اس کے مینار بلند، راستے روشن، چراغ ضوبار، میدان عمل باوقار اور مقصد بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے اور اس کی طرف سبقت اور اس کا انعام ہر ایک کو مطلوب ہے۔ اس کے شہسوار باعزت ہیں۔

---

[1] اس مقام پر مولائے کائناتؑ نے اسلام کے چودہ صفات کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں نوع بشر کے تمام اقسام کا احاطہ کر لیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس اسلام کی برکات سے دنیا کا کوئی انسان محروم نہیں رہ سکتا ہے اور کوئی شخص کسی طرح کے برکات کا طلبگار ہو اسے اسلام کے دامن میں اس برکت کا حصول ہو سکتا ہے اور وہ اپنے مطلوب زندگی کو حاصل کر سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اسلام خالص ہو اور اس کی تفسیر واقعی انداز سے کی جائے ورنہ گندے گھاٹ سے پیاسا سیراب نہیں ہو سکتا ہے اور کمزور ارکان کے سہارے پر کوئی شخص غلبہ نہیں حاصل کر سکتا ہے۔

مِنْهَاجُهُ، وَالصَّالِحَاتُ مَنَارُهُ، وَالْمَوْتُ غَايَتُهُ، وَالدُّنْيَا مِضْمَارُهُ، وَالْقِيَامَةُ حَلْبَتُهُ، وَالْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ.

و منها فی ذکر النبی (صلى الله عليه وآله)

حَتَّىٰ أَوْرَىٰ قَبَساً لِقَابِسٍ، وَ أَنَارَ عَلَماً لِحَابِسٍ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ، وَ شَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ، وَ بَعِيثُكَ نِعْمَةً، وَ رَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً. اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَهُ مَقْسَماً مِنْ عَدْلِكَ، وَاجْزِهِ مُضَعَّفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ. اللَّهُمَّ أَعْلِ عَلَىٰ بِنَاءِ الْبَانِينَ(الناس) بِنَاءَهُ! وَ أَكْرِمْ لَدَيْكَ نُزُلَهُ، وَ شَرِّفْ عِنْدَكَ مَنْزِلَهُ، وَ آتِهِ الْوَسِيلَةَ، وَ أَعْطِهِ السَّنَاءَ وَالْفَضِيلَةَ، وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ غَيْرَ خَزَايَا، وَ لَا نَادِمِينَ، وَ لَا نَاكِبِينَ، وَ لَا نَاكِثِينَ، وَ لَا ضَالِّينَ، وَ لَا مُضِلِّينَ، وَ لَا مَفْتُونِينَ.

قال الشريف: و قد مضى هذا الكلام فيما تقدم، إلا أننا كررناه هاهنا لما في الروايتين من الاختلاف.

و منها فی خطاب اصحابه

وَ قَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللهِ تَعَالَىٰ لَكُمْ مَنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا إِمَاؤُكُمْ، وَ تُوصَلُ بِهَا جِيرَانُكُمْ، وَ يُعَظِّمُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ، وَ لَا يَدَ لَكُمْ عِنْدَهُ، وَ يَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً، وَ لَا لَكُمْ عَلَيْهِ إِمْرَةٌ. وَ قَدْ تَرَوْنَ عُهُودَ اللهِ مَنْقُوضَةً فَلَا تَغْضَبُونَ! وَ أَنْتُمْ لِنَقْضِ ذِمَمِ آبَائِكُمْ تَأْنَفُونَ! وَكَانَتْ أُمُورُ اللهِ عَلَيْكُمْ تَرِدُ، وَ عَنْكُمْ تَصْدُرُ، وَإِلَيْكُمْ تَرْجِعُ، فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ، وَأَلْقَيْتُمْ إِلَيْهِمْ أَزِمَّتَكُمْ، وَأَسْلَمْتُمْ أُمُورَ اللهِ فِي أَيْدِيهِمْ، يَعْمَلُونَ بِالشُّبُهَاتِ، وَ يَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ، وَ ايْمُ اللهِ، لَوْ فَرَّقُوكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ، لَجَمَعَكُمُ اللهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ!

۱۰۷

و من كلام له (عليه السلام)

في بعض أيام صفين

وَ قَدْ رَأَيْتُ جَوْلَتَكُمْ، وَ انْحِيَازَكُمْ عَنْ صُفُوفِكُمْ، تَحُوزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ (الطغاة)، وَ أَعْرَابُ أَهْلِ الشَّامِ، وَ أَنْتُمْ لَهَامِيمُ الْعَرَبِ،

اوریٰ - آگ روشن کردی
قبس - شعلہ
حابس - جو حیرت زدہ ہوکر ناقہ کو روک دے
انار لہ علماً - بلندی پر آگ روشن کردی
بعیث - مبعوث
مقسم - حصہ
نُزُول - میزبانی کا سامان
سناء - بلندی
خزایا - جمع خزیان - رسوا
ناکب - منحرف
ناکث - عہد توڑنے والا
طغام - اوباش
لہامیم - جمع لہیم - سبقت کرنے والا

(۱) اس خطبہ میں تین باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔

۱۔ رسول اکرمؐ کے اوصاف کو امام علیہ السلام سے بہتر کوئی دوسرا انسان بیان نہیں کرسکتا ہے کہ آپ نے سرکار کے ساتھ زندگی کے تیس سال گذارے ہیں اور اتنا وقت کسی دوسرے مسلمان کو نصیب نہیں ہوا ہے۔

۲۔ سرکار دو عالمؐ نے امت اسلامیہ کو اتنا سربلند کردیا تھا کہ لوگ اس کی ہیبت سے خوفزدہ رہتے تھے۔ اگرچہ اس کے کمال کردار کی بنا پر اس کے حملوں سے خوفزدہ نہیں تھے۔

۳۔ بنی امیہ قوم میں کسی قدر انتشار کیوں نہ پیدا کردیں۔ انقلابی جماعتیں ایک دن متحد ہوجائیں گی اور وہ بنی امیہ کے لئے بدترین دن ہوگا جب ان کے تخت و تاج کا جنازہ نکل جائے گا اور ان کے مظالم کے ہاتھوں ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوجائے گا۔!

مصادر خطبہ ۱۰۷ تاریخ طبری ۶ ص ۱۳ ، فروع کافی کتاب الجہاد ص ۴۰ ، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۵۶ ، بحار الانوار کتاب الفتن

اس کا راستہ تصدیق خدا و رسولؐ ہے اور اس کا منارہ نیکیاں ہیں۔ موت ایک مقصد ہے جس کے لئے دنیا گھوڑ دوڑ کا میدان ہے اور قیامت اس کے اجتماع کی منزل ہے اور پھر جنت اس مقابلہ کا انعام ہے۔

(رسول اکرمؐ) یہاں تک کہ آپ نے ہر روشنی کے طلبگار کے لئے آگ روشن کر دی اور ہر گم کردہ راہ ٹھہرے ہوئے مسافر کے لئے نشان منزل روشن کر دئے۔

پروردگار! وہ تیرے معتبر امانتدار اور روز قیامت کے گواہ ہیں۔ تو نے انھیں نعمت بنا کر بھیجا اور رحمت بنا کر نازل کیا ہے۔

خدایا! تو اپنے انصاف سے ان کا حصہ عطا فرما اور پھر اپنے فضل و کرم سے اُن کے خیر کو دُگنا چوگنا کر دے۔

خدایا! ان کی عمارت کو تمام عمارتوں سے بلند تر بنا دے اور اپنی بارگاہ میں ان کی باعزت طور پر میزبانی فرما اور ان کی منزلت کو بلندی عطا فرما۔ انھیں وسیلہ اور رفعت و فضیلت کرامت فرما اور ہمیں ان کے گروہ میں محشور فرما جہاں نہ رُسوا ہوں اور نہ شرمندہ ہوں، نہ حق سے منحرف ہوں نہ عہد شکن ہوں۔ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کُن اور نہ کسی فتنہ میں مبتلا ہوں۔

سید رضیؒ۔ یہ کلام اس سے پہلے بھی گذر چکا ہے لیکن ہم نے اختلاف روایات کی بنا پر دوبارہ نقل کر دیا ہے۔

(اپنے اصحاب سے خطاب فرماتے ہوئے) تم اللہ کی دی ہوئی کرامت سے اس منزل پر پہونچ گئے جہاں تمہاری کنیزوں کا بھی احترام ہونے لگا اور تمہارے ہمسایہ سے بھی اچھا برتاؤ ہونے لگا۔ تمہارا احترام وہ لوگ بھی کرنے لگے جن پر نہ تمھیں کوئی فضیلت حاصل تھی اور نہ ان پر تمہارا کوئی احسان تھا اور تم سے وہ لوگ بھی خوف کھانے لگے جن پر نہ تم نے کوئی حملہ کیا تھا اور نہ تمھیں کوئی اقتدار حاصل تھا۔ مگر افسوس کہ تم عہد خدا کو ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور تمھیں غصہ بھی نہیں آتا ہے جب کہ تمہارے باپ دادا کے عہد کو توڑا جاتا ہے تو تمھیں غیرت آجاتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اللہ کے امور تم ہی پر وارد ہوتے تھے اور تمہارے ہی پاس سے باہر نکلتے تھے اور پھر تمہاری ہی طرف پلٹ کر آتے تھے لیکن تم نے ظالموں کو اپنی منزلوں پر قبضہ دے دیا اور ان کی طرف اپنی زمام امر بڑھا دی اور انھیں سارے امور سپرد کر دئے کہ وہ شبہات پر عمل کرتے ہیں اور خواہشات میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور خدا گواہ ہے کہ اگر یہ تمھیں ہر ستارہ کے نیچے منتشر کر دیں گے تو بھی خدا تمھیں اس دن جمع کر دے گا جو ظالموں کے لئے بدترین دن ہوگا۔

۱۰۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(صفین کی جنگ کے دوران)

میں نے تمھیں بھاگتے ہوئے اور اپنی صفوں سے منتشر ہوتے ہوئے دیکھا جب کہ تمھیں شام کے جفاکار اوباش اور دیہاتی بدو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے حالانکہ تم عرب کے جواں مرد بہادر اور شرف کے راس و رئیس تھے۔

وَ يَآفِيخُ الشَّرَفِ، وَٱلْأَنْفُ ٱلْمُقَدَّمُ، وَالسَّنَامُ ٱلْأَعْظَمُ. وَ لَقَدْ شَفَىٰ وَ حَاوِحَ صَدْرِي أَنْ رَأَيْتُكُمْ بِأَخَرَةٍ تَحُوزُونَهُمْ كَمَا حَازُوكُمْ، وَ تُزِيلُونَهُمْ عَنْ مَوَاقِفِهِمْ كَمَا أَزَالُوكُمْ، حَسّاً (حَسّاً) بِالنِّصَالِ، وَ شَجْراً (شَجواً) بِالرِّمَاحِ، تَرْكَبُ أُولَاهُمْ أُخْرَاهُمْ كَالْإِبِلِ ٱلْهِيمِ ٱلْمَطْرُودَةِ؛ تُرْمَىٰ عَنْ حِيَاضِهَا، وَ تُذَادُ عَنْ مَوَارِدِهَا!

١٠٨

و من خطبة له (ع)

و هي من خطب الملاحم

الله تعالى

ٱلْحَمْدُ لِلّٰهِ ٱلْمُتَجَلِّي لِخَلْقِهِ بِخَلْقِهِ، وَ الظَّاهِرِ لِقُلُوبِهِمْ بِحُجَّتِهِ. خَلَقَ ٱلْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، إِذْ كَانَتِ الرَّوِيَّاتُ لَا تَلِيقُ إِلَّا بِذَوِي الضَّمَائِرِ وَ لَيْسَ بِذِي ضَمِيرٍ فِي نَفْسِهِ. خَرَقَ عِلْمُهُ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتُرَاتِ، وَأَحَاطَ بِغُمُوضِ عَقَائِدِ السَّرِيرَات

و منها في ذكر النبي (ص)

اِخْتَارَهُ مِنْ شَجَرَةِ الْأَنْبِيَاءِ، وَ مِشْكَاةِ الضِّيَاءِ، وَ ذُؤَابَةِ ٱلْعَلْيَاءِ، وَ سُرَّةِ ٱلْبَطْحَاءِ، وَ مَصَابِيحِ الظُّلْمَةِ، وَ يَنَابِيعِ ٱلْحِكْمَةِ.

و منها: طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ، قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ، وَ أَحْمَىٰ (امضى) مَوَاسِمَهُ، يَضَعُ ذٰلِكَ حَيْثُ ٱلْحَاجَةُ إِلَيْهِ، مِنْ قُلُوبٍ عُمْيٍ، وَ آذَانٍ صُمٍّ، وَأَلْسِنَةٍ بُكْمٍ؛ مُتَتَبِّعٌ بِدَوَائِهِ مَوَاضِعَ ٱلْغَفْلَةِ، وَ مَوَاطِنَ ٱلْحَيْرَةِ؛

فتنة بني امية

لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِأَضْوَاءِ ٱلْحِكْمَةِ؛ وَ لَمْ يَقْدَحُوا بِزِنَادِ ٱلْعُلُومِ الثَّاقِبَةِ؛ فَهُمْ فِي ذٰلِكَ كَالْأَنْعَامِ السَّائِمَةِ، وَالصُّخُورِ ٱلْقَاسِيَةِ.

قَدِ ٱنْجَابَتِ السَّرَائِرُ لِأَهْلِ ٱلْبَصَائِرِ، وَ وَضَحَتْ مَحَجَّةُ ٱلْحَقِّ لِخَابِطِهَا (لأهلها)، وَ أَسْفَرَتِ السَّاعَةُ عَنْ وَجْهِهَا، وَ ظَهَرَتِ ٱلْعَلَامَةُ لِمُتَوَسِّمِهَا. مَا لِي أَرَاكُمْ أَشْبَاحاً بِلَا أَرْوَاحٍ، وَ أَرْوَاحاً بِلَا أَشْبَاحٍ، وَ نُسَّاكاً بِلَا صَلَاحٍ، وَ تُجَّاراً بِلَا أَرْبَاحٍ، وَ أَيْقَاظاً نُوَّماً، وَ شُهُوداً غُيَّباً،

يَآفِيخ - جمع يافوخ - بلندی سر
وحاوح - جمع وحوحہ - کراہنے کی آوازیں
آخرۃ - آخرکار
حسّ - قتل
شجر - نیزہ بازی
ہیم - پیاسے اونٹ
تذاد - ہنکائے جا رہے ہیں
ذوی الضمائر - صاحبان قلب و دماغ
سترات - جمع سترہ - پردہ
مشکوٰۃ - فانوس
ذوابہ - پیشانی
بطحاء - وادی مکہ
مواسم - جمع میسم - داغنے کے آلات
انجابت - ہموار ہوگئے
خابط - راستہ چلنے والا

(ك) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میدان جنگ سے فرار ایک بدترین عمل اور سخت ترین عذاب کا سبب ہے اور اس امر کو صرف اس صورت میں معاف کیا جا سکتا ہے جب مجاہد اپنی جگہ کو بہترین جگہ کی تلاش میں ترک کر دے اور دوبارہ دشمن پر حملہ کرکے اس کی شرارتوں کا بدلہ لے جیسا کہ صفین کے موقع پر ہوا کہ مولائے کائنات کے غیرت دلانے سے اہل عراق نے دوبارہ میدان کا رخ کیا اور دشمن پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔

مصادر خطبہ ۱۰۸ غرر الحکم آمدی ص۲، ربیع الابرار زمخشری باب تبدل الاحوال

[ا]نس کی اونچی ناک اور چوٹی کی بلندی والے افراد تھے۔ میرے سینہ کی کراہنے کی آوازیں اس وقت دب سکتی [ہیں] جب میں یہ دیکھ لوں کہ تم انھیں اسی طرح اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہو جس طرح وہ تمھیں لئے ہوئے تھے اور [تم] ان کے مواقف سے اسی طرح ڈھکیل رہے ہو جس طرح انھوں نے تمھیں ہٹا دیا تھا کہ انھیں تیروں کی بوچھار کا [نش]انہ بنائے ہوئے ہو اور نیزوں کی زد پر اس طرح لئے ہوئے ہو کہ پہلی صف کو آخری صف پر الٹ رہے ہو جس طرح [پ]یاسے اونٹ ہنکائے جاتے ہیں جب انھیں تالابوں سے دور پھینک دیا جاتا ہے اور گھاٹ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔

۱۰۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں ملاحم اور حوادث وفتن کا ذکر کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو اپنی مخلوقات کے سامنے تخلیقات کے ذریعہ جلوہ گر ہوتا ہے اور ان کے [د]لوں پر دلیلوں کے ذریعہ روشن ہوتا ہے۔ اس نے تمام مخلوقات کو بغیر سوچ بچار کی زحمت کے پیدا کیا ہے کہ [س]وچنا صاحبان دل وضمیر کا کام ہے اور وہ ان باتوں سے بلند تر ہے۔ اس کے علم نے پوشیدہ اسرار کے تمام [پ]ردوں کو چاک کر دیا ہے اور وہ تمام عقائد کی گہرائیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(رسول اکرمؐ) اس نے آپ کا انتخاب انبیاء کرام کے شجرہ۔ روشنی کے فانوس، بلندی کی پیشانی، ارض بطحا کی ناف، [ظ]لمت کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں کے درمیان سے کیا ہے۔

آپ وہ طبیب تھے جو اپنی طبابت کے ساتھ چکر لگا رہا ہو کہ اپنے مرہم کو درست کر لیا ہو اور داغنے کے آلات کو [تپ]ا لیا ہو کہ جن اندھے دل، بہرے کان، گونگی زبان پر ضرورت پڑے فوراً استعمال کر دے۔ اپنی دوا کو لئے ہوئے [غ]فلت کے مراکز اور حیرت کے مقامات کی تلاش میں لگا ہوا ہو۔

(فتنۂ بنی امیہ) ان ظالموں نے حکمت کی روشنی سے نور حاصل نہیں کیا اور علوم کے چقماق کو رگڑ کر چنگاری نہیں پیدا کی۔ اس مسئلہ میں ان کی مثال چرنے والے جانوروں اور سخت ترین پتھروں کی ہے۔

بے شک اہل بصیرت کے لئے اسرار نمایاں ہیں اور حیران و سرگرداں لوگوں کے لئے حق کا راستہ روشن ہے۔ آنے والی ساعت نے اپنے چہرہ سے نقاب کو الٹ دیا ہے اور تلاش کرنے والوں کے لئے علامتیں ظاہر ہو گئی ہیں۔ آخر کیا ہو گیا ہے کہ میں تمھیں بالکل بے جان پیکر اور بلا پیکر روح کی شکل میں دیکھ رہا ہوں ـــــ تم وہ عبادت گذار ہو جو اندر سے صالح نہ ہو اور وہ تاجر ہو جس کو کوئی فائدہ نہ ہو۔ وہ بیدار ہو جو خواب غفلت میں ہو اور وہ حاضر ہو جو بالکل غیر حاضر ہو۔

وَ نَاظِرَةٌ عَمْيَاءَ، وَ سَامِعَةٌ صَمَّاءَ، وَ نَاطِقَةٌ بَكْمَاءَ! رَايَةُ ضَلَالٍ قَدْ قَامَتْ عَلَىٰ قُطْبِهَا، وَ تَفَرَّقَتْ بِشُعَبِهَا، تَكِيلُكُمْ بِصَاعِهَا، وَ تَخْبِطُكُمْ بِبَاعِهَا. قَائِدُهَا خَارِجٌ مِنَ ٱلْمِلَّةِ، قَائِمٌ عَلَىٰ الضَّلَّةِ؛ فَلَا يَبْقَىٰ يَوْمَئِذٍ مِنْكُمْ إِلَّا ثُفَالَةٌ كَثُفَالَةِ ٱلْقِدْرِ، أَوْ نُفَاضَةٌ كَنُفَاضَةِ ٱلْعِكْمِ، تَعْرُكُكُمْ عَرْكَ ٱلْأَدِيمِ، وَ تَدُوسُكُمْ دَوْسَ ٱلْحَصِيدِ، وَ تَسْتَخْلِصُ ٱلْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِكُمُ ٱسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ ٱلْحَبَّةَ (حبة) ٱلْبَطِينَةَ مِنْ بَيْنِ هَزِيلِ ٱلْحَبِّ.

أَيْنَ تَذْهَبُ بِكُمُ ٱلْمَذَاهِبُ، وَ تَتِيهُ بِكُمُ ٱلْغَيَاهِبُ وَ تَخْدَعُكُمُ ٱلْكَوَاذِبُ؟ وَ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَوْنَ، وَ أَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ؟ فَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ، وَ لِكُلِّ غَيْبَةٍ إِيَابٌ، فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ، وَ أَحْضِرُوهُ قُلُوبَكُمْ، وَ ٱسْتَيْقِظُوا إِنْ هَتَفَ بِكُمْ. وَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيَجْمَعْ شَمْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ ذِهْنَهُ (علقه)، فَلَقَدْ فَلَقَ لَكُمُ ٱلْأَمْرَ فَلْقَ ٱلْخَرَزَةِ (الجوزة)، وَ قَرَفَهُ قَرْفَ الصَّمْغَةِ. فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَخَذَ ٱلْبَاطِلُ مَآخِذَهُ، وَ رَكِبَ ٱلْجَهْلُ مَرَاكِبَهُ، وَ عَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ، وَ قَلَّتِ الدَّاعِيَةُ (الرّاعية)، وَصَالَ الدَّهْرُ صِيَالَ السَّبُعِ ٱلْعَقُورِ، وَ هَدَرَ فَنِيقُ ٱلْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُومٍ، وَ تَوَاخَىٰ النَّاسُ عَلَىٰ ٱلْفُجُورِ، وَ تَهَاجَرُوا عَلَىٰ الدِّينِ، وَ تَحَابُّوا عَلَىٰ ٱلْكَذِبِ، وَ تَبَاغَضُوا عَلَىٰ الصِّدْقِ. فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ ٱلْوَلَدُ غَيْظاً، وَٱلْمَطَرُ قَيْظاً، وَ تَفِيضُ اللِّئَامُ فَيْضاً، وَ تَغِيضُ ٱلْكِرَامُ غَيْضاً، وَ كَانَ أَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئَاباً، وَ سَلَاطِينُهُ سِبَاعاً، وَ أَوْسَاطُهُ أُكَّالاً، وَ فُقَرَاؤُهُ أَمْوَاتاً، وَ غَارَ (عار) الصِّدْقُ، وَ فَاضَ ٱلْكَذِبُ، وَٱسْتُعْمِلَتِ ٱلْمَوَدَّةُ بِاللِّسَانِ، وَ تَشَاجَرَ النَّاسُ بِالْقُلُوبِ، وَ صَارَ ٱلْفُسُوقُ نَسَباً، وَ ٱلْعَفَافُ عَجَباً، وَ لُبِسَ ٱلْإِسْلَامُ لُبْسَ ٱلْفَرْوِ مَقْلُوباً. [۱]

۱۰۹

و من خطبة له (ع)

في بيان قدرة الله و انفراده بالعظمة و امر البعث

قدرة الله

كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَهُ، وَ كُلُّ شَيْءٍ قَائِمٌ بِهِ: غِنَىٰ كُلِّ فَقِيرٍ، وَ عِزُّ كُلِّ ذَلِيلٍ، وَ قُوَّةُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَ مَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوفٍ. مَنْ تَكَلَّمَ

قامت علی قطبھا - استحکام کا استعارہ ہے

شُعَب - جمع شعبہ - شاخ

تکیلکم - اکٹھا ہلاکت کی گرفت میں لے لیتا ہے -

تخبطکم - جھٹکا دیتا ہے

ثُفالہ - تہ نشین

نُفاضہ - جھاڑن

عِکم - تھیلا

عَرک - رگڑنا

ادیم - کھال

حصید - کٹا ہوا غلہ

بطینہ - موٹا

ربانی - خدا رسیدہ

ہتف بکم - آواز دی

رائد - قوم کی بھلائی کے لئے آگے آگے چلنے والا

قرف الصمغہ - چھال - گوند

فنیق - نر اونٹ

کظوم - سکون

قیظ - شدید گرمی

غیض - سمٹ جانا

[۱] اس خطبہ سے صاف واضح ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کی نظر میں زمانہ کی ساری تباہی اور بربادی کا راز حالات کی بے اعتدالی اور حکام کا ظلم و جور ہے - جب تک سربراہان ملت نیک کردار اور انصاف ور نہیں ہوں گے - حالات کی اصلاح کا امکان نہیں ہے - معاشرہ کا ذمہ دار اور نگراں فاسد اور ظالم ہو جاتا ہے تو معاشرہ کے ظلم و فساد میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی ہے -

مصادر خطبہ نمبر ۱۰۹ العقد الفرید ۴ ص ۶۶ ، ربیع الابرار زمخشری باب الملائکہ ، غرر الحکم آمدی (صفت النبیؐ)

اندھی آنکھ۔ بہرے کان اور گونگی زبان۔ گمراہی کا پرچم اپنے مرکز پر جم چکا ہے اور اس کی شاخیں ہر سو پھیل چکی ہیں وہ تمھیں اپنے پیمانہ میں تول رہا ہے اور اپنے ہاتھوں اِدھر اُدھر بہکا رہا ہے۔ اس کا قائد ملت سے خارج اور ضلالت پر قائم ہے۔ اس دن تم سے کوئی باقی نہ رہ جائے گا مگر اسی مقدار میں جتنا پتیلی کا تہ دیگ ہوتا ہے یا تھیلی کے جھاڑے ہوئے ریزے۔ یہ گمراہی تمھیں اسی طرح مَسل ڈالے گی جس طرح چمڑہ مَسلا جاتا ہے اور اسی طرح پامال کر دے گی جس طرح کٹی ہوئی زراعت روندی جاتی ہے اور مومن خالص کو تمھارے درمیان سے اس طرح چُن لے گی جس طرح پرندہ باریک دانوں سے موٹے دانوں کو نکال لیتا ہے۔

آخر تم کو یہ غلط راستے کدھر لئے جا رہے ہیں اور تم اندھیروں میں کہاں بہک رہے ہو اور تم کو جھوٹی امیدیں کس طرح دھوکہ دے رہی ہیں۔ کدھر سے لائے جا رہے ہو اور کدھر بہکائے جا رہے ہو۔ ہر مدت کا ایک نوشتہ ہوتا ہے اور غیبت کے لئے ایک واپسی ہوتی ہے لہذا اپنے خدا رسیدہ عالم کی بات سنو۔ اس کے لئے دلوں کو حاضر کرو، وہ آواز دے تو بیدار ہو جاؤ۔ ہر نمائندہ کو اپنی قوم سے سچ بولنا چاہیئے۔ اس کی پراگندگی کو جمع کرنا چاہیئے۔ اس کے ذہن کو حاضر رکھنا چاہیئے۔ اب تمھارے رہنما نے تمھارے لئے مسئلہ کو اس قدر واشگاف کر دیا ہے جس طرح مہرہ کو چیرا جاتا ہے اور اس طرح چھیل ڈالا ہے جس طرح گوند کھُرچا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود باطل نے اپنا مرکز سنبھال لیا ہے اور جہل اپنے مرکب پر سوار ہو گیا ہے اور سرکشی بڑھ گئی ہے اور حق کی آواز دب گئی ہے اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندہ کی طرح حملہ کر دیا ہے اور باطل کا اونٹ چُپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے اور لوگوں نے فسق و فجور کی برادری قائم کر لی ہے اور سب نے مل کر دین کو نظر انداز کر دیا ہے۔ جھوٹ پر دوستی کی بنیادیں قائم ہو گئی ہیں اور سچائی پر ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے ہیں۔ ایسے حالات میں بیٹا باپ کے لئے غیظ و غضب کا سبب ہوگا اور بارش گرمی کا باعث ہوگی۔ کمینے لوگ پھیل جائیں گے اور شریف لوگ سمٹ جائیں گے۔ اس دور کے عوام بھیڑئیے ہوں گے اور سلاطین درندے۔ درمیانی طبقہ والے کھانے والے اور فقراء و مساکین مُردے ہوں گے۔ سچائی کم ہو جائے گی اور جھوٹ پھیل جائے گا۔ محبت کا استعمال صرف زبان سے ہوگا اور عداوت دلوں کے اندر پیوست ہو جائے گی۔ زناکاری نسب کی بنیاد ہوگی اور عفت ایک عجیب و غریب شے ہو جائے گی۔ اسلام یوں الٹ دیا جائے گا جیسے کوئی پوستین کو اُلٹا پہن لے۔

۱۰۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(قدرت خدا، عظمت الٰہی اور روز محشر کے بارے میں)

ہر شے اس کی بارگاہ میں سر جھکائے ہوئے ہے اور ہر چیز اسی کے دم سے قائم ہے۔ وہ ہر فقیر کی دولت کا سہارا اور ہر ذلیل کی عزت کا آسرا ہے۔ ہر کمزور کی طاقت وہی ہے اور ہر فریادی کی پناہ گاہ وہی ہے۔ وہ ہر بولنے والے کے نطق کو سُن لیتا ہے

سَمِعَ نُطْقَهُ، وَ مَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ، وَ مَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَ مَنْ مَاتَ فَإِلَيْهِ مُنْقَلَبُهُ. لَمْ تَرَكَ ٱلْعُيُونُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ. بَلْ كُنْتَ قَبْلَ ٱلْوَاصِفِينَ مِنْ خَلْقِكَ. لَمْ تَخْلُقِ ٱلْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ، وَ لَا ٱسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ، وَ لَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَ لَا يُفْلِتُكَ مَنْ أَخَذْتَ، وَ لَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ، وَ لَا يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ مَنْ أَطَاعَكَ، وَ لَا يَرُدُّ أَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ قَضَاءَكَ، وَ لَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ أَمْرِكَ. كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، وَ كُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ شَهَادَةٌ. أَنْتَ ٱلْأَبَدُ فَلَا أَمَدَ لَكَ، وَ أَنْتَ ٱلْمُنْتَهَىٰ فَلَا مَحِيصَ عَنْكَ، وَ أَنْتَ ٱلْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجَىٰ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ. بِيَدِكَ نَاصِيَةُ كُلِّ دَابَّةٍ، وَإِلَيْكَ مَصِيرُ كُلِّ نَسَمَةٍ. سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ شَأْنَكَ! سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ مَا نَرَىٰ مِنْ خَلْقِكَ! وَ مَا أَصْغَرَ كُلَّ عَظِيمَةٍ فِي جَنْبِ قُدْرَتِكَ! وَ مَا أَهْوَلَ مَا نَرَىٰ مِنْ مَلَكُوتِكَ! وَ مَا أَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ! وَ مَا أَسْبَغَ نِعَمَكَ فِي ٱلدُّنْيَا، وَ مَا أَصْغَرَهَا فِي نِعَمِ ٱلْآخِرَةِ!

الملائكة الكرام

ومنها: مِنْ مَلَائِكَةٍ أَسْكَنْتَهُمْ سَمَاوَاتِكَ، وَ رَفَعْتَهُمْ[1] عَنْ أَرْضِكَ، هُمْ أَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَ أَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَ أَقْرَبُهُمْ مِنْكَ؛ لَمْ يَسْكُنُوا ٱلْأَصْلَابَ، وَلَمْ يُضَمَّنُوا ٱلْأَرْحَامَ، وَ لَمْ يُخْلَقُوا «مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ»، وَلَمْ يَتَشَعَّبْهُمْ «رَيْبُ ٱلْمَنُونِ»؛ وَ إِنَّهُمْ عَلَىٰ مَكَانِهِمْ مِنْكَ، وَ مَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَٱسْتِجْمَاعِ أَهْوَائِهِمْ فِيكَ، وَ كَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَ قِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ أَمْرِكَ، لَوْ عَايَنُوا كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوا أَعْمَالَهُمْ، وَ لَزَرَوْا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ، وَ لَعَرَفُوا أَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، وَ لَمْ يُطِيعُوكَ حَقَّ طَاعَتِكَ.

عصيان الخلق

[2]

سُبْحَانَكَ خَالِقاً وَ مَعْبُوداً! بِحُسْنِ بَلَائِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ خَلَقْتَ دَاراً، وَ جَعَلْتَ فِيهَا مَأْدُبَةً: مَشْرَباً وَ مَطْعَماً، وَ أَزْوَاجاً وَ خَدَماً، وَ قُصُوراً، وَ أَنْهَاراً، وَ زُرُوعاً، وَ ثِمَاراً؛ ثُمَّ أَرْسَلْتَ دَاعِياً يَدْعُو إِلَيْهَا، فَلَا ٱلدَّاعِيَ أَجَابُوا، وَ لَا فِيمَا رَغَّبْتَ رَغِبُوا، وَ لَا إِلَىٰ مَا شَوَّقْتَ

لا یُفلتک ۔ بچ کر نکل جائے
مہین ۔ ذلیل ۔ حقیر
منون ۔ زمانہ
ریب ۔ تصرفات
زری علیہ ۔ عیب لگایا
بلاء ۔ نعمت یا عذاب (امتحان)
مأدبہ ۔ دسترخوان

[1] ملائکہ کا مسئلہ غیبیات سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں وہی انسان تکلم کر سکتا ہے جسے مالک نے علم غیب سے نوازا ہو ورنہ اس کے بغیر کسی شخص کے لئے جائے سخن اور گنجائش کلام نہیں ہے۔
امیرالمومنینؑ کے ان کلمات سے [اتنا] ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کی منزل [ز]مین نہیں بلکہ آسمان ہے اور ان کا علم [بھی] مالک کے بارے میں وسیع تر ہے [او]ر ان کی عبادت بھی بے پناہ ہے [ل]یکن ان سب کے باوجود مالک کی عظمت کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے تو بشر کے لئے [غ]رور و تکبر کی کیا گنجائش ہے جس کی [م]قدار اطاعت و عبادت ملائکہ سے بھی [کم]تر ہے۔

[2] اس گھر سے مراد جنت ہے اور داعی [س]ے مراد سرکار دو عالم ہیں جنھوں نے [ا]س گھر کے تفصیلات سے آگاہ کیا ہے [او]ر اس دسترخوان پر مدعو کیا ہے مگر افسوس کر کھانے کے معاملہ میں ایک بچہ پر اعتبار کر لینے والے افراد بھی رسالت الٰہیہ پر اعتماد نہیں کر سکے ہیں اور [ا]س کی طرف سے یکسر غفلت میں مبتلا ہیں ۔ نہ اگلی زندگی کا خیال ہے اور نہ وہاں کے ضروریات کے انتظام کی فکر ہے پروردگار سب کو اس خواب غفلت سے بیداری کی توفیق عنایت فرمائے ۔

اور ہر خاموش
اس کی بازگشت
خدایا! آ
کے پہلے سے ہے
کیا ہے ۔ تو جسے
سے تیری سلطنت
سے ناراض ہو
نہیں ہو سکتا ۔
کوئی انتہا نہیں
حاصل کرنے کا
تیری ہی طرف
ہے اور تیرا
تیری اس مملکت
مکمل ہیں اور
(ملائکہ
یہ تمام مخلوقات
یہ نہ اصلاب
کا کوئی اثر
تیرے بارے
لیکن اس کے
اپنے نفس کو
حق اطاعت
تو پاک
برتاؤ کی بنا
بچھایا ہے
ایک داعی
نہ جن چیز

اور ہر خاموش رہنے والے کے راز کو جانتا ہے۔ جو زندہ ہے اس کا رزق اس کے ذمہ ہے اور جو مر گیا اس کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

خدایا! آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں ہے کہ تیرے بارے میں خبر دے سکیں۔ تو تمام توصیف کرنے والی مخلوقات کے پہلے سے ہے۔ تو نے مخلوقات کو تنہائی کی وحشت کی بنا پر نہیں خلق کیا ہے اور نہ انھیں کسی فائدہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ تو جسے حاصل کرنا چاہے وہ آگے نہیں جا سکتا ہے اور جسے پکڑنا چاہے وہ بچ کر نہیں جا سکتا ہے۔ نافرمانوں سے تیری سلطنت میں کمی نہیں آتی ہے اور اطاعت گذاروں سے تیرے ملک میں اضافہ نہیں ہوتا ہے جو تیرے فیصلہ سے ناراض ہو وہ تیرے حکم کو ٹال نہیں سکتا ہے اور جو تیرے امر سے روگردانی کرے وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔ ہر راز تیرے سامنے روشن ہے اور ہر غیب تیرے لئے حضور ہے۔ تو ابدی ہے تو تیری کوئی انتہا نہیں ہے اور تو انتہا ہے تو تجھ سے کوئی چھٹکارہ نہیں ہے۔ تو سب کی وعدہ گاہ ہے تو تجھ سے نجات حاصل کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہر زمین پر چلنے والے کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے اور ہر جاندار کی بازگشت تیری ہی طرف ہے۔ پاک و بے نیاز ہے تو۔ تیری شان کیا باعظمت ہے اور تیری مخلوقات بھی کیا عظیم الشان ہے اور تیری قدرت کے سامنے ہر عظیم شے کس قدر حقیر ہے اور تیری سلطنت کس قدر پُر شکوہ ہے اور یہ سب تیری اس مملکت کے مقابلہ میں جو نگاہوں سے اوجھل ہے کس قدر معمولی ہے۔ تیری نعمتیں اس دنیا میں کس قدر مکمل ہیں اور پھر نعمات آخرت کے مقابلہ میں کس قدر مختصر ہیں۔

(ملائکہ مقربین) یہ تیرے ملائکہ ہیں جنھیں تو نے آسمانوں میں آباد کیا ہے(۱۰) اور زمین سے بلند تر بنایا ہے۔ یہ تمام مخلوقات سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں اور تجھ سے خوف زدہ رہتے ہیں اور تیرے قریب تر بھی ہیں۔ یہ نہ اصلاب پدر میں رہے ہیں اور نہ ارحام مادر میں اور نہ حقیر نطفہ سے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ان پر زمانہ کے انقلابات کا کوئی اثر ہے۔ یہ تیری بارگاہ میں ایک خاص مقام اور منزلت رکھتے ہیں۔ ان کی تمام تر خواہشات صرف تیرے بارے میں ہیں اور یہ بکثرت تیری ہی اطاعت کرتے ہیں اور تیرے حکم سے ہرگز غافل نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر تیری عظمت کی تہ تک پہونچ جائیں تو اپنے اعمال کو حقیر ترین تصور کریں گے اور اپنے نفس کی مذمت کریں گے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ انھوں نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا ہے اور حق اطاعت کے برابر اطاعت نہیں کی ہے۔

تو پاک و بے نیاز ہے خالقیت کے اعتبار سے بھی اور عبادت کے اعتبار سے بھی۔ میری تسبیح اس بہترین برتاؤ کی بنا پر ہے جو تو نے مخلوقات کے ساتھ کیا ہے۔ تو نے ایک گھر(۱۱) بنایا ہے۔ اس میں ایک دستر خوان بچھایا ہے۔ جس میں کھانے پینے، زوجیت، خدمت، قصر، نہر، زراعت، ثمر سب کا انتظام کر دیا ہے اور پھر ایک داعی کو اس کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیج دیا ہے لیکن لوگوں نے نہ داعی کی آواز پر لبیک کہی اور نہ جن چیزوں کی طرف تو نے رغبت دلائی تھی راغب ہوئے اور نہ تیری تشویق کا شوق پیدا کیا۔

إِلَـيْهِ آشْتَاقُوا. أَقْبَلُوا عَلَىٰ جِيفَةٍ قَدْ آفْتَضَحُوا بِأَكْلِهَا، وَآصْطَلَحُوا عَلَىٰ حُبِّهَا، وَ مَنْ عَشِقَ شَيْئاً أَعْشَى (اعمىٰ) بَصَرَهُ، وَ أَمْرَضَ قَلْبَهُ، فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ صَحِيحَةٍ، وَ يَسْمَعُ بِأُذُنٍ غَيْرِ سَمِيعَةٍ، قَدْ خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ عَقْلَهُ، وَ أَمَاتَتِ الدُّنْيَا قَلْبَهُ، وَ وَلِهَتْ عَلَيْهَا نَفْسُهُ، فَهُوَ عَبْدٌ لَهَا، وَلِمَنْ فِي يَدَيْهِ شَيْءٌ مِنْهَا، حَيْثُمَا زَالَتْ زَالَ إِلَيْهَا، وَ حَيْثُمَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَ عَلَيْهَا؛ لَا يَنْزَجِرُ مِنَ اللهِ بِزَاجِرٍ، وَ لَا يَتَّعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ، وَ هُوَ يَرَىٰ ٱلْمَأْخُوذِينَ عَلَىٰ ٱلْغِرَّةِ، حَيْثُ لَا إِقَالَةَ وَ لَا رَجْعَةَ، كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوا يَجْهَلُونَ، وَجَاءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا كَانُوا يَأْمَنُونَ، وَ قَدِمُوا مِنَ الْآخِرَةِ عَلَىٰ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ. فَغَيْرُ مَوْصُوفٍ مَا نَزَلَ بِهِمْ: اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ ٱلْمَوْتِ وَ حَسْرَةُ ٱلْفَوْتِ[۱]، فَفَتَرَتْ لَهَا أَطْرَافُهُمْ، وَ تَغَيَّرَتْ لَهَا أَلْوَانُهُمْ، ثُمَّ ازْدَادَ ٱلْمَوْتُ فِيهِمْ وُلُوجاً، فَحِيلَ بَيْنَ أَحَدِهِمْ وَبَيْنَ مَنْطِقِهِ، وَ إِنَّهُ لَبَيْنَ أَهْلِهِ يَنْظُرُ بِبَصَرِهِ، وَ يَسْمَعُ بِأُذُنِهِ، عَلَىٰ صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهِ، وَ بَقَاءٍ مِنْ لُبِّهِ، يُفَكِّرُ فِيمَ أَفْنَىٰ عُمُرَهُ، وَ فِيمَ أَذْهَبَ دَهْرَهُ! وَ يَتَذَكَّرُ أَمْوَالاً جَمَعَهَا، أَغْمَضَ فِي مَطَالِبِهَا، وَ أَخَذَهَا مِنْ مُصَرَّحَاتِهَا وَ مُشْتَبِهَاتِهَا، قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا، وَ أَشْرَفَ عَلَىٰ فِرَاقِهَا، تَبْقَىٰ لِمَنْ وَرَاءَهُ يَنْعَمُونَ فِيهَا، وَ يَتَمَتَّعُونَ بِهَا، فَيَكُونَ ٱلْمَهْنَأُ لِغَيْرِهِ، وَٱلْعِبْءُ عَلَىٰ ظَهْرِهِ. وَٱلْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ (علقت) رُهُونُهُ بِهَا، فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهُ نَدَامَةً عَلَىٰ مَا أَصْحَرَ لَهُ عِنْدَ ٱلْمَوْتِ مِنْ أَمْرِهِ، وَ يَزْهَدُ فِيمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيهِ أَيَّامَ عُمُرِهِ، وَ يَتَمَنَّىٰ أَنَّ الَّذِي كَانَ يَغْبِطُهُ بِهَا وَ يَحْسُدُهُ عَلَيْهَا قَدْ حَازَهَا دُونَهُ! فَلَمْ يَزَلِ ٱلْمَوْتُ يُبَالِغُ فِي جَسَدِهِ حَتَّىٰ خَالَطَ لِسَانُهُ سَمْعَهُ، فَصَارَ بَيْنَ أَهْلِهِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانِهِ، وَ لَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهِ: يُرَدِّدُ طَرْفَهُ بِالنَّظَرِ فِي وُجُوهِهِمْ، يَرَىٰ حَرَكَاتِ أَلْسِنَتِهِمْ، وَ لَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ. ثُمَّ ازْدَادَ (زاد) ٱلْمَوْتُ الْتِيَاطاً بِهِ، فَقُبِضَ بَصَرُهُ كَمَا قُبِضَ سَمْعُهُ، وَ خَرَجَتِ الرُّوحُ مِنْ جَسَدِهِ، فَصَارَ جِيفَةً بَيْنَ أَهْلِهِ، قَدْ أَوْحَشُوا مِنْ جَانِبِهِ، وَ تَبَاعَدُوا مِنْ قُرْبِهِ. لَا يُسْعِدُ (يعد) بَاكِياً، وَ لَا يُجِيبُ دَاعِياً. ثُمَّ حَمَلُوهُ إِلَىٰ مَخَطٍّ (محط) فِي ٱلْأَرْضِ، فَأَسْلَمُوهُ فِيهِ إِلَىٰ عَمَلِهِ، وَ انْقَطَعُوا عَنْ زَوْرَتِهِ.

اعشٰی - اندھا بنا دیا
علی الغرّۃ - اچانک - دھوکہ کی حالت میں
ولوج - دخول
اغمض - حرام وحلال میں کوئی فرق نہیں کیا
تبعات - اثرات - نتائج - مطالبات
مَہنأ - خیر بلا مشقت
عِبأ - بوجھ
غلقت رہونہ - وہ رہن جو چھڑایا نہ جاسکے
اصحر لہ - واضح ہوگیا
خالط لسانہ سمعہ - دونوں شریک مصیبت ہوگئے
التیاط - اتصال
زورہ - زیارت

(۱) کاش انسان انھیں دو نکات پر غور کرلیتا تو اس کی زندگی میں عظیم انقلاب آسکتا تھا۔
کس قدر حسرت ناک وہ موقع ہوتا ہے جب زندگی کی میعاد تمام ہوجاتی ہے اور انسان دو مصیبتوں سے بیک دوچار ہوجاتا ہے۔
ایک طرف نزع کے ہنگام کی کیفیت بیکسی، بے بسی - کرب - بےچینی - جان کا رگ رگ سے کھنچکر نکلنا - پیاس کی شدت سے زبان کا اینٹھ جانا ـــ اور دوسری طرف سارے سامان زندگی کے ہاتھ سے نکل جانے کا صدمہ اور یہ حسرت کہ کاش اس دنیا کے لئے اس قدر محنت نہ کی ہوتی اور اسے اپنے مستقبل کے لئے وبال جان نہ بنایا ہوتا۔
ضرورت ہے کہ انسان اس خطبہ کے فقرات کی ذہنی تصویر کشی کرے اور پھر اس سے عبرت حاصل کرے - ورنہ انجام کار انتہائی خطرناک ہے۔

سب اس مُردار پر ٹوٹ پڑے جس کو کھا کر رُسوا ہوئے اور سب نے اس کی محبّت پر اتفاق کر لیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی کا بھی عاشق ہو جاتا ہے وہ شئے اسے اندھا بنا دیتی ہے اور اس کے دل کو بیمار کر دیتی ہے۔ وہ دیکھتا بھی ہے تو غیر سلیم آنکھوں سے اور سنتا بھی ہے تو غیر سمیع کانوں سے۔ خواہشات نے ان کی عقلوں کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور دنیا نے ان کے دلوں کو مُردہ بنا دیا ہے۔ انھیں اس سے والہانہ لگاؤ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اس کے بندے ہو گئے ہیں اور ان کے غلام بن گئے ہیں۔ جن کے ہاتھ میں تھوڑی سی بھی دنیا ہے کہ جس طرف وہ جھکتی ہے یہ بھی جھک جاتے ہیں اور جدھر وہ مُڑتی ہے یہ بھی مڑ جاتے ہیں۔ نہ کوئی خدائی روکنے والا انھیں روک سکتا ہے اور نہ کسی واعظ کی نصیحت ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جب کہ انھیں دیکھ رہے ہیں جو اسی دھوکہ میں پکڑ لئے گئے ہیں کہ اب نہ معافی کا امکان ہے اور نہ واپسی کا۔ کس طرح ان پر وہ مصیبت نازل ہو گئی ہے جس سے ناواقف تھے اور فراق دنیا کی وہ آفت آ گئی ہے جس کی طرف سے بالکل مطمئن تھے اور آخرت میں اس صورت حال کا سامنا کر رہے ہیں جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اب تو اس مصیبت کا بیان بھی ناممکن ہے جہاں ایک طرف موت کے سکرات ہیں اور دوسری طرف فراق دنیا کی حسرت۔ حالت یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ہیں اور رنگ اُڑ گیا ہے۔ اس کے بعد موت کی دخل اندازی اور بڑھی تو وہ گفتگو کی راہ میں بھی حائل ہو گئی کہ انسان گھر والوں کے درمیان ہے۔ انھیں آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ کان سے ان کی آوازیں سن رہا ہے۔ عقل بھی سلامت ہے اور ہوش بھی برقرار ہے۔ یہ سوچ رہا ہے کہ عمر کو کہاں برباد کیا ہے اور زندگی کو کہاں گزارا ہے۔ ان اموال کو یاد کر رہا ہے جنھیں جمع کیا تھا اور ان کی جمع آوری میں آنکھیں بند کر لی تھیں کہ کبھی واضح راستوں سے حاصل کیا اور کبھی مشتبہ طریقوں سے کہ صرف ان کے جمع کرنے کے اثرات باقی رہ گئے ہیں اور ان سے جُدائی کا وقت آ گیا ہے۔ اب یہ مال بعد والوں کے لئے رہ جائے گا جو آرام کریں گے اور مزے اڑائیں گے۔ یعنی مزہ دوسروں کے لئے ہوگا اور بوجھ اس کی پیٹھ پر ہوگا لیکن انسان اس مال کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور موت نے سارے حالات کو بے نقاب کر دیا ہے کہ ندامت سے اپنے ہاتھ کاٹ رہا ہے اور اس چیز سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے جس کی طرف زندگی بھر راغب تھا۔ اب یہ چاہتا ہے کہ کاش جو شخص اس سے اس مال کی بنا پر حسد کر رہا تھا یہ مال اُس کے پاس ہوتا اور اِس کے پاس نہ ہوتا۔

اس کے بعد موت اس کے جسم میں مزید دراندازی کرتی ہے اور زبان کے ساتھ کانوں کو بھی شامل کر لیتی ہے کہ انسان اپنے گھر والوں کے درمیان نہ بول سکتا ہے اور نہ سُن سکتا ہے۔ ہر ایک کے چہرہ کو حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ ان کی زبان کی جنبش کو بھی دیکھ رہا ہے لیکن الفاظ کو نہیں سُن سکتا ہے۔

اس کے بعد موت اور چپک جاتی ہے تو کانوں کی طرح آنکھوں پر بھی قبضہ ہو جاتا ہے اور روح جسم سے پرواز کر جاتی ہے اب وہ گھر والوں کے درمیان ایک مُردار ہوتا ہے۔ جس کے پہلو میں بیٹھنے سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے اور لوگ دور بھاگنے لگتے ہیں۔ یہ اب نہ کسی رونے والے کو سہارا دے سکتا ہے اور نہ کسی پکارنے والے کی آواز پر آواز دے سکتا ہے۔ لوگ اسے زمین کے ایک گڑھے تک پہونچا دیتے ہیں اور اسے اس کے اعمال کے حوالہ کر دیتے ہیں کہ ملاقاتوں کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

القيامة

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ، وَالْأَمْرُ مَقَادِيرَهُ، وَأُلْحِقَ آخِرُ الْخَلْقِ بِأَوَّلِهِ، وَجَاءَ مِنْ أَمْرِ اللهِ مَا يُرِيدُهُ مِنْ تَجْدِيدِ خَلْقِهِ، أَمَادَ (امار) السَّمَاءَ وَ فَطَرَهَا، وَأَرَجَّ الْأَرْضَ وَ أَرْجَفَهَا، وَ قَلَعَ جِبَالَهَا وَ نَسَفَهَا، وَ دَكَّ بَعْضُهَا بَعْضاً مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهِ وَ مَخُوفِ سَطْوَتِهِ، وَأَخْرَجَ مَنْ فِيهَا، فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ إِخْلَاقِهِمْ، وَ جَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ، ثُمَّ مَيَّزَهُمْ لِمَا يُرِيدُهُ مِنْ مَسْأَلَتِهِمْ عَنْ خَفَايَا الْأَعْمَالِ وَ خَبَايَا الْأَفْعَالِ، وَ جَعَلَهُمْ فَرِيقَيْنِ: أَنْعَمَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ وَانْتَقَمَ مِنْ هٰؤُلَاءِ. فَأَمَّا أَهْلُ الطَّاعَةِ فَأَثَابَهُمْ بِجِوَارِهِ، وَ خَلَّدَهُمْ فِي دَارِهِ، حَيْثُ لَا يَظْعَنُ النُّزَّالُ، وَ لَا تَتَغَيَّرُ بِهِمُ الْحَالُ، وَ لَا تَنُوبُهُمُ الْأَفْزَاعُ، وَ لَا تَنَالُهُمُ الْأَسْقَامُ، وَ لَا تَعْرِضُ لَهُمُ الْأَخْطَارُ، وَ لَا تُشْخِصُهُمُ الْأَسْفَارُ. وَ أَمَّا أَهْلُ الْمَعْصِيَةِ فَأَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَ غَلَّ الْأَيْدِيَ إِلَى الْأَعْنَاقِ، وَ قَرَنَ النَّوَاصِيَ بِالْأَقْدَامِ، وَأَلْبَسَهُمْ سَرَابِيلَ الْقَطِرَانِ، وَ مُقَطَّعَاتِ النِّيرَانِ، فِي عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ حَرُّهُ، وَبَابٍ قَدْ أُطْبِقَ عَلَىٰ أَهْلِهِ، فِي نَارٍ لَهَا كَلَبٌ وَ لَجَبٌ (جلب)، وَ لَهَبٌ سَاطِعٌ، وَ قَصِيفٌ هَائِلٌ، لَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا وَ لَا يُفَادَىٰ أَسِيرُهَا، وَ لَا تُفْصَمُ (تقصم) كُبُولُهَا. لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنَىٰ، وَ لَا أَجَلَ لِلْقَوْمِ فَيُقْضَىٰ.

زهد النبي (ﷺ)

و منها في ذكر النبي صلى الله عليه و آله: قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَ صَغَّرَهَا، وَأَهْوَنَ بِهَا وَ هَوَّنَهَا، وَ عَلِمَ أَنَّ اللهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَاراً، وَ بَسَطَهَا لِغَيْرِهِ احْتِقَاراً، فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ، وَ أَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهِ، وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ، لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشاً، أَوْ يَرْجُوَ فِيهَا مَقَاماً. بَلَّغَ عَنْ رَبِّهِ مُعْذِراً، وَ نَصَحَ لِأُمَّتِهِ مُنْذِراً، وَ دَعَا إِلَى الْجَنَّةِ مُبَشِّراً، وَ خَوَّفَ مِنَ النَّارِ مُحَذِّراً.

اهل البيت (عليهم السلام)

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَ مَحَطُّ الرِّسَالَةِ، وَ مُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ، وَ مَعَادِنُ الْعِلْمِ، وَ يَنَابِيعُ الْحُكْمِ، نَاصِرُنَا وَ مُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ (ينتظم) الرَّحْمَةَ، وَ عَدُوُّنَا (خاذلنا) وَ مُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ (اللعنة).

اَمَادَ - حرکت بلانظم
فَطَرَ - شگافتہ کیا
اِخلاق - بوسیدہ ہو جانا
لاتنوبہم الافزاع - فزع - خوف
اشخصہ - عاجز کر دیا
سربال - قمیص
قِطران - تارکول
مقطعات - ہر وہ لباس جس میں قطع و برید ہو
کَلَب - ہیجان
لَجَب - شور
قصیف - ہنگامہ
کبول - جمع کبل - قید
زواہا - قبض کر لیا
ریاش - بہترین لباس
مُعذِر - عذر تمام کر دینے والا
مُختلَف - محل آمد و رفت

(۱) دنیا کی حقارت و ذلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مالک کائنات نے اپنے محبوب کو اس کی مادی لذتوں اور آرائشوں سے الگ رکھا ہے اور فرعون و قارون جیسے افراد کے گھر بھر دیئے ہیں۔ نگاہ پروردگار میں اس کی کوئی بھی حیثیت ہوتی تو سب سے پہلے اس سے اپنے محبوب کو نوازتا اس کے بعد اس کا صدقہ ساری دنیا میں تقسیم کر دیتا۔!

یہاں تک کہ جب قسمت کا لکھا اپنی آخری حد تک اور امر الٰہی اپنی مقررہ منزل تک پہونچ جائے گا اور آخرین کو اولین سے ملا دیا جائے گا اور ایک نیا حکم الٰہی آجائے گا کہ خلقت کی تجدید کی جائے تو یہ امر آسمانوں کو حرکت دے کر شگافتہ کردے گا اور زمین کو ہلا کر کھوکھلا کردے گا اور پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر اڑا دے گا اور ہیبت جلال الٰہی اور خوف سطوت پروردگار سے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور زمین سب کو باہر نکال دے گی اور انھیں دوبارہ بوسیدگی کے بعد تازہ حیات دے دی جائے گی اور انتشار کے بعد جمع کر دیا جائے گا اور مخفی اعمال، پوشیدہ افعال کے سوال کے لئے سب کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور مخلوقات دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک گروہ مرکز نعمات ہوگا اور دوسرا محل انتقام۔

اہل اطاعت کو اس جوار رحمت میں ثواب اور دار جنت میں ہمیشگی کا انعام دیا جائے گا جہاں کے رہنے والے کوچ نہیں کرتے ہیں اور نہ ان کے حالات میں کوئی تغیر پیدا ہوتا ہے اور نہ ان پر رنج والم طاری ہوتا ہے اور نہ انھیں کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے اور نہ کسی طرح کا خطرہ سامنے آتا ہے اور نہ سفر کی زحمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لیکن اہل معصیت کے لئے بدترین منزل ہوگی۔ جہاں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے اور پیشانیوں کو پیروں سے جوڑ دیا جائے گا۔ تارکول اور آگ کے تراشیدہ لباس پہنائے جائیں گے۔ اس عذاب میں جس کی گرمی شدید ہوگی اور جس کے دروازے بند ہوں گے اور اس جہنم میں جس میں شرارے بھی ہوں گے اور شور و غوغا بھی۔ بھڑکتے ہوئے شعلے بھی ہوں گے اور ہولناک چیخیں بھی۔ نہ یہاں کے رہنے والے کوچ کریں گے اور نہ یہاں کے قیدیوں سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ یہاں کی بیڑیاں جدا ہو سکتی ہیں۔ نہ اس گھر کی کوئی مدت ہے جو تمام ہو جائے اور نہ اس قوم کی کوئی اجل ہے جو ختم کر دی جائے۔

(ذکر رسول اکرمؐ) آپ نے اس دنیا کو ہمیشہ صغیر و حقیر اور ذلیل و پست تصور کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ پروردگار نے اس دنیا کو آپ سے الگ رکھا ہے اور دوسروں کے لئے فرش کر دیا ہے تو یہ آپ کی عزت اور دنیا کی حقارت ہی کی بنیاد پر ہے لہٰذا آپ نے اس سے دل سے کنارہ کشی اختیار کی[۱] اور اس کی یاد کو دل سے بالکل نکال دیا اور یہ چاہا کہ اس کی زینتیں نگاہوں سے اوجھل رہیں تاکہ نہ عمدہ لباس زیب تن فرمائیں اور نہ کسی خاص مقام کی امید کریں۔ آپ نے پروردگار کے پیغام کو پہونچانے میں سارے عذر تمام کر دئے اور امت کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے نصیحت فرمائی۔ جنت کی بشارت سنا کر اس کی طرف دعوت دی اور جہنم سے بچنے کی تلقین کر کے اس کا خوف پیدا کرایا۔

(اہل البیتؑ) ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی رفت و آمد کی جگہ، علم کے معدن اور حکمت کے چشمے ہیں۔ ہمارا مددگار اور محب ہمیشہ منتظر رحمت رہتا ہے اور ہمارا دشمن اور کینہ پرور ہمیشہ منتظر لعنت و انتقام الٰہی رہتا ہے۔

[۱] تعجب نہ کریں کہ خدائے رحمان و رحیم اپنے بندوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کس طرح کرے گا کہ یہ انجام انھیں لوگوں کا ہے جو دار دنیا میں اللہ کے کمزور اور نیک بندوں کے ساتھ اس سے بدتر برتاؤ کر چکے ہیں تو کیا مالک کائنات دنیا میں اختیارات دینے کے بعد آخرت میں بھی انھیں بہترین نعمتوں سے نواز دے گا اور مظلومین کا دنیا و آخرت میں کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔؟

١١٠

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في اركان الدين

الاسلام

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى، الْإِيمَانُ بِهِ وَ بِرَسُولِهِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، فَإِنَّهُ ذِرْوَةُ الْإِسْلَامِ؛ وَكَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ فَإِنَّهَا الْفِطْرَةُ؛ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا الْمِلَّةُ؛ وَ إِيتَاءُ الزَّكَاةِ فَإِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ؛ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ الْعِقَابِ؛ وَ حَجُّ الْبَيْتِ وَاعْتِمَارُهُ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَ يَرْحَضَانِ الذَّنْبَ؛ وَصِلَةُ الرَّحِمِ فَإِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، وَ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ؛ وَ صَدَقَةُ السِّرِّ فَإِنَّهَا تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ؛ وَ صَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهَا تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ؛ وَ صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ فَإِنَّهَا تَقِي مَصَارِعَ الْهَوَانِ.[1]

أَفِيضُوا فِي ذِكْرِ اللهِ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الذِّكْرِ. وَارْغَبُوا فِيمَا وَعَدَ الْمُتَّقِينَ فَإِنَّ وَعْدَهُ أَصْدَقُ الْوَعْدِ. وَاقْتَدُوا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَإِنَّهُ أَفْضَلُ الْهَدْيِ، وَاسْتَنُّوا بِسُنَّتِهِ فَإِنَّهَا أَهْدَى السُّنَنِ.[2]

فضل القرآن

وَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ، وَ تَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ، وَاسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ، وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ الْقَصَصِ. وَ إِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ كَالْجَاهِلِ الْحَائِرِ (الجائر) الَّذِي لَا يَسْتَفِيقُ مِنْ جَهْلِهِ، بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ، وَالْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ، وَ هُوَ عِنْدَ اللهِ أَلْوَمُ.

١١١

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في ذم الدنيا

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، وَ تَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ، وَرَاقَتْ بِالْقَلِيلِ، وَ تَحَلَّتْ بِالْآمَالِ، وَ تَزَيَّنَتْ بِالْغُرُورِ. لَا تَدُومُ حَبْرَتُهَا، وَ لَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا. غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ، حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ، أَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ. لَا

ذروہ - بلندی

ملت - طریقہ - شریعت

جُنہ - حفاظت

رحض - دھو دینا

منساۃ - ٹالنے کی جگہ

الوم - اپنے نفس کو ملامت کرنے والا

حبرہ - نعمت و سرخوشی

حائلہ - متغیر

نافدہ - فانی

بائدہ - ہلاک ہونے والا

غوّالہ - مہلک

[1] ایمان باللہ یعنی اس کی ہستی اور اس کے جمال کا واقعی اعتراف

ایمان بالرسول یعنی آپ کے کمالات اور آپ کے پیغام زندگی کا مکمل اتباع

جہاد - یعنی تمام طاقتوں کا راہ خدا میں صرف کر دینا

کلمۂ اخلاص یعنی دل سے توحید کا مخلص ہونا

[2] مولائے کائنات نے اس خطبہ میں جن وسائل کا ذکر کیا ہے اور جن کے ذریعہ انسان پروردگار سے قریب تر ہو سکتا ہے ان میں ایمان کے ساتھ نماز - جہاد - زکوٰۃ - روزہ - حج و عمرہ - صلۂ رحم اور کار خیر کے علاوہ ذکر خدا اور تعلیم و تفقہ قرآن وغیرہ بھی شامل ہیں جن کے بغیر توسل کا کوئی امکان نہیں ہے اس کے بعد سیرت کے اعتبار سے سیرت پیغمبرؐ اور ہدایت اہلبیتؑ بہترین وسیلہ ہے جس کے نمونے یہی اعمال خیر ہیں جن کا اس خطبہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

مصادر خطبہ ١١٠ تحف العقول ص١٤٩، من لا یحضرہ الفقیہ ١ ص١٣١، علل الشرائع ص١١٤، محاسن برقی ص٢٣٣، امالی طوسیؒ ١ ص٢٢٠، بحار ٧٨ ص١٣٦، التمثیل والمحاضرہ ثعالبی ص٤٣٣ (متوفی ٤٢٩ھ)

مصادر خطبہ ١١١ الموفق محمد بن عمران المرزبانی المتوفی ٣٨٣ھ، تحف العقول ص١٢٧، دستور معالم الحکم قضاعی ص٥٥، مطالب السؤول ص١٣٣، نہایہ ابن اثیر ١ ص١٨، ٢٥، ٢٥٠، البیان والتبیین ٢ ص١١٢، عیون الاخبار ابن قتیبہ ٢ ص٢٥٠، بحار ١ ص١٩٤، الصناعتین ابو ہلال عسکری ص٢٧٧، العقد الفرید ٢ ص١٦١

۱۱۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(ارکانِ اسلام کے بارے میں)

اللہ والوں کے لئے اس کی بارگاہ تک پہونچنے کا بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان اور راہ خدا میں جہاد ہے کہ جہاد اسلام کی سربلندی ہے۔ اور کلمۂ اخلاص ہے کہ یہ فطرت الٰہیہ ہے اور نماز کا قیام ہے کہ یہ عین دین ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی ہے کہ یہ فریضۂ واجب ہے اور ماہ رمضان کا روزہ ہے کہ یہ عذاب سے بچنے کی سپر ہے اور حج بیت اللہ ہے اور عمرہ ہے کہ یہ فقر کو دور کر دیتا ہے اور گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اور صلۂ رحم ہے کہ یہ مال میں اضافہ اور اجل کے ٹالنے کا ذریعہ ہے اور پوشیدہ طریقہ سے خیرات ہے کہ یہ گناہوں کا کفارہ ہے اور علی الاعلان صدقہ ہے کہ یہ بدترین موت کے دفع کرنے کا ذریعہ ہے اور اقربا کے ساتھ نیک سلوک ہے کہ یہ ذلّت کے مقامات سے بچانے کا وسیلہ ہے۔

ذکر خدا کی راہ میں آگے بڑھتے رہو کہ یہ بہترین ذکر ہے اور خدا نے متقین سے جو وعدہ کیا ہے اس کی طرف رغبت پیدا کرو کہ اس کا وعدہ سچا ہے۔ اپنے پیغمبرؐ کی ہدایت کے راستہ پر چلو کہ یہ بہترین ہدایت ہے اور ان کی سنت کو اختیار کرو کہ یہ سب سے بہتر ہدایت کرنے والی ہے۔ (قرآن کریم) قرآن مجید کا علم حاصل کرو کہ یہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اس کی باقاعدہ تلاوت کرو کہ یہ مفید ترین قصّوں کا مرکز ہے۔ اور یاد رکھو کہ اپنے علم کے خلاف عمل کرنے والا عالم بھی حیران و سرگردان جاہل جیسا ہے جسے جہالت سے کبھی افاقہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس پر حجت خدا زیادہ عظیم تر ہوتی ہے اور اس کے لئے حسرت و اندوہ بھی زیادہ لازم ہوتا ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں زیادہ قابل ملامت ہوتا ہے۔

۱۱۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(مذمت دنیا کے بارے میں)

امابعد! میں تم لوگوں کو دنیا سے ہوشیار کر رہا ہوں کہ یہ شیریں اور شاداب ہے لیکن خواہشات میں گھری ہوئی ہے۔ اپنی جلد مل جانے والی نعمتوں کی بنا پر محبوب بن جاتی ہے اور تھوڑی سی زینت سے خوبصورت بن جاتی ہے۔ یہ امیدوں سے آراستہ ہے اور دھوکہ سے مزین ہے۔ نہ اس کی خوشی دائمی ہے اور نہ اس کی مصیبت سے کوئی محفوظ رہنے والا ہے۔ یہ دھوکہ باز، نقصان رساں، بدل جانے والی، فنا ہو جانے والی، زوال پذیر اور ہلاک[1] ہو جانے والی ہے۔ یہ لوگوں کو کھا بھی جاتی ہے اور مٹا بھی دیتی ہے۔

[1] بعض نادانوں کا خیال ہے کہ جب دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے اور اس کے شب و روز کا اعتبار نہیں ہے تو بہترین بات یہ ہے کہ جس قدر حاصل ہو جائے انسان حاصل کر لے اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو جائے کہ کہیں دوسرے دن ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ لیکن یہ خیال انھیں لوگوں کا ہے جو آخرت کی طرف سے یکسر غافل ہیں اور انھیں اس لطف اندوزی کے انجام کی خبر نہیں ہے ورنہ اس نکتہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تو مار گزیدہ کی طرح تڑپنے کو بستر حریر پر آرام کرنے سے زیادہ پسند کرتے اور مفلس ترین زندگی گذارنے ہی کو عافیت و آرام تصور کرتے۔

تَغدُو - إِذَا تَنَاهَتْ إِلَىٰ أُمْنِيَّةِ أَهْلِ ٱلرَّغْبَةِ فِيهَا وَالرِّضَاءِ (الرضى) بِهَا - أَنْ تَكُونَ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ سُبْحَانَهُ: «كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيماً تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ، وَكَانَ اللهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِراً». لَمْ يَكُنِ آمْرُؤٌ مِنْهَا فِي حَبْرَةٍ إِلَّا أَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً؛ وَلَمْ يَلْقَ فِي سَرَّائِهَا بَطْناً، إِلَّا مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّائِهَا ظَهْراً وَلَمْ تَطُلَّهُ فِيهَا دِيمَةُ رَخَاءٍ، إِلَّا هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَاءٍ! وَحَرِيٌّ (حريّا) إِذَا أَصْبَحَتْ لَهُ مُنْتَصِرَةً أَنْ تُمْسِيَ لَهُ مُتَنَكِّرَةً، وَإِنْ جَانِبٌ مِنْهَا آعْذَوْذَبَ وَآحْلَوْلَىٰ، أَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَأَوْبَىٰ! لَا يَنَالُ آمْرُؤٌ مِنْ غَضَارَتِهَا رَغَباً، إِلَّا أَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَائِبِهَا تَعَباً! وَلَا يُمْسِي مِنْهَا فِي جَنَاحِ أَمْنٍ، إِلَّا أَصْبَحَ عَلَىٰ قَوَادِمِ خَوْفٍ! غَرَّارَةٌ، غُرُورٌ مَا فِيهَا، فَانِيَةٌ، فَانٍ مَنْ عَلَيْهَا، لَا خَيْرَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَزْوَادِهَا إِلَّا التَّقْوَىٰ. مَنْ أَقَلَّ مِنْهَا آسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهُ! وَمَنِ آسْتَكْثَرَ مِنْهَا آسْتَكْثَرَ مِمَّا يُوبِقُهُ، وَزَالَ عَمَّا قَلِيلٍ عَنْهُ. كَمْ مِنْ وَاثِقٍ بِهَا قَدْ فَجَعَتْهُ، وَذِي طُمَأْنِينَةٍ إِلَيْهَا قَدْ صَرَعَتْهُ، وَذِي أُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيراً، وَذِي نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلاً! سُلْطَانُهَا دُوَّلٌ، وَعَيْشُهَا رَنِقٌ، وَعَذْبُهَا أُجَاجٌ، وَحُلْوُهَا صَبِرٌ، وَغِذَاؤُهَا سِمَامٌ، وَأَسْبَابُهَا رِمَامٌ! حَيُّهَا بِعَرَضِ مَوْتٍ، وَصَحِيحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ! مُلْكُهَا مَسْلُوبٌ، وَعَزِيزُهَا مَغْلُوبٌ، وَمَوْفُورُهَا مَنْكُوبٌ، وَجَارُهَا مَحْرُوبٌ (محروب)! أَلَسْتُمْ فِي مَسَاكِنِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَطْوَلَ أَعْمَاراً، وَأَبْقَىٰ آثَاراً، وَأَبْعَدَ آمَالاً، وَأَعَدَّ عَدِيداً وَأَكْثَفَ (اكثر) جُنُوداً! تَعَبَّدُوا لِلدُّنْيَا أَيَّ تَعَبُّدٍ، وَآثَرُوهَا أَيَّ إِيثَارٍ، ثُمَّ ظَعَنُوا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ وَلَا ظَهْرٍ قَاطِعٍ، فَهَلْ بَلَغَكُمْ أَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْساً بِفِدْيَةٍ، أَوْ أَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ، أَوْ أَحْسَنَتْ لَهُمْ

هشیم - سوکھی گھاس - بھوسہ
عَبْرَة - آنسو
بَطْن - آمد کا کنایہ ہے
ظہر - جانے کا اشارہ ہے
طلّ - ہلکی بارش
دیمہ - پرسکون بارش
رخاء - وسعت
ہَتَنَتْ - برس پڑی
اوبیٰ - وبا نازل ہوگئی
غضارۃ - نعمت و وسعت
رغب - رغبت
ارہقت - لاحق ہوگئی
قوادم - جمع قادمہ - سامنے کے پر
یوبق - ہلاک کردیتا ہے
اُبّہہ - عظمت
نخوۃ - غرور
دُوَل - متغیر
رَنِق - مکدر
اجاج - کھارا
صَبِر - کڑوا
سمام - جمع سم - زہر
رمام - جمع رُمّہ - رسی کا ٹکڑا بوسیدہ
موفور - وافر
محروب - لٹا ہوا
ظہر قاطع - سواری جس سے راستہ طے کیا جائے
فدیہ - معاوضہ

ب اپنی طرف رغبت رکھنے والوں اور اپنے سے خوش ہوجانے والوں کی خواہشات کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے تو بالکل پروردگار کے اس رشاد کے مطابق ہوجاتی ہے "جیسے آسمان سے پانی نازل ہوکر زمین کے نباتات میں شامل ہوجائے اور پھر اس کے بعد وہ سبزہ سوکھ کر ایسا تنکا ہوجائے جسے ہوائیں اڑالے جائیں اور خدا ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے"۔ اس دنیا میں کوئی شخص خوش نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ اسے بعد میں آنسو بہانا پڑے اور کوئی اس کی خوشی کو آتے نہیں دیکھتا ہے مگر یہ کہ وہ مصیبت میں ڈال کر پیٹھ دکھلا دیتی ہے اور کہیں راحت و آرام کی ہلکی بارش نہیں ہوتی ہے مگر یہ کہ بلاؤں کا دوگڑا اگرنے لگتا ہے۔ اس کی شان ہی یہ ہے کہ اگر صبح کو کسی طرف سے بدلہ لینے کے لئے آتی ہے تو شام ہوتے ہوتے انجان بن جاتی ہے اور اگر ایک طرف سے شیریں اور خوش گوار نظر آتی ہے تو دوسری طرف سے تلخ اور بلاخیز ہوتی ہے۔ کوئی انسان اس کی تازگی سے اپنی خواہش پوری نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ اس کے پے در پے مصائب کی بنا پر رنج و تعب کا شکار ہوجاتا ہے اور کوئی شخص شام کو امن و امان کے پروں پر نہیں رہتا ہے مگر یہ کہ صبح ہوتے ہوتے خوف کے بال و پر پر لاد دیا جاتا ہے۔ یہ دنیا دھوکہ باز ہے اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب دھوکہ ہے۔ یہ فانی ہے اور اس میں جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے۔ اس کے کسی زاد راہ میں کوئی خیر نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔ اس میں سے جو کم حاصل کرتا ہے اسی کو راحت زیادہ نصیب ہوتی ہے اور جو زیادہ کے چکر میں پڑ جاتا ہے اس کے مہلکات بھی زیادہ ہوجاتے ہیں اور یہ بہت جلد اس سے الگ ہوجاتی ہے۔ کتنے اس پر اعتبار کرنے والے ہیں جنھیں اچانک مصیبتوں میں ڈال دیا گیا اور کتنے اس پر اطمینان کرنے والے ہیں جنھیں ہلاک کر دیا گیا اور کتنے صاحبان حیثیت تھے جنھیں ذلیل بنا دیا گیا اور کتنے اکڑنے والے تھے جنھیں حقارت کے ساتھ ڈال دیا گیا۔ اس کی بادشاہی پلٹا کھانے والی۔ اس کا عیش مکدر۔ اس کا شیریں شور۔ اس کا میٹھا کڑوا۔ اس کی غذا زہر آلود اور اس کے اسباب سب بوسیدہ ہیں۔ اس کا زندہ معرض ہلاکت میں ہے اور اس کا صحت مند بیماریوں کی زد پر ہے۔ اس کا ملک چھننے والا ہے اور اس کا صاحب عزت مغلوب ہونے والا ہے۔ اس کا مالدار بدبختیوں کا شکار ہونے والا ہے اور اس کا ہمسایہ لٹنے والا ہے۔ کیا تم انھیں کے گھروں میں نہیں ہو جو تم سے پہلے طویل عمر، پائیدار آثار اور دور رس امیدوں والے تھے۔ بے پناہ سامان مہیا کیا، بڑے بڑے لشکر تیار کئے اور جی بھر کر دنیا کی پرستش کی اور اسے ہر چیز پر مقدم رکھا لیکن اس کے بعد یوں روانہ ہوگئے کہ نہ منزل تک پہونچانے والا زاد راہ ساتھ تھا اور نہ راستہ طے کرانے والی سواری۔ کیا تم تک کوئی خبر پہونچی ہے کہ اس دنیا نے ان کو بچانے کے لئے کوئی فدیہ پیش کیا ہو یا ان کی کوئی مدد کی ہو یا ان کے ساتھ اچھا وقت گذارا ہو۔؟ ۱

۱ دنیا سے عبرت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ خود اس کی تاریخ ہے کہ اس نے آج تک کسی سے وفا نہیں کی ہے۔ اس کا ایک پیسہ بھی اس وقت تک کام نہیں آتا ہے جب تک مالک سے جدا نہیں ہوجاتا ہے اور اس کی سلطنت بھی اپنے سلطان کو فشار قبر سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ ایسے حالات میں تاریخی حوادث سے آنکھ بند کر لینا جہالت کے ماسوا کچھ نہیں ہے اور صاحب علم و عقل وہی ہے جو ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھائے۔

صُحْبَةً! بَلْ أَرْهَقَتْهُمْ بِالْقَوَادِحِ، وَأَوْهَقَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ، وَضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَائِبِ، وَ عَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ، وَ وَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَ أَعَانَتْ عَلَيْهِمْ «رَيْبَ الْمَنُونِ». فَقَدْ رَأَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا (شكرها) لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَ آثَرَهَا وَ أَخْلَدَ إِلَيْهَا، حِينَ ظَعَنُوا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْأَبَدِ. وَ هَلْ زَوَّدَتْهُمْ إِلَّا السَّغَبَ، أَوْ أَحَلَّتْهُمْ إِلَّا الضَّنْكَ، أَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ إِلَّا الظُّلْمَةَ، أَوْ أَعْقَبَتْهُمْ إِلَّا النَّدَامَةَ! أَفَهٰذِهِ تُؤْثِرُونَ، أَمْ إِلَيْهَا تَطْمَئِنُّونَ، أَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُونَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا، وَ لَمْ يَكُنْ فِيهَا عَلَى وَجَلٍ (حذر) مِنْهَا! فَاعْلَمُوا - وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - بِأَنَّكُمْ تَارِكُوهَا وَ ظَاعِنُونَ عَنْهَا، وَاتَّعِظُوا فِيهَا بِالَّذِينَ قَالُوا: «مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً»: حُمِلُوا إِلَى قُبُورِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ رُكْبَاناً، وَ أُنْزِلُوا الْأَجْدَاثَ فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيفَاناً،[1] وَ جُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيحِ أَجْنَانٌ، وَ مِنَ التُّرَابِ أَكْفَانٌ، وَ مِنَ الرُّفَاتِ جِيرَانٌ، فَهُمْ جِيرَةٌ لَا يُجِيبُونَ دَاعِياً، وَ لَا يَمْنَعُونَ ضَيْماً، وَ لَا يُبَالُونَ مَنْدَبَةً. إِنْ جِيدُوا لَمْ يَفْرَحُوا وَ إِنْ قُحِطُوا لَمْ يَقْنَطُوا. جَمِيعٌ وَهُمْ آحَادٌ، وَ جِيرَةٌ وَهُمْ أَبْعَادٌ. مُتَدَانُونَ لَا يَتَزَاوَرُونَ، وَ قَرِيبُونَ لَا يَتَقَارَبُونَ. حُلَمَاءُ قَدْ ذَهَبَتْ أَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَاءُ قَدْ مَاتَتْ أَحْقَادُهُمْ. لَا يُخْشَى فَجْعُهُمْ، وَ لَا يُرْجَى دَفْعُهُمْ، اسْتَبْدَلُوا بِظَهْرِ الْأَرْضِ (الأرضين) بَطْناً، وَ بِالسَّعَةِ ضِيقاً، وَ بِالْأَهْلِ غُرْبَةً، وَ بِالنُّورِ ظُلْمَةً، فَجَاؤُوهَا كَمَا فَارَقُوهَا، حُفَاةً عُرَاةً، قَدْ ظَعَنُوا (طعنوا) عَنْهَا بِأَعْمَالِهِمْ إِلَى الْحَيَاةِ الدَّائِمَةِ وَالدَّارِ الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى: «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ، وَعْداً عَلَيْنَا، إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ».

۱۱۲

ومن خطبة له ﴿عليه السلام﴾

ذکر فیها ملك الموت و توفية النفس و عجز الخلق عن وصف الله

هَلْ تُحِسُّ بِهِ إِذَا دَخَلَ مَنْزِلاً؟ أَمْ هَلْ تَرَاهُ إِذَا تَوَفَّى أَحَداً؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى الْجَنِينَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ! أَيَلِجُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ جَوَارِحِهَا أَمِ الرُّوحُ أَجَابَتْهُ بِإِذْنِ رَبِّهَا؟ أَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَعَهُ فِي أَحْشَائِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ إِلٰهَهُ مَنْ يَعْجَزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوقٍ مِثْلِهِ!

ارہقتهم - ڈھانک لیا
قوادح - جمع قادح
ارہقتهم - رَہَق - اسی میں گرفتار کر دیا
قوارع - آفات و مصائب
ضعضعتهم - ذلیل کر دیا
عفرتهم - خاک میں ملا دیا
مناسم - جمع منسم - سُم
دان لہا - خاضع ہو گیا
اخلد الیہا - مائل ہو گیا
سغب - بھوک
ضنک - تنگی
رکبان - جمع راکب
اجداث - قبریں
صفیح - روئے زمین
اجنان - جمع جَنَن - قبر
رفات - بوسیدہ ہڈیاں
جیدوا - ان پر بارش ہوئی
یلج - داخل ہوتا ہے

[1] ہائے کیا بیکسی ہے مرنے والوں کی کہ کاندھوں پر سوار ہیں لیکن انھیں سوار نہیں کہا جاتا ہے اور قبر میں اتار دیے گئے ہیں لیکن انھیں مہمان نہیں تصور کیا جاتا ہے اب پتھر ان کے مکانات ہیں اور خاک ان کا لباس۔ بوسیدہ ہڈیوں کو ہمسایہ کی حیثیت حاصل ہے اور ہمسائیگی بھی ایسی کہ نہ کسی طرف سے آواز آتی ہے نہ کوئی ہمدردی کرنے والا ہے۔ ساتھ ہیں مگر الگ اور قریب ہیں مگر دور۔ عجیب ہمسایہ ہیں جو ہمسایہ سے ملتے نہیں ہیں اور عجیب ساتھی ہیں جو ساتھی سے ملاقات نہیں کرتے ہیں۔ انا للہ

مصادر خطبہ ۱۱۲ عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی الواسطی - بحار الانوار مجلسی ۷۷ ص ۴۳۳

ہرگز نہیں۔ بلکہ انھیں مصیبتوں میں گرفتار کر دیا اور آفتوں سے عاجز و بے بس بنا دیا۔ پے در پے زحمتوں نے انھیں جھوڑ کر رکھ دیا اور ان کی ناک رگڑ دی اور انھیں اپنے سموں سے روند ڈالا اور پھر حوادث روزگار کو بھی سہارا دے دیا اور تم نے دیکھ لیا کہ یہ اپنے اطاعت گذاروں، چاہنے والوں اور چپکنے والوں کے لئے بھی ایسی انجان بن گئی کہ جب انھوں نے یہاں سے ہمیشہ کے لئے کوچ کیا تو انھیں سوائے بھوک کے کوئی زادراہ اور سوائے تنگی لحد کے کوئی مکان نہیں دیا۔ ظلمت ہی ان کی روشنی قرار پائی اور ندامت ہی ان کا انجام ٹھہرا۔ تو کیا تم اسی دنیا کو اختیار کر رہے ہو اور اسی پر بھروسہ کر رہے ہو اور اسی کی لالچ میں مبتلا ہو۔ یہ اپنے سے بدظنی نہ رکھنے والوں اور احتیاط نہ کرنے والوں کے لئے بدترین مکان ہے۔ لہٰذا یاد رکھو اور تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم اسے چھوڑنے والے ہو اور اس سے کوچ کرنے والے ہو۔ ان لوگوں سے نصیحت حاصل کرو جنھوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ "ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے" اور پھر وہ بھی اپنی قبروں کی طرف اس طرح پہونچائے گئے کہ انھیں سواری بھی نصیب نہیں ہوئی اور قبروں میں اس طرح اتار دیا گیا کہ انھیں مہمان بھی نہیں کہا گیا۔ پتھروں سے ان کی قبریں چن دی گئیں اور مٹی سے انھیں کفن دے دیا گیا۔ سڑی گلی ہڈیاں ان کی ہمسایہ بن گئیں اور اب یہ سب ایسے ہمسایہ ہیں کہ کسی پکارنے والے کی آواز پر لبیک نہیں کہتے ہیں اور نہ کسی زیادتی کو روک سکتے ہیں اور نہ کسی رونے والے کی پرواہ کرتے ہیں۔ اگر ان پر موسلا دھار بارش ہو تو انھیں خوشی نہیں ہوتی ہے اور اگر قحط پڑ جائے تو مایوسی کا شکار نہیں ہوتے ہیں۔ یہ سب ایک مقام پر جمع ہیں مگر اکیلے ہیں اور ہمسایہ ہیں مگر دور دور ہیں۔ ایسے ایک دوسرے کے قریب کہ ملاقات تک نہیں کرتے ہیں اور ایسے نزدیک کہ ملتے بھی نہیں ہیں۔ اب ایسے برباد ہو گئے ہیں کہ سارا کینہ ختم ہو گیا ہے اور ایسے بے خبر ہیں کہ سارا بغض و عناد مٹ گیا ہے۔ نہ ان سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے اور نہ کسی دفاع کی امید ہے۔ زمین کے ظاہر کے بجائے باطن کو اور وسعت کے بجائے تنگی کو اور ساتھیوں کے بدلے غربت کو اور نور کے بدلے ظلمت کو اختیار کر لیا ہے۔ اس کی گود میں ویسے ہی آگئے ہیں جیسے پہلے الگ ہوئے تھے یا برہنہ اور ننگے۔ اپنے اعمال سمیت دائمی زندگی اور ابدی مکان کی طرف کوچ کر گئے ہیں جیسا کہ مالک کائنات نے فرمایا ہے "جس طرح ہم نے پہلے بنایا تھا ویسے ہی واپس لے آئیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم اسے بہرحال انجام دینے والے ہیں"۔

۱۱۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں ملک الموت، ان کے قبض روح اور مخلوقات کے توصیف الٰہی سے عاجزی کا ذکر کیا گیا ہے)

کیا جس وقت ملک الموت گھر میں داخل ہوتے ہیں تمہیں کوئی احساس ہوتا ہے اور کیا انھیں روح قبض کرتے ہوئے تم نے کبھی دیکھا ہے؟ بھلا وہ شکم مادر میں بچہ کو کس طرح مارتے ہیں۔ کیا کسی طرف سے اندر داخل ہو جاتے ہیں یا روح ہی ان کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی نکل آتی ہے یا پہلے سے بچے کے پہلو میں رہتے ہیں۔ سوچو! کہ جو شخص ایک مخلوق کے کمالات کو نہ سمجھ سکتا ہو وہ خالق کے اوصاف کو کیا بیان کر سکے گا۔

١١٣

و من خطبة له (عليه السلام)

في ذم الدنيا

وَ أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَ لَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ. قَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُورِهَا، وَ غَرَّتْ بِزِينَتِهَا. دَارُهَا هَانَتْ عَلَىٰ رَبِّهَا، فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا، وَ خَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَ حَيَاتَهَا بِمَوْتِهَا، وَ حُلْوَهَا بِمُرِّهَا. لَمْ يُصْفِهَا اللهُ تَعَالَىٰ لِأَوْلِيَائِهِ، وَلَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلَىٰ أَعْدَائِهِ. خَيْرُهَا زَهِيدٌ وَ شَرُّهَا عَتِيدٌ. وَ جَمْعُهَا يَنْفَدُ، وَ مُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَ عَامِرُهَا يَخْرَبُ. فَمَا خَيْرُ دَارٍ تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَاءِ، وَ عُمُرٍ يَفْنَىٰ فِيهَا فَنَاءَ الزَّادِ، وَ مُدَّةٍ تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ! اجْعَلُوا مَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ، وَ اسْأَلُوهُ مِنْ أَدَاءِ حَقِّهِ مَا سَأَلَكُمْ.[1]

وَأَسْمِعُوا دَعْوَةَ الْمَوْتِ آذَانَكُمْ قَبْلَ أَنْ يُدْعَىٰ بِكُمْ. إِنَّ الزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا تَبْكِي قُلُوبُهُمْ وَ إِنْ ضَحِكُوا، وَ يَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَ إِنْ فَرِحُوا، وَ يَكْثُرُ مَقْتُهُمْ أَنْفُسَهُمْ وَ إِنِ اغْتَبَطُوا بِمَا رُزِقُوا. قَدْ غَابَ عَنْ قُلُوبِكُمْ ذِكْرُ الْآجَالِ، وَ حَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْآمَالِ، فَصَارَتِ الدُّنْيَا أَمْلَكَ بِكُمْ مِنَ الْآخِرَةِ، وَالْعَاجِلَةُ أَذْهَبَ بِكُمْ مِنَ الْآجِلَةِ، وَ إِنَّمَا أَنْتُمْ إِخْوَانٌ عَلَىٰ دِينِ اللهِ، مَا فَرَّقَ بَيْنَكُمْ إِلَّا خُبْثُ السَّرَائِرِ، وَ سُوءُ الضَّمَائِرِ. فَلَا تَوَازَرُونَ (تأزرون) وَ لَا تَنَاصَحُونَ، وَ لَا تَبَاذَلُونَ وَ لَا تَوَادُّونَ. مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُونَ بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تُدْرِكُونَهُ، وَ لَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ تُحْرَمُونَهُ! وَ يُقْلِقُكُمُ الْيَسِيرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ، حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ، وَ قِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ! كَأَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ، وَ كَأَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ. وَ مَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ أَنْ يَسْتَقْبِلَ أَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهِ، إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهِ. قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلَىٰ رَفْضِ الْآجِلِ وَحُبِّ الْعَاجِلِ، وَ صَارَ دِينُ أَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلَىٰ لِسَانِهِ،[2] صَنِيعَ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ، وَأَحْرَزَ رِضَىٰ سَيِّدِهِ.

١١٤

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها مواعظ للناس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ وَالنِّعَمَ بِالشُّكْرِ. نَحْمَدُهُ عَلَىٰ

قلعہ - اکھڑنا - کوچ کرنا

نجعہ - آب رواں کی تلاش

عتید - حاضر

اغتبطوا - ان سے حسد کیا گیا

زوی - الگ کر دیا گیا

لعقہ - صرف زبان کا اقرار

[1] واضح رہے کہ مسلمانوں کے درمیان ایسا اختلاف جس میں باہمی تعاون - نصیحت - مودت اور ہمدردی کا جذبہ ختم ہو جائے اور معرکہ آرائی شروع ہو جائے بدسرشتی اور خباثت فطرت کے علاوہ کسی اور بنیاد پر نہیں ہو سکتا ہے - لیکن افکار و نظریات کا اختلاف اس سے الگ ایک شے ہے جس میں فکری زندگی اور ذہانت کی حیات کا راز پوشیدہ ہے اور اسی کی بنیاد پر اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اختلاف نظر کے باوجود باہمی مودت، تعاون اور ہمدردی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا ہے

[2] یہی وہ بات ہے جس کا اعلان امام حسینؑ نے میدان کربلا میں وارد ہونے کے بعد کیا تھا کہ اب دین صرف زبانوں کا ذائقہ بن کر رہ گیا ہے اور اس کا تحفظ مفادات کے تحفظ کے ساتھ کیا جاتا ہے ورنہ مفادات کے خطرہ میں پڑ جانے کے بعد دینداروں کی تعداد خود بخود کم ہو جاتی ہے

خدا جانے یہ زبانی دین اور یہ جذباتی ایمان کب تک باقی رہے گا اور اللہ کے بندے اللہ کے احکام پر کس دن عمل کریں گے اور ان کے عمل میں اخلاص کا جوہر کب نمایاں ہوگا

مصادر خطبہ ۱۱۳ ربیع الابرار زمخشری، غرر الحکم آمدی ص۸۶، ص۱۸۹

مصادر خطبہ ۱۱۴ الطراز السید الیمانی ۲ ص۳۳۵، تحف العقول ص۱۵۶، ربیع الابرار زمخشری، دستور معالم الحکم قضاعی ص۳۳، غرر الحکم آمدی امالی شیخ طوسیؒ ۲ ص۱۰۰

۱۱۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(مذمت دنیا میں)

میں تمہیں اس دنیا سے ہوشیار کر رہا ہوں کہ یہ کوچ کی جگہ ہے۔ آب و دانہ کی منزل نہیں ہے۔ یہ اپنے دھوکہ ہی سے آراستہ ہوگئی ہے اور اپنی آرائش ہی سے دھوکہ دیتی ہے۔ اس کا گھر پروردگار کی نگاہ میں بالکل بے ارزش ہے اسی لئے اس نے اس کے حلال کے ساتھ حرام۔ خیر کے ساتھ شر، زندگی کے ساتھ موت اور شیریں کے ساتھ تلخ کو رکھ دیا ہے اور نہ اسے اپنے اولیاء کے لئے مخصوص کیا ہے اور نہ اپنے دشمنوں کو اس سے محروم رکھا ہے۔ اس کا خیر بہت کم ہے اور اس کا شر ہر وقت حاضر ہے۔ اس کا جمع کیا ہوا ختم ہو جانے والا ہے اور اس کا ملک چھن جانے والا ہے اور اس کے آباد کو ایک دن خراب ہو جانا ہے۔ بھلا اس گھر میں کیا خوبی ہے جو کمزور عمارت کی طرح گر جائے اور اس عمر میں کیا بھلائی ہے جو زادِ راہ کی طرح ختم ہو جائے اور اس زندگی میں کیا حسن ہے جو چلتے پھرتے تمام ہو جائے۔

دیکھو اپنے مطلوبہ امور میں فرائض الٰہیہ کو بھی شامل کر لو اور اسی سے اس کے حق کے ادا کرنے کی توفیق کا مطالبہ کرو۔ اپنے کانوں کو موت کی آواز سنا دو قبل اس کے کہ تمہیں بلا لیا جائے۔ دنیا میں زاہدوں کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ خوش بھی ہوتے ہیں تو ان کا دل روتا رہتا ہے اور وہ ہنستے بھی ہیں تو ان کا رنج و اندوہ شدید ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے نفس سے بیزار رہتے ہیں چاہے لوگ ان کے رزق سے غبطہ ہی کیوں نہ کریں۔ افسوس تمہارے دلوں سے موت کی یاد نکل گئی ہے اور جھوٹی امیدوں نے ان پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب دنیا کا اختیار تمہارے اوپر آخرت سے زیادہ ہے اور وہ عاقبت سے زیادہ تمہیں کھینچ رہی ہے۔ تم دین خدا کے اعتبار سے بھائی بھائی تھے۔ لیکن تمہیں باطن کی خباثت اور ضمیر کی خرابی نے الگ الگ کر دیا ہے کہ اب نہ کسی کا بوجھ بٹاتے ہو۔ نہ نصیحت کرتے ہو۔ نہ ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہو اور نہ ایک دوسرے سے واقعاً محبت کرتے ہو۔(۱) آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ معمولی سی دنیا کو پا کر خوش ہو جاتے ہو اور مکمل آخرت سے محروم ہو کر رنجیدہ نہیں ہوتے ہو۔ تھوڑی سی دنیا ہاتھ سے نکل جائے تو پریشان ہو جاتے ہو اور اس کا اثر تمہارے چہروں سے ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کی علیحدگی پر صبر نہیں کر پاتے ہو جیسے وہی تمہاری منزل ہے اور جیسے اس کا سرمایہ واقعی باقی رہنے والا ہے۔ تمہاری حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بھی دوسرے کے عیب کے اظہار سے باز نہیں آتا ہے مگر صرف اس خوف سے کہ وہ بھی اسی طرح پیش آئے گا۔ تم سب نے آخرت کو نظر انداز کرنے اور دنیا کی محبت پر اتحاد کر لیا ہے اور ہر ایک کا دین زبان کی چٹنی بن کر رہ گیا ہے۔(۲) ایسا لگتا ہے کہ جیسے سب نے اپنا عمل مکمل کر لیا ہے اور اپنے مالک کو واقعاً خوش کر لیا ہے۔

۱۱۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں لوگوں کی نصیحت کا سامان فراہم کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے حمد کو نعمتوں سے اور نعمتوں کو شکریہ سے ملا دیا ہے۔ ہم نعمتوں میں اس کی حمد اسی طرح کرتے ہیں،

آلائِهِ، كَمَا نَحْمَدُهُ عَلَىٰ بَلَائِهِ.[۱] وَ نَسْتَعِينُهُ عَلَىٰ هٰذِهِ ٱلنُّفُوسِ ٱلْبِطَاءِ عَمَّا أُمِرَتْ بِهِ السِّرَاعِ إِلَىٰ مَا نُهِيَتْ عَنْهُ. وَ نَسْتَغْفِرُهُ مِمَّا أَحَاطَ بِهِ عِلْمُهُ، وَ أَحْصَاهُ كِتَابُهُ: عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ، وَكِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ. وَ نُؤْمِنُ بِهِ إِيمَانَ مَنْ عَايَنَ ٱلْغُيُوبَ، وَ وَقَفَ عَلَىٰ ٱلْمَوْعُودِ، إِيمَاناً نَفَىٰ إِخْلَاصُهُ ٱلشِّرْكَ، وَ يَقِينُهُ الشَّكَّ. وَ نَشْهَدُ أَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّىٰ اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ (تسعدان) ٱلْقَوْلَ، وَ تَرْفَعَانِ ٱلْعَمَلَ. لَا يَخِفُّ مِيزَانٌ تُوضَعَانِ فِيهِ، وَلَا يَثْقُلُ مِيزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ.

أُوصِيكُمْ، عِبَادَاللهِ، بِتَقْوَىٰ اللهِ الَّتِي هِيَ الزَّادُ وَ بِهَا ٱلْمَعَاذُ (المعاد): زَادٌ مُبْلِغٌ، وَ مَعَاذٌ مُنْجِحٌ. دَعَا إِلَيْهَا أَسْمَعُ دَاعٍ، وَ وَعَاهَا خَيْرُ وَاعٍ فَأَسْمَعَ دَاعِيهَا، وَ فَازَ وَاعِيهَا.

عِبَادَاللهِ إِنَّ تَقْوَىٰ اللهِ حَمَتْ أَوْلِيَاءَ اللهِ مَحَارِمَهُ، وَأَلْزَمَتْ قُلُوبَهُمْ مَخَافَتَهُ، حَتَّىٰ أَسْهَرَتْ لَيَالِيَهُمْ، وَ أَظْمَأَتْ هَوَاجِرَهُمْ: فَأَخَذُوا الرَّاحَةَ بِالنَّصَبِ، وَٱلرِّيَّ بِالظَّمَإِ؛ وَٱسْتَقْرَبُوا ٱلْأَجَلَ فَبَادَرُوا ٱلْعَمَلَ، وَ كَذَّبُوا ٱلْأَمَلَ فَلَاحَظُوا ٱلْأَجَلَ. ثُمَّ إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ وَ عَنَاءٍ، وَ غِيَرٍ وَ عِبَرٍ؛ فَمِنَ ٱلْفَنَاءِ أَنَّ ٱلدَّهْرَ مُوتِرٌ قَوْسَهُ، لَا تُخْطِئُ سِهَامُهُ، وَ لَا تُؤْسَىٰ جِرَاحُهُ (حراجه). يَرْمِي ٱلْحَيَّ بِالْمَوْتِ، وَٱلصَّحِيحَ بِالسَّقَمِ، وَالنَّاجِيَ بِالْعَطَبِ. آكِلٌ لَا يَشْبَعُ، وَ شَارِبٌ لَا يَنْقَعُ. وَ مِنَ ٱلْعَنَاءِ أَنَّ ٱلْمَرْءَ يَجْمَعُ مَا لَا يَأْكُلُ وَيَبْنِي مَا لَا يَسْكُنُ،[۲] ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَىٰ اللهِ تَعَالَىٰ لَا مَالاً حَمَلَ، وَلَا بِنَاءً نَقَلَ! وَ مِنْ غِيَرِهَا أَنَّكَ تَرَىٰ ٱلْمَرْحُومَ مَغْبُوطاً، وَٱلْمَغْبُوطَ مَرْحُوماً، لَيْسَ ذٰلِكَ إِلَّا نَعِيماً زَلَّ (زال)، وَ بُؤْساً نَزَلَ. وَ مِنْ عِبَرِهَا أَنَّ الْمَرْءَ يُشْرِفُ عَلَىٰ أَمَلِهِ فَيَقْتَطِعُهُ حُضُورُ أَجَلِهِ. فَلَا أَمَلٌ يُدْرَكُ، وَلَا مُؤَمَّلٌ يُتْرَكُ. فَسُبْحَانَ اللهِ مَا أَعَزَّ سُرُورَهَا! وَ أَظْمَأَ رِيَّهَا! وَأَضْحَىٰ فَيْئَهَا! لَا جَاءٍ يُرَدُّ، وَ لَا مَاضٍ (مؤمل) يَرْتَدُّ. فَسُبْحَانَ اللهِ، مَا أَقْرَبَ ٱلْحَيَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ لِلَحَاقِهِ بِهِ، وَ أَبْعَدَ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَيِّ لِانْقِطَاعِهِ عَنْهُ!

بطاء - جمع بطیئ۔ سُستی
سراع - جمع سریع
غیر مغادر - نہ چھوڑنے والا
وعاہا - محفوظ کرلیا
حمی الشئی - روک دیا
ہواجر - جمع ہاجرہ - شدید گرمی
نصب - تعب
تؤسیٰ - علاج کیا ہوجاتا ہے
لاینقع - سیراب نہیں ہوتا ہے
غیر - تغیرات
زلّ - تیزی سے گذر گیا
اضحیٰ - سورج کا سامنا کیا
فیٔ - سایہ بعد زوال
جاءٍ - موت

[۱] کمال کردار یہی ہے کہ انسان صرف نعمتوں ہی پر شکر خدا نہ کرے بلکہ اس کی طرف سے آنے والی مصیبت پر بھی شکر کرے کہ اس نے ہمیں امتحان کے قابل سمجھا ہے اور آزمائش کے ذریعہ ہمارے درجات کو بلند تر بنانا چاہا ہے یہ اور بات ہے کہ اس راہ میں توفیقات کی دعا کرتا رہے اور اس کی امداد کا مطالبہ کرتا رہے۔

[۲] یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنے ہی کھانے کے لئے جمع کرتے ہیں یا اپنے ہی لئے گھر بناتے ہیں۔ ورنہ آئندہ نسلوں کے لئے کام کرنا کوئی عیب نہیں ہے بلکہ انسانی کردار کا حسن ہے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے کام کرے بشرطیکہ اپنی عاقبت سے غافل نہ ہوجائے اور شیطان بخل کو ایثار کا نام نہ دیدے ورنہ اس طرح دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہوجائے گا کہ دنیا میں نعمتوں سے استفادہ نہ کرسکے گا اور آخرت میں بخل کا حساب دینا پڑے گا۔

اس طرح مصیبتوں میں کرتے ہیں (۵۱) اور اُس سے اِس نفس کے مقابلہ کے لئے مدد کے طلبگار ہیں جو اوامر کی تعمیل میں سُستی کرتا ہے اور نواہی کی طرف تیزی سے بڑھ جاتا ہے۔ ان تمام غلطیوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جنھیں اس کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے اور اس کی کتاب نے جمع کر رکھا ہے۔ اس کا علم قاصر نہیں ہے اور اس کی کتاب کوئی چیز چھوڑنے والی نہیں ہے۔ ہم اُس پر اسی طرح ایمان لائے ہیں جیسے غیب کا مشاہدہ کرلیا ہو اور وعدہ سے آگاہی حاصل کرلی ہو۔ ہمارے اس ایمان کے اخلاص نے شرک کی نفی کی ہے اور اس کے یقین نے شک کا ازالہ کیا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں وہ ہیں جو اقوال کو بلندی دیتی ہیں اور اعمال کو رفعت عطا کرتی ہیں۔ جہاں یہ رکھ دی جائیں وہ پلہ ہلکا نہیں ہوتا ہے اور جہاں سے انھیں اٹھا لیا جائے اس پلہ میں کوئی وزن نہیں رہ جاتا ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں جو تمھارے لئے زاد راہ ہے اور اسی پر آخرت کا دار ومدار ہے۔ یہی زاد راہ منزل تک پہونچانے والا ہے اور یہی پناہ گاہ کام آنے والی ہے۔ اسی کی طرف سب سے بہتر داعی نے دعوت دے دی ہے اور اسے سب سے بہتر سننے والے نے محفوظ کرلیا ہے۔ چنانچہ اس کے سنانے والے نے سنا دیا اور اس کے محفوظ کرنے والے نے کامیابی حاصل کرلی۔

اللہ کے بندو! اسی تقویٰ الٰہی نے اولیاء خدا کو محرمات سے بچا کر رکھا ہے اور ان کے دلوں میں خوف خدا کو لازم کر دیا ہے یہاں تک کہ ان کی راتیں بیداری کی نذر ہو گئیں اور ان کے بپتے ہوئے دن پیاس میں گذر گئے۔ انھوں نے راحت کو تکلیف کے عوض اور سیرابی کو پیاس کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ وہ موت کو قریب تر سمجھتے ہیں تو تیز عمل کرتے ہیں اور انھوں نے امیدوں کو جھٹلا دیا ہے تو موت کو نگاہ میں رکھا ہے۔ پھر یہ دنیا تو بہر حال فنا اور تکلیف، تغیر اور عبرت کا مقام ہے۔ فنا ہی کا نتیجہ ہے کہ زمانہ ہر وقت اپنی کمان چڑھائے رہتا ہے کہ اس کے تیر خطا نہیں کرتے ہیں اور اس کے زخموں کا علاج نہیں ہو پاتا ہے۔ وہ زندہ کو موت سے، صحتمند کو بیماری سے اور نجات پانے والے کو ہلاکت سے مار دیتا ہے۔ اس کا کھانے والا سیر نہیں ہوتا ہے اور پینے والا سیراب نہیں ہوتا ہے۔ اور اس کے رنج وتعب کا اثر یہ ہے کہ انسان اپنے کھانے کا سامان فراہم کرتا ہے، رہنے کے لئے مکان بناتا ہے اور اس کے بعد اچانک خدا کی بارگاہ کی طرف چل دیتا ہے۔ نہ مال ساتھ لے جاتا ہے اور نہ مکان منتقل ہو پاتا ہے (۵۲)

اس کے تغیرات کا حال یہ ہے کہ جسے قابل رحم دیکھا تھا وہ قابل رشک ہو جاتا ہے اور جسے قابل رشک دیکھا تھا وہ قابل رحم ہو جاتا ہے۔ گویا ایک نعمت ہے جو زائل ہو گئی اور ایک بلا ہے جو نازل ہو گئی۔ اس کی عبرتوں کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنی امیدوں تک پہونچنے والا ہی ہوتا ہے کہ موت اس کے سلسلہ کو قطع کر دیتی ہے اور نہ کوئی امید حاصل ہوتی ہے اور نہ امید کرنے والا ہی چھوڑا جاتا ہے۔ اے سبحان اللہ۔ اس دنیا کی خوشی بھی کیا دھوکہ ہے اور اس کی سیرابی بھی کیسی تشنہ کامی ہے اور اس کے سایہ میں بھی کس قدر دھوپ ہے۔ نہ یہاں آنے والی موت کو واپس کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی جانے والے کو پلٹایا جا سکتا ہے۔ سبحان اللہ زندہ مُردہ سے کس قدر جلدی ملحق ہو کر قریب تر ہو جاتا ہے اور مُردہ زندہ سے رشتہ توڑ کر کس قدر دور ہو جاتا ہے۔

إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِنَ الشَّرِّ إِلَّا عِقَابُهُ، وَلَيْسَ شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا ثَوَابُهُ. وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهُ أَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهِ، وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْآخِرَةِ عِيَانُهُ أَعْظَمُ مِنْ سَمَاعِهِ. فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ الْعِيَانِ السَّمَاعُ، وَمِنَ الْغَيْبِ الْخَبَرُ. وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ الدُّنْيَا وَزَادَ فِي الْآخِرَةِ خَيْرٌ مِمَّا نَقَصَ مِنَ الْآخِرَةِ وَزَادَ فِي الدُّنْيَا: فَكَمْ مِنْ مَنْقُوصٍ رَابِحٍ وَمَزِيدٍ خَاسِرٍ! إِنَّ الَّذِي أُمِرْتُمْ بِهِ أَوْسَعُ مِنَ الَّذِي نُهِيتُمْ عَنْهُ. وَمَا أُحِلَّ لَكُمْ أَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ[1]. فَذَرُوا مَا قَلَّ لِمَا كَثُرَ، وَمَا ضَاقَ لِمَا اتَّسَعَ. قَدْ تَكَفَّلَ لَكُمْ بِالرِّزْقِ وَأُمِرْتُمْ[2] بِالْعَمَلِ؛ فَلَا يَكُونَنَّ الْمَضْمُونُ لَكُمْ طَلَبُهُ أَوْلَى بِكُمْ مِنَ الْمَفْرُوضِ عَلَيْكُمْ عَمَلُهُ، مَعَ أَنَّهُ وَاللهِ لَقَدِ اعْتَرَضَ الشَّكُّ، وَدَخِلَ الْيَقِينُ، حَتَّى كَأَنَّ الَّذِي ضُمِنَ لَكُمْ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَكَأَنَّ الَّذِي قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْكُمْ. فَبَادِرُوا الْعَمَلَ، وَخَافُوا بَغْتَةَ الْأَجَلِ، فَإِنَّهُ لَا يُرْجَى مِنْ رَجْعَةِ الْعُمُرِ مَا يُرْجَى مِنْ رَجْعَةِ الرِّزْقِ. مَا فَاتَ الْيَوْمَ مِنَ الرِّزْقِ رُجِيَ غَداً زِيَادَتُهُ، وَمَا فَاتَ أَمْسِ مِنَ الْعُمُرِ لَمْ يُرْجَ الْيَوْمَ رَجْعَتُهُ. الرَّجَاءُ مَعَ الْجَائِي، وَالْيَأْسُ مَعَ الْمَاضِي. «فَاتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ».

۱۱۵

و من خطبة له (عليه السلام)

في الاستسقاء

اَللّٰهُمَّ قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا(حبالنا)، وَاغْبَرَّتْ أَرْضُنَا، وَهَامَتْ دَوَابُّنَا، وَتَحَيَّرَتْ فِي مَرَابِضِهَا، وَعَجَّتْ عَجِيجَ الثَّكَالَى عَلَى أَوْلَادِهَا، وَمَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِي مَرَاتِعِهَا، وَالْحَنِينَ إِلَى مَوَارِدِهَا(الحنين)! اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ أَنِينَ الْآنَّةِ، وَحَنِينَ الْحَانَّةِ! اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ حَيْرَتَهَا فِي مَذَاهِبِهَا، وَأَنِينَهَا فِي مَوَالِجِهَا! اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا إِلَيْكَ حِينَ اعْتَكَرَتْ عَلَيْنَا حَدَابِيرُ السِّنِينَ، وَأَخْلَفَتْنَا مَخَايِلُ الْجُودِ؛ فَكُنْتَ الرَّجَاءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَالْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ. نَدْعُوكَ حِينَ قَنَطَ الْأَنَامُ، وَمُنِعَ الْغَمَامُ، وَهَلَكَ السَّوَامُ، أَلَّا تُؤَاخِذَنَا بِأَعْمَالِنَا، وَلَا

دخل - یقین میں شبہات شامل ہوگئے ہیں
انصاحت - خشک ہوگئے ہیں
ہامت - سرگرداں ہوگئے ہیں
مرابض - جمع مربض - بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ
عجت - بلند آواز سے رونا
آنّہ - بکری
حانّہ - اونٹنی
موالج - داخلہ کے راستے
مخایل - جمع مخیلہ - جس پر برسنے کا گمان ہو
جَود - بارش
مبتئس - پریشان حال
بلاغ - کفایت
سوام - جمع سائمہ - چرنے والے جانور

[1] حیرت انگیز بات ہے کہ جب حلال کی مقدار حرام سے کہیں زیادہ ہے اور محرمات کی تعداد بالکل محدود ہے تو کیا وجہ ہے کہ انسان اپنے ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لئے حلال کے راستہ کو اختیار نہیں کرتا ہے اور بالآخر حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
اس کا مظہر یا انسان کی بدبختی اور بدسرشتی کے سربراہ ان لوگوں پر ہے جنھوں نے حلال کو حرام بنا دیا ہے اور حرام کو فیشن اور ترقی کے اسباب میں شامل کر دیا ہے۔

[2] اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ کفالت انسان کو کاہل بنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ پُراعتماد بنانے کے لئے ہے کہ محنت ضائع ہونے والی نہیں ہے اور مالک نتیجہ ضرور عنایت فرمائے گا۔

مصادر خطبہ ۱۱۵ من لایحضرہ الفقیہ ۱ ص ۳۳۵، مصباح المتہجد طوسیؒ، ربیع الابرار زمخشری باب السحاب والمطر، اصول کافی ۵ ص ۵۳، العقد الفرید ۴ ص ۳۳۸، کتاب الجمل مفیدؒ ص ۱۵۰، کتاب الجمل واقدی، ارشاد مفیدؒ ص ۱۳۹، تجارب الامم ابن مسکویہ بحوالہ تاسیس الشیعہ ص ۳۱۵، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۱۳

(یاد رکھو) شر سے بدتر کوئی شے اس کے عذاب کے علاوہ نہیں ہے اور خیر سے بہتر کوئی شے اس کے ثواب کے سوا نہیں ہے۔ دنیا میں ہر شے کا سننا اس کے دیکھنے سے عظیم تر ہوتا ہے اور آخرت میں ہر شے کا دیکھنا اس کے سننے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے لہٰذا تمھارے لئے دیکھنے کے بجائے سننا اور غیب کے مشاہدہ کے بجائے خبر ہی کو کافی ہو جانا چاہئے۔ یاد رکھو کہ دنیا میں کسی شے کا کم ہونا اور آخرت میں زیادہ ہونا اس سے بہتر ہے کہ دنیا میں زیادہ ہو اور آخرت میں کم ہو جائے کہ کتنے ہی کمی والے فائدہ میں رہتے ہیں اور کتنے ہی زیادتی والے گھاٹے میں رہ جاتے ہیں۔ بیشک جن چیزوں کا تمھیں حکم دیا گیا ہے ان میں زیادہ وسعت ہے بہ نسبت ان چیزوں کے جن سے روکا گیا ہے اور جنھیں حلال کیا گیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جنھیں حرام قرار دیا گیا ہے(۱) لہٰذا قلیل کو کثیر کے لئے اور تنگی کو وسعت کی خاطر چھوڑ دو۔ پروردگار نے تمھارے رزق کی ذمہ داری لی ہے(۲) اور عمل کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ جس کی ضمانت لی گئی ہے اس کی طلب اس سے زیادہ ہو جائے جس کو فرض کیا گیا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ تمھارے حالات کو دیکھ کر یہ شبہ ہونے لگتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ شائد جس کی ضمانت لی گئی ہے وہی تم پر واجب کیا گیا ہے اور جس کا حکم دیا گیا ہے اسی کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ خدارا عمل کی طرف سبقت کرو اور موت کے اچانک وارد ہو جانے سے ڈرو اس لئے کہ موت کے واپس ہونے کی وہ امید نہیں ہے جس قدر رزق کے پلٹ کر آجانے کی ہے۔ جو رزق آج ہاتھ سے نکل گیا ہے اس کے کل اضافہ کا امکان ہے لیکن جو عمر آج نکل گئی ہے اس کے کل واپس آنے کا بھی امکان نہیں ہے۔ امید آنے والے کی ہو سکتی ہے جانے والے کی نہیں اس سے تو مایوسی ہی ہو سکتی ہے" اللہ سے اس طرح ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور خبردار اس وقت تک دنیا سے نہ جانا جب تک واقعی مسلمان نہ ہو جاؤ"۔

۱۱۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(طلب بارش کے سلسلہ میں)

خدایا! ہمارے پہاڑوں کا سبزہ خشک ہو گیا ہے اور ہماری زمین پر خاک اُڑ رہی ہے۔ ہمارے جانور پیاسے ہیں اور اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور اپنے بچوں کے حق میں اس طرح فریادی ہیں جیسے زن پسر مُردہ۔ سب چراگاہوں کی طرف پھیرے لگانے اور تالابوں کی طرف والہانہ طور پر دوڑنے سے عاجز آگئے ہیں۔ خدایا! اب ان کی فریادی بکریوں اور اور اشتیاق آمیز پکارنے والی اونٹنیوں پر رحم فرما۔ خدایا! ان کی راہوں میں پریشانی اور منزلوں پر چیخ و پکار پر رحم فرما۔ خدایا! ہم اس وقت گھر سے نکل کر آئے ہیں جب قحط سالی کے مارے ہوئے لاغر اونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور جن سے کرم کی امید تھی وہ بادل آ آکر چلے گئے ہیں۔ اب درد کے ماروں کا تو ہی آسرا ہے اور التجا کرنے والوں کا تو ہی سہارا ہے۔ ہم اس وقت دعا کر رہے ہیں جب لوگ مایوس ہو چکے ہیں۔ بادلوں کے خیر کو روک دیا گیا ہے اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں تو خدایا ہمارے اعمال کی بنا پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔

تَأْخُذَنَا بِذُنُوبِنَا. وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبَعِقِ، وَالرَّبِيعِ الْمُغْدِقِ، وَالنَّبَاتِ الْمُونِقِ، سَحّاً وَابِلاً، تُحْيِي بِهِ مَا قَدْ مَاتَ، وَ تَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ فَاتَ. اللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ مُحْيِيَةً مُرْوِيَةً، تَامَّةً عَامَّةً، طَيِّبَةً مُبَارَكَةً، هَنِيئَةً مَرِيعَةً، زَاكِياً نَبْتُهَا، ثَامِراً فَرْعُهَا، نَاضِراً وَرَقُهَا(ارزاقها)، تُنْعِشُ بِهَا الضَّعِيفَ مِنْ عِبَادِكَ، وَ تُحْيِي بِهَا الْمَيْتَ مِنْ بِلَادِكَ! اللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا، وَ تَجْرِي بِهَا وِهَادُنَا، وَ يُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا، وَ تُقْبِلُ (تزكو) بِهَا ثِمَارُنَا، وَ تَعِيشُ بِهَا مَوَاشِينَا، وَ تَنْدَى بِهَا أَقَاصِينَا، وَ تَسْتَعِينُ بِهَا ضَوَاحِينَا؛ مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ، وَ عَطَايَاكَ الْجَزِيلَةِ(باطله)، عَلَى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ، وَ وَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ. وَأَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَاءً مُخْضِلَةً، مِدْرَاراً هَاطِلَةً، يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ، وَ يَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ، غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَ لَا جَهَامٍ عَارِضُهَا، وَ لَا قَزَعٍ رَبَابُهَا، وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتَّى يُخْصِبَ لِإِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُونَ، وَ يَحْيَا بِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُونَ، فَإِنَّكَ «تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا، وَ تَنْشُرُ رَحْمَتَكَ وَ أَنْتَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ».

تفسير ما في هذه الخطبة من الغريب

قال السيد الشريف، رضي الله عنه، قوله (عليه السلام): (انْصَاحَتْ جِبَالُنَا) أي تَشَقَّقَتْ مِنَ الْمُحُولِ، يُقَالُ: انْصَاحَ الثَّوْبُ إِذَا انْشَقَّ. وَ يُقَالُ أَيْضاً: انْصَاحَ النَّبْتُ وَصَاحَ وَصَوَّحَ إِذَا جَفَّ وَيَبِسَ، كُلُّهُ بِمَعْنًى. وَ قَوْلُهُ: (وَهَامَتْ دَوَابُّنَا) أَيْ عَطِشَتْ، وَالْهُيَامُ: الْعَطَشُ. وَ قَوْلُهُ: (حَدَابِيرُ السِّنِينَ) جمع حِدبار، وَ هِيَ النَّاقَةُ الَّتِي أَنْضَاهَا السَّيْرُ، فَشَبَّهَ بِهَا السَّنَةَ الَّتِي فَشَا فِيهَا الْجَدْبُ، قَالَ ذُوالرُّمَّةِ:

حَدَابِيرُ مَا تَنْفَكُّ إِلَّا مُنَاخَةً   عَلَى الْخَسْفِ أَوْ نَرْمِي بِهَا بَلَداً قَفْرَا

وَ قَوْلُهُ: (وَ لَا قَزَعٍ رَبَابُهَا)، الْقَزَعُ: الْقِطَعُ الصِّغَارُ الْمُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ. وَ قَوْلُهُ: (وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا) فَإِنَّ تَقْدِيرَهُ: وَ لَا ذَاتَ شَفَّانٍ

مُنبعق - بارش کا راستہ کھول دینے والا
اغدق المطر - پانی کی کثرت
مونق - خوبصورت
سحاً - تیز بارش
وابل - موسلا دھار
مریع - شاداب
زاکی - بڑھنے والا
ثامر - ثمر آور
نجاد - جمع نجد - بلند زمین
وہاد - پست زمین
جناب - اطراف
قاصیہ - دور دراز
ضاحیۃ الماء - جو دوپہر میں پیا جائے
مُرملہ - فقیر
مخضلہ - تر کر دینے والی
ودق - بارش
یحفز - ڈھکیلتا ہے
برق خلّب - جس کے بارش کا دھوکہ ہو
جہام - وہ بادل جس میں پانی نہ ہو
عارض - جو بادل افق پر نظر آئے
رباب - سفید ابر
قزع - ٹکڑے
ذہاب - جمع ذہبہ - بوندا باندی
مُسنتون - قحط زدہ

(۱) ایسے قحط کے مواقع پر نماز استسقاء پڑھی جاتی ہے جو نماز عید کی طرح دو رکعت ہے اور قنوت میں بارش کی دعا کی جاتی ہے۔ اس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ پہلے ساری قوم تین روز روزہ رکھے۔ اس کے بعد صحرا میں نماز ادا کی جائے اور بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا جائے تاکہ سب بیقرار ہو کر بارگاہ احدیت میں فریاد کریں اور رحمت الٰہی کو بہر حال جوش آجائے۔

اور ہمیں ہمارے گناہوں کی گرفت میں مت لے لینا۔ اپنے دامن رحمت کو ہمارے اوپر پھیلا دے برسنے والے بادل، موسلا دھار برسات اور حسین سبزہ کے ذریعہ۔ ایسی برسات جس سے مُردہ زمینیں زندہ ہو جائیں اور گئی ہوئی بہار واپس آجائے۔ خدایا! ایسی سیرابی عطا فرما جو زندہ کرنے والی، سیراب بنانے والی۔ کامل و شامل۔ پاکیزہ و مبارک، خوشگوار و شاداب ہو جس کی برکت سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں۔ شاخیں بارآور ہو جائیں۔ پتے ہرے ہو جائیں۔ کمزور بندوں کو اٹھنے کا سہارا مل جائے۔ مُردہ زمینوں کو زندگی عطا ہو جائے۔ خدایا! ایسی سیرابی عطا فرما جس سے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں۔ نہریں جاری ہو جائیں۔ آس پاس کے علاقے شاداب ہو جائیں۔ پھل نکلنے لگیں۔ جانور جی اٹھیں۔ دور دراز کے علاقے بھی تر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی تیری اس وسیع برکت اور عظیم عطا سے مستفیض ہو جائیں جو تیری تباہ حال مخلوق اور آوارہ گرد جانوروں پر ہے۔ ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو پانی سے شرابور کر دینے والی۔ موسلا دھار مسلسل برسنے والی ہو جس میں قطرات، قطرات کو ڈھکیل رہے ہوں اور بوندیں، بوندوں کو تیزی سے آگے بڑھا رہی ہوں۔ نہ اس کی بجلی دھوکہ دینے والی ہو اور نہ اس کے بادل پانی سے خالی ہوں۔ نہ اس کے ابر کے سفید ٹکڑے بکھرے ہوں اور نہ صرف ٹھنڈے جھونکوں کی بوندا باندی ہو۔ ایسی بارش ہو کہ قحط کے مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کے شکار اس کی برکت سے جی اٹھیں۔ اس لئے کہ تو ہی مایوسی کے بعد پانی برسانے والا اور دامانِ رحمت کا پھیلانے والا ہے اور تو ہی قابل حمد و ستائش، سرپرست و مددگار ہے۔

سید رضیؒ۔ انصاحت جبالنا۔ یعنی پہاڑوں میں خشک سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں کہ انصاح الثوب کپڑے کے پھٹ جانے کو کہا جاتا ہے۔ یا اس کے معنی گھاس کے خشک ہو جانے کے ہیں کہ صَاحَ۔ اِنصاح ایسے مواقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

ھامت دوابنا۔ یعنی پیاسے ہیں اور ھیام یہاں عطش کے معنی میں ہے۔

حدابیر السنین۔ حدبار کی جمع ہے۔ وہ اونٹ جسے سفر لاغر بنا دے۔ گویا کہ قحط زدہ سال کو اس اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ذوالرمہ شاعر نے کہا تھا:

حدابیر ما تنفک الا مناخة　　　علی الخسف او نرمی بها بلدا قفرا

(یہ لاغر اور کمزور اونٹنیاں ہیں جو سختی جھیل کر بیٹھ گئی ہیں یا پھر بے آب و گیاہ صحرا میں لے جانے پر چلی جاتی ہیں)

لا قزع ربابها۔ قزع۔ بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔

لا شفّان ذهابها۔ اصل میں "ذات شفان" ہے۔ شفان ٹھنڈی ہوا کو کہا جاتا ہے اور ذہاب ہلکی پھوار کا نام ہے۔ یہاں لفظ "ذات" حذف ہو گیا ہے۔

ذِهَابُهَا. وَالشَّفَّانُ: الرِّيحُ الْبَارِدَةُ، وَالذِّهَابُ: الْأَمْطَارُ اللَّيِّنَةُ. فَحَذَفَ (ذَاتَ) لِعِلْمِ السَّامِعِ بِهِ.

۱۱۶

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و فيها ينصح أصحابه

أَرْسَلَهُ دَاعِياً إِلَى الْحَقِّ وَ شَاهِداً عَلَى الْخَلْقِ، فَبَلَّغَ رِسَالاتِ رَبِّهِ غَيْرَ وَانٍ وَ لَا مُقَصِّرٍ، وَ جَاهَدَ فِي اللهِ أَعْدَاءَهُ غَيْرَ وَاهِنٍ وَ لَا مُعَذِّرٍ. إِمَامُ مَنِ اتَّقَى، وَ بَصَرُ (بصيرة) مَنِ اهْتَدَى.

و منها: وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ مِمَّا طُوِيَ عَنْكُمْ غَيْبُهُ، إِذاً لَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَبْكُونَ عَلَى أَعْمَالِكُمْ، وَتَلْتَدِمُونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَتَرَكْتُمْ أَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ (حارس) لَهَا وَ لَا خَالِفَ عَلَيْهَا، وَلَهَمَّتْ كُلَّ امْرِىءٍ مِنْكُمْ نَفْسُهُ، لَا يَلْتَفِتُ إِلَى غَيْرِهَا؛ وَلَكِنَّكُمْ نَسِيتُمْ مَا ذُكِّرْتُمْ، وَأَمِنْتُمْ مَا حُذِّرْتُمْ، فَتَاهَ عَنْكُمْ رَأْيُكُمْ، وَتَشَتَّتَ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ. وَلَوَدِدْتُ أَنَّ اللهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ، وَأَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ. قَوْمٌ وَاللهِ مَيَامِينُ الرَّأْيِ، مَرَاجِيحُ الْحِلْمِ، مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ، مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ. مَضَوْا قُدُماً عَلَى الطَّرِيقَةِ، وَأَوْجَفُوا عَلَى الْمَحَجَّةِ، فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَى الدَّائِمَةِ، وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ. أَمَا وَاللهِ، لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ ثَقِيفٍ الذَّيَّالُ الْمَيَّالُ؛ يَأْكُلُ خَضِرَتَكُمْ، وَ يُذِيبُ شَحْمَتَكُمْ، إِيهٍ أَبَا وَ ذَحَةَ!¹

قال الشريف: الْوَذَحَةُ: الخُنفُساءُ، و هذا القول يومىء به إلى الحجاج، وله مع الوذحة حديث ليس هذا موضع ذكره.

۱۱۷

من كلام له ﴿عليه السلام﴾

يوبخ البخلاء بالمال والنفس

فَلَا أَمْوَالَ بَذَلْتُمُوهَا لِلَّذِي رَزَقَهَا، وَ لَا أَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِي

وانِ ۔ سُست
واہِن ۔ کمزور
مُعذر ۔ جس کا عذر ثابت نہ ہو سکے
صُعَدات ۔ جمع صعید ۔ راستے
التدام ۔ سینہ کوٹنا
خالف ۔ جانشین
ہَمَّتْ ۔ رنجیدہ کر دیا
میامین ۔ جمع میمون ۔ مبارک
مراجیح ۔ حلماء
مقاویل ۔ جمع مِقوال ۔ سلیقہ مند بات کرنے والا
متاریک ۔ جمع متراک ۔ بالکل چھوڑ دینے والا
قُدُم ۔ آگے بڑھنا
وجیف ۔ تیز رفتاری
محجّۃ ۔ سیدھا راستہ
کرامہ باردہ ۔ خوشگوار
ذیّال ۔ لمبے دامن والے

(۱) تاریخ جن چند منحوس افراد کے تذکرہ سے سیاہ ہو گئی ہے ان میں ایک حجاج بھی شامل ہے جو شکل و صورت کے اعتبار سے بھی منحوس تھا اور کردار و عمل کے اعتبار سے بھی بدترین خلائق تھا۔ اس کی نظر میں نہ خانہ خدا کا کوئی احترام تھا اور نہ دین خدا کا انسانی کردار کے اعتبار سے بھی اس قدر پست کردار تھا کہ اس کے جسم کو غلاظتوں میں پیدا ہوئے جانوروں نے اپنا مرکز بنا لیا تھا اور یہی بالآخر اس کی موت کا بھی سبب ہو گیا جس کے بعد آخرت کی ذلت کے ساتھ دنیا کی رسوائی بھی مقدر ہو گئی۔

مصادر خطبہ ۱۱۶ العقد الفرید ۶ ص ۲۴۹، مروج الذہب مسعودی (متوفی ۳۳۳ھ) ۳ ص ۱۵۰، تہذیب اللغۃ ازہری، ص ۱۰۱، البلدان ابن فقیہ ص ۱۸۱، الجمع بین الغریبین احمد بن محمد الہروی، نہایۃ ابن اثیر ۲ ص ۴۱، ۵ ص ۱۷۱، کنز العمال ۶ ص ۸۷، ارشاد دیلمی ۱ ص ۳۳، من لا یحضرہ الفقیہ صدوق ۱ ص ۲۷۵

مصادر خطبہ ۱۱۷

۱۱۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں اپنے اصحاب کو نصیحت فرمائی ہے)

اللہ نے پیغمبرؐ کو اسلام کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوقات کے اعمال کا گواہ بنا کر بھیجا تو آپ نے پیغام الٰہی کو مکمل طور سے پہنچا دیا۔ نہ کوئی سستی کی اور نہ کوئی کوتاہی۔ دشمنانِ خدا سے جہاد کیا اور اس راہ میں نہ کوئی کمزوری دکھلائی اور نہ کسی حیلہ اور بہانہ کا سہارا لیا۔ آپ متقین کے امام اور طلبگاران ہدایت کے لئے آنکھوں کی بصارت تھے۔

اگر تم ان تمام باتوں کو جان لیتے جو تم سے مخفی رکھی گئی ہیں اور جن کو میں جانتا ہوں تو صحراؤں میں نکل جاتے۔ اپنے اعمال پر گریہ کرتے اور اپنے لئے پر سر و سینہ پیٹتے اور سارے اموال کو اس طرح چھوڑ کر چل دیتے کہ نہ ان کا کوئی نگہبان ہوتا اور نہ وارث اور ہر شخص کو صرف اپنی ذات کی فکر ہوتی۔ کوئی دوسرے کی طرف رخ بھی نہ کرتا۔ لیکن افسوس کہ تم نے اس سبق کو بالکل بھلا دیا جو تمھیں یاد کرایا گیا تھا اور ان ہولناک مناظر کی طرف سے یکسر مطمئن ہو گئے جن سے ڈرایا گیا تھا۔ تو تمھاری رائے بھٹک گئی اور تمھارے امور میں انتشار پیدا ہو گیا اور میں یہ چاہنے لگا کہ کاش اللہ میرے اور تمھارے درمیان جدائی ڈال دیتا اور مجھے ان لوگوں سے ملا دیتا جو میرے لئے زیادہ سزاوار تھے۔ وہ لوگ جن کی رائے مبارک اور جن کا حلم ٹھوس ہے۔ حق کی باتیں کرتے ہیں اور بغاوت و سرکشی سے کنارہ کرنے والے ہیں۔ انھوں نے راستہ پر قدم آگے بڑھائے اور راہ راست پر تیزی سے بڑھتے چلے گئے۔ جس کے نتیجہ میں دائمی آخرت اور پُرسکون کرامت حاصل کر لی۔

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم تم پر وہ نوجوان بنی ثقیف کا مسلط کیا جائے گا جس کا قد طویل ہوگا اور وہ لہرا کر چلنے والا ہوگا۔ تمھارے سبزہ کو ہضم کر جائے گا اور تمھاری چربی کو پگھلا دے۔ ہاں ہاں اے ابو ذحہ[1] کچھ اور۔

"سید رضیؒ۔ وذحہ گندہ کیڑے کا نام۔ ابو ذحہ کا اشارہ حجاج کی طرف ہے اور اس کا ایک قصہ ہے جس کے ذکر کا یہ مقام نہیں ہے"۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کیڑے نے اسے موقع پا کر کاٹ لیا اور اس کے اثر سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

۱۱۷۔ آپ کا ارشاد گرامی
(جس میں جان و مال سے بخل کرنے والوں کی سرزنش کی گئی ہے)

نہ تم نے مال کو اس کی راہ میں خرچ کیا جس نے تمھیں عطا کیا تھا اور نہ جان کو اس کی خاطر خطرہ میں ڈالا جس نے اسے پیدا کیا تھا

---

[1] امیرالمومنینؑ کی زندگی کا عظیم ترین المیہ ہے کہ آنکھ کھولنے کے بعد سے ۳۰ سال تک رسول اکرمؐ کے ساتھ گزارے۔ اس کے بعد چند مخلص اصحاب کرام کا ساتھ رہا اس کے بعد جب زمانہ نے پلٹا کھایا اور اقتدار قدموں میں آیا تو ایک طرف ناکثین، قاسطین اور خوارج کا سامنا کرنا پڑا اور دوسری طرف اپنے گرد کوفہ کے بیوفاؤں کا مجمع لگ گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص اس حال کو دیکھ کر اُس ماضی کی تمنا نہ کرے تو اور کیا کرے اور اس کے ذہن سے اپنا ماضی کس طرح نکل جائے۔

خَلَقَهَا. تَكْرُمُونَ بِاللهِ عَلَىٰ عِبَادِهِ، وَ لَا تُكْرِمُونَ اللهَ فِي عِبَادِهِ! فَاعْتَبِرُوا بِنُزُولِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَآنْقِطَاعِكُمْ عَنْ أَوْصَلِ (اصل ـ اهل) إِخْوَانِكُمْ!

١١٨

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في الصالحين من أصحابه

أَنْتُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَالْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْجُنَنُ يَوْمَ الْبَأْسِ، وَالْبِطَانَةُ دُونَ (يوم) النَّاسِ. بِكُمْ أَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَأَرْجُو طَاعَةَ الْمُقْبِلِ، فَأَعِينُونِي بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ (جلية) مِنَ الْغِشِّ، سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ؛ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ!

١١٩

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و قد جمع الناس و حضهم على الجهاد فسكتوا ملياً

فقال ﴿عليه السلام﴾: مَا بَالُكُمْ أَمُخْرَسُونَ أَنْتُمْ؟ فقال قوم منهم: يا أمير المؤمنين، إن سرت سرنا معك.

فقال ﴿عليه السلام﴾: مَا بَالُكُمْ! لَا سُدِّدْتُمْ لِرُشْدٍ! وَ لَا هُدِيتُمْ لِقَصْدٍ! أَفِي مِثْلِ هَذَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَخْرُجَ؟ وَ إِنَّمَا يَخْرُجُ فِي مِثْلِ هَذَا رَجُلٌ مِمَّنْ أَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ وَ ذَوِي بَأْسِكُمْ، وَ لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَدَعَ الْجُنْدَ وَالْمِصْرَ وَ بَيْتَ الْمَالِ وَ جِبَايَةَ الْأَرْضِ، وَالْقَضَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَالنَّظَرَ فِي حُقُوقِ (حق) الْمُطَالِبِينَ، ثُمَّ أَخْرُجَ فِي كَتِيبَةٍ أَتْبَعُ أُخْرَى، أَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ الْقِدْحِ فِي الْجَفِيرِ الْفَارِغِ، وَ إِنَّمَا أَنَا قُطْبُ الرَّحَا، تَدُورُ عَلَيَّ وَ أَنَا بِمَكَانِي، فَإِذَا فَارَقْتُهُ اسْتَحَارَ مَدَارُهَا، وَاضْطَرَبَ ثِفَالُهَا. هَذَا لَعَمْرُ اللهِ الرَّأْيُ السُّوءُ. وَاللهِ لَوْ لَا رَجَائِي الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَائِي الْعَدُوَّ - وَ لَوْ قَدْ حُمَّ لِي لِقَاؤُهُ - لَقَرَّبْتُ رِكَابِي ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ فَلَا أَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوبٌ وَ شَمَالٌ؛ طَعَّانِينَ عَيَّابِينَ، حَيَّادِينَ رَوَّاغِينَ. إِنَّهُ لَا غَنَاءَ فِي كَثْرَةِ عَدَدِكُمْ

کرُمُ الشی - عزیز و نفیس
جُنَن - جمع جُنّہ - سپر
باس - شدت
بطانہ - خواص
تسدید - توفیق استقامت
قِدح - ناتراشیدہ تیر
جفیر - ترکش
استحار - متحیر ہوگیا
ثِفال - جس کھال پر چکی رکھی جاتی ہے
حُمّ - مقدر ہو
قرّبتُ رکابی - اونٹ کو سواری کیلئے حاضر کردیتا
شخصتُ عنکم - دور ہوجاتا
غنا ر - فائدہ

(۱) خطبہ ۱۱۸ اور ۱۱۹ کے درمیان یہ نمایاں فرق پایا جاتا ہے کہ ۱۱۸ کا تعلق جنگ جمل سے ہے جس میں آپ کے اصحاب نے اپنی شجاعت جوانمردی اور ثابت قدمی کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ میدان کا فیصلہ ایک ہی دن میں ہوگیا اور آپ کے حق میں ہوگیا۔ لیکن ۱۱۹ کا تعلق ایسے افراد سے ہے جو آپ کو میدان میں لاکر اس طرح دشمنوں کے حوالے کردینا چاہتے تھے جس طرح بعض اصحاب رسولؐ آپ کو احد کے میدان میں کفار کے حوالے کرکے پہاڑوں کی طرف فرار کرگئے تھے۔ اس لئے آپ نے اس قدر سخت لہجہ میں گفتگو فرمائی ہے۔!

مصادر خطبہ ۱۱۸ تاریخ طبری ۳ ص ۵۸، الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲۱، کتاب الجمل واقدی، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲ ص ۲۵۹

مصادر خطبہ ۱۱۹ نہایۃ ابن اثیر ۱ ص ۲۱۵

تم اللہ کے نام پر بندوں میں[1] عزت حاصل کرتے ہو اور بندوں کے بارے میں اللہ کا احترام نہیں کرتے ہو۔ خدارا اس بات سے عبرت حاصل کرو کہ عنقریب انھیں منازل میں نازل ہونے والے ہو جہاں پہلے لوگ نازل ہو چکے ہیں اور قریب ترین بھائیوں سے کٹ کر رہ جانے والے ہو۔

۱۱۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اپنے اصحاب میں نیک کردار افراد کے بارے میں)

تم حق کے سلسلہ میں مددگار اور دین کے معاملہ میں بھائی ہو۔ جنگ کے روز میری سپر اور تمام لوگوں میں میرے رازدار ہو۔ میں تمھارے ہی ذریعہ روگردانی کرنے والوں پر تلوار چلاتا ہوں اور راستہ پر آنے والوں کی اطاعت کی امید رکھتا ہوں لہٰذا خدارا میری مدد کرو اس نصیحت کے ذریعہ جس میں ملاوٹ نہ ہو اور کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو کہ خدا کی قسم میں لوگوں کی قیادت کے لئے تمام لوگوں سے اولیٰ اور احق ہوں۔

۱۱۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ نے لوگوں کو جمع کرکے جہاد کی تلقین کی اور لوگوں نے سکوت اختیار کر لیا تو فرمایا)

تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ اس پر ایک جماعت نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ! آپ چلیں۔ ہم چلنے کے لئے تیار ہیں۔

فرمایا تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تمھیں ہدایت کی توفیق نہ دے اور تمھیں سیدھا راستہ نصیب نہ ہو۔ کیا ایسے حالات میں میرے لئے مناسب ہے کہ میں ہی نکلوں؟۔ ایسے موقع پر اس شخص کو نکلنا چاہئے جو تمھارے بہادروں اور جوانمردوں میں میرا پسندیدہ ہو اور ہرگز مناسب نہیں ہے کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، خراج کی فراہمی، قضاوت، مطالبات کرنے والوں کے حقوق کی نگرانی کا سارا کام چھوڑ کر نکل جاؤں اور لشکر لے کر دوسرے لشکر کا پیچھا کروں اور اس طرح جنبش کرتا رہوں جس طرح خالی ترکش میں تیر۔ میں خلافت کی چکی کا مرکز ہوں جسے میرے گرد چکر لگانا چاہئے کہ اگر میں نے مرکز چھوڑ دیا تو اس کی گردش کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا اور اس کے نیچے کی بساط بھی جابجا ہو جائے گی۔ خدا کی قسم یہ بدترین رائے ہے اور وہی گواہ ہے کہ اگر دشمن کا مقابلہ کرنے میں مجھے شہادت کی آرزو نہ ہوتی۔ جب کہ وہ مقابلہ میرے لئے مقدر ہو چکا ہو۔ تو میں اپنی سواریوں کو قریب کرکے ان پر سوار ہو کر تم سے بہت دور نکل جاتا اور پھر تمھیں اس وقت تک یاد بھی نہ کرتا جب تک شمالی اور جنوبی ہوائیں چلتی رہیں۔ تم طنز کرنے والے۔ عیب لگانے والے۔ کنارہ کشی کرنے والے اور صرف شور مچانے والے ہو۔ تمھارے اعداد کی کثرت کا کیا فائدہ ہے[51]

---

[1] ایسے لوگ ہر دور میں دینداروں میں بھی رہے ہیں اور دنیاداروں میں بھی۔ جو قوم سے ہر طرح کے احترام کے طلبگار ہوتے ہیں اور قوم کا کسی طرح کا احترام نہیں کرتے ہیں۔ لوگوں سے دین خدا کی ٹھیکہ داری کے نام پر ہر طرح کی قربانی کا تقاضا کرتے ہیں اور خود کسی طرح کی قربانی کا ارادہ نہیں کرتے ہیں ان کی نظر میں دین خدا دنیا کمانے کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ درحقیقت بدترین تجارت ہے کہ انسان دین کی عظیم و شریف دولت کو دے کر دنیا جیسی حقیر و ذلیل شے کو حاصل کرنے کا منصوبہ بنائے۔ ظاہر ہے کہ جب دینداروں میں ایسے کردار پیدا ہو جاتے ہیں تو دنیاداروں کا کیا ذکر ہے انھیں تو بہرحال اس سے بدتر ہونا چاہئے۔!

مَـعَ قِـلَّةِ اجْـتِمَاعِ قُـلُوبِكُمْ. لَـقَدْ حَمَـلْتُكُمْ عَـلَى الطَّـرِيقِ الْـوَاضِـحِ الَّـتِي لَا يَهْـلِكُ عَـلَيْهَا إِلَّا هَـالِكٌ، مَـنِ اسْـتَقَامَ فَـإِلَى الْجَـنَّةِ، وَ مَـنْ زَلَّ فَـإِلَى النَّـارِ!

۱۲۰

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

يذكر فضله و يعظ الناس

تَـاللهِ لَـقَدْ عُـلِّمْتُ تَـبْلِيغَ الرِّسَـالَاتِ، وَ إِتْمَـامَ الْـعِدَاتِ، وَ تَمَـامَ الْكَـلِمَاتِ. وَ عِـنْدَنَا - أَهْـلَ الْـبَيْتِ - أَبْـوَابُ الْحُكْـمِ وَضِـيَاءُ الْأَمْـرِ. أَلَا وَ إِنَّ شَرَائِـعَ الدِّيـنِ وَاحِـدَةٌ، وَسُـبُلَهُ قَـاصِدَةٌ. مَنْ أَخَـذَ بِهَـا لَحِـقَ وَ غَـنِمَ، وَ مَـنْ وَقَـفَ عَـنْهَا ضَـلَّ وَ نَـدِمَ. اعْـمَلُوا لِـيَوْمٍ تُـذْخَرُ لَـهُ الذَّخَـائِرُ، «وَ تُـبْلَى فِـيهِ السَّرَائِـرُ». وَ مَـنْ لَا يَـنْفَعُهُ حَـاضِرُ لُـبِّهِ[1] فَـعَازِبُهُ عَـنْهُ أَعْـجَزُ، وَ غَـائِبُهُ أَعْـوَزُ. وَ اتَّـقُوا نَـاراً حَـرُّهَا شَـدِيدٌ، وَ قَـعْرُهَا بَـعِيدٌ، وَ حِـلْيَتُهَا حَـدِيدٌ، وَ شَرَابُهَـا صَـدِيدٌ. أَلَا وَ إِنَّ اللِّسَـانَ الصَّـالِحَ يَجْـعَلُهُ اللهُ تَـعَالَى لِـلْمَرْءِ فِي النَّـاسِ، خَـيْرٌ لَـهُ مِـنَ الْمَـالِ يُـورِثُهُ مَـنْ لَا يَحْـمَدُهُ.

۱۲۱

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

بعد ليلة الهرير

و قد قام إليه رجل من أصحابه فقال: نهيتنا عن الحكومة ثم أمرتنا بها، فلم ندر أي الأمرين أرشد؟ فصفق ﴿عليه السلام﴾ إحدى يديه على الأخرى ثم قال:

هَـذَا جَـزَاءُ مَـنْ تَـرَكَ الْـعُقْدَةَ! أَمَـا وَاللهِ لَـوْ أَنِّي حِـينَ أَمَـرْتُكُمْ بِـهِ حَمَـلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْـرُوهِ الَّـذِي يَجْـعَلُ اللهُ فِـيهِ خَـيْراً، فَـإِنِ اسْـتَقَمْتُمْ هَـدَيْتُكُمْ وَ إِنِ اعْـوَجَجْتُمْ قَـوَّمْتُكُمْ، وَ إِنْ أَبَـيْتُمْ تَـدَارَكْـتُكُمْ، لَكَـانَتِ الْـوُثْقَى، وَلٰكِـنْ بِمَـنْ وَإِلَى مَـنْ؟ أُرِيـدُ أَنْ أُدَاوِيَ بِكُـمْ وَ أَنْـتُمْ دَائِي، كَـنَاقِشِ الشَّـوْكَـةِ بِـالشَّوْكَـةِ، وَ هُـوَ يَـعْلَمُ أَنَّ ضَـلْعَهَا مَـعَهَا! اللّٰـهُمَّ قَـدْ مَـلَّتْ أَطِـبَّاءُ هَـذَا الدَّاءِ الدَّوِيِّ، وَ كَـلَّتِ النَّزْعَـةُ بِأَشْطَانِ الرَّكِـيِّ! أَيْـنَ الْـقَوْمُ الَّذِيـنَ دُعُـوا إِلَى الْإِسْـلَامِ فَـقَبِلُوهُ، وَ قَـرَؤُوا الْـقُرْآنَ فَأَحْـكَمُوهُ، وَ هِـيجُوا إِلَى الْجِـهَادِ فَـوَلِهُوا وَ لَـهَ اللِّـقَاحِ إِلَى أَوْلَادِهَـا، وَ سَـلَبُوا

هالک - یقینی ہلاک ہوجانے والا
عدات - جمع عدہ - وعدہ
قاصدہ - سیدھا
عازب - غائب
عوز - ناپید ہوگیا
صدید - پیپ
لسان - ذکر جمیل
ضلع - میلان
عقدہ - جس کا معاہدہ ہو
الداء الدوی - شدید درد والا مرض
کلّت - کمزور ہوگیا
رکی - جمع رکیہ - کنواں
اشطان - جمع شطن - رسّی
لقاح - جمع لقوح - اونٹنی

[1] عقل حاضر انسان کی اپنی عقل ہے جس پر دوسرے افراد کا اثر نہیں ہوتا ہے - ایسی عقل نہ کبھی خیانت کرتی ہے اور نہ دھوکہ دیتی ہے لیکن جب انسان اپنی خالص عقل میں دوسروں کی عقل کو بھی شامل کرلیتا ہے تو دوسروں کی عقل حاضر ہوجاتی ہے اور اپنی عقل غائب ہوجاتی ہے اور پھر ہدایت کے امکانات ضعیف ہوجاتے ہیں علاوہ اس کے کہ انسان معصوم عقل پر اعتماد کرے کہ اس میں گمراہی کا کوئی امکان نہیں ہوتا ہے -

مصادر خطبہ نمبر ۱۲۰ کتاب سلیم بن قیس صفحہ ۱۳۲، غرر الحکم آمدی صفحہ ۸۱-۸۲

مصادر خطبہ نمبر ۱۲۱ العقد الفرید ۲ صفحہ ۱۶۵، مطالب السؤول ا صفحہ ۱۰۰، ارشاد مفید صفحہ ۱۳۹، اختصاص مفید، احتجاج طبرسی ا صفحہ ۲۷۳، ربیع الابرار ا صفحہ ۱۳۰، غرر الحکم آمدی - المستقصی زمخشری ۲ صفحہ ۲۶۰

تمہارے دل یکجا نہیں ہیں۔ میں نے تم کو اس واضح راستہ پر چلانا چاہا جس پر چل کر کوئی ہلاک نہیں ہو سکتا ہے مگر یہ کہ ہلاکت اس کا مقدر ہو۔ اس راہ پر چلنے والے کی واقعی منزل جنت ہے اور یہاں پھسل جانے والے کا راستہ جہنم ہے۔

۱۲۰ - آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اپنی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو نصیحت فرمائی ہے)

خدا کی قسم۔ مجھے پیغام الٰہی کے پہونچانے، وعدہ الٰہی کے پورا کرنے اور کلمات الٰہیہ کی مکمل وضاحت کرنے کا علم دیا گیا ہے۔ ہم اہلبیتؑ کے پاس حکمتوں کے ابواب اور مسائل کی روشنی موجود ہے۔ یاد رکھو۔ دین کی تمام شریعتوں کا مقصد ایک ہے اور اس کے سارے راستے درست ہیں۔ جو ان راستوں کو اختیار کرے گا وہ منزل تک پہونچ بھی جائے گا اور فائدہ بھی حاصل کرلے گا اور جو راستہ ہی میں ٹھہر جائے گا وہ بہک بھی جائے گا اور شرمندہ بھی ہوگا۔ عمل کرو اس دن کے لئے جس کے لئے ذخیرے فراہم کئے جاتے ہیں اور جس دن نیتوں کا امتحان ہوگا اور جس کو اپنی موجود عقل فائدہ نہ پہونچائے اسے دوسروں کی غائب اور دور ترین عقل کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے۔[1] اس آگ سے ڈرو جس کی تپش شدید۔ گہرائی بعید۔ آرائش حدید اور پینے کی شے صدید (پیپ) ہے۔ یاد رکھو۔ وہ ذکر خیر جو پروردگار کسی انسان کے لئے باقی رکھتا ہے وہ اس مال سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے جسے انسان اُن لوگوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے جو تعریف تک نہیں کرتے ہیں۔

۱۲۱ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جب لیلۃ الہریر کے بعد آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ آپ نے پہلے ہمیں تحکیم بنانے سے روکا اور پھر اسی کا حکم دے دیا تو آخر ان دونوں میں سے کون سی بات صحیح تھی؟ تو آپ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ افسوس یہی اُس کی سزا ہوتی ہے جو عہد و پیمان کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یاد رکھو اگر میں تم کو اس ناگوار امر (جنگ) پر مامور کر دیتا جس میں یقیناً اللہ نے تمہارے لئے خیر رکھا تھا۔ اس طرح کہ تم سیدھے رہتے تو تمھیں ہدایت دیتا اور ٹیڑھے ہو جاتے تو سیدھا کر دیتا اور انکار کرتے تو اس کا علاج کرتا تو یہ انتہائی مستحکم طریقہ کار ہوتا۔ لیکن یہ کام کس کے ذریعہ کرتا اور کس کے بھروسہ پر کرتا۔ میں تمہارے ذریعہ قوم کا علاج کرنا چاہتا تھا لیکن تمھیں تو میری بیماری ہو۔ یہ تو ایسا ہی ہوتا جیسے کانٹے سے کانٹا نکالا جائے جب کہ اس کا جھکاؤ اسی کی طرف ہو۔ خدایا! گواہ رہنا کہ اس موذی مرض کے اطباء عاجز آچکے ہیں اور اس کنویں سے رسی نکالنے والے تھک چکے ہیں۔

کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کرلی اور انھوں نے قرآن کو پڑھا تو باقاعدہ عمل بھی کیا اور جہاد کے لئے آمادہ کئے گئے تو اس طرح شوق سے آگے بڑھے جس طرح اونٹنی اپنے بچوں کی طرف بڑھتی ہے۔

---

[1] مقصد یہ ہے کہ تم لوگوں نے مجھ سے اطاعت کا عہد و پیمان کیا تھا لیکن جب میں نے صفین میں جنگ جاری رکھنے پر اصرار کیا تو تم نے نیزوں پر قرآن دیکھ کر جنگ بندی کا مطالبہ کر دیا اور اپنے عہد و پیمان کو نظر انداز کر دیا ظاہر ہے کہ ایسے اقدام کا ایسا ہی نتیجہ ہوتا ہے جو سامنے آگیا تو اب فریاد کرنے کا کیا جواز ہے؟

السُّيُوفَ أَغْمَادَهَا، وَ أَخَذُوا بِأَطْرَافِ الْأَرْضِ زَحْفاً زَحْفاً، وَ صَفّاً صَفّاً. بَعْضٌ هَلَكَ، وَ بَعْضٌ نَجَا. لَا يُبَشَّرُونَ بِالْأَحْيَاءِ، وَ لَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتَى. مُرْهُ الْعُيُونِ مِنَ الْبُكَاءِ، خُمْصُ الْبُطُونِ مِنَ الصِّيَامِ، ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ، صُفْرُ الْأَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ. عَلَى وُجُوهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِينَ. أُولَئِكَ إِخْوَانِي الذَّاهِبُونَ. فَحَقَّ لَنَا أَنْ نَظْمَأَ إِلَيْهِمْ، وَ نَعَضَّ الْأَيْدِي عَلَى فِرَاقِهِمْ. إِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ، وَ يُرِيدُ أَنْ يَحُلَّ دِينَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً، وَ يُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ، وَ بِالْفُرْقَةِ الْفِتْنَةَ. فَاصْدِفُوا عَنْ نَزَغَاتِهِ وَ نَفَثَاتِهِ، وَاقْبَلُوا النَّصِيحَةَ مِمَّنْ أَهْدَاهَا إِلَيْكُمْ، وَاعْقِلُوهَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ.

۱۲۲

و من كلام له (عليه السلام)

قاله للخوارج، و قد خرج إلى معسكرهم و هم مقيمون على إنكار الحكومة، فقال (عليه السلام):

أَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّينَ؟ فَقَالُوا، مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ. قَالَ، فَامْتَازُوا فِرْقَتَيْنِ، فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّينَ فِرْقَةً، وَ مَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً، حَتَّى أُكَلِّمَ كُلًّا مِنْكُمْ بِكَلَامِهِ. وَ نَادَى النَّاسَ، فَقَالَ: أَمْسِكُوا عَنِ الْكَلَامِ، وَأَنْصِتُوا لِقَوْلِي، وَأَقْبِلُوا بِأَفْئِدَتِكُمْ إِلَيَّ، فَمَنْ نَشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهِ فِيهَا. ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ، مِنْ جُمْلَتِهِ أَنْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيلَةً وَ غِيلَةً، وَمَكْراً وَ خَدِيعَةً: إِخْوَانُنَا وَ أَهْلُ دَعْوَتِنَا، اسْتَقَالُونَا وَ اسْتَرَاحُوا إِلَى كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ، فَالرَّأْيُ الْقَبُولُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيسُ عَنْهُمْ؟ فَقُلْتُ لَكُمْ: هَذَا أَمْرٌ ظَاهِرُهُ إِيمَانٌ، وَ بَاطِنُهُ عُدْوَانٌ، وَ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَ آخِرُهُ نَدَامَةٌ. فَأَقِيمُوا عَلَى شَأْنِكُمْ، وَالْزَمُوا طَرِيقَتَكُمْ، وَ عَضُّوا عَلَى الْجِهَادِ بِنَوَاجِذِكُمْ، وَ لَا تَلْتَفِتُوا إِلَى نَاعِقٍ نَعَقَ: إِنْ أُجِيبَ أَضَلَّ، وَ إِنْ تُرِكَ ذَلَّ. وَ قَدْ كَانَتْ هَذِهِ الْفَعْلَةُ: وَ قَدْ رَأَيْتُكُمْ أَعْطَيْتُمُوهَا. وَاللهِ لَئِنْ أَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَيَّ

مُرہ ۔ جمع امرہ ۔ سفید چشم
خمص ۔ دُبلے
ذبلت ۔ خشک ہو گئے
یسنّی ۔ آسان بنا دیتا ہے
فاصدفوا ۔ کنارہ کش رہو
نزعات ۔ وسوسے
اعقلوہا ۔ اپنے نفس پر گرہ باندھ لو

(۱) راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کی واقعی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد کا رخ کرتے ہیں اور ان کی نگاہ میں موت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے ۔ وہ زندگی کے طلبگار نہیں ہوتے ہیں کہ اسے بشارت تصور کریں اور نہ موت سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ اسے تعزیت کا موضوع قرار دیں ۔ ان کی تمام تر فکر یہ ہوتی ہے کہ حق سربلند ہو جائے اور باطل پست و پامال ہو جائے ۔ چاہے اس نتیجہ کی کسی قدر قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے ۔

(۲) دنیا میں ہمیشہ دو طرح کے افراد ہوتے ہیں ایک قسم وہ ہوتی ہے جسے ایمان عزیز ہوتا ہے اور جان عزیز نہیں ہوتی ہے اور ایک قسم وہ ہوتی ہے جو جان بچانے کے لئے ایمان کو بھی قربان کر دیتی ہے لشکر معاویہ اور مولائے کائنات کے نظریات کا بنیادی فرق یہی تھا لیکن افسوس یہ ہے کہ مولا کے ساتھیوں نے بھی مولا کے افکار کا ساتھ نہیں دیا اور صرف جنگ سے بچنے کے لئے معاویہ کے فریب کو قبول کر لیا جس کا انجام قیامت تک کی تباہی کے علاوہ کچھ نہ تھا

مصادر خطبہ ۱۲۲ احتجاج طبرسیؒ ۱ ص۲۶۳ ، معارف ابن قتیبہ ۲ ص۱۳۶

نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور دستہ دستہ صف بصف آگے بڑھ کر تمام اطراف زمین پر قبضہ کر لیا۔ ان میں سے کچھ چلے گئے اور بعض باقی رہ گئے۔ انھیں نہ زندگی کی بشارت سے دلچسپی تھی اور نہ مُردوں کی تعزیت سے(۱) ان کی آنکھیں خوف خدا میں گریہ سے سفید ہو گئی تھیں۔ پیٹ روزوں سے دھنس گئے تھے ہونٹ دعا کرتے کرتے خشک ہو گئے تھے۔ چہرے شب بیداری سے زرد ہو گئے تھے اور چہروں پر خاکساری کی گرد پڑی ہوئی تھی۔ یہی میرے پہلے والے بھائی تھے جن کے بارے میں ہمارا حق ہے کہ ہم ان کی طرف پیاسوں کی طرح نگاہ کریں اور ان کے فراق میں اپنے ہی ہاتھ کاٹیں۔

یقیناً شیطان تمہارے لئے اپنی راہوں کو آسان بنا دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ ایک ایک کرکے تمہاری ساری گرہیں کھول دے۔ تمھیں اجتماع کے بجائے افتراق دے کر فتنوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے لہذا اس کے خیالات اور اس کی جھاڑ پھونک سے منھ پھیرے رہو اور اس شخص کی نصیحت قبول کرو جو تمھیں نصیحت کا تحفہ دے رہا ہے اور اپنے دل میں اس کی گرہ باندھ لو۔

۱۲۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ خوارج کے اس پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے جو تحکیم کے انکار پر اڑا ہوا تھا۔ اور فرمایا)

کیا تم سب ہمارے ساتھ صفین میں تھے؟ لوگوں نے کہا بعض افراد تھے اور بعض نہیں تھے! فرمایا تو تم دو حصّوں میں تقسیم ہو جاؤ۔ صفین والے الگ اور غیر صفین والے الگ۔ تاکہ میں ہر ایک سے اس کے حال کے مطابق گفتگو کروں۔

اس کے بعد قوم سے پکار کر فرمایا کہ تم سب خاموش ہو جاؤ اور میری بات سنو اور اپنے دلوں کو بھی میری طرف متوجہ رکھو اگر میں کسی بات کی گواہی طلب کروں تو ہر شخص اپنے علم کے مطابق جواب دے سکے۔ (یہ کہہ کر آپ نے ایک طویل گفتگو فرمائی جس کا ایک حصہ یہ تھا:)

ذرا بتلاؤ کہ جب صفین والوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے نیزوں پر قرآن بلند کر دئے تھے تو کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ سب ہمارے بھائی اور ہمارے ساتھ کے مسلمان ہیں۔ اب ہم سے معافی کے طلبگار ہیں اور کتاب خدا سے فیصلہ چاہتے ہیں لہذا مناسب یہ ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور انھیں سانس لینے کا موقع دے دیا جائے۔ میں نے تمھیں سمجھایا تھا کہ اس کا ظاہر ایمان ہے لیکن باطن صرف ظلم اور تعدی ہے۔ اس کی ابتدا رحمت و راحت ہے لیکن اس کا انجام شرمندگی اور ندامت ہے لہٰذا اپنی حالت پر قائم رہو اور اپنے راستہ کو مت چھوڑو اور جہاد پر دانتوں کو بھینچے رہو اور کسی بکواس کرنے والے کی بکواس کو مت سنو کہ اس کے قبول کر لینے میں گمراہی ہے اور نظر انداز کر دینے میں ذلت ہے۔ لیکن جب تحکیم کی بات طے ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ تمھیں لوگوں نے اس کی رضامندی دی تھی(۲) حالانکہ خدا گواہ ہے کہ اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو اس سے مجھ پر کوئی فریضہ عائد نہ ہوتا۔

فَرِيضَتُهَا، وَ لَا حَمَّلَنِي اللهُ ذَنْبَهَا. وَ واللهِ إِنْ جِئْتُهَا إِنِّي لَلْمُحِقُّ الَّذِي يُتَّبَعُ؛ وَ إِنَّ الْكِتَابَ لَمَعِي. مَا فَارَقْتُهُ مُذْ صَحِبْتُهُ: فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ إِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُورُ عَلَى الْآبَاءِ وَ الْأَبْنَاءِ وَالْإِخْوَانِ وَالْقَرَابَاتِ، فَمَا نَزْدَادُ عَلَى كُلِّ مُصِيبَةٍ وَ شِدَّةٍ إِلَّا إِيمَاناً. وَ مُضِيّاً عَلَى الْحَقِّ، وَ تَسْلِيماً لِلْأَمْرِ، وَ صَبْراً عَلَى مَضَضِ الْجِرَاحِ. وَلَكِنَّا إِنَّمَا أَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ إِخْوَانَنَا فِي الْإِسْلَامِ عَلَى مَا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالِاعْوِجَاجِ، وَالشُّبْهَةِ وَالتَّأْوِيلِ. فَإِذَا طَمِعْنَا فِي خَصْلَةٍ يَلُمُّ اللهُ بِهَا شَعَثَنَا، وَ نَتَدَانَى بِهَا إِلَى الْبَقِيَّةِ فِيمَا بَيْنَنَا، رَغِبْنَا فِيهَا، وَ أَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا

١٢٣

و من كلام له (عليه السلام)

قاله لأصحابه في ساحة الحرب بصفين

وَ أَيُّ امْرِىءٍ مِنْكُمْ أَحَسَّ مِنْ نَفْسِهِ رَبَاطَةَ جَأْشٍ؟ عِنْدَاللِّقَاءِ، وَ رَأَى مِنْ أَحَدٍ مِنْ إِخْوَانِهِ فَشَلاً فَلْيَذُبَّ عَنْ أَخِيهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِي فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ كَمَا يَذُبُّ عَنْ نَفْسِهِ، فَلَوْ شَاءَ اللهُ لَجَعَلَهُ مِثْلَهُ. إِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيثٌ لَا يَفُوتُهُ الْمُقِيمُ، وَ لَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ. إِنَّ أَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ! وَ الَّذِي نَفْسُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ بِيَدِهِ، لَأَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ مِيتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللهِ!

و منه: وَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْكُمْ تَكِشُّونَ كَشِيشَ الضِّبَابِ: لَا تَأْخُذُونَ حَقّاً. وَ لَا تَمْنَعُونَ ضَيْماً. قَدْ خُلِّيتُمْ وَالطَّرِيقَ، فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ، وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ.

١٢٤

و من كلام له (عليه السلام)

في حث أصحابه على القتال

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَأَخِّرُوا الْحَاسِرَ، وَ عَضُّوا عَلَى الْأَضْرَاسِ، فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ؛ وَالْتَوُوا فِي أَطْرَافِ الرِّمَاحِ، فَإِنَّهُ أَمْوَرُ لِلْأَسِنَّةِ؛ وَ غُضُّوا الْأَبْصَارَ فَإِنَّهُ أَرْبَطُ لِلْجَأْشِ، وَأَسْكَنُ

خصلہ ۔ وسیلہ
لم شعثہ ۔ پراگندگی کو جمع کردیا
نتدانی بہا ۔ قریب ہوجائیں
رباطۃ الجاش ۔ اطمینان قلب
فشل ۔ کمزوری ۔ بزدلی
فلیذب ۔ دور کرے
نجدہ ۔ شجاعت
کشیش الضباب ۔ جمع ضب سوسمار
تلوّم ۔ ٹھہر گیا
دارع ۔ زرہ پوش
حاسر ۔ بغیر زرہ والا
انبیٰ ۔ دور کر دینے والا
ہام ۔ جمع ہامہ ۔ سر
التووا ۔ مڑجاؤ
اَمور ۔ زیادہ چکر دینے والا

(۱) یہ امیرالمومنینؑ کا حوصلہ تھا کہ اپنے مقابلہ میں آکر جنگ کرنے والوں کو بھی برادران اسلام کا نام دے رہے تھے اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ جب تک اگر انمیں شبہ اور تاویل کی گنجائش باقی رہتی ہے ۔ اسلام کا حکم جاری رہتا ہے لیکن جب قصداً عناد اور دشمنی کا اظہار کیا جاتا ہے تو اسلام بھی رخصت ہوجاتا ہے ۔ میدان جنگ میں آنے والوں کو مسلمان کہا جا سکتا ہے لیکن اسکا کوئی تعلق سربراہ لشکر سے نہیں ہے ۔

مصادر خطبہ ۱۲۳ ربیع الابرار زمخشری باب تبدل ۔ غررالحکم آمدی ص ۳۲۰ ، العقد الفرید ۲ ص ۲۸۲ کافی کتاب الجہاد ص ۳۴۲ ، وافی کتاب الجہاد ص ۲۷ ، الجمل مفید ص ۱۰۳ ، ارشاد مفید ص ۱۱۹

مصادر خطبہ ۱۲۴ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۳۵ ، تاریخ طبری ۶ ص ۹ ، کافی ۵ ص ۳۹ ، الفتوح احمد بن اعثم کوفی ۳ ص ۴۳ ، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص ۱۱۱ ، کتاب سلیم بن قیس ص ۱۴۰ ، ارشاد مفید ص ۱۲۶ ، مروج الذہب ۲ ص ۳۹۸

اور نہ پروردگار مجھے گنہگار قرار دیتا اور اگر میں نے اسے اختیار کیا ہوتا تو میں ہی وہ صاحب حق تھا جس کا اتباع ہونا چاہئے تھا کہ کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے کبھی جدائی نہیں ہوئی۔ ہم رسول اکرمؐ کے زمانے میں اس وقت جنگ کرتے تھے جب مقابلہ پر خاندانوں کے بزرگ۔ بچے۔ بھائی بند اور رشتہ دار ہوتے تھے لیکن ہر مصیبت و شدت پر ہمارے ایمان میں اضافہ ہی ہوتا تھا اور ہم امرالٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہتے تھے۔ راہ حق میں بڑھتے ہی جاتے تھے اور زخموں کی ٹیس پر صبر ہی کرتے تھے مگر افسوس کہ اب ہمیں مسلمان بھائیوں سے جنگ کرنا پڑ رہی ہے کہ ان میں کجی۔ انحراف۔ شبہ اور غلط تاویلات کا دخل ہو گیا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی راستہ نکل آئے جس سے خدا ہمارے انتشار کو دور کر دے اور ہم ایک دوسرے سے قریب ہو کر رہے سہے تعلقات کو باقی رکھ سکیں تو ہم اسی راستہ کو پسند کریں گے اور دوسرے راستے سے ہاتھ روک لیں گے۔

۱۲۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو صفین کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا تھا)

دیکھو! اگر تم سے کوئی شخص بھی جنگ کے وقت اپنے اندر قوت قلب اور اپنے کسی بھائی میں کمزوری کا احساس کرے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے بھائی سے اسی طرح دفاع کرے جس طرح اپنے نفس سے کرتا ہے کہ خدا چاہتا تو اسے بھی ویسا ہی بنا دیتا لیکن اس نے تمھیں ایک خاص فضیلت عطا فرمائی ہے۔

دیکھو! موت ایک تیز رفتار طلبگار ہے جس سے نہ کوئی ٹھہرا ہوا بچ سکتا ہے اور نہ بھاگنے والا بچ نکل سکتا ہے اور بہترین موت شہادت ہے۔ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضۂ قدرت میں فرزند ابوطالب کی جان ہے کہ میرے لئے تلوار کی ہزار ضربیں اطاعت خدا سے الگ ہو کر بستر پر مرنے سے بہتر ہیں۔

گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ ویسی ہی آوازیں نکال رہے ہو جیسی سوسماروں کے جسموں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہیں کہ نہ اپنا حق حاصل کر رہے ہو اور نہ ذلت کا دفاع کر رہے ہو جب کہ تمھیں راستہ پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے اور نجات اسی کے لئے ہے جو جنگ میں کود پڑے اور ہلاکت اسی کے لئے ہے جو دیکھتا ہی رہ جائے۔

۱۲۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اپنے اصحاب کو جنگ پر آمادہ کرتے ہوئے)

زرہ پوش افراد کو آگے بڑھاؤ اور بے زرہ لوگوں کو پیچھے رکھو۔ دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سر سے اچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کے اطراف سے پہلوؤں کو بچائے رکھو کہ اس سے نیزوں کے رخ پلٹ جاتے ہیں۔ نگاہوں کو نیچا رکھو کہ اس سے قوت قلب میں اضافہ ہوتا ہے اور حوصلے بلند رہتے ہیں۔

لِـلْقُلُوبِ؛ وَأَمِـيتُوا اَلْأَصْـوَاتَ، فَـإِنَّهُ أَطْـرَدُ لِـلْفَشَلِ. وَ رَايَـتَكُمْ فَـلَا تُمِـيلُوهَا وَلَا تُخِـلُّوهَا، وَ لَا تَجْـعَلُوهَا إِلَّا بِأَيْـدِي شُـجْعَانِكُمْ، وَالْمَـانِعِينَ اَلذِّمَـارَ مِـنْكُمْ؛ فَـإِنَّ الصَّـابِرِينَ عَـلَىٰ نُزُولِ اَلْحَـقَائِقِ هُـمُ الَّـذِينَ يَحُفُّونَ بِرَايَـاتِهِمْ، وَ يَكْـتَنِفُونَهَا: حِـفَافَيْهَا، وَوَرَاءَهَـا، وَ أَمَـامَهَا؛ لَا يَـتَأَخَّرُونَ عَـنْهَا فَـيُسْلِمُوهَا، وَ لَا يَـتَقَدَّمُونَ عَـلَيْهَا فَـيُفْرِدُوهَا. أَجْـزَأَ اَمْـرُؤٌ قِـرْنَهُ، وَ آسَىٰ أَخَـاهُ بِـنَفْسِهِ، وَلَمْ يَكِـلْ قِـرْنَهُ إِلَىٰ أَخِـيهِ فَـيَجْتَمِعَ عَـلَيْهِ قِـرْنُهُ وَ قِـرْنُ أَخِـيهِ. وَ اَيْمُ اللهِ لَـئِنْ فَـرَرْتُمْ مِـنْ سَـيْفِ اَلْـعَاجِلَةِ(الاخرة)، لَا تَسْـلَمُوا مِـنْ سَـيْفِ اَلْآخِـرَةِ، وَأَنْـتُمْ لَهَامِيمُ اَلْعَرَبِ، وَالسَّـنَامُ اَلْأَعْـظَمُ. إِنَّ فِي اَلْـفِرَارِ مَـوْجِدَةَ اللهِ، وَالذُّلَّ اللَّازِمَ، وَالْـعَارَ اَلْـبَاقِيَ. وَ إِنَّ اَلْـفَارَّ لَـغَيْرُ مَـزِيدٍ فِي عُـمُرِهِ، وَ لَا مَحْـجُوزٍ(محـجوب) بَـيْنَهُ وَ بَـيْنَ يَـوْمِهِ. مَـنِ الرَّائِـحُ إِلَىٰ اللهِ كَـالظَّمْآنِ يَـرِدُ اَلْمَـاءَ؟ اَلْجَـنَّةُ تَحْتَ أَطْـرَافِ اَلْـعَوَالِي؛ اَلْـيَوْمَ تُـبْلَىٰ اَلْأَخْـبَارُ! وَاللهِ لَأَنَـا أَشْـوَقُ إِلَىٰ لِـقَائِهِمْ مِـنْهُمْ إِلَىٰ دِيَـارِهِمْ. اَللّٰـهُمَّ فَـإِنْ رَدُّوا اَلْحَـقَّ فَـافْضُضْ جَمَـاعَتَهُمْ، وَشَـتِّتْ كَـلِمَتَهُمْ، وَأَبْسِـلْهُمْ بِخَـطَايَاهُمْ. إِنَّهُـمْ لَـنْ يَـزُولُوا عَـنْ مَـوَاقِـفِهِمْ دُونَ طَـعْنٍ دِرَاكٍ: يَخْرُجُ مِـنْهُمُ النَّسِـيمُ؛ وَ ضَرْبٍ يَـفْلِقُ اَلْهَـامَ، وَ يُـطِيحُ اَلْـعِظَامَ، وَ يُـنْدِرُ السَّـوَاعِـدَ وَالْأَقْـدَامَ؛ وَ حَـتَّىٰ يُـرْمَوْا بِـالْمَنَاسِرِ تَـتْبَعُهَا اَلْمَـنَاسِرُ؛ وَ يُـرْجَمُوا بِـالْكَتَائِبِ تَـقْفُوهَا اَلْحَـلَائِبُ(الجـلائب)؛ وَ حَـتَّىٰ يُجَـرَّ بِـبِلَادِهِمُ اَلْخَـمِيسُ يَـتْلُوهُ اَلْخَـمِيسُ؛ وَ حَـتَّىٰ تَـدْعَقَ اَلْخُـيُولُ فِي نَـوَاحِرِ أَرْضِهِـمْ. وَ بِأَعْـنَانِ مَسَـارِبِهِمْ وَ مَسَـارِحِهِمْ.

قال السيد الشريف: أقُولُ: الدَّعْقُ: الدَّقُّ. أيْ تَدُقُّ الخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا أرْضَهُمْ. وَ نَوَاحِرُ أرْضِهِمْ: مُتَقَابِلَاتُهَا. وَ يُقَالُ: مَنَازِلُ بَنِي فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ، أيْ تَتَقَابَلُ.

ذمار - جس کی ذمہ داری عائد ہوجائے
حقائق - جمع حاقہ - مصیبت
یحفوّن بالرایات - اس کے گرد حلقہ بنالیتے ہیں
یکتنفونہا - اس کا احاطہ کرلیتے ہیں
حفافیہا - جانبین
اجزأ امرؤ قرنہ - ہر شخص اپنے مقابل کے لئے کافی ہوجائے
لم یکل قرنہ لاخیہ - مقابل کی ذمہ داری دوسرے پر نہ ڈالے
لہامیم - جمع لہمیم - سربلند
موجدہ - غضب
عوالی - نیزے
تبلی - امتحان لیا جاتا ہے
ابسلہ - ہلاکت کے حوالے کردیا
دراک - مسلسل
یندر - گرادیں
مناسر - جمع منسر - لشکر کا ایک حصہ
کتائب - جمع کتیبہ - سو سے ہزار افراد تک
حلائب - جمع حلبہ - لشکر کے دستے
دعق - روند ڈالا
اعنان - اطراف
مسارب - چرنے کے راستے

١٢٥

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في التحكيم

و ذلك بعد سماعه لأمر الحكمين

مصادر خطبہ ۱۲۵ تاریخ طبری ۶ ص ۳۴ ، تذکرۃ الخواص ص ۱ ، ارشاد مفید ص ۱۵۷ ، احتجاج طبرسیؒ ص ۲۷۵

[آ]وازیں دھیمی رکھو کہ اس سے کمزوری دور ہوتی ہے۔ دیکھو اپنے پرچم کا خیال رکھنا۔ وہ نہ جھکنے پائے اور نہ اکیلا رہنے پائے۔ اسے [ص]رف بہادر افراد اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھ میں رکھنا کہ مصائب پر صبر کرنے والے ہی پرچموں کے گرد جمع ہوتے ہیں اور داہنے [با]ئیں۔ آگے، پیچھے ہر طرف سے گھیرا ڈال کر اس کا تحفظ کرتے ہیں۔ نہ اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ اسے دشمنوں کے حوالے [ک]ر دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ تنہا رہ جائے۔

دیکھو۔ ہر شخص اپنے مقابل کا خود مقابلہ کرے اور اپنے بھائی کا بھی ساتھ دے اور خبردار اپنے مقابل کو اپنے ساتھی کے [ح]والہ نہ کر دینا کہ اس پر یہ اور اس کا ساتھی دونوں مل کر حملہ کر دیں۔

خدا کی قسم اگر تم دنیا کی تلوار سے بچ کر بھاگ بھی نکلے تو آخرت کی تلوار سے بچ کر نہیں جا سکتے ہو۔ پھر تم تو عرب کے [ج]وانمرد اور سربلند افراد ہو۔ تمھیں معلوم ہے کہ فرار میں خدا کا غضب بھی ہے اور ہمیشہ کی ذلت بھی ہے ۔۔ فرار کرنے والا نہ اپنی عمر میں [اض]افہ کر سکتا ہے اور نہ اپنے وقت کے درمیان حائل ہو سکتا ہے۔ کون ہے جو اللہ کی طرف یوں جائے جس طرح پیاسا پانی کی طرف [ج]اتا ہے۔ جنت نیزوں کے اطراف کے سایہ میں ہے آج ہر ایک کے حالات کا امتحان ہو جائے گا۔ خدا کی قسم مجھے دشمنوں سے جنگ کا اشتیاق اس سے زیادہ ہے جتنا انھیں اپنے گھروں کا اشتیاق ہے۔ خدایا۔ یہ ظالم اگر حق کو رد کر دیں تو ان کی جماعت کو پراگندہ [ک]ر دے۔ ان کے کلمہ کو متحد نہ ہونے دے۔ ان کو ان کے کئے کی سزا دیدے کہ یہ اس وقت تک اپنے موقف سے نہ ہٹیں گے جب تک [ن]یزے ان کے جسموں میں نسیم سحر کے راستے نہ بنا دیں اور تلواریں ان کے سروں کو شگافتہ، ہڈیوں کو چور چور اور ہاتھ پیر کو شکستہ نہ بنا دیں اور جب تک ان پر لشکر کے بعد لشکر اور سپاہ کے بعد سپاہ حملہ آور نہ ہو جائیں اور ان کے شہروں پر مسلسل فوجوں کی یلغار نہ ہو اور گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند نہ ڈالیں اور ان کی چراگاہوں اور سبزہ زاروں کو پامال نہ کر دیں۔

۱۲۵۔ آپ کا ارشاد گرامی

(تحکیم کے بارے میں۔ حکمین کی داستان سننے کے بعد)

[ل]ے حقیقت امر یہ ہے کہ انسان کی زندگی کی ہر تشنگی کا علاج جنت کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔ یہ دنیا صرف ضروریات کی تکمیل کے لئے بنائی گئی ہے اور بڑے سے بڑے انسان کا حصہ بھی اس کے خواہشات سے کمتر ہے ورنہ سارے روئے زمین پر حکومت کرنے والا بھی اس سے بیشتر کا خواہش مند رہتا ہے اور دامان زمین میں اس سے زیادہ کی وسعت نہیں ہے۔ یہ صرف جنت ہے جس کے بارے میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہاں ہر خواہش نفس اور لذت نگاہ کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہاں تک جانے کا راستہ کیا ہے۔ مولائے کائنات نے اپنے ساتھیوں کو اسی نکتہ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے اور اس کا راستہ صرف میدان جہاد ہے لہٰذا میدان جہاد کی طرف اس طرح بڑھو جس طرح پیاسا پانی کی طرف بڑھتا ہے کہ اسی راہ میں ہر جذبۂ دل کی تسکین کا سامان پایا جاتا ہے اور پھر دین خدا کی سربلندی سے بالاتر کوئی شرف بھی نہیں ہے۔

إِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ، وَ إِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْآنَ. هَذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْتُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ، لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ، وَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ تَرْجُمَانٍ. وَ إِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ. وَ لَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ إِلَى أَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْآنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى، وَ قَدْ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: «فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ» فَرَدُّهُ إِلَى اللهِ أَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهِ، وَرَدُّهُ إِلَى الرَّسُولِ أَنْ نَأْخُذَ بِسُنَّتِهِ؛ فَإِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللهِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ، وَإِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ وَأَوْلَاهُمْ بِهَا. وَ أَمَّا قَوْلُكُمْ: لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ أَجَلاً فِي التَّحْكِيمِ؟ فَإِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ، وَ يَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ، وَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ فِي هَذِهِ الْهُدْنَةِ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ؛ وَ لَا تُؤْخَذُ بِأَكْظَامِهَا، فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ، وَ تَنْقَادَ لِأَوَّلِ الْغَيِّ. إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عِنْدَاللهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ أَحَبَّ إِلَيْهِ - وَ إِنْ نَقَصَهُ وَ كَرَثَهُ - مِنَ الْبَاطِلِ وَ إِنْ جَرَّ إِلَيْهِ فَائِدَةً وَ زَادَهُ. فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ! وَ مِنْ أَيْنَ أُتِيتُمْ! اسْتَعِدُّوا لِلْمَسِيرِ إِلَى قَوْمٍ حَيَارَى عَنِ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ، وَ مُوزَعِينَ بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُونَ بِهِ، جُفَاةٍ عَنِ الْكِتَابِ، نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيقِ. مَا أَنْتُمْ بِوَثِيقَةٍ يُعْلَقُ بِهَا، وَ لَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُعْتَصَمُ إِلَيْهَا. لَبِئْسَ حُشَّاشُ نَارِ الْحَرْبِ أَنْتُمْ! أُفٍّ لَكُمْ! لَقَدْ لَقِيتُ مِنْكُمْ بَرْحاً، يَوْماً أُنَادِيكُمْ وَ يَوْماً أُنَاجِيكُمْ. فَلَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ النِّدَاءِ (اللقا) وَ لَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ النَّجَاءِ!

۱۲۶

ومن كلام له (عليه السلام)

لما عوتب على التسوية في العطاء

أَتَأْمُرُونِّي (تأمرونني) أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ فِيمَنْ وُلِّيتُ عَلَيْهِ! وَاللهِ لَا

دفتین - دونوں اطراف

اکظام - جمع کظم - گلا

کَرَثَہ - غمزدہ کردے

موزعین - جسے آمادہ کردیا جائے

لایعدلونہ - کوئی بدل تلاش نہیں کرتے ہیں

نُکُب - جمع ناکب - منحرف

ما انتم بوثیقہ - تم قابل اعتماد نہیں ہو

زافرۃ - انصار و اعوان

حُشّاش - جمع حاش - آگ بھڑکانے والا

بَرح - شدت

یوم النداء - روز جنگ

یوم النجاء - جس دن راز کی باتیں کی جائیں

(۱) عجیب و غریب ہے کہ جب لشکر شام نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو قوم نے آواز بلند کردی کہ ہم قرآن سے فیصلہ چاہتے ہیں اور جب امیرالمومنینؑ نے قرآن کی حاکمیت کا فیصلہ کردیا تو اسے یکسر نظرانداز کردیا گیا اور صرف مکر و فریب کی بنیاد پر فیصلہ کردیا گیا

امام علیہ السلام نے اس نکتہ کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اگرچہ اسلام کا بنیادی مدرک قرآن مجید ہے لیکن اسے سمجھنے کے لئے افراد درکار ہیں یہ کام ہر شخص کے بس کا نہیں ہے - ایسا ہوتا تو سرکار دو عالمؐ تنہا قرآن چھوڑ کر چلے جاتے اور عترت و اہلبیتؑ کا ذکر نہ کرتے - عترت و اہلبیتؑ کا ذکر اسی لئے کیا گیا ہے کہ قرآن کا سمجھنا ان کے علاوہ کسی کے بس کا کام نہیں ہے

مصادر خطبہ ۱۲۶ الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۱۵۳، تحف العقول حرانی ص ۱۳۱، فروع کافی ۴ ص ۳۱، مجالس مفیدؒ ص ۹۵، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۹۰، بحار الانوار مجلسیؒ کتاب الغارات

یاد رکھو۔ ہم نے افراد کو حکم نہیں بنایا تھا بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا اور قرآن وہی کتاب ہے جو دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ خود نہیں بولتا ہے اور اسے ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے اور ترجمان افراد ہی ہوتے ہیں[1]۔ اس قوم نے ہمیں دعوت دی کہ ہم قرآن سے فیصلہ کرائیں تو ہم تو قرآن سے روگردانی کرنے والے نہیں تھے جب کہ پروردگار نے فرما دیا ہے کہ اپنے اختلافات کو خدا اور رسول کی طرف موڑ دو اور خدا کی طرف موڑنے کا مطلب اس کی کتاب سے فیصلہ کرانا ہی ہے اور رسولؐ کی طرف موڑنے کا مقصد بھی سنت کا اتباع کرنا ہے اور یہ طے ہے کہ اگر کتاب خدا سے سچائی کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تو اس کے سب سے زیادہ حقدار ہم ہی ہیں اور اسی طرح سنت پیغمبر کے لئے سب سے اولیٰ واقرب ہم ہی ہیں۔

اب تمہارا یہ کہنا کہ آپ نے تحکیم کی مہلت کیوں دی؟ تو اس کا راز یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کہ بے خبر باخبر ہو جائے اور باخبر تحقیق کرلے کہ شائد پروردگار اس وقفہ میں امت کے امور کی اصلاح کر دے اور اس کا گلا نہ گھونٹا جائے کہ تحقیق حق سے پہلے گمراہی کے پہلے ہی مرحلہ میں بھٹک جائے۔ اور یاد رکھو کہ پروردگار کے نزدیک بہترین انسان وہ ہے جسے حق پر عملدرآمد کرنا (چاہے اس میں نقصان ہی کیوں نہ ہو) باطل پر عمل کرنے سے زیادہ محبوب ہو (چاہے اس میں فائدہ ہی کیوں نہ ہو)۔ تو آخر تمہیں کدھر لے جایا جا رہا ہے اور تمہارے پاس شیطان کدھر سے آ گیا ہے۔ دیکھو اس قوم سے جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ جو حق کے معاملہ میں اس طرح سرگرداں ہے کہ اسے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا ہے اور باطل پر اس طرح اتار دی گئی ہے کہ سیدھے راستہ پر آنا ہی نہیں چاہتی ہے۔ یہ کتاب خدا سے الگ اور راہ حق سے منحرف ہیں مگر تم بھی قابل اعتماد افراد اور لائق تمسک شرف کے پاسبان نہیں ہو۔ تم آتش جنگ کے بھڑکانے کا بدترین ذریعہ ہو۔ تم پر حیف ہے میں نے تم سے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ تمہیں علی الاعلان بھی پکارا ہے اور آہستہ بھی سمجھایا ہے لیکن تم نہ آواز جنگ پر سچے شریف ثابت ہوئے اور نہ رازداری پر قابل اعتماد ساتھی نکلے۔

۱۲۶۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب عطایا کی برابری پر اعتراض کیا گیا)

کیا تم مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہو کہ میں جن رعایا کا ذمہ دار بنایا گیا ہوں ان پر ظلم کر کے چند افراد کی کمک حاصل کر لوں۔ خدا کی قسم

[1] حضرت نے تحکیم کا فیصلہ کرتے ہوئے دونوں افراد کو ایک سال کی مہلت دی تھی تاکہ اس دوران ناواقف افراد حق و باطل کی اطلاع حاصل کر لیں اور جو کمی مقدار میں حق سے آگاہ ہیں وہ مزید تحقیق کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبر افراد پہلے ہی مرحلہ میں گمراہ ہو جائیں اور عمرو عاص کی مکاری کا شکار ہو جائیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہر دور میں ایسے افراد ضرور رہتے ہیں جو اپنے عقل و فکر کو ہر ایک سے بالاتر تصور کرتے ہیں اور اپنے قائد کے فیصلوں کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب امامؑ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا ہے تو نائب امام یا عالم دین کی کیا حیثیت ہے۔؟

أَطُورُ بِهِ مَا سَمَرَ سَمِيرٌ، وَ مَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْماً! لَوْ كَانَ الْمَالُ لِي لَسَوَّيْتُ [۱] بَيْنَهُمْ، فَكَيْفَ وَ إِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ! أَلَا وَإِنَّ إِعْطَاءَ الْمَالِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ تَبْذِيرٌ وَإِسْرَافٌ، وَ هُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِي الدُّنْيَا وَ يَضَعُهُ فِي الْآخِرَةِ، وَ يُكْرِمُهُ فِي النَّاسِ وَ يُهِينُهُ عِنْدَ اللهِ. وَلَمْ يَضَعِ امْرُؤٌ مَالَهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَ لَا عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللهُ شُكْرَهُمْ، وَكَانَ لِغَيْرِهِ وُدُّهُمْ. فَإِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ يَوْماً فَاحْتَاجَ إِلَىٰ مَعُونَتِهِمْ فَشَرُّ خَلِيلٍ (خزين) وَأَلْأَمُ خَدِينٍ!

لا اطور - اس کے قریب بھی نہ جاؤں گا
ما سمر سمیر - ہمیشہ
ام - ارادہ کیا
خدین - ساتھی
ضرب بہ تیہہ - گمراہی کے راستہ پر چلا دیا
شعار - علامت

(۱) یہ بلندی کردار کی آخری منزل ہے جس میں سارا اسلام اور ساری انسانیت سمٹ جاتی ہے کہ انسان اپنے ذاتی مال میں مساوات برقرار رکھنا چاہے اور اس وقت تک کسی کو مقدم نہ کرے جب تک اس میں مقدم کرنے کی کوئی وجہ نہ پیدا ہو جائے۔

امیر المومنینؑ کا یہی وہ کردار ہے جس کا اعتراف دوست اور دشمن دونوں نے کیا ہے اور جس نے اسلام اور مسلمانوں کو ہر طرح کے اجنبی اقتصادی نظام اور غیر اسلامی معاشی نظریات سے بے نیاز بنا دیا ہے کہ نہ کسی نظام میں یہ حسن پایا جاتا ہے اور نہ کسی کردار میں یہ بلندی پائی جاتی ہے

اور حقیقت امر یہ ہے کہ اگر دنیا کے کسی مفکر کے پاس اس طرح کی عادلانہ فکر موجود ہے یا کسی نظام میں اس طرح کا کریمانہ قانون موجود ہے تو وہ بھی کسی نہ کسی مذہب کا اثر ہے جو نظام زندگی تک لاشعوری طور پر منتقل ہو گیا ہے اور نظام پیش کرنے والے نے اسے اپنی ذاتی فکر قرار دیدیا ہے ورنہ دنیا کے جملہ خیرات کا سرچشمہ وحی الٰہی اور تعلیم سماوی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کہنے والے نے بہت صحیح کہا ہے کہ بعض غیر اسلامی معاشروں میں بغیر نام کے مسلمان پائے جاتے ہیں اور بعض اسلامی معاشروں میں بغیر نام کے کافر ـــ اللہ اس قسم سے محفوظ رکھے

۱۲۷

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

وفيه يبين بعض أحكام الدين و يكشف للخوارج الشبهة و ينقض حكم الحكمين

فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَأْتُ وَضَلَلْتُ، فَلِمَ تُضَلِّلُونَ عَامَّةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﴿صلى الله عليه وآله﴾، بِضَلَالِي، وَ تَأْخُذُونَهُمْ بِخَطَئِي، وَ تُكَفِّرُونَهُمْ بِذُنُوبِي! سُيُوفُكُمْ عَلَىٰ عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُونَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ (البراءة) وَالسُّقْمِ، وَ تَخْلِطُونَ مَنْ أَذْنَبَ بِمَنْ لَمْ يُذْنِبْ. وَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﴿صلى الله عليه وآله﴾ رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ، ثُمَّ صَلَّىٰ عَلَيْهِ، ثُمَّ وَرَّثَهُ أَهْلَهُ؛ وَ قَتَلَ (القاتل) الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِيرَاثَهُ أَهْلَهُ. وَ قَطَعَ السَّارِقَ وَ جَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ الْمُحْصَنِ، ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ، وَ نَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ؛ فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﴿صلى الله عليه وآله﴾ بِذُنُوبِهِمْ، وَ أَقَامَ حَقَّ اللهِ فِيهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ، وَلَمْ يُخْرِجْ أَسْمَاءَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ. ثُمَّ أَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ، وَ مَنْ رَمَىٰ بِهِ الشَّيْطَانُ مَرَامِيَهُ، وَ ضَرَبَ بِهِ تِيهَهُ! وَ سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ، مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَىٰ غَيْرِ الْحَقِّ. وَ مُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَىٰ غَيْرِ الْحَقِّ، وَ خَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالاً النَّمَطُ الْأَوْسَطُ فَالْزَمُوهُ، وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَ إِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ!

فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ، كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ. أَلَا مَنْ دَعَا إِلَىٰ هَذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوهُ، وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هَذِهِ،

مصادر خطبہ ۱۲۷ تاریخ طبری ۶ ص۴۰ ، نہایۃ ابن اثیر مادہ بحر حیوۃ الحیوان جاحظ ۲ ص۹۰ ، محاسن بیہقی ص۴۱ ، امالی صدوق ، غرر الحکم ص۳۲۹ ، معدن الجواہر کراجکی ص۲۲ ، مروج الذہب ۲ ص۴۱۳ ، التمثیل والمحاضرہ ص۲۷ ، نہایۃ مادہ بد

جب تک اس دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے ستارہ کی طرف جھکتا رہے گا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ مال اگر میرا ذاتی ہوتا جب بھی میں برابر سے تقسیم کرتا چہ جائیکہ یہ مال مال خدا ہے اور یاد رکھو کہ مال کا ناحق عطا کر دینا بھی اسراف اور فضول خرچی میں شمار ہوتا ہے اور یہ کام انسان کو دنیا میں بلند بھی کر دیتا ہے تو آخرت میں ذلیل کر دیتا ہے۔ لوگوں میں محترم بھی بنا دیتا ہے تو خدا کی نگاہ میں پست تر بنا دیتا ہے اور جب بھی کوئی شخص مال کو ناحق یا نااہل پر صرف کرتا ہے تو پروردگار اس کے شکریہ سے بھی محروم کر دیتا ہے اور اس کی محبت کا رُخ بھی دوسروں کی طرف مڑ جاتا ہے۔ پھر اگر کسی دن پیر پھسل گئے اور ان کی امداد کا بھی محتاج ہو گیا تو وہ بدترین دوست اور ذلیل ترین ساتھی ہی ثابت ہوتے ہیں۔

۱۲۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں بعض احکام دین کے بیان کے ساتھ خوارج کے شبہات کا ازالہ اور حکمین کے توڑ کا فیصلہ بیان کیا گیا ہے)

اگر تمھارا اصرار اسی بات پر ہے کہ مجھے خطاکار اور گمراہ قرار دو تو ساری امت پیغمبرؐ کو کیوں خطاکار قرار دے رہے ہو اور میری "غلطی" کا مواخذہ ان سے کیوں کر رہے ہو اور میرے "گناہ" کی بنا پر انھیں کیوں کافر قرار دے رہے ہو۔ تمھاری تلواریں تمھارے کاندھوں پر رکھی ہیں جہاں چاہتے ہو خطا، بے خطا چلا دیتے ہو اور گنہگار اور بے گناہ میں کوئی فرق نہیں کرتے ہو حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ رسول اکرمؐ نے زنائے محضہ کے مجرم کو سنگسار کیا تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تھی اور اس کے اہل کو وارث بھی قرار دیا تھا اور اسی طرح قاتل کو قتل کیا تو اس کی میراث بھی تقسیم کی اور چور کے ہاتھ کاٹے یا غیر شادی شدہ زناکار کو کوڑے لگوائے تو انھیں مال غنیمت میں حصہ بھی دیا اور ان کا مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کرایا گویا کہ آپ نے ان کے گناہوں کا مواخذہ کیا اور ان کے بارے میں حق خدا کو قائم کیا لیکن اسلام میں ان کے حصہ کو نہیں روکا اور نہ ان کے نام کو اہل اسلام کی فہرست سے خارج کیا۔ مگر تم بدترین افراد ہو کہ شیطان تمھارے ذریعہ اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتا ہے اور تمھیں صحرائے ضلالت میں ڈال دیتا ہے اور عنقریب میرے بارے میں دو طرح کے افراد گمراہ ہوں گے: محبت میں غلو کرنے والے جنھیں محبت غیر حق کی طرف لے جائے گی اور عداوت میں زیادتی کرنے والے جنھیں عداوت باطل کی طرف کھینچ لے جائے گی اور بہترین افراد وہ ہوں گے جو درمیانی منزل پر ہوں لہٰذا تم بھی اسی راستہ کو اختیار کرو اور اسی نظریہ کی جماعت کے ساتھ ہو جاؤ کہ اللہ کا ہاتھ اسی جماعت کے ساتھ ہے اور خبردار تفرقہ کی کوشش نہ کرنا کہ جو ایمانی جماعت سے کٹ جاتا ہے وہ اسی طرح شیطان کا شکار ہو جاتا ہے جس طرح گلّہ سے الگ ہو جانے والی بھیڑ بھیڑیے کی نذر ہو جاتی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو بھی اس انحراف کا نعرہ لگائے اسے قتل کر دو چاہے وہ میرے ہی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو۔

فَإِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَا أَحْيَا الْقُرْآنُ، وَ يُمِيتَا مَا أَمَاتَ الْقُرْآنُ، وَ إِحْيَاؤُهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَ إِمَاتَتُهُ الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ. فَإِنْ جَرَّنَا الْقُرْآنُ إِلَيْهِمْ اتَّبَعْنَاهُمْ،[له] وَإِنْ جَرَّهُمْ إِلَيْنَا اتَّبَعُونَا. فَلَمْ آتِ - لَا أَبَالَكُمْ - بُجْراً وَ لَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ أَمْرِكُمْ، وَ لَا لَبَّسْتُهُ عَلَيْكُمْ، إِنَّمَا اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلَى اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ، أَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَلَّا يَتَعَدَّيَا الْقُرْآنَ، فَتَاهَا عَنْهُ، وَ تَرَكَا الْحَقَّ وَ هُمَا يُبْصِرَانِهِ، وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ. وَ قَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا - فِي الْحُكُومَةِ بِالْعَدْلِ، وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ - سُوءَ رَأْيِهِمَا، وَ جَوْرَ حُكْمِهِمَا.

۱۲۸

و من كلام له (عليه السلام)

فيما يخبر به عن الملاحم بالبصرة

يَا أَحْنَفُ، كَأَنِّي بِهِ وَ قَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ غُبَارٌ وَ لَا لَجَبٌ، وَ لَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ وَ لَا حَمْحَمَةُ خَيْلٍ. يُثِيرُونَ الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَأَنَّهَا أَقْدَامُ النَّعَامِ.

قال الشريف: يومیء بذالك إلى صاحب الزنج

ثم قال (عليه السلام): وَيْلٌ لِسِكَكِكُمُ الْعَامِرَةِ، وَالدُّورِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِي لَهَا أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُورِ، وَ خَرَاطِيمُ كَخَرَاطِيمِ الْفِيَلَةِ، مِنْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَا يُنْدَبُ قَتِيلُهُمْ، وَ لَا يُفْقَدُ غَائِبُهُمْ. أَنَا كَابُّ الدُّنْيَا لِوَجْهِهَا، وَ قَادِرُهَا بِقَدْرِهَا، وَ نَاظِرُهَا بِعَيْنِهَا.

منه في وصف الاتراك

كَأَنِّي أَرَاهُمْ قَوْماً «كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ»، يَلْبَسُونَ السَّرَقَ وَالدِّيبَاجَ، وَ يَعْتَقِبُونَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ. وَ يَكُونُ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ حَتَّى يَمْشِيَ الْمَجْرُوحُ عَلَى الْمَقْتُولِ، وَ يَكُونَ الْمُفْلِتُ أَقَلَّ مِنَ الْمَأْسُورِ!

فقال له بعض أصحابه: لقد أعطيت يا أمير المؤمنين علم الغيب!

فضحك (عليه السلام)، وقال للرجل، وكان كلبياً:

يَا أَخَا كَلْبٍ، لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ، وَ إِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِنْ ذِي عِلْمٍ.

بُجر - شر
ختلتکم - دھوکہ دیدیا
صمد - قصد
ملاحم - جمع ملحمہ - عظیم حادثہ
لجب - شور
اللُجُم - جمع لجام - لگام
قعقعہ - لگام کی آواز
حمحمہ - گھوڑے کی ہنہناہٹ
سکک - جمع سکہ - راستہ
اجنحۃ الدور - روشن دان
خراطیم - پرنالے
مجانّ مطرّقہ - چمڑہ منڈھی ہوئی ڈھال
سَرَق - سفید ریشم
یعتقبون - روک لیتے ہیں
عتاق - بہترین
استحرار القتل - جنگ کی گرم بازاری

(له) اسے کہتے ہیں قرآن پر عمل اور اس کا نام ہے دیانتداری۔ کہ اگر قرآن دشمن کے حق میں فیصلہ کردے تو انسان نہایت درجہ شرافت سے اسے قبول کرلے اور کسی طرح کا تکلف نہ کرے مگر افسوس کہ معاویہ اور امثال معاویہ کو اس دیانتداری سے کیا تعلق ہے اور وہ قرآن پر عمل کرنا کیا جانیں۔ وہاں تو آیات قرآن کا بھی سودا کیا جاتا ہے اور خواہشات کے مطابق تاویل کا بازار گرم کیا جاتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۲۸ تاریخ طبری ۶ ص ۲۸ ، نہایہ مادہ بُجر - الحیوان جاحظ ۲ ص ۹۰ ، المحاسن والمساوی بیہقی ص ۴۱ ، امالی صدوق ، غرر الحکم ص ۳۲۹ ، معدن الجواہر کراچکی ص ۲۲۶ ، صحیح مسلم ۸ ص ۱۸۴ ، کتاب الفتن نعیم بن حماد - الملاحم ابن طاؤس ، کتاب الفتن ابن الحمالی ، کتاب الفتن ابن البزاز - صحیح بخاری ۴ ص ۳۴

ان دونوں افراد کو حَکَم بنایا گیا تھا تاکہ ان امور کو زندہ کریں جنھیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور ان امور کو مُردہ بنا دیں جنھیں قرآن نے مُردہ بنا دیا ہے اور زندہ کرنے کے معنی اس پر اتفاق کرنے اور مُردہ بنانے کے معنی اس سے الگ ہو جانے کے ہیں۔ ہم اس بات پر تیار تھے کہ اگر قرآن ہمیں دشمن کی طرف کھینچ لے جائے گا تو ہم ان کا اتباع کرلیں گے اور اگر انھیں ہماری طرف لے آئے گا تو انھیں آنا پڑے گا لیکن خدا تمھارا بُرا کرے۔ اس بات میں میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا اور نہ تمھیں کوئی دھوکہ دیا ہے اور نہ کسی بات کو شبہ میں رکھا ہے۔ لیکن تمھاری جماعت نے دو آدمیوں کے انتخاب پر اتفاق کرلیا اور میں نے ان پر شرط لگادی کہ قرآن کے حدود سے تجاوز نہیں کریں گے مگر وہ دونوں قرآن سے منحرف ہو گئے اور حق کو دیکھ بھال کر نظر انداز کر دیا اور اصل بات یہ ہے کہ ان کا مقصد ہی ظلم تھا اور وہ اسی راستہ پر چلے گئے جب کہ میں نے ان کی غلط رائے اور ظالمانہ فیصلہ سے پہلے ہی فیصلہ میں عدالت اور ارادۂ حق کی شرط لگادی تھی۔

۱۲۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(بصرہ کے حوادث کی خبر دیتے ہوئے)

اے احنف[1]! گویا کہ میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جو ایک ایسا لشکر لے کر آیا ہے جس میں نہ گرد و غبار ہے اور نہ شور و غوغا۔ نہ لجاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔ یہ زمین کو اسی طرح روند رہے ہیں جس طرح شتر مرغ کے پیر۔

سید رضیؒ: حضرت نے اس خبر میں صاحب زنج کی طرف اشارہ کیا ہے (جس کا نام علی بن محمد تھا اور اس نے ۲۲۵ھ میں بصرہ میں غلاموں کو مالکوں کے خلاف متحد کیا اور ہر غلام سے اس کے مالک کو ۵۰۰ کوڑے لگوائے)۔

افسوس ہے تمھاری آباد گلیوں اور ان سجے سجائے مکانات کے حال پر جن کے چھجے گِدوں کے پَر اور ہاتھیوں کے سونڈ کے مانند ہیں ان لوگوں کی طرف سے جن کے مقتول پر گریہ نہیں کیا جاتا ہے اور ان کے غائب کو تلاش نہیں کیا جاتا ہے۔ میں دنیا کو منھ کے بل اوندھا کر دینے والا اور اس کی صحیح اوقات کا جاننے والا اور اس کی حالت کو اس کے شایان شان نگاہ سے دیکھنے والا ہوں۔

(تُرکوں کے بارے میں) میں ایک ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں جن کے چہرے چمڑے سے منڈھی ڈھال کے مانند ہیں۔ ریشم و دیبا کے لباس پہنتے ہیں اور بہترین اصیل گھوڑوں سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان عنقریب قتل کی گرم بازاری ہوگی جہاں زخمی مقتول کے اوپر سے گذریں گے اور بھاگنے والے قیدیوں سے کم ہوں گے۔ (یہ تاتاریوں کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے جہاں چنگیز خاں اور اس کی قوم نے تمام اسلامی ملکوں کو تباہ و برباد کر دیا اور گتّے، سور کو اپنی غذا بنا کر ایسے حملے کئے کہ شہروں کو خاک میں ملا دیا۔)

یہ سُن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ تو علم غیب کی باتیں کر رہے ہیں تو آپ نے مسکرا کر اس کلبی شخص سے فرمایا اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ صاحب علم سے تعلّم ہے۔

[1] بنی تمیم کے سردار احنف بن قیس سے خطاب ہے جنھوں نے رسول اکرمؐ کی زیارت نہیں کی مگر اسلام قبول کیا اور جنگ جمل کے موقع پر اپنے علاقہ میں ام المومنین کے فتنوں کا دفاع کرتے رہے اور پھر جنگ صفین میں مولائے کائنات کے ساتھ شریک ہو گئے اور جہاد راہ خدا کا حق ادا کر دیا۔

وَ إِنَّمَا عِلْمُ ٱلْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَ مَا عَدَّدَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ بِقَوْلِهِ: «إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَ يُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ، وَ يَعْلَمُ مَا فِي ٱلْأَرْحَامِ، وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَداً، وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ...» ٱلْآيَةَ، فَيَعْلَمُ اللهُ سُبْحَانَهُ مَا فِي ٱلْأَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، وَ قَبِيحٍ أَوْ جَمِيلٍ، وَ سَخِيٍّ أَوْ بَخِيلٍ، وَ شَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ، وَ مَنْ يَكُونُ فِي ٱلنَّارِ حَطَباً، أَوْ فِي ٱلْجِنَانِ لِلنَّبِيِّينَ مُرَافِقاً. فَهٰذَا عِلْمُ ٱلْغَيْبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ، وَ مَا سِوَى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللهُ نَبِيَّهُ فَعَلَّمَنِيهِ، وَ دَعَا لِي بِأَنْ يَعِيَهُ صَدْرِي، وَ تَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِي.

۱۲۹

و من خطبة له (علیه السلام)

في ذكر المكاييل و الموازين

عِبَادَ اللهِ، إِنَّكُمْ- وَ مَا تَأْمُلُونَ مِنْ هٰذِهِ ٱلدُّنْيَا- أَثْوِيَاءُ مُؤَجَّلُونَ، وَ مَدِينُونَ مُقْتَضَوْنَ: أَجَلٌ مَنْقُوصٌ، وَ عَمَلٌ مَحْفُوظٌ. فَرُبَّ دَائِبٍ مُضَيِّعٌ، وَ رُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ. وَ قَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي زَمَنٍ لَا يَزْدَادُ ٱلْخَيْرُ فِيهِ إِلَّا إِدْبَاراً وَ لَا الشَّرُّ فِيهِ إِلَّا إِقْبَالاً، وَ لَا الشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ النَّاسِ إِلَّا طَمَعاً. فَهٰذَا أَوَانٌ قَوِيَتْ عُدَّتُهُ، وَ عَمَّتْ مَكِيدَتُهُ، وَ أَمْكَنَتْ فَرِيسَتُهُ. اِضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ، فَهَلْ تُبْصِرُ (تنظر) إِلَّا فَقِيراً يُكَابِدُ فَقْراً، أَوْ غَنِيّاً بَدَّلَ نِعْمَةَ اللهِ كُفْراً، أَوْ بَخِيلاً ٱتَّخَذَ ٱلْبُخْلَ بِحَقِّ اللهِ وَفْراً، أَوْ مُتَمَرِّداً كَأَنَّ بِأُذُنِهِ عَنْ سَمْعِ ٱلْمَوَاعِظِ وَقْراً! أَيْنَ أَخْيَارُكُمْ وَ صُلَحَاؤُكُمْ! وَ أَيْنَ أَحْرَارُكُمْ وَ سُمَحَاؤُكُمْ! وَ أَيْنَ ٱلْمُتَوَرِّعُونَ فِي مَكَاسِبِهِمْ، وَٱلْمُتَنَزِّهُونَ فِي مَذَاهِبِهِمْ! أَلَيْسَ قَدْ ظَعَنُوا جَمِيعاً عَنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ، وَٱلْعَاجِلَةِ ٱلْمُنَغِّصَةِ، وَ هَلْ خُلِقْتُمْ إِلَّا فِي حُثَالَةٍ لَا تَلْتَقِي إِلَّا بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ، ٱسْتِصْغَاراً لِقَدْرِهِمْ، وَ ذَهَاباً عَنْ ذِكْرِهِمْ! فَإِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ! «ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ»، فَلَا مُنْكِرٌ مُغَيِّرٌ، وَ لَا زَاجِرٌ مُزْدَجِرٌ. أَفَبِهٰذَا تُرِيدُونَ أَنْ تُجَاوِرُوا اللهَ فِي دَارِ قُدْسِهِ، وَ تَكُونُوا أَعَزَّ أَوْلِيَائِهِ عِنْدَهُ؟ هَيْهَاتَ! لَا يُخْدَعُ اللهُ عَنْ جَنَّتِهِ، وَ لَا تُنَالُ مَرْضَاتُهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ. لَعَنَ اللهُ ٱلْآمِرِينَ بِالْمَعْرُوفِ التَّارِكِينَ لَهُ، وَ النَّاهِينَ عَنِ ٱلْمُنْكَرِ ٱلْعَامِلِينَ بِهِ!

تضطم ۔ ضم سے باب افتعال ہے

جوانح ۔ پہلو ۔ پسلیاں

اثویاء ۔ جمع ثوی ۔ مہمان

دائب ۔ دوڑ دھوپ کرنے والا

کادح ۔ بے پناہ کوشش کرنے والا

امکنت الفریسۃ ۔ شکار آسان ہے ۔

حثالہ ۔ بدترین شے

(۱) علم غیب کے بارے میں جملہ بحثوں کا خلاصہ یہ چند الفاظ ہیں جو اس خطبہ میں بیان کئے گئے ہیں اور اس کا حاصل یہ ہے کہ چند امور وہ ہیں جن کا علم مالک نے اپنی ذات اقدس تک محدود رکھا ہے اور عام طور سے اپنے نمائندوں کو بھی نہیں دیا ہے اور باقی امور وہ ہیں جو غیب ہونے کے باوجود اپنے نمائندوں کو بتا دئے جاتے ہیں اور اسی تعلیم الٰہی کی بنا پر وہ ان تمام غیبیات سے باخبر رہتے ہیں اور اس کا ذاتی علم غیب سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کا انحصار بار بار ذات واجب میں ثابت کیا گیا ہے اور جس سے ہر مخلوق کو الگ رکھا گیا ہے کہ مخلوق کا کمال بہر حال ذاتی نہیں ہو سکتا ہے ۔

(۲) دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو بغیر کسی عمل اور زحمت کے جنت کی امید لگائے بیٹھے ہیں اور ایسے افراد کی بھی کمی نہیں ہے جو صرف اپنے اعمال کو جنت کی ضمانت سمجھتے ہیں اور انھیں دوسروں کو امر و نہی کرنے سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے حالانکہ مولائے کائنات نے صاف واضح کر دیا ہے کہ جب تک معاشرہ کی اصلاح کا عمل نہ کیا جائے گا اور برائیوں سے روکنے کا کام نہ ہوگا جنت کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے اور اللہ کو اس مسئلہ میں دھوکہ بھی نہیں دیا جا سکتا ہے ۔

مصادر خطبہ ۱۲۹ غرر الحکم ص ۳۲۰ ، ربیع الابرار باب تبدل الاحوال

علم غیب قیامت کا اور ان چیزوں کا علم ہے جن کو خدا نے قرآن مجید میں شمار کر دیا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے ...رش کا برسانے والا وہی ہے اور پیٹ میں پلنے والے بچہ کا مقدر وہی جانتا ہے۔ اُس کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم ہے ...ل کیا کمائے گا اور کس سرزمین پر موت آئے گی۔
...پروردگار جانتا ہے کہ رحم کا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ حسین ہے یا قبیح۔ سخی ہے یا بخیل، شقی ہے یا سعید۔ کون جہنم کا کندہ ...جائے گا اور کون جنت میں انبیاء کرام کا ہمنشین ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ اس کے ...وہ جو بھی علم ہے وہ ایسا علم ہے جسے اللہ نے پیغمبرؐ کو تعلیم دیا ہے اور انھوں نے مجھے اس کی تعلیم دی ہے اور میرے ...میں دعا کی ہے کہ میرا سینہ اسے محفوظ کر لے اور اس دل میں اسے محفوظ کر دے جو میرے پہلو میں ہے۔

۱۲۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(ناپ تول کے بارے میں)

اللہ کے بندو! تم اور جو کچھ اس دنیا سے توقع رکھتے ہو سب ایک مقررہ مدت کے مہمان ہیں اور ایسے قرضدار ہیں جن سے ...رضہ کا مطالبہ ہو رہا ہو۔ عمریں گھٹ رہی ہیں اور اعمال محفوظ کئے جا رہے ہیں۔ کتنے دوڑ دھوپ کرنے والے ہیں جن کی محنت برباد ...رہی ہے اور کتنے کوشش کرنے والے ہیں جو مسلسل گھاٹے کا شکار ہیں۔ تم ایسے زمانے میں زندگی گذار رہے ہو جس میں نیکی مسلسل منہ ...پھیر کر جا رہی ہے اور برائی برابر سامنے آ رہی ہے۔ شیطان لوگوں کو تباہ کرنے کی ہوس میں لگا ہوا ہے۔ اس کا ساز و سامان ...ستحکم ہو چکا ہے۔ اس کی سازشیں عام ہو چکی ہیں اور اس کے شکار اس کے قابو میں ہیں۔ تم جدھر چاہو نگاہ اٹھا کر دیکھ لو ...سوائے اس فقیر کے جو فقر کی مصیبتیں جھیل رہا ہے اور اس امیر کے جس نے نعمت خدا کی ناشکری کی ہے اور اس بخیل کے جس نے حق خدا ...بخل ہی کو مال کے اضافہ کا ذریعہ بنا لیا ہے اور اس سرکش کے جس کے کان نصیحتوں کے لئے بہرے ہو گئے ہیں اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔
کہاں چلے گئے وہ نیک اور صالح بندے اور کدھر ہیں وہ شریف اور کریم النفس لوگ۔ کہاں ہیں وہ افراد جو کسب معاش میں ...حتیاط برتنے والے تھے اور راستوں میں پاکیزہ راستہ اختیار کرنے والے تھے۔ کیا سب کے سب اس پست اور زندگی کو مکدر بنا دینے ...والی دنیا سے نہیں چلے گئے اور کیا تمھیں ایسے افراد میں نہیں چھوڑ گئے جن کی حقارت اور جن کے ذکر سے اعراض کی بنا پر ہونٹ سوائے ان کی مذمت ...کے کسی بات کے لئے آپس میں نہیں ملتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فساد اس قدر پھیل چکا ہے کہ نہ کوئی حالات کا بدلنے والا ہے ...اور نہ کوئی منع کرنے والا اور نہ خود پرہیز کرنے والا ہے۔ تو کیا تم انھیں حالات کے ذریعہ خدا کے مقدس جوار میں رہنا چاہتے ہو ...اور اس کے عزیز ترین دوست بننا چاہتے ہو۔ افسوس! اللہ کو جنت کے بارے میں دھوکہ نہیں دیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی ...رضا کو اطاعت کے بغیر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ لعنت کرے ان لوگوں پر جو دوسروں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود عمل نہیں ...کرتے ہیں۔ سماج کو برائیوں سے روکتے ہیں اور خود انھیں میں مبتلا ہیں۔

۱۳۰

و من كلام له (عليه السلام)

لأبي ذر رحمه الله لما أخرج إلى الربذة

يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّهِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهُ. إِنَّ ٱلْقَوْمَ خَافُوكَ عَلَىٰ دُنْيَاهُمْ، وَخِفْتَهُمْ عَلَىٰ دِينِكَ، فَاتْرُكْ فِي أَيْدِيهِمْ مَا خَافُوكَ عَلَيْهِ، وَآهْرُبْ مِنْهُمْ بِمَا خِفْتَهُمْ عَلَيْهِ؛ فَمَا أَحْوَجَهُمْ إِلَىٰ مَا مَنَعْتَهُمْ، وَ مَا أَغْنَاكَ عَمَّا مَنَعُوكَ! وَسَتَعْلَمُ مَنِ ٱلرَّابِحُ غَداً، وَٱلْأَكْثَرُ حُسَّداً. وَلَوْ أَنَّ ٱلسَّمَاوَاتِ وَ ٱلْأَرَضِينَ كَانَتَا عَلَىٰ عَبْدٍ رَتْقاً، ثُمَّ اتَّقَىٰ اللهَ، لَجَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْهُمَا مَخْرَجاً. لَا يُؤْنِسَنَّكَ إِلَّا ٱلْحَقُّ، وَ لَا يُوحِشَنَّكَ إِلَّا ٱلْبَاطِلُ. فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَأَحَبُّوكَ، وَ لَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَأَمَّنُوكَ.

۱۳۱

و من كلام له (عليه السلام)

و فيه يبين سبب طلبه الحكم و يصف الإمام الحق

أَيَّتُهَا النُّفُوسُ ٱلْمُخْتَلِفَةُ، وَ ٱلْقُلُوبُ ٱلْمُتَشَتِّتَةُ، الشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ، وَٱلْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ، أَظْأَرُكُمْ عَلَى ٱلْحَقِّ وَ أَنْتُمْ تَنْفِرُونَ عَنْهُ نُفُورَ ٱلْمِعْزَىٰ مِنْ وَعْوَعَةِ ٱلْأَسَدِ! هَيْهَاتَ أَنْ أَطْلَعَ بِكُمْ سَرَارَ ٱلْعَدْلِ، أَوْ أُقِيمَ ٱعْوِجَاجَ ٱلْحَقِّ. اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنِ ٱلَّذِي كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِي سُلْطَانٍ، وَ لَا ٱلْتِمَاسَ شَيْءٍ مِنْ فُضُولِ ٱلْحُطَامِ، وَلَكِنْ لِنَرِدَ ٱلْمَعَالِمَ مِنْ دِينِكَ، وَ نُظْهِرَ ٱلْإِصْلَاحَ فِي بِلَادِكَ، فَيَأْمَنَ ٱلْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ، وَ تُقَامَ ٱلْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُودِكَ. اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَنَابَ، وَ سَمِعَ وَ أَجَابَ، لَمْ يَسْبِقْنِي إِلَّا رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وآله) بِالصَّلَاةِ.

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ ٱلْوَالِي عَلَى ٱلْفُرُوجِ وَ الدِّمَاءِ وَٱلْمَغَانِمِ وَٱلْأَحْكَامِ وَ إِمَامَةِ ٱلْمُسْلِمِينَ ٱلْبَخِيلُ، فَتَكُونَ فِي أَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهُ، وَ لَا ٱلْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهِ، وَ لَا ٱلْجَافِي فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهِ، وَ لَا ٱلْحَائِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْماً دُونَ قَوْمٍ، وَ لَا ٱلْمُرْتَشِي فِي ٱلْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوقِ، وَ يَقِفَ بِهَا دُونَ ٱلْمَقَاطِعِ، وَ لَا ٱلْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ ٱلْأُمَّةَ. [۲]

رَبَذہ - مدینہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں عثمانؓ نے حضرت ابوذر کو شہر بدر کرادیا تھا

قرضت منہا - ایک جزو الگ کرلیا

اظأرکم - مہربانی کرتا ہوں

سَرار - مہینہ کی آخری رات - اندھیرا

نہمہ - بے پناہ لالچ

حائف - ظالم

دُوَل - جمع دُولہ - مال

مقاطع - حدود الٰہیہ

(۱) انسان کے شرف کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ لوگ اس کے دین سے خائف ہوں اور وہ لوگوں کی دنیا سے خوفزدہ ہو۔ ابوذر نے مولائے کائنات کی خدمت میں رہ کر وہ دولت دین حاصل کرلی جس سے تمام سلاطین دنیا محروم تھے اور یہی انسانیت کا عظیم ترین شرف ہے۔ ابوذر سے بڑا صادق اللہجہ تاریخ اسلام میں نہیں پیدا ہوسکا ہے اور ابوذر جیسا مجاہد تاریخ بشریت میں دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔

(۲) اس مقام پر حضرت نے امامت و قیادت کے چند شرائط کا تذکرہ کیا ہے جن کے بغیر امت برباد تو ہوسکتی ہے منزل تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ کاش امت اسلامیہ نے روز اول سے ان شرائط کا لحاظ رکھا ہوتا تو تاریخ خلفاء میں جاہلوں، احمقوں، ظالموں، رشوت خوروں اور بدکرداروں کے نام نہ ہوتے اور امت اسلامیہ کو اقوام عالم کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

مصادر خطبہ نمبر ۱۳۰ روضہ کافی ص ۲۰۶، کتاب السقیفہ الجوہری بحوالہ شرح نہج البلاغہ حدیدی ۲ ص ۳۷۵، تاریخ یعقوبی، تذکرۃ الخواص ص ۱۵۶

مصادر خطبہ نمبر ۱۳۱ تذکرۃ الخواص ص ۱۲۰، دعائم الاسلام قاضی نعمان ص ۵۳۱، نہایہ ابن اثیر ۳ ص ۱۵۴ ۵ ص ۲۷۰، مناقب ابن الجوزی، بحار الانوار ص ۱۱۱

۱۳۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو آپ نے ابوذر غفاری سے فرمایا جب انھیں ربذہ کی طرف شہر بدر کر دیا گیا)(۵۱)

ابوذر! تمھارا غیظ و غضب اللہ کے لئے ہے لہٰذا اس سے امید وابستہ رکھو جس کے لئے یہ غیظ و غضب اختیار کیا ہے۔ قوم کو تم ...ے اپنی دنیا کے بارے میں خطرہ تھا اور تمھیں ان سے اپنے دین کے بارے میں خوف تھا لہٰذا جس کا انھیں خطرہ تھا وہ ان کے ...لئے چھوڑ دو اور جس کے لئے تمھیں خوف تھا اسے بچا کر نکل جاؤ۔ یہ لوگ بہر حال اُس کے محتاج ہیں جس کو تم نے ان سے روکا ...ہے اور تم اس سے بہر حال بے نیاز ہو جس سے ان لوگوں نے تمھیں محروم کیا ہے۔ عنقریب یہ معلوم ہو جائے گا کہ فائدہ میں کون رہا اور ...ن سے حسد کرنے والے زیادہ ہیں۔ یاد رکھو کہ کسی بندۂ خدا پر اگر زمین و آسمان دونوں کے راستے بند ہو جائیں اور وہ تقوائے الٰہی ...یار کر لے تو اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال دے گا۔ دیکھو تمھیں صرف حق سے انس اور باطل سے وحشت ہونی چاہیئے ...اگر ان کی دنیا کو قبول کر لیتے تو یہ تم سے محبت کرتے اور اگر دنیا میں سے اپنا حصہ لے لیتے تو تمھاری طرف سے مطمئن ہو جاتے۔

۱۳۱۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اپنی حکومت طلبی کا سبب بیان فرمایا ہے اور امام برحق کے اوصاف کا تذکرہ کیا ہے)

اے وہ لوگو جن کے نفس مختلف ہیں اور دل متفرق۔ بدن حاضر ہیں اور عقلیں غائب۔ میں تمھیں مہربانی کے ساتھ ...ق کی دعوت دیتا ہوں اور تم اس طرح فرار کرتے ہو جیسے شیر کی ڈکار سے بکریاں۔ افسوس تمھارے ذریعہ عدل کی تاریکیوں ...کیسے روشن کیا جا سکتا ہے اور حق میں پیدا ہو جانے والی کجی کو کس طرح سیدھا کیا جا سکتا ہے۔ خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے ...مت کے بارے میں جو اقدام کیا ہے اس میں نہ سلطنت کی لالچ تھی اور نہ مال دنیا کی تلاش۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ دین کے ...ثار کو ان کی منزل تک پہونچاؤں اور شہروں میں اصلاح پیدا کر دوں تاکہ مظلوم بندے محفوظ ہو جائیں اور معطل حدود قائم ...ہو جائیں۔ خدایا تجھے معلوم ہے کہ میں نے سب سے پہلے تیری طرف رُخ کیا ہے۔ تیری آواز سنی ہے اور لبیک کہی ہے اور ...تیری بندگی میں رسول اکرمؐ کے علاوہ کسی نے بھی مجھ پر سبقت نہیں کی ہے۔

تم لوگوں کو معلوم ہے کہ لوگوں کی آبرو۔ ان کی جان۔ ان کے منافع۔ الٰہی احکام اور امامت مسلمین کا ذمہ دار ...کوئی بخیل ہو سکتا ہے کہ وہ اموال مسلمین پر ہمیشہ دانت لگائے رہے گا اور نہ کوئی جاہل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی جہالت سے لوگوں ...کو گمراہ کر دے گا اور نہ کوئی بد اخلاق ہو سکتا ہے کہ وہ بد اخلاقی کے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مالیات کا بددیانت ہو سکتا ہے ...کہ وہ ایک کو مال دیدے گا اور ایک کو محروم کر دے گا اور نہ کوئی فیصلہ میں رشوت لینے والا ہو سکتا ہے کہ وہ حقوق کو برباد کر دیگا ...اور انھیں ان کی منزل تک نہ پہونچنے دے گا اور نہ کوئی سنت کو معطل کرنے والا ہو سکتا ہے کہ وہ امت کو ہلاک و برباد کر دے گا۔(۵۲)

۱۳۲

و من خطبة له ﴿ع﴾

يعظ فيها و يزهد في الدنيا

حمد الله

نَحْمَدُهُ عَلَىٰ مَا أَخَذَ وَأَعْطَىٰ، وَ عَلَىٰ مَا أَبْلَىٰ وَ ٱبْتَلَىٰ. ٱلْبَاطِنُ لِكُلِّ خَفِيَّةٍ، وَٱلْحَاضِرُ لِكُلِّ سَرِيرَةٍ، ٱلْعَالِمُ بِمَا تُكِنُّ ٱلصُّدُورُ، وَ مَا تَخُونُ ٱلْعُيُونُ. وَ نَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّداً نَجِيبُهُ وَ بَعِيثُهُ، شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيهَا ٱلسِّرُّ ٱلْإِعْلَانَ، وَٱلْقَلْبُ ٱللِّسَانَ.

عظة الناس

و منها: فَإِنَّهُ وَٱللهِ ٱلْجِدُّ لَا ٱللَّعِبُ، وَٱلْحَقُّ لَا ٱلْكَذِبُ. وَ مَا هُوَ إِلَّا ٱلْمَوْتُ أَسْمَعَ دَاعِيهِ وَ أَعْجَلَ حَادِيهِ. فَلَا يَغُرَّنَّكَ سَوَادُ ٱلنَّاسِ مِنْ نَفْسِكَ، وَ قَدْ رَأَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ ٱلْمَالَ وَ حَذِرَ ٱلْإِقْلَالَ، وَ أَمِنَ ٱلْعَوَاقِبَ - طُولَ أَمَلٍ وَٱسْتِبْعَادَ أَجَلٍ - كَيْفَ نَزَلَ بِهِ ٱلْمَوْتُ فَأَزْعَجَهُ عَنْ وَطَنِهِ، وَأَخَذَهُ مِنْ مَأْمَنِهِ، مَحْمُولاً عَلَىٰ أَعْوَادِ ٱلْمَنَايَا يَتَعَاطَىٰ بِهِ ٱلرِّجَالُ ٱلرِّجَالَ، حَمْلاً عَلَى ٱلْمَنَاكِبِ وَ إِمْسَاكاً بِٱلْأَنَامِلِ. أَمَا رَأَيْتُمُ ٱلَّذِينَ يَأْمُلُونَ بَعِيداً، وَيَبْنُونَ مَشِيداً، وَ يَجْمَعُونَ كَثِيراً! كَيْفَ أَصْبَحَتْ بُيُوتُهُمْ قُبُوراً، وَ مَا جَمَعُوا بُوراً، وَ صَارَتْ أَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِينَ، وَأَزْوَاجُهُمْ لِقَوْمٍ آخَرِينَ؛ لَا فِي حَسَنَةٍ يَزِيدُونَ، وَ لَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَسْتَعْتِبُونَ! فَمَنْ أَشْعَرَ ٱلتَّقْوَىٰ قَلْبَهُ بَرَّزَ مَهَلُهُ، وَ فَازَ عَمَلُهُ. فَاهْتَبِلُوا هَبَلَهَا، وَأَعْمَلُوا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا: فَإِنَّ ٱلدُّنْيَا لَمْ تُخْلَقْ لَكُمْ دَارَ مُقَامٍ، بَلْ خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازاً لِتَزَوَّدُوا مِنْهَا ٱلْأَعْمَالَ إِلَىٰ دَارِ ٱلْقَرَارِ. فَكُونُوا مِنْهَا عَلَىٰ أَوْفَازٍ. وَ قَرِّبُوا ٱلظُّهُورَ لِلزِّيَالِ.

۱۳۳

و من خطبة له ﴿ع﴾

يعظم الله سبحانه و يذكر القران والنبي و يعظ الناس

عظمة الله تعالى

وَٱنْقَادَتْ لَهُ ٱلدُّنْيَا وَٱلْآخِرَةُ بِأَزِمَّتِهَا، وَ قَذَفَتْ إِلَيْهِ ٱلسَّمَاوَاتُ وَٱلْأَرَضُونَ مَقَالِيدَهَا، وَ سَجَدَتْ لَهُ بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ ٱلْأَشْجَارُ ٱلنَّاضِرَةُ، وَ قَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا ٱلنِّيرَانَ ٱلْمُضِيئَةَ، وَ آتَتْ أُكُلَهَا بِكَلِمَاتِهِ ٱلثِّمَارُ ٱلْيَانِعَةُ.

ابلاء - عطا و کرم
ابتلاء - امتحان
بعیث - بھیجا ہوا
اعجل حادیہ - ہنکانے والے کو موقع نہیں دیا
برز الرحل - آگے نکل گیا
اہتبل - تلاش کی
وفز - جلدی جمع اوفاز
ظہور - سواری کی پشت
زیال - فراق
مقالید - جمع مقلاد - کنجی
قدحت - روشن کر دیا

(۱) دنیا میں ہر انسان امیدوں کے سہارے ہی جینا چاہتا ہے اور یہ سلسلہ اس قدر عمیق ہو گیا ہے کہ ہر شخص کا ایک ہی خیال ہے کہ یہ دنیا امید پر قائم ہے حالانکہ امیر المومنینؑ اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ صرف امید سے کوئی کام بننے والا نہیں ہے کامیابی کی کلید ہی عمل ہے امل نہیں ہے انسان کا فرض ہے کہ دنیا میں عمل کرے تاکہ اپنے مقاصد کو حاصل کرے اور اتنی ہی امیدیں قائم کرے جتنی اس کے حدود عمل میں آسکتی ہوں ورنہ دراز امیدیں ہلاکت و حسرت کا باعث ہو سکتی ہے نجات و کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتی ہیں -!

مصادر خطبہ ۱۳۲ غرر الحکم آمدی - نہایہ ابن اثیر ۲ صفحہ ۲۱۰
مصادر خطبہ ۱۳۳ غرر الحکم صفحہ ۳۰۵ ، شرح نہج البلاغہ ۲ صفحہ ۳۸۶

نہج البلاغہ

علامہ السید الشریف الرضی (طاب ثراہ)

ترجمہ، تشریح، تفسیر، تقدیم

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

محفوظ بک ایجنسی ، مارٹن روڈ کراچی
Tel: 424286 - 4917823 Fax: 4917823

نام کتاب: نہج البلاغہ

مترجم: علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

پہلا ایڈیشن (ہندوستان): مارچ ۱۹۹۸ء

پہلا ایڈیشن (پاکستان): مارچ ۱۹۹۹ء

تعداد: ۱۰۰۰

ناشر (ہندوستان): تنظیم المکاتب، لکھنؤ

ناشر (پاکستان): محفوظ بک ایجنسی۔ کراچی

قیمت: ڈیلکس ایڈیشن -/250

سادہ ایڈیشن -/225

ضروری گذارش

پہلے ایڈیشن میں عربی حوالہ جات کے نشانات واضح نہیں ہیں۔ قارئین کی آسانی کے لیے اس ایڈیشن میں نشانات کو ○ دائرے اور اعداد کے ذریعے نمایاں کیا گیا ہے۔

رسمِ ناشرانہ

نہج البلاغہ ـــــ بابِ مدینۃ العلم اور خطیبِ منبرِ سلونی کے خطبات و مکتوبات پر مشتمل محض ایک جامع کتاب ہی نہیں بلکہ اپنے اسلوبی و فکری ابعادِ ثلاثہ کے اعتبار سے ایک مکمّل جامعہ کا درجہ بھی رکھتی ہے۔

یہ منزلت، اِس کتاب ادب نصاب اور حکمت مآب کو وحیِ ربّانی اور حدیثِ رسولِ آخر زمانی سے بلاغتاً و فصاحتاً متصل ہونے کے سبب ظہور میں آئی ہے۔

لاریب، اِس کتابِ مظہر العجائب کو تحتِ کلام الخالق و فوق کلام المخلوق سمجھنا ایک علمی دیانت و طہارت کا انسب اظہار ہے۔

علوم و معارفِ امامیہ کی نشر و اشاعت کے ضمن میں محفوظ بک ایجنسی اب بین الاقوامی سطح پر ایک قابلِ اعتماد روایت کی حامل ہو چکی ہے۔ اسی روایت کی استواری و پاسداری میں ادارہ، بعد از قرآن افضل ترین کتاب، نہج البلاغہ کے ایک جدید، عام فہم اور منفرد ترجمے کی اشاعت کی سعادت سے مشرّف ہو رہا ہے۔

عہدِ حاضر میں یہ ترجمہ اہلِ خبر و نظر کے لیے ایک نعمت ہے اور یہ نعمت علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی مدظلّہٗ نے مرحمت فرمائی ہے۔

اِس بے مثال کاوش کے توسّط سے علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی مدظلّہٗ ایک لائق و فائق مترجم اور شارح کی حیثیت سے حرف و ظرف کی بزم میں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

رئیس احمد جعفری، مولانا مفتی جعفر حسین اور مرزا یوسف حسین کے تراجم کی اہمیت اپنی جگہ مُسلّم لیکن پیش نظر ترجمہ عصری ملحوظات اور محققانہ رسائیوں کے باعث اُردو تراجم کی صف میں ایک اِمتیازی نوعیت سے باریاب ہوا ہے۔ اِس امتیازی نوعیت میں ترجمے کی زبان نہایت سلیس رکھی گئی ہے۔ الفاظ کی تراکیب اور محاورات سازی سے یکسر گریز کیا گیا ہے۔ خطبات وکلمات کے حوالہ جات کی تحقیقی توسیع کے باوجود احتیاط کو مقدّم رکھا گیا ہے۔

مزید برآں، تاریخی واقعات کو تفہیم و تشریح کی حدوں سے متجاوز ہونے نہیں دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، اِس ترجمے کی سب سے نمایاں فضیلت یہ بھی ہے کہ الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ اور خطبات وکلمات کے جواز اور مقاصد پر بڑی جانگسل محنت کی گئی ہے۔

آخر میں، صاحب نہج البلاغہ کی بارگاہِ برکت پناہ میں، دست بہ دُعا ہوں کہ وہ اپنی توجہ خاص سے علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی مدظلہٗ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے (آمین)
مَیں ادارے کے محترم کرم فرما جناب نصیر ترابی کا بھی انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے اِس ترجمے کے اشاعتی مراحل میں اپنے بے لوث مشوروں سے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

نیاز کیش

سیّد عنایت حسین

فہرستِ مضامین

نہج البلاغۃ: حصہ اوّل

نہج البلاغۃ : حصہ دوم مکاتیب و رسائل ۔ فرامین و عہود وصایا و نصائح

نہج البلاغۃ : حصّہ سوم جوامع الکلم کلمات و حکمات

تشریح طلب کلام

۱۳۲۔آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں لوگوں کو نصیحت فرمائی ہے اور زہد کی ترغیب دی ہے)

شکر ہے خدا کا اس پر بھی جو دیا ہے اور اس پر بھی جو لے لیا ہے۔ اس کے انعام پر بھی اور اس کے امتحان پر بھی۔ وہ ہر مخفی شے کے اندر کا بھی علم رکھتا ہے اور ہر پوشیدہ امر کے لئے حاضر بھی ہے۔ دلوں کے اندر چھپے ہوئے اسرار اور آنکھوں کی خیانت سب کو بخوبی جانتا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور اس گواہی میں باطن ظاہر سے اور دل زبان سے ہم آہنگ ہے۔

خدا کی قسم وہ شے جو حقیقت ہے اور کھیل تماشہ نہیں ہے۔ حق ہے اور جھوٹ نہیں ہے وہ صرف موت ہے جس کے داعی نے اپنی آواز سب کو سنا دی ہے اور جس کا ہنکانے والا جلدی مچائے ہوئے ہے لہٰذا خبردار لوگوں کی کثرت تمہارے نفس کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ تم دیکھ چکے ہو کہ تم سے پہلے والوں نے مال جمع کیا۔ افلاس سے خوفزدہ رہے۔ انجام سے بے خبر رہے۔ صرف لمبی لمبی امیدوں اور موت کی تاخیر کے خیال میں رہے اور ایک مرتبہ موت نازل ہوگئی اور اس نے انھیں وطن سے بے وطن کر دیا۔ محفوظ مقامات سے گرفتار کر لیا اور تابوت پر اٹھوا دیا جہاں لوگ کاندھوں پر اٹھائے ہوئے۔ انگلیوں کا سہارا دئے ہوئے ایک دوسرے کے حوالے کر رہے تھے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دور دراز امیدیں رکھتے تھے اور مستحکم مکانات بناتے تھے اور بے تحاشہ مال جمع کرتے تھے کہ کس طرح ان کے گھر قبروں میں تبدیل ہوگئے اور سب کیا دھرا تباہ ہوگیا۔ اب اموال ورثہ کے لئے ہیں اور ازواج دوسرے لوگوں کے لئے۔ نہ نیکیوں میں اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ برائیوں کے سلسلہ میں رضائے الٰہی کا سامان فراہم کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو جس نے تقویٰ کو شعار بنا لیا وہی آگے نکل گیا اور اسی کا عمل کامیاب ہوگیا۔ لہٰذا تقویٰ کے موقع کو غنیمت سمجھو اور جنت کے لئے اس کے اعمال انجام دے لو۔ یہ دنیا تمہارے قیام کی جگہ نہیں ہے۔ یہ فقط ایک گذرگاہ ہے[1] کہ یہاں سے ہمیشگی کے مکان کے لئے سامان فراہم کر لو لہٰذا جلدی تیاری کرو اور سواریوں کو کوچ کے لئے اپنے سے قریب تر کر لو۔

۱۳۳۔آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں اللہ کی عظمت اور قرآن کی جلالت کا ذکر ہے اور پھر لوگوں کو نصیحت بھی کی گئی ہے)

(پروردگار) دنیا و آخرت دونوں نے اپنی باگ ڈور اسی کے حوالہ کر رکھی ہے اور زمین و آسمان نے اپنی کنجیاں اسی کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ اس کی بارگاہ میں صبح و شام سرسبز و شاداب درخت سجدہ ریز رہتے ہیں اور اپنی لکڑیوں سے چمکدار آگ نکالتے رہتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق پکے ہوئے پھل پیش کرتے رہتے ہیں۔

---

[1] انسانی زندگی میں کامیابی کا راز یہی ایک نکتہ ہے کہ یہ دنیا انسان کی منزل نہیں ہے بلکہ ایک گذرگاہ ہے جس سے گذر کر ایک عظیم منزل کی طرف جانا ہے اور یہ مالک کا کرم ہے کہ اس نے یہاں سے سامان فراہم کرنے کی اجازت دیدی ہے اور یہاں کے سامان کو وہاں کے لئے کارآمد بنا دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دونوں جگہ کا فرق یہ ہے کہ یہاں کے لئے سامان رکھا جاتا ہے تو کام آتا ہے اور وہاں کے لئے راہ خدا میں دے دیا جاتا ہے تو کام آتا ہے۔ غنی اور مالدار دنیا سجا سکتے ہیں لیکن آخرت نہیں بنا سکتے ہیں۔ وہ صرف کریم اور صاحب خیر افراد کے لئے ہے جن کا شعار تقویٰ ہے اور جن کا اعتماد وعدۂ الٰہی پر ہے۔

القرآن

منها: وَكِتَابُ اللهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نَاطِقٌ لَا يَعْيَا لِسَانُهُ، وَبَيْتٌ لَا تُهْدَمُ أَرْكَانُهُ، وَعِزٌّ لَا تُهْزَمُ أَعْوَانُهُ.[1]

رسول الله (ﷺ)

منها: أَرْسَلَهُ عَلَىٰ حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَتَنَازُعٍ مِنَ الْأَلْسُنِ، فَقَفَّىٰ بِهِ الرُّسُلَ، وَخَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ، فَجَاهَدَ فِي اللهِ الْمُدْبِرِينَ عَنْهُ، وَالْعَادِلِينَ بِهِ.

الدنيا

منها: وَإِنَّمَا الدُّنْيَا مُنْتَهَىٰ بَصَرِ الْأَعْمَىٰ، لَا يُبْصِرُ مِمَّا وَرَاءَهَا شَيْئاً، وَالْبَصِيرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهُ، وَيَعْلَمُ أَنَّ الدَّارَ وَرَاءَهَا. فَالْبَصِيرُ مِنْهَا شَاخِصٌ، وَالْأَعْمَىٰ إِلَيْهَا شَاخِصٌ. وَالْبَصِيرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ، وَالْأَعْمَىٰ لَهَا مُتَزَوِّدٌ.[2]

عظة الناس

منها: وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَيَكَادُ صَاحِبُهُ يَشْبَعُ مِنْهُ وَيَمَلُّهُ إِلَّا الْحَيَاةَ فَإِنَّهُ لَا يَجِدُ فِي الْمَوْتِ رَاحَةً. وَإِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ الَّتِي هِيَ حَيَاةٌ لِلْقَلْبِ الْمَيِّتِ، وَبَصَرٌ لِلْعَيْنِ الْعَمْيَاءِ، وَسَمْعٌ لِلْأُذُنِ الصَّمَّاءِ، وَرِيٌّ لِلظَّمْآنِ، وَفِيهَا الْغِنَىٰ كُلُّهُ وَالسَّلَامَةُ. كِتَابُ اللهِ تُبْصِرُونَ بِهِ، وَتَنْطِقُونَ بِهِ، وَتَسْمَعُونَ بِهِ، وَيَنْطِقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، وَيَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ، وَلَا يَخْتَلِفُ فِي اللهِ، وَلَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهِ عَنِ اللهِ. قَدِ اصْطَلَحْتُمْ عَلَى الْغِلِّ فِيمَا بَيْنَكُمْ، وَنَبَتَ الْمَرْعَىٰ عَلَىٰ دِمَنِكُمْ. وَتَصَافَيْتُمْ عَلَىٰ حُبِّ الْآمَالِ، وَتَعَادَيْتُمْ فِي كَسْبِ الْأَمْوَالِ. لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكُمُ الْخَبِيثُ، وَتَاهَ بِكُمُ الْغُرُورُ، وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ نَفْسِي وَأَنْفُسِكُمْ.

١٣٤

و من كلام له (عليه السلام)

و قد شاوره عمر بن الخطاب في الخروج إلى غزو الروم

وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّينِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ، وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ، وَالَّذِي نَصَرَهُمْ، وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُونَ، وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا

غِلّ - کینہ اور اس پر اتفاق
دِمَن - غلاظت کا ڈھیر
استہام - حیران و سرگرداں ہوگیا
حوزہ - جسے مالک جمع کرکے اس کی حفاظت کرے

[1] انسان اپنی زندگی کے لئے ایک ٹھکانے کا محتاج ہوتا ہے جہاں سکون کی زندگی بسر کر سکے اور ایک حیثیت کا محتاج ہوتا ہے جس سے دنیا میں قابل احترام ہو سکے اور پھر حقائق کے اظہار کے لئے ایک نطق کا محتاج ہوتا ہے جس سے اپنے ضروریات کی تکمیل کر سکے اور ہر مرحلہ پر ہدایت حاصل کر سکے۔ اسلام نے تینوں ضروریات کا انتظام ایک قرآن مجید سے کر دیا ہے کہ یہی ٹھکانہ بھی ہے اور یہی عزت بھی ہے اور اسی کے ہدایات سے زندگی کا دستور مرتب کیا جا سکتا ہے۔

[2] ایک اندھے کی آنکھ اور صاحب بصیرت کی آنکھ میں یہی فرق ہوتا ہے کہ اندھے کی آنکھ حجابات کو چاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اور بصیرت کی آنکھ حجابات کو چاک کر دیتی ہے۔ دنیادار کی آنکھ اندھے کی آنکھ ہوتی ہے جس میں ماوراء حجابات دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے اور دیندار کی آنکھ ہمیشہ آخرت کے مناظر پر نگاہ رکھتی ہے لہذا وہ دنیا سے بے نیاز بھی ہوتا ہے اور آخرت سے خوفزدہ بھی رہتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۳۴ نہایۃ ۴ ص ۲۵، کتاب الاموال ابوعبید ص ۲۵۲، شرح نہج البلاغہ ابن میثم ۳ ص ۱۶۲

(قرآن حکیم) کتاب خدا نگاہ کے سامنے ہے۔ یہ وہ ناطق ہے جس کی زبان عاجز نہیں ہوتی ہے اور یہ وہ گھر ہے[۱] جس کے ارکان منہدم نہیں
تے ہیں۔ یہی وہ عزت ہے جس کے اعوان و انصار شکست خوردہ نہیں ہوتے ہیں۔

(رسول اکرمؐ) اللہ نے آپ کو اس وقت بھیجا جب رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور زبانیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ آپ کے ذریعہ
ولوں کے سلسلہ کو تمام کیا اور وحی کے سلسلہ کو موقوف کیا تو آپ نے بھی اس سے انحراف کرنے والوں اور اس کا ہمسر ٹھہرانے
ان سے جم کر جہاد کیا۔

(دنیا) یہ دنیا اندھے کی بصارت کی آخری منزل ہے جو اس کے ماوراء کچھ نہیں دیکھتا ہے جب کہ صاحب بصیرت کی نگاہ
س پار نکل جاتی ہے اور وہ جانتا ہے کہ منزل اس کے ماوراء ہے۔ صاحب بصیرت اس سے کوچ کرنے والا ہے اور اندھا اسکی
رف کوچ کرنے والا ہے۔ بصیر اس سے زاد راہ فراہم کرنے والا ہے اور اندھا اس کے لئے زاد راہ اکٹھا کرنے والا ہے[۲]

(موعظہ) یاد رکھو کہ دنیا میں جو شے بھی ہے اس کا مالک سیر ہو جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے علاوہ زندگی کے کہ کوئی شخص موت میں
احت نہیں محسوس کرتا ہے اور یہ بات اس حکمت کی طرح ہے جس میں مُردہ دلوں کی زندگی، اندھی آنکھوں کی بصارت، بہرے کانوں کی
ماعت اور پیاسے کی سیرابی کا سامان ہے اور اسی میں ساری مالداری ہے اور مکمل سلامتی ہے۔

یہ کتاب خدا ہے جس میں تمہاری بصارت اور سماعت کا سارا سامان موجود ہے۔ اس میں ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے
ور ایک دوسرے کی گواہی دیتا ہے۔ یہ خدا کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتا ہے اور اپنے ساتھی کو خدا سے الگ نہیں کرتا ہے۔ مگر تم
نے آپس میں کینہ و حسد پر اتفاق کر لیا ہے اور اسی گھورے پر سبزہ اُگ آیا ہے۔ امیدوں کی محبت میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ
ہو اور مال جمع کرنے میں ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ شیطان نے تمہیں سرگرداں کر دیا ہے اور فریب نے تم کو بہکا دیا ہے۔ اب اللہ
ی میرے اور تمہارے نفسوں کے مقابلہ میں ایک سہارا ہے۔

۱۳۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب عمرؓ نے روم کی جنگ کے بارے میں آپ سے مشورہ کیا)

اللہ نے صاحبانِ دین کے لئے یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ وہ ان کے حدود کو تقویت دے گا اور ان کے محفوظ مقامات کی حفاظت
کرے گا۔ اور جس نے ان کی اُس وقت مدد کی ہے جب وہ قلت کی بنا پر انتقام کے قابل بھی نہ تھے اور اپنی حفاظت کا انتظام بھی
نہ کر سکتے تھے وہ ابھی بھی زندہ ہے اور اس کے لئے موت نہیں ہے۔

---

۱ اگرچہ دنیا میں زندہ رہنے کی خواہش عام طور سے آخرت کے خوف سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان اپنے اعمال اور انجام کی طرف سے مطمئن نہیں ہوتا ہے
اور اسی لئے موت کے تصور سے لرز جاتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ خواہش عیب نہیں ہے بلکہ یہی جذبہ ہے جو انسان کو عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے
اور اسی کے لئے انسان دن اور رات کو ایک کر دیتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خواہش حیات کو حکمت کے ساتھ استعمال کرے اور
اس سے ویسا ہی کام لے جو حکمت صحیح اور فکر سلیم سے لیا جاتا ہے ورنہ یہی خواہش وبالِ جان بھی بن سکتی ہے۔

يَمْتَنِعُونَ، حَيٍّ لَا يَمُوتُ

إِنَّكَ مَتَىٰ تَسِرْ إِلَىٰ هَذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ، فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ، لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةٌ دُونَ أَقْصَىٰ بِلَادِهِمْ. لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ، فَابْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلاً مِحْرَباً، وَ احْفِزْ مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَ النَّصِيحَةِ، فَإِنْ أَظْهَرَ اللهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ، وَ إِنْ تَكُنِ الْأُخْرَىٰ، كُنْتَ رِدْءاً لِلنَّاسِ وَ مَثَابَةً لِلْمُسْلِمِينَ.

۱۳۵

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و قد وقعت مشاجرة بينه وبين عثمان فقال المغيرة بن الأخنس[۱] لعثمان:

أنا أكفيكه، فقال علي ﴿عليه السلام﴾ للمغيرة:

يَا ابْنَ اللَّعِينِ الْأَبْتَرِ: وَالشَّجَرَةِ الَّتِي لَا أَصْلَ لَهَا وَ لَا فَرْعَ، أَنْتَ تَكْفِينِي؟ فَوَاللهِ مَا أَعَزَّ اللهُ مَنْ أَنْتَ نَاصِرُهُ، وَ لَا قَامَ مَنْ أَنْتَ مُنْهِضُهُ. اخْرُجْ عَنَّا أَبْعَدَ اللهُ نَوَاكَ، ثُمَّ ابْلُغْ جَهْدَكَ، فَلَا أَبْقَىٰ اللهُ عَلَيْكَ إِنْ أَبْقَيْتَ!

۱۳۶

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في أمر البيعة[۲]

لَمْ تَكُنْ بَيْعَتُكُمْ إِيَّايَ فَلْتَةً، وَلَيْسَ أَمْرِي وَأَمْرُكُمْ وَاحِداً. إِنِّي أُرِيدُكُمْ لِلّٰهِ وَ أَنْتُمْ تُرِيدُونَنِي لِأَنْفُسِكُمْ.

أَيُّهَا النَّاسُ، أَعِينُونِي عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ، وَ ايْمُ اللهِ لَأُنْصِفَنَّ الْمَظْلُومَ مِنْ ظَالِمِهِ، وَ لَأَقُودَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهِ، حَتَّىٰ أُورِدَهُ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَ إِنْ كَانَ كَارِهاً.

۱۳۷

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في شأن طلحة و الزبير و في البيعة له

کانفہ - پناہ گاہ
حفز - تیزی سے ہنکانا
اہل البلاء - ماہرین جنگ
ردء - ملجاء
مثابہ - مرجع
ابتر - جس کی کوئی نسل نہ ہو
نوی - دور - گھر
فلتہ - بے سوچے سمجھے کام کرنا
خزامہ - نکیل

(۱) مغیرہ کا باپ اخنس مشہور ترین منافقین میں تھا جس نے فتح مکہ کے موقع پر جبراً اسلام قبول کرلیا تھا ورنہ اس کا دوسرا بیٹا احد میں صاف صاف اسلام سے برسرپیکار تھا اور امیرالمومنینؑ کی تلوار سے قتل بھی ہوا تھا جس کے نتیجہ میں مغیرہ کو دونوں طرف سے آپ سے عداوت ہوگئی - بھائی کا قتل بھی سبب بنا اور باپ کا نفاق بھی

مغیرہ کا تعلق قبیلہ ثقیف سے تھا جسے بروایتے سرکار دوعالمؐ نے ملعون قرار دیا ہے جب تک اس میں کسی کی شرافت کردار ثابت نہ ہو جائے -

امیرالمومنینؑ نے انھیں خصوصیات کا لحاظ کرکے اسے ملعون بھی قرار دیا اور اس کے باپ کو ابتر بھی کہ ایسی نسل کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے اور ایسی اصل کا وجود اس کے عدم کے مساوی ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے!

(۲) یہ حضرت عمرؓ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت ایک ناگہانی حادثہ تھی جس کے شر سے خدا نے بچالیا لیکن اب کوئی اس طرح کی بیعت کرے گا تو واجب القتل ہو جائے گا -

---

مصادر خطبہ ۱۳۵ الفتوح احمد بن اعثم کوفی ۲ ص ۱۶۵
مصادر خطبہ ۱۳۶ ارشاد مفیدؒ ص ۱۴۲، نہایۃ ابن اثیر ۳ ص ۴۶۷
مصادر خطبہ ۱۳۷ الاستیعاب ابن عبدالبر ۲ ص ۲۱۱، اسد الغابہ ص ۶۱، کتاب الجمل مفیدؒ ص ۱۴۳، نہایۃ ابن اثیر ۳ ص ۳۱۸، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۳، الغارات ابن ہلال ثقفی - المسترشد طبری ص ۹۵، کشف المحجۃ السید ابن طاؤسؒ ص ۱۴۳، جمہرۃ رسائل العرب احمد زکی صفوت، تاریخ طبری ۶ ص ۳۴۳، ارشاد مفیدؒ ص ۱۱۸، العقد الفرید ۲ ص ۱۳۵

اگر خود دشمن کی طرف جاؤ گے اور ان کا سامنا کرو گے اور نکبت[1] میں مبتلا ہو گئے تو مسلمانوں کے لئے آخری شہر کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہ رہے گی اور تمھارے بعد میدان میں کوئی مرکز بھی نہ رہ جائے گا جس کی طرف رجوع کر سکیں لہٰذا مناسب یہی ہے کہ کسی تجربہ کار آدمی کو بھیجو اور اس کے ساتھ صاحبانِ خیر و مہارت کی ایک جماعت کو کر دو۔ اس کے بعد اگر خدا نے غلبہ دے دیا تو یہی تمھارا مقصد ہے اور اگر اس کے خلاف ہو گیا تو تم لوگوں کا سہارا اور مسلمانوں کے لئے ایک پلٹنے کا مرکز رہو گے۔

۱۳۵۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ کے اور عثمانؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور مغیرہ بن اخنس[۵۱] نے عثمانؓ سے کہا کہ میں ان کا کام تمام کر سکتا ہوں تو آپ نے فرمایا)

اے بدنسل ملعون کے بچے! اور اس درخت کے پھل جس کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ فرع۔ تو میرے لئے کافی ہو جائے گا؟ خدا کی قسم جس کا تو مددگار ہو اس کے لئے عزت نہیں ہے اور جسے تو اٹھائے گا وہ کھڑے ہونے کے قابل نہ ہوگا۔ نکل جا۔ اللہ تیری منزل کو دور کر دے۔ جا اپنی کوششیں کر لے۔ خدا تجھ پر رحم نہ کرے گا اگر تو مجھ پر ترس بھی کھائے۔

۱۳۶۔ آپ کا ارشاد گرامی

(بیعت کے بارے میں)

میرے ہاتھوں پر تمھاری بیعت کوئی ناگہانی حادثہ نہیں[۵۲] ہے اور میرا اور تمھارا معاملہ ایک جیسا بھی نہیں ہے۔ میں تمھیں اللہ کے لئے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے فائدہ کے لئے چاہتے ہو۔

لوگو! اپنی نفسانی خواہشات کے مقابلہ میں میری مدد کرو۔ خدا کی قسم میں مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلواؤں گا اور ظالم کو اس کی ناک میں نکیل ڈال کر کھینچوں گا تا کہ اسے چشمۂ حق پر وارد کر دوں چاہے وہ کسی قدر ناراض کیوں نہ ہو۔

۱۳۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(طلحہ و زبیر اور ان کی بیعت کے بارے میں)

---

[1] میدان جنگ میں نکبت و رسوائی کے احتمال کے ساتھ کسی مرد میدان کے بھیجنے کا مشورہ اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ میدان جہاد میں ثبات قدم تمھاری تاریخ نہیں ہے اور یہ تمھارے بس کا کام ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ کسی تجربہ کار شخص کو ماہرین کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کر دو تا کہ اسلام کی رسوائی نہ ہو سکے اور مذہب کا وقار برقرار رہے۔ اس کے بعد تمھیں "فاتح اعظم" کا لقب تو بہرحال مل ہی جائیگا کہ جس کے دور میں علاقہ فتح ہوتا ہے تاریخ اسی کو فاتح کا لقب دیتی ہے اور مجاہدین کو یکسر نظرانداز کر دیتی ہے۔

یہ بھی امیرالمومنینؑ کا ایک حوصلہ تھا کہ شدید اختلافات اور بے پناہ مصائب کے باوجود مشورہ سے دریغ نہیں کیا اور وہی مشورہ دیا جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں تھا۔ اس لئے کہ آپ اس حقیقت سے بہرحال باخبر تھے کہ افراد سے اختلاف مقصد اور مذہب کی حفاظت کی ذمہ داری سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہے اور اسلام کے تحفظ کی ذمہ داری ہر مسلمان پر عائد ہوتی ہے چاہے وہ برسر اقتدار ہو یا نہ ہو۔

طلحة و الزبير

وَاللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَراً، وَ لَا جَعَلُوا بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ نِصْفاً. وَ إِنَّهُمْ لَيَطْلُبُونَ حَقّاً هُمْ تَرَكُوهُ، وَ دَماً هُمْ سَفَكُوهُ، فَإِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ، فَإِنَّ لَهُمْ نَصِيبَهُمْ مِنْهُ، وَإِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي فَمَا الطَّلِبَةُ إِلَّا قِبَلَهُمْ. وَ إِنَّ أَوَّلَ عَدْلِهِمْ لَلْحُكْمُ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ. إِنَّ مَعِي لَبَصِيرَتِي مَا لَبَسْتُ وَ لَا لُبِسَ عَلَيَّ. وَ إِنَّهَا لَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فِيهَا الْحَمَأُ وَالْحُمَةُ، وَالشُّبْهَةُ الْمُغْدِفَةُ؛ وَ إِنَّ الْأَمْرَ لَوَاضِحٌ؛ وَ قَدْ زَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ نِصَابِهِ، وَ انْقَطَعَ لِسَانُهُ عَنْ شَغْبِهِ. وَ ايْمُ اللهِ لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضاً أَنَا مَاتِحُهُ، لَا يَصْدُرُونَ عَنْهُ بِرِيٍّ، وَ لَا يَعُبُّونَ بَعْدَهُ فِي حَسْيٍ! [1]

امر البيعة

و منه: فَأَقْبَلْتُمْ إِلَيَّ إِقْبَالَ الْعُوذِ الْمَطَافِيلِ عَلَىٰ أَوْلَادِهَا، تَقُولُونَ: الْبَيْعَةَ الْبَيْعَةَ! قَبَضْتُ كَفِّي فَبَسَطْتُمُوهَا، وَ نَازَعَتْكُمْ يَدِي فَجَاذَبْتُمُوهَا. اللَّهُمَّ إِنَّهُمَا قَطَعَانِي وَ ظَلَمَانِي، وَ نَكَثَا بَيْعَتِي، وَ أَلَّبَا النَّاسَ عَلَيَّ؛ فَاحْلُلْ مَا عَقَدَا، وَ لَا تُحْكِمْ لَهُمَا مَا أَبْرَمَا، وَأَرِهِمَا الْمَسَاءَةَ فِيمَا أَمَّلَا وَ عَمِلَا. وَ لَقَدِ اسْتَثَبْتُهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ، وَاسْتَأْنَيْتُ بِهِمَا أَمَامَ الْوِقَاعِ، فَغَمَطَا النِّعْمَةَ، وَرَدَّا الْعَافِيَةَ.

۱۳۸

و من خطبة له (عليه السلام)

يومىء فيها إلى ذكر الملاحم

يَعْطِفُ الْهَوَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ، إِذَا عَطَفُوا الْهُدَىٰ عَلَى الْهَوَىٰ، وَ يَعْطِفُ الرَّأْيَ عَلَى الْقُرْآنِ إِذَا عَطَفُوا الْقُرْآنَ عَلَى الرَّأْيِ.

و منها: حَتَّىٰ تَقُومَ الْحَرْبُ بِكُمْ عَلَىٰ سَاقٍ، بَادِياً نَوَاجِذُهَا،

نِصف ۔ انصاف
طَلِبہ ۔ جس کا مطالبہ کیا جائے
حمأ ۔ رشتہ دار
اغدفت ۔ ڈھانک لیا
زاح ۔ دور ہوگیا
نصاب ۔ اصل
شغب ۔ شر کا ابھارنا
افرط الحوض ۔ چھلک گیا
ماتح ۔ پانی نکالنے والا
عب ۔ بلا سانس لئے پینا
حَسْی ۔ ہموار زمین جہاں پانی جمع ہوتا ہے
عُوذ ۔ جمع عائذ ۔ نئی بچہ دینے والی اونٹنی
مطافیل ۔ جمع مطفل ۔ بچہ دار
تألب ۔ فساد کرنا
وقاع ۔ جنگ میں داخل ہوجانا
غمط ۔ انکار کر دیا
نواجذ ۔ ڈھاڑ

[1] میدان جنگ وہ موت کا حوض ہے جس سے سیراب ہوکر نکل جانا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے اور اس کا چھلکانا بھی مرد میدان کے علاوہ کسی کے امکان میں نہیں ہے۔
امیرالمومنینؑ نے اس جملہ سے ظالموں کو ان کے بدترین انجام سے آگاہ کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ اس بغاوت کا آخری حشر کیا ہونے والا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۳۸ بحار الانوار ۸ ص ۳۶۱ ، غرر الحکم ص ۲۹۶

خدا کی قسم ان لوگوں نے نہ میری کسی واقعی برائی کی گرفت کی ہے اور نہ میرے اور اپنے درمیان انصاف سے کام لیا ہے۔ یہ ایسے حق کا مطالبہ کر رہے ہیں جس کو خود انھوں نے نظر انداز کیا ہے اور ایسے خون کا بدلہ چاہتے ہیں جو کہ خود انھوں نے بہایا ہے۔ اگر میں اس معاملہ میں شریک تھا تو ایک حصہ ان کا بھی ہوگا اور اگر یہ تنہا ذمہ دار تھے تو مطالبہ خود انھیں سے ہونا چاہئے اور سب سے پہلے انھیں اپنے خلاف فیصلہ کرنا چاہیئے۔

(الحمد للہ) میرے ساتھ میری بصیرت ہے نہ میں نے اپنے کو دھوکہ میں رکھا ہے اور نہ مجھے دھوکہ دیا جا سکا ہے۔ یہ لوگ ایک باغی گروہ ہیں جن میں میرے قرابتدار بھی ہیں اور بچھو کا ڈنک بھی ہے اور پھر حقائق کی پردہ پوشی کرنے والا شبہ بھی ہے۔ حالانکہ معاملہ بالکل واضح ہے اور باطل اپنے مرکز سے ہٹ چکا ہے اور اس کی زبان شور و شغب کے سلسلہ میں کٹ چکی ہے۔

خدا کی قسم میں ان کے لئے ایسا حوض چھلکاؤں گا جس سے پانی نکالنے والا بھی میں ہی ہوں گا۔ یہ نہ اس سے سیراب ہو کر جا سکیں گے اور نہ اس کے بعد کسی تالاب سے پانی پینے کے لائق رہ سکیں گے (۵۱)

(مسئلہ بیعت) تم لوگ "کل" بیعت بیعت کا شور مچاتے ہوئے میری طرف اس طرح آئے تھے جس طرح نئی جننے والی اونٹنی اپنے بچوں کی طرف دوڑتی ہے۔ میں نے اپنی مٹھی بند کر لی مگر تم نے کھول دی۔ میں نے اپنا ہاتھ روک لیا مگر تم نے کھینچ لیا۔

خدایا تو گواہ رہنا کہ ان دونوں نے مجھ سے قطع تعلق کر کے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میری بیعت توڑ کر لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ اب تو ان کی گرہوں کو کھول دے اور جو رسّی انھوں نے بٹی ہے اس میں استحکام نہ پیدا ہونے دے اور انھیں ان کی امیدوں اور ان کے اعمال کے بدترین نتائج کو دکھلا دے۔ میں نے جنگ سے پہلے انھیں بہت روکنا چاہا اور میدان جہاد میں آنے سے پہلے بہت کچھ مہلت دی۔ لیکن ان دونوں نے نعمت کا انکار کر دیا اور عافیت کو رد کر دیا۔

۱۳۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں مستقبل کے حوادث کا اشارہ ہے)

وہ بندۂ خدا خواہشات کو ہدایت کی طرف موڑ دے گا جب لوگ ہدایت کو خواہشات کی طرف موڑ رہے ہوں گے اور وہ رائے کو قرآن کی طرف جھکا دے گا جب لوگ قرآن کو رائے کی طرف جھکا رہے ہوں گے۔

(دوسرا حصہ) یہاں تک کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی دانت نکالے ہوئے اور تھنوں کو پُر کئے ہوئے ــــــ لیکن اس طرح

یہ کاروبار زلیخا کے دور سے نسوانی فطرت میں داخل ہو گیا ہے کہ جب دنیا کی نگاہیں اپنی غلطی کی طرف اُٹھنے لگیں تو فوراً دوسرے کی غلطی کا نعرہ لگا دیا جائے تاکہ مسئلہ مشتبہ ہو جائے اور لوگ حقائق کا صحیح ادراک نہ کر سکیں۔ قتل عثمانؓ کے بعد یہی کام حضرت عائشہ نے کیا کہ پہلے لوگوں کو قتل عثمانؓ پر آمادہ کیا۔ اس کے بعد خود ہی خون عثمانؓ کی دعویدار بن گئیں اور پھر ان کے ساتھ مل کر یہی زنانہ اقدام طلحہ و زبیر نے بھی کیا۔ اسی لئے امیر المومنین نے آخر کلام میں اپنے مردِ میدان ہونے کا اشارہ دیا ہے کہ مردانِ جنگ اس طرح کی نسوانی حرکات نہیں کیا کرتے ہیں۔ بلکہ شریف عورتیں بھی اپنے کو ایسے کردار سے ہمیشہ الگ رکھتی ہیں اور حق کا ساتھ دیتی ہیں اور اس پر قائم رہ جاتی ہیں۔ ان کے کردار میں دو رنگی نہیں ہوتی ہے۔

مَمْلُوءَةً أَخْلَافُهَا، حُلْواً رَضَاعُهَا، عَلْقَماً عَاقِبَتُهَا. أَلَا وَ فِي غَدٍ وَسَيَأْتِي غَدٌ بِمَا لَا تَعْرِفُونَ- يَأْخُذُ الْوَالِي مِنْ غَيْرِهَا عُمَّالَهَا عَلَىٰ مَسَاوِيءِ أَعْمَالِهَا، وَ تُخْرِجُ لَهُ الْأَرْضُ أَفَالِيذَ كَبِدِهَا، وَ تُلْقِي إِلَيْهِ سِلْماً مَقَالِيدَهَا، فَيُرِيكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السِّيرَةِ، وَ يُحْيِي مَيِّتَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

منها: كَأَنِّي بِهِ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَ فَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ. فَعَطَفَ عَلَيْهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ، وَ فَرَشَ الْأَرْضَ بِالرُّؤُوسِ. قَدْ فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَ ثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ، بَعِيدَ الْجَوْلَةِ، عَظِيمَ الصَّوْلَةِ. وَاللهِ لَيُشَرِّدَنَّكُمْ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ حَتَّىٰ لَا يَبْقَىٰ مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ، كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ، فَلَا تَزَالُونَ كَذٰلِكَ، حَتَّىٰ تَؤُوبَ إِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا! فَالْزَمُوا السُّنَنَ الْقَائِمَةَ، وَالْآثَارَ الْبَيِّنَةَ، وَالْعَهْدَ الْقَرِيبَ الَّذِي عَلَيْهِ بَاقِي النُّبُوَّةِ. وَاعْلَمُوا أَنَّ الشَّيْطَانَ إِنَّمَا يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ لِتَتَّبِعُوا عَقِبَهُ.

۱۳۹

و من كلام له (عليه السلام)

في وقت الشورى

لَنْ يُسْرِعَ أَحَدٌ قَبْلِي إِلَىٰ دَعْوَةِ حَقٍّ، وَصِلَةِ رَحِمٍ، وَ عَائِدَةِ كَرَمٍ. فَاسْمَعُوا قَوْلِي، وَعُوا مَنْطِقِي؛ عَسَىٰ أَنْ تَرَوْا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا الْيَوْمِ تُنْتَضَىٰ فِيهِ السُّيُوفُ، وَ تُخَانُ فِيهِ الْعُهُودُ، حَتَّىٰ يَكُونَ بَعْضُكُمْ أَئِمَّةً لِأَهْلِ الضَّلَالَةِ، وَ شِيعَةً لِأَهْلِ الْجَهَالَةِ.

۱۴۰

و من كلام له (عليه السلام)

في النهي عن غيبة الناس

وَ إِنَّمَا يَنْبَغِي لِأَهْلِ الْعِصْمَةِ وَالْمَصْنُوعِ إِلَيْهِمْ فِي السَّلَامَةِ أَنْ يَرْحَمُوا أَهْلَ الذُّنُوبِ وَالْمَعْصِيَةِ، وَ يَكُونَ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَيْهِمْ، وَالْحَاجِزَ لَهُمْ عَنْهُمْ. فَكَيْفَ بِالْعَائِبِ الَّذِي عَابَ أَخَاهُ وَ عَيَّرَهُ بِبَلْوَاهُ! أَمَا ذَكَرَ مَوْضِعَ سَتْرِ اللهِ عَلَيْهِ مِنْ ذُنُوبِهِ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِي عَابَهُ بِهِ! وَ كَيْفَ يَذُمُّهُ بِذَنْبٍ قَدْ رَكِبَ مِثْلَهُ! فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَكِبَ ذٰلِكَ الذَّنْبَ بِعَيْنِهِ فَقَدْ عَصَى اللهَ فِيمَا سِوَاهُ، مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنْهُ. وَأَيْمُ اللهِ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ عَصَاهُ فِي الْكَبِيرِ، وَ عَصَاهُ فِي الصَّغِيرِ، لَجَرَاءَتُهُ عَلَىٰ

اخلاف - جمع خلف - تھن

افالیذ - جمع افلاذ جمع فلذہ ٹکڑے

فحص - بحث

کوفان - کوفہ

ضروس - کاٹ کھانے والی

فغرت فاغرتہ - جنگ نے منہ کھول دیا

لیشرد نکم منتشر کردے گا

عوازب احلام - گمشدہ عقلیں

یسنّی - آسان کردیتا ہے

تنتضی - کھینچ لی جاتی ہیں

المصنوع الیہم - احسان کیا گیا ہے

(۱) کہا جاتا ہے کہ اس سے عبدالملک بن مروان مراد ہے جس نے شام میں خروج کیا اور پھر عراق پر حملہ کرکے کوفہ میں مصعب بن زبیر وغیرہ کو تہ تیغ کردیا اور بے پناہ قتل و غارت کا مظاہرہ کیا۔

(۲) اس عہد قریب سے مراد خود آپ کی ذات گرامی ہے جس میں نبوت کے جملہ آثار پائے جاتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے آپ کو اپنا جزو قرار دیا ہے اور اپنے لئے ہارون موسیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۳۹ تاریخ طبری ۵ ص ۳۹، تہذیب اللغۃ ازہری ا ص ۳۲۱، تنبیہ الخواطر شیخ ورام - الجمع بین الغریبین ہروی - حوادث ۱۳
مصادر خطبہ ۱۴۰ غرر الحکم آمدی ص ۱۳۵، ص ۳۵۹

ن کا دودھ پینے میں شیریں معلوم ہوگا اور اس کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ یاد رکھو کہ کل اور کل بہت جلد[1] وہ حالات لے کر آنے والا ہے جن کا تمھیں اندازہ نہیں ہے۔ اس جماعت سے باہر کا والی تمام عمّال کی بداعمالیوں کا محاسبہ کرے گا اور زمین تمام جگر کے ٹکڑوں کو نکال دے گی اور نہایت آسانی کے ساتھ اپنی کُنجیاں اس کے حوالہ کر دے گی اور پھر وہ تمھیں دکھلائے گا کہ عادلانہ سیرت کیا ہوتی ہے اور مُردہ کتاب و سنت کو کس طرح زندہ کیا جاتا ہے۔

(تیسرا حصہ) میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ ایک شخص شام میں للکار رہا ہے[1] اور کوفہ کے گرد اس کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ اس کی طرف کاٹنے والی اونٹنی کی طرح متوجہ ہے اور زمین پر سروں کا فرش بچھا رہا ہے۔ اس کا منھ کھلا ہوا ہے اور زمین میں اس کی دھمک محسوس ہو رہی ہے۔ وہ دور دور تک جولانیاں دکھلانے والا ہے اور شدید ترین حملے کرنے والا ہے۔ خدا کی قسم وہ تمھیں اطراف زمین میں اس طرح منتشر کر دے گا کہ صرف اتنے ہی آدمی باقی رہ جائیں گے جیسے آنکھ میں سرمہ۔ اور پھر تمھارا یہی حشر رہے گا۔ یہاں تک کہ عربوں کی گم شدہ عقل پلٹ کر آجائے لہٰذا ابھی غنیمت ہے مضبوط طریقہ، واضح آثار اور اس قریبی عہد سے[2] وابستہ رہو جس میں نبوت کے پائیدار آثار ہیں اور یہ یاد رکھو کہ شیطان اپنے راستوں کو ہموار رکھتا ہے تاکہ تم اس کے نقش قدم پر برابر چلتے رہو۔

۱۳۹۔ آپ کا ارشاد گرامی
(شوریٰ کے موقع پر)

(یاد رکھو) کہ مجھ سے پہلے حق کی دعوت دینے والا، صلۂ رحم کرنے والا اور جود و کرم کا مظاہرہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لہٰذا میرے قول پر کان دھرو اور میری گفتگو کو سمجھو کہ عنقریب تم دیکھو گے کہ اس مسئلہ پر تلواریں نکل رہی ہیں۔ عہد و پیمان توڑے جا رہے ہیں اور تم میں سے بعض گمراہوں کے پیشوا ہوئے جا رہے ہیں اور بعض جاہلوں کے پیروکار۔

۱۴۰۔ آپ کا ارشاد گرامی
(لوگوں کو بُرائی سے روکتے ہوئے)

دیکھو جو لوگ گناہوں سے محفوظ ہیں اور خدا نے ان پر اس سلامتی کا احسان کیا ہے ان کے شایان شان یہی ہے کہ گناہگاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں اور اپنی سلامتی کا شکریہ ہی ان پر غالب رہے اور انھیں ان حرکات سے روکتا رہے۔ چہ جائیکہ انسان خود عیب دار ہو اور اپنے بھائی کا عیب بیان کرے اور اس کے عیب کی بنا پر اس کی سرزنش بھی کرے۔ یہ شخص یہ کیوں نہیں یاد کرتا ہے کہ پروردگار نے اس کے جن عیوب کو چھپا کر رکھا ہے وہ اس سے بڑے ہیں جن پر یہ سرزنش کر رہا ہے اور اس عیب پر کس طرح مذمت کر رہا ہے جس کا خود مرتکب ہوتا ہے اور اگر بعینہ اس کا مرتکب نہیں ہوتا ہے تو اس کے علاوہ دوسرے گناہ کرتا ہے جو اس سے بھی عظیم تر ہیں اور خدا کی قسم اگر اس سے عظیم تر نہیں بھی ہیں تو کمتر تو ضرور ہی ہیں اور ایسی صورت میں بُرائی کرنے اور سرزنش کرنے کی جرأت بہرحال اس سے بھی عظیم تر ہے۔

[1] انسانیت اس عہد زرّیں کے لئے سراپا انتظار ہے جب خدائی نمائندہ دنیا کے تمام حکام کا محاسبہ کرکے عدل و انصاف کا نظام قائم کر دے اور زمین اپنے خزانے اُگل دے۔ دنیا میں راحت و اطمینان کا دور دورہ ہو اور دین خدا اقتدار کلی کا مالک ہو جائے۔

عَـيْبِ النَّـاسِ أَكْـبَرُ!

يَا عَـبْدَاللهِ، لَا تَـعْجَلْ فِي عَـيْبِ أَحَـدٍ بِـذَنْبِهِ، فَـلَعَلَّهُ مَـغْفُورٌ لَـهُ، وَ لَا تَأْمَـنْ عَـلَىٰ نَفْسِكَ صَغِيرَ مَعْصِيَةٍ، فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ. فَلْيَكْفُفْ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ عَيْبَ غَيْرِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ عَيْبِ نَفْسِهِ، وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ شَاغِلاً لَـهُ عَـلَىٰ مُـعَافَاتِهِ مِمَّا ابْـتُلِيَ بِـهِ غَـيْرُهُ[1]

١٤١
و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في النهي عن سماع الغيبة و في الفرق بين الحق والباطل

أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَرَفَ مِنْ أَخِيهِ وَثِيقَةَ دِينٍ وَسَدَادَ طَرِيقٍ، فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيهِ أَقَاوِيلَ الرِّجَالِ. أَمَا إِنَّهُ قَدْ يَرْمِي الرَّامِي، وَ تُخْطِئُ السِّهَامُ، وَ يُحِيلُ الْكَلَامُ، وَ بَاطِلُ ذٰلِكَ يَبُورُ، وَاللهُ سَمِيعٌ وَ شَهِيدٌ. أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ إِلَّا أَرْبَعُ أَصَابِعَ.

فسئل، ﴿عليه السلام﴾، عن معنى قوله هذا، فجمع أصابعه و وضعها بين أذنه و عينه ثم قال:

الْبَاطِلُ أَنْ تَقُولَ سَمِعْتُ، وَالْحَقُّ أَنْ تَقُولَ رَأَيْتُ!

١٤٢
و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

المعروف في غير أهله

وَ لَيْسَ لِوَاضِعِ الْمَعْرُوفِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ، وَ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ، مِنَ الْحَظِّ فِيمَا أَتَىٰ إِلَّا مَحْمَدَةُ اللِّئَامِ، وَ ثَنَاءُ الْأَشْرَارِ، وَ مَقَالَةُ الْجُهَّالِ، مَادَامَ مُنْعِماً عَلَيْهِمْ: مَا أَجْوَدَ يَدَهُ! وَ هُوَ عَنْ ذَاتِ اللهِ بَخِيلٌ!

مواضع المعروف

فَمَنْ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ، وَلْيُحْسِنْ مِنْهُ الضِّيَافَةَ، وَلْيَفُكَّ بِهِ الْأَسِيرَ وَالْعَانِيَ، وَلْيُعْطِ مِنْهُ الْفَقِيرَ وَالْغَارِمَ، وَلْيَصْبِرْ نَفْسَهُ عَلَى الْحُقُوقِ وَالنَّوَائِبِ، ابْتِغَاءَ الثَّوَابِ؛ فَإِنَّ فَوْزاً بِهٰذِهِ الْخِصَالِ شَرَفُ مَكَارِمِ الدُّنْيَا، وَ دَرْكُ فَضَائِلِ الْآخِرَةِ؛ إِنْ شَاءَ اللهُ.

١٤٣
و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في الاستسقاء

و فيه تنبيه العباد إلى وجوب استغاثة رحمة الله إذا حبس عنهم رحمة المطر

أَلَا وَ إِنَّ الْأَرْضَ الَّتِي تُقِلُّكُمْ، وَالسَّمَاءَ الَّتِي تُظِلُّكُمْ، مُطِيعَتَانِ لِرَبِّكُمْ، وَ مَا أَصْبَحَتَا تَجُودَانِ لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَجُّعاً لَكُمْ، وَ لَا

يُحِيل - حق سے موڑ دیتا ہے
غارم - قرضدار
صبر نفسہ - اپنے نفس کو روک لیا ہے
تظلکم - تم پر سایہ فگن ہے

[1] حقیقت امر یہ ہے کہ دوسروں پر تنقید کرنے کا حق انھیں افراد کو حاصل ہے جو خود ہر عیب اور نقص سے بری ہوں ورنہ انسان کا فرض ہے کہ اپنے عیب کی فکر کرے اور اس کی اصلاح یا مغفرت کا انتظام کرے۔ دوسرے کے عیوب کا معاملہ پروردگار کے ذمہ ہے اور اس نے کسی انسان کو اس کام کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے۔ بعض افراد کی خصلت ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ان کی مثال ان مکھیوں کی ہے جنھیں کثافت سے دلچسپی ہوتی ہے اور پاکیزہ مقامات سے نفرت ہوتی ہے۔

عیب گیری ہی کی طرح غیبت کا سننا بھی ایک کرداری عیب ہے کہ اس سے حرف باطل کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور غیبت کرنے والا مزید عیوب کی تلاش میں لگ جاتا ہے اور یہ قطعاً کوئی کار خیر نہیں ہے۔

مصادر خطبہ ١٤١ دستور معالم الحکم ص ١٣٩، عین الادب والسیاستہ ابن ہذیل، خصال صدوق ا ص ١١، العقد الفرید ٦ ص ٢٦٨، نہایہ مادہ صبع

مصادر خطبہ ١٤٢ کتاب صفین ص ٢٣٥، تاریخ طبری ٦ ص ٩، کافی ٥ ص ٣٩، فتوح اعثم کوفی۔ الغارات ثقفی، تحف العقول ص ١٢٦، امالی طوسی ص ١٩٨، مجالس مفید

مصادر خطبہ ١٤٣ اعلام النبوۃ دیلمی۔ مستدرک الوسائل نوری ا ص ٤٣٩، نہایہ ا ص ١٣٧

بندۂ خدا۔ دوسرے کے عیب بیان کرنے میں جلدی نہ کر شائد خدا نے اسے معاف کر دیا ہو اور اپنے نفس کو معمولی گناہ کے بارے میں محفوظ تصور نہ کر۔ شائد کہ خدا اسی پر عذاب کر دے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ دوسرے کے عیب بیان کرنے سے پرہیز کرے کہ اسے اپنا عیب بھی معلوم ہے اور اگر عیب سے محفوظ ہے تو اس سلامتی کے شکریہ ہی میں مشغول ہے۔

۱۴۱۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں غیبت کے سننے سے روکا گیا ہے اور حق و باطل کے فرق کو واضح کیا گیا ہے)

لوگو! جو شخص بھی اپنے بھائی کے دین کی پختگی اور طریقۂ کار کی درستگی کا علم رکھتا ہے اسے اس کے بارے میں دوسروں کے اقوال پر کان نہیں دھرنا چاہیے کہ کبھی کبھی انسان تیراندازی کرتا ہے اور اس کا تیر خطا کر جاتا ہے اور باتیں بناتا ہے اور باطل بہرحال فنا ہو جاتا ہے اور اللہ سب کا سننے والا بھی ہے اور گواہ بھی ہے۔ یاد رکھو کہ حق و باطل میں صرف چار انگل کا فاصلہ ہوتا ہے۔

لوگوں نے عرض کی حضور اس کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے آنکھ اور کان کے درمیان چار انگلیاں رکھ کر فرمایا کہ باطل وہ ہے جو صرف سنا سنایا ہوتا ہے اور حق وہ ہے جو اپنی آنکھ کا دیکھا ہوا ہوتا ہے۔

۱۴۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(نااہل کے ساتھ احسان کرنے کے بارے میں)

یاد رکھو غیر مستحق کے ساتھ احسان کرنے والے اور نااہل کے ساتھ نیکی کرنے والے کے حصہ میں کمینے لوگوں کی تعریف اور بدترین افراد کی مدح و ثنا ہی آتی ہے اور وہ جب تک کرم کرتا رہتا ہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ کس قدر کریم اور سخی ہے حالانکہ اللہ کے معاملہ میں یہی شخص بخیل بھی ہوتا ہے۔

دیکھو اگر خدا کسی شخص کو مال دے تو اس کا فرض ہے کہ قرابتداروں کا خیال رکھے۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرے۔ قیدیوں اور خستہ حالوں کو آزاد کرائے۔ فقیروں اور قرضداروں کی امداد کرے۔ اپنے نفس کو حقوق کی ادائیگی اور مصائب پر آمادہ کرے کہ اس میں ثواب کی امید پائی جاتی ہے اور ان تمام خصلتوں کے حاصل کرنے ہی میں دنیا کی شرافتیں اور کرامتیں ہیں اور انہیں سے آخرت کے فضائل بھی حاصل ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ

۱۴۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(طلب بارش کے سلسلہ میں)

یاد رکھو کہ جو زمین تمہارا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور جو آسمان تمہارے سر پر سایہ فگن ہے دونوں تمہارے رب کے اطاعت گذار ہیں اور یہ جو اپنی برکتیں تمہیں عطا کر رہے ہیں تو ان کا دل تمہارے حال پر نہیں کڑھ رہا ہے۔

اگر یہ بات صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے کہ مال وہی بہتر ہوتا ہے جس کا مآل اور انجام بہتر ہوتا ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے مال کو انہیں موارد میں صرف کرے جن کی طرف اس خطبہ میں اشارہ کیا گیا ہے ورنہ بے محل صرف سے جاہلوں اور بدکرداروں کی تعریف کے علاوہ کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ہے اور اس میں نہ خیر دنیا ہے اور نہ خیر آخرت۔ بلکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔ پروردگار ہر شخص کو اس جہالت اور ریاکاری سے محفوظ رکھے۔

زُلْفَةً إِلَيْكُمْ، وَ لَا لِخَيْرٍ تَرْجُوَانِهِ مِنْكُمْ، وَ لَكِنْ أُمِرَتَا بِمَنَافِعِكُمْ فَأَطَاعَتَا، وَأُقِيمَتَا عَلَىٰ حُدُودِ مَصَالِحِكُمْ فَقَامَتَا.

إِنَّ اللهَ يَبْتَلِي عِبَادَهُ عِنْدَ الْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ، وَ حَبْسِ الْبَرَكَاتِ، وَإِغْلَاقِ خَزَائِنِ الْخَيْرَاتِ، لِيَتُوبَ تَائِبٌ، وَ يُقْلِعَ مُقْلِعٌ، وَ يَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ، وَ يَزْدَجِرَ مُزْدَجِرٌ[1]. وَ قَدْ جَعَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ الْاسْتِغْفَارَ سَبَباً لِدُرُورِ الرِّزْقِ وَ رَحْمَةِ الْخَلْقِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: «اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً. يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَاراً. وَ يُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَ بَنِينَ وَ يَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَ يَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَاراً». فَرَحِمَ اللهُ امْرَأً اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهُ، وَ اسْتَقَالَ خَطِيئَتَهُ، وَ بَادَرَ مَنِيَّتَهُ!

اللَّهُمَّ إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ مِنْ تَحْتِ الْأَسْتَارِ وَالْأَكْنَانِ، وَ بَعْدَ عَجِيجِ الْبَهَائِمِ وَالْوِلْدَانِ، رَاغِبِينَ فِي رَحْمَتِكَ، وَرَاجِينَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ، وَ خَائِفِينَ مِنْ عَذَابِكَ وَ نِقْمَتِكَ. اللَّهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ وَ لَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِينَ، وَ لَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِينَ، «وَ لَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا» يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. اللَّهُمَّ إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ نَشْكُو إِلَيْكَ مَا لَا يَخْفَىٰ عَلَيْكَ، حِينَ أَلْجَأَتْنَا الْمَضَايِقُ الْوَعْرَةُ، وَ أَجَاءَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ، وَأَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ، وَ تَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعِبَةُ. اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ أَلَّا تَرُدَّنَا خَائِبِينَ، وَ لَا تَقْلِبَنَا وَاجِمِينَ وَ لَا تُخَاطِبَنَا بِذُنُوبِنَا، وَ لَا تُقَايِسَنَا بِأَعْمَالِنَا. اللَّهُمَّ انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ وَ بَرَكَتَكَ، وَ رِزْقَكَ وَ رَحْمَتَكَ، وَاسْقِنَا سُقْيَا نَاقِعَةً مُرْوِيَةً (مريه) مُعْشِبَةً، تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ، وَ تُحْيِي بِهَا مَا قَدْ مَاتَ. نَافِعَةَ الْحَيَا، كَثِيرَةَ الْمُجْتَنَىٰ، وَ تُرْوِي بِهَا الْقِيعَانَ، وَ تُسِيلُ الْبُطْنَانَ، وَ تَسْتَوْرِقُ الْأَشْجَارَ، وَ تُرْخِصُ الْأَسْعَارَ، «إِنَّكَ عَلَىٰ مَا تَشَاءُ قَدِيرٌ».

۱۴۴

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

مبعث الرسل ﴿عليهم السلام﴾

بَعَثَ اللهُ رُسُلَهُ بِمَا خَصَّهُمْ بِهِ مِنْ وَحْيِهِ، وَجَعَلَهُمْ حُجَّةً لَهُ عَلَىٰ خَلْقِهِ. لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْإِعْذَارِ إِلَيْهِمْ. فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ إِلَىٰ سَبِيلِ الْحَقِّ. أَلَا إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ قَدْ كَشَفَ الْخَلْقَ كَشْفَةً؛ لَا أَنَّهُ جَهِلَ مَا أَخْفَوْهُ مِنْ مَصُونِ أَسْرَارِهِمْ وَ مَكْنُونِ ضَمَائِرِهِمْ؛ «وَ لَكِنْ

زلفہ - قربت
سنون - جمع سنہ - قحط
وعرہ - دشوار گذار
اجائتہ الیہ - مجبور کر دیا
مقاحط - جمع مقحط - قحط کا زمانہ
تلاحمت - ایک دوسرے سے جڑ گئے
واجم - جس کی رنج و غم سے زبان بند ہو جائے
حیا - بارش اور شادابی
قیعان - جمع قاع - ہموار زمین
بُطنان - جمع بطن - پست زمین
تستورق - پتے نکل آئیں
کشف الخلق - ہر حال میں ان کے حالات سے باخبر ہے

[1] واضح رہے کہ ابتلاء اور آزمائش عذاب الٰہی کے علاوہ ایک اور شے ہے جس کا مقصد یا انسان کو غفلت سے ہوش میں لانا ہوتا ہے یا اس کے مدارج کو بلند کرنا ہوتا ہے کہ سونا جس قدر تپایا جاتا ہے اسی قدر اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔
یہ بھی واضح رہے کہ استغفار کا اثر صرف آخرت میں نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی اس کے بے شمار اثرات ہوتے ہیں اور شائد انھیں اثرات کے پیش نظر خاصان خدا مسلسل استغفار کیا کرتے تھے۔ ورنہ ان کی زندگی میں خطاؤں کا گذر نہیں تھا کہ وہ عذاب آخرت کے بارے میں خوفزدہ ہو جائیں۔
دنیا ابتلاء کی منزل ہے اور آخرت عذاب کا مورد۔

مصادر خطبہ ۱۴۴ غرر الحکم آمدی

اور نہ یہ تم سے تقرب چاہتے ہیں اور نہ کسی خیر کے امیدوار ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ انھیں تمھارے فائدوں کے بارے میں حکم دے دیا گیا ہے تو یہ اطاعت پروردگار کر رہے ہیں اور انھیں تمھارے مصالح کے حدود پر کھڑا کر دیا گیا ہے تو کھڑے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو کہ اللہ بداعمالیوں کے موقع پر اپنے بندوں کو ان مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے کہ پھل کم ہو جاتے ہیں۔ برکتیں رک جاتی ہیں۔ خیرات کے خزانوں کے منھ بند ہو جاتے ہیں تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کر لے اور باز آجانے والا باز آجائے۔ نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرلے اور گناہوں سے رُکنے والا رُک جائے۔ (۲۱) پروردگار نے استغفار کو رزق کے نزول اور مخلوقات پر رحمت کے ورود کا ذریعہ قرار دے دیا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے کہ "اپنے رب سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ وہ استغفار کے نتیجہ میں تم پر موسلادھار پانی برسائے گا۔ تمھاری اموال اور اولاد کے ذریعہ مدد کرے گا۔ تمھارے لئے باغات اور نہریں قرار دے گا"۔ اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو جائے خطاؤں سے معافی مانگے اور موت سے پہلے نیک اعمال کر لے۔

خدایا ہم پردوں کے پیچھے اور مکانات کے گوشوں سے تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ ہمارے بچے اور جانور سب فریادی ہیں۔ ہم تیری رحمت کی خواہش رکھتے ہیں۔ تیری نعمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب اور غضب سے خوفزدہ ہیں۔ خدایا ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب کر دے اور ہمیں مایوس بندوں میں قرار نہ دینا اور نہ قحط سے ہلاک کر دینا اور نہ ہم سے ان اعمال کا محاسبہ کرنا جو ہمارے جاہلوں نے انجام دئے ہیں۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے!

خدایا۔ ہم تیری طرف اُن حالات کی فریاد لے کر آئے ہیں جو تجھ سے مخفی نہیں ہیں اور اس وقت نکلے ہیں جب ہمیں سخت تنگیوں نے مجبور کر دیا ہے اور قحط سالیوں نے بے بس بنا دیا ہے اور شدید حاجت مندیوں نے لاچار کر دیا ہے اور دشوار ترین فتنوں نے تابڑ توڑ حملے کر رکھے ہیں۔ خدایا ہماری التماس یہ ہے کہ ہمیں محروم واپس نہ کرنا اور ہمیں نامراد نہ پلٹانا ہم سے ہمارے گناہوں کی بات نہ کرنا اور ہمارے اعمال کا محاسبہ نہ کرنا بلکہ ہم پر اپنی بارش رحمت، اپنی برکت، اپنے رزق اور کرم کا دامن پھیلا دے اور ہمیں ایسی سیرابی عطا فرما جو تشنگی کو مٹانے والی۔ سیر و سیراب کرنے والی اور سبزہ اگانے والی ہو۔ تاکہ جو کھیتیاں گئی گذری ہو گئی ہیں دوبارہ اُگ آئیں اور جو زمینیں مُردہ ہو گئی ہیں وہ زندہ ہو جائیں۔ یہ سیرابی فائدہ مند اور بے پناہ پھلوں والی ہو جس سے ہموار زمینیں سیراب ہو جائیں اور وادیاں بہہ نکلیں۔ درختوں میں پتے نکل آئیں اور بازار کی قیمتیں نیچے آجائیں کہ تو ہر شے پر قادر ہے۔

۱۴۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں بعثت انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے)

پروردگار نے مرسلین کرام کو مخصوص وحی سے نواز کر بھیجا ہے اور انھیں اپنے بندوں پر اپنی حجت بنا دیا ہے تاکہ بندوں کی یہ حجت تمام نہ ہونے پائے کہ ان کے عذر کا خاتمہ نہیں کیا گیا ہے۔ پروردگار نے ان لوگوں کو اسی لسان صدق کے ذریعہ راہ حق کی طرف دعوت دی ہے۔ اسے مخلوقات کا حال مکمل طور سے معلوم ہے وہ نہ ان کے چھپے ہوئے اسرار سے بے خبر ہے اور نہ ان پوشیدہ باتوں سے ناواقف ہے جو ان کے دلوں کے اندر مخفی ہیں۔

لِيَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً، فَيَكُونَ الثَّوَابُ جَزَاءً، وَالْعِقَابُ بَوَاءً.

أئمة الدين (عليهم السلام)

أَيْنَ الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّهُمُ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ[1] دُونَنَا، كَذِباً وَبَغْياً عَلَيْنَا، أَنْ رَفَعَنَا اللهُ وَوَضَعَهُمْ، وَأَعْطَانَا وَحَرَمَهُمْ، وَأَدْخَلَنَا وَأَخْرَجَهُمْ. بِنَا يُسْتَعْطَى الْهُدَى، وَيُسْتَجْلَى الْعَمَى. إِنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرِسُوا فِي هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ؛ لَا تَصْلُحُ عَلَى سِوَاهُمْ، وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ مِنْ غَيْرِهِمْ.[2]

أهل الضلال

منها: آثَرُوا عَاجِلاً وَأَخَّرُوا آجِلاً، وَتَرَكُوا صَافِياً، وَشَرِبُوا آجِناً. كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى فَاسِقِهِمْ وَقَدْ صَحِبَ الْمُنْكَرَ فَأَلِفَهُ، وَبَسِئَ بِهِ وَوَافَقَهُ، حَتَّى شَابَتْ عَلَيْهِ مَفَارِقُهُ، وَصُبِغَتْ بِهِ خَلَائِقُهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ مُزْبِداً كَالتَّيَّارِ لَا يُبَالِي مَا غَرَّقَ، أَوْ كَوَقْعِ النَّارِ فِي الْهَشِيمِ لَا يَحْفِلُ مَا حَرَّقَ!

أَيْنَ الْعُقُولُ الْمُسْتَصْبِحَةُ بِمَصَابِيحِ الْهُدَى، وَالْأَبْصَارُ اللَّامِحَةُ إِلَى مَنَارِ التَّقْوَى! أَيْنَ الْقُلُوبُ الَّتِي وُهِبَتْ لِلّٰهِ، وَعُوقِدَتْ عَلَى طَاعَةِ اللهِ! ازْدَحَمُوا عَلَى الْحُطَامِ، وَتَشَاحُّوا عَلَى الْحَرَامِ؛ وَرُفِعَ لَهُمْ عَلَمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَصَرَفُوا عَنِ الْجَنَّةِ وُجُوهَهُمْ، وَأَقْبَلُوا إِلَى النَّارِ بِأَعْمَالِهِمْ؛ وَدَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوا وَوَلَّوْا، وَدَعَاهُمُ الشَّيْطَانُ فَاسْتَجَابُوا وَأَقْبَلُوا!

١٤٥

و من خطبة له (عليه السلام)

فناء الدنيا

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا أَنْتُمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا، مَعَ كُلِّ جَرْعَةٍ شَرَقٌ، وَفِي كُلِّ أَكْلَةٍ غَصَصٌ! لَا تَنَالُونَ مِنْهَا نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَى، وَلَا يُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِنْكُمْ يَوْماً مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِهَدْمِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ، وَلَا تُجَدَّدُ لَهُ زِيَادَةٌ فِي أَكْلِهِ إِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِزْقِهِ؛ وَلَا يَحْيَا لَهُ أَثَرٌ، إِلَّا مَاتَ لَهُ أَثَرٌ؛ وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهُ جَدِيدٌ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَخْلَقَ لَهُ جَدِيدٌ؛ وَلَا تَقُومُ لَهُ نَابِتَةٌ إِلَّا وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُودَةٌ. وَقَدْ مَضَتْ أُصُولٌ نَحْنُ فُرُوعُهَا، فَمَا بَقَاءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ أَصْلِهِ!

بوار - ہلاکت
عقاب - بدلہ
آجن - گندہ
بسئی بہ - مانوس ہوگیا
خلائق - پختہ عادات
لا یحفل - کوئی پرواہ نہیں کرتا ہے
حطام - مال دنیا
تنتضل فیہ - تیر اندازی کرتی رہتی ہیں
یخلق - بوسیدہ ہو جاتا ہے

(۱) مولائے کائنات کا باب مدینۂ علم ہونا صحیح ترمذی اور مسند احمد دونوں میں مذکور ہے اور آپ کا دعوائے سلونی زباں زد خلائق ہے۔ اس لئے کس کی مجال ہے جو آپ کے مقابلہ میں راسخ فی العلم ہونے کا تصور کر سکے

(۲) اس حقیقت کا تذکرہ بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے کہ پروردگار نے بنی ہاشم کو افضل خلائق قرار دیا ہے اور سرکار دو عالمؐ کو افضل بنی ہاشم قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایسے منصب کی نیابت اور خلافت کا سوال پیدا ہوگا تو اس کے لئے بھی ایسے ہی عظیم حسب و نسب کی ضرورت ہوگی تاکہ جوہر عظمت کو مرکز عظمت ہی پر رکھا جا سکے۔!

مصادر خطبہ ۱۴۵ تحف العقول، ارشاد مفیدؒ صـ ۱۳۹، امالی طوسیؒ ۱ صـ ۲۲، امالی ابو علی القالی ۲ صـ ۳۸، البیان والتبیین ج ۱ صـ ۴۳

وہ اپنے احکام کے ذریعہ ان کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ حسن عمل کے اعتبار سے کون سب سے بہتر ہے تاکہ جزا میں ثواب عطا کرے اور پاداش میں مبتلائے عذاب کر دے۔

(اہلبیت علیہم السلام) کہاں ہیں وہ لوگ جن کا خیال یہ ہے کہ ہمارے بجائے وہی راسخون فی العلم ہیں (۵۱) اور یہ خیال صرف جھوٹ اور ہمارے خلاف بغاوت سے پیدا ہوا ہے کہ خدا نے ہمیں بلند بنا دیا ہے اور انھیں پست رکھا ہے۔ ہمیں کمالات عنایت فرما دئے ہیں اور انھیں محروم رکھا ہے۔ ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا ہے اور انھیں باہر رکھا ہے۔ ہمارے ہی ذریعہ سے ہدایت طلب کی جاتی ہے اور اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ یاد رکھو قریش کے سارے امام جناب ہاشم کی اسی کشت زار میں قرار دئے گئے ہیں اور یہ امامت نہ ان کے علاوہ کسی کو زیب دیتی ہے اور نہ ان سے باہر کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے (۵۲)

(گمراہ لوگ) ان لوگوں نے حاضر دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور دیر میں آنے والی آخرت کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ صاف پانی کو نظرانداز کر دیا ہے اور گندہ پانی کو پی لیا ہے۔ گویا کہ میں ان کے فاسق کو دیکھ رہا ہوں جو منکرات سے مانوس ہے اور برائیوں سے ہم رنگ و ہم آہنگ ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ اسی ماحول میں اس کے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں اور اسی رنگ میں اس کے اخلاقیات رنگ گئے ہیں۔ اس کے بعد ایک سیلاب کی طرح اٹھا ہے جسے اس کی فکر نہیں ہے کہ کس کو ڈبو دیا ہے اور بھوسہ کی ایک آگ ہے جسے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ کیا کیا جلا دیا ہے۔

کہاں ہیں وہ عقلیں جو ہدایت کے چراغوں سے روشنی حاصل کرنے والی ہیں اور کہاں ہیں وہ نگاہیں جو منارۂ تقویٰ کی طرف نظر کرنے والی ہیں۔ کہاں ہیں وہ دل جو اللہ کے لئے دئے گئے ہیں اور اطاعت خدا پر جم گئے ہیں۔ لوگ تو مال دنیا پر ٹوٹ پڑے ہیں اور حرام پر باقاعدہ جھگڑا کر رہے ہیں اور جب جنت و جہنم کا پرچم بلند کیا گیا تو جنت کی طرف سے منہ کو موڑ لیا اور اپنے اعمال کے ساتھ جہنم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کے پروردگار نے انھیں بلایا تو منھ پھیر کر بھاگ نکلے اور شیطان نے دعوت دی تو لبیک کہتے ہوئے آگئے۔

۱۴۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(دنیا کی فنا کے بارے میں)

لوگو! تم اس دنیا میں زندگی گذار رہے ہو جہاں موت کے تیروں کے مستقل ہدف ہو۔ یہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ کے ساتھ گلے کا پھندہ۔ یہاں کوئی نعمت اس وقت تک نہیں ملتی ہے جب تک دوسری ہاتھ سے نکل نہ جائے اور یہاں کی زندگی میں ایک دن کا بھی اضافہ نہیں ہوتا ہے جب تک ایک دن کم نہ ہو جائے۔ یہاں کے کھانے میں زیادتی بھی پہلے رزق کے خاتمہ کے بعد ہاتھ آتی ہے اور کوئی اثر بھی پہلے نشان کے مٹ جانے کے بعد ہی زندہ ہوتا ہے۔ ہر جدید کے لئے ایک جدید کو قدیم بننا پڑتا ہے اور ہر گھاس کے اُگنے کے لئے ایک کھیت کو کاٹنا پڑتا ہے۔ پرانے بزرگ جو ہماری اصل تھے گذر گئے اب ہم ان کی شاخیں ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ اصل کے چلے جانے کے بعد فرع کی بقا ہی کیا ہوتی ہے۔

ذم البدعة

منها: وَ مَا أُحْدِثَتْ بِدْعَةٌ إِلَّا تُرِكَ بِهَا سُنَّةٌ. فَاتَّقُوا الْبِدَعَ، وَ الْزَمُوا الْمَهْيَعَ. إِنَّ عَوَازِمَ الْأُمُورِ أَفْضَلُهَا، وَ إِنَّ مُحْدِثَاتِهَا شِرَارُهَا.

١٤٦

و من كلام له (عليه السلام)

و قد استشاره عمر بن الخطاب في الشخوص لقتال الفرس بنفسه

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَ لَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَ لَا بِقِلَّةٍ. وَ هُوَ دِينُ اللهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ، وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ، حَتَّىٰ بَلَغَ مَا بَلَغَ، وَ طَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ؛ وَ نَحْنُ عَلَىٰ مَوْعُودٍ مِنَ اللهِ، وَاللهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ، وَ نَاصِرٌ جُنْدَهُ. وَ مَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَ يَضُمُّهُ: فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَ ذَهَبَ، ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَداً. وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ، وَإِنْ كَانُوا قَلِيلاً، فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ عَزِيزُونَ بِالاِجْتِمَاعِ! فَكُنْ قُطْباً، وَاسْتَدِرِ الرَّحَا بِالْعَرَبِ، وَ أَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَ أَقْطَارِهَا، حَتَّىٰ يَكُونَ مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ.

إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَداً يَقُولُوا: هٰذَا أَصْلُ الْعَرَبِ، فَإِذَا اقْتَطَعْتُمُوهُ اسْتَرَحْتُمْ، فَيَكُونَ ذٰلِكَ أَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ، وَطَمَعِهِمْ فِيكَ. فَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَىٰ قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ هُوَ أَكْرَهُ لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ، وَ هُوَ أَقْدَرُ عَلَىٰ تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ. وَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ، فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيمَا مَضَىٰ بِالْكَثْرَةِ، وَ إِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُونَةِ!

١٤٧

و من خطبة له (عليه السلام)

الغاية من البعثة

فَبَعَثَ اللهُ مُحَمَّداً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ إِلَىٰ عِبَادَتِهِ، وَ مِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ إِلَىٰ طَاعَتِهِ، بِقُرْآنٍ قَدْ بَيَّنَهُ وَأَحْكَمَهُ، لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ إِذْ جَهِلُوهُ، وَ لِيُقِرُّوا بِهِ بَعْدَ إِذْ جَحَدُوهُ، وَلِيُثْبِتُوهُ بَعْدَ إِذْ أَنْكَرُوهُ. فَتَجَلَّىٰ لَهُمْ سُبْحَانَهُ فِي كِتَابِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا رَأَوْهُ بِمَا أَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهِ، وَ خَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهِ، وَكَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَحَقَ بِالْمَثُلَاتِ. وَ احْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ!

مہیع - واضح راستہ
عوازم الامور - قدیم
القیم بالامر - جو مسائل کا ذمہ دار ہے
نظام - دھاگا
جذافیر - جمع جذفار - بلندی شے
شخصت - نکل گئے
تجلی - جلوہ گری فرمائی
مثلات - عقوبات

① امیر المومنین نے اس نکتہ کی طرف بار بار اشارہ کیا ہے کہ میدان جنگ میں استقامت آپ کے بس کا کام نہیں ہے اور نہ کبھی آپ کی سیرت رہی ہے اور اس وقت آپ کی حیثیت عالم اسلام کے مرکز کی ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ آپ فوجوں کو میدان میں بھیج دیں اور خود حسب دستور قدیم محفوظ مقام پر رہیں تاکہ شوکت اسلام محفوظ رہے اور عزت اسلام خطرہ میں نہ پڑنے پائے

② اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان کو بت پرستی سے نکال کر خدا پرستی تک پہنچانے والا اور اطاعت شیطان سے بچا کر عبادت رحمان کے راستہ پر لگانے والا قرآن سے بہتر کوئی نظام نہیں ہے جس نے تعلیمات کے ساتھ بشارت اور انذار کے تمام اسباب جمع کر دیئے ہیں اور ان کے ذریعہ عالم بشریت کو صراط مستقیم پر لگا دیا ہے

مصادر خطبہ ۱۴۶ الاخبار الطوال دینوری ص ۱۳۴، الفتوح اعثم کوفی ۲ ص ۳۷، تاریخ طبری ۴ ص ۲۳۷، ارشاد مفید

مصادر خطبہ ۱۴۷ روضۂ کافی ص ۳۸۶، تحف العقول حرانی ص ۱۶۳

(مذمت بدعت) کوئی بدعت اس وقت تک ایجاد نہیں ہوتی ہے جب تک کوئی سنت مر نہ جائے۔ لہٰذا بدعتوں سے بچو اور سیدھے راستہ پر قائم رہو کہ مستحکم ترین معاملات ہی بہتر ہوتے ہیں اور دین میں جدید ایجادات ہی بدترین شے ہوتی ہیں۔

۱۴۶۔آپ کا ارشاد گرامی

(جب عمر بن الخطاب نے فارس کی جنگ میں جانے کے بارے میں مشورہ طلب کیا)

یاد رکھو کہ اسلام کی کامیابی اور ناکامیابی کا دارو مدار قلت و کثرت پر نہیں ہے بلکہ یہ دین، دین خدا ہے جسے اسی نے غالب بنایا ہے اور یہ اسی کا لشکر ہے جسے اسی نے تیار کیا ہے اور اسی نے اس کی امداد کی ہے یہانتک کہ اس منزل تک پہونچ گیا ہے اور اس قدر پھیلاؤ حاصل کر لیا ہے۔ ہم پروردگار کی طرف سے ایک وعدہ پر ہیں اور وہ اپنے وعدہ کو بہرحال پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی بہرحال مدد کرے گا۔

ملک میں نگراں کی منزل مہروں کے اجتماع میں دھاگے کی ہوتی ہے کہ وہی سب کو جمع کئے رہتا ہے اور وہ اگر ٹوٹ جائے تو سارا سلسلہ بکھر جاتا ہے اور پھر کبھی جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ آج عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن اسلام کی بنا پر کثیر ہیں اور اپنے اتحاد و اتفاق کی بنا پر غالب آنے والے ہیں۔ لہٰذا آپ مرکز میں رہیں (۱) اور اس چکی کو انھیں کے ذریعہ گردش دیں اور جنگ کی آگ کا مقابلہ انھیں کو کرنے دیں آپ زحمت نہ کریں کہ اگر آپ نے اس سرزمین کو چھوڑ دیا تو عرب چاروں طرف سے ٹوٹ پڑیں گے اور سب اس طرح شریک جنگ ہو جائیں گے کہ جن محفوظ مقامات کو آپ چھوڑ کر گئے ہیں ان کا مسئلہ جنگ سے زیادہ اہم ہو جائے گا۔

ان عجمیوں نے اگر آپ کو میدان جنگ میں دیکھ لیا تو کہیں گے کہ عربیت کی جان یہی ہے اس جڑ کو کاٹ دیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راحت مل جائے گی اور اس طرح ان کے حملے شدید تر ہو جائیں گے اور وہ آپ میں زیادہ ہی طمع کریں گے۔

اور یہ جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے آ رہے ہیں تو یہ بات خدا کو آپ سے زیادہ ناگوار ہے اور وہ جس چیز کو ناگوار سمجھتا ہے اس کے بدل دینے پر قادر بھی ہے۔

اور یہ جو آپ نے دشمن کے عدد کا ذکر کیا ہے تو یاد رکھئے کہ ہم لوگ ماضی میں بھی کثرت کی بنا پر جنگ نہیں کرتے تھے بلکہ پروردگار کی نصرت اور اعانت کی بنیاد پر جنگ کرتے تھے۔

۱۴۷۔آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

پروردگار عالم نے حضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ آپ لوگوں کو بت پرستی سے نکال کر عبادت الٰہی کی منزل کی طرف لے آئیں اور شیطان کی اطاعت سے نکال کر رحمان کی اطاعت کرائیں (۲) اس قرآن کے ذریعہ جسے اس نے واضح اور محکم قرار دیا ہے تاکہ بندے خدا کو نہیں پہچانتے ہیں تو پہچان لیں اور اس کے منکر ہیں تو اقرار کر لیں اور ہٹ دھرمی کے بعد اسے مان لیں۔ پروردگار اپنی قدرت کاملہ کی نشانیوں کے ذریعہ بغیر دیکھے جلوہ نما ہے اور اپنی سطوت کے ذریعہ انھیں خوفزدہ بنائے ہوئے ہے کہ کس طرح اس نے عقوبتوں کے ذریعہ اس کے مستحقین کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور عذاب کے ذریعہ انھیں تہس نہس کر دیا ہے۔

الزمان المقبل

وَ إِنَّهُ سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي زَمَانٌ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ أَخْفَىٰ مِنَ ٱلْحَقِّ، وَ لَا أَظْهَرَ مِنَ ٱلْبَاطِلِ، وَ لَا أَكْثَرَ مِنَ ٱلْكَذِبِ عَلَىٰ اللهِ وَ رَسُولِهِ؛ وَ لَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ سِلْعَةٌ أَبْوَرَ مِنَ ٱلْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ. وَ لَا أَنْفَقَ مِنْهُ إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ؛ وَ لَا فِي ٱلْبِلَادِ شَيْءٌ أَنْكَرَ مِنَ ٱلْمَعْرُوفِ، وَ لَا أَعْرَفَ مِنَ ٱلْمُنْكَرِ! فَقَدْ نَبَذَ ٱلْكِتَابَ حَمَلَتُهُ، وَ تَنَاسَاهُ حَفَظَتُهُ: فَالْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ وَ أَهْلُهُ طَرِيدَانِ مَنْفِيَّانِ، وَ صَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ فِي طَرِيقٍ وَاحِدٍ لَا يُؤْوِيهِمَا مُؤْوٍ. فَالْكِتَابُ وَ أَهْلُهُ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ فِي النَّاسِ وَلَيْسَا فِيهِمْ، وَ مَعَهُمْ وَلَيْسَا مَعَهُمْ! لِأَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ ٱلْهُدَىٰ، وَ إِنِ ٱجْتَمَعَا فَاجْتَمَعَ ٱلْقَوْمُ عَلَىٰ ٱلْفُرْقَةِ، وَ ٱفْتَرَقُوا عَلَىٰ ٱلْجَمَاعَةِ، كَأَنَّهُمْ أَئِمَّةُ ٱلْكِتَابِ وَ لَيْسَ ٱلْكِتَابُ إِمَامَهُمْ. فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِنْهُ إِلَّا ٱسْمُهُ، وَ لَا يَعْرِفُونَ إِلَّا خَطَّهُ وَ زَبْرَهُ. وَ مِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوا بِالصَّالِحِينَ كُلَّ مُثْلَةٍ، وَ سَمَّوْا صِدْقَهُمْ عَلَىٰ اللهِ فِرْيَةً، وَ جَعَلُوا فِي ٱلْحَسَنَةِ عُقُوبَةَ السَّيِّئَةِ.

وَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِطُولِ آمَالِهِمْ وَ تَغَيُّبِ آجَالِهِمْ، حَتَّىٰ نَزَلَ بِهِمُ ٱلْمَوْعُودُ الَّذِي تُرَدُّ عَنْهُ ٱلْمَعْذِرَةُ، وَ تُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ، وَ تَحُلُّ مَعَهُ ٱلْقَارِعَةُ وَالنِّقْمَةُ.

عظة الناس

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ مَنِ ٱسْتَنْصَحَ اللهَ وُفِّقَ، وَ مَنِ ٱتَّخَذَ قَوْلَهُ دَلِيلاً هُدِيَ «لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ»؛ فَإِنَّ جَارَ اللهِ آمِنٌ، وَ عَدُوَّهُ خَائِفٌ؛ وَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِمَنْ عَرَفَ عَظَمَةَ اللهِ أَنْ يَتَعَظَّمَ، فَإِنَّ رِفْعَةَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ مَا عَظَمَتُهُ أَنْ يَتَوَاضَعُوا لَهُ، وَ سَلَامَةَ ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ مَا قُدْرَتُهُ أَنْ يَسْتَسْلِمُوا لَهُ. فَلَا تَنْفِرُوا مِنَ ٱلْحَقِّ نِفَارَ الصَّحِيحِ مِنَ ٱلْأَجْرَبِ، وَٱلْبَارِي مِنْ ذِي السَّقَمِ. وَٱعْلَمُوا أَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتَّىٰ تَعْرِفُوا الَّذِي تَرَكَهُ، وَلَنْ تَأْخُذُوا بِمِيثَاقِ ٱلْكِتَابِ حَتَّىٰ تَعْرِفُوا الَّذِي نَقَضَهُ، وَلَنْ تَمَسَّكُوا بِهِ حَتَّىٰ تَعْرِفُوا الَّذِي نَبَذَهُ. فَالْتَمِسُوا ذٰلِكَ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ، فَإِنَّهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ، وَ مَوْتُ ٱلْجَهْلِ. هُمُ ٱلَّذِينَ يُخْبِرُكُمْ حُكْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ، وَصَمْتُهُمْ عَنْ مَنْطِقِهِمْ، وَ ظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ، لَا يُخَالِفُونَ ٱلدِّينَ وَ لَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ؛ فَهُوَ بَيْنَهُمْ شَاهِدٌ صَادِقٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ.

انفق ۔ زیادہ رائج
زبر ۔ کتابت
مثلوا ۔ سزادی
فریہ ۔ جھوٹ
موعود ۔ موت جس کا وعدہ دیا گیا ہے
قارعہ ۔ عظیم مصیبت
باری ۔ مرض سے صحت پانے والا
سقم ۔ مرض

(۱) حیرت کی بات ہے کہ مسلمان کے سامنے امامت کا مسئلہ آتا ہے تو یہ کہہ کر جان بچا لیتا ہے کہ امام سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی امام کی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن جب قرآن مجید پر عمل کرنے کی بات آتی ہے تو قرآن ماموم بن جاتا ہے اور خود قرآن کا امام بننے کی صلاحیت کا اعلان کرنے لگتا ہے ۔

میراث کی متعدد آیات کے ہوتے ہوئے دختر پیغمبرؐ کو میراث سے محروم کر دینا ۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ جیسی آیت کے ہوتے ہوئے خلافت سازی کا کاروبار کرنا ۔ آیت تطہیر کے ہوتے ہوئے اہلبیتؑ کی گواہی کا رد کر دینا ۔ حسبنا کتاب اللہ کا اعلان کرنے کے بعد سقیفہ میں قرآن مجید کا نام نہ لینا ۔ خلافت کے کسی مرحلہ پر قرآن کو حکم نہ بنانا ۔ تحکیم کے موقع پر بھی قرآن کا نظر انداز کر دینا ۔ نیزوں پر بلند کرنے کے بعد بھی اس کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرنا قرآن کو ماموم بنانے کی بدترین مثالیں ہیں جن کے بعد اس دعویٰ کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی ہے کہ " القرآن امامی "

حقیقت امر یہ ہے کہ مسلمانوں کا امام ان کا مفاد اور ان کی خواہش ہے ۔ اس کے علاوہ کوئی امام نہیں ہے جس طرح کہ کفار " وان الکافرین لا مولیٰ لہم " ۔۔۔ !

یادرکھو میرے بعد تمہارے سامنے وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں کوئی شے حق سے زیادہ پوشیدہ اور باطل سے زیادہ نمایاں نہ ہوگی۔ سب سے زیادہ رواج خدا و رسول ؐ پر افترا کا ہوگا اور اس زمانہ والوں کے نزدیک کتاب خدا سے زیادہ بے قیمت کوئی متاع نہ ہوگی اگر اس کی واقعی تلاوت کی جائے اور اس سے زیادہ کوئی فائدہ مند بضاعت نہ ہوگی اگر اس کے مفاہیم کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا جائے۔ شہروں میں "منکر" سے زیادہ معروف اور "معروف" سے زیادہ منکر کچھ نہ ہوگا۔ حاملان کتاب کتاب کو چھوڑ دیں گے اور حافظان قرآن قرآن کو بھلا دیں گے۔ کتاب اور اس کے واقعی اہل شہر بدر کر دئے جائیں گے اور دونوں ایک ہی راستہ پر اس طرح چلیں گے کہ کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ کتاب اور اہل کتاب اس دور میں لوگوں کے درمیان رہیں گے لیکن واقعاً نہ رہیں گے۔ انھیں کے ساتھ رہیں گے لیکن حقیقتاً الگ رہیں گے۔ اس لئے کہ گمراہی ہدایت کے ساتھ نہیں چل سکتی ہے چاہے ایک ہی مقام پر رہے۔ لوگوں نے افتراق پر اتحاد اور اتحاد پر افتراق کر لیا ہے جیسے یہی قرآن کے پیشوا ہیں[۱] اور قرآن ان کا پیشوا نہیں ہے۔ اب ان کے پاس صرف قرآن کا نام باقی رہ گیا ہے اور وہ صرف اس کی کتابت و عبارت کو پہچانتے ہیں اور بس! اس کے پہلے بھی یہ نیک کرداروں کو بیحد اذیت کر چکے ہیں اور ان کی صداقت کو افترا کا نام دے چکے ہیں اور انھیں نیکیوں پر برائیوں کی سزا دے چکے ہیں۔

تمہارے پہلے والے صرف اس لئے ہلاک ہو گئے کہ ان کی امیدیں دراز تھیں اور موت ان کی نگاہوں سے اوجھل تھی۔ یہاں تک کہ وہ موت نازل ہو گئی جس کے بعد معذرت واپس کر دی جاتی ہے اور توبہ کی مہلت اٹھا لی جاتی ہے اور مصیبت و عذاب کا ورود ہو جاتا ہے۔

ایہا الناس! جو پروردگار سے واقعاً نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے توفیق نصیب ہو جاتی ہے اور جو اس کے قول کو واقعاً راہنما بنانا چاہتا ہے اسے سیدھے راستہ کی ہدایت مل جاتی ہے۔ اس لئے کہ پروردگار کا ہمسایہ ہمیشہ امن و امان میں رہتا ہے اور اس کا دشمن ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے۔ یاد رکھو جس نے عظمت خدا کو پہچان لیا ہے اسے بڑائی زیب نہیں دیتی ہے کہ ایسے لوگوں کی رفعت و بلندی تواضع اور خاکساری ہی میں ہے اور اس کی قدرت کے پہچاننے والوں کی سلامتی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے ہی میں ہے۔ خبردار حق سے اس طرح نہ بھاگو جس طرح صحیح و سالم خارش زدہ سے، یا صحت یافتہ بیمار سے فرار کرتا ہے۔ یاد رکھو تم ہدایت کو اس وقت تک نہیں پہچان سکتے ہو جب تک اسے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور کتاب خدا کے عہد و پیمان کو اس وقت تک اختیار نہیں کر سکتے ہو جب تک اس کے توڑنے والوں کی معرفت حاصل نہ کر لو اور اس سے تمسک اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اسے نظر انداز کرنے والوں کا عرفان نہ ہو جائے۔ حق کو اس کے اہل کے پاس تلاش کرو کہ یہی لوگ علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ یہی لوگ وہ ہیں جن کا حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کے تکلم کا اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا پتہ دیتا ہے۔ یہ لوگ دین کی مخالفت نہیں کرتے ہیں اور نہ اس کے بارے میں آپس میں اختلاف کرتے ہیں۔ دین ان کے درمیان بہترین سچا گواہ اور خاموش بولنے والا ہے۔

[۱] یہ ہر دور کا خاصہ رہا ہے اور سرکار دو عالم ؐ کے بعد بنی امیہ نے تو اس افترا کا بازار اس طرح گرم کیا تھا کہ بعد کے محدثین کو لاکھوں حدیثوں کے ذخیرہ میں سے چند ہزار کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نظر نہ آئی اور ان میں بھی بعض حدیثیں دوسرے علماء کی نظر میں مشکوک ہی رہ گئیں۔

خدا و رسول ؐ پر افترا کے اعتبار سے زمانوں کو تقسیم کیا جائے تو شائد آج کا دور صدر اسلام سے بہتر ہی نظر آئے گا کہ اس بدعملی کی کثرت کے باوجود اس طرح کی بیدینی کا رواج یقیناً کم ہو گیا ہے اور اب مسلمان اس قسم کی روایت سازی کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ اگرچہ بدقسمتی سے جعلی روایات پر عمل کر رہے ہیں۔

١٤٨

و من كلام له (عليه السلام)

في ذكر أهل البصرة

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَرْجُو الْأَمْرَ لَهُ، وَ يَعْطِفُهُ عَلَيْهِ دُونَ صَاحِبِهِ، لَا يَمُتَّانِ إِلَى اللهِ بِحَبْلٍ، وَ لَا يَمُدَّانِ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ. كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَامِلُ ضَبٍّ لِصَاحِبِهِ، وَ عَمَّا قَلِيلٍ يُكْشَفُ قِنَاعُهُ بِهِ! وَاللهِ لَئِنْ أَصَابُوا الَّذِي يُرِيدُونَ لَيَنْتَزِعَنَّ هٰذَا نَفْسَ هٰذَا، وَ لَيَأْتِيَنَّ هٰذَا عَلَى هٰذَا. قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، فَأَيْنَ الْمُحْتَسِبُونَ! فَقَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ، وَ قُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ. وَ لِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ، وَ لِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ. وَاللهِ لَا أَكُونُ كَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ، يَسْمَعُ النَّاعِيَ، وَ يَحْضُرُ الْبَاكِيَ، ثُمَّ لَا يَعْتَبِرُ!

١٤٩

و من كلام له (عليه السلام)

قبل شهادته

أَيُّهَا النَّاسُ، كُلُّ امْرِئٍ لَاقٍ مَا يَفِرُّ مِنْهُ فِي فِرَارِهِ. الْأَجَلُ مَسَاقُ النَّفْسِ، وَالْهَرَبُ مِنْهُ مُوَافَاتُهُ. كَمْ أَطْرَدْتُ الْأَيَّامَ أَبْحَثُهَا عَنْ مَكْنُونِ هٰذَا الْأَمْرِ، فَأَبَى اللهُ إِلَّا إِخْفَاءَهُ. هَيْهَاتَ! عِلْمٌ مَخْزُونٌ! أَمَّا وَصِيَّتِي: فَاللهَ لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، وَ مُحَمَّداً (صلى الله عليه وآله)، فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ. أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ، وَ أَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ، وَ خَلَاكُمْ ذَمٌّ مَا لَمْ تَشْرُدُوا. حُمِّلَ كُلُّ امْرِئٍ مِنْكُمْ مَجْهُودَهُ، وَ خُفِّفَ عَنِ الْجَهَلَةِ. رَبٌّ رَحِيمٌ، وَ دِينٌ قَوِيمٌ، وَ إِمَامٌ عَلِيمٌ. أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَ أَنَا الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَ غَداً مُفَارِقُكُمْ! غَفَرَ اللهُ لِي وَ لَكُمْ!

إِنْ تَثْبُتِ الْوَطْأَةُ فِي هٰذِهِ الْمَزَلَّةِ فَذَاكَ، وَ إِنْ تَدْحَضِ الْقَدَمُ فَإِنَّا كُنَّا فِي أَفْيَاءِ أَغْصَانٍ، وَ مَهَابِّ رِيَاحٍ، وَ تَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ، اضْمَحَلَّ فِي الْجَوِّ مُتَلَفَّقُهَا، وَ عَفَا فِي الْأَرْضِ مَخَطُّهَا.

لا یمتّان - قریب نہیں ہوتے ہیں۔
سبب - رسّی
ضب - کینہ
محتسبون - جو اپنی نیت قربت کا اظہار کرتے ہیں
لدم - سر و سینہ پیٹنا
مساق النفس - جدھر زندگی ہنکا کر لیجاتی ہے
اطرد - نکال باہر کیا
خلاکم ذم - مذمت سے بری
تشردوا - حق سے انحراف
تثبت الوطأة - زخم سے بچ جانا
مزلّہ - لغزش کی جگہ
دحضت القدم - قدم پھسل گئے
افیاء - جمع فی - سایہ
متلفق - فضا میں جمع شدہ ابر کے ٹکڑے
عفا - مٹ گیا
مخطّ - نشان زمین

مصادر خطبہ ۱۴۸ کتاب الجمل ابو مخنف (شرح نہج البلاغہ ۱ ص۸۰؟) ارشاد مفید ص۱۴۲
مصادر خطبہ ۱۴۹ اصول کافی ۱ ص۲۹۹، مروج الذہب ۲ ص۴۳۶، اثبات الوصیۃ مسعودی ص۱۰۳، تاریخ ابن عساکر مخطوط،
بحار الانوار باب شہادت امیر المومنین جلد ہفتم

۱۴۸۔آپ کا ارشادِ گرامی
اہل بصرہ (طلحہ و زبیر) کے بارے میں[1]

یہ دونوں امر خلافت کے اپنی ہی ذات کے لئے امیدوار ہیں اور اسے اپنی ہی طرف موڑنا چاہتے ہیں۔ ان کا اللہ کے کسی وسیلہ سے رابطہ اور کسی ذریعہ سے تعلق نہیں ہے۔ ہر ایک دوسرے کے حق میں کینہ رکھتا ہے اور عنقریب اس کا پردہ اٹھ جائے گا۔ خدا کی قسم اگر انھوں نے اپنے مدعا کو حاصل کر لیا تو ایک دوسرے کی جان لے کر چھوڑیں گے اور اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گے۔ دیکھو باغی گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے تو راہِ خدا میں کام کرنے والے کہاں چلے گئے جب کہ ان کے لئے راستے مقرر کر دئے گئے ہیں اور انھیں اس کی اطلاع دی جا چکی ہے؟ میں جانتا ہوں کہ ہر گمراہی کا ایک سبب ہوتا ہے اور ہر عہد شکن ایک شبہ ڈھونڈھ لیتا ہے لیکن میں اس شخص کے مانند نہیں ہو سکتا ہوں جو ماتم کی آواز سنتا ہے۔ موت کی سنانی کانوں تک آتی ہے۔ لوگوں کا گریہ دیکھتا ہے اور پھر عبرت حاصل نہیں کرتا ہے۔

۱۴۹۔آپ کا ارشادِ گرامی
(اپنی شہادت سے قبل)

لوگو! دیکھو ہر شخص جس وقت سے فرار کر رہا ہے اس سے بہر حال ملاقات کرنے والا ہے اور موت ہی ہر نفس کی آخری منزل ہے اور اس سے بھاگنا ہی اسے پالینا ہے۔ زمانہ گذر گیا جب سے میں اس راز کی جستجو میں ہوں لیکن پروردگار موت کے اسرار کو پردۂ راز ہی میں رکھنا چاہتا ہے۔ یہ ایک علم ہے جو خزانۂ قدرت میں محفوظ ہے۔ البتہ میری وصیت یہ ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ قرار دینا اور پیغمبر اکرمؐ کی سنت کو ضائع نہ کر دینا کہ یہی دونوں دین کے ستون ہیں انھیں کو قائم کرو اور انھیں دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔ اس کے بعد اگر تم منتشر نہیں ہوگے تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی طاقت بھر بوجھ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور جاہلوں کا بوجھ ہلکا رکھا گیا ہے کہ پروردگار رحیم و کریم ہے اور دین مستحکم ہے اور راہنما بھی علیم و دانا ہے۔ میں کل تمھارے ساتھ تھا اور آج تمھارے لئے منزلِ عبرت میں ہوں اور کل تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ اللہ تمھیں اور مجھے دونوں کو معاف کرے۔

دیکھو! اس منزلِ لغزش میں اگر ثابت رہ گئے تو کیا کہنا۔ ورنہ اگر قدم پھسل گئے تو یاد رکھنا کہ ہم بھی انھیں شاخوں کی چھاؤں۔ انھیں ہواؤں کی گذرگاہ اور انھیں بادلوں کے سایہ میں تھے لیکن ان بادلوں کے ٹکڑے فضا میں منتشر ہو گئے اور ان ہواؤں کے نشانات زمین سے محو ہو گئے۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمانوں نے خلافت کا جھگڑا دفن پیغمبرؐ سے پہلے ہی شروع کر دیا تھا اور پھر اسے مسلسل جاری رکھا اور مختلف انداز سے جوڑ توڑ کے ذریعہ خلافتوں کا فیصلہ ہوتا رہا لیکن کسی دور میں بھی خلافت کے فیصلہ کے لئے تلوار اور جنگ کا سہارا نہیں لیا گیا۔ یہ بدعت صرف حضرت ام المؤمنین کی ایجاد ہے کہ انھوں نے طلحہ و زبیر کی خلافت کے لئے تلوار کا بھی سہارا لے لیا اور پھر معاویہ کے لئے زمین ہموار کر دی اور اس کے نتیجہ میں خلافت کا فیصلہ جنگ و جدال سے شروع ہو گیا اور اس راہ میں بیشمار جانیں ضائع ہوتی رہیں۔

[2] افسوس کہ جنگ جمل اور صفین میں تو شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر، معاویہ، عمرو عاص کوئی ایسا نہیں تھا جو حضرت علیؑ کی شخصیت اور ان کے بارے میں ارشاداتِ پیغمبرؐ سے باخبر نہ ہو۔ اس کے بعد شبہ یا خطائے اجتہادی کا نام دے کر عوام الناس کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے، داورِ محشر کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

وَ إِنَّمَا كُنْتُ جَاراً جَاوَرَكُمْ بَدَنِي أَيَّاماً، وَ سَتُعْقَبُونَ مِنِّي جُثَّةً خَلَاءً: سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَاكٍ، وَصَامِتَةً بَعْدَ نُطْقٍ. لِيَعِظْكُمْ هُدُوِّي، وَ خُفُوتُ إِطْرَاقِي، وَ سُكُونُ أَطْرَافِي، فَإِنَّهُ أَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِينَ مِنَ الْمَنْطِقِ الْبَلِيغِ وَالْقَوْلِ الْمَسْمُوعِ. وَ دَاعِي لَكُمْ وَدَاعُ امْرِىءٍ مُرْصِدٍ لِلتَّلَاقِي! غَداً تَرَوْنَ أَيَّامِي، وَ يُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَائِرِي، وَ تَعْرِفُونَنِي بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِي وَ قِيَامِ غَيْرِي مَقَامِي. [1]

۱۵۰

و من خطبة له (عليه السلام)

يومى فيها الى الملاحم و يصف فئة من أهل الضلال

وَ أَخَذُوا يَمِيناً وَ شِمَالاً طَعْناً فِي مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَ تَرْكاً لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ. فَلَا تَسْتَعْجِلُوا مَا هُوَ كَائِنٌ مُرْصَدٌ، وَ لَا تَسْتَبْطِئُوا مَا يَجِيءُ بِهِ الْغَدُ. فَكَمْ مِنْ مُسْتَعْجِلٍ بِمَا إِنْ أَدْرَكَهُ وَدَّ أَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ. وَ مَا أَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيرِ غَدٍ! يَا قَوْمِ، هَذَا إِبَّانُ(ايان) وُرُودِ كُلِّ مَوْعُودٍ، وَ دُنُوٌّ مِنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُونَ. أَلَا وَ إِنَّ مَنْ أَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِي فِيهَا بِسِرَاجٍ مُنِيرٍ، وَ يَحْذُو فِيهَا عَلَى مِثَالِ الصَّالِحِينَ، لِيَحُلَّ فِيهَا رِبْقاً، وَ يُعْتِقَ فِيهَا رِقّاً، وَ يَصْدَعَ شَعْباً، وَ يَشْعَبَ صَدْعاً، فِي سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ لَا يُبْصِرُ الْقَائِفُ أَثَرَهُ وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهُ. ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ فِيهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ. تُجْلَى بِالتَّنْزِيلِ أَبْصَارُهُمْ، وَ يُرْمَى بِالتَّفْسِيرِ فِي مَسَامِعِهِمْ، وَ يُغْبَقُونَ كَأْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوحِ!

في الضلال

مِنْهَا: وَ طَالَ الْأَمَدُ بِهِمْ لِيَسْتَكْمِلُوا الْخِزْيَ، وَ يَسْتَوْجِبُوا الْغِيَرَ؛ حَتَّى إِذَا اخْلَوْلَقَ الْأَجَلُ، وَ اسْتَرَاحَ قَوْمٌ إِلَى الْفِتَنِ، وَ أَشَالُوا عَنْ لَقَاحِ حَرْبِهِمْ، لَمْ يَمُنُّوا عَلَى اللهِ بِالصَّبْرِ، وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوا بَذْلَ أَنْفُسِهِمْ فِي الْحَقِّ؛ حَتَّى إِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَاءِ انْقِطَاعَ مُدَّةِ الْبَلَاءِ،

جثہ خلاء ۔ بے جان
خفوت ۔ سکون ۔ خاموشی
اطراف ۔ اعضاء و جوارح
مُرصد ۔ منتظر
تباشیر ۔ اوائل امر
ابان ۔ وقت
دنو ۔ قرب
ربق ۔ گرہ دار رسی
یصدع شعبا ۔ اجتماع کو پراگندہ کردے گا
قائف ۔ قیافہ شناس
یشحذ ۔ چھری تیز کرتا ہے
قین ۔ لوہار
نصل ۔ دھار
یغبقون ۔ شام کے وقت سیراب کیا جاتا ہے
صبوح ۔ صبح کی شراب
غیر ۔ حوادث زمانہ
خلولق ۔ آخری وقت آگیا
شالت النافۃ ذنبہا ۔ یعنی تلواریں اٹھ گئیں
[1] زندگی کے آخری لمحات میں مولائے کائنات نے بے ثباتی دنیا کا بہترین نقشہ کھینچ دیا ہے بشرطیکہ کوئی "دیدۂ عبرت نگاہ" ہو!

---

[1] مصادر خطبہ نمبر ۱۵۰ المسترشد طبری امامی ص ۴۳

میں کل تمہارے ہمسایہ میں رہا۔ میرا بدن ایک عرصہ تک تمہارے درمیان رہا اور عنقریب تم اسے جثۂ بلا روح کی شکل میں دیکھوگے جو حرکت کے بعد ساکن ہو جائے گا اور تکلم کے بعد ساکت ہو جائے گا۔ اب تو تمہیں اس خاموشی، اس سکوت اور اس سکون سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ یہ صاحبانِ عبرت کے لئے بہترین مقرر اور قابل سماعت بیانات سے زیادہ بہتر نصیحت کرنے والے ہیں۔ میری تم سے جدائی اس شخص کی جدائی ہے جو ملاقات کے انتظار میں ہے۔ کل تم میرے زمانہ کو پہچانوگے اور تم پر میرے اسرار منکشف ہوں گے اور تم میری صحیح معرفت حاصل کروگے جب میری جگہ خالی ہو جائے گی اور دوسرے لوگ اس منزل پر قابض ہو جائیں گے (۱)

۱۵۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں زمانہ کے حوادث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور گمراہوں کے ایک گروہ کا تذکرہ کیا گیا ہے)

ان لوگوں نے گمراہی کے راستوں پر چلنے اور ہدایت کے راستوں کو چھوڑنے کے لئے داہنے بائیں راستے اختیار کر لئے ہیں مگر تم اس امر میں جلدی نہ کرو جو بہر حال ہونے والا ہے اور جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اور اسے دور نہ سمجھو جو کل سامنے والا ہے کہ کتنے ہی جلدی کے طلبگار جب مقصد کو پا لیتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ کاش اسے حاصل نہ کرتے۔ آج کا دن کل کے سویرے سے کس قدر قریب ہے۔

لوگو! یہ ہر وعدہ کے ورود اور ہر اس چیز کے ظہور کی قربت کا وقت ہے جسے تم نہیں پہچانتے ہو لہٰذا جو شخص بھی ان حالات تک باقی رہ جائے اس کا فرض ہے کہ روشن چراغ (۲) کے سہارے قدم آگے بڑھائے اور صالحین کے نقش قدم پر چلے تا کہ ہر گرہ کو کھول سکے اور ہر غلامی سے آزادی پیدا کر سکے، ہر مجتمع کو بوقت ضرورت منتشر کر سکے اور ہر انتشار کو مجتمع کر سکے اور لوگوں سے یوں مخفی رہے کہ قیافہ شناس بھی اس کے نقش قدم کو تا حد نظر نہ پا سکیں۔ اس کے بعد ایک قوم پر اس طرح صیقل کی جائے گی جس طرح لوہار تلوار کی دھار پر صیقل کرتا ہے۔ ان لوگوں کی آنکھوں کو قرآن کے ذریعہ روشن کیا جائے گا اور ان کے کانوں میں تفسیر کو مسلسل پہونچایا جائے گا اور انھیں صبح و شام حکمت کے جاموں سے سیراب کیا جائے گا۔

ان گمراہوں کو مہلت دی گئی تا کہ اپنی رسوائی کو مکمل کر لیں اور ہر تغیر کے حقدار ہو جائیں۔ یہاں تک کہ جب زمانہ کافی گذر چکا اور ایک قوم فتنوں سے مانوس ہو چکی اور جنگ کی تخم پاشیوں کے لئے کھڑی ہو گئی۔ تو وہ لوگ بھی سامنے آگئے جو اللہ پر اپنے صبر کا احسان نہیں جتاتے اور راہ خدا میں جان دینے کو کوئی کارنامہ نہیں تصور کرتے۔ یہاں تک کہ جب آنے والے حکم قضا نے آزمائش کی مدت کو تمام کر دیا۔

(۱) امیر المومنینؑ نے اپنے بعد پیدا ہونے والے فتنوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ زمانہ بہر حال حجت خدا سے خالی نہ رہیگا اور اس اندھیرے میں بھی کوئی نہ کوئی سراج منیر ضرور رہے گا لہٰذا تمھارا فرض ہے کہ اس کا سہارا لے کر آگے بڑھو اور بہترین نتائج حاصل کرو۔

(۲) اس کا بہترین دور امام باقرؑ اور امام صادقؑ کا دور ہے جہاں چار ہزار اصحاب فکر و نظر امامؑ کے مدرسہ میں حاضری دے رہے تھے اور آپ کے تعلیمات سے اپنے دل و دماغ کو روشن کر رہے تھے۔ کانوں میں قرآن صامت کی آوازیں تھیں اور نگاہوں میں قرآن ناطق کا جلوہ۔

حَمَلُوا بَصَائِرَهُمْ عَلَىٰ أَسْيَافِهِمْ، وَ دَانُوا لِرَبِّهِمْ بِأَمْرِ وَاعِظِهِمْ؛ حَتَّىٰ إِذَا قَبَضَ اللهُ رَسُولَهُ ﴿ﷺ﴾: رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْأَعْقَابِ، وَ غَالَتْهُمُ السُّبُلُ، وَاتَّكَلُوا عَلَى الْوَلَائِجِ، وَ وَصَلُوا غَيْرَ الرَّحِمِ، وَ هَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِي أُمِرُوا بِمَوَدَّتِهِ، وَ نَقَلُوا الْبِنَاءَ عَنْ رَصِّ أَسَاسِهِ: فَبَنَوْهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ. مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيئَةٍ، وَ أَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِي غَمْرَةٍ. قَدْ مَارُوا فِي الْحَيْرَةِ، وَ ذَهَلُوا فِي السَّكْرَةِ، عَلَىٰ سُنَّةٍ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ: مِنْ مُنْقَطِعٍ إِلَى الدُّنْيَا رَاكِنٍ، أَوْ مُفَارِقٍ لِلدِّينِ مُبَايِنٍ.

١٥١

و من خطبة له ﴿ع﴾

يحذر من الفتن

الشهادتان

وَ أَحْمَدُ اللهَ وَ أَسْتَعِينُهُ عَلَىٰ مَدَاحِرِ الشَّيْطَانِ وَ مَزَاجِرِهِ، وَالِاعْتِصَامِ مِنْ حَبَائِلِهِ وَ مَخَاتِلِهِ. وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، وَ نَجِيبُهُ وَ صَفْوَتُهُ. لَا يُوَازَىٰ فَضْلُهُ، وَلَا يُجْبَرُ فَقْدُهُ. أَضَاءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ، وَالْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ، وَ الْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ؛ وَالنَّاسُ يَسْتَحِلُّونَ الْحَرِيمَ، وَ يَسْتَذِلُّونَ الْحَكِيمَ؛ يَحْيَوْنَ عَلَىٰ فَتْرَةٍ وَ يَمُوتُونَ عَلَىٰ كَفْرَةٍ!

التحذير من الفتن

ثُمَّ إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ أَغْرَاضُ بَلَايَا قَدِ اقْتَرَبَتْ. فَاتَّقُوا سَكَرَاتِ النِّعْمَةِ، وَاحْذَرُوا بَوَائِقَ النِّقْمَةِ: وَ تَثَبَّتُوا فِي قَتَامِ الْعِشْوَةِ، وَ اعْوِجَاجِ الْفِتْنَةِ عِنْدَ طُلُوعِ جَنِينِهَا، وَ ظُهُورِ كَمِينِهَا، وَانْتِصَابِ قُطْبِهَا، وَ مَدَارِ رَحَاهَا. تَبْدَأُ فِي مَدَارِجَ خَفِيَّةٍ، وَ تَؤُولُ إِلَىٰ فَظَاعَةٍ جَلِيَّةٍ. شِبَابُهَا كَشِبَابِ الْغُلَامِ، وَ آثَارُهَا كَآثَارِ السِّلَامِ، يَتَوَارَثُهَا الظَّلَمَةُ بِالْعُهُودِ! أَوَّلُهُمْ قَائِدٌ لِآخِرِهِمْ، وَ آخِرُهُمْ مُقْتَدٍ بِأَوَّلِهِمْ: يَتَنَافَسُونَ فِي دُنْيَا دَنِيَّةٍ، وَ يَتَكَالَبُونَ عَلَىٰ جِيفَةٍ مُرِيحَةٍ. وَ عَنْ

حملوا بصائرہم عقائد کی تلوار نکال لی
ولائج - جمع ولیجہ - مخفی امور
غمرہ - شدت
ماروا - مضطرب ہوگئے
دحر - ہنکانا
مخاتل - کمینگاہ
فترہ - مرسلین سے خالی زمانہ
بوائق - جمع بائقہ - مہلک
قتام - غبار
عشوہ - تاریکی
شباب - آغاز کار
سلام - سخت پتھر
اراح اللحم - بدبودار کردیا

(۱) تلواروں کو کاندھوں پر اٹھاکر گردنوں پر مسلط کردینا ہر ایک کو آتا ہے لیکن بصیرت کو تلواروں پر مسلط کردینا اور بصیرت کے بغیر تلوار نہ اٹھانا یا اٹھی ہوئی تلوار کو روک لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اس کیلئے وہ نگاہ درکار ہے جو ستر پشت تک کے اصلاب میں نور ایمان کی جلوہ گری دیکھ سکتی ہو۔

مصادر خطبہ ۱۵۱ بحار الانوار ۸ ص ۲۶۳ ، الطراز للسید الیمانی ۱ ص ۳۳۴

تو انھوں نے اپنی بصیرت کو اپنی تلواروں پر مسلط کر دیا[1] اور اپنے نصیحت کرنے والے کے حکم سے پروردگار کی بارگاہ میں جھک گئے۔ مگر اس کے بعد جب پروردگار نے پیغمبر اکرمؐ کو اپنے پاس بلالیا تو ایک قوم الٹے پاؤں[2] پلٹ گئی اور اسے مختلف راستوں نے تباہ کر دیا۔ انھوں نے مہمل عقائد کا سہارا لیا اور غیر قرابت دار سے تعلقات پیدا کئے اور اس سبب کو نظرانداز کر دیا جس سے مودت کا حکم دیا گیا تھا۔ عمارت کو جڑ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ پر قائم کر دیا جو ہر غلطی کا معدن و مخزن اور ہر گمراہی کا دروازہ تھے۔ حیرت میں سرگرداں اور آل فرعون کی طرح نشہ میں غافل تھے ان میں کوئی دنیا کی طرف مکمل کٹ کر آ گیا تھا اور کوئی دین سے مستقل طریقہ پر الگ ہو گیا تھا۔

۱۵۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں فتنوں سے ڈرایا گیا ہے)

میں خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی مدد چاہتا ہوں ان چیزوں کے لئے جو شیاطین کو ہنکا سکیں۔ بھگا سکیں اور اس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھ سکیں اور میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول۔ اس کے منتخب اور مصطفیٰ ہیں ان کے فضل کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اور ان کے فقدان کی کوئی تلافی نہیں ہے۔ ان کی وجہ سے تمام شہر ضلالت کی تاریکی۔ جہالت کے غلبہ اور بدسرشتی اور بداخلاقی کی شدت کے بعد جب لوگ حرام کو حلال بنائے ہوئے تھے اور صاحبانِ حکمت کو ذلیل سمجھ رہے تھے۔ رسولوں سے خالی دور میں زندگی گذار رہے تھے اور کفر کی حالت میں مر رہے تھے ۔ منور اور روشن ہو گئے۔

(فتنوں سے آگاہی) اس کے بعد تم اے گروہ عرب ان بلاؤں کے نشانہ پر ہو جو قریب آچکی ہیں لہذا نعمتوں کی مدہوشیوں سے بچو اور ہلاک کرنے والے عذاب سے ہوشیار رہو۔ اندھیروں کے دھندلکوں میں قدم جمائے رہو اور فتنوں[3] کی کجروی سے ہوشیار رہو جس وقت ان کا پوشیدہ خدشہ سامنے آرہا ہو اور مخفی اندیشہ ظاہر ہو رہا ہو اور کھونٹا مضبوط ہو رہا ہو۔ یہ فتنے ابتدا میں مخفی راستوں سے شروع ہوتے ہیں اور آخر میں واضح مصائب تک پہونچ جاتے ہیں۔ ان کا آغاز بچوں کے آغاز جیسا ہوتا ہے لیکن ان کے آثار نقش کالحجر جیسے ہوتے ہیں۔ دنیا کے ظالم باہمی عہد و پیمان کے ذریعہ ان کے وارث بنتے ہیں۔ اول آخر کا قائد ہوتا ہے اور آخر اول کا مقتدی۔ حقیر دنیا کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور بدبو دار مُردہ پر آپس میں جنگ کرتے ہیں۔

[1] صحیح بخاری کے کتاب الفتن میں اسی صورت حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب رسول اکرمؐ حوض کوثر پر بعض اصحاب کا حشر دیکھ کر کہ انھیں ہنکایا جا رہا ہے۔ فریاد کریں گے کہ خدایا یہ میرے اصحاب ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمھیں نہیں معلوم کہ انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کی ہیں اور کس طرح دین خدا سے منحرف ہو گئے ہیں۔

[2] انسانی بصیرت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انسان فتنہ کو پہلے مرحلہ پر پہچان لے اور وہیں اس کا سد باب کر دے ورنہ جب اس کا رواج ہو جاتا ہے تو اس کا روکنا ناممکن ہو جاتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کا آغاز اتنے مخفی اور حسین انداز سے ہوتا ہے کہ اس کا پہچاننا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے اور اس طرح عوام الناس اپنے مخصوص عقائد و نظریات یا عواطف و جذبات کی بنا پر ان فتنوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور آخر میں ان کی مصیبت کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے۔ علماء اعلام اور مفکرین اسلام کی ضرورت اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ فتنوں کو آغاز کار ہی سے پہچان سکتے ہیں اور ان کا سد باب کر سکتے ہیں بشرطیکہ عوام الناس ان کے اوپر اعتماد کریں اور ان کی بصیرت سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔!

قَلِيلٍ يَتَبَرَّأُ التَّابِعُ مِنَ الْمَتْبُوعِ، وَ الْقَائِدُ مِنَ الْمَقُودِ، فَيَتَزَايَلُونَ بِالْبَغْضَاءِ، وَ يَتَلَاعَنُونَ عِنْدَ اللِّقَاءِ. ثُمَّ يَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ طَالِعُ الْفِتْنَةِ الرَّجُوفِ، وَالْقَاصِمَةِ الزَّحُوفِ، فَتَزِيغُ قُلُوبٌ بَعْدَ اسْتِقَامَةٍ، وَ تَضِلُّ رِجَالٌ بَعْدَ سَلَامَةٍ؛ وَ تَخْتَلِفُ الْأَهْوَاءُ عِنْدَ هُجُومِهَا، وَ تَلْتَبِسُ الْآرَاءُ عِنْدَ نُجُومِهَا. مَنْ أَشْرَفَ لَهَا قَصَمَتْهُ، وَ مَنْ سَعَىٰ فِيهَا حَطَمَتْهُ؛ يَتَكَادَمُونَ فِيهَا تَكَادُمَ الْحُمُرِ فِي الْعَانَةِ! قَدِ اضْطَرَبَ مَعْقُودُ الْحَبْلِ، وَ عَمِيَ وَجْهُ الْأَمْرِ. تَغِيضُ فِيهَا الْحِكْمَةُ، وَ تَنْطِقُ فِيهَا الظَّلَمَةُ، وَ تَدُقُّ أَهْلَ الْبَدْوِ بِمِسْحَلِهَا، وَ تَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا! يَضِيعُ فِي غُبَارِهَا الْوُحْدَانُ، وَ يَهْلِكُ فِي طَرِيقِهَا الرُّكْبَانُ؛ تَرِدُ بِمُرِّ الْقَضَاءِ، وَ تَحْلُبُ عَبِيطَ الدِّمَاءِ، وَ تَثْلِمُ مَنَارَ الدِّينِ، وَ تَنْقُضُ عَقْدَ الْيَقِينِ. يَهْرُبُ مِنْهَا الْأَكْيَاسُ، وَ يُدَبِّرُهَا الْأَرْجَاسُ. مِرْعَادٌ مِبْرَاقٌ، كَاشِفَةٌ عَنْ سَاقٍ! تُقْطَعُ فِيهَا الْأَرْحَامُ، وَ يُفَارَقُ عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ! بَرِيُّهَا سَقِيمٌ، وَ ظَاعِنُهَا مُقِيمٌ!

منها: بَيْنَ قَتِيلٍ مَطْلُولٍ، وَ خَائِفٍ مُسْتَجِيرٍ، يَخْتِلُونَ بِعَقْدِ الْأَيْمَانِ وَ بِغُرُورِ الْإِيمَانِ؛ فَلَا تَكُونُوا أَنْصَابَ الْفِتَنِ، وَ أَعْلَامَ الْبِدَعِ، وَالْزَمُوا مَا عُقِدَ عَلَيْهِ حَبْلُ الْجَمَاعَةِ، وَ بُنِيَتْ عَلَيْهِ أَرْكَانُ الطَّاعَةِ؛ وَاقْدَمُوا عَلَى اللهِ مَظْلُومِينَ، وَ لَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ظَالِمِينَ؛ وَ اتَّقُوا مَدَارِجَ الشَّيْطَانِ، وَ مَهَابِطَ الْعُدْوَانِ؛ وَ لَا تُدْخِلُوا بُطُونَكُمْ لُعَقَ الْحَرَامِ، فَإِنَّكُمْ بِعَيْنِ مَنْ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَعْصِيَةَ، وَ سَهَّلَ لَكُمْ سُبُلَ الطَّاعَةِ.

۱۵۲

و من خطبة له ﴿ع﴾

في صفات الله جل جلاله، و صفات أئمة الدين ﴿ع﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلَىٰ وُجُودِهِ بِخَلْقِهِ، وَ بِمُحْدَثِ خَلْقِهِ عَلَىٰ أَزَلِيَّتِهِ، وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ عَلَىٰ أَنْ لَا شَبَهَ لَهُ. لَا تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ، وَ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ. لِافْتِرَاقِ الصَّانِعِ

تیزایلون - ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے
رجوف - بید مضطرب
قاصمہ - کمر توڑ
زحوف - شدید حملہ آور
نجوم - ظہور
یتکادمون - ایک دوسرے کو کاٹ کھائے گا
عانہ - گدھوں کی جماعت
تغیض - پانی کم ہو جائے گا
تدق - پیس ڈالے گا
مسحل - ہتھوڑا
رض - کوٹنا
کلکل - سینہ
وحدان - الگ الگ - اکا دکا
عبیط - خالص اور تازہ
تثلم - توڑ ڈالے گا اور منہدم کر دے گا
اکیاس - جمع کیس - عقلمند
ارجاس - جمع رجس - خبیث
مطلول جس کا خون رائیگاں ہو جائے
انصاب - مرکز
لعق - جمع لعقہ - لقمہ
انکم بعینہ - وہ تمھیں دیکھ رہا ہے
لاتستلمہ - اس تک پہنچ نہیں سکتے

مصادر خطبہ ۱۵۲ اصول کافی ۱ صـ۱۳۹ ، غرر الحکم صـ۲۳۲ ، توحید صدوق صـ۴۱

کہ عنقریب مرید اپنے پیر اور پیر اپنے مرید سے برائت کرے گا اور بغض و عداوت کے ساتھ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے اور ملاقات ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ اس کے بعد وہ وقت آئے گا جب زلزلہ افگن فتنہ سر اٹھائے گا جو کمر توڑ ہوگا اور شدید طور پر ... ہوگا جس کے نتیجہ میں بہت سے دل استقامت کے بعد کجی کا شکار ہو جائیں گے اور بہت سے لوگ سلامتی کے بعد بہک جائیں گے۔ ... کے ہجوم کے وقت خواہشات میں ٹکراؤ ہوگا اور اس کے ظہور کے ہنگام افکار مشتبہ ہو جائیں گے۔ جو ادھر سر اٹھا کر دیکھے گا اس کی کمر توڑ دیں گے اور جو اس میں دوڑ دھوپ کرے گا اسے تباہ کر دیں گے۔ لوگ یوں ایک دوسرے کو کاٹنے دوڑیں گے جس طرح بھیڑ کے اندر گدھے۔ خدائی رسی کے بل کھل جائیں گے اور حقائق کے راستے مشتبہ ہو جائیں گے۔ حکمت کا چشمہ خشک ہو جائے گا اور ظالم بولنے لگیں گے۔ دیہاتیوں کو ہتھوڑوں سے کوٹ دیا جائے گا اور اپنے سینہ سے دبا کر کچل دیا جائے گا۔ اکیلے اکیلے افراد اس کے غبار میں گم ہو جائیں گے اور اس کے راستہ میں سوار ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ فتنے قضاء الٰہی کی تلخی کے ساتھ وارد ہوں گے اور دودھ کے بدلے تازہ خون نکالیں گے۔ دین کے منارے (علماء) ہلاک ہو جائیں گے اور یقین کی گرہیں ٹوٹ جائیں گی۔ صاحبان ہوش ان سے بھاگنے لگیں گے اور خبیث النفس افراد اس کے مدار المہام ہو جائیں گے۔ یہ فتنے گرجنے والے چمکنے والے اور سراپا تیار ہوں گے۔ ان میں رشتہ داروں سے تعلقات توڑ لئے جائیں گے اور اسلام سے جدائی اختیار کر لی جائے گی۔ اس سے الگ رہنے والے بھی مریض ہوں گے اور کوچ کر جانے والے بھی گویا مقیم ہی ہوں گے۔

اہل ایمان میں بعض ایسے مقتول ہوں گے جن کا خون بہا تک نہ لیا جا سکے گا اور بعض ایسے خوفزدہ ہوں گے کہ پناہ کی تلاش میں ہوں گے۔ انہیں پختہ قسموں اور ایمان کی فریب کاریوں میں مبتلا کیا جائے گا لہٰذا خبردار تم فتنوں کا نشانہ اور بدعتوں کا نشان مت بننا اور اسی راستہ کو پکڑے رہنا جس پر ایمانی جماعت قائم ہے اور جس پر اطاعت کے ارکان قائم کئے گئے ہیں۔ خدا کی بارگاہ میں مظلوم بن کر جاؤ۔ خبردار ظالم بن کر مت جانا۔ شیطان کے راستوں اور ظلم کے مرکزوں سے محفوظ رہو اور اپنے شکم میں لقمۂ حرام کو داخل مت کرو کہ تم اس کی نگاہ کے سامنے ہو جس نے تم پر معصیت کو حرام کیا ہے اور تمہارے لئے اطاعت کے راستوں کو آسان کر دیا ہے۔

۱۵۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں پروردگار کے صفات اور ائمہ طاہرینؑ کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی تخلیق سے اپنے وجود کا، اپنی مخلوقات کے حادث ہونے سے اپنی ازلیت کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دیا ہے۔ اس کی ذات تک حواس کی رسائی نہیں ہے اور پھر بھی پردے اسے پوشیدہ نہیں کر سکتے ہیں۔

امیر المومنینؑ جس قسم کے فتنوں کی طرف اشارہ کیا ہے ان کا سلسلہ اگرچہ آپ کے بعد ہی سے شروع ہو گیا تھا لیکن ابھی تک موقوف نہیں ہوا اور نہ فی الحال موقوف ہونے کے امکانات ہیں۔ جس طرف دیکھو وہی صورت حال نظر آ رہی ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اور انھیں مظالم کی گرم بازاری ہے جن سے آپ نے ہوشیار کیا ہے۔

ضرورت ہے کہ صاحبان ایمان ان ہدایات سے فائدہ اٹھائیں، فتنوں سے محفوظ رہیں۔ صاحبان بصیرت سے وابستہ رہیں اور کم سے کم اتنا خیال رکھیں کہ خدا کی بارگاہ میں مظلوم بن کر حاضر ہونے میں کوئی ذلت نہیں ہے بلکہ اسی میں دائمی عزت اور ابدی شرافت ہے۔ ذلت ظلم میں ہوتی ہے مظلومیت میں نہیں۔!

وَٱلْمَصْنُوعِ، وَ ٱلْحَادُّ وَ ٱلْمَحْدُودِ، وَالرَّبُّ وَٱلْمَرْبُوبِ؛ ٱلْأَحَدِ بِلَا تَأْوِيلِ عَدَدٍ، وَ ٱلْخَالِقِ لَا بِمَعْنَىٰ حَرَكَةٍ وَ نَصَبٍ، وَالسَّمِيعِ لَا بِأَدَاةٍ، وَٱلْبَصِيرِ لَا بِتَفْرِيقِ آلَةٍ، وَالشَّاهِدِ لَا بِمُمَاسَّةٍ، وَٱلْبَائِنِ لَا بِتَرَاخِي مَسَافَةٍ، وَ الظَّاهِرِ لَا بِرُؤْيَةٍ. وَٱلْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَةٍ، بَانَ مِنَ ٱلْأَشْيَاءِ بِالْقَهْرِ لَهَا، وَٱلْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَبَانَتِ ٱلْأَشْيَاءُ مِنْهُ بِالْخُضُوعِ لَهُ، وَالرُّجُوعِ إِلَيْهِ. مَنْ وَصَفَهُ فَقَدْ حَدَّهُ، وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ، وَ مَنْ عَدَّهُ فَقَدْ أَبْطَلَ أَزَلَهُ، وَ مَنْ قَالَ: «كَيْفَ» فَقَدِ ٱسْتَوْصَفَهُ، وَ مَنْ قَالَ: «أَيْنَ» فَقَدْ حَيَّزَهُ. عَالِمٌ إِذْ لَا مَعْلُومٌ، وَ رَبٌّ إِذْ لَا مَرْبُوبٌ، وَ قَادِرٌ إِذْ لَا مَقْدُورٌ.

ائمة الدين (ع) [1]

منها: قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ، وَلَمَعَ لَامِعٌ، وَ لَاحَ لَائِحٌ، وَٱعْتَدَلَ مَائِلٌ؛ وَ ٱسْتَبْدَلَ اللهُ بِقَوْمٍ قَوْماً، وَ بِيَوْمٍ يَوْماً، وَ ٱنْتَظَرْنَا ٱلْغِيَرَ ٱنْتِظَارَ ٱلْمُجْدِبِ ٱلْمَطَرَ. وَ إِنَّمَا ٱلْأَئِمَّةُ قُوَّامُ اللهِ عَلَىٰ خَلْقِهِ، وَ عُرَفَاؤُهُ عَلَىٰ عِبَادِهِ؛ وَ لَا يَدْخُلُ ٱلْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَ عَرَفُوهُ، وَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا مَنْ أَنْكَرَهُمْ وَ أَنْكَرُوهُ إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ خَصَّكُمْ بِالْإِسْلَامِ، وَٱسْتَخْلَصَكُمْ لَهُ، وَ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ ٱسْمُ سَلَامَةٍ، وَ جِمَاعُ كَرَامَةٍ. ٱصْطَفَىٰ اللهُ تَعَالَىٰ مَنْهَجَهُ وَ بَيَّنَ حُجَجَهُ، مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ، وَ بَاطِنِ حِكَمٍ. لَا تَفْنَىٰ غَرَائِبُهُ، وَ لَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ. فِيهِ مَرَابِيعُ النِّعَمِ. وَ مَصَابِيحُ الظُّلَمِ، لَا تُفْتَحُ ٱلْخَيْرَاتُ إِلَّا بِمَفَاتِيحِهِ، وَ لَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِمَصَابِيحِهِ. وَ قَدْ أَحْمَىٰ حِمَاهُ. وَ أَرْعَىٰ مَرْعَاهُ. فِيهِ شِفَاءُ ٱلْمُسْتَشْفِي. وَ كِفَايَةُ ٱلْمُكْتَفِي.

۱۵۳

و من خطبة له (ع)

صفة الضال

وَ هُوَ فِي مُهْلَةٍ مِنَ اللهِ يَهْوِي مَعَ ٱلْغَافِلِينَ، وَ يَغْدُو مَعَ ٱلْمُذْنِبِينَ، بِلَا سَبِيلٍ قَاصِدٍ، وَ لَا إِمَامٍ قَائِدٍ.

صفات الغافلين

منها: حَتَّىٰ إِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَاءِ مَعْصِيَتِهِمْ، وَ ٱسْتَخْرَجَهُمْ مِنْ جَلَابِيبِ غَفْلَتِهِمُ ٱسْتَقْبَلُوا مُدْبِراً، وَٱسْتَدْبَرُوا مُقْبِلاً، فَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِمَا أَدْرَكُوا مِنْ طَلِبَتِهِمْ، وَ لَا بِمَا قَضَوْا مِنْ وَطَرِهِمْ.

إِنِّي أُحَذِّرُكُمْ، وَ نَفْسِي، هٰذِهِ ٱلْمَنْزِلَةَ. فَلْيَنْتَفِعِ ٱمْرُؤٌ بِنَفْسِهِ

نصب ۔ تھکن
اداۃ ۔ آلہ
تفریق آلہ ۔ پلکوں کا کھولنا
بائن ۔ الگ ۔ جداگانہ
من وصفہ ۔ جس نے مخلوقات کے اوصاف سے متصف کیا
لاح ۔ ظاہر ہوا
غیر ۔ حوادث زمانہ
جماع الشئی ۔ مجتمع
مرابیع ۔ جمع مرباع ۔ جہاں بہار کی گھاس اگتی ہے
احمیٰ حماہ ۔ حدود کو محفوظ بنایا

[1] واضح رہے کہ یہ خطبہ حضرت نے قتل عثمان کے بعد ارشاد فرمایا ہے اور اس میں جدید ترین آثار خیر و برکت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گویا حالات تبدیل ہو رہے ہیں اور امت کی سعادت کا وقت قریب آگیا ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ آل محمدؐ سے مکمل طور پر وابستگی اختیار کی جائے کہ ان سے وابستگی کے بغیر جنت میں داخلہ کا کوئی امکان نہیں ہے اور وابستگی میں بھی یہ شرط ہے کہ انسان انھیں اپنا قائد تسلیم کرے اور وہ اسے اپنا غلام اور پیرو تسلیم کرلیں ورنہ اس کے یک طرفہ دعوائے محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔
اسلام کی مختصر ترین تعریف یہی ہے کہ یہ سلامتی اور کرامت و عزت کا دین ہے ۔ اس کے تعلیمات میں یہ دونوں عنصر ہر مقام پر نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

مصادر خطبہ ۱۵۳ تحف العقول ص۱۰۸ ، کافی ۵ ص۸۲ مجموعہ شیخ ورام ص۳۲

مصنوع صانع سے اور حد بندی کرنے والا محدود سے اور پرورش کرنے والا پرورش پانے والے سے بہر حال الگ ہوتا ہے۔ وہ گر عدد کے اعتبار سے نہیں۔ وہ خالق ہے مگر حرکت و تعب کے ذریعہ نہیں۔ وہ سمیع ہے لیکن کانوں کے ذریعہ نہیں اور وہ بصیر ہے یں کھولنے کے ذریعہ نہیں۔

وہ حاضر ہے مگر چھوا نہیں جا سکتا اور وہ دور ہے لیکن مسافتوں کے اعتبار سے نہیں۔ وہ ظاہر ہے لیکن دیکھا نہیں جا سکتا ہے اور وہ ے لیکن جسم کی لطافت کی بنا پر نہیں۔ وہ اشیاء سے الگ ہے اپنے قہر و غلبہ اور قدرت و اختیار کی بنا پر اور مخلوقات اس سے جداگانہ خضوع و خشوع اور اس کی بارگاہ میں بازگشت کی بنا پر۔ جس نے اس کے لئے الگ سے اوصاف کا تصوّر کیا اس نے اسے اعداد میں لاکر کھڑا کر دیا اور جس نے ایسا کیا اس نے اسے حادث بنا کر اس کی ازلیت کا خاتمہ کر دیا اور جس نے یہ سوال کیا کہ وہ کیسا ں نے الگ سے اوصاف کی جستجو کی اور جس نے یہ دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے اسے مکان میں محدود کر دیا۔ وہ اُس ے عالم ہے جب معلومات کا پتہ بھی نہیں تھا اور اس وقت سے مالک ہے جب مملوکات کا نشان بھی نہیں تھا اور اس وقت سے ے جب مقدورات پردۂ عدم میں پڑے تھے۔

(ائمۂ دین) دیکھو طلوع کرنے والا طالع ہو چکا ہے اور چمکنے والا روشن ہو چکا ہے۔ ظاہر ہونے والے کا ظہور سامنے آ چکا ا سیدھی ہو چکی ہے اور اللہ ایک قوم کے بدلے دوسری قوم اور ایک دور کے بدلے دوسرا دور لے آیا ہے۔ ہم نے حالات کی اسی طرح انتظار کیا ہے جس طرح قحط زدہ بارش کا انتظار کرتا ہے۔ ائمہ درحقیقت اللہ کی طرف سے مخلوقات کے نگراں اور ے بندوں کو اس کی معرفت کا سبق دینے والے ہیں۔ کوئی شخص جنت میں قدم نہیں رکھ سکتا ہے جب تک وہ انھیں نہ پہچان لے حضرات اسے اپنا نہ کہہ دیں اور کوئی شخص جہنم میں جا نہیں سکتا ہے مگر یہ کہ وہ ان حضرات کا انکار کر دے اور وہ بھی اسے پہچاننے کار کر دیں۔ پروردگار نے تم لوگوں کو اسلام سے نوازا ہے اور تمھیں اس کے لئے منتخب کیا ہے۔ اس لئے کہ اسلام سلامتی کا نشان لت کا سرمایہ ہے۔ اللہ نے اس کے راستہ کا انتخاب کیا ہے۔ اس کے دلائل کو واضح کیا ہے۔ ظاہری علم اور باطنی حکمتوں کے ۔ اس کے غرائب فنا ہونے والے اور اس کے عجائب ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ اس میں نعمتوں کی بہار اور ظلمتوں کے چراغ ہیں۔ اس کے دروازے اسی کی کنجیوں سے کھلتے ہیں اور تاریکیوں کا ازالہ اسی کے چراغوں سے ہوتا ہے۔ اس نے اپنے حدود کو محفوظ کر لیا ہے ی چراگاہ کو عام کر دیا ہے۔ اس میں طالب شفا کے لئے شفا اور امیدوار کفایت کے لئے بے نیازی کا سامان موجود ہے۔

۱۵۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(گمراہوں اور غافلوں کے بارے میں)

(گمراہ) یہ انسان اللہ کی طرف سے مہلت کی منزل میں ہے۔ غافلوں کے ساتھ تباہیوں کے گڑھے میں گر پڑتا ہے اور روں کے ساتھ صبح کرتا ہے۔ نہ اس کے سامنے سیدھا راستہ ہے اور نہ قیادت کرنے والا پیشوا۔

(غافلین) یہاں تک کہ جب پروردگار نے ان کے گناہوں کی سزا کو واضح کر دیا اور انھیں غفلت کے پردوں سے باہر نکال ے سے منہ پھیرتے تھے اسی کی طرف دوڑنے لگے اور جس کی طرف متوجہ تھے اس سے منہ پھیرنے لگے۔ جن مقاصد کو حاصل کر لیا تھا ے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور جن حاجتوں کو پورا کر لیا تھا ان سے بھی کوئی نتیجہ نہیں حاصل ہوا۔

دیکھو۔ میں تمھیں اور خود اپنے نفس کو بھی اس صورت حال سے ہوشیار کر رہا ہوں۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے نفس سے فائدہ اٹھائے۔

فَإِنَّمَا ٱلْبَصِيرُ مَنْ سَمِعَ فَتَفَكَّرَ، وَ نَظَرَ فَأَبْصَرَ، وَ ٱنْتَفَعَ بِالْعِبَرِ، ... جَدَداً وَاضِحاً يَتَجَنَّبُ فِيهِ الصَّرْعَةَ فِي ٱلْمَهَاوِي، وَالضَّلَالَ فِي ٱلْمَغَاوِي وَ... عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلْغُوَاةَ بِتَعَسُّفٍ فِي حَقٍّ، أَوْ تَحْرِيفٍ فِي نُطْقٍ، أَوْ تَخَوُّفٍ مِنْ صِدْقٍ.

عظة الناس

فَأَفِقْ أَيُّهَا السَّامِعُ مِنْ سَكْرَتِكَ، وَ ٱسْتَيْقِظْ مِنْ غَفْلَتِكَ، وَ ٱخْتَصِرْ مِنْ عَ... وَأَنْعِمِ ٱلْفِكْرَ فِيمَا جَاءَكَ عَلَىٰ لِسَانِ النَّبِيِّ ٱلْأُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ... مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ وَ لَا مَحِيصَ عَنْهُ؛ وَ خَالِفْ مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ إِلَىٰ غَيْرِهِ، ... وَ مَا رَضِيَ لِنَفْسِهِ؛ وَضَعْ فَخْرَكَ، وَ ٱحْطُطْ كِبْرَكَ، وَ ٱذْكُرْ قَبْرَكَ، فَإِنَّ... مَمَرَّكَ، وَ كَمَا تَدِينُ تُدَانُ، وَ كَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ، وَ مَا قَدَّمْتَ ٱلْيَوْمَ تَقْدَمُ... غَداً، فَامْهَدْ لِقَدَمِكَ وَ قَدِّمْ لِيَوْمِكَ، فَالْحَذَرَ ٱلْحَذَرَ أَيُّهَا ٱلْمُسْتَمِعُ! ... ٱلْجِدَّ أَيُّهَا ٱلْغَافِلُ! «وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ».

إِنَّ مِنْ عَزَائِمِ اللّٰهِ فِي الذِّكْرِ ٱلْحَكِيمِ، الَّتِي عَلَيْهَا يُثِيبُ وَ يُعَاقِبُ، وَلَهَا يَرْضَىٰ وَ... أَنَّهُ لَا يَنْفَعُ عَبْداً - وَ إِنْ أَجْهَدَ نَفْسَهُ، وَأَخْلَصَ فِعْلَهُ - أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا، لَاقِياً... بِخَصْلَةٍ مِنْ هٰذِهِ ٱلْخِصَالِ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا: أَنْ يُشْرِكَ بِاللّٰهِ فِيمَا ٱفْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ ... أَوْ يَشْفِيَ غَيْظَهُ بِهَلَاكِ نَفْسٍ، أَوْ يَعُرَّ بِأَمْرٍ فَعَلَهُ غَيْرُهُ، أَوْ يَسْتَنْجِحَ حَ... النَّاسِ بِإِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِي دِينِهِ، أَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ، أَوْ يَمْشِيَ فِيهِمْ بِ... ٱعْقِلْ ذٰلِكَ فَإِنَّ ٱلْمِثْلَ دَلِيلٌ عَلَىٰ شِبْهِهِ.

إِنَّ ٱلْبَهَائِمَ هَمُّهَا بُطُونُهَا؛ وَ إِنَّ السِّبَاعَ هَمُّهَا ٱلْعُدْوَانُ عَلَىٰ غَيْرِهَا، وَ إِنَّ ... هَمُّهُنَّ زِينَةُ ٱلْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَٱلْفَسَادُ فِيهَا؛ إِنَّ ٱلْمُؤْمِنِينَ مُسْتَكِينُونَ. إِنَّ ٱ... مُشْفِقُونَ. إِنَّ ٱلْمُؤْمِنِينَ خَائِفُونَ.

١٥٤

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

يذكر فيها فضائل أهل البيت ﴿عليهم السلام﴾

وَ نَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِيبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ، وَ يَعْرِفُ غَوْرَهُ وَ نَجْ... دَعَا، وَرَاعٍ رَعَىٰ، فَاسْتَجِيبُوا لِلدَّاعِي، وَٱتَّبِعُوا الرَّاعِيَ.

قَدْ خَاضُوا بِحَارَ ٱلْفِتَنِ، وَأَخَذُوا بِالْبِدَعِ دُونَ السُّنَنِ ...

مغاوی - جمع مغواۃ شبہات
مَہَدَ - فرش کر دیا
یَعُرّ - عیب دار بنا دے
یستنجح - کامیابی طلب کرے
مستکین - خاضع
ناظر القلب - دل کی آنکھ
غور - پست زمین
نجد - بلند زمین

(۱) دنیا بے پناہ ترقی کر گئی - جاہلیت کا دور سیکڑوں سال پہلے گذر چکا لیکن عورت کے مزاج سے زینت زندگانی کی اہمیت کا تصور نہ جا سکا بلکہ روز بروز ترقی ہی ہو رہی ہے اور آج ہر زینت (لباس - آرائش - میک اپ) کو ایک مستقل علم اور فن کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اور سب کا سلسلہ واقعی حدود سے تجاوز کر گیا ہے لوگوں کی پوری پوری تنخواہ عورت کی آرائش پر خرچ ہو رہی ہے اور آرائش کی ایک ایک قسم سو سو طرح کے فسادات پیدا کر رہی ہے - کاش دور حاضر کی ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ عورت اس فساد کی طرف توجہ دے سکتی اور زندگی کو سادہ بنانے کی کوشش کر سکتی -

...احب بصیرت وہی ہے ... روشن راستہ پر چل پڑے ... خلاف گمراہوں کی امر ... شکار ہو جائے -

...بات سننے والو! اپنی ... غور و فکر کرو جو تمہارے ... نہیں ہے - جو اس بات ... فخر و مباہات کو چھوڑ دو ... گا اور جیسا بوؤ گے ... ور اس دن کے لئے ... جیسے باخبر کی طرح کوئی ... قرآن مجید میں پروردگار ... انسان اس دنیا میں کسی ... ہے اور درج ذیل خصلت ... ت الٰہی میں کسی کو شریک ... کارے --- دین میں کوئی ... یسی اختیار کرے -- یا ... ہے -

...چوپایوں کا سارا ہدف ... نی دنیا کی زینت اور ... اس کی بارگاہ میں تر...

...ل مندہ ہے جو دل ... نے والا دعوت د... کی آواز پر لبیک کہ...

مصادر خطبہ ۱۵۳ غرر الحکم آمدی حرف تاء، الطراز السید الیمانی ۱ ص ۲۱۸

ماحب بصیرت وہی ہے جو سنے تو غور بھی کرے اور دیکھے تو نگاہ بھی کرے اور پھر عبرتوں سے فائدہ حاصل کر کے اس روشن راستہ پر چل پڑے جس میں گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے پرہیز کرے اور شبہات میں پڑ کر گمراہ نہ ہوجائے۔ کے خلاف گمراہوں کی اس طرح مدد نہ کرے کہ حق کی راہ سے انحراف کرلے یا گفتگو میں تحریف سے کام لے یا سچ بولنے کا شکار ہوجائے۔

میری بات سننے والو! اپنی مدہوشی سے ہوش میں آجاؤ اور اپنی غفلت سے بیدار ہوجاؤ۔ سامانِ دنیا مختصر کرلو اور ان غور و فکر کرو جو تمھارے پاس پیغمبر امیؐ کی زبان مبارک سے آئی ہیں اور جن کا اختیار کرنا ضروری ہے اور ان سے کوئی بھی نہیں ہے۔ جو اس بات کی مخالفت کرے اس سے اختلاف کر کے دوسرے راستہ پر چل پڑو اور اسے اس کی مرضی پر۔ فخر و مباہات کو چھوڑ دو۔ تکبّر کو ختم کردو اور قبر کو یاد کرو کہ اسی راستہ سے گذرنا ہے اور جیسا کروگے ویسا ہی ملے گا اور جیسا بوؤگے ویسا ہی کاٹنا ہے اور جو آج بھیج دیا ہے کل اسی کا سامنا کرنا ہے۔ اپنے قدموں کے لئے زمین اور اس دن کے لئے سامان پہلے سے بھیج دو۔ ہوشیار، ہوشیار اے سننے والو اور محنت، محنت اے غفلت والو! مجھ جیسے باخبر کی طرح کوئی نہ بتائے گا۔"

دیکھو! قرآن مجید میں پروردگار کے مستحکم اصولوں میں جس پر ثواب و عذاب اور رضا و ناراضگی کا دارومدار ہے۔ یہ بات ہے کہ انسان اس دنیا میں کسی قدر محنت کیوں نہ کرے اور کتنا ہی مخلص کیوں نہ ہوجائے اگر دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے اور درج ذیل خصلتوں سے توبہ نہ کرے تو اسے یہ جدوجہد اور اخلاص عمل کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتا ہے۔ عبادت الٰہی میں کسی کو شریک قرار دیدے۔ اپنے نفس کی تسکین کے لئے کسی کو ہلاک کردے۔ ایک کے کام پر دوسرے کو لگادے۔ دین میں کوئی بدعت ایجاد کر کے اس کے ذریعہ لوگوں سے فائدہ حاصل کرے۔ لوگوں کے سامنے دو پالیسی اختیار کرے۔ یا دو زبانوں کے ساتھ زندگی گذارے۔ اس حقیقت کو سمجھ لو کہ ہر شخص اپنی نظیر کی دلیل ہوتا ہے۔

(۱) یقیناً چوپایوں کا سارا ہدف ان کا پیٹ ہوتا ہے اور درندوں کا سارا نشانہ دوسروں پر ظلم ہوتا ہے اور عورتوں کا سارا زندگانی دنیا کی زینت اور فساد پر ہوتا ہے۔ لیکن صاحبانِ ایمان خضوع و خشوع رکھنے والے، خوف خدا رکھنے والے اور اس کی بارگاہ میں ترساں اور لرزاں رہتے ہیں۔

۱۵۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں فضائلِ اہلبیتؑ کا ذکر کیا گیا ہے)

عقل مند وہ ہے جو دل کی آنکھوں سے اپنے انجام کار کو دیکھ لیتا ہے اور اس کے نشیب و فراز کو پہچان لیتا ہے۔ دعوت دینے والا دعوت دے چکا ہے اور نگرانی کرنے والا نگرانی کا فرض ادا کرچکا ہے۔ اب تمھارا فریضہ ہے کہ دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہو اور نگران کے نقش قدم پر چل پڑو۔

ٱلْمُؤْمِنُونَ، وَ نَطَقَ ٱلضَّالُّونَ ٱلْمُكَذِّبُونَ. نَحْنُ ٱلشِّعَارُ وَٱلْأَصْحَابُ، وَٱلْخَزَنَةُ وَٱلْأَبْوَابُ؛ وَ لَا تُؤْتَى ٱلْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا؛ فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقاً.

منها: فِيهِمْ كَرَائِمُ ٱلْقُرآنِ، وَ هُمْ كُنُوزُ ٱلرَّحْمٰنِ. إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا، وَ إِنْ صَمَتُوا لَمْ يُسْبَقُوا. فَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ عَقْلَهُ، وَلْيَكُنْ مِنْ أَبْنَاءِ ٱلْآخِرَةِ، فَإِنَّهُ مِنْهَا قَدِمَ، وَإِلَيْهَا يَنْقَلِبُ. فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ، ٱلْعَامِلُ بِالْبَصَرِ، يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ أَنْ يَعْلَمَ: أَعَمَلُهُ عَلَيْهِ أَمْ لَهُ! فَإِنْ كَانَ لَهُ مَضَىٰ فِيهِ، وَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ عَنْهُ. فَإِنَّ ٱلْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلَىٰ غَيْرِ طَرِيقٍ. فَلَا يَزِيدُهُ بُعْدُهُ عَنِ ٱلطَّرِيقِ ٱلْوَاضِحِ إِلَّا بُعْداً مِنْ حَاجَتِهِ. وَٱلْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى ٱلطَّرِيقِ ٱلْوَاضِحِ. فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ: أَسَائِرٌ هُوَ أَمْ رَاجِعٌ!

وَ ٱعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ بَاطِناً عَلَىٰ مِثَالِهِ، فَمَا طَابَ ظَاهِرُهُ طَابَ بَاطِنُهُ، وَ مَا خَبُثَ ظَاهِرُهُ خَبُثَ بَاطِنُهُ. وَ قَدْ قَالَ ٱلرَّسُولُ ٱلصَّادِقُ- صَلَّى ٱللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ-: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ ٱلْعَبْدَ، وَ يُبْغِضُ عَمَلَهُ، وَ يُحِبُّ ٱلْعَمَلَ وَ يُبْغِضُ بَدَنَهُ».

وَ ٱعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ نَبَاتاً. وَ كُلُّ نَبَاتٍ لَا غِنَىٰ بِهِ عَنِ ٱلْمَاءِ، وَ ٱلْمِيَاهُ مُخْتَلِفَةٌ؛ فَمَا طَابَ سَقْيُهُ، طَابَ غَرْسُهُ وَحَلَتْ ثَمَرَتُهُ، وَ مَا خَبُثَ سَقْيُهُ خَبُثَ غَرْسُهُ وَأَمَرَّتْ ثَمَرَتُهُ.

١٥٥

و من خطبة له (عليه السلام)

يذكر فيها بديع خلقة الخفاش

حمد الله و تنزيهه

ٱلْحَمْدُ للهِ ٱلَّذِي ٱنْحَسَرَتِ ٱلْأَوْصَافُ عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهِ، وَ رَدَعَتْ عَظَمَتُهُ ٱلْعُقُولَ، فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغاً إِلَىٰ بُلُوغِ غَايَةِ مَلَكُوتِهِ!

هُوَ ٱللهُ ٱلْحَقُّ ٱلْمُبِينُ، أَحَقُّ وَأَبْيَنُ مِمَّا تَرَى ٱلْعُيُونُ، لَمْ تَبْلُغْهُ ٱلْعُقُولُ بِتَحْدِيدٍ فَيَكُونَ مُشَبَّهاً، وَلَمْ تَقَعْ عَلَيْهِ ٱلْأَوْهَامُ بِتَقْدِيرٍ فَيَكُونَ مُمَثَّلاً. خَلَقَ ٱلْخَلْقَ عَلَىٰ غَيْرِ تَمْثِيلٍ، وَ لَا مَشُورَةِ مُشِيرٍ، وَ لَا مَعُونَةِ مُعِينٍ، فَتَمَّ خَلْقُهُ بِأَمْرِهِ، وَ أَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ، فَأَجَابَ وَ لَمْ يُدَافِعْ، وَٱنْقَادَ

شعار - جو لباس بدن سے متصل ہے

کرائم - جمع کریمہ - شریفہ

انحسرت - عاجز ہوگئی ہیں

(۱) اس مقام پر ابن ابی الحدید نے رسول اکرمؐ کی ۲۴ احادیث کا ذکر کیا ہے جن میں مولائے کائنات کے مخصوص فضائل و کمالات کا تذکرہ ہے تاکہ ہر شخص کو یہ اندازہ ہو جائے کہ حضرت کا اس طرح کا اعلان کسی غرور اور تکبر کی بنا پر نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے جس کے بغیر آپ کی معرفت ممکن نہیں ہے اور معرفت کے بغیر قوم آپ کے کمالات و علوم سے استفادہ نہیں کر سکتی ہے۔

(۲) انسان کے ظاہر و باطن کے ارتباط کی بہترین مثال یہ ہے کہ ظاہری اعمال کی جڑیں باطن میں ہوتی ہیں اور درخت کو بار آور بنانے کے لئے جڑوں کو پانی دیا جاتا ہے - اب اگر پانی صالح ہے تو درخت بھی شاداب رہے گا اور پھل بھی شیریں ہوں گے ورنہ درخت بھی تباہ ہو جائے گا اور پھل بھی ناقابل استعمال ہو جائیں گے

اعمال کی سینچائی ہمیشہ اخلاص کے پانی سے ہوتی ہے اور اسی کے اعتبار سے ان کی قدر و قیمت کا تعین ہوتا ہے کہ ایک ضربت عبادت ثقلین پر بھاری ہو جاتی ہے۔

مصادر خطبہ ۱۵۵ الطراز السید الیمانی ا ص ۳۳۴

یہ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں ڈوب گئے ہیں اور سنت کو چھوڑ کر بدعتوں کو اختیار کرلیا ہے۔ مومنین گوشہ و کنار میں دبے ہیں اور گمراہ اور افترا پرداز مصروف کلام ہیں۔

درحقیقت ہم اہلبیت ہی دین کے نشان اور اس کے ساتھی، اس کے احکام کے خزانہ دار اور اس کے دروازے ہیں اور ظاہر ہے کہ گھروں میں داخلہ دروازوں کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے ورنہ انسان چور کہا جائے گا۔

انھیں اہلبیتؑ کے بارے میں قرآن کریم کی عظیم آیات ہیں اور یہی رحمان کے خزانہ دار ہیں۔ یہ جب بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور جب قدم آگے بڑھاتے ہیں تو کوئی ان پر سبقت نہیں لے جا سکتا ہے۔ ہر ذمہ دار قوم کا فرض ہے کہ اپنے قوم سے سچ بولے اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور فرزندان آخرت میں شامل ہو جائے کہ اُدھر ہی سے آیا ہے اور اُدھر ہی پلٹ کر جانا ہے۔ یقیناً دل کی آنکھوں سے دیکھنے والے اور دیکھ کر عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا اس علم سے ہوتی ہے کہ اس کا عمل اس کے لئے مفید ہے یا اس کے خلاف ہے۔ اگر مفید ہے تو اسی راستہ پر چلتا رہے اور اگر مضر ہے تو ٹھہر جائے کہ علم کے بغیر عمل کرنے والا غلط راستہ پر چلنے والے کے مانند ہے کہ جس قدر راستہ طے کرتا جائے گا منزل سے دور تر ہوتا جائے گا اور علم کے ساتھ عمل کرنے والا واضح راستہ پر چلنے کے مانند ہے۔ لہٰذا ہر آنکھ والے کو یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ آگے بڑھ رہا ہے یا پیچھے ہٹ رہا ہے اور یاد رکھو کہ ہر ظاہر کے لئے اسی کا جیسا باطن بھی ہوتا ہے لہٰذا اگر ظاہر پاکیزہ ہوگا تو باطن بھی پاکیزہ ہوگا اور اگر ظاہر خبیث ہو گیا تو باطن بھی خبیث ہو جائے گا۔ رسول صادق نے سچ فرمایا ہے کہ "اللہ کبھی کبھی کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے اور اس کے عمل سے بیزار ہوتا ہے اور کبھی عمل کو دوست رکھتا ہے اور خود اسی سے بیزار رہتا ہے۔"

یاد رکھو کہ ہر عمل سبزہ کی طرح اُگنے والا ہوتا ہے اور سبزہ پانی سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے اور پانی بھی طرح طرح کے ہوتے ہیں لہٰذا اگر سینچائی پاکیزہ پانی سے ہوگی تو پیداوار بھی پاکیزہ ہوگی اور پھل بھی شیریں ہوگا اور اگر سینچائی ہی غلط ہوگی تو پیداوار بھی خبیث ہوگی اور پھل بھی کڑوے ہوں گے۔

۱۵۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں چمگادڑ کی عجیب و غریب خلقت کا ذکر کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کی معرفت کی گہرائیوں سے اوصاف عاجز ہیں اور جس کی عظمتوں نے عقلوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے تو اب اس کی سلطنتوں کی حدوں تک پہونچنے کا کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے۔

وہ خدائے برحق و آشکار ہے۔ اس سے زیادہ ثابت اور واضح ہے جو آنکھوں کے مشاہدہ میں آجاتا ہے۔ عقلیں اس کی حد بندی نہیں کر سکتی ہیں کہ وہ کسی کی شبیہ قرار دے دیا جائے اور خیالات اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی کی مثال بنا دیا جائے۔ اس نے مخلوقات کو بغیر کسی نمونہ اور کسی مشیر کے مشورہ یا مددگار کی مدد کے بنایا ہے۔ اس کی تخلیق اس کے امر سے تکمیل ہوئی ہے اور پھر اسی کی اطاعت کے لئے سر بسجود ہے اور بلاتوقف اس کی آواز پر لبیک کہتی ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے۔

وَلَمْ يُنَازِعْ.

خلقة الخفاش

وَ مِنْ لَطَائِفِ صَنْعَتِهِ، وَ عَجَائِبِ خِلْقَتِهِ، مَا أَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ الْحِكْمَةِ فِي هٰذِهِ الْخَفَافِيشِ الَّتِي يَقْبِضُهَا الضِّيَاءُ الْبَاسِطُ لِكُلِّ شَيْءٍ، وَ يَبْسُطُهَا الظَّلَامُ الْقَابِضُ لِكُلِّ حَيٍّ؛ وَ كَيْفَ عَشِيَتْ أَعْيُنُهَا عَنْ أَنْ تَسْتَمِدَّ مِنَ الشَّمْسِ الْمُضِيئَةِ نُوراً تَهْتَدِي بِهِ فِي مَذَاهِبِهَا، وَ تَتَّصِلُ بِعَلَانِيَةِ بُرْهَانِ الشَّمْسِ إِلَى مَعَارِفِهَا، وَرَدَعَهَا بِتَلَأْلُؤِ ضِيَائِهَا عَنِ الْمُضِيِّ فِي سُبُحَاتِ إِشْرَاقِهَا. وَأَكَنَّهَا فِي مَكَامِنِهَا عَنِ الذَّهَابِ فِي بُلَجِ ائْتِلَاقِهَا. فَهِيَ مُسْدَلَةُ الْجُفُونِ بِالنَّهَارِ عَلَى حِدَاقِهَا، وَ جَاعِلَةُ اللَّيْلِ سِرَاجاً تَسْتَدِلُّ بِهِ فِي الْتِمَاسِ أَرْزَاقِهَا؛ فَلَا يَرُدُّ أَبْصَارَهَا إِسْدَافُ ظُلْمَتِهِ، وَ لَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِيِّ فِيهِ لِغَسَقِ دُجُنَّتِهِ. فَإِذَا أَلْقَتِ الشَّمْسُ قِنَاعَهَا، وَ بَدَتْ أَوْضَاحُ نَهَارِهَا، وَ دَخَلَ مِنْ إِشْرَاقِ نُورِهَا عَلَى الضِّبَابِ فِي وِجَارِهَا، أَطْبَقَتِ الْأَجْفَانَ عَلَى مَآقِيهَا، وَ تَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْهُ مِنَ الْمَعَاشِ فِي ظُلَمِ لَيَالِيهَا. فَسُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا نَهَاراً وَ مَعَاشاً وَالنَّهَارَ سَكَناً وَ قَرَاراً! وَ جَعَلَ لَهَا أَجْنِحَةً مِنْ لَحْمِهَا تَعْرُجُ بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى الطَّيَرَانِ، كَأَنَّهَا شَظَايَا الْآذَانِ، غَيْرَ ذَوَاتِ رِيشٍ وَ لَا قَصَبٍ، إِلَّا أَنَّكَ تَرَى مَوَاضِعَ الْعُرُوقِ بَيِّنَةً أَعْلَاماً. لَهَا جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا، وَلَمْ يَغْلُظَا فَيَثْقُلَا. تَطِيرُ وَ وَلَدُهَا لَاصِقٌ بِهَا لَاجِئٌ إِلَيْهَا، يَقَعُ إِذَا وَقَعَتْ، وَ يَرْتَفِعُ إِذَا ارْتَفَعَتْ، وَ لَا يُفَارِقُهَا حَتَّى تَشْتَدَّ أَرْكَانُهُ، وَ يَحْمِلَهُ لِلنُّهُوضِ جَنَاحُهُ، وَ يَعْرِفَ مَذَاهِبَ عَيْشِهِ، وَ مَصَالِحَ نَفْسِهِ. فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ، عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ!

١٥٦

و من كلام له (عليه السلام)

خاطب به أهل البصرة على جهة اقتصاص الملاحم

فَمَنِ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَنْ يَعْتَقِلَ نَفْسَهُ عَلَى اللّٰهِ، عَزَّوَجَلَّ، فَلْيَفْعَلْ. فَإِنْ أَطَعْتُمُونِي فَإِنِّي حَامِلُكُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَلَى سَبِيلِ الْجَنَّةِ وَ إِنْ كَانَ ذَا مَشَقَّةٍ شَدِيدَةٍ وَ مَذَاقَةٍ مَرِيرَةٍ.

وَ أَمَّا فُلَانَةُ فَأَدْرَكَهَا رَأْيُ النِّسَاءِ، وَ ضِغْنٌ غَلَا فِي صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ

عشا - اندھاپن

سبحات - درجات

ائتلاق - چمک دمک

بلج - ضوء

اسدف - تاریکی ہوگئی

دجنہ - ظلمت

اوضاح - وضح - سفیدہ صبح

ضباب - بجو

وجار - سوراخ

مآق - جمع مأق - گوشہ چشم

تبلغت - اکتفا کرلیا

شظایا - جمع شظیہ - غلاف

قصبہ - عمود

اعلام - نشان

خلا من غیرہ - سب سے آگے بڑھ گیا

مرجل - پتیلی

(۱) عظمت وکبریائی پروردگار کا اندازہ کرنا ہے تو پہلے اس قدر ضعیف اور کمزور مخلوق کی عظمت کا ادراک کرنا ہوگا تاکہ اس کے تسلسل سے مزید مخلوقات کی صنعت کا اندازہ کیا جاسکے اور اسی اعتبار سے جلالت خالق کا اعتراف کیا جاسکے۔

مصادر خطبہ ١٥٦ احتجاج طبرسی ١ ص٢٢٦، کنز العمال ٨ ص٢١٥، منتخب کنز العمال ١ ص٣١٥، تلخیص الشافی ص٣٢٦، مختصر بصائر الدرجات ص١١٥ بحار الانوار باب الفتن، المجالس مفید ص١٦٢، تحف العقول ص١٠٩، کتاب سلیم بن قیس ص٣٨

اس کی لطیف ترین صنعت اور عجیب ترین خلقت کا ایک نمونہ وہ ہے جو اس نے اپنی دقیق ترین حکمت سے چمگادڑ کی تخلیق میں پیش کیا ہے کہ جسے ہر شے کو وسعت دینے والی روشنی سکیڑ دیتی ہے اور ہر زندہ کو سکیڑ دینے والی تاریکی وسعت عطا کر دیتی ہے۔ کس طرح ان کی آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں کہ روشن آفتاب کی شعاعوں سے مدد حاصل کر کے اپنے راستے طے کر سکے اور کھلی ہوئی آفتاب کی روشنی کے ذریعہ اپنی جانی منزلوں تک پہونچ سکے۔ نور آفتاب نے اپنی چمک دمک کے ذریعہ اسے روشنی کے طبقات میں آگے بڑھنے سے روک دیا ہے اور روشنی کے اُجالے میں آنے سے روک کر مخفی مقامات پر چھپا دیا ہے۔ دن میں اس کی پلکیں آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور رات کو چراغ بنا کر وہ تلاش رزق میں نکل پڑتی ہے۔ اس کی نگاہوں کو رات کی تاریکی نہیں پلٹا سکتی ہے اور اس کو راستہ میں آگے بڑھنے سے شدید ظلمت بھی نہیں روک سکتی ہے۔ اس کے بعد جب آفتاب اپنے نقاب کو الٹ دیتا ہے اور دن کا روشن چہرہ سامنے آجاتا ہے اور آفتاب کی کرنیں بجو کے سوراخ تک پہونچ جاتی ہیں تو اس کی پلکیں آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور جو کچھ رات کی تاریکیوں میں حاصل کر لیا ہے اسی پر گذارا شروع کر دیتی ہے۔ کیا کہنا اس معبود کا جس نے اس کے لئے رات کو دن اور وسیلۂ معاش بنا دیا ہے اور دن کو وجہ سکون و قرار مقرر کر دیا ہے اور پھر اس کے لئے ایسے گوشت کے پَر بنا دئے ہیں جس کے ذریعہ وقت ضرورت پرواز بھی کر سکتی ہے۔ گویا کہ یہ کان کی لویں ہیں جن میں نہ پَر ہیں اور نہ کریاں مگر اس کے باوجود تم دیکھو گے کہ رگوں کی جگہوں کے نشانات بالکل واضح ہیں اور اس کے ایسے دو پَر بن گئے ہیں جو نہ اتنے باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے غلیظ ہیں کہ پرواز میں زحمت ہو۔ اس کی پرواز کی شان یہ ہے کہ اپنے بچہ کو ساتھ لے کر سینہ سے لگا کر پرواز کرتی ہے۔ جب نیچے اُترتی ہے تو بچہ ساتھ ہوتا ہے اور جب اوپر اڑتی ہے تو بچہ ہمراہ ہوتا ہے اور اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہوتا ہے جب تک اس کے اعضاء مضبوط نہ ہو جائیں اور اس کے پَر اس کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ ہو جائیں اور وہ اپنے رزق کے راستوں اور مصلحتوں کو خود پہچان نہ لے۔ پاک و بے نیاز ہے وہ ہر شے کا پیدا کرنے والا جس نے کسی ایسی مثال کا سہارا نہیں لیا جو کسی دوسرے سے حاصل کی گئی ہو۔ (۱)

۱۵۶۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اہل بصرہ سے خطاب کر کے انھیں حوادث سے باخبر کیا گیا ہے)

ایسے وقت میں اگر کوئی شخص اپنے نفس کو صرف خدا تک محدود رکھنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہئے۔ پھر اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں تمھیں انشاء اللہ جنت کے راستہ پر چلاؤں گا چاہے اس میں کتنی ہی زحمت اور تلخی کیوں نہ ہو۔

رہ گئی فلاں خاتون(۱) کی بات تو ان پر عورتوں کی جذباتی رائے کا اثر ہو گیا ہے اور اس کینہ نے اثر کر دیا ہے جو ان کے سینہ میں لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کھول رہا ہے۔

(۱) اس لفظ سے مراد مسلّم طور پر حضرت عائشہ کی ذات ہے لیکن آپ نے انھیں نام کے ساتھ قابل ذکر نہیں قرار دیا ہے اور ان کی دو عظیم کمزوریوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ ان میں عام عورتوں کی جذباتی کمزوری پائی جاتی ہے جو اکثر احکام دین اور مرضی پروردگار پر غالب آجاتی ہے جب کہ ازواج رسولؐ کو اس کمزوری سے بلند تر ہونا چاہئے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کے دل میں کینہ پایا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں رسول اکرمؐ کے وہ ارشادات نہیں ہیں جو حضرت علیؑ کے بارے میں ہیں اور انھیں قدرت نے قابل اولاد نہ بنا کر نسل علیؑ کو نسل پیغمبرؐ بنا دیا ہے۔!

السَّقَبِيْنِ، وَلَوْ دُعِيَتْ لِـتَنَالَ مِـنْ غَـيْرِي مَـا أَتَتْ إِلَيَّ، لَمْ تَـفْعَلْ. وَلَهَـا بَـعْدُ حُرْمَتُهَا الْأُولَى، وَالْحِسَابُ عَلَى اللهِ تَعَالَى.

وصف الإيمان

مـنه: سَبِيلٌ أَبْلَجُ الْمِنْهَاجِ، أَنْـوَرُ السِّرَاجِ. فَـبِالْإِيمَانِ يُسْتَدَلُّ عَـلَى الصَّالِحَاتِ، وَ بِـالصَّالِحَاتِ يُسْتَدَلُّ عَـلَى الْإِيمَانِ، وَ بِـالْإِيمَانِ يُـعْمَرُ الْـعِلْمُ، وَ بِـالْعِلْمِ يُـرْهَبُ الْمَوْتُ، وَ بِـالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا، وَ بِـالدُّنْيَا تُحْـرَزُ الْآخِـرَةُ، وَ بِـالْقِيَامَةِ تُـزْلَفُ الْجَنَّةُ، «وَ تُـبَرَّزُ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ». وَ إِنَّ الْخَلْقَ لَا مَـقْصَرَ لَهُـمْ عَـنِ الْقِيَامَةِ، مُرْقِلِينَ فِي مِضْمَـارِهَا إِلَى الْغَايَةِ الْقُصْوَى.

حال أهل القبور في القيامة

مـنه: قَـدْ شَـخَصُوا مِـنْ مُسْتَقَرِّ الْأَجْدَاثِ، وَ صَارُوا إِلَى مَـصَائِرِ الْـغَايَاتِ. لِكُلِّ دَارٍ أَهْلُهَا لَا يَسْتَبْدِلُونَ بِهَا وَ لَا يُنْقَلُونَ عَنْهَا.

وَ إِنَّ الْأَمْـرَ بِـالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيَ عَـنِ الْمُنْكَرِ، لَخُـلُقَانِ مِـنْ خُـلُقِ اللهِ سُبْحَانَهُ؛ وَ إِنَّهُـمَا لَا يُـقَرِّبَانِ مِـنْ أَجَـلٍ، وَ لَا يَـنْقُصَانِ مِـنْ رِزْقٍ. وَ عَـلَيْكُمْ بِكِـتَابِ اللهِ، «فَـإِنَّهُ الْحَـبْلُ الْمَـتِينُ، وَ النُّـورُ الْمُـبِينُ». وَالشِّـفَاءُ النَّـافِعُ، وَالرِّيُّ النَّـاقِعُ، وَالْـعِصْمَةُ لِـلْمُتَمَسِّكِ، وَالنَّـجَاةُ لِـلْمُتَعَلِّقِ. لَا يَـعْوَجُّ فَـيُقَامَ، وَ لَا يَـزِيغُ فَـيُسْتَعْتَبَ، «وَ لَا تُخْلِقُهُ كَثْرَةُ الرَّدِّ»، وَ وُلُوجُ السَّمْعِ. «مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَ مَـنْ عَـمِلَ بِـهِ سَبَقَ».

و قام اليه رجل فقال: يا أميرالمؤمنين، أخبرنا عن الفتنة، وهل سألت رسول الله صلى الله عليه وآله – عنها؟ فقال (عليه السلام):

إِنَّـهُ لَمَّـا أَنْـزَلَ اللهُ سُـبْحَانَهُ، قَـوْلَهُ: «الٓمٓ. أَحَسِبَ النَّـاسُ أَنْ يُـتْرَكُـوا أَنْ يَـقُولُوا آمَـنَّا وَ هُـمْ لَا يُـفْتَنُونَ» عَـلِمْتُ أَنَّ الْـفِتْنَةَ لَا تَـنْزِلُ بِـنَا وَ رَسُـولُ اللهِ (صلى الله عليه وآله) بَـيْنَ أَظْـهُرِنَا. فَـقُلْتُ: يَـا رَسُـولَ اللهِ، مَـا هَـذِهِ الْـفِتْنَةُ الَّـتِي أَخْـبَرَكَ اللهُ تَـعَالَى بِهَـا؟ فَـقَالَ: «يَـا عَـلِيُّ، إِنَّ أُمَّـتِي سَـيُفْتَنُونَ مِـنْ بَـعْدِي». فَـقُلْتُ: يَـا رَسُـولَ اللهِ، أَوَلَـيْسَ قَـدْ قُـلْتَ لِي يَـوْمَ أُحُـدٍ حَـيْثُ اسْتُشْهِدَ مَنِ اسْتُشْهِدَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَ حِـيزَتْ عَـنِّي الشَّـهَادَةُ، فَشَـقَّ ذٰلِكَ عَـلَيَّ، فَـقُلْتَ لِي: «أَبْشِرْ، فَإِنَّ الشَّـهَادَةَ مِـنْ وَرَائِكَ؟» فَـقَالَ لِي: «إِنَّ ذٰلِكَ لَكَـذٰلِكَ، فَكَـيْفَ صَـبْرُكَ إِذَنْ؟» فَـقُلْتُ: يَـا رَسُـولَ اللهِ، لَـيْسَ هَـذَا مِـنْ مَـوَاطِنِ الصَّـبْرِ، وَلٰكِـنْ مِـنْ مَـوَاطِنِ الْـبُشْرَى

قَتِين - لوہار
مقصر - نزل
مُرقلین - تیز رفتار
شخصوا - چلے گئے
اجداث - قبریں
مصائر الغایات - آخری انجام
نقع العطش - پیاس بجھ گئی
یستعتب - مطالبہ رضامندی
اخلقہ - پرانا بنا دیا
ولوج السمع - بات کا کان میں داخل ہونا
حیزت - مجھ سے محفوظ کر لی گئی -

(۱) یہ امیرالمومنینؑ کا کمال کردار ہے کہ آپ کے اعمال پر جذباتیت کا غلبہ نہیں ہوتا ہے اور ہر اقدام نہایت درجہ متوازن اور احکام الٰہیہ کے مطابق ہوتا ہے - آپ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہا ہے کہ عائشہ کی ایک نسبت پیغمبرؐ اکرم کی طرف ہے لہذا جس مسئلہ کا بھی پیغمبرؐ اسلام سے تعلق ہوگا اس کے اعتبار سے ان کا احترام بہرحال کیا جائے گا --- لیکن یہ بات انھیں خدائی محاسبہ سے محفوظ نہیں بنا سکتی ہے اور نہ ان کے اقدامات کو تنقید و تبصرہ سے بالاتر قرار دے سکتی ہے -
اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان کے عقیدہ و کردار کی کمزوری کی بنا پر ان سے جہاد کیا اور ان کی نسبت رسول اکرمؐ کی بنا پر انھیں احترام کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا کہ آپ کا مقام ہے میدان جنگ نہیں ہے -

(۲) اس مقام پر حضرتؑ نے قرآن مجید کے دس صفات کا تذکرہ فرمایا ہے اور ہر صفت عظمت قرآن کو پہچاننے کا بہترین وسیلہ ہے جس پر دقت نظر کے ساتھ نظر کرنی چاہیے -

میں اگر میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ اس برتاؤ کی دعوت دی جاتی تو کبھی نہ آتیں لیکن اس کے بعد بھی مجھے ان کی سابقہ حرمت کا خیال
ان کا حساب بہر حال پروردگار کے ذمہ ہے (۵۱)

یمان کا راستہ بالکل واضح اور اس کا چراغ مکمل طور پر نور افشاں ہے۔ ایمان ہی[۱] کے ذریعہ نیکیوں کا راستہ حاصل کیا جاتا ہے اور نیکیوں ہی
سے ایمان کی پہچان ہوتی ہے۔ ایمان[۲] سے علم کی دنیا آباد ہوتی ہے اور علم سے موت کا خوف حاصل ہوتا ہے اور موت ہی پر دنیا کا
ہے اور دنیا ہی کے ذریعہ آخرت حاصل کی جاتی ہے اور آخرت ہی میں جنت کو قریب کر دیا جائے گا اور جہنم کو گمراہوں کے لئے بالکل نمایاں
لئے گا۔ مخلوقات کے لئے قیامت سے پہلے کوئی منزل نہیں ہے۔ انھیں اس میدان میں آخری منزل کی طرف بہر حال دوڑ لگانا ہے۔

(ایک دوسرا حصہ) وہ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخری منزل کی طرف چل پڑے۔ ہر گھر کے اپنے اہل ہوتے ہیں جو نہ گھر
تے ہیں اور نہ اس سے منتقل ہو سکتے ہیں۔

یقیناً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ دو خدائی اخلاق ہیں اور یہ نہ کسی کی موت[۳] کو قریب بناتے ہیں اور نہ کسی کی روزی کو کم کرتے ہیں تمھارا
ہے کہ کتاب خدا سے وابستہ رہو کہ وہی مضبوط ریسمان ہدایت اور روشن نور الٰہی ہے۔ اسی میں منفعت بخش شفا ہے اور اسی میں پیاس
نے والی سیرابی ہے۔ وہی تمسک کرنے والوں کے لئے وسیلۂ عصمت کردار ہے اور وہی رابطہ رکھنے والوں کے لئے ذریعۂ نجات ہے۔ اسی
کجی نہیں ہے جسے سیدھا کیا جائے اور اسی میں کوئی انحراف نہیں ہے جسے درست کیا جائے۔ مسلسل تکرار اسے پرانا نہیں کر سکتی ہے اور برابر سننے
کی تازگی میں فرق نہیں آتا ہے۔ جو اس کے ذریعہ کلام کریگا وہ سچا ہوگا اور جو اس کے مطابق عمل کریگا وہ سبقت لے جائے گا (۵۲)

اس درمیان ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یا امیر المومنینؑ ذرا فتنہ کے بارے میں بتلائیے؟ کیا آپ نے اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ
دریافت کیا ہے؟ ــ فرمایا جس وقت آیت شریفہ نازل ہوئی "کیا لوگوں کا خیال یہ ہے کہ انھیں ایمان کے دعویٰ ہی پر چھوڑ دیا جائیگا
ہیں فتنہ میں مبتلا نہیں کیا جائے گا" تو ہمیں اندازہ ہو گیا کہ جب تک رسول اکرمؐ موجود ہیں فتنہ کا کوئی اندیشہ نہیں ہے لہٰذا میں نے
کیا کہ یا رسول اللہ یہ فتنہ کیا ہے جس کی پروردگار نے آپ کو اطلاع دی ہے؟ فرمایا یا علیؑ! یہ امت میرے بعد فتنہ میں مبتلا ہوگی۔
عرض کی کیا آپ نے احد کے دن جب کچھ مسلمان راہ خدا میں شہید ہو گئے اور مجھے شہادت کا موقع نصیب نہیں ہوا اور مجھے یہ
وقت تکلیف دہ محسوس ہوئی ــ تو کیا یہ نہیں فرمایا تھا کہ یا علیؑ! بشارت ہو۔ شہادت تمھارے پیچھے آرہی ہے؟ ــ فرمایا بے شک!
اس وقت تمھارا صبر کیسا ہوگا؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ تو صبر کا موقع نہیں ہے بلکہ مسرت اور شکر کا موقع ہے۔

فقرہ کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص ایمان و عمل کے رابطہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا ہے اور نہ ایمان کو عمل سے بے نیاز بنا سکتا ہے۔
سے لیکر آخرت تک اتنا حسین تسلسل کسی دوسرے انسان کے کلام میں نظر نہیں آسکتا ہے اور یہ مولائے کائنات کی اعجاز بیانی کا ایک
نمونہ ہے۔
بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں پیدا ہونے والے ہر شیطانی وسوسہ کا جواب ان کلمات میں موجود ہے اور ان دونوں کی عظمت کے لئے اتنا ہی کافی
ان کاموں میں مالک بھی بندوں کے ساتھ شریک ہے بلکہ اس نے پہلے امر و نہی کیا ہے۔ اس کے بعد بندوں کو امر و نہی کا حکم دیا ہے۔
ہے اس کل ایمان کا کردار جو زندگی کو ہدف اور مقصد نہیں بلکہ وسیلہ خیرات تصور کرتا ہے اور جب یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ زندگی کی قربانی ہی تمام خیرات
کا مصدر ہے تو اس قربانی کے نام پر سجدۂ شکر کرتا ہے اور لفظ صبر و تحمل کو برداشت نہیں کرتا ہے۔

عِبَادَاللّٰهِ، احْذَرُوا يَوْماً تُفْحَصُ فِيهِ الْأَعْمَالُ، وَ يَكْثُرُ فِيهِ الزِّلْزَالُ، وَ تَشِيبُ فِيهِ الْأَطْفَالُ.

اعْلَمُوا، عِبَادَاللّٰهِ أَنَّ عَلَيْكُمْ رَصَداً مِنْ أَنْفُسِكُمْ، وَ عُيُوناً مِنْ جَوَارِحِكُمْ، وَ حُفَّاظَ صِدْقٍ يَحْفَظُونَ أَعْمَالَكُمْ، وَ عَدَدَ أَنْفَاسِكُمْ، لَا تَسْتُرُكُمْ مِنْهُمْ ظُلْمَةُ لَيْلٍ دَاجٍ، وَلَا يُكِنُّكُمْ مِنْهُمْ بَابٌ ذُو رِتَاجٍ، وَ إِنَّ غَداً مِنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ.

يَذْهَبُ الْيَوْمُ بِمَا فِيهِ، وَ يَجِيءُ الْغَدُ لَاحِقاً بِهِ، فَكَأَنَّ كُلَّ امْرِىءٍ مِنْكُمْ قَدْ بَلَغَ مِنَ الْأَرْضِ مَنْزِلَ وَحْدَتِهِ، وَ مَخَطَّ (محطّ) حُفْرَتِهِ. فَيَا لَهُ مِنْ بَيْتِ وَحْدَةٍ، وَ مَنْزِلِ وَحْشَةٍ، وَ مُفْرَدِ (مقرّ) غُرْبَةٍ! وَ كَأَنَّ الصَّيْحَةَ قَدْ أَتَتْكُمْ، وَالسَّاعَةَ قَدْ غَشِيَتْكُمْ، وَ بَرَزْتُمْ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ. قَدْ زَاحَتْ عَنْكُمُ الْأَبَاطِيلُ، وَاضْمَحَلَّتْ عَنْكُمُ الْعِلَلُ، وَاسْتَحَقَّتْ بِكُمُ الْحَقَائِقُ، وَ صَدَرَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ مَصَادِرَهَا، فَاتَّعِظُوا بِالْعِبَرِ، وَاعْتَبِرُوا بِالْغِيَرِ (الغيرة)، وَانْتَفِعُوا بِالنُّذُرِ.

۱۵۸

و من خطبة له (عليه السلام)

ينبه فيها على فضل الرسول الأعظم، و فضل القرآن، ثم حال دولة بني أمية

النبي والقرآن

أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَ طُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ، وَ انْتِقَاضٍ مِنَ الْمُبْرَمِ؛ فَجَاءَهُمْ بِتَصْدِيقِ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالنُّورِ الْمُقْتَدَى بِهِ. ذٰلِكَ الْقُرْآنُ فَاسْتَنْطِقُوهُ، وَلَنْ يَنْطِقَ، وَلٰكِنْ أُخْبِرُكُمْ عَنْهُ: أَلَا إِنَّ فِيهِ عِلْمَ مَا يَأْتِي، وَالْحَدِيثَ عَنِ الْمَاضِي، وَ دَوَاءَ دَائِكُمْ، وَ نَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ.

دولة بني أمية

و منها: فَعِنْدَ ذٰلِكَ لَا يَبْقَى بَيْتُ مَدَرٍ وَ لَا وَبَرٍ إِلَّا وَأَدْخَلَهُ الظَّلَمَةُ تَرْحَةً، وَأَوْلَجُوا فِيهِ نِقْمَةً. فَيَوْمَئِذٍ لَا يَبْقَى لَهُمْ فِي السَّمَاءِ عَاذِرٌ، وَ لَا فِي الْأَرْضِ نَاصِرٌ. أَصْفَيْتُمْ بِالْأَمْرِ غَيْرَ أَهْلِهِ، وَ أَوْرَدْتُمُوهُ غَيْرَ مَوْرِدِهِ، وَ سَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِمَّنْ ظَلَمَ، مَأْكَلاً بِمَأْكَلٍ،

رصد - نگراں
رتاج - بڑا دروازہ
منزل وحدۃ - قبر
صیحہ - ندائے آسمانی
زاحت - دور ہوگئے
ہجعہ - نیند
مُبرم - محکم
بیت مدر و وبر - شہری اور دیہاتی مکانات
ترحہ - رنج و الم
اصفیتم - اپنے لئے مخصوص کرلیا۔

(۱) قرآن مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اس میں ماضی کے اخبار بھی ہیں اور مستقبل کی پیشگوئیاں بھی لیکن نہ ماضی کی کوئی خبر غلط ہے اور نہ مستقبل کی کوئی پیشین گوئی اب تک غلط ثابت ہوسکی ہے

یہ اور بات ہے کہ اس اعجاز کا دارومدار اس کے الفاظ کی صحیح ترجمانی پر ہے اور یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے نبوت اور امامت کا علم درکار ہے اور مالک کائنات کی طرف سے مخصوص تعلیم اور تائید کی ضرورت ہے جس کے بغیر ایسے علم کا کوئی امکان نہیں ہے

مصادر خطبہ ۱۵۸ نہایۃ ابن اثیر ا ص ۲۶ ، ۲ ص ۱۶۹ ، ۵ ص ۳۴ ، ۲ ص ۲۱۴ ، روضہ کافی ص ، ارشاد مفید ص ۱۲۳ ، بحار الانوار ۸ ص ۶۶۵

بندگانِ خدا! اس دن سے ڈرو جب اعمال کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور زلزلوں کی بہتات ہو گی کہ بچے تک بوڑھے ہو جائیں گے۔

یاد رکھو اے بندگانِ خدا! کہ تم پر تمہارے ہی نفس کو نگراں بنایا گیا ہے اور تمہارے اعضاء و جوارح تمہارے لئے جاسوسوں کا کام کر رہے ہیں اور کچھ بہترین محافظ ہیں جو تمہارے اعمال اور تمہاری سانسوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ان سے نہ کسی تاریک رات کی تاریکی چھپا سکتی ہے اور نہ بند دروازے ان سے اوجھل بنا سکتے ہیں۔ اور کل آنے والا دن آج سے بہت قریب ہے۔

آج کا دن اپنا ساز و سامان لے کر چلا جائے گا اور کل کا دن اس کے پیچھے آ رہا ہے۔ گویا ہر شخص زمین میں اپنی تنہائی کی منزل اور گڑھے کے نشان تک پہونچ چکا ہے۔ ہائے وہ تنہائی کا گھر۔ وحشت کی منزل اور غربت کا مکان۔ گویا کہ آواز تم تک پہونچ چکی ہے اور قیامت تمہیں اپنے گھیرے میں لے چکی ہے اور تمہیں آخری فیصلہ کے لئے قبروں سے نکالا جا چکا ہے۔ جہاں تمام باطل باتیں ختم ہو چکی ہیں اور تمام حیلے بہانے کمزور پڑ چکے ہیں، حقائق ثابت ہو چکے ہیں اور امور پلٹ کر اپنی منزل پر آ گئے ہیں۔ لہٰذا عبرتوں سے نصیحت حاصل کرو۔ تغیرات زمانہ سے عبرت کا سامان فراہم کرو اور پھر ڈرانے والے کی نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ۔

۱۵۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں رسول اکرمؐ کی بعثت اور قرآن کی فضیلت کے ساتھ بنی امیہ کی حکومت کا ذکر کیا گیا ہے)

اللہ نے پیغمبر کو اس وقت بھیجا جب رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور قومیں گہری نیند میں مبتلا تھیں اور دین کی مستحکم رسی کے بل کھل چکے تھے۔ آپ نے آکر پہلے والوں کی تصدیق کی اور وہ نور پیش کیا جس کی اقتدا کی جائے اور وہ یہی قرآن ہے۔ اسے بلوا کر دیکھو اور یہ خود نہیں بولے گا۔ میں اس کی طرف سے ترجمانی کروں گا۔ یاد رکھو کہ اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے۔ تمہارے درد کی دوا ہے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے۔(۱)

(اس کا دوسرا حصہ) اس وقت کوئی شہری یا دیہاتی مکان ایسا نہ بچے گا جس میں ظالم غم و الم کو داخل نہ کر دیں اور اس میں سختیوں کا گذر نہ ہو جائے۔ اس وقت ان کے لئے نہ آسمان میں کوئی عذر خواہی کرنے والا ہو گا اور نہ زمین میں مددگار۔ تم نے اس امر کے لئے نا اہلوں کا انتخاب کیا ہے اور انہیں دوسرے کے گھاٹ پر اتار دیا ہے اور عنقریب خدا ظالموں سے انتقام لے لیگا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے سے

---

(۱) مالک کائنات نے انسان کی فطرت کے اندر ایک صلاحیت رکھی ہے جس کا کام ہے نیکیوں پر سکون و اطمینان کا سامان فراہم کرنا اور برائیوں پر تنبیہ اور سرزنش کرنا۔ عرف عام میں اسے ضمیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جو اس وقت بھی بیدار رہتا ہے جب آدمی غفلت کی نیند سو جاتا ہے اور اس وقت بھی مصروف تنبیہ رہتا ہے جب انسان مکمل طور پر گناہوں میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ صلاحیت اپنے مقام پر ہر انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اچھائی اور برائی کا ادراک کبھی کبھی فطری ہوتا ہے جیسے احسان کی اچھائی اور ظلم کی برائی ــــ اور کبھی اس کا تعلق سماج، معاشرہ یا دین و مذہب سے ہوتا ہے تو جس چیز کو مذہب یا سماج اچھا کہہ دیتا ہے ضمیر اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور جس چیز کو برا قرار دے دیتا ہے اس پر مذمت کرنے لگتا ہے اور اس مدح یا ذم کا تعلق فطرت کے احکام سے نہیں ہوتا ہے بلکہ سماج یا قانون کے احکام سے ہوتا ہے۔

وَ مَشْرَباً بِمَشْرَبٍ، مِنْ مَطَاعِمِ ٱلْعَلْقَمِ، وَ مَشَارِبِ الصَّبِرِ وَٱلْمَقِرِ، وَ لِبَاسِ شِعَارِ ٱلْخَوْفِ، وَ دِثَارِ ٱلسَّيْفِ. وَ إِنَّمَا هُمْ مَطَايَا ٱلْخَطِيئَاتِ وَ زَوَامِلُ ٱلْآثَامِ. فَأُقْسِمُ، ثُمَّ أُقْسِمُ، لَتَنْخَمَنَّهَا أُمَيَّةُ مِنْ بَعْدِي كَمَا تُلْفَظُ النُّخَامَةُ، ثُمَّ لَا تَذُوقُهَا وَ لَا تَطْعَمُ بِطَعْمِهَا أَبداً مَا كَرَّ ٱلْجَدِيدَانِ!

۱۵۹

و من خطبة له ﴿علیہ السلام﴾

يبين فيها حسن معاملته لرعيته

وَ لَقَدْ أَحْسَنْتُ جِوَارَكُمْ، وَأَحَطْتُ بِجُهْدِي مِنْ وَرَائِكُمْ. وَأَعْتَقْتُكُمْ مِنْ رِبَقِ الذُّلِّ، وَ حَلَقِ الضَّيْمِ، شُكْراً مِنِّي لِلْبِرِّ ٱلْقَلِيلِ وَ إِطْرَاقاً عَمَّا أَدْرَكَهُ ٱلْبَصَرُ، وَ شَهِدَهُ ٱلْبَدَنُ، مِنَ ٱلْمُنْكَرِ[۱] ٱلْكَثِيرِ.

۱۶۰

و من خطبة له ﴿علیہ السلام﴾

عظمة الله

أَمْرُهُ قَضَاءٌ وَ حِكْمَةٌ، وَ رِضَاهُ أَمَانٌ وَ رَحْمَةٌ، يَقْضِي بِعِلْمٍ، وَ يَعْفُو بِحِلْمٍ.

حمد الله سبحانه و تعالىٰ

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَىٰ مَا تَأْخُذُ وَ تُعْطِي، وَ عَلَىٰ مَا تُعَافِي وَ تَبْتَلِي حَمْداً يَكُونُ أَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ، وَأَحَبَّ الْحَمْدِ إِلَيْكَ، وَ أَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ. حَمْداً يَمْلَأُ مَا خَلَقْتَ، وَ يَبْلُغُ مَا أَرَدْتَ. حَمْداً لَا يُحْجَبُ عَنْكَ، وَ لَا يُقْصَرُ دُونَكَ.

حَمْداً لَا يَنْقَطِعُ عَدَدُهُ، وَ لَا يَفْنَىٰ مَدَدُهُ. فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ إِلَّا أَنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ «حَيٌّ قَيُّومٌ، لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَ لَا نَوْمٌ». لَمْ يَنْتَهِ إِلَيْكَ نَظَرٌ، وَ لَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ. أَدْرَكْتَ الْأَبْصَارَ، وَ أَحْصَيْتَ الْأَعْمَالَ (الاعمار)، وَ أَخَذْتَ «بِالنَّوَاصِي وَ الْأَقْدَامِ». وَ مَا الَّذِي نَرَىٰ مِنْ خَلْقِكَ، وَ نَعْجَبُ لَهُ مِنْ قُدْرَتِكَ، وَ نَصِفُهُ مِنْ عَظِيمِ سُلْطَانِكَ (شأنک)، وَ مَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ، وَ قَصُرَتْ أَبْصَارُنَا عَنْهُ، وَٱنْتَهَتْ عُقُولُنَا دُونَهُ، وَ حَالَتْ سُتُورُ الْغُيُوبِ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُ أَعْظَمُ. فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهُ، وَ أَعْمَلَ فِكْرَهُ، لِيَعْلَمَ كَيْفَ أَقَمْتَ عَرْشَكَ، وَ كَيْفَ ذَرَأْتَ خَلْقَكَ، وَ كَيْفَ عَلَّقْتَ فِي الْهَوَاءِ

صبر - ایلوا
مقر - زہر
دثار - بالائی لباس
زوامل - جمع زاملہ - باربردار
تنخم - بلغم نکال دیا
نخامہ - بلغم
جدیدان - شب و روز
ربق - جمع ربقہ - رسی
حلق - جمع حلقہ - پھندہ
سنۃ - اونگھ
ذرأت - خلق کیا ہے

[۱] اس منکر سے مراد بظاہر اپنے حق میں ہونے والا ظلم اور اپنے حقوق کی بربادی ہے ورنہ محرمات پر خاموش رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے نہی عن المنکر ہر مسلمان کا فریضہ ہے مگر یہ کہ حالات سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس نہی کا کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے تو ایسی صورت میں نہی عن المنکر کا وجوب ساقط بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے اور انھوں نے منکر سے مراد حرام شرعی ہی لیا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۵۹ بحار ۸ ص ۶۰۶

مصادر خطبہ ۱۶۰ ربیع الابرار زمخشری باب الیاس والقناعۃ، مجمع الامثال ۲ ص ۳

...کے بدلے پینے سے۔ حنظل کا کھانا اور ایلوا کا اور زہر ہلاہل کا پینا۔ خوف کا اندرونی لباس اور تلوار کا باہر کا لباس ہوگا۔ یہ ظالم ...کی سواریاں اور گناہوں کے بار بردار اونٹ ہیں۔ لہٰذا میں بار بار قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بنی امیہ میرے بعد اس خلافت کو اس طرح ...دیں گے جس طرح بلغم کو تھوک دیا جاتا ہے اور پھر جب تک شب و روز باقی ہیں اس کا مزہ چکھنا اور اس سے لذت حاصل ...نصیب نہ ہوگا۔

۱۵۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں رعایا کے ساتھ اپنے حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے)

...میں تمہارے ہمسایہ میں نہایت درجہ خوبصورتی کے ساتھ رہا اور جہاں تک ممکن ہوا تمہاری حفاظت اور نگہداشت کرتا رہا اور ...ذلت کی رسّی اور ظلم کے پھندوں سے آزاد کرایا کہ میں تمہاری مختصر نیکی کا شکریہ ادا کر رہا تھا اور تمہاری ان تمام برائیوں کو جنھیں ...میں نے دیکھ لیا تھا اس سے چشم پوشی کر رہا تھا۔

۱۶۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(عظمت پروردگار) اُس کا امر فیصلہ کن اور سراپا حکمت ہے اور اس کی رضا مکمل امان اور رحمت ہے۔ وہ اپنے علم سے ...کرتا ہے اور اپنے حلم کی بنا پر معاف کر دیتا ہے۔

(حمد خدا) پروردگار تیرے لئے ان تمام چیزوں پر حمد ہے جنھیں تو لے لیتا ہے یا عطا کر دیتا ہے اور جن بلاؤں سے نجات ...دیتا ہے یا جن میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایسی حمد جو تیرے لئے انتہائی پسندیدہ ہو اور محبوب ترین ہو اور بہترین ہو۔ ...ایسی حمد جو ساری کائنات کو مملو کر دے اور جہاں تک چاہے پہونچ جائے۔ اور ایسی حمد جس کے سامنے نہ کوئی حاجب ہو ...تیری بارگاہ تک پہونچنے سے قاصر ہو۔

...وہ حمد جس کا سلسلہ رک نہ سکے اور جس کی مدت تمام نہ ہو سکے۔ ہم تیری عظمت کی حقیقت سے باخبر نہیں ہیں لیکن یہ جانتے ہیں کہ تو ہمیشہ زندہ ...ہر شے تیرے ارادہ سے قائم ہے۔ تیرے لئے نہ نیند ہے اور نہ اونگھ۔ نہ کوئی نظر تجھ تک پہونچ سکتی ہے اور نہ کوئی نگاہ تیرا ادراک کر سکتی ہے۔ ...تمام نگاہوں کا ادراک کر لیا ہے اور تمام اعمال کو شمار کر لیا ہے۔ ہر ایک کی پیشانی اور قدم سب تیرے ہی قبضہ میں ہیں۔ ...ہم تیری جس خلقت عظیم کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور جس قدرت سے تعجب کر رہے ہیں اور جس عظیم سلطنت کی توصیف کر رہے ہیں اس کی ...کیا ہے۔ وہ مخلوقات جو ہماری نگاہوں سے غائب ہے اور جہاں تک ہماری نگاہ نہیں پہونچ سکتی ہے اور جس کے قریب جاکر ہماری ...ٹھہر گئی ہے اور جہاں غیب کے پردے حائل ہو گئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ عظیم تر ہے۔ لہٰذا جو اپنے دل کو فارغ کر لے ...اپنی فکر کو استعمال کرے تاکہ یہ دریافت کر سکے کہ تو نے اپنے عرش کو کس طرح قائم کیا ہے۔ اپنی مخلوقات کو کس طرح ایجاد کیا ہے ...فضائے بسیط میں کس طرح آسمانوں کو معلق کیا ہے۔

...انسان انھیں مخلوقات کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے جو نگاہوں کے سامنے آ رہی ہیں اور جو ادراک و احساس کے حدود کے اندر ہیں تو ان مخلوقات ...بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جو انسانی حواس کی زد سے باہر ہیں اور جن تک عقل بشر کی رسائی نہیں ہے اور جب مخلوقات کی حقیقت تک انسانی فکر کی ...رسائی نہیں ہے تو خالق کی حقیقت کا عرفان کس طرح ممکن ہے اور انسان اس کی حمد کا حق کس طرح ادا کر سکتا ہے۔!

ثَمَنِهَا.

عیسیٰ ﴿علیہ السلام﴾

وَ إِنْ شِئْتَ قُلْتُ فِي عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ، وَ يَلْبَسُ الْخَشِنَ، وَ يَأْكُلُ الْجَشِبَ، وَ كَانَ إِدَامُهُ الْجُوعَ، وَ سِرَاجُهُ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ، وَ ظِلَالُهُ فِي الشِّتَاءِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا، وَ فَاكِهَتُهُ وَ رَيْحَانُهُ مَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ لِلْبَهَائِمِ؛ وَ لَمْ تَكُنْ لَهُ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهُ، وَ لَا وَلَدٌ يَحْزُنُهُ (يحزنه)، وَ لَا مَالٌ يَلْفِتُهُ، وَ لَا طَمَعٌ يُذِلُّهُ، دَابَّتُهُ رِجْلَاهُ، وَ خَادِمُهُ يَدَاهُ![1]

الرسول الأعظم ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ﴾

فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ الْأَطْيَبِ الْأَطْهَرِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - فَإِنَّ فِيهِ أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسَّى، وَ عَزَاءً لِمَنْ تَعَزَّى. وَ أَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ، وَ الْمُقْتَصُّ لِأَثَرِهِ. قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْماً، وَ لَمْ يُعِرْهَا طَرْفاً. أَهْضَمُ أَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحاً، وَ أَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا بَطْناً. عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا، وَ عَلِمَ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ أَبْغَضَ شَيْئاً فَأَبْغَضَهُ، وَحَقَّرَ شَيْئاً فَحَقَّرَهُ، وَ صَغَّرَ شَيْئاً فَصَغَّرَهُ. وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِينَا إِلَّا حُبُّنَا مَا أَبْغَضَ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ، وَ تَعْظِيمُنَا مَا صَغَّرَ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ، لَكَفَى بِهِ شِقَاقاً لِلَّهِ وَ مُحَادَّةً عَنْ أَمْرِ اللَّهِ.

وَ لَقَدْ كَانَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - يَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ، وَ يَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ، وَيَخْصِفُ بِيَدِهِ نَعْلَهُ، وَ يَرْقَعُ بِيَدِهِ ثَوْبَهُ، وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ، وَ يُرْدِفُ خَلْفَهُ، وَ يَكُونُ السِّتْرُ عَلَى بَابِ بَيْتِهِ فَتَكُونُ فِيهِ التَّصَاوِيرُ فَيَقُولُ: «يَا فُلَانَةُ - لِإِحْدَى أَزْوَاجِهِ - غَيِّبِيهِ عَنِّي، فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَ زَخَارِفَهَا». فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ، وَ أَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَفْسِهِ، وَ أَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ، لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشاً، وَ لَا يَعْتَقِدَهَا قَرَاراً، وَ لَا يَرْجُوَ فِيهَا مُقَاماً، فَأَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ، وَ أَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ، وَ غَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ.

وَ كَذَلِكَ مَنْ أَبْغَضَ شَيْئاً أَبْغَضَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ، وَ أَنْ يُذْكَرَ عِنْدَهُ.

وَ لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - مَا يَدُلُّكَ عَلَى مَسَاوِئِ الدُّنْيَا وَ عُيُوبِهَا: إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ خَاصَّتِهِ، وَ زُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيمِ زُلْفَتِهِ. فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهِ: أَكْرَمَ

ظلال - جمع ظل - منزل
تاس - اقتدا کرو
قضم - دانت سے روٹی کا ٹکڑا کاٹ لینا
ہضم - پیٹ کا دھنس جانا
کشح - پہلو
اخمص - سب سے زیادہ خالی
محادہ - مخالفت
خصف النعل - جوتے ٹانکنا
حمار عاری - جس پر کوئی چیز نہ ہو
اردف - پیچھے بٹھا لینا
ریاش - عمدہ لباس
اشخصہا - دور کر دیا
خاصہ - خصوصیت یا اقربا
زویت - الگ کر دی گئی
زلفہ - تقرب الٰہی

[1] مسلمانوں کے مجمع میں جناب عیسیٰ کے اس روحانی کردار کی طرف اشارہ اس نکتہ کی وضاحت ہے کہ جناب عیسیٰ اس عظیم کردار کے مالک تھے اور انہوں نے اس طرح دنیا کو یکسر نظر انداز کر رکھا تھا مگر افسوس کہ ان کے ماننے والوں نے ان تعلیمات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور آج دنیا میں دولت و ثروت کی دوڑ میں ان کے ماننے والے سب سے آگے نظر آرہے ہیں۔ اپنے قناعت کا ذکر ہے اور نہ زہد کا۔ نہ کہیں تقویٰ کا نام ہے اور نہ کہیں خوف خدا کا۔

اور یہی حال جناب موسیٰ کے ماننے والے یہودیوں کا ہے کہ ان کی دوڑ دنیا داری کے بارے میں شہرہ آفاق بن چکی ہے۔
مسلمانو! دیکھو جس طرح گذشتہ انبیاء کی امتوں نے اپنے رہنماؤں کے کردار کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور ان سے صرف نام کا رشتہ رکھا ہے۔ خبردار تم ایسے نہ ہو جانا اور اپنے پیغمبر کے کردار کا خیال رکھنا اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی کوشش کرنا۔!

اس کے بعد چاہو تو بیر
کرتے تھے۔ ان کے
کا آسمانی سائبان تھا۔
اور نہ کوئی اولاد تھی
ان کی سواری تھے
(رسول اکرم
صبر و سکون کے طلبگ
اور ان کے نقش ق
دنیا میں سب سے ز
کر دیا اور یہ دیکھا
چھوٹا بنا دیا ہے تو
سمجھنے لگے ہیں اد
لئے کافی تھا۔ دیکھ
تھے۔ اپنے دست
بٹھا بھی لیا کرتے
خبردار اسے ہٹاؤ۔
اس کی یاد کو اپنے
دل میں جگہ دیں ا
نگاہوں سے بھی
اور اس کے ذکر
یقیناً رسول
گھر والوں سمیت بھوکا
اب ہر انسا

لے واضح رہے کہ ا
راویوں نے اہلبد
مکمل طور پر آئینہ
راہ خدا میں صرف

اس کے بعد چاہو تو میں عیسیٰ بن مریم کی زندگی کا حال بیان کروں۔ جو پتھر پر تکیہ کرتے تھے۔ کھردرا لباس پہنتے تھے اور معمولی غذا پر گذارا کیا کرتے تھے۔ ان کے کھانے میں سالن کی جگہ بھوک تھی اور رات میں چراغ کے بدلے چاند کی روشنی تھی۔ سردی میں سایہ کے بدلے مشرق و مغرب کا آسمانی سائبان تھا۔ ان کے میوے اور پھول وہ نباتات تھے جو جانوروں کے کام آتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی زوجہ نہ تھی جو انھیں مشغول کر لیتی اور نہ کوئی اولاد تھی جس کا رنج و غم ہوتا اور نہ کوئی مال تھا جو اپنی طرف متوجہ کر لیتا اور نہ کوئی طمع تھی جو ذلت کا شکار بنا دیتی۔ ان کے پیر ان کی سواری تھے اور ان کے ہاتھ ان کے خادم (۱)

(رسول اکرمؐ) تم لوگ اپنے طیب و طاہر پیغمبر کا اتباع کرو کہ ان کی زندگی میں پیروی کرنے والے کے لئے بہترین نمونہ اور صبر و سکون کے طلبگاروں کے لئے بہترین سامان صبر و سکون ہے۔ اللہ کی نظر میں محبوب ترین بندہ وہ ہے جو اس کے پیغمبر کا اتباع کرے اور ان کے نقش قدم پر قدم آگے بڑھائے۔ انھوں نے دنیا سے صرف مختصر غذا حاصل کی اور اسے نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں۔ ساری دنیا میں سب سے زیادہ خالی شکم اور شکم تہی میں بسر کرنے والے وہی تھے ان کے سامنے دنیا پیش کی گئی تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ دیکھ لیا کہ پروردگار اسے پسند نہیں کرتا ہے تو خود بھی ناپسند کیا اور خدا حقیر سمجھتا ہے تو خود بھی حقیر سمجھا اور اس نے چھوٹا بنا دیا ہے تو خود بھی چھوٹا ہی قرار دیا۔ اور اگر ہم میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہ ہوتا کہ ہم خدا و رسولؐ کے مبغوض کو محبوب سمجھنے لگے ہیں اور خدا و رسولؐ کی نگاہ میں صغیر و حقیر کو عظیم سمجھنے لگے ہیں تو یہی عیب خدا کی مخالفت اور اس کے حکم سے انحراف کے لئے کافی تھا۔ دیکھو پیغمبر اکرمؐ ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔ غلاموں کے انداز سے بیٹھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنی جوتیاں ٹانکتے تھے۔ اپنے دست مبارک سے اپنے کپڑوں کو پیوند لگاتے تھے۔ بغیر چار جامہ کے سواری پر سوار ہوتے تھے اور کسی نہ کسی کو ساتھ بٹھا بھی لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے مکان کے دروازہ پر ایسا پردہ دیکھ لیا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں تو ایک زوجہ سے فرمایا کہ خبردار اسے ہٹاؤ۔ میں اس کی طرف دیکھوں گا تو دنیا اور اس کی آرائش یاد آئے گی۔ آپ نے دنیا سے دل سے کنارہ کشی فرمائی اور اس کی یاد کو اپنے دل سے محو کر دیا اور یہ چاہا کہ اس کی زینت نگاہوں سے دور رہے تاکہ نہ بہترین لباس بنائیں اور نہ اسے اپنے دل میں جگہ دیں اور نہ اس دنیا میں کسی مقام کی آرزو کریں۔ آپ نے دنیا کو نفس سے نکال دیا اور دل سے دور کر دیا اور نگاہوں سے بھی غائب کر دیا اور یہی ہر انسان کا اصول ہے کہ جس چیز کو ناپسند کرتا ہے اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا ہے اور اس کے ذکر کو بھی ناپسند کرتا ہے۔

یقیناً رسول اللہؐ کی زندگی میں وہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں جو دنیا کے عیوب اور اس کی خرابیوں کی نشاندہی کر سکتی ہیں کہ آپ نے اپنے گھر والوں سمیت بھوکا رہنا گوارا کیا ہے اور خدا کی بارگاہ میں انتہائی تقرب کے باوجود دنیا کی زینتوں کو آپ سے الگ رکھا گیا ہے۔

اب ہر انسان کو نگاہ عقل سے دیکھنا چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ اس صورت حال اور اس طرح کی زندگی سے پروردگار نے

(۱) واضح رہے کہ اس واقعہ کا تعلق ازواج کی زندگی اور ان کے گھروں سے ہے۔ اس کا اہلبیتؑ کے گھر سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسے بعض راویوں نے اہلبیتؑ کی طرف موڑ دیا ہے تاکہ ان کی زندگی میں بھی عیش و عشرت کا اثبات کر سکیں۔ جب کہ اہلبیتؑ کی زندگی تاریخ اسلام میں مکمل طور پر آئینہ ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ ان حضرات نے تمام تر اختیارات کے باوجود اپنی زندگی انتہائی سادگی سے گذار دی ہے اور سارا مال دنیا راہ خدا میں صرف کر دیا ہے۔

اللّٰهُ مُحَمَّداً بِذٰلِكَ أَمْ أَهَانَهُ! فَإِنْ قَالَ: أَهَانَهُ، فَقَدْ كَذَبَ - وَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ - بِالْإِفْكِ الْعَظِيمِ، وَ إِنْ قَالَ: أَكْرَمَهُ، فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهَانَ غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهُ، وَزَوَاهَا عَنْ أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ.[1] فَتَأَسَّىٰ مُتَأَسٍّ بِنَبِيِّهِ، وَاقْتَصَّ أَثَرَهُ، وَ وَلَجَ مَوْلِجَهُ، وَ إِلَّا فَلَا يَأْمَنِ الْهَلَكَةَ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحَمَّداً - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - عَلَماً لِلسَّاعَةِ،[2] وَ مُبَشِّراً بِالْجَنَّةِ، وَ مُنْذِراً بِالْعُقُوبَةِ. خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيصاً، وَوَرَدَ الْآخِرَةَ سَلِيماً لَمْ يَضَعْ حَجَراً عَلَىٰ حَجَرٍ، حَتَّىٰ مَضَىٰ لِسَبِيلِهِ، وَ أَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهِ. فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللّٰهِ عِنْدَنَا حِينَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفاً نَتَّبِعُهُ، وَ قَائِداً نَطَأُ عَقِبَهُ! وَاللّٰهِ لَقَدْ رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِي هٰذِهِ حَتَّىٰ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَاقِعِهَا. وَ لَقَدْ قَالَ لِي قَائِلٌ: أَلَا تَنْبِذُهَا عَنْكَ؟ فَقُلْتُ: أُغْرُبْ (اعزب) عَنِّي، فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرَىٰ!

۱۶۱

ومن خطبة له (عليه السلام)

في صفة النبي و أهل بيته و أتباع دينه، و فيها يعظ بالتقوىٰ

الرسول و اهله و اتباع دينه.

إِبْتَعَثَهُ بِالنُّورِ الْمُضِيءِ، وَالْبُرْهَانِ الْجَلِيِّ، وَالْمِنْهَاجِ الْبَادِي، و الْكِتَابِ الْهَادِي. أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ شَجَرَةٍ؛ أَغْصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ، وَثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ. مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ، وَهِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ. عَلَا بِهَا ذِكْرُهُ وَامْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهُ. أَرْسَلَهُ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ، وَمَوْعِظَةٍ شَافِيَةٍ، وَدَعْوَةٍ مُتَلَافِيَةٍ. أَظْهَرَ بِهِ الشَّرَائِعَ الْمَجْهُولَةَ، وَقَمَعَ بِهِ الْبِدَعَ الْمَدْخُولَةَ، وَبَيَّنَ بِهِ الْأَحْكَامَ الْمَفْصُولَةَ. فَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً تَتَحَقَّقْ شِقْوَتُهُ، وَتَنْفَصِمْ عُرْوَتُهُ، وَتَعْظُمْ كَبْوَتُهُ، وَيَكُنْ مَآبُهُ إِلَى الْحُزْنِ الطَّوِيلِ وَ الْعَذَابِ الْوَبِيلِ.

وَ أَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكُّلَ الْإِنَابَةِ إِلَيْهِ. وَأَسْتَرْشِدُهُ السَّبِيلَ الْمُؤَدِّيَةَ إِلَىٰ جَنَّتِهِ، الْقَاصِدَةَ إِلَىٰ مَحَلِّ رَغْبَتِهِ.

النصح بالتقوى

بادی - ظاہر

متہدلہ - جھکے ہوئے - قریب

طیبہ - مدینہ منورہ

متلافیہ - جاہلیت کے تمام امور کی تلافی کرنے والا

مفصولہ - واضح طور پر بیان کئے ہوئے

کبوہ - منہ کے بل گرنا

انابہ - رجوع

مآب - بازگشت کی جگہ

(۱) کس قدر منطقی گفتگو ہے کہ سرکار دو عالم کا دنیا کی لذتوں سے محروم رہنا پروردگار کی طرف سے عزت و اکرام کی علامت ہے تو اپنے پاس دولت و ثروت کی فراوانی ذلت و حقارت کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے -؟

(۲) بعض حضرات نے اس لفظ سے یہ استفادہ کرنا چاہا ہے کہ آپ کا وجود علامت قیامت تھا اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اور اس طرح آپ کے خاتم النبیین ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے - حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے علامت قیامت سے مراد ختم نبوت نہیں ہے - اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ نے قیامت کی مکمل طور پر وضاحت کر دی ہے اور اپنی بشارت اور اپنے انذار کے ذریعہ ذہنوں کو آخرت کی طرف موڑ دیا ہے۔

(۳) حقیقت امر یہ ہے کہ دین خدا کا نمائندہ اور امت کا صحیح راہنما وہی ہے جو اسلام کی سادگی کی کرداری وضاحت کر سکے اور کمزور ترین فرد کی جیسی زندگی گزار سکے اور امیر المومنینؑ اس معیار قیادت کا مکمل نمونہ تھے جس کی کوئی مثال دوسرے افراد کی زندگی میں نہیں پائی جاتی ہے۔

بندگانِ خدا! اس دن سے ڈرو جب اعمال کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور زلزلوں کی بہتات ہوگی کہ بچے تک بوڑھے ہو جائیں گے۔
یاد رکھو اے بندگانِ خدا! کہ تم پر تمہارے ہی نفس کو نگراں بنایا گیا ہے اور تمہارے اعضاء و جوارح تمہارے لئے جاسوسوں کا کام کر رہے ہیں اور کچھ بہترین محافظ ہیں جو تمہارے اعمال اور تمہاری سانسوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ان سے نہ کسی تاریک رات کی تاریکی چھپا سکتی ہے اور نہ بند دروازے ان سے اوجھل بنا سکتے ہیں ۔۔ اور کل آنے والا دن آج سے بہت قریب ہے۔
آج کا دن اپنا ساز و سامان لے کر چلا جائے گا اور کل کا دن اس کے پیچھے آرہا ہے۔ گویا ہر شخص زمین میں اپنی تنہائی کی منزل اور گڑھے کے نشان تک پہونچ چکا ہے۔ ہائے وہ تنہائی کا گھر۔ وحشت کی منزل اور غربت کا مکان۔ گویا کہ آواز تم تک پہونچ چکی ہے اور قیامت تمہیں اپنے گھیرے میں لے چکی ہے اور تمہیں آخری فیصلہ کے لئے قبروں سے نکالا جا چکا ہے۔ جہاں تمام باطل باتیں ختم ہو چکی ہیں اور تمام حیلے بہانے کمزور پڑ چکے ہیں، حقائق ثابت ہو چکے ہیں اور امور پلٹ کر اپنی منزل پر آگئے ہیں۔ لہٰذا ...روں سے نصیحت حاصل کرو۔ تغیرات زمانہ سے عبرت کا سامان فراہم کرو اور پھر ڈرانے والے کی نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ۔

۱۵۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں رسول اکرمؐ کی بعثت اور قرآن کی فضیلت کے ساتھ بنی امیہ کی حکومت کا ذکر کیا گیا ہے)

اللہ نے پیغمبر کو اس وقت بھیجا جب رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور قومیں گہری نیند میں مبتلا تھیں اور دین کی مستحکم رسی کے بل کھل چکے تھے۔ آپ نے آکر پہلے والوں کی تصدیق کی اور وہ نور پیش کیا جس کی اقتدا کی جائے اور وہ یہی قرآن ہے۔ اسے بُلوا کر دیکھو اور یہ خود نہیں بولے گا۔ میں اس کی طرف سے ترجمانی کروں گا۔ یاد رکھو کہ اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے۔ تمہارے درد کی دوا ہے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے۔ (۵۱)

(اس کا دوسرا حصہ) اس وقت کوئی شہری یا دیہاتی مکان ایسا نہ بچے گا جس میں ظالم غم و الم کو داخل نہ کر دیں اور اس میں سختیوں کا گذر نہ ہو جائے۔ اس وقت ان کے لئے نہ آسمان میں کوئی عذر خواہی کرنے والا ہوگا اور نہ زمین میں مددگار۔ تم نے اس امر کے لئے نا اہلوں کا انتخاب کیا ہے اور انہیں دوسرے کے گھاٹ پر اتار دیا ہے اور عنقریب خدا ظالموں سے انتقام لے لیگا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے سے

مالک کائنات نے انسان کی فطرت کے اندر ایک صلاحیت رکھی ہے جس کا کام ہے نیکیوں پر سکون و اطمینان کا سامان فراہم کرنا اور برائیوں پر تنبیہ اور سرزنش کرنا۔ عرف عام میں اسے ضمیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جو اس وقت بھی بیدار رہتا ہے جب آدمی غفلت کی نیند سو جاتا ہے اور اس وقت بھی مصروف تنبیہ رہتا ہے جب انسان مکمل طور پر گناہوں میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ صلاحیت اپنے مقام پر ہر انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اچھائی اور برائی کا ادراک کبھی کبھی فطری ہوتا ہے جیسے احسان کی اچھائی اور ظلم کی برائی ۔۔ اور کبھی اس کا تعلق سماج، معاشرہ یا دین و مذہب سے ہوتا ہے تو جس چیز کو مذہب یا سماج اچھا کہہ دیتا ہے ضمیر اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور جس چیز کو برا قرار دے دیتا ہے اس پر مذمت کرنے لگتا ہے اور اس مدح یا ذم کا تعلق فطرت کے احکام سے نہیں ہوتا ہے بلکہ سماج یا قانون کے احکام سے ہوتا ہے۔

وَ مَشْرَباً بِمَشْرَبٍ، مِنْ مَطَاعِمِ الْعَلْقَمِ، وَ مَشَارِبِ الصَّبِرِ وَالْمَقِرِ، وَ لِبَاسِ شِعَارِ الْخَوْفِ، وَ دِثَارِ السَّيْفِ. وَ إِنَّمَا هُمْ مَطَايَا الْخَطِيئَاتِ وَ زَوَامِلُ الْآثَامِ. فَأُقْسِمُ، ثُمَّ أُقْسِمُ، لَتَنْخَمَنَّهَا أُمَيَّةُ مِنْ بَعْدِي كَمَا تُلْفَظُ النُّخَامَةُ، ثُمَّ لَا تَذُوقُهَا وَ لَا تَطْعَمُ بِطَعْمِهَا أَبَداً مَا كَرَّ الْجَدِيدَانِ!

۱۵۹

و من خطبة له (عليه السلام)

يبين فيها حسن معاملته لرعيته

وَ لَقَدْ أَحْسَنْتُ جِوَارَكُمْ، وَأَحَطْتُ بِجُهْدِي مِنْ وَرَائِكُمْ. وَأَعْتَقْتُكُمْ مِنْ رِبَقِ الذُّلِّ، وَ حَلَقِ الضَّيْمِ، شُكْراً مِنِّي لِلْبِرِّ الْقَلِيلِ، وَ إِطْرَاقاً عَمَّا أَدْرَكَهُ الْبَصَرُ، وَ شَهِدَهُ الْبَدَنُ، مِنَ الْمُنْكَرِ[1] الْكَثِيرِ.

۱۶۰

و من خطبة له (عليه السلام)

عظمة الله

أَمْرُهُ قَضَاءٌ وَ حِكْمَةٌ، وَ رِضَاهُ أَمَانٌ وَ رَحْمَةٌ، يَقْضِي بِعِلْمٍ، وَ يَعْفُو بِحِلْمٍ.

حمد الله سبحانه و تعالى

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَىٰ مَا تَأْخُذُ وَ تُعْطِي، وَ عَلَىٰ مَا تُعَافِي وَ تَبْتَلِي حَمْداً يَكُونُ أَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ، وَأَحَبَّ الْحَمْدِ إِلَيْكَ، وَ أَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ. حَمْداً يَمْلَأُ مَا خَلَقْتَ، وَ يَبْلُغُ مَا أَرَدْتَ. حَمْداً لَا يُحْجَبُ عَنْكَ، وَ لَا يُقْصَرُ دُونَكَ.

حَمْداً لَا يَنْقَطِعُ عَدَدُهُ، وَ لَا يَفْنَىٰ مَدَدُهُ. فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ إِلَّا أَنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ «حَيٌّ قَيُّومٌ، لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَ لَا نَوْمٌ». لَمْ يَنْتَهِ إِلَيْكَ نَظَرٌ، وَ لَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ. أَدْرَكْتَ الْأَبْصَارَ، وَ أَحْصَيْتَ الْأَعْمَالَ (الاعمار)، وَ أَخَذْتَ «بِالنَّوَاصِي وَ الْأَقْدَامِ». وَ مَا الَّذِي نَرَىٰ مِنْ خَلْقِكَ، وَ نَعْجَبُ لَهُ مِنْ قُدْرَتِكَ، وَ نَصِفُهُ مِنْ عَظِيمِ سُلْطَانِكَ (شأنک)، وَ مَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ، وَ قَصُرَتْ أَبْصَارُنَا عَنْهُ، وَانْتَهَتْ عُقُولُنَا دُونَهُ، وَ حَالَتْ سُتُورُ الْغُيُوبِ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُ أَعْظَمُ. فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهُ، وَ أَعْمَلَ فِكْرَهُ، لِيَعْلَمَ كَيْفَ أَقَمْتَ عَرْشَكَ، وَ كَيْفَ ذَرَأْتَ خَلْقَكَ، وَ كَيْفَ عَلَّقْتَ فِي الْهَوَاءِ

صبر - ایلوا

مقر - زہر

دثار - بالائی لباس

زوامل - جمع زاملہ - باربردار

تنخم - بلغم نکال دیا

نخامہ - بلغم

جدیدان - شب وروز

ربق - جمع ربقہ - رسی

حلق - جمع حلقہ - پھندہ

سنہ - اونگھ

ذرأت - خلق کیا ہے

[1] اس منکر سے مراد بظاہر اپنے حق میں ہونے والا ظلم اور اپنے حقوق کی بربادی ہے ورنہ محرمات پر خاموش رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے نہی عن المنکر ہر مسلمان کا فریضہ ہے مگر یہ کہ حالات سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس نہی کا کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے تو ایسی صورت میں نہی عن المنکر کا وجوب ساقط بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے اور انھوں نے منکر سے مراد حرام شرعی ہی لیا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۵۹ بحار ۸ صـ ۶۰۶

مصادر خطبہ ۱۶۰ ربیع الابرار زمخشری باب الیاس والقناعۃ، مجمع الامثال ۲ صـ ۳

کے بدلے پینے سے حنظل کا کھانا اور ایلوا کا اور زہر ہلاہل کا پینا۔ خوف کا اندرونی لباس اور تلوار کا باہر کا لباس ہوگا۔ یہ ظالم کی سواریاں اور گناہوں کے بار بردار اونٹ ہیں۔ لہٰذا میں بار بار قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بنی امیہ میرے بعد اس خلافت کو اس طرح دیں گے جس طرح بلغم کو تھوک دیا جاتا ہے اور پھر جب تک شب و روز باقی ہیں اس کا مزہ چکھنا اور اس سے لذت حاصل کرنا نصیب نہ ہوگا۔

۱۵۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں رعایا کے ساتھ اپنے حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے)

میں تمہارے ہمسایہ میں نہایت درجہ خوبصورتی کے ساتھ رہا اور جہاں تک ممکن ہوا تمہاری حفاظت اور نگہداشت کرتا رہا اور ذلت کی رسّی اور ظلم کے پھندوں سے آزاد کرایا کہ میں تمہاری مختصر نیکی کا شکریہ ادا کر رہا تھا اور تمہاری ان تمام برائیوں کو جنھیں میں نے دیکھ لیا تھا اس سے چشم پوشی کر رہا تھا۔

۱۶۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(عظمت پروردگار) اُس کا امر فیصلہ کن اور سراپا حکمت ہے اور اس کی رضا مکمل امان اور رحمت ہے۔ وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم کی بنا پر معاف کر دیتا ہے۔

(حمد خدا) پروردگار تیرے لئے ان تمام چیزوں پر حمد ہے جنھیں تو لے لیتا ہے یا عطا کر دیتا ہے اور جن بلاؤں سے نجات دیتا ہے یا جن میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایسی حمد جو تیرے لئے انتہائی پسندیدہ ہو اور محبوب ترین ہو اور بہترین ہو۔ ایسی حمد جو ساری کائنات کو مملو کر دے اور جہاں تک چاہے پہونچ جائے۔ اور ایسی حمد جس کے سامنے نہ کوئی حاجب ہو اور نہ تیری بارگاہ تک پہونچنے سے قاصر ہو۔ وہ حمد جس کا سلسلہ رک نہ سکے اور جس کی مدت تمام نہ ہو سکے۔ ہم تیری عظمت کی حقیقت سے باخبر نہیں ہیں لیکن یہ جانتے ہیں کہ تو ہمیشہ زندہ ہے اور ہر شے تیرے ارادے سے قائم ہے۔ تیرے لئے نہ نیند ہے اور نہ اونگھ۔ نہ کوئی نظر تجھ تک پہونچ سکتی ہے اور نہ کوئی نگاہ تیرا ادراک کر سکتی ہے۔ تو نے تمام نگاہوں کا ادراک کر لیا ہے اور تمام اعمال کو شمار کر لیا ہے۔ ہر ایک کی پیشانی اور قدم سب تیرے ہی قبضہ میں ہیں۔ ہم تیری جس خلقت[1] کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور جس قدرت سے تعجب کر رہے ہیں اور جس عظیم سلطنت کی توصیف کر رہے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے۔ وہ مخلوقات جو ہماری نگاہوں سے غائب ہے اور جہاں تک ہماری نگاہ نہیں پہونچ سکتی ہے اور جس کے قریب جا کر ہماری نظر ٹھہر گئی ہے اور جہاں غیب کے پردے حائل ہو گئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ عظیم تر ہے۔ لہٰذا جو اپنے دل کو فارغ کر لے اور اپنی فکر کو استعمال کرے تاکہ یہ دریافت کر سکے کہ تو نے اپنے عرش کو کس طرح قائم کیا ہے۔ اپنی مخلوقات کو کس طرح ایجاد کیا ہے اور فضائے بسیط میں کس طرح آسمانوں کو معلق کیا ہے۔

---

[1] جب انسان انھیں مخلوقات کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے جو نگاہوں کے سامنے آرہی ہیں اور جو ادراک و احساس کے حدود کے اندر ہیں تو ان مخلوقات کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جو انسانی حواس کی زد سے باہر ہیں اور جن تک عقل بشر کی رسائی نہیں ہے اور جب مخلوقات کی حقیقت تک انسانی فکر کی رسائی نہیں ہے تو خالق کی حقیقت کا عرفان کس طرح ممکن ہے اور انسان اس کی حمد کا حق کس طرح ادا کر سکتا ہے۔!

سَمَاوَاتِكَ، وَ كَيْفَ مَدَدْتَ عَلَىٰ مَوْرِ الْمَاءِ أَرْضَكَ، رَجَعَ طَرْفُهُ حَسِيراً، وَ عَقْلُهُ مَبْهُوراً، وَ سَمْعُهُ وَالِهاً، وَ فِكْرُهُ حَائِراً.

كيف يكون الرجاء

مِنْهَا: يَدَّعِي بِزَعْمِهِ أَنَّهُ يَرْجُو اللّٰهَ، كَذَبَ وَ الْعَظِيمِ! مَا بَالُهُ لَا يَتَبَيَّنُ رَجَاؤُهُ فِي عَمَلِهِ؟ فَكُلُّ مَنْ رَجَا عُرِفَ رَجَاؤُهُ فِي عَمَلِهِ. وَ كُلُّ رَجَاءٍ - إِلَّا رَجَاءَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ - فَإِنَّهُ مَدْخُولٌ وَ كُلُّ خَوْفٍ مُحَقَّقٌ، إِلَّا خَوْفَ اللّٰهِ فَإِنَّهُ مَعْلُولٌ. يَرْجُو اللّٰهَ فِي الْكَبِيرِ، وَ يَرْجُو الْعِبَادَ فِي الصَّغِيرِ، فَيُعْطِي الْعَبْدَ مَا لَا يُعْطِي الرَّبَّ! فَمَا بَالُ اللّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ يُقَصَّرُ بِهِ عَمَّا يُصْنَعُ بِهِ لِعِبَادِهِ؟[1] أَتَخَافُ أَنْ تَكُونَ فِي رَجَائِكَ لَهُ كَاذِباً؟ أَوْ تَكُونَ لَا تَرَاهُ لِلرَّجَاءِ مَوْضِعاً؟ وَ كَذٰلِكَ إِنْ هُوَ خَافَ عَبْداً مِنْ عَبِيدِهِ، أَعْطَاهُ مِنْ خَوْفِهِ مَا لَا يُعْطِي رَبَّهُ، فَجَعَلَ خَوْفَهُ مِنَ الْعِبَادِ نَقْداً، وَ خَوْفَهُ مِنْ خَالِقِهِ ضِمَاراً وَ وَعْداً وَ كَذٰلِكَ مَنْ عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ، وَ كَبُرَ مَوْقِعُهَا مِنْ قَلْبِهِ، آثَرَهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالَىٰ، فَانْقَطَعَ إِلَيْهَا، وَ صَارَ عَبْداً لَهَا.

رسول الله (ﷺ)

وَ لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - كَافٍ لَكَ فِي الْأُسْوَةِ، وَ دَلِيلٌ لَكَ عَلَىٰ ذَمِّ الدُّنْيَا وَ عَيْبِهَا، وَ كَثْرَةِ مَخَازِيهَا وَ مَسَاوِيهَا، إِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ أَطْرَافُهَا، وَ وُطِّئَتْ لِغَيْرِهِ أَكْنَافُهَا، وَ فُطِمَ عَنْ رَضَاعِهَا، وَ زُوِيَ عَنْ زَخَارِفِهَا.

موسیٰ (عليه السلام)

وَ إِنْ شِئْتَ ثَنَّيْتُ بِمُوسَىٰ كَلِيمِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ - حَيْثُ يَقُولُ: «رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ». وَ اللّٰهِ، مَا سَأَلَهُ إِلَّا خُبْزاً يَأْكُلُهُ، لِأَنَّهُ كَانَ يَأْكُلُ بَقْلَةَ الْأَرْضِ، وَ لَقَدْ كَانَتْ خُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرَىٰ مِنْ شَفِيفِ صِفَاقِ بَطْنِهِ، لِهُزَالِهِ وَ تَشَذُّبِ لَحْمِهِ.

داوود (عليه السلام)

وَ إِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتُ بِدَاوُودَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ - صَاحِبِ الْمَزَامِيرِ، وَ قَارِئِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلَقَدْ كَانَ يَعْمَلُ سَفَائِفَ الْخُوصِ بِيَدِهِ، وَ يَقُولُ لِجُلَسَائِهِ: أَيُّكُمْ يَكْفِينِي بَيْعَهَا! وَ يَأْكُلُ قُرْصَ الشَّعِيرِ مِنْ

مَور - موج
حسیر - عاجز
مبہور - مغلوب
والہ - مدہوش
مدخول - غیر خالص
محقق - ثابت
معلول - غیر ثابت
ضمار - جن وعدوں کا اعتبار نہ ہو
اسوہ - نمونہ
اکناف - اطراف
شفیف - ہلکا
صفاق - نازک جلد
تشذب - قلت
سفائف - ٹوکریاں

[1] حیرت انگیز بات ہے کہ انسان بندوں سے معمولی امید بھی رکھتا ہے تو ان کے دروازہ پر صبح و شام حاضری دیتا ہے اور ان کی مرضی کے مطابق ہر عمل انجام دیتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً تحفہ بھی پیش کرتا رہتا ہے لیکن پروردگار سے عظیم ترین آخرت کا مطالبہ کرنے کے باوجود نہ صبح و شام مصلیٰ پر حاضری دیتا ہے۔ نہ اس کے احکام کی پرواہ کرتا ہے اور نہ اس کے مطالبہ کے باوجود خمس و زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ کیا اس صورت حال میں یہ تصور حق بجانب نہیں ہے کہ اس کا ایمان صرف بندوں پر ہے پروردگار پر نہیں ہے یا اس کی نظر میں صرف دنیا ہے اور آخرت نہیں ہے۔ جبکہ دنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی انبیاء کرام کے کردار سے واضح ہے۔ جنھیں ساری دنیا کا اختیار حاصل تھا لیکن وہ اس دنیا کو اپنی ذات پر صرف نہیں کرنا چاہتے تھے اور اسے صرف وسیلۂ آخرت کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے۔ دنیا مقصد ہوتی ہے تو اپنی ذات پر صرف ہوتی ہے اور وسیلہ ہوتی ہے تو دوسروں کے حوالہ کر دی جاتی ہے جو انبیاء کرام اور ائمہ معصومینؑ کے کردار کا واضح ترین نمونہ ہے۔

پانی کی موجوں پر کس طرح زمین کا فرش بچھایا ہے تو اس کی نگاہ تھک کر پلٹ آئے گی اور عقل مدہوش ہو جائے گی اور کان حیران و سراسیمہ ہو جائیں گے اور فکر راستہ گم کر دے گی۔

(اسی خطبہ کا ایک حصہ) بعض افراد کا اپنے زعم ناقص میں یہ دعویٰ ہے کہ وہ رحمت خدا کے امیدوار ہیں حالانکہ خدائے عظیم گواہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ ان کی امید کی جھلک ان کے اعمال میں نظر نہیں آتی ہے جب کہ ہر امیدوار کی امید اس کے اعمال سے واضح ہو جاتی ہے سوائے پروردگار سے لو لگانے کے کہ یہی امید مشکوک ہے اور اسی طرح ہر خوف ثابت ہو جاتا ہے سوائے خوف خدا کے کہ یہی غیر یقینی ہے۔ انسان اللہ سے بڑی بڑی امیدیں رکھتا ہے اور بندوں سے چھوٹی امیدیں رکھتا ہے لیکن بندوں کو وہ سارے آداب و حقوق دے دیتا ہے جو پروردگار کو نہیں دیتا ہے۔ تو آخر یہ کیا ہے کہ خدا کے بارے میں اس سلوک سے بھی کوتاہی کی جاتی ہے جو بندوں کے لئے کر دیا جاتا ہے۔ کیا تمہیں کبھی اس بات کا خوف پیدا ہوا ہے کہ کہیں تم اپنی امیدوں میں جھوٹے تو نہیں ہو یا تم اسے محل امید ہی نہیں تصور کرتے ہو (۱)

اسی طرح انسان جب کسی بندہ سے خوفزدہ ہوتا ہے تو اسے وہ سارے حقوق دے دیتا ہے جو پروردگار کو بھی نہیں دیتا ہے۔ گویا بندوں کے خوف کو نقد تصور کرتا ہے اور خوف خدا کو صرف وعدہ اور ٹالنے کی چیز بنا رکھا ہے۔

یہی حال اس شخص کا بھی ہے جس کی نظر میں دنیا عظیم ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس کی جگہ بڑی ہوتی ہے تو وہ دنیا کو آخرت پر مقدم کر دیتا ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کو اس کا بندہ بنا دیتا ہے۔

(رسول اکرمؐ) یقیناً رسول اکرمؐ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے اور دنیا کی ذلت اور اس کے عیوب کے لئے بہترین رہنما ہے کہ اس میں ذلت و رسوائی کے مقامات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ دیکھو اس دنیا کے اطراف حضور سے سمیٹ لئے گئے اور غیروں کے لئے ہموار کر دیئے گئے۔ آپ کو اس کے منافع سے الگ رکھا گیا اور اس کی آرائشوں سے کنارہ کش کر دیا گیا۔

اور اگر آپ کے علاوہ دوسری مثال چاہتے ہو تو وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی مثال ہے۔ جنہوں نے خدا کی بارگاہ میں گذارش کی کہ "پروردگار میں تیری طرف نازل ہونے والے خیر کا محتاج ہوں" لیکن خدا گواہ ہے کہ انھوں نے ایک لقمہ نان کے علاوہ کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ زمین کی سبزی کھالیا کرتے تھے اور اسی لئے ان کے شکم کی نرم و نازک کھال سے سبزی کا رنگ نظر آیا کرتا تھا کہ وہ انتہائی لاغر ہو گئے تھے اور ان کا گوشت گل گیا تھا۔

تیسری مثال جناب داؤد کی ہے جو صاحب زبور اور قاری اہل جنت تھے۔ مگر وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں بنایا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ کون ایسا ہے جو مجھے ان کے فروخت کرنے میں مدد دے اور پھر انہیں بیچ کر جو کی روٹیاں کھالیا کرتے تھے۔

(۱) انسان کی نجات و آخرت کے دو بنیادی رکن ہیں۔ ایک خوف اور ایک امید۔ اسلام نے قدم قدم پر انہیں دو چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور انھیں ایمان اور عمل کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ سورہ مبارکہ حمد جس میں سارا قرآن سمٹا ہوا ہے۔ اس میں بھی رحمان و رحیم امید کا اشارہ ہے اور مالک یوم الدین خوف کا۔ لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ انسان نہ واقعاً خدا سے امید رکھتا ہے اور نہ اس سے خوفزدہ ہوتا ہے۔ امیدوار ہوتا تو دعاؤں اور عبادتوں میں دل لگتا کہ ان میں طلب ہی طلب پائی جاتی ہے اور خوفزدہ ہوتا تو گناہوں سے پرہیز کرتا کہ گناہ ہی انسان کو عذاب الیم سے دوچار کر دیتے ہیں۔

دنیا کی ہر امید اور اس کے ہر خوف کا کردار سے نمایاں ہو جانا اور آخرت کی امید و بیم کا واضح نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ دنیا اس کے کردار میں ایک حقیقت ہے اور آخرت صرف الفاظ کا مجموعہ اور تلفظ کی بازیگری ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس کے بعد چاہو تو عیـ
کرتے تھے - ان کے
کا آسمانی سائبان تھا -
اور نہ کوئی اولاد تھی
ان کی سواری تھے ا
(رسول اکرم
صبر و سکون کے طلبگا
اور ان کے نقش قد
دنیا میں سب سے ز
کر دیا اور یہ دیکھا
چھوٹا بنا دیا ہے تو
سمجھنے لگے ہیں او
لئے کافی تھا - دیکھ
تھے - اپنے دست
بٹھا بھی لیا کرتے -
خبردار اسے ہٹاؤ -
اس کی یاد کو اپنے
دل میں جگہ دیں ا
نگاہوں سے بھی :
اور اس کے ذکر
یقیناً رسول
گھر والوں سمیت بھوکا
اب ہر انسا

له واضح رہے کہ ا
راویوں نے اہلبـ
مکمل طور پر آئینہ
راہ خدا میں صرف

ثَمَنِهَا.

عيسى (عليه السلام)

وَ إِنْ شِئْتَ قُلْتُ فِي عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ، وَ يَلْبَسُ الْخَشِنَ، وَ يَأْكُلُ الْجَشِبَ، وَ كَانَ إِدَامُهُ الْجُوعَ، وَ سِرَاجُهُ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ، وَ ظِلَالُهُ فِي الشِّتَاءِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا، وَ فَاكِهَتُهُ وَ رَيْحَانُهُ مَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ لِلْبَهَائِمِ؛ وَ لَمْ تَكُنْ لَهُ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهُ، وَ لَا وَلَدٌ يَحْزُنُهُ (يحزنه)، وَ لَا مَالٌ يَلْفِتُهُ، وَ لَا طَمَعٌ يُذِلُّهُ، دَابَّتُهُ رِجْلَاهُ، وَ خَادِمُهُ يَدَاهُ!

الرسول الأعظم (صلى الله عليه وآله)

فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ الْأَطْيَبِ الْأَطْهَرِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - فَإِنَّ فِيهِ أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسَّى، وَ عَزَاءً لِمَنْ تَعَزَّى. وَ أَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ، وَ الْمُقْتَصُّ لِأَثَرِهِ. قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْماً، وَ لَمْ يُعِرْهَا طَرْفاً. أَهْضَمُ أَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحاً، وَ أَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا بَطْناً، عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا، وَ عَلِمَ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ أَبْغَضَ شَيْئاً فَأَبْغَضَهُ، وَ حَقَّرَ شَيْئاً فَحَقَّرَهُ، وَ صَغَّرَ شَيْئاً فَصَغَّرَهُ. وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِينَا إِلَّا حُبُّنَا مَا أَبْغَضَ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ، وَ تَعْظِيمُنَا مَا صَغَّرَ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ، لَكَفَى بِهِ شِقَاقاً لِلَّهِ وَ مُحَادَّةً عَنْ أَمْرِ اللَّهِ.

وَ لَقَدْ كَانَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - يَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ، وَ يَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ، وَ يَخْصِفُ بِيَدِهِ نَعْلَهُ، وَ يَرْقَعُ بِيَدِهِ ثَوْبَهُ، وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ، وَ يُرْدِفُ خَلْفَهُ، وَ يَكُونُ السِّتْرُ عَلَى بَابِ بَيْتِهِ فَتَكُونُ فِيهِ التَّصَاوِيرُ فَيَقُولُ: «يَا فُلَانَةُ - لِإِحْدَى أَزْوَاجِهِ - غَيِّبِيهِ عَنِّي، فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَ زَخَارِفَهَا». فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ، وَ أَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَفْسِهِ، وَ أَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ، لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشاً، وَ لَا يَعْتَقِدَهَا قَرَاراً، وَ لَا يَرْجُوَ فِيهَا مُقَاماً، فَأَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ، وَ أَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ، وَ غَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ.

وَ كَذَلِكَ مَنْ أَبْغَضَ شَيْئاً أَبْغَضَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ، وَ أَنْ يُذْكَرَ عِنْدَهُ.

وَ لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - مَا يَدُلُّكَ عَلَى مَسَاوِئِ الدُّنْيَا وَ عُيُوبِهَا: إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ خَاصَّتِهِ، وَ زُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيمِ زُلْفَتِهِ. فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهِ: أَكْرَمَ

ظلال - جمع ظل - منزل
تاس - اقتدا کرو
قضم - دانت سے روٹی کا ٹکڑا کاٹ لینا
ہضم - پیٹ کا دھنس جانا
کشح - پہلو
اخمص - سب سے زیادہ خالی
محادہ - مخالفت
خصف النعل - جوتے ٹانکنا
حمار عاری - جس پر کوئی چیز نہ ہو
اردف - پیچھے بٹھا لینا
ریاش - عمدہ لباس
اشخصہا - دور کر دیا
خاصہ - خصوصیت یا اقربا
زویت - الگ کر دی گئی
زلفہ - تقرب الٰہی

(1) مسلمانوں کے مجمع میں جناب عیسیٰ کے اس روحانی کردار کی طرف اشارہ اس نکتہ کی وضاحت ہے کہ جناب عیسیٰ اس عظیم کردار کے مالک تھے اور انھوں نے اس طرح دنیا کو یکسر نظر انداز کر رکھا تھا مگر افسوس کہ ان کے ماننے والوں نے ان تعلیمات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور آج دنیا میں دولت و ثروت کی دوڑ میں ان کے ماننے والے سب سے آگے نظر آرہے ہیں - اپنے قناعت کا ذکر ہے اور نہ زہد کا - نہ کہیں تقویٰ کا نام ہے اور نہ کہیں خوف خدا کا -

اور یہی حال جناب موسیٰ کے ماننے والے یہودیوں کا ہے کہ ان کی دوڑ دنیا داری کے بارے میں شہرہ آفاق بن چکی ہے -
مسلمانو! دیکھو جس طرح گذشتہ انبیاء کی امتوں نے اپنے رہنماؤں کے کردار کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور ان سے صرف نام کا رشتہ رکھا ہے -
خبردار تم ایسے نہ ہو جانا اور اپنے پیغمبر کے کردار کا خیال رکھنا اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی کوشش کرنا -!

اس کے بعد چاہو تو میں عیسیٰ بن مریم کی زندگی کا حال بیان کروں۔ جو پتھر پر تکیہ کرتے تھے۔ کھردرا لباس پہنتے تھے اور معمولی غذا پر گذارا کیا کرتے تھے۔ ان کے کھانے میں سالن کی جگہ بھوک تھی اور رات میں چراغ کے بدلے چاند کی روشنی تھی۔ سردی میں سایہ کے بدلے مشرق و مغرب کا آسمانی سائبان تھا۔ ان کے میوے اور پھول وہ نباتات تھے جو جانوروں کے کام آتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی زوجہ نہ تھی جو انھیں مشغول کرلیتی اور نہ کوئی اولاد تھی جس کا رنج و غم ہوتا اور نہ کوئی مال تھا جو اپنی طرف متوجہ کرلیتا اور نہ کوئی طمع تھی جو ذلت کا شکار بنا دیتی۔ ان کے پیر ان کی سواری تھے اور ان کے ہاتھ ان کے خادم (۱)

(رسول اکرمؐ) تم لوگ اپنے طیب و طاہر پیغمبر کا اتباع کرو کہ ان کی زندگی میں پیروی کرنے والے کے لئے بہترین نمونہ اور صبر و سکون کے طلبگاروں کے لئے بہترین سامان صبر و سکون ہے۔ اللہ کی نظر میں محبوب ترین بندہ وہ ہے جو اس کے پیغمبر کا اتباع کرے اور ان کے نقش قدم پر قدم آگے بڑھائے۔ انھوں نے دنیا سے صرف مختصر غذا حاصل کی اور اسے نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں۔ ساری دنیا میں سب سے زیادہ خالی شکم اور شکم تہی میں بسر کرنے والے وہی تھے ان کے سامنے دنیا پیش کی گئی تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ دیکھ لیا کہ پروردگار اسے پسند نہیں کرتا ہے تو خود بھی ناپسند کیا اور خدا حقیر سمجھتا ہے تو خود بھی حقیر سمجھا اور اس نے چھوٹا بنا دیا ہے تو خود بھی چھوٹا ہی قرار دیا۔ اور اگر ہم میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہ ہوتا کہ ہم خدا و رسولؐ کے مبغوض کو محبوب سمجھنے لگے ہیں اور خدا و رسولؐ کی نگاہ میں صغیر و حقیر کو عظیم سمجھنے لگے ہیں تو یہی عیب خدا کی مخالفت اور اس کے حکم سے انحراف کے لئے کافی تھا۔ دیکھو پیغمبر اکرمؐ ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔ غلاموں کے انداز سے بیٹھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنی جوتیاں ٹانکتے تھے۔ اپنے دست مبارک سے اپنے کپڑوں کو پیوند لگاتے تھے۔ بغیر چار جامہ کے سواری پر سوار ہوتے تھے اور کسی نہ کسی کو ساتھ بٹھا بھی لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے مکان کے دروازہ پر ایسا پردہ دیکھ لیا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں تو ایک زوجہ سے فرمایا کہ خبردار اسے ہٹاؤ۔ میں اس کی طرف دیکھوں گا تو دنیا اور اس کی آرائش یاد آئے گی۔ آپ نے دنیا سے دل سے کنارہ کشی فرمائی اور اس کی یاد کو اپنے دل سے محو کر دیا اور یہ چاہا کہ اس کی زینت نگاہوں سے دور رہے تاکہ نہ بہترین لباس بنائیں اور نہ اسے اپنے دل میں جگہ دیں اور نہ اس دنیا میں کسی مقام کی آرزو کریں۔ آپ نے دنیا کو نفس سے نکال دیا اور دل سے دور کر دیا اور نگاہوں سے بھی غائب کر دیا اور یہی ہر انسان کا اصول ہے کہ جس چیز کو ناپسند کرتا ہے اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا ہے اور اس کے ذکر کو بھی ناپسند کرتا ہے۔

یقیناً رسول اللہؐ کی زندگی میں وہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں جو دنیا کے عیوب اور اس کی خرابیوں کی نشاندہی کر سکتی ہیں کہ آپ نے اپنے گھر والوں سمیت بھوکا رہنا گوارا کیا ہے اور خدا کی بارگاہ میں انتہائی تقرب کے باوجود دنیا کی زینتوں کو آپ سے الگ رکھا گیا ہے۔

اب ہر انسان کو نگاہ عقل سے دیکھنا چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ اس صورت حال اور اس طرح کی زندگی سے پروردگار نے

---

(۱) واضح رہے کہ اس واقعہ کا تعلق ازواج کی زندگی اور ان کے گھروں سے ہے۔ اس کا اہلبیتؑ کے گھر سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسے بعض راویوں نے اہلبیتؑ کی طرف موڑ دیا ہے تاکہ ان کی زندگی میں بھی عیش و عشرت کا اثبات کرسکیں۔ جب کہ اہلبیتؑ کی زندگی تاریخ اسلام میں مکمل طور پر آئینہ ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ ان حضرات نے تمام تر اختیارات کے باوجود اپنی زندگی انتہائی سادگی سے گذاری ہے اور سارا مال دنیا راہ خدا میں صرف کر دیا ہے۔

اللّٰهُ مُحَمَّداً بِذٰلِكَ أَمْ أَهَانَهُ! فَإِنْ قَالَ: أَهَانَهُ، فَقَدْ كَذَبَ - وَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ - بِالْإِفْكِ الْعَظِيمِ، وَ إِنْ قَالَ: أَكْرَمَهُ، فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهَانَ غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهُ، وَزَوَاهَا عَنْ أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ①. فَتَأَسَّىٰ مُتَأَسٍّ بِنَبِيِّهِ، وَاقْتَصَّ أَثَرَهُ، وَ وَلَجَ مَوْلِجَهُ، وَ إِلَّا فَلَا يَأْمَنِ الْهَلَكَةَ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحَمَّداً - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - عَلَماً لِلسَّاعَةِ②، وَ مُبَشِّراً بِالْجَنَّةِ، وَ مُنْذِراً بِالْعُقُوبَةِ. خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيصاً، وَوَرَدَ الْآخِرَةَ سَلِيماً لَمْ يَضَعْ حَجَراً عَلَىٰ حَجَرٍ، حَتَّىٰ مَضَىٰ لِسَبِيلِهِ، وَ أَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهِ. فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللّٰهِ عِنْدَنَا حِينَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفاً نَتَّبِعُهُ، وَ قَائِداً نَطَأُ عَقِبَهُ! وَاللّٰهِ لَقَدْ رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِي هٰذِهِ حَتَّىٰ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَاقِعِهَا. وَ لَقَدْ قَالَ لِي قَائِلٌ: أَلَا تَنْبِذُهَا عَنْكَ؟ فَقُلْتُ: أُغْرُبْ (اعزب) عَنِّي، فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرَىٰ!

١٦١

ومن خطبة له (عليه السلام)

في صفة النبي و أهل بيته و أتباع دينه، و
فيها يعظ بالتقوىٰ

الرسول و اهله و اتباع دينه.

إِبْتَعَثَهُ بِالنُّورِ الْمُضِيءِ، وَالْبُرْهَانِ الْجَلِيِّ، والْمِنْهَاجِ الْبَادِي، و الْكِتَابِ الْهَادِي. أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ شَجَرَةٍ؛ أَغْصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ، وَثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ. مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ، وَهِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ. عَلَا بِهَا ذِكْرُهُ وَامْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهُ. أَرْسَلَهُ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ، وَمَوْعِظَةٍ شَافِيَةٍ، وَدَعْوَةٍ مُتَلَافِيَةٍ. أَظْهَرَ بِهِ الشَّرَائِعَ الْمَجْهُولَةَ، وَقَمَعَ بِهِ الْبِدَعَ الْمَدْخُولَةَ، وَبَيَّنَ بِهِ الْأَحْكَامَ الْمَفْصُولَةَ. فَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً تَتَحَقَّقْ شِقْوَتُهُ، وَتَنْفَصِمْ عُرْوَتُهُ، وَتَعْظُمْ كَبْوَتُهُ، وَيَكُنْ مَآبُهُ إِلَى الْحُزْنِ الطَّوِيلِ وَ الْعَذَابِ الْوَبِيلِ.

وَ أَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكُّلَ الْإِنَابَةِ إِلَيْهِ. وَأَسْتَرْشِدُهُ السَّبِيلَ الْمُؤَدِّيَةَ إِلَىٰ جَنَّتِهِ، الْقَاصِدَةَ إِلَىٰ مَحَلِّ رَغْبَتِهِ.

النصح بالتقوى

بادی - ظاہر
متہدلہ - جھکے ہوئے - قریب
طیبہ - مدینہ منورہ
متلافیہ - جاہلیت کے تمام امور کی تلافی کرنے والا
مفصولہ - واضح طور پر بیان کئے ہوئے
کبوہ - منہ کے بل گرنا
انابہ - رجوع
مآب - بازگشت کی جگہ

① کس قدر منطقی گفتگو ہے کہ سرکار دو عالم کا دنیا کی لذتوں سے محروم رہنا پروردگار کی طرف سے عزت و اکرام کی علامت ہے تو اپنے پاس دولت و ثروت کی فراوانی ذلت و حقارت کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے -؟

② بعض حضرات نے اس لفظ سے یہ استفادہ کرنا چاہا ہے کہ آپ کا وجود علامت قیامت تھا اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اور اس طرح آپ کے خاتم النبیین ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے - حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے علامت قیامت سے مراد ختم نبوت نہیں ہے - اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ نے قیامت کی مکمل طور پر وضاحت کر دی ہے اور اپنی بشارت اور اپنے انذار کے ذریعہ ذہنوں کو آخرت کی طرف موڑ دیا ہے -

③ حقیقت امر یہ ہے کہ دین خدا کا نمائندہ اور امت کا صحیح راہنما وہی ہے جو اسلام کی سادگی کی کرداری وضاحت کر سکے اور کمزور ترین فرد کی جیسی زندگی گزار سکے اور امیر المومنینؑ اس معیار قیادت کا مکمل نمونہ تھے جس کی کوئی مثال دوسرے افراد کی زندگی میں نہیں پائی جاتی ہے -

نے پیغمبر کو عزت دی ہے یا انھیں ذلیل بنایا ہے۔ اگر کسی کا خیال یہ ہے کہ ذلیل بنایا ہے تو وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے اور اگر خیال یہ ہے کہ عزت دی ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر اللہ نے اس کے لئے دنیا کو فرش کر دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے اسے ذلیل بنا دیا ہے کہ اپنے قریب ترین بندہ سے اسے دور رکھا تھا۔(۱)

اب ہر شخص کو رسول اکرمؐ کا اتباع کرنا چاہیئے۔ ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے اور ان کی منزل پر قدم رکھنا چاہیئے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ پروردگار نے پیغمبر اسلام کو قرب قیامت کی علامت،(۲) جنت کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنایا ہے۔ وہ دنیا سے بھوکے چلے گئے لیکن آخرت میں سلامتی کے ساتھ وارد ہوئے۔ انھوں نے تعمیر کے لئے پتھر پر پتھر نہیں رکھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کہہ دی۔ پروردگار کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان کا جیسا رہنما عطا فرمایا ہے جس کا اتباع کیا جائے اور قائد دیا ہے جس کے نقش قدم پر قدم جمائے جائیں۔

خدا کی قسم میں نے اس قمیص میں اتنے پیوند لگوائے ہیں کہ اب رفوگر کو دیتے ہوئے شرم آنے لگی ہے۔ مجھ سے ایک شخص نے یہ بھی کہا تھا کہ اسے پھینک کیوں نہیں دیتے تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ مجھ سے دور ہو جا "صبح ہونے کے بعد قوم کو رات میں سفر کرنے کی قدر ہوتی ہے"۔(۳)

۱۶۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں رسول اکرمؐ کے صفات، اہلبیتؑ کی فضیلت اور تقویٰ و اتباع رسولؐ کی دعوت کا تذکرہ کیا گیا ہے)

پروردگار نے آپ کو روشن نور۔ واضح دلیل۔ نمایاں راستہ اور ہدایت کرنیوالی کتاب کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ کا خاندان بہترین خاندان اور آپ کا شجرہ بہترین شجرہ ہے۔ جس کی شاخیں معتدل ہیں اور ثمرات دسترس کے اندر ہیں۔ آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت ارض طیبہ۔ یہیں سے آپ کا ذکر بلند ہوا ہے اور یہیں سے آپ کی آواز پھیلی ہے۔ پروردگار نے آپ کو کفایت کرنے والی حجت، شفا دینے والی نصیحت۔ گذشتہ تمام امور کی تلافی کرنے والی دعوت کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ کے ذریعہ غیر معروف شریعتوں کو ظاہر کیا ہے اور مہمل بدعتوں کا قلع قمع کر دیا ہے اور واضح احکام کو بیان کر دیا ہے لہٰذا اب جو بھی اسلام کے علاوہ کسی راستہ کو اختیار کرے گا اس کی شقاوت ثابت ہو جائے گی اور ریسمان حیات بکھر جائے گی اور منھ کے بل گرنا سخت ہو جائے گا اور انجام کار دائمی حزن والم اور شدید ترین عذاب ہوگا۔

میں خدا پر اسی طرح بھروسہ کرتا ہوں جس طرح اس کی طرف توجہ کرنے والے کرتے ہیں اور اس سے اس راستہ کی ہدایت طلب کرتا ہوں جو اس کی جنت تک پہونچانے والا اور اس کی منزل مطلوب کی طرف لے جانا والا ہے۔

---

(۱) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر مسلمان کو آوارہ وطن اور خانہ بدوش ہونا چاہیئے اور خیموں اور جھولداریوں میں زندگی گذار دینا چاہیئے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان کو دنیا کی اہمیت و عظمت کا قائل نہیں ہونا چاہیئے اور اسے صرف بطور ضرورت اور بقدر ضرورت استعمال کرنا چاہیئے وہ مکمل طور سے قبضہ میں آجائے تو انسان کو باعزت نہیں بنا سکتی ہے اور سو فیصدی ہاتھوں سے نکل جائے تو ذلیل نہیں کر سکتی ہے۔ عزت و ذلت کا معیار مال و دولت اور جاہ و منصب نہیں ہے۔ اس کا معیار صرف عبادت الٰہی اور اطاعت پروردگار ہے جس کے بعد ملک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی ہے۔

أُوصِيكُمْ، عِبَادَ اللّٰهِ، بِتَقْوَىٰ اللّٰهِ وَطَاعَتِهِ، فَإِنَّهَا النَّجَاةُ غَداً، والْمَنْجَاةُ أَبَداً. رَهَّبَ فَأَبْلَغَ، وَ رَغَّبَ فَأَسْبَغَ؛ وَوَصَفَ لَكُمُ الدُّنْيَا و انْقِطَاعَهَا، وَزَوَالَهَا وانْتِقَالَهَا. فَأَعْرِضُوا عَمَّا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا. أَقْرَبُ دَارٍ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ، وَأَبْعَدُهَا مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ! فَغُضُّوا عَنْكُمْ - عِبَادَ اللّٰهِ - غُمُومَهَا وَ أَشْغَالَهَا، و لِمَا قَدْ أَيْقَنْتُمْ بِهِ مِنْ فِرَاقِهَا وَتَصَرُّفِ حَالاَتِهَا. فَاحْذَرُوهَا حَذَرَ الشَّفِيقِ النَّاصِحِ، وَالْمُجِدِّ الْكَادِحِ. وَاعْتَبِرُوا بِمَا قَدْ رَأَيْتُمْ مِنْ مَصَارِعِ الْقُرُونِ قَبْلَكُمْ: قَدْ تَزَايَلَتْ أَوْصَالُهُمْ، وَزَالَتْ أَبْصَارُهُمْ وَ أَسْمَاعُهُمْ، وَذَهَبَ شَرَفُهُمْ وَعِزُّهُمْ، وانْقَطَعَ سُرُورُهُمْ وَنَعِيمُهُمْ؛ فَبُدِّلُوا بِقُرْبِ الْأَوْلَادِ فَقْدَهَا، وَبِصُحْبَةِ الْأَزْوَاجِ مُفَارَقَتَهَا. لَا يَتَفَاخَرُونَ، وَلَا يَتَنَاسَلُونَ، وَلَا يَتَزَاوَرُونَ، وَلَا يَتَحَاوَرُونَ. فَاحْذَرُوا، عِبَادَ اللّٰهِ، حَذَرَ الْغَالِبِ لِنَفْسِهِ، الْمَانِعِ لِشَهْوَتِهِ، النَّاظِرِ بِعَقْلِهِ؛ فَإِنَّ الْأَمْرَ وَاضِحٌ والْعَلَمَ قَائِمٌ، وَالطَّرِيقَ جَدَدٌ وَالسَّبِيلَ قَصْدٌ

١٦٢

و من كلام له (عليه السلام)

لبعض أصحابه و قد سأله: كيف دفعكم قومكم عن هذا المقام و أنتم أحق به؟ فقال:

يَا أَخَا بَنِي أَسَدٍ، إِنَّكَ لَقَلِقُ الْوَضِينِ، تُرْسِلُ فِي غَيْرِ سَدَدٍ، وَلَكَ بَعْدُ ذِمَامَةُ الصِّهْرِ وَحَقُّ الْمَسْأَلَةِ، وَقَدِ اسْتَعْلَمْتَ فَاعْلَمْ: أَمَّا الاسْتِبْدَادُ عَلَيْنَا بِهٰذَا الْمَقَامِ وَنَحْنُ الْأَعْلَوْنَ نَسَباً، وَالْأَشَدُّونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - نَوْطاً، فَإِنَّهَا كَانَتْ أَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ، وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ آخَرِينَ؛ وَالْحَكَمُ اللّٰهُ، وَالْمَعْوَدُ إِلَيْهِ الْقِيَامَةُ

وَدَعْ عَنْكَ نَهْباً صِيحَ فِي حَجَرَاتِهِ ۔۔۔ وَلٰكِنْ حَدِيثاً مَا حَدِيثُ الرَّوَاحِلِ

اسبغ - مکمل کر دیا
ناصح - مخلص
شفیق - خوفزدہ
کادح - بیحد محنت کرنے والا
اوصالہم - جوڑوں کا مجموعہ
تزایلت - متفرق ہو گئے
تحاور - آپس میں بات کرنا
جدد - سیدھا راستہ
قصد - مستقیم
وضین - بندکر
ارسال - متوجہ ہو جانا
سدد - استقامت
ذمامہ - حمایت
صہر - دامادی رشتہ
نوط - تعلق
اثرہ - اختصاص
نہب - لوٹ مار
صیح - آواز بلند کی گئی
حجرات - اطراف

مصادر خطبہ ۱۶۲ امالی صدوق ص ۲۶۸، علل الشرائع صدوق باب ۱۱۱، المسترشد للطبری الامامی ص ۱۲۲، ارشاد مفید ص ۱۶۲، بحار الانوار کتاب الفتن والمحن، الفصول المختارہ ص ۳۶

بندگانِ خدا! میں تمھیں تقویٰ الٰہی اور اس کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں کہ اسی میں کل نجات ہے اور یہی ہمیشہ کے لئے مرکز نجات ہے۔ اس نے تمھیں ڈرایا تو مکمل طور سے ڈرایا اور رغبت دلائی تو مکمل رغبت کا انتظام کیا۔ تمھارے لئے دنیا اور اس کی جدائی۔ اس کے زوال اور اس سے انتقال سب کی توصیف کر دی ہے لہٰذا اس میں جو چیز اچھی لگے اس سے اعراض کرو کہ ساتھ جانے والی شے بہت کم ہے۔ یہ گھر غضب الٰہی سے قریب تر اور رضائے الٰہی سے دور تر ہے۔

بندگانِ خدا! ہم و غم اور اس کے اشتغال سے چشم پوشی کر لو کہ تمھیں معلوم ہے کہ اس سے بہر حال جدا ہونا ہے اور اس کے حالات برابر بدلتے رہتے ہیں۔ اس سے اس طرح احتیاط کرو جس طرح ایک خوفزدہ اور اپنے نفس کا مخلص اور جانفشانی کے ساتھ کوشش کرنے والا احتیاط کرتا ہے اور اس سے عبرت حاصل کرو ان مناظر کے ذریعہ جو تم نے خود دیکھ لئے ہیں کہ گذشتہ نسلیں ہلاک ہو گئیں۔ ان کے جوڑ بند الگ الگ ہو گئے۔ ان کی آنکھیں اور ان کے کان ختم ہو گئے۔ ان کی شرافت اور عزت چلی گئی۔ ان کی مسرت اور نعمت کا خاتمہ ہو گیا۔ اولاد کا قرب فقدان میں تبدیل ہو گیا اور ازواج کی صحبت فراق میں بدل گئی۔ اب نہ باہمی مفاخرت رہ گئی ہے اور نہ نسلوں کا سلسلہ، نہ ملاقاتیں رہ گئی ہیں اور نہ بات چیت۔

لہٰذا بندگانِ خدا! ڈرو اس شخص کی طرح جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ اپنی خواہشات کو روک سکتا ہو اور اپنی عقل کی آنکھوں سے دیکھتا ہو۔ مسئلہ بالکل واضح ہے۔ نشانیاں قائم ہیں۔ راستہ سیدھا ہے اور صراط بالکل مستقیم ہے۔

۱۶۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اس شخص سے جس نے یہ سوال کر لیا کہ لوگوں نے آپ کو آپ کی منزل سے کس طرح ہٹا دیا)

اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو اور غلط راستہ پر چل پڑے ہو۔ لیکن بہر حال تمھیں قرابت[1] کا حق بھی حاصل ہے اور سوال کا حق بھی ہے اور تم نے دریافت بھی کر لیا ہے تو اب سنو! ہمارے بلند نسب اور رسول اکرمؐ سے قریب ترین تعلق کے باوجود قوم نے ہم سے اس حق کو اس لئے چھین لیا کہ اس میں ایک خود غرضی تھی جس پر ایک جماعت کے نفس مرمٹے تھے اور دوسری جماعت[2] نے چشم پوشی سے کام لیا تھا لیکن بہر حال حاکم اللہ ہے اور روز قیامت اسی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانا ہے۔

اس لوٹ مار کا ذکر چھوڑو جس کا شور[3] چاروں طرف مچا ہوا تھا
اب اونٹنیوں کی بات کرو جو اپنے قبضہ میں رہ کر نکل گئی ہیں

[1] شائد اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ سرکار دو عالمؐ کی ایک زوجہ زینب بنت جحش اسدی تھیں اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب آپ کی پھوپھی تھیں۔

[2] اس میں دونوں احتمالات پائے جاتے ہیں۔ یا اس قوم کی طرف اشارہ ہے جس نے حق اہلبیتؑ کا تحفظ نہیں کیا اور تغافل سے کام لیا۔ یا خود اپنے کردار کی بلندی کی طرف اشارہ ہے کہ ہم نے بھی چشم پوشی سے کام لیا اور مقابلہ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس طرح ظالموں نے منصب پر مکمل طور سے قبضہ کر لیا۔

[3] یہ امرء القیس کا مصرع ہے جب اس کے باپ کو قتل کر دیا گیا تو وہ انتقام کے لئے قبائل کی کمک تلاش کر رہا تھا۔ ایک مقام پر مقیم تھا کہ لوگ اس کے اونٹ پکڑ لے گئے۔ اس نے میزبان سے فریاد کی۔ میزبان نے کہا کہ میں ابھی واپس لاتا ہوں۔ ثبوت میں تمھاری اونٹنیاں لے جاتا ہوں اور اس طرح اونٹ کے ساتھ اونٹنی پر بھی قبضہ کر لیا۔

وَهَلُمَّ الْخَطْبَ فِي ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَلَقَدْ أَضْحَكَنِي الدَّهْرُ بَعْدَ إِبْكَائِهِ، وَلَا غَرْوَ وَاللّٰهِ، فَيَا لَهُ خَطْباً يَسْتَفْرِغُ الْعَجَبَ، وَيُكْثِرُ الْأَوَدَ! حَاوَلَ الْقَوْمُ إِطْفَاءَ نُورِ اللّٰهِ مِنْ مِصْبَاحِهِ، وَسَدَّ فَوَّارِهِ مِنْ يَنْبُوعِهِ، وَجَدَحُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ شِرْباً وَبِيئاً. فَإِنْ تَرْتَفِعْ عَنَّا وَعَنْهُمْ مِحَنُ الْبَلْوَى، أَحْمِلْهُمْ مِنَ الْحَقِّ عَلَى مَحْضِهِ؛ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، «فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ، إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ».

١٦٣

و من خطبة له (ع)

الخالق جل و علا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَسَاطِحِ الْمِهَادِ، وَمُسِيلِ الْوِهَادِ، وَمُخْصِبِ النِّجَادِ. لَيْسَ لِأَوَّلِيَّتِهِ ابْتِدَاءٌ، وَلَا لِأَزَلِيَّتِهِ انْقِضَاءٌ. هُوَ الْأَوَّلُ وَلَمْ يَزَلْ، وَالْبَاقِي بِلَا أَجَلٍ. خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ، وَوَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ. حَدَّ الْأَشْيَاءَ عِنْدَ خَلْقِهِ لَهَا إِبَانَةً لَهُ مِنْ شَبَهِهَا. لَا تُقَدِّرُهُ الْأَوْهَامُ بِالْحُدُودِ وَالْحَرَكَاتِ، وَلَا بِالْجَوَارِحِ وَالْأَدَوَاتِ. لَا يُقَالُ لَهُ: «مَتَى؟» وَلَا يُضْرَبُ لَهُ أَمَدٌ «بِحَتَّى». الظَّاهِرُ لَا يُقَالُ: «مِمَّ؟» وَالْبَاطِنُ لَا يُقَالُ: «فِيمَ؟» لَا شَبَحٌ فَيَتَقَضَّى، وَلَا مَحْجُوبٌ فَيُحْوَى. لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِالْتِصَاقٍ، وَلَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ، وَلَا يَخْفَى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهِ شُخُوصُ لَحْظَةٍ، وَلَا كُرُورُ لَفْظَةٍ، وَلَا ازْدِلَافُ رَبْوَةٍ، وَلَا انْبِسَاطُ خُطْوَةٍ، فِي لَيْلٍ دَاجٍ، وَلَا غَسَقٍ سَاجٍ، يَتَفَيَّأُ عَلَيْهِ الْقَمَرُ الْمُنِيرُ، وَتَعْقُبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّورِ فِي الْأُفُولِ وَالْكُرُورِ، وَتَقَلُّبِ الْأَزْمِنَةِ وَالدُّهُورِ، مِنْ إِقْبَالِ لَيْلٍ مُقْبِلٍ، وَإِدْبَارِ نَهَارٍ مُدْبِرٍ. قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَمُدَّةٍ، وَكُلِّ إِحْصَاءٍ وَعِدَّةٍ، تَعَالَى عَمَّا يَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُونَ مِنْ صِفَاتِ الْأَقْدَارِ، وَنِهَايَاتِ الْأَقْطَارِ، وَتَأَثُّلِ الْمَسَاكِنِ، وَتَمَكُّنِ الْأَمَاكِنِ. فَالْحَدُّ لِخَلْقِهِ مَضْرُوبٌ، وَإِلَى غَيْرِهِ مَنْسُوبٌ.

هلم - یاد کرو
خطب - عظیم حادثہ
اود - کجی
فوار - فوارہ
جدحوا - مخلوط کردیا
شرب - پانی کا ایک حصہ
وبی - جو باعث وبا ہو جائے
محض الحق - خالص حق
ساطح المهاد - زمین کا فرش بچھانے والا
وہاد - جمع وہدہ نشیب
نجاد - جمع نجد - فراز
ابانہ - جدا کرنا
شخوص لحظہ - مسلسل دیکھتے رہنا
ازدلاف ربوہ - نظر سے قریب تر ہونا
داجی - تاریک
غسق - رات
ساجی - ساکن
افول - غیبت
کرور - بار بار واپس آنا
نہایات الاقطار - منتہائے ابعاد
اقدار - جمع قدر - طول عرض عمق
تاثل - اصالت

مصادر خطبہ ١٦٣ حلیۃ الاولیاء ١ ص ٤٢، عیون الحکم والمواعظ واسطی، ربیع الابرار (باب الملائکہ)، بحار الانوار ٧٧ ص ٣١٣، توحید صدوق ص ٣١

اب آؤ اس مصیبت کو دیکھو جو ابوسفیان کے بیٹے کی طرف سے آئی ہے کہ زمانہ نے رُلانے کے بعد ہنسا دیا ہے اور بخدا اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ تعجب تو اس حادثہ پر ہے جس نے تعجب کا بھی خاتمہ کر دیا ہے اور کجی کو بڑھاوا دیا ہے۔ قوم نے چاہا تھا کہ نور الٰہی کو اس کے چراغ ہی سے خاموش کر دیا جائے اور فوارہ کو چشمہ ہی سے بند کر دیا جائے۔ میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کر دی کہ اگر مجھ سے اور ان سے ابتلاء کی زحمتیں ختم ہو گئیں تو میں انھیں خالص حق کے راستہ پر چلاؤں گا اور اگر کوئی دوسری صورت ہو گئی تو تمھیں حسرت و افسوس سے جان نہیں دینی چاہیئے۔ اللہ ان کے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

۱۶۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو بندوں کا خلق کرنے والا۔ زمین کا فرش بچھانے والا۔ وادیوں میں پانی کا بہانے والا اور ٹیلوں کا سرسبز و شاداب بنانے والا ہے۔ اس کی اولیت کی کوئی ابتدا نہیں ہے اور اس کی ازلیت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ وہ ابتداء سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ وہ باقی ہے اور اس کی بقا کی کوئی مدت نہیں ہے۔ پیشانیاں اس کے سامنے سجدہ ریز اور لب اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہیں۔ اس نے تخلیق کے ساتھ ہی ہر شے کے حدود معین کر دیئے ہیں تاکہ وہ کسی سے مشابہ نہ ہونے پائیں۔ انسانی اوہام اس کے لئے حدود و حرکات اور اعضاء و جوارح کا تعین نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کب سے ہے اور نہ یہ حد بندی کی جا سکتی ہے کہ کب تک رہے گا۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کس چیز سے اور باطن ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کس چیز میں؟ وہ نہ کوئی ڈھانچہ ہے کہ ختم ہو جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ ظاہری اتصال کی بنیاد پر اشیاء سے قریب نہیں ہے اور جسمانی جدائی کی بنا پر دور نہیں ہے۔ اس کے اوپر بندوں کے حالات میں سے نہ ایک کا جھپکنا مخفی ہے اور نہ الفاظ کا دُہرانا۔ نہ بلندی کا دور سے جھلکنا پوشیدہ ہے اور نہ قدم کا آگے بڑھنا۔ نہ اندھیری رات میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور روشن آفتاب طلوع و غروب میں اور زمانہ کی ان گردشوں میں جو آنے والی رات کی آمد اور جانے والے دن کے گذرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ہر انتہا و مدت سے پہلے ہے اور ہر احصاء و شمار سے ماوراء ہے۔ وہ ان صفات سے بلند تر ہے جنھیں محدود سمجھ لینے والے اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں چاہے وہ صفتوں کے اندازے ہوں یا اطراف و جوانب کی حدیں۔ مکانات میں قیام ہو یا مساکن میں قرار۔ حد بندی اس کی مخلوقات کے لئے ہے اور ان کی نسبت اس کے غیر کی طرف ہوتی ہے۔

یہ مکتب اہلبیتؑ کا خاصہ ہے کہ ہمیشہ حق کے راستے پر چلنا چاہیئے اور دوسروں کو بھی اسی راستہ پر چلانا چاہیئے اور اس راہ میں کسی طرح کی زحمت و مصیبت کی پرواہ نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بعض مورخین کے بیان کے مطابق جب دور عمر بن خطاب میں سلمان فارسی کو مدائن کا گورنر بنایا گیا اور انھوں نے [illegible] نگرانی کا قانون نافذ کیا تو ارباب ثروت و تجارت نے خلیفہ سے شکایت کر دی اور انھوں نے فی الفور جناب سلمان کو معزول کر دیا کہ کہیں نگرانی اور محاسبہ کا تصور سارے ملک میں نہ پھیل جائے کہ ارباب مصالح و منافع بغاوت پر آمادہ ہو جائیں اور حکومت کو حق کی راہ پر چلنے کے لئے خاطر خواہ قیمت ادا کرنا پڑے۔

(فی ظلال نہج البلاغہ ۲/۴۴۸)

ابتداء المخلوقين

لَمْ يَخْلُقِ الْأَشْيَاءَ مِنْ أُصُولٍ أَزَلِيَّةٍ، وَلَا مِنْ أَوَائِلَ أَبَدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَأَقَامَ حَدَّهُ، وَصَوَّرَ مَا صَوَّرَ فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ. لَيْسَ لِشَيْءٍ مِنْهُ امْتِنَاعٌ، وَلَا لَهُ بِطَاعَةِ شَيْءٍ انْتِفَاعٌ. عِلْمُهُ بِالْأَمْوَاتِ الْمَاضِينَ كَعِلْمِهِ بِالْأَحْيَاءِ الْبَاقِينَ، وَعِلْمُهُ بِمَا فِي السَّمَاوَاتِ الْعُلَى كَعِلْمِهِ بِمَا فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَى.

منها: أَيُّهَا الْمَخْلُوقُ السَّوِيُّ، وَالْمُنْشَأُ الْمَرْعِيُّ، فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ، وَمُضَاعَفَاتِ الْأَسْتَارِ. بُدِئْتَ «مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ»، وَوُضِعْتَ «فِي قَرَارٍ مَكِينٍ، إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ»، وَأَجَلٍ مَقْسُومٍ. تَمُورُ فِي بَطْنِ أُمِّكَ جَنِيناً لَا تُحِيرُ دُعَاءً، وَلَا تَسْمَعُ نِدَاءً؛ ثُمَّ أُخْرِجْتَ مِنْ مَقَرِّكَ إِلَى دَارٍ لَمْ تَشْهَدْهَا، وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا. فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَاءِ مِنْ ثَدْيِ أُمِّكَ، وَعَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَإِرَادَتِكَ! هَيْهَاتَ، إِنَّ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِي الْهَيْئَةِ وَالْأَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهِ أَعْجَزُ، وَمِنْ تَنَاوُلِهِ بِحُدُودِ الْمَخْلُوقِينَ أَبْعَدُ!

١٦٤

و من كلام له (عليه السلام)

لما اجتمع الناس إليه و شكوا ما نقموه على عثمان و سألوه مخاطبته لهم واستعتابه لهم، فدخل عليه فقال:

إِنَّ النَّاسَ وَرَائِي وَقَدِ اسْتَسْفَرُونِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ، وَوَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ! مَا أَعْرِفُ شَيْئاً تَجْهَلُهُ، وَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ. إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ. مَا سَبَقْنَاكَ إِلَى شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ، وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَهُ. وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا، وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا، وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - كَمَا صَحِبْنَا. وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِأَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى أَبِي رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - وَشِيجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا؛

اقام حدہ - وہ حد دجس سے امتیاز قائم ہو
سوی - معتدل
منشا ء - جدید ایجاد
مرعی - محفوظ
سلالہ - خلاصہ
قرار مکین - رحم مادر
مور - حرکت
لاتحیر - جواب نہیں دے سکتے
استسفروا نی - مجھے واسطہ قرار دیا
وشیجہ - قرابت

(۱) بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ یہ کائنات ایک مخصوص مادہ گیس سے پیدا ہوئی ہے اور اسے بے اصل نہیں قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان عقلمندوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ اس طرح وجود خالق سے انکار کا جواز نہیں تلاش کر سکتے اور یہ سوال بہرحال باقی رہے گا کہ اس مادہ کا خالق کون ہے اور یہ کس طرح وجود میں آگیا ہے کہ مادہ قابل تغیر ہے اور قابل تغیر شے از خود وجود میں نہیں آسکتی ہے ورنہ تغیرات کا باعث اور محرک کیا ہوگا

(۲) الکسیس کاریل نے اپنی کتاب "انسان ناشناختہ شدہ" میں بہت عمدہ جملہ لکھا ہے کہ خالق کے کرم کی انتہاء ہے کہ جیسے جیسے شکم مادر میں بچہ بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے نکلنے کے راستہ میں بھی وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے اور یہ کام خالق حکیم کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۶۴ انساب الاشراف بلاذری ۵ ص ۶۰، تاریخ طبری ۵ ص ۹۶، العقد الفرید ۴ ص ۳۰۸، ۲ ص ۲۷۳، کتاب الجمل مفید ص ۱۰۱

[اس] نے اشیاء کی تخلیق نہ ازلی مواد سے کی ہے اور نہ ابدی مثالوں سے[۱]۔ جو کچھ بھی خلق کیا ہے خود خلق کیا ہے اور اس کی حدیں معین [کر] دی ہیں اور ہر صورت کو حسین بنا دیا ہے۔ کوئی شے بھی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی ہے اور نہ کسی کی اطاعت میں اس کا [کوئی] فائدہ ہے۔ اس کا علم ماضی کے مرنے والے افراد کے بارے میں ویسا ہی ہے جیسا کہ رہ جانے والے زندوں کے بارے میں ہے [او]ر وہ بلند ترین آسمانوں کے بارے میں ویسا ہی علم رکھتا ہے جس طرح کہ پست ترین زمینوں کے بارے میں رکھتا ہے۔

(دوسرا حصہ) اے وہ انسان جسے ہر اعتبار سے درست بنایا گیا ہے اور رحم کے اندھیروں اور پردہ در پردہ ظلمتوں میں مکمل [نگ]رانی کے ساتھ خلق کیا گیا ہے۔ تیری ابتدا خالص مٹی سے ہوئی ہے اور تجھے ایک خاص مرکز میں ایک خاص مدت تک رکھا گیا ہے۔ تو شکم مادر [م]یں اس طرح حرکت کر رہا تھا کہ نہ آواز کا جواب دے سکتا تھا اور نہ کسی آواز کو سن سکتا تھا۔ اس کے بعد تجھے وہاں سے نکال کر اس گھر میں لایا گیا جسے تو نے دیکھا بھی نہیں تھا[۲] اور جہاں کے منافع کے راستوں سے باخبر بھی نہیں تھا۔ بتا تجھے پستان مادر سے دودھ حاصل کرنے کی ہدایت کس نے دی ہے اور ضرورت کے وقت موارد طلب دارادہ کا پتہ کس نے بتایا ہے؟ ۔ ہوشیار ۔ جو شخص ایک صاحب ہیئت و اعضاء مخلوق کے صفات کے پہچاننے سے عاجز ہوگا وہ خالق کے صفات کو پہچاننے سے یقیناً زیادہ عاجز ہوگا اور مخلوقات کے حدود کے ذریعہ اسے حاصل کرنے سے یقیناً دور تر ہوگا۔

۱۶۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب لوگوں نے آپ کے پاس آکر عثمانؓ کے مظالم کا ذکر کیا اور ان کی فہمائش اور تنبیہ کا تقاضا کیا تو آپ نے عثمانؓ کے پاس جا کر فرمایا)

لوگ میرے پیچھے منتظر ہیں اور انھوں نے مجھے اپنے اور تمھارے درمیان واسطہ قرار دیا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا ہوں کہ میں تم سے کیا کہوں؟ میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا ہوں جس کا تمھیں علم نہ ہو اور کسی ایسی بات کی نشاندہی نہیں کر سکتا ہوں جو تمھیں معلوم نہ ہو۔ تمھیں تمام وہ باتیں معلوم ہیں جو مجھے معلوم ہیں اور میں نے کسی امر کی طرف سبقت نہیں کی ہے کہ اس کی اطلاع تمھیں کروں اور نہ کوئی بات چپکے سے سُن لی ہے کہ تمھیں باخبر کر دوں۔ تم نے وہ سب خود دیکھا ہے جو میں نے دیکھا ہے اور وہ سب کچھ خود بھی سنا ہے جو میں نے سُنا ہے اور رسول اکرمؐ کے پاس ویسے ہی رہے ہو جیسے میں رہا ہوں۔ ابن ابی قحافہ اور ابن الخطاب حق پر عمل کرنے کے لئے تم سے زیادہ اولیٰ نہیں تھے کہ تم ان کی نسبت رسول اللہ سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتے ہو۔

---

[۱] امیر المومنینؑ کے علاوہ دنیا کا کوئی دوسرا انسان ہوتا تو اس موقع کو غنیمت تصور کرکے احتجاج کرنے والوں کے حوصلے مزید بلند کر دیتا اور لمحوں میں عثمانؓ کا خاتمہ کرا دیتا لیکن آپ نے اپنی شرعی ذمہ داری اور اسلامی مسئولیت کا خیال کرکے انقلابی جماعت کو روکا اور چاہا کہ پہلے اتمام حجت کر دیا جائے تاکہ عثمانؓ کو اصلاح امر کا موقع مل جائے اور بنی امیہ مجھے قتل عثمانؓ کا ملزم نہ ٹھہرانے پائیں۔ ورنہ عثمانؓ کے دور کے مظالم عالم آشکار تھے۔ ان کے بارے میں کسی تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہیں تھی۔ جناب ابوذر کا شہر بدر کرا دیا جانا جناب عبداللہ بن مسعود کی پسلیوں کا توڑ دیا جانا۔ جناب عمار یاسر کے شکم کو جوتیوں سے پامال کر دینا۔ وہ مظالم ہیں جنھیں سارا عالم اسلام اور بالخصوص مدینۃ الرسول خوب جانتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے درمیان میں پڑ کر اصلاح حال کے بارے میں یہ فارمولا پیش کیا کہ مدینہ کے معاملات کی فی الفور اصلاح کی جائے اور باہر کے لئے بقدر ضرورت مہلت لے لی جائے لیکن خلیفہ کو اصلاح نہیں کرنا تھی نہیں کی اور آخرش وہی انجام ہوا جس کے پیش نظر امیر المومنینؑ نے اسقدر زحمت برداشت کی تھی اور جس کے بعد بنی امیہ کو نئے فتنوں کا موقع مل گیا اور ان سے امیر المومنینؑ کو بھی دوچار ہونا پڑا۔

وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ[1] مَا لَمْ يَنَالاَ. فَاللَّهَ اللَّهَ فِي نَفْسِكَ! فَإِنَّكَ - وَاللَّهِ - مَا تُبَصَّرُ مِنْ عَمًى، وَلاَ تُعَلَّمُ مِنْ جَهْلٍ، وَ إِنَّ الطُّرُقَ لَوَاضِحَةٌ (الواحدة)، وَ إِنَّ أَعْلاَمَ الدِّينِ (الهدى) لَقَائِمَةٌ. فَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللَّهِ عِنْدَ اللَّهِ إِمَامٌ[2] عَادِلٌ، هُدِيَ وَ هَدَى، فَأَقَامَ سُنَّةً مَعْلُومَةً، وَ أَمَاتَ بِدْعَةً مَجْهُولَةً. وَإِنَّ السُّنَنَ لَنَيِّرَةٌ، لَهَا أَعْلاَمٌ، وَإِنَّ الْبِدَعَ لَظَاهِرَةٌ، لَهَا أَعْلاَمٌ. وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ إِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ وَ ضُلَّ بِهِ، فَأَمَاتَ سُنَّةً مَأْخُوذَةً، وَ أَحْيَا بِدْعَةً مَتْرُوكَةً. وَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - يَقُولُ: «يُؤْتَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالإِمَامِ الْجَائِرِ وَ لَيْسَ مَعَهُ نَصِيرٌ وَلاَ عَاذِرٌ، فَيُلْقَىٰ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيَدُورُ فِيهَا كَمَا تَدُورُ الرَّحَى، ثُمَّ يَرْتَبِطُ فِي قَعْرِهَا». وَإِنِّي أَنْشُدُكَ اللَّهَ أَلاَّ تَكُونَ إِمَامَ هٰذِهِ الأُمَّةِ الْمَقْتُولَ، فَإِنَّهُ كَانَ يُقَالُ: يُقْتَلُ فِي هٰذِهِ الأُمَّةِ إِمَامٌ يَفْتَحُ عَلَيْهَا الْقَتْلَ وَ الْقِتَالَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَلْبِسُ أُمُورَهَا عَلَيْهَا، وَيَبُثُّ الْفِتَنَ فِيهَا، فَلاَ يُبْصِرُونَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ؛ يَمُوجُونَ فِيهَا مَوْجاً، وَيَمْرُجُونَ فِيهَا مَرْجاً. فَلاَ تَكُونَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَسُوقُكَ حَيْثُ شَاءَ بَعْدَ جَلاَلِ السِّنِّ وَتَقَضِّي الْعُمُرِ. فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: «كَلِّمِ النَّاسَ فِي أَنْ يُؤَجِّلُونِي، حَتَّىٰ أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ مِنْ مَظَالِمِهِمْ» فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَم: مَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَلاَ أَجَلَ فِيهِ، وَ مَا غَابَ فَأَجَلُهُ وُصُولُ أَمْرِكَ إِلَيْهِ.

١٦٥

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

يذكر فيها عجيب خلقة الطاووس

خلقة الطيور

اِبْتَدَعَهُمْ خَلْقاً عَجِيباً مِنْ حَيَوَانٍ وَمَوَاتٍ، وَسَاكِنٍ وَذِي حَرَكَاتٍ؛ وَأَقَامَ مِنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلَىٰ لَطِيفِ صَنْعَتِهِ، وَعَظِيمِ قُدْرَتِهِ، مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُولُ مُعْتَرِفَةً بِهِ، وَمُسَلِّمَةً لَهُ، وَنَعَقَتْ فِي أَسْمَاعِنَا

ربط - باندھ دینا
مرج - مخلوط کرنا
سیقہ - ہنکایا ہوا جانور
نعق - بلند آواز سے پکارنا

(1) چونکہ عثمانؓ کا عقد پیغمبرِ اسلام کی پروردہ جناب خدیجہ کی بھانجی سے ہوا تھا لہٰذا انھیں ایک طرح سے دامادی کا شرف بھی حاصل ہو گیا تھا جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو حاصل نہیں تھا

(2) واضح رہے کہ امام ہر قیادت کرنے والے کو کہا جاتا ہے چاہے وہ برحق ہو یا باطل اور یہی وجہ ہے کہ امام کو دو قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے - عادل اور ظالم - اور قرآن مجید نے بھی امام کی دو قسمیں بیان کی ہیں - ہدایت دینے والا اور جہنم کی طرف دعوت دینے والا کسی بھی شخص کے بارے میں لفظ امام کا استعمال اس امر کی ضمانت نہیں ہے کہ وہ واقعاً امام عادل یا امام معصوم ہے جب تک کہ اس کے کردار سے اس کی عدالت اثبات نہ ہو جائے یا خود خدا اور رسولؐ نے اسے امام بنایا ہو کہ خدا اور رسولؐ کسی فاسق یا ظالم کو امام نہیں بنا سکتے ہیں - سرکار دو عالم کے اس ارشاد میں لفظ امام لغت کے اعتبار سے قائد کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور امیر المومنینؑ عثمانؓ کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے کہ کہیں اس قائد سے مراد تمھاری ہی ذات نہ ہو کہ تمھارے قتل سے امت میں فسادات پھوٹ پڑیں اور قتل و خون کا بازار گرم ہو جائے جیسا کہ ہوا اور امت اسلامیہ عرصہ دراز تک اس کا خمیازہ برداشت کرتی رہی بلکہ آج تک برداشت کر رہی ہے -

؎ مصادر خطبہ ۱۶۵ ربیع الابرار زمخشری، نہایۃ ابن اثیر ا ص۲۷ ۲ ص۱۴۰ ۳ ص۲۳۸، مجمع الامثال ۲ ص۱۲

ہیں وہ دامادی کا شرف بھی حاصل ہے[1] جو انھیں حاصل نہیں تھا لہٰذا خدارا اپنے نفس کو بچاؤ کہ تمھیں اندھے پن سے بصارت یا جہالت سے علم دیا جا رہا ہے۔ راستے بالکل واضح ہیں اور نشانات دین قائم ہیں۔ یاد رکھو خدا کے نزدیک بہترین بندہ وہ امام عادل[2] ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کو ہدایت دے۔ جانی پہچانی سنت کو قائم کرے اور مجہول بدعت کو مُردہ بنا دے۔ دیکھو ضیا بخش سنتوں کے نشانات بھی روشن ہیں اور بدعتوں کے نشانات بھی واضح ہیں اور بدترین انسان خدا کی نگاہ میں وہ ظالم پیشوا ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور لوگوں کو بھی گمراہ کرے۔ لی ہوئی سنتوں کو مُردہ بنا دے اور قابل ترک بدعتوں کو زندہ کر دے۔ میں نے رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ روز قیامت ظالم رہنما کو اس عالم میں لایا جائے گا کہ نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا اور نہ عذر خواہی کرنے والا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی۔ اس کے بعد اسے قعر جہنم میں جکڑ دیا جائے گا۔ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ خدارا تم اس امت کے مقتول پیشوا نہ بنو اس لئے کہ دور قدیم سے کہا جا رہا ہے کہ اس امت میں ایک پیشوا قتل کیا جائے گا جس کے بعد قیامت تک قتل و قتال کا دروازہ کھل جائے گا اور سارے امور مشتبہ ہو جائیں گے اور فتنے پھیل جائیں گے اور لوگ حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکیں گے اور اسی میں چکر کھاتے رہیں گے اور تہ و بالا ہوتے رہیں گے۔ خدارا مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ جدھر چاہے کھینچ کر لے جائے کہ تمھارا سن زیادہ ہو چکا ہے اور تمھاری عمر خاتمہ کے قریب آ چکی ہے۔

عثمانؓ نے اس ساری گفتگو کو سُن کر کہا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ ذرا مہلت دیں تاکہ میں ان کی حق تلفیوں کا علاج کر سکوں؟ آپ نے فرمایا کہ جہانتک مدینہ کے معاملات کا تعلق ہے ان میں کسی مہلت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جہانتک باہر کے معاملات کا تعلق ہے ان میں صرف اتنی مہلت دی جا سکتی ہے کہ تمھارا حکم وہاں تک پہونچ جائے۔

۱۶۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں مور کی عجیب و غریب خلقت کا تذکرہ کیا گیا ہے)

اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو عجیب و غریب بنایا ہے چاہے وہ ذی حیات ہوں یا بے جان۔ ساکن ہوں یا متحرک اور ان سب کے ذریعہ اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت کے وہ شواہد قائم کر دئے ہیں جن کے سامنے عقلیں بکمال اعتراف و تسلیم سرخم کئے ہوئے ہیں اور پھر ہمارے کانوں میں اس کی وحدانیت کے دلائل

---

[1] درحقیقت رہنما اور ظالم دو متضاد الفاظ ہیں جنھیں کسی عالم شرافت و کرامت میں جمع نہیں ہونا چاہیے۔ انسان کو رہنمائی کا شوق ہے تو پہلے اپنے کردار میں عدالت و شرافت پیدا کرے اس کے بعد آگے چلنے کا ارادہ کرے۔ اس کے بغیر رہنمائی کا شوق انسان کو جہنم تک تو پہونچا سکتا ہے رہنما نہیں بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ہے اور اس عذاب کی شدت کا راز یہی ہے کہ رہنما کی وجہ سے بے شمار لوگ مزید گمراہ ہوتے ہیں اور اس کے ظلم سے بے حساب لوگوں کو ظلم کا جواز فراہم ہو جاتا ہے اور سارا معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔

عثمانؓ کا دور پہلا دور تھا جب سابق کی ظاہرداری بھی ختم ہو گئی تھی اور کھلم کھلا ظلم کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ اس لئے اتنا شدید رد عمل دیکھنے میں آیا ورنہ اس کے بعد سے تو آجتک سارا عالم اسلام انھیں خاندان پروریوں کا شکار ہے اور عوام کی ساری دولت ایک ایک خاندان کے عیاش شہزادوں پر صرف ہو رہی ہے اور مدینہ کے مسلمانوں میں بھی غیرت کی حرکت نہیں پیدا ہو رہی ہے تو باقی عالم اسلام اور دوسرے علاقوں کا کیا تذکرہ ہے۔!

دَلَائِلُهُ عَلَىٰ وَحْدَانِيَّتِهِ، وَمَا ذَرَأَ مِنْ مُخْتَلِفِ صُوَرِ الْأَطْيَارِ الَّتِي أَسْكَنَهَا أَخَادِيدَ الْأَرْضِ، وَخُرُوقَ فِجَاجِهَا وَرَوَاسِيَ أَعْلَامِهَا، مِنْ ذَاتِ أَجْنِحَةٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَهَيْئَاتٍ مُتَبَايِنَةٍ، مُصَرَّفَةٍ فِي زِمَامِ التَّسْخِيرِ، وَمُرَفْرِفَةٍ بِأَجْنِحَتِهَا فِي مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسِحِ، وَالْفَضَاءِ الْمُنْفَرِجِ. كَوَّنَهَا بَعْدَ إِذْ لَمْ تَكُنْ فِي عَجَائِبِ صُوَرٍ ظَاهِرَةٍ، وَرَكَّبَهَا فِي حِقَاقِ مَفَاصِلَ مُحْتَجِبَةٍ، وَمَنَعَ بَعْضَهَا بِعَبَالَةِ خَلْقِهِ أَنْ يَسْمُوَ فِي الْهَوَاءِ خُفُوفاً، وَجَعَلَهُ يَدِفُّ دَفِيفاً. وَنَسَقَهَا عَلَىٰ اخْتِلَافِهَا فِي الْأَصَابِيغِ بِلَطِيفِ قُدْرَتِهِ، وَدَقِيقِ صَنْعَتِهِ. فَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي قَالَبِ لَوْنٍ لَا يَشُوبُهُ غَيْرُ لَوْنِ مَا غُمِسَ فِيهِ؛ وَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي لَوْنِ صِبْغٍ قَدْ طُوِّقَ بِخِلَافِ مَا صُبِغَ بِهِ.

الطاووس

وَمِنْ أَعْجَبِهَا خَلْقاً الطَّاوُوسُ الَّذِي أَقَامَهُ فِي أَحْكَمِ تَعْدِيلٍ، وَنَضَّدَ أَلْوَانَهُ فِي أَحْسَنِ تَنْضِيدٍ، بِجَنَاحٍ أَشْرَجَ قَصَبَهُ، وَذَنَبٍ أَطَالَ مَسْحَبَهُ. إِذَا دَرَجَ إِلَى الْأُنْثَىٰ نَشَرَهُ مِنْ طَيِّهِ، وَسَمَا بِهِ مُطِلًّا عَلَىٰ رَأْسِهِ كَأَنَّهُ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ نُوتِيُّهُ. يَخْتَالُ بِأَلْوَانِهِ، وَيَمِيسُ بِزَيَفَانِهِ. يُفْضِي كَإِفْضَاءِ الدِّيَكَةِ، وَيَؤُرُّ بِمَلَاقِحِهِ أَرَّ الْفُحُولِ الْمُغْتَلِمَةِ لِلضِّرَابِ. أُحِيلُكَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَىٰ مُعَايَنَةٍ، لَا كَمَنْ يُحِيلُ عَلَىٰ ضَعِيفٍ إِسْنَادُهُ. وَلَوْ كَانَ كَزَعْمِ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُلْقِحُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا (تنشحط) مَدَامِعُهُ، فَتَقِفُ فِي ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ، وَأَنَّ أُنْثَاهُ تَطْعَمُ ذٰلِكَ، ثُمَّ تَبِيضُ لَا مِنْ لِقَاحِ فَحْلٍ سِوَى الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ، لَمَا كَانَ ذٰلِكَ

ذرأ - خلق کیا
اخادید - جمع اخدود - شگافِ زمین
خروق - جمع خرق - وسیع زمین
فجاج - جمع فج - وسیع راستہ
اعلام - جمع علم - پہاڑ
مرفرفہ - پر پھیلائے ہوئے
مخارق - جمع مخرق - صحرا
حقاق - جمع حق - جوڑ
احتجاب مفاصل - جوڑوں کا گوشت کے اندر رہنا
عبالہ - ضخامت
خفوف - سرعت
دفیف الطائر - نیچی فضا میں پرواز
نسق - ترتیب
اصابیغ - جمع اصباغ - رنگ برنگ
قالب - سانچہ
طوّق - یعنی گردن کا رنگ جسم سے مختلف ہے
تنضید - ترتیب وتنظیم
اشرج قصبہ - رگوں کو مرتب کر دیا
درج الیہ - اس کی طرف چلا
سمابہ - بلند کر دیا
مطلاً علی راسہ - سر پر سایہ افگن ہے
قلع - بادبان
داری - دارین سے خوشبو وارد کرنے والا
عنجہ - کھینچ کر اونچا کر دیا
یمیس - اکڑتا ہے
یفضی - مادہ کی طرف جاتا ہے
یوبر - جوڑا کھاتا ہے
ملاقح - اعضاء تناسل
مغتلمہ - شہوت زدہ
ضراب - جوڑا کھانا

تسفح - بہاتا ہے
ضفۃ - کنارہ
لقاح الفحل - ماء الحیات
منبجس - چشمہ سے ابلتا ہوا

ان مختلف صورتوں[1] کے پرندوں کی تخلیق کی شکل میں گونج رہے ہیں جنھیں زمین کے گڑھوں۔ دروں کے شگافوں، پہاڑوں کی بلندیوں پر آباد کیا ہے جن کے پر مختلف قسم کے اور جن کی ہیئت جداگانہ انداز کی ہے اور انھیں تسخیر کی زمام کے ذریعہ حرکت دی جا رہی ہے اور وہ اپنے پروں کو وسیع فضا کے راستوں اور کشادہ ہوا کی وسعتوں میں پھڑ پھڑا رہے ہیں۔ انھیں عالم عدم سے نکال کر عجیب و غریب ظاہری صورتوں میں پیدا کیا ہے اور گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے جسموں کی ساخت قائم کی ہے۔ بعض کو ان کے جسم کی سنگینی نے ہوا میں بلند ہو کر تیز پرواز سے روک دیا ہے اور وہ صرف ذرا اونچے ہو کر پرواز کر رہے ہیں اور پھر اپنی لطیف قدرت اور دقیق صنعت کے ذریعہ انھیں مختلف رنگوں کے ساتھ منظم و مرتب کیا ہے کہ بعض ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ دوسرے رنگ کا شائبہ بھی نہیں ہے اور بعض ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں لیکن ان کے گلے کا طوق دوسرے رنگ کا ہے۔

(طاؤس) ان سب میں عجیب ترین خلقت مور کی ہے جسے محکم ترین توازن کے سانچہ میں ڈھال دیا ہے اور اس کے رنگوں میں حسین ترین تنظیم قائم کی ہے اسے وہ رنگین پر دئے ہیں جن کی جڑوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے اور وہ دم دی ہے جو دور تک کھنچتی چلی جاتی ہے۔ جب وہ اپنی مادہ کا رخ کرتا ہے تو اسے پھیلا لیتا ہے[2] اور اپنے سر کے اوپر اس طرح سایہ فگن کر لیتا ہے جیسے مقام دارین کی کشتی کا بادبان جسے ملاح اِدھر اُدھر موڑ رہا ہو۔ وہ اپنے رنگوں پر اتراتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے لگتا ہے۔ اپنی مادہ سے اس طرح جفتی کھاتا ہے جس طرح مرغ اور اسے اس طرح حاملہ بناتا ہے جس طرح جوش و ہیجان میں بھرے ہوئے جانور۔ میں اس مسئلہ میں تمھیں مشاہدہ کے حوالہ کر رہا ہوں۔ نہ اس شخص کی طرح جو کسی کمزور سند کے حوالہ کر دے اور اگر گمان کرنے والوں کا یہ گمان صحیح ہوتا کہ وہ ان آنسوؤں کے ذریعہ حمل ٹھہراتا ہے جو اس کی آنکھوں سے باہر نکل کر پلکوں پر ٹھہر جاتے ہیں اور مادہ اسے پی لیتی ہے اس کے بعد انڈے دیدیتی ہے اور اس میں نر و مادہ کا کوئی اتصال نہیں ہوتا ہے سوائے ان پھوٹ پڑنے والے آنسوؤں کے۔ تو یہ بات کوے کے باہمی کھانے پینے کے ذریعہ حمل ٹھہرانے سے زیادہ تعجب خیز نہ ہوتی۔

---

[1] علم الحیوان کے ماہر روبرٹسن کا بیان ہے کہ دنیا میں ایک ارب قسم کے پرندے پائے جاتے ہیں اور سب اپنے اپنے مقام پر عجیب و غریب خلقت کے مالک ہیں۔ سب سے بڑا پرندہ شتر مرغ ہے اور سب سے چھوٹا طنان جس کا طول پانچ سنٹی میٹر ہوتا ہے لیکن ایک گھنٹہ میں ۸۰۔۹۰ کیلومیٹر پرواز کر لیتا ہے اور ایک سکنڈ میں ۵۰ سے لے کر ۲۰۰ مرتبہ اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے۔

بعض پرندوں کا ایک قدم چھ میٹر کے برابر ہوتا ہے اور وہ زمین پر ۸۰ کیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتے ہیں اور بعض چھ ہزار میٹر کی بلندی پر پرواز کر سکتے ہیں۔ بعض پانی کے اندر ۱۸ میٹر کی گہرائی تک چلے جاتے ہیں اور بعض صرف سمندروں کے اس پار سے اس پار تک چکر لگاتے رہتے ہیں۔

لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز امیر المومنینؑ کی نگاہ میں مور کی خلقت ہے جس کو مختلف رنگوں میں رنگ دیا گیا ہے اور مختلف خصوصیات سے نواز دیا گیا ہے یاد رہے بات ہے کہ بہترین پروں کے ساتھ نازک ترین پیر بھی دیدئے گئے ہیں تاکہ اس میں بھی غرور نہ پیدا ہو اور انسان کو بھی ہوش آ جائے کہ جس کے وجود کا ایک رخ رنگین ہوتا ہے اور اس کا دوسرا رخ کمزور بھی ہوتا ہے لہذا غرور و استکبار کا کوئی امکان نہیں ہے۔ بلکہ تقاضائے شرافت یہ ہے کہ حسین رخ کا شکریہ ادا کرے کہ یہ بھی مالک کا کرم ہے اس کا اپنا کوئی حق نہیں ہے جسے مالک نے ادا کر دیا ہو۔

[2] یہ ایک حسین ترین فطرت ہے کہ نر اپنی مادہ کے پاس جائے تو حسن و جمال کے ساتھ جائے تاکہ اسے بھی انس حاصل ہو اور وہ بھی اپنے نر کے جمال پر فخر کر سکے ایسا نہ ہو کہ عمل فقط ایک جنسی عمل رہ جائے اور سکون نفس کا کوئی راستہ نہ نکل سکے۔

بِأَعْجَبَ مِنْ مُطَاعَمَةِ الْغُرَابِ! تَخَالُ قَصَبَهُ مَدَارِيَ مِنْ فِضَّةٍ، وَمَا أُنْبِتَ عَلَيْهَا مِنْ عَجِيبِ دَارَاتِهِ وَ شُمُوسِهِ خَالِصَ الْعِقْيَانِ وَ فِلَذَ الزَّبَرْجَدِ. فَإِنْ شَبَّهْتَهُ بِمَا أَنْبَتَتِ الأَرْضُ قُلْتَ: جَنِيٌّ جُنِيَ مِنْ زَهْرَةِ كُلِّ رَبِيعٍ. وَ إِنْ ضَاهَيْتَهُ بِالْمَلاَبِسِ فَهُوَ كَمَوْشِيِّ الْحُلَلِ أَوْ كَمُونِقِ عَصْبِ الْيَمَنِ. وَإِنْ شَاكَلْتَهُ بِالْحُلِيِّ فَهُوَ كَفُصُوصٍ ذَاتِ أَلْوَانٍ، قَدْ نُطِّقَتْ بِاللُّجَيْنِ الْمُكَلَّلِ. يَمْشِي مَشْيَ الْمَرِحِ الْمُخْتَالِ، وَيَتَصَفَّحُ ذَنَبَهُ وَجَنَاحَيْهِ، فَيُقَهْقِهُ ضَاحِكاً لِجَمَالِ سِرْبَالِهِ، وَأَصَابِيغِ وِشَاحِهِ؛ فَإِذَا رَمَى بِبَصَرِهِ إِلَىٰ قَوَائِمِهِ زَقَا مُعْوِلاً بِصَوْتٍ يَكَادُ يُبِينُ عَنِ اسْتِغَاثَتِهِ، وَيَشْهَدُ بِصَادِقِ تَوَجُّعِهِ، لِأَنَّ قَوَائِمَهُ حُمْشٌ كَقَوَائِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلاَسِيَّةِ. وَقَدْ نَجَمَتْ مِنْ ظُنْبُوبِ سَاقِهِ صِيصِيَةٌ خَفِيَّةٌ، وَلَهُ فِي مَوْضِعِ الْعُرْفِ قُنْزُعَةٌ خَضْرَاءُ مُوَشَّاةٌ. وَمَخْرَجُ عُنُقِهِ كَالإِبْرِيقِ، وَمَغْرِزُهَا إِلَىٰ حَيْثُ بَطْنُهُ كَصِبْغِ الْوَسِمَةِ الْيَمَانِيَّةِ، أَوْ كَحَرِيرَةٍ مُلْبَسَةٍ مِرْآةً ذَاتَ صِقَالٍ، وَكَأَنَّهُ مُتَلَفِّعٌ بِمِعْجَرٍ أَسْحَمَ؛ إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَائِهِ، وَشِدَّةِ بَرِيقِهِ، أَنَّ الْخُضْرَةَ النَّاضِرَةَ مُمْتَزِجَةٌ بِهِ. وَمَعَ فَتْقِ سَمْعِهِ خَطٌّ كَمُسْتَدَقِّ الْقَلَمِ فِي لَوْنِ الأُقْحُوَانِ، أَبْيَضُ يَقَقٌ، فَهُوَ بِبَيَاضِهِ فِي سَوَادِ مَا هُنَالِكَ يَأْتَلِقُ. وَقَلَّ صِبْغٌ إِلَّا وَقَدْ أَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ وَعَلاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهِ وَبَرِيقِهِ، وَبَصِيصِ دِيبَاجِهِ وَرَوْنَقِهِ، فَهُوَ كَالأَزَاهِيرِ الْمَبْثُوثَةِ، لَمْ تُرَبِّهَا أَمْطَارُ رَبِيعٍ، وَلَا شُمُوسُ قَيْظٍ. وَقَدْ يَنْحَسِرُ مِنْ رِيشِهِ، وَيَعْرَىٰ مِنْ لِبَاسِهِ، فَيَسْقُطُ تَتْرَىٰ، وَيَنْبُتُ تِبَاعاً،

بصیص - چمک
تتریٰ - رفتہ رفتہ
رونق - حسن
ازاہیر - جمع ازہار - کلیاں
قیظ - گرمی
ینحسر - کھل جاتا ہے

مطاعمۃ الغراب - مادہ کو حاملہ کرنا
قصب - پروں کی تیلیاں
مداری - جمع مدری - کنگھی
دارات - چاند کے ہالے
عقیان - خالص سونا
فلذ - جمع فلذہ - ٹکڑا
جنی - چنا ہوا
موشی - منقش
عصب - منقش چادر
لجین - چاندی
مکلل - مزین
مرح - مغرور
سربال - لباس
وشاح - موتیوں کے مختلف سلسلے - چادر
زقا - شور مچانا
معول - بلند آواز سے رونے والا
حمش - جمع احمش - باریک
خلاسی - ہندی اور فارسی کا مخلوط مرغ
ظنبوب - کنارہ - پنڈلی کی ہڈی
قنزعہ - جوڑا
موشاۃ - منقوش
مغرز - جڑنے کی جگہ
صقال - جلاء
معجر - جس لباس سے عورت سر و گردن کو ڈھانکتی ہے
اقحوان - بابونہ
یقق - گہرا سفید
یأتلق - چمکتا ہے
قسط - حصہ
علاہ - اس پر غالب آگیا

تم اس کی رنگینی پر غور کرو تو ایسا محسوس کرو گے جیسے پَروں کی درمیانی تیلیاں چاندی کی سلائیاں ہیں اور ان پر جو عجیب و غریب ہالے اور سورج کی شعاعوں جیسے جو پر و بال اگ آئے ہیں وہ خالص سونے اور زمرد کے ٹکڑے ہیں اور اگر انھیں زمین کے نباتات سے تشبیہ دینا چاہو گے تو یہ کہو گے کہ یہ ہر موسم بہار کے پھولوں[1] کا ایک شگوفہ ہے اور اگر لباس سے تشبیہ دینا چاہو گے تو کہو گے کہ یہ نقش دار حُلّوں یا خوشنما یمنی چادروں جیسے ہیں اور اگر زیورات ہی سے تشبیہ دینا چاہو گے تو اس طرح کہو گے کہ یہ رنگ برنگ کے نگینے ہیں جو چاندی کے دائروں میں جڑ دئے گئے ہیں ۔ یہ جانور اپنی رفتار میں ایک مغرور اور متکبر شخص کی طرح خرام ناز سے چلتا ہے اور اپنے بال و پر اور اپنی دُم کو دیکھتا رہتا ہے ۔ اپنے فطری لباس کی خوبصورتی اور اپنی چادر حیات کی رنگینی کو دیکھ کر قہقہہ لگاتا ہے اور اس کے بعد جب پیروں پر نظر پڑ جاتی ہے تو اس طرح بلند آواز سے روتا ہے جیسے فطرت کی ستم ظریفی کی فریاد کر رہا ہو اور اپنے واقعی درد دل کی شہادت دے رہا ہو اس لئے کہ اس کے پیر دوغلے مرغوں کے پیروں کی طرح دُبلے پتلے اور باریک ہوتے ہیں اور اس کی پنڈلی کے کنارہ پر ایک ہلکا سا کانٹا ہوتا ہے اور اس کی گردن پر بالوں کے بدلے سبز رنگ کے منقش پَروں کا ایک گچھا ہوتا ہے ۔ اس کی گردن کا پھیلاؤ صراحی کی گردن کی طرح ہوتا ہے اور اس کے گڑنے کی جگہ سے لے کر پیٹ تک کا حصہ یمنی وسمہ جیسا سبز رنگ یا اس ریشم جیسا ہوتا ہے جسے صیقل کئے ہوئے آئینہ پر پہنا دیا گیا ہو ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ سیاہ رنگ کی اوڑھنی میں لپٹا ہوا ہے لیکن وہ اپنی آب و تاب کی کثرت اور چمک دمک کی شدت سے اس طرح محسوس ہوتی ہے جیسے اس میں تر و تازہ سبزی الگ سے شامل کر دی گئی ہو ۔

اس کے کانوں کے شگاف سے متصل بابونہ کے پھولوں جیسی نوک قلم کے مانند ایک باریک لکیر ہوتی ہے اور وہ اپنی سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہی کے درمیان چمکتی رہتی ہے ۔ شائد ہی کوئی رنگ ایسا ہو جس کا کوئی حصہ اس جانور کو نہ ملا ہو مگر اس لکیر کی صیقل اور اس کے ریشمیں پیکر کی چمک دمک سب پر غالب رہتی ہے ۔ اس کی مثال ان بکھری ہوئی کلیوں کے مانند ہوتی ہے جنھیں نہ بہار کی بارشوں نے پالا ہو اور نہ گرمی کے سورج کی شعاعوں نے ۔ وہ کبھی کبھی اپنے بال و پر سے جدا بھی ہو جاتا ہے اور اس رنگین لباس کو اتار کر برہنہ ہو جاتا ہے ۔ اس کے بال و پر جھڑ جاتے ہیں اور دوبارہ[2] پھر اُگ آتے ہیں

[1] کہا جاتا ہے کہ صرف فلپین میں دس ہزار قسم کے پھول پائے جاتے ہیں تو باقی کائنات کا کیا ذکر ہے ۔

[2] بعض افراد کا خیال ہے کہ مور کے بدن میں تقریباً تین ہزار سے چار ہزار تک پَر ہوتے ہیں اور وہ انھیں پَروں کو دیکھ کر اکڑتا رہتا ہے اور صحرا میں رقص کرتا رہتا ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ اپنے کمال کا مظاہرہ وہاں کرتا ہے جہاں کوئی قدرداں نہیں ہوتا ہے اور نہ اس سے استفادہ کرنے والا ہوتا ہے ۔ صرف اپنی ذات کی تسکین اور اپنی انا کی تسلی کا سامان فراہم کرتا ہے اور یہی فرق ہے انسان اور حیوان میں کہ انسانی کمالات انا کی تسکین اور تسلی کے لئے نہیں ہیں ان کا مصرف خلق خدا کو فائدہ پہونچانا اور سماج کو فیضیاب کرنا ہے ۔ لہٰذا انسان اپنے کمالات سے معاشرہ کو مستفیض کرتا ہے تو انسان ہے ورنہ ایک مور ہے جو صحرا میں ناچتا رہتا ہے اور اپنے نفس کو خوش کرتا رہتا ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ یہ خوشی بھی دائمی نہیں ہوتی ہے اور اسے بھی چند لمحوں میں پیروں کی حقارت ختم کر دیتی ہے اور ایک نیا سبق سکھا دیتی ہے کہ عمومی افادیت تو کام بھی آ سکتی ہے اور اسے دوام بھی مل سکتا ہے ۔ لیکن ذاتی تسکین کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ اسے دوام نصیب ہو سکتا ہے ۔ !

فَيَنْحَتُّ مِنْ قَصَبِهِ انْحِتَاتَ أَوْرَاقِ الْأَغْصَانِ، ثُمَّ يَتَلَاحَقُ نَامِياً حَتَّى يَعُودَ كَهَيْئَتِهِ قَبْلَ سُقُوطِهِ، لَا يُخَالِفُ سَالِفَ أَلْوَانِهِ، وَلَا يَقَعُ لَوْنٌ فِي غَيْرِ مَكَانِهِ! وَإِذَا تَصَفَّحْتَ شَعْرَةً مِنْ شَعَرَاتِ قَصَبِهِ أَرَتْكَ حُمْرَةً وَرْدِيَّةً، وَتَارَةً خُضْرَةً زَبَرْجَدِيَّةً، وَأَحْيَاناً صُفْرَةً عَسْجَدِيَّةً فَكَيْفَ تَصِلُ إِلَى صِفَةِ هَذَا عَمَائِقُ الْفِطَنِ، أَوْ تَبْلُغُهُ قَرَائِحُ الْعُقُولِ، أَوْ تَسْتَنْظِمُ وَصْفَهُ أَقْوَالُ الْوَاصِفِينَ!

وَأَقَلُّ أَجْزَائِهِ قَدْ أَعْجَزَ الْأَوْهَامَ أَنْ تُدْرِكَهُ، وَ الْأَلْسِنَةَ أَنْ تَصِفَهُ! فَسُبْحَانَ الَّذِي بَهَرَ الْعُقُولَ عَنْ وَصْفِ خَلْقٍ جَلَّاهُ لِلْعُيُونِ، فَأَدْرَكَتْهُ مَحْدُوداً مُكَوَّناً، وَمُؤَلَّفاً مُلَوَّناً؛ وَ أَعْجَزَ الْأَلْسُنَ عَنْ تَلْخِيصِ صِفَتِهِ، وَقَعَدَ بِهَا عَنْ تَأْدِيَةِ نَعْتِهِ!

صغار المخلوقات

وَسُبْحَانَ مَنْ أَدْمَجَ قَوَائِمَ الذَّرَّةِ وَالْهَمَجَةِ إِلَى مَا فَوْقَهُمَا مِنْ خَلْقِ الْحِيتَانِ وَالْفِيَلَةِ! وَوَأَى عَلَى نَفْسِهِ أَلَّا يَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِمَّا أَوْلَجَ فِيهِ الرُّوحَ، إِلَّا وَجَعَلَ الْحِمَامَ مَوْعِدَهُ، وَالْفَنَاءَ غَايَتَهُ.

منها في صفة الجنة

فَلَوْ رَمَيْتَ بِبَصَرِ قَلْبِكَ نَحْوَ مَا يُوصَفُ لَكَ مِنْهَا لَعَزَفَتْ نَفْسُكَ عَنْ بَدَائِعِ مَا أُخْرِجَ إِلَى الدُّنْيَا مِنْ شَهَوَاتِهَا وَلَذَّاتِهَا، وَزَخَارِفِ مَنَاظِرِهَا، وَلَذَهِلَتْ بِالْفِكْرِ فِي اصْطِفَاقِ أَشْجَارٍ غُيِّبَتْ عُرُوقُهَا فِي كُثْبَانِ الْمِسْكِ عَلَى سَوَاحِلِ أَنْهَارِهَا، وَ فِي تَعْلِيقِ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ فِي عَسَالِيجِهَا وَأَفْنَانِهَا، وَطُلُوعِ تِلْكَ الثِّمَارِ مُخْتَلِفَةً فِي غُلُفِ أَكْمَامِهَا، تُجْنَى مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ فَتَأْتِي عَلَى مُنْيَةِ

ینحت - گرجاتاہے
عسجدیہ - سنہرا
عمائق - جمع عمیقہ
بہرالعقول - عقلوں کو مدہوش کردیا
جلاہ - واضح کردیا
ادمج قوائمہا - پیروں کو اندر داخل کردیا
ذرہ - چیونٹی
ہمجہ - مکھی
وأی - وعدہ کیا
حمام - موت
عزفت - ناپسند کیا
اصطفاق - پتوں کا کھڑکھڑانا
کثبان جمع کثیب - ٹیلہ
افنان - جمع فنن - شاخیں
غلف - جمع غلاف
اکمام - جمع کم - خوشہ کا ظرف
تجنیٰ - چناجاتاہے

(ل) ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ طاؤس کی مجموعی عمر ۲۰ سال سے زیادہ نہیں ہوتی ہے
یہ تیسرے سال انڈے دینا شروع کرتاہے اور اسی وقت کے بال و پر مکمل ہوجاتے ہیں - سال میں ۱۲ انڈے دیتاہے اور تیس دن اس کی پرورش کا انتظام کرتاہے -!

یہ بال و پر اس طرح گرتے ہیں جیسے درخت کی شاخوں سے پتے گرتے ہیں اور پھر دوبارہ یوں اُگ آتے ہیں کہ بالکل پہلے جیسے ہو جاتے ہیں۔ نہ پرانے رنگوں سے کوئی مختلف رنگ ہوتا ہے اور نہ کسی رنگ کی جگہ تبدیل ہوتی ہے۔ بلکہ اگر تم اس کے ریشوں میں کسی ایک ریشہ پر بھی غور کرو گے تو تمھیں کبھی گلاب کی سرخی نظر آئے گی اور کبھی زمرد کی سبزی اور پھر کبھی سونے کی زردی۔ بھلا اس مخلوق کی توصیف تک فکروں کی گہرائیاں کس طرح پہونچ سکتی ہیں اور ان دقائق کو عقل کی جودت کس طرح پا سکتی ہے یا توصیف کرنے والے اس کے اوصاف کو کس طرح مرتب کر سکتے ہیں۔

جب کہ اس کے چھوٹے سے ایک جزء نے اوہام کو وہاں تک رسائی سے عاجز کر دیا ہے اور زبانوں کو اس کی توصیف سے درماندہ کر دیا ہے۔

پاک و بے نیاز ہے وہ مالک جس نے عقلوں کو متحیر کر دیا ہے اس ایک مخلوق کی توصیف سے جسے نگاہوں کے سامنے واضح کر دیا ہے اور نگاہوں نے اسے محدود اور مرتب و مرکب و ملوّن شکل میں دیکھ لیا ہے اور پھر زبانوں کو بھی اس کی صفت کا خلاصہ بیان کرنے اور اس کی تعریف کا حق ادا کرنے سے عاجز کر دیا۔

اور پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے چیونٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم بنایا ہے اور اپنے لئے لازم قرار دے لیا ہے کہ کوئی ذی روح ڈھانچہ حرکت نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس کی اصلی وعدہ گاہ موت ہوگی اور اس کا انجام کار فنا ہوگا۔

اب اگر تم ان بیانات پر دل کی نگاہوں سے نظر ڈالو گے تو تمھارا نفس دنیا کی تمام شہوتوں۔ لذّتوں اور زینتوں سے بیزار ہو جائے گا اور تمھاری فکر ان درختوں کے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ میں گم ہو جائے گی جن کی جڑیں ساحل دریا پر مشک کے ٹیلوں میں ڈوبی ہوئی ہیں اور ان تر و تازہ موتیوں کے گچھوں کے لٹکنے اور سبز پتیوں کے غلافوں میں مختلف قسم کے پھلوں کے نکلنے کے نظاروں میں گم ہو جائے گی جنھیں بغیر کسی زحمت کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کیا عبرت ناک ہے یہ زندگی کہ ایک طرف راحتیں۔ لذتیں۔ آرائشیں۔ زیبائشیں ہیں اور دوسری طرف موت کا بھیانک چہرہ! انسان ایک نظر اس آرائش و زیبائش کی طرف کرتا ہے اور دوسری نظر اس کے انجام کار کی طرف۔ بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف مور کے پَر ہیں اور دوسری طرف پیر۔ پَروں کو دیکھ کر غرور پیدا ہوتا ہے اور پیروں کو دیکھ کر اوقات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

انسان اپنی زندگی کے حقائق پر نظر کرے تو اسے اندازہ ہوگا کہ اس کی پوری حیات ایک مور کی زندگی ہے جہاں ایک طرف راحت و آرام۔ آرائش و زیبائش کا ہنگامہ ہے اور دوسری طرف موت کا بھیانک چہرہ۔

ظاہر ہے کہ جو انسان اس چہرہ کو دیکھ لے اسے کوئی چیز حسین اور دلکش محسوس نہ ہوگی اور وہ اس پُر فریب دنیا سے جلد از جلد نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

مُجْتَنِيهَا، وَيُطَافُ عَلَىٰ نُزَّالِهَا فِي أَفْنِيَةِ قُصُورِهَا بِالْأَعْسَالِ الْمُصَفَّقَةِ، وَالْخُمُورِ الْمُرَوَّقَةِ. قَوْمٌ لَمْ تَزَلِ الْكَرَامَةُ تَتَمَادَىٰ بِهِمْ حَتَّىٰ حَلُّوا دَارَ الْقَرَارِ، وَ أَمِنُوا نُقْلَةَ الْأَسْفَارِ. فَلَوْ شَغَلْتَ قَلْبَكَ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ بِالْوُصُولِ إِلَىٰ مَا يَهْجُمُ عَلَيْكَ مِنْ تِلْكَ الْمَنَاظِرِ الْمُونِقَةِ، لَزَهِقَتْ نَفْسُكَ شَوْقاً إِلَيْهَا، وَلَتَحَمَّلْتَ مِنْ مَجْلِسِي هٰذَا إِلَىٰ مُجَاوَرَةِ أَهْلِ الْقُبُورِ اسْتِعْجَالاً بِهَا. جَعَلَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ مِمَّنْ يَسْعَىٰ بِقَلْبِهِ إِلَىٰ مَنَازِلِ الْأَبْرَارِ بِرَحْمَتِهِ.

تفسير بعض ما في هذه الخطبة من الغريب

قال السيد الشريف رضي الله عنه: قوله ﴿عليه السلام﴾: «يَؤُرُّ بِمَلَاقِحِهِ»، الْأَرُّ: كِنَايَةٌ عَنِ النِّكَاحِ، يُقَالُ: أَرَّ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ يَؤُرُّهَا، إِذَا نَكَحَهَا. وَقَوْلُهُ ﴿عليه السلام﴾: «كَأَنَّهُ قَلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ نُوتِيُّهُ» الْقَلْعُ: شِرَاعُ السَّفِينَةِ، وَدَارِيٌّ: مَنْسُوبٌ إِلَى دَارِينَ، وَ هِيَ بَلْدَةٌ عَلَى الْبَحْرِ يُجْلَبُ مِنْهَا الطِّيبُ. وَعَنَجَهُ: أَيْ عَطَفَهُ. يُقَالُ: عَنَجْتُ النَّاقَةَ ـ كَنَصَرْتُ ـ أَعْنُجُهَا، عَنْجاً إِذَا عَطَفْتَهَا. وَالنُّوتِيُّ: الْمَلَّاحُ. وَقَوْلُهُ ﴿عليه السلام﴾: «ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ» أَرَادَ جَانِبَيْ جُفُونِهِ. وَالضَّفَّتَانِ: الْجَانِبَانِ. وَقَوْلُهُ ﴿عليه السلام﴾: «وَفِلَذَ الزَّبَرْجَدِ» الْفِلَذُ: جَمْعُ فِلْذَةٍ، وَهِيَ الْقِطْعَةُ. وَقَوْلُهُ ﴿عليه السلام﴾: «كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ» الْكِبَاسَةُ: الْعِذْقُ. وَالْعَسَالِيجُ: الْغُصُونُ، وَاحِدُهَا عُسْلُوجٌ.

۱۶۶

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

الحث على التآلف

لِيَتَأَسَّ صَغِيرُكُمْ بِكَبِيرِكُمْ، وَلْيَرْأَفْ كَبِيرُكُمْ بِصَغِيرِكُمْ؛ وَلَا[۱] تَكُونُوا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ: لَا فِي الدِّينِ يَتَفَقَّهُونَ، وَلَا عَنِ اللّٰهِ يَعْقِلُونَ؛ كَقَيْضِ بَيْضٍ فِي أَدَاحٍ[۲] يَكُونُ كَسْرُهَا وِزْراً، وَيُخْرِجُ حِضَانُهَا شَرّاً.

بنو امية

و منها: افْتَرَقُوا بَعْدَ أُلْفَتِهِمْ، وَتَشَتَّتُوا عَنْ أَصْلِهِمْ. فَمِنْهُمْ آخِذٌ بِغُصْنٍ[۳] أَيْنَمَا مَالَ مَالَ مَعَهُ. عَلَىٰ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ سَيَجْمَعُهُمْ لِشَرِّ يَوْمٍ لِبَنِي أُمَيَّةَ، كَمَا تَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيفِ! يُؤَلِّفُ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ يَجْمَعُهُمْ رُكَاماً كَرُكَامِ السَّحَابِ؛ ثُمَّ يَفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَاباً. يَسِيلُونَ[۴] مِنْ مُسْتَثَارِهِمْ كَسَيْلِ الْجَنَّتَيْنِ، حَيْثُ لَمْ تَسْلَمْ عَلَيْهِ قَارَةٌ، وَلَمْ تَثْبُتْ عَلَيْهِ أَكَمَةٌ، وَلَمْ يَرُدَّ سَنَنَهُ رَصُّ طَوْدٍ، وَلَا حِدَابُ أَرْضٍ. يُذَعْذِعُهُمُ اللّٰهُ فِي بُطُونِ أَوْدِيَتِهِ، ثُمَّ يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ،

مصفقہ - صاف کیا ہوا
مونقہ - خوش رنگ
عذق - کھجور کا گچھا
لیتاس - اقتدا کرنا چاہئے
قیض - انڈے میں اوپر کا چھلکا
اداحی - جمع ادحی - انڈے دینے کی جگہ
قزع - بادل کے ٹکڑے
رکام - تہ بہ تہ بادل
اکمہ - ٹیلہ
سنن - دوڑنا
طور - پہاڑ
رص - انضمام
حدب - اونچی زمین
یذعذعہم - منتشر کر دیتا ہے

(۱) اس تاسی اور پیروی کا تعلق اصولی مسائل سے ہے ورنہ عمومی آداب میں ہر نسل کو اپنے دور کا لحاظ رکھنا چاہئے اور صرف قدامت پرستی کو معیار آداب نہیں بنانا چاہئے۔

(۲) جاہل اور بیدین انسان کی مثال شتر مرغ کے انڈوں کی ہے جس کا توڑنا جرم ہے لیکن رکھنا بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ یہ انڈہ سانپ کا بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) ہدایت کی شاخ جس سے متمسک کرنے والے اقلیت میں تھے لیکن بہرحال تھے۔

(۴) ملک سبا کا سیلاب عرم مراد ہے جس نے سارے علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔

مصادر خطبہ ۱۶۶ کتاب سلیم بن قیس ص ۸۹ ، روضۃ الکافی ص ۶۳ ، ارشاد مفید ص ۱۴۳ ، نہایۃ ابن اثیر ا ص ۳۶

اور وہاں وارد ہونے والوں کے گرد محلوں کے آنگنوں میں صاف و شفاف شہد اور پاک و پاکیزہ شراب کے دور چل رہے ہوں گے۔ وہاں وہ قوم ہوگی جس کی کرامتوں نے اسے کھینچ کر ہمیشگی کی منزل تک پہونچا دیا ہے اور انھیں سفر کی مزید زحمت سے محفوظ کر دیا ہے۔ اے میری گفتگو سننے والو! اگر تم لوگ اپنے دلوں کو مشغول کر لو اس منزل تک پہونچنے کے لئے جہاں یہ دلکش نظارے پائے جاتے ہیں تو تمھاری جان اشتیاق کے مارے از خود نکل جائے گی اور تم میری اس مجلس سے اٹھ کر قبروں میں رہنے والوں کی ہمسائیگی کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے تاکہ جلد یہ نعمتیں حاصل ہو جائیں۔

اللہ ہمیں اور تمھیں دونوں کو اپنی رحمت کے طفیل ان لوگوں میں قرار دے جو اپنے دل کی گہرائیوں سے نیک کردار بلند منزلوں کے لئے سعی کر رہے ہیں۔

(بعض الفاظ کی وضاحت) یوم بلا نحہ۔ ازنکاح کا کنایہ ہے کہ جب کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو کہا جاتا ہے ازّ الوجل۔

۔ حضرت کا ارشاد "کانّہ قلع داریٌ عنجہ نوتیّہ"۔ قلع کشتی کے بادبان کو کہا جاتا ہے اور داری مقام دارین کی طرف منسوب ہے جو ساحل بحر پر آباد ہے اور وہاں سے خوشبو وغیرہ وارد کی جاتی ہے۔

۔ عنجہ یعنی موڑ دیا جس کا استعمال اس طرح ہوتا ہے کہ عنجت الناقۃ یعنی میں نے اونٹنی کے رخ کو موڑ دیا۔

۔ نوتی ملاح کو کہا جاتا ہے۔ ضفتی جفونہ یعنی پلکوں کے کنارے۔ ضفتان یعنی دونوں کنارے۔

۔ فلذ الزبرجد۔ فلذ فلذۃ کی جمع ہے یعنی ٹکڑا۔

۔ کبائس اللؤلوء الرطب۔ کباسہ کھجور کا خوشہ۔

۔ عسالج جمع علوج۔ شاخیں۔

۱۶۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(دعوت اتحاد و اتفاق) تمھارے چھوٹوں کو چاہئے کہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور بڑوں کا فرض ہے کہ اپنے چھوٹوں پر مہربانی کریں اور خبردار تم لوگ جاہلیت کے ان ظالموں جیسے نہ ہو جانا جو نہ دین کا علم حاصل کرتے تھے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل و فہم سے کام لیتے تھے (۱) ان کی مثال ان انڈوں کے چھلکوں جیسی ہے جو شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں (۲) کہ ان کا توڑنا تو جرم ہے لیکن پرورش کرنا بھی سوائے شر کے کوئی نتیجہ نہیں دے سکتا ہے۔ (۳)

(ایک اور حصہ) یہ لوگ باہمی محبت کے بعد الگ الگ ہو گئے اور اپنی اصل سے جدا ہو گئے۔ بعض لوگوں نے ایک شاخ کو پکڑ لیا ہے اور اب اسی کے ساتھ جھکتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ انھیں بنی امیہ کے بدترین دن کے لئے جمع کر دے گا جس طرح کہ خریف میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے درمیان محبت پیدا کرے گا پھر انھیں تہ بہ تہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح ایک مضبوط گروہ بنا دے گا۔ پھر ان کے لئے ایسے دروازے کھول دے گا کہ یہ اپنے ابھرنے کی جگہ سے شہر صبا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح بہ نکلیں گے (۴) جن سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ ٹھہر سکا تھا۔ نہ پہاڑ کی چوٹی اس کے دھارے کو موڑ سکی تھی اور نہ زمین کی اونچائی۔ اللہ انھیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دیگا اور پھر انھیں چشموں کے بہاؤ کی طرح زمین میں پھیلا دے گا۔

يَأْخُذُ بِهِمْ مِنْ قَوْمٍ حُقُوقَ قَوْمٍ، وَيُمَكِّنُ لِقَوْمٍ فِي دِيَارِ قَوْمٍ. وَايْمُ اللّٰهِ، لَيَذُوبَنَّ مَا فِي أَيْدِيهِمْ بَعْدَ الْعُلُوِّ وَ التَّمْكِينِ، كَمَا تَذُوبُ الْأَلْيَةُ عَلَى النَّارِ.

الناس آخر الزمان

أَيُّهَا النَّاسُ، لَوْ لَمْ تَتَخَاذَلُوا عَنْ نَصْرِ الْحَقِّ، وَ لَمْ تَهِنُوا عَنْ تَوْهِينِ الْبَاطِلِ، لَمْ يَطْمَعْ فِيكُمْ مَنْ لَيْسَ مِثْلَكُمْ، وَلَمْ يَقْوَ مَنْ قَوِيَ عَلَيْكُمْ. لٰكِنَّكُمْ تِهْتُمْ مَتَاهَ بَنِي إِسْرَائِيلَ. وَلَعَمْرِي، لَيُضَعَّفَنَّ لَكُمُ التِّيهُ مِنْ بَعْدِي أَضْعَافاً بِمَا خَلَّفْتُمُ الْحَقَّ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ، وَقَطَعْتُمُ الْأَدْنَى، وَوَصَلْتُمُ الْأَبْعَدَ. وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِنِ اتَّبَعْتُمُ الدَّاعِيَ لَكُمْ، سَلَكَ بِكُمْ مِنْهَاجَ الرَّسُولِ، وَكُفِيتُمْ مَؤُونَةَ الاِعْتِسَافِ، وَنَبَذْتُمُ الثِّقْلَ الْفَادِحَ عَنِ الْأَعْنَاقِ.

١٦٧
و من خطبة له (عليه السلام)
في أوائل خلافته

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَنْزَلَ كِتَاباً هَادِياً بَيَّنَ فِيهِ الْخَيْرَ وَ الشَّرَّ؛ فَخُذُوا نَهْجَ الْخَيْرِ تَهْتَدُوا، وَاصْدِفُوا عَنْ سَمْتِ الشَّرِّ تَقْصِدُوا.

الْفَرَائِضَ الْفَرَائِضَ! أَدُّوهَا إِلَى اللّٰهِ تُؤَدِّكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ. إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ حَرَاماً غَيْرَ مَجْهُولٍ، وَ أَحَلَّ حَلَالاً غَيْرَ مَدْخُولٍ، وَفَضَّلَ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ عَلَى الْحُرَمِ كُلِّهَا، وَشَدَّ بِالْإِخْلَاصِ وَ التَّوْحِيدِ حُقُوقَ الْمُسْلِمِينَ فِي مَعَاقِدِهَا، «فَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ» إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا يَحِلُّ أَذَى الْمُسْلِمِ إِلَّا بِمَا يَجِبُ.

بَادِرُوا أَمْرَ الْعَامَّةِ وَ خَاصَّةَ أَحَدِكُمْ وَ هُوَ الْمَوْتُ، فَإِنَّ النَّاسَ أَمَامَكُمْ، وَإِنَّ السَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ مِنْ خَلْفِكُمْ. تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا، فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ آخِرُكُمْ.

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي عِبَادِهِ وَ بِلَادِهِ، فَإِنَّكُمْ مَسْؤُولُونَ حَتَّى عَنِ الْبِقَاعِ وَ الْبَهَائِمِ. أَطِيعُوا اللّٰهَ وَ لَا تَعْصُوهُ، وَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْخَيْرَ فَخُذُوا بِهِ، وَ إِذَا رَأَيْتُمُ الشَّرَّ فَأَعْرِضُوا عَنْهُ.

فادح - سنگین
صدف - اعراض
سمت - جہت
قصد - استقامت
مدخول - عیب دار
معاقد الحقوق - ذمہ داریوں کی منزلیں
بادر - جلدی سے کام کیا -

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پروردگار عالم نے امت اسلامیہ کو ایک مخصوص کرامت و شرافت اور بلندی عطا فرمائی ہے لیکن اسی کے ساتھ امت کی یہ ذمہ داری قرار دی ہے کہ حق کی نصرت کرتی رہے اور باطل کو کمزور بنانے میں کسی سستی کا مظاہرہ نہ کرے ورنہ یہ شرف اعزاز و احترام سلب بھی کیا جا سکتا ہے اور اسے بنی اسرائیل جیسی ذلت سے دوچار بھی کیا جا سکتا ہے۔

امت اسلامیہ کی سب سے بڑی کوتاہی یہی تھی کہ اس نے اس شخص کی نصرت سے سرتابی کی جسے مجسمۂ حق قرار دیا گیا تھا اور ان افراد کا ساتھ دیا جو سراپا باطل تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چودہ صدیوں سے مسلسل ذلت کا شکار ہے اور اس کی عزت و عظمت لفظی بازیگری کے علاوہ کچھ نہیں رہ گئی ہے۔

مصادر خطبہ ۱۶۷ تاریخ طبری ۵ ص ۱۵۷، ۶ ص ۴۷ خصائص سید الرضیؒ ص ۸۶

کے ذریعہ ایک قوم کے حقوق دوسری قوم سے حاصل کرے گا اور ایک جماعت کو دوسری جماعت کے دیار میں اقتدار [فراہم] کرے گا۔ خدا کی قسم ان کے اقتدار و اختیار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہوگا وہ اس طرح پگھل جائے گا [جس] طرح کہ آگ پر چربی پگھل جاتی ہے۔

(آخر زمانہ کے لوگ) ایہا الناس! اگر تم حق کی مدد کرنے میں کوتاہی نہ کرتے اور باطل کو کمزور بنانے میں سستی کا [مظا]ہرہ نہ کرتے تو تمھارے بارے میں وہ قوم طمع نہ کرتی جو تم جیسی نہیں ہے اور تم پر یہ لوگ قوی نہ ہو جاتے ۔۔ لیکن [افس]وس کہ تم بنی اسرائیل کی طرح گمراہ ہو گئے اور میری جان کی قسم میرے بعد تمھاری یہ حیرانی اور سرگردانی دو چند ہو جائے گی [کہ ت]م نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ قریب ترین سے قطع تعلق کر لیا ہے اور دور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ یاد رکھو [کہ] اگر تم داعیٔ حق کا اتباع کر لیتے تو وہ تمھیں رسول اکرمؐ کے راستہ پر چلاتا اور تمھیں کجروی کی زحمتوں سے بچا لیتا اور تم [ا]ن سنگین بوجھ کو اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیتے۔

۱۶۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ
(ابتدائے خلافت کے دور میں)

پروردگار نے اس کتاب ہدایت کو نازل کیا ہے جس میں خیر و شر کی وضاحت کر دی ہے لہٰذا تم خیر کے راستہ کو [اخت]یار کرو تاکہ ہدایت پا جاؤ اور شر کے رخ سے منھ موڑ لو تاکہ سیدھے راستہ پر آجاؤ۔

فرائض کا خیال رکھو اور انھیں ادا کرو تاکہ وہ تمھیں جنت تک پہونچا دیں۔ اللہ نے جس حرام کو حرام قرار دیا ہے وہ مجہول نہیں ہے اور جس حلال کو حلال بنایا ہے وہ مشتبہ نہیں ہے۔ اس نے مسلمان کی حرمت کو تمام محترم چیزوں سے افضل [قرار] دیا ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو ان کی منزلوں میں اخلاص اور یگانگت سے باندھ دیا ہے۔ اب مسلمان وہی ہے جس کے [ہا]تھ اور زبان سے تمام مسلمان[1] محفوظ رہیں مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر ان پر ہاتھ ڈالا جائے اور کسی مسلمان کے لئے مسلمان کو تکلیف [دی]نا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا واقعی سبب پیدا ہو جائے۔

اُس امر کی طرف سبقت کرو جو ہر ایک کے لئے ہے اور تمھارے لئے بھی ہے اور وہ ہے موت۔ لوگ تمھارے آگے [جا] چکے ہیں اور تمھارا وقت تمھیں ہنکا کر لے جا رہا ہے۔ سامان ہلکا رکھو تاکہ اگلے لوگوں سے ملحق ہو جاؤ اس لئے کہ ان پہلے والوں [ک]ے ذریعہ تمھارا انتظار کیا جا رہا ہے۔

اللہ سے ڈرو اس کے بندوں کے بارے میں بھی اور شہروں کے بارے میں بھی۔ اس لئے کہ تم سے زمینوں اور جانوروں کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ خیر کو دیکھو تو فوراً لے لو اور شر پر نظر پڑ جائے [ت]و کنارہ کش ہو جاؤ۔

[1] اس قانون میں مسلمان کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ مسلمان وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ یا اس کی زبان سے کسی فرد بشر کو اذیت نہ ہو اور سب اس کے شر سے محفوظ رہیں لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب کسی کے بارے میں زبان کھولنا یا ہاتھ اٹھانا شر شمار ہو ورنہ اگر انسان اس امر کا مستحق ہو گیا ہے کہ اس کے کردار پر تنقید کرنا یا اسے قرار واقعی سزا دینا دین خدا کی توہین ہے تو کوئی شخص بھی دین خدا سے زیادہ محترم نہیں ہے۔ انسان کا احترام دین خدا کے طفیل میں ہے۔ [اگ]ر دین خدا ہی کا احترام نہ رہ گیا تو کسی شخص کے احترام کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔!

١٦٨

و من كلام له (عليه السلام)

بعدما بويع بالخلافة، و قد قال له قوم من الصحابة: لو عاقبت قوماً ممن أجلب على عثمان؟ فقال (عليه السلام):

يَا إِخْوَتَاهُ! إِنِّي لَسْتُ أَجْهَلُ مَا تَعْلَمُونَ، وَلٰكِنْ كَيْفَ لِي بِقُوَّةٍ وَ الْقَوْمُ الْمُجْلِبُونَ عَلَىٰ حَدِّ شَوْكَتِهِمْ، يَمْلِكُونَنَا وَ لَا نَمْلِكُهُمْ! وَ هَا هُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ ثَارَتْ مَعَهُمْ عِبْدَانُكُمْ، وَالْتَفَّتْ إِلَيْهِمْ أَعْرَابُكُمْ، وَهُمْ خِلَالَكُمْ يَسُومُونَكُمْ مَا شَاؤُوا؛ وَهَلْ تَرَوْنَ مَوْضِعاً لِقُدْرَةٍ عَلَىٰ شَيْءٍ تُرِيدُونَهُ! إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ أَمْرُ جَاهِلِيَّةٍ. وَ إِنَّ لِهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ مَادَّةً. إِنَّ النَّاسَ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ - إِذَا حُرِّكَ - عَلَىٰ أُمُورٍ: فِرْقَةٌ تَرَىٰ مَا تَرَوْنَ، وَ فِرْقَةٌ تَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ، وَ فِرْقَةٌ لَا تَرَىٰ هٰذَا وَلَا ذَاكَ، فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَهْدَأَ النَّاسُ، وَتَقَعَ الْقُلُوبُ مَوَاقِعَهَا، وَ تُؤْخَذَ الْحُقُوقُ مُسْمَحَةً؛ فَاهْدَؤُوا عَنِّي، وَانْظُرُوا مَاذَا يَأْتِيكُمْ بِهِ أَمْرِي، وَلَا تَفْعَلُوا فَعْلَةً تُضَعْضِعُ قُوَّةً، وَ تُسْقِطُ مُنَّةً، وَتُورِثُ وَهْناً وَذِلَّةً. وَسَأُمْسِكُ الْأَمْرَ مَا اسْتَمْسَكَ. وَإِذَا لَمْ أَجِدْ بُدّاً فَآخِرُ الدَّوَاءِ الْكَيُّ.

١٦٩

و من خطبة له (عليه السلام)

عند مسير أصحاب الجمل إلى البصرة

الأمور الجامعة للمسلمين

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ رَسُولاً هَادِياً بِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَ أَمْرٍ قَائِمٍ، لَا يَهْلِكُ عَنْهُ إِلَّا هَالِكٌ. وَ إِنَّ الْمُبْتَدَعَاتِ الْمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الْمُهْلِكَاتُ إِلَّا مَا حَفِظَ اللّٰهُ مِنْهَا. وَ إِنَّ فِي سُلْطَانِ اللّٰهِ عِصْمَةً لِأَمْرِكُمْ، فَأَعْطُوهُ طَاعَتَكُمْ غَيْرَ مُلَوَّمَةٍ وَلَا مُسْتَكْرَهٍ بِهَا. وَاللّٰهِ لَتَفْعَلُنَّ أَوْ لَيَنْقُلَنَّ اللّٰهُ عَنْكُمْ سُلْطَانَ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ لَا يَنْقُلُهُ إِلَيْكُمْ أَبَداً حَتَّىٰ يَأْرِزَ الْأَمْرُ إِلَىٰ غَيْرِكُمْ.

التنفير من خصومه

إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ تَمَالَؤُوا عَلَىٰ سَخْطَةِ إِمَارَتِي، وَسَأَصْبِرُ مَا لَمْ

مجلبون - امداد کرنے والے
شوکت - شدت
خلالکم - تمہارے درمیان
یسومونکم - تمہیں مبتلا کرتے ہیں
مادہ - مدد
مسمحہ - آسان
ضعضع - کمزور کردے
مُنّہ - قوت
وہن - کمزوری
کیّ - داغنا
ہالک - جس کے مزاج میں تباہی شامل ہو
مبتدعات - نئی نئی بدعتیں
مشبہات - وہ بدعتیں جو سنتوں جیسی ہوں
ملومہ - جس کی ملامت کی جائے۔
یارز - پلٹ آتا ہے
تمالؤوا - اتفاق کرلیا
سخطہ - ناراضگی و نفرت

مصادر خطبہ ۱۶۸ تاریخ طبری ص۴۵۵ ۶، المستقصی زمخشری ۱ ص۳
مصادر خطبہ ۱۶۹ تاریخ طبری ۶ ص۱۶۳

۱۶۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب بیعت خلافت کے بعد بعض لوگوں نے مطالبہ کیا کہ کاش آپ عثمانؓ پر زیادتی کرنے والوں کو سزا دے دیتے)

بھائیو! جو تم جانتے ہو میں اس سے ناواقف نہیں ہوں لیکن میرے پاس اس کی طاقت کہاں ہے؟ ابھی وہ قوم اپنی طاقت و قوت[1] پر قائم ہے۔ وہ ہمارا اختیار رکھتی ہے اور ہمارے پاس اس کا اختیار نہیں ہے اور پھر تمہارے غلام بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور تمہارے دیہاتی بھی ان کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور وہ تمہارے درمیان اس حالت میں ہیں کہ تمہیں جس طرح چاہیں اذیت پہونچا سکتے ہیں کیا تمہاری نظر میں جو کچھ تم چاہتے ہو اس کی کوئی گنجائش ہے۔ بیشک یہ صرف جہالت اور نادانی کا مطالبہ ہے اور اس قوم کے پاس طاقت کا سرچشمہ موجود ہے۔ اس معاملہ میں اگر لوگوں کو حرکت بھی دی جائے تو وہ چند فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک فرقہ وہی سوچے گا جو تم سوچ رہے ہو اور دوسرا گروہ اس کے خلاف رائے کا حامل ہوگا۔ تیسرا گروہ دونوں سے غیر جانبدار بن جائے گا لہذا مناسب یہی ہے کہ صبر کرو یہانتک کہ لوگ ذرا مطمئن ہو جائیں اور دل ٹھہر جائیں اور اس کے بعد دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں۔ خبردار کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جو طاقت کو کمزور بنادے اور قوت کو پامال کردے اور کمزوری و ذلت کا باعث ہو جائے۔ میں جہاں تک ممکن ہوگا اس جنگ کو روکے رہوں گا۔ اس کے بعد جب کوئی چارہ کار نہ رہ جائے گا تو آخری علاج داغنا ہی ہوتا ہے۔

۱۶۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب اصحاب جمل بصرہ کی طرف جا رہے تھے)

اللہ نے اپنے رسول ہادی کو بولتی کتاب اور مستحکم امر کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے وہی ہلاک ہو سکتا ہے جس کا مقدر ہی ہلاکت ہو اور نئی نئی بدعتیں اور نئے نئے شبہات ہی ہلاک کرنے والے ہوتے ہیں مگر یہ کہ اللہ ہی کسی کو بچالے اور پروردگار کی طرف سے معین ہونے والا حاکم ہی تمہارے امور کی حفاظت کر سکتا ہے لہٰذا اسے ایسی مکمل اطاعت دے دو جو نہ قابل ملامت ہو اور نہ بد دلی کا نتیجہ ہو۔ خدا کی قسم یا تو تم ایسی اطاعت کرو گے یا پھر تم سے اسلامی اقتدار چھن جائے گا اور پھر کبھی تمہاری طرف پلٹ کر نہ آئے گا۔ یہانتک کہ کسی غیر کے سایہ میں پناہ لے لے۔

دیکھو یہ لوگ میری حکومت سے ناراضگی پر متحد ہو چکے ہیں اور اب میں اس وقت تک صبر کروں گا جب تک تمہاری جماعت کے بارے میں کوئی اندیشہ نہ پیدا ہو جائے۔

---

[1] عثمانؓ کے خلاف قیام کرنیوالے صرف مدینہ کے افراد ہوتے جب بھی مقابلہ آسان نہیں تھا۔ چہ جائیکہ بقول طبری اس جماعت میں چھ سو مصری بھی شامل تھے اور ایک ہزار کوفہ کے سپاہی بھی آ گئے تھے اور دیگر [illegible] کے مظلوم [illegible] نے بھی مہم میں شرکت کر لی تھی۔ ایسے حالات میں ایک شخص جمل و صفین کے معرکے بھی برداشت کرے اور ان تمام انقلابیوں کا محاسبہ بھی شروع کر [illegible] یہ ایک [illegible] ناممکن امر ہے اور پھر محاسبہ کے عمل میں ام المومنین اور معاویہ کو بھی شامل کرنا پڑے گا کہ قتل عثمانؓ کی مہم میں یہ افراد بھی برابر کے شریک تھے بلکہ ام المومنین نے تو باقاعدہ لوگوں کو قتل پر آمادہ کیا تھا۔
ایسے حالات میں مسئلہ اسقدر آسان نہیں تھا جسقدر بعض سادہ لوح افراد تصور کر رہے تھے یا بعض فتنہ پرداز اسے ہوا دے رہے تھے۔

أَخَـفْ عَـلَىٰ جَمَاعَتِكُمْ: فَـإِنَّهُمْ إِنْ تَمَّـمُوا عَـلَىٰ فَـيَالَةِ هٰـذَا الرَّأْيِ انْـقَطَعَ نِـظَامُ الْمُسْلِمِينَ، وَ إِنَّمَـا طَـلَبُوا هٰـذِهِ الدُّنْـيَا حَسَـداً لِمَنْ أَفَـاءَهَا اللّٰـهُ عَـلَيْهِ، فَأَرَادُوا رَدَّ الْأُمُـورِ عَـلَىٰ أَدْبَـارِهَا. وَلَكُـمْ عَـلَيْنَا الْـعَمَلُ بِكِـتَابِ اللّٰـهِ تَـعَالَىٰ وَسِيرَةِ رَسُـولِ اللّٰـهِ ـ صَـلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَ آلِـهِ ـ وَالْـقِيَامُ بِحَـقِّهِ، وَالنَّـعْشُ لِسُـنَّتِهِ.[۲]

۱۷۰

و من كلام له ﴿؏﴾

فى وجوب اتباع الحق عند قيام الحجة

كلّم به بعض العرب و قد أرسله قـوم مـن أهـل البـصرة لمـا قـرب ﴿؏﴾ مـنها ليـعلم لهـم مـنه حـقيقة حـاله مـع أصـحاب الجـمل لتزول الشـبهة مـن نـفوسهم، فـبين له ﴿؏﴾ مـن أمـره مـعهم مـا عـلم بـه أنـه عـلى الحـق، ثم قـال له: بـايع، فقال: إني رسول قوم، و لا أحـدث حـدثاً حـتى أرجـع اليهـم. فـقال ﴿؏﴾:

أَرَأَيْتَ لَـوْ أَنَّ الَّـذِينَ وَرَاءَكَ بَـعَثُوكَ رَائِـداً تَـبْتَغِي لَهُـمْ مَسَـاقِطَ الْـغَيْثِ، فَـرَجَعْتَ إِلَـيْهِمْ وَأَخْـبَرْتَهُمْ عَـنِ الْكَـلَاءِ وَ الْمَـاءِ، فَـخَالَفُوا إِلَىٰ الْمَـعَاطِشِ وَ الْـمَجَادِبِ، مَـا كُـنْتَ صَانِعاً؟ قَـالَ: كُـنْتُ تَـارِكَهُمْ وَ مُخَـالِفَهُمْ إِلَىٰ الْكَـلَاءِ وَ الْمَـاءِ. فَـقَالَ ـ عـليه السَّـلَامُ ـ فَـامْدُدْ إِذاً يَـدَكَ. فَـقَالَ الرَّجُـلُ: فَـوَاللّٰـهِ مَـا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَمْـتَنِعَ عِـنْدَ قِـيَامِ الْحُـجَّةِ عَـلَيَّ، فَـبَايَعْتُهُ عَـلَيْهِ السَّـلَامُ وَ الرَّجُـلُ يُـعْرَفُ بِكُـلَيْبٍ الْجَـرْمِيِّ.

۱۷۱

و من كلام له ﴿؏﴾

لما عزم على لقاء القوم بصفين

الدعاء

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوعِ، وَالْجَوِّ الْمَكْـفُوفِ، الَّـذِي جَـعَلْتَهُ مَـغِيضاً لِـلَّيْلِ وَالنَّـهَارِ، وَمَجْـرًى لِـلشَّمْسِ وَالْـقَمَرِ، وَ مُخْـتَلَفاً لِـلنُّجُومِ السَّـيَّارَةِ، وَ جَـعَلْتَ سُكَّـانَهُ سِـبْطاً مِـنْ مَلَائِكَتِكَ، لَا يَسْأَمُونَ مِـنْ عِـبَادَتِكَ، وَ رَبَّ هٰـذِهِ الْأَرْضِ الَّـتِي جَـعَلْتَهَا قَـرَاراً لِـلْأَنَامِ، وَ مَـدْرَجاً لِـلْهَوَامِّ وَ الْأَنْـعَامِ، وَ مَـا لَا يُحْـصَىٰ مِمَّـا يُـرَىٰ وَ مَـا لَا يُـرَىٰ، وَ رَبَّ الْجِـبَالِ الرَّوَاسِيَ الَّـتِي جَـعَلْتَهَا لِـلْأَرْضِ أَوْتَـاداً، وَ لِـلْخَلْقِ اعْـتِمَاداً، إِنْ

فیالۃ ۔ کمزوری
افاء ۔ پلٹا دیا
نعش ۔ بلند کرنا
سقف مرفوع ۔ آسمان
مکفوف ۔ مجموع
مغیض ۔ جہاں چیز گم ہو جاتی ہے
سبط ۔ قبیلہ
اعتماد ۔ قابل اعتماد

[۱] یعنی یہی وہ وقت ہوگا جب میرا قیام ضروری ہو جائے گا ۔ اس لئے کہ میں انفرادی نقصانات کو برداشت کر سکتا ہوں لیکن نظام اسلام و مسلمین کی تباہی کو برداشت نہیں کر سکتا ہوں

[۲] سنت و سیرت سرکار دو عالم کا بلند رکھنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور امام پر یہ ذمہ داری بطریق اولیٰ عائد ہوتی ہے ۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس سے مراد سنت واجبہ ہے ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ سنت پر عمل کرنا مستحب ہو سکتا ہے لیکن اس کا زندہ رکھنا ہر حال مسلمان اور امام کا فرض ہے ۔

اس لئے کہ اگر وہ اپنی را
ان لوگوں نے اس دنیا کو
معاملات کو الٹے پاؤں
ان کے حق کو قائم کروں اور

(دلیل تام ہو جانے
حضرت کے موقف کو د
کہ آپ حق پر ہیں ۔ ا
ہوں اور ان کی ط
تمہارا کیا خیال ہے[۱]
اور تم واپس جا کر پانی اور
کا دور دورہ ہو تو اس و
ہاتھ بڑھاؤ اور بیعت کرا
جواز نہیں رہ گیا ہے اور
(تاریخ میں اس شخص

اے پروردگار جو بل
اور شمس و قمر کے سیر کا میدا
ہے جو تیری عبادت سے خ
کروڑوں اور بے شمار مرئی او
تو ہی ان سر بفلک پہا

[۱] یہ استدلال اپنے حسن و جمال
تعلیمات کی بہاریں خیمہ زن،
اور چشمہ آب حیات کو چھوڑ کر

صادر خطبہ [۱۷۰] کتاب الجمل واقدی ۔ تاریخ طبری ۵ ص [۱۹۲] ، ربیع الابرار (باب الجوابات المسکتہ) کتاب الجمل مفید ص [۱۴۰]
صادر خطبہ [۱۷۱] کتاب صفین نصر ابن مزاحم ص [۲۳۲] ، الدعا روا الذکر حسین بن سعید اہوازی

(۱) اس لئے کہ اگر وہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اس امر میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کا رشتۂ نظم و نسق بالکل ٹوٹ کر رہ جائے گا۔ ان لوگوں نے اس دنیا کو صرف ان لوگوں سے حسد کی بنا پر طلب کیا ہے جنھیں اللہ نے خلیفہ و حاکم بنایا ہے۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ معاملات کو اُلٹے پاؤں جاہلیت کی طرف پلٹا دیں۔ تمہارے لئے میرے ذمہ یہی کام ہے کہ کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ پر عمل کروں۔ ان کے حق کو قائم کروں اور ان کی سنت کو بلند و بالا قرار دوں (۲)

۱۷۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(دلیل قائم ہو جانے کے بعد حق کے اتباع کے سلسلہ میں۔ جب اہل بصرہ نے بعض افراد کو اس ... سے بھیجا کہ اہل جمل کے بارے میں حضرت کے موقف کو دریافت کریں تاکہ کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہ جائے تو آپ نے جملہ امور کی مکمل وضاحت فرمائی تاکہ واضح ہو جائے کہ آپ حق پر ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب حق واضح ہو گیا تو میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اس نے کہا کہ میں ایک قوم کا نمائندہ ہوں اور ان کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی اقدام نہیں کر سکتا ہوں۔ فرمایا کہ)

تمہارا کیا خیال ہے[1] اگر اس قوم نے تمھیں نمائندہ بنا کر بھیجا ہوتا کہ جاؤ تلاش کرو جہاں بارش ہوئی ہو اور پانی کی کوئی سبیل ہو اور تم واپس جا کر پانی اور سبزہ کی خبر دیتے اور وہ لوگ تمھاری مخالفت کر کے ایسی جگہ کا انتخاب کرتے جہاں پانی کا قحط اور خشک سالی کا دور دورہ ہو تو اس وقت تمھارا اقدام کیا ہوتا؟ اس نے کہا کہ میں انھیں چھوڑ کر آب و دانہ کی طرف چلا جاتا۔ فرمایا پھر اب ہاتھ بڑھاؤ اور بیعت کر لو کہ چشمۂ ہدایت تو مل گیا ہے۔ اس نے کہا کہ اب حجت تمام ہو چکی ہے اور میرے پاس انکار کا کوئی جواز نہیں رہ گیا ہے اور یہ کہہ کر حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔

(تاریخ میں اس شخص کو کلیب جرمی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے)

۱۷۱۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب اصحاب معاویہ سے صفین میں مقابلہ کے لئے ارادہ فرمالیا)

اے پروردگار جو بلند ترین چھت اور ٹھہری ہوئی فضا کا مالک ہے۔ جس نے اس فضا کو شب و روز کے سر چھپانے کی منزل اور شمس و قمر کے سیر کا میدان اور ستاروں کی آمد و رفت کی جولان گاہ قرار دیا ہے۔ اس کا ساکن ملائکہ کے اس گروہ کو قرار دیا ہے جو تیری عبادت سے خستہ حال نہیں ہوتے ہیں۔ تو ہی اس زمین کا بھی مالک ہے جسے لوگوں کا مستقر بنایا ہے اور جانوروں، کیڑوں مکوڑوں اور بیشمار مرئی اور غیر مرئی مخلوقات کے چلنے پھرنے کی جگہ قرار دیا ہے۔

تو ہی ان سر بفلک پہاڑوں کا مالک ہے جنھیں زمین کے ٹھہراؤ کے لئے میخ کا درجہ دیا گیا ہے اور مخلوقات کا سہارا قرار دیا گیا ہے

[1] یہ استدلال اپنے حسن و جمال کے علاوہ اس معنویت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اسلام میں میری حیثیت ایک سرسبز و شاداب گلستان کی ہے جہاں اسلامی احکام و تعلیمات کی بہاریں خیمہ زن رہتی ہیں اور میرے علاوہ تمام افراد ایک ریگستان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہیں کس قدر حیرت کی بات ہے کہ انسان سبزہ زار اور چشمۂ آب حیات کو چھوڑ کر پھر ریگستانوں کی طرف پلٹ جائے اور تشنہ کامی کی زندگی گزارتا رہے۔ جو تمام اہل شام کا مقدر بن چکا ہے۔

أَظْهَرْتَنَا عَلَىٰ عَدُوِّنَا، فَجَنِّبْنَا الْبَغْيَ وَ سَدِّدْنَا لِلْحَقِّ، وَ إِنْ أَظْهَرْتَهُمْ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ، وَاعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ.[1]

الدعوة للقتال

أَيْنَ الْمَانِعُ لِلذِّمَارِ، وَالْغَائِرُ عِنْدَ نُزُولِ الْحَقَائِقِ مِنْ أَهْلِ الْحِفَاظِ! الْعَارُ وَرَاءَكُمْ وَ الْجَنَّةُ أَمَامَكُمْ![2]

۱۷۲

و من خطبة له (عليه السلام)

حمد الله

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَا تُوَارِي عَنْهُ سَمَاءٌ سَمَاءً، وَ لَا أَرْضٌ أَرْضاً.

يوم الشورى

منها: وَ قَدْ قَالَ قَائِلٌ: إِنَّكَ عَلَىٰ هٰذَا الْأَمْرِ يَا بْنَ أَبِي طَالِبٍ لَحَرِيصٌ، فَقُلْتُ: بَلْ أَنْتُمْ وَ اللّٰهِ لَأَحْرَصُ وَ أَبْعَدُ، وَ أَنَا أَخَصُّ وَ أَقْرَبُ، وَ إِنَّمَا طَلَبْتُ حَقّاً لِي وَ أَنْتُمْ تَحُولُونَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ، وَتَضْرِبُونَ وَجْهِي دُونَهُ. فَلَمَّا قَرَّعْتُهُ بِالْحُجَّةِ فِي الْمَلَإِ الْحَاضِرِينَ هَبَّ كَأَنَّهُ بُهِتَ (هَبَّ) لَا يَدْرِي مَا يُجِيبُنِي بِهِ!

الاستنصار على قريش

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَعْدِيكَ (استعينک) عَلَىٰ قُرَيْشٍ وَ مَنْ أَعَانَهُمْ! فَإِنَّهُمْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَ صَغَّرُوا عَظِيمَ مَنْزِلَتِي، وَ أَجْمَعُوا عَلَىٰ مُنَازَعَتِي أَمْراً هُوَ لِي. ثُمَّ قَالُوا: أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تَأْخُذَهُ، وَ فِي الْحَقِّ أَنْ تَتْرُكَهُ.

منها في ذكر اصحاب الجمل

فَخَرَجُوا يَجُرُّونَ حُرْمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ – صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ – كَمَا تُجَرُّ الْأَمَةُ عِنْدَ شِرَائِهَا، مُتَوَجِّهِينَ بِهَا إِلَى الْبَصْرَةِ، فَحَبَسَا نِسَاءَهُمَا فِي بُيُوتِهِمَا، وَ أَبْرَزَا حَبِيسَ رَسُولِ اللّٰهِ – صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ – لَهُمَا وَلِغَيْرِهِمَا، فِي جَيْشٍ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَ قَدْ أَعْطَانِي الطَّاعَةَ، وَسَمَحَ لِي بِالْبَيْعَةِ، طَائِعاً غَيْرَ مُكْرَهٍ، فَقَدِمُوا عَلَىٰ عَامِلِي بِهَا وَ خُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ وَ غَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِهَا، فَقَتَلُوا طَائِفَةً صَبْراً، وَ طَائِفَةً غَدْراً. فَوَاللّٰهِ لَوْ لَمْ يُصِيبُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا رَجُلاً وَاحِداً مُعْتَمِدِينَ (متعمدين) لِقَتْلِهِ، بِلَا جُرْمٍ جَرَّهُ، لَحَلَّ لِي قَتْلُ ذٰلِكَ الْجَيْشِ كُلِّهِ، إِذْ حَضَرُوهُ فَلَمْ يُنْكِرُوا، وَ لَمْ يَدْفَعُوا عَنْهُ بِلِسَانٍ وَ لَا بِيَدٍ. دَعْ مَا أَنَّهُمْ قَدْ قَتَلُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِثْلَ الْعِدَّةِ الَّتِي دَخَلُوا بِهَا عَلَيْهِمْ!

ذمار - ذمہ داری، عہد و پیمان
غائر - غیرت دار
حقائق - یقینی حوادث
حفاظ - ذمہ داریوں کی پاسداری
لاتواری - چھپا نہیں سکتے ہیں
ضرب الوجہ - رد کر دینا
قرع - کھڑکھڑانا
ہبّ - ہوشیار ہوگیا
حبیس - محبوس (زوجہ کی حسین ترین تعبیر ہے)
خزان - جمع خازن
قتل صبر - گرفتار کرکے مارنا
معتمد - قصد کرنے والا

[1] یہ مولائے کائنات کا کمال کردار ہے کہ نہ کامیابی پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور نہ جنگ کی ناکامیابی پر رنج و افسوس کا اعلان بلکہ دونوں حالات میں ایک ہی دعا کرتے ہیں کہ راہ حق پر ثابت قدم رہیں اور ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رہیں - جو ہر اس شخص کا کردار ہوتا ہے جو اپنی زندگی میں صرف رضائے الٰہی کا طلب گار رہتا ہے - بیدار رہتا ہے تو اس کا طلبگار رہتا ہے اور سو جاتا ہے تو اس کا خریدار بن جاتا ہے -

[2] جہاد کا حسین ترین نقشہ یہی ہوتا ہے کہ ہمیشہ جنت سامنے رہتی ہے اور ذلت پیچھے انسان دو قدم آگے بڑھ جائے تو جنت میں ہے اور میدان سے ایک قدم پیچھے ہٹ جائے تو مستقل ذلت و رسوائی کا شکار رہے گا -!

اگر تو نے دشمن کے مقابلہ میں غلبہ عنایت فرمایا تو ہمیں ظلم سے محفوظ رکھنا(51) اور حق کے سیدھے راستہ پر قائم رکھنا اور اگر دشمن کو غلبہ حاصل ہو جائے تو ہمیں شہادت کا شرف عطا فرمانا اور فتنہ سے محفوظ رکھنا۔

(دعوت جہاد) کہاں ہیں وہ عزت و آبرو کے پاسبان اور مصیبتوں کے نزول کے بعد ننگ و نام کی حفاظت کرنے والے جان عزت و غیرت۔ یاد رکھو ذلت و عار تمہارے پیچھے ہے اور جنت تمہارے آگے(52)

۱۷۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(حمد خدا) ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کے سامنے ایک آسمان دوسرے آسمان کو اور ایک زمین دوسری زمین کو چھپا نہیں سکتی ہے۔

(روز شوریٰ) ایک شخص[1] نے مجھ سے یہاں تک کہدیا کہ فرزند ابوطالب! آپ میں اس خلافت کی طمع پائی جاتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ زیادہ حریص ہو حالانکہ تم دور والے ہو۔ میں تو اس کا اہل بھی ہوں اور پیغمبرؐ سے قریب تر بھی ہوں۔ میں نے اس حق کا مطالبہ کیا ہے جس کا میں حقدار ہوں لیکن تم لوگ میرے اور اس کے درمیان حائل ہو گئے ہو اور میرے ہی رخ کو اس کی طرف سے موڑنا چاہتے ہو پھر جب میں نے بھری محفل میں دلائل کے ذریعہ سے کانوں کے پردوں کو کھٹکھٹایا تو ہوشیار ہو گیا اور ایسا مبہوت ہو گیا کہ کوئی جواب سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

(قریش کے خلاف فریاد) خدایا! میں قریش اور ان کے انصار کے مقابلہ میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے میری قرابت کا رشتہ توڑ دیا اور میری عظیم منزلت کو حقیر بنا دیا۔ مجھ سے اس امر کے لیے جھگڑا کرنے پر تیار ہو گئے جس کا میں واقعاً حقدار تھا اور پھر یہ کہنے لگے کہ آپ اسے لے لیں تو بھی صحیح ہے اور اس سے دستبردار ہو جائیں تو بھی برحق ہے۔

(اصحاب جمل کے بارے میں) یہ ظالم اس شان سے برآمد ہوئے کہ حرم رسولؐ کو یوں کھینچ کر میدان میں لائے تھے جیسے کنیزیں خرید و فروخت کے وقت لیجائی جاتی ہیں۔ ان کا رخ بصرہ کی طرف تھا۔ ان دونوں[2] نے اپنی عورتوں کو گھر میں بند کر رکھا تھا اور زوجۂ رسولؐ کو میدان میں لارہے تھے۔ جب کہ ان کے لشکر میں کوئی ایسا نہ تھا جو پہلے میری بیعت نہ کر چکا ہو اور بغیر کسی جبر و اکراہ کے میری اطاعت میں نہ رہ چکا ہو۔ یہ لوگ پہلے میرے عامل بصرہ[3] اور خازن بیت المال جیسے افراد پر حملہ آور ہوئے تو ایک جماعت کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ایک کو دھوکہ میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ خدا کی قسم اگر یہ تمام مسلمانوں میں صرف ایک شخص کو بھی قصداً قتل کر دیتے تو بھی میرے واسطے پورے لشکر سے جنگ کرنے کا جواز موجود تھا کہ دیگر افراد حاضر رہے اور انھوں نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا اور اپنی زبان[4] یا اپنے ہاتھ سے دفاع نہیں کیا اور پھر جب کہ مسلمانوں میں سے اتنے افراد کو قتل کر دیا ہے جتنی ان کے پورے لشکر کی تعداد تھی۔

---

[1] بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ بات شوریٰ کے موقع پر سعد بن ابی وقاص نے کہی تھی اور بعض کا خیال ہے کہ سقیفہ کے موقع پر ابوعبیدہ بن الجراح نے کہی تھی اور دونوں ہی امکانات پائے جاتے ہیں کہ دونوں کی فطرت ایک جیسی تھی اور دونوں امیرالمومنینؑ کی مخالفت پر متحد تھے۔

[2] اس سے مراد طلحہ و زبیر ہیں جنھوں نے زوجۂ رسولؐ کا اتنا بھی احترام نہیں کیا جتنا اپنے گھر کی عورتوں کا کیا کرتے تھے۔

[3] جناب عثمان بن حنیف کا مُثلہ کر دیا اور ان کے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت کو تہ تیغ کر دیا۔

[4] فقہی اعتبار سے دفاع نہ کرنے والوں کا قتل جائز نہیں ہوتا ہے لیکن یہاں وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے امام برحق کے خلاف خروج کر کے فساد فی الارض کا ارتکاب کیا تھا اور یہ جرم جواز قتل کے لئے کافی ہوتا ہے۔!

۱۷۳

و من خطبة له (عليه السلام)

في رسول الله، صلّىٰ الله عليه و آله سلم، و من هو جدير بأن يكون للخلافة و في هوان الدنيا

رسول الله (صلى الله عليه وآله)

أَمِينُ وَحْيِهِ، وَ خَاتَمُ رُسُلِهِ، وَ بَشِيرُ رَحْمَتِهِ، وَ نَذِيرُ نِقْمَتِهِ.

الجدير بالخلافة

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهٰذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَيْهِ، وَ أَعْلَمُهُمْ (اعملهم) بِأَمْرِ اللّٰهِ فِيهِ. فَإِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اُسْتُعْتِبَ، فَإِنْ أَبَىٰ قُوتِلَ. وَ لَعَمْرِي، لَئِنْ كَانَتِ الْإِمَامَةُ لَا تَنْعَقِدُ حَتَّىٰ يَحْضُرَهَا عَامَّةُ النَّاسِ، فَمَا إِلَىٰ ذٰلِكَ سَبِيلٌ. وَ لٰكِنْ أَهْلُهَا يَحْكُمُونَ عَلَىٰ مَنْ غَابَ عَنْهَا، ثُمَّ لَيْسَ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ، وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَخْتَارَ. أَلَا وَ إِنِّي أُقَاتِلُ رَجُلَيْنِ: رَجُلاً ادَّعَىٰ مَا لَيْسَ لَهُ، وَ آخَرَ مَنَعَ الَّذِي عَلَيْهِ.

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَىٰ اللّٰهِ فَإِنَّهَا خَيْرُ مَا تَوَاصَىٰ الْعِبَادُ بِهِ، وَ خَيْرُ عَوَاقِبِ الْأُمُورِ عِنْدَ اللّٰهِ. وَ قَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَ لَا يَحْمِلُ (تحملنا) هٰذَا الْعَلَمَ إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَ الصَّبْرِ وَ الْعِلْمِ بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ، فَامْضُوا لِمَا تُؤْمَرُونَ بِهِ، وَقِفُوا عِنْدَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ، وَ لَا تَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ حَتَّىٰ تَتَبَيَّنُوا، فَإِنَّ لَنَا مَعَ كُلِّ أَمْرٍ تُنْكِرُونَهُ غِيَراً.

هوان الدنيا

أَلَا وَ إِنَّ هٰذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَصْبَحْتُمْ تَتَمَنَّوْنَهَا وَ تَرْغَبُونَ فِيهَا، وَ أَصْبَحَتْ تُغْضِبُكُمْ وَ تُرْضِيكُمْ، لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ، وَ لَا مَنْزِلِكُمُ الَّذِي خُلِقْتُمْ لَهُ وَ لَا الَّذِي دُعِيتُمْ إِلَيْهِ. أَلَا وَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِبَاقِيَةٍ لَكُمْ وَ لَا تَبْقَوْنَ عَلَيْهَا، وَ هِيَ وَ إِنْ غَرَّتْكُمْ مِنْهَا فَقَدْ حَذَّرَتْكُمْ شَرَّهَا. فَدَعُوا غُرُورَهَا لِتَحْذِيرِهَا، وَ أَطْمَاعَهَا لِتَخْوِيفِهَا، وَ سَابِقُوا فِيهَا إِلَىٰ الدَّارِ الَّتِي دُعِيتُمْ إِلَيْهَا، وَانْصَرِفُوا بِقُلُوبِكُمْ عَنْهَا، وَ لَا يَخِنَّنَّ (يحنّن) أَحَدُكُمْ خَنِينَ (حنين) الْأَمَةِ عَلَىٰ مَا زُوِيَ عَنْهُ مِنْهَا، وَاسْتَتِمُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَىٰ طَاعَةِ اللّٰهِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَىٰ مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ. أَلَا وَ إِنَّهُ لَا يَضُرُّكُمْ تَضْيِيعُ شَيْءٍ مِنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَائِمَةَ دِينِكُمْ. أَلَا وَ إِنَّهُ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ تَضْيِيعِ دِينِكُمْ شَيْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكُمْ. أَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوبِنَا وَ قُلُوبِكُمْ إِلَىٰ الْحَقِّ، وَ أَلْهَمَنَا وَ إِيَّاكُمُ الصَّبْرَ!

شَغَبَ ۔ فساد پر اکسایا
استعتب ۔ حق پسندی کا مطالبہ کیا جائے گا
اہل قبلہ ۔ مسلمان
غیر ۔ تغیرات
حنین ۔ مخصوص انداز کا گریہ
زوی عنہ ۔ چھین لیا گیا

(۱) یہ اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف قرآن مجید نے قصہ طالوت میں اشارہ کیا ہے کہ سرداری اس شخص کا حق ہے جس میں جسمانی اعتبار سے حق سے دفاع کرنے کی طاقت ہو اور نفسانی اعتبار سے حق شناسی کی صلاحیت ہو ورنہ کوئی طاقت دوسری طاقت کے بغیر کارآمد نہیں ہوسکتی ہے

(۲) یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اب تک خلافت کا فیصلہ ساری امت کے اتفاق سے نہیں ہوا ہے تو یہ شرط صرف میرے بارے میں کیوں لگائی جا رہی ہے اور گذشتہ ادوار کی طرح میری بیعت کیوں نہیں کی جا رہی ہے علماء اہلسنت نے کتب عقائد میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ خلافت کا فیصلہ ایک دو افراد کی بیعت سے بھی ہوسکتا ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ ساری پریشانیاں صرف ایک خلافت امیرالمومنینؑ کے تسلیم کرنے میں ہیں اور اس کا ادراک نہ معاویہ کو ہو رہا ہے اور نہ عائشہ کو۔

مصادر خطبہ ۱۷۳ تحف العقول حرانی ص۱۳۰، نقض العثمانیہ ابو جعفر اسکافی (متوفی ۲۴۰ھ)

۱۷۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(رسول اکرمؐ کے بارے میں اور اس امر کی وضاحت کے سلسلہ میں کہ خلافت کا واقعی حقدار کون ہے؟)

پیغمبر اسلامؐ وحی الٰہی کے امانتدار اور خاتم المرسلین تھے۔ رحمت الٰہی کی بشارت دینے والے اور عذاب الٰہی سے ڈرانے والے تھے۔

لوگو! یاد رکھو اس امر کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے جو سب سے زیادہ طاقتور اور دین الٰہی کا واقف کار ہو(۱)۔ اس کے بعد اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے گا تو پہلے اسے توبہ کی دعوت دی جائے گی۔ اس کے بعد اگر انکار کرے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔ میری جان کی قسم اگر امامت کا مسئلہ تمام افراد بشر کے اجتماع کے بغیر طے نہیں ہو سکتا ہے تو اس اجتماع کا تو کوئی راستہ ہی نہیں ہے(۲)۔ ہوتا یہی ہے کہ حاضرین کا فیصلہ غائب افراد پر نافذ ہو جاتا ہے اور نہ حاضر کو اپنی بیعت سے رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے اور نہ غائب کو دوسرا راستہ اختیار کرنے کا جواز ہوتا ہے۔

یاد رکھو کہ میں دونوں طرح کے افراد سے جہاد کروں گا۔ ان سے بھی جو غیر حق کے دعویدار ہوں گے اور ان سے بھی جو حقدار کو اس کا حق نہ دیں گے۔ بندگان خدا! میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ بندوں کے درمیان بہترین وصیت ہے اور پیش پروردگار انجام کے اعتبار سے بہترین عمل ہے۔ دیکھو! تمھارے اور اہل قبلہ مسلمانوں کے درمیان جنگ کا دروازہ کھولا جا چکا ہے۔ اب اس علم کو وہی اٹھائے گا جو صاحب بصیرت، صابر ہوگا اور حق کے مراکز کا پہچاننے والا ہوگا۔ تمھارا فرض ہے کہ میرے احکام کے مطابق قدم آگے بڑھاؤ اور میں جہاں روک دوں وہاں رک جاؤ۔ اور خبردار کسی مسئلہ میں بھی تحقیق کے بغیر جلد بازی سے کام نہ لینا کہ مجھے جن باتوں کا تم انکار کرتے ہو ان میں غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے۔

یاد رکھو۔ یہ دنیا جس کی تم آرزو کر رہے ہو اور جس میں تم رغبت کا اظہار کر رہے ہو اور جو کبھی کبھی تم سے عداوت کرتی ہے اور کبھی تمھیں خوش کر دیتی ہے۔ یہ تمھارا واقعی گھر اور تمھاری واقعی منزل نہیں ہے جس کے لئے تمھیں خلق کیا گیا ہے اور جس کی طرف تمھیں دعوت دی گئی ہے اور پھر یہ باقی رہنے والی بھی نہیں ہے اور تم بھی اس میں باقی رہنے والے نہیں ہو۔ یہ اگر کبھی دھوکہ دیتی ہے تو دوسرے وقت اپنے شر سے ہوشیار بھی کر دیتی ہے۔ لہٰذا اس کے دھوکہ سے بچو اور اس کی تنبیہ پر عمل کرو۔ اس کی لالچ کو نظر انداز کرو اور اس کی تخویف کا خیال رکھو۔ اس میں رہ کر اس گھر کی طرف سبقت کرو، جس کی تمھیں دعوت دی گئی ہے اور اپنے دلوں کا رخ اس کی طرف سے موڑ لو اور خبردار تم میں سے کوئی بھی شخص اس کی کسی نعمت سے محرومی کی بنا پر کنیزوں کی طرح رونے نہ بیٹھ جائے۔ اللہ سے اس کی نعمتوں کی تکمیل کا مطالبہ کرو اس کی اطاعت پر صبر کرنے اور اس کی کتاب کے احکام کی محافظت کرنے کے ذریعہ۔

یاد رکھو اگر تم نے دین کی بنیاد کو محفوظ کر دیا تو دنیا کی کسی شے کی بربادی بھی تمھیں نقصان نہیں پہونچا سکتی ہے اور اگر تم نے دین کو برباد کر دیا تو دنیا میں کسی شے کی حفاظت بھی فائدہ نہیں دے سکتی ہے۔ اللہ ہم سب کے دل کو حق کے راستہ پر لگا دے اور سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) علم لشکر قوم کی سربلندی کی نشانی اور لشکر کے وقار و عزت کی علامت ہوتا ہے لہٰذا اس کو اٹھانے والے کو بھی صاحب بصیرت و برداشت ہونا ضروری ہے ورنہ اگر یہ پرچم سرنگوں ہو گیا تو نہ لشکر کا کوئی وقار رہ جائے گا اور نہ مذہب کا کوئی اعتبار رہ جائے گا۔

سرکار دو عالمؐ نے انھیں خصوصیات کے پیش نظر خیبر کے موقع پر اعلان فرمایا تھا کہ کل میں اس کو علم دوں گا جو کرار، غیر فرار، محب خدا و رسولؐ، محبوب خدا و رسولؐ اور مرد میدان ہوگا کہ اس کے علاوہ کوئی شخص علمبرداری کا اہل نہیں ہو سکتا ہے۔!

(طلحہ بن عبیداللہ کے
مجھے کسی زمانہ میں بھی
رت پر مطمئن ہوں اور
ہے کہ کہیں اسی سے امر
یسا کوئی نہ تھا - اب
ہے حالانکہ خدا گواہ ہے
ں تھا تو اس کا فرض تھ
ے روکنے والوں اور
تھا کہ اس معاملہ سے ا
یں کیا اور ایسا طریقہ

ے وہ غافلو جن کی طر
تھیں اللہ سے دور بھ
دینے والی چراگاہ اور
کے ساتھ برتاؤ کا واقعی
ام ہے -
دا کی قسم میں چاہوں تو
ں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم
ں گا جن سے گمراہی کا خ
ر میں سوائے سچ کے

ن کا اس امر پر اتفاق -
نکشاف کیا تھا اس کے
خون عثمان کا وارث
یر طلحہ سے انتقام لینے
ہونے پائے - چاہے ا

١٧٤

و من كلام له (عليه السلام)

في معنى طلحة بن عبيد الله

و قد قاله حين بلغه خروج طلحة و الزبير إلى البصرة لقتاله

قَـدْ كُـنْتُ وَ مَـا أُهَـدَّدُ بِـالْحَرْبِ، وَ لَا أُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ، وَ أَنَا عَلَىٰ مَا قَدْ وَعَدَنِي رَبِّي مِنَ النَّصْرِ. وَاللّٰهِ مَا اسْتَعْجَلَ مُتَجَرِّداً لِلطَّلَبِ بِدَمِ عُثْمَانَ إِلَّا خَوْفاً مِنْ أَنْ يُطَالَبَ بِدَمِهِ، لِأَنَّهُ مَظِنَّتُهُ، وَ لَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ أَحْرَصُ عَلَيْهِ مِنْهُ، فَأَرَادَ أَنْ يُغَالِطَ بِمَا أَجْلَبَ فِيهِ لِيَلْتَبِسَ (يلبس) الْأَمْرُ وَ يَقَعَ الشَّكُّ. وَ وَاللّٰهِ مَا صَنَعَ فِي أَمْرِ عُثْمَانَ وَاحِدَةً مِنْ ثَلَاثٍ: لَئِنْ كَانَ ابْنُ عَفَّانَ ظَالِماً - كَمَا كَانَ يَزْعُمُ - لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُوَازِرَ قَاتِلِيهِ، وَ أَنْ يُنَابِذَ نَاصِرِيهِ. وَ لَئِنْ كَانَ مَظْلُوماً لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُنَهْنِهِينَ عَنْهُ، وَالْمُعَذِّرِينَ فِيهِ. وَلَئِنْ كَانَ فِي شَكٍّ مِنَ الْخَصْلَتَيْنِ، لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَعْتَزِلَهُ وَيَرْكُدَ (يركب) جَانِباً، وَ يَدَعَ النَّاسَ مَعَهُ، فَمَا فَعَلَ وَاحِدَةً مِنَ الثَّلَاثِ، وَ جَاءَ بِأَمْرٍ لَمْ يُعْرَفْ بَابُهُ، وَ لَمْ تَسْلَمْ مَعَاذِيرُهُ.

١٧٥

و من خطبة له (عليه السلام)

في الموعظة و بيان قرباه من رسول الله (صلى الله عليه وآله)

أَيُّهَا النَّاسُ غَيْرُ الْمَغْفُولِ عَنْهُمْ، وَ التَّارِكُونَ الْمَأْخُوذُ مِنْهُمْ. مَا لِي أَرَاكُمْ عَنِ اللّٰهِ ذَاهِبِينَ، وَ إِلَىٰ غَيْرِهِ رَاغِبِينَ! كَأَنَّكُمْ نَعَمٌ أَرَاحَ بِهَا سَائِمٌ إِلَىٰ مَرْعًى وَبِيٍّ، وَ مَشْرَبٍ دَوِيٍّ، وَ إِنَّمَا هِيَ كَالْمَعْلُوفَةِ لِلْمُدَى لَا تَعْرِفُ مَاذَا يُرَادُ بِهَا![1] إِذَا أُحْسِنَ إِلَيْهَا تَحْسَبُ يَوْمَهَا دَهْرَهَا، وَ شِبَعَهَا أَمْرَهَا. وَ اللّٰهِ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُخْبِرَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَخْرَجِهِ وَ مَوْلِجِهِ وَ جَمِيعِ شَأْنِهِ لَفَعَلْتُ، وَ لٰكِنْ أَخَافُ أَنْ تَكْفُرُوا فِيَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

أَلَا وَ إِنِّي مُفْضِيهِ إِلَى الْخَاصَّةِ مِمَّنْ يُؤْمَنُ ذٰلِكَ مِنْهُ. وَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ، وَاصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ، مَا أَنْطِقُ إِلَّا صَادِقاً، وَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ

متجردًا - مثل شمشیر برہنہ
یلتبس - مشتبہ بنا دے
یوازر - مدد کرے
منابذہ - مقابلہ
تنہنہ - روک دیا
معذرین عنہ - عذر بیان کرنے والے
یرکد - ٹھہر جائے
نعم - چوپایہ
اراح بہا - لے گیا
سائم - چرانے والا
وبی - جس میں وبا رہو
دوی - جس میں فساد صحت ہو
مدیٰ - جمع مدیہ - چھری
تحسب یومہا دہرہا - مستقبل سے یکسر غافل
مولجہ - داخل ہونے کی جگہ
مفضیہ - پہنچا دینے والا

[1] انسان اور حیوان کا بنیادی فرق یہی ہے کہ حیوان حالات کو پرسکون دیکھ کر مستقبل سے غافل ہو جاتا ہے اور انسان بہرحال مستقبل پر نگاہ رکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص مستقبل کی طرف سے غافل ہو جائے تو وہ جانور تو کہا جا سکتا ہے - انسان نہیں کہا جا سکتا ہے -

مصادر خطبہ ۱۷۴ امالی طوسیؒ ۱ صـ۱۴۲ ، مناقب خوارزمی صـ۱۱۷ ، نہایۃ ابن اثیر ۱ صـ۱۷۱ ۲ صـ۱۶۷ ، الغارات ابن ہلال ثقفی ، المسترشد طبری صـ۹۵ ، کشف المحجہ ابن طاؤس صـ۱۲۳ ، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ صـ۱۵۴
مصادر خطبہ ۱۷۵ غرر الحکم آمدی صـ۱۹۱ ، بحار الانوار مجلسیؒ ۸ صـ۶۶۱

۱۷۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(طلحہ بن عبیداللہ کے بارے میں جب آپ کو خبر دی گئی کہ طلحہ و زبیر جنگ کے لئے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں)

مجھے کسی زمانہ میں بھی نہ جنگ سے مرعوب کیا جا سکا ہے اور نہ حرب و ضرب سے ڈرایا جا سکا ہے۔ میں اپنے پروردگار کے نصرت پر مطمئن ہوں اور خدا کی قسم اس شخص نے خون عثمانؓ کے مطالبہ کے ساتھ تلوار کھینچنے میں صرف اس لئے جلد بازی سے کام لیا ہے کہ کہیں اسی سے اس خون کا مطالبہ نہ کر دیا جائے کہ اسی امر کا گمان غالب ہے اور قوم میں اس سے زیادہ عثمانؓ کے خون کا پیاسا کوئی نہ تھا۔ اب یہ اس فوج کشی کے ذریعہ لوگوں کو مغالطہ میں رکھنا چاہتا ہے اور مسئلہ کو مشتبہ اور مشکوک بنا دینا چاہتا ہے حالانکہ خدا گواہ ہے کہ عثمانؓ کے معاملہ میں اس کا معاملہ تین حال سے خالی نہیں تھا۔ اگر عثمانؓ ظالم تھا جیسا کہ اس کا خیال تھا تو اس کا فرض تھا کہ قاتلوں کی مدد کرتا اور عثمانؓ کے مددگاروں کو ٹھکرا دیتا اور اگر وہ مظلوم تھا تو اس کا فرض تھا کہ اس کے قتل سے روکنے والوں اور اس کی طرف سے معذرت کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اگر یہ دونوں باتیں مشکوک تھیں تو اس کے لئے مناسب تھا کہ اس معاملہ سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور انھیں قوم کے حوالہ کر دیتا لیکن اس نے ان تین میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار نہیں کیا اور ایسا طریقہ اختیار کیا جس کی صحت کا کوئی جواز نہیں تھا اور اس کی معذرت کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

۱۷۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں موعظت کے ساتھ رسول اکرمؐ سے قرابت کا ذکر کیا گیا ہے)

اے وہ غافلو جن کی طرف سے غفلت نہیں برتی جا سکتی ہے اور اے چھوڑ دینے والو جن کو چھوڑا نہیں جا سکتا ہے۔ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تمھیں اللہ سے دور بھاگتے ہوئے اور غیر خدا کی رغبت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ گویا تم وہ اونٹ ہو جن کا چرواہا ایک ہلاک کر دینے والی چراگاہ اور تباہ کر دینے والے گھاٹ پر لے آیا ہو یا وہ چوپایہ ہو جسے چھریوں کے لئے پالا گیا ہے کہ اسے نہیں معلوم ہے کہ اس کے ساتھ برتاؤ کا واقعی مقصد کیا ہے[1] اور جب اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ ایک دن ہی سارا زمانہ ہے اور یہ شکم سیری ہی اس کا کام ہے۔

خدا کی قسم میں چاہوں تو ہر شخص کو اس کے داخل اور خارج ہونے کی منزل سے آگاہ کر سکتا ہوں اور جملہ حالات کو بتا سکتا ہوں۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم مجھ میں گم ہو کر رسول اکرمؐ کا انکار نہ کر دو اور یاد رکھو کہ میں ان باتوں سے ان لوگوں کو بہر حال آگاہ کروں گا جن سے گمراہی کا خطرہ نہیں ہے۔ قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے انھیں حق کے ساتھ بھیجا ہے اور مخلوقات میں منتخب قرار دیا ہے کہ میں سوائے سچ کے کوئی کلام نہیں کرتا ہوں۔

---

[1] مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عثمانؓ کے آخر دور حیات میں ان کے قاتلوں کا اجتماع طلحہ کے گھر میں ہوا کرتا تھا اور امیرالمومنینؑ ہی نے اس امر کا انکشاف کیا تھا اس کے بعد طلحہ ہی نے جنازہ پر تیر برسائے تھے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے سے روک دیا تھا لیکن چار دن کے بعد یہ ظالم خون عثمانؓ کا وارث بن گیا اور عثمانؓ کے واقعی محسن کو ان کے خون کا ذمہ دار ٹھہرا دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو سوچنے کا موقع مل جائے اور بنی امیہ طلحہ سے انتقام لینے کے لئے تیار ہو جائیں اور یہ طریقہ ہر شاطر سیاست کار کا ہوتا ہے کہ وہ مسائل کو اس طرح مشتبہ بنا دینا چاہتا ہے کہ اس کی طرف نظر نہ ہونے پائے۔ چاہے اس راہ میں اپنے سفارت کاروں ہی کو کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔؟

بِـذٰلِكَ كُـلِّهِ، وَ بِمَـهْلِكِ مَـنْ يَهْـلِكُ، وَ مَـنْجَىٰ مَـنْ يَـنْجُو، وَ مَآلِ هٰـذَا الْأَمْـرِ. وَ مَا أَبْـقَىٰ شَـيْئاً يَمُـرُّ عَـلَىٰ رَأْسِي إِلَّا أَفْـرَغَهُ فِي أُذُنَيَّ وَ أَفْـضَىٰ بِـهِ إِلَيَّ.[1]

أَيُّهَـا النَّـاسُ، إِنِّي، وَاللّٰـهِ، مَـا أَحُـثُّكُمْ عَـلَىٰ طَـاعَةٍ إِلَّا وَ أَسْـبِقُكُمْ إِلَيْهَا، وَ لَا أَنْهَاكُمْ عَنْ مَعْصِيَةٍ إِلَّا وَأَتَـنَاهَىٰ قَـبْلَكُمْ عَـنْهَا.[2]

۱۷۶

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و فيها يعظ و يبين فضل القرآن و ينهى عن البدعة

عظة الناس

اِنْـتَفِعُوا بِـبَيَانِ اللّٰـهِ، وَاتَّـعِظُوا بِمَـوَاعِـظِ اللّٰـهِ، وَاقْـبَلُوا نَـصِيحَةَ اللّٰـهِ، فَإِنَّ اللّٰـهَ قَـدْ أَعْـذَرَ إِلَـيْكُمْ بِـالْجَلِيَّةِ، وَ اتَّخَـذَ عَـلَيْكُمُ الْحُـجَّةَ، وَ بَـيَّنَ لَكُـمْ مَحَـابَّهُ مِـنَ الْأَعْـمَالِ، وَ مَكَـارِهَهُ مِـنْهَا، لِـتَتَّبِعُوا (لتبتغوا) هٰـذِهِ، وَ تَجْـتَنِبُوا هٰـذِهِ، فَـإِنَّ رَسُـولَ اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَ آلِـهِ كَـانَ يَـقُولُ: «إِنَّ الْجَـنَّةَ حُـفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، وَ إِنَّ النَّارَ حُفَّتْ (حجبت) بِالشَّهَوَاتِ».

وَاعْـلَمُوا أَنَّـهُ مَـا مِـنْ طَـاعَةِ اللّٰـهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي كُـرْهٍ، وَ مَـا مِـنْ مَـعْصِيَةِ اللّٰـهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي شَهْـوَةٍ. فَـرَحِمَ اللّٰـهُ امْـرَأً نَـزَعَ عَنْ شَهْـوَتِهِ، وَ قَـمَعَ هَـوَىٰ نَـفْسِهِ، فَـإِنَّ هٰـذِهِ النَّـفْسَ أَبْـعَدُ شَيْءٍ مَـنْزِعاً، وَ إِنَّهَـا لَا تَـزَالُ تَـنْزِعُ إِلَىٰ مَـعْصِيَةٍ فِي هَـوًى.

وَاعْـلَمُوا - عِـبَادَ اللّٰـهِ - أَنَّ الْمُـؤْمِنَ لَا يُـصْبِحُ وَ لَا يُمْـسِي إِلَّا وَ نَـفْسُهُ ظَـنُونٌ عِـنْدَهُ، فَـلَا يَـزَالُ زَارِياً عَـلَيْهَا وَ مُسْـتَزِيداً لَهَـا. فَكُـونُوا كَـالسَّابِقِينَ قَـبْلَكُمْ، وَ الْمَـاضِينَ أَمَـامَكُمْ. قَـوَّضُوا مِـنَ الدُّنْـيَا تَقْوِيضَ الرَّاحِلِ، وَ طَوَوْهَا طَيَّ الْمَنَازِلِ.

فضل القرآن

وَاعْـلَمُوا أَنَّ هٰـذَا الْـقُرْآنَ هُـوَ النَّـاصِحُ الَّـذِي لَا يَـغُشُّ، وَ الْهَـادِي الَّـذِي لَا يُـضِلُّ، وَ الْمُحَـدِّثُ الَّـذِي لَا يَكْـذِبُ. وَ مَـا جَـالَسَ هٰـذَا الْـقُرْآنَ أَحَـدٌ إِلَّا قَـامَ عَـنْهُ بِـزِيَادَةٍ أَوْ نُـقْصَانٍ: زِيَـادَةٍ فِي هُـدًى، أَوْ نُـقْصَانٍ مِنْ عَمًى.

جلیہ - واضح
نزع عنہ - الگ ہوگیا
منزعا - علیحدگی
ظنون - کمزور
زاری - ناراض
قوضوا - کوچ کیا

[1] پروردگار نے سورۂ جن میں رسولؐ کی حیثیت کا اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے غیب کا علم سوائے پسندیدہ رسول کے اور کسی کو عطا نہیں کرتا ہے - اور امیرالمومنینؑ نے اس خطبہ میں یہی شان امام کی بیان کی ہے کہ رسولؐ اپنے علم کے لئے مرتضیٰ امام کا انتخاب کرتا ہے اور امام بھی اپنے غیب کے لئے خواص مومنین کو اختیار کرتا ہے اور ہر کس و ناکس کو اس علم سے باخبر نہیں کرتا ہے -

[2] اسلام کی نظر میں علم بلا عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے امام علیہ السلام نے اپنے علم کی وسعتوں کا اعلان کرنے کے بعد اپنی عملی شخصیت کا بھی اعلان کیا کہ جس طرح میرا علم بے مثل و بے نظیر ہے اسی طرح میرا عمل بھی بے مثال و لاجواب ہے اور اور کوئی شخص میرے علم کی طرح میرے عمل و کردار کی بلندیوں کا ادراک بھی نہیں کرسکتا ہے -

مصادر خطبہ ۱۷۶ ربیع الابرار زمخشری ۱ ص ۲۱۹ ، اصول کافی کلینیؒ ۲ ص ۴۴۳ ، محاسن برقی ص ۶ ، امالی صدوقؒ ص ۱۵۳ ، تفسیر عیاشی ص ۲۶۲ ، تحف العقول حرانی ص ۱۰۱

ے یہ ساری باتیں مجھے بتادی ہیں اور ہر ہلاک ہونے والے کی ہلاکت اور نجات پانے والے کی نجات کا راستہ بھی بتادیا
اس امر خلافت کے انجام سے بھی باخبر کر دیا ہے اور کوئی ایسی شے نہیں ہے جو میرے سر سے گذرنے والی ہو اور اسے
انوں میں نہ ڈال دیا ہو اور مجھ تک پہونچا نہ دیا ہو۔[۵۱]
[۵۲]
گر! خدا گواہ ہے کہ میں تمھیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا ہوں مگر پہلے خود سبقت کرتا ہوں اور کسی معصیت سے نہیں
وں مگر یہ کہ پہلے خود اس سے باز رہتا ہوں۔

۱۷۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں موعظہ کے ساتھ قرآن کے فضائل اور بدعتوں سے ممانعت کا تذکرہ کیا گیا ہے)

(قرآن حکیم) دیکھو پروردگار کے بیان سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرو اور اس کی نصیحت کو قبول
اس نے واضح بیانات کے ذریعہ تمھارے ہر عذر کو ختم کر دیاہے اور تم پر حجت تمام کر دی ہے۔ تمھارے لئے اپنے محبوب
پسندیدہ تمام اعمال کی وضاحت کر دی ہے تاکہ تم ایک قسم کا اتباع کرو اور دوسری سے اجتناب کرو کہ رسول اکرمؐ برابر یہ
رتے تھے کہ جنت ناگواریوں[۱] میں گھیر دی گئی ہے اور جہنم کو خواہشات کے گھیرے میں ڈال دیا گیا ہے۔
یاد رکھو کہ خدا کی کوئی اطاعت ایسی نہیں ہے جس میں ناگواری کی شکل نہ ہو اور اس کی کوئی معصیت ایسی نہیں ہے جس میں
ں کا کوئی پہلو نہ ہو۔ اللہ اس بندہ پر رحمت نازل کرے جو خواہشات سے الگ ہو جائے اور نفس کے ہوا و ہوس کو اکھاڑ کر
ادے کہ یہ نفس خواہشات میں بہت دور تک کھینچ جانے والا ہے اور یہ ہمیشہ گناہوں کی خواہش ہی کی طرف کھینچتا رہتا ہے۔
بندگان خدا! یاد رکھو کہ مرد مومن ہمیشہ صبح و شام اپنے نفس سے بدگمان ہی رہتا ہے اور اس سے ناراض ہی رہتا ہے اور
راضگی میں اضافہ ہی کرتا رہتا ہے لہٰذا تم بھی اپنے پہلے والوں کے مانند ہو جاؤ جو تمھارے آگے آگے جا رہے ہیں کہ انھوں نے
ے اپنے خیمہ ڈیرہ کو اٹھا لیا ہے اور ایک مسافر کی طرح دنیا کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ہیں۔
یاد رکھو کہ یہ قرآن وہ ناصح ہے جو دھوکہ نہیں دیتا ہے اور وہ ہادی ہے جو گمراہ نہیں کرتا ہے۔ وہ بیان کرنے والا ہے
لط بیانی سے کام لینے والا نہیں ہے۔ کوئی شخص اس کے پاس[۲] نہیں بیٹھتا ہے مگر یہ کہ جب اٹھتا ہے تو ہدایت میں اضافہ کر لیتا ہے یا
ے کم گمراہی میں کمی کر لیتا ہے۔

ان ناگواریوں اور دشواریوں سے مراد صرف عبادات نہیں ہیں کہ وہ صرف کاہل اور بے دین افراد کے لئے دشوار ہیں ورنہ سنجیدہ اور دیندار افراد ان میں لذت
احت ہی کا احساس کرتے ہیں۔ درحقیقت ان دشواریوں سے مراد وہ جہاد ہے جس میں ہر راہ حیات میں ساری توانائیوں کو خرچ کرنا پڑتا ہے اور ہر طرح کی
ت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ سورۂ مبارکہ توبہ میں اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ نے صاحبان ایمان کے جان و مال کو خرید لیا ہے اور انھیں جنت دیدی ہے۔ یہ لوگ
خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمن کو تہ تیغ کرنے کے ساتھ خود بھی شہید ہو جاتے ہیں۔
ی حسین ترین تعبیر ہے تلاوت قرآن اور فہم قرآن کی کہ انسان قرآن کے ساتھ اس طرح رہے جس طرح کوئی شخص اپنے ہمنشین کے ساتھ بیٹھتا ہے اور اس سے
ار ہتا ہے اور جس کے نتیجہ میں جمال ہمنشین سے متاثر ہوتا ہے۔ مسلمان کا تعلق صرف قرآن مجید کے الفاظ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے معانی سے ہوتا ہے
کہ اس کے مفاہیم سے آشنا ہو سکے اور اس کے تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَىٰ أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ، وَ لَا لِأَحَدٍ قَبْ
مِنْ غِنًىً، فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَدْوَائِكُمْ، وَ اسْتَعِينُوا بِهِ عَلَىٰ لَأْوَائِكُمْ، فَ
شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ: وَ هُوَ الْكُفْرُ وَ النِّفَاقُ، وَ الْغَيُّ وَ الضَّلَالُ، فَاسْ
بِهِ، وَ تَوَجَّهُوا إِلَيْهِ بِحُبِّهِ، وَ لَا تَسْأَلُوا بِهِ خَلْقَهُ، إِنَّهُ مَا تَوَجَّ
إِلَىٰ اللَّهِ تَعَالَىٰ بِمِثْلِهِ. وَاعْلَمُوا أَنَّهُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَ قَائِلٌ مُصَدَّقٌ، وَ
شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُفِّعَ فِيهِ، وَ مَنْ مَحَلَ بِهِ الْقُرْآنُ يَوْمَ
صُدِّقَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: «أَلَا إِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُ
حَرْثِهِ وَ عَاقِبَةِ عَمَلِهِ، غَيْرَ حَرَثَةِ الْقُرْآنِ». فَكُونُوا مِنْ حَرَثَتِهِ وَ
وَاسْتَدِلُّوهُ عَلَىٰ رَبِّكُمْ، وَاسْتَنْصِحُوهُ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ، وَاتَّهِمُوا عَلَيْهِ آ
وَاسْتَغِشُّوا فِيهِ أَهْوَاءَكُمْ.

الحث على العمل

الْعَمَلَ الْعَمَلَ، ثُمَّ النِّهَايَةَ النِّهَايَةَ، وَ الِاسْتِقَامَةَ الِاسْتِقَامَةَ، ثُمَّ الصَّبْرَ
وَ الْوَرَعَ الْوَرَعَ! «إِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوا إِلَىٰ نِهَايَتِكُمْ»، وَ إِنَّ لَكُمْ
فَاهْتَدُوا بِعَلَمِكُمْ، وَ إِنَّ لِلْإِسْلَامِ غَايَةً فَانْتَهُوا إِلَىٰ غَايَتِهِ. وَ اخْ
إِلَىٰ اللَّهِ بِمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَقِّهِ، وَ بَيَّنَ لَكُمْ مِنْ وَظَائِفِهِ. أَنَا شَاهِ
وَ حَجِيجٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْكُمْ.

نصائح للناس

أَلَا وَ إِنَّ الْقَدَرَ السَّابِقَ قَدْ وَقَعَ، وَالْقَضَاءَ الْمَاضِيَ قَدْ تَوَرَّدَ، وَ إِنِّي مُ
بِعِدَةِ اللَّهِ وَ حُجَّتِهِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ: «إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْ
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَنْ لَا تَخَافُوا، وَ لَا تَحْزَنُوا، وَ أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ»، وَ قَدْ قُلْتُمْ: «رَبُّنَا اللَّهُ»، فَاسْتَقِيمُوا عَلَىٰ كِتَابِهِ، وَ عَلَىٰ مِ
أَمْرِهِ، وَ عَلَىٰ الطَّرِيقَةِ الصَّالِحَةِ مِنْ عِبَادَتِهِ، ثُمَّ لَا تَمْرُقُوا مِنْهَا، وَ لَا تَبْتَدِعُوا
وَ لَا تُخَالِفُوا عَنْهَا. فَإِنَّ أَهْلَ الْمُرُوقِ مُنْقَطَعٌ بِهِمْ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَا
إِيَّاكُمْ وَ تَهْزِيعَ الْأَخْلَاقِ وَ تَصْرِيفَهَا، وَاجْعَلُوا اللِّسَانَ وَاحِداً، وَلْيَخْزُنِ الرَّجُلُ لِسَ
فَإِنَّ هٰذَا اللِّسَانَ جَمُوحٌ بِصَاحِبِهِ. وَاللَّهِ مَا أَرَىٰ عَبْداً يَتَّقِي تَقْوَىٰ تَنْفَعُهُ حَتَّىٰ يَ
لِسَانَهُ. وَ إِنَّ لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَرَاءِ قَلْبِهِ، وَ إِنَّ قَلْبَ الْمُنَافِقِ مِنْ وَرَاءِ لِسَ
لِأَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ تَدَبَّرَهُ فِي نَفْسِهِ، فَإِنْ كَانَ خَيْراً أَبْ
وَ إِنْ كَانَ شَرّاً وَارَاهُ. وَ إِنَّ الْمُنَافِقَ يَتَكَلَّمُ بِمَا أَتَىٰ عَلَىٰ لِسَانِهِ لَا يَدْرِي

درکھو! قرآن کے بعد کوئی
سے شفا حاصل کرو اور اپنی
بھی موجود ہے۔ اس کے ذ
لوقات سے سوال نہ کرو۔
ہے جس کی شفاعت مقبول
اس کے حق میں شفاعت
آواز دے گا کہ ہر کھیتی کر
تھے وہ کامیاب ہیں لہٰذا
بنا بناؤ اور اس سے اپنے
یب خوردہ تصور کرو۔
عمل کرو عمل ۔ انجام پر
ہے اس کی طرف قدم ا
ری دو۔ میں تمہارے اعما

(نصائح) یاد رکھو
کے سہارے کلام کر
اتھ نازل ہوتے ہیں
رہ کیا گیا ہے" اور تم
۔ اس کی عبادت کے
لاف کرو۔ اس لئے
ہوشیار رہو کہ تمہار
یہ زبان اپنے مالک
وی سے فائدہ اٹھایا
رمنافق کا دل ہمیشہ
رتا ہے۔ اس کے
کے منہ میں آتا ہے

فاقہ ۔ فقر و احتیاج
لاواء ۔ شدت
محل ۔ عیب بیان کرے
استغشوا ۔ بدظن رہو
علم ۔ پرچم ہدایت (قرآن)
خروج من الحق ۔ ادا ءحق
وظائف ۔ ذمہ داریاں
حجیج ۔ دفاع کرنے والا
تورّد ۔ وارد ہو گیا
عدہ ۔ وعدہ
تہزیع ۔ توڑ دینا
تصریف ۔ الٹ پھیر
جموح ۔ منہ زوری کرنے والی

(۱) ایمان کی صحیح پہچان یہی ہے کہ صاحب ایمان قرآن کے آگے اپنی عقل و فکر پر اعتماد نہیں کرتا ہے بلکہ قرآنی احکام کے سامنے اپنی عقل و فکر کو ناقابل اعتبار قرار دیتا ہے اور یہی اس کے ایمان کی مکمل پہچان ہے جس سے گریز کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے

(۲) انسانی زندگی اور کردار میں زبان کی بنیادی حیثیت کا اعلان ان واقعات کے ذیل میں کیا گیا ہے۔

۱۔ زبان کو ہمیشہ ایک ہونا چاہیئے

۲۔ زبان کو بطور خزانہ استعمال ہونا چاہیئے۔

۳۔ زبان منہ زوری کا بدترین ذریعہ ہے لہٰذا اسے لگام بہرحال لگا کر رہنا چاہیئے۔

۴۔ زبان کے تحفظ کے بغیر تقویٰ کا کوئی امکان نہیں ہے۔

۵۔ مومن کی زبان دل کے پیچھے ہوتی ہے کہ وہ پہلے غور کرتا ہے اس کے بعد زبان کھولتا ہے۔

۶۔ مومن خیر کے علاوہ کسی موضوع کے بارے میں زبان نہیں کھولتا ہے۔

یاد رکھو! قرآن کے بعد کوئی کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا ہے اور قرآن سے پہلے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔ اپنی بیماریوں سے شفا حاصل کرو اور اپنی مصیبتوں میں اس سے مدد مانگو کہ اس میں بدترین بیماری کفر و نفاق اور گمراہی و بے راہ روی کا علاج بھی موجود ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ سے سوال کرو اور اس کی محبت کے وسیلہ سے اس کی طرف رخ کرو اور اس کے ذریعہ مخلوقات سے سوال نہ کرو۔ اس لئے کہ مالک کی طرف متوجہ ہونے کا اس کا جیسا کوئی وسیلہ نہیں ہے اور یاد رکھو کہ وہ ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت مقبول ہے اور ایسا بولنے والا ہے جس کی بات مصدقہ ہے۔ جس کے لئے قرآن روز قیامت سفارش کردے اس کے حق میں شفاعت قبول ہے اور جس کے عیب کو وہ بیان کردے اس کا عیب تصدیق شدہ ہے۔ روز قیامت ایک منادی آواز دے گا کہ ہر کھیتی کرنے والا اپنی کھیتی اور اپنے عمل کے انجام میں مبتلا ہے لیکن جو اپنے دل میں قرآن کا بیج بونے والے تھے وہ کامیاب ہیں لہٰذا تم لوگ انھیں لوگوں اور قرآن کی پیروی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ اسے مالک کی بارگاہ میں رہنما بناؤ اور اس سے اپنے نفس کے بارے میں نصیحت حاصل کرو اور اپنے خیالات کو متہم قرار دو اور اپنے خواہشات کو فریب خوردہ تصور کرو۔

عمل کرو عمل۔ انجام پر نگاہ رکھو انجام۔ استقامت سے کام لو استقامت اور احتیاط کرو احتیاط۔ تمھارے لئے ایک انتہا ہے اس کی طرف قدم آگے بڑھاؤ اور اللہ کی بارگاہ میں اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے احکام کی پابندی کے ساتھ حاضری دو۔ میں تمھارے اعمال کا گواہ بنوں گا اور روز قیامت تمھاری طرف سے وکالت کروں گا۔

(نصائح) یاد رکھو کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو فیصلہ خداوندی تھا وہ سامنے آچکا۔ میں خدائی وعدہ اور اس کی حجت کے سہارے کلام کر رہا ہوں "بیشک جن لوگوں نے خدا کو خدا مانا اور اسی بات پر قائم رہ گئے۔ ان پر ملائکہ اس بشارت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں کہ خبردار ڈرو نہیں اور پریشان مت ہو۔ تمھارے لئے اس جنت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے" اور تم لوگ تو خدا کو خدا کہہ چکے ہو تو اب اس کی کتاب پر قائم رہو اور اس کے امر کے راستہ پر ثابت قدم رہو۔ اس کی عبادت کے نیک راستہ پر جمے رہو اور اس سے خروج نہ کرو اور نہ کوئی بدعت ایجاد کرو اور نہ سنت سے خلاف کرو۔ اس لئے کہ اطاعت الٰہی سے نکل جانے والے کا رشتہ پروردگار سے روز قیامت ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد ہوشیار رہو کہ تمھارے اخلاق میں الٹ پھیر اور دل بدل نہ ہونے پائے۔ اپنی زبان کو ایک رکھو اور اسے محفوظ رکھو اس لئے کہ یہ زبان اپنے مالک سے بہت منہ زوری کرتی ہے۔ خدا کی قسم میں نے کسی بندۂ مومن کو نہیں دیکھا جس نے اپنے تقویٰ سے فائدہ اٹھایا ہو مگر یہ کہ اپنی زبان کو روک کر رکھا ہے۔ مومن کی زبان ہمیشہ اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے اور منافق کا دل ہمیشہ اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مومن جب بات کرنا چاہتا ہے تو پہلے دل میں غور و فکر کرتا ہے۔ اس کے بعد حرف خیر ہوتا ہے تو اس کا اظہار کرتا ہے ورنہ اسے دل ہی میں چھپا رہنے دیتا ہے لیکن منافق جو اس کے منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔ اسے اس بات کی فکر نہیں ہوتی ہے کہ میرے موافق ہے یا مخالف۔

لَـهُ، وَ مَـاذَا عَـلَيْهِ. وَ لَـقَدْ قَـالَ رَسُـولُ اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَ آلِـهِ -:
«لَا يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّىٰ يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ، وَ لَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتَّىٰ يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ». فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالَىٰ وَ هُوَ نَقِيُّ الرَّاحَةِ مِنْ دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَ أَمْوَالِهِمْ، سَلِيمُ اللِّسَانِ مِنْ أَعْرَاضِهِمْ، فَلْيَفْعَلْ.

تحريم البدع

وَاعْلَمُوا - عِبَادَ اللّٰهِ أَنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْتَحِلُّ الْعَامَ مَا اسْتَحَلَّ عَاماً أَوَّلَ، وَ يُحَرِّمُ الْعَامَ مَا حَرَّمَ عَاماً أَوَّلَ، وَ أَنَّ مَا أَحْدَثَ النَّاسُ لَا يُحِلُّ لَكُمْ شَيْئاً مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنَّ الْحَلَالَ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ، وَ الْحَرَامَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ. فَقَدْ جَرَّبْتُمُ الْأُمُورَ وَضَرَّسْتُمُوهَا، وَ وُعِظْتُمْ بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ ضُرِبَتِ الْأَمْثَالُ لَكُمْ، وَ دُعِيتُمْ إِلَى الْأَمْرِ الْوَاضِحِ، فَلَا يَصَمُّ عَنْ ذٰلِكَ إِلَّا أَصَمُّ، وَ لَا يَعْمَىٰ عَنْ ذٰلِكَ إِلَّا أَعْمَىٰ. وَ مَنْ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ وَ التَّجَارِبِ لَمْ يَنْتَفِعْ بِشَيْءٍ مِنَ الْعِظَةِ، وَ أَتَاهُ التَّقْصِيرُ مِنْ أَمَامِهِ، حَتَّىٰ يَعْرِفَ مَا أَنْكَرَ، وَ يُنْكِرَ مَا عَرَفَ. وَ إِنَّمَا النَّاسُ رَجُلَانِ: مُتَّبِعٌ شِرْعَةً، وَ مُبْتَدِعٌ بِدْعَةً، لَيْسَ مَعَهُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ بُرْهَانُ سُنَّةٍ، وَ لَا ضِيَاءُ حُجَّةٍ.

القرآن

وَ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَعِظْ أَحَداً بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ «حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِينُ» وَ سَبَبُهُ الْأَمِينُ، وَ فِيهِ رَبِيعُ الْقَلْبِ، وَ يَنَابِيعُ الْعِلْمِ، وَ مَا لِلْقَلْبِ جِلَاءٌ غَيْرُهُ، مَعَ أَنَّهُ قَدْ ذَهَبَ الْمُتَذَكِّرُونَ، وَ بَقِيَ النَّاسُونَ أَوِ الْمُتَنَاسُونَ. فَإِذَا رَأَيْتُمْ خَيْراً فَأَعِينُوا عَلَيْهِ، وَ إِذَا رَأَيْتُمْ شَرّاً فَاذْهَبُوا عَنْهُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ كَانَ يَقُولُ: «يَابْنَ آدَمَ، اعْمَلِ الْخَيْرَ وَدَعِ الشَّرَّ، فَإِذَا أَنْتَ جَوَادٌ قَاصِدٌ».

انواع الظلم

أَلَا وَ إِنَّ الظُّلْمَ ثَلَاثَةٌ: فَظُلْمٌ لَا يُغْفَرُ، وَ ظُلْمٌ لَا يُتْرَكُ، وَ ظُلْمٌ مَغْفُورٌ لَا يُطْلَبُ. فَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: «إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ». وَ أَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي يُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهُ عِنْدَ بَعْضِ الْهَنَاتِ. وَ أَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يُتْرَكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضاً. الْقِصَاصُ هُنَاكَ شَدِيدٌ، لَيْسَ هُوَ جَرْحاً بِالْمُدَىٰ وَ لَا ضَرْباً بِالسِّيَاطِ، وَ لٰكِنَّهُ مَا يُسْتَصْغَرُ ذٰلِكَ مَعَهُ. فَإِيَّاكُمْ وَالتَّلَوُّنَ فِي دِينِ اللّٰهِ، فَإِنَّ جَمَاعَةً فِيمَا تَكْرَهُونَ مِنَ الْحَقِّ، خَيْرٌ مِنْ فُرْقَةٍ

ضرستموها - آزمالیا ہے
اتیان من الامام - ظاہر ہونا
قاصد - مستقیم
ہنات - جمع ہنہ - معمولی شے
سیاط - جمع سوط کوڑا
فُرقہ - افتراق

(۱) انسانی زندگی میں تین عظیم سرمایہ ہوتے ہیں جن کا تحفظ ہر انسان کا فریضہ ہوتا ہے اور جن کا برباد کردینا شدید باز پرس کا سبب بن جاتا ہے ایک اس کی زندگی ہے اور ایک اس کا مال اور ایک اس کی آبرو۔
کھلی ہوئی بات ہے کہ جان اور مال کو عام طور سے ہاتھوں سے خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن آبرو کا سارا خطرہ زبان سے ہوتا ہے جہاں انسان دوسرے کی غیبت کرتا ہے۔ اس پر بہتان طرازی کرتا ہے۔ اسے غلط الفاظ اور القاب سے یاد کرتا ہے اور اس طرح اس کی کرامت اور عزت کے درپے ہوجاتا ہے۔ اسلئے امیرالمومنینؑ نے اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان جس قدر آبرو کی قدروقیمت کا احساس کرے اس قدر زبان کو اپنے قابو میں رکھے کہ اس کا پہلا حملہ آبرو ہی پر ہوتا ہے اور اس کا زخم آسانی سے مندمل بھی نہیں ہوتا۔
اور اسی نکتہ کی طرف سرکار دو عالمؐ کی مذکورہ حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ زبان کی استقامت دل کی استقامت کی علامت ہے ورنہ اگر دل میں کجی پیدا ہوگئی تو زبان کے سیدھے ہونے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ "کسی شخص کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا ہے جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور کسی شخص کا دل درست نہیں ہو سکتا ہے جب تک اس کی زبان درست نہ ہو۔ اب جو شخص بھی اپنے پروردگار سے اس عالم میں ملاقات کر سکتا ہے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک ہو اور اس کی زبان ان کی آبرو ریزی سے محفوظ ہو تو اسے بہر حال ایسا ضرور کرنا چاہئے۔

(بدعتوں کی ممانعت) یاد رکھو کہ مرد مومن اس سال اسی چیز کو حلال کہتا ہے کہ جسے لگے سال حلال کہہ چکا ہے اور اس سال اسی شے کو حرام قرار دیتا ہے جسے پچھلے سال حرام قرار دے چکا ہے۔ اور لوگوں کی بدعتیں اور ان کی ایجادات حرام الٰہی کو حلال نہیں بنا سکتی ہیں۔ حلال و حرام وہی ہے جسے پروردگار نے حلال و حرام کہہ دیا ہے۔ تم نے تمام امور کو آزما لیا ہے اور سب کا باقاعدہ تجربہ کر لیا ہے اور تمھیں پہلے والوں کے حالات سے نصیحت بھی کی جا چکی ہے اور ان کی مثالیں بھی بیان کی جا چکی ہیں اور ایک واضح امر کی دعوت بھی دی جا چکی ہے کہ اب اس معاملہ میں بہرہ پن اختیار نہیں کرے گا مگر وہی جو واقعاً بہرہ ہو اور اندھا نہیں بنے گا مگر وہی جو واقعاً اندھا ہو اور پھر جسے بلائیں اور تجربات فائدہ نہ دے سکیں اسے نصیحتیں کیا فائدہ دیں گی۔ اس کے سامنے صرف کوتاہیاں ہی رہیں گی جن کے نتیجہ میں برائیوں کو اچھا اور اچھائیوں کو برا سمجھنے لگے گا۔

لوگ دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ یا وہ جو شریعت کا اتباع کرتے ہیں یا وہ جو بدعتوں کی ایجاد کرتے ہیں اور ان کے پاس نہ سنت کی کوئی دلیل ہوتی ہے اور نہ حجت پروردگار کی کوئی روشنی۔

(قرآن) پروردگار نے کسی شخص کو قرآن سے بہتر کوئی نصیحت نہیں فرمائی ہے۔ کہ یہی خدا کی مضبوط رسی اور اس کا امانت دار وسیلہ ہے۔ اس میں دلوں کی بہار کا سامان اور علم کے سرچشمے ہیں اور دل کی جلا اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب اگرچہ نصیحت حاصل کرنے والے جا چکے ہیں اور صرف بھول جانے والے یا بھلا دینے والے باقی رہ گئے ہیں لیکن پھر بھی تم کوئی خیر دیکھو تو اس پر لوگوں کی مدد کرو اور کوئی شر دیکھو تو اس سے دور ہو جاؤ کہ رسول اکرمؐ برابر فرمایا کرتے تھے "فرزند آدم خیر پر عمل کر اور شر کو نظر انداز کر دے تاکہ بہترین نیک کردار اور میانہ رو ہو جائے۔

(اقسام ظلم) یاد رکھو کہ ظلم کی تین قسمیں ہیں۔ وہ ظلم جس کی بخشش نہیں ہے اور وہ ظلم جسے چھوڑا نہیں جا سکتا ہے اور وہ ظلم جس کی بخشش ہو جاتی ہے اور اس کا مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔

وہ ظلم جس کی بخشش نہیں ہے وہ اللہ کا شریک قرار دینا ہے کہ پروردگار نے خود اعلان کر دیا ہے کہ اس کا شریک قرار دینے والے کی مغفرت نہیں ہو سکتی ہے اور وہ ظلم جو معاف کر دیا جاتا ہے وہ انسان کا اپنے نفس پر ظلم ہے معمولی گناہوں کے ذریعہ۔ اور وہ ظلم جسے چھوڑا نہیں جا سکتا ہے۔ وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ یہاں قصاص بہت سخت ہے اور یہ صرف چھری کا زخم اور تازیانہ کی مار نہیں بلکہ ایسی سزا ہے جس کے سامنے یہ سب بہت معمولی ہیں لہٰذا خبردار دین خدا میں رنگ بدلنے کی روش اختیار مت کرو کہ جس حق کو تم ناپسند کرتے ہو اس پر متحد رہنا اس باطل

۱؎ اسلام کے حلال و حرام دو قسم کے ہیں۔ بعض امور وہ ہیں جنھیں مطلق طور پر حلال یا حرام قرار دیا گیا ہے ان میں تغیر کا کوئی امکان نہیں ہے اور انھیں بدلنے والا دین خدا میں دخل اندازی کرنے والا ہے جو خود ایک طرح کا کفر ہے۔ اگرچہ بظاہر اس کا نام کفر یا شرک نہیں ہے۔

اور بعض امور وہ ہیں جن کی حلیت یا حرمت حالات کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا حکم حالات کے بدلنے کے ساتھ خود ہی بدل جائے گا۔ اس میں کسی کے بدلنے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے۔ ایک مسلمان اور غیر مسلم یا ایک مومن اور غیر مومن کا فرق یہی ہے کہ مسلمان اوامر الٰہیہ کا مکمل اتباع کرتا ہے اور کافر یا منافق ان احکام کو اپنے مصالح اور منافع کے مطابق بدل لیتا ہے اور اس کا نام مصلحت اسلام یا مصلحت مسلمین رکھ دیتا ہے۔

فِيمَا تَجِيئُونَ مِنَ الْبَاطِلِ. وَ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يُعْطِ أَحَداً بِفُرْقَةٍ خَيْراً مِمَّنْ مَضَىٰ. وَ لَا مِمَّنْ بَقِيَ.

لزوم الطاعة

يَا أَيُّهَا النَّاسُ «طُوبَىٰ لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ»، وَ طُوبَىٰ لِمَنْ لَزِمَ بَيْتَهُ، وَ أَكَلَ قُوتَهُ، وَاشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهِ، «وَ بَكَىٰ عَلَىٰ خَطِيئَتِهِ» فَكَانَ مِنْ نَفْسِهِ فِي شُغُلٍ، وَالنَّاسُ مِنْهُ فِي رَاحَةٍ! [1]

۱۷۷

و من كلام له (عليه السلام)

في معنى الحكمين

فَأَجْمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلَىٰ أَنْ اخْتَارُوا رَجُلَيْنِ، فَأَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَنْ يُجَعْجِعَا عِنْدَ الْقُرْآنِ، وَ لَا يُجَاوِزَاهُ، وَ تَكُونَ أَلْسِنَتُهُمَا مَعَهُ وَ قُلُوبُهُمَا تَبَعَهُ، فَتَاهَا عَنْهُ، وَ تَرَكَا الْحَقَّ وَ هُمَا يُبْصِرَانِهِ، وَ كَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا، وَ الِاعْوِجَاجُ رَأْيَهُمَا. وَ قَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكْمِ بِالْعَدْلِ وَ الْعَمَلِ بِالْحَقِّ سُوءَ رَأْيِهِمَا وَ جَوْرَ حُكْمِهِمَا (رأيهما). وَ الثِّقَةُ فِي أَيْدِينَا لِأَنْفُسِنَا، حِينَ خَالَفَا سَبِيلَ الْحَقِّ، وَ أَتَيَا بِمَا لَا يُعْرَفُ مِنْ مَعْكُوسِ الْحُكْمِ.

۱۷۸

و من خطبة له (عليه السلام)

في الشهادة و التقوى

لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ، وَ لَا يُغَيِّرُهُ زَمَانٌ، وَ لَا يَحْوِيهِ مَكَانٌ، وَ لَا يَصِفُهُ لِسَانٌ، وَ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ وَ لَا نُجُومِ السَّمَاءِ، وَ لَا سَوَافِي الرِّيحِ فِي الْهَوَاءِ، وَ لَا دَبِيبُ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا، وَ لَا مَقِيلُ الذَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ. يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْأَوْرَاقِ، وَ خَفِيَّ طَرْفِ الْأَحْدَاقِ. وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ غَيْرَ مَعْدُولٍ بِهِ، وَ لَا مَشْكُوكٍ فِيهِ، وَ لَا مَكْفُورٍ دِينُهُ، وَ لَا مَجْحُودٍ تَكْوِينُهُ، شَهَادَةَ مَنْ

يجعجع - ٹھہر جائے
لایعزب - مخفی نہیں ہے
سوافی - اڑا دینے والی
صفا - چکنا پتھر
ذر - چیونٹی
طرف الاحداق - پلکوں کا جھپکنا
معدول - جس کا مثل قرار دیا جائے
تکوین - تخلیق

[1] یہ ان لوگوں کو ہدایت ہے جو گھر سے باہر نکلتے ہیں تو اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے عیوب دریافت کریں اور پھر ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرکے سماج میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کریں اور خلق خدا کو چین سے نہ بیٹھنے دیں ورنہ وہ شخص جو اصلاح خلق اور امداد باہمی کے لئے گھر سے باہر نکلتا ہے۔ اس کا نکلنا ہی پروردگار کی نگاہ میں محبوب ہے اور اس کا گھر میں بیٹھ جانا ہی معاشرہ کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے جسے دین اسلام کسی قیمت پر قبول نہیں کر سکتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۷۷ تاریخ طبری ۵ ص ۴۸ حوادث ۳۷ھ

مصادر خطبہ ۱۷۸ عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی، بحار الانوار ۷۷، ص ۳۰۷، خصال صدوق ۲ ص ۱۶۳ ربیع الابرار زمخشری ۱ ص ۱۶۲، نہایۃ ابن اثیر ۳ ص ۲۸۲، المجلس مفید ص ۱۲۶، البیان والتبیین جاحظ

پر چل کر منتشر ہو جانے سے بہرحال بہتر ہے جسے تم پسند کرتے ہو۔ پروردگار نے افتراق و انتشار میں کسی کو کوئی خیر نہیں دیا ہے نہ ان لوگوں میں جو چلے گئے اور نہ ان میں جو باقی رہ گئے ہیں۔

لوگو! خوش نصیب ہے وہ جسے اپنا عیب دوسروں کے عیب پر نظر کرنے سے مشغول کر لے اور قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اپنا رزق کھائے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا رہے اور اپنے گناہوں پر گریہ کرتا رہے۔ وہ اپنے نفس میں مشغول رہے اور لوگ اس کی طرف سے مطمئن رہیں (۱)

۱۷۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(صفین کے بعد حکمین کے بارے میں)

تمہاری جماعت[۱] ہی نے دو آدمیوں کے انتخاب پر اتفاق کر لیا تھا۔ میں نے تو ان دونوں سے شرط کر لی تھی کہ قرآن کی حدوں پر توقف کریں گے اور اس سے تجاوز نہیں کریں گے۔ ان کی زبان اس کے ساتھ رہے گی اور وہ اسی کا اتباع کریں گے لیکن وہ دونوں بھٹک گئے اور حق کو دیکھ بھال کر نظر انداز کر دیا۔ ظلم ان کی آرزو تھا اور کج فہمی ان کی رائے جب کہ اس بدترین رائے اور اس ظالمانہ فیصلہ سے پہلے ہی میں نے یہ شرط کر دی تھی کہ عدالت کے ساتھ فیصلہ کریں گے اور حق کے مطابق عمل کریں گے لہٰذا اب میرے پاس اپنے حق میں حجت و دلیل موجود ہے کہ ان لوگوں نے راہ حق سے اختلاف کیا ہے اور طے شدہ قرارداد کے خلاف الٹا حکم کیا ہے۔

۱۷۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(شہادت ایمان اور تقویٰ کے بارے میں)

نہ اس پر کوئی حالت طاری ہو سکتی ہے اور نہ اسے کوئی زمانہ بدل سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی مکان حاوی ہو سکتا ہے اور نہ اس کی توصیف ہو سکتی ہے۔ اس کے علم سے نہ بارش کے قطرے مخفی ہیں اور نہ آسمان کے ستارے۔ نہ فضاؤں میں ہوا کے جھکڑ مخفی ہیں اور نہ پتھروں پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور نہ اندھیری رات میں اس کی پناہ گاہ۔ وہ پتوں کے گرنے کی جگہ بھی جانتا ہے اور آنکھ کے دزدیدہ اشارے بھی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمسر و عدیل ہے اور نہ اس میں کسی طرح کا شک ہے۔ نہ اس کے دین کا انکار ہو سکتا ہے اور نہ اس کی تخلیق سے انکار کیا جا سکتا ہے۔

---

[۱] جب معاویہ نے صفین میں اپنے لشکر کو ہارتے ہوئے دیکھا تو نیزوں پر قرآن بلند کر دیا کہ ہم قرآن سے فیصلہ چاہتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ یہ صرف مکاری اور غداری ہے ورنہ میں تو خود ہی قرآن ناطق ہوں۔ مجھ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے لیکن شام کے نمک خوار اور ضمیر فروش سپاہیوں نے ہنگامہ کر دیا اور حضرت کو مجبور کر دیا کہ دو افراد کو حکم بنا کر ان سے فیصلہ کرائیں۔ آپ نے اپنی طرف سے ابن عباس کو پیش کیا لیکن ظالموں نے اسے بھی نہ مانا۔ بالآخر آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی فیصلہ کرے لیکن قرآن کے حدود سے آگے نہ بڑھے کہ میں نے قرآن ہی کے نام پر جنگ کو موقوف کیا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ کچھ نہ ہو سکا اور عمرو عاص کی عیاری نے آپ کے خلاف فیصلہ کرا دیا اور اس طرح اسلام ایک عظیم فتنہ سے دوچار ہو گیا لیکن آپ کا عذر واضح رہا کہ میں نے فیصلہ میں قرآن کی شرط کی تھی اور یہ فیصلہ قرآن سے نہیں ہوا ہے لہٰذا مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

صَدَقَتْ نِيَّتُهُ، وَ صَفَتْ دِخْلَتُهُ وَ خَلَصَ يَقِينُهُ، وَ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ. وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ الْمُجْتَبَىٰ مِنْ خَلَائِقِهِ، وَ الْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَائِقِهِ، وَ الْمُخْتَصُّ بِعَقَائِلِ كَرَامَاتِهِ. وَ الْمُصْطَفَىٰ لِكَرَائِمِ (المكارم) رِسَالَاتِهِ، وَ الْمُوَضَّحَةُ بِهِ أَشْرَاطُ الْهُدَىٰ، وَ الْمَجْلُوُّ بِهِ غِرْبِيبُ الْعَمَىٰ.

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الدُّنْيَا تَغُرُّ الْمُؤَمِّلَ لَهَا وَ الْمُخْلِدَ إِلَيْهَا، وَ لَا تَنْفَسُ بِمَنْ نَافَسَ فِيهَا، وَ تَغْلِبُ مَنْ غَلَبَ عَلَيْهَا. وَ ايْمُ اللَّهِ، مَا كَانَ قَوْمٌ قَطُّ فِي غَضِّ نِعْمَةٍ مِنْ عَيْشٍ فَزَالَ عَنْهُمْ إِلَّا بِذُنُوبٍ اجْتَرَحُوهَا، لِأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ «بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ». وَ لَوْ أَنَّ النَّاسَ حِينَ تَنْزِلُ بِهِمُ النِّقَمُ، وَ تَزُولُ عَنْهُمُ النِّعَمُ، فَزِعُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ بِصِدْقٍ مِنْ نِيَّاتِهِمْ، وَ وَلَهٍ مِنْ قُلُوبِهِمْ، لَرَدَّ عَلَيْهِمْ كُلَّ شَارِدٍ، وَ أَصْلَحَ لَهُمْ كُلَّ فَاسِدٍ. وَ إِنِّي لَأَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ أَنْ تَكُونُوا فِي فَتْرَةٍ. وَ قَدْ كَانَتْ أُمُورٌ مَضَتْ مِلْتُمْ فِيهَا مَيْلَةً، كُنْتُمْ فِيهَا عِنْدِي غَيْرَ مَحْمُودِينَ، وَ لَئِنْ رُدَّ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ إِنَّكُمْ لَسُعَدَاءُ. وَ مَا عَلَيَّ إِلَّا الْجُهْدُ، وَ لَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ: عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ!

دِخلہ - باطن
مجتبیٰ - منتخب
عیمہ - چاہوا مال
معتام - منتخب
عقائل - بلندترین
کرامات - معجزات و درجات
اشراط - علامات
غربیب - سیاہ ترین
مخلد - مائل
لاتنفس - بخل نہیں کرتی ہے
غض - شاداب
اجتراح - ارتکاب
فترہ - جہالت و فریب
رویّہ - فکر
ہمہ - اہتمام
جارحہ - عضو
جفا - سختی اور ظلم
تعنو - ذلیل نظر آتے ہیں
وجب - لرزگیا

۱۷۹

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و قد سأله ذعلب اليمانی فقال: هل رأيت ربک يا أمير المؤمنين؟

فقال ﴿عليه السلام﴾: أفأعبد ما لا أرى؟ فقال: و كيف تراه؟ فقال:

لَا تُدْرِكُهُ الْعُيُونُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ، وَ لٰكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ. قَرِيبٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ غَيْرَ مُلَابِسٍ، بَعِيدٌ مِنْهَا غَيْرَ مُبَايِنٍ، مُتَكَلِّمٌ لَا بِرَوِيَّةٍ، مُرِيدٌ لَا بِهِمَّةٍ، صَانِعٌ لَا بِجَارِحَةٍ لَطِيفٌ لَا يُوصَفُ بِالْخَفَاءِ، كَبِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْجَفَاءِ، بَصِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْحَاسَّةِ، رَحِيمٌ لَا يُوصَفُ بِالرِّقَّةِ. تَعْنُو الْوُجُوهُ لِعَظَمَتِهِ، وَ تَجِبُ الْقُلُوبُ مِنْ مَخَافَتِهِ.

مصادر خطبہ ۱۷۹ اصول کافی ۱ ص ۱۳۸، توحید صدوقؒ ص ۹۶، ص ۳۲۰، ص ۳۲۴، امالی صدوقؒ ص ۲۰۵، ارشاد مفیدؒ ص ۱۳۱، اختصاص مفیدؒ ص ۲۳۶
تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۱۵۶، البدء والتاریخ مقدسی ۱ ص ۴۳

شہادت اس شخص کی ہے جس کی نیت سچی ہے اور باطن صاف ہے اس کا یقین خالص ہے اور میزان عمل گرانبار۔

اور پھر میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور تمام مخلوقات میں منتخب رسول ہیں۔ انھیں حقائق کی تشریح کے لئے چنا گیا ہے اور بہترین شرافتوں سے مخصوص کیا گیا ہے۔ عظیم ترین پیغامات کے لئے ان کا انتخاب ہوا ہے اور ان کے ذریعہ ہدایت کی علامات کی وضاحت کی گئی ہے اور گمراہی کی تاریکیوں کو دور کیا گیا ہے۔

لوگو! یاد رکھو یہ دنیا اپنے سے لو لگانے والے اور اپنی طرف کھنچ جانے والے کو ہمیشہ دھوکہ دیا کرتی ہے۔ جو اس کا خواہش مند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی ہے اور جو اس پر غالب آجاتا ہے اس پر قابو پالیتی ہے۔ خدا کی قسم کوئی بھی قوم جو نعمتوں کی تر و تازہ اور شاداب زندگی میں تھی اور پھر اس کی وہ زندگی زائل ہوگئی ہے تو اس کا کوئی سبب سوائے ان گناہوں کے نہیں ہے جن کا ارتکاب[1] اس قوم نے کیا ہے۔ اس لئے کہ پروردگار اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ پھر بھی جن لوگوں پر عتاب نازل ہوتا ہے اور نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں اگر صدق نیت اور توجہ قلب کے ساتھ پروردگار کی بارگاہ میں فریاد کریں تو وہ گئی ہوئی نعمتوں کو واپس کر دے گا اور بگڑے کاموں کو بنا دے گا۔ میں تمھارے بارے میں اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں تم جہالت اور نادانی میں نہ پڑ جاؤ۔ کتنے ہی معاملات ایسے گذر چکے ہیں جن میں تمھارا جھکاؤ اس رخ کی طرف تھا جس میں تم قطعاً قابل تعریف نہیں تھے۔ اب اگر تمھیں پہلے کی روش کی طرف پلٹا دیا جائے تو پھر نیک بخت ہو سکتے ہو لیکن میری ذمہ داری صرف محنت کرنا ہے اور اگر میں کہنا چاہوں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ پروردگار گذشتہ معاملات سے درگذر فرمائے۔

۱۷۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب ذعلب یمانی نے دریافت کیا کہ یا امیرالمومنینؑ کیا آپ نے اپنے خدا کو دیکھا ہے تو فرمایا کیا میں ایسے خدا کی عبادت کر سکتا ہوں جسے دیکھا بھی نہ ہو۔ عرض کی مولا! اسے کس طرح دیکھا جا سکتا ہے۔؟ فرمایا:)

اسے نگاہیں آنکھوں کے مشاہدہ سے نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ اس کا ادراک دلوں کو حقائق ایمان کے سہارے حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہر شے سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کی بنا پر نہیں اور دور بھی ہے لیکن علیحدگی کی بنیاد پر نہیں۔ وہ کلام کرتا ہے لیکن فکر کا محتاج نہیں اور وہ ارادہ کرتا ہے لیکن سوچنے کی ضرورت نہیں رکھتا۔ وہ بلا اعضاء و جوارح کے صانع ہے اور بلا پوشیدہ ہوئے لطیف ہے۔ ایسا بڑا ہے جو چھوٹوں پر ظلم نہیں کرتا ہے اور ایسا بصیر ہے جس کے پاس حواس نہیں ہیں اور اس کی رحمت میں دل کی نرمی شامل نہیں ہے۔ تمام چہرے اس کی عظمت کے سامنے ذلیل و خوار ہیں اور تمام قلوب اس کے خوف سے لرز رہے ہیں۔

[1] بعض حضرات نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر افراد کا زوال صرف گناہوں کی بنیاد پر ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دنیا میں بے شمار بدترین قسم کے گنہگار پائے جاتے ہیں لیکن ان کی زندگی میں راحت و آرام، تقدم اور ترقی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہوں کا راحت و آرام یا رنج و الم میں کوئی دخل نہیں ہے اور ان مسائل کے اسباب کسی اور شے میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا واضح سا جواب یہ ہے کہ امیرالمومنینؑ نے افراد کا ذکر نہیں کیا ہے۔ قوم کا ذکر کیا ہے اور قوموں کی تاریخ گواہ ہے کہ ان کا زوال ہمیشہ انفرادی یا اجتماعی گناہوں کی بنا پر ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس قوم نے شکر خدا نہیں ادا کیا وہ صفحۂ ہستی سے نابود ہوگئی اور جس قوم نے نعمت کی فراوانی کے باوجود شکر خدا سے انحراف نہیں کیا اس کا ذکر آج تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔!

۱۸۰

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في ذم العاصين من أصحابه

أَحْمَدُ اللّٰهَ عَلَىٰ مَا قَضَىٰ مِنْ أَمْرٍ، وَ قَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ، وَ عَلَىٰ ابْتِلَائِي بِكُمْ أَيَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِي إِذَا أَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ، وَ إِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ. إِنْ أُمْهِلْتُمْ خُضْتُمْ، وَ إِنْ حُورِبْتُمْ خُرْتُمْ. وَ إِنِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَىٰ إِمَامٍ طَعَنْتُمْ، وَ إِنْ أُجِئْتُمْ إِلَىٰ مُشَاقَّةٍ نَكَصْتُمْ. لَا أَبَا لِغَيْرِكُمْ! مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ وَ الْجِهَادِ عَلَىٰ حَقِّكُمْ؟ الْمَوْتَ أَوِ الذُّلَّ لَكُمْ؟ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ جَاءَ يَوْمِي - وَلَيَأْتِيَنِّي - لَيُفَرِّقَنَّ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَ أَنَا لِصُحْبَتِكُمْ قَالٍ، وَ بِكُمْ غَيْرُ كَثِيرٍ. لِلّٰهِ أَنْتُمْ! أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ! وَ لَا حَمِيَّةٌ تَشْحَذُكُمْ! أَوَلَيْسَ عَجَباً أَنَّ مُعَاوِيَةَ يَدْعُو الْجُفَاةَ الطَّغَامَ فَيَتَّبِعُونَهُ عَلَىٰ غَيْرِ مَعُونَةٍ وَ لَا عَطَاءٍ، وَ أَنَا أَدْعُوكُمْ - وَ أَنْتُمْ تَرِيكَةُ الْإِسْلَامِ، وَ بَقِيَّةُ النَّاسِ - إِلَىٰ الْمَعُونَةِ أَو طَائِفَةٍ مِنَ الْعَطَاءِ، فَتَفَرَّقُونَ عَنِّي وَ تَخْتَلِفُونَ عَلَيَّ؟ إِنَّهُ لَا يَخْرُجُ إِلَيْكُمْ مِنْ أَمْرِي رِضىً فَتَرْضَوْنَهُ، وَ لَا سُخْطٌ فَتَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ، وَ إِنَّ أَحَبَّ مَا أَنَا لَاقٍ إِلَيَّ الْمَوْتُ! قَدْ دَارَسْتُكُمُ الْكِتَابَ، وَ فَاتَحْتُكُمُ الْحِجَاجَ، وَ عَرَّفْتُكُمْ مَا أَنْكَرْتُمْ، وَ سَوَّغْتُكُمْ مَا مَجَجْتُمْ، لَوْ كَانَ الْأَعْمَىٰ يَلْحَظُ، أَوِ النَّائِمُ يَسْتَيْقِظُ! وَ أَقْرِبْ بِقَوْمٍ مِنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ قَائِدُهُمْ مُعَاوِيَةُ! وَ مُؤَدِّبُهُمُ ابْنُ النَّابِغَةِ!

اُمہلتم - مہلت دیدی جائے
شاقہ - قطع تعلق
نکصتم - الٹے پاؤں پلٹ گئے
قال - ناراض
غیر کثیر بکم - مختصر اعوان وانصار
شحذ - تیز کیا
جفاۃ - تندخو
طغام - ذلیل افراد
معونہ - امداد
تریکہ - شتر مرغ کا انڈا بچہ نکل جانے کے بعد
دارستکم - پڑھ کر سنا دیا
سوغتکم - گوارا بنایا
مججتم - تھوک دیا
اقرب بقوم - کس قدر قریب ہے
قطنوا - قیام کیا
ظعنوا - کوچ کر گئے

(لہ) یہ کمال ادب وکرامت ہے ورنہ عرب ایسے مواقع پر "لاابالکم" کہا کرتے ہیں اور اس طرح انسان کی حقارت وجہالت کا اعلان کیا کرتے ہیں۔

۱۸۱

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و قد أرسل رجلاً من أصحابه، يعلم له علم أحوال قوم من جند الكوفة، قد هموا باللحاق بالخوارج، وكانوا على خوف منه ﴿عليه السلام﴾، فلما عاد إليه الرجل قال له: «آمِنُوا فَقَطَنُوا، أم جبنوا فَظَعَنُوا؟» فقال الرجل: بل ظَعَنُوا يا أمير المؤمنين. فقال ﴿عليه السلام﴾:

مصادر خطبہ نمبر ۱۸۰ الغارات ابن ہلال الثقفی، تاریخ طبری ۶ ص۶۰، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۱۸۸
مصادر خطبہ نمبر ۱۸۱ الغارات ابن ہلال الثقفی، تاریخ طبری ۶ ص۶۵

۱۸۰ - آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

میں خدا کا شکر کرتا ہوں ان امور پر جو گذر گئے اور ان افعال پر جو اس نے مقدر کر دیئے اور اپنے تمہارے ساتھ مبتلا ہونے پر بھی اے وہ گروہ جسے میں حکم دیتا ہوں تو اطاعت نہیں کرتا ہے اور آواز دیتا ہوں تو لبیک نہیں کہتا ہے۔ تمہیں مہلت دے دی جاتی ہے تو خوب باتیں بناتے ہو اور جنگ میں شامل کر دیا جاتا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ لوگ کسی امام پر اجتماع کرتے ہیں تو اعتراضات کرتے ہو اور گھیر کر مقابلہ کی طرف لائے جاتے ہو تو فرار اختیار کر لیتے ہو۔

تمہارے دشمنوں کا برا ہو آخر تم میری نصرت اور اپنے حق کے لئے جہاد میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ موت کا یا ذلت کا؟ خدا کی قسم اگر میرا دن آگیا جو بہر حال آنے والا ہے تو میرے تمہارے درمیان اس حال میں جدائی ہوگی کہ میں تمہاری صحبت سے دل برداشتہ ہوں گا اور تمہاری موجودگی سے کسی کثرت کا احساس نہ کروں گا۔

خدا تمہارا بھلا کرے! کیا تمہارے پاس کوئی دین نہیں ہے[1] جو تمہیں متحد کر سکے اور نہ کوئی غیرت ہے جو تمہیں آمادہ کر سکے؟ کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ معاویہ اپنے ظالم اور بدکار ساتھیوں کو آواز دیتا ہے تو کسی امداد اور عطا کے بغیر بھی اس کی اطاعت کر لیتے ہیں اور میں تم کو دعوت دیتا ہوں اور تم سے عطیہ کا وعدہ بھی کرتا ہوں تو تم مجھ سے الگ ہو جاتے ہو اور میری مخالفت کرتے ہو۔ حالانکہ اب تمہیں اسلام کا اثر کہ اور اس کے باقی ماندہ افراد ہو۔ افسوس کہ تمہاری طرف نہ میری رضامندی کی کوئی بات ایسی آتی ہے جس سے تم راضی ہو جاؤ اور نہ میری ناراضگی کا کوئی مسئلہ ایسا آتا ہے جس سے تم بھی ناراض ہو جاؤ۔ اب تو میرے لئے محبوب ترین شے جس سے میں ملنا چاہتا ہوں صرف موت ہی ہے۔ میں نے تمہیں کتاب خدا کی تعلیم دی۔ تمہارے سامنے کھلے ہوئے دلائل پیش کئے۔ جسے تم نہیں پہچانتے تھے اسے پہچنوایا اور جسے تم تھوک دیا کرتے تھے اسے خوشگوار بنایا۔ مگر یہ سب اس وقت کار آمد ہے جب اندھے کو کچھ دکھائی دے اور سوتا ہوا بیدار ہو جائے۔ وہ قوم جہالت سے کس قدر قریب ہے جس کا قائد معاویہ ہو اور اس کا ادب سکھانے والا نابغہ کا بیٹا ہو۔

۱۸۱ - آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ نے ایک شخص کو اس کی تحقیق کے لئے بھیجا — جو خوارج سے ملنا چاہتی تھی اور حضرت سے خوفزدہ تھی اور وہ شخص پلٹ کر آیا تو آپ نے سوال کیا کہ کیا وہ لوگ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے ہیں یا بزدلی کا مظاہرہ کر کے نکل پڑے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ کوچ کر چکے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:)

[1] انسان کے پاس دو ہی سرمایہ ہیں جو اسے شرافت کی دعوت دیتے ہیں۔ دیندار کے پاس دین اور آزاد منش کے پاس غیرت۔ مگر افسوس کہ امیرالمومنینؑ کے اطراف جمع ہو جانے والے افراد کے پاس نہ دین تھا اور نہ قومی شرافت کا احساس۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی قوم سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے اور نہ وہ کسی وفاداری کا اظہار کر سکتی ہے۔
کس قدر افسوس ناک یہ بات ہے کہ عالم اسلام میں معاویہ اور عمرو عاص کی بات سنی جائے اور نفس رسولؐ کی بات کو ٹھکرا دیا جائے بلکہ اس سے جنگ کی جائے۔ کیا اس کے بعد بھی کسی غیرت دار انسان کو زندگی کی آرزو ہو سکتی ہے اور وہ اس زندگی سے دل لگا سکتا ہے۔ امیرالمومنینؑ کے اس فقرہ میں کہ "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" بے پناہ درد پایا جاتا ہے۔ جس میں ایک طرف اپنی شہادت اور قربانی کے ذریعہ کامیابی کا اعلان ہے اور دوسری طرف اس بے غیرت قوم سے جدائی کی مسرت کا اظہار بھی پایا جاتا ہے کہ انسان ایسی قوم سے نجات حاصل کر لے اور اس انداز سے حاصل کر لے کہ اس پر کوئی الزام نہ ہو بلکہ وہ معرکۂ حیات میں کامیاب رہے۔

«بُعْداً لَهُمْ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ»! أَمَا لَوْ أُشْرِعَتِ الْأَسِنَّةُ إِلَيْهِمْ، وَصُبَّتِ السُّيُوفُ عَلَىٰ هَامَاتِهِمْ، لَقَدْ نَدِمُوا عَلَىٰ مَا كَانَ مِنْهُمْ. إِنَّ الشَّيْطَانَ الْيَوْمَ قَدِ اسْتَفَلَّهُمْ، وَ هُوَ غَداً مُتَبَرِّئٌ مِنْهُمْ، وَ مُتَخَلٍّ عَنْهُمْ. فَحَسْبُهُمْ بِخُرُوجِهِمْ مِنَ الْهُدَىٰ، وَارْتِكَاسِهِمْ فِي الضَّلَالِ وَ الْعَمَىٰ، وَ صَدِّهِمْ عَنِ الْحَقِّ، وَ جِمَاحِهِمْ فِي التِّيهِ.

۱۸۲

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

روى عن نوف البكالي قال: خطبنا بهذه الخطبة أمير المؤمنين عليّ ﴿عليه السلام﴾ بالكوفة و هو قائم على حجارة، نصبها له جعدة بن هبيرة المخزومي، و عليه مِدْرَعَةٌ مِن صُوف و حمائلُ سيفه لِيفٌ، و في رجليه نعلان من لِيفٍ، و كأنّ جبينه ثَفِنَةُ بعيرٍ من أثر السجود. فقال ﴿عليه السلام﴾:

حمد الله و استعانته

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي إِلَيْهِ مَصَائِرُ الْخَلْقِ، وَ عَوَاقِبُ الْأَمْرِ. نَحْمَدُهُ عَلَىٰ عَظِيمِ إِحْسَانِهِ، وَ نَيِّرِ بُرْهَانِهِ، وَ نَوَامِي فَضْلِهِ وَ امْتِنَانِهِ، حَمْداً يَكُونُ لِحَقِّهِ قَضَاءً، وَ لِشُكْرِهِ أَدَاءً، وَ إِلَىٰ ثَوَابِهِ مُقَرِّباً، وَ لِحُسْنِ مَزِيدِهِ مُوجِباً. وَ نَسْتَعِينُ بِهِ اسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِفَضْلِهِ، مُؤَمِّلٍ لِنَفْعِهِ، وَاثِقٍ بِدَفْعِهِ، مُعْتَرِفٍ لَهُ بِالطَّوْلِ، مُذْعِنٍ لَهُ بِالْعَمَلِ وَ الْقَوْلِ. وَ نُؤْمِنُ بِهِ إِيمَانَ مَنْ رَجَاهُ مُوقِناً، وَ أَنَابَ إِلَيْهِ مُؤْمِناً، وَ خَنَعَ لَهُ مُذْعِناً، وَ أَخْلَصَ لَهُ مُوَحِّداً، وَ عَظَّمَهُ مُمَجِّداً، وَ لَاذَ بِهِ رَاغِباً مُجْتَهِداً.

الله الواحد سبحانه و تعالى

لَمْ يُولَدْ سُبْحَانَهُ فَيَكُونَ فِي الْعِزِّ مُشَارَكاً، وَ لَمْ يَلِدْ فَيَكُونَ مَوْرُوثاً هَالِكاً. وَ لَمْ يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَ لَا زَمَانٌ، وَ لَمْ يَتَعَاوَرْهُ زِيَادَةٌ وَ لَا نُقْصَانٌ، بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُولِ بِمَا أَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيرِ الْمُتْقَنِ، وَ الْقَضَاءِ الْمُبْرَمِ فَمِنْ شَوَاهِدِ خَلْقِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ مُوَطَّدَاتٍ بِلَا عَمَدٍ، قَائِمَاتٍ

اشرعت - سیدھے کردئے جائیں
ہامات - سر
استفلھم - فرار کی دعوت دیدی ہے
ارتکاس - انقلاب
صدّ - اعراض
جماح - منہ زوری - سرکشی
تیہ - گمراہی
مدرعہ - لباس
ثفنہ - گھٹہ
نوامی - زائد
طَول - فضل وکرم
خنع - ذلیل ہوگیا
تیعاورہ - یکے بعد دیگرے طاری ہونا
موطدات - محکم

(۱) شیطان کی یہ خاص ادا ہے کہ پہلے انسان کو برائی اور گمراہی کی دعوت دیتا ہے اور جب انسان گمراہ ہوجاتا تو برائت اور بیزاری کا اعلان شروع کردیتا ہے -
اور یہی ادا ہر شیطان صفت لیڈر اور رہنما میں پائی جاتی ہے کہ پہلے قوم کو گمراہ کرتا ہے اور جب کام بگڑ جاتا ہے تو بیزاری کا اظہار کرکے الگ ہوجاتا ہے اور قوم اپنی غربت و حماقت کا مرثیہ پڑھتی رہتی ہے -

مصادر خطبہ ۱۸۲ عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی، نہایۃ ابن اثیر ۲ ص ۱۳۵ - ص ۱۹۸، بحار الانوار ۸ ص ۶۴۳، امالی صدوق ص ۳۶۳

خدا انھیں قوم ثمود[1] کی طرح غارت کردے۔ یاد رکھو جب نیزوں کی انیاں ان کی طرف سیدھی کردی جائیں گی اور تلواریں ان کے سروں پر برسنے لگیں گی تو انھیں اپنے کئے پر شرمندگی کا احساس ہوگا۔ آج شیطان نے انھیں منتشر کردیا ہے اور کل وہی ان سے الگ ہو کر برائت و بیزاری کا اعلان کرنے گا۔ اب ان کے لئے ہدایت سے نکل جانا۔ ضلالت اور گمراہی میں گر پڑنا۔ راہِ حق سے روک دینا اور گمراہی پر منہ زوری کرنا ہی ان کے تباہ ہونے کے لئے کافی ہے۔

۱۸۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک دن کوفہ میں ایک پتھر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا جسے جعدہ بن ہبیرہ مخزومی نے نصب کیا تھا اور اس وقت آپ اون کا ایک جبہ پہنے ہوئے تھے اور آپ کی تلوار کا پرتلہ بھی لیف خرما کا تھا اور پیروں میں لیف خرما ہی کی جوتیاں تھیں آپ کی پیشانی اقدس پر سجدوں کے گھٹے نمایاں تھے۔ فرمایا:

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کی طرف تمام مخلوقات کی بازگشت اور جملہ امور کی انتہا ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اس کے عظیم احسان، واضح دلائل اور بڑھتے ہوئے فضل و کرم پر۔ وہ حمد جو اس کے حق کو پورا کر سکے اور اس کے شکر کو ادا کر سکے۔ اس کے ثواب سے قریب بنا سکے اور نعمتوں میں اضافہ کا سبب بن سکے۔ میں اس سے مدد چاہتا ہوں اس بندہ کی طرح جو اس کے فضل کا امیدوار ہو۔ اس کے منافع کا طلبگار ہو۔ اس کے دفع بلا کا یقین رکھنے والا ہو، اس کے کرم کا اعتراف کرنے والا ہو اور قول و عمل میں اس پر مکمل اعتماد کرنے والا ہو۔

میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اس بندہ کی طرح جو یقین کے ساتھ اس کا امیدوار ہو اور ایمان کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو۔ اذعان کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو اور توحید کے ساتھ اس سے اخلاص رکھتا ہو۔ تمجید کے ساتھ اس کی عظمت کا اقرار کرتا ہو اور رغبت و کوشش کے ساتھ اس کی پناہ میں آیا ہو۔

وہ پیدا نہیں کیا گیا ہے کہ کوئی اس کی عزت میں شریک بن جائے اور اس نے کسی بیٹے کو پیدا نہیں کیا ہے کہ خود ہلاک ہو جائے اور بیٹا وارث ہو جائے۔ نہ اس سے پہلے کوئی زمان و مکان تھا اور نہ اس پر کوئی کمی یا زیادتی طاری ہوتی ہے۔ اس نے اپنی محکم تدبیر اور اپنے حتمی فیصلہ کی بنا پر اپنے کو عقلوں کے سامنے بالکل واضح اور نمایاں کر دیا ہے۔ اس کی خلقت کے شواہد میں ان آسمانوں کی تخلیق بھی ہے جنھیں بغیر ستون کے روک رکھا ہے اور بغیر کسی سہارے کے قائم کر دیا ہے۔

[1] بنی ناجیہ کا ایک شخص جس کا نام خریت بن راشد تھا۔ امیر المومنینؑ کے ساتھ صفین میں شریک رہا اور اس کے بعد گمراہ ہو گیا۔ حضرت سے کہنے لگا کہ میں آپ کی اطاعت کروں گا اور نہ میں آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ آپ نے سبب دریافت کیا؟ اس نے کہا کل بتاؤں گا۔ اور پھر آنے کے بجائے تیس افراد کو لے کر صحراؤں میں نکل گیا اور لوٹ مار کا کام شروع کر دیا۔ ایک امیر المومنینؑ کے چاہنے والے مسافر کو صرف حُبِ علیؑ کی بنیاد پر کافر قرار دے کر قتل کر دیا اور ایک یہودی کو آزاد چھوڑ دیا۔ حضرت نے اس کی روک تھام کے لئے زیاد بن ابی حفصہ کو ۱۳۰ افراد کے ساتھ بھیجا۔ زیاد نے چند افراد کو تہ تیغ کر دیا اور خریت فرار کر گیا اور گردوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔ آپ نے معقل بن قیس ریاحی کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ انھوں نے زمین فارس تک اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ طرفین میں شدید جنگ ہوئی اور خریت نعمان بن صہبان کو اسی کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اس فتنہ کا خاتمہ ہو گیا۔

بِكَثِيرٍ مِنَ الْآخِرَةِ لَا يَفْنَىٰ. مَا ضَرَّ إِخْوَانَنَا الَّذِينَ سُفِكَتْ دِمَاؤُهُمْ - وَ هُمْ بِصِفِّينَ - أَلَّا يَكُونُوا الْيَوْمَ أَحْيَاءً؟ يُسِيغُونَ الْغُصَصَ وَ يَشْرَبُونَ الرَّنْقَ! قَدْ - وَ اللَّهِ - لَقُوا اللَّهَ فَوَفَّاهُمْ أُجُورَهُمْ، وَ أَحَلَّهُمْ دَارَ الْأَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ.

أَيْنَ إِخْوَانِي الَّذِينَ رَكِبُوا الطَّرِيقَ، وَ مَضَوْا عَلَى الْحَقِّ؟ أَيْنَ عَمَّارٌ؟ وَ أَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ؟ وَ أَيْنَ ذُو الشَّهَادَتَيْنِ؟ وَ أَيْنَ نُظَرَاؤُهُمْ مِنْ إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ تَعَاقَدُوا عَلَى الْمَنِيَّةِ، وَ أُبْرِدَ بِرُؤُوسِهِمْ إِلَى الْفَجَرَةِ!

قال: ثم ضرب بيده على لحيته الشريفة الكريمة، فأطال البكاء، ثم قال ﴿عليه السلام﴾:

أَوِّهِ عَلَىٰ إِخْوَانِي الَّذِينَ تَلَوُا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوهُ، وَ تَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَأَقَامُوهُ، أَحْيَوُا السُّنَّةَ وَ أَمَاتُوا الْبِدْعَةَ. دُعُوا لِلْجِهَادِ فَأَجَابُوا، وَ وَثِقُوا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوهُ.

ثم نادى بأعلى صوته:

الْجِهَادَ الْجِهَادَ عِبَادَ اللَّهِ! أَلَا وَ إِنِّي مُعَسْكِرٌ فِي يَوْمِي هٰذَا، فَمَنْ أَرَادَ الرَّوَاحَ إِلَى اللَّهِ فَلْيَخْرُجْ!

قال نوف: و عقد للحسين - ﴿عليه السلام﴾ - في عشرة آلاف، و لقيس بن سعد - رحمه الله - في عشرة آلاف، و لأبي أيوب الأنصاري في عشرة آلاف، و لغيرهم على أعداد أخر، و هو يريد الرجعة إلى صفين، فما دارت الجمعة حتى ضربه الملعون ابن ملجم لعنه الله، فتراجعت العساكر، فكنا كأغنام فقدت راعيها، تختطفها الذئاب من كل مكان!

۱۸۳

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في قدرة الله و في فضل القرآن و في الوصية بالتقوى

الله تعالى

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ، وَ الْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ مَنْصَبَةٍ. خَلَقَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ، وَاسْتَعْبَدَ الْأَرْبَابَ بِعِزَّتِهِ، وَسَادَ الْعُظَمَاءَ بِجُودِهِ، وَ هُوَ الَّذِي أَسْكَنَ الدُّنْيَا خَلْقَهُ، وَ بَعَثَ إِلَى الْجِنِّ وَ الْإِنْسِ رُسُلَهُ، لِيَكْشِفُوا لَهُمْ عَنْ غِطَائِهَا، وَ لِيُحَذِّرُوهُمْ مِنْ ضَرَّائِهَا، وَ لِيَضْرِبُوا لَهُمْ أَمْثَالَهَا، وَ لِيُبَصِّرُوهُمْ عُيُوبَهَا، وَ لِيَهْجُمُوا عَلَيْهِمْ بِمُعْتَبَرٍ مِنْ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَ أَسْقَامِهَا، وَ حَلَالِهَا وَ حَرَامِهَا وَ مَا أَعَدَّ اللَّهُ لِلْمُطِيعِينَ مِنْهُمْ وَ الْعُصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَ نَارٍ، وَ كَرَامَةٍ وَ هَوَانٍ. أَحْمَدُهُ إِلَىٰ نَفْسِهِ كَمَا اسْتَحْمَدَ إِلَىٰ خَلْقِهِ، وَ جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً، وَ لِكُلِّ قَدْرٍ أَجَلاً، وَ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَاباً.

فضل القرآن

منها: فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ، وَصَامِتٌ نَاطِقٌ. حُجَّةُ اللَّهِ عَلَىٰ خَلْقِهِ.

رنق - کثیف - گندہ

عمار - امیر المومنینؑ کے مخلص اصحاب میں تھے ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا اور اسی بنیاد پر اس قدر ستائے گئے کہ یاسر اسلام کے پہلے شہید قرار پائے اور سمیہ پہلی شہیدہ قرار پائیں عمار مصائب کو برداشت کرتے رہے مگر قدرت نے انھیں زندہ رکھا تاکہ ان کے ذریعہ میدان صفین میں باغی گروہ کا تعارف کرایا جا سکے کہ سرکار دو عالمؐ نے فرما دیا تھا کہ عمار کا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

ابن التیہان - اسم گرامی مالک تھا اور ہجرت سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔ رسول اکرمؐ کے ساتھ بدر وغیرہ کے معرکہ میں شریک ہوئے اور امیر المومنینؑ کے ساتھ صفین میں شامل رہے اور وہیں شہید ہوئے

ذوالشہادتین - خزیمہ بن ثابت انصاری نام تھا۔ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ مرسل اعظمؐ کے ساتھ بدر وغیرہ کے معرکہ میں شریک ہوئے اور امیر المومنینؑ کے ساتھ جمل وصفین میں شامل رہے اور صفین ہی میں شہید بھی ہوگئے۔ ان کے لقب کا راز یہ تھا کہ ایک اعرابی نے اپنا گھوڑا رسولؐ اکرم کے ہاتھ فروخت کیا اور پھر انکار کر دیا۔ خزیمہ نے گواہی دی - تو سرکار نے پوچھا کہ کیا تم معاملہ کے وقت موجود تھے؟ عرض کی نہیں۔ لیکن جب رسالت میں آپ کو سچا مان لیا ہے تو ایک گھوڑے کے بارے میں کس طرح نہ مانیں گے - چنانچہ آپ نے خوش ہو کر ذوالشہادتین کا لقب دیدیا کہ ان کی تنہا گواہی دو گواہوں کے برابر ہے

مصادر خطبہ ۱۸۳ ربیع الابرار زمخشری ۱ ص۵۳ ، نہایہ ابن اثیر ۵ ص۲۹۹ ، تفسیر البرہان بحرینی ۱ ص۹

ت کے اجر کثیر کے مقابلہ میں جو فنا ہونے والا نہیں ہے۔ ہمارے وہ ایمانی بھائی جن کا خون صفین کے میدان میں بہادیا گیا ان کا
ان ہوا ہے اگر وہ آج زندہ نہیں ہیں کہ دنیا کے مصائب کے گھونٹ پئیں اور گندے پانی پر گذارا کریں۔ وہ خدا کی
میں حاضر ہوگئے اور انھیں ان کا مکمل اجر مل گیا۔ مالک نے انھیں خوف کے بعد امن کی منزل میں وارد کر دیا ہے۔
کہاں ہیں میرے وہ بھائی جو سیدھے راستہ پر چلے اور حق کی راہ پر لگے رہے۔ کہاں ہیں عمار؟ ۔ کہاں ہیں ابن التیہان؟۔
ں ہیں ذوالشہادتین؟ ۔ کہاں ہیں ان کے جیسے ایمانی بھائی جنھوں نے موت کا عہد و پیمان باندھ لیا تھا اور جن کے سر فاجروں
اس بھیج دئے گئے۔

(یہ کہہ کر آپ نے محاسن شریف پر ہاتھ رکھا اور تا دیر گریہ فرماتے رہے اس کے بعد فرمایا :)
آہ! میرے ان بھائیوں پر جنھوں نے قرآن کی تلاوت کی تو اسے مستحکم کیا اور فرائض پر غور و فکر کیا تو انھیں قائم کیا سنتوں کو زندہ
اور بدعتوں کو مُردہ بنایا۔ انھیں جہاد کے لئے بلایا گیا تو لبیک کہی اور اپنے قائد پر اعتماد کیا تو اس کا اتباع بھی کیا۔
(اس کے بعد بلند آواز سے پکار کر فرمایا) جہاد ۔ جہاد ۔ اے بندگانِ خدا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں آج اپنی فوج تیار کر رہا ہوں
ی خدا کی بارگاہ کی طرف جانا چاہتا ہے تو نکلنے کے لئے تیار ہو جائے۔

نوف کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت نے دس ہزار کا لشکر امام حسینؑ کے ساتھ ۔ دس ہزار قیس بن سعد کے ساتھ ۔ دس ہزار ابو ایوب
اری کے ساتھ اور اسی طرح مختلف تعداد میں مختلف افراد کے ساتھ تیار کیا اور آپ کا مقصد دوبارہ صفین کی طرف کوچ کرنے کا تھا
ندہ جمعہ آنے سے پہلے ہی آپ کو ابن ملجم نے زخمی کر دیا اور اس طرح سارا لشکر پلٹ گیا اور ہم سب ان چوپایوں کے مانند ہو گئے جن کا
الا گم ہو جائے اور انھیں چاروں طرف سے بھیڑئیے اُچک لینے کی فکر میں ہوں۔

۱۸۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(قدرت خدا۔ فضیلت قرآن اور وصیت تقویٰ کے بارے میں)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو بغیر دیکھے بھی پہچانا ہوا ہے اور بغیر کسی تکان کے بھی خلق کرنے والا ہے۔ اس نے
وقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنی عزت کی بنا پر ان سے مطالبۂ عبدیت کیا۔ وہ اپنے جود و کرم میں تمام عظماءِ عالم سے
تر ہے۔ اسی نے اس دنیا میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا ہے اور جن و انس کی طرف اپنے رسول بھیجے ہیں تاکہ وہ نگاہوں سے
دہ اٹھا دیں اور نقصانات سے آگاہ کر دیں۔ مثالیں بیان کر دیں اور عیوب سے باخبر کر دیں۔ صحت و بیماری کے تغیرات
ے عبرت دلانے کا سامان کریں اور حلال و حرام اور اطاعت کرنے والوں کے لئے مہیا شدہ اجر اور نافرمانوں کے لئے
ذاب سے آگاہ کر دیں۔ میں اس کی ذات اقدس کی اسی طرح حمد کرتا ہوں جس طرح اس نے بندوں سے مطالبہ کیا ہے اور
شے کی ایک مقدار معین ہے اور ہر قدر کی ایک مہلت رکھی ہے اور ہر تحریر کی ایک میعاد معین کی ہے۔
دیکھو قرآن امر کرنے والا بھی ہے اور روکنے والا بھی۔ وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی۔ وہ مخلوقات پر
وردگار کی حجت ہے۔

أَخَذَ عَلَيْهِ مِيثَاقَهُمْ، وَارْتَهَنَ عَلَيْهِمْ أَنْفُسَهُمْ. أَتَمَّ نُورَهُ، وَ أَكْمَلَ (اكرم) بِهِ دِينَهُ، وَ قَبَضَ نَبِيَّهُ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - وَ قَدْ فَرَغَ إِلَى الْخَلْقِ مِنْ أَحْكَامِ الْهُدَىٰ بِهِ. فَعَظِّمُوا مِنْهُ سُبْحَانَهُ مَا عَظَّمَ مِنْ نَفْسِهِ، فَإِنَّهُ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئاً مِنْ دِينِهِ، وَ لَمْ يَتْرُكْ شَيْئاً رَضِيَهُ أَوْ كَرِهَهُ إِلَّا وَ جَعَلَ لَهُ عَلَماً بَادِياً، وَ آيَةً مُحْكَمَةً، تَزْجُرُ عَنْهُ، أَوْ تَدْعُو إِلَيْهِ، فَرِضَاهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ، وَ سَخَطُهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ. وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرْضَىٰ عَنْكُمْ بِشَيْءٍ سَخِطَهُ عَلَىٰ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ لَنْ يَسْخَطَ عَلَيْكُمْ بِشَيْءٍ رَضِيَهُ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ إِنَّمَا تَسِيرُونَ فِي أَثَرٍ بَيِّنٍ، وَتَتَكَلَّمُونَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ الرِّجَالُ مِنْ قَبْلِكُمْ. قَدْ كَفَاكُمْ مَؤُونَةَ دُنْيَاكُمْ، وَحَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ، وَافْتَرَضَ مِنْ أَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ

الوصية بالتقوى

وَ أَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوَىٰ، وَ جَعَلَهَا مُنْتَهَىٰ رِضَاهُ، وَ حَاجَتَهُ مِنْ خَلْقِهِ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِعَيْنِهِ، وَ نَوَاصِيكُمْ بِيَدِهِ، وَ تَقَلُّبُكُمْ فِي قَبْضَتِهِ. إِنْ أَسْرَرْتُمْ عَلِمَهُ، وَ إِنْ أَعْلَنْتُمْ كَتَبَهُ. قَدْ وَكَّلَ بِذٰلِكَ حَفَظَةً كِرَاماً، لَا يُسْقِطُونَ حَقّاً، وَ لَا يُثْبِتُونَ بَاطِلاً. وَاعْلَمُوا «أَنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً» مِنَ الْفِتَنِ، وَ نُوراً مِنَ الظُّلَمِ، وَ يُخَلِّدْهُ فِيمَا اشْتَهَتْ نَفْسُهُ، وَ يُنْزِلْهُ مَنْزِلَ الْكَرَامَةِ عِنْدَهُ، فِي دَارٍ اصْطَنَعَهَا لِنَفْسِهِ، ظِلُّهَا عَرْشُهُ، وَ نُورُهَا بَهْجَتُهُ، وَ زُوَّارُهَا مَلَائِكَتُهُ، وَ رُفَقَاؤُهَا رُسُلُهُ، فَبَادِرُوا الْمَعَادَ، وَسَابِقُوا الْآجَالَ، فَإِنَّ النَّاسَ يُوشِكُ أَنْ يَنْقَطِعَ بِهِمُ الْأَمَلُ، وَ يَرْهَقَهُمُ الْأَجَلُ، وَ يُسَدَّ عَنْهُمْ بَابُ التَّوْبَةِ. فَقَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي مِثْلِ مَا سَأَلَ إِلَيْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ أَنْتُمْ بَنُو سَبِيلٍ، عَلَىٰ سَفَرٍ مِنْ دَارٍ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ، وَ قَدْ أُوذِنْتُمْ مِنْهَا بِالارْتِحَالِ، وَ أُمِرْتُمْ فِيهَا بِالزَّادِ وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ لِهٰذَا الْجِلْدِ الرَّقِيقِ صَبْرٌ عَلَى النَّارِ، فَارْحَمُوا نُفُوسَكُمْ، فَإِنَّكُمْ قَدْ جَرَّبْتُمُوهَا فِي مَصَائِبِ الدُّنْيَا.

أَفَرَأَيْتُمْ جَزَعَ أَحَدِكُمْ مِنَ الشَّوْكَةِ تُصِيبُهُ، وَ الْعَثْرَةِ تُدْمِيهِ، وَ الرَّمْضَاءِ تُحْرِقُهُ؟ فَكَيْفَ إِذَا كَانَ بَيْنَ طَابَقَيْنِ مِنْ نَارٍ، ضَجِيعَ حَجَرٍ، وَ قَرِينَ شَيْطَانٍ! أَعَلِمْتُمْ أَنَّ مَالِكاً إِذَا غَضِبَ عَلَى النَّارِ حَطَمَ بَعْضُهَا بَعْضاً لِغَضَبِهِ، وَ إِذَا زَجَرَهَا تَوَثَّبَتْ بَيْنَ أَبْوَابِهَا جَزَعاً مِنْ زَجْرَتِهِ!

أَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيرُ، الَّذِي قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيرُ، كَيْفَ أَنْتَ

ارتہن علیہم - گویا رہن کر دیا
بعینہ - نگاہوں کے سامنے
یرہقہم - گرفت میں لے لیتی ہے
رجعہ - دنیا میں دوبارہ واپسی
مالک - داروغہ جہنم
یفن - بوڑھا آدمی
لہزہ - شامل ہوگیا
قتیر - بڑھاپا

(۱) دین خدا کے احکام مصالح اور مفاسد کے تابع ہیں - ان کا نظام مرتب اور منظم ہے لہٰذا ان کے بارے میں اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ ایک شے آج رضائے الٰہی کا سبب ہو اور کل غضب پروردگار کا سبب بن جائے - خدا کی رضامندی اور ناراضگی بھی ایک بنیاد رکھتی ہے اور اس کے احکام و قوانین بھی ایک اساس رکھتے ہیں لہٰذا نہ یہ کام بے بنیاد ہو سکتا ہے اور نہ وہ کام بے سبب ہو سکتا ہے -

(۲) مالک نے رزق کا وعدہ کر کے دنیا کی زحمتوں کو خود بخود ختم کر دیا ہے کہ زبان پر ذکر خدا ہونا چاہیے اور دل میں شکر خدا - ذکر خدا شکر پر آمادہ کرتا رہے گا اور شکر خدا ذکر کی راہ سے منحرف نہ ہونے دے گا -

(۳) وا مصیبتاہ - انسان حقیقت کے اعتبار سے کس قدر کمزور ہے اور توہم کے اعتبار سے کس قدر طاقتور ہے - حالت یہ ہے کہ ایک کانٹا برداشت نہیں ہوتا ہے اور حوصلہ یہ ہے کہ آتش جہنم کا مذاق اڑا رہا ہے -

لوگوں سے عہد لیا گیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ مالک نے اس کے نور کو تمام بنایا ہے اور اس کے دین کو کامل قرار دیا ہے۔ اپنے پیغمبر کو اس وقت اپنے پاس بلایا ہے جب وہ اس کے احکام کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے چکے تھے لہٰذا پروردگار کی عظمت کا اعتراف اس طرح کرو جس طرح اس نے اپنی عظمت کا اعلان کیا ہے کہ اس نے دین کی کسی بات کو مخفی نہیں رکھا ہے اور کوئی ایسی پسندیدہ یا ناپسندیدہ بات نہیں چھوڑی ہے جس کے لئے واضح نشانِ ہدایت نہ بنا دیا ہو یا کوئی محکم آیت نہ نازل کر دی ہو جس کے ذریعہ روکا جائے یا دعوت دی جائے۔ اس کی رضا اور ناراضگی مستقبل میں بھی ویسی ہی رہے گی جس طرح وقت نزول تھی۔ اور یہ یاد رکھو کہ وہ تم سے کسی ایسی بات پر راضی نہ ہوگا جس پر پہلے والوں سے ناراض ہو چکا ہے اور نہ کسی ایسی بات سے ناراض ہوگا جس پر پہلے والوں سے راضی رہ چکا ہے[۱] تم بالکل واضح نشانِ قدم پر چل رہے ہو اور انھیں باتوں کو دُہرا رہے ہو جو پہلے والے کہہ چکے ہیں۔ اس نے تمھیں دنیا کی زحمتوں سے بچا لیا ہے[۲] اور تمھیں شکر کا پابند کیا ہے اور تمھاری زبانوں سے ذکر کا مطالبہ کیا ہے۔

تمھیں تقویٰ کی نصیحت کی ہے اور اسے اپنی مرضی کی حد آخر قرار دیا ہے اور یہی مخلوقات سے اس کا مطالبہ ہے لہٰذا اُس سے ڈرو جس کی نگاہ کے سامنے ہو اور جس کے ہاتھوں میں تمھاری پیشانی ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں کروٹیں بدل رہے ہو۔ اگر کسی بات پر پردہ ڈالنا چاہو تو وہ جانتا ہے اور اگر اعلان کرنا چاہو تو وہ لکھ لیتا ہے اور تمھارے اوپر محترم کاتب اعمال مقرر کر دئے ہیں جو کسی حق کو ساقط نہیں کر سکتے ہیں اور کسی باطل کو ثبت نہیں کر سکتے ہیں اور یاد رکھو کہ جو شخص بھی تقویٰ الٰہی اختیار کرتا ہے پروردگار اس کے لئے فتنوں سے باہر نکل جانے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے تاریکیوں میں نور عطا کر دیتا ہے۔ اسے نفس کے تمام مطالبات کے درمیان دائمی زندگی عطا کرتا ہے اور کرامت کی منزل میں نازل کرتا ہے۔ اس گھر میں جس کو اپنے لئے پسند فرمایا ہے۔ جس کا سایہ اس کا عرش ہے اور جس کا نور اس کی ضیا ہے۔ اس کے زائرین ملائکہ ہیں اور اس کے رفقاء مرسلین۔ اب اپنی بازگشت کی طرف سبقت کرو اور موت سے پہلے سامان مہیا کر لو کہ عنقریب لوگوں کی امیدیں منقطع ہو جانے والی ہیں اور موت کا پھندہ گلے میں پڑ جانے والا ہے جب توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔ ابھی تم اس منزل میں ہو جس کی طرف پہلے والے لوٹ کر آنے کی آرزو کر رہے ہیں اور تم مسافر ہو اور اس گھر سے سفر کرنے والے ہو جو تمھارا اپنا گھر نہیں ہے۔ تمھیں کوچ کی اطلاع دی جا چکی ہے اور زادِ راہ اکٹھا کرنے کا حکم دیا جا چکا ہے اور یہ یاد رکھو کہ یہ نرم و نازک جلد آتشِ جہنم کو برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ لہٰذا خدارا اپنے نفسوں پر رحم کرو کہ تم اسے دنیا کے مصائب میں آزما چکے ہو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ تمھارا کیا عالم ہوتا ہے جب ایک کانٹا چبھ جاتا ہے یا ایک ٹھوکر لگنے سے خون نکل آتا ہے یا گرم ریت تپنے لگتی ہے۔ تو پھر اس وقت کیا ہوگا جب تم جہنم کے دو طبقوں کے درمیان ہوگے۔ دہکتے ہوئے پتھروں کے پہلو میں اور شیاطین کے ہمسایہ میں۔ کیا تمھیں یہ معلوم ہے کہ مالک (داروغۂ جہنم) جب آگ پر غضب ناک ہوتا ہے تو اس کے اجزا ایک دوسرے سے ٹکرانے لگتے ہیں اور جب اسے جھڑکتا ہے تو وہ گھبرا کر دروازوں کے درمیان اچھلنے لگتی ہے۔

اے پیر کہن سال جس پر بڑھاپا چھا چکا ہے۔ اس وقت تیرا کیا عالم ہوگا جب

إِذَا (التحمت) أَطْـوَاقُ الأَرِ بِـعِظَامِ الأَعْـنَاقِ، وَ نَشِـبَتِ الْجَـوَامِـعُ حَـتّٰى أَكَـلَتْ لُحُـومَ السَّـوَاعِـدِ. فَـاللّٰهَ اللّٰـهَ مَـعْشَرَ الْـعِبَادِ! وَ أَنْـتُمْ سَـالِمُونَ فِي الصِّـحَّةِ قَـبْلَ السُّـقْمِ، وَ فِي الْـفُسْحَةِ قَـبْلَ الضِّـيقِ. فَـاسْعَوْا فِي فَكَـاكِ رِقَـابِكُمْ مِـنْ قَـبْلِ أَنْ تُـغْلَقَ رَهَـائِنُهَا. أَسْهِـرُوا عُـيُونَكُمْ، وَ أَضْمِرُوا بُـطُونَكُمْ، وَاسْـتَعْمِلُوا أَقْـدَامَكُـمْ، وَ أَنْـفِقُوا أَمْـوَالَكُـمْ، وَخُـذُوا مِـنْ أَجْسَـادِكُمْ فَـجُودُوا بِهَـا عَـلَىٰ أَنْـفُسِكُمْ، وَ لَا تَـبْخَلُوا بِهَـا عَـنْهَا، فَـقَدْ قَـالَ اللّٰـهُ سُـبْحَانَهُ: «إِنْ تَـنْصُرُوا اللّٰـهَ يَـنْصُرْكُـمْ وَ يُـثَبِّتْ أَقْـدَامَكُـمْ» وَ قَـالَ تَـعَالَىٰ: «مَـنْ ذَا الَّـذِي يُـقْرِضُ اللّٰـهَ قَـرْضاً حَسَـناً فَـيُضَاعِفَهُ لَـهُ، وَ لَـهُ أَجْـرٌ كَـرِيمٌ». فَـلَمْ يَسْـتَنْصِرْكُـمْ مِـنْ ذُلٍّ، وَ لَمْ يَسْـتَقْرِضْكُمْ مِـنْ قُـلٍّ. إِسْـتَنْصَرَكُـمْ «وَ لَـهُ جُـنُودُ السَّـمَاوَاتِ وَ الأَرْضِ وَ هُـوَ الْـعَزِيزُ الْحَكِـيمُ». وَاسْـتَقْرَضَكُمْ «وَ لَـهُ خَـزَائِـنُ السَّـمَاوَاتِ وَ الأَرْضِ، وَ هُـوَ الْـغَنِيُّ الْحَـمِيدُ». وَ إِنَّمَـا أَرَادَ أَنْ «يَـبْلُوَكُـمْ أَيُّكُـمْ أَحْسَـنُ عَـمَلاً». فَـبَادِرُوا بِأَعْـمَالِكُمْ تَكُـونُوا مَـعَ جِـيرَانِ اللّٰهِ فِي دَارِهِ. رَافَـقَ بِهِـمْ رُسُـلَهُ، وَ أَزَارَهُـمْ مَـلَائِكَتَهُ، وَ أَكْـرَمَ أَسْمَـاعَهُمْ أَنْ تَسْـمَعَ حَسِـيسَ نَـارٍ أَبَـداً، وَصَـانَ أَجْسَـادَهُمْ أَنْ تَـلْقَىٰ لُـغُوباً وَ نَـصَباً: «ذٰلِكَ فَـضْلُ اللّٰـهِ يُـؤْتِيهِ مَـنْ يَشَـاءُ، وَاللّٰـهُ ذُو الْـفَضْلِ الْـعَظِيمِ».

أَقُولُ مَا تَسْمَعُونَ، وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ نَفْسِي وَ أَنْفُسِكُمْ، وَ هُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ!

١٨٤

و من كلام له (ع)

قاله للبرج بن مسهر الطائي، و قد قال به بحيث يسمعه:

«لا حكم إلا لله»، وكان من الخوارج

اسْكُتْ قَـبَحَكَ اللّٰـهُ يَـا أَثْـرَمُ، فَـوَاللّٰـهِ لَـقَدْ ظَـهَرَ الْحَـقُّ فَكُـنْتَ فِـيهِ ضَـئِيلاً شَـخْصُكَ، خَـفِيّاً صَـوْتُكَ، حَـتّٰى إِذَا نَـعَرَ الْـبَاطِلُ نَجَـمْتَ نُجُـومَ قَرْنِ الْمَاعِزِ.

١٨٥

و من خطبة (ع)

يحمد الله فيها و يثني على رسوله و يصف خلقاً من الحيوان

حمد الله تعالى

نشبت ۔ گڑ گئے

جوامع ۔ جمع جامعہ ۔ طوق

غلق الرہن ۔ چھڑانے کا وقت آگیا

یبلوکم ۔ تمھارا امتحان لے گا

حسیس ۔ دھیمی آواز

لغب ۔ عاجز ہوگیا

نصب ۔ تعب

قبحک اللہ ۔ اللہ تیرا برا کرے

اثرم ۔ دانت ٹوٹا ہوا

ضئیل ۔ نحیف ، کمزور

نعر ۔ آواز بلند کی

نجمت ۔ ظاہر ہو گئے

(۱) کتنا مکمل نظام تقویٰ ہے جس میں زندگی کا کوئی خانہ خالی نہیں ہے اور کسی عضو بدن کو محروم عمل نہیں رکھا گیا ہے ۔ آنکھیں شب بیداری میں مصروف ہیں شکم روزہ کی مشقت برداشت کر رہا ہے قدم راہ خدا میں آگے بڑھ رہے ہیں ۔ مال بندگان خدا پر صرف ہو رہا ہے اور بدن نفس کی سلامتی کے انتظام میں مصروف ہے ۔

مصادر خطبہ ۱۸۴ کتاب الصناعتین ابو ہلال عسکری (متوفی ۳۹۵ھ) ص ۲۵۸

مصادر خطبہ ۱۸۵ احتجاج طبرسی ۱ ص ۳۰۵ ، ربیع الابرار (باب دواب البر والبحر) امالی ابوطالب یحیٰی بن الحسین بن ہارون الحسینی (متوفی ۴۲۴ھ)

کے طوق گردن کی ہڈیوں میں پیوست ہو جائیں گے اور ہتھکڑیاں ہاتھوں میں گڑ کر کلائیوں کا گوشت تک کھا جائیں گی۔

اللہ کے بندو! اللہ کو یاد کرو اس وقت جب کہ تم صحت کے عالم میں ہو قبل اس کے کہ بیمار ہو جاؤ اور وسعت کے عالم میں قبل اس کے کہ تنگی کا شکار ہو جاؤ اپنی گردنوں کو آتش جہنم سے آزاد کرانے کی فکر کرو قبل اس کے کہ وہ اس طرح گروی ہو جائیں کہ پھر چھڑائی نہ جا سکیں۔ اپنی آنکھوں کو بیدار رکھو اپنے شکم کو لاغر بناؤ اور اپنے پیروں کو راہ عمل میں استعمال کرو۔ اپنے مال کو خرچ کرو اور اپنے جسم کو اپنی روح پر قربان کر دو۔ خبردار اس راہ میں بخل نہ کرنا کہ پروردگار نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ "اگر تم اللہ کی نصرت کرو گے تو اللہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدموں کو ثبات عنایت فرمائے گا" اور اس نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ "کون ہے جو پروردگار کو بہترین قرض دے تا کہ وہ اسے دنیا میں چوگنا بنا دے اور اس کے لئے بہترین جزا ہے" تو اس نے تم سے کمزوری کی بنا پر نصرت کا مطالبہ نہیں کیا ہے اور نہ غربت کی بنا پر قرض مانگا ہے۔ اس نے مطالبۂ نصرت کیا ہے جب کہ زمین و آسمان کے سارے لشکر اسی کے ہیں اور وہ عزیز و حکیم ہے اور اس نے قرض مانگا ہے جب کہ زمین و آسمان کے سارے خزانے اسی کی ملکیت ہیں اور وہ غنی و حمید ہے۔" وہ چاہتا ہے کہ تمھارا امتحان لے کہ تم میں حسن عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے۔ اب اپنے اعمال کے ساتھ سبقت کرو تا کہ اللہ کے گھر میں اس کے ہمسایہ کے ساتھ زندگی گزارو۔ جہاں مرسلین کی رفاقت ہو گی اور ملائکہ زیارت کریں گے اور کان جہنم کی آواز سننے سے بھی محفوظ رہیں گے اور بدن کسی طرح کی تکان اور تعب سے بھی دو چار نہ ہوں گے۔ "یہی وہ فضل خدا ہے کہ جس کو چاہتا ہے عنایت کر دیتا ہے اور اللہ بہترین فضل کرنے والا ہے۔"

میں وہ کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو۔ اس کے بعد اللہ ہی مددگار ہے میرا بھی اور تمھارا بھی اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

۱۸۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو آپ نے برج بن مسہر طائی خارجی سے فرمایا جب یہ سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی کو فیصلہ کا حق نہیں ہے)[1]

خاموش ہو جا۔ خدا تیرا برا کرے اے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے۔ خدا شاہد ہے کہ جب حق کا ظہور ہوا تھا تو اس وقت تیری شخصیت کمزور اور تیری آواز بیجان تھی۔ لیکن جب باطل کی آواز بلند ہوئی تو تو بکری کی سینگ کی طرح ابھر کر منظر عام پر آ گیا۔

۱۵۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں حمد خدا، ثنائے رسولؐ اور بعض مخلوقات کا تذکرہ ہے)

---

[1] یہ ایک خارجی شاعر تھا جس نے مولائے کائنات کے خلاف یہ آواز بلند کی کہ آپ نے تحکیم کو قبول کر کے غیر خدا کو حکم بنا دیا ہے اور اسلام میں اللہ کے علاوہ کسی کی حاکمیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔

حضرت امام عالیمقامؑ نے اس فتنہ کے دور رس اثرات کا لحاظ کر کے سخت ترین لہجہ میں جواب دیا اور قائل کی اوقات کا اعلان کر دیا کہ شخص باطل پرست اور حق بیزار ہے۔ ورنہ اسے اس امر کا اندازہ ہوتا کہ کتاب خدا سے فیصلہ کرانا خدا کی حاکمیت کا اقرار ہے انکار نہیں ہے۔ حاکمیت خدا کے منکر عمرو عاص جیسے افراد ہیں جنھوں نے کتاب خدا کو نظر انداز کر کے سیاسی چالوں سے فیصلہ کر دیا اور دین خدا کو یکسر ناقابل توجہ قرار دے دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَا تُدْرِكُهُ الشَّوَاهِدُ، وَ لَا تَحْوِيهِ الْمَشَاهِدُ، وَ لَا تَرَاهُ النَّوَاظِرُ، وَ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، الدَّالِّ عَلَىٰ قِدَمِهِ بِحُدُوثِ خَلْقِهِ، وَ بِحُدُوثِ خَلْقِهِ عَلَىٰ وُجُودِهِ، وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ (أشباههم) عَلَىٰ أَنْ لَاشَبَهَ لَهُ. الَّذِي صَدَقَ فِي مِيعَادِهِ، وَارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهِ، وَ قَامَ بِالْقِسْطِ فِي خَلْقِهِ، وَ عَدَلَ عَلَيْهِمْ فِي حُكْمِهِ. مُسْتَشْهِدٌ بِحُدُوثِ الْأَشْيَاءِ عَلَىٰ أَزَلِيَّتِهِ، وَ بِمَا وَسَمَهَا بِهِ مِنَ الْعَجْزِ عَلَىٰ قُدْرَتِهِ، وَبِمَا اضْطَرَّهَا إِلَيْهِ مِنَ الْفَنَاءِ عَلَىٰ دَوَامِهِ. وَاحِدٌ لَا بِعَدَدٍ، وَ دَائِمٌ لَا بِأَمَدٍ، وَ قَائِمٌ لَا بِعَمَدٍ. تَتَلَقَّاهُ الْأَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ، وَ تَشْهَدُ لَهُ الْمَرَائِي لَا بِمُحَاضَرَةٍ. لَمْ تُحِطْ بِهِ الْأَوْهَامُ، بَلْ تَجَلَّىٰ لَهَا بِهَا، وَ بِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا، وَ إِلَيْهَا حَاكَمَهَا. لَيْسَ بِذِي كِبَرٍ امْتَدَّتْ بِهِ النِّهَايَاتُ فَكَبَّرَتْهُ تَجْسِيماً، وَ لَا بِذِي عِظَمٍ تَنَاهَتْ بِهِ الْغَايَاتُ فَعَظَّمَتْهُ تَجْسِيداً؛ بَلْ كَبُرَ شَأْناً، وَ عَظُمَ سُلْطَاناً.

الرسول الاعظم ﴿ﷺ﴾

وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ الصَّفِيُّ (المصطفى)، وَ أَمِينُهُ الرَّضِيُّ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - أَرْسَلَهُ بِوُجُوبِ الْحُجَجِ، وَ ظُهُورِ الْفَلَجِ، وَ إِيضَاحِ الْمَنْهَجِ، فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِهَا، وَ حَمَلَ عَلَى الْمَحَجَّةِ دَالّاً عَلَيْهَا، وَ أَقَامَ أَعْلَامَ الاهْتِدَاءِ وَ مَنَارَ الضِّيَاءِ، وَ جَعَلَ أَمْرَاسَ الْإِسْلَامِ مَتِينَةً، وَعُرَا الْإِيمَانِ وَثِيقَةً.

منها في صفة خلق أصناف من الحيوان

وَ لَوْ فَكَّرُوا فِي عَظِيمِ الْقُدْرَةِ، وَ جَسِيمِ النِّعْمَةِ، لَرَجَعُوا إِلَى الطَّرِيقِ، وَ خَافُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ، وَ لٰكِنِ الْقُلُوبُ عَلِيلَةٌ، وَ الْبَصَائِرُ مَدْخُولَةٌ أَلَا يَنْظُرُونَ إِلَىٰ صَغِيرِ مَا خَلَقَ، كَيْفَ أَحْكَمَ خَلْقَهُ، وَ أَتْقَنَ تَرْكِيبَهُ، وَفَلَقَ لَهُ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ، وَ سَوَّىٰ لَهُ الْعَظْمَ وَ الْبَشَرَ! انْظُرُوا إِلَى النَّمْلَةِ فِي صِغَرِ جُثَّتِهَا، وَ لَطَافَةِ هَيْئَتِهَا، لَا تَكَادُ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ(النظر)، وَ لَا بِمُسْتَدْرَكِ الْفِكَرِ، كَيْفَ دَبَّتْ عَلَىٰ أَرْضِهَا، وَصُبَّتْ (ضنّت) عَلَىٰ رِزْقِهَا، تَنْقُلُ الْحَبَّةَ إِلَىٰ جُحْرِهَا، وَ تُعِدُّهَا فِي مُسْتَقَرِّهَا. تَجْمَعُ فِي حَرِّهَا لِبَرْدِهَا، وَ فِي وِرْدِهَا لِصَدَرِهَا، مَكْفُولٌ بِرِزْقِهَا، مَرْزُوقَةٌ بِوِفْقِهَا، لَا

امد - انتہا
مشاعرہ - حواس کا تاثر
مرائی - منظر
فلج - کامیابی
صادع - واضح کرنے والا
امراس - جمع مرس - رسّی
بشر - ظاہری جلد
صَدَر - وارد ہونے کے بعد واپسی
وِفق - موافق

(۱) استدلال کا یہ آسان ترین طریقہ ہے جسے ہر انسان محسوس کرسکتا ہے کہ مخلوقات کی کمزوری اور ان کے نقص سے خالق کے کمال کا اندازہ کیا جائے اور اس کے دو طریقہ ہیں ایک طریقہ یہ ہے کہ مخلوقات حادث ہیں اور کسی حادث کا وجود ذاتی نہیں ہوسکتا ہے ورنہ روز اول سے ہوتا اور عدم کا کوئی امکان نہ ہوتا عدم کا امکان ہی اس بات کی علامت ہے کہ وجود ذاتی نہیں ہے اور جب وجود ذاتی نہیں ہے تو یقیناً کوئی ہے جس کا وجود ذاتی ہے اور اس نے تمام حادث اشیاء کو نعمت وجود سے سرفراز کردیا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان کا خود یہ احساس کہ فلاں چیز میں نقص پایا جاتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی فطرت میں کمال مطلق کا تصور رکھ دیا گیا ہے اور یہی تصور ہر ناقص کے نقص کا احساس پیدا کراتا ہے اور مسلسل ٹھوکے دیتا رہتا ہے کہ اگر یہ چیز ناقص ہے تو یقیناً کوئی کامل بھی ہے جس کے کرم کی بنا پر یہ ناقص عالم وجود میں آگیا ہے۔

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جسے نہ حواس پا سکتے ہیں اور نہ مکان گھیر سکتے ہیں۔ نہ آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں اس نے اپنے قدیم ہونے کی طرف مخلوقات کے حادث ہونے سے رہنمائی کی ہے اور ان کے وجود بعد از عدم کو اپنے وجود ازلی کا ثبوت بنا دیا ہے[1] اور ان کی باہمی مشابہت سے اپنے بے مثال ہونے کا اظہار کیا ہے۔ وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے اور اپنے بندوں پر ظلم کرنے سے اجل و ارفع ہے۔ اس نے لوگوں میں عدل کا قیام کیا ہے اور فیصلوں پر مکمل انصاف سے کام لیا ہے۔ اشیاء کے حدوث سے اپنی ازلیت پر استدلال کیا ہے اور ان پر عاجزی کا نشان لگا کر اپنی قدرت کاملہ کا اثبات کیا ہے۔ اشیاء کے جبری فنا و عدم سے اپنے دوام کا پتہ دیا ہے۔ وہ ایک ہے لیکن عدد کے اعتبار سے نہیں۔ دائمی ہے لیکن مدت کے اعتبار سے نہیں اور قائم ہے لیکن کسی کے سہارے نہیں۔ ذہن اسے قبول کرتے ہیں لیکن حواس کی بنا پر نہیں اور مشاہدات اس کی گواہی دیتے ہیں لیکن اس کی بارگاہ میں پہونچنے کے بعد نہیں۔ اوہام اس کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان کے لئے انھیں کے ذریعہ روشن ہوا ہے اور انھیں کے ذریعہ ان کے قبضہ میں آنے سے انکار کر دیا ہے اور اس کا حکم بھی انھیں کو ٹھہرایا ہے۔ وہ اس اعتبار سے بڑا نہیں ہے کہ اس کے اطراف نے پھیل کر اس کے جسم کو بڑا بنا دیا ہے اور نہ ایسا عظیم ہے کہ اس کی جسامت زیادہ ہو اور اس نے اس کے جسد کو عظیم بنا دیا ہو۔ وہ اپنی شان میں کبیر اور اپنی سلطنت میں عظیم ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور مخلص رسول اور پسندیدہ امین ہیں۔ اللہ ان پر رحمت نازل کرے۔ اس نے انھیں ناقابل انکار دلائل۔ واضح کامیابی اور نمایاں راستہ کے ساتھ بھیجا ہے اور انھوں نے اس کے پیغام کو واشگاف انداز میں پیش کر دیا ہے اور لوگوں کو سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دی ہے۔ ہدایت کے نشان قائم کر دئے ہیں اور روشنی کے منارہ استوار کر دئے ہیں۔ اسلام کی رسیوں کو مضبوط بنا دیا ہے اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کر دیا ہے۔

اگر یہ لوگ اس کی عظیم قدرت اور وسیع نعمت میں غور و فکر کرتے تو راستہ کی طرف واپس آجاتے اور جہنم کے عذاب سے خوفزدہ ہو جاتے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے دل مریض ہیں اور ان کی آنکھیں کمزور ہیں۔ کیا یہ ایک چھوٹی سی مخلوق کو بھی نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اس نے کس طرح اس کی تخلیق کو مستحکم اور اس کی ترکیب کو مضبوط بنایا ہے۔ اس چھوٹے سے جسم میں کان اور آنکھیں سب بنا دی ہیں اور اسی میں ہڈیاں اور کھال بھی درست کر دی ہے۔

ذرا اس چیونٹی کے چھوٹے سے جسم اور اس کی لطیف ہیئت کی طرف نظر کرو جس کا گوشۂ چشم سے دیکھنا بھی مشکل ہے اور فکروں کی گرفت میں آنا بھی دشوار ہے۔ کس طرح زمین پر رینگتی ہے اور کس طرح اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے۔ دانہ کو اپنے سوراخ کی طرف لے جاتی ہے اور پھر وہاں مرکز پر محفوظ کر دیتی ہے۔ گرمی میں سردی کا انتظام کرتی ہے اور توانائی کے دور میں کمزوری کے زمانہ کا بندوبست کرتی ہے۔ اس کے رزق کی کفالت کی جا چکی ہے اور اسی کے مطابق اسے برابر رزق مل رہا ہے۔

[1] ایک چھوٹی سی مخلوق چیونٹی میں یہ دور اندیشی اور اسقدر تنظیم و ترتیب اور ایک اشرف المخلوقات میں اسقدر غفلت اور تغافل کس قدر حیرت انگیز امر ہے اور اس سے زیادہ حیرت انگیز قصۂ جناب سلیمانؑ ہے جہاں چیونٹی نے لشکر سلیمان کو دیکھ کر آواز دی کہ فوراً اپنے اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ کہیں لشکر سلیمان تمھیں پامال نہ کر دے اور اسے احساس بھی نہ ہو۔ گویا کہ ایک چیونٹی کے دل میں قوم کا اس قدر درد ہے اور اسے سردار قوم ہونے کے اعتبار سے اس قدر ذمہ داری کا احساس ہے کہ قوم تباہ نہ ہونے پائے اور آج عالم اسلام و انسانیت اسقدر تغافل کا شکار ہو گیا ہے کہ کسی کے دل میں قوم کا درد نہیں ہے بلکہ حکام قوم کے کاندھوں پر اپنے جنازے اٹھا رہے ہیں اور ان کی قبروں پر اپنے تاج محل تعمیر کر رہے ہیں۔

يَسْتَفِلُهَا الْمُنَّانُ، وَ لَا يَحْرِمُهَا الدَّيَّانُ، وَلَوْ فِي الصَّفَا الْيَابِسِ، وَ الْحَجَرِ الْجَامِسِ! وَلَوْ فَكَّرْتَ فِي مَجَارِي أَكْلِهَا، فِي عُلْوِهَا وَ سُفْلِهَا، وَ مَا فِي الْجَوْفِ مِنْ شَرَاسِيفِ بَطْنِهَا، وَ مَا فِي الرَّأْسِ مِنْ عَيْنِهَا وَأُذُنِهَا، لَقَضَيْتَ مِنْ خَلْقِهَا عَجَباً،وَلَقِيتَ مِنْ وَصْفِهَا تَعَباً! فَتَعَالَىٰ الَّذِي أَقَامَهَا عَلَىٰ قَوَائِمِهَا، وَ بَنَاهَا عَلَىٰ دَعَائِمِهَا! لَمْ يَشْرَكْهُ فِي فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ، وَ لَمْ يُعِنْهُ عَلَىٰ خَلْقِهَا قَادِرٌ. وَلَوْ ضَرَبْتَ فِي مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لِتَبْلُغَ غَايَاتِهِ، مَا دَلَّتْكَ الدَّلَالَةُ إِلَّا عَلَىٰ أَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ (النحلة)، لِدَقِيقِ تَفْصِيلِ كُلِّ شَيْءٍ، وَ غَامِضِ اخْتِلَافِ كُلِّ حَيٍّ(شيءٍ). وَ مَا الْجَلِيلُ وَ اللَّطِيفُ، وَ الثَّقِيلُ وَ الْخَفِيفُ، وَ الْقَوِيُّ وَ الضَّعِيفُ، فِي خَلْقِهِ إِلَّا سَوَاءٌ. [1]

خلقة السماء و الكون

وَ كَذٰلِكَ السَّمَاءُ وَ الْهَوَاءُ، وَ الرِّيَاحُ وَ الْمَاءُ. فَانْظُرْ إِلَىٰ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ، وَ النَّبَاتِ وَ الشَّجَرِ، وَ الْمَاءِ وَ الْحَجَرِ، وَ اخْتِلَافِ هٰذَا اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ، وَ تَفَجُّرِ هٰذِهِ الْبِحَارِ، وَكَثْرَةِ هٰذِهِ الْجِبَالِ، وَطُولِ هٰذِهِ الْقِلَالِ وَ تَفَرُّقِ هٰذِهِ اللُّغَاتِ، وَ الْأَلْسُنِ الْمُخْتَلِفَاتِ. فَالْوَيْلُ لِمَنْ أَنْكَرَ الْمُقَدِّرَ، وَ جَحَدَ الْمُدَبِّرَ! زَعَمُوا أَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ مَا لَهُمْ زَارِعٌ، وَ لَا لِاخْتِلَافِ صُوَرِهِمْ صَانِعٌ، وَ لَمْ يَلْجَؤُوا إِلَىٰ حُجَّةٍ فِيمَا ادَّعَوْا، وَ لَا تَحْقِيقٍ لِمَا أَوْعَوْا، وَ هَلْ يَكُونُ بِنَاءٌ مِنْ غَيْرِ بَانٍ، أَوْ جِنَايَةٌ مِنْ غَيْرِ جَانٍ!

خلقة الجرادة [2]

وَ إِنْ شِئْتَ قُلْتَ فِي الْجَرَادَةِ، إِذْ خَلَقَ لَهَا عَيْنَيْنِ حَمْرَاوَيْنِ، وَ أَسْرَجَ لَهَا حَدَقَتَيْنِ قَمْرَاوَيْنِ، وَ جَعَلَ لَهَا السَّمْعَ الْخَفِيَّ، وَ فَتَحَ لَهَا الْفَمَ السَّوِيَّ، وَ جَعَلَ لَهَا الْحِسَّ الْقَوِيَّ، وَ نَابَيْنِ بِهِمَا تَقْرِضُ، وَ مِنْجَلَيْنِ بِهِمَا تَقْبِضُ. يَرْهَبُهَا الزُّرَّاعُ فِي زَرْعِهِمْ، وَ لَا يَسْتَطِيعُونَ ذَبَّهَا(ردّها)، وَ لَوْ أَجْلَبُوا بِجَمْعِهِمْ، حَتَّىٰ تَرِدَ الْحَرْثَ فِي نَزَوَاتِهَا، وَ تَقْضِيَ مِنْهُ شَهَوَاتِهَا. وَ خَلْقُهَا كُلُّهُ لَا يُكَوِّنُ إِصْبَعاً مُسْتَدِقَّةً.
فَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِي «يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ طَوْعاً وَ كَرْهاً»،

صفا - چکنا پتھر
شراسیف - پسلیاں
قلال - جمع قُلّہ - پہاڑ کی چوٹی
لم یلجئوا - اعتماد نہیں کیا
اوعاہ - محفوظ کیا
قمراوین - چمکدار مثل چاند رات
منجل - ہَل
ذب - ہنکانا
نزوات - اچھل کود

[1] خدا شاہد ہے کہ ماہرین علم الحیوان نے صدہا سال کے تجربات کے بعد بھی ان حقائق کی تلاش میں کامیابی حاصل نہیں کی ہے جن کی طرف چودہ صدی قبل مولائے کائنات نے اشارہ کر دیا تھا جب نہ علم الحیوان کا کوئی وجود تھا اور نہ تجربہ گاہیں ایجاد ہوئی تھیں اور اس کا راز صرف یہ ہے کہ نمائندگان پروردگار درسگاہ علام الغیوب سے پڑھ کر آئے ہیں۔ انھیں اس دنیا میں تجربہ اور تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[2] اس خطبہ میں مولائے کائنات نے دو انتہائی صغیر و حقیر مخلوقات کا حوالہ دیا ہے۔ ایک کا تعلق زمین پر رینگنے سے ہے اور دوسرے کا تعلق فضا میں پرواز کرنے سے ہے۔ دونوں کی تخلیق میں خلقت کے شاہکار پائے جاتے ہیں اور دونوں انتہائی کمزور ہونے کے باوجود اس قدر طاقتور ہیں کہ چیونٹی ہاتھی کو فنا کر سکتی ہے اور ٹڈی بڑے بڑے فارم کے ناک میں دم کئے رہتی ہے اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو اپنے جسم کے ڈیل ڈول پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔ پروردگار نے ہر بڑی طاقت کے فنا کرنے کا سامان چھوٹی طاقت میں رکھ دیا ہے۔

نہ احسان کرنے والا خدا اسے نظرانداز کرتا ہے اور نہ صاحب جزا وعطا اسے محروم رکھتا ہے چاہے وہ خشک پتھر کے اندر ہو یا جمے ہوئے سنگ خارا کے اندر۔ اگر تم اس کی غذا کو پست و بلند نالیوں اور اس کے جسم کے اندر شکم کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور سر میں جگہ پانے والے آنکھ اور کان کو دیکھو گے تو تمھیں واقعاً اس کی تخلیق پر تعجب ہوگا اور اس کی توصیف سے عاجز ہو جاؤ گے۔ برتر ہے وہ خدا جس نے اس جسم کو اس کے پیروں پر قائم کیا ہے اور اس کی تعمیر انھیں ستونوں پر کھڑی کی ہے۔ نہ اس کی فطرت میں کسی خالق نے حصہ لیا ہے اور نہ اس کی تخلیق میں کسی قادر نے کوئی مدد کی ہے۔ اور اگر تم فکر کے تمام راستوں کو طے کر کے اس کی انتہا تک پہونچنا چاہو گے تو ایک ہی نتیجہ حاصل ہوگا کہ جو چیونٹی کا خالق ہے وہی درخت خرما کا بھی پروردگار ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک تخلیق میں یہی باریکی ہے اور ہر جاندار کا دوسرے سے نہایت درجہ باریک ہی اختلاف ہے۔ اس کی بارگاہ میں عظیم و لطیف، ثقیل و خفیف، قوی و ضعیف سب ایک ہی جیسے ہیں۔ (1)

یہی حال آسمان اور فضا ــــ اور ہوا اور پانی کا ہے ــــ کہ چاہو شمس و قمر کو دیکھو یا نباتات و شجر کو۔ پانی اور پتھر پر نگاہ کرو یا شب و روز کی آمد و رفت پر، دریاؤں کے بہاؤ کو دیکھو یا پہاڑوں کی کثرت اور چوٹیوں کے طول و ارتفاع کو۔ لغات کے اختلاف کو دیکھو یا زبانوں کے افتراق کو۔ سب اس کی قدرت کاملہ کے بہترین دلائل ہیں۔ حیف ہے ان لوگوں پر جنھوں نے تقدیر ساز کا انکار کیا ہے اور تدبیر کرنے والے سے مکر گئے۔ ان کا خیال ہے کہ سب گھاس پھوس کی طرح ہیں کہ بغیر کھیتی کرنے والے کے اگ آئے ہیں اور بغیر صانع کے مختلف شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ حالانکہ انھوں نے اس دعویٰ میں نہ کسی دلیل کا سہارا لیا ہے اور نہ اپنے عقائد کی کوئی تحقیق کی ہے۔ ورنہ یہ سمجھ لیتے کہ نہ بغیر بانی کے عمارت ہو سکتی ہے اور نہ بغیر مجرم کے جرم ہو سکتا ہے۔

اور اگر تم چاہو تو یہی باتیں ٹڈی کے بارے میں کہی جا سکتی ہیں (2) کہ اس کے اندر دو سرخ سرخ آنکھیں پیدا کی ہیں اور چاند جیسے دو حلقوں میں آنکھوں کے چراغ روشن کر دئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے کان بنا دئے ہیں اور مناسب سا دہانہ کھول دیا ہے لیکن اس کے احساس کو قوی بنا دیا ہے۔ اس کے دو تیز دانت ہیں جن سے پتیوں کو کاٹتی ہے اور دو پیر دندانہ دار ہیں جن سے گھاس وغیرہ کو کاٹتی ہے۔ کاشتکار اپنی کاشت کے لئے ان سے خوفزدہ رہتے ہیں لیکن انھیں ہنکا نہیں سکتے ہیں چاہے کسی قدر طاقت کیوں نہ جمع کر لیں۔ یہاں تک کہ وہ کھیتوں پر جست و خیز کرتے ہوئے حملہ آور ہو جاتی ہیں اور اپنی خواہش پوری کر لیتی ہیں۔ جب کہ اس کا کل وجود ایک باریک انگلی سے زیادہ نہیں ہے۔

پس بابرکت ہے وہ ذات اقدس جس کے سامنے زمین و آسمان کی تمام مخلوقات برغبت یا بجبر و اکراہ سربسجود رہتی ہیں۔

(1) درحقیقت گھاس پھوس کے بارے میں بھی یہ تصور خلاف عقل ہے کہ اس کی تخلیق بغیر کسی خالق کے ہو گئی ہے۔ لیکن یہ تصور صرف اس لئے پیدا کر لیتا ہے کہ انسان اس کی حکمت اور مصلحت سے باخبر نہیں ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اسے برسات نے پانی کے بغیر کسی ترتیب و تنظیم کے اُگا دیا ہے اور اس کے بعد اسی تخلیق پر ساری کائنات کا قیاس کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ اسے کائنات کی حکمت و مصلحت کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا چاہئے تھا کہ تخلیق کائنات کے بعض اسرار تو واضح بھی ہو گئے ہیں لیکن تخلیق نباتات کا تو کوئی راز واضح نہیں ہو سکا ہے اور یہ انسان کی انتہائی جہالت ہے کہ وہ اس قدر حقیر اور معمولی مخلوقات کی حکمت و مصلحت سے بھی باخبر نہیں ہے اور حوصلہ اس قدر بلند ہے کہ مالک کائنات سے ٹکر لینا چاہتا ہے اور ایک لفظ میں اس کے وجود کا خاتمہ کر دینا چاہتا ہے۔

وَ يُعَفِّرُ لَهُ خَدّاً وَ وَجْهاً، وَ يُلْقِي إِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ سِلْماً وَضَعْفاً، وَ يُعْطِي لَهُ الْقِيَادَ رَهْبَةً وَ خَوْفاً! فَالطَّيْرُ مُسَخَّرَةٌ لِأَمْرِهِ، أَحْصَىٰ عَدَدَ الرِّيشِ مِنْهَا وَ النَّفَسَ، وَ أَرْسَىٰ قَوَائِمَهَا عَلَىٰ النَّدَىٰ وَ الْيَبَسِ، وَ قَدَّرَ أَقْوَاتَهَا، وَ أَحْصَىٰ أَجْنَاسَهَا. فَهٰذَا غُرَابٌ وَ هٰذَا عُقَابٌ. وَ هٰذَا حَمَامٌ وَ هٰذَا نَعَامٌ. دَعَا كُلَّ طَائِرٍ بِاسْمِهِ، وَكَفَلَ لَهُ بِرِزْقِهِ. وَ أَنْشَأَ «السَّحَابَ الثِّقَالَ» فَأَهْطَلَ دِيَمَهَا، وَ عَدَّدَ قِسَمَهَا. فَبَلَّ الْأَرْضَ بَعْدَ جُفُوفِهَا، وَ أَخْرَجَ نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوبِهَا.

١٨٦

و من خطبة له (عليه السلام)

في التوحيد، و تجمع هذه الخطبة من اصول العلم ما لا تجمعه خطبة

مَا وَحَّدَهُ مَنْ كَيَّفَهُ، وَ لَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ، وَ لَا إِيَّاهُ عَنَىٰ مَنْ شَبَّهَهُ، وَ لَا صَمَدَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَ تَوَهَّمَهُ. كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوعٌ، وَ كُلُّ قَائِمٍ فِي سِوَاهُ مَعْلُولٌ. فَاعِلٌ لَا بِاضْطِرَابِ آلَةٍ، مُقَدِّرٌ لَا بِجَوْلِ فِكْرَةٍ، غَنِيٌّ لَا بِاسْتِفَادَةٍ. لَا تَصْحَبُهُ الْأَوْقَاتُ، وَ لَا تَرْفِدُهُ الْأَدَوَاتُ، سَبَقَ الْأَوْقَاتَ كَوْنُهُ، وَ الْعَدَمَ وُجُودُهُ، وَ الِابْتِدَاءَ أَزَلُهُ. بِتَشْعِيرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ أَنْ لَا مَشْعَرَ لَهُ، وَ بِمُضَادَّتِهِ بَيْنَ الْأُمُورِ عُرِفَ أَنْ لَا ضِدَّ لَهُ، وَ بِمُقَارَنَتِهِ بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لَا قَرِينَ لَهُ. ضَادَّ النُّورَ بِالظُّلْمَةِ، وَ الْوُضُوحَ بِالْبُهْمَةِ، وَ الْجُمُودَ بِالْبَلَلِ، وَ الْحَرُورَ (الحرور) بِالصَّرَدِ. مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا، مُقَارِنٌ (مقارب) بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا، مُقَرِّبٌ بَيْنَ مُتَبَاعِدَاتِهَا، مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا. لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَ لَا يُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَ إِنَّمَا تَحُدُّ الْأَدَوَاتُ أَنْفُسَهَا، وَ تُشِيرُ الْآلَاتُ إِلَىٰ نَظَائِرِهَا. مَنَعَتْهَا «مُنْذُ» الْقِدْمَةَ، وَ حَمَتْهَا «قَدُ» الْأَزَلِيَّةَ، وَ جَنَّبَتْهَا «لَوْلَا» التَّكْمِلَةَ! بِهَا تَجَلَّىٰ صَانِعُهَا لِلْعُقُولِ، وَ بِهَا امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ الْعُيُونِ، وَ لَا يَجْرِي عَلَيْهِ السُّكُونُ وَ الْحَرَكَةُ، وَ كَيْفَ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ أَجْرَاهُ، وَ يَعُودُ فِيهِ مَا هُوَ أَبْدَاهُ، وَ يَحْدُثُ فِيهِ مَا هُوَ أَحْدَثَهُ! إِذاً لَتَفَاوَتَتْ

ندی - تری - نمی
ہطل - مسلسل بارش
دیم - جمع دیمہ - بلا رعد و برق بارش
تعدید القسم - ہر علاقہ کے حصہ کا حساب رکھنا
جدوب - قحط
صمد - ارادہ کیا
ترفدہ - امداد کرتے ہیں
مشعر - محل شعور و احساس
صَرَد - ٹھنڈک
تدانی - ایک دوسرے سے قریب
منذ - کب سے ہے یہ علامت ہے کہ پہلے نہیں تھا
قد - ہوگیا - یہ اشارہ ہے کہ وجود سے پہلے عدم تھا
لولا - اگر وہ نہ ہوتا - یہ نشانی ہے کہ کسی کا محتاج ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو اس کا بھی وجود نہ ہوتا اور یہ کھلی ہوئی مخلوقیت کی علامت ہے کہ خالق کسی کے ذریعہ وجود میں نہیں آتا ہے بلکہ ساری کائنات اس کے اشارہ کُن سے عالم وجود میں آجاتی ہے۔

مصادر خطبہ ۱۸۶ احتجاج طبرسی ۱ ص ۲۹۹، کافی ۱ ص ۱۳۸، توحید صدوق ص ۹۶، ص ۳۲۰، ص ۳۲۴، امالی صدوق ص ۲۰۵، ارشاد مفید ص ۱۳۱، اختصاص مفید ص ۲۳۶، تذکرۃ الخواص ص ۱۵۷، تحف العقول ص ۴۳، امالی شریف مرتضیٰ ۱ ص ۱۳۸

اس کے لئے چہرہ اور رخسار کو خاک پر رکھے ہوئے ہیں اور عجز و انکسار کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سراپا اطاعت ہیں اور خوف و دہشت سے اپنی زمام اختیار اس کے حوالہ کئے ہوئے ہیں۔ پرندے اس کے امر کے تابع ہیں کہ وہ ان کے پروں اور سانسوں کا شمار رکھتا ہے اور ان کے پیروں کو تری یا خشکی میں جما دیا ہے۔ ان کا قوت مقدر کر دیا ہے اور ان کی جنس کا احصار کر لیا ہے کہ یہ کوا ہے۔ وہ عقاب ہے۔ یہ کبوتر ہے۔ وہ شتر مرغ ہے۔ ہر پرندہ کو اس کے نام سے عالم وجود میں دعوت دی ہے اور ہر ایک کی روزی کی کفالت کی ہے۔ سنگین قسم کے بادل پیدا کئے تو ان سے موسلادھار پانی برسا دیا اور اس کی تقسیمات کا حساب بھی رکھا۔ زمین کو خشکی کے بعد تر کر دیا اور اس کے نباتات کو بنجر ہو جانے کے بعد دوبارہ اُگا دیا۔

۱۸۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(توحید کے بارے میں اور اس میں وہ تمام علمی مطالب پائے جاتے ہیں جو کسی دوسرے خطبہ میں نہیں ہیں)

وہ اس کی توحید کا قائل نہیں ہے جس نے اس کے لئے کیفیات کا تصور پیدا کر لیا اور وہ اس کی حقیقت سے نا آشنا ہے جس نے اس کی تمثیل قرار دے دی۔ اس نے اس کا قصد ہی نہیں کیا جس نے اس کی شبیہ بنا دی اور وہ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوا جس نے اس کی طرف اشارہ کر دیا یا اسے تصوّر کا پابند بنا دینا چاہا۔ جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہے اور جو دوسرے کے سہارے قائم ہو وہ اس علّت کا محتاج ہے۔ پروردگار فاعل ہے لیکن اعضاء کے حرکات سے نہیں اور اندازے مقرر کرنے والا ہے لیکن فکر کی جولانیوں سے نہیں۔ وہ غنی ہے لیکن کسی سے کچھ لے کر نہیں۔ زمانہ اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور آلات اسے سہارا نہیں دے سکتے۔ اس کا وجود زمانہ سے پہلے ہے اور اس کا وجود عدم سے بھی سابق اور اس کی ازلیت ابتدا سے بھی مقدم ہے۔ اس کے حواسؔ کو ایجاد کرنے سے اندازہ ہوا کہ وہ حواس سے بے نیاز ہے اور اس کے اشیاء کے درمیان ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی کوئی ضد نہیں ہے اور اس کے اشیاء میں مقارنت قرار دینے سے ثابت ہوا کہ اس کا کوئی قرین اور ساتھی نہیں ہے۔ اس نے نور کو ظلمت کی۔ وضاحت کو ابہام کی۔ خشکی کو تری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دشمن اشیاء کو جمع کرنے والا۔ ایک دوسرے سے جداگانہ اشیاء کا ساتھ کر دینے والا۔ باہمی دوری رکھنے والوں کو قریب بنا دینے والا اور باہمی قربت کے حامل امور کا جُدا کر دینے والا ہے۔ وہ نہ کسی حد کے اندر آتا ہے اور نہ کسی حساب و شمار میں آسکتا ہے کہ جسمانی قوتیں اپنی جیسی اشیاء ہی کو محدود کر سکتی ہیں اور آلات اپنے امثال ہی کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ ان اشیاء کو لفظ مُنذُ (کب) نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے اور حرف قَدْ (ہو گیا) نے ازلیت سے الگ کر دیا ہے اور لَوْلَا نے انھیں تکمیل سے جُدا کر دیا ہے۔ انھیں اشیاء کے ذریعہ بنانے والا عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے اور انھیں کے ذریعہ آنکھوں کی دید سے بَری ہو گیا ہے۔ اس پر حرکت و سکون کا قانون جاری نہیں ہوتا ہے کہ اس نے خود حرکت و سکون کے نظام کو جاری کیا ہے اور جس چیز کی ابتدا اس نے کی ہے وہ اس کی طرف کس طرح عائد ہو سکتی ہے یا جس کو اس نے ایجاد کیا ہے وہ اس کی ذات میں کس طرح شامل ہو سکتی ہے۔ ایسا ہو جاتا تو اس کی ذات بھی تغیر پذیر ہو جاتی

؎ مالک کائنات نے تخلیق کائنات میں ایسے خصوصیات کو ودیعت کر دیا ہے جن کے ذریعہ اس کی عظمت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ صرف اس نکتہ کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جو شے بھی کسی کی ایجاد کردہ ہوتی ہے اس کا اطلاق موجد کی ذات پر نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا اگر اس نے حواس کو پیدا کیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات حواس سے بالاتر ہے اور اگر اس نے بعض اشیاء میں ہمرنگی اور بعض میں اختلاف پیدا کیا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی ذات اقدس نہ کسی کی ہمرنگ ہے اور نہ کسی سے ضدیت کی حامل ہے۔ یہ ساری باتیں مخلوقات کے مقدر میں لکھی گئی ہیں اور خالق کی ذات ان تمام باتوں سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے۔!

ذَاتُهُ، وَ لَتَجَزَّأَ كُنْهُهُ، وَ لَامْتَنَعَ مِنَ الْأَزَلِ مَعْنَاهُ، وَ لَكَانَ لَهُ وَرَاءٌ إِذْ وُجِدَ لَهُ أَمَامٌ، وَ لَالْتَمَسَ التَّمَامَ إِذْ لَزِمَهُ النُّقْصَانُ. وَ إِذاً لَقَامَتْ آيَةُ الْمَصْنُوعِ فِيهِ، وَلَتَحَوَّلَ دَلِيلاً بَعْدَ أَنْ كَانَ مَدْلُولاً عَلَيْهِ، وَ خَرَجَ بِسُلْطَانِ الامْتِنَاعِ مِنْ أَنْ يُؤَثِّرَ فِيهِ مَا يُؤَثِّرُ فِي غَيْرِهِ. الَّذِي لَا يَحُولُ وَ لَا يَزُولُ، وَ لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ الْأُفُولُ. لَمْ يَلِدْ فَيَكُونَ (فيصير) مَوْلُوداً، وَ لَمْ يُولَدْ فَيَصِيرَ مَحْدُوداً[1]. جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْأَبْنَاءِ، وَ طَهُرَ عَنْ مُلَامَسَةِ النِّسَاءِ. لَا تَنَالُهُ الْأَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهُ، وَ لَا تَتَوَهَّمُهُ الْفِطَنُ فَتُصَوِّرَهُ، وَ لَا تُدْرِكُهُ الْحَوَاسُّ فَتُحِسَّهُ، وَ لَا تَلْمِسُهُ الْأَيْدِي فَتَمَسَّهُ. وَ لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَ لَا يَتَبَدَّلُ فِي الْأَحْوَالِ. وَ لَا تُبْلِيهِ اللَّيَالِي وَ الْأَيَّامُ، وَ لَا يُغَيِّرُهُ الضِّيَاءُ وَ الظَّلَامُ. وَ لَا يُوصَفُ بِشَيْءٍ مِنَ الْأَجْزَاءِ، وَ لَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْأَعْضَاءِ، وَ لَا بِعَرَضٍ مِنَ الْأَعْرَاضِ، وَ لَا بِالْغَيْرِيَّةِ وَ الْأَبْعَاضِ. وَ لَا يُقَالُ: لَهُ حَدٌّ وَ لَا نِهَايَةٌ، وَ لَا انْقِطَاعٌ وَ لَا غَايَةٌ، وَ لَا أَنَّ الْأَشْيَاءَ تَحْوِيهِ فَتُقِلَّهُ أَوْ تُهْوِيَهُ، وَ أَنَّ شَيْئاً يَحْمِلُهُ فَيُمِيلَهُ أَوْ يُعَدِّلَهُ. لَيْسَ فِي الْأَشْيَاءِ بِوَالِجٍ، وَ لَا عَنْهَا بِخَارِجٍ. يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَ لَهَوَاتٍ، وَ يَسْمَعُ لَا بِخُرُوقٍ وَ أَدَوَاتٍ. يَقُولُ وَ لَا يَلْفِظُ، وَ يَحْفَظُ وَ لَا يَتَحَفَّظُ، وَ يُرِيدُ وَ لَا يُضْمِرُ. يُحِبُّ وَ يَرْضَى مِنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَ يُبْغِضُ وَ يَغْضَبُ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ. يَقُولُ لِمَنْ أَرَادَ كَوْنَهُ: «كُنْ فَيَكُونُ»، لَا بِصَوْتٍ يَقْرَعُ، وَ لَا بِنِدَاءٍ يُسْمَعُ، وَ إِنَّمَا كَلَامُهُ[2] سُبْحَانَهُ فِعْلٌ مِنْهُ أَنْشَأَهُ وَ مَثَّلَهُ، لَمْ يَكُنْ مِنْ قَبْلِ ذَلِكَ كَائِناً، وَ لَوْ كَانَ قَدِيماً لَكَانَ إِلَهاً ثَانِياً.

لَا يُقَالُ: كَانَ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ، فَتَجْرِيَ عَلَيْهِ الصِّفَاتُ الْمُحْدَثَاتُ، وَ لَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهُ فَصْلٌ، وَ لَا لَهُ عَلَيْهَا فَضْلٌ، فَيَسْتَوِيَ الصَّانِعُ وَ الْمَصْنُوعُ، وَ يَتَكَافَأَ الْمُبْتَدَعُ وَ الْبَدِيعُ. خَلَقَ الْخَلَائِقَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ، وَ لَمْ يَسْتَعِنْ عَلَى خَلْقِهَا بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ. وَ أَنْشَأَ الْأَرْضَ فَأَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ، وَ أَرْسَاهَا عَلَى غَيْرِ قَرَارٍ، وَ أَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَائِمَ، وَ رَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَائِمَ، وَ حَصَّنَهَا مِنَ الْأَوَدِ وَ الِاعْوِجَاجِ، وَ مَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَ الِانْفِرَاجِ. أَرْسَى أَوْتَادَهَا، وَ ضَرَبَ أَسْدَادَهَا، وَ اسْتَفَاضَ عُيُونَهَا، وَ خَدَّ أَوْدِيَتَهَا، فَلَمْ يَهِنْ مَا بَنَاهُ، وَ لَا ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ. هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهِ وَ عَظَمَتِهِ، وَ هُوَ

سلطان الامتناع - وہ قوت جو ہر اعتبار سے محافظ ہے

افول - غروب

مولود - جو کسی بھی ذریعہ سے پیدا ہو

تقلّہ - بلند کرے

تہویہ - گرادے

لہوات - حلق کا کوا

لایتحفظ - حفاظت میں کوئی زحمت نہیں ہوتی ہے۔

اود - کجی

تہافت - دھیرے دھیرے گرجانا

انفراج - شگاف

اوتاد - جمع وتد - میخ - رسی

اسداد - جمع سد - پہاڑ

خدّ - شق کردیا

لم یہن - کمزور نہیں ہے

[1] ہر مولود بہرحال محدود ہے کہ جس سے پیدا ہوا ہے اس نے اس کے وجود کی حدبندی کر دی ہے چاہے وہ باپ ہو یا کوئی دوسرا ذریعہ ہو جیسا کہ خلقت حضرت آدمؑ میں ہوا ہے یا دوسری مخلوقات میں ہوتا رہتا ہے

[2] بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ پروردگار کا کلام ایک صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور جس طرح اس کی ذات اقدس قدیم ہے اسی طرح یہ صفت اور یہ کلام بھی قدیم ہے - اور اسی بنیاد پر ایک زمانہ میں اس قدر اختلاف ہوا ہے کہ عقائد کے سارے علم کا نام علم کلام ہو گیا - گویا کہ عقائد میں کوئی عقیدہ سمجھنے کے لائق نہیں ہے - سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انسان کلام پروردگار کی حقیقت کا ادراک کرلے اور یہ سمجھ لے کہ اس کا کلام حادث ہے یا قدیم - حالانکہ یہ سب مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے سیاسی حربے تھے ورنہ کون شریف آدمی نہیں جانتا ہے کہ کلام کلام ہوتا ہے - وہ متکلم کا جوہر نہیں ہو سکتا ہے -

س کی حقیقت بھی قابل تجزیہ ہوجاتی اور اس کی معنویت بھی ازلیت سے الگ ہوجاتی اور اس کے یہاں بھی اگر سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت
ہوتی اور وہ بھی کمال کا طلبگار ہوتا اگر اس میں نقص پیدا ہوجاتا۔ اس میں مصنوعات کی علامت پیدا ہوجاتی اور وہ مدلول ہونے کے بعد خود
دوسرے کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوجاتا۔ وہ اپنے امتناع وتحفظ کی طاقت کی بنا پر اس حد سے باہر نکل گیا ہے کہ کوئی ایسی شے اس پر
ے جو دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کے یہاں نہ تغیر ہے اور نہ زوال اور نہ اس کے آفتاب وجود کے لئے کوئی غروب ہے۔ وہ نہ
کا باپ ہے کہ اس کا کوئی فرزند ہو اور نہ کسی کا فرزند ہے کہ محدود ہو کر رہ جائے (۵۱)۔ وہ اولاد بنانے سے بھی بے نیاز اور عورتوں کو ہاتھ
نے سے بھی بلند وبالا ہے۔ اوہام اسے پا نہیں سکتے ہیں کہ اس کا اندازہ مقرر کریں اور ہوشمندیاں اس کا تصور نہیں کر سکتی ہیں کہ اس کی
یر بنا سکیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے ہیں کہ اسے محسوس کر سکیں اور ہاتھ اسے چھو نہیں سکتے ہیں کہ مس کر لیں۔ وہ کسی حال
متغیر نہیں ہوتا ہے اور مختلف حالات میں بدلتا بھی نہیں ہے۔ شب و روز اسے پرانا نہیں کر سکتے ہیں اور تاریکی و روشنی اس میں
ہیں پیدا کر سکتی ہے۔ وہ نہ اجزا سے موصوف ہوتا ہے اور نہ جوارح و اعضا سے۔ نہ کسی عرض سے متصف ہوتا ہے اور نہ
یت اور جزئیت سے۔ اس کے لئے نہ حد اور انتہا کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور نہ اختتام اور زوال کا۔ نہ اشیا اس پر حاوی ہیں
ب چاہیں پست کر دیں یا بلند کر دیں اور نہ کوئی چیز اسے اٹھائے ہوئے ہے کہ جب چاہے سیدھا کر دے یا موڑ دے۔ وہ نہ اشیا
اندر داخل ہے اور نہ ان سے خارج ہے۔ وہ کلام کرتا ہے مگر زبان اور تالو کے سہارے نہیں اور سنتا ہے لیکن کان کے
راخ اور آلات کے ذریعہ نہیں۔ بولتا ہے لیکن تلفظ سے نہیں اور ہر چیز کو یاد رکھتا ہے لیکن حافظہ کے سہارے نہیں۔ ارادہ کرتا
لیکن دل سے نہیں اور محبت و رضا رکھتا ہے لیکن نرمی قلب کے وسیلہ سے نہیں اور بغض وغضب بھی رکھتا ہے لیکن غم و غصہ کی
یف سے نہیں۔ جس چیز کو ایجاد کرنا چاہتا ہے اس سے کُن کہہ دیتا ہے اور وہ ہو جاتی ہے۔ نہ کوئی آواز کانوں سے ٹکراتی ہے
نہ کوئی ندا سنائی دیتی ہے۔ اس کا کلام (۵۲) درحقیقت اس کا فعل ہے جس کو اس نے ایجاد کیا ہے اور اس کے پہلے سے ہونے کا کوئی سوال
ہے ورنہ وہ بھی قدیم اور دوسرا خدا ہوجاتا۔

اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفات[1] کا اطلاق ہوجائے اور دونوں میں نہ کوئی فاصلہ
جائے اور نہ اس کا حوادث پر کوئی فضل رہ جائے اور پھر صانع و مصنوع دونوں برابر ہوجائیں اور مصنوع صنعت کے مثل ہوجائے۔ اس نے
قات کو بغیر کسی دوسرے کے چھوڑے ہوئے نمونہ کے بنایا ہے اور اس تخلیق میں کسی سے مدد بھی نہیں لی ہے۔ زمین کو ایجاد کیا اور اس میں الجھے
لے روک کر رکھا اور پھر بغیر کسی سہارے کے گاڑ دیا اور بغیر کسی ستون کے قائم کر دیا اور بغیر کھمبوں کے بلند بھی کر دیا۔ اسے ہر طرح کی
اور ٹیڑھے پن سے محفوظ رکھا اور ہر قسم کے شگاف اور انتشار سے بچائے رکھا۔ اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور چٹانوں کو مضبوطی
نصب کر دیا۔ چشمے جاری کر دئے اور پانی کی گذرگاہوں کو شگافتہ کر دیا۔ اس کی کوئی صنعت کمزور نہیں ہے اور اس نے جس کو قوت
ے دی ہے وہ ضعیف نہیں ہے۔ وہ ہر شے پر اپنی عظمت و سلطنت کی بنا پر غالب ہے۔

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پروردگار کا عرفان اس کے صفات و کمالات ہی سے ہوتا ہے اور اس کی ذات اقدس بھی مختلف صفات سے متصف ہے۔
بات صرف یہ ہے کہ اس کے صفات حادث نہیں ہیں۔ بلکہ عین ذات ہیں اور ایک ذات اقدس ہے جس سے اس کے تمام صفات کا اندازہ ہوتا ہے اور اس
کا طرح کے تعدد کا کوئی امکان نہیں ہے۔!

الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهِ وَ مَعْرِفَتِهِ، وَ الْعَالِي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مِنْهَا بِجَلَالِهِ وَ عِزَّتِهِ. لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ مِنْهَا طَلَبَهُ، وَ لَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهُ، وَ لَا يَفُوتُهُ السَّرِيعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهُ، وَ لَا يَحْتَاجُ إِلَىٰ ذِي مَالٍ فَيَرْزُقَهُ. خَضَعَتِ الْأَشْيَاءُ لَهُ، وَ ذَلَّتْ مُسْتَكِينَةً لِعَظَمَتِهِ، لَا تَسْتَطِيعُ الْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهِ إِلَىٰ غَيْرِهِ فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَفْعِهِ وَ ضَرِّهِ، وَ لَا كُفْءَ لَهُ فَيُكَافِئَهُ، وَ لَا نَظِيرَ لَهُ فَيُسَاوِيَهُ. هُوَ الْمُفْنِي لَهَا بَعْدَ وُجُودِهَا، حَتَّىٰ يَصِيرَ مَوْجُودُهَا كَمَفْقُودِهَا.

وَ لَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا بِأَعْجَبَ مِنْ إِنْشَائِهَا وَ اخْتِرَاعِهَا.[۱] وَ كَيْفَ وَ لَوِ اجْتَمَعَ جَمِيعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَ بَهَائِمِهَا، وَ مَا كَانَ مِنْ مُرَاحِهَا وَ سَائِمِهَا، وَ أَصْنَافِ أَسْنَاخِهَا وَ أَجْنَاسِهَا، وَ مُتَبَلِّدَةِ أُمَمِهَا وَ أَكْيَاسِهَا، عَلَىٰ إِحْدَاثِ بَعُوضَةٍ، مَا قَدَرَتْ عَلَىٰ إِحْدَاثِهَا، وَ لَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَىٰ إِيجَادِهَا، وَلَتَحَيَّرَتْ عُقُولُهَا فِي عِلْمِ ذٰلِكَ وَتَاهَتْ، وَ عَجِزَتْ قُوَاهَا وَ تَنَاهَتْ، وَ رَجَعَتْ خَاسِئَةً حَسِيرَةً، عَارِفَةً بِأَنَّهَا مَقْهُورَةٌ، مُقِرَّةً بِالْعَجْزِ عَنْ إِنْشَائِهَا، مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ إِفْنَائِهَا!

وَ إِنَّ اللّٰهَ، سُبْحَانَهُ، يَعُودُ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحْدَهُ لَا شَيْءَ مَعَهُ. كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَائِهَا، كَذٰلِكَ يَكُونُ بَعْدَ فَنَائِهَا، بِلَا وَقْتٍ وَ لَا مَكَانٍ، وَلَا حِينٍ وَ لَا زَمَانٍ. عُدِمَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ الْآجَالُ وَ الْأَوْقَاتُ، وَ زَالَتِ السُّنُونَ وَ السَّاعَاتُ. فَلَا شَيْءَ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِي إِلَيْهِ مَصِيرُ جَمِيعِ الْأُمُورِ. بِلَا قُدْرَةٍ مِنْهَا كَانَ ابْتِدَاءُ خَلْقِهَا، وَ بِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا كَانَ فَنَاؤُهَا، وَ لَوْ قَدَرَتْ عَلَى الِامْتِنَاعِ لَدَامَ بَقَاؤُهَا. لَمْ يَتَكَاءَدْهُ صُنْعُ شَيْءٍ مِنْهَا إِذْ صَنَعَهُ، لَمْ يَؤُدْهُ مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهُ وَ بَرَأَهُ، وَ لَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ، وَ لَا لِخَوْفٍ مِنْ زَوَالٍ وَ نُقْصَانٍ، وَ لَا لِلِاسْتِعَانَةِ بِهَا عَلَىٰ نِدٍّ مُكَاثِرٍ، وَ لَا لِلِاحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُثَاوِرٍ، وَ لَا لِلِازْدِيَادِ بِهَا فِي مُلْكِهِ، وَ لَا لِمُكَاثَرَةِ شَرِيكٍ فِي شِرْكِهِ، وَ لَا لِوَحْشَةٍ كَانَتْ مِنْهُ، فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَأْنِسَ إِلَيْهَا.

ثُمَّ هُوَ يُفْنِيهَا بَعْدَ تَكْوِينِهَا، لَا لِسَأَمٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِي تَصْرِيفِهَا وَ تَدْبِيرِهَا، وَ لَا لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ إِلَيْهِ، وَ لَا لِثِقَلِ شَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهِ، لَا

مُراح - ٹھکانا
سائم - چرنے والا
اسناخ - اصول
متبلدہ - غبی
اکیاس - عقلمند
خاسئی - ذلیل
حسیر - عاجز
لم تیکادہ - مشکل نہیں ہے
لم یودہ - گراں نہیں ہے
برأ - خلق کیا
ند - مثل
مکاثرہ - کثرت میں غلبہ
مثاورہ - حملہ آور

[۱] اس مقام پر حضرت نے قدرت پروردگار کے اظہار کیلئے انسان کی عاجزی کو ذریعہ قرار دیا ہے کہ انسان ایک مچھر کی تخلیق پر قادر نہیں ہے اور مالک نے کل کائنات کو بنا دیا ہے تو جو کائنات کو ایجاد کر سکتا ہے وہ فنا بھی کر سکتا ہے کہ فنا کا کام ایجاد سے بہرحال آسان تر ہے اور اس کا کوئی تصور نہیں ہے کہ کوئی خالق ایجاد کر دینے پر قدرت رکھتا ہو اور فنا کر دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

[۲] کھلی ہوئی بات ہے کہ جب ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور زمین و آسمان دونوں تباہ ہو جائیں گے تو وقت کا تصور ہی کیا رہ جائے گا۔ وقت افلاک کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے اور جب افلاک ہی نہ رہ جائیں گے تو وقت کہاں سے پیدا ہوگا۔ اس ظرف زمان بارے میں کسی لفظ کا استعمال بھی صحیح نہیں ہے کہ اسے ظرف زمان بھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔

علم و عرفان کی بنا پر اندر تک کی خبر رکھتا ہے۔ جلال و عزت کی بنا پر ہر شے سے بلند و بالا ہے اور اگر کسی شے کو طلب کرنا چاہے
تو اسے عاجز نہیں کر سکتی ہے اور اس سے انکار نہیں کر سکتی ہے کہ اس پر غالب آجائے۔ تیزی دکھلانے والے اس سے بچ کر آگے
نکل سکتے ہیں اور وہ کسی صاحب ثروت کی روزی کا محتاج نہیں ہے۔ تمام اشیاء اس کی بارگاہ میں خضوع کرنے والی اور اس کی عظمت
کے سامنے ذلیل ہیں۔ کوئی چیز اس کی سلطنت سے فرار کرکے دوسرے کی طرف نہیں جا سکتی ہے کہ اس کے نفع و نقصان سے محفوظ ہو جائے۔
اس کا کوئی کفو ہے کہ ہمسری کرے اور نہ کوئی مثل ہے کہ برابر ہو جائے۔ وہ ہر شے کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے کہ ایک دن پھر
نابود ہو جائے اور اس کے لئے دنیا کا فنا کر دینا اس سے زیادہ حیرت انگیز نہیں ہے کہ جب اس نے اس کی اختراع (۱) و ایجاد کی تھی
اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ اگر تمام حیوانات پرندہ اور چرندہ۔ رات کو منزل پر واپس آنے والے اور
منزل میں رہ جانے والے۔ طرح طرح کے انواع و اقسام والے اور تمام انسان غبی اور ہوشمند سب مل کر ایک مچھر کو ایجاد
کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے ہیں اور نہ انھیں یہ اندازہ ہو گا کہ اس کی ایجاد کا طریقہ اور راستہ کیا ہے بلکہ ان کی عقلیں اسی راہ میں
گم ہو جائیں گی اور ان کی طاقتیں جواب دے جائیں گی اور عاجز و درماندہ ہو کر میدان عمل سے واپس آجائیں گی اور انھیں محسوس
ہو جائے گا کہ ان پر کسی کا غلبہ ہے اور انھیں اپنی عاجزی کا اقرار بھی ہو گا اور انھیں فنا کر دینے کے بارے میں بھی کمزوری کا اعتراف ہو گا۔
وہ خدائے پاک و پاکیزہ ہی ہے جو دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد بھی رہنے والا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والا کوئی نہیں ہے
ابتدا میں بھی ایسا ہی تھا اور انتہا میں بھی ایسا ہی ہونے والا ہے۔ اس کے لئے نہ وقت ہے نہ مکان۔ نہ ساعت ہے نہ
زمانہ۔ اس وقت مدت اور وقت سب فنا ہو جائیں گے اور ساعت و سال سب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس خدائے واحد و قہار
کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ اسی کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے اور کسی شے کو بھی اپنی ایجاد سے پہلے اپنی تخلیق کا یارا نہ تھا
اور نہ فنا ہوتے وقت انکار کرنے کا دم ہو گا۔ اگر اتنی ہی طاقت ہوتی تو ہمیشہ نہ رہ جاتے۔ اس مالک کو کسی شے کے بنانے میں کسی
زحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور اسے کسی شے کی تخلیق و ایجاد تھکا بھی نہیں سکی۔ اس نے اس کائنات کو نہ اپنی حکومت کے استحکام (۱)
کے لئے بنایا ہے اور نہ کسی زوال اور نقصان کے خوف سے بچنے کے لئے۔ نہ اسے کسی مد مقابل کے مقابلہ میں مدد کی ضرورت تھی
اور نہ وہ کسی حملہ آور دشمن سے بچنا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد اپنے ملک میں کوئی اضافہ تھا اور نہ کسی شریک کے سامنے اپنی کثرت کا
اظہار تھا اور نہ تنہائی کی وحشت سے انس حاصل کرنا تھا۔

اس کے بعد وہ اس کائنات کو فنا کر دے گا۔ نہ اس لئے کہ اس کی تدبیر اور اس کے تصرفات سے عاجز آگیا ہے اور نہ
اس لئے کہ اب آرام کرنا چاہتا ہے یا اس پر کسی خاص چیز کا بوجھ پڑ رہا ہے

(۱) دنیا میں ایجادات اور حکومات کا فلسفہ یہی ہوتا ہے کہ کوئی ایجادات کے ذریعہ حکومت کا استحکام چاہتا ہے اور کوئی حکومت کے ذریعہ خطرات کا مقابلہ کرنا
چاہتا ہے۔ اس لئے بہت ممکن تھا کہ بعض جاہل افراد مالک کائنات کی تخلیق اور اس کی حکومت کے بارے میں بھی اسی طرح کا خیال قائم کر لیتے۔
حضرت نے یہ چاہا کہ اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جائے اور اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا جائے کہ خالق و مخلوق میں بے پناہ فرق ہے اور کسی بھی مخلوق کا قیاس
خالق پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مخلوق کا مزاج احتیاج ہے اور خالق کا کمال بے نیازی ہے لہذا دونوں کے بارے میں ایک طرح کے تصورات نہیں قائم کئے جا سکتے ہیں۔

يُمِدُّهُ طُولُ بَقَائِهَا فَيَدْعُوهُ إِلَىٰ سُرْعَةِ إِفْنَائِهَا، وَلٰكِنَّهُ سُبْحَانَهُ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهِ، وَأَمْسَكَهَا بِأَمْرِهِ، وَأَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهِ، ثُمَّ يُعِيدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَيْهَا، وَلَا اسْتِعَانَةٍ بِشَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهَا، وَلَا لِانْصِرَافٍ مِنْ حَالِ وَحْشَةٍ إِلَىٰ حَالِ اسْتِئْنَاسٍ، وَلَا مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَعَمًى إِلَىٰ حَالِ عِلْمٍ وَالْتِمَاسٍ، وَلَا مِنْ فَقْرٍ إِلَىٰ غِنًى وَكَثْرَةٍ، وَلَا مِنْ ذُلٍّ وَضَعَةٍ إِلَىٰ عِزٍّ وَقُدْرَةٍ.

۱۸۷

و من خطبة له (عليه السلام)

و هي في ذكر الملاحم

أَلَا بِأَبِي وَأُمِّي، هُمْ مِنْ عِدَّةٍ أَسْمَاؤُهُمْ فِي السَّمَاءِ مَعْرُوفَةٌ وَفِي الْأَرْضِ مَجْهُولَةٌ. أَلَا فَتَوَقَّعُوا مَا يَكُونُ مِنْ إِدْبَارِ أُمُورِكُمْ، وَانْقِطَاعِ وُصَلِكُمْ، وَاسْتِعْمَالِ صِغَارِكُمْ. ذَاكَ حَيْثُ تَكُونُ ضَرْبَةُ السَّيْفِ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَهْوَنَ مِنَ الدِّرْهَمِ مِنْ حِلِّهِ. ذَاكَ حَيْثُ يَكُونُ الْمُعْطَىٰ أَعْظَمَ أَجْراً مِنَ الْمُعْطِي. ذَاكَ حَيْثُ تَسْكَرُونَ مِنْ غَيْرِ شَرَابٍ، بَلْ مِنَ النِّعْمَةِ وَالنَّعِيمِ، وَتَحْلِفُونَ مِنْ غَيْرِ اضْطِرَارٍ، وَتَكْذِبُونَ مِنْ غَيْرِ إِحْرَاجٍ (إحواج). ذَاكَ إِذَا عَضَّكُمُ الْبَلَاءُ كَمَا يَعَضُّ الْقَتَبُ غَارِبَ الْبَعِيرِ. مَا أَطْوَلَ هٰذَا الْعَنَاءَ، وَأَبْعَدَ هٰذَا الرَّجَاءَ!

أَيُّهَا النَّاسُ، أَلْقُوا هٰذِهِ الْأَزِمَّةَ الَّتِي تَحْمِلُ ظُهُورُهَا الْأَثْقَالَ مِنْ أَيْدِيكُمْ، وَلَا تَصَدَّعُوا عَلَىٰ سُلْطَانِكُمْ فَتَذُمُّوا غِبَّ فِعَالِكُمْ. وَلَا تَقْتَحِمُوا مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ فَوْرِ نَارِ الْفِتْنَةِ، وَأَمِيطُوا عَنْ سَنَنِهَا، وَخَلُّوا قَصْدَ السَّبِيلِ لَهَا: فَقَدْ لَعَمْرِي يَهْلِكُ فِي لَهَبِهَا الْمُؤْمِنُ، وَيَسْلَمُ فِيهَا غَيْرُ الْمُسْلِمِ.

إِنَّمَا مَثَلِي بَيْنَكُمْ كَمَثَلِ السِّرَاجِ فِي الظُّلْمَةِ، يَسْتَضِيءُ بِهِ مَنْ وَلَجَهَا. فَاسْمَعُوا أَيُّهَا النَّاسُ وَعُوا، وَأَحْضِرُوا آذَانَ قُلُوبِكُمْ تَفْهَمُوا (تفقهوا).

۱۸۸

و من خطبة له (عليه السلام)

في الوصية بأمور

التقوى

أُوصِيكُمْ، أَيُّهَا النَّاسُ، بِتَقْوَى اللّٰهِ وَكَثْرَةِ حَمْدِهِ عَلَىٰ آلَائِهِ

احراج ۔ تنگی
قتب ۔ پالان
غارب ۔ گردن اور کوہان کا درمیانی حصہ
ازمہ ۔ جمع زمام
لاتصدعوا ۔ متفرق نہ ہو جاؤ
فورنار ۔ آگ کا بھڑکنا
امیطوا ۔ زائل کرو
قصد السبیل ۔ سیدھا راستہ

(۱) اگرچہ عمومی قانون یہی ہے کہ عطا کرنے والے کا مرتبہ لینے والے سے بلند تر ہوتا ہے اور اصل اجر راہ خدا میں عطا کرنے والے ہی کا ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی معاملہ اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب عطا کرنے والا دولت کے نشہ میں مست ہو کر قصد قربت کو نظر انداز کر دیتا ہے اور صرف اپنی دولت و ثروت کے مظاہرہ کے لئے صدقات و خیرات کا سلسلہ شروع کرتا ہے اور اس کے برعکس لینے والا ذاتی طور پر انتہائی شریف اور غیرت دار ہوتا ہے لیکن حالات کی بنا پر ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور صدقات و خیرات پر گذارہ کرنے لگتا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسے فقیر کا مرتبہ پروردگار کے نزدیک اس غنی سے یقیناً بالاتر ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

مصادر خطبہ ۱۸۷ کتاب صفین ابوالحسن المدائنی ۔ ربیع الابرار زمخشری (باب المال و الکسب) بحار الانوار کتاب الفتن

مصادر خطبہ ۱۸۸ الاعجاز والایجاز ابو منصور الثعالبی ص ۳۱، بحار الانوار ۷۷ ص ۴۳۳

بقائے کائنات نے اسے تھکا دیا ہے تو اب اسے مٹا دینا چاہتا ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس نے اپنے لطف سے اس کی تدبیر کی ہے اپنے امر سے اسے روک رکھا ہے۔ اپنی قدرت سے اسے مستحکم بنایا ہے اور پھر فنا کرنے کے بعد دوبارہ ایجاد کرے گا حالانکہ اس وقت بھی نہ اسے کسی شے کی ضرورت ہے اور نہ کسی سے مدد لینا ہوگی۔ نہ وحشت سے انس کی طرف منتقل ہونا ہوگا اور نہ جہالت و تاریکی سے علم اور تجربہ کی طرف آنا ہوگا نہ فقر و احتیاج سے مالداری اور کثرت کی تلاش ہوگی اور نہ ذلت و کمزوری سے عزت اور قدرت کی جستجو ہوگی۔

۱۸۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ
(جس میں حوادث روزگار کا ذکر کیا گیا ہے)

میرے ماں باپ ان چند افراد پر قربان ہو جائیں جن کے نام آسمان میں معروف ہیں اور زمین میں مجہول۔ آگاہ ہو جاؤ اور اس وقت کا انتظار کرو جب تمہارے امور الٹ جائیں گے اور تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور بچوں کے ہاتھ میں اقتدار آجائے گا۔ وہ وقت ہوگا جب ایک درہم کے حلال کے ذریعہ حاصل کرنے سے آسان تر تلوار کا زخم ہوگا اور لینے والے فقیر کا اجر دینے والے مالدار سے زیادہ ہوگا۔ (۱)

تم بغیر کسی شراب کے نعمتوں کے نشہ میں سرمست ہوگے اور بغیر کسی مجبوری کے قسم کھاؤ گے اور بغیر کسی ضرورت کے جھوٹ بولو گے اور یہی وہ وقت ہوگا جب بلائیں تمہیں اس طرح کاٹ کھائیں گی جس طرح اونٹ کی پیٹھ کو پالان۔ ہائے یہ رنج و الم کس قدر طویل ہوگا اور اس سے نجات کی امید کس قدر دور تر ہوگی۔

لوگو! ان سواریوں کی باگ ڈور اتار کر پھینک دو جن کی پشت پر تمہارے ہی ہاتھوں گناہوں کا بوجھ ہے اور اپنے حاکم سے اختلاف نہ کرو کہ بعد میں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ وہ آگ کے شعلے جو تمہارے سامنے ہیں ان میں کود نہ پڑو۔ ان کی راہ سے الگ ہو کر چلو اور راستہ کو ان کے لئے خالی کر دو کہ میری جان کی قسم اس فتنہ کی آگ میں مومن ہلاک ہو جائے گا اور غیر مسلم محفوظ رہے گا۔

میری مثال تمہارے درمیان اندھیرے میں چراغ جیسی ہے کہ جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ روشنی حاصل کرلے گا۔ لہٰذا خدارا میری بات سنو اور سمجھو۔ اپنے دلوں کے کانوں کو میری طرف مصروف کرو تاکہ بات سمجھ سکو۔

۱۸۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ
(مختلف امور کی وصیت کرتے ہوئے)

ایہا الناس! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں تقویٰ الٰہی اور نعمتوں، احسانات اور فضل و کرم پر شکر خدا ادا کرنے کی

(۱) جس طرح مالک نے رسول اکرمؐ کو جاہلیت کے اندھیرے میں سراج منیر بنا کر بھیجا تھا اسی طرح فتنوں کے اندھیروں میں مولائے کائنات کی ذات ایک روشن چراغ کی ہے کہ اگر انسان اس چراغ کی روشنی میں زندگی گذارے تو کوئی فتنہ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ہے اور کسی اندھیرے میں اس کے بھٹکنے کا امکان نہیں ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اس چراغ کی روشنی میں قدم آگے بڑھائے ورنہ اگر اس نے آنکھیں بند کرلیں اور اندھے پن کے ساتھ قدم آگے بڑھاتا رہا تو چراغ روشن رہے گا اور انسان گمراہ ہو جائے گا جس کی طرف ان کلمات کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے کہ خدارا میری بات سنو اور سمجھو کہ اس کے بعد ہدایت کا کوئی امکان نہیں ہے اور گمراہی کا خطرہ ہرگز نہیں ٹل سکتا ہے۔

إِلَيْكُمْ، وَ نَعْمَائِهِ عَلَيْكُمْ، وَ بَلَائِهِ لَدَيْكُمْ. فَكَمْ خَصَّكُمْ (خصكم) بِنِعْمَةٍ، وَ تَدَارَكَكُمْ بِرَحْمَةٍ! أَعْوَرْتُمْ لَهُ فَسَتَرَكُمْ، وَ تَعَرَّضْتُمْ لِأَخْذِهِ فَأَمْهَلَكُمْ!

الموت

وَ أُوصِيكُمْ بِذِكْرِ الْمَوْتِ وَ إِقْلَالِ الْغَفْلَةِ عَنْهُ. وَ كَيْفَ غَفْلَتُكُمْ عَمَّا لَيْسَ يُغْفِلُكُمْ، وَ طَمَعُكُمْ فِيمَنْ لَيْسَ يُمْهِلُكُمْ! فَكَفَىٰ وَاعِظاً بِمَوْتَىٰ عَايَنْتُمُوهُمْ، حُمِلُوا إِلَىٰ قُبُورِهِمْ غَيْرَ رَاكِبِينَ، وَ أُنْزِلُوا فِيهَا غَيْرَ نَازِلِينَ. فَكَأَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا لِلدُّنْيَا عُمَّاراً، وَ كَأَنَّ الْآخِرَةَ لَمْ تَزَلْ لَهُمْ دَاراً. أَوْحَشُوا مَا كَانُوا يُوطِنُونَ، وَ أَوْطَنُوا مَا كَانُوا يُوحِشُونَ، وَ اشْتَغَلُوا بِمَا فَارَقُوا، وَ أَضَاعُوا مَا إِلَيْهِ انْتَقَلُوا. لَا عَنْ قَبِيحٍ يَسْتَطِيعُونَ انْتِقَالاً، وَ لَا فِي حَسَنٍ يَسْتَطِيعُونَ ازْدِيَاداً. أَنِسُوا بِالدُّنْيَا فَغَرَّتْهُمْ، وَ وَثِقُوا بِهَا فَصَرَعَتْهُمْ.

سرعة النفاد

فَسَابِقُوا - رَحِمَكُمُ اللّٰهُ - إِلَىٰ مَنَازِلِكُمُ الَّتِي أُمِرْتُمْ أَنْ تَعْمُرُوهَا، وَ الَّتِي رَغِبْتُمْ فِيهَا، وَ دُعِيتُمْ إِلَيْهَا. وَ اسْتَتِمُّوا نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَىٰ طَاعَتِهِ، وَ الْمُجَانَبَةِ لِمَعْصِيَتِهِ، فَإِنَّ غَداً مِنَ الْيَوْمِ (الايام) قَرِيبٌ. مَا أَسْرَعَ السَّاعَاتِ فِي الْيَوْمِ، وَ أَسْرَعَ الْأَيَّامَ فِي الشَّهْرِ، وَ أَسْرَعَ الشُّهُورَ فِي السَّنَةِ، وَ أَسْرَعَ السِّنِينَ (السنة) فِي الْعُمُرِ!

۱۸۹

و من كلام له (عليه السلام)

في الايمان و وجوب الهجرة

اقسام الايمان

فَمِنَ الْإِيمَانِ مَا يَكُونُ ثَابِتاً مُسْتَقِرّاً فِي الْقُلُوبِ، وَ مِنْهُ مَا يَكُونُ عَوَارِيَ بَيْنَ الْقُلُوبِ وَ الصُّدُورِ، «إِلَىٰ أَجَلٍ مَعْلُومٍ». فَإِذَا كَانَتْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ مِنْ أَحَدٍ فَقِفُوهُ حَتَّىٰ يَحْضُرَهُ الْمَوْتُ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَقَعُ حَدُّ الْبَرَاءَةِ.

وجوب الهجرة

وَ الْهِجْرَةُ قَائِمَةٌ عَلَىٰ حَدِّهَا الْأَوَّلِ. مَا كَانَ لِلّٰهِ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ حَاجَةٌ مِنْ مُسْتَسِرِّ الْأُمَّةِ وَ مُعْلِنِهَا. لَا يَقَعُ اسْمُ الْهِجْرَةِ عَلَىٰ أَحَدٍ (الّا) بِمَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِي الْأَرْضِ. فَمَنْ عَرَفَهَا وَ أَقَرَّ بِهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ. وَ لَا يَقَعُ

بلابہ - احسان
اعورتم - برہنہ ہوگئے
اخذ - مواخذہ
اغفلہ - نظر انداز کر دیا
اوطن - وطن بنالیا
اوحش - ترک کر دیا
عواری - جمع عاریہ
حدہا الاول - سابق حکم
استسر الامر - چھپا دیا
امہ - حالت

(۱) خدا جانتا ہے کہ انسان کس طرح اپنے اعمال کے ذریعہ برہنہ ہو جاتا ہے اور اس کی نگاہ کے سامنے کھل کر گناہ کرتا ہے - لیکن اس کا کرم ہے کہ وہ بندہ کے راز کو فاش نہیں کرتا ہے اور مسلسل پردہ داری کرتا رہتا ہے - اسی بنا پر روایات میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر پروردگار کی طرف سے پردہ پوشی کا انتظام نہ ہوتا تو تم ایک دوسرے کو دفن کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتے - یہ صرف اس کا کرم ہے کہ سماجی تعلقات زندہ ہیں اور معاشرہ چل رہا ہے -

---

مصادر خطبہ ۱۸۹ الایجاز و الاعجاز ثعالبی ص۳۲ ، بصائر الدرجات صفار (متوفی ۲۹۰ھ) ص۳۱ ، کتاب خطب امیر المومنینؑ مسعدہ بن صدقہ ، عیون الاخبار صدوق ص۱٦۳ ، خصال صدوق ۲ ص۱٦۴ ، غرر الحکم آمدی ص۸۰ ، مستدرک حاکم ۲ ص۳٦٦ ، جامع بیان العلم ابن عبد البر ۱ ص۱۱۴ ، اصابہ ابن حجر ۲ ص۵۰۹ ، الریاض النضرہ محب طبری ص۱۹۸ ، تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۲۴ ، الفتوحات الکیہ احمد زینی دحلان ۲ ص۳۳۷ ، ینابیع المودہ قندوزی ص۲۲۴ ،

دیکھو کتنی نعمتیں ہیں جو اس نے تمھیں عنایت کی ہیں اور کتنی برائیوں کی مکافات سے اپنی رحمت کے ذریعہ بچایا ہے۔ تم نے کھل کر گناہ کئے اور اس نے پردہ پوشی کی۔[1] تم نے قابل مواخذہ اعمال انجام دئے اور اس نے تمھیں مہلت دے دی۔

میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ موت کو یاد رکھو اور اس سے غفلت نہ برتو۔ آخر اس سے کیسے غفلت کر رہے ہو جو تم سے غفلت کرنیوالی نہیں ہے اور اس فرشتۂ موت سے کیسے امید لگائے ہو جو ہرگز مہلت دینے والا نہیں ہے۔ تمھاری نصیحت کے لئے وہ مُردے ہی کافی ہیں جنھیں تم دیکھ چکے ہو کہ کس طرح اپنی قبروں کی طرف بغیر سواری کے لیجائے گئے اور کس طرح قبر میں اتار دئے گئے کہ خود سے اُترنے کے بھی قابل نہیں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کبھی اس دنیا کو بسایا ہی نہیں تھا اور گویا کہ آخرت ہی ان کا ہمیشگی کا مکان ہے۔ وہ جہاں آباد تھے اسے وحشت کدہ بنا گئے اور جس سے وحشت کھاتے تھے وہاں جاکر آباد ہو گئے۔ یہ اسی میں مشغول رہے تھے جس کو چھوڑنا پڑا اور اسے برباد کرتے رہے تھے جدھر جانا پڑا۔ اب نہ کسی برائی سے بچ کر کہیں جا سکتے ہیں اور نہ کسی نیکی میں کوئی اضافہ کر سکتے ہیں۔ دنیا سے انس پیدا کیا تو اس نے دھوکہ دے دیا اور اس پر اعتبار کر لیا تو اس نے تباہ و برباد کر دیا۔

خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ اب سبقت کرو ان منازل کی طرف جن کو آباد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جن کی طرف سفر کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے اور دعوت دی گئی ہے۔ اللہ کی نعمتوں کی تکمیل کا انتظام کرو اس کی اطاعت کے انجام دینے اور معصیتوں سے پرہیز کرنے پر صبر کے ذریعہ۔ اس لئے کہ کل کا دن آج کے دن سے دور نہیں ہے۔ دیکھو دن کی ساعتیں، مہینہ کے دن، سال کے مہینے اور زندگی کے سال کس تیزی سے گذر جاتے ہیں۔

۱۸۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(ایمان اور وجوب ہجرت کے بارے میں)

ایمان[1] کا ایک وہ حصہ ہے جو دلوں میں ثابت اور مستحکم ہوتا ہے اور ایک وہ حصہ ہے جو دل اور سینے کے درمیان عارضی طور پر رہتا ہے لہٰذا اگر کسی سے برائت اور بیزاری بھی کرنا ہو تو اتنی دیر انتظار کرو کہ اسے موت آجائے کہ اس وقت بیزاری برمحل ہوگی۔

ہجرت[2] کا قانون آج بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ اللہ کسی قوم کا محتاج نہیں ہے چاہے جو خفیہ طور پر مومن رہے یا علی الاعلان ایمان کا اظہار کرے۔ ہجرت کا اطلاق حجت خدا کی معرفت کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا جو شخص اس کی معرفت حاصل کر کے اس کا اقرار کر لے وہی مہاجر ہے،

---

[1] ایمان وہ عقیدہ ہے جو انسان کے دل کی گہرائیوں میں پایا جاتا ہے اور جس کا واقعی اظہار انسان کے عمل اور کردار سے ہوتا ہے کہ عمل اور کردار کے بغیر ایمان صرف ایک دعویٰ رہتا ہے جس کی کوئی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

لیکن یہ ایمان بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ کبھی انسان کے دل کی گہرائیوں میں یوں پیوست ہو جاتا ہے کہ زمانہ کے جھکڑ بھی اسے ہلا نہیں سکتے ہیں اور کبھی حالات کی بنا پر تزلزل کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حضرتؑ نے اس دوسری قسم کے پیش نظر ارشاد فرمایا ہے کہ کسی انسان کی بدکرداری کی بنا پر برائت کرنا ہے تو اتنا انتظار کرلو کہ اسے موت آجائے تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ ایمان اس کے دل کی گہرائیوں میں ثابت نہیں تھا ورنہ توبہ و استغفار کر کے راہ راست پر آجاتا۔

[2] ہجرت کا واقعی مقصد جان کا بچانا نہیں بلکہ ایمان کا بچانا ہوتا ہے لہٰذا جب تک ایمان کے تحفظ کا انتظام نہ ہو جائے اس وقت تک ہجرت کا کوئی مفہوم نہیں ہے اور جب معرفت حجت کے ذریعہ ایمان کے تحفظ کا انتظام ہو جائے تو سمجھو کہ انسان مہاجر ہوگیا، چاہے اس کا قیام کسی منزل پر کیوں نہ رہے۔

اسْمُ الِاسْتِضْعَافِ عَلَىٰ مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ فَسَمِعَتْهَا أُذُنُهُ وَ وَعَاهَا قَلْبُهُ.

صعوبة الإيمان

إِنَّ أَمْرَنَا صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ، لَا يَحْمِلُهُ إِلَّا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ امْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ، وَ لَا يَعِي حَدِيثَنَا إِلَّا صُدُورٌ أَمِينَةٌ، وَ أَحْلَامٌ رَزِينَةٌ.

علم الوصي

أَيُّهَا النَّاسُ، سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي، فَلَأَنَا بِطُرُقِ السَّمَاءِ أَعْلَمُ مِنِّي بِطُرُقِ الْأَرْضِ، قَبْلَ أَنْ تَشْغَرَ بِرِجْلِهَا فِتْنَةٌ تَطَأُ فِي خِطَامِهَا، وَ تَذْهَبُ بِأَحْلَامِ قَوْمِهَا.

١٩٠

و من خطبة له (عليه السلام)

يحمد الله ويثني على نبيه و يعظ بالتقوى

حمد الله سبحانه و تعالى

أَحْمَدُهُ شُكْراً لِإِنْعَامِهِ، وَأَسْتَعِينُهُ عَلَىٰ وَظَائِفِ حُقُوقِهِ، عَزِيزَ الْجُنْدِ، عَظِيمَ الْمَجْدِ.

الثناء على النبي (صلى الله عليه وآله)

وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، دَعَا إِلَىٰ طَاعَتِهِ، وَ قَاهَرَ أَعْدَاءَهُ جِهَاداً عَنْ دِينِهِ، لَا يَثْنِيهِ عَنْ ذٰلِكَ اجْتِمَاعٌ عَلَىٰ تَكْذِيبِهِ، وَ الْتِمَاسٌ لِإِطْفَاءِ نُورِهِ.

العظة بالتقوى

فَاعْتَصِمُوا بِتَقْوَى اللَّهِ، فَإِنَّ لَهَا حَبْلاً وَثِيقاً عُرْوَتُهُ وَمَعْقِلاً مَنِيعاً ذِرْوَتُهُ. وَبَادِرُوا الْمَوْتَ وَ غَمَرَاتِهِ، وَامْهَدُوا لَهُ قَبْلَ حُلُولِهِ، وَأَعِدُّوا لَهُ قَبْلَ نُزُولِهِ: فَإِنَّ الْغَايَةَ الْقِيَامَةُ، وَ كَفَىٰ بِذٰلِكَ وَاعِظاً لِمَنْ عَقَلَ، وَ مُعْتَبَراً لِمَنْ جَهِلَ! وَ قَبْلَ بُلُوغِ الْغَايَةِ مَا تَعْلَمُونَ مِنْ ضِيقِ الْأَرْمَاسِ، وَ شِدَّةِ الْإِبْلَاسِ، وَ هَوْلِ الْمُطَّلَعِ، وَرَوْعَاتِ الْفَزَعِ، وَاخْتِلَافِ الْأَضْلَاعِ، وَاسْتِكَاكِ الْأَسْمَاعِ، وَ ظُلْمَةِ اللَّحْدِ، وَ خِيفَةِ الْوَعْدِ، وَ غَمِّ الضَّرِيحِ، وَرَدْمِ الصَّفِيحِ.

فَاللَّهَ اللَّهَ عِبَادَ اللَّهِ! فَإِنَّ الدُّنْيَا مَاضِيَةٌ بِكُمْ عَلَىٰ سَنَنٍ، وَ أَنْتُمْ وَ السَّاعَةُ فِي قَرَنٍ. وَ كَأَنَّهَا قَدْ جَاءَتْ بِأَشْرَاطِهَا، وَ أَزِفَتْ

احلام - عقول
شغر برجلہ - پیر اٹھایا
خطام - مہار
معقل - پناہ گاہ
ذروہ - بلندی
مبادرۃ الموت - موت کی تیاری
غمرات - سختیاں
ارماس - قبریں
ابلاس - رنج و غم
مطلع - محل اطلاع
روعات - پریشانیاں
اختلاف اضلاع - تداخل
استکاک - بہرہ پن
غم - پردہ پوشی
صفیح - پتھر
سنن - راستہ
قرن - جوڑنا
اشراط - علامات
ازفت - قریب ہوگئی

مصادر خطبہ ۱۹۰ غرر الحکم آمدی ص۵ (منقول از ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ)

طرح مستضعف اسے نہیں کہا جاتا ہے جس تک خدائی دلیل پہونچ جائے اور وہ اسے سن بھی لے اور دل میں جگہ بھی دیدے۔
ہمارا معاملہ نہایت درجہ سخت اور دشوار گذار ہے۔ اس کا تحمل صرف وہ بندۂ مومن کر سکتا ہے جس کے دل کا امتحان ایمان کے لئے لیا جا چکا ہو۔ ہماری باتیں صرف انھیں سینوں میں رہ سکتی ہیں جو امانتدار ہوں اور انھیں عقلوں میں سما سکتی ہیں جو ٹھوس اور مستحکم ہوں۔
لوگو! جو چاہو مجھ سے دریافت کر لو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ میں آسمان کے راستوں کو زمین کی راہوں سے بہتر جانتا ہوں۔ مجھ سے دریافت کر لو قبل اس کے کہ وہ فتنہ اپنے پیر اٹھالے جو اپنی مہار کو بھی پیروں تلے روندنے والا ہے اور جس سے قوم کی عقلوں کے زوال کا اندیشہ ہے۔

۱۹۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں حمد خدا۔ ثنائے رسول ؐ اور نصیحت تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے)

میں اس کی حمد کرتا ہوں اس کے انعام کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اور اس سے مدد چاہتا ہوں اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کے لئے۔ اس کا لشکر غالب ہے اور بزرگی عظیم ہے۔
میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ انھوں نے اس کی اطاعت کی دعوت دی ہے اور اس کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا ہے اس کے دین میں جہاد کے ذریعہ۔ انھیں اس بات سے نہ ظالموں کا ان کے جھٹلانے پر اجتماع روک سکا ہے اور نہ ان کی نور ہدایت کو خاموش کرنے کی خواہش منع کر سکی ہے۔
تم لوگ تقویٰ الٰہی سے وابستہ ہو جاؤ کہ اس کی ریسمان کے بندھن مضبوط اور اس کی پناہ کی چوٹی ہر جہت سے محفوظ ہے۔ موت اور اس کی سختیوں کے سامنے آنے سے پہلے اس کی طرف سبقت کرو اور اس کے آنے سے پہلے زمین ہموار کر لو۔ اس کے نزول سے پہلے تیاری مکمل کر لو کہ انجام کار بہر حال قیامت ہے اور یہ بات ہر اس شخص کی نصیحت کے لئے کافی ہے جو صاحب عقل ہو اور اس میں جاہل کے لئے بھی عبرت کا سامان ہے اور تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس انجام تک پہونچنے سے پہلے تنگیٔ لحد اور شدت برزخ کا بھی سامنا ہے جہاں برزخ کی ہولناکی۔ خوف کی دہشت۔ پسلیوں کا اِدھر سے اُدھر ہو جانا۔ کانوں کا بہرہ ہو جانا۔ قبر کی تاریکیاں۔ عذاب کی دھمکیاں۔ قبر کے شگاف کا بند کیا جانا اور پتھر کی سلوں سے پاٹ دیا جانا بھی ہے۔
بندگانِ خدا! اللہ کو یاد رکھو کہ دنیا تمھارے لئے ایک ہی راستہ پر چل رہی ہے اور تم قیامت کے ساتھ ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہو اور گویا کہ اس نے اپنے علامات کو نمایاں کر دیا ہے اور اس کے جھنڈے قریب آچکے ہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اہلبیتؑ کے معاملہ سے مراد دین و ایمان اور عقیدہ و کردار ہے کہ اس کا ہر حال میں برقرار رکھنا اور اس سے کسی بھی حال میں دست بردار نہ ہونا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے ورنہ لوگ ادنیٰ مصیبت میں بھی دین سے دست بردار ہو جاتے ہیں اور جان بچانے کی پناہ گاہیں ڈھونڈنے لگتے ہیں۔
اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس سے مراد اہلبیتؑ کی روحانی عظمت اور ان کی نورانی منزل ہے جس کا ادراک ہر انسان کے بس کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے عظیم ظرف درکار ہے لیکن بہر حال اس تصور میں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کو بھی شامل کرنا پڑے گا ورنہ صرف عقیدہ قائم کرنے کے لئے امتحان شدہ اور ملائے ہوئے دل کی ضرورت نہیں ہے۔

بِأَفْرَاطِهَا، وَ وَقَفَتْ بِكُمْ عَلَىٰ صِرَاطِهَا (سراطها). وَ كَأَنَّهَا قَدْ أَشْرَفَتْ بِزَلَازِلِهَا، وَ أَنَاخَتْ بِكَلَاكِلِهَا، وَ انْصَرَمَتِ (انصرفت) الدُّنْيَا بِأَهْلِهَا، وَ أَخْرَجَتْهُمْ مِنْ حِضْنِهَا، فَكَانَتْ كَيَوْمٍ مَضَىٰ، أَوْ شَهْرٍ انْقَضَىٰ، وَ صَارَ جَدِيدُهَا رَثّاً، وَ سَمِينُهَا غَثّاً. فِي مَوْقِفٍ ضَنْكِ الْمَقَامِ، وَ أُمُورٍ مُشْتَبِهَةٍ عِظَامٍ، وَ نَارٍ شَدِيدٍ كَلَبُهَا، عَالٍ لَجَبُهَا، سَاطِعٍ لَهَبُهَا، مُتَغَيِّظٍ زَفِيرُهَا، مُتَأَجِّجٍ سَعِيرُهَا، بَعِيدٍ خُمُودُهَا، ذَاكٍ وُقُودُهَا، مَخُوفٍ وَعِيدُهَا، عَمٍ قَرَارُهَا، مُظْلِمَةٍ أَقْطَارُهَا، حَامِيَةٍ قُدُورُهَا، فَظِيعَةٍ أُمُورُهَا. «وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَراً». قَدْ أُمِنَ الْعَذَابُ، وَانْقَطَعَ الْعِتَابُ، وَزُحْزِحُوا عَنِ النَّارِ، وَاطْمَأَنَّتْ بِهِمُ الدَّارُ، وَرَضُوا الْمَثْوَىٰ وَالْقَرَارَ. الَّذِينَ كَانَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا زَاكِيَةً، وَ أَعْيُنُهُمْ بَاكِيَةً، وَ كَانَ لَيْلُهُمْ فِي دُنْيَاهُمْ نَهَاراً، تَخَشُّعاً وَاسْتِغْفَاراً، وَ كَانَ نَهَارُهُمْ لَيْلاً، تَوَحُّشاً وَانْقِطَاعاً فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُمُ الْجَنَّةَ مَآباً، وَالْجَزَاءَ ثَوَاباً، «وَ كَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَ أَهْلَهَا» فِي مُلْكٍ دَائِمٍ، وَ نَعِيمٍ قَائِمٍ.

فَارْعَوْا عِبَادَ اللّٰهِ مَا بِرِعَايَتِهِ يَفُوزُ فَائِزُكُمْ، وَ بِإِضَاعَتِهِ يَخْسَرُ مُبْطِلُكُمْ. وَ بَادِرُوا آجَالَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ، فَإِنَّكُمْ مُرْتَهَنُونَ بِمَا أَسْلَفْتُمْ، وَ مَدِينُونَ بِمَا قَدَّمْتُمْ. وَ كَأَنْ قَدْ نَزَلَ بِكُمُ الْمَخُوفُ، فَلَا رَجْعَةً تَنَالُونَ، وَ لَا عَثْرَةً تُقَالُونَ. اسْتَعْمَلَنَا اللّٰهُ وَ إِيَّاكُمْ بِطَاعَتِهِ وَ طَاعَةِ رَسُولِهِ، وَ عَفَا عَنَّا وَ عَنْكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ.

اِلْزَمُوا الْأَرْضَ، وَاصْبِرُوا عَلَى الْبَلَاءِ. وَ لَا تُحَرِّكُوا بِأَيْدِيكُمْ وَ سُيُوفِكُمْ فِي هَوَىٰ أَلْسِنَتِكُمْ، وَ لَا تَسْتَعْجِلُوا بِمَا لَمْ يُعَجِّلْهُ اللّٰهُ لَكُمْ. فَإِنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ عَلَىٰ فِرَاشِهِ وَ هُوَ عَلَىٰ مَعْرِفَةِ حَقِّ رَبِّهِ وَ حَقِّ رَسُولِهِ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ مَاتَ شَهِيداً، وَ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ، وَاسْتَوْجَبَ ثَوَابَ مَا نَوَىٰ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهِ، وَ قَامَتِ النِّيَّةُ مَقَامَ إِصْلَاتِهِ لِسَيْفِهِ، فَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مُدَّةً وَ أَجَلاً.

افراط - جمع فرط - پرچم ہدایت
کلاکل - سینے
انصرام - انقضاء
رث - بوسیدہ
غث - لاغر
کلب - بلا سیری کا کھانا
لجب - شور
تغیظ - بھڑکن
زفیر - آگ بھڑکنے کی آواز
ذکت - بھڑک اٹھی
عم قرارہا - جس کی گہرائی نہ مل سکے
لزوم الارض - سکون و قرار
اصلات - تلوار کھینچنا

(۱) اس بھوک کی شدت سے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب ہم آتش جہنم سے سوال کریں گے کہ کیا تیرا شکم پُر ہوگیا ہے تو کہے گی خدایا کیا کچھ اور کا امکان ہے۔ گویا یہ وہ گرسنہ ہے جس کی بھوک ختم ہونے والی نہیں ہے اور اس کی غذا گنہگار انسانوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے لہٰذا ہوشیار ہو کہ اس کا لقمہ نہ بن جاؤ کہ اس کی شان "ہم فیہا خالدون" ہے اور اس کے قبضہ میں جانے والا پھر باہر نہیں آسکتا ہے۔

اس جہنم سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ انسان صحیح عقیدہ اور نیک اعمال کے ساتھ دنیا سے جائے تاکہ اس آگ سے محفوظ کر دیا جائے ورنہ گروہ در گروہ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

ہیں اپنے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے اور گویا کہ وہ اپنے زلزلوں سمیت نمودار ہو گئی ہے اور اپنے سینے ٹیک دئے ہیں اور دنیا نے اپنے منہ موڑ لیا ہے اور انھیں اپنی گود سے الگ کر دیا ہے۔ گویا کہ یہ ایک دن تھا جو گذر گیا یا ایک مہینہ تھا جو بیت گیا۔ اور اس کا کہنہ ہو گیا اور اس کا تندرست لاغر ہو گیا۔ اس موقف میں جس کی جگہ تنگ ہے اور جس کے امور مشتبہ اور عظیم ہیں۔ وہ آگ ہے جس کا زخم کاری ہے اور جس کے شعلے بلند ہیں۔ اس کی بھڑک نمایاں ہے اور بھڑکنے کی آوازیں غضب ناک ہیں۔ اس کی لپٹیں ہیں اور بجھنے کے امکانات بعید ہیں۔ اس کا بھڑکنا تیز ہے اور اس کے خطرات دہشت ناک ہیں۔ اس کا گڑھا تاریک ہے اور اس کے اطراف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس کی دیگیں کھولتی ہوئی ہیں اور اس کے امور دہشت ناک ہیں۔ اس وقت صرف خدا رکھنے والوں کو گروہ گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا جہاں عذاب سے محفوظ ہوں گے اور عتاب کا سلسلہ ختم ہو چکا ہوگا۔ جہنم سے الگ کر دئے جائیں گے اور اپنے گھروں میں اطمینان سے رہیں گے۔ جہاں اپنی منزل اور اپنے مستقر سے خوش ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں پاکیزہ تھے اور جن کی آنکھیں خوفِ خدا سے گریاں تھیں۔ ان کی راتیں خشوع اور استغفار کی بنا پر دن جیسی تھیں اور ان کے دن وحشت اور گوشہ نشینی کی بنا پر رات جیسے تھے۔ اللہ نے جنت کو ان کی بازگشت کی منزل بنا دیا ہے اور جزاءِ آخرت کو ان کا ثواب۔" یہ حقیقتاً اسی انعام کے حقدار اور اہل تھے" جو ملک دائم اور نعیم ابدی میں رہنے والے ہیں۔

بندگانِ خدا! ان باتوں کا خیال رکھو جن کے ذریعہ سے کامیابی حاصل کرنے والا کامیاب ہوتا ہے اور جن کو ضائع کر دینے سے باطل والوں کا گھاٹا ہوتا ہے۔ اپنی موت کی طرف اعمال کیساتھ سبقت کرو کہ تم گذشتہ اعمال کے گروی ہو اور پہلے والے اعمال کے مقروض ہو اور اب گویا کہ خوفناک موت نازل ہو چکا ہے جس سے نہ واپسی کا امکان ہے اور نہ گناہوں کی معافی مانگنے کی گنجائش ہے۔ اللہ ہمیں اور تمھیں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنے فضل و رحمت سے ہم دونوں سے درگذر فرمائے۔

زمین سے چمٹے رہو اور بلاؤں پر صبر کرتے رہو۔ اپنے ہاتھ اور اپنی تلواروں کو زبان کی خواہشات کا تابع نہ بنانا اور جس چیز میں خدا نے عجلت نہیں رکھی اس کی جلدی نہ کرنا کہ اگر کوئی شخص خدا اور رسولؐ و اہلبیتؑ کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے بستر پر مر جائے تو وہ بھی شہید ہی مرتا ہے اور اس کا اجر بھی خدا ہی کے ذمہ ہوتا ہے اور وہ اپنی نیت کے مطابق نیک اعمال کا ثواب بھی حاصل کر لیتا ہے کہ خود نیت بھی تلوار کھینچنے کی قائم مقام ہو جاتی ہے اور ہر شے کی ایک مدت ہوتی ہے اور اس کا ایک وقت معین ہوتا ہے۔

حالات اسقدر سنگین تھے کہ امامؑ کے مخلص اصحاب منافقین اور معاندین کی روش کو برداشت نہ کر سکتے تھے اور ہر ایک کی فطری خواہش تھی کہ تلوار اٹھانے کی اجازت دی جائے اور دشمن کا خاتمہ کر دیا جائے جو ہر دور کے جذباتی انسان کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے۔ لیکن حضرت یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی کام مرضیٔ الٰہی اور مصلحتِ اسلام کے خلاف ہو اور میرے مخلصین بھی جذبات و خواہشات کے تابع ہو جائیں لہذا پہلے آپ نے صبر و سکون کی تلقین کی اور اس امر کی طرف توجہ کیا کہ اسلام خواہشات کا تابع نہیں ہوتا ہے۔ اسلام کی شان یہ ہے کہ خواہشات اس کا اتباع کریں اور اس کے اشارہ پر چلیں۔ اس کے بعد مخلصین کے اس نیک جذبہ کی طرف توجہ فرمائی کہ یہ شوق شہادت و قربانی رکھتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں اور یہ مایوسی کا شکار ہو جائیں لہٰذا اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی کہ شہادت کا دار و مدار تلوار چلانے پر نہیں ہے۔ شہادت کا دار و مدار اخلاصِ نیت کے ساتھ جذبۂ قربانی پر ہے لہٰذا تم اس جذبہ کے ساتھ بستر پر بھی مر گئے تو تمھارا شمار شہداء اور صالحین میں ہو جائے گا۔ تمھیں اس سلسلہ میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔!

۱۹۱

و من خطبة له (عليه السلام)

يحمد الله ويثنى على نبيه و يوصي بالزهد و التقوى

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِي[۱] فِي الْخَلْقِ حَمْدُهُ، وَالْغَالِبِ جُنْدُهُ، وَ الْمُتَعَالِي جَدُّهُ. أَحْمَدُهُ عَلَىٰ نِعَمِهِ التُّؤَامِ، وَآلَائِهِ الْعِظَامِ. الَّذِي عَظُمَ حِلْمُهُ فَعَفَا، وَعَدَلَ فِي كُلِّ مَا قَضَىٰ، وَعَلِمَ مَا يَمْضِي وَمَا مَضَىٰ، مُبْتَدِعِ (مبتدى) الْخَلَائِقِ بِعِلْمِهِ، وَمُنْشِئِهِمْ بِحُكْمِهِ، بِلَا اقْتِدَاءٍ وَلَا تَعْلِيمٍ، وَلَا احْتِذَاءٍ لِمِثَالِ صَانِعٍ حَكِيمٍ، وَلَا إِصَابَةِ خَطَأٍ، وَلَا حَضْرَةِ مَلَاءٍ.

الرسول الاعظم (صلى الله عليه وآله)

وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، ابْتَعَثَهُ وَ النَّاسُ يَضْرِبُونَ فِي غَمْرَةٍ، وَيَمُوجُونَ فِي حَيْرَةٍ. قَدْ قَادَتْهُمْ أَزِمَّةُ الْحَيْنِ، وَاسْتَغْلَقَتْ عَلَىٰ أَفْئِدَتِهِمْ أَقْفَالُ الرَّيْنِ.

الوصية بالزهد و التقوى

عِبَادَ اللّٰهِ! أُوصِيكُمْ بِتَقْوَىٰ اللّٰهِ فَإِنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، وَالْمُوجِبَةُ عَلَىٰ اللّٰهِ حَقَّكُمْ، وَ أَنْ تَسْتَعِينُوا عَلَيْهَا بِاللّٰهِ، وَتَسْتَعِينُوا بِهَا عَلَىٰ اللّٰهِ: فَإِنَّ التَّقْوَىٰ فِي الْيَوْمِ الْحِرْزُ وَ الْجُنَّةُ، وَ فِي غَدٍ الطَّرِيقُ إِلَىٰ الْجَنَّةِ. مَسْلَكُهَا وَاضِحٌ، وَسَالِكُهَا رَابِحٌ، وَمُسْتَوْدَعُهَا حَافِظٌ. لَمْ تَبْرَحْ عَارِضَةً نَفْسَهَا عَلَىٰ الْأُمَمِ الْمَاضِينَ مِنْكُمْ وَالْغَابِرِينَ، لِحَاجَتِهِمْ إِلَيْهَا غَداً، إِذَا أَعَادَ اللّٰهُ مَا أَبْدَىٰ، وَأَخَذَ مَا أَعْطَىٰ، وَسَأَلَ عَمَّا أَسْدَىٰ. فَمَا أَقَلَّ مَنْ قَبِلَهَا، وَحَمَلَهَا حَقَّ حَمْلِهَا! أُولَٰئِكَ الْأَقَلُّونَ عَدَداً، وَ هُمْ أَهْلُ صِفَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ إِذْ يَقُولُ: «وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ» فَأَهْطِعُوا (فانقطعوا) بِأَسْمَاعِكُمْ إِلَيْهَا، وَأَلِظُّوا بِجِدِّكُمْ عَلَيْهَا، واعْتَاضُوهَا

فاشی - منتشر
جَدّ - عظمت
تؤام - جمع توأم - جوڑوں
حُکم - حکمت
ضرب فی الماء - تیرنا
ازمہ - جمع زمام - لگام
حین - ہلاکت
رین - پردہ - زنگ
مستودع التقویٰ - محافظ تقویٰ
اسدیٰ - عطا کر دیا
اہطاع - جلدی کرنا
الظوا - اصرار کرو

[۱] حمد خدا کے تمام مخلوقات میں منتشر ہونے کا ایک تصور یہ ہے کہ ہر مخلوق اسکی حمد و ثنا میں مصروف ہے جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اسکی تسبیح کر رہا ہے - یہ اور بات ہے کہ تم اس تسبیح کو سمجھنے کے لائق نہیں ہو۔
اور دوسرا تصور یہ ہے کہ اس نے مخلوقات کو اس شان سے پیدا کیا ہے کہ ہر مخلوق کی تخلیق اس کی حمد کا تقاضا کر رہی ہے اور ہر مصنوع کی صنعت اسکو دیکھ کر بیساختہ آواز دے رہی ہے - فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

مصدر خطبہ ۱۹۱ غرر الحکم آمدی ص۳۵

۱۹۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں حمد خدا، ثنائے رسولؐ اور وصیت زہد و تقویٰ کا تذکرہ کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کی حمد ہمہ گیر اور جس کا لشکر غالب ہے اور جس کی عظمت بلند و بالا ہے۔ میں اس کی مسلسل نعمتوں اور عظیم ترین مہربانیوں پر اس کی حمد کرتا ہوں کہ اس کا حلم اسقدر عظیم ہے کہ وہ ہر ایک کو معاف کرتا ہے اور پھر ہر فیصلہ میں انصاف سے بھی کام لیتا ہے اور جو کچھ گذر گیا اور گذر رہا ہے سب کا جاننے والا بھی ہے۔ وہ مخلوقات کو صرف اپنے علم سے پیدا کرنے والا ہے اور اپنے حکم سے ایجاد کرنے والا ہے۔ نہ کسی کی اقتدا کی ہے اور نہ کسی سے تعلیم لی ہے۔ نہ کسی صانع حکیم کی مثال کی پیروی کی ہے اور نہ کسی غلطی کا شکار ہوا ہے اور نہ مشیروں کی موجودگی میں کام انجام دیا ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ انھیں اس وقت بھیجا ہے جب لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطاں و پیچاں تھے۔ ہلاکت کی مہاریں انھیں کھینچ رہی تھیں اور کدورت و زنگ کے تالے ان کے دلوں پر پڑے ہوئے تھے۔

بندگان خدا! میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ تمھارے اوپر اللہ کا حق ہے اور اس سے تمھارا حق پروردگار پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لئے اللہ سے مدد مانگو اور اس کے ذریعہ اسی سے مدد طلب کرو کہ یہ تقویٰ آج دنیا میں سپر اور حفاظت کا ذریعہ اور کل جنت تک پہونچنے کا راستہ ہے۔ اس کا مسلک واضح اور اس کا راہرو فائدہ حاصل کرنے والا ہے اور اس کا امانت دار حفاظت کرنے والا ہے۔ یہ تقویٰ اپنے کو ان پر بھی پیش کرتا رہا ہے جو گذر گئے اور ان پر بھی پیش کر رہا ہے جو باقی رہ گئے ہیں کہ سب کو کل اس کی ضرورت پڑنے والی ہے۔ جب پروردگار اپنی مخلوقات کو دوبارہ پلٹائے گا اور جو کچھ عطا کیا ہے اسے واپس لے لے گا اور جن نعمتوں سے نوازا ہے ان کا سوال کرے گا۔ کس قدر کم ہیں وہ افراد جنھوں نے اس کو قبول کیا ہے اور اس کا واقعی حق ادا کیا ہے۔ یہ لوگ عدد میں بہت کم ہیں لیکن پروردگار کی اس توصیف کے حقدار ہیں کہ "میرے شکر گذار بندے بہت کم ہیں"۔ اب اپنے کانوں کو اس کی طرف مصروف کرو اور سعی و کوشش سے اس کی پابندی کرو اور اسے گذرتی ہوئی کوتاہیوں کا بدل قرار دو۔

۱؎ کھلی ہوئی بات ہے کہ بندہ کسی قیمت پر پروردگار پر حق پیدا کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا ہر عمل کرم پروردگار اور فضل الٰہی کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ وہ اطاعت الٰہی انجام دے کر اس کے مقابلہ میں صاحب حق ہو جائے اور اس پر اسی طرح حق پیدا کر لے جس طرح اس کا حق عبادت و اطاعت ہر بندہ پر ہے۔

اس حق سے مراد بھی پروردگار کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے بندوں سے انعام اور جزا کا وعدہ کر لیا ہے اور اپنے بارے میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ میں اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہوں جس کے بعد ہر بندہ کو یہ حق پیدا ہو گیا ہے کہ وہ مالک سے اپنے اعمال کی جزا اور اس کے انعام کا مطالبہ کرے نہ اس لئے کہ اس نے اپنے پاس سے اور اپنی طاقت سے کوئی عمل انجام دیا ہے کہ یہ بات غیر ممکن ہے۔ بلکہ اس لئے کہ مالک نے اس سے ثواب کا وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدہ کو وفا کرنے کا ذمہ دار ہے اور اس سے ذرہ برابر انحراف نہیں کر سکتا ہے۔ روایات میں حق محمدؐ و آل محمدؐ کا مفہوم یہی ہے کہ انھوں نے اپنی عبادات کے ذریعہ وعدۂ الٰہی کی وفا کا اتنا حق پیدا کر لیا ہے کہ ان کے وسیلہ سے دیگر افراد بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ بھی انھیں کے نقش قدم پر چلیں اور انھیں کی طرح اطاعت و عبادت انجام دینے کی کوشش کریں۔!

مِـنْ كُـلِّ سَـلَفٍ خَـلَفاً، وَمِـنْ كُـلِّ مُخَـالِفٍ مُـوَافِـقاً. أَيْـقِظُوا بِهَـا نَـوْمَكُمْ، وَاقْـطَعُوا بِهَـا يَـوْمَكُمْ، وَأَشْـعِرُوهَا قُـلُوبَكُمْ، وَارْحَـضُوا بِهَـا ذُنُـوبَكُمْ، وَدَاوُوا بِهَـا الْأَسْـقَامَ، وَبَـادِرُوا بِهَـا الْحِـمَامَ، وَاعْـتَبِرُوا بِمَـنْ أَضَـاعَهَا، وَلَا يَـعْتَبِرَنَّ بِكُـمْ مَـنْ أَطَـاعَهَا. أَلَا فَـصُونُوهَا وَتَـصَوَّنُوا بِهَـا، وَكُـونُوا عَـنِ الدُّنْـيَا نُـزَّاهاً، وَإِلَى الْآخِـرَةِ وُلَّاهاً. وَلَا تَـضَعُوا (تـسقعوا) مَـنْ رَفَـعَتْهُ التَّـقْوَىٰ، وَلَا تَـرْفَعُوا مَـنْ رَفَـعَتْهُ الدُّنْـيَا. وَ لَا تَشِـيمُوا بَـارِقَهَا، وَلَا تَسْـمَعُوا نَـاطِقَهَا، وَلَا تُجِـيبُوا نَـاعِقَهَا، وَلَا تَسْـتَضِيئُوا بِـإِشْرَاقِـهَا، وَلَا تُـفْتَنُوا بِأَعْـلَاقِهَا(أعـلاقها)، فَـإِنَّ بَـرْقَهَا خَـالِبٌ، وَنُـطْقَهَا كَـاذِبٌ، وَأَمْـوَالَهَـا مَحْـرُوبَةٌ، وَأَعْـلَاقَهَا مَسْـلُوبَةٌ. أَلَا وَهِـيَ الْـمُتَصَدِّيَةُ الْـعَنُونُ، وَالْجَـامِحَةُ الْحَـرُونُ، وَالْمَـائِنَةُ الْخَـؤُونُ، وَالْجَـحُودُ الْكَـنُودُ، وَالْـعَنُودُ الصَّـدُودُ، وَالْحَـيُودُ الْمَـيُودُ. حَـالُهَا انْـتِقَالٌ، وَوَطْأَتُهَـا زِلْـزَالٌ، وَعِـزُّهَا ذُلٌّ، وَجِـدُّهَا هَـزْلٌ، وَعُـلْوُهَا سُـفْلٌ. دَارُ حَـرَبٍ وَسَـلَبٍ، وَنَهْبٍ وَعَـطَبٍ. أَهْـلُهَا عَـلَىٰ سَـاقٍ وَسِـيَاقٍ، وَلَحَـاقٍ وَفِـرَاقٍ. قَـدْ تَحَـيَّرَتْ مَـذَاهِـبُهَا، وَأَعْـجَزَتْ مَـهَارِبُهَا، وَخَـابَتْ (خـانت) مَـطَالِبُهَا؛ فَأَسْـلَمَتْهُمُ الْمَـعَاقِلُ، وَلَـفَظَتْهُمُ الْمَـنَازِلُ، وَ أَعْـيَتْهُمُ الْـمَحَاوِلُ: فَـمِنْ نَـاجٍ مَـعْقُورٍ، وَلَحْـمٍ مَجْـزُورٍ، وَشِـلْوٍ (شـلق) مَـذْبُوحٍ، وَدَمٍ مَسْـفُوحٍ وَ عَـاضٍّ عَـلَىٰ يَـدَيْهِ، وَصَـافِقٍ بِكَـفَّيْهِ، وَمُـرْتَفِقٍ بِخَـدَّيْهِ، وَزَارٍ عَـلَىٰ رَأْيِـهِ، وَرَاجِـعٍ عَـنْ عَـزْمِهِ؛ وَقَـدْ أَدْبَـرَتِ الْحِـيلَةُ، وَأَقْـبَلَتِ الْـغِيلَةُ، «وَلَاتَ حِـينَ مَـنَاصٍ». هَـيْهَاتَ هَـيْهَاتَ! قَـدْ فَـاتَ مَـا فَـاتَ، وَذَهَبَ مَـا ذَهَبَ، وَمَـضَتِ الدُّنْـيَا لِحَـالِ بَـالِهَا، «فَمَا بَكَتْ عَـلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ».

رحض - دھو دینا
تصون - حفاظت
نزّاہ - جمع نازہ - پاکیزہ نفس
وِلاہ - جمع والہ - مشتاق
شام البرق - اس پر نظر رکھی کہ کہاں بارش ہوتی ہے
بارق - بادل
اعلاق - جمع علق - قیمتی
خالب - دھوکہ باز
محروبہ - لٹا ہوا
متصدیہ - مائل کرنے والی
عَنُون - واضح
جامحہ - منہ زور
حرون - اڑیل
مائنہ - جھوٹی
خوُون - خیانت کار
کنور - ناشکرا
عنود - دشمن
صدود - روکنے والا
حیود - مائل
میود - مضطرب
حَرَب - لوٹ مار
عطب - ہلاکت
ساق وسیاق - استادہ و آمادہ سفر
لحاق - گذشتگان سے ملنے والا
مہارب - بھاگنے کی جگہ
محاول - مہارت
معقور - زخمی
مجزور - کھال کھینچا ہوا
شلو - بدن -
مسفوح - بہایا ہوا

مرتفق - کہنیوں پر رکھے ہوئے
زاری - بیزاری
غیلہ - مکر
بال - دل - خاطر
منظرین - جن کو مہلت دیدی جائے

الف کے مقابلہ میں موافق بناؤ۔ اس کے ذریعہ اپنی نیند کو بیداری میں تبدیل کرو اور اپنے دن گزار دو۔ اسے اپنے دلوں کا شعار بناؤ کے ذریعہ اپنے گناہوں کو دھو ڈالو۔ اپنے امراض کا علاج کرو اور اپنی موت کی طرف سبقت کرو۔ ان سے عبرت حاصل کرو جنھوں نے ضائع کر دیا ہے اور خبردار وہ تم سے عبرت نہ حاصل کرنے پائیں جنھوں نے اس کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اس کی حفاظت کرو اور اس کے ذریعے اپنی حفاظت کرو۔ دنیا سے پاکیزگی اختیار کرو اور آخرت کے عاشق بن جاؤ۔ جسے تقویٰ بلند کر دے اسے پست مت بناؤ اور دنیا اونچا بنا دے اسے بلند مت سمجھو۔ اس دنیا کے چمکنے والے بادل پر نظر نہ کرو اور اس کے ترجمان کی بات مت سنو اس کے دینے والے کی آواز پر لبیک مت کہو اور اس کی چمک دمک سے روشنی مت حاصل کرو اور اس کی قیمتی چیزوں پر جان مت اس لئے کہ اس کی بجلی فقط چمک دمک ہے اور اس کی باتیں سراسر غلط ہیں۔ اس کے اموال لٹنے والے ہیں اور اس کا چھننے والا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دنیا جھلک دکھا کر منہ موڑ لینے والی چنڈال، منہ زور اڑیل۔ جھوٹی، خائن، ہٹ دھرم۔ ناشکری کرنے والی، سیدھی منحرف اور منہ پھیرنے والی اور کجرو پیچ و تاب کھانے والی ہے۔ اس کا طریقہ انتقال ہے اور اس کا ہر قدم زلزلہ انگیز ہے۔ اس کی بھی ذلت ہے اور اس کی واقعیت بھی مذاق ہے۔ اس کی بلندی پستی ہے اور یہ جنگ و جدل۔ حرب و ضرب، لوٹ مار۔ ہلاکت و کا گھر ہے۔ اس کے رہنے والے پا بہ رکاب ہیں اور چل چلاؤ کے لئے تیار ہیں۔ ان کی کیفیت وصل و فراق کی کشمکش کی ہے۔ جہاں گم ہو گئے ہیں اور گریز کی راہیں مشکل ہو گئی ہیں اور منصوبے ناکام ہو چکے ہیں۔ محفوظ گھاٹیوں نے انھیں مشکلات کے حوالہ کر دیا ہے اور نے انھیں دور پھینک دیا ہے۔ دانشمندیوں نے بھی انھیں درماندہ کر دیا ہے۔ اب جو بچ گئے ہیں ان میں کچھ کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں۔ کچھ کے لوتھڑے ہیں جن کی کھال اتار لی گئی ہے۔ کچھ کٹے ہوئے جسم اور بہتے ہوئے خون جیسے ہیں۔ کچھ اپنے ہاتھ کاٹنے والے ہیں اور کچھ افسوس ملنے والے۔ کچھ فکر و تردد میں کہنیاں رخساروں پر رکھے ہوئے اور کچھ اپنی فکر سے بیزار اور اپنے ارادہ سے رجوع کرنے والے حیلوں نے منہ پھیر لیا ہے اور ہلاکت سامنے آگئی ہے مگر چھٹکارے کا وقت نکل چکا ہے۔ یہ ایک نہ ہونے والی بات ہے۔ جو چیز گذر گئی گئی اور جو وقت چلا گیا وہ چلا گیا اور دنیا اپنے حال میں من مانی کرتی ہوئی گذر گئی۔ "نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ مہلت ہی دی گئی"۔

جاتا ہے کہ اس دنیا کا کوئی حال قابلِ اعتبار نہیں ہے اور اس کی کسی کیفیت میں سکون و قرار نہیں ہے۔ اس کا پہلا عیب تو یہ ہے کہ اس کے حالات میں ہے۔ صبح کا سویرا تھوڑی دیر میں دوپہر بن جاتا ہے اور آفتاب کا شباب تھوڑی دیر میں غروب ہو جاتا ہے۔ انسان بچپنے کی آزادیوں سے مستفید ہونے پاتا ہے کہ جوانی کی دھوپ آجاتی ہے اور جوانی کی رعنائیوں سے لذت اندوز نہیں ہونے پاتا ہے کہ ضعیفی کی کمزوریاں حملہ آور ہو جاتی غرض کوئی حالت ایسی نہیں ہے جس پر اعتبار کیا جا سکے اور جسے کسی حد تک پُرسکون کہا جا سکے۔

اور دوسرا عیب یہ ہے کہ الگ الگ کوئی دور بھی قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ دولت مند دولت کو رو رہے ہیں اور غریب غربت کو۔ بیمار بیماریوں کا رو رہے ہیں اور صحت مند صحت کے تقاضوں سے عاجز ہیں۔ بے اولاد اولاد کے طلبگار ہیں اور اولاد والے اولاد کی خاطر پریشان۔

ایسی صورت حال میں تقاضائے عقل یہی ہے کہ دنیا کو ہدف اور مقصد تصور نہ کیا جائے اور اسے صرف آخرت کے وسیلہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ نعمتوں میں سے اتنا ہی لے لیا جائے جتنا آخرت میں کام آنے والا ہے اور باقی کو اس کے اہل کے لئے چھوڑ دیا جائے۔!

۱۹۲

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

تسمى القاصعة

و هي تتضمن ذم ابليس لعنه الله، على استكباره و تركه السجود لآدم ﴿عليه السلام﴾، و أنه اول من اظهر العصبية و تبع الحمية، و تحذير الناس من سلوك طريقته.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَبِسَ الْعِزَّ وَالْكِبْرِيَاءَ، وَاخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهِ دُونَ خَلْقِهِ، وَجَعَلَهُمَا حِمًى وَحَرَماً عَلَىٰ غَيْرِهِ، وَاصْطَفَاهُمَا لِجَلَالِهِ. [۱]

رأس العصيان

وَجَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلَىٰ مَنْ نَازَعَهُ فِيهِمَا مِنْ عِبَادِهِ. ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذٰلِكَ مَلَائِكَتَهُ الْمُقَرَّبِينَ، لِيَمِيزَ الْمُتَوَاضِعِينَ مِنْهُمْ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِينَ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَهُوَ الْعَالِمُ بِمُضْمَرَاتِ الْقُلُوبِ، وَمَحْجُوبَاتِ الْغُيُوبِ: «إِنِّي خَالِقٌ بَشَراً مِنْ طِينٍ * فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ * فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ * إِلَّا إِبْلِيسَ» اعْتَرَضَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَافْتَخَرَ عَلَىٰ آدَمَ بِخَلْقِهِ، وَتَعَصَّبَ عَلَيْهِ لِأَصْلِهِ. فَعَدُوُّ اللّٰهِ إِمَامُ الْمُتَعَصِّبِينَ، وَسَلَفُ الْمُسْتَكْبِرِينَ، الَّذِي وَضَعَ أَسَاسَ الْعَصَبِيَّةِ، وَنَازَعَ اللّٰهَ رِدَاءَ الْجَبْرِيَّةِ، وَادَّرَعَ لِبَاسَ التَّعَزُّزِ، وَخَلَعَ قِنَاعَ التَّذَلُّلِ. أَلَا تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللّٰهُ بِتَكَبُّرِهِ، وَوَضَعَهُ بِتَرَفُّعِهِ، فَجَعَلَهُ فِي الدُّنْيَا مَدْحُوراً، وَأَعَدَّ لَهُ فِي الْآخِرَةِ سَعِيراً؟!

ابتلاء الله لخلقه

وَلَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ مِنْ نُورٍ يَخْطَفُ الْأَبْصَارَ ضِيَاؤُهُ، وَيَبْهَرُ الْعُقُولَ رُوَاؤُهُ، وَطِيبٍ يَأْخُذُ الْأَنْفَاسَ عَرْفُهُ، لَفَعَلَ. وَلَوْ فَعَلَ لَظَلَّتْ لَهُ الْأَعْنَاقُ خَاضِعَةً (خاشعة)، وَلَخَفَّتِ (لحقّت) الْبَلْوَىٰ فِيهِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ. وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَبْتَلِي خَلْقَهُ بِبَعْضِ مَا يَجْهَلُونَ أَصْلَهُ، تَمْيِيزاً بِالِاخْتِبَارِ لَهُمْ، وَنَفْياً لِلِاسْتِكْبَارِ عَنْهُمْ، وَ إِبْعَاداً لِلْخُيَلَاءِ مِنْهُمْ.

طلب العبرة

فَاعْتَبِرُوا بِمَا كَانَ مِنْ فِعْلِ اللّٰهِ بِإِبْلِيسَ إِذْ أَحْبَطَ عَمَلَهُ الطَّوِيلَ وَجَهْدَهُ الْجَهِيدَ (الجميل)، وَكَانَ قَدْ عَبَدَ اللّٰهَ سِتَّةَ آلَافِ سَنَةٍ، لَا يُدْرَىٰ

قاصعہ ۔ حقیر بنا دینے والا
عصبیہ ۔ رشتوں پر ناز کرنا
حمیٰ ۔ محفوظ مقام
اصطفیٰ ۔ اختیار کیا
رُواو ۔ حسن منظر
عَرف ۔ خوشبو
احبط ۔ برباد کر دیا

[۱] انسان اگر ذرا غور کرے تو اس حقیقت کا ادراک کر سکتا ہے کہ عزت اور کبریائی کمال کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جس کے پاس کمال نہیں ہے اس کے پاس کبریائی کا تصور ایک جنون اور دیوانگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس بنیاد پر عزت اور کبریائی صرف پروردگار کے لئے ہے کہ کمال مطلق اسکی ذات کے لئے ہے اور اس کے علاوہ کوئی اس کمال کا حقدار نہیں ہے۔ جس کے پاس یہ کمال ہے وہ اس کا کرم اور احسان ہے ورنہ مخلوق ذاتی اعتبار سے عدم محض ہے جس کو خالق نے لباس وجود سے آراستہ کر دیا ہے تو اب لباس وجود مخلوق کے لئے ضرور ہے لیکن لباس عزت و کبریائی صرف خالق کے لئے ہے۔

مصادر خطبہ ۱۹۲ کتاب الیقین السید ابن طاؤس ص۱۹۶، فروع الکافی ۴ ص۱۶۸، من لایحضرہ الفقیہ ۱ ص۱۵۲، ربیع الابرار زمخشری ۱ ص۱۱۳، اعلام النبوۃ ماوردی ص۹۵، الذریعہ ص۲۰۲، بحار الانوار جلد پنجم

(۱۹۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ (خطبہ قاصعہ)

(اس خطبہ میں ابلیس کے تکبر کی مذمت کی گئی ہے اور اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے تعصب اور غرور کا راستہ اسی نے اختیار کیا ہے لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کا لباس عزت اور کبریائی ہے اور اس نے اس کمال میں کسی کو شریک نہیں بنایا ہے۔ اس نے ان دونوں صفتوں کو ہر ایک کے لئے حرام اور ممنوع قرار دے کر صرف اپنی عزت و جلال کے لئے منتخب کر لیا ہے[۱] اور جس نے بھی ان دونوں صفتوں میں اس سے مقابلہ کرنا چاہا ہے اسے ملعون قرار دے دیا ہے۔ اس کے بعد اسی رُخ سے ملائکہ مقربین کا امتحان لیا ہے تاکہ تواضع کرنے والوں اور غرور رکھنے والوں میں امتیاز قائم ہو جائے اور اسی بنیاد پر اس دلوں کے راز اور غیب کے اسرار سے باخبر پروردگار نے یہ اعلان کر دیا کہ "میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں اور جب اس کا پیکر تیار ہو جائے اور میں اس میں اپنی روح کمال پھونک دوں تو تم سب سجدہ میں گر پڑنا"۔ جس کے بعد تمام ملائکہ نے سجدہ کر لیا۔ صرف ابلیس نے انکار کر دیا" کہ اسے تعصب لاحق ہو گیا اور اس نے اپنی تخلیق کے مادہ سے آدم پر فخر کیا اور اپنی اصل کی بنا پر استکبار کا شکار ہو گیا۔ جس کے بعد یہ دشمن خدا تمام متعصب افراد کا پیشوا اور تمام متکبر لوگوں کا مورث اعلیٰ بن گیا۔ اسی نے عصبیت کی بنیاد قائم کی اور اسی نے پروردگار سے جبروت کی ردا میں مقابلہ کیا اور اپنے خیال میں عزت و جلال کا لباس زیب تن کر لیا اور تواضع کا نقاب اتار کر پھینک دیا۔

اب کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ پروردگار نے کس طرح اسے تکبر کی بنا پر چھوٹا بنا دیا ہے اور بلندی کے اظہار کی بنیاد پر پست کر دیا ہے۔ دنیا میں اسے ملعون قرار دے دیا ہے اور آخرت میں اس کے لئے آتش جہنم کا انتظام کر دیا ہے۔

اگر پروردگار یہ چاہتا کہ آدمؑ کو ایک ایسے نور سے خلق کرے جس کی ضیاء آنکھوں کو چکا چوند کر دے اور جس کی رونق عقلوں کو مبہوت کر دے یا ایسی خوشبو سے بنائے جس کی مہک سانسوں کو جکڑ لے تو یقیناً کر سکتا تھا اور اگر ایسا کر دیتا تو یقیناً گردنیں ان کے سامنے جھک جاتیں اور ملائکہ کا امتحان آسان ہو جاتا لیکن وہ ان چیزوں سے امتحان لینا چاہتا تھا جن کی اصل معلوم نہ ہو تاکہ اسی امتحان سے ان کا امتیاز قائم ہو سکے اور ان کے استکبار کا علاج کیا جا سکے اور انہیں غرور سے دور رکھا جا سکے۔

تو اب تم سب پروردگار کے ابلیس کے ساتھ برتاؤ سے عبرت حاصل کرو کہ اس نے اس کے طویل عمل اور بے پناہ جد و جہد کو تباہ و برباد کر دیا جب کہ وہ چھ ہزار سال عبادت کر چکا تھا۔

---

[۱] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ملائکہ کی عصمت بشر جیسی اختیاری نہیں ہے جہاں انسان سارے جذبات و خواہشات سے ٹکرا کر عصمت کردار کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ملائکہ بالکل جمادات و نباتات جیسے نہیں ہیں کہ انہیں کسی طرح کا اختیار حاصل نہ ہو۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا تو نہ تکلیف کے کوئی معنی ہوتے اور نہ امتحان کا کوئی مقصد ہوتا۔ ان میں جذبات و احساسات ہیں لیکن بشر جیسے نہیں ہیں۔ انہیں فعل و ترک کا اختیار حاصل ہے لیکن بالکل انسانوں جیسا نہیں ہے۔ اسی بنا پر ان کا امتحان لیا گیا اور امتحان صرف جذبہ حب ذات اور انانیت سے متعلق تھا کہ یہ جذبہ ملک کے اندر بھی بظاہر پایا جاتا ہے۔ اور اسی جذبہ کی آزمائش کے لئے آدمؑ کو بظاہر "پست ترین عنصر" سے پیدا کیا گیا جسے عام طور سے پیروں سے روند دیا جاتا ہے لیکن اسی پیکر خاکی میں روح کمال کو پھونک کر اتنا بلند بنا دیا کہ ملائکہ کے مسجود بننے کے لائق ہو گئے اور قدرت نے انسانوں کو بھی متوجہ کر دیا کہ تمہارا کمال تمہاری اصل سے نہیں ہے۔ تمہارا کمال ہمارے رابطہ اور تعلق سے ہے۔ لہٰذا جب تک یہ رابطہ برقرار رہے گا تم صاحب کمال رہو گے اور جس دن یہ رابطہ ٹوٹ جائے گا تم خاک کا ڈھیر ہو جاؤ گے اور بس۔!

أَمِنْ سِنِي الدُّنْيَا أَمْ مِنْ سِنِي الْآخِرَةِ، عَنْ كِبْرِ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ. فَمَنْ ذَا بَعْدَ إِبْلِيسَ يَسْلَمُ عَلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَعْصِيَتِهِ؟ كَلَّا، مَا كَانَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِيُدْخِلَ الْجَنَّةَ بَشَراً بِأَمْرٍ أَخْرَجَ بِهِ مِنْهَا مَلَكاً. إِنَّ حُكْمَهُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ وَأَهْلِ الْأَرْضِ لَوَاحِدٌ. وَمَا بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ هَوَادَةٌ فِي إِبَاحَةِ حِمًى حَرَّمَهُ عَلَى الْعَالَمِينَ.

التحذير من الشيطان

فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللّٰهِ عَدُوَّ اللّٰهِ أَنْ يُعْدِيَكُمْ بِدَائِهِ، وَأَنْ يَسْتَفِزَّكُمْ بِنِدَائِهِ، وَأَنْ يُجْلِبَ عَلَيْكُمْ بِخَيْلِهِ وَرَجِلِهِ. فَلَعَمْرِي لَقَدْ فَوَّقَ لَكُمْ سَهْمَ الْوَعِيدِ، وَأَغْرَقَ إِلَيْكُمْ بِالنَّزْعِ الشَّدِيدِ، وَرَمَاكُمْ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ، فَقَالَ: «رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ»، قَذْفاً بِغَيْبٍ بَعِيدٍ، وَرَجْماً بِظَنٍّ غَيْرِ مُصِيبٍ، صَدَّقَهُ بِهِ أَبْنَاءُ الْحَمِيَّةِ، وَإِخْوَانُ الْعَصَبِيَّةِ، وَفُرْسَانُ الْكِبْرِ وَالْجَاهِلِيَّةِ. حَتَّى إِذَا انْقَادَتْ لَهُ الْجَامِحَةُ مِنْكُمْ، وَاسْتَحْكَمَتِ الطَّمَاعِيَّةُ مِنْهُ فِيكُمْ، فَنَجَمَتِ الْحَالُ مِنَ السِّرِّ الْخَفِيِّ إِلَى الْأَمْرِ الْجَلِيِّ، اِسْتَفْحَلَ سُلْطَانُهُ عَلَيْكُمْ، وَدَلَفَ بِجُنُودِهِ نَحْوَكُمْ. فَأَقْحَمُوكُمْ وَلَجَاتِ (ولجاب) الذُّلِّ، وَأَحَلُّوكُمْ وَرَطَاتِ الْقَتْلِ، وَأَوْطَؤُوكُمْ إِثْخَانَ الْجِرَاحَةِ، طَعْناً فِي عُيُونِكُمْ، وَحَزّاً فِي حُلُوقِكُمْ، وَدَقّاً لِمَنَاخِرِكُمْ، وَقَصْداً لِمَقَاتِلِكُمْ، وَسَوْقاً بِخَزَائِمِ الْقَهْرِ إِلَى النَّارِ الْمُعَدَّةِ لَكُمْ. فَأَصْبَحَ أَعْظَمَ فِي دِينِكُمْ حَرْجاً، وَأَوْرَى فِي دُنْيَاكُمْ قَدْحاً، مِنَ الَّذِينَ أَصْبَحْتُمْ لَهُمْ مُنَاصِبِينَ، وَعَلَيْهِمْ مُتَأَلِّبِينَ. فَاجْعَلُوا عَلَيْهِ حَدَّكُمْ، وَلَهُ جِدَّكُمْ، فَلَعَمْرُ اللّٰهِ لَقَدْ فَخَرَ عَلَى أَصْلِكُمْ، وَوَقَعَ فِي حَسَبِكُمْ، وَدَفَعَ فِي نَسَبِكُمْ، وَأَجْلَبَ بِخَيْلِهِ عَلَيْكُمْ، وَقَصَدَ بِرَجِلِهِ سَبِيلَكُمْ، يَقْتَنِصُونَكُمْ بِكُلِّ مَكَانٍ، وَيَضْرِبُونَ مِنْكُمْ كُلَّ بَنَانٍ. لَا تَمْتَنِعُونَ بِحِيلَةٍ، وَلَا تَدْفَعُونَ بِعَزِيمَةٍ، فِي حَوْمَةِ ذُلٍّ، وَحَلْقَةِ ضِيقٍ، وَعَرْصَةِ مَوْتٍ،

هواده - نرمی
بعدیکم بدائہ - تمھیں بھی مبتلا کردے
یستفزکم - آمادہ کردے
اجلب علیکم - تمھارے خلاف جمع کرلیا ہے
خیل ورجل - سوار اور پیادے
فوق السہم - کمان پر تیر چڑھالیا ہے
اغرق النازع - بھرپور کھینچ لیا ہے
نزع - کھینچنا
جامحہ - منہ زور
طامعیتہ - لالچ
نجمت - ظاہر ہوگیا
دلفت - آگے بڑھ گیا
اقحام - اچانک داخل کردینا
ولجات - پناہ گاہ
اثخان - گہرے زخم لگانا
خزائم - اونٹ کے ناک کا چھلا
اوریٰ - بھڑکا دیا
مناصبین - کھلم کھلا دشمن
متالبین - اجتماع کرنے والے
حدکم - اپنا غضب
جد - قطع تعلق
بنان - انگلیاں
حومہ - مرکز

کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ دنیا کے سال تھے یا آخرت کے مگر ایک ساعت کے تکبر نے سب کو ملیا میٹ کر دیا تو اب اس کے بعد ایسی معصیت کر کے عذاب الٰہی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔
یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ جس جرم کی بنا پر ملک کو نکال باہر کیا اس کے ساتھ بشر کو داخل جنت کر دے جب کہ خدا کا قانون زمین و آسمان کے لئے ایک ہی جیسا ہے اور اللہ اور کسی خاص بندہ کے درمیان کوئی ایسا خاص تعلق نہیں ہے کہ وہ اس کے لئے اس چیز کو حلال کر دے جو عالمین کے لئے حرام قرار دی ہے۔

بندگانِ خدا! اس دشمن خدا سے ہوشیار رہو۔ کہیں تمہیں بھی اپنے مرض میں مبتلا نہ کر دے اور کہیں اپنی آواز پر کھینچ نہ لے اور تم پر اپنے سوار اور پیادہ لشکر سے حملہ نہ کر دے۔ اس لئے کہ میری جان کی قسم اس نے تمہارے لئے شر انگیزی کے تیر کو چلہ کمان میں جوڑ لیا اور کمان کو زور سے کھینچ لیا ہے اور تمہیں بہت نزدیک سے نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ اس نے صاف کہہ دیا ہے کہ "پروردگار جس طرح تو نے مجھے بہکا دیا ہے اب میں بھی ان کے لئے گناہوں کو آراستہ کر دوں گا اور ان سب کو گمراہ کر دوں گا" حالانکہ یہ بات بالکل اٹکل پچو تھی اور بالکل غلط اندازہ کی بنا پر زبان سے نکالی تھی لیکن غرور کی اولاد، تعصب کی برادری اور تکبر و جاہلیت کے شہسواروں نے اس کی بات کی تصدیق کر دی۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے منہ زوری کرنے والے اس کے مطیع ہو گئے اور اس کی طمع تم میں مستحکم ہو گئی تو بات پردۂ راز سے نکل کر منظر عام آگئی۔ اس نے اپنے اقتدار کو تم پر قائم کر لیا اور اپنے لشکروں کا رخ تمہاری طرف موڑ دیا۔
انہوں نے تمہیں ذلت کے غاروں میں ڈھکیل دیا اور تمہیں قتل و خون کے بھنور میں پھنسا دیا اور مسلسل زخمی کر کے پامال کر دیا تمہاری آنکھوں میں نیزے چبھو دئے۔ تمہارے حلق پر خنجر چلا دئے اور تمہاری ناک کو رگڑ دیا۔ تمہارے جوڑ بند کو توڑ دیا اور تمہاری ناک میں غلبہ کی نکیل ڈال کر تمہیں اس آگ کی طرف کھینچ لیا جو تمہارے ہی واسطے مہیا کی گئی ہے۔ وہ تمہارے دین کو ان سب سے زیادہ مجروح کرنے والا اور تمہاری دنیا میں ان سب سے زیادہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے والا ہے جن سے مقابلہ کی تم نے تیاری کر رکھی ہے اور جن کے خلاف تم نے لشکر جمع کئے ہیں۔ لہٰذا اب اپنے غیظ و غضب کا مرکز اسی کو قرار دو اور ساری کوشش اسی کے خلاف صرف کرو۔

خدا کی قسم اس نے تمہاری اصل پر اپنی برتری کا اظہار کیا ہے اور تمہارے حسب میں عیب نکالا ہے اور تمہارے نسب پر طعنہ دیا ہے اور تمہارے خلاف لشکر جمع کیا ہے اور تمہارے راستہ کو اپنے پیادوں سے روندنے کا ارادہ کیا ہے۔ جو ہر جگہ تمہارا شکار کرنا چاہتے ہیں اور ہر مقام پر تمہارے ایک ایک انگلی کے پور پر ضرب لگانا چاہتے ہیں اور تم نہ کسی حیلہ سے اپنا بچاؤ کرتے ہو اور نہ کسی عزم و ارادہ سے اپنا دفاع کرتے ہو حالانکہ تم ذلت کے بھنور، تنگی کے دائرہ، موت کے میدان اور بلاؤں کی جولانگاہ میں ہو۔

اس مقام پر یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ کہف کی آیت ۵۰ میں ابلیس کو جنات میں قرار دیا گیا ہے تو اس مقام پر اسے ملک کے لفظ سے کس طرح تعبیر کیا گیا ہے۔
اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ مقام تکلیف میں ہمیشہ ظاہر کو دیکھا جاتا ہے اور مقام جزا میں حقیقت پر نگاہ کی جاتی ہے۔ ایمان کے احکام ان تمام افراد کے لئے ہیں جن کا ظاہر ایمان ہے لیکن ایمان کی جزا اور اس کا انعام صرف ان افراد کے لئے ہے جو واقعی صاحبانِ ایمان ہیں۔
یہی حال ملائکہ اور جنات کا ہے کہ ملائکہ کے احکام میں وہ تمام افراد شامل ہیں جو اپنے ملک ہونے کے دعویدار ہیں چاہے واقعاً قوم جن سے تعلق رکھتے ہوں اور ملائکہ کی عظمت و شرافت صرف ان افراد کے لئے ہے جو واقعاً ملک ہیں اور اس کا قوم جن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَجَوْلَةِ بَلَاءٍ. فَأَطْفِئُوا مَا كَمَنَ فِي قُلُوبِكُمْ مِنْ نِيرَانِ الْعَصَبِيَّةِ وَأَحْقَادِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنَّمَا تِلْكَ الْحَمِيَّةُ تَكُونُ فِي الْمُسْلِمِ مِنْ خَطَرَاتِ الشَّيْطَانِ وَنَخَوَاتِهِ، وَنَزَغَاتِهِ وَنَفَثَاتِهِ. وَاعْتَمِدُوا وَضْعَ التَّذَلُّلِ عَلَى رُؤُوسِكُمْ، وَإِلْقَاءَ التَّعَزُّزِ تَحْتَ أَقْدَامِكُمْ، وَخَلْعَ التَّكَبُّرِ مِنْ أَعْنَاقِكُمْ؛ وَاتَّخِذُوا التَّوَاضُعَ مَسْلَحَةً بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّكُمْ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ؛ فَإِنَّ لَهُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ جُنُوداً وَأَعْوَاناً، وَرَجِلاً وَفُرْسَاناً، وَلَا تَكُونُوا كَالْمُتَكَبِّرِ عَلَى ابْنِ أُمِّهِ مِنْ غَيْرِ مَا فَضْلٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ فِيهِ سِوَى مَا أَلْحَقَتِ الْعَظَمَةُ بِنَفْسِهِ مِنْ عَدَاوَةِ الْحَسَبِ، وَقَدَحَتِ الْحَمِيَّةُ فِي قَلْبِهِ مِنْ نَارِ الْغَضَبِ، وَنَفَخَ الشَّيْطَانُ فِي أَنْفِهِ مِنْ رِيحِ الْكِبْرِ الَّذِي أَعْقَبَهُ اللّٰهُ بِهِ النَّدَامَةَ، وَأَلْزَمَهُ آثَامَ الْقَاتِلِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

التحذير من الكبر

أَلَا وَقَدْ أَمْعَنْتُمْ فِي الْبَغْيِ، وَأَفْسَدْتُمْ فِي الْأَرْضِ، مُصَارَحَةً لِلّٰهِ بِالْمُنَاصَبَةِ، وَمُبَارَزَةً لِلْمُؤْمِنِينَ بِالْمُحَارَبَةِ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي كِبْرِ الْحَمِيَّةِ وَفَخْرِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَإِنَّهُ مَلَاقِحُ الشَّنَآنِ، وَمَنَافِخُ الشَّيْطَانِ، الَّتِي خَدَعَ بِهَا الْأُمَمَ الْمَاضِيَةَ، وَالْقُرُونَ الْخَالِيَةَ. حَتَّى أَعْنَقُوا فِي حَنَادِسِ جَهَالَتِهِ، وَمَهَاوِي ضَلَالَتِهِ، ذُلُلاً عَنْ سِيَاقِهِ، سُلُساً فِي قِيَادِهِ، أَمْراً تَشَابَهَتِ الْقُلُوبُ فِيهِ، وَتَتَابَعَتِ الْقُرُونُ عَلَيْهِ، وَكِبْراً تَضَايَقَتِ الصُّدُورُ بِهِ.

التحذير من طاعة الكبراء

أَلَا فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِكُمْ وَكُبَرَائِكُمْ! الَّذِينَ تَكَبَّرُوا عَنْ حَسَبِهِمْ، وَتَرَفَّعُوا فَوْقَ نَسَبِهِمْ، وَأَلْقَوُا الْهَجِينَةَ عَلَى رَبِّهِمْ، وَجَاحَدُوا اللّٰهَ عَلَى مَا صَنَعَ بِهِمْ، مُكَابَرَةً لِقَضَائِهِ، وَمُغَالَبَةً لِآلَائِهِ فَإِنَّهُمْ قَوَاعِدُ أَسَاسِ الْعَصَبِيَّةِ، وَدَعَائِمُ أَرْكَانِ الْفِتْنَةِ، وَسُيُوفُ اعْتِزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَكُونُوا لِنِعَمِهِ عَلَيْكُمْ أَضْدَاداً، وَلَا لِفَضْلِهِ عِنْدَكُمْ حُسَّاداً. وَلَا تُطِيعُوا الْأَدْعِيَاءَ الَّذِينَ شَرِبْتُمْ بِصَفْوِكُمْ كَدَرَهُمْ، وَخَلَطْتُمْ بِصِحَّتِكُمْ مَرَضَهُمْ، وَأَدْخَلْتُمْ فِي حَقِّكُمْ بَاطِلَهُمْ، وَهُمْ أَسَاسُ الْفُسُوقِ، وَأَحْلَاسُ الْعُقُوقِ

نخوت - غرور و تکبر
نزغہ - فساد
نفثہ - پھونک
مسلحہ - اسلحہ خانہ
امعنتم - مبالغہ کیا ہے
ملاقح - نر
شنآن - عداوت
اعنقوا - غائب ہو گئے
حنادس - تاریکیاں
مہاوی - گڑھے
ذلل - رام شدہ
سلس - آسان
ہجینہ - قبیح
آلاء - نعمتیں
اعتزاء - عارض ہونا
ادعیاء - بدنسب
کدر - گندہ
اساس - بنیاد
احلاس - جمع حلس - ساتھی
عقوق - نافرمانی

(لہ) کہا جاتا ہے کہ ابلیس بڑے سے انسان کو بھی تین راستوں سے گمراہ کر دینے کا دعویدار ہے
۱ - غلط راستہ سے مال حاصل کرنا
۲ - غلط راستہ سے روک کر رکھنا
۳ - غلط راہ میں صرف کر دینا
لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس چیلنج سے ہوشیار رہے اور دشمن خدا کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دے - !

ب تمھارا فرض ہے کہ تمھارے دلوں میں جو عصبیت اور جاہلیت کے کینوں کی آگ بھڑک رہی ہے اسے بجھا دو کہ یہ غرور ایک
کے اندر شیطانی وسوسوں، نخوتوں، فتنہ انگیزیوں اور فسوں کاریوں کا نتیجہ ہے۔ اپنے سر پر تواضع کا تاج رکھنے کا عزم کرو اور تکبر کو
دوں تلے رکھ کر کچل دو۔ غرور کے طوق کو اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دو اور اپنے اور اپنے دشمن ابلیس اور اس کے لشکروں
یان تواضع وانکسار کا مورچہ قائم کرلو کہ اس نے ہر قوم میں سے اپنے لشکر، مددگار، پیادہ، سوار سب کا انتظام کرلیا ہے اور
اس شخص کے جیسے نہ ہو جاؤ جس نے اپنے ماں جائے[1] کے مقابلہ میں غرور کیا بغیر اس کے کہ اللہ نے اسے کوئی فضیلت عطا کی ہو علاوہ
ے کہ حسد کی عداوت نے اس کے نفس میں عظمت کا احساس پیدا کرا دیا اور بیجا غیرت نے اس کے دل میں غضب کی آگ بھڑکا دی
نے اس کی ناک میں تکبر کی ہوا پھونک دی اور انجام کار ندامت ہی ہاتھ آئی اور قیامت تک کے تمام قاتلوں کا گناہ اس کے
یا کہ اس نے قتل کی بنیاد قائم کی ہے۔

یاد رکھو تم نے اللہ سے کھلم کھلا دشمنی اور صاحبان ایمان سے جنگ کا اعلان کر کے ظلم کی انتہا کر دی ہے اور زمین میں
رپا کر دیا ہے۔ خدارا خدا سے ڈرو۔ تکبر کے غرور اور جاہلیت کے تفاخر کے سلسلہ میں کہ یہ عداوتوں کے پیدا ہونے کی جگہ
یطان کی فسوں کاری کی منزل ہے۔ اسی کے ذریعہ اس نے گذشتہ قوموں اور اگلی نسلوں کو دھوکہ دیا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ
ت کے اندھیروں اور ضلالت کے گڑھوں میں گر پڑے۔ وہ اپنے ہنکانے والے کے مکمل تابع اور کھینچنے والے کے سراپا
ت تھے۔ یہی وہ امر ہے جس میں قلوب سب ایک جیسے ہیں اور نسلیں اسی راہ پر چلتی رہی ہیں اور یہی وہ تکبر ہے جس کی
پوشی سے سینے تنگ ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ۔ اپنے ان بزرگوں[2] اور سرداروں کی اطاعت سے محتاط رہو جنھوں نے اپنے حسب پر غرور کیا اور اپنے
کی بنیاد پر اونچے بن گئے۔ بدنما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیا اور اس کے احسانات کا صریحی انکار کر دیا۔ انھوں نے اس کے
سے مقابلہ کیا ہے اور اس کی نعمتوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو عصبیت کی بنیاد۔ فتنہ کے ستون۔ اور
ت کے غرور کی تلواریں ہیں۔

اللہ سے ڈرو اور خبردار اس کی نعمتوں کے دشمن اور اس کے دئے ہوئے فضائل کے حاسد نہ بنو۔ ان جھوٹے مدعیان اسلام کا اتباع
و جن کے گندہ پانی کو اپنے صاف پانی میں ملا کر پی رہے ہو اور جن کی بیماریوں کو تم نے اپنی صحت کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے اور جن کے
ں کو اپنے حق میں شامل کر لیا ہے۔ یہ لوگ فسق و فجور کی بنیاد ہیں اور نافرمانیوں کے ساتھ چپکے ہوئے ہیں۔

---

[1] بیل اور قابیل کی طرف اشارہ ہے جہاں قابیل نے صرف حسد اور تعصب کی بنیاد پر اپنے حقیقی بھائی کا خون کر دیا اور اللہ کی پاکیزہ زمین کو خون ناحق
رنگین کر دیا اور اس طرح دنیا میں قتل و خون کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے ہر جرم میں قابیل کا ایک حصہ بہرحال رہے گا۔

[2] قوم کی تباہی اور بربادی میں سب سے بڑا ہاتھ ان رئیسوں اور سرداروں کا ہوتا ہے جن کی حیثیت کچھ نہیں ہوتی ہے لیکن اپنے کو اس قدر عظیم بنا کر پیش کرتے
ہیں کا اندازہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ان کے پاس تعصب۔ عناد۔ غرور اور تکبر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور غریب بندگان خدا کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اللہ
ہم کو بلند بنایا ہے اور اسی نے تمھیں پست قرار دیا ہے لہٰذا اب تمھارا فرض ہے کہ اس کے فیصلہ پر راضی رہو اور ہماری اطاعت کی راہ پر چلتے رہو
وت کا ارادہ مت کرو کہ یہ قضا و قدر الٰہی سے بغاوت ہے اور یہ شان اسلام کے خلاف ہے۔

اتَّخَذَهُمْ إِبْلِيسُ مَطَايَا ضَلَالٍ، وَجُنْداً بِهِمْ يَصُولُ عَلَى النَّاسِ، وَتَرَاجِمَةً يَنْطِقُ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ، اسْتِرَاقاً لِعُقُولِكُمْ وَدُخُولاً فِي عُيُونِكُمْ، وَنَفْثاً (نَثّاً) فِي أَسْمَاعِكُمْ. فَجَعَلَكُمْ مَرْمَى نَبْلِهِ، وَمَوْطِىءَ قَدَمِهِ، وَمَأْخَذَ يَدِهِ.

العبرة بالماضين

فَاعْتَبِرُوا بِمَا أَصَابَ الْأُمَمَ الْمُسْتَكْبِرِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ بَأْسِ اللَّهِ وَصَوْلَاتِهِ، وَوَقَائِعِهِ وَمَثُلَاتِهِ، وَاتَّعِظُوا بِمَثَاوِي خُدُودِهِمْ، وَمَصَارِعِ جُنُوبِهِم، وَاسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ لَوَاقِحِ الْكِبْرِ، كَمَا تَسْتَعِيذُونَهُ مِنْ طَوَارِقِ الدَّهْرِ. فَلَوْ رَخَّصَ اللَّهُ فِي الْكِبْرِ لِأَحَدٍ مِنْ عِبَادِهِ لَرَخَّصَ فِيهِ لِخَاصَّةِ أَنْبِيَائِهِ وَ أَوْلِيَائِهِ؛ وَلَكِنَّهُ سُبْحَانَهُ كَرَّهَ إِلَيْهِمُ التَّكَابُرَ، وَرَضِيَ لَهُمُ التَّوَاضُعَ، فَأَلْصَقُوا بِالْأَرْضِ خُدُودَهُمْ، وَعَفَّرُو فِي التُّرَابِ وُجُوهَهُمْ. وَخَفَضُوا أَجْنِحَتَهُمْ لِلْمُؤْمِنِينَ، وَكَانُوا قَوْماً مُسْتَضْعَفِينَ. قَدِ اخْتَبَرَهُمُ اللَّهُ بِالْمَخْمَصَةِ، وَابْتَلَاهُمْ بِالْمَجْهَدَةِ، وَامْتَحَنَهُمْ بِالْمَخَاوِفِ، وَمَخَضَهُمْ بِالْمَكَارِهِ. فَلَا تَعْتَبِرُوا الرِّضَى وَالسُّخْطَ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ جَهْلاً بِمَوَاقِعِ الْفِتْنَةِ، وَالإِخْتِبَارِ (اختيار) فِي مَوْضِعِ الْغِنَى وَالاِقْتِدَارِ، فَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهُ تَعَالَى: «أَيَحْسَبُونَ أَنَّ مَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ؟ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ» فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ يَخْتَبِرُ عِبَادَهُ الْمُسْتَكْبِرِينَ فِي أَنْفُسِهِمْ بِأَوْلِيَائِهِ الْمُسْتَضْعَفِينَ فِي أَعْيُنِهِمْ.

تواضع الانبياء (عليهم السلام)

وَلَقَدْ دَخَلَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ وَمَعَهُ أَخُوهُ هَارُونُ - عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - عَلَى فِرْعَوْنَ، وَعَلَيْهِمَا مَدَارِعُ الصُّوفِ، وَبِأَيْدِيهِمَا الْعِصِيُّ، فَشَرَطَا لَهُ - إِنْ أَسْلَمَ - بَقَاءَ مُلْكِهِ، وَدَوَامَ عِزِّهِ (سلطانه)؛ فَقَالَ: «أَلَا تَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَيْنِ يَشْرِطَانِ لِي دَوَامَ الْعِزِّ، وَبَقَاءَ الْمُلْكِ، وَهُمَا بِمَا تَرَوْنَ مِنْ حَالِ الْفَقْرِ وَالذُّلِّ، فَهَلَّا أُلْقِيَ عَلَيْهِمَا أَسَاوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ»؟ إِعْظَاماً لِلذَّهَبِ وَجَمْعِهِ، وَاحْتِقَاراً لِلصُّوفِ وَلُبْسِهِ! وَلَوْ أَرَادَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِأَنْبِيَائِهِ حَيْثُ بَعَثَهُمْ أَنْ يَفْتَحَ لَهُمْ كُنُوزَ الذِّهْبَانِ، وَمَعَادِنَ الْعِقْيَانِ، وَمَغَارِسَ الْجِنَانِ، وَأَنْ يَحْشُرَ مَعَهُمْ طُيُورَ السَّمَاءِ وَوُحُوشَ الْأَرَضِينَ لَفَعَلَ، وَلَوْ فَعَلَ لَسَقَطَ الْبَلَاءُ، وَبَطَلَ الْجَزَاءُ،

نبل - تیر
مثلات - سزائیں
مثاوی - جمع مثویٰ - منزل
خدود - رخسارے
مصارع الجنوب - پہلوؤں کی جگہ
لواقح الکبر - تکبر کے اسباب
مخمصہ - بھوک
مجہدۃ - مشقت
مخض اللبن - دودھ کا متھنا
ذہبان - جمع ذہب - سونا
عقیان - خالص سونا
البلاء - امتحان

(1) کسی دور میں بھی ایسے انسانوں کی کمی نہیں ہے جن کا تمام تر تصور یہ رہا ہے کہ مال خدا پروردگار کی رضامندی کی علامت ہے اور غربت و افلاس اس کی ناراضگی کی پہچان ہے اور یہی وجہ ہے کہ سماج میں یہ محاورہ بن گیا ہے کہ جب مالی حالات سازگار ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ پروردگار آج کل زیادہ مہربان ہے اور جب مالی حالات خراب ہو جاتے ہیں تو یہ فریاد کی جاتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ پروردگار آج کل کچھ ناراض ہے گویا کہ رضا اور ناراضگی کا معیار یہی مال اور یہی سکون زندگی ہے۔ حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو فرعون و قارون رضائے الٰہی کے مجسمے ہوتے اور موسیٰ و ہارون ہی غضب الٰہی کا مرکز ہوتے جس کے تصور کی بھی گنجائش نہیں ہے تو انسان کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ مال و دولت امتحان ہے۔ رضائے الٰہی کا سامان نہیں ہے۔

اس نے انھیں گمراہی کی سواری بنالیا ہے اور ایسا لشکر قرار دے لیا ہے جس کے ذریعہ لوگوں پر حملہ کرتا ہے اور یہی اس کے ترجمان ہیں جن کی زبان سے بولتا ہے۔ تمھاری عقلوں کو چھیننے کے لئے اور تمھاری آنکھوں میں سما جانے کے لئے اور تمھارے کانوں میں اپنی باتوں کو پھونکنے کے لئے اس نے تمھیں اپنے تیروں کا نشانہ اور اپنے قدموں کی جولانگاہ اور اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنالیا ہے۔

دیکھو تم سے پہلے استکبار کرنے والی قوموں پر جو خدا کا عذاب۔ حملہ۔ قہر اور عتاب نازل ہوا ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ ان کے رخساروں کے بھل لیٹنے اور پہلوؤں کے بھل گرنے سے نصیحت حاصل کرو۔ اللہ کی بارگاہ میں تکبر کی پیداوار کی منزلوں سے اس طرح پناہ مانگو جس طرح زمانہ کے حوادث سے پناہ مانگتے ہو۔ اگر پروردگار تکبر کی اجازت کسی بندہ کو دے سکتا تو سب سے پہلے اپنے مخصوص انبیاء اور اولیاء کو اجازت دیتا لیکن اس بے نیاز نے ان کے لئے بھی تکبر کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کی بھی تواضع ہی سے خوش ہوا ہے۔ انھوں نے اپنے رخساروں کو زمین سے چپکا دیا تھا اور اپنے چہروں کو خاک پر رکھ دیا تھا اور اپنے شانوں کو مومنین کے لئے جھکا دیا تھا۔

یہ سب سماج کے وہ کمزور بنا دئے جانے والے افراد تھے جن کا خدا نے بھوک سے امتحان لیا۔ مصائب سے آزمایا۔ خوفناک مراحل سے دوچار کیا اور ناخوشگوار حالات میں انھیں تہ و بالا کر کے دیکھ لیا۔ خبردار خدا کی خوشنودی اور ناراضگی کا معیار مال اور اولاد کو قرار نہ دینا (۵۱) کہ تم فتنہ کی منزلوں کو نہیں پہچانتے ہو اور تمھیں نہیں معلوم ہے کہ خدا مالداری اور اقتدار سے کس طرح امتحان لیتا ہے۔ اس نے صاف اعلان کر دیا ہے " کیا ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ہم انھیں مال و اولاد کی فراوانی عطا کر کے ان کی نیکیوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انھیں کوئی شعور نہیں ہے "۔

اللہ اپنے کو اونچا سمجھنے والوں کا امتحان اپنے کمزور قرار دئے جانے والے اولیاء کے ذریعہ لیا کرتا ہے۔

دیکھو موسیٰ بن عمران اپنے بھائی ہارون کے ساتھ فرعون کے دربار میں اس شان سے داخل ہوئے کہ ان کے بدن پر اون کا پیراہن تھا اور ان کے ہاتھ میں ایک عصا تھا۔ ان حضرات نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر اسلام قبول کر لے گا تو اس کے ملک اور اس کی عزت کو دوام و بقا عطا کر دیں گے۔ تو اس نے لوگوں سے کہا " کیا تم لوگ ان دونوں کے حال پر تعجب نہیں کر رہے ہو جو اس فقر و فاقہ کی حالت میں میرے پاس آئے ہیں اور میرے ملک کو دوام کی ضمانت دے رہے ہیں۔ اگر یہ ایسے ہی اونچے ہیں تو ان پر سونے کے کنگن کیوں نہیں نازل ہوئے ؟ "۔ اس کی نظر میں سونا اور اس کی جمع آوری ایک عظیم کارنامہ تھا اور اون کا لباس پہننا ذلت کی علامت تھا۔ حالانکہ اگر پروردگار چاہتا تو انبیاء کرام کی بعثت کے ساتھ ہی ان کے لئے سونے کے خزانے، طلائے خالص کے معادن، باغات کے کشت زاروں کے دروازے کھول دیتا اور ان کے ساتھ فضا میں پرواز کرنے والے پرندے اور زمین کے چوپایوں کو ان کا تابع فرمان بنا دیتا۔ لیکن ایسا کر دیتا تو آزمائش ختم ہو جاتی اور انعامات کا سلسلہ بھی بند ہو جاتا۔

(۵۱) واقعاً کیا عجیب و غریب منظر رہا ہوگا جب اللہ کے دو مخلص بندے معمولی لباس پہنے ہوئے فرعون کے دربار میں کھڑے ہوں گے اور اسے دین حق کی دعوت دے رہے ہوں گے اور اس سے جزا و انعام کا وعدہ کر رہے ہوں گے اور وہ مسکرا کر درباریوں کی طرف دیکھ رہا ہوگا۔ ذرا ان دونوں کی جرأت تو دیکھو۔ خدائے وقت کو دعوت بندگی دے رہے ہیں اور پھر حوصلے تو دیکھو۔ بوسیدہ لباس کے باوجود انعامات کا وعدہ کر رہے ہیں اور معمولی حیثیت کے ساتھ عذاب الیم سے ڈرا رہے ہیں۔

لیکن جناب موسیٰ نے ان حالات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور نہایت سکون و وقار کے ساتھ اپنا پیغام سناتے رہے کہ اللہ والے سلطنت و جبروت سے مرعوب نہیں ہوتے ہیں اور بہترین جہاد یہی ہے کہ سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق بلند کر دیا جائے اور حق کی آواز کو دبنے نہ دیا جائے۔

وَاضْمَحَلَّتِ الْأَنْبَاءُ، وَلَمَا وَجَبَ لِلْقَابِلِينَ أُجُورُ الْمُبْتَلِينَ، وَلَا اسْتَحَقَّ الْمُؤْمِنُونَ ثَوَابَ الْمُحْسِنِينَ، وَلَا لَزِمَتِ الْأَسْمَاءُ مَعَانِيَهَا. وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ رُسُلَهُ أُولِي قُوَّةٍ فِي عَزَائِمِهِمْ، وَضَعَفَةً فِيمَا تَرَى الْأَعْيُنُ مِنْ حَالَاتِهِمْ، مَعَ قَنَاعَةٍ تَمْلَأُ الْقُلُوبَ وَالْعُيُونَ غِنىً، وَخَصَاصَةٍ تَمْلَأُ الْأَبْصَارَ وَالْأَسْمَاعَ أَذًى.

وَلَوْ كَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ أَهْلَ قُوَّةٍ لَا تُرَامُ، وَعِزَّةٍ لَا تُضَامُ، وَمُلْكٍ تُمَدُّ نَحْوَهُ أَعْنَاقُ الرِّجَالِ، وَتُشَدُّ إِلَيْهِ عُقَدُ الرِّحَالِ، لَكَانَ ذٰلِكَ أَهْوَنَ عَلَى الْخَلْقِ فِي الْاِعْتِبَارِ، وَأَبْعَدَ لَهُمْ فِي الْاِسْتِكْبَارِ (الاستكثار)، وَلَآمَنُوا عَنْ رَهْبَةٍ قَاهِرَةٍ لَهُمْ، أَوْ رَغْبَةٍ مَائِلَةٍ بِهِمْ، فَكَانَتِ النِّيَّاتُ مُشْتَرَكَةً، وَالْحَسَنَاتُ مُقْتَسَمَةً[1]. وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ الْاِتِّبَاعُ لِرُسُلِهِ، وَالتَّصْدِيقُ بِكُتُبِهِ، وَالْخُشُوعُ لِوَجْهِهِ، وَالْاِسْتِكَانَةُ لِأَمْرِهِ، وَالْاِسْتِسْلَامُ لِطَاعَتِهِ، أُمُوراً لَهُ خَاصَّةً، لَا تَشُوبُهَا مِنْ غَيْرِهَا شَائِبَةٌ. وَكُلَّمَا كَانَتِ الْبَلْوَى وَالْاِخْتِبَارُ أَعْظَمَ كَانَتِ الْمَثُوبَةُ وَالْجَزَاءُ أَجْزَلَ.

الكعبة المقدسة

أَلَا تَرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ، اِخْتَبَرَ الْأَوَّلِينَ مِنْ لَدُنْ آدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، إِلَى الْآخِرِينَ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ، بِأَحْجَارٍ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَسْمَعُ، فَجَعَلَهَا بَيْتَهُ الْحَرَامَ «الَّذِي جَعَلَهُ لِلنَّاسِ قِيَاماً». ثُمَّ وَضَعَهُ بِأَوْعَرِ بِقَاعِ الْأَرْضِ حَجَراً، وَأَقَلِّ نَتَائِقِ الدُّنْيَا مَدَراً، وَأَضْيَقِ بُطُونِ الْأَوْدِيَةِ قُطْراً بَيْنَ جِبَالٍ خَشِنَةٍ، وَرِمَالٍ دَمِثَةٍ، وَعُيُونٍ وَشِلَةٍ، وَقُرًى مُنْقَطِعَةٍ؛ لَا يَزْكُو بِهَا خُفٌّ، وَلَا حَافِرٌ وَلَا ظِلْفٌ. ثُمَّ أَمَرَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَوَلَدَهُ أَنْ يَثْنُوا أَعْطَافَهُمْ (اغطافهم) نَحْوَهُ، فَصَارَ مَثَابَةً لِمُنْتَجَعِ أَسْفَارِهِمْ، وَغَايَةً لِمُلْقَى رِحَالِهِمْ. تَهْوِي إِلَيْهِ ثِمَارُ الْأَفْئِدَةِ مِنْ مَفَاوِزِ قِفَارٍ سَحِيقَةٍ، وَمَهَاوِي فِجَاجٍ عَمِيقَةٍ، وَجَزَائِرِ بِحَارٍ مُنْقَطِعَةٍ، حَتَّى يَهُزُّوا مَنَاكِبَهُمْ ذُلُلاً يُهَلِّلُونَ (يهلون) لِلّٰهِ حَوْلَهُ، وَيَرْمُلُونَ عَلَى أَقْدَامِهِمْ شُعْثاً غُبْراً لَهُ. قَدْ نَبَذُوا السَّرَابِيلَ وَرَاءَ

خصاصہ ۔ فقر و احتیاج
نتائق ۔ جمع نیقہ ۔ بلند ترین زمینیں
مدر ۔ ڈھیلا
دمثہ ۔ نرم
وشلہ ۔ قلیل الماء
لا یزکو ۔ بڑھتا نہیں ہے
خف ۔ اونٹ کا اشارہ ہے
حافر ۔ گھوڑے کا اشارہ ہے
ظلف ۔ گائے بکری کا اشارہ ہے
ثنیٰ عطفہ ۔ متوجہ ہو گیا
منتجع ۔ محل فائدہ
ملقیٰ ۔ القاء
تہوی ۔ تیز رفتاری
مفاوز ۔ صحرا
سحیقہ ۔ دور دراز
فجاج ۔ وسیع راستے
مناکب ۔ کاندھے
رمل ۔ متوسط رفتار
اشعث ۔ پراگندہ
اغبر ۔ غبار آلود
سرابیل ۔ کپڑے

[1] نیتوں کے اشتراک اور حسنات کے انقسام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انبیاء کرام صاحبان حیثیت ہوتے تو ایمان میں سب شریک ہو جاتے ۔ مخلصین بھی اور لالچی افراد بھی ۔ لیکن اس کے باوجود حسنات کا درجہ الگ الگ ہوتا کہ مخلصین کی جزا اور ان کا انعام تجارت پیشہ عبادت گذاروں سے یقیناً الگ ہوتا ہے اور دونوں کو ایک درجہ پر نہیں رکھا جا سکتا ہے ۔!

آسمانی خبریں بھی بیکار و برباد ہو جاتیں۔ نہ مصائب کو قبول کرنے والوں کو امتحان دینے والے کا اجر ملتا اور نہ صاحبانِ ایمان کو نیک کرداروں جیسا انعام ملتا اور نہ الفاظ معانی کا ساتھ دیتے۔

البتہ پروردگار نے اپنے مرسلین کو ارادوں کے اعتبار سے انتہائی صاحب قوت قرار دیا ہے اگرچہ دیکھنے میں حالات کے اعتبار سے بہت کمزور ہیں ان کے پاس وہ قناعت ہے جس نے لوگوں کے دل و نگاہ کو ان کی بے نیازی سے معمور کر دیا ہے اور وہ غربت ہے جس کی بنا پر لوگوں کی آنکھوں اور کانوں کو اذیت ہوتی ہے۔

اگر انبیاء کرام ایسی قوت کے مالک ہوتے جس کا ارادہ بھی نہ کیا جا سکے اور ایسی عزت کے دارا ہوتے جس کو ذلیل نہ کیا جا سکے اور ایسی سلطنت کے حامل ہوتے جس کی طرف گردنیں اٹھتی ہوں اور سواریوں کے پالان کسے جاتے ہوں تو یہ بات لوگوں کی عبرت حاصل کرنے کے لئے آسان ہوتی اور انھیں استکبار سے بآسانی دور کر سکتی اور سب کے سب قہر آمیز خوف اور لذت آمیز رغبت کی بنا پر ایمان لے آتے۔ سب کی نیتیں ایک جیسی ہوتیں اور سب کے درمیان نیکیاں تقسیم ہو جاتیں[1]۔ لیکن اس نے یہ چاہا ہے کہ اس کے رسولوں کا اتباع اور اس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کی بارگاہ میں خضوع اور اس کے احکام کے سامنے فروتنی۔ سب اس کی ذات اقدس سے مخصوص رہیں اور اس میں کسی طرح کی ملاوٹ نہ ہونے پائے اور ظاہر ہے کہ جسقدر آزمائش اور امتحان میں شدت ہوگی اسی قدر اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

کیا تم یہ نہیں دیکھتے ہو کہ پروردگار عالم نے آدمؑ کے دور سے آجتک اولین و آخرین سب کا امتحان لیا ہے۔ ان پتھروں[1] کے ذریعہ جن کا بظاہر نہ کوئی نفع ہے اور نہ نقصان۔ نہ ان کے پاس بصارت ہے اور نہ سماعت۔ لیکن انھیں سے اپنا وہ محترم مکان بنوا دیا ہے جسے لوگوں کے قیام کا ذریعہ قرار دے دیا ہے اور پھر اسے ایسی جگہ قرار دیا ہے جو روئے زمین پر انتہائی پتھریلی و بلند زمینوں میں انتہائی مٹی والی وادیوں میں اطراف کے اعتبار سے انتہائی تنگ ہے۔ اس کے اطراف سخت قسم کے پہاڑ، نرم قسم کے ریتیلے میدان، کم پانی والے چشمے اور منتشر قسم کی بستیاں ہیں جہاں نہ اونٹ پرورش پا سکتے ہیں اور نہ گائے اور نہ بکریاں۔

اس کے بعد اس نے آدمؑ اور ان کی اولاد کو حکم دے دیا کہ اپنے کاندھوں کو اس کی طرف موڑ دیں اور اس طرح اسے سفروں سے فائدہ اٹھانے کی منزل اور پالانوں کے اتارنے کی جگہ بنا دیا جس کی طرف لوگ دور افتادہ بے آب و گیاہ بیابانوں۔ دور دراز گھاٹیوں کے نشیبی راستوں۔ زمین سے کٹے ہوئے دریاؤں کے جزیروں سے دل و جان سے متوجہ ہوتے ہیں تاکہ ذلت کے ساتھ اپنے کاندھوں کو حرکت دیں اور اس کے گرد اپنے پروردگار کی الوہیت کا اعلان کریں اور پیدل اس عالم میں دوڑتے رہیں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوں اور سر پر خاک پڑی ہوئی ہو۔ اپنے پیراہنوں کو اتار کر پھینک دیں۔

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تعمیر خانۂ کعبہ کا تعلق جناب ابراہیمؑ سے نہیں ہے بلکہ جناب آدمؑ سے ہے۔ سب سے پہلے انھوں نے حکم خدا سے اس کا گھر بنایا اور اس کا طواف کیا اور پھر اپنی اولاد کو طواف کا حکم دیا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہانتک کہ طوفانِ نوحؑ کے موقع پر اس تعمیر کو بلند کر لیا گیا اور اس کے بعد جناب ابراہیمؑ نے اپنے دور میں اس کی دیواروں کو بلند کر کے ایک مکان کی حیثیت دے دی جس کا سلسلہ آجتک قائم ہے اور ساری دنیا کے مسلمان اس گھر کا طواف کرنے کے لئے آرہے ہیں جب کہ اس کی تعمیری حیثیت لاکھوں مکانوں سے کمتر ہے۔ لیکن مسئلہ اس کی مادی حیثیت کا نہیں ہے۔ مسئلہ اس کی نسبت کا ہے جو پروردگار نے اپنی طرف دے دی ہے اور اسے مرجع خلائق بنا دیا ہے جس طرح کہ سرکار دو عالمؐ نے خود مولائے کائنات کو "انتَ بمنزلةِ الکعبۃِ" کہہ کر مرجع عوام و خواص بنا دیا ہے کہ اس سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔!

ظُهُورِهِمْ، وَشَوَّهُوا بِإِعْفَاءِ الشُّعُورِ مَحَاسِنَ خَلْقِهِمْ، ٱبْتِلَاءً عَظِيماً، وَٱمْتِحَاناً شَدِيداً، وَٱخْتِبَاراً مُبِيناً، وَتَمْحِيصاً بَلِيغاً، جَعَلَهُ اللّٰهُ سَبَباً لِرَحْمَتِهِ، وَوُصْلَةً إِلَىٰ جَنَّتِهِ. وَلَوْ أَرَادَ سُبْحَانَهُ أَنْ يَضَعَ بَيْتَهُ الْحَرَامَ، وَمَشَاعِرَهُ الْعِظَامَ، بَيْنَ جَنَّاتٍ وَأَنْهَارٍ، وَسَهْلٍ وَقَرَارٍ، جَمِّ الْأَشْجَارِ دَانِيَ الثِّمَارِ، مُلْتَفَّ الْبُنَىٰ، مُتَّصِلَ الْقُرَىٰ، بَيْنَ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ، وَرَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، وَأَرْيَافٍ مُحْدِقَةٍ، وَعِرَاصٍ مُغْدِقَةٍ، وَرِيَاضٍ نَاضِرَةٍ، وَطُرُقٍ عَامِرَةٍ، لَكَانَ قَدْ صَغُرَ قَدْرُ الْجَزَاءِ عَلَىٰ حَسَبِ ضَعْفِ الْبَلَاءِ. وَلَوْ كَانَ الْأَسَاسُ الْمَحْمُولُ عَلَيْهَا، وَالْأَحْجَارُ الْمَرْفُوعُ بِهَا، بَيْنَ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَاءَ، وَيَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ، وَنُورٍ وَضِيَاءٍ، لَخَفَّفَ ذٰلِكَ مُصَارَعَةَ (مضارعة) الشَّكِّ فِي الصُّدُورِ، وَلَوَضَعَ مُجَاهَدَةَ إِبْلِيسَ عَنِ الْقُلُوبِ، وَلَنَفَىٰ مُعْتَلَجَ الرَّيْبِ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَخْتَبِرُ عِبَادَهُ بِأَنْوَاعِ الشَّدَائِدِ، وَيَتَعَبَّدُهُمْ بِأَنْوَاعِ الْمَجَاهِدِ، وَيَبْتَلِيهِمْ بِضُرُوبِ الْمَكَارِهِ، إِخْرَاجاً لِلتَّكَبُّرِ مِنْ قُلُوبِهِمْ، وَإِسْكَاناً لِلتَّذَلُّلِ فِي نُفُوسِهِمْ، وَلِيَجْعَلَ ذٰلِكَ أَبْوَاباً فُتُحاً إِلَىٰ فَضْلِهِ، وَأَسْبَاباً ذُلُلاً لِعَفْوِهِ.

عود الی التحذیر

فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي عَاجِلِ الْبَغْيِ وَآجِلِ وَخَامَةِ الظُّلْمِ، وَسُوءِ عَاقِبَةِ الْكِبْرِ، فَإِنَّهَا مَصْيَدَةُ إِبْلِيسَ الْعُظْمَىٰ، وَمَكِيدَتُهُ الْكُبْرَىٰ، الَّتِي تُسَاوِرُ قُلُوبَ الرِّجَالِ مُسَاوَرَةَ السُّمُومِ الْقَاتِلَةِ، فَمَا تُكْدِي أَبَداً، وَلَا تُشْوِي أَحَداً، لَا عَالِماً لِعِلْمِهِ، وَلَا مُقِلّاً فِي طِمْرِهِ.

فضائل الفرائض

وَعَنْ ذٰلِكَ مَا حَرَسَ اللّٰهُ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِينَ بِالصَّلَوَاتِ وَ الزَّكَوَاتِ، وَمُجَاهَدَةِ الصِّيَامِ فِي الْأَيَّامِ الْمَفْرُوضَاتِ، تَسْكِيناً لِأَطْرَافِهِمْ، وَتَخْشِيعاً لِأَبْصَارِهِمْ وَتَذْلِيلاً لِنُفُوسِهِمْ، وَتَخْفِيضاً (تخضيعاً) لِقُلُوبِهِمْ، وَإِذْهَاباً لِلْخُيَلَاءِ عَنْهُمْ، وَلِمَا فِي ذٰلِكَ مِنْ تَعْفِيرِ عِتَاقِ الْوُجُوهِ بِالتُّرَابِ تَوَاضُعاً، وَالْتِصَاقِ كَرَائِمِ الْجَوَارِحِ بِالْأَرْضِ تَصَاغُراً، وَلُحُوقِ الْبُطُونِ بِالْمُتُونِ مِنَ الصِّيَامِ تَذَلُّلاً؛ مَعَ مَا فِي الزَّكَاةِ مِنْ صَرْفِ ثَمَرَاتِ

اعفاء شعور - بال بڑھانا
قرار - پرسکون زمین
جم اشجار - بکثرت درخت
بنیٰ - جمع نبیہ - مکان
بُرّہ - گندم
سمراء - بہترین
اریاف - شاداب زمین
عراص - صحن
مغدقہ - جہاں پانی کی کثرت ہو
اساس - جمع اُس
معتلج - تلاطم
فتح - کھلے ہوئے
تساور - در آتی ہے
اکدیٰ - جب اثر نہ کرسکے
اشوت الضربتہ - اچٹ گئی
طمر - بوسیدہ لباس
اطراف - اعضاء و جوارح
عتاق - بہترین
متون - پشت

کیا کہنا اس بندہ کا جو کمال بندگی کے اظہار کے لئے اس طرح کی قربانی پر آمادہ ہو جائے۔ لاکھوں کے مجمع میں لباس کو اتار کر ایک لنگی اور چادر میں نکل پڑے۔ بالوں کو میدان منیٰ میں کاٹنے کے لئے بڑھائے اور پھر منیٰ میں بالکل صاف کرادے غرضکہ جملہ جذبات کو قربان کردے اور عشق الٰہی میں ایسا دیوانہ ہو جائے کہ محبوب کی مرضی کے علاوہ کوئی شے نگاہ میں نہ رہ جائے۔

اور بال بڑھا کر اپنے حسن و جمال کو بدنما بنالیں۔ یہ ایک عظیم ابتلاء۔ شدید امتحان اور واضح اختیار ہے جس کے ذریعہ عبدیت کی مکمل آزمائش ہو رہی ہے[۱]۔ پروردگار نے اس مکان کو رحمت کا ذریعہ اور جنت کا وسیلہ بنا دیا ہے ۔ وہ اگر چاہتا تو اس گھر کو اور اس کے تمام مشاعر کو باغات اور نہروں کے درمیان نرم و ہموار زمین پر بنا دیتا جہاں گھنے درخت ہوتے اور قریب قریب پھل۔ عمارتیں ایک دوسرے سے جڑی ہوتیں اور آبادیاں ایک دوسرے سے متصل۔ کہیں سرخی مائل گندم کے پودے ہوتے اور کہیں سرسبز باغات۔ کہیں چمن زار ہوتا اور کہیں پانی میں ڈوبے ہوئے میدان۔ کہیں سرسبز و شاداب کشت زار ہوتے اور کہیں آباد گذرگاہیں لیکن اس طرح آزمائش کی سہولت کے ساتھ جزا کی مقدار بھی گھٹ جاتی۔

اور اگر جس بنیاد پر اس مکان کو کھڑا کیا گیا ہے وہ سبز زمرد اور سرخ یاقوت جیسے پتھروں اور نور و ضیا کی تابانیوں سے عبارت ہوتی تو سینوں پر شکوک کے حملے کم ہو جاتے اور دلوں سے ابلیس کی محنتوں کا اثر ختم ہو جاتا اور لوگوں کے خلجان قلب کا سلسلہ تمام ہو جاتا۔ لیکن پروردگار اپنے بندوں کو سخت ترین حالات سے آزمانا چاہتا ہے اور ان سے سنگین ترین مشقتوں کے ذریعہ بندگی کرانا چاہتا ہے اور انھیں طرح طرح کے ناخوشگوار حالات سے آزمانا چاہتا ہے تاکہ ان کے دلوں سے تکبر نکل جائے اور ان کے نفوس میں تواضع اور فروتنی کو جگہ مل جائے اور اسی بات کو فضل و کرم کے کھلے ہوئے دروازوں اور عفو و مغفرت کے آسان ترین وسائل میں قرار دیدے۔

دیکھو دنیا میں سرکشی کے انجام، آخرت میں ظلم کے عذاب اور تکبر کے بدترین نتیجہ کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ یہ تکبر شیطان کا عظیم ترین جال اور بزرگ ترین مکر ہے جو دلوں میں اس طرح اتر جاتا ہے جیسے زہر قاتل کہ نہ اس کا اثر زائل ہوتا ہے اور نہ اس کا وار خطا کرتا ہے۔ نہ کسی عالم کے علم کی بنا پر اور نہ کسی نادار پر اس کے پھٹے کپڑوں کی بنا پر۔

اور اسی مصیبت[۱] سے پروردگار نے اپنے صاحبان ایمان بندوں کو نماز اور زکوٰۃ اور مخصوص دنوں میں روزہ کی مشقت کے ذریعہ بچایا ہے کہ ان کے اعضاء و جوارح کو سکون مل جائے۔ نگاہوں میں خشوع پیدا ہو جائے۔ نفس میں احساس ذلت پیدا ہو، دل بارگاہ الٰہی میں جھک جائیں اور ان سے غرور نکل جائے اور اس بنیاد پر کہ نماز میں نازک چہرے تواضع کے ساتھ خاک آلود کیے جاتے ہیں اور محترم اعضاء و جوارح کو ذلت کے ساتھ زمین سے ملا دیا جاتا ہے ۔ اور روزہ میں احساس عاجزی کے ساتھ پیٹ پیٹھ سے مل جاتے ہیں اور زکوٰۃ میں زمین کے بہترین نتائج کو فقراء و مساکین کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

[۱] انسان کی سب سے بڑی مصیبت شیطان کا اتباع ہے اور شیطان کا سب سے بڑا حربہ فساد اور استکبار ہے۔ اس لئے پروردگار نے انسان کو اس حملہ سے بچانے کے لئے نماز، روزہ اور زکوٰۃ کو واجب کر دیا کہ نماز کے ذریعہ خضوع و خشوع کا اظہار ہوگا۔ روزہ کے ذریعہ مشقت برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور زکوٰۃ کے ذریعہ اپنی محنت کے نتائج میں فقراء و مساکین کو مقدم کرنے کا خیال پیدا ہوگا اور اس طرح وہ غرور نکل جائے گا جو استکبار کی بنیاد بنتا ہے اور جس کی بنا پر انسان شیطنت سے قریب تر ہو جاتا ہے۔

الْأَرْضِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ إِلَىٰ أَهْلِ الْمَسْكَنَةِ وَالْفَقْرِ.

انْظُرُوا إِلَىٰ مَا فِي هٰذِهِ الْأَفْعَالِ مِنْ قَمْعِ نَوَاجِمِ الْفَخْرِ، وَقَدْعِ (قطع) طَوَالِعِ الْكِبْرِ! وَلَقَدْ نَظَرْتُ فَمَا وَجَدْتُ أَحَداً مِنَ الْعَالَمِينَ يَتَعَصَّبُ لِشَيْءٍ إِلَّا عَنْ عِلَّةٍ تَحْتَمِلُ تَمْوِيهَ الْجُهَلَاءِ، أَوْ حُجَّةٍ تَلِيطُ بِعُقُولِ السُّفَهَاءِ غَيْرَكُمْ؛ فَإِنَّكُمْ تَتَعَصَّبُونَ لِأَمْرٍ مَا يُعْرَفُ لَهُ سَبَبٌ وَلَا عِلَّةٌ (مسّ يد علّة). أَمَّا إِبْلِيسُ فَتَعَصَّبَ عَلَىٰ آدَمَ لِأَصْلِهِ، وَطَعَنَ عَلَيْهِ فِي خِلْقَتِهِ، فَقَالَ: أَنَا نَارِيٌّ وَأَنْتَ طِينِيٌّ.

عصبية المال

وَأَمَّا الْأَغْنِيَاءُ مِنْ مُتْرَفَةِ الْأُمَمِ، فَتَعَصَّبُوا لِآثَارِ مَوَاقِعِ النِّعَمِ، فَقَالُوا: «نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالاً وَأَوْلَاداً وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ». فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ فَلْيَكُنْ تَعَصُّبُكُمْ لِمَكَارِمِ الْخِصَالِ، وَمَحَامِدِ الْأَفْعَالِ، وَمَحَاسِنِ الْأُمُورِ، الَّتِي تَفَاضَلَتْ فِيهَا الْمُجَدَاءُ وَالنُّجَدَاءُ مِنْ بُيُوتَاتِ الْعَرَبِ وَيَعَاسِيبِ الْقَبَائِلِ؛ بِالْأَخْلَاقِ الرَّغِيبَةِ، وَالْأَحْلَامِ الْعَظِيمَةِ، وَالْأَخْطَارِ الْجَلِيلَةِ، وَالْآثَارِ الْمَحْمُودَةِ. فَتَعَصَّبُوا لِخِلَالِ الْحَمْدِ مِنَ الْحِفْظِ لِلْجِوَارِ، وَالْوَفَاءِ بِالذِّمَامِ، وَالطَّاعَةِ لِلْبِرِّ، وَالْمَعْصِيَةِ لِلْكِبْرِ، وَالْأَخْذِ بِالْفَضْلِ، وَالْكَفِّ عَنِ الْبَغْيِ، وَالْإِعْظَامِ لِلْقَتْلِ، وَالْإِنْصَافِ لِلْخَلْقِ، وَالْكَظْمِ لِلْغَيْظِ، وَاجْتِنَابِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ. وَاحْذَرُوا مَا نَزَلَ بِالْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مِنَ الْمَثُلَاتِ بِسُوءِ الْأَفْعَالِ، وَذَمِيمِ الْأَعْمَالِ. فَتَذَكَّرُوا فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَحْوَالَهُمْ، وَاحْذَرُوا أَنْ تَكُونُوا أَمْثَالَهُمْ.

فَإِذَا تَفَكَّرْتُمْ فِي تَفَاوُتِ حَالَيْهِمْ، فَالْزَمُوا كُلَّ أَمْرٍ لَزِمَتِ الْعِزَّةُ بِهِ شَأْنَهُمْ (حالهم)، وَزَاحَتِ الْأَعْدَاءُ لَهُ عَنْهُمْ، وَمُدَّتِ الْعَافِيَةُ بِهِ عَلَيْهِمْ، وَانْقَادَتِ النِّعْمَةُ لَهُ مَعَهُمْ، وَوَصَلَتِ الْكَرَامَةُ عَلَيْهِ حَبْلَهُمْ مِنَ الِاجْتِنَابِ لِلْفُرْقَةِ، وَاللُّزُومِ لِلْأُلْفَةِ، وَالتَّحَاضِّ عَلَيْهَا، وَالتَّوَاصِي بِهَا، وَاجْتَنِبُوا كُلَّ أَمْرٍ كَسَرَ فِقْرَتَهُمْ، وَأَوْهَنَ مُنَّتَهُمْ: مِنْ تَضَاغُنِ الْقُلُوبِ، وَتَشَاحُنِ الصُّدُورِ، وَتَدَابُرِ النُّفُوسِ، وَتَخَاذُلِ الْأَيْدِي وَتَدَبَّرُوا أَحْوَالَ الْمَاضِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَبْلَكُمْ كَيْفَ كَانُوا فِي حَالِ التَّمْحِيصِ وَالْبَلَاءِ. أَلَمْ يَكُونُوا أَثْقَلَ الْخَلَائِقِ أَعْبَاءً، وَأَجْهَدَ

قمع - مغلوب کر دینا
نواجم - آثار
قدع - روک دینا
تلیط - چپک جاتی ہے
مترفہ - دولت مند
آثار مواقع النعم - غرور و تکبر
یعاسیب - شہد کی مکھی کا سردار
رغیبہ - پسندیدہ
احلام - عقول
جوار - ہمسائیگی
ذمام - عہد و پیمان
مثلات - عقوبات
تفاوت - اختلاف
مُدّت - پھیلا دی گئی
فقرہ - ریڑھ کی ہڈی
منّہ - قوت
تمحیص - آزمائش

(۱) اسلامی عبادات نے انسانی دل و دماغ سے کبر و غرور کے تصورات کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے اور اب مسلمان کے لئے تکبر و غرور کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ابلیس کو اپنی اصل پر ناز تھا۔ دولت مندوں کو اپنی دولت پر ناز ہے۔ مسلمان کو اگر نازہی کرنے کا شوق ہے اور غرور ہی کا خیال ہے تو اس کا فرض ہے کہ پہلے وہ حسین ترین اخلاق اور بلند ترین کردار پیدا کرے جس کی مثال دوسرے افراد اور اقوام کے پاس نہ ہوتا کہ اس غرور اور تعصب کا کوئی جواز پیدا ہو سکے ورنہ بلا سبب غرور اور تعصب تو شیطنت سے بھی بدتر کردار ہے اور اس کا اولاد رسول سے کوئی تعلق نہیں ہو[illegible] ہے۔

(۵۱)

(ذرا دیکھو کہ ان اعمال میں کس طرح تفاخر کے آثار کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے اور تکبر کے نمایاں ہونے والے آثار کو دبا دیا جاتا ہے۔

میں نے تمام عالمین کو پرکھ کر دیکھ لیا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس میں کسی شے کا تعصب پایا جاتا ہو اور اس کے پیچھے کوئی ایسی علت نہ ہو جس سے جاہل دھوکہ کھا جائیں یا ایسی دلیل نہ ہو جو احمقوں کی عقل سے چپک جائے ۔ علاوہ تم لوگوں کے کہ تم ایسی چیز کا تعصب رکھتے ہو جس کی کوئی علت اور جس کا کوئی سبب نہیں ہے ۔ دیکھو ابلیس نے آدمؑ کے مقابلہ میں عصبیت کا اظہار کیا تو اپنی اصل کی بنیاد پر اور اُن کی تخلیق پر طنز کیا اور یہ کہہ دیا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور تم خاک سے بنے ہو۔

اسی طرح امتوں کے دولت مندوں نے اپنی نعمتوں کے آثار کی بنا پر غرور کا مظاہرہ کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ "ہم زیادہ مال و اولاد والے ہیں لہٰذا ہم پر عذاب نہیں ہوسکتا ہے" لیکن تمہارے پاس تو ایسی کوئی بنیاد بھی نہیں ہے ۔ لہٰذا اگر فخر ہی کرنا ہے تو بہترین عادات، قابل تحسین اعمال اور حسین ترین خصائل کی بنا پر کرو جن کے بارے میں عرب کے خاندانوں ۔ قبائل کے سرداروں کے بزرگ اور شریف لوگ کیا کرتے تھے ۔ یعنی پسندیدہ اخلاق، عظیم دانائی، اعلیٰ مراتب اور قابل تعریف کارنامے۔

تم بھی انھیں قابل ستائش اعمال پر فخر کرو۔ ہمسایوں کا تحفظ کرو ۔ عہد و پیمان کو پورا کرو۔ نیک لوگوں کی اطاعت کرو سرکشوں کی مخالفت کرو۔ فضل و کرم کو اختیار کرو۔ ظلم و سرکشی سے پرہیز کرو۔ خونریزی سے پناہ مانگو۔ خلق خدا کے ساتھ انصاف کرو۔ غصہ کو پی جاؤ۔ فساد فی الارض سے اجتناب کرو کہ یہی صفات و کمالات قابل فخر و مباہات ہیں۔

بدترین اعمال کی بنا پر گذشتہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب سے اپنے کو محفوظ رکھو۔ خیر و شر ہر حال میں ان لوگوں کو یاد رکھو اور خبردار ان کے جیسے بدکردار نہ ہو جانا۔

اگر تم نے اُن کے اچھے بُرے حالات پر غور کر لیا ہے تو اب ایسے امور کو اختیار کرو جن کی بنا پر عزت ہمیشہ ان کے ساتھ رہی۔ دشمن ان سے دور دور رہے ۔ عافیت کا دامن ان کی طرف پھیلا دیا گیا نعمتیں ان کے سامنے سرنگوں ہوگئیں اور کرامت و شرافت نے ان سے اپنا رشتہ جوڑ لیا کہ وہ افتراق سے بچے۔ محبت کے ساتھ۔ اسی پر دوسروں کو آمادہ کرتے رہے اور اسی کی آپس میں وصیت اور نصیحت کرتے رہے۔

اور دیکھو ہر اُس چیز سے پرہیز کرو جس نے ان کی کمر کو توڑ دیا۔ ان کی طاقت کو کمزور کر دیا۔ یعنی آپس کا کینہ ۔ دلوں کی عداوت، نفوس کا ایک دوسرے سے منہ پھیر لینا اور ہاتھوں کا ایک دوسرے کی امداد سے رُک جانا۔

ذرا اپنے پہلے والے صاحبانِ ایمان کے حالات پر بھی غور کرو کہ وہ کس طرح بلاء اور آزمائش کی منزلوں میں تھے۔ کیا وہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بوجھ کے متحمل اور تمام بندوں میں سب سے زیادہ مصائب میں مبتلا نہیں تھے۔

[illegible]تاریخ کردار سازی کا بہترین ذریعہ ہے اور اس سے استفادہ کرنے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان دونوں طرح کی قوموں کے حالات کا جائزہ لے ۔ ان قوموں کو بھی دیکھے جنھوں نے سرفرازی اور بلندی حاصل کی ہے اور ان قوموں کے حالات کا بھی مطالعہ کرے جنھوں نے ذلّت اور رسوائی کا سامنا کیا ہے ۔ تاکہ ان اقوام کے کردار کو اپنائے جنھوں نے اپنے وجود کو سرمایۂ تاریخ بنا دیا ہے اور ان لوگوں کے کردار سے پرہیز کرے جنھوں نے اپنے کو ذلّت کے غار میں ڈھکیل دیا ہے۔

الْعِبَادِ بَلَاءً، وَأَضْيَقَ أَهْلِ الدُّنْيَا حَالاً. إِتَّخَذَتْهُمُ الْفَرَاعِنَةُ عَبِيداً فَسَامُوهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ، وَجَرَّعُوهُمُ الْمُرَارَ، فَلَمْ تَبْرَحِ الْحَالُ بِهِمْ فِي ذُلِّ الْهَلَكَةِ وَقَهْرِ الْغَلَبَةِ، لَايَجِدُونَ حِيلَةً فِي امْتِنَاعٍ، وَلَاسَبِيلاً إِلَىٰ دِفَاعٍ. حَتَّىٰ إِذَا رَأَىٰ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ جِدَّ الصَّبْرِ مِنْهُمْ عَلَى الْأَذَىٰ فِي مَحَبَّتِهِ، وَالِاحْتِمَالَ لِلْمَكْرُوهِ مِنْ خَوْفِهِ، جَعَلَ لَهُمْ مِنْ مَضَايِقِ الْبَلَاءِ فَرَجاً، فَأَبْدَلَهُمُ الْعِزَّ مَكَانَ الذُّلِّ، وَالْأَمْنَ مَكَانَ الْخَوْفِ، فَصَارُوا مُلُوكاً حُكَّاماً، وَأَئِمَّةً أَعْلَاماً، وَقَدْ بَلَغَتِ الْكَرَامَةُ مِنَ اللّٰهِ لَهُمْ مَا لَمْ تَذْهَبِ الْآمَالُ إِلَيْهِ بِهِمْ.

فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانُوا حَيْثُ كَانَتِ الْأَمْلَاءُ مُجْتَمِعَةً، وَالْأَهْوَاءُ مُؤْتَلِفَةً (متفقة)، وَالْقُلُوبُ مُعْتَدِلَةً، وَالْأَيْدِي مُتَرَادِفَةً (مترافدة)، وَالسُّيُوفُ مُتَنَاصِرَةً، وَالْبَصَائِرُ نَافِذَةً، وَالْعَزَائِمُ وَاحِدَةً. أَلَمْ يَكُونُوا أَرْبَاباً فِي أَقْطَارِ الْأَرَضِينَ، وَمُلُوكاً عَلَىٰ رِقَابِ الْعَالَمِينَ! فَانْظُرُوا إِلَىٰ مَا صَارُوا إِلَيْهِ فِي آخِرِ أُمُورِهِمْ، حِينَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ، وَتَشَتَّتَتِ الْأُلْفَةُ، وَاخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَالْأَفْئِدَةُ، وَتَشَعَّبُوا مُخْتَلِفِينَ، وَتَفَرَّقُوا مُتَحَارِبِينَ (متحازبين)، قَدْ خَلَعَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهِ، وَسَلَبَهُمْ غَضَارَةَ نِعْمَتِهِ، وَبَقِيَ قَصَصُ أَخْبَارِهِمْ فِيكُمْ عِبَراً لِلْمُعْتَبِرِينَ.

الاعتبار بالامم

فَاعْتَبِرُوا بِحَالِ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ[1] وَبَنِي إِسْحَاقَ وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. فَمَا أَشَدَّ اعْتِدَالَ الْأَحْوَالِ، وَأَقْرَبَ اشْتِبَاهَ الْأَمْثَالِ! تَأَمَّلُوا أَمْرَهُمْ فِي حَالِ تَشَتُّتِهِمْ وَتَفَرُّقِهِمْ، لَيَالِيَ كَانَتِ الْأَكَاسِرَةُ وَالْقَيَاصِرَةُ أَرْبَاباً لَهُمْ، يَحْتَازُونَهُمْ عَنْ رِيفِ الْآفَاقِ، وَبَحْرِ الْعِرَاقِ، وَخُضْرَةِ الدُّنْيَا، إِلَىٰ مَنَابِتِ (مهابّ) الشِّيحِ، وَمَهَافِي الرِّيحِ، وَنَكَدِ الْمَعَاشِ، فَتَرَكُوهُمْ عَالَةً مَسَاكِينَ إِخْوَانَ دَبَرٍ (دين) وَوَبَرٍ (وتر)، أَذَلَّ الْأُمَمِ دَاراً، وَأَجْدَبَهُمْ قَرَاراً، لَايَأْوُونَ إِلَىٰ جَنَاحِ دَعْوَةٍ يَعْتَصِمُونَ بِهَا، وَلَا إِلَىٰ ظِلِّ أُلْفَةٍ يَعْتَمِدُونَ عَلَىٰ عِزِّهَا. فَالْأَحْوَالُ مُضْطَرِبَةٌ، وَالْأَيْدِي مُخْتَلِفَةٌ، وَالْكَثْرَةُ مُتَفَرِّقَةٌ؛ فِي بَلَاءِ أَزْلٍ، وَأَطْبَاقِ جَهْلٍ! مِنْ بَنَاتٍ مَوْؤُودَةٍ، وَأَصْنَامٍ مَعْبُودَةٍ، وَأَرْحَامٍ مَقْطُوعَةٍ، وَغَارَاتٍ مَشْنُونَةٍ.

مُرار - شدید تلخ
اَملاء - جماعت، قوم
ارباب - سردار
غضارۃ - تازگی - وسعت
اعتدال - مناسب
اشتباہ - مشابہت
یحتازون - جمع کرتے ہیں
مہافی - گذرگاہ ہوا
نکد - شدت، تنگی
دَبَر - جانور کی پیٹھ کا زخم
لایاؤن - رجوع نہیں کرتے ہیں
اَزل - شدت
مؤودۃ - زندہ درگور
شن الغارۃ - ہر طرف سے حملہ

[1] جناب اسماعیلؑ جناب ابراہیمؑ کے فرزند جناب ہاجرہ کے بطن سے اور جناب اسحاق ان کے فرزند جناب سارہ کے بطن سے تھے۔

اسرائیل جناب یعقوب کا لقب تھا جس کے معنی ہیں خدا سے مقابلہ کرنے والا اور اس کا سبب توریت میں یہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے تمام رات پروردگار سے کشتی لڑی ہے اور پروردگار انھیں زیر نہیں کرسکا ہے (معاذ اللہ) توریت سفر تکوین اصحاح (۳۲

جناب اسرائیل کے بارہ فرزند تھے۔شمعون، رابین، لاوی، یہوذا، یساکر۔زبولون، جاد، اشیر، دان۔نفتالی۔بنیامین۔یوسف ان میں اکثریت بے ایمان۔قاتل۔غارت گر اور بے دین افراد کی تھی حالانکہ سب نبی خدا کی اولاد تھی تو ساتھیوں کا کیا ذکر ہے؟

تمام اہل دنیا میں سب سے زیادہ تنگی میں بسر نہیں کر رہے تھے۔ فراعنہ نے انھیں غلام بنا لیا تھا اور طرح طرح کے بدترین عذاب میں مبتلا کر رہے تھے۔ انھیں تلخ گھونٹ پلا رہے تھے اور وہ انھیں حالات میں زندگی گذار رہے تھے کہ ہلاکت کی ذلت بھی تھی اور تغلب کی قہرسامانی بھی۔ بچاؤ کا کوئی راستہ تھا اور نہ دفاع کی کوئی سبیل۔

یہاں تک کہ جب پروردگار نے یہ دیکھ لیا کہ انھوں نے اس کی محبت میں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرلی ہیں اور اس کے خوف سے ناگوار حالت کا سامنا کرلیا ہے تو ان کے لئے ان تنگیوں میں وسعت کا سامان فراہم کردیا اور ان کی ذلت کو عزت میں تبدیل کردیا خوف کے بدلے امن و امان عطا فرمادیا اور وہ زمین کے حاکم اور بادشاہ ـــ قائد اور نمایاں افراد بن گئے۔ الٰہی کرامت نے انھیں ان منزلوں تک پہونچا دیا جہاں تک جانے کا انھوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

دیکھو جب تک ان کے اجتماعات یکجا رہے۔ ان کے خواہشات میں اتفاق رہا۔ ان کے دل معتدل رہے۔ ان کے ہاتھ ایک دوسرے کی امداد کرتے رہے۔ ان کی تلواریں ایک دوسرے کے کام آتی رہیں۔ ان کی بصیرتیں نافذ رہیں اور ان کے عزائم میں اتحاد رہا ـــ وہ کس طرح باعزت رہے۔ کیا وہ تمام اطراف زمین کے ارباب اور تمام لوگوں کی گردنوں کے حکام نہیں تھے۔

لیکن پھر آخر کار ان کا انجام کیا ہوا جب ان کے درمیان افتراق پیدا ہوگیا اور محبتوں میں انتشار پیدا ہوگیا۔ باتوں اور دلوں میں اختلاف پیدا ہوگیا اور سب مختلف جماعتوں اور متحارب گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ تو پروردگار نے ان کے بدن سے کرامت کا لباس اتار لیا اور ان سے نعمتوں کی شادابی کو سلب کرلیا اور اب ان کے قصے صرف عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے سامان عبرت بن کر رہ گئے ہیں۔

لہٰذا اب تم اولاد اسمٰعیلؑ اور اولاد اسحاق و اسرائیل (یعقوب) [1] سے عبرت حاصل کرو کہ سب کے حالات کس قدر ملتے ہوئے اور کیفیات کس قدر یکساں ہیں۔ دیکھو ان کے انتشار و افتراق کے دور میں ان کا کیا عالم تھا کہ قیصر و کسریٰ ان کے ارباب بن گئے تھے ـــــ اور انھیں اطراف عالم کے سبزہ زاروں۔ عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے نکال کر خاردار جھاڑیوں اور آندھیوں کی بے روک گذرگاہوں اور معیشت کی دشوار گذار منزلوں تک پہونچا کر اس عالم میں چھوڑ دیا تھا کہ وہ فقیر و نادار۔ اونٹوں کی پشت پر چلنے والے اور بالوں کے خیموں میں قیام کرنے والے ہوگئے تھے۔ گھر بار کے اعتبار سے تمام قوموں سے زیادہ ذلیل اور جگہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ خشک سالیوں کا شکار تھے نہ ان کی آواز تھی جن کی پناہ لے کر اپنا تحفظ کرسکیں اور نہ کوئی الفت کا سایہ تھا جس کی طاقت پر بھروسہ کرسکیں۔ حالات مضطرب، طاقتیں منتشر، کثرت میں انتشار۔ بلائیں سخت۔ جہالت تہ بہ تہ۔ زندہ در گور بیٹیاں۔ پتھر پرستش کے قابل، رشتہ داریاں ٹوٹی ہوئی اور چاروں طرف سے حملوں کی یلغار۔!

---

[1] عالم اسلام کو بنی اسرائیل کے حالات سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ انھیں قیصر و کسریٰ اور دیگر سلاطین زمانہ نے کس قدر ذلیل کیا اور کیسے کیسے بدترین حالات سے دوچار کیا۔ صرف اس لئے کہ ان کے درمیان اتحاد نہیں تھا اور وہ خود بھی بُرائیوں میں مبتلا تھے اور دوسروں کو بھی برائیوں سے روکنے کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پروردگار نے انھیں اس عذاب میں مبتلا کردیا اور ان کا یہ تصور مہمل ہوکر رہ گیا کہ ہم اللہ کے منتخب بندے اور اس کی اولاد کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ دور حاضر میں مسلمانوں کا یہی عالم ہے کہ صرف امت وسط کے نام پر جھوم رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کردار میں کسی طرف سے اعتدال کی کوئی جھلک نہیں ہے۔ ہر طرف انحراف ہی انحراف اور کجی ہی کجی نظر آتی ہے۔ نہ کہیں وحدت کلمہ ہے اور نہ کہیں اتحاد کلام۔ اختلافات کا زور ہے اور دشمن کی حکمرانی۔ آپس کا جھگڑا ہے اور غیروں کی غلامی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

النعمة برسول الله (ﷺ)

فَانْظُرُوا إِلَىٰ مَوَاقِعِ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ حِينَ بَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولاً، فَعَقَدَ بِمِلَّتِهِ طَاعَتَهُمْ، وَجَمَعَ عَلَىٰ دَعْوَتِهِ أُلْفَتَهُمْ: كَيْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَأَسَالَتْ لَهُمْ جَدَاوِلَ نَعِيمِهَا، وَالْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْ فِي عَوَائِدِ بَرَكَتِهَا، فَأَصْبَحُوا فِي نِعْمَتِهَا غَرِقِينَ، وَ فِي خُضْرَةِ عَيْشِهَا فَكِهِينَ (فاكهين). قَدْ تَرَبَّعَتِ الْأُمُورُ بِهِمْ، وَفِي ظِلِّ سُلْطَانٍ قَاهِرٍ، وَآوَتْهُمُ الْحَالُ إِلَىٰ كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ، وَتَعَطَّفَتِ الْأُمُورُ عَلَيْهِمْ فِي ذُرَىٰ مُلْكٍ ثَابِتٍ. فَهُمْ حُكَّامٌ عَلَى الْعَالَمِينَ، وَمُلُوكٌ فِي أَطْرَافِ الْأَرَضِينَ. يَمْلِكُونَ الْأُمُورَ عَلَىٰ مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ، وَيُمْضُونَ الْأَحْكَامَ فِيمَنْ كَانَ يُمْضِيهَا فِيهِمْ! لَاتُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ، وَلَاتُقْرَعُ لَهُمْ صَفَاةٌ! [1]

لوم العصاة

أَلَا وَإِنَّكُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ أَيْدِيَكُمْ مِنْ حَبْلِ الطَّاعَةِ، وَثَلَمْتُمْ حِصْنَ اللّٰهِ الْمَضْرُوبَ عَلَيْكُمْ، بِأَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ. فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ قَدِ امْتَنَّ عَلَىٰ جَمَاعَةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِيمَا عَقَدَ بَيْنَهُمْ مِنْ حَبْلِ هٰذِهِ الْأُلْفَةِ الَّتِي يَنْتَقِلُونَ فِي ظِلِّهَا، وَيَأْوُونَ إِلَىٰ كَنَفِهَا، بِنِعْمَةٍ لَايَعْرِفُ أَحَدٌ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ لَهَا قِيمَةً، لِأَنَّهَا أَرْجَحُ مِنْ كُلِّ ثَمَنٍ، وَأَجَلُّ مِنْ كُلِّ خَطَرٍ. وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ الْهِجْرَةِ أَعْرَاباً، وَبَعْدَ الْمُوَالَاةِ أَحْزَاباً. مَا تَتَعَلَّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا بِاسْمِهِ، وَلَا تَعْرِفُونَ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا رَسْمَهُ.

تَقُولُونَ: النَّارَ وَلَا الْعَارَ! كَأَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُكْفِئُوا الْإِسْلَامَ عَلَىٰ وَجْهِهِ انْتِهَاكاً لِحَرِيمِهِ، وَنَقْضاً لِمِيثَاقِهِ الَّذِي وَضَعَهُ اللّٰهُ لَكُمْ حَرَماً فِي أَرْضِهِ، وَأَمْناً بَيْنَ خَلْقِهِ. وَإِنَّكُمْ إِنْ لَجَأْتُمْ إِلَىٰ غَيْرِهِ حَارَبَكُمْ أَهْلُ الْكُفْرِ، ثُمَّ لَاجَبْرَائِيلُ وَلَا مِيكَائِيلُ وَلَا مُهَاجِرُونَ وَلَا أَنْصَارٌ يَنْصُرُونَكُمْ إِلَّا الْمُقَارَعَةَ بِالسَّيْفِ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَكُمْ.

وَإِنَّ عِنْدَكُمُ الْأَمْثَالَ مِنْ بَأْسِ اللّٰهِ وَقَوَارِعِهِ، وَأَيَّامِهِ وَوَقَائِعِهِ، فَلَا تَسْتَبْطِئُوا وَعِيدَهُ جَهْلاً بِأَخْذِهِ، وَتَهَاوُناً بِبَطْشِهِ، وَيَأْساً مِنْ بَأْسِهِ. فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَلْعَنِ الْقَرْنَ الْمَاضِيَ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ إِلَّا لِتَرْكِهِمُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ. فَلَعَنَ اللّٰهُ السُّفَهَاءَ لِرُكُوبِ الْمَعَاصِي وَالْحُلَمَاءَ لِتَرْكِ التَّنَاهِي!

التفاف - لپیٹ دینا
عوائد - خیرات و برکات
فکہین - مطمئن
تربعت - ہموار ہو گئے
قناۃ - نیزہ
صفاۃ - پتھر
ثلم - رخنہ
موالاۃ - محبت

[1] حقیقت امر یہ ہے کہ اس انسان کا وجود کس قدر بابرکت ہے جس نے اپنے دین کے احکام اور اپنے کردار کی استقامت کی بنا پر چند برسوں میں ایک قوم تیار کر دی اور قوم کو اس قدر باعزت بنا دیا کہ گویا معاشرہ کی کایا پلٹ دی۔ کہاں وہ بنی اسرائیل پر ہونے والے مظالم - کہاں وہ عرب کا دور جاہلیت اور کہاں اسلام کے زیر سایہ تشکیل پانے والا معاشرہ جس نے محکوموں کو حاکم بنا دیا - بدوؤں کو انسان بنا دیا اور انسانوں کو مسلمان اور صاحب ایمان بنا دیا اور یہ سب صرف اس لئے ممکن ہو گیا کہ قانون صالح تھا - نافذ کرنے والا باعمل تھا اور امت اطاعت کے لئے تیار تھی - ورنہ ان میں سے کوئی ایک عنصر بھی کم ہو جاتا تو اس طرح کے انقلاب کے امکانات معدوم ہو جاتے اور قوم کے مقدر میں صرف نکبت، رسوائی، غلامی اور دربدری رہ جاتی اور بس -!

اس کے بعد دیکھو کہ پروردگار نے ان پر کس قدر احسانات کئے جب ان کی طرف ایک رسول بھیج دیا جس نے اپنے نظام سے ان کی اطاعت پابند بنایا اور اپنی دعوت پر ان کی الفتوں کو متحد کیا اور اس کے نتیجہ میں نعمتوں نے ان پر کرامت کے بال و پر پھیلا دئے اور راحتوں کے دریا بہا دئے شریعت نے انھیں اپنی برکتوں کے بیش قیمت فوائد میں لپیٹ لیا۔ وہ نعمتوں میں غرق ہو گئے اور زندگی کی شادابیوں میں مزے اڑانے لگے۔ ایک مضبوط حاکم کے زیر سایہ حالات ساز گار ہو گئے اور حالات نے غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دلوا دی اور ایک مستحکم ملک کی بلندیوں پر دنیا و دین کی سعادتیں ان کی طرف جھک پڑیں۔ وہ عالمین کے حکام ہو گئے اور اطراف زمین کے بادشاہ شمار ہونے لگے جو کل ان کے امور کے مالک تھے آج وہ ان کے امور کے مالک ہو گئے اور اپنے احکام ان پر نافذ کرنے لگے جو کل اپنے احکام ان پر نافذ کر رہے تھے کہ اب نہ ان کا دم خم نکالا جا سکتا تھا اور نہ ان کا زور ہی توڑا جا سکتا تھا[1]

دیکھو تم نے اپنے ہاتھوں کو اطاعت کے بندھنوں سے جھاڑ لیا ہے اور اللہ کی طرف سے اپنے گرد کھنچے ہوئے حصار میں جاہلیت کے احکام کی بنا پر رخنہ پیدا کر دیا ہے۔ اللہ نے اس امت کے اجتماع پر یہ احسان کیا ہے کہ انھیں الفت کی ایسی بندشوں میں گرفتار کر دیا ہے کہ اسی کے زیر سایہ سفر کرتے ہیں اور اسی کے پہلو میں پناہ لیتے ہیں اور یہ وہ نعمت ہے جس کی قدر و قیمت کو کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا ہے اس لئے کہ یہ ہر قیمت سے بڑی قیمت اور ہر شرف و کرامت سے بالاتر کرامت ہے۔

اور یاد رکھو کہ تم ہجرت کے بعد پھر صحرائی بدو ہو گئے ہو اور باہمی دوستی کے بعد پھر گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہو۔ تمھارا اسلام سے رابطہ صرف نام کا رہ گیا ہے اور تم ایمان میں سے صرف علامتوں کو پہچانتے ہو اور روح مذہب سے بالکل بے خبر ہو۔ تمھارا کہنا ہے کہ آگ برداشت کر لیں گے مگر ذلت نہیں برداشت کریں گے۔ گویا کہ اسلام کے حدود کو توڑ کر اور اس کے اس عہد و پیمان کو پارہ پارہ کر کے جسے اللہ نے زمین میں پناہ اور مخلوقات میں امن قرار دیا ہے۔ اسلام کو الٹ دینا چاہتے ہو۔ حالانکہ اگر تم نے اسلام کے علاوہ کسی اور طرف رخ بھی کیا تو اہل کفر تم سے باقاعدہ جنگ کریں گے اور اس وقت نہ جبرئیل آئیں گے نہ میکائیل۔ نہ مہاجر تمھاری امداد کریں گے اور نہ انصار۔ صرف تلواریں کھڑکھڑاتی رہیں گی یہاں تک کہ پروردگار اپنا آخری فیصلہ نافذ کر دے۔

تمھارے پاس تو خدائی عتاب و عذاب اور حوادث و ہلاکت کے نمونے موجود ہیں لہٰذا خبردار اس کی گرفت سے غافل ہو کر اسے دور نہ سمجھو اور اس کے حملہ کو آسان سمجھ کر اور اس کی سختی سے غافل ہو کر اپنے کو مطمئن نہ بنا لو۔

دیکھو پروردگار نے تم سے پہلے گذر جانے والی قوموں[2] پر صرف اسی لئے لعنت کی ہے کہ انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں جہلاء پر معاصی کے ارتکاب کی بنا پر لعنت ہوئی اور دانشمندوں پر انھیں نہ منع کرنے کی بنا پر

[1] افسوس جس قوم نے چار دن پہلے عزت کے دن دیکھے ہوں۔ اپنے اتحاد و اتفاق اور اپنی اطاعت شعاری کے اثرات کا مشاہدہ کیا ہو۔ وہ یکبارگی اس طرح منقلب ہو جائے اور راحت پسندی اسے دوبارہ ڈھکیل کر ماضی کے گڑھے میں ڈال دے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جائے۔

[2] یہ نکتہ ہر دور کے لئے قابل توجہ ہے کہ دین خدا میں لعنت کا استحقاق صرف جہالت اور بد عملی ہی سے نہیں پیدا ہوتا ہے بلکہ اکثر اوقات اس کے حقدار اہل علم اور دیندار حضرات بھی بن جاتے ہیں۔ جب ان کے کردار میں انانیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی طرف سے یکسر غافل ہو جاتے ہیں۔ نہ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور نہ برائیوں سے روکتے ہیں۔ دین خدا کی بربادی کی طرف سے اس طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں جیسے کسی غریب کا سرمایہ لٹ رہا ہے اور ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں جب کہ دین اسلام ہر مسلمان کا سرمایۂ حیات ہے اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری ہر صاحب ایمان پر عائد ہوتی ہے۔

أَلَا وَقَدْ قَطَعْتُمْ قَيْدَ الْإِسْلَامِ، وَعَطَّلْتُمْ حُدُودَهُ وَأَمَتُّمْ أَحْكَامَهُ. أَلَا وَقَدْ أَمَرَنِيَ اللَّهُ بِقِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ وَالنَّكْثِ وَالْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ، فَأَمَّا النَّاكِثُونَ فَقَدْ قَاتَلْتُ، وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَقَدْ جَاهَدْتُ، وَأَمَّا الْمَارِقَةُ فَقَدْ دَوَّخْتُ، وَأَمَّا شَيْطَانُ الرَّدْهَةِ[1] فَقَدْ كُفِيتُهُ بِصَعْقَةٍ سُمِعَتْ لَهَا وَجْبَةُ قَلْبِهِ وَرَجَّةُ صَدْرِهِ، وَبَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْبَغْيِ. وَلَئِنْ أَذِنَ اللَّهُ فِي الْكَرَّةِ عَلَيْهِمْ لَأُدِيلَنَّ مِنْهُمْ إِلَّا مَا يَتَشَذَّرُ فِي أَطْرَافِ الْبِلَادِ تَشَذُّراً!

شجاعه و فضله (عليه السلام)

أَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ الْعَرَبِ، وَكَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُونِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ. وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ، وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ. وَضَعَنِي فِي حِجْرِهِ وَأَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِي إِلَى صَدْرِهِ، وَيَكْنُفُنِي فِي فِرَاشِهِ، وَيُمِسُّنِي جَسَدَهُ، وَيُشِمُّنِي عَرْفَهُ. وَكَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيهِ، وَمَا وَجَدَ لِي كَذْبَةً فِي قَوْلٍ، وَلَا خَطْلَةً فِي فِعْلٍ. وَلَقَدْ قَرَنَ اللَّهُ بِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - مِنْ لَدُنْ أَنْ كَانَ فَطِيماً أَعْظَمَ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهِ يَسْلُكُ بِهِ طَرِيقَ الْمَكَارِمِ، وَمَحَاسِنَ أَخْلَاقِ الْعَالَمِ، لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ. وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ اتِّبَاعَ الْفَصِيلِ أَثَرَ أُمِّهِ، يَرْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ عَلَماً، وَيَأْمُرُنِي بِالِاقْتِدَاءِ بِهِ. وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ فَأَرَاهُ، وَلَا يَرَاهُ غَيْرِي. وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - وَخَدِيجَةَ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا. أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ، وَأَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ.

وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ: «هٰذَا الشَّيْطَانُ قَدْ أَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهِ. إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ، وَتَرَى مَا أَرَى، إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ وَلٰكِنَّكَ لَوَزِيرٌ وَإِنَّكَ لَعَلَى خَيْرٍ». وَلَقَدْ كُنْتُ مَعَهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - لَمَّا أَتَاهُ الْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالُوا لَهُ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ قَدِ ادَّعَيْتَ عَظِيماً لَمْ يَدَّعِهِ آبَاؤُكَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَيْتِكَ، وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ أَمْراً إِنْ أَنْتَ أَجَبْتَنَا إِلَيْهِ وَأَرَيْتَنَاهُ، عَلِمْنَا أَنَّكَ نَبِيٌّ وَرَسُولٌ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ عَلِمْنَا أَنَّكَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ. فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ:

نکث - عہد شکنی

قاسطون - حق سے عدول کرنے والے

مارقہ - دین سے باہر نکل جانے والے

دوختہم - انھیں ذلیل بنا دیا ہے

ردھہ - گڑھا

شیطان الردھہ - ذو الثدیہ

صعقہ - بیہوشی

وجبۃ القلب - دل کا لرزنا

رجۃ الصدر - سینے کا دھڑکنا

لادیلن منہم انھیں مٹا کر حکومت دوسروں کے حوالے کر دوں گا

تیشذر - منتشر ہو جائے

کلاکل - سینے

نواجم - ظاہر ہونے والے

عرف - خوشبو

خطلہ - لغزش

فصیل - بچہ شتر

علم - واضح فضیلت

حراء - مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے

[1] اس شخص کا نام حرقوص بن زہیر تھا۔ رسول اکرمؐ کے دور سے بدترین منافق تھا اور حضورؐ کے عدل وانصاف پر اعتراض کیا کرتا تھا۔ آپ نے اس کے قتل کی خبر بھی سنا دی تھی۔ اس کے کاندھوں پر گوشت کا ایک ٹکڑا عورت کے پستان جیسا تھا اور اسی بنا پر اسے ذو الثدیہ کہا جاتا ہے۔ نہروان میں خوارج کے قتل کے بعد امیر المومنینؑ نے اس کی تلاش کا حکم دیا۔ لاش نہ مل سکی تو لوگوں نے کہا کہ شاید بچ کر نکل گیا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم نے اسلام کی پابندیوں کو توڑ دیا ہے۔ اس کے حدود کو معطل کر دیا ہے اور اس کے احکام کو مردہ بنا دیا ہے اور پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بغاوت کرنے والے، عہد شکن اور مفسدین سے جہاد کروں۔ عہد و پیمان توڑنے والوں سے جہاد کر چکا نافرمانوں سے مقابلہ کر چکا اور بے دین خوارج کو مکمل طریقہ سے ذلیل کر چکا۔ رہ گیا گڑھے میں گرنے والا شیطان تو اس کا مسئلہ اس چنگھاڑ سے حل ہو گیا جس کے دل کی دھڑکن اور سینہ کی تھرتھراہٹ کی آواز میرے کانوں تک پہونچ رہی تھی۔ اب صرف باغیوں میں تھوڑے سے افراد باقی رہ گئے ہیں کہ اگر پروردگار ان پر حملہ کرنے کی اجازت دے تو انھیں بھی تباہ کر کے حکومت کا رخ دوسری طرف موڑ دوں گا اور پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جو مختلف شہروں میں بکھرے پڑے ہیں۔

(مجھے پہچانو) میں نے کمسنی ہی میں عرب کے سینوں کو زمین سے ملا دیا تھا اور ربیعہ و مضر کی سینگوں کو توڑ دیا تھا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اکرمؐ سے مجھے کس قدر قریبی قرابت اور مخصوص منزلت حاصل ہے۔ انھوں نے بچپنے سے مجھے اپنی گود میں اس طرح لیا ہے کہ مجھے اپنے سینے سے لگائے رکھتے تھے۔ اپنے بستر پر جگہ دیتے تھے۔ اپنے کلیجہ سے لگا کر رکھتے تھے اور مجھے مسلسل اپنی خوشبو سے سرفراز فرمایا کرتے تھے اور غذا کو اپنے دانتوں سے چبا کر مجھے کھلاتے تھے۔ نہ انھوں نے میرے کسی بیان میں جھوٹ پایا اور نہ میرے کسی عمل میں غلطی دیکھی۔

اور اللہ نے دودھ بڑھائی کے دور ہی سے ان کے ساتھ ایک عظیم ترین ملک کو کر دیا تھا جو ان کے ساتھ بزرگیوں کے راستہ اور بہترین اخلاق کے طور طریقہ پر چلتا رہتا تھا اور شب و روز یہی سلسلہ رہا کرتا تھا۔ اور میں بھی ان کے ساتھ اسی طرح رہتا تھا جس طرح بچہ ناقہ اپنی ماں کے ہمراہ چلتا ہے۔ وہ روزانہ میرے سامنے اپنے اخلاق کا ایک نشانہ پیش کرتے تھے اور مجھے اس کی اقتدار کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

وہ سال میں ایک زمانہ غار حرا میں گذارا کرتے تھے جہاں صرف میں انھیں دیکھتا تھا اور کوئی دوسرا نہ ہوتا تھا۔ اس وقت رسول اکرمؐ اور خدیجہ کے علاوہ کسی گھر میں اسلام کا گذر نہ ہوا تھا اور ان میں کا تیسرا میں تھا۔ میں نور وحی رسالت کا مشاہدہ کیا کرتا تھا اور خوشبوئے رسالت سے دماغ کو معطر رکھتا تھا۔

میں نے نزول وحی کے وقت شیطان کی چیخ کی آواز سنی تھی اور عرض کی تھی یا رسول اللہ! یہ چیخ کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو آج اپنی عبادت سے مایوس ہو گیا ہے۔ تم وہ سب دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں اور وہ سب سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں۔ صرف فرق یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو۔ لیکن تم میرے وزیر بھی ہو اور منزل خیر پر بھی ہو۔

میں اس وقت بھی حضرت کے ساتھ تھا جب قریش کے سرداروں نے آکر کہا تھا کہ محمدؐ! تم نے بہت بڑی بات کا دعویٰ کیا ہے جو تمھارے گھر والوں میں کسی نے نہیں کیا تھا۔ اب ہم تم سے ایک بات کا سوال کر رہے ہیں۔ اگر تم نے صحیح جواب دے دیا اور ہمیں ہمارے مدعا کو دکھلا دیا تو ہم سمجھ لیں گے کہ تم نبی خدا اور رسول خدا ہو ورنہ اگر ایسا نہ کر سکے تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تم جادوگر اور جھوٹے ہو۔ تو آپ نے فرمایا تھا

«وَمَا تَسْأَلُونَ؟» قَالُوا: تَدْعُو لَنَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ حَتَّىٰ تَنْقَلِعَ بِعُرُوقِهَا وَتَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ، فَقَالَ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: «إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، فَإِنْ فَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ ذٰلِكَ، أَتُؤْمِنُونَ وَتَشْهَدُونَ بِالْحَقِّ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «فَإِنِّي سَأُرِيكُمْ مَا تَطْلُبُونَ، وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكُمْ لَا تَفِيئُونَ إِلَىٰ خَيْرٍ، وَإِنَّ فِيكُمْ مَنْ يُطْرَحُ فِي الْقَلِيبِ، وَمَنْ يُحَزِّبُ الْأَحْزَابَ». ثُمَّ قَالَ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: «يَا أَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ إِنْ كُنْتِ تُؤْمِنِينَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتَعْلَمِينَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، فَانْقَلِعِي بِعُرُوقِكِ حَتَّىٰ تَقِفِي بَيْنَ يَدَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ». فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَانْقَلَعَتْ بِعُرُوقِهَا، وَجَاءَتْ وَلَهَا دَوِيٌّ شَدِيدٌ، وَقَصْفٌ كَقَصْفِ أَجْنِحَةِ الطَّيْرِ؛ حَتَّىٰ وَقَفَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مُرَفْرِفَةً وَ أَلْقَتْ بِغُصْنِهَا الْأَعْلَىٰ عَلَىٰ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ بِبَعْضِ أَغْصَانِهَا عَلَىٰ مَنْكِبِي، وَكُنْتُ عَنْ يَمِينِهِ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَلَمَّا نَظَرَ الْقَوْمُ إِلَىٰ ذٰلِكَ قَالُوا ـ عُلُوًّا وَاسْتِكْبَاراً ـ: فَمُرْهَا فَلْيَأْتِكَ نِصْفُهَا وَيَبْقَىٰ نِصْفُهَا، فَأَمَرَهَا بِذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ نِصْفُهَا كَأَعْجَبِ إِقْبَالٍ وَأَشَدِّهِ دَوِيًّا، فَكَادَتْ تَلْتَفُّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَقَالُوا ـ كُفْراً وَعُتُوًّا ـ: فَمُرْ هٰذَا النِّصْفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَىٰ نِصْفِهِ كَمَا كَانَ، فَأَمَرَهُ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَرَجَعَ؛ فَقُلْتُ أَنَا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؛ إِنِّي أَوَّلُ مُؤْمِنٍ بِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَأَوَّلُ مَنْ أَقَرَّ بِأَنَّ الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِأَمْرِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ تَصْدِيقاً بِنُبُوَّتِكَ، وَإِجْلَالاً لِكَلِمَتِكَ. فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ: بَلْ سَاحِرٌ كَذَّابٌ، عَجِيبُ السِّحْرِ خَفِيفٌ فِيهِ، وَهَلْ يُصَدِّقُكَ فِي أَمْرِكَ إِلَّا مِثْلُ هٰذَا! (يَعْنُونَنِي) وَإِنِّي لَمِنْ قَوْمٍ لَا تَأْخُذُهُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ، سِيمَاهُمْ سِيمَا الصِّدِّيقِينَ، وَ كَلَامُهُمْ كَلَامُ الْأَبْرَارِ، عُمَّارُ اللَّيْلِ وَمَنَارُ النَّهَارِ. مُتَمَسِّكُونَ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ؛ يُحْيُونَ سُنَنَ اللّٰهِ وَسُنَنَ رَسُولِهِ؛ لَا يَسْتَكْبِرُونَ وَلَا يَعْلُونَ، وَلَا يَغُلُّونَ وَلَا يُفْسِدُونَ. قُلُوبُهُمْ فِي الْجِنَانِ، وَأَجْسَادُهُمْ فِي الْعَمَلِ!

۱۹۳

و من خطبة له (عليه السلام)

يصف فيها المتقين

لاتفیئون - پلٹ کر نہ آؤگے
قلیب - کنواں
قصف - تیز آواز

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سرکار دوعالم نے پروردگار کی دی ہوئی طاقت سے اس معجزہ کا اظہار فرمایا تھا لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے درخت میرے حکم یا مالک کی اجازت سے آجا - بلکہ فرمایا کہ اگر تجھے میرا اعتبار ہے اور میری رسالت کا ایمان ہے تو میرے حکم کے مطابق اپنی جگہ چھوڑ کر میرے سامنے آکر کھڑا ہوجا گویا آپ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ایمان میں اتنی طاقت اور اتنا اثر پایا جاتا ہے کہ صاحب ایمان درخت بھی ہو تو سرکار کے بلانے پر جگہ چھوڑ کر حاضر ہوسکتا ہے

حیرت ہے ان انسانوں کے ایمان پر جنھیں حضور روزانہ صدا آواز دے رہے تھے اور وہ پہاڑوں کی بلندیوں سے مڑکر دیکھنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے

مصادر خطبہ ۱۹۳ کتاب سلیم بن قیس ص۲۱۱، امالی صدوق ص۳۴۰، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۳۵۲، تحف العقول حرانی ص۱۵۹، تذکرۃ الخواص ص۱۴۹، مطالب السئول ابن طلحہ الشافعی ۱ ص۱۵۱، کنز الفوائد کراجکی ص۳۱، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۴۲۰، طبقات کبریٰ ابن سعد ص۱۱۸، وافی ۳ ص۱۱، اصول کافی ۲ ص۲۲۶، امالی صدوق، العقد الفرید ابن عبد ربہ ۱ ص۳۱۴، امالی طوسی ۲ ص۸۵،

سوال کیا ہے ؟۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس درخت کو دعوت دیں کہ وہ جڑ سے اکھڑ کر آجائے اور آپ کے سامنے کھڑا ہو جائے ؟
نے فرمایا کہ پروردگار ہر شے پر قادر ہے۔ اگر اس نے ایسا کر دیا تو کیا تم لوگ ایمان لے آؤ گے ؟ اور حق کی گواہی دے دو گے !
لوگوں نے کہا بیشک۔ آپ نے فرمایا کہ میں عنقریب یہ منظر دکھلا دوں گا لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم کبھی خیر کی طرف پلٹ کر آنے والے
نہیں ہو۔ تم میں وہ شخص بھی موجود ہے جو کنویں میں پھینکا جائے گا اور وہ بھی ہے جو احزاب قائم کرے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے درخت کو
آواز دی کہ اگر تیرا ایمان اللہ اور روز آخرت پر ہے اور تجھے یقین ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو جڑ سے اکھڑ کر میرے سامنے
اذن خدا سے کھڑا ہو جا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے انھیں حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ درخت جڑ سے اکھڑ گیا اور
عالم میں حضور کے سامنے آگیا کہ اس میں سخت کھڑ کھڑاہٹ تھی اور پرندوں کے پروں کی آواز دں جیسی پھڑ پھڑاہٹ بھی تھی۔ اس نے
شاخ سرکار کے سر پر سایہ افگن کر دی اور ایک میرے کاندھے پر۔ جب کہ میں آپ کے داہنے پہلو میں تھا۔[1]

ان لوگوں نے جیسے ہی یہ منظر دیکھا نہایت درجہ سرکشی اور غرور کے ساتھ کہنے لگے کہ اچھا اب حکم دیجئے کہ آدھا حصہ آپ کے
آجائے اور آدھا رک جائے۔ آپ نے یہ بھی کر دیا اور آدھا حصہ نہایت درجہ حیرت کے ساتھ اور سخت ترین کھڑکھڑاہٹ
ساتھ آگیا اور آپ کا حصار کر لیا۔ ان لوگوں نے پھر برنبائے کفر و سرکشی یہ مطالبہ کیا کہ اچھا اب اس سے کہئے کہ واپس جاکر
اپنے نصف حصہ سے مل جائے۔ آپ نے یہ بھی کر کے دکھلا دیا تو میں نے آواز دی کہ میں توحید الٰہی کا پہلا اقرار کرنے والا اور اس
حقیقت کا پہلا اعتراف کرنے والا ہوں کہ درخت نے امر الٰہی سے آپ کی نبوت کی تصدیق اور آپ کے کلام کی بلندی کے لئے
آپ کے حکم کی مکمل اطاعت کر دی۔

لیکن ساری قوم نے آپ کو جھوٹا اور جادوگر قرار دے دیا کہ ان کا جادو عجیب بھی ہے اور باریک بھی ہے اور ایسی باتوں
کی تصدیق ایسے ہی افراد کر سکتے ہیں ہم لوگ نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن میں بہر حال اس قوم میں شمار ہوتا ہوں جنھیں خدا کے بارے
میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔ جن کی نشانیاں صدیقین جیسی ہیں اور جن کا کلام نیک کردار
افراد جیسا۔ یہ راتوں کو آباد رکھنے والے اور دنوں کے منارے ہیں۔ قرآن کی رسی سے متمسک ہیں اور خدا و رسول کی سنت
کو زندہ رکھنے والے ہیں۔ ان کے یہاں نہ غرور ہے اور نہ سرکشی، نہ خیانت ہے اور نہ فساد ــــ ان کے دل جنت میں لگے ہوئے
ہیں اور ان کے جسم عمل میں مصروف ہیں۔

۱۹۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں صاحبان تقویٰ کی تعریف کی گئی ہے)

[1] اگرچہ کفار و مشرکین نے یہ بات بطور تمسخر و استہزاء کہی تھی لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ ایسے حقائق کا اقرار ایسے ہی افراد کر سکتے ہیں اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہونا
ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس دولت سے محروم آج کے وہ دانشور بھی ہیں جن کی سمجھ میں معجزہ ہی نہیں آتا ہے اور وہ ہر معجزہ کو خلاف قانون طبیعت قرار دے کر
ٹھکرا دیتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ قانون صاحب قانون پر بھی حکومت کر رہا ہے اور صاحب قانون کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندہ کے منصب کی تصدیق کے
لئے اپنے قانون میں تبدیلی کر دے جب کہ اس کی ہزاروں مثالیں تاریخ میں موجود ہیں ـــ اور وہ جہلاء اور متعصب افراد بھی ہیں جن کی سمجھ میں شق القمر اور ردّ شمس جیسا روشن
معجزہ نہیں آتا ہے تو قرآن مجید کی باریکیوں اور دیگر کرامات کی نزاکتوں کو کیا سمجھیں گے اور کس طرح ایمان لا سکیں گے۔

روى ان صاحبا لأميرالمؤمنين ﴿ﷺ﴾ يقال له همام كان رجلا عابدا، فقال له: يا أميرالمؤمنين، صف لي المتقين حتى كأني أنظر اليهم. فتثاقل ﴿ﷺ﴾ عن جوابه ثم قال: يا همام، اتق اللّه و احسن: «ان اللّه مع الذين اتقوا و الذين هم محسنون» . فلم يقنع همام بهذا القول حتى عزم عليه، فحمدالله و اثنى عليه، و صلى على النبي ـ صَلَّى اللّه عليه و آله ـ ثم قال ﴿ﷺ﴾:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللّٰهَ ـ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ ـ خَلَقَ الْخَلْقَ حِينَ خَلَقَهُمْ غَنِيًّا عَنْ طَاعَتِهِمْ، آمِناً مِنْ مَعْصِيَتِهِمْ، لِأَنَّهُ لَا تَضُرُّهُ مَعْصِيَةُ مَنْ عَصَاهُ، وَلَا تَنْفَعُهُ طَاعَةُ مَنْ أَطَاعَهُ. فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ مَعَايِشَهُمْ، وَوَضَعَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا مَوَاضِعَهُمْ. فَالْمُتَّقُونَ فِيهَا هُمْ أَهْلُ الْفَضَائِلِ: مَنْطِقُهُمُ الصَّوَابُ، وَمَلْبَسُهُمُ الاقْتِصَادُ، وَمَشْيُهُمُ التَّوَاضُعُ. غَضُّوا أَبْصَارَهُمْ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ، وَوَقَفُوا أَسْمَاعَهُمْ عَلَىٰ الْعِلْمِ النَّافِعِ لَهُمْ. نُزِّلَتْ أَنْفُسُهُمْ مِنْهُمْ فِي الْبَلَاءِ كَالَّتِي نُزِّلَتْ فِي الرَّخَاءِ. وَلَوْلَا الْأَجَلُ الَّذِي كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ لَمْ تَسْتَقِرَّ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ طَرْفَةَ عَيْنٍ، شَوْقاً إِلَىٰ الثَّوَابِ، وَخَوْفاً مِنَ الْعِقَابِ. عَظُمَ الْخَالِقُ فِي أَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُونَهُ فِي أَعْيُنِهِمْ.[1] فَهُمْ وَالْجَنَّةُ كَمَنْ قَدْ رَآهَا، فَهُمْ فِيهَا مُنَعَّمُونَ، وَهُمْ وَالنَّارُ كَمَنْ قَدْ رَآهَا، فَهُمْ فِيهَا مُعَذَّبُونَ. قُلُوبُهُمْ مَحْزُونَةٌ، وَشُرُورُهُمْ مَأْمُونَةٌ، وَأَجْسَادُهُمْ نَحِيفَةٌ، وَحَاجَاتُهُمْ خَفِيفَةٌ، وَأَنْفُسُهُمْ عَفِيفَةٌ. صَبَرُوا أَيَّاماً قَصِيرَةً أَعْقَبَتْهُمْ رَاحَةً طَوِيلَةً. تِجَارَةٌ مُرْبِحَةٌ يَسَّرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ. أَرَادَتْهُمُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُرِيدُوهَا، وَأَسَرَتْهُمْ فَفَدَوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْهَا. أَمَّا اللَّيْلَ فَصَافُّونَ أَقْدَامَهُمْ، تَالِينَ لِأَجْزَاءِ الْقُرْآنِ يُرَتِّلُونَهَا تَرْتِيلًا. يُحَزِّنُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ وَيَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ. فَإِذَا مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا تَشْوِيقٌ رَكَنُوا إِلَيْهَا طَمَعاً، وَتَطَلَّعَتْ نُفُوسُهُمْ إِلَيْهَا شَوْقاً، وَظَنُّوا أَنَّهَا نُصْبَ أَعْيُنِهِمْ. وَإِذَا مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ أَصْغَوْا إِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ، وَ ظَنُّوا أَنَّ زَفِيرَ جَهَنَّمَ وَشَهِيقَهَا فِي أُصُولِ آذَانِهِمْ، فَهُمْ حَانُونَ عَلَىٰ أَوْسَاطِهِمْ، مُفْتَرِشُونَ لِجِبَاهِهِمْ وَأَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَأَطْرَافِ أَقْدَامِهِمْ، يَطْلُبُونَ إِلَىٰ اللّٰهِ تَعَالَىٰ فِي فَكَاكِ رِقَابِهِمْ. وَأَمَّا النَّهَارَ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ، أَبْرَارٌ أَتْقِيَاءُ. قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ

اقتصاد ـ متوسط قسم کا
غضوا ابصارہم ـ نگاہیں نیچی رکھتے ہیں
مُربحہ ـ فائدہ مند
ترتیل ـ وضاحت کے ساتھ
زفیر ـ بھڑکنے کی آواز
شہیق ـ شعلوں کی گرج
حانون ـ خمیدہ
مفترشون ـ زمین سے چپکے رہے
فکاک ـ رہائی
قداح ـ تیر

[1] تقویٰ کی ایک عظیم ترین علامت یہ ہے کہ متقی کی نگاہ میں دنیا کی راحت اور تکلیف میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے نہ یہاں کی راحت اسے اپنی طرف متوجہ کرسکتی ہے اور نہ یہاں کی تکلیف اس کے سکون نفس کو درہم برہم کرسکتی ہے وہ یہ دیکھتا رہتا ہے کہ ہر راحت سے بالاتر جنت کی راحت ہے اور ہر مصیبت سے عظیم تر محشر کی مصیبت ہے اور جو اتنے عظیم مراحل پر نگاہ رکھتا ہو اس کی نظروں میں معمولی مراحل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے

اس سے بالاتر یہ مسئلہ ہے کہ وہ عظمت خالق کا مکمل تصور رکھتے ہیں اور ایسے آدمی کے لئے ساری دنیا حقیر وذلیل ہوتی ہے تو وہاں کی راحت یا مصیبت کی کیا اوقات ہے اور اس کا دل ودماغ پر کیا ہوسکتا ہے

تاہے کہ امیرالمومنینؑ کے ایک عابد و زاہد صحابی جن کا نام ہمام تھا ایک دن حضرت سے عرض کرنے لگے کہ حضور مجھ سے متقین کے صفات کچھ اس طرح ن فرمائیں کہ گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے جواب سے گریز کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمام اللہ سے ڈرو اور نیک عمل کرو کہ اللہ تقویٰ رحسن عمل والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ہمام اس مختصر بیان سے مطمئن نہ ہوئے تو حضرت نے حمد و ثنائے پروردگار اور صلوات و سلام کے بعد ارشاد فرمایا:

اما بعد! پروردگار نے تمام مخلوقات کو اس عالم میں پیدا کیا ہے کہ وہ ان کی اطاعت سے مستغنی اور ان کی نافرمانی سے محفوظ تھا۔ نہ ے کسی نافرمان کی معصیت نقصان پہونچا سکتی تھی اور نہ کسی اطاعت گذار کی اطاعت فائدہ دے سکتی تھی۔

اس نے سب کی معیشت کو تقسیم کر دیا۔ اور سب کی دنیا میں ایک منزل قرار دے دی۔ اس دنیا میں متقی افراد وہ ہیں جو صاحبان فضائل کمالات ہوتے ہیں کہ ان کی گفتگو حق و صواب، ان کا لباس معتدل، ان کی رفتار متواضع ہوتی ہے۔ جن چیزوں کو پروردگار نے حرام قرار دے دیا ہے ان سے نظروں کو نیچا رکھتے ہیں اور اپنے کانوں کو ان علوم کے لئے وقف رکھتے ہیں جو فائدہ پہونچانے والے ہیں۔ ان کے نفوس بلاء و آزمائش میں ایسے ہی رہتے ہیں جیسے راحت و آرام میں۔ اگر پروردگار نے ہر شخص کی حیات کی مدت مقرر نہ کر دی ہوتی تو ان کی روحیں ان کے جسم میں پلک جھپکنے کے برابر بھی ٹھہر نہیں سکتی تھیں کہ انھیں ثواب کا شوق ہے اور عذاب کا خوف۔ خالق ان کی نگاہ میں اس قدر عظیم ہے کہ ساری دنیا نگاہوں سے گر گئی ہے(۱)۔ جنت ان کی نگاہ کے سامنے اس طرح ہے جیسے اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور جہنم کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اس کے عذاب کو محسوس کر رہے ہوں۔ ان کے دل نیکیوں کے خزانے ہیں اور ان سے شر کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ان کے جسم نحیف اور لاغر ہیں اور ان کے ضروریات نہایت درجہ مختصر اور ان کے نفوس بھی طیب و طاہر ہیں۔ انھوں نے دنیا میں چند دن تکلیف اٹھا کر ابدی راحت کا انتظام کر لیا ہے اور ایسی فائدہ بخش تجارت کی ہے جس کا انتظام ان کے پروردگار نے کر دیا تھا۔ دنیا نے انھیں بہت چاہا لیکن انھوں نے اسے نہیں چاہا اور اس نے انھیں بہت گرفتار کرنا چاہا لیکن انھوں نے فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔

راتوں کے وقت مصلّیٰ پر کھڑے رہتے ہیں۔ خوش الحانی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نفس کو محزون رکھتے ہیں اور اسی طرح اپنی بیماریٔ دل کا علاج کرتے ہیں۔ جب کسی آیت ترغیب سے گذرتے ہیں تو اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب کسی آیت ترہیب و تخویف سے گذرتے ہیں تو دل کے کانوں کو اس کی طرف یوں مصروف کر دیتے ہیں جیسے جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار مسلسل ان کے کانوں تک پہونچ رہی ہو۔ یہ رکوع میں کمر خمیدہ اور سجدہ میں پیشانی۔ ہتھیلی۔ انگوٹھوں اور گھٹنوں کو فرش خاک کئے رہتے ہیں۔

پروردگار سے ایک ہی سوال کرتے ہیں کہ ان کی گردنوں کو آتش جہنم سے آزاد کر دے۔

اس کے بعد دن کے وقت یہ علماء اور دانشمند نیک کردار اور پرہیزگار ہوتے ہیں جیسے انھیں تیر انداز کے تیر کی طرح خوفِ خدا نے تراشا ہو

(۱) یوں تو تلاوتِ قرآن کا سلسلہ گھروں سے لے کر مسجدوں تک اور گلدستۂ اذان سے لیکر ٹی وی اسٹیشن تک ہر جگہ جاری ہے اور حسن قرأت کے مقابلوں میں "اللہ اللہ" کی آواز بھی سنائی دیتی ہے لیکن کہاں ہیں وہ تلاوت کرنے والے جن کی شان مولائے کائنات نے بیان کی ہے کہ ہر آیت ان کے کردار کا ایک حصہ بن جائے اور ہر فقرہ دردِ زندگی کے ایک علاج کی حیثیت پیدا کر لے۔ آیت نعمت پڑھیں تو جنت کا نقشہ نگاہوں میں کھنچ جائے اور تمنائے موت میں بیقرار ہو جائیں اور آیت غضب کی تلاوت کریں تو جہنم کے شعلوں کی آواز کانوں میں گونجنے لگے اور سارا وجود تھرتھرا جائے۔

درحقیقت یہ امیرالمومنینؑ ہی کی زندگی کا نقشہ ہے جسے حضرت نے متقین کے نام سے بیان کیا ہے ورنہ دیدہ تاریخ ایسے متقین کی زیارت کے لئے سراپا اشتیاق ہے۔

يَــنْظُرُ إِلَــيْهِمُ النَّــاظِرُ فَــيَحْسَبُهُمْ مَــرْضَىٰ، وَمَــا بِــالْقَوْمِ مِــنْ مَــرَضٍ؛ وَيَــقُولُ: لَــقَدْ خُــولِطُوا!!

وَلَــقَدْ خَــالَطَهُمْ أَمْــرٌ عَــظِيمٌ! لَايَــرْضَوْنَ مِــنْ أَعْــمَالِهِمُ الْــقَلِيلَ، وَلَا يَسْــتَكْثِرُونَ الْكَــثِيرَ.[1] فَــهُمْ لِأَنْــفُسِهِمْ مُــتَّهِمُونَ، وَمِــنْ أَعْــمَالِهِمْ مُشْــفِقُونَ إِذَا زُكِّــيَ أَحَــدٌ مِــنْهُمْ خَــافَ مِمَّــا يُــقَالُ لَــهُ، فَــيَقُولُ: أَنَا أَعْــلَمُ بِــنَفْسِي مِــنْ غَــيْرِي، وَرَبِّي أَعْــلَمُ بِي مِــنِّي بِــنَفْسِي![2] اَللّٰــهُمَّ لَاتُــؤَاخِــذْنِي بِمَا يَــقُولُونَ، وَاجْــعَلْنِي أَفْــضَلَ مِمَّا يَــظُنُّونَ، وَاغْــفِرْلِي مَــا لَا يَــعْلَمُونَ.

فَمِــنْ عَــلَامَةِ أَحَــدِهِمْ أَنَّكَ تَــرَىٰ لَــهُ قُــوَّةً فِي دِيــنٍ، وَحَــزْماً فِي لِــينٍ، وَإِيمَاناً فِي يَــقِينٍ، وَحِــرْصاً فِي عِــلْمٍ، وَ عِــلْماً فِي حِــلْمٍ، وَقَــصْداً فِي غِــنًى، وَخُشُــوعاً فِي عِــبَادَةٍ، وَتَجَــمُّلاً فِي فَــاقَةٍ، وَصَــبْراً فِي شِــدَّةٍ، وَطَــلَباً فِي حَــلَالٍ، وَنَشَــاطاً فِي هُــدًى، وَتَحَــرُّجاً عَــنْ طَــمَعٍ. يَــعْمَلُ الْأَعْــمَالَ الصَّــالِحَةَ وَهُــوَ عَــلَىٰ وَجَــلٍ. يُمْسِي وَهَــمُّــهُ الشُّكْــرُ، وَيُــصْبِحُ وَهَــمُّــهُ الذِّكْــرُ. يَــبِيتُ حَــذِراً وَيُــصْبِحُ فَــرِحاً؛ حَــذِراً لِمَا حُــذِّرَ مِــنَ الْــغَفْلَةِ، وَفَــرِحاً بِمَــا أَصَــابَ مِــنَ الْــفَضْلِ وَالرَّحْــمَةِ. إِنِ اسْــتَصْعَبَتْ عَــلَيْهِ نَــفْسُهُ فِــيمَا تَكْــرَهُ لَمْ يُــعْطِهَا سُــؤْلَهَا فِــيمَا تُحِبُّ. قُــرَّةُ عَــيْنِهِ فِــيمَا لَا يَــزُولُ، وَزَهَــادَتُهُ فِــيمَا لَا يَــبْقَىٰ، يَمْــزُجُ الْحِــلْمَ بِــالْعِلْمِ، وَالْــقَوْلَ بِــالْعَمَلِ. تَــرَاهُ قَــرِيباً أَمَــلُهُ، قَــلِيلاً زَلَــلُهُ، خَــاشِعاً قَــلْبُهُ، قَــانِعَةً نَــفْسُهُ، مَــنْزُوراً أَكْــلُهُ، سَهْــلاً أَمْــرُهُ، حَــرِيزاً دِيــنُهُ، مَــيِّتَةً شَهْــوَتُهُ، مَكْــظُوماً غَــيْظُهُ. الْخَــيْرُ مِــنْهُ مَأْمُــولٌ، وَالشَّرُّ مِــنْهُ مَأْمُــونٌ. إِنْ كَــانَ فِي الْــغَافِلِينَ كُــتِبَ فِي الذَّاكِــرِينَ، وَإِنْ كَــانَ فِي الذَّاكِــرِينَ لَمْ يُكْــتَبْ مِــنَ الْــغَافِلِينَ يَــعْفُو عَــمَّنْ ظَــلَمَهُ، وَيُــعْطِي مَــنْ حَــرَمَهُ، وَيَــصِلُ مَــنْ قَــطَعَهُ، بَــعِيداً فُــحْشُهُ، لَــيِّناً قَــوْلُهُ، غَــائِباً مُــنْكَرُهُ، حَــاضِراً مَــعْرُوفُهُ، مُــقْبِلاً خَــيْرُهُ، مُــدْبِراً شَرُّهُ. فِي الزَّلَازِلِ وَقُــورٌ، وَفِي الْمَكَــارِهِ صَــبُورٌ، وَفِي الرَّخَــاءِ شَكُــورٌ. لَا يَحِــيفُ عَــلَىٰ مَــنْ يُــبْغِضُ، وَلَا يَأْثَمُ فِــيمَنْ يُحِبُّ. يَــعْتَرِفُ بِــالْحَقِّ قَــبْلَ أَنْ يُــشْهَدَ عَــلَيْهِ، لَايُــضِيعُ مَــا اسْــتُحْفِظَ، وَلَايَــنْسَىٰ مَــا ذُكِّــرَ، وَلَا يُــنَابِزُ بِــالْأَلْقَابِ، وَلَا يُــضَارُّ بِــالْجَارِ، وَلَا

خُولِطُوا - عقل ماری گئی ہے
مشفقون - خوفزدہ
زُکّی - تعریف کی جائے
تجمّل - فاقوں میں سکون کا اظہار
تحرّج - تحفظ
استصعبت - نافرمانی کرے
منزور - قلیل
حریز - محفوظ
فحش - نامناسب کلام
زلازل - شدائد
وقور - مطمئن
لاینابز بالالقاب - القاب سے چڑھاتا نہیں ہے۔

[1] کاش ہر صاحب ایمان کو یہ کردار نصیب ہو جاتا اور انسان سماج کی تعریف کے دھوکہ میں آکر کسی غرور کا شکار نہ ہوتا اور یہ احساس کرتا کہ ہر شخص اپنے حالات کو سماج کے مدح خوانوں سے بہتر سمجھتا ہے اور اسے اندازہ رہتا ہے کہ اس کی بیشمار کمزوریاں ہیں جن سے سماج باخبر نہیں ہے اور صرف صاحب معاملہ ہی باخبر ہے یا وہ مالک جانتا ہے کہ جو انسان کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھتا ہے اور اس کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے اور یہ صرف اس کی پردہ پوشی ہے کہ انسان عزت کی زندگی گزار رہا ہے ورنہ اب تک سماج میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاتا۔

[2] کس قدر حسین اور معنی خیز دعا ہے کہ انسان کمال تقویٰ کی بنا پر لوگوں کی تعریف کو مواخذہ کا سبب تصور کرتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ جس قدر لوگ میرے اعمال کو اہمیت دے رہے ہیں اسی حساب سے اگر مجھے حساب بھی دینا پڑا تو کیا ہوگا۔ میں تو کسی قابل نہ رہ جاؤں گا اور میرا کہیں ٹھکانہ نہ رہ سکے گا۔

دیکھنے والا انھیں دیکھ کر بیمار تصور کرتا ہے حالانکہ یہ بیمار نہیں ہیں اور ان کی باتوں کو سن کر کہتا ہے کہ ان کی عقلوں میں فتور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ انھیں ایک بہت بڑی بات نے مدہوش بنا رکھا ہے کہ یہ نہ قلیل عمل سے راضی ہوتے ہیں اور نہ کثیر عمل کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ (۵۱) ہمیشہ اپنے نفس ہی کو متہم کرتے رہتے ہیں اور اپنے اعمال ہی سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ جب ان کی تعریف کی جاتی ہے تو اس سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں خود اپنے نفس کو دوسروں سے بہتر پہچانتا ہوں اور میرا پروردگار تو مجھ سے بھی بہتر جانتا ہے (۵۲)

خدایا۔ مجھ سے ان کے اقوال کا محاسبہ نہ کرنا اور مجھے ان کے حسن ظن سے بھی بہتر قرار دے دینا اور پھر ان گناہوں کو معاف بھی کر دینا جنھیں یہ سب نہیں جانتے ہیں۔

ان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کے پاس دین میں قوت، نرمی میں شدت احتیاط، یقین میں ایمان، علم کے بارے میں طمع، حلم کی منزل میں علم، مالداری میں میانہ روی، عبادت میں خشوع قلب، فاقہ میں خودداری، سختیوں میں صبر، حلال کی طلب، ہدایت میں نشاط، لالچ سے پرہیز جیسی تمام باتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ نیک اعمال بھی انجام دیتے ہیں تو لرزتے ہوئے انجام دیتے ہیں۔ شام کے وقت ان کی فکر شکر پروردگار ہوتی ہے اور صبح کے وقت ذکر الٰہی۔ خوفزدہ عالم میں رات کرتے ہیں اور فرح و سرور میں صبح۔ جس غفلت سے ڈرایا گیا ہے اس سے محتاط رہتے ہیں اور جس فضل و رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے خوش رہتے ہیں۔ اگر نفس ناگوار امر کے لئے سختی بھی کرے تو اس کے مطالبہ کو پورا نہیں کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک لازوال نعمتوں میں ہے اور ان کا پرہیز فانی اشیاء کے بارے میں ہے۔ حلم کو علم سے اور قول کو عمل سے ملائے ہوئے ہیں۔ تم ہمیشہ ان کی امیدوں کو مختصر، دل کو خاشع، نفس کو قانع، کھانے کو معمولی، معاملات کو آسان، دین کو محفوظ، خواہشات کو مُردہ اور غصہ کو پیا ہوا دیکھو گے۔

ان سے ہمیشہ نیکیوں کی امید رہتی ہے اور انسان ان کے شر کی طرف سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ غافلوں میں نظر آئیں تو بھی یاد خدا کرنے والوں میں لکھے جاتے ہیں اور یاد کرنے والوں میں نظر آئیں تو بھی غافلوں میں شمار نہیں ہوتے ہیں۔ ظلم کرنے والے کو معاف کر دیتے ہیں۔ محروم رکھنے والے کو عطا کر دیتے ہیں۔ قطع رحم کرنے والوں سے تعلقات رکھتے ہیں۔ لغویات سے دور۔ نرم کلام۔ منکرات غائب۔ نیکیاں حاضر۔ خیر آتا ہوا۔ شر جاتا ہوا۔ زلزلوں میں باوقار۔ دشواریوں میں صابر۔ آسانیوں میں شکر گذار۔ دشمن پر ظلم نہیں کرتے ہیں چاہنے والوں کی خاطر گناہ نہیں کرتے ہیں۔ گواہی طلب کئے جانے سے پہلے حق کا اعتراف کرتے ہیں۔ امانتوں کو ضائع نہیں کرتے ہیں۔ جو بات یاد دلادی جائے اسے بھولتے نہیں ہیں اور القاب کے ذریعہ ایک دوسرے کو چڑھاتے نہیں ہیں اور ہمسایہ کو نقصان نہیں پہونچاتے ہیں۔

خدا گواہ ہے کہ ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ صاحبان تقویٰ کی واقعی شان یہی ہے کہ ان سے ہر خیر کی امید کی جائے اور ان کے بارے میں کسی شر کا تصور نہ کیا جائے۔ وہ غافلوں کے درمیان بھی رہیں تو ذکر خدا میں مشغول رہیں اور بے ایمانوں کی بستی میں بھی آباد ہوں تو ایمان و کردار میں فرق نہ آئے۔ نفس اتنا پاکیزہ ہو کہ ہر برائی کا جواب نیکی سے دیں اور ہر غلطی کو معاف کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ گفتگو۔ اعمال۔ رفتار۔ کردار ہر اعتبار سے طیب و طاہر ہوں اور کوئی ایک لمحہ بھی خوف خدا سے خالی نہ ہو۔

تلاش کیجئے آج کے دور کے صاحبان تقویٰ اور مدعیان پرہیزگاری کی بستی میں۔ کوئی ایک شخص بھی ایسا جامع الصفات نظر آتا ہے اور کسی انسان کے کردار میں بھی مولائے کائنات کے ارشاد کی جھلک نظر آتی ہے ۔۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو سمجھئے کہ ہم خیالات کی دنیا میں آباد ہیں اور ہمارا واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

يَشْمَتُ بِالْمَصَائِبِ، وَلَا يَدْخُلُ فِي الْبَاطِلِ، وَلَا يَخْرُجُ مِنَ الْحَقِّ. إِنْ صَمَتَ لَمْ يَغُمَّهُ صَمْتُهُ، وَإِنْ ضَحِكَ لَمْ يَعْلُ صَوْتُهُ، وَإِنْ بُغِيَ عَلَيْهِ صَبَرَ حَتَّى يَكُونَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي يَنْتَقِمُ لَهُ. نَفْسُهُ مِنْهُ فِي عَنَاءٍ، وَالنَّاسُ مِنْهُ فِي رَاحَةٍ. أَتْعَبَ نَفْسَهُ لِآخِرَتِهِ، وَأَرَاحَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهِ. بُعْدُهُ عَمَّنْ تَبَاعَدَ عَنْهُ زُهْدٌ وَنَزَاهَةٌ، وَدُنُوُّهُ مِمَّنْ دَنَا مِنْهُ لِينٌ وَرَحْمَةٌ. لَيْسَ تَبَاعُدُهُ بِكِبْرٍ وَعَظَمَةٍ، وَلَا دُنُوُّهُ بِمَكْرٍ وَخَدِيعَةٍ.

قال: فصعق همام صعقة كانت نفسه فيها.

فقال أمير المؤمنين (عليه السلام): أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كُنْتُ أَخَافُهَا عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: أَهَكَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ بِأَهْلِهَا؟

فقال له قائل: فما بالك يا أمير المؤمنين؟

فقال (عليه السلام): وَيْحَكَ، إِنَّ لِكُلِّ أَجَلٍ وَقْتاً لَا يَعْدُوهُ، وَسَبَباً لَا يَتَجَاوَزُهُ. فَمَهْلاً، لَا تَعُدْ لِمِثْلِهَا، فَإِنَّمَا نَفَثَ الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِكَ!

١٩٤

و من خطبة له (عليه السلام)

يصف فيها المنافقين

نَحْمَدُهُ عَلَى مَا وَفَّقَ لَهُ مِنَ الطَّاعَةِ، وَذَادَ عَنْهُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، وَنَسْأَلُهُ لِمِنَّتِهِ تَمَاماً، وَبِحَبْلِهِ اعْتِصَاماً. وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، خَاضَ إِلَى رِضْوَانِ اللَّهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَتَجَرَّعَ فِيهِ كُلَّ غُصَّةٍ. وَقَدْ تَلَوَّنَ لَهُ الْأَدْنَوْنَ، وَتَأَلَّبَ عَلَيْهِ الْأَقْصَوْنَ، وَخَلَعَتْ إِلَيْهِ الْعَرَبُ أَعِنَّتَهَا، وَضَرَبَتْ إِلَى مُحَارَبَتِهِ بُطُونَ رَوَاحِلِهَا، حَتَّى أَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهِ عَدَاوَتَهَا، مِنْ أَبْعَدِ الدَّارِ، وَأَسْحَقِ الْمَزَارِ.

أُوصِيكُمْ، عِبَادَ اللَّهِ، بِتَقْوَى اللَّهِ، وَأُحَذِّرُكُمْ أَهْلَ النِّفَاقِ، فَإِنَّهُمُ الضَّالُّونَ الْمُضِلُّونَ، وَالزَّالُّونَ الْمُزِلُّونَ. يَتَلَوَّنُونَ أَلْوَاناً، وَيَفْتَنُّونَ افْتِنَاناً، وَيَعْمِدُونَكُمْ بِكُلِّ عِمَادٍ، وَيَرْصُدُونَكُمْ (يسدونكم) بِكُلِّ مِرْصَادٍ. قُلُوبُهُمْ دَوِيَّةٌ، وَصِفَاحُهُمْ نَقِيَّةٌ. يَمْشُونَ الْخَفَاءَ، وَيَدِبُّونَ الضَّرَاءَ. وَصْفُهُمْ دَوَاءٌ، وَقَوْلُهُمْ شِفَاءٌ، وَفِعْلُهُمُ الدَّاءُ الْعَيَاءُ. حَسَدَةُ الرَّخَاءِ، وَمُؤَكِّدُ (مولدوا) الْبَلَاءِ، وَمُقْنِطُوا الرَّجَاءِ. لَهُمْ بِكُلِّ طَرِيقٍ صَرِيعٌ، وَإِلَى كُلِّ

صَعِق - بیہوش ہوگیا
ذادعنہ - دور کردیا
غمرہ - شدت
غصہ - اچھو
تلون - رنگ بدلنا
تالب - جمع ہوجانا
اعنہ - جمع عنان - لگام
اسحق - دور ترین
زالون - خطاکار
مزلون - لوگوں کو غلطی میں مبتلا کرنے والے
افتنانا - رنگ برنگ کی باتیں کرنا
عماد - ستون
مرصاد - گھات
یرصدونکم - نظر رکھتے ہیں
دویہ - مریض
صفاح - چہرے
یمشون الخفا - آہستہ چال چلتے ہیں
یدبون - دبے پاؤں چلتے ہیں
الداء العیاء - ناقابل علاج مرض
حسدہ - جمع حاسد
صریع - زمین پر پڑا ہوا

مصادر خطبہ ۱۹۴ الطراز السید الیمانی ۲ ص۳۰۸، غرر الحکم الآمدی ص۵۴۰، ص۲۶۹

ب میں کسی کو طعنے نہیں دیتے ہیں۔ حرف باطل میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور کلمۂ حق سے باہر نہیں آتے ہیں۔ یہ چپ رہیں تو ان کی خموشی ہم و غم کی بنا پر نہیں ہے اور یہ ہنستے ہیں تو آواز بلند نہیں کرتے ہیں۔ ان پر ظلم کیا جائے تو صبر کر لیتے ہیں تاکہ خدا اس کا انتقام لے۔ ان کا اپنا نفس ہمیشہ رنج میں رہتا ہے اور لوگ ان کی طرف سے ہمیشہ مطمئن رہتے ہیں۔ انھوں نے اپنے نفس کو آخرت کے لئے تھکا ڈالا ہے اور لوگ ان کے نفس کی طرف سے آزاد ہو گئے ہیں۔ دور رہنے والوں سے ان کی دوری زہد اور پاکیزگی کی بنا پر ہے اور قریب رہنے والوں سے ان کی قربت نرمی اور رحمت کی بنا پر ہے۔ نہ دوری تکبّر و برتری کا نتیجہ ہے اور نہ قربت مکر و فریب کا نتیجہ۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر ہمام نے ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ میں اسی وقت سے ڈر رہا تھا کہ میں جانتا تھا کہ صاحبانِ تقویٰ کے دلوں پر نصیحت کا اثر اسی طرح ہوا کرتا ہے۔

یہ سننا تھا کہ ایک شخص بول پڑا کہ پھر آپ پر ایسا اثر کیوں نہیں ہوا۔؟

تو آپ نے فرمایا کہ خدا تیرا برا کرے۔ ہر اجل کے لئے ایک وقت معین ہے جس سے آگے بڑھنا ناممکن ہے اور ہر شے کے لئے ایک سبب ہے جس سے تجاوز کرنا ناممکن ہے۔ خبردار اب ایسی گفتگو نہ کرنا۔ یہ شیطان نے تیری زبان پر اپنا جادو پھونک دیا ہے۔

۱۹۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں منافقین کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں)

ہم اس پروردگار کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اطاعت کی توفیق عطا فرمائی اور معصیت سے دور رکھا اور پھر اس سے احسانات کے مکمل کرنے اور اس کی ریسمان ہدایت سے وابستہ رہنے کی دعا بھی کرتے ہیں۔ اور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ انھوں نے اس کی رضا کی خاطر ہر مصیبت میں اپنے کو ڈال دیا اور ہر غصہ کے گھونٹ کو پی لیا۔ قریب والوں نے ان کے سامنے رنگ بدل دیا اور دور والوں نے ان پر لشکر کشی کر دی۔ عربوں نے اپنی زمام کا رُخ ان کی طرف موڑ دیا اور اپنی سواریوں کو ان سے جنگ کرنے کے لئے مہمیز کر دیا یہاں تک کہ اپنی عورتوں کو دور دراز علاقوں اور دور افتادہ سرحدوں سے لاکر ان کے صحن میں اتار دیا۔

بندگانِ خدا! میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور تمھیں منافقین سے ہوشیار کر رہا ہوں کہ یہ گمراہ[1] بھی ہیں اور گمراہ کن بھی۔ منحرف بھی ہیں اور منحرف ساز بھی۔ یہ مسلسل رنگ بدلتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے فتنے اٹھاتے رہتے ہیں۔ ہر مکر و فریب کے ذریعہ تمہارا ہی قصد کرتے ہیں اور ہر گھات میں تمھاری ہی تاک میں بیٹھتے ہیں۔ ان کے دل بیمار ہیں اور ان کے چہرے پاک و صاف۔ اندر ہی اندر چال چلتے ہیں اور نقصانات کی خاطر رینگتے ہوئے قدم بڑھاتے ہیں۔ ان کا طریقہ دوا جیسا اور ان کا کلام شفا جیسا ہے لیکن ان کا کردار ناقابلِ علاج مرض ہے۔ یہ راحتوں میں حسد کرنے والے، مصیبتوں میں مبتلا کر دینے والے اور امیدوں کو ناامید بنا دینے والے ہیں۔ جس راہ پر دیکھو ان کا مارا ہوا پڑا ہے اور جس دل کو دیکھو وہاں تک پہونچنے کا ایک سفارشی ڈھونڈھ رکھا ہے۔

[1] اگر ساری دنیا کے جرائم کی فہرست تیار کی جائے تو اس میں سرفہرست نفاق ہی کا نام ہوگا جس میں ہر طرح کی برائی اور ہر طرح کا عیب پایا جاتا ہے۔ نفاق اندر سے کفر و شرک کی خباثت رکھتا ہے اور باہر سے جھوٹ اور غلط بیانی کی کثافت رکھتا ہے اور ان دونوں سے بدتر دنیا کا کوئی جُرم اور کوئی عیب نہیں ہے۔

دورِ حاضر کا دقیق ترین جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس دور میں عالمی سطح پر نفاق کے علاوہ کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ ہر شخص جو کچھ کر رہا ہے اس کا باطن اس کے خلاف ہے اور ہر حکومت جس بات کا دعویٰ کر رہی ہے اس کی کوئی واقعیت نہیں ہے۔ تہذیب کے نام پر فساد۔ مواصلات کے نام پر تباہ کاری۔ امن عالم کے نام پر اسلحوں کی دوڑ۔ تعلیم کے نام پر بداخلاقی اور مذہب کے نام پر لامذہبیت ہی اس دور کا طرۂ امتیاز ہے اور اسی کو زبان شریعت میں نفاق کہا جاتا ہے۔

قَلْبٍ شَفِيعٌ، وَلِكُلِّ شَجْوٍ دُمُوعٌ. يَتَقَارَضُونَ الثَّنَاءَ، وَيَتَرَاقَبُونَ الْجَزَاءَ: إِنْ سَأَلُوا (ساقوا) أَلْحَفُوا، وَإِنْ عَذَلُوا كَشَفُوا، وَإِنْ حَكَمُوا أَسْرَفُوا. قَدْ أَعَدُّوا لِكُلِّ حَقٍّ بَاطِلاً، وَلِكُلِّ قَائِمٍ مَائِلاً، وَلِكُلِّ حَيٍّ قَاتِلاً، وَلِكُلِّ بَابٍ مِفْتَاحاً، وَلِكُلِّ لَيْلٍ مِصْبَاحاً. يَتَوَصَّلُونَ إِلَى الطَّمَعِ بِالْيَأْسِ لِيُقِيمُوا بِهِ أَسْوَاقَهُمْ، وَيُنْفِقُوا بِهِ أَعْلَاقَهُمْ. يَقُولُونَ فَيُشَبِّهُونَ، وَيَصِفُونَ فَيُمَوِّهُونَ. قَدْ هَوَّنُوا الطَّرِيقَ (الدين)، وَأَضْلَعُوا الْمَضِيقَ، فَهُمْ لُمَةُ الشَّيْطَانِ، وَحُمَةُ النِّيرَانِ: «أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ، أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ».[ل]

۱۹۵

و من خطبة له (عليه السلام)

يحمدالله و يثني على نبيه ويعظ

حمد الله

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَظْهَرَ مِنْ آثَارِ سُلْطَانِهِ، وَجَلَالِ كِبْرِيَائِهِ، مَا حَيَّرَ مُقَلَ الْعُقُولِ مِنْ عَجَائِبِ قُدْرَتِهِ، وَرَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهِ.

الشهادتان

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، شَهَادَةَ إِيمَانٍ وَإِيقَانٍ، وَ إِخْلَاصٍ وَإِذْعَانٍ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ وَأَعْلَامُ الْهُدَى دَارِسَةٌ، وَمَنَاهِجُ الدِّينِ طَامِسَةٌ، فَصَدَعَ بِالْحَقِّ؛ وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ، وَهَدَى إِلَى الرُّشْدِ، وَأَمَرَ بِالْقَصْدِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

العظة

وَاعْلَمُوا، عِبَادَ اللَّهِ، أَنَّهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً، وَلَمْ يُرْسِلْكُمْ (يتركم) هَمَلاً.

شَجْو - حزن
يَتَقَارَضُون - ایک دوسرے سے تعریف کا تقاضا کرتے ہیں
الحفوا - طلب کرنے میں اصرار کیا
عذلوا - ملامت کی
يُنْفِقُون - رائج کرتے ہیں
اَعْلَاق - قیمتی شے
يُشَبِّهُون - مشتبہ باتیں کرتے ہیں
اضلعوا - ٹیڑھا کر دیا
لمہ - جماعت
حمہ - ڈنک
مُقَل - جمع مُقلہ - آنکھ
ہماہم - فکر تعلیم
طَامِسَہ - بے نشان
صَدَع - واشگاف کہا
قَصْد - اعتدال

ل: منافقین کی واقعی پہچان یہی ہے کہ ان کے پاس ہر میدان حیات میں ایک الگ دنیا پائی جاتی ہے اور کسی محاذ پر ان کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ ہر حق کے مقابلہ میں ایک باطل، ہر مستقیم کے مقابلہ میں ایک منحرف، ہر زندہ کے مقابلہ میں ایک قاتل اور ہر دروازہ کے لئے الگ ایک کنجی رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی کا کوئی قول یا کوئی عمل واقعہ کے مطابق نہیں ہوتا ہے اور ان کی زندگی سراپا جھوٹ ہوتی ہے

مصادر خطبہ ۱۹۵ بحار الانوار مجلسی، ص۳۱۴

ہر رنج و غم کے لئے آنسو تیار رکھے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کی تعریف میں حصہ لیتے ہیں اور اس کے بدلہ کے منتظر رہتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں تو چپک جاتے ہیں اور برائی کرتے ہیں تو رسوا کر کے ہی چھوڑتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں تو حد سے بڑھ جاتے ہیں۔
ہر حق کے لئے ایک باطل تیار کر رکھا ہے اور ہر سیدھے کے لئے ایک کجی کا انتظام کر رکھا ہے۔ ہر زندہ کے لئے ایک قاتل موجود ہے اور ہر دروازہ کے لئے ایک کنجی بنا رکھی ہے اور ہر رات کے لئے ایک چراغ مہیا کر رکھا ہے۔ طمع کے لئے ناموس کو ذریعہ بناتے ہیں کہ اپنے بازار کو رواج دے سکیں اور اپنے مال کو رائج کر سکیں۔ جب بات کرتے ہیں تو مشتبہ قسم کی اور جب تعریف کرتے ہیں تو باطل کو حق کا رنگ دے کر۔ انھوں نے اپنے لئے راستہ کو آسان بنا لیا ہے اور دوسروں کے لئے تنگی پیدا کر دی ہے۔ یہ شیطان کے گروہ ہیں اور جہنم کے شعلے، یہی حزب الشیطان کے مصداق ہیں اور حزب الشیطان کا مقدر سوائے خسارہ کے کچھ نہیں ہے (لے)

۱۹۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی سلطنت کے آثار اور کبریائی کے جلال کو اس طرح نمایاں کیا ہے کہ عقلوں کی نگاہیں عجائب قدرت سے حیران ہو گئی ہیں اور نفوس کے تصورات وافکار اس کے صفات کی حقیقت کے عرفان سے رک گئے ہیں۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور یہ گواہی صرف ایمان و یقین۔ اخلاص و اعتقاد کی بنا پر ہے اور پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ اس نے انھیں اس وقت بھیجا ہے جب ہدایت کے نشانات مٹ چکے تھے اور دین کے راستے بے نشان ہو چکے تھے۔ انھوں نے حق کا واشگاف انداز سے اظہار کیا۔ لوگوں کو ہدایت دی اور سیدھے راستہ پر لگا کر میانہ روی کا قانون بنا دیا۔
بندگانِ خدا۔ یاد رکھو پروردگار نے تم کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ تم کو بے لگام چھوڑ دیا ہے۔

(لے) حقیقت امر یہ ہے کہ منافقین کا کوئی عمل قابل اعتبار نہیں ہوتا ہے اور ان کی زندگی سراپا غلط بیانی ہوتی ہے۔ تعریف کرنے پر آجاتے ہیں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور برائی کرنے پر تل جاتے ہیں تو آدمی کو عالمی سطح پر ذلیل کر کے چھوڑتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کا نہ کوئی ضمیر ہوتا ہے اور نہ کوئی معیار۔ انھیں صرف موقع پرستی سے کام لینا ہے اور اسی کے اعتبار سے زبان کھولنا ہے۔
خطبہ کے عنوان سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ سماج کے چند افراد کا ایک گروہ ہے جس کے کردار کو واضح کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ اس کردار سے ہوشیار رہیں اور اپنی زندگی کو نفاق سے بچا کر ایمان اور تقویٰ کے راستہ پر لگا دیں۔ لیکن تفصیلات کو دیکھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ یہ پورے سماج کا نقشہ ہے اور سارا عالم انسانیت اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نفاق کی حکمرانی نہ ہو اور انسان کے کردار کا کوئی رخ ایسا نہیں ہے جس میں واقعیت اور حقیقت پائی جاتی ہو اور جسے نفاق سے پاک و پاکیزہ قرار دیا جا سکے۔
ایسے حالات میں تو ہر شخص کو اپنے نفس کا جائزہ لینا چاہئے اور منافقین کے بارے میں بیان کئے ہوئے صفات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ مبادا انسان کا شمار منافقین میں ہو جائے اور اس کی آخری منزل درک اسفل قرار پا جائے۔

عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِهِ عَلَيْكُمْ، وَأَحْصَى إِحْسَانَهُ إِلَيْكُمْ، فَاسْتَفْتِحُوهُ، وَاسْتَنْجِحُوهُ، وَاطْلُبُوا إِلَيْهِ وَاسْتَمْنِحُوهُ (و استميحوه)، فَمَا قَطَعَكُمْ عَنْهُ حِجَابٌ، وَلَا أُغْلِقَ عَنْكُمْ دُونَهُ بَابٌ، وَإِنَّهُ لَبِكُلِّ مَكَانٍ، وَفِي كُلِّ حِينٍ وَأَوَانٍ، وَمَعَ كُلِّ إِنْسٍ وَجَانٍّ؛ لَا يَثْلِمُهُ الْعَطَاءُ، وَلَا يَنْقُصُهُ الْحِبَاءُ، وَلَا يَسْتَنْفِدُهُ سَائِلٌ، وَلَا يَسْتَقْصِيهِ نَائِلٌ، وَلَا يَلْوِيهِ شَخْصٌ عَنْ شَخْصٍ، وَلَا يُلْهِيهِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ، وَلَا تَحْجُزُهُ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ، وَلَا يَشْغَلُهُ غَضَبٌ عَنْ رَحْمَةٍ، وَلَا تُولِهُهُ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ، وَلَا يُجِنُّهُ الْبُطُونُ عَنِ الظُّهُورِ، وَلَا يَقْطَعُهُ الظُّهُورُ عَنِ الْبُطُونِ. قَرُبَ فَنَأَى، وَعَلَا فَدَنَا، وَظَهَرَ فَبَطَنَ، وَبَطَنَ فَعَلَنَ، وَدَانَ وَلَمْ يُدَنْ. لَمْ يَذْرَإِ الْخَلْقَ بِاحْتِيَالٍ، وَلَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ.

أُوصِيكُمْ، عِبَادَاللّٰهِ، بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَإِنَّهَا الزِّمَامُ وَالْقِوَامُ، فَتَمَسَّكُوا بِوَثَائِقِهَا، وَاعْتَصِمُوا بِحَقَائِقِهَا، تَؤُلْ بِكُمْ إِلَى أَكْنَانِ الدَّعَةِ، وَأَوْطَانِ السَّعَةِ، وَمَعَاقِلِ (مناقل) الْحِرْزِ، وَمَنَازِلِ (منال) الْعِزِّ، فِي «يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ»، وَتُظْلِمُ لَهُ الْأَقْطَارُ، وَتُعَطَّلُ فِيهِ صُرُومُ الْعِشَارِ. وَيُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَتَزْهَقُ كُلُّ مُهْجَةٍ، وَتَبْكَمُ كُلُّ لَهْجَةٍ، وَتَذِلُّ (تدك) الشُّمُّ الشَّوَامِخُ، وَالصُّمُّ الرَّوَاسِخُ، فَيَصِيرُ صَلْدُهَا سَرَاباً رَقْرَقاً، وَمَعْهَدُهَا قَاعاً سَمْلَقاً، فَلَا شَفِيعٌ يَشْفَعُ، وَلَا حَمِيمٌ يَنْفَعُ، وَلَا مَعْذِرَةٌ تَدْفَعُ.

اِستفتاح - طلب فتح
اِستنجاح - طلب کامیابی
اِستمناح - طلب عطایا
ثُلِمَ السیف - کنارہ ٹوٹ گیا
حِباء - عطیہ
لایلوی - موڑ نہیں سکتا ہے
لا تولہ - غافل نہیں بنا سکتا ہے
لا یجنہ - چھپا نہیں سکتا ہے
دَانَ - محاسبہ کیا
ذَرَأ - خلق کیا
احتیال - غور وفکر
ازمام - لگام
قوام - اصل حیات
اکنان - جمع کِن - چھپنے کی جگہ
دَعَہ - عیش وعشرت
مَعاقِل - قلعہ
حِرز - حفاظت
صَروم - اونٹوں کی جماعت
عِشار - اونٹنی جس کے حمل کو دس ماہ گذر جائیں
شُمّ - جمع اشم - بلند
شامخ - بلند ترین
صُمّ - ٹھوس
راسخ - ثابت
صَلد - سخت اور چکنا
سَراب - چمکدار ریت
رقرق - مضطرب
مَعہد - محل
قاع - میدان
سَملق - ہموار

دی جانے والی نعمتوں کے حدود کو جانتا ہے اور تم پر کئے جانے والے احسانات کا شمار رکھتا ہے لہٰذا اس سے کامرانی اور کامیابی کا تقاضا اس کی طرف دست طلب بڑھاؤ اور اس سے عطایا کا مطالبہ کرو۔ کوئی حجاب تمھیں اس سے جدا نہیں کر سکتا ہے اور کوئی دروازہ اس کا بند نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر آن موجود ہے۔ ہر انسان اور ہر جن کے ساتھ ہے۔ نہ عطا اس کے کرم میں رخنہ ڈال سکتی ہے نہ ہدایا اس کے خزانہ میں کمی پیدا کر سکتے ہیں۔ کوئی سائل اس کے خزانہ کو خالی نہیں کر سکتا ہے اور کوئی عطیہ اس کے کرم کی انتہا نہیں پہونچ سکتا ہے۔ ایک شخص کی طرف توجہ دوسرے کی طرف سے رُخ موڑ نہیں سکتی ہے اور ایک آواز دوسری آواز سے غافل نہیں بنا سکتی ہے۔ اس کا عطیہ[1] چھین لینے سے مانع نہیں ہوتا ہے اور اس کا غضب رحمت سے مشغول نہیں کرتا ہے۔ رحمت عتاب سے غفلت میں نہیں ڈال دیتی ہے اور ہستی کا پوشیدہ ہونا ظہور سے مانع نہیں ہوتا ہے اور آثار کا ظہور ہستی کی پردہ داری کو نہیں روک سکتا ہے۔ وہ قریب ہو کر بھی دور ہے اور بلند ہو کر بھی نزدیک ہے۔ وہ ظاہر ہو کر بھی پوشیدہ ہے اور پوشیدہ ہو کر بھی ظاہر ہے۔ جزا دیتا ہے لیکن اسے جزا نہیں دی جاتی ہے۔ اس نے مخلوقات کو سوچ بچار کر کے نہیں بنایا ہے اور نہ خستگی کی بنا پر ان سے [illegible] دلی ہے۔

بندگانِ خدا! میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں کہ یہی ہر خیر کی زمام اور ہر نیکی کی بنیاد ہے۔ اس کے بندھنوں سے وابستہ ہو اور اس کے حقائق سے متمسک رہو۔ یہ تم کو راحت کی محفوظ منزلوں اور وسعت کے بہترین علاقوں تک پہونچا دے گا۔ تمھارے لئے محفوظ مقامات ہوں گے اور باعزت منازل۔ اس دن جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اطراف اندھیرا چھا جائے گا۔ [illegible]ٹیاں معطل کر دی جائیں گی اور صور پھونک دیا جائے گا۔ اس وقت سب کا دم نکل جائے گا اور ہر زبان گونگی ہو جائے گی۔ بلند ترین پہاڑ اور مضبوط ترین چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ پتھروں کی چٹانیں چمکدار سراب کی شکل میں تبدیل ہو جائیں گی اور ان کی منزل ایک صاف چٹیل میدان ہو جائے گی۔ نہ کوئی شفیع شفاعت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی دوست کام آنے والا ہوگا۔ اور نہ کوئی معذرت دفاع کرنے والی ہوگی۔

[1] جن لوگوں کے صفات و کمالات پر مزاج یا عادات کی حکمرانی ہوتی ہے۔ ان کے کمالات میں اس طرح کی یکسانیت پائی جاتی ہے کہ مہربان ہوتے ہیں تو مہربان ہی ہوتے ہیں اور غصہ ور ہوتے ہیں تو غصہ ور ہی ہوتے ہیں ـــ لیکن مالک کائنات کے اوصاف و کمالات اس سے بالکل مختلف ہیں۔ اس کے اوصاف و کمالات کا سرچشمہ اس کا مزاج یا اس کی طبیعت نہیں ہے ـــ بلکہ ان کا واقعی سرچشمہ اس کی حکمت اور مصلحت ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں عین ممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں مہربان بھی ہو اور غضب ناک بھی۔ نعمتیں عطا بھی کر رہا ہو اور سلب بھی کر رہا ہو۔ اس کے کمال کا ظہور بھی ہو اور پردہ بھی۔ وہ دور بھی نظر آئے اور قریب بھی۔ اس لئے کہ مصالح کا تقاضا ہمیشہ افراد کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے ـ ایک شخص کا کردار رحمت چاہتا ہے اور دوسرے کا غضب۔ ایک کے حق میں مصلحت عطا کر دینا ہے اور دوسرے کے حق میں چھین لینا۔ ایک جزا و انعام کا سزاوار ہے اور دوسرا سزا و عتاب کا حقدار ـــ تو حکیم علی الاطلاق کا فرض ہے کہ ایک ہی وقت میں ہر شخص کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جس کا وہ اہل ہے اور ایک برتاؤ اسے دوسرے برتاؤ سے غافل نہ بنا سکے۔

١٩٦

و من خطبة له (عليه السلام)

بعثة النبي (صلى الله عليه وآله)

بَعَثَهُ حِينَ لَا عَلَمٌ قَائِمٌ، وَلَا مَنَارٌ سَاطِعٌ، وَلَا مَنْهَجٌ وَاضِحٌ.

العظة بالزهد

أُوصِيكُمْ، عِبَادَ اللّٰهِ، بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَأُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا دَارُ شُخُوصٍ، وَمَحَلَّةُ تَنْغِيصٍ، سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ، وَقَاطِنُهَا بَائِنٌ، تَمِيدُ بِأَهْلِهَا مَيَدَانَ السَّفِينَةِ تَقْصِفُهَا الْعَوَاصِفُ فِي لُجَجِ الْبِحَارِ، فَمِنْهُمُ الْغَرِقُ الْوَبِقُ، وَمِنْهُمُ النَّاجِي عَلَى بُطُونِ الْأَمْوَاجِ، تَحْفِزُهُ الرِّيَاحُ بِأَذْيَالِهَا، وَتَحْمِلُهُ عَلَى أَهْوَالِهَا، فَمَا غَرِقَ مِنْهَا فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ، وَمَا نَجَا مِنْهَا فَإِلَى مَهْلَكٍ!

عِبَادَ اللّٰهِ، الْآنَ فَاعْلَمُوا، وَالْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ، وَالْأَعْضَاءُ لَدْنَةٌ، وَالْمُنْقَلَبُ (متقلّب) فَسِيحٌ، وَالْمَجَالُ عَرِيضٌ، قَبْلَ إِرْهَاقِ (ازهاق) الْفَوْتِ، وَحُلُولِ الْمَوْتِ. فَحَقِّقُوا عَلَيْكُمْ نُزُولَهُ، وَلَا تَنْتَظِرُوا قُدُومَهُ. [1]

١٩٧

و من كلام له (عليه السلام)

ينبه فيه على فضيلته لقبول قوله و امره و نهيه

وَلَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُونَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنِّي لَمْ أَرُدَّ عَلَى اللّٰهِ وَلَا عَلَى رَسُولِهِ سَاعَةً قَطُّ. وَلَقَدْ وَاسَيْتُهُ بِنَفْسِي فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِي تَنْكُصُ فِيهَا الْأَبْطَالُ، وَتَتَأَخَّرُ فِيهَا الْأَقْدَامُ، نَجْدَةً أَكْرَمَنِي اللّٰهُ بِهَا.

وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَعَلَى صَدْرِي. وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهُ فِي كَفِّي، فَأَمْرَرْتُهَا عَلَى وَجْهِي. وَلَقَدْ وُلِّيتُ غُسْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَالْمَلَائِكَةُ أَعْوَانِي، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَالْأَفْنِيَةُ: مَلَأٌ يَهْبِطُ، وَمَلَأٌ يَعْرُجُ، وَمَا فَارَقَتْ سَمْعِي هَيْنَمَةٌ مِنْهُمْ، يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى وَارَيْنَاهُ فِي ضَرِيحِهِ. فَمَنْ ذَا أَحَقُّ بِهِ مِنِّي حَيًّا وَمَيِّتًا؟ فَانْفُذُوا عَلَى بَصَائِرِكُمْ، وَلْتَصْدُقْ نِيَّاتُكُمْ

شخوص ۔ کوچ
بائن ۔ جدا
تمید ۔ حرکت کرتی ہے
تقصفہا ۔ توڑ دیتی ہیں
تحفز ۔ دفع کرتی ہیں
وبق ۔ ہلاک
لدن ۔ نرم
منقلب ۔ محل انقلاب
ارہاق ۔ گلے میں پھندہ پڑ جانا
مستحفظ ۔ امانتدار
مواساۃ ۔ ہمدردی
نکص ۔ رجوع
نجدہ ۔ شجاعت
افنیہ ۔ صحن خانہ
ہینمہ ۔ خاموش آواز
بصیرت ۔ عقل کی روشنی

[1] موت سے کس کو رستگاری ہے آج تم کل ہماری باری ہے ایسی حقیقت کی آمد کے بارے میں انسان مشکوک رہے اور اس کی آمد کا انتظار کرے تو اس سے بڑا جاہل کوئی نہیں ہے۔ موت برحق ہے۔ عمل لازم ہے اور توبہ ضروری ہے لہٰذا عمل اور توبہ کی طرف سبقت کرنے میں موت کا انتظار جہالت ہے۔

پروردگار نے آپ کو اس وقت
بندگانِ خدا! میں تمھیں تقویٰ
وہ بہرحال سفر کرنے والا ہے ا
دروں میں تند و تیز ہواؤں کی
ہوائیں انھیں اپنے دامن میں
نہیں جا سکتا اور جو بچ گیا
بندگانِ خدا! ابھی بات
وسیع اور کام کا میدان طو
موت کی آمد کو یقینی سمجھ لو اور

(جس میں پیغمبرا
اصحاب پیغمبرؐ میں شریعت
دیں میں نے پیغمبر اکرمؐ پر اپنی جا
جاتے ہیں۔ صرف اس بہادری
رسول اکرمؐ اس وقت دنیا
میں نے اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر
برپا تھا۔ ایک گروہ نازل ہ
یہاں تک کہ میں نے ہی حضرت
فیرتوں کے ساتھ اور صدق

ئے کائناتؐ کی پوری حیات ا
ئی موقع ایسا نہیں تھا جہاں آ
کا ثبوت نہ دیا ہو جس کی طر
آپ نے فرمایا کہ اس میں
اس کے بعد انتقال سے۔
ئے صحابۂ کرام دفن میں

مصادر خطبہ ۱۹۶ غرر الحکم آمدی ص ۸۷
مصادر خطبہ ۱۹۷ بحار الانوار کتاب الفتن ص ۳۴۲، غرر الحکم ص ۲۴۳

۱۹۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں سرکار دو عالمؐ کی مدح کی گئی ہے)

پروردگار نے آپ کو اس وقت مبعوث کیا جب نہ کوئی نشانِ ہدایت قائم رہ گیا تھا نہ کوئی منارۂ دین روشن تھا اور نہ کوئی راستہ واضح تھا۔

بندگانِ خدا! میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور دنیا سے ہوشیار کر رہا ہوں کہ یہ کوچ کا گھر اور بدمزگی کا علاقہ ہے۔ اس کا [ساکن] بہرحال سفر کرنے والا ہے اور اس کا مقیم بہرحال جدا ہونے والا ہے۔ یہ اپنے اہل کو لے کر اس طرح لرزتی ہے جس طرح گہرے [سمند]روں میں تند و تیز ہواؤں کی زد پر کشتیاں۔ کچھ لوگ غرق اور ہلاک ہو جاتے ہیں اور کچھ موجوں کے سہارے پر باقی رہ جاتے ہیں [ہو]ائیں انھیں اپنے دامن میں لئے پھرتی رہتی ہیں اور اپنی ہولناک منزلوں کی طرف لے جاتی رہتی ہیں۔ جو غرق ہو گیا وہ دوبارہ [نکا]لا نہیں جا سکتا اور جو بچ گیا ہے اس کا راستہ ہلاکت ہی کی طرف جا رہا ہے۔

بندگانِ خدا! ابھی بات کو سمجھ لو جب کہ زبانیں آزاد ہیں اور بدن صحیح و سالم ہیں۔ اعضاء میں لچک باقی ہے اور آنے جانے [کی ج]گہ وسیع اور کام کا میدان طویل و عریض ہے۔ قبل اس کے کہ موت نازل ہو جائے اور اجل کا پھندہ گلے میں پڑ جائے۔ اپنے [م]وت کی آمد کو یقینی سمجھ لو اور اس کے آنے کا انتظار نہ کرو (۵۱)

۱۹۷۔ آپ کا ارشاد گرامی
(جس میں پیغمبر اسلامؐ کے امر و نہی اور تعلیمات کو قبول کرنے کے ذیل میں فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے)

اصحاب پیغمبرؐ میں شریعت کے امانتدار افراد اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی خدا و رسولؐ کی بات کو رد نہیں [کیا] اور میں نے پیغمبر اکرمؐ پر اپنی جان ان مقامات پر قربان کی ہے جہاں بڑے بڑے بہادر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے قدم پیچھے [ہٹ] جاتے ہیں۔ صرف اس بہادری کی بنیاد پر جس سے پروردگار نے مجھے سرفراز فرمایا تھا۔

رسول اکرمؐ اس وقت دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جب ان کا سر میرے سینہ پر تھا اور ان کی روح اقدس میرے ہاتھوں پر جدا ہوئی تو میں نے اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر مل لیا۔ میں نے ہی آپ کو غسل دیا ہے جب ملائکہ میری امداد کر رہے تھے اور گھر کے اندر اور باہر ایک [کہ]رام برپا تھا۔ ایک گروہ نازل ہو رہا تھا اور ایک واپس جا رہا تھا۔ سب نماز جنازہ پڑھ رہے تھے اور میں مسلسل ان کی آوازیں سن رہا [تھا] یہاں تک کہ میں نے ہی حضرت کو سپرد لحد کیا ہے۔ تو اب بتاؤ کہ زندگی اور موت میں مجھ سے زیادہ ان سے قریب تر کون ہے؟ [اپ]نی بصیرتوں کے ساتھ اور صدق نیت کے اعتماد پر آگے بڑھو۔

[م]ولائے کائناتؑ کی پوری حیات اس ارشاد گرامی کا بہترین مرقع ہے جہاں ہجرت کی رات سے لے کر فتح مکہ تک اور اس کے بعد تبلیغ برائت [تک] کوئی موقع ایسا نہیں تھا جہاں آپ نے سرکار دو عالمؐ اور ان کے مقصد کی خاطر اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈال دیا ہو اور اس وحدت ذات و [صف]ات کا ثبوت نہ دیا ہو جس کی طرف خود حضرت نے میدان احد میں اشارہ کیا تھا جب جبرئیل امینؑ نے عرض کی کہ حضور علیؑ کی مواساۃ کو دیکھ رہے [ہیں]؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس میں حیرت کی بات کیا ہے "علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں"۔

اس کے بعد انتقال سے لے کر دفن کے آخری مرحلہ تک ہر قدم پر حضور کے امور کے ذمہ دار رہے جب کہ مورخین کے بیان کی بنا پر [بڑ]ے بڑے صحابۂ کرام دفن میں شرکت کی سعادت حاصل نہ کر سکے اور خلافت سازی کی مہم میں مصروف رہ گئے۔

فِي جِـهَادِ عَـدُوِّكُـمْ. فَـوَالَّـذي لاَإِلٰـهَ إِلَّا هُـوَ إِنِّي لَـعَلَىٰ جَـادَّةِ الْحَـقِّ، وَإِنَّهُـمْ لَـعَلَىٰ مَزَلَّةِ الْبَاطِلِ. أَقُولُ مَـا تَسْـمَعُونَ، وَأَسْـتَغْفِرُ اللّٰـهَ لِي وَلَكُـمْ!

۱۹۸

و من خطبة له ﴿ﷺ﴾

ينبه على احاطه علم اللّه بالجزئيات، ثم يحث على التقوى، ويبين فضل الإسلام و القرآن

يَـعْلَمُ عَـجِيجَ الْـوُحُوشِ فِي الْـفَلَوَاتِ، وَمَـعَاصِيَ الْـعِبَادِ فِي الْخَـلَوَاتِ، وَاخْـتِلَافَ النِّـينَانِ فِي الْـبِحَارِ الْـغَامِرَاتِ، وَتَـلَاطُمَ الْمَـاءِ بِـالرِّيَاحِ الْـعَاصِفَاتِ. وَأَشْهَـدُ أَنَّ مُحَـمَّداً نَجِـيبُ اللّٰـهِ، وَسَـفِيرُ وَحْـيِهِ، وَرَسُـولُ رَحْمَـتِهِ.

الوصية بالتقوى

أَمَّـا بَـعْدُ، فَـإِنِّي أُوصِـيكُمْ بِـتَقْوَىٰ اللّٰـهِ الَّـذِي ابْـتَدَأَ خَـلْقَكُمْ، وَإِلَـيْهِ يَكُـونُ مَـعَادُكُـمْ، وَبِـهِ نَجَـاحُ طَـلِبَتِكُمْ، وَإِلَـيْهِ مُـنْتَهَىٰ رَغْـبَتِكُمْ، وَنَحْـوَهُ قَـصْدُ سَـبِيلِكُمْ، وَإِلَـيْهِ مَـرَامِـي مَـفْزَعِكُمْ. فَـإِنَّ تَـقْوَىٰ اللّٰـهِ دَوَاءُ دَاءِ قُـلُوبِكُمْ، وَبَـصَرُ عَـمَىٰ أَفْـئِدَتِكُمْ، وَشِـفَاءُ مَـرَضِ أَجْسَـادِكُمْ (أجسامكم)، وَصَـلَاحُ فَسَـادِ صُـدُورِكُمْ، وَطُـهُورُ دَنَسِ أَنْـفُسِكُمْ، وَجِـلَاءُ عَشَـاءِ (غشاء) أَبْـصَارِكُمْ، وَأَمْـنُ فَـزَعِ جَأْشِكُـمْ، وَضِـيَاءُ سَـوَادِ ظُـلْمَتِكُمْ. فَـاجْعَلُوا طَـاعَةَ اللّٰـهِ شِـعَاراً دُونَ دِثَـارِكُمْ، وَدَخِـيلًا دُونَ شِـعَارِكُمْ، وَلَـطِيفاً بَـيْنَ أَضْـلَاعِكُمْ، وَأَمِـيراً (أمـراً) فَـوْقَ أُمُـورِكُمْ، وَمَـنْهَلًا لِحِـينِ وُرُودِكُـمْ، وَشَـفِيعاً لِـدَرَكِ طَـلِبَتِكُمْ، وَجُـنَّةً لِـيَوْمِ فَـزَعِكُمْ، وَمَـصَابِيحَ لِـبُطُونِ قُـبُورِكُمْ، وَسَكَـناً لِطُولِ وَحْشَـتِكُم، وَنَـفَساً لِكَـرْبِ مَـوَاطِـنِكُمْ. فَـإِنَّ طَـاعَةَ اللّٰـهِ حِـرْزٌ مِـنْ مَـتَالِفَ مُكْـتَنِفَةٍ، وَمَخَـاوِفَ مُـتَوَقَّعَةٍ، وَأُوَارِ نِـيرَانٍ مُـوقَدَةٍ. فَـمَنْ أَخَـذَ بِـالتَّقْوَىٰ عَـزَبَتْ عَـنْهُ الشَّـدَائِدُ بَـعْدَ دُنُـوِّهَا، وَاحْـلَوْلَتْ لَـهُ الْأُمُـورُ بَـعْدَ مَـرَارَتِهَـا، وَانْـفَرَجَتْ عَـنْهُ الْأَمْـوَاجُ بَـعْدَ تَـرَاكُـمِهَا، وَأَسْهَـلَتْ لَـهُ الصِّـعَابُ بَـعدَ إِنْـصَابِهَا، وَهَـطَلَتْ عَـلَيْهِ الْكَـرَامَـةُ بَـعْدَ قُـحُوطِهَا، وَتَحَـدَّبَتْ عَـلَيْهِ الرَّحْمَـةُ بَـعْدَ نُـفُورِهَا، وَتَـفَجَّرَتْ عَـلَيْهِ النِّعَمُ

مزلہ - لغزش کی جگہ
نینان - جمع نون - مچھلیاں
نجیب - منتخب
مرمی المفزع - پناہ گاہ
جائش - دل
شعار - بدن سے چپکا ہوا لباس
دثار - باہر کا لباس
منہل - چشمہ
درک - لاحق ہو جانا
طلبہ - مطلوب
جُنّہ - سپر
اوار - آگ کی حرارت اور شعلے
عزب - غائب ہو گیا
انصاب - تعب
تحدب علیہ - جھک گیا

(لے) انسانی زندگی کے یہی چند مراحل ہیں - ابتدا، انتہار، ضروریات، خواہشات، مقصد، پناہ گاہ۔ مولائے کائنات نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا ہے کہ یہ سارے مراحل پروردگار کے ہاتھوں میں ہیں لہٰذا اس سے ڈرنا تقاضائے عقل بھی ہے اور تقاضائے ہوش بھی۔

مصادر خطبہ ۱۹۸ تحف العقول ص۱۲۶، اصول کافی ۲ ص۴۹، ذیل الامالی قالی ص۱۷۱، قوت القلوب ابوطالب المکی ۱ ص۳۸۲، حلیۃ الاولیاء ابونعیم ص۲، ص۵، خصال صدوق ۱ ص۱۰۸

نے دشمن سے جہاد کرو قسم ہے اس پروردگار کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے کہ میں حق کے راستہ پر ہوں اور وہ لوگ باطل کی لغزشوں کی منزل
میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم سن رہے ہو اور میں اپنے اور تمہارے دونوں کے لئے خدا کی بارگاہ میں استغفار کر رہا ہوں۔

۱۹۸۔آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں خدا کے عالم جزئیات ہونے پر تاکید کی گئی ہے اور پھر تقویٰ پر آمادہ کیا گیا ہے)

وہ پروردگار صحراؤں میں جانوروں کی فریاد کو بھی جانتا ہے اور تنہائیوں میں بندوں کے گناہوں کو بھی۔ وہ گہرے سمندروں میں مچھلیوں
[کی آمد و رف]ت و آمد سے بھی باخبر ہے اور تیز و تند ہواؤں سے پیدا ہونے والے تلاطم سے بھی۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے منتخب بندہ۔ اس کی وحی کے سفیر اور اس کی رحمت کے رسول ہیں۔

امابعد! میں تم سب کو اسی خدا سے ڈرنے کی نصیحت کر رہا ہوں جس نے تمہاری خلقت کی ابتدا کی ہے اور اسی کی بارگاہ میں تمہیں پلٹ کر
[جانا] ہے۔ اسی کے ذریعہ تمہارے مقاصد کی کامیابی ہے اور اسی کی طرف تمہاری رغبتوں کی انتہا ہے۔ اسی کی سمت تمہارا سیدھا راستہ ہے اور
[اسی] کی طرف تمہاری فریادوں کا نشانہ ہے۔ (۵۱)

یہ تقویٰ الٰہی تمہارے دلوں کی بیماری کی دوا ہے اور تمہارے قلوب کے اندھے پن کی بصارت۔ یہ تمہارے جسموں کی بیماری کی شفا کا سامان
اور تمہارے سینوں کے فساد کی اصلاح۔ یہی تمہارے نفوس کی گندگی کی طہارت ہے اور یہی تمہاری آنکھوں کے چندھیانے کی جلا۔ اسی میں
[تمہا]رے دل کے اضطراب کا سکون ہے اور یہی زندگی کی تاریکیوں کی ضیا ہے۔ اطاعت خدا کو اندر کا شعار بناؤ صرف باہر کا نہیں اور اسے باطن میں
[داخل] کرو صرف ظاہر میں نہیں۔ اپنی پسلیوں کے درمیان سمو لو اور اپنے جملہ امور کا حاکم قرار دے دو۔ تشنگی میں ورود کے لئے چشمہ تصور کرو
[اور] منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے وسیلہ قرار دو۔ اپنے روز فزع کے لئے سپر بناؤ اور اپنی تاریک قبروں کے لئے چراغ۔ اپنی طولانی وحشت قبر
[کے] لئے مونس بناؤ اور اپنے رنج و غم کے مراحل کے لئے سہارا۔ اطاعت الٰہی تمام گھیرنے والے بربادی کے اسباب، آنے والے خوفناک مراحل اور
[بھڑک]تی ہوئی آگ کے شعلوں کے لئے حرز جان ہے۔ جس نے تقویٰ کو اختیار کر لیا اس کے لئے سختیاں قریب آکر دور چلی جاتی ہیں اور امور زندگی
[تلخی]وں کے بعد شیریں ہو جاتے ہیں۔ موجیں تہ بہ تہ ہو جانے کے بعد بھی ہٹ جاتی ہیں اور دشواریاں مشقتوں میں مبتلا کر دینے کے بعد بھی آسان ہو جاتی
[ہیں۔ ق]حط کے بعد کرامتوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے اور سحاب رحمت ہٹ جانے کے بعد پھر برسنے لگتا ہے اور نعمتوں کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

[اس] مقام پر مولائے کائنات نے اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہا ہے کہ تقویٰ کا فائدہ صرف آخرت تک محدود نہیں ہے کہ تم یہاں گناہوں سے پرہیز کرو۔ مالک وہاں تمہیں
[ج]ہنم سے محفوظ کر دے گا بلکہ یہ تقویٰ آخرت کے ساتھ دنیا کے ہر مرحلہ پر کام آنے والا ہے اور کسی مرحلہ پر انسان کو نظر انداز کرنے والا نہیں ہے۔ مشکلات سے نجات
[بھی] تقویٰ کا کارنامہ ہے اور طوفانوں کا مقابلہ اسی تقویٰ کی طاقت سے ہوتا ہے۔ رحمت کے چشمے اسی سے جاری ہوتے ہیں اور فضل و کرم کے بادل اسی کی برکت
[سے بر]ستے ہیں اور شاید یہ اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ انسانی زندگی کی ساری پریشانیاں اس کے اعمال کی کمزوریوں سے پیدا ہوتی ہیں، جب انسان تقویٰ کے
[ذریعہ] کردار کو مضبوط کر لے گا تو ہر پریشانی سے مقابلہ آسان ہو جائے گا۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ متقین کی زندگی میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے اور وہ چین اور سکون کی زندگی گذارتے ہیں۔ ایسا ہوتا تو صبر کا کوئی
[مقا]م نہ ہوتا اور متقین کا سلسلہ صابرین سے الگ ہو جاتا۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ تقویٰ صبر کا حوصلہ پیدا کرتا ہے اور تقویٰ کے ذریعہ مصائب سے مقابلہ
[کر]نے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی برکت سے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔

بَعْدَ نُضُوبِهَا، وَوَبَلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ بَعْدَ إِرْذَاذِهَا.

فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي نَفَعَكُمْ بِمَوْعِظَتِهِ، وَوَعَظَكُمْ بِرِسَالَتِهِ، وَامْتَنَّ عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِهِ. فَعَبِّدُوا أَنْفُسَكُمْ لِعِبَادَتِهِ[1]، وَاخْرُجُوا إِلَيْهِ مِنْ حَقِّ طَاعَتِهِ.

فضل الاسلام

ثُمَّ إِنَّ هٰذَا الْإِسْلَامَ دِينُ اللّٰهِ الَّذِي اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، وَاصْطَنَعَهُ عَلَىٰ عَيْنِهِ، وَأَصْفَاهُ خِيَرَةَ خَلْقِهِ، وَأَقَامَ دَعَائِمَهُ عَلَىٰ مَحَبَّتِهِ. أَذَلَّ الْأَدْيَانَ بِعِزَّتِهِ، و وَضَعَ الْمِلَلَ بِرَفْعِهِ، وَأَهَانَ أَعْدَاءَهُ بِكَرَامَتِهِ، وَخَذَلَ مُحَادِّيهِ بِنَصْرِهِ، وَهَدَمَ أَرْكَانَ الضَّلَالَةِ بِرُكْنِهِ. وَسَقَىٰ مَنْ عَطِشَ مِنْ حِيَاضِهِ، وَأَتْأَقَ الْحِيَاضَ بِمَوَاتِحِهِ. ثُمَّ جَعَلَهُ لَا انْفِصَامَ لِعُرْوَتِهِ، وَلَا فَكَّ لِحَلْقَتِهِ، وَلَا انْهِدَامَ لِأَسَاسِهِ، وَلَا زَوَالَ لِدَعَائِمِهِ، وَلَا انْقِلَاعَ لِشَجَرَتِهِ، وَلَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهِ، وَلَا عَفَاءَ لِشَرَائِعِهِ، وَلَا جَذَّ (جدّ) لِفُرُوعِهِ، وَلَا ضَنْكَ لِطُرُقِهِ، وَلَا وُعُوثَةَ لِسُهُولَتِهِ، وَلَا سَوَادَ لِوَضَحِهِ، وَلَا عِوَجَ لِانْتِصَابِهِ، وَلَا عَصَلَ فِي عُودِهِ، وَلَا وَعَثَ لِفَجِّهِ، وَلَا انْطِفَاءَ لِمَصَابِيحِهِ، وَلَا مَرَارَةَ لِحَلَاوَتِهِ. فَهُوَ دَعَائِمُ أَسَاخَ فِي الْحَقِّ أَسْنَاخَهَا، وَثَبَّتَ لَهَا آسَاسَهَا، وَيَنَابِيعُ غَزُرَتْ عُيُونُهَا، وَمَصَابِيحُ شَبَّتْ نِيرَانُهَا، وَمَنَارٌ اقْتَدَىٰ بِهَا سُفَّارُهَا، وَأَعْلَامٌ قُصِدَ بِهَا فِجَاجُهَا، وَمَنَاهِلُ رَوِيَ بِهَا وُرَّادُهَا. جَعَلَ اللّٰهُ فِيهِ مُنْتَهَىٰ رِضْوَانِهِ، وَذِرْوَةَ دَعَائِمِهِ، وَسَنَامَ طَاعَتِهِ؛ فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ وَثِيقُ الْأَرْكَانِ، رَفِيعُ الْبُنْيَانِ، مُنِيرُ الْبُرْهَانِ، مُضِيءُ النِّيرَانِ، عَزِيزُ السُّلْطَانِ، مُشْرِفُ (مشرق) الْمَنَارِ، مُعْوِذُ الْمَثَارِ (المثال). فَشَرِّفُوهُ وَاتَّبِعُوهُ

نضوب - خشک ہوجانا
ارذاذ - ہلکی بارش
محادّ - شدید مخالف
رکن - عزت
اتاق - بھردیا
مواتح - جمع ماتح - پانی کھینچنے والا
عفا - مٹ جانا
جذ - کاٹ دینا
ضنک - تنگی
وعوثۃ - نرمی
وضح - سفیدۂ سحر
عصل - کجی
وعث طریق - دشواری سفر
فج - وسیع راستہ
اساخ - ثابت کردیا
اسناخ - اصول
شبت - بھڑک اٹھی
سفّار - مسافرین
اعلام - سنگ میل
مشرف - بلند
معوذ المثار - تباہی میں پناہ دینے والا

[1] تعبید طریق عربی زبان میں راستہ کے ہموار کرنے کو کہا جاتا ہے اور اسلام میں عبادت کا واقعی تصور یہی ہے کہ زندگی کی راہ احکام الٰہی کے لئے اس طرح ہموار ہو جائے کہ انسان کسی طرح کی تنگی اور دشواری کا احساس نہ کرے اور بندگی پروردگار میں اس طرح فرحت اور سرور کا احساس کرے جس طرح ہموار راستہ پر سفر کرنے میں محسوس قرآن مجید نے ایمان کے بارے میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر اختلاف میں پیغمبر اسلام سے فیصلہ کرایا جائے اور پھر ان کے فیصلہ کے خلاف کسی طرح کی تنگی نفس کا احساس نہ ہو کہ تنگی کا احساس ایمان اور بندگی دونوں کے خلاف ہے۔

ار کی کمی کے بعد برکت کی برسات شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ سے ڈرو جس نے تمھیں نصیحت سے فائدہ پہونچایا ہے اور اپنے پیغام کے ذریعہ نصیحت کی ہے اور اپنی نعمت سے احسان کیا ہے۔ اپنے نفس کو اس کی عبادت کے لئے ہموار کرو اور اس کے حق کی اطاعت سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرو۔

اس کے بعد یاد رکھو کہ یہ اسلام وہ دین ہے جسے مالک نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور اپنی نگاہوں میں اس کی دیکھ بھال ے اور اسے بہترین خلائق کے حوالہ کیا ہے اور اپنی محبت پر اس کے ستونوں کو قائم کیا ہے۔ اس کی عزت کے ذریعہ ادیان کو سرنگوں کیا ور اس کی بلندی کے ذریعہ ملتوں کی پستی کا اظہار کیا ہے۔ اس کے دشمنوں کو اس کی کرامت کے ذریعہ ذلیل کیا ہے اور اس سے مقابلہ ے والوں کو اس کی نصرت کے ذریعہ رسوا کیا ہے۔ اس کے رکن کے ذریعہ ضلالت کے ارکان کو منہدم کیا ہے اور اس کے حوض سے ن کو سیراب کیا ہے اور پھر پانی الچنے والوں کے ذریعہ ان حوضوں کو بھر دیا ہے۔

اس کے بعد اس دین کو ایسا بنا دیا ہے کہ اس کے بندھن ٹوٹ نہیں سکتے ہیں۔ اس کی کڑیاں کھل نہیں سکتی ہیں۔ اس کی بنیاد منہدم ہو سکتی ہے۔ اس کے ستون گر نہیں سکتے ہیں۔ اس کا درخت اکھڑ نہیں سکتا ہے۔ اس کی مدت تمام نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کے آثار نہیں سکتے ہیں۔ اس کی شاخیں کٹ نہیں سکتی ہیں۔ اس کے راستے تنگ نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس کی آسانیاں دشوار نہیں ہو سکتی اس کی سفیدی میں سیاہی نہیں ہے اور اس کی استقامت میں کجی نہیں ہے۔ اس کی لکڑی ٹیڑھی نہیں ہے اور اس کی وسعت شواری نہیں ہے۔ اس کا چراغ بجھ نہیں سکتا ہے اور اس کی حلاوت میں تلخی نہیں آسکتی ہے۔ اس کے ستون ایسے ہیں جن کے حق کی زمین میں نصب کیے گئے ہیں اور پھر اس کی اساس کو پائیدار بنایا گیا ہے۔ اس کے چشموں کا پانی کم نہیں ہو سکتا ہے س کے چراغوں کی لو مدھم نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کے مناروں سے راہ گیر ہدایت پاتے ہیں اور اس کے نشانات کو راہوں میں منزل بنایا جاتا ہے۔ اس کے چشموں سے پیاسے سیراب ہوتے ہیں اور پروردگار نے اس کے اندر اپنی رضا کی انتہائی ۔ اپنے بلند ترین ارکان اور اپنی اطاعت کا عروج قرار دیا ہے۔ یہ دین اس کے نزدیک مستحکم ارکان والا، بلند ترین بنیاد والا ۔ دلائل والا۔ روشن ضیاؤں والا۔ غالب سلطنت والا۔ بلند مینار والا اور ناممکن تباہی والا ہے۔

اس کے شرف کا تحفظ کرو۔ اس کے احکام کا اتباع کرو

ین اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس کے قوانین خالق کائنات نے بنائے ہیں اور ہر قانون کو فطرت بشر سے ہم آہنگ بنایا ہے۔ اس نے شریع میں اپنے محبوب ترین بندہ کو بھی دخیل نہیں کیا ہے اور نہ کسی کو اس کے قوانین میں ترمیم کرنے کا حق دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو قانون خالق و مالک لم و کمال کے نتیجہ میں منظر عام پر آئے گا اس کی بقا کی ضمانت اس کے دفعات کے اندر رہی ہو گی اور جب تک یہ کائنات باقی رہے گی اس کے ت میں تغیر و تبدل کی ضرورت نہ ہو گی۔

اسلام کے دین پسندیدہ ہونے ہی کا اثر ہے کہ اس کے سامنے تمام ادیان عالم حقیر اور اس کے مقابلہ میں تمام دشمنانِ مذہب ذلیل ہیں۔ مالک نے اس کی بنیاد محبت ی ہے اور اس کی اساس رحمت اور ربوبیت کو قرار دیا ہے۔ اس کا تسلسل ناقابل اختتام ہے اور اس کے حلقے ناقابل انفصام۔

اسی میں انسانیت کی پیاس بجھانے کا سامان ہے اور اسی میں طالبانِ ہدایت کے لئے بہترین وسیلۂ رہنمائی ہے۔ رضائے الٰہی کا سامان یہی ہے اور پروردگار کا بہترین مرقع یہی دین و مذہب ہے۔ اس کے بغیر ہدایت کا تصور مہمل ہے اور اس کے علاوہ ہر دین ناقابلِ قبول ہے۔

وَأَدُّوا إِلَـيْهِ حَـقَّهُ، وَضَـعُوهُ مَـوَاضِـعَهُ.

الرسول الاعظم (ﷺ)

ثُمَّ إِنَّ اللّٰـهَ سُـبْحَانَهُ بَـعَثَ مُحَـمَّداً صَـلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَ آلِـهِ بِـالْحَقِّ حِـينَ دَنَـا مِـنَ الدُّنْـيَا الانْـقِطَاعُ، وَأَقْـبَلَ مِـنَ الآخِـرَةِ الاطِّـلَاعُ، وَ أَظْـلَمَتْ بَهْـجَتُهَا بَـعْدَ إِشْرَاقٍ، وَ قَـامَتْ بِأَهْـلِهَا عَـلَى سَـاقٍ، وَ خَشُـنَ مِـنْهَا مِـهَادٌ، وَ أَزِفَ مِـنْهَا قِـيَادٌ، فِي انْـقِطَاعٍ مِـنْ مُـدَّتِهَا، وَاقْـتِرَابٍ مِـنْ أَشْرَاطِـهَا، وَ تَـصَرُّمٍ مِـنْ أَهْـلِهَا، وَانْـفِصَامٍ مِـنْ حَـلْقَتِهَا، وَانْـتِشَارٍ مِـنْ سَـبَبِهَا، وَ عَـفَاءٍ مِـنْ أَعْـلَامِهَا، وَ تَكَشُّـفٍ مِـنْ عَـوْرَاتِهَـا، وَ قِصَرٍ مِنْ طُولِهَا.

جَـعَلَهُ اللّٰـهُ بَـلَاغاً لِـرِسَالَتِهِ، وَ كَـرَامَـةً لِأُمَّـتِهِ، وَ رَبِـيعاً لِأَهْـلِ زَمَـانِهِ، وَ رِفْـعَةً لِأَعْـوَانِـهِ، وَ شَرَفاً لِأَنْـصَارِهِ.

القرآن الكريم

ثُمَّ أَنْـزَلَ عَـلَيْهِ الْكِـتَابَ نُـوراً لَا تُـطْفَأُ مَـصَابِيحُهُ، وَ سِرَاجاً لَا يَخْـبُو تَـوَقُّدُهُ، وَ بَحْـراً لَا يُـدْرَكُ قَـعْرُهُ، وَ مِـنْهَاجاً لَا يُـضِلُّ نَهْـجُهُ، وَ شُـعَاعاً لَا يُـظْلِمُ ضَـوْؤُهُ، وَ فُـرْقَاناً لَا يُخْـمَدُ بُـرْهَانُهُ، وَ تِـبْيَاناً لَا تُهْـدَمُ (تـنهدم) أَرْكَـانُهُ، وَ شِـفَاءً لَا تُخْـشَى أَسْـقَامُهُ، وَ عِـزّاً لَا تُهْـزَمُ أَنْـصَارُهُ، وَ حَـقّاً لَا تُخْـذَلُ أَعْـوَانُـهُ. فَـهُوَ مَـعْدِنُ الْإِيمَـانِ وَ بُحْـبُوحَتُهُ، وَ يَـنَابِيعُ الْـعِلْمِ وَ بُحُـورُهُ، وَ رِيَـاضُ الْـعَدْلِ وَ غُـدْرَانُـهُ، وَ أَثَـافِيُّ الْإِسْـلَامِ وَ بُـنْيَانُهُ، وَ أَوْدِيَـةُ الْحَـقِّ وَ غِـيطَانُهُ. وَ بَحْـرٌ لَا يَـنْزِفُهُ الْمُسْـتَنْزِفُونَ، وَ عُـيُونٌ لَا يُـنْضِبُهَا الْمَـاتِحُونَ، وَ مَـنَاهِلُ لَا يَـغِيضُهَا الْـوَارِدُونَ، وَ مَـنَازِلُ لَا يَـضِلُّ نَهْـجَهَا الْمُسَـافِرُونَ، وَ أَعْـلَامٌ لَا يَـعْمَى عَـنْهَا السَّـائِرُونَ، وَ آكَـامٌ (امـام) لَا يَجُـوزُ عَـنْهَا الْـقَاصِدُونَ. جَـعَلَهُ اللّٰـهُ رِيّاً لِـعَطَشِ الْـعُلَمَاءِ، وَرَبِـيعاً لِـقُلُوبِ الْـفُقَهَاءِ، وَ مَحَـاجَّ

اطلاع۔ آمد
خشونت۔ سختی
مہاد۔ گہوارہ
ازوف۔ قربت
اشراط۔ جمع شرط۔ علامات
تصرم۔ گذر جانا
انفصام۔ جدا ہوجانا
عفاء۔ محو ہوجانا
خبت النار۔ آگ بجھ گئی
منہاج۔ واضح راستہ
نہج۔ سلوک
بحبوحہ۔ وسط
ریاض۔ جمع روضہ۔ باغ
غدران۔ جمع غدیر۔ تالاب
اثافی۔ جمع اثفیہ۔ جس پتھر پہ دیگ رکھی جائے
غیطان۔ ہموار زمین
نزف۔ خشک ہوجانا
نضب۔ کم ہوجانا
ماتح۔ پانی نکالنے والا
مناہل۔ چشمے
غیض۔ نقص
آکام۔ جمع اکمہ۔ ٹیلہ
لایجوز عنہا۔ آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں
محاج۔ جمع محجہ۔ وسط راہ

اس کے حق کو ا
اس کے
دنیا کا اجالا اند
اور وہ فنا کے ہا
قریب آگئے۔ ا
عیب کھلنے لگے
اللہ نے
افراد کی شرافت
اس کے
ہے جس کی تھاہ
اور ایسا حق و با
ہیں بیماری کا کو
یہ ایمان
ایمان ہے۔ یہ و
ہے جس پروار
ہے جو راہ گیروں
پروردگار

نہ کتنا حسین دور تھ
تھے اور زمین و آسم
اپنی زمام قیادت ج
ایسے حالات
کرم تھا کہ اس نے ر
تھا اور جس کی روش
ایمان کا برہان بھی
اسے ما کا
اس کی تسکین کا
اخذ کیے جائیں جن

حق کو ادا کرو اور اسے اس کی واقعی منزل پر قرار دو۔

اس کے بعد مالک نے حضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا جب دنیا فنا کی منزل سے قریب تر ہوگئی اور آخرت سر پر منڈلانے لگی اجالا اندھیروں میں تبدیل ہونے لگا اور وہ اپنے چاہنے والوں کے لئے ایک مصیبت بن کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا فرش کھردرا ہوگیا فنا کے ہاتھوں میں اپنی مہار دینے کے لئے تیار ہوگئی۔ اس طرح کہ اس کی مدت خاتمہ کے قریب پہونچ گئی۔ اس کی فنا کے آثار آگئے۔ اس کے اہل ختم ہونے لگے۔ اس کے حلقے ٹوٹنے لگے۔ اس کے اسباب منتشر ہونے لگے۔ اس کے نشانات مٹنے لگے، اس کے عیب کھلنے لگے اور اس کے دامن سمٹنے لگے۔

اللہ نے انھیں پیغام رسانی کا وسیلہ۔ امت کی کرامت۔ اہل زمانہ کی بہار، اعوان و انصار کی بلندی کا ذریعہ اور یار و مددگار کی شرافت کا واسطہ قرار دیا ہے۔

اس کے بعد ان پر اس کتاب کو نازل کیا جس کی قندیل بجھ نہیں سکتی ہے اور جس کے چراغ کی لو مدھم نہیں پڑ سکتی ہے وہ ایسا سمندر جس کی تھاہ مل نہیں سکتی ہے اور ایسا راستہ ہے جس پر چلنے والا بھٹک نہیں سکتا ہے۔ ایسی شعاع جس کی ضو تاریک نہیں ہوسکتی ہے ایسا حق و باطل کا امتیاز جس کا برہان کمزور نہیں ہوسکتا ہے۔ ایسی وضاحت جس کے ارکان منہدم نہیں ہوسکتے ہیں اور ایسی شفا جس بیماری کا کوئی خوف نہیں ہے۔ ایسی عزت جس کے انصار پسپا نہیں ہوسکتے ہیں اور ایسا حق جس کے اعوان بے یار و مددگار نہیں چھوڑے جاسکتے ہیں۔

یہ ایمان کا معدن و مرکز۔ علم کا چشمہ اور سمندر، عدالت کا باغ اور حوض، اسلام کا سنگ بنیاد اور اساس، حق کی وادی اور اس کا ہموار میدان ہے۔ یہ وہ سمندر ہے جسے پانی نکالنے والے ختم نہیں کرسکتے ہیں اور وہ چشمہ ہے جسے اپلنے والے خشک نہیں کرسکتے ہیں۔ وہ گھاٹ جس پر وارد ہونے والے اس کا پانی کم نہیں کرسکتے ہیں اور وہ منزل ہے جس کی راہ پر چلنے والے مسافر بھٹک نہیں سکتے ہیں۔ وہ نشان منزل ہے جو راہ گیروں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا ہے اور وہ ٹیلہ ہے جس کا تصور کرنے والے آگے نہیں جاسکتے ہیں۔

پروردگار نے اسے علماء کی سیرابی کا ذریعہ۔ فقہاء کے دلوں کی بہار۔ صلحاء کے راستوں کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے۔

وہ کتنا حسین دور تھا جب انبیاء کرام کا سلسلہ قائم تھا۔ کتابیں اور صحیفے نازل ہو رہے تھے۔ مبلغین دین و مذہب اپنے کردار سے انسانیت کی رہنمائی کر رہے تھے اور زمین و آسمان کے رشتے جڑے ہوئے تھے پھر یکبارگی فترت کا زمانہ آگیا اور یہ سارے سلسلے ٹوٹ گئے۔ دنیا پر جاہلیت کا اندھیرا چھا گیا اور انسانیت نے اپنی زمام قیادت جہل و جاہلیت کے حوالہ کردی۔

ایسے حالات میں اگر سرکار دوعالمؐ کا ورود نہ ہوتا تو یہ دنیا گھٹا ٹوپ اندھیروں ہی کی نذر ہوجاتی اور انسانیت کو کوئی راستہ نظر نہ آتا لیکن یہ مالک کا کرم تھا کہ اس نے رحمۃ للعالمین کو بھیج دیا اور اندھیری دنیا کو پھر دوبارہ نور رسالت سے منور کردیا۔ اور آپ کے ساتھ ایک نور اور نازل کردیا جس کا نام قرآن مبین تھا اور جس کی روشنی ناقابل اختتام تھی۔ یہ بیک وقت دستور بھی تھا اور اعجاز بھی۔ سمندر بھی تھا اور چراغ بھی۔ حق و باطل کا فرقان بھی تھا اور دین و ایمان کا برہان بھی۔ اس میں ہر مرض کا علاج بھی تھا اور ہر بیماری کا مداوا بھی۔

اسے مالک نے سیرابی کا ذریعہ بھی بنایا تھا اور دلوں کی بہار بھی۔ نشان راہ بھی قرار دیا تھا اور منزل مقصود بھی۔ جو شخص جس نقطۂ نگاہ سے دیکھے اس کی تسکین کا سامان قرآن حکیم میں موجود ہے اور ایک کتاب ساری کائنات جن و انس کی ہدایت کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اس کے مطالب ان لوگوں سے اخذ کئے جائیں جنھیں راسخون فی العلم بنایا گیا ہے اور جن کے علم قرآن کی ذمہ داری مالک کائنات نے لی ہے۔

لِطُرُقِ الصُّلَحَاءِ، وَدَوَاءٌ لَيْسَ بَعْدَهُ دَاءٌ،
وَنُوراً لَيْسَ مَعَهُ ظُلْمَةٌ، وَحَبْلاً وَثِيقاً عُرْوَتُهُ، وَمَعْقِلاً مَنِيعاً ذِرْوَتُهُ، وَ عِزّاً لِمَنْ تَوَلَّاهُ، وَسِلْماً لِمَنْ دَخَلَهُ، وَ هُدىً لِمَنِ ائْتَمَّ بِهِ، وَعُذْراً لِمَنِ انْتَحَلَهُ، وَ بُرْهَاناً لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَ شَاهِداً لِمَنْ خَاصَمَ بِهِ، وَ فَلْجاً لِمَنْ حَاجَّ بِهِ، وَ حَامِلاً لِمَنْ حَمَلَهُ، وَ مَطِيَّةً لِمَنْ أَعْمَلَهُ، وَ آيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَجُنَّةً لِمَنِ اسْتَلْأَمَ، وَ عِلْماً لِمَنْ وَعَى، وَحَدِيثاً لِمَنْ رَوَى، وَحُكْماً لِمَنْ قَضَى.

۱۹۹

و من خطبة له (عليه السلام)

كان يوصي به أصحابه

تَعَاهَدُوا أَمْرَ الصَّلَاةِ، وَحَافِظُوا عَلَيْهَا، وَاسْتَكْثِرُوا مِنْهَا، وَتَقَرَّبُوا بِهَا، فَإِنَّهَا «كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَوْقُوتاً». أَلَا تَسْمَعُونَ إِلَى جَوَابِ أَهْلِ النَّارِ حِينَ سُئِلُوا: «مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ؟ قَالُوا: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ». وَإِنَّهَا لَتَحُتُّ الذُّنُوبَ حَتَّ الْوَرَقِ، وَتُطْلِقُهَا إِطْلَاقَ الرِّبَقِ، وَشَبَّهَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِالْحَمَّةِ (الجمّة) تَكُونُ عَلَى بَابِ الرَّجُلِ، فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ، فَمَا عَسَى أَنْ يَبْقَى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ؟ وَقَدْ عَرَفَ حَقَّهَا رِجَالٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ لَا تَشْغَلُهُمْ عَنْهَا زِينَةُ مَتَاعٍ، وَلَا قُرَّةُ عَيْنٍ مِنْ وَلَدٍ وَلَا مَالٍ. يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: «رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ». وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ نَصِباً بِالصَّلَاةِ بَعْدَ التَّبْشِيرِ لَهُ بِالْجَنَّةِ لِقَوْلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ: «وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا»، فَكَانَ يَأْمُرُ بِهَا أَهْلَهُ وَيَصْبِرُ عَلَيْهَا نَفْسَهُ.

الزكاة

ثُمَّ إِنَّ الزَّكَاةَ جُعِلَتْ مَعَ الصَّلَاةِ قُرْبَاناً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ. فَمَنْ أَعْطَاهَا طَيِّبَ النَّفْسِ بِهَا، فَإِنَّهَا تُجْعَلُ لَهُ كَفَّارَةً، وَمِنَ النَّارِ حِجَازاً (حجاباً) وَوِقَايَةً. فَلَا يُتْبِعَنَّهَا أَحَدٌ نَفْسَهُ، وَلَا يُكْثِرَنَّ عَلَيْهَا لَهَفَهُ. فَإِنَّ مَنْ أَعْطَاهَا غَيْرَ طَيِّبِ النَّفْسِ بِهَا، يَرْجُو بِهَا مَا هُوَ أَفْضَلُ مِنْهَا، فَهُوَ جَاهِلٌ بِالسُّنَّةِ، مَغْبُونُ الْأَجْرِ، ضَالُّ الْعَمَلِ، طَوِيلُ النَّدَمِ.

الأمانة

فَلَج - کامیابی
جُنّۃ - سپر
اِستلأم - زرہ پہن لی
قضیٰ - فیصلہ کیا
حَتّ - گرنا
رِبَق - رسی
حَمّۃ - گرم
نَصِب - تعب
مغبون - خسارہ والا

(۱) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نماز ادا کرنے والا گناہوں کی طرف سے بالکل آسودہ ہو جائے کہ نماز انھیں بہرحال ختم کر دے گی اور اس طرح انسان ایک نماز سے دس طرح کے گناہوں کا جواز حاصل کر لے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ نماز انسان کو گناہوں سے روک دیتی ہے اور نماز کے احکام پر نظر کرنے والا اور اسے اخلاص نیت سے ادا کرنے والا ہر طرح کے گناہ سے خود بخود نجات حاصل کر لیتا ہے اور یہی معنی ہیں اس کے گناہوں کو پتوں کی طرح گرا دینے اور اڑا دینے کے۔ ورنہ حقوق العباد کے نماز یا کسی بھی عمل سے ساقط ہو جانے کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۹۹ کافی کتاب الجہاد ۵ ص۳۶، بحار الانوار کتاب الفتن

ہے جس کے بعد کوئی مرض نہیں رہ سکتا اور وہ نور ہے جس کے بعد کسی ظلمت کا امکان نہیں ہے۔ وہ ریسمان ہے جس کے حلقے مستحکم ہیں۔
وہ پناہ گاہ ہے جس کی بلندی محفوظ ہے۔ چاہنے والوں کے لئے عزت، داخل ہونے والوں کے لئے سلامتی۔ اقتدار کرنے والوں کے لئے ہدایت،
عمل کرنے والوں کے لئے حجت، بولنے والوں کے لئے برہان اور مناظرہ کرنے والوں کے لئے شاہد ہے۔ بحث کرنے والوں کی کامیابی کا ذریعہ،
والوں کے لئے بوجھ بٹانے والا۔ عمل کرنے والوں کے لئے بہترین سواری، حقیقت شناسوں کے لئے بہترین نشانی اور اسلحہ سجنے والوں کے لئے
سپر ہے۔ فکر کرنے والوں کے لئے علم اور روایت کرنے والوں کے لئے حدیث اور قضاوت کرنے والوں کے لئے قطعی حکم اور فیصلہ ہے۔

۱۹۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس کی اصحاب کو وصیت فرمایا کرتے تھے)

دیکھو نماز کی پابندی اور اس کی نگہداشت کرو۔ زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھو اور اسے تقرب الٰہی کا ذریعہ قرار دو کہ یہ صاحبان ایمان
پر وقت کی پابندی کے ساتھ واجب کی گئی ہے۔ کیا تم نے اہل جہنم کا جواب نہیں سنا ہے کہ جب ان سے سوال کیا جائے گا کہ تمہیں کس چیز نے
جہنم تک پہونچا دیا ہے تو کہیں گے کہ ہم نمازی نہیں تھے۔ یہ نماز گناہوں کو اسی طرح جھاڑ دیتی ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور اسی
طرح گناہوں سے آزادی دلا دیتی ہے جس طرح جانور آزاد کئے جاتے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے اسے اس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے جو انسان کے دروازہ پر ہو
اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔ ظاہر ہے کہ اس پر کسی کثافت کے باقی رہ جانے کا امکان نہیں رہ جاتا ہے۔
اس کے حق کو واقعاً ان صاحبانِ ایمان نے پہچانا ہے جنہیں زینت متاع دنیا یا تجارت اور کاروبار کوئی شے بھی یاد خدا اور نماز و زکوٰۃ سے غافل نہیں
کر سکی ہے۔ رسول اکرمؐ اس نماز کے لئے اپنے کو زحمت میں ڈالتے تھے حالانکہ انھیں جنت کی بشارت دی جا چکی تھی اس لئے کہ پروردگار نے فرما دیا تھا کہ اپنے
اہل کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو تو آپ اپنے اہل کو حکم بھی دیتے تھے اور خود زحمت[1] بھی برداشت کرتے تھے۔
اس کے بعد زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ[2] مسلمانوں کے لئے وسیلۂ تقرب قرار دیا گیا ہے۔ جو اسے طیب خاطر سے ادا کر دے گا اس کے گناہوں کے لئے یہ
کفارہ بن جائے گی اور اسے جہنم سے بچا لے گی۔ خبردار کوئی شخص اسے ادا کرنے کے بعد اس کے بارے میں فکر نہ کرے اور نہ اس کا افسوس کرے کہ
جو طیب نفس کے بغیر ادا کرنے والا اور پھر اس سے بہتر اجر و ثواب کی امید کرنے والا سنت سے بے خبر اور اجر و ثواب کے اعتبار سے خسارہ میں ہے،
اس کا عمل برباد ہے اور اس کی ندامت دائمی ہے۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے نماز قائم کرنے کی راہ میں بے پناہ زحمتوں کا سامنا کیا ہے۔ رات رات بھر مصلیٰ پر قیام کیا ہے اور طرح طرح کی
دشمنوں کی اذیتوں کو برداشت کیا ہے لیکن مالک کائنات نے اس کا اجر بھی بے حساب عنایت کیا ہے کہ نماز سرکار کی یاد کا بہترین ذریعہ بن گئی ہے اور اس کے ذریعہ
سرکار کی شخصیت اور رسالت کو ابدی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ نمازی اذان و اقامت ہی سے سرکار کا کلمہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے اور پھر تشہد و سلام تک یہ
سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس طرح تمام امتوں کا رشتہ ان کے پیغمبروں سے ٹوٹ چکا ہے لیکن امت اسلامیہ کا رشتہ سرکار دو عالمؐ سے نہیں ٹوٹ سکتا ہے اور
یہ نماز برابر آپ کی یاد کو زندہ رکھے گی اور مسلمانوں کو حسن کردار کی دعوت دیتی رہے گی۔

[2] زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ بیان کرنے کا ظاہری فلسفہ یہ ہے کہ نماز عبد و معبود کے درمیان کا رشتہ ہے اور زکوٰۃ بندوں اور بندوں کے درمیان کا تعلق ہے
اور اس طرح اسلام کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے کہ مسلمان اپنے مالک کی اطاعت بھی کرتا ہے اور اپنے بنی نوع کے کمزور افراد کا خیال بھی رکھتا ہے اور ان کی شرکت کے
بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا ہے۔

ثُمَّ أَدَاءَ الْأَمَانَةِ، فَقَدْ خَابَ مَنْ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهَا. إِنَّهَا[1] عُرِضَتْ عَلَى السَّمَاوَاتِ الْمَبْنِيَّةِ، وَالْأَرَضِينَ الْمَدْحُوَّةِ، وَالْجِبَالِ ذَاتِ الطُّولِ الْمَنْصُوبَةِ، فَلَا أَطْوَلَ وَلَا أَعْرَضَ، وَلَا أَعْلَى وَلَا أَعْظَمَ مِنْهَا. وَلَوِ امْتَنَعَ شَيْءٌ بِطُولٍ أَوْ عَرْضٍ أَوْ قُوَّةٍ أَوْ عِزٍّ لَامْتَنَعْنَ وَلٰكِنْ أَشْفَقْنَ مِنَ الْعُقُوبَةِ، وَعَقَلْنَ مَا جَهِلَ مَنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُنَّ، وَهُوَ الْإِنْسَانُ، «إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً».

علم الله تعالى

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مَا الْعِبَادُ مُقْتَرِفُونَ فِي لَيْلِهِمْ وَنَهَارِهِمْ. لَطُفَ بِهِ خُبْراً، وَأَحَاطَ بِهِ عِلْماً. أَعْضَاؤُكُمْ شُهُودُهُ، وَجَوَارِحُكُمْ جُنُودُهُ، وَضَمَائِرُكُمْ عُيُونُهُ، وَخَلَوَاتُكُمْ عِيَانُهُ.

٢٠٠
و من كلام له (عليه السلام)
في معاوية

وَاللّٰهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِأَدْهَى مِنِّي، وَلٰكِنَّهُ يَغْدِرُ وَيَفْجُرُ. وَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ أَدْهَى النَّاسِ، وَلٰكِنْ كُلُّ غُدَرَةٍ فُجَرَةٌ، وَكُلُّ فُجَرَةٍ كُفَرَةٌ. «وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».
وَاللّٰهِ مَا أُسْتَغْفَلُ بِالْمَكِيدَةِ، وَلَا أُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِيدَةِ.

٢٠١
و من كلام له (عليه السلام)
يعظ بسلوك الطريق الواضح

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَسْتَوْحِشُوا فِي طَرِيقِ الْهُدَى لِقِلَّةِ أَهْلِهِ، فَإِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوا عَلَى مَائِدَةٍ شِبَعُهَا قَصِيرٌ، وَجُوعُهَا طَوِيلٌ.
أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَى وَالسُّخْطُ. وَإِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ ثَمُودَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوهُ بِالرِّضَى، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: (فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ). فَمَا كَانَ إِلَّا أَنْ خَارَتْ أَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ خُوَارَ السِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ فِي الْأَرْضِ الْخَوَّارَةِ. أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوَاضِحَ وَرَدَ الْمَاءَ، وَمَنْ خَالَفَ وَقَعَ فِي التِّيهِ!

مَدْحُوَّہ - فرش شدہ
مُقْتَرِف - حاصل کرنے والا
خبر - علم
عِیَان - مشاہدہ
لَا اُسْتَغْمَز - کمزور نہیں کیا جا سکتا
سخط - ناراضگی
خَارَت - آواز کرنے لگی
مُحْمَاۃ - گرم کیا ہوا
خَوَّارہ - نرم زمین

[1] ظاہر ہے کہ اس امانت سے مراد مال و دولت کی امانت نہیں ہے کہ اسے نہ زمین و آسمان پر پیش کیا گیا ہے اور نہ ان کے انکار کے کوئی معنی ہیں۔ اس سے مراد دین الٰہی اور اس کی ذمہ داریاں ہیں جن کے ادا کرنے کی صلاحیت زمین و آسمان میں بھی نہیں تھی لہٰذا انھوں نے زبان حال سے انکار کر دیا اور انسان میں صلاحیت تھی لہٰذا اس نے اس بوجھ کو اٹھا لیا اور اس کے نتائج کے لئے تیار ہو گیا جو نفس کے خلاف ظلم ضرور تھا لیکن فطرت کی صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی ظلم نہیں تھا اور ایسی باصلاحیت مخلوق کو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا

مصادر خطبہ ۲۰۰ اصول کافی ۲ ص ۳۳۶
مصادر خطبہ ۲۰۱ محاسن برقی ص ۲۰۸، غیبت نعمانی ص ۹، بحار الانوار ۲ ص ۲۶۶، تفسیر البرہان ۴ ص ۳۶۰، المسترشد طبری ص ۴۶، ارشاد مفید ص ۳۰

اس کے بعد امانتوں کی ادائگی کا خیال رکھو کہ امانتداری نہ کرنے والا ناکام ہوتا ہے۔ امانت کو بلند ترین آسمانوں، فرش شدہ زمینوں اور بالا پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے جن سے بظاہر طویل و عریض اور اعلیٰ و ارفع کوئی شے نہیں ہے اور اگر کوئی شے اپنے طول و عرض قوت و طاقت کی بنا پر اپنے کو بچا سکتی ہے تو یہی چیزیں ہیں۔ لیکن یہ سب خیانت کے عذاب سے خوفزدہ ہوگئے اور اس نکتہ کو سمجھ لیا جس کو ان سے ضعیف تر انسان نے نہیں پہچانا کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور نا واقف تھا۔

پروردگار پر بندوں کے دن و رات کے اعمال میں سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ وہ لطافت کی بنا پر خبر رکھتا ہے اور علم کے اعتبار سے احاطہ رکھتا ہے۔ تمھارے اعضاء ہی اس کے گواہ ہیں اور تمھارے ہاتھ پاؤں ہی اس کے لشکر ہیں۔ تمھارے ضمیر اس کے جاسوس ہیں اور تمھاری تنہائیاں بھی اس کی نگاہ کے سامنے ہیں۔

۲۰۰ - آپ کا ارشاد گرامی

(معاویہ کے بارے میں)

خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں ہے لیکن کیا کروں کہ وہ مکر و فریب اور فسق و فجور بھی کر لیتا ہے اور اگر یہ چیز مجھے ناپسند نہ ہوتی تو مجھ سے زیادہ ہوشیار کوئی نہ ہوتا لیکن میرا نظریہ یہ ہے کہ ہر مکر و فریب گناہ ہے اور ہر گناہ پروردگار کے احکام کی نافرمانی ہے۔

ہر غدار کے ہاتھ میں قیامت کے دن ایک جھنڈا دے دیا جائے گا جس سے اسے عرصۂ محشر میں پہچان لیا جائے گا۔

خدا کی قسم مجھے نہ ان مکاریوں سے غفلت میں ڈالا جا سکتا ہے اور نہ ان سختیوں سے دبایا جا سکتا ہے۔

۲۰۱ - آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں واضح راستوں پر چلنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے)

ایہا الناس! دیکھو ہدایت کے راستہ پر چلنے والوں کی قلت کی بنا پر چلنے سے مت گھبراؤ کہ لوگوں نے ایک ایسے دسترخوان پر اجتماع کر لیا ہے جس میں سیر ہونے کی مدت بہت کم ہے اور بھوک کی مدت بہت طویل ہے۔

لوگو! یاد رکھو کہ رضامندی اور ناراضگی ہی سارے انسانوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتی ہے۔ ناقۂ صالح کے پیر ایک ہی انسان نے کاٹے تھے لیکن اللہ نے عذاب سب پر نازل کر دیا کہ باقی لوگ اس کے عمل سے راضی تھے اور فرما دیا کہ ان لوگوں نے ناقہ کے پیر کاٹ ڈالے اور آخر میں ندامت کا شکار ہو گئے۔ ان کا عذاب یہ تھا کہ زمین جھٹکے سے گھر گھرانے لگی جس طرح کہ نرم زمین میں لوہے کی تپتی ہوئی پھالی چلائی جاتی ہے۔

لوگو! دیکھو جو روشن راستہ پر چلتا ہے وہ سرچشمہ تک پہونچ جاتا ہے اور جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔

ئے کھلی ہوئی بات ہے کہ جسے پروردگار نے نفس رسولؐ قرار دیا ہو اور خود سرکار دو عالمؐ نے باب مدینۂ علم قرار دیا ہو اس سے زیادہ ہوشیار، ہوشمند اور صاحب علم و ہنر کون ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض نادان افراد کا خیال ہے کہ معاویہ زیادہ ہوشیار اور زیرک تھا اور اسی لئے اس کی سیاست زیادہ کامیاب تھی۔ حالانکہ اس کا راز ہوشیاری اور ہوشمندی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا راز مکاری اور غداری ہے کہ معاویہ مقصد کے حصول کے لئے ہر وسیلہ کو جائز قرار دیتا تھا اور اس کا مقصد بھی صرف حصول اقتدار اور تخت حکومت تھا اور مولائے کائنات کی نگاہ میں نہ مقصد وسیلہ کے جواز کا ذریعہ تھا اور نہ آپ کا مقصد اقتدار دنیا کا حصول تھا۔ آپ کا مقصد دین خدا کا قیام تھا اور اس راہ میں انسان کو ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا پڑتا ہے اور ہر سانس میں مرضی پروردگار کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

۲۰۲

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

روي عنه أنّه قاله عند دفن سيدة النساء فاطمة﴿عليها السلام﴾،
كالمناجي به رسول الله ﴿صلى الله عليه وآله﴾ عند قبره:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنِّي، وَ عَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِي جِوَارِكَ، وَالسَّرِيعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ! قَلَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِي، وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِي، إِلَّا أَنَّ فِي التَّأَسِّي لِي بِعَظِيمِ فُرْقَتِكَ، وَ فَادِحِ مُصِيبَتِكَ، مَوْضِعَ تَعَزٍّ، فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِي مَلْحُودَةِ قَبْرِكَ، وَفَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِي وَ صَدْرِي نَفْسُكَ فَـ(إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ). فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيعَةُ، وَأُخِذَتِ الرَّهِينَةُ! أَمَّا حُزْنِي فَسَرْمَدٌ، وَأَمَّا لَيْلِي فَمُسَهَّدٌ، إِلَى أَنْ يَخْتَارَ اللَّهُ لِي دَارَكَ الَّتِي أَنْتَ بِهَا مُقِيمٌ. وَ سَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ أُمَّتِكَ عَلَى هَضْمِهَا، فَأَحْفِهَا السُّؤَالَ، وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ؛ هَذَا وَلَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ، وَلَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ، لَا قَالٍ وَ لَا سَئِمٍ، فَإِنْ أَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ، وَ إِنْ أُقِمْ فَلَا عَنْ سُوءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللَّهُ الصَّابِرِينَ.

۲۰۳

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في التزهيد من الدنيا و الترغيب في الآخرة

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ، وَ الْآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوا مِنْ مَمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ، وَ لَا تَهْتِكُوا أَسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ أَسْرَارَكُمْ، وَأَخْرِجُوا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوبَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا أَبْدَانُكُمْ، فَفِيهَا اخْتُبِرْتُمْ، وَلِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ. إِنَّ الْمَرْءَ إِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ: مَا تَرَكَ؟ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: مَا قَدَّمَ؟ لِلَّهِ آبَاؤُكُمْ! فَقَدِّمُوا بَعْضاً يَكُنْ لَكُمْ قَرْضاً، وَلَا تُخْلِفُوا كُلّاً فَيَكُونَ فَرْضاً عَلَيْكُمْ.

۲۰۴

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

كان كثيراً ما ينادي به أصحابه

تَجَهَّزُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ! فَقَدْ نُودِيَ فِيكُمْ بِالرَّحِيلِ، وَأَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا، وَانْقَلِبُوا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، فَإِنَّ أَمَامَكُمْ

تاسّی - پیروی
فادح - سنگین
تعزّی - تسکین
ملحودہ القبر - لحد
مسہّد - بیدار
ہضم - ظلم
احفاء - تفصیلی سوال
قالی - بیزار
سئم - دل تنگ
دار مجاز - گذرگاہ
عُرجہ - جانور کا منزل پر باندھ دینا

(۱) یہ جناب فاطمہؑ کی عظیم ترین شخصیت کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح سرکارِ دو عالم مالک کی نگاہ میں منتخب اور مصطفیٰ تھے اسی طرح جناب فاطمہؑ سرکارِ دو عالم کی نگاہ میں منتخب روزگار تھیں۔

(۲) یعنی جب میں نے آپ کے فراق کو برداشت کرلیا اور آپ کے جسدِ اقدس کو اپنے ہاتھوں سے سپردِ خاک کر دیا تو اب کسی بھی مصیبت کا برداشت کرلینا ناممکن نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کی دخترِ نیک اختر کا مسئلہ آپ سے قدرے مختلف تھا کہ آپ کے بارے میں صرف فراق اور جدائی کا صدمہ تھا اور فاطمہؑ کے مسئلہ میں بے پناہ مصائب کا احساس بھی ہے جنھیں آپ کے بعد فاطمہ زہراؑ نے برداشت کیا ہے!

مصادر خطبہ ۲۰۲ اصول کافی ۱ ص ۴۵۸، دلائل الامامۃ الطبری الامامی ص ۴۷، مجالس مفیدؒ ص ۱۶۵، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۰۸، کشف الغمہ اربلیؒ ۲ ص ۱۲۷، تذکرۃ الخواص ابن الجوزی ص ۳۱۸

مصادر خطبہ ۲۰۳ امالی صدوقؒ ص ۱۳۲، عیون اخبار الرضا صدوقؒ ۱ ص ۱۹۸، ارشاد مفیدؒ ص ۱۳۹، مشکوٰۃ الانوار طبرسیؒ ص ۲۴۳، مجموعہ ورام ص ۱۶۱، بحار الانوار ۱ ص ۱۰۰، کامل مبرد ۲ ص ۳۱۷

مصادر خطبہ ۲۰۴ امالی صدوقؒ - المجالس مفیدؒ ص ۱۱۶، ارشاد مفیدؒ ص ۱۱۱، مشکوٰۃ الانوار طبرسیؒ ص ۲۸۵، بحار الانوار ۳ ص ۲۲۴

۲۰۲۔آپ کا ارشاد گرامی

کہا جاتا ہے کہ یہ کلمات سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ کے دفن کے موقع پر پیغمبر اسلامؐ سے رازدارانہ گفتگو کے انداز سے کہے گئے تھے۔

سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسولؐ! میری طرف سے اور آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے جوار میں نازل ہو رہی ہے اور بہت جلدی آپ سے ملحق ہو رہی ہے۔

یا رسول اللہ! میری قوت صبر آپ کی منتخب روزگار دختر کے بارے میں ختم ہوئی جا رہی ہے اور میری ہمت ساتھ چھوڑے دے رہی ہے لیکن مہلت یہ ہے کہ میں نے آپ کے فراق کے عظیم صدمہ اور جانکاہ حادثہ پر صبر کر لیا ہے تو اب بھی صبر کروں گا کہ میں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا تھا اور میرے ہی سینہ پر سر رکھ کر آپ نے انتقال فرمایا تھا۔ بہر حال میں اللہ ہی کے لئے ہوں اور مجھے بھی اسی کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔

آج امانت واپس چلی گئی اور جو چیز میری تحویل میں تھی وہ مجھ سے چھڑا لی گئی۔ اب میرا رنج و غم دائمی ہے اور میری راتیں نذر بیداری ہیں جب تک مجھے بھی پروردگار اس گھر تک نہ پہونچا دے جہاں آپ کا قیام ہے۔

عنقریب آپ کی دختر نیک اختر ان حالات کی اطلاع دے گی کہ کس طرح آپ کی امت نے اس پر ظلم ڈھانے کے لئے اتفاق کر لیا تھا۔ آپ اس سے مفصل سوال فرمائیں اور جملہ حالات دریافت کریں۔

افسوس کہ یہ سب اس وقت ہوا ہے جب آپ کا زمانہ گذرے دیر نہیں ہوئی ہے اور ابھی آپ کا تذکرہ باقی ہے۔

میرا سلام ہو آپ دونوں پر۔ اس شخص کا سلام جو رخصت کرنے والا ہے اور دل تنگ و ملول نہیں ہے۔ میں اگر اس قبر سے واپس چلا جاؤں تو یہ کسی دل تنگی کا نتیجہ نہیں ہے اور اگر یہیں ٹھہر جاؤں تو یہ اس وعدہ کی بے اعتباری نہیں ہے جو پروردگار نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔

۲۰۳۔آپ کا ارشاد گرامی

(دنیا سے پرہیز اور آخرت کی ترغیب کے بارے میں)

لوگو! یہ دنیا ایک گذرگاہ ہے۔ قرار کی منزل آخرت ہی ہے لہٰذا اس گذرگاہ سے وہاں کا سامان لے کر آگے بڑھو اور اس کے سامنے اپنے پردۂ راز کو چاک مت کرو جو تمہارے اسرار سے باخبر ہے۔ دنیا سے اپنے دلوں کو باہر نکال لو قبل اس کے کہ تمہارے بدن کو یہاں سے نکالا جائے۔ یہاں صرف تمہارا امتحان لیا جا رہا ہے ورنہ تمہاری خلقت کسی اور جگہ کے لئے ہے۔ کوئی بھی شخص جب مرتا ہے تو ادھر والے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا چھوڑ کر گیا ہے اور ادھر کے فرشتے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا لے کر آیا ہے؟ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ کچھ وہاں بھیجدو جو مالک کے پاس تمہارے قرضہ کے طور پر رہے گا۔ اور سب یہیں چھوڑ کر مت جاؤ کہ تمہارے ذمہ ایک بوجھ بن جائے۔

۲۰۴۔آپ کا ارشاد گرامی

(جس کے ذریعہ اپنے اصحاب کو آواز دیا کرتے تھے)

خدا تم پر رحم کرے۔ تیار ہو جاؤ کہ تمہیں کوچ کرنے کے لئے پکارا جا چکا ہے اور خبردار دنیا کی طرف زیادہ توجہ مت کرو۔ جو بہترین زاد راہ تمہارے سامنے ہے اسے لے کر مالک کی بارگاہ کی طرف پلٹ جاؤ کہ تمہارے سامنے ایک بڑی دشوار گذار گھاٹی ہے

اسلام کا مدعا ترک دنیا نہیں ہے اور نہ وہ یہ چاہتا ہے کہ انسان رہبانیت کی زندگی گذارے۔ اسلام کا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا انسان کی زندگی کا وسیلہ رہے اور اس کے دل کا مکین نہ بننے پائے ورنہ محبت دنیا انسان کو زندگی کے ہر خطرہ سے دوچار کر سکتی ہے اور اسے کسی بھی گڑھے میں گرا سکتی ہے۔

عَقَبَةً كَؤُوداً، وَمَنَازِلَ مَخُوفَةً مَهُولَةً، لَا بُدَّ مِنَ الْوُرُودِ عَلَيْهَا، وَالْوُقُوفِ عِنْدَهَا. وَاعْلَمُوا أَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ (دانيه)، وَكَأَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشِبَتْ فِيكُمْ، وَقَدْ دَهَمَتْكُمْ فِيهَا مُفْظِعَاتُ الْأُمُورِ، وَمُعْضِلَاتُ (مضلعات) الْمَحْذُورِ. فَقَطِّعُوا عَلَائِقَ الدُّنْيَا وَاسْتَظْهِرُوا بِزَادِ التَّقْوَى[1] (الآخرة).

و قد مضى شيء من هذا الكلام فيما تقدم، بخلاف هذه الرواية.

۲۰۵
و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

كلّم به طلحة و الزبير بعد بيعته بالخلافة و قد عتبا عليه من ترك مشورتهما، والاستعانة في الأمور بهما

لَقَدْ نَقَمْتُمَا يَسِيراً، وَأَرْجَأْتُمَا كَثِيراً. أَلَا تُخْبِرَانِي، أَيُّ شَيْءٍ كَانَ لَكُمَا فِيهِ حَقٌّ دَفَعْتُكُمَا عَنْهُ؟ أَمْ أَيُّ قَسْمٍ اسْتَأْثَرْتُ عَلَيْكُمَا بِهِ؟ أَمْ أَيُّ حَقٍّ رَفَعَهُ إِلَيَّ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ضَعُفْتُ عَنْهُ، أَمْ جَهِلْتُهُ، أَمْ أَخْطَأْتُ بَابَهُ؟!

وَاللَّهِ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ، وَلَا فِي الْوِلَايَةِ إِرْبَةٌ، وَلٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُونِي إِلَيْهَا، وَحَمَلْتُمُونِي عَلَيْهَا. فَلَمَّا أَفْضَتْ إِلَيَّ نَظَرْتُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَمَا وَضَعَ لَنَا، وَأَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهِ فَاتَّبَعْتُهُ، وَمَا اسْتَنَّ النَّبِيُّ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَاقْتَدَيْتُهُ. فَلَمْ أَحْتَجْ فِي ذٰلِكَ إِلَى رَأْيِكُمَا، وَلَا رَأْيِ غَيْرِكُمَا، وَلَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهِلْتُهُ، فَأَسْتَشِيرَكُمَا وَإِخْوَانِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ؛ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ أَرْغَبْ عَنْكُمَا، وَلَا عَنْ غَيْرِكُمَا. وَأَمَّا مَا ذَكَرْتُمَا مِنْ أَمْرِ الْأُسْوَةِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ أَمْرٌ لَمْ أَحْكُمْ أَنَا فِيهِ بِرَأْيِي، وَلَا وَلِيتُهُ هَوًى مِنِّي، بَلْ وَجَدْتُ أَنَا وَأَنْتُمَا مَا جَاءَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - قَدْ فُرِغَ مِنْهُ، فَلَمْ أَحْتَجْ إِلَيْكُمَا فِيمَا قَدْ فَرَغَ اللَّهُ مِنْ قَسْمِهِ، وَأَمْضَى فِيهِ حُكْمَهُ، فَلَيْسَ لَكُمَا، وَاللَّهِ، عِنْدِي وَلَا لِغَيْرِكُمَا فِي هٰذَا عُتْبَى. أَخَذَ اللَّهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ، وَأَلْهَمَنَا وَإِيَّاكُمُ الصَّبْرَ.

ثم قال ﴿عليه السلام﴾: رَحِمَ اللَّهُ رَجُلاً رَأَى حَقّاً فَأَعَانَ عَلَيْهِ، أَوْ رَأَى جَوْراً فَرَدَّهُ، وَكَانَ عَوْناً بِالْحَقِّ عَلَى صَاحِبِهِ.

كَؤُود - سخت، دشوار گذار
مَلَاحِظ - مرکز نظر
دَانِیہ - قریب
نَشِبَت - گاڑ دیا ہے
اِستَظهِروا - مدد حاصل کرو
نَقَمتُما - غصہ دکھلایا
ارجَأتُما - ٹال دیا
اِربہ - غرض - حاجت
اُسوۃ - برابری
عُتبیٰ - رضامندی

[1] موت، قبر، حشر، صراط، میزان وہ منازل ہیں جن کا تصور بھی انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ہر شخص کو ان منازل سے گذرنا بھی ہے اور ان کی سختیوں کا سامنا بھی کرنا ہے۔ امیرالمومنینؑ کی نگاہ میں ان منازل کے لئے بہترین مددگار تقویٰ ہے لہٰذا آپ نے اس سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور دنیا سے قطع تعلق کو اس کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے

مصادر خطبہ ۲۰۵؎ نقض العثمانیہ ابوجعفر اسکافی شرح نہج البلاغہ حدیدی ۲ ص ۱۷۳، بحار الانوار کتاب الفتن ص ۳۷۱

چند خطرناک اور خوفناک منزلیں ہیں جن پر بہرحال وارد ہونا ہے اور وہیں ٹھہرنا بھی ہے۔ اور یہ یاد رکھو کہ موت کی نگاہیں تم سے قریب تر ہیں اور تم اس کے پنجوں میں آچکے ہو جو تمہارے اندر گڑائے جاچکے ہیں۔ موت کے شدید ترین مسائل اور دشوار ترین مشکلات تم پر چھا چکے ہیں۔ اب دنیا کے تعلقات کو ختم کرو اور آخرت کے زاد راہ تقویٰ کے ذریعہ اپنی طاقت کا انتظام کرو۔

(واضح رہے کہ اس سے پہلے بھی اسی قسم کا ایک کلام دوسری روایت کے مطابق گذر چکا ہے)

۲۰۵۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں طلحہ و زبیر کو مخاطب بنایا گیا ہے جب ان دونوں نے بیعت کے باوجود مشورہ نہ کرنے اور مدد نہ مانگنے پر آپ سے ناراضگی کا اظہار کیا)

تم نے معمولی سی بات پر تو غصہ کا اظہار کر دیا لیکن بڑی باتوں کو پس پشت ڈال دیا۔ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ تمہارا کون سا حق ایسا ہے جس سے میں نے تم کو محروم کر دیا ہے؟ یا کونسا حصہ ایسا ہے جس پر میں نے قبضہ کر لیا ہے؟ یا کسی مسلمان نے کوئی مقدمہ پیش کیا ہو اور میں اس کا فیصلہ نہ کر سکا ہوں یا اس سے ناواقف رہا ہوں یا اس میں کسی غلطی کا شکار ہو گیا ہوں۔

خدا گواہ ہے کہ مجھے نہ خلافت کی خواہش تھی اور نہ حکومت کی احتیاج۔ تمھیں لوگوں نے مجھے اس امر کی دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔ اسکے بعد جب یہ میرے ہاتھ میں آگئی تو میں نے اس سلسلہ میں کتاب خدا اور اس کے دستور پر نگاہ کی اور جو اس نے حکم دیا تھا اسی کا اتباع کیا اور اس طرح رسول اکرمؐ کی سنت کی اقتدا کی۔ جس کے بعد نہ مجھے تمہاری رائے کی کوئی ضرورت تھی اور نہ تمہارے علاوہ کسی کی رائے کی اور نہ میں کسی حکم سے جاہل تھا کہ تم سے مشورہ کرتا یا تمہارے علاوہ دیگر برادران اسلام سے۔ اور اگر ایسی کوئی ضرورت ہوتی تو میں نہ تمھیں نظر انداز کرتا اور نہ دیگر مسلمانوں کو۔ رہ گیا یہ مسئلہ کہ میں نے بیت المال کی تقسیم میں برابری سے کام لیا ہے تو یہ نہ میری ذاتی رائے ہے اور نہ اس پر میری خواہش کی حکمرانی ہے بلکہ میں نے دیکھا کہ اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ کی طرف سے ہم سے پہلے فیصلہ ہو چکا ہے تو خدا کے معین کئے ہوئے حق اور اس کے جاری کئے ہوئے حکم کے بعد کسی کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ گئی ہے۔

خدا شاہد ہے کہ اس سلسلہ میں نہ تمھیں شکایت کا کوئی حق ہے اور نہ تمہارے علاوہ کسی اور کو۔ اللہ ہم سب کے دلوں کو حق کی راہ پر لگا دے اور سب کو صبر و شکیبائی کی توفیق عطا فرمائے۔

خدا اس شخص پر رحمت نازل کرے جو حق کو دیکھ لے تو اس پر عمل کرے یا ظلم کو دیکھ لے تو اسے ٹھکرا دے اور صاحب حق کے حق میں اس کا ساتھ دے۔

[1] امیر المومنینؑ نے ان تمام پہلوؤں کا تذکرہ اس لئے کیا ہے تاکہ طلحہ اور زبیر کی نیتوں کا محاسبہ کیا جا سکے اور ان کے عزائم کی حقیقتوں کو بے نقاب کیا جا سکے کہ مجھ سے پہلے زمانوں میں یہ تمام نقائص موجود تھے۔ کبھی حقوق کی پامالی ہو رہی تھی۔ کبھی اسلامی سرمایہ کو اپنے گھرانے پر تقسیم کیا جا رہا تھا۔ کبھی مقدمات میں فیصلہ سے عاجزی کا اعتراف تھا اور کبھی صریحی طور پر غلط فیصلہ کیا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود تم لوگوں کی رگ حمیت و غیرت کو کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ اور آج جب کہ ایسا کچھ نہیں ہے تو تم بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا تعلق دین اور مذہب سے نہیں ہے۔ تمھیں صرف اپنے مفادات سے تعلق ہے۔ جب تک یہ مفادات محفوظ تھے، تم نے ہر غلطی پر سکوت اختیار کیا اور آج جب مفادات خطرہ میں پڑ گئے ہیں تو شورش اور ہنگامہ پر آمادہ ہو گئے ہو۔

۲۰۶
و من كلام له (عليه السلام)

و قد سمع قوماً من أصحابه يسبّون أهل الشام أيام حربهم بصفين

إِنِّي أَكْرَهُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا سَبَّابِينَ، وَلٰكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ أَعْمَالَهُمْ، وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ، كَانَ أَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ، وَأَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ، وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ إِيَّاهُمْ: اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَنَا وَدِمَاءَهُمْ، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ، وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ، حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهُ، وَيَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهِ.[۱]

۲۰۷
و من كلام له (عليه السلام)

في بعض أيام صفين و قد رأى الحسن ابنه (عليه السلام) يتسرع إلى الحرب

اَمْلِكُوا عَنِّي هٰذَا الْغُلَامَ لَا يَهُدَّنِي، فَإِنَّنِي أَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ - يَعْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - عَلَى الْمَوْتِ لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

قال السيد الشريف: و قوله (عليه السلام): واملكوا عني هذا الغلام، من أعلى الكلام و أفصحه.

۲۰۸
و من كلام له (عليه السلام)

قاله لمّا اضطرب عليه أصحابه في أمر الحكومة

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَمْ يَزَلْ أَمْرِي مَعَكُمْ عَلَى مَا أُحِبُّ، حَتّٰى نَهِكَتْكُمُ الْحَرْبُ، وَقَدْ، وَاللّٰهِ أَخَذَتْ مِنْكُمْ وَتَرَكَتْ، وَهِيَ لِعَدُوِّكُمْ أَنْهَكُ.

لَقَدْ كُنْتُ أَمْسِ أَمِيراً، فَأَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَأْمُوراً، وَكُنْتُ أَمْسِ نَاهِياً، فَأَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَنْهِيّاً، وَقَدْ أَحْبَبْتُمُ الْبَقَاءَ، وَلَيْسَ لِي أَنْ أَحْمِلَكُمْ عَلَى مَا تَكْرَهُونَ!

۲۰۹
و من كلام له (عليه السلام)

بالبصرة، وقد دخل على العلاء بن زياد الحارثي - و هو من أصحابه - يعوده، فلما رأى سعة داره قال:

مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسِعَةِ هٰذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا، وَأَنْتَ إِلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ كُنْتَ أَحْوَجَ؟ وَبَلٰى إِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ تَقْرِي فِيهَا الضَّيْفَ، وَتَصِلُ فِيهَا الرَّحِمَ، وَتُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوقَ مَطَالِعَهَا، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ.

اِرعواء - غلطی سے باز آجانا
لہج بہ - کلام کیا
غلام - فرزند چاہے اس کی عمر ۳۳ سال ہی کیوں نہ ہو
ہدّ - منہدم کردینا
نفس بہ - بخل کیا
نہک - کمزور کردیا
اِطلاع - اظہار

(۱) امام علیہ السلام نہیں چاہتے ہیں کہ ان کے اصحاب کو گالیاں دینے والا تصور کیا جائے اور ان کے خلاف یہ بھی پروپیگنڈہ کیا جائے کہ یہ لوگ صرف گالیاں دینا اور لعنت کرنا ہی جانتے ہیں - ورنہ قرآن مجید نے حق کو چھپانے والے، فساد کرنے والے اور منافقین کو قابل لعن قرار دیا ہے اور اہل شام ان تینوں صفات سے متصف تھے اور ان پر لعنت قطعاً جائز تھی لیکن آپ نے ذکر اوصاف کا طریقہ تعلیم فرمایا تاکہ حقیقت بھی بے نقاب ہو جائے اور گالیوں کا الزام بھی نہ آنے پائے -

---

مصادر خطبہ ۲۰۶ الاخبار الطوال دینوری ص۱۵۵، کتاب صفین ص۱۰۳، تذکرۃ الخواص ص۱۵۴،
مصادر خطبہ ۲۰۷ تاریخ طبری ۶ ص۳۴
مصادر خطبہ ۲۰۸ کتاب صفین ص۴۸۴، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۱۱۸، مروج الذہب ۲ ص۴۰
مصادر خطبہ ۲۰۹ قوت القلوب ۱ ص۵۳۱، العقد الفرید ۱ ص۳۲۹، کافی ۱ ص۴۱۰، ربیع الابرار باب اللہو واللذات، الاختصاص مفید ص۱۵۲، تلبیس ابلیس ابن الجوزی ص۱۹۳،

۲۰۶۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ نے جنگ صفین کے زمانہ میں اپنے بعض اصحاب کے بارے میں سُنا کہ وہ اہل شام کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں)

میں تمہارے لئے اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں دینے والے ہو جاؤ۔ بہترین بات یہ ہے کہ تم ان کے اعمال اور حالات کا تذکرہ کرو تاکہ بات بھی صحیح رہے اور حجت بھی تمام ہو جائے اور پھر گالیاں دینے کے بجائے یہ دعا کرو کہ خدایا! ہم سب کے خونوں کو محفوظ کر دے اور ہمارے معاملات کی اصلاح کر دے اور انہیں گمراہی سے ہدایت کے راستہ پر لگا دے تاکہ ناواقف لوگ حق سے باخبر ہو جائیں اور حرف باطل کہنے والے اپنی گمراہی اور سرکشی سے باز آجائیں۔[1]

۲۰۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جنگ صفین کے دوران جب امام حسنؑ کو میدان جنگ کی طرف سبقت کرتے ہوئے دیکھ لیا)

دیکھو! اس فرزند کو روک لو کہیں اس کا صدمہ مجھے بے حال نہ کر دے۔ میں ان دونوں (حسنؑ و حسینؑ) کو موت کے مقابلہ میں زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے مرجانے سے نسل رسولؐ منقطع ہو جائے۔

سید رضیؒ۔ املکوا عنی ھٰذا الغلام۔ عرب کا بلند ترین کلام اور فصیح ترین محاورہ ہے۔

۲۰۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ کے اصحاب میں تحکیم کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا)

لوگو! یاد رکھو کہ میرے معاملات تمہارے ساتھ بالکل صحیح چل رہے تھے جب تک جنگ نے تمہیں خستہ حال نہیں کر دیا تھا۔ اس کے بعد معاملات بگڑ گئے حالانکہ خدا گواہ ہے کہ اگر جنگ نے تم سے کچھ کو لے لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا تو اس کی زد تمہارے دشمن پر زیادہ ہی پڑی ہے۔

افسوس کہ میں کل تمہارا حاکم تھا اور آج محکوم بنایا جا رہا ہوں۔ کل تمہیں میں روکا کرتا تھا اور آج تم مجھے روک رہے ہو۔ بات صرف یہ ہے کہ تمہیں زندگی زیادہ پیاری ہے اور میں تمہیں کسی ایسی چیز پر آمادہ نہیں کر سکتا ہوں جو تمہیں ناگوار اور ناپسند ہو۔

۲۰۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب بصرہ میں اپنے صحابی علاء بن زیاد حارثی کے گھر عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان کے گھر کی وسعت کا مشاہدہ فرمایا)

تم اس دنیا میں اس قدر وسیع مکان[1] کو لے کر کیا کرو گے جب کہ آخرت میں اس کی احتیاج زیادہ ہے۔ تم اگر چاہو تو اس کے ذریعہ آخرت کا سامان کر سکتے ہو کہ اس میں مہمانوں کی ضیافت کرو۔ قرابتداروں سے صلۂ رحم کرو اور موقع و محل کے مطابق حقوق کو ادا کرو کہ اس طرح آخرت کو حاصل کر سکتے ہو۔

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مکان کی وسعت ذاتی اغراض کے لئے ہو تو اس کا نام دنیا داری ہے۔ لیکن اگر اس کا مقصد مہمان نوازی صلۂ ارحام۔ ادائیگی حقوق۔ حفظ آبرو۔ اظہار عظمت علم و مذہب ہو تو اس کا کوئی تعلق دنیا داری سے نہیں ہے اور یہ دین و مذہب ہی کا ایک شعبہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ فیصلہ نیتوں سے ہوگا اور نیتوں کا جاننے والا صرف پروردگار ہے کوئی دوسرا نہیں ہے۔

فقال له العلاء: يا أمير المؤمنين، أشكو إليك أخي عاصم بن زياد. قال: و ما له؟ قال: لبس العباءة و تخلى عن الدنيا. قال: عليَّ به. فلمّا جاء قال:

يَا عُدَيَّ نَفْسِهِ! لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيثُ! أَمَا رَحِمْتَ أَهْلَكَ وَ وَلَدَكَ! أَتَرَى اللَّهَ أَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبَاتِ، وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ تَأْخُذَهَا! أَنْتَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذٰلِكَ!

قال: يا أمير المؤمنين، هذا أنت في خشونة ملبسك و جُشوبة مأكلك! قال:

وَيْحَكَ، إِنِّي لَسْتُ كَأَنْتَ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَرَضَ عَلَى أَئِمَّةِ الْعَدْلِ (الحق) أَنْ يُقَدِّرُوا أَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ، كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيرِ فَقْرُهُ!

٢١٠

و من كلام له ﴿ع﴾

و قد سأله سائل عن أحاديث البدع، و عما في أيدي الناس من اختلاف الخبر، فقال ﴿ع﴾:

إِنَّ فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقّاً وَ بَاطِلاً: وَصِدْقاً وَكَذِباً، وَنَاسِخاً وَمَنْسُوخاً، وَعَامّاً وَخَاصّاً، و مُحْكَماً وَمُتَشَابِهاً، وَحِفْظاً وَوَهْماً. وَلَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ - عَلَى عَهْدِهِ، حَتَّى قَامَ خَطِيباً، فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ:

المنافقون

رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْإِيمَانِ، مُتَصَنِّعٌ بِالْإِسْلَامِ، لَا يَتَأَثَّمُ وَلَا يَتَحَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ مُتَعَمِّداً، فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ، وَ لَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ، وَلٰكِنَّهُمْ قَالُوا: صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - رَآهُ، وَسَمِعَ مِنْهُ، وَلَقِفَ عَنْهُ، فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ، وَقَدْ أَخْبَرَكَ اللَّهُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ بِمَا أَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ، ثُمَّ بَقُوا بَعْدَهُ، فَتَقَرَّبُوا إِلَى أَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ، وَالدُّعَاةِ إِلَى النَّارِ بِالزُّورِ وَالْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمُ الْأَعْمَالَ، وَجَعَلُوهُمْ (حملوهم) حُكَّاماً عَلَى رِقَابِ النَّاسِ، فَأَكَلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوكِ وَالدُّنْيَا،

عُدَیّ - عدو کی تصغیر ہے
یُقَدِّروا انفسہم - اپنا حساب لگائیں
یَتَبَیَّغ - رنجیدہ کرکے ہلاک نہ کردے
یَتَأثّم - گناہ سے ڈرتا ہے
یَتَحَرّج - غلطی سے پرہیز کرتا ہے
لَقِفَ عَنۡہُ - لے لیا

(۱) آپ کا مقصد یہ ہے کہ حاکم کی ذمہ داریاں عوام سے زیادہ ہوتی ہیں عوام اپنی ذات، اپنے گھر اور ہمسایہ واقربا کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور حاکم ساری رعایا کا ذمہ دار ہوتا ہے لہٰذا اس کا فرض ہے کہ اگر تمام افراد مملکت کے لئے راحت وآرام کا انتظام نہ کرسکے تو کم سے کم ان کے دکھ درد میں برابر کا شریک رہے اور انھیں انکی تکلیف کا غیر معمولی احساس نہ ہونے دے۔

کاش دنیا کے حکام اس نکتہ کو سمجھ لیتے اور عوام الناس کے حقوق کی بے تحاشہ پامالی نہ ہوتی۔ واضح رہے کہ صاحب "منہاج البراعہ" نے اس خطبہ کی شرح ۳۶۵ - صفحات میں کی ہے جو خود ایک مستقل کتاب ہے۔

مصادر خطبہ نمبر ۲۱۰ اصول کافی ۲ ص ۶۲ ، تحف العقول ص ۱۳۶ ، خصال صدوق ا ص ۳۳۳ ، الامتاع والموانسہ توحیدی ۳ ص ۱۹۴ ، الغیبۃ النعمانی ص ۲۶ ، المسترشد ص ۳۰ ، تذکرۃ ص ۱۴۲ ، الاحتجاج طبرسی ا ص ۲۹۳ ، الاستنصار کراجکی ص ۱۰ ، الاربعین بہائی ص ۹۸ ، کافی ص ۵۰ ، کتاب سلیم ص ۳۸ خصال صدوق ا ص ۲۳۳

یہ سن کر علاء بن زیاد نے عرض کی کہ یا امیرالمومنینؑ میں اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ انھیں کیا ہوا ہے؟ عرض کی کہ انھوں نے ایک عبا اوڑھ لی ہے اور دنیا کو یکسر ترک کر دیا ہے ___ فرمایا انھیں بلاؤ۔ عاصم حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

اے دشمن جان ـ تجھے شیطان خبیث نے گرویدہ بنالیا ہے۔ تجھے اپنے اہل و عیال پر کیوں رحم نہیں آتا ہے۔ کیا تیرا خیال یہ ہے کہ خدا نے پاکیزہ چیزوں کو حلال تو کیا ہے لیکن وہ ان کے استعمال کو ناپسند کرتا ہے۔ تو خدا کی بارگاہ میں اس سے زیادہ پست ہے۔

عاصم نے عرض کی کہ یا امیرالمومنینؑ! آپ بھی تو کھردرا لباس اور معمولی کھانے پر گذارا کر رہے ہیں۔

فرمایا، تم پر حیف ہے کہ تم نے میرا قیاس اپنے اوپر کر لیا ہے جب کہ پروردگار نے ائمۂ حق پر فرض کر دیا ہے کہ اپنی زندگی کا پیمانہ کمزور ترین انسانوں کو قرار دیں تاکہ فقیر اپنے فقر کی بنا پر کسی پیچ و تاب کا شکار نہ ہو۔

۲۱۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب کسی شخص نے آپ سے بدعتی احادیث اور متضاد روایات کے بارے میں سوال کیا)

لوگوں کے ہاتھوں میں حق و باطل ـ صدق و کذب، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ اور حقیقت و وہم سب کچھ ہے اور رسولؐ پر افترا کا سلسلہ رسول اکرمؐ کی زندگی ہی سے شروع ہوگیا تھا جس کے بعد آپ نے منبر سے اعلان کیا تھا کہ "جس شخص نے بھی میری طرف سے غلط بات بیان کی اسے اپنی جگہ جہنم میں بنا لینا چاہیئے"۔

یاد رکھو کہ حدیث کے بیان والے چار طرح کے افراد ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ہے:

ایک وہ منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اسلام کی وضع قطع اختیار کرتا ہے لیکن گناہ کرنے اور افترا میں پڑنے سے پرہیز نہیں کرتا ہے اور رسول اکرمؐ کے خلاف قصداً جھوٹی روایتیں تیار کرتا ہے ___ کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقیناً اس کے بیان کی تصدیق نہ کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہے۔ اس نے حضور کو دیکھا ہے۔ ان کے ارشاد کو سنا ہے اور ان سے حاصل کیا ہے اور اس طرح اس کے بیان کو قبول کر لیتے ہیں جب کہ خود پروردگار بھی منافقین کے بارے میں خبر دے چکا ہے اور ان کے اوصاف کا تذکرہ کر چکا ہے اور یہ رسول اکرمؐ کے بعد بھی باقی رہ گئے تھے اور گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کے داعیوں کی طرف اسی غلط بیانی اور افترا پردازی سے تقرب حاصل کرتے تھے۔ وہ انھیں عہدے دیتے رہے اور لوگوں کی گردنوں پر حکمراں بناتے رہے اور انھیں کے ذریعہ دنیا کو کھاتے رہے اور لوگ تو بہرحال بادشاہوں اور دنیاداروں ہی کے ساتھ رہتے ہیں۔ علاوہ ان کے جنھیں اللہ اس شر سے محفوظ کر لے۔

واضح رہے کہ اسلامی علوم میں علم رجال اور علم درایت کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سارا عالم اسلام اس نقطہ پر متفق ہے کہ روایات قابل قبول بھی ہیں اور ناقابل قبول بھی ___ اور راوی حضرات ثقہ اور معتبر بھی ہیں اور غیر ثقہ اور غیر معتبر بھی ___ اس کے بعد عدالت صحابہ اور اعتبار تمام علماء کا عقیدہ ___ ایک مضحکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

حضرت نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ منافقین کا کاروبار ہمیشہ حکام کی نالائقی سے چلتا ہے ورنہ حکام دیانتدار ہوں اور ایسی روایات کے خریدار نہیں تو منافقین کا کاروبار ایک دن میں ختم ہو سکتا ہے۔

إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ. فَهٰذَا أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ.

الخاطئون

وَ رَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ شَيْئاً لَمْ يَحْفَظْهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ، فَوَهِمَ فِيهِ، وَلَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِباً، فَهُوَ فِي يَدَيْهِ، وَيَرْوِيهِ وَيَعْمَلُ بِهِ وَ يَقُولُ: أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهِمَ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ، وَلَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذٰلِكَ لَرَفَضَهُ!

أهل الشبهة

وَرَجُلٌ ثَالِثٌ، سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ شَيْئاً يَأْمُرُ بِهِ، ثُمَّ إِنَّهُ نَهَىٰ عَنْهُ، وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ، أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَىٰ عَنْ شَيْءٍ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ، وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ، فَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضَهُ، وَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ.

الصادقون الحافظون ۱ـه

وَ آخَرُ رَابِعٌ، لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللّٰهِ، وَ لَا عَلَىٰ رَسُولِهِ، مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفاً مِنَ اللّٰهِ، وَتَعْظِيماً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ لَمْ يَهِمْ، بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَىٰ وَجْهِهِ، فَجَاءَ بِهِ عَلَىٰ مَا سَمِعَهُ، لَمْ يَزِدْ فِيهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ، فَهُوَ حَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهِ، وَ حَفِظَ الْمَنْسُوخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ، وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ، وَالْمُحْكَمَ وَالْمُتَشَابِهَ، فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهُ.

وَقَدْ كَانَ يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ الْكَلَامُ لَهُ وَجْهَانِ: فَكَلَامٌ خَاصٌّ، وَكَلَامٌ عَامٌّ، فَيَسْمَعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِهِ، وَلَا مَا عَنَىٰ رَسُولُ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ، وَيُوَجِّهُهُ عَلَىٰ غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ، وَمَا قُصِدَ بِهِ، وَمَا خَرَجَ مِنْ أَجْلِهِ، وَلَيْسَ كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّىٰ

وَہِمَ - اشتباہ کیا
جنّب عنہ - پرہیز کیا
محکم - جس کے معنی واضح ہوں
متشابہ - جس کے معنی واضح نہ ہوں
ناسخ - وہ حکم جو قابل عمل ہے
منسوخ - وہ حکم جو قابل عمل نہیں رہ گیا ہے
کلام خاص - جو مخصوص افراد کے لئے ہوتا ہے
کلام عام - جو تمام افراد کے لئے ہوتا ہے

(۱ـه) امام علیہ السلام کے انھیں بیانات کی روشنی میں علماء حق نے روایات کے قبول کرنے کے اصول مرتب کئے ہیں اور یہ طے کر دیا ہے کہ راوی منافق اور کاذب ہے تو اس کی روایت بہر حال قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس کے بعد راوی میں صحیح محفوظ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو تنہا اس کی روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ راوی ہر اعتبار سے معتبر ہے اور ناسخ و منسوخ سے بے خبر ہے تو اس کی روایت پر عمل کرنے کے لئے بھی دوسری روایات پر نظر کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے ناسخ کو تلاش کیا جا سکے۔ راوی کے جامع الشرائط ہونے کے بعد روایت قابل اعتبار تو ہو جاتی ہے لیکن قابل عمل نہیں ہوتی ہے جب تک کہ علم رجال سے گذر کر مفہوم حدیث کی بحثوں کی منزل سے نہ گذر جائے اور اس کے صحیح مفہوم کا تعیین نہ کر لیا جائے۔

...ں سے ایک قسم ہے۔

دوسرا شخص وہ ہے جس نے رسول اکرمؐ سے کوئی بات سنی ہے لیکن اسے صحیح طریقہ سے محفوظ نہیں کر سکا ہے اور اس میں ...شکار ہو گیا ہے۔ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسی کی روایت کرتا ہے اور اسی پر عمل ...ے اور یہ کہتا ہے کہ یہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے حالانکہ اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے تو ہرگز اسکی ...ول نہ کریں گے بلکہ اگر اسے خود بھی معلوم ہو جائے کہ یہ بات اس طرح نہیں ہے تو ترک کر دے گا اور نقل نہیں کرے گا۔

تیسری قسم اس شخص کی ہے جس نے رسول اکرمؐ کو حکم دیتے سنا ہے لیکن حضرت نے جب منع کیا تو اسے اطلاع نہیں ہو سکی یا ...ت کو منع کرتے دیکھا ہے پھر جب آپ نے دوبارہ حکم دیا تو اطلاع نہ ہو سکی، اس شخص نے منسوخ کو محفوظ کر لیا ہے اور ...خ کو محفوظ نہیں کر سکا ہے کہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے تو اسے ترک کر دے گا اور اگر مسلمانوں کو معلوم ...ے کہ اس نے منسوخ کی روایت کی ہے تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیں گے۔

چوتھی قسم اس شخص کی ہے جس نے خدا و رسولؐ کے خلاف غلط بیانی سے کام نہیں لیا ہے اور وہ خوف خدا اور تعظیم رسول خدا ...ور جھوٹ کا دشمن بھی ہے اور اس سے بھول چوک بھی نہیں ہوئی ہے بلکہ جیسے رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے ویسے ہی محفوظ ...کھا ہے نہ اس میں کسی طرح کا اضافہ کیا ہے اور نہ کمی کی ہے۔ ناسخ ہی کو محفوظ کیا ہے اور اسی پر عمل کیا ہے اور منسوخ ...ور رکھا ہے لیکن اس سے اجتناب کیا ہے۔ خاص و عام اور محکم و متشابہ کو بھی پہچانتا ہے اور اسی کے مطابق عمل بھی ...ے۔ (۱)

لیکن مشکل یہ ہے کہ کبھی کبھی رسول اکرمؐ کے ارشادات کے دو رُخ ہوتے تھے۔ بعض کا تعلق خاص افراد سے ہوتا تھا اور ...کلمات عام ہوتے تھے اور ان کلمات کو وہ شخص بھی سن لیتا تھا جسے یہ نہیں معلوم تھا کہ خدا و رسول کا مقصد کیا ہے اور ...شن کر اس کی ایک توجیہ کر لیتا تھا بغیر اس نکتہ کا ادراک کئے ہوئے کہ اس کلام کا مفہوم اور مقصد کیا ہے اور یہ کس بنیاد پر ...ند ہوا ہے ـــ اور تمام اصحاب رسول اکرمؐ میں

...طرح ایک انسان کی زندگی کے مختلف رخ ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک رخ دوسرے سے بالکل اجنبی ہوتا ہے کہ بے خبر انسان اسے دو زندگیوں ...ں کر دیتا ہے۔ اسی طرح معاشرہ اور روایات کے بھی مختلف رُخ ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک رُخ دوسرے سے بالکل اجنبی اور ...ہوتا ہے اور ہر رخ کے لئے الگ مفہوم ہوتا ہے اور ہر رُخ کے الگ احکام ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس حقیقت سے باخبر نہیں ہوتا ...وہ ایک ہی رُخ یا ایک ہی روایت کو لے اڑتا ہے اور وثوق و اعتبار کے ساتھ یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے ...سے یہ خبر نہیں ہوتی ہے کہ زندگی کا کوئی دوسرا رُخ بھی ہے ـــ یا اس بیان کا کوئی اور بھی پہلو ہے جو قبل یا بعد دوسرے مناسب موقع ...ان ہو چکا ہے یا بیان ہونے والا ہے اور اس طرح اشتباہات کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور حقیقت روایات میں گم ہو جاتی ہے۔ ...دیدہ و دانستہ کوئی گناہ یا اشتباہ نہیں ہوتا ہے۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - مَنْ كَانَ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَفْهِمُهُ، حَتَّىٰ إِنْ كَانُوا لَيُحِبُّونَ أَنْ يَجِيءَ الْأَعْرَابِيُّ وَالطَّارِىءُ، فَيَسْأَلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّىٰ يَسْمَعُوا، وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِي مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ إِلَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَحَفِظْتُهُ. فَهٰذِهِ وُجُوهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ، وَعِلَلِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ.

۲۱۱

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في عجيب صنعة الكون

وَكَانَ مِنِ اقْتِدَارِ جَبَرُوتِهِ، وَبَدِيعِ لَطَائِفِ صَنْعَتِهِ، أَنْ جَعَلَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ (اليم) الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ، يَبَساً جَامِداً، ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ أَطْبَاقاً، فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمَاوَاتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا، فَاسْتَمْسَكَتْ بِأَمْرِهِ، وَقَامَتْ عَلَىٰ حَدِّهِ. وَأَرْسَىٰ أَرْضاً يَحْمِلُهَا الْأَخْضَرُ الْمُثْعَنْجِرُ، وَالْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ (المسجر)، قَدْ ذَلَّ لِأَمْرِهِ، وَأَذْعَنَ لِهَيْبَتِهِ، وَوَقَفَ الْجَارِي مِنْهُ لِخَشْيَتِهِ. وَجَبَلَ جَلَامِيدَهَا، وَنُشُوزَ مُتُونِهَا وَأَطْوَادِهَا، فَأَرْسَاهَا فِي مَرَاسِيهَا، وَأَلْزَمَهَا قَرَارَاتِهَا، فَمَضَتْ رُؤُوسُهَا فِي الْهَوَاءِ، وَرَسَتْ أُصُولُهَا فِي الْمَاءِ، فَأَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُولِهَا، وَأَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِي مُتُونِ أَقْطَارِهَا، وَمَوَاضِعِ أَنْصَابِهَا، فَأَشْهَقَ قِلَالَهَا، وَأَطَالَ أَنْشَازَهَا، وَجَعَلَهَا لِلْأَرْضِ عِمَاداً، وَأَرَّزَهَا فِيهَا أَوْتَاداً، فَسَكَنَتْ عَلَىٰ حَرَكَتِهَا مِنْ أَنْ تَمِيدَ بِأَهْلِهَا، أَوْ تَسِيخَ بِحِمْلِهَا، أَوْ تَزُولَ عَنْ مَوَاضِعِهَا. فَسُبْحَانَ مَنْ أَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَجَانِ مِيَاهِهَا، وَأَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوبَةِ أَكْنَافِهَا، فَجَعَلَهَا لِخَلْقِهِ مِهَاداً، وَبَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشاً! فَوْقَ بَحْرٍ لُجِّيٍّ رَاكِدٍ لَا يَجْرِي، وَقَائِمٍ لَا يَسْرِي، تُكَرْكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ، وَتَمْخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ؛ (إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشَىٰ).

زاخر - بھرا ہوا
تقاصف - موجوں کا تہ و بالا ہونا
یبس - خشک
فطر - پیدا کیا
اطباق - طبقات
رتق - جوڑنا
متعنجر - بے حساب پانی
قمقام - سمندر
نشوز - بلندی
انہد - بلند کر دیا
اساخ - داخل کر دیا
انصاب - جمع نصب - سیدھا
اشہق - بلند تر بنا دیا
قلال - جمع قلّہ - بلند کوہ
ارزہا - ثابت کر دیا
تمید - اِدھر اُدھر ہو جائے
اکناف - اطراف
مہاد - فرش
تکرکرہ - حرکت دیتی ہیں
ذوارف - بہانے والا

(۱) کس قدر حیرت انگیز صورت حال ہے کہ صحابہ کرام دن رات سرکار دو عالم کی خدمت میں رہیں اور ایک مسئلہ دریافت کرنے کی توفیق نہ ہو اور اس موقع کے منتظر رہیں جب کوئی باہر والا آ کر مسئلہ دریافت کرے تو اور وہ بھی اس سے باخبر ہو جائیں ایسی صحابیت سے تو دیہاتیت ہی بہتر ہے کہ اس میں تحصیل علم دین کا جذبہ تو پایا جاتا ہے

مصادر خطبہ ۲۱۱

ت بھی نہیں تھی کہ آپ سے سوال کرسکیں اور باقاعدہ تحقیق کرسکیں بلکہ اس بات کا انتظار کیا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی یا پردیسی آکر سے سوال کرے تو وہ بھی سن لیں[1]۔ یہ صرف میں تھا کہ میرے سامنے سے کوئی ایسی بات نہیں گزرتی تھی مگر یہ کہ میں دریافت بھی تا تھا اور محفوظ بھی کرلیتا تھا۔

یہ ہیں لوگوں کے درمیان اختلافات کے اسباب اور روایات میں تضاد کے عوامل و محرکات۔

۲۱۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(حیرت انگیز تخلیق کائنات کے بارے میں)

یہ پروردگار کے اقتدار کی طاقت اور اس کی صناعی کی حیرت انگیز لطافت ہے کہ اس نے گہرے اور متلاطم سمندر[1] میں ایک خشک اور وس زمین کو پیدا کردیا ۔ اور پھر بخارات کے طبقات بنا کر انھیں شگافتہ کرکے سات آسمانوں کی شکل دے دی جو اس کے امر سے ٹھہرے ہوئے ہیں اور اپنی حدوں پر قائم ہیں۔ پھر زمین کو یوں گاڑ دیا کہ اسے سبز رنگ کا گہرا سمندر اٹھائے ہوئے ہے جو قانون الٰہی کے آگے مسخر ہے۔ اس کے امر کا تابع ہے اور اس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہے اور اس کے خوف سے اس کا بہاؤ تھما ہوا ہے۔

پھر پتھروں، ٹیلوں اور پہاڑوں کو خلق کرکے انھیں ان کی جگہوں پر گاڑ دیا اور ان کی منزلوں پر مستقر کردیا کہ اب انکی بلندیاں فضاؤں سے گذر گئی ہیں اور ان کی جڑیں پانی کے اندر راسخ ہیں۔ ان کے پہاڑوں کو ہموار زمینوں سے اونچا کیا اور انکے ستونوں اطراف کے پھیلاؤ اور مراکز کے ٹھہراؤ میں نصب کردیا۔ اب ان کی چوٹیاں بلند ہیں اور ان کی بلندیاں طویل ترین ہیں۔ انھیں پہاڑوں کو زمین کا ستون قرار دیا ہے اور انھیں کو کیل بنا کر گاڑ دیا ہے جن کی وجہ سے زمین حرکت کے بعد ساکن ہوگئی اور نہ ل زمین کو لے کر کسی طرف جھک سکی اور نہ ان کے بوجھ سے دھنس سکی اور نہ اپنی جگہ سے ہٹ سکی۔

پاک و بے نیاز ہے وہ مالک جس نے پانی کے تموج کے باوجود اسے روک رکھا ہے اور اطراف کی تری کے باوجود اسے خشک بنا رکھا ہے اور پھر اسے اپنی مخلوقات کے لئے گہوارہ اور فرش کی حیثیت دے دی ہے۔ اس گہرے سمندر کے اوپر جو ٹھہرا ہوا ہے اور بہتا نہیں ہے اور ایک مقام پر قائم ہے کسی طرف جاتا نہیں ہے حالانکہ اسے تیز و تند ہوائیں حرکت دے رہی ہیں اور برسنے والے بادل اسے متھ کر اس سے پانی کھینچتے رہتے ہیں۔ "ان تمام باتوں میں عبرت کا سامان ہے ان لوگوں کے لئے جن کے اندر خوف خدا پایا جاتا ہے۔"

---

[1] کتنا حسین نظام کائنات ہے کہ متلاطم پانی پر زمین قائم ہے اور زمین کے اوپر ہوا کا دباؤ قائم ہے اور انسان اس تین منزلہ عمارت میں درمیانی طبقہ پر اس طرح سکونت پذیر ہے کہ اس کے زیر قدم زمین اور پانی ہے اور اس کے بالائے سر فضا اور ہوا ہے۔ ہوا اس کی زندگی کے لئے سانسیں فراہم کررہی ہے اور زمین اس کے سکون و قرار کا انتظام کرکے اسے باقی رکھے ہوئے ہیں۔ پانی اس کی زندگی کا قوام ہے اور سمندر اس کی تازگی کا ذریعہ۔ کوئی ذرۂ کائنات اس کی خدمت سے غافل نہیں ہے اور کوئی عنصر اپنے سے اشرف مخلوق کی اطاعت سے منحرف نہیں ہے ۔ تاکہ وہ بھی اپنی اشرفیت کی آبرو کا تحفظ کرے اور ساری کائنات سے بالاتر خالق و مالک کی اطاعت و عبادت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

٢١٢

و من خطبة له (عليه السلام)

كان يستنهض بها أصحابه الى جهاد أهل الشام في زمانه

اَللّٰهُمَّ أَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِكَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا الْعَادِلَةَ غَيْرَ الْجَائِرَةِ، وَالْمُصْلِحَةَ غَيْرَ الْمُفْسِدَةِ، فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا، فَأَبَى بَعْدَ سَمْعِهِ لَهَا إِلَّا النُّكُوصَ عَنْ نُصْرَتِكَ، وَالْإِبْطَاءَ عَنْ إِعْزَازِ دِينِكَ، فَإِنَّا نَسْتَشْهِدُكَ عَلَيْهِ يَا أَكْبَرَ الشَّاهِدِينَ[1] شَهَادَةً، وَنَسْتَشْهِدُ عَلَيْهِ جَمِيعَ مَا أَسْكَنْتَهُ أَرْضَكَ وَسَمَاوَاتِكَ، ثُمَّ أَنْتَ بَعْدُ الْمُغْنِي عَنْ نَصْرِهِ، وَالْآخِذُ لَهُ بِذَنْبِهِ.

٢١٣

و من خطبة له (عليه السلام)

في تمجيد الله و تعظيمه

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ عَنْ شَبَهِ الْمَخْلُوقِينَ[2]، الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِينَ، الظَّاهِرِ بِعَجَائِبِ تَدْبِيرِهِ لِلنَّاظِرِينَ، وَالْبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِهِ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِينَ، الْعَالِمِ بِلَا اكْتِسَابٍ وَلَا ازْدِيَادٍ، وَلَا عِلْمٍ مُسْتَفَادٍ، الْمُقَدِّرِ لِجَمِيعِ الْأُمُورِ بِلَا رَوِيَّةٍ وَ لَا ضَمِيرٍ، الَّذِي لَا تَغْشَاهُ الظُّلَمُ، وَلَا يَسْتَضِيءُ بِالْأَنْوَارِ، وَلَا يَرْهَقُهُ لَيْلٌ، وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ نَهَارٌ، لَيْسَ إِدْرَاكُهُ بِالْإِبْصَارِ، وَلَا عِلْمُهُ بِالْإِخْبَارِ.

و منها في ذكر النبي صلى الله عليه و آله و سلم

أَرْسَلَهُ بِالضِّيَاءِ، وَ قَدَّمَهُ فِي الْاِصْطِفَاءِ، فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَ سَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ، وَذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوبَةَ، وَسَهَّلَ بِهِ الْحُزُونَةَ، حَتَّى سَرَّحَ الضَّلَالَ، عَنْ يَمِينٍ و شِمَالٍ.

٢١٤

و من خطبة له (عليه السلام)

يصف جوهر الرسول، و يصف العلماء، و يعظ بالتقوى

وَأَشْهَدُ أَنَّهُ عَدْلٌ عَدَلَ، وَحَكَمٌ فَصَلَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَسَيِّدُ عِبَادِهِ، كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهُ فِي

شَبَہ ۔ مشابہت
رَہَق ۔ ڈھانپ لینا
رَتَق ۔ جوڑنا
مفاتق ۔ شگاف
سَاوَرَ ۔ مقابلہ کیا
مُغالِب ۔ غلبہ کی طلبگار
حُزُونہ ۔ ناہموار
نَسَخَ ۔ تبدیل کیا

(۱) بعض حضرات نے "باکبر الشاہدین" نقل کیا ہے اور مراد سرکار دو عالم کو لیا ہے ۔ حالانکہ قرین قیاس یا اکبر الشاہدین ہی ہے اور "اکبر الشاہدین" قرآن مجید نے پروردگار ہی کو قرار دیا ہے ۔ (انعام ۱۹)

(۲) یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مخلوقات کا کمال کسی قدر بلند کیوں نہ ہو جائے ۔ اس کا خالق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ہر ایک کا کمال کسی کی دین ہے اور مالک کا کمال اس کا ذاتی اور حقیقی ہے ۔

مصادر خطبہ ۲۱۲

مصادر خطبہ ۲۱۳ بحار الانوار مجلسی ۴ صـ ۳۱۹

مصادر خطبہ ۲۱۴ غرر الحکم ۔ شرح الحدیدی ۳ صـ ۲۳

۲۱۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں اپنے اصحاب کو اہل شام سے جہاد کرنے پرآمادہ کیا ہے)

(خد)ایا! تیرے جس بندہ نے بھی میری عادلانہ گفتگو (جس میں کسی طرح کا ظلم نہیں ہے) اور مصلحانہ نصیحت (جس میں کسی طرح کا فساد نہیں (ہے) سننے کے بعد بھی تیرے دین کی نصرت سے انحراف کیا اور تیرے دین کے اعزاز میں کوتاہی کی ہے۔ میں اس کے خلاف تجھے گواہ (بنا) رہا ہوں کہ تجھ سے بالاتر کوئی گواہ نہیں ہے اور پھر تیرے تمام سکانِ ارض و سما کو گواہ قرار دے رہا ہوں۔ اس کے بعد تو (سب) کی مدد سے بے نیاز بھی ہے اور ہر ایک کے گناہ کا مواخذہ کرنے والا بھی ہے۔

۲۱۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(پروردگار کی تمجید اور اس کی تعظیم کے بارے میں)

(س)اری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو مخلوقات کی شباہت سے بلند تر اور توصیف کرنے والوں کی گفتگو سے بالاتر ہے وہ (تدب)یر کے عجائب کے ذریعہ دیکھنے والوں کے سامنے بھی ہے اور اپنے جلال و عزت کی بنا پر مفکرین کی فکر سے پوشیدہ بھی ہے۔ (بغیر ت)حصیل اور اضافہ کے عالم ہے اور اس کا علم کسی استفادہ کا نتیجہ بھی نہیں ہے۔ تمام امور کا تقدیر ساز ہے اور اس سلسلہ میں (کسی غور) و فکر اور سوچ بچار کا محتاج بھی نہیں ہے۔ تاریکیاں اسے ڈھانپ نہیں سکتی ہیں اور روشنیوں سے وہ کسی طرح کا کسب نور نہیں (کرتا ہ)ے۔ نہ رات اس پر غالب آسکتی ہے اور نہ دن اس کے اوپر سے گذر سکتا ہے۔ اس کا ادراک آنکھوں کا محتاج نہیں ہے اور (اس کا ع)لم اطلاعات کا نتیجہ نہیں ہے۔

اس نے پیغمبرؐ کو ایک نور دے کر بھیجا ہے اور انھیں سب سے پہلے منتخب قرار دیا ہے۔ ان کے ذریعہ پراگندیوں کو جمع کیا ہے اور (مقابلہ) کرنے والوں کو قابو میں رکھا ہے۔ دشواریوں کو آسان کیا ہے اور ناہمواریوں کو ہموار بنایا ہے۔ یہاں تک کہ گمراہیوں کو (داہنے) بائیں ہر طرف سے دور کر دیا ہے۔

۲۱۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں رسول اکرمؐ کی تعریف، علماء کی توصیف اور تقویٰ کی نصیحت کا ذکر کیا گیا ہے)

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ پروردگار ایسا عادل ہے جو عدل ہی سے کام لیتا ہے۔ اور ایسا حاکم ہے جو حق و باطل کو جدا کر دیتا ہے (اور) شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور پھر تمام بندوں کے سردار بھی ہیں۔ جب بھی پروردگار نے مخلوقات کو دو (حصو)ں میں تقسیم کیا ہے انھیں[1] بہترین حصہ ہی میں رکھا ہے۔

(صح)یح مسلم کتاب الفضائل میں سرکار دو عالمؐ کا یہ ارشاد درج ہے کہ اللہ نے اولاد اسماعیل میں کنانہ کا انتخاب کیا ہے اور پھر کنانہ میں قریش (کو من)تخب قرار دیا ہے۔ قریش میں بنی ہاشم منتخب ہیں اور بنی ہاشم میں میں۔ لہٰذا دنیا کی کسی شخصیت کا سرکار دو عالمؐ اور اہلبیتؑ پر قیاس نہیں (کیا ج)اسکتا ہے۔!

خَيْرِهَا، لَمْ يُسْهِمْ فِيهِ عَاهِرٌ، وَلَا ضَرَبَ فِيهِ فَاجِرٌ.(۱)

أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ أَهْلاً، وَلِلْحَقِّ دَعَائِمَ، وَلِلطَّاعَةِ عِصَماً، وَإِنَّ لَكُمْ عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْناً مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ يَقُولُ عَلَى الْأَلْسِنَةِ، وَ يُثَبِّتُ الْأَفْئِدَةَ. فِيهِ كِفَاءٌ لِمُكْتَفٍ، وَشِفَاءٌ لِمُشْتَفٍ.

صفة العلماء

وَاعْلَمُوا أَنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْتَحْفَظِينَ عِلْمَهُ، يَصُونُونَ مَصُونَهُ، وَيُفَجِّرُونَ عُيُونَهُ. يَتَوَاصَلُونَ بِالْوِلَايَةِ، وَيَتَلَاقَوْنَ بِالْمَحَبَّةِ، وَيَتَسَاقَوْنَ بِكَأْسٍ رَوِيَّةٍ، وَيَصْدُرُونَ بِرِيَّةٍ، لَا تَشُوبُهُمُ الرِّيبَةُ، وَلَا تُسْرِعُ فِيهِمُ الْغِيبَةُ. عَلَى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَأَخْلَاقَهُمْ، فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّونَ، وَبِهِ يَتَوَاصَلُونَ، فَكَانُوا كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقَى، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَ يُلْقَى، قَدْ مَيَّزَهُ التَّخْلِيصُ، وَهَذَّبَهُ التَّمْحِيصُ.

العظة بالتقوى

فَلْيَقْبَلِ امْرُؤٌ كَرَامَةً بِقَبُولِهَا، وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُولِهَا، وَلْيَنْظُرِ امْرُؤٌ فِي قَصِيرِ أَيَّامِهِ، وَقَلِيلِ مُقَامِهِ، فِي مَنْزِلٍ حَتَّى يَسْتَبْدِلَ بِهِ مَنْزِلاً، فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهِ، وَمَعَارِفِ مُنْتَقَلِهِ. فَطُوبَى لِذِي قَلْبٍ سَلِيمٍ، أَطَاعَ مَنْ يَهْدِيهِ، وَ تَجَنَّبَ مَنْ يُرْدِيهِ، وَأَصَابَ سَبِيلَ السَّلَامَةِ بِبَصَرِ مَنْ بَصَّرَهُ، وَطَاعَةِ هَادٍ أَمَرَهُ، وَبَادَرَ الْهُدَى قَبْلَ أَنْ تُغْلَقَ أَبْوَابُهُ، وَ تُقْطَعَ أَسْبَابُهُ، وَاسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ، وَأَمَاطَ الْحَوْبَةَ، فَقَدْ أُقِيمَ عَلَى الطَّرِيقِ، وَهُدِيَ نَهْجَ السَّبِيلِ.

۲۱۵

و من دعاء له (ع)

كان يدعو به كثيراً

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُصْبِحْ بِي مَيِّتاً وَلَا سَقِيماً، وَلَا مَضْرُوباً عَلَى عُرُوقِي بِسُوءٍ، وَلَا مَأْخُوذاً بِأَسْوَإِ عَمَلِي، وَلَا مَقْطُوعاً دَابِرِي، وَلَا

عاہر - بدکار
ضرب فیہ - حصہ لیا
عِصَم - جمع عصمت - وسائل حفاظت
کِفاء - کافی
مستحفظین - جنھیں علم کا خزانہ دار بنایا گیا ہے
ولایت - محبت
رَوِیّہ - سیراب کرنے والا
رِیّہ - زوال عطش
ریبہ - شک و شبہ
عَقَد - خلقت اور اخلاق دونوں کو وابستہ کر دیا
ینتقیٰ - چن لیا جاتا ہے
بذر - تخم زراعت
تہذیب - صفائی
تمحیص - چھانٹی - چھان بین
کرامت - نصیحت
قارعہ - داعی موت
متحوّل - مستقبل
منتقل - مرکز انتقال
حَوبہ - گناہ
دابر - نسل - پسماندگان

(۱) یہ اعلان ہے کہ رسول اکرمؐ کے شجرۂ نسب میں کسی بدکار اور فاجر کا دخل نہیں ہے اور سب طیب وطاہر اور پاک و پاکیزہ تھے

مصادر خطبہ ۲۱۵ الاختبار السید ابن باقی، ا بحار الانوار ۹۴ ص ۲۲۶

تخلیق میں نہ کسی بدکار کا کوئی حصہ ہے اور نہ کسی فاسق و فاجر کا کوئی دخل ہے۔(۱)

یاد رکھو کہ پروردگار نے ہر خیر کے لئے اہل قرار دئے ہیں اور ہر حق کے لئے ستون اور ہر اطاعت کے لئے وسیلۂ حفاظت قرار دیا ہے اور تمہارے لئے ہر اطاعت کے موقع پر خدا کی طرف سے ایک مددگار کا انتظام رہتا ہے جو زبانوں پر بولتا ہے اور دلوں کو ثبات عنایت کرتا ہے۔ اس کے وجود میں ہر اکتفا کرنے والے کے لئے کفایت ہے اور ہر طلبگار صحت کے لئے شفا و عافیت ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ کے وہ بندے جنھیں اس نے اپنے علم کا محافظ بنایا ہے وہ اس کا تحفظ بھی کرتے ہیں اور اس کے چشموں کو جاری بھی کرتے رہتے ہیں۔ آپس میں محبت سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور چاہت کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ سیراب کرنے والے جاموں سے مل کر سیراب ہوتے ہیں اور پھر سیر و سیراب ہو کر ہی باہر نکلتے ہیں۔ ان کے اعمال میں ریب کی آمیزش نہیں ہے اور ان کے معاشرہ میں غیبت کا گذر نہیں ہے۔ اسی انداز سے مالک نے ان کی تخلیق کی ہے اور ان کے اخلاق قرار دئے ہیں اور اسی بنیاد پر وہ آپس میں محبت بھی کرتے ہیں اور ملتے بھی رہتے ہیں۔ ان کی مثال ان دانوں کی ہے جن کو اس طرح چنا جاتا ہے کہ اچھے دانوں کو لے لیا جاتا ہے اور خراب کو پھینک دیا جاتا ہے۔ انھیں اسی صفائی نے ممتاز بنا دیا ہے اور انھیں اسی پرکھ نے صاف ستھرا قرار دے دیا ہے۔

اب ہر شخص کو چاہئے کہ انھیں صفات کو قبول کرکے کرامت کو قبول کرے اور قیامت کے آنے سے پہلے ہوشیار ہو جائے۔ اپنے مختصر سے دنوں اور تھوڑے سے قیام کے بارے میں غور کرے کہ اس منزل کو دوسری منزل میں بہرحال بدل جانا ہے۔ اب اس کا فرض ہے کہ نئی منزل اور جانی پہچانی جائے بازگشت کے بارے میں عمل کرے۔

خوشا بحال ان قلب سلیم والوں کے لئے جو رہنما کی اطاعت کریں اور ہلاک ہونے والوں سے پرہیز کریں۔ کوئی راستہ دکھا دے تو دیکھ لیں اور واقعی راہنما امر کرے تو اس کی اطاعت کریں۔ ہدایت کی طرف سبقت کریں قبل اس کے کہ اس کے دروازے بند ہو جائیں اور اس کے اسباب منقطع ہو جائیں۔ توبہ کا دروازہ کھول لیں اور گناہوں کے داغوں کو دھو ڈالیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں سیدھے راستہ پر کھڑا کر دیا گیا ہے اور انھیں واضح راستہ کی ہدایت مل گئی۔

۲۱۵۔ آپ کی دعا کا ایک حصہ

(جس کی برابر تکرار فرمایا کرتے تھے)

خدا کا شکر ہے کہ اس نے صبح کے ہنگام نہ مُردہ بنایا ہے اور نہ بیمار۔ نہ کسی رگ پر مرض کا حملہ ہوا ہے اور نہ کسی بدعملی کا مواخذہ کیا گیا ہے۔ نہ میری نسل کو منقطع کیا گیا ہے اور نہ اپنے دین میں ارتداد کا شکار ہوا ہوں۔

(۱) دنیا میں صاحبانِ علم و فضل بیشمار ہیں لیکن وہ اہل علم جنھیں مالک نے اپنے علم اور اپنے دین کا محافظ بنایا ہے وہ محدود ہی ہیں جن کی صفت یہ ہے کہ علم کا تحفظ بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو سیراب بھی کرتے رہتے ہیں۔ خود بھی سیراب رہتے ہیں اور دوسروں کی تشنگی کا بھی علاج کرتے رہتے ہیں۔ ان کے علم میں جہالت اور "لا ادری" کا گذر نہیں ہے اور وہ کسی سائل کو محروم واپس نہیں کرتے ہیں۔

مُـرْتَدّاً عَـنْ دِيـنِي، وَلَا مُـنْكِراً لِـرَبِّي، وَلَامُسْـتَوْحِشاً مِـنْ إِيمَانِي، وَلَا مُلْتَبِساً عَـقْلِي، وَلَا مُعَذَّباً بِـعَذَابِ الْأُمَـمِ مِـنْ قَـبْلِي. أَصْبَحْتُ عَـبْداً مَمْلُوكاً ظَـالِماً لِنَفْسِي، لَكَ الْحُـجَّةُ عَـلَيَّ وَلَا حُـجَّةَ لِي. وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُـذَ إِلَّا مَـا أَعْـطَيْتَنِي، وَلَا أَتَّقِيَ إِلَّا مَا وَقَيْتَنِي.

اَللّٰـهُمَّ إِنِّي أَعُـوذُ بِكَ أَنْ أَفْـتَقِرَ فِي غِـنَاكَ، أَوْ أَضِـلَّ فِي هُـدَاكَ، أَوْ أُضَـامَ فِي سُـلْطَانِكَ، أَوْ أُضْطَهَدَ وَالْأَمْـرُ لَكَ!

اَللّٰـهُمَّ اجْـعَلْ نَـفْسِي أَوَّلَ كَـرِيمَةٍ تَـنْتَزِعُهَا مِـنْ كَـرَائِمِي، وَأَوَّلَ وَدِيـعَةٍ تَـرْتَجِعُهَا مِـنْ وَدَائِـعِ نِـعَمِكَ عِـنْدِي! اَللّٰـهُمَّ إِنَّـا نَـعُوذُبِكَ أَنْ نَـذْهَبَ عَـنْ قَـوْلِكَ، أَوْ أَنْ نُـفْتَتَنَ عَنْ دِينِكَ، أَوْ تَتَابَعَ بِنَا أَهْوَاؤُنَـا دُونَ الْهُـدَىٰ الَّـذِي جَـاءَ مِـنْ عِـنْدِكَ!

۲۱٦
و من خطبة له ﴿؏﴾
خطبها بصفين

أَمَّـا بَـعْدُ، فَـقَدْ جَـعَلَ اللّٰـهُ سُبْحَانَهُ لِي عَـلَيْكُمْ حَـقّاً بِـوِلَايَةِ أَمْـرِكُمْ، وَلَكُـمْ عَـلَيَّ مِـنَ الْحَـقِّ مِـثْلُ الَّـذِي لِيْ عَـلَيْكُمْ، فَـالْحَقُّ أَوْسَـعُ الْأَشْـيَاءِ فِي التَّـوَاصُفِ، وَأَضْـيَقُهَا فِي التَّـنَاصُفِ، لَا يَجْـرِي لِأَحَـدٍ إِلَّا جَـرَىٰ عَـلَيْهِ، وَلَا يَجْـرِي عَـلَيْهِ إِلَّا جَـرَىٰ لَـهُ. وَلَـوْ كَـانَ لِأَحَـدٍ أَنْ يَجْـرِيَ لَـهُ وَلَا يَجْـرِيَ عَـلَيْهِ، لَكَـانَ ذٰلِكَ خَـالِصاً لِلّٰهِ سُـبْحَانَهُ دُونَ خَـلْقِهِ، لِـقُدْرَتِهِ عَـلَىٰ عِـبَادِهِ، وَلِـعَدْلِهِ فِي كُـلِّ مَـا جَـرَتْ عَلَيْهِ صُرُوفُ قَـضَائِهِ، وَلٰكِـنَّهُ سُـبْحَانَهُ جَـعَلَ حَـقَّهُ عَـلَى الْـعِبَادِ أَنْ يُـطِيعُوهُ، وَجَـعَلَ جَزَاءَهُمْ عَلَيْهِ مُضَاعَفَةَ الثَّوَابِ تَفَضُّلاً مِنْهُ، وَتَـوَسُّعاً بِمَا هُـوَ مِـنَ الْمَـزِيدِ أَهْـلُهُ.

حق الوالي و حق الرعية

ثُمَّ جَعَلَ - سُبْحَانَهُ - مِـنْ حُـقُوقِهِ حُـقُوقاً اِفْـتَرَضَهَا لِـبَعْضِ النَّـاسِ عَـلَىٰ بَـعْضٍ، فَـجَعَلَهَا تَـتَكَافَأُ فِي وُجُـوهِهَا، وَيُـوجِبُ بَـعْضُهَا بَـعْضاً، وَلَا يُسْـتَوْجَبُ بَـعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ. وَأَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ - سُبْحَانَهُ - مِنْ تِـلْكَ الْحُـقُوقِ حَـقُّ الْـوَالِي عَـلَى الرَّعِـيَّةِ، وَحَـقُّ الرَّعِـيَّةِ عَـلَى الْـوَالِي، فَـرِيضَةٌ فَـرَضَهَا اللّٰـهُ - سُـبْحَانَهُ - لِكُـلٍّ عَـلَىٰ كُـلٍّ، فَـجَعَلَهَا نِـظَاماً لِأُلْـفَتِهِمْ، وَعِـزّاً لِـدِينِهِمْ، فَـلَيْسَتْ تَـصْلُحُ الرَّعِـيَّةُ إِلَّا بِـصَلَاحِ الْـوُلَاةِ، وَلَا تَـصْلُحُ الْـوُلَاةُ إِلَّا بِـاسْتِقَامَةِ الرَّعِـيَّةِ، فَـإِذَا أَدَّتِ الرَّعِـيَّةُ إِلَىٰ الْـوَالِي حَـقَّهُ، وَأَدَّىٰ الْـوَالِي إِلَـيْهَا حَـقَّهَا عَـزَّ الْحَـقُّ بَـيْنَهُمْ، وَقَـامَتْ مَـنَاهِجُ الدِّيـنِ، وَاعْـتَدَلَتْ مَـعَالِمُ الْعَدْلِ، وَجَـرَتْ عَـلَىٰ أَذْلَالِهَا السُّـنَنُ، فَـصَلَحَ بِـذٰلِكَ الزَّمَـانُ، وَطُـمِعَ فِي بَقَاءِ الدَّوْلَـةِ، وَيَـئِسَتْ مَـطَامِعُ الْأَعْـدَاءِ. وَإِذَا

التباس - اختلاط
تتابع - پیچھے لگ جانا
تکافا - برابری
اَذلال - جمع ذِل - صحیح راستہ
سُنَن - جمع سنّت

(۱) اس قدر حسین انداز طلب ہے کہ بندہ کسی امر کا حقدار نہیں ہے لیکن کریم کی سلطنت میں رہ کر محروم رہ جائے یہ امر قابل تصور نہیں ہے۔ مالک سے مطالبہ یہی ہے کہ بندہ کی ذلت وحقارت پر نگاہ نہ کرے بلکہ اپنے کرم وفضل کے پیش نظر امور انجام دے

اگرچہ مخلوق کے خالق پر کسی حق کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن یہ خالق کا کرم ہے کہ اس نے اعمال پر جزاء اور ثواب کا وعدہ کرکے بندوں کو صاحب حق بنا دیا ہے اور اس طرح نظام حقوق کو اس قدر عادلانہ بنا دیا ہے کہ خالق بھی اس وقت تک اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرتا ہے جب تک مخلوقات کے حق کو ادا نہیں کر دیتا ہے تو اب مخلوقات کو بھی اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ دوسروں کا حق ادا کئے بغیر اپنے حق کا مطالبہ شروع کر دیں

یہ نظام عدل کی صریحی خلاف ورزی ہے اور اسے خدائے عادل وحکیم کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا ہے

مصادر خطبہ ۲۱٦ روضۃ الکافی ص۳۵۲

اپنے دین سے مرتد ہوں اور نہ اپنے رب کا منکر۔ نہ اپنے ایمان سے متوحش اور نہ اپنی عقل کا مخبوط اور نہ مجھ پر گذشتہ امتوں جیسا کوئی عذاب ہوا ہے۔ میں نے اس عالم میں صبح کی ہے کہ میں ایک بندۂ مملوک ہوں جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ خدایا! تیری حجت مجھ پر تمام ہے اور میری کوئی حجت نہیں ہے۔ تو جو دیدے اس سے زیادہ لے نہیں سکتا اور جس چیز سے تو نہ بچائے اس سے بچ نہیں سکتا۔

خدایا! میں اس امر سے پناہ چاہتا ہوں کہ تیری دولت میں رہ کر فقیر ہو جاؤں یا تیری ہدایت کے باوجود گمراہ ہو جاؤں یا تیری سلطنت کے باوجود ستایا جاؤں یا تیرے ہاتھ میں سارے اختیارات ہونے کے باوجود مجھ پر دباؤ ڈالا جائے۔

خدایا! میری جن نفیس چیزوں کو مجھ سے واپس لینا اور اپنی جن امانتوں کو مجھ سے پلٹانا۔ ان میں سب سے پہلی چیز میری روح کو قرار دینا۔

خدایا! میں اس امر سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ارشادات سے بہک جاؤں یا تیرے دین میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں یا تیری آئی ہوئی ہدایتوں کے مقابلہ میں مجھ پر خواہشات کا غلبہ ہو جائے۔

۲۱۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جسے مقام صفین میں ارشاد فرمایا)

اما بعد۔ پروردگار نے ولی امر ہونے کی بنا پر تم پر میرا ایک حق قرار دیا ہے اور تمھارا بھی میرے اوپر ایک طرح کا حق ہے اور حق مدح سرائی کے اعتبار سے تو بہت وسعت رکھتا ہے لیکن انصاف کے اعتبار سے بہت تنگ ہے۔ یہ کسی کا اس وقت تک ساتھ نہیں دیتا ہے جب تک اس کے ذمہ کوئی حق ثابت نہ کر دے اور کسی کے خلاف فیصلہ نہیں کرتا ہے جب تک اسے کوئی حق نہ دلوا دے۔ اگر کوئی ہستی ایسی ممکن ہے جس کا دوسروں پر حق ہو اور اس پر کسی کا حق نہ ہو تو وہ صرف پروردگار کی ہستی ہے کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور اس کے تمام فیصلے عدل و انصاف پر مبنی ہیں لیکن اس نے بھی جب بندوں پر اپنا حق اطاعت قرار دیا ہے تو اپنے فضل و کرم اور اپنے اس احسان کی وسعت کی بنا پر جس کا وہ اہل ہے ان کا یہ حق قرار دے دیا ہے کہ انھیں زیادہ سے زیادہ ثواب دے دیا جائے۔

پروردگار کے مقرر کئے ہوئے حقوق میں سے وہ تمام حقوق ہیں جو اس نے ایک دوسرے پر قرار دئے ہیں اور ان میں مساوات بھی قرار دی ہے کہ ایک حق سے دوسرا حق پیدا ہوتا ہے اور ایک حق نہیں پیدا ہوتا ہے جب تک دوسرا حق نہ پیدا ہو جائے۔

اور ان تمام حقوق میں سب سے عظیم ترین حق رعایا پر والی کا حق اور والی پر رعایا کا حق ہے جسے پروردگار نے ایک کو دوسرے کے لئے قرار دیا ہے اور اسی سے ان کی باہمی الفتوں کو منظم کیا ہے اور ان کے دین کو عزت دی ہے۔ رعایا کی اصلاح ممکن نہیں ہے جب تک والی صالح نہ ہو اور والی صالح نہیں رہ سکتے ہیں جب تک رعایا صالح نہ ہو۔ اب اگر رعایا نے والی کو اس کا حق دے دیا اور والی نے رعایا کو ان کا حق دے دیا تو حق دونوں کے درمیان عزیز رہے گا۔ دین کے راستے قائم ہو جائیں گے۔ انصاف کے نشانات برقرار رہیں گے اور پیغمبر اسلامؐ کی سنتیں اپنے ڈھرے پر چل پڑیں گی اور زمانہ ایسا صالح ہو جائے گا کہ بقائے حکومت کی امید بھی کی جائے گی اور دشمنوں کی تمنائیں بھی ناکام ہو جائیں گی۔

غَلَبَتِ الرَّعِيَّةُ وَالِيَهَا، أَوْ أَجْحَفَ الْوَالِي بِرَعِيَّتِهِ، إخْتَلَفَتْ هُنَالِكَ الْكَلِمَةُ وَظَهَرَتْ مَعَالِمُ الْجَوْرِ، وَكَثُرَ الْادْغَالُ فِي الدِّينِ، وَتُرِكَتْ مَحَاجُّ السُّنَنِ، فَعُمِلَ بِالْهَوَىٰ، وَعُطِّلَتِ الْأَحْكَامُ، وَكَثُرَتْ عِلَلُ النُّفُوسِ، فَلَا يُسْتَوْحَشُ لِعَظِيمِ حَقٍّ عُطِّلَ، وَلَا لِعَظِيمِ بَاطِلٍ فُعِلَ! فَهُنَالِكَ تَذِلُّ الْأَبْرَارُ، وَتَعِزُّ الْأَشْرَارُ، وَتَعْظُمُ تَبِعَاتُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ عِنْدَ الْعِبَادِ. فَعَلَيْكُمْ بِالتَّنَاصُحِ فِي ذٰلِكَ، وَحُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ. فَلَيْسَ أَحَدٌ - وَإِنِ اشْتَدَّ عَلَىٰ رِضَى اللّٰهِ حِرْصُهُ، وَطَالَ فِي الْعَمَلِ اجْتِهَادُهُ - بِبَالِغٍ حَقِيقَةَ مَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَهْلُهُ مِنَ الطَّاعَةِ لَهُ. وَلٰكِنْ مِنْ وَاجِبِ حُقُوقِ اللّٰهِ عَلَىٰ عِبَادِهِ النَّصِيحَةُ بِمَبْلَغِ جُهْدِهِمْ، وَالتَّعَاوُنُ عَلَىٰ إِقَامَةِ الْحَقِّ بَيْنَهُمْ. وَلَيْسَ امْرُؤٌ - وَإِنْ عَظُمَتْ فِي الْحَقِّ مَنْزِلَتُهُ، وَتَقَدَّمَتْ فِي الدِّينِ فَضِيلَتُهُ - بِفَوْقِ أَنْ يُعَانَ عَلَىٰ مَا حَمَّلَهُ اللّٰهُ مِنْ حَقِّهِ. وَلَا امْرُؤٌ - وَإِنْ صَغَّرَتْهُ (اصغرته) النُّفُوسُ، وَاقْتَحَمَتْهُ الْعُيُونُ - بِدُونِ أَنْ يُعِينَ عَلَىٰ ذٰلِكَ أَوْ يُعَانَ عَلَيْهِ.

فأجابه ﴿ع﴾ رجل من أصحابه بكلام طويل، يكثر فيه الثناء عليه، و يذكر سمعه و طاعته له: فقال ﴿ع﴾:

إِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ فِي نَفْسِهِ، وَجَلَّ مَوْضِعُهُ مِنْ قَلْبِهِ، أَنْ يَصْغُرَ عِنْدَهُ - لِعِظَمِ ذٰلِكَ - كُلُّ مَا سِوَاهُ، وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَمَنْ عَظُمَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَلَطُفَ إِحْسَانُهُ إِلَيْهِ. فَإِنَّهُ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَىٰ أَحَدٍ إِلَّا ازْدَادَ حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْهِ عِظَماً. وَإِنَّ مِنْ أَسْخَفِ حَالَاتِ الْوُلَاةِ عِنْدَ صَالِحِ النَّاسِ، أَنْ يُظَنَّ بِهِمْ حُبُّ الْفَخْرِ، وَيُوضَعَ أَمْرُهُمْ عَلَى الْكِبْرِ. وَقَدْ كَرِهْتُ أَنْ يَكُونَ جَالَ فِي ظَنِّكُمْ أَنِّي أُحِبُّ الْإِطْرَاءَ، وَاسْتِمَاعَ الثَّنَاءِ؛ وَلَسْتُ - بِحَمْدِ اللّٰهِ - كَذٰلِكَ. وَلَوْ كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ يُقَالَ ذٰلِكَ لَتَرَكْتُهُ انْحِطَاطاً لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ عَنْ تَنَاوُلِ مَا هُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنَ الْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ. وَرُبَّمَا اسْتَحْلَى النَّاسُ الثَّنَاءَ بَعْدَ الْبَلَاءِ، فَلَا تُثْنُوا عَلَيَّ بِجَمِيلِ ثَنَاءٍ، لِإِخْرَاجِي نَفْسِي إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَإِلَيْكُمْ مِنَ التَّقِيَّةِ (البقية) فِي حُقُوقٍ لَمْ أَفْرُغْ مِنْ أَدَائِهَا، وَفَرَائِضَ لَا بُدَّ مِنْ إِمْضَائِهَا. فَلَا تُكَلِّمُونِي بِمَا تُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ، وَلَا تَتَحَفَّظُوا مِنِّي بِمَا يُتَحَفَّظُ بِهِ عِنْدَ أَهْلِ الْبَادِرَةِ، وَلَا تُخَالِطُونِي بِالْمُصَانَعَةِ، وَلَا تَظُنُّوا بِي اسْتِثْقَالاً فِي حَقٍّ قِيلَ لِي، وَلَا الْتِمَاسَ إِعْظَامٍ لِنَفْسِي، فَإِنَّهُ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَوِ الْعَدْلَ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْهِ، كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا أَثْقَلَ عَلَيْهِ. فَلَا تَكُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ، أَوْ

اِجحاف - ظلم
اِدغال - فساد کی دخل اندازی
مَحاج - جمع محجّہ - سیدھا راستہ
اِقتحام - حقیر بنا دینا
سخف - ضعف عقل
بلاء - زحمت عمل
تقیہ - خوف
بادرہ - غصہ
مصانعہ - مدارات

(1) کاش انسان اس حقیقت کا ادراک کرلیتا کہ وہ ساری زندگی جدوجہد کرنے کے بعد بھی مالک کے حق اطاعت وعبادت کو ادا نہیں کرسکتا ہے تو اس طرح ہمیشہ احساس کوتاہی میں مبتلا رہتا اور کبھی عبادتوں کے غرور کا شکار نہ ہوتا۔

(2) کہاں ہیں دنیا میں وہ افراد جن کی نگاہ میں عظمت الٰہی کا وہ جلوہ ہو جس کے سامنے ساری دنیا حقیر ہو جائے اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس دنیا کو عزت وافتخار کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور ہر آن یہ تصور رکھیں کہ یہ دنیا قابل توجہ نہیں ہے اور انسان کا علم وادراک اور اسکی نگاہ بصیرت اس سے بلند تر ہے کہ اس کا مرکز اس حقیر دنیا کو قرار دیا جائے۔

(3) یہ احساس ذمہ داری علیؑ کے علاوہ کس میں پیدا ہو سکتا ہے اور اس شان بے نیازی سے مولائے کائنات کے علاوہ کون کلام کرسکتا ہے "یا لیت قومی یعلمون"

لیکن اگر رعایا حاکم پر غالب آگئی یا حاکم نے رعایا پر زیادتی کی تو کلمات میں اختلاف ہو جائے گا، ظلم کے نشانات ظاہر ہو جائیں گے۔ مکاری بڑھ جائے گی۔ سنتوں کے راستے نظر انداز ہو جائیں گے۔ خواہشات پر عمل ہوگا۔ احکام معطل ہو جائیں گے اور بیماریاں بڑھ جائیں گی۔ نہ بڑے سے بڑے حق کے معطل ہو جانے سے کوئی وحشت ہوگی اور نہ بڑے سے بڑے باطل پر آمد سے کوئی پریشانی ہوگی۔

ایسے موقع پر نیک لوگ ذلیل کر دئے جائیں گے اور شریر لوگوں کی عزت ہوگی اور بندوں پر خدا کی عقوبتیں عظیم تر ہو جائیں گی۔

لہٰذا آپس میں ایک دوسرے کے مخلص رہو اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اس لئے کہ تم میں کوئی شخص بھی کتنا ہی رضائے خدا کی طمع رکھتا ہو اور کسی قدر بھی زحمت عمل برداشت کرے اطاعت خدا کی اس منزل تک نہیں پہونچ سکتا ہے جس کا وہ اہل ہے لیکن پھر بھی مالک کا یہ حق واجب اس کے بندوں کے ذمہ ہے کہ اپنے امکان بھر نصیحت کرتے رہیں اور حق کے قیام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں اس لئے کہ کوئی شخص بھی حق کی ذمہ داری ادا کرنے میں دوسرے کی امداد سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے چاہے حق میں اس کی منزلت کسی قدر عظیم کیوں نہ ہو اور دین میں اس کی فضیلت کو کسی قدر تقدم کیوں نہ حاصل ہو اور نہ کوئی شخص مدد کرنے یا مدد لینے کی ذمہ داری سے کمتر ہو سکتا ہے چاہے لوگوں کی نظر میں کسی قدر چھوٹا کیوں نہ ہو اور چاہے انکی نگاہوں میں کسی قدر کیوں نہ گر جائے۔

(اس گفتگو کے بعد آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے ایک طویل تقریر کی جس میں آپ کی مدح و ثنا کے ساتھ اطاعت کا وعدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ :)

یاد رکھو کہ جس کے دل میں جلال الٰہی کی عظمت اور جس کے نفس میں اس کے مقام الوہیت کی بلندی ہے اس کا حق یہ ہے کہ تمام کائنات اس کی نظر میں چھوٹی ہو جائے اور ایسے لوگوں میں اس حقیقت کا سب سے بڑا اہل وہ ہے جس پر اس کی نعمتیں عظیم اور اس کے احسانات لطیف ہوں۔ (۴۲) اس لئے کہ کسی شخص پر اللہ کی نعمتیں عظیم نہیں ہوتیں مگر یہ کہ اس کا حق بھی عظیم تر ہو جاتا ہے اور احکام کے حالات میں بدترین کردار افراد کے نزدیک بدترین حالت یہ ہے کہ ان کے بارے میں غرور کا گمان کیا جائے اور ان کے معاملات کو تکبر پر مبنی سمجھا جائے۔ مجھے یہ بات سخت ناگوار ہے کہ تم میں سے کسی کو یہ گمان پیدا ہو جائے کہ میں روسار کو دوست رکھتا ہوں یا اپنی تعریف سننا چاہتا ہوں اور بحمد اللہ میں ایسا نہیں ہوں اور اگر میں ایسی باتیں پسند بھی کرتا ہوتا تو بھی اسے نظر انداز کر دیتا کہ میں اپنے کو اس سے کمتر سمجھتا ہوں کہ اس عظمت و کبریائی کا اہل بن جاؤں جس کا پروردگار حقدار ہے۔ یقیناً بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اچھی کارکردگی پر تعریف کو دوست رکھتے ہیں لیکن خبردار تم لوگ میری اس بات پر تعریف نہ کرنا کہ میں نے تمھارے حقوق ادا کر دئے ہیں کہ ابھی بہت سے ایسے حقوق کا خوف باقی ہے جو ادا نہیں ہو سکے ہیں اور بہت سے فرائض ہیں جنھیں بہر حال نافذ کرنا ہے۔ (۴۳) دیکھو مجھ سے اس لہجہ میں بات نہ کرنا جس لہجہ میں جابر بادشاہوں سے بات کی جاتی ہے اور نہ مجھ سے اس طرح بچنے کی کوشش کرنا جس طرح طیش میں آنے والوں سے بچا جاتا ہے۔ نہ مجھ سے خوشامد کے ساتھ تعلقات رکھنا اور نہ میرے بارے میں یہ تصور کرنا کہ مجھے حرف حق گراں گذرے گا اور نہ میں اپنی تعظیم کا طلبگار ہوں۔ اس لئے کہ جو شخص بھی حرف حق سننے کو گراں سمجھتا ہے یا عدل کی پیشکش کو ناپسند کرتا ہے وہ حق و عدل پر عمل کو یقیناً مشکل تر ہی تصور کرے گا۔ لہٰذا خبردار حرف حق کہنے میں توقف نہ کرنا اور منصفانہ مشورہ دینے سے گریز نہ کرنا۔

مَشُورَةٍ بِعَدْلٍ، فَإِنِّي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقِ أَنْ أُخْطِيءَ،[1] وَ لَا آمَنُ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِي إِلَّا أَنْ يَكْفِيَ اللّٰهُ مِنْ نَفْسِي مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنِّي، فَإِنَّمَا أَنَا وَ أَنْتُمْ عَبِيدٌ مَمْلُوكُونَ لِرَبٍّ لَا رَبَّ غَيْرُهُ، يَمْلِكُ مِنَّا مَا لَا نَمْلِكُ مِنْ أَنْفُسِنَا، وَ أَخْرَجَنَا مِمَّا كُنَّا فِيهِ إِلَى مَا صَلَحْنَا عَلَيْهِ، فَأَبْدَلَنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدَىٰ، وَ أَعْطَانَا الْبَصِيرَةَ بَعْدَ الْعَمَىٰ.

۲۱۷

و من كلام له (عليه السلام)

فی التظلم و التشکی من قریش

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَعْدِيكَ عَلَىٰ قُرَيْشٍ وَ مَنْ أَعَانَهُمْ، فَإِنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوا رَحِمِي وَ أَكْفَؤُوا إِنَائِي، وَ أَجْمَعُوا عَلَىٰ مُنَازَعَتِي حَقّاً كُنْتُ أَوْلَىٰ بِهِ مِنْ غَيْرِي، وَ قَالُوا: أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تَأْخُذَهُ، وَفِي الْحَقِّ أَنْ تُمْنَعَهُ، فَاصْبِرْ مَغْمُوماً، أَوْمُتْ مُتَأَسِّفاً. فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي رَافِدٌ، وَ لَا ذَابٌّ وَ لَا مُسَاعِدٌ، إِلَّا أَهْلَ بَيْتِي، فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِيَّةِ، فَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذَىٰ، وَجَرِعْتُ رِيقِي عَلَى الشَّجَا، وَصَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلَىٰ أَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ، وَآلَمَ لِلْقَلْبِ مِنْ وَخْزِ الشِّفَارِ.

قال الشريف (رضي الله عنه): و قد مضى هذا الكلام في أثناء خطبة متقدمة، إلا أني ذكرته هاهنا لاختلاف الروايتين.

۲۱۸

و من كلام له (عليه السلام)

في ذكر السائرين إلى البصرة لحربه (عليه السلام)

فَقَدِمُوا عَلَىٰ عُمَّالِي وَ خُزَّانِ بَيْتِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي فِي يَدَيَّ، وَ عَلَىٰ أَهْلِ مِصْرٍ، كُلُّهُمْ فِي طَاعَتِي وَ عَلَىٰ بَيْعَتِي فَشَتَّتُوا كَلِمَتَهُمْ، وَأَفْسَدُوا عَلَيَّ جَمَاعَتَهُمْ، وَوَثَبُوا عَلَىٰ شِيعَتِي، فَقَتَلُوا طَائِفَةً مِنْهُمْ غَدْراً، وَ طَائِفَةٌ عَضُّوا عَلَىٰ أَسْيَافِهِمْ، فَضَارَبُوا بِهَا حَتَّىٰ لَقُوا اللّٰهَ صَادِقِينَ.

أَمْلَك - زیادہ صاحب اختیار
اَستعدی - طلب امداد کرتا ہوں
اِکفاء - الٹ دینا
اِناء - برتن
رَافد - مددگار
ذَابّ - دفاع کرنے والا
ضَننتُ - بخل کیا
قذیٰ - آنکھوں میں خاشاک
شجیٰ - گلے میں پھندہ
شفار - تلوار کی دھار
غض سیوف - مسلسل تیغ آزمائی کرتے رہنا

[1] بعینہ وہی انداز کلام ہے جو جناب یوسف نے اختیار کیا تھا کہ زلیخا کے فتنہ سے بچ جانے کے بعد بھی فرمایا کہ "میں اپنے نفس کو بری نہیں قرار دیتا جب تک پروردگار کی رحمت شامل حال نہ ہو جائے۔ انسان کا کمال کردار یہی ہے کہ سب کے سامنے اپنی عظمت کا احساس بھی پیدا کرلے تو پروردگار کی بارگاہ میں اپنی حقارت و ذلت کا مسلسل اعتراف کرتا رہے اور اس احساس و اعتراف سے محروم نہ ہونے پائے۔

مصادر خطبہ ۲۱۷ رسائل کلینیؒ، کشف المحجۃ ابن طاؤس ص ۱۷۳، الغارات ثقفی، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۱۵۴۔ المسترشد طبری ص ۱۵
جمہرۃ رسائل العرب احمد زکی۔ الجمل المفیدؒ ص ۶۱، العقد الفرید ۲ ص ۲۲۷

مصادر خطبہ ۲۱۸ رسائل کلینیؒ۔ الغارات، المسترشد ص ۹۵، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۱۵۴، جمہرۃ رسائل العرب

(۵۷)

لئے کہ میں ذاتی طور پر اپنے کو غلطی سے بالاتر نہیں تصور کرتا ہوں اور نہ اپنے افعال کو اس خطرہ سے محفوظ سمجھتا ہوں مگر یہ کہ پروردگار میرے نفس کو بچالے کہ وہ اس کا مجھ سے زیادہ صاحب اختیار ہے۔

دیکھو ہم سب ایک خدا کے بندے اور اسی کے مملوک ہیں اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ وہ ہمارے نفوس پر اتنا اختیار رکھتا ہے جتنا خود ہمیں بھی حاصل نہیں ہے اور اسی نے ہمیں سابقہ حالات سے نکال کر اس اصلاح کے راستہ پر لگایا ہے کہ اب گمراہی ہدایت میں تبدیل ہوگئی ہے اور اندھے پن کے بعد بصیرت حاصل ہوگئی ہے۔

۲۱۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(قریش سے شکایت اور فریاد کرتے ہوئے)

خدایا! میں قریش سے اور ان کے مددگاروں سے تیری مدد چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے میری قرابت داری کا خیال نہیں کیا اور میرے ظرف عظمت کو الٹ دیا ہے اور مجھ سے اس حق کے بارے میں جھگڑا کرنے پر اتحاد کرلیا ہے جس کا میں سب سے زیادہ حقدار تھا اور پھر یہ کہنے لگے ہیں کہ آپ اس حق کو لے لیں تو یہ بھی صحیح ہے اور آپ کو اس سے روک دیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے۔ اب چاہیں ہم وغم کے ساتھ صبر کریں یا رنج والم کے ساتھ مرجائیں۔

ایسے حالات میں میں نے دیکھا کہ میرے پاس نہ کوئی مددگار ہے اور نہ دفاع کرنے والا سوائے میرے گھر والوں کے جن کو میں نے انھیں موت کے منھ میں دینے سے گریز کیا اور بالآخر آنکھوں میں خس وخاشاک کے ہوتے ہوئے چشم پوشی کی اور گلے میں پھندہ کے ہوتے ہوئے لعاب دہن نگل لیا اور غصہ کو پینے میں حنظل سے زیادہ تلخ ذائقہ پر صبر کیا اور چھریوں کے زخموں سے زیادہ تکلیف دہ حالات پر خاموشی اختیار کرلی۔

(سید رضیؒ۔ گذشتہ خطبہ میں یہ مضمون گذر چکا ہے لیکن روایتیں مختلف تھیں لہٰذا میں نے دوبارہ اسے نقل کردیا)

۲۱۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(بصرہ کی طرف آپ سے جنگ کرنے کے لئے جانے والوں کے بارے میں)

یہ لوگ میرے عاملوں۔ میرے زیر دست بیت المال کے خزانہ داروں اور تمام اہل شہر جو میری اطاعت وبیعت میں تھے سب کی طرف وارد ہوئے۔ ان کے کلمات میں افتراق پیدا کیا۔ ان کے اجتماع کو برباد کیا اور میرے چاہنے والوں پر حملہ کردیا اور ان میں سے ایک جماعت کو دھوکہ سے قتل بھی کردیا لیکن دوسری جماعت نے تلواریں اٹھا کر دانت بھینچ لئے اور باقاعدہ مقابلہ کیا یہاں تک کہ حق وصداقت کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔

---

(۱) حیرت انگیز بات ہے کہ مسلمان ابھی تک ان دو گروہوں کے بارے میں حق و باطل کا فیصلہ نہیں کرسکا ہے جن میں ایک طرف نفس رسولؐ علی بن ابیطالبؑ جیسا انسان تھا جو اپنی تعریف کو بھی گوارا نہیں کرتا تھا اور ہر لمحہ عظمت خالق کے پیش نظر اپنے اعمال کو حقیر و معمولی ہی تصور کرتا تھا اور ایک طرف طلحہ وزبیر جیسے دنیا پرست تھے جن کا کام فتنہ پردازی۔ شرانگیزی۔ تفرقہ اندازی اور قتل وغارت کے علاوہ کچھ نہ تھا اور جو دولت واقتدار کی خاطر دنیا کی ہر برائی کرسکتے تھے اور ہر جرم کا ارتکاب کرسکتے تھے۔

۲۱۹

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

لما مر بطلحة بن عبدالله و عبد الرحمن بن عتاب بن أسيد و هما قتيلان يوم الجمل:

لَقَدْ أَصْبَحَ أَبُو مُحَمَّدٍ بِهٰذَا الْمَكَانِ غَرِيباً! أَمَا وَ اللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَكْرَهُ أَنْ تَكُونَ قُرَيْشٌ قَتْلَىٰ تَحْتَ بُطُونِ الْكَوَاكِبِ! أَدْرَكْتُ وَتْرِي مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، وَ أَفْلَتَتْنِي أَعْيَانُ بَنِي جُمَحَ. لَقَدْ أَتْلَعُوا أَعْنَاقَهُمْ إِلَىٰ أَمْرٍ لَمْ يَكُونُوا أَهْلَهُ فَوُقِصُوا دُونَهُ.

۲۲۰

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في وصف السالک الطريق إلى الله سبحانه

قَدْ أَحْيَا عَقْلَهُ وَأَمَاتَ نَفْسَهُ حَتَّىٰ دَقَّ جَلِيلُهُ، وَلَطُفَ غَلِيظُهُ وَبَرَقَ لَهُ لَامِعٌ كَثِيرُ الْبَرْقِ، فَأَبَانَ لَهُ الطَّرِيقَ، وَسَلَكَ بِهِ السَّبِيلَ. وَ تَدَافَعَتْهُ الْأَبْوَابُ إِلَىٰ بَابِ السَّلَامَةِ، وَدَارِ الْإِقَامَةِ، وَثَبَتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَأْنِينَةِ بَدَنِهِ فِي قَرَارِ الْأَمْنِ وَالرَّاحَةِ، بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبَهُ، وَ أَرْضَىٰ رَبَّهُ.

۲۲۱

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

قال بعد تلاوته: «أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ * حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ»

يَا لَهُ مَرَاماً مَا أَبْعَدَهُ! وَزَوْراً مَا أَغْفَلَهُ! وَ خَطَراً مَا أَفْظَعَهُ! لَقَدِ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ أَيَّ مُدَّكَرٍ وَتَنَاوَشُوهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ! أَفَبِمَصَارِعِ آبَائِهِمْ يَفْخَرُونَ! أَمْ بِعَدِيدِ الْهَلْكَىٰ يَتَكَاثَرُونَ! يَرْتَجِعُونَ مِنْهُمْ أَجْسَاداً خَوَتْ، وَحَرَكَاتٍ سَكَنَتْ. وَلَأَنْ يَكُونُوا عِبَراً أَحَقُّ مِنْ أَنْ يَكُونُوا مُفْتَخَراً! وَلَأَنْ يَهْبِطُوا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ أَحْجَىٰ مِنْ أَنْ يَقُومُوا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ! لَقَدْ نَظَرُوا إِلَيْهِمْ بِأَبْصَارِ الْعَشْوَةِ، وَضَرَبُوا مِنْهُمْ فِي غَمْرَةِ جَهَالَةٍ، وَلَو

وَتر - بدلہ
اَتْلَعوا - سر اٹھا کر دیکھا
وقِصوا - گردن توڑ دی گئی
احیاءِ عقل - فکر و نظر سے کام لینا
اماتۂ نفس - خواہشات کو پامال کر دینا
دقّ جلیلہ - جسم لاغر ہو گیا
لطف غلیظہ - نفس پاکیزہ ہو گیا
تدافع ابواب - مسلسل مقامات کمال کی طرف رخ کرنا
تکاثر - کثرت کا مقابلہ
مرام - مطلوب
زور - زیارت کرنے والے
استخلاء - خالی پانا
مدکر - عبرت
تناوش - گرفت میں لے لیا
خوت - خالی ہو گئے
احجیٰ - مطابق عقل
عَشوہ - ضعف بصارت

مصادر خطبہ ۲۱۹ اغانی ابو الفرج اصفہانی ۲۱ ص ۲۳۶، کامل مبرد ا ص ۱۲۶، العقد الفرید ۲ ص ۲۷۹، المحاسن و المساوی ۲ ص ۵۳، ابن اثیر ا ص ۱۹۲، انساب الاشراف ۲ ص ۲۶۱، مروج الذہب ۲ ص ۳۷۱

مصادر خطبہ ۲۲۰ غرر الحکم آمدی ص ۲۳۳

مصادر خطبہ ۲۲۱ عیون الحکم و المواعظ ابن شاکر اللیثی، النہایہ ابن اثیر ۲ ص ۳۹۸، حلیۃ الاولیاء ۲ ص ۱۳۲

۲۱۹ - آپ کا ارشاد گرامی

(جب روز جمل طلحہ بن عبداللہ اور عبدالرحمٰن بن عتاب بن اُسید کی لاشوں کے قریب سے گذر ہوا)

ابو محمد (طلحہ) نے اس میدان میں عالم غربت میں صبح کی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں تھی کہ قریش کے ستاروں کے نیچے زیر آسمان پڑے رہیں لیکن کیا کروں۔ بہرحال میں نے عبد مناف کی اولاد سے ان کے کئے کا بدلہ لے لیا افسوس کہ بنی جمح بچ کر نکل گئے ان سب نے اپنی گردنیں اس امر کی طرف اٹھائی تھیں جس کے یہ ہرگز اہل نہیں تھے۔ اسی لئے تک پہونچنے سے پہلے ہی ان کی گردنیں توڑ دی گئیں۔

۲۲۰ - آپ کا ارشاد گرامی

(خداہ کی راہ میں چلنے والے انسانوں کے بارے میں)

ایسے شخص نے اپنی عقل کو زندہ رکھا ہے اور اپنے نفس کو مُردہ بنا دیا ہے۔ اس کا جسم باریک ہو گیا ہے اور اس کا بھاری بھرکم بدن ہلکا ہو گیا ہے اس کے لئے بہترین ضو پاش نور ہدایت چمک اٹھا ہے اور اس نے راستہ کو واضح کر کے اسی پر چلا دیا ہے۔ تمام دروازوں نے اسے سلامتی کے دروازہ اور ہمیشگی کے گھر تک پہنچا دیا ہے اور اس کے قدم طمانینتِ بدن کے ساتھ امن و راحت کی منزل میں ثابت ہو گئے ہیں کہ اس نے اپنے دل کو استعمال کیا ہے اور اپنے رب کو راضی کر لیا ہے۔

۲۲۱ - آپ کا ارشاد گرامی

(جسے الھٰکم التکاثر کی تلاوت کے موقع پر ارشاد فرمایا)

ذرا دیکھو تو ان آباء و اجداد پر فخر کرنیوالوں کا مقصد کسقدر بعید از عقل ہے اور یہ زیارت کرنے والے کسقدر غافل ہیں اور خطرہ بھی کسقدر عظیم ہے۔ یہ لوگ تمام عبرتوں سے خالی ہو گئے ہیں اور انھوں نے مُردوں کو بہت دور سے لے لیا ہے۔ آخر یہ کیا اپنے آباء و اجداد کے لاشوں پر فخر کر رہے ہیں؟ یا مُردوں کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ کر رہے ہیں؟ یا ان جسموں کو واپس لانا چاہتے ہیں جو روحوں سے خالی ہو چکے ہیں اور حرکت کے بعد ساکن ہو چکے ہیں۔ انھیں تو فخر کے بجائے عبرت کا سامان ہونا چاہئے تھا اور ان کو دیکھ کر انسان کو عزت کے بجائے ذلت کی منزل میں اُترنا چاہئے تھا مگر افسوس کہ ان لوگوں نے ان مُردوں کو چُندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کی طرف سے جہالت کے گڑھے میں گر گئے ہیں۔

لہ یہ سلسلۂ تفاخر ہر دور میں رہا ہے اور آج بھی برقرار ہے کہ انسان سامانِ عبرت کو وجہ فضیلت قرار دے رہا ہے اور اس طرح مسلسل وادیٔ غفلت میں منزل سے دور تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کاش اسے اسقدر شعور ہوتا کہ آباء و اجداد کی بوسیدہ لاشیں یا قبریں باعث افتخار نہیں ہیں۔ باعث افتخار انسان کا اپنا کردار ہے اور درحقیقت کردار بھی اس قابل نہیں ہے کہ اسے سرمایۂ افتخار قرار دیا جا سکے۔ انسان کے لئے وجہ افتخار صرف ایک چیز ہے کہ اس کا مالک پروردگار ہے جو ساری کائنات سے بالاتر ہے جیسا کہ خود مولائے کائنات نے اپنی مناجات میں اشارہ کیا ہے کہ "خدایا! میری عزت کے لئے یہ کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لئے یہ کافی ہے کہ تو میرا رب ہے۔ اب اس کے بعد میرے لئے کسی شے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ صرف التجا یہ ہے کہ جس طرح تو میری مرضی کا خدا ہے۔ اسی طرح مجھے اپنی مرضی کا بندہ بنا لے۔

استنطقوا عنهم عرصات تلك الديار الخاوية، والربوع الخالية، لقالت: ذهبوا في الأرض ضلالاً وذهبتم في أعقابهم جهالاً، تطؤون في هامهم، وتستنبتون في أجسادهم، وترتعون فيما لفظوا، وتسكنون فيما خربوا؛ وإنما الأيام بينكم وبينهم بواك ونوائح عليكم.

أولئكم سلف غايتكم، وفراط مناهلكم، الذين كانت لهم مقاوم العز، وحلبات (جلبات) الفخر، ملوكاً وسوقاً. سلكوا في بطون البرزخ سبيلاً (طريقاً) سلطت الأرض عليهم فيه، فأكلت من لحومهم، وشربت من دمائهم؛ فأصبحوا في فجوات قبورهم جماداً لا ينمون، وضماراً لا يوجدون، لا يفزعهم ورود الأهوال، ولا يحزنهم تنكر الأحوال، ولا يحفلون بالرواجف، ولا يأذنون للقواصف. غيباً لا ينتظرون، وشهوداً لا يحضرون، وإنما كانوا جميعاً فتشتتوا، وآلافاً فافترقوا، وما عن طول عهدهم، ولا بعد محلهم، عميت أخبارهم، وصمت ديارهم، ولكنهم سقوا كأساً بدلتهم بالنطق خرساً، وبالسمع صمماً، وبالحركات سكوناً، فكأنهم في ارتجال (ارتحال) الصفة صرعى سبات، جيران لا يتأنسون، وأجباء (احباء) لا يتزاورون، بليت بينهم عرا التعارف، وانقطعت منهم أسباب الإخاء، فكلهم وحيد وهم جميع، وبجانب الهجر وهم أخلاء، لا يتعارفون لليل صباحاً، ولا لنهار مساء.

أي الجديدين ظعنوا فيه كان عليهم سرمداً، شاهدوا من

خاویہ - افتادہ
ربوع - مکانات
ضُلّال - جمع ضال
ہام - کھوپڑی
تستنبتون - گھاس اگاتے ہو
ترتعون - چرتے ہو
بواک - جمع باکیہ
نوائح - جمع نائحہ
سلف غایہ - سبقت کرنے والے
فُرّاط - جمع فارط - پانی کی طرف بڑھنے والے
مناہل - جمع منہل (چشمہ)
مقاوم - جمع مقام
حلبات - جمع حلبہ
سُوق - جمع سُوقہ (رعایا)
برزخ - قبر
فجوات - جمع فجوہ (شگاف)
ینمون - اضافہ کرتے ہیں
ضمار - ناقابل برگشت مال
لایحفلون - پرواہ نہیں کرتے ہیں
رواجف - زلزلے
لایاذنون - سنتے نہیں ہیں
قواصف - گرج
آلاف - مجتمع
صَمّت - بے صدا ہوگئے
ارتجال الصفہ - برجستہ توصیف
صرعیٰ - ہلاک
سبات - خوابیدہ
بلیت - بوسیدہ ہوگئی
عُریٰ - کنڈے
جدیدین - دن رات

ان کے بارے میں گرے پڑے مکانوں اور خالی گھروں سے دریافت کیا جائے تو یہی جواب ملے گا کہ لوگ گمراہی کے عالم میں زیر زمین چلے گئے جہالت کے عالم میں ان کے پیچھے چلے جا رہے ہو۔ ان کی کھوپڑیوں کو روند رہے ہو اور ان کے جسموں پر عمارتیں کھڑی کر رہے جو وہ چھوڑ گئے ہیں اسی کو چر رہے ہو اور جو وہ برباد کر گئے ہیں اسی میں سکونت پذیر ہو۔ تمھارے اور ان کے درمیان کے دن تمھارے حال پر رو رہے ہیں اور تمھاری بربادی کا نوحہ پڑھ رہے ہیں۔

یہ ہیں تمھاری منزل پر پہلے پہونچ جانے والے اور تمھارے چشموں پر پہلے وارد ہو جانے والے۔ جن کے لئے عزت کی منزلیں تھیں فخر و مباہات کی فراوانیاں تھیں۔ کچھ سلاطین وقت تھے اور کچھ دوسرے درجہ کے منصب دار۔ لیکن سب برزخ کی گہرائیوں میں راہ پیمائی کر رہے ہیں۔ زمین ان کے اوپر مسلط کر دی گئی ہے۔ اس نے ان کا گوشت کھا لیا ہے اور خون پی لیا ہے۔ اب وہ قبر کی گہرائیوں میں ایسے جماد بنے ہیں جن میں نمو نہیں ہے اور ایسے گم ہو گئے ہیں کہ ڈھونڈے نہیں مل رہے ہیں۔ نہ ہولناک مصائب کا ورود انھیں خوفزدہ بنا سکتا ہے اور نہ بدلتے حالات انھیں رنجیدہ کر سکتے ہیں۔ نہ انھیں زلزلوں کی پرواہ ہے اور نہ گرج اور کڑک کی اطلاع۔ ایسے غائب ہوئے ہیں کہ ان کا انتظار نہیں کیا جا رہا ہے اور ایسے حاضر ہیں کہ سامنے نہیں آتے ہیں۔ کل سب یکجا تھے اب منتشر ہو گئے ہیں اور سب ایک دوسرے کے قریب تھے اور جدا ہو گئے ہیں۔ ان کے حالات کی بے خبری اور ان کے دیار کی خاموشی طول زمان اور بُعد مکان کی بنا پر نہیں ہے بلکہ انھیں موت کا وہ جام پلا دیا گیا ہے جس نے ان کی گویائی کو گونگے پن میں اور ان کی سماعت کو بہرے پن میں اور ان کی حرکات کو سکون میں تبدیل کر دیا ہے۔ ان کی سرسری تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ جیسے نیند میں بے خبر پڑے ہوں کہ ہمسایے ہیں لیکن ایک دوسرے سے مانوس نہیں ہیں اور احباب ہیں لیکن ملاقات نہیں کرتے ہیں۔ ان کے درمیان باہمی تعارف کے رشتے بوسیدہ ہو گئے ہیں اور برادری کے اسباب منقطع ہو گئے ہیں۔ اب سب مجتمع ہونے کے باوجود اکیلے ہیں اور دوست ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ نہ کسی رات کی صبح سے آشنا ہیں اور نہ کسی صبح کی شام پہچانتے ہیں۔

دن و رات میں جس ساعت میں بھی دنیا سے گئے ہیں وہی ان کی ابدی ساعت ہے اور دار آخرت کے خطرات کو اس سے زیادہ دیکھ لیا ہے۔

یہ صورت حال کسی سکون اور اطمینان کا اشارہ نہیں ہے بلکہ دراصل انسان کی مدہوشی اور بدحواسی کا اظہار ہے کہ صاحب عقل و شعور بھی جمادات کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ اِدھر کے جملہ حالات سے بے خبر ہو گیا ہے لیکن اُدھر کے حالات سے بے خبر نہیں ہے۔ صبح و شام ارواح کے سامنے جہنم پیش نظر کیا جاتا ہے اور بے عمل اور بدکردار انسان ایک نئی مصیبت سے دوچار ہو جاتا ہے۔

درحقیقت مولائے کائنات نے ان فقرات میں مرنے والوں کے حالات کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ زندہ افراد کو اس صورت حال سے بچانے کا انتظام کیا ہے کہ انسان اس انجام سے باخبر رہے اور چند روزہ دنیا کے بجائے ابدی عاقبت اور آخرت کا انتظام کرے جس سے بہرحال دوچار ہونا ہے اور اس سے فرار کا کوئی امکان نہیں ہے۔!

أَخْطَارِ دَارِهِمْ أَفْظَعَ مِمَّا خَافُوا، وَرَأَوْا مِنْ آيَاتِهَا أَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوا، فَكِلْتَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمْ إِلَى مَبَاءَةٍ، فَاتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ (فوت) وَالرَّجَاءِ. فَلَوْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بِهَا لَعَيُّوا بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوا وَمَا عَايَنُوا.

وَلَئِنْ عَمِيَتْ آثَارُهُمْ، وَانْقَطَعَتْ أَخْبَارُهُمْ، لَقَدْ رَجَعَتْ فِيهِمْ أَبْصَارُ الْعِبَرِ، وَسَمِعَتْ عَنْهُمْ آذَانُ الْعُقُولِ، وَتَكَلَّمُوا مِنْ غَيْرِ جِهَاتِ النُّطْقِ، فَقَالُوا: كَلَحَتِ الْوُجُوهُ النَّوَاضِرُ، وَخَوَتِ الْأَجْسَامُ النَّوَاعِمُ، وَلَبِسْنَا أَهْدَامَ الْبِلَى، وَتَكَاءَدَنَا ضِيقُ الْمَضْجَعِ، وَتَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ، وَتَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوعُ الصُّمُوتُ، فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ أَجْسَادِنَا، وَتَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَرِنَا، وَطَالَتْ فِي مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ إِقَامَتُنَا؛ وَلَمْ نَجِدْ مِنْ كَرْبٍ فَرَجاً، وَلَا مِنْ ضِيقٍ مُتَّسَعاً! فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ، أَوْ كُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوبُ الْغِطَاءِ لَكَ، وَقَدِ ارْتَسَخَتْ أَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ، وَاكْتَحَلَتْ أَبْصَارُهُمْ بِالتُّرَابِ فَخَسَفَتْ، وَتَقَطَّعَتِ الْأَلْسِنَةُ فِي أَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا، وَهَمَدَتِ الْقُلُوبُ فِي صُدُورِهِمْ بَعْدَ يَقْظَتِهَا، وَعَاثَ فِي كُلِّ جَارِحَةٍ مِنْهُمْ جَدِيدُ بِلًى سَمَّجَهَا، وَسَهَّلَ طُرُقَ الْآفَةِ إِلَيْهَا، مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَا أَيْدٍ تَدْفَعُ، وَلَا قُلُوبٌ تَجْزَعُ، لَرَأَيْتَ أَشْجَانَ قُلُوبٍ، وَأَقْذَاءَ عُيُونٍ، لَهُمْ فِي كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَا تَنْتَقِلُ، وَغَمْرَةٌ لَا تَنْجَلِي. فَكَمْ أَكَلَتِ الْأَرْضُ مِنْ عَزِيزِ جَسَدٍ، وَأَنِيقِ لَوْنٍ، كَانَ فِي الدُّنْيَا غَذِيَّ تَرَفٍ، وَرَبِيبَ شَرَفٍ! يَتَعَلَّلُ بِالسُّرُورِ فِي سَاعَةِ حُزْنِهِ، وَيَفْزَعُ إِلَى

خوت - منہدم ہوگئے
کلح - بدہیئت ہوگئے
نواضر - شاداب
اہدام - لباس
تکاءدنا - تھکا دیا ہے
تہکمت - گر پڑے
ربوع - مکانات
صموت - خاموش (قبر)
ارتسخت - فنا ہوگئے
ہوام - کیڑے مکوڑے
استکت - بہرے ہوگئے
خسفت - دھنس گئیں
ذلاقت - روانی
عاث - برباد کردیا
بلی - فنا
سمج - بدشکل بنا دیا
اشجان - رنج وغم
اقذاء - خس وخاشاک
غمرۃ - شدت
انیق - خوبصورت
غذی - جسے غذا دی جائے
ربیب - پروردہ
یتعلل - مشغول کرلیتے تھے

...ں دنیا میں اندیشہ تھا اور اس کی نشانیوں کو اس سے زیادہ مشاہدہ کرلیا ہے جس کا اندازہ کیا تھا۔ اب اچھے بُرے دونوں طرح کے ...پہنچ کر آخری منزل تک پہونچا دیا گیا ہے جہاں آخر درجہ کا خوف بھی ہے اور ویسی ہی امید بھی ہے۔ یہ لوگ اگر بولنے کے لائق بھی ...تو ان حالات کی توصیف نہیں کر سکتے تھے جن کا مشاہدہ کرلیا ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

اب اگر ان کے آثار گم بھی ہو گئے ہیں اور ان کی خبریں منقطع بھی ہو گئی ہیں تو عبرت کی نگاہیں بہرحال انھیں دیکھ رہی ہیں اور ...کے کان بہرحال ان کی داستان غم سن رہے ہیں اور وہ زبان کے بغیر بھی بول رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ شاداب چہرے ...ہو چکے ہیں اور نرم و نازک اجسام مٹی میں مل گئے ہیں۔ بوسیدگی کا لباس زیب تن ہے اور تنگیٔ مرقد نے تھکا ڈالا ہے۔ وحشت ...دوسرے کی وراثت ہے اور خاموش منزلیں ویران ہو چکی ہیں۔ جسم کے محاسن محو ہو چکے ہیں اور جانی پہچانی صورت بھی ...ہو گئی ہے۔ منزل وحشت میں قیام طویل ہو گیا ہے اور کسی کرب سے راحت کی امید نہیں ہے اور نہ کسی تنگی میں وسعت کا امکان ہے۔

اب اگر تم اپنی عقلوں سے ان کی تصویر کشی کرو یا تم سے غیب کے پردے اٹھا دئے جائیں اور تم انھیں اس عالم میں دیکھ لو کہ ...ں کی وجہ سے ان کی قوت سماعت ختم ہو چکی ہے اور وہ بہرے ہو چکے ہیں اور ان کی آنکھوں میں مٹی کا سرمہ لگا دیا گیا ہے اور وہ ...چکی ہیں اور زبانیں دہن کے اندر روانی کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہیں اور دل سینوں کے اندر بیداری کے بعد سو چکے ہیں اور ...کو ایک نئی بوسیدگی نے تباہ کر کے بدہیئت بنا دیا ہے اور آفتوں کے راستوں کو ہموار کر دیا ہے کہ اب سب مصائب کے لئے تسلیم ہیں نہ کوئی ہاتھ دفاع کرنے والا ہے اور نہ کوئی دل بیچین ہونے والا ہے۔ تو یقیناً وہ مناظر دیکھو گے جو دل کو ...دہ بنا دیں گے اور آنکھوں میں خس و خاشاک ڈال دیں گے۔ ان غریبوں کے لئے ہر مصیبت میں وہ کیفیت ہے جو بدلتی نہیں اور وہ سختی ہے جو ختم نہیں ہوتی ہے۔

اُف! یہ زمین کتنے عزیز ترین بدنوں اور حسین ترین رنگ کھا گئی جن کو دولت و راحت کی غذا مل رہی تھی اور جنھیں شرف کی ...وش میں پالا گیا تھا۔ جو حزن کے اوقات میں بھی مسرت کا سامان کر لیا کرتے تھے اور اگر کوئی مصیبت آن پڑتی تھی تو اپنے عیش کی تازگیوں

امیر المومنینؑ کی تصویر کشی پر ایک لفظ کے بھی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور ابوتراب سے بہتر زیر زمین کا نقشہ کون کھینچ سکتا ہے۔ بات صرف یہ ...ہے کہ انسان اس سنگین صورت حال کا اندازہ کرے اور اس تصویر کو اپنی نگاہ عقل و بصیرت میں مجسم بنائے تاکہ اسے اندازہ ہو کہ اس دنیا کی حیثیت ...اور اوقات کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ زیر زمین خاک کا ڈھیر بن جانے والے کیسی کیسی زندگیاں گذار گئے ہیں اور کس کس طرح کی راحت پسندیوں سے گذر چکے ہیں ...لیکن آج موت ان کی حیثیت کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اور قبر ان کے کسی قسم کے احترام کی قائل نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایمان و کردار یا ...صاحب قبر و بارگاہ کے جوار کا اثر ہے کہ انسان فشار قبر اور بوسیدگی جسم سے محفوظ رہ جائے۔ ورنہ زمین اپنے ٹکڑے کو اصل سے ملا دینے میں کسی ...طرح کے تکلف سے کام نہیں لیتی ہے۔

السَّلْوَةِ إِنْ مُصِيبَةٌ نَزَلَتْ بِهِ، ضَنّاً بِغَضَارَةِ عَيْشِهِ، وَشَحَاحَةً
بِلَهْوِهِ وَلَعِبِهِ! فَبَيْنَا هُوَ يَضْحَكُ إِلَى الدُّنْيَا وَتَضْحَكُ إِلَيْهِ
فِي ظِلِّ عَيْشٍ غَفُولٍ، إِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ بِهِ حَسَكَهُ وَنَقَضَتِ الْأَيَّامُ
قُوَاهُ، وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ الْحُتُوفُ مِنْ كَثَبٍ، فَخَالَطَهُ بَثٌّ لَا يَعْرِفُهُ،
وَنَجِيُّ هَمٍّ مَا كَانَ يَجِدُهُ، وَتَوَلَّدَتْ فِيهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ، آنَسَ مَا كَانَ
بِصِحَّتِهِ. فَفَزِعَ إِلَى مَا كَانَ عَوَّدَهُ الْأَطِبَّاءُ مِنْ تَسْكِينِ الْحَارِّ
بِالْقَارِّ، وَتَحْرِيكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ، فَلَمْ يُطْفِئْ بِبَارِدٍ إِلَّا ثَوَّرَ
حَرَارَةً، وَلَا حَرَّكَ بِحَارٍّ إِلَّا هَيَّجَ بُرُودَةً، وَلَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ
لِتِلْكَ الطَّبَائِعِ إِلَّا أَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ دَاءٍ؛ حَتَّى فَتَرَ مُعَلِّلُهُ،
وَذَهَلَ مُمَرِّضُهُ، وَتَعَايَا أَهْلُهُ بِصِفَةِ دَائِهِ، وَخَرِسُوا عَنْ
جَوَابِ السَّائِلِينَ عَنْهُ، وَتَنَازَعُوا دُونَهُ شَجِيَّ خَبَرٍ يَكْتُمُونَهُ:
فَقَائِلٌ يَقُولُ: هُوَ لِمَا بِهِ، وَمُمَنٍّ لَهُمْ إِيَابَ عَافِيَتِهِ، وَمُصَبِّرٌ
لَهُمْ عَلَى فَقْدِهِ، يُذَكِّرُهُمْ أَسَى الْمَاضِينَ مِنْ قَبْلِهِ. فَبَيْنَا هُوَ
كَذَلِكَ عَلَى جَنَاحٍ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا، وَتَرْكِ الْأَحِبَّةِ، إِذْ عَرَضَ
لَهُ عَارِضٌ مِنْ غُصَصِهِ، فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهِ، وَيَبِسَتْ رُطُوبَةُ
لِسَانِهِ. فَكَمْ مِنْ مُهِمٍّ مِنْ جَوَابِهِ عَرَفَهُ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهِ، وَدُعَاءٍ
مُؤْلِمٍ بِقَلْبِهِ سَمِعَهُ فَتَصَامَّ عَنْهُ، مِنْ كَبِيرٍ كَانَ يُعَظِّمُهُ،
أَوْ صَغِيرٍ كَانَ يَرْحَمُهُ! وَإِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ أَفْظَعُ
مِنْ أَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ، أَوْ تَعْتَدِلَ عَلَى عُقُولِ أَهْلِ الدُّنْيَا.

٢٢٢

و من كلام له (عليه السلام)

قاله عند تلاوته:

«يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ
وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ».

إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى جَعَلَ الذِّكْرَ جِلَاءً لِلْقُلُوبِ، تَسْمَعُ

سلوہ - تسلی
ضنّ - بخل
غضارت - وسعت
غفول - باعث غفلت
حسک - خار دار جھاڑی
حتوف - موت
کثب - قرب
بثّ - انتشار
نجی - راز دار
فترات - کمزوریاں
قارّ - سرد
معلّل - تسکین دینے والا
ممرّض - تیمارداری کرنے والا
تعایا - اظہار عاجزی
اسیٰ - رنج و غم
غمرات - شدائد
غصّہ - اُچھو
فطنت - ہوشیاری
عیّ - عاجز ہوگیا
تصامّ - بہرا ہوگیا
جلاء - روشنی

رہنے اور اپنے لہو ولعب پر فریفتہ ہونے کی بنا پر تسلی کا سامان فراہم کر لیا کرتے تھے۔ یہ ابھی غفلت میں ڈال دینے والے عیش کے دنیا کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور دنیا انھیں دیکھ کر ہنس رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انھیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور روزگار کا سارا زور توڑ دیا۔ موت کی نظریں قریب سے ان پر پڑنے لگیں اور انھیں ایسے رنج میں مبتلا کر دیا جس کا اندازہ بھی نہ تھا اور ان کا شکار ہو گئے جس کا کوئی سابقہ بھی نہ تھا۔ ابھی وہ صحت سے مانوس تھے کہ ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہو گئیں اور انھوں نے احباب کی پناہ ڈھونڈنا شروع کر دی جن کو اطبا نے عادی بنا دیا تھا کہ گرم کا سرد سے علاج کریں اور سردی میں گرم دوا کی پیدا کریں لیکن سرد دواؤں نے حرارت کو اور بھڑکا دیا اور گرم دوا نے حرکت کے بجائے برودت میں اور ہیجان پیدا کیا اور کسی مناسب طبیعت دوا سے اعتدال نہیں پیدا ہوا بلکہ اس نے مرض کو اور طاقت بخش دی۔ یہاں تک کہ تیمار دار سست ہو گئے اور علاج کرنے والے غفلت برتنے لگے۔ گھر والے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجز آ گئے اور مزاج پرسی کرنے والوں کے جواب سے خاموشی اختیار کر لی اور دردناک خبر کو چھپانے کے لئے آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ ایک کہنے لگا کہ جو ہے وہ ہے۔ دوسرے نے امید دلائی کہ صحت پلٹ آئے گی۔ تیسرے نے موت پر صبر کی تلقین شروع کر دی اور گذشتہ لوگوں کے مصائب یاد دلانے لگا۔

ابھی وہ اسی عالم میں دنیا کے فراق اور احباب کی جدائی کے لئے پر تول رہا تھا کہ اس کے گلے میں ایک پھندہ پڑ گیا جس سے اس کی ذہانت و ہوشیاری پریشانی کا شکار ہو گئی اور زبان کی رطوبت خشکی میں تبدیل ہو گئی۔ کتنے ہی مبہم سوالات تھے جن کے جوابات اسے معلوم تھے لیکن بیان سے عاجز تھا اور کتنی ہی دردناک آوازیں ان کے کان سے ٹکرا رہی تھیں جن کے سننے سے بہرہ ہو گیا تھا وہ آوازیں کسی بزرگ کی تھیں جن کا احترام کیا کرتا تھا یا ان بچوں کی تھیں جن پر رحم کیا کرتا تھا۔ لیکن موت کی سختیاں ایسی ہی ہیں جو اپنی شدت میں بیان کی حدوں میں نہیں آسکتی ہیں اور اہل دنیا کی عقلوں کے اندازوں پر پوری نہیں اتر سکتی ہیں۔

۲۲۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جسے آیت کریمہ "یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال رجال...." ان گھروں میں صبح و شام تسبیح پروردگار کرنے والے وہ افراد ہیں جنھیں تجارت اور کاروبار یاد خدا سے غافل نہیں بنا سکتا ہے۔ کی تلاوت کے موقع پر ارشاد فرمایا:)

پروردگار نے اپنے ذکر کو دلوں کے لئے صیقل قرار دیا ہے جس کی بنا پر وہ بہرے پن کے بعد سننے لگتے ہیں اور

ہائے وہ بیکسی کا عالم کہ نہ مرنے والا درد دل کی ترجمانی کر سکتا ہے اور نہ رہ جانے والے اس کے کسی درد کا علاج کر سکتے ہیں۔ جب کہ دونوں آمنے سامنے زندہ موجود ہیں تو اس کے بعد کسی سے کیا توقع رکھی جائے جب ایک موت کی آغوش میں سو جائے گا اور دوسرا کنج لحد کے حالات سے بھی بے خبر ہو جائے گا اور اسے مرنے والے کے حالات کی بھی اطلاع نہ ہو گی۔

کیا یہ صورت حال اس امر کی دعوت نہیں دیتی ہے کہ انسان اس دنیا سے عبرت حاصل کرے اور اہل دنیا پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے ایمان و کردار اور اولیاء الہٰی کی نصرت و حمایت حاصل کرنے پر توجہ دے کہ اس کے علاوہ کوئی سہارا نہیں ہے

بِهِ بَعْدَ الْوَقْرَةِ، وَ تُبْصِرُ بِهِ بَعْدَ الْعَشْوَةِ، وَ تَنْقَادُ بِهِ بَعْدَ الْمُعَانَدَةِ، وَ مَا بَرِحَ لِلّٰهِ - عَزَّتْ آلاؤُهُ - فِي الْبُرْهَةِ بَعْدَ الْبُرْهَةِ، وَ فِي أَزْمَانِ الْفَتَرَاتِ، عِبَادٌ نَاجَاهُمْ فِي فِكْرِهِمْ، وَ كَلَّمَهُمْ فِي ذَاتِ عُقُولِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوا بِنُورِ يَقَظَةٍ فِي الْأَبْصَارِ وَ الْأَسْمَاعِ وَ الْأَفْئِدَةِ، يُذَكِّرُونَ بِأَيَّامِ اللّٰهِ، وَ يُخَوِّفُونَ مَقَامَهُ، بِمَنْزِلَةِ الْأَدِلَّةِ فِي الْفَلَوَاتِ (القلوب). مَنْ أَخَذَ الْقَصْدَ حَمِدُوا إِلَيْهِ طَرِيقَهُ، وَ بَشَّرُوهُ بِالنَّجَاةِ، وَ مَنْ أَخَذَ يَمِيناً وَ شِمَالاً ذَمُّوا إِلَيْهِ الطَّرِيقَ، وَ حَذَّرُوهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَ كَانُوا كَذٰلِكَ مَصَابِيحَ تِلْكَ الظُّلُمَاتِ، وَ أَدِلَّةَ تِلْكَ الشُّبُهَاتِ. وَ إِنَّ لِلذِّكْرِ لَأَهْلاً أَخَذُوهُ مِنَ الدُّنْيَا بَدَلاً، فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَيْعٌ عَنْهُ[۱]، يَقْطَعُونَ بِهِ أَيَّامَ الْحَيَاةِ، وَ يَهْتِفُونَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ، فِي أَسْمَاعِ الْغَافِلِينَ، وَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ وَ يَأْتَمِرُونَ بِهِ، وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ، فَكَأَنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْيَا إِلَى الْآخِرَةِ وَ هُمْ فِيهَا، فَشَاهَدُوا مَا وَرَاءَ ذٰلِكَ، فَكَأَنَّمَا اطَّلَعُوا غُيُوبَ أَهْلِ الْبَرْزَخِ فِي طُولِ الْإِقَامَةِ فِيهِ، وَ حَقَّقَتِ الْقِيَامَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا، فَكَشَفُوا غِطَاءَ ذٰلِكَ لِأَهْلِ الدُّنْيَا، حَتَّى كَأَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا يَرَى النَّاسُ، وَ يَسْمَعُونَ مَا لَا يَسْمَعُونَ. فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِي مَقَاوِمِهِمُ الْمَحْمُودَةِ، وَ مَجَالِسِهِمُ الْمَشْهُودَةِ، وَ قَدْ نَشَرُوا دَوَاوِينَ أَعْمَالِهِمْ، وَ فَرَغُوا لِمُحَاسَبَةِ أَنْفُسِهِمْ عَلَى كُلِّ صَغِيرَةٍ وَ كَبِيرَةٍ أُمِرُوا بِهَا فَقَصَّرُوا عَنْهَا، أَوْ نُهُوا عَنْهَا فَفَرَّطُوا فِيهَا، وَ حَمَّلُوا ثِقَلَ أَوْزَارِهِمْ ظُهُورَهُمْ، فَضَعُفُوا عَنِ الْاِسْتِقْلَالِ بِهَا، فَنَشَجُوا نَشِيجاً، وَ تَجَاوَبُوا نَحِيباً، يَعِجُّونَ إِلَى رَبِّهِمْ مِنْ مَقَامِ نَدَمٍ وَ اعْتِرَافٍ، لَرَأَيْتَ أَعْلَامَ هُدًى، وَ مَصَابِيحَ دُجًى، قَدْ حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ، وَ تَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَ فُتِحَتْ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَ أُعِدَّتْ لَهُمْ مَقَاعِدُ الْكَرَامَاتِ،

وَقرہ - بہرہ پن
عشوہ - ضعف بصر
برہہ - طویل مدت
فترات - اوقات مہلت
عدات - وعدے
مقاوم - مقامات
دواوین - جمع دیوان (نامۂ اعمال)
اوزار - جمع وزر (بوجھ)
نشجوا - ہچکیاں بندھ گئیں
نحیب - گریہ
عج - فریاد

[۱] اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل ذکر کاروبار حیات سے بالکل الگ رہتے ہیں اور صرف مصلیٰ پر بیٹھ کر تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ کہ یہ بات دین الٰہی کے مزاج کے خلاف ہے اور اسلام اس قسم کے تقدس اور اس طرح کی رہبانیت کو برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ یہ افراد ایسے اللہ والے ہیں کہ انھیں کوئی کاروبار یاد خدا سے غافل نہیں کرسکتا ہے اور یہ کاروبار حیات میں بھی یاد خدا پر ایسی نگاہ رکھتے ہیں کہ جیسے ہی اذان کی آواز کانوں میں آتی ہے۔ کاروبار بند کرکے یاد خدا کے لئے دوڑ پڑتے ہیں اور پھر جب نماز تمام ہوجاتی ہے تو دوبارہ رزق خدا کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں (سورۂ جمعہ)

...دے پن کے بعد دیکھنے لگتے ہیں اور عناد اور ضد کے بعد مطیع و فرمانبردار ہوجاتے ہیں اور خدائے عزوجل (جس کی نعمتیں عظیم و جلیل ہیں) کے لئے ہر دور میں اور ہر عہد فترت میں ایسے بندے رہے ہیں جن سے اس نے ان کے افکار کے ذریعہ رازدارانہ گفتگو کی ہے اور ان کی عقلوں کے وسیلہ سے ان سے کلام کیا ہے اور انھوں نے اپنی بصارت، سماعت اور فکر کی بیداری کے نور سے روشنی حاصل کی ہے۔ انھیں اللہ کے مخصوص دنوں کی یاد عطا کی گئی ہے اور وہ اس کی عظمت سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ ان کی مثال بیابانوں کے راہنماؤں جیسی ہے کہ جو صحیح راستہ پر چلتا ہے اس کی روش کی تعریف کرتے ہیں اور اسے نجات کی بشارت دیتے ہیں اور جو داہنے بائیں چلا جاتا ہے اس کے راستہ کی مذمت کرتے ہیں اور اسے ہلاکت سے ڈراتے ہیں اور اسی انداز سے یہ ظلمتوں کے چراغ اور شبہات کے رہنما ہیں۔

بیشک ذکر خدا کے بھی کچھ اہل ہیں جنھوں نے اسے ساری دنیا کا بدل قرار دیا ہے اور اب انھیں تجارت یا خرید و فروخت اس ذکر سے غافل نہیں کر سکتی ہے (۵۱)۔ یہ اس کے سہارے زندگی کے دن کاٹتے ہیں اور غافلوں کے کانوں میں محرمات کے روکنے والی آوازیں داخل کر دیتے ہیں۔ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اسی پر عمل کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی باز رہتے ہیں۔ گویا انھوں نے دنیا میں رہ کر آخرت تک کا فاصلہ طے کر لیا ہے اور پس پردۂ دنیا جو کچھ ہے سب دیکھ لیا ہے اور گویا کہ انھوں نے برزخ کے طویل و عریض زمانہ کے مخفی حالات پر اطلاع حاصل کر لی ہے اور گویا کہ قیامت نے ان کے لئے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا ہے اور انھوں نے اہل دنیا کے لئے اس پردہ[1] کو اٹھا دیا ہے — کہ اب وہ ان چیزوں کو دیکھ رہے ہیں جنھیں عام لوگ نہیں دیکھ سکتے ہیں اور ان آوازوں کو سن رہے ہیں جنھیں دوسرے لوگ نہیں سن سکتے ہیں۔ اگر تم اپنی عقل سے ان کی اس تصویر کو تیار کرو جو ان کے قابل تعریف مقامات اور قابل حضور مجالس کی ہے — جہاں انھوں نے اپنے اعمال کے دفتر پھیلائے ہوئے ہیں اور اپنے ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب دینے کے لئے تیار ہیں جن کا حکم دیا گیا تھا اور ان میں کوتاہی ہوگئی ہے یا جن سے روکا گیا تھا اور تقصیر ہوگئی ہے اور اپنی پشت پر تمام اعمال کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں لیکن اٹھانے کے قابل نہیں ہیں اور اب روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی ہیں اور ایک دوسرے کو رو رو کر اس کے سوال کا جواب دے رہے ہیں اور ندامت اور اعتراف گناہ کے ساتھ پروردگار کی بارگاہ میں فریاد کر رہے ہیں — تو وہ تمھیں ہدایت کے نشان اور تاریکی کے چراغ نظر آئیں گے جن کے گرد ملائکہ کا گھیرا ہوگا اور ان پر پروردگار کی طرف سے سکون و اطمینان کا مسلسل نزول ہوگا اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے ہوں گے اور کرامتوں کی منزلیں مہیا کر دی گئی ہوں گی۔

[1] ان حقائق کا صحیح اظہار وہی انسان کر سکتا ہے جو یقین کی اس آخری منزل پر فائز ہو جس کے بعد خود یہ اعلان کرتا ہو کہ اب اگر پردے ہٹا بھی دئے جائیں تو یقین میں کسی طرح کا اضافہ نہیں ہو سکتا ہے۔

اور حقیقت امر یہ ہے کہ اسلام میں اہل ذکر صرف صاحبان علم و فضل کا نام نہیں ہے بلکہ ذکر الٰہی کا اہل ان افراد کو قرار دیا گیا ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کی آخری منزل پر ہوں اور آخرت کو اپنی نگاہوں سے دیکھ کر ساری دنیا کو راہ و چاہ سے آگاہ کر رہے ہوں۔ ملائکہ مقربین ان کے گرد گھیرے ڈالے ہوں لیکن اس کے بعد بھی عظمت و جلال الٰہی کے تصور سے اپنے اعمال کو بے قیمت سمجھ کر لرز رہے ہوں اور مسلسل اپنی کوتاہیوں کا اقرار کر رہے ہوں۔!

فِي مَقْعَدٍ (مقام) اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِيهِ، فَرَضِيَ سَعْيَهُمْ، وَ حَمِدَ مَقَامَهُمْ. يَتَنَسَّمُونَ بِدُعَائِهِ رَوْحَ التَّجَاوُزِ. رَهَائِنُ فَاقَةٍ إِلَى فَضْلِهِ، وَ أُسَارَى ذِلَّةٍ لِعَظَمَتِهِ، جَرَحَ طُولُ الْأَسَى قُلُوبَهُمْ وَ طُولُ الْبُكَاءِ عُيُونَهُمْ. لِكُلِّ بَابِ رَغْبَةٍ إِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ يَدٌ قَارِعَةٌ (فارعة)، يَسْأَلُونَ مَنْ لَا تَضِيقُ لَدَيْهِ الْمَنَادِحُ، وَ لَا يَخِيبُ عَلَيْهِ الرَّاغِبُونَ.

فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ، فَإِنَّ غَيْرَهَا مِنَ الْأَنْفُسِ لَهَا حَسِيبٌ غَيْرُكَ. [۱]

۲۲۳

و من كلام له (ع)

قاله عند تلاوته:

«يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ.»

أَدْحَضُ مَسْؤُولٍ حُجَّةً، وَ أَقْطَعُ مُغْتَرٍّ مَعْذِرَةً، لَقَدْ أَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهِ.

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ، مَا جَرَّأَكَ عَلَى ذَنْبِكَ، وَ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَ مَا أَنَّسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ؟ أَمَا مِنْ دَائِكَ بُلُولٌ، أَمْ لَيْسَ مِنْ نَوْمَتِكَ يَقَظَةٌ؟ أَمَا تَرْحَمُ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَرْحَمُ مِنْ غَيْرِكَ؟ فَلَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِيَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهُ، أَوْ تَرَى الْمُبْتَلَى بِأَلَمٍ يُمِضُّ جَسَدَهُ فَتَبْكِي رَحْمَةً لَهُ! فَمَا صَبَّرَكَ عَلَى دَائِكَ، وَ جَلَّدَكَ عَلَى مُصَابِكَ، وَ عَزَّاكَ عَنِ الْبُكَاءِ عَلَى نَفْسِكَ وَ هِيَ أَعَزُّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكَ! وَ كَيْفَ لَا يُوقِظُكَ خَوْفُ بَيَاتِ نِقْمَةٍ، وَ قَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِيهِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِهِ! فَتَدَاوَ مِنْ دَاءِ الْفَتْرَةِ فِي قَلْبِكَ بِعَزِيمَةٍ، وَ مِنْ كَرَى الْغَفْلَةِ فِي نَاظِرِكَ بِيَقَظَةٍ، وَ كُنْ لِلّٰهِ مُطِيعاً، وَ بِذِكْرِهِ آنِساً. وَ تَمَثَّلْ فِي حَالِ تَوَلِّيكَ عَنْهُ إِقْبَالَهُ عَلَيْكَ، يَدْعُوكَ إِلَى عَفْوِهِ، وَ يَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِهِ، وَ أَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ. فَتَعَالَى مِنْ قَوِيٍّ مَا أَكْرَمَهُ (اَحْكَمَهُ)! وَ تَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِيفٍ مَا أَجْرَأَكَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ! وَ أَنْتَ فِي كَنَفِ سِتْرِهِ مُقِيمٌ، وَ فِي سَعَةِ فَضْلِهِ مُتَقَلِّبٌ. فَلَمْ يَمْنَعْكَ فَضْلَهُ، وَ لَمْ يَهْتِكْ عَنْكَ

يتنسمون - سانس ليتے ہيں
رہائن - رہن شدہ
اُساریٰ - قيدی
اَسیٰ - رنج و غم
قارعہ - کھٹکھٹانے والا
مَنادِح - وسعتيں
اَدحض - بالکل بيکار
اَقطع - بالکل بعيد
اَبرح - حيرت انگيز ہوگيا
بُلول - شفا
ضاحی - آفتاب زدہ
يمض - تکليف دے رہا ہے
جلّدک - صابر بنا ديا ہے
تورطت - گڈھے ميں گر پڑا ہے
کریٰ - اونگھ
تمثّل - تصور کر
تولّی - پيٹھ پھيرنا
کنف - پہلو - زير سايہ

[۱] يوں تو امير المومنين کا ہر فقرہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ليکن انسانی سماجيات ميں اس سے زيادہ حسين فقرہ کا تصور بھی نہيں کيا جا سکتا ہے کہ انسان صرف اپنے نفس کا حساب کرے اور دوسروں کی فکر چھوڑ دے کہ ان کا حساب کرنے والا موجود ہے۔ آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہيں ہے۔ سماج کا سارا عيب يہی ہے کہ ہر شخص دوسرے کا حساب کرنا چاہتا ہے اور اپنے حساب سے يکسر غافل رہتا ہے اور يہيں سے فسادات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

مقام پر جہاں مالک کی نگاہ کرم ان کی طرف ہو اور وہ ان کی سعی سے راضی ہو اور ان کی منزل کی تعریف کر رہا ہو۔ وہ مالک کو ...نے کی فرحت سے بخشش کی ہواؤں میں سانس لیتے ہوں۔ اس کے فضل و کرم کی احتیاج کے ہاتھوں رہن ہوں اور اس کی ...ت کے سامنے ذلت کے اسیر ہوں۔ غم ندامت کے طول زمان نے ان کے دلوں کو مجروح کر دیا ہو اور مسلسل گریہ نے ان کی ...ھوں کو زخمی کر دیا ہو۔ مالک کی طرف رغبت کے ہر دروازہ کو کھٹکھٹا رہے ہوں اور اس سے سوال کر رہے ہوں جس کے ...و کرم کی وسعتوں میں تنگی نہیں آتی ہے اور جس کی طرف رغبت کرنے والے کبھی مایوس نہیں ہوتے ہیں۔

دیکھو اپنی بھلائی کے لئے خود اپنے نفس کا حساب کرو کہ دوسروں کے نفس کا حساب کرنے والا کوئی اور ہے (۱)

۲۲۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جسے آیت شریفہ "ماغرّک بربّک الکریم..." [اے انسان تجھے خدائے کریم کے بارے میں کس شے نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے؟] کے ذیل میں ارشاد فرمایا ہے:)

دیکھو یہ انسان جس سے یہ سوال کیا گیا ہے وہ اپنی دلیل کے اعتبار سے کس قدر کمزور ہے اور اپنے فریب خوردہ ہونے کے اعتبار ...ے کس قدر ناقص معذرت کا حامل ہے۔ یقیناً اس نے اپنے نفس کو جہالت کی سختیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔

اے انسان! سچ بتا۔ تجھے کس شے نے گناہوں کی جرأت دلائی ہے اور کس چیز نے پروردگار کے بارے میں دھوکہ میں رکھا ہے ...ور کس امر نے نفس کی ہلاکت پر بھی مطمئن بنا دیا ہے۔ کیا تیرے اس مرض کا کوئی علاج اور تیرے اس خواب کی کوئی بیداری نہیں ہے ...ور کیا اپنے نفس کے لئے پر اتنا بھی رحم نہیں کرتا ہے جتنا دوسروں پر کرتا ہے کہ جب کبھی آفتاب کی حرارت میں کسی کو تپتا دیکھتا ہے تو سایہ ...ر دیتا ہے یا کسی کو درد و رنج میں مبتلا دیکھتا ہے تو اس کے حال پر رونے لگتا ہے تو آخر کس شے نے تجھے خود اپنے مرض پر صبر دلا دیا ...ہے اور اپنی مصیبت پر سامان سکون فراہم کر دیا ہے اور اپنے نفس پر رونے سے روک دیا ہے جب کہ وہ تجھے سب سے زیادہ عزیز ...ہے۔ اور کیوں راتوں رات عذاب الٰہی کے نازل ہو جانے کا تصور تجھے بیدار نہیں رکھتا ہے جب کہ تو اس کی نافرمانیوں کی بنا ...ر اس کے قہر و غلبہ کی راہ میں پڑا ہوا ہے۔

ابھی غنیمت ہے کہ اپنے دل کی سستی کا عزم راسخ سے علاج کر لے اور اپنی آنکھوں میں غفلت کی نیند کا بیدردی سے مداوا ...ر لے اللہ کا اطاعت گذار بن جا۔ اس کی یاد سے انس حاصل کر اور اس امر کا تصور کر کہ کس طرح وہ تیرے دوسروں کی طرف منہ موڑ لینے ...کے باوجود وہ تیری طرف متوجہ رہتا ہے۔ تجھے معافی کی دعوت دیتا ہے۔ اپنے فضل و کرم میں ڈھانپ لیتا ہے حالانکہ تو دوسروں کی طرف ...رخ کئے ہوئے ہے۔ بلند و بالا ہے وہ صاحب قوت جو اس قدر کرم کرتا ہے اور ضعیف و ناتواں ہے تو انسان جو اس کی معصیت کی ...س قدر جرأت رکھتا ہے جب کہ اسی کے عیب پوشی کے ہمسایہ میں مقیم ہے اور اسی کے فضل و کرم کی وسعتوں میں کروٹیں بدل رہا ہے ...وہ نہ اپنے فضل و کرم کو تجھ سے روکتا ہے اور نہ تیرے پردۂ راز کو فاش کرتا ہے۔

---

(۱) حقیقت امر یہ ہے کہ انسان آخرت کی طرف سے بالکل غفلت کا مجسمہ بن گیا ہے کہ دنیا میں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ پاتا ہے اور اس کی دادرسی ...کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور آخرت میں پیش آنے والے خود اپنے مصائب کی طرف سے بھی یکسر غافل ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی آفتاب محشر کے سایہ اور گرمی قیامت ...کی کا انتظام نہیں کرتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اس کا مذاق بھی اڑاتا ہے۔ انا للہ...

سِتْرَهُ، بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُطْفِهِ مَطْرِفَ عَيْنٍ فِي نِعْمَةٍ يُحْدِثُهَا لَكَ، أَوْ سَيِّئَةٍ يَسْتُرُهَا عَلَيْكَ، أَوْ بَلِيَّةٍ يَصْرِفُهَا عَنْكَ. فَمَا ظَنُّكَ بِهِ لَوْ أَطَعْتَهُ! وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ هٰذِهِ الصِّفَةَ كَانَتْ فِي مُتَّفِقَيْنِ فِي الْقُوَّةِ، مُتَوَازِيَيْنِ فِي الْقُدْرَةِ، لَكُنْتَ أَوَّلَ حَاكِمٍ عَلَىٰ نَفْسِكَ بِذَمِيمِ الْأَخْلَاقِ، وَمَسَاوِىءِ الْأَعْمَالِ.[له] وَحَقّاً أَقُولُ! مَا الدُّنْيَا غَرَّتْكَ، وَلٰكِنْ بِهَا اغْتَرَرْتَ، وَلَقَدْ كَاشَفَتْكَ الْعِظَاتِ، وَآذَنَتْكَ عَلَىٰ سَوَاءٍ. وَلَهِيَ بِمَا تَعِدُكَ مِنْ نُزُولِ الْبَلَاءِ بِجِسْمِكَ، وَالنَّقْصِ (النقض) فِي قُوَّتِكَ أَصْدَقُ وَأَوْفَىٰ مِنْ أَنْ تَكْذِبَكَ، أَوْ تَغُرَّكَ. وَلَرُبَّ نَاصِحٍ لَهَا عِنْدَكَ مُتَّهَمٌ، وَصَادِقٍ مِنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ. وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِي الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ، وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ، لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْكِيرِكَ، وَبَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ، بِمَحَلَّةِ الشَّفِيقِ عَلَيْكَ، وَالشَّحِيحِ بِكَ! وَلَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِهَا دَاراً، وَمَحَلُّ مَنْ لَمْ يُوَطِّنْهَا مَحَلّاً! وَإِنَّ السُّعَدَاءَ بِالدُّنْيَا غَداً هُمُ الْهَارِبُونَ مِنْهَا الْيَوْمَ.

إِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ، وَحَقَّتْ بِجَلَائِلِهَا الْقِيَامَةُ، وَلَحِقَ بِكُلِّ مَنْسَكٍ أَهْلُهُ، وَبِكُلِّ مَعْبُودٍ عَبَدَتُهُ، وَبِكُلِّ مُطَاعٍ أَهْلُ طَاعَتِهِ، فَلَمْ يُجْزَ فِي عَدْلِهِ وَقِسْطِهِ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِي الْهَوَاءِ، وَلَا هَمْسُ قَدَمٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَكَمْ حُجَّةٍ يَوْمَ ذَاكَ دَاحِضَةٌ، وَعَلَائِقِ عُذْرٍ مُنْقَطِعَةٌ!

فَتَحَرَّ مِنْ أَمْرِكَ مَا يَقُومُ بِهِ عُذْرُكَ، وَتَثْبُتُ بِهِ حُجَّتُكَ، وَخُذْ مَا يَبْقَىٰ لَكَ مِمَّا لَا تَبْقَىٰ لَهُ، وَتَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ، وَشِمْ بَرْقَ النَّجَاةِ، وَارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيرِ.

٢٢٤

و من كلام له (عليه السلام)

يتبرأ من الظلم

وَاللَّهِ لَأَنْ أَبِيتَ عَلَىٰ حَسَكِ السَّعْدَانِ مُسَهَّداً، أَوْ أُجَرَّ

عظات - مواعظ
آذنتک - باخبر کر دیا ہے
تعرّفت - طلب معرفت کرے
لم یوطّنھا - اسے وطن نہ بنائے
راجفہ - زلزلہ
حقت - ثابت ہو جائے
منسک - عبادت گاہ
علائق - جمع علاقہ
تحرّ - بہترین امر کی تلاش کرو
شِم - نظر کرو
ارحل - سامان سفر بار کر لیا
تشمیر - تیاری

[له] یہ ہے اہلبیت علیہم السلام کا انداز تربیت کہ انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرا دیا جائے اور اسے خود اپنے اعمال و کردار کے بارے میں حکم قرار دیا جائے تاکہ اسے یہ اندازہ ہو کہ اگر ایسا برتاؤ کوئی دوسرا میرے ساتھ کرتا تو میرا ردعمل کیا ہوتا اور میں یہی برتاؤ اپنے مالک کے ساتھ کر رہا ہوں اور پھر بھی اپنے کو مسلمان اور مومن تصور کر رہا ہوں۔ کیا یہی عدل و انصاف کا تقاضہ ہے اور کیا اسی طرح انسان مسلمان، مومن اور شریف و عزیز بن جاتا ہے

مصادر خطبہ ۲۲۴

وہ تو پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کی مہربانیوں سے خالی نہیں ہے۔ کبھی نئی نئی نعمتیں عطا کرتا ہے۔ کبھی برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور کبھی بلاؤں کو رد کر دیتا ہے جب کہ تو اس کی معصیت کر رہا ہے تو سوچ اگر تو اطاعت کرتا تو کیا ہوتا؟

خدا گواہ ہے کہ اگر یہ برتاؤ دو برابر کی قوت و قدرت والوں کے درمیان ہوتا اور تو دوسرے کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتا تو تو خود ہی سب سے پہلے اپنے نفس کے بد اخلاق اور بدعمل ہونے کا فیصلہ کر دیتا لیکن افسوس!

میں سچ کہتا ہوں کہ دنیا نے تجھے دھوکہ نہیں دیا ہے تو نے دنیا سے دھوکہ کھایا ہے۔ اس نے تو نصیحتوں کو کھول کر سامنے رکھ دیا ہے اور تجھے ہر چیز سے برابر سے آگاہ کیا ہے۔ اس نے جسم پر جن نازل ہونے والی بلاؤں کا وعدہ کیا ہے اور قوت میں جس کمزوری کی خبر دی ہے۔ اس میں وہ بالکل سچی اور وفائے عہد کرنے والی ہے۔ نہ جھوٹ بولنے والی ہے اور نہ دھوکہ دینے والی۔ بلکہ بہت سے اس کے بارے میں نصیحت کرنے والے ہیں جو تیرے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں اور سچ سچ بولنے والے ہیں جو تیری نگاہ میں جھوٹے ہیں۔

اگر تو نے اسے گرے پڑے مکانات اور غیر آباد منزلوں میں پہچان لیا ہوتا تو دیکھتا کہ وہ اپنی یاد دہانی اور بلیغ ترین نصیحت میں تجھ پر کس قدر مہربان ہے اور تیری تباہی کے بارے میں کس قدر بخل سے کام لیتی ہے۔

یہ دنیا اس کے لئے بہترین گھر ہے جو اس کو گھر بنانے سے راضی نہ ہو۔ اور اس کے لئے بہترین وطن ہے جو اسے وطن بنانے پر آمادہ نہ ہو۔ اس دنیا کے رہنے والوں میں کل کے دن نیک بخت وہی ہوں گے جو آج اس سے گریز کرنے پر آمادہ ہوں۔

دیکھو جب زمین کو زلزلہ آجائے گا اور قیامت اپنی عظیم مصیبتوں کے ساتھ کھڑی ہو جائے گی اور ہر عبادت گاہ کے ساتھ اس کے عبادت گذار۔ ہر معبود کے ساتھ اس کے بندے اور ہر قابل اطاعت کے ساتھ اس کے مطیع و فرمانبردار ملحق کر دئے جائیں گے تو کوئی ہوا میں شگاف کرنے والی نگاہ اور زمین پر پڑنے والے قدم کی آہٹ ایسی نہ ہوگی جس کا عدل و انصاف کے ساتھ پورا بدلہ نہ دے دیا جائے۔ اس دن کتنی ہی دلیلیں ہوں گی جو بیکار ہو جائیں گی اور کتنے ہی معذرت کے رشتے ہوں گے جو کٹ کے رہ جائیں گے۔

لہٰذا مناسب ہے کہ ابھی سے ان چیزوں کو تلاش کر لو جن سے عذر قائم ہو سکے اور ثبوت ثابت ہو سکے۔ جس دنیا میں تم کو نہیں رہنا ہے اس میں سے وہ لے لو جس کو تمہارے ساتھ رہنا ہے۔ سفر کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ نجات کی روشنی کی چمک دیکھ لو اور آمادگی کی سواریوں پر سامان بار کر لو۔

۲۲۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں ظلم سے برائت و بیزاری کا اظہار فرمایا گیا ہے)

خدا گواہ ہے کہ میرے لئے سعدان کی خاردار جھاڑی پر جاگ کر رات گذار لینا یا زنجیروں میں قید ہو کر کھینچا جانا اس امر سے زیادہ عزیز ہے

فِي الْأَغْلَالِ مُصَفَّداً، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَالِماً لِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَغَاصِباً لِشَيْءٍ مِنَ الْحُطَامِ، وَكَيْفَ أَظْلِمُ أَحَداً لِنَفْسٍ يُسْرِعُ إِلَى الْبِلَى قُفُولُهَا، وَيَطُولُ فِي الثَّرَى حُلُولُهَا؟!

وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ عَقِيلاً وَقَدْ أَمْلَقَ حَتَّى اسْتَمَاحَنِي مِنْ بُرِّكُمْ صَاعاً، وَرَأَيْتُ صِبْيَانَهُ شُعْثَ الشُّعُورِ، غُبْرَ الْأَلْوَانِ، مِنْ فَقْرِهِمْ، كَأَنَّمَا سُوِّدَتْ وُجُوهُهُمْ بِالْعِظْلِمِ، وَعَاوَدَنِي مُؤَكِّداً، وَكَرَّرَ عَلَيَّ الْقَوْلَ مُرَدِّداً فَأَصْغَيْتُ إِلَيْهِ سَمْعِي، فَظَنَّ أَنِّي أَبِيعُهُ دِينِي، وَأَتَّبِعُ قِيَادَهُ مُفَارِقاً طَرِيقَتِي، فَأَحْمَيْتُ لَهُ حَدِيدَةً، ثُمَّ أَدْنَيْتُهَا مِنْ جِسْمِهِ لِيَعْتَبِرَ بِهَا، فَضَجَّ ضَجِيجَ ذِي دَنَفٍ مِنْ أَلَمِهَا، وَكَادَ أَنْ يَحْتَرِقَ (يحرق) مِنْ مِيسَمِهَا، فَقُلْتُ لَهُ: ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ، يَا عَقِيلُ! أَتَئِنُّ مِنْ حَدِيدَةٍ أَحْمَاهَا إِنْسَانُهَا لِلَعِبِهِ، وَتَجُرُّنِي إِلَى نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا لِغَضَبِهِ! أَتَئِنُّ مِنَ الْأَذَى وَلَا أَئِنُّ مِنْ لَظًى؟! وَأَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلْفُوفَةٍ فِي وِعَائِهَا، وَمَعْجُونَةٍ شَنِئْتُهَا، كَأَنَّمَا عُجِنَتْ بِرِيقِ حَيَّةٍ أَوْ قَيْئِهَا، فَقُلْتُ: أَصِلَةٌ، أَمْ زَكَاةٌ، أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَذٰلِكَ مُحَرَّمٌ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ! فَقَالَ: لَا ذَا وَلَا ذَاكَ، وَلٰكِنَّهَا هَدِيَّةٌ. فَقُلْتُ: هَبِلَتْكَ الْهَبُولُ! أَعَنْ دِينِ اللَّهِ أَتَيْتَنِي لِتَخْدَعَنِي؟ أَمُخْتَبِطٌ أَنْتَ أَمْ ذُو جِنَّةٍ، أَمْ تَهْجُرُ؟ وَاللَّهِ لَوْ أُعْطِيتُ الْأَقَالِيمَ السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ أَفْلَاكِهَا، عَلَى أَنْ أَعْصِيَ اللَّهَ فِي نَمْلَةٍ أَسْلُبُهَا جُلْبَ (خلمة) شَعِيرَةٍ مَا فَعَلْتُهُ، وَإِنَّ دُنْيَاكُمْ عِنْدِي لَأَهْوَنُ مِنْ وَرَقَةٍ فِي فَمِ جَرَادَةٍ تَقْضَمُهَا مَا لِعَلِيٍّ وَلِنَعِيمٍ يَفْنَى، وَلَذَّةٍ لَا تَبْقَى! نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُبَاتِ

معدان - جھاڑی
مُسَّہد - بیدار
مُصَفَّد - قیدی
قفول - پلٹنا
املق - فقیر ہوگئے
استماح - طلب عطیہ کیا
شعث - پراگندہ
عظلم - نیل کا رنگ
قیاد - مہار
دَنَف - مرض
مِیسَم - داغنے کا آلہ
ثکلتک - گریہ کریں
شنئتہا - برا سمجھا
صِلَہ - عطیہ
ہبلتک - گریہ کریں
ہَبُول - رونے والی
مختبط - خبط الحواس
ذوجِنّۃ - دیوانہ
تہجر - ہذیان بک رہا ہے
جِلب - چھلکا
تقضمہا - دانت سے توڑ رہی ہو

(۱) اس شخص سے مراد اشعث بن قیس ہے جو اپنے دور کا راس المنافقین تھا اور حضرت کے کردار سے اس قدر بے خبر تھا کہ رشوت دے کر آپ کو معاویہ کی صف میں کھڑا کرنا چاہتا تھا۔

روز قیامت پروردگار سے اس عالم میں ملاقات کروں کہ کسی بندہ پر ظلم کرچکا ہوں یا دنیا کے کسی معمولی مال کو غصب کیا ہو بھلا کسی شخص پر بھی اُس نفس کے لئے کس طرح ظلم کروں گا جو فنا کی طرف بہت جلد پلٹنے والا ہے اور زمین کے اندر بہت دنوں رہنے والا ہے۔

خدا کی قسم میں نے عقیل[1] کو خود دیکھا ہے کہ انھوں نے فقر و فاقہ کی بنا پر تمھارے حصۂ گندم میں سے تین کیلو کا مطالبہ کیا تھا جب کہ ان کے بچوں کے بال غربت کی بنا پر پراگندہ ہو چکے تھے اور ان کے چہروں کے رنگ یوں بدل چکے تھے جیسے انھیں تیل چھڑک کر سیاہ بنایا گیا ہو اور انھوں نے مجھ سے بار بار تقاضا کیا اور مکرر اپنے مطالبہ کو دہرایا تو میں نے ان کی طرف کان دھر دئے وہ یہ سمجھے کہ شائد میں دین بیچنے اور اپنے راستہ کو چھوڑ کر ان کے مطالبہ پر چلنے کے لئے تیار ہو گیا ہوں۔ لیکن میں نے ان کے لئے لوہا گرم کرایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تا کہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ انھوں نے لوہا دیکھ کر یوں فریاد شروع کردی جیسے کوئی بیمار اپنے درد و الم سے فریاد کرتا ہو اور قریب تھا کہ ان کا جسم اس کے داغ دینے سے جل جائے۔ تو میں نے کہا رونے والیاں آپ کے غم میں روئیں اے عقیل! ۔آپ اس لوہے سے فریاد کر رہے ہیں جسے ایک انسان نے فقط ہنسی مذاق میں تپایا ہے اور آپ مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہیں جسے خدائے جبار نے اپنے غضب کی بنیاد پر بھڑکایا ہے۔ آپ اذیت سے فریاد کریں اور میں جہنم سے فریاد نہ کروں۔

اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک رات ایک شخص[2] (اشعث بن قیس) میرے پاس شہد میں گندھا ہوا حلوہ برتن میں رکھ کر لایا جو مجھے اس قدر ناگوار تھا جیسے سانپ کے تھوک یا قے سے گوندھا گیا ہو۔ میں نے پوچھا کہ یہ کوئی انعام ہے یا زکوٰۃ یا صدقہ جو ہم اہلبیت پر حرام ہے؟ ۔ اس نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ یہ فقط ایک ہدیہ ہے! میں نے کہا کہ پسر مردہ عورتیں تجھ کو روئیں۔ تو دین خدا کے راستہ سے آکر مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے یا تو پاگل ہو گیا ہے یا ہذیان بک رہا ہے۔ آخر ہے کیا؟

خدا گواہ ہے کہ اگر مجھے ہفت اقلیم کی حکومت تمام زیر آسمان دولتوں کے ساتھ دے دی جائے اور مجھ سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ میں کسی چیونٹی پر صرف اسقدر ظلم کروں کہ اس کے منہ سے اس چھلکے کو چھین لوں جو وہ چبا رہی ہے تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا ہوں ۔ یہ تمہاری دنیا میری نظر میں اس پتی سے زیادہ بے قیمت ہے جو کسی ٹڈی کے منہ میں ہو اور وہ اسے چبا رہی ہو۔

بھلا علیؑ کو ان نعمتوں سے کیا واسطہ جو فنا ہو جانے والی ہیں اور اس لذت سے کیا تعلق جو باقی رہنے والی نہیں ہے۔ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں عقل کے خواب غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے

---

[1] جناب عقیل آپ کے بڑے بھائی اور حقیقی بھائی تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے یہ عادلانہ برتاؤ کرکے واضح کر دیا کہ دین الٰہی میں رشتہ و قرابت کا گذر نہیں ہے۔ دین کا ذمہ دار وہی شخص ہو سکتا ہے جو مالِ خدا کو مالِ خدا تصور کرے اور اس مسئلہ میں کسی طرح کی رشتہ داری اور تعلق کو شامل نہ کرے۔ امیر المومنینؑ کے کردار کا وہ نمایاں امتیاز ہے جس کا اندازہ دوست اور دشمن دونوں کو تھا اور کوئی بھی اس معرفت سے بیگانہ نہ تھا۔

الْعَقْلِ، وَقُبْحِ الزَّلَلِ. وَ بِهِ نَسْتَعِينُ.

۲۲۵

و من دعاء له (عليه السلام)

يلتجىء الى الله أن يغنيه

آللَّهُمَّ صُنْ وَجْهِي بِالْيَسَارِ، وَ لَا تَبْذُلْ (تبتذل) جَاهِيَ بِالْإِقْتَارِ، فَأَسْتَرْزِقَ طَالِبِي رِزْقِكَ (رفدك)، وَأَسْتَعْطِفَ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَ أُبْتَلَىٰ بِحَمْدِ مَنْ أَعْطَانِي، وَأُفْتَتَنَ بِذَمِّ مَنْ مَنَعَنِي، وَأَنْتَ مِنْ وَرَاءِ ذٰلِكَ كُلِّهِ وَلِيُّ الْإِعْطَاءِ وَالْمَنْعِ، «إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ».

۲۲٦

و من خطبة له (عليه السلام)

في التنفير من الدنيا

دَارٌ بِالْبَلَاءِ مَحْفُوفَةٌ، وَ بِالْغَدْرِ مَعْرُوفَةٌ، لَا تَدُومُ أَحْوَالُهَا، وَ لَا يَسْلَمُ نُزَّالُهَا

أَحْوَالٌ مُخْتَلِفَةٌ، وَ تَارَاتٌ مُتَصَرِّفَةٌ، الْعَيْشُ فِيهَا مَذْمُومٌ، وَالْأَمَانُ مِنْهَا مَعْدُومٌ، وَ إِنَّمَا أَهْلُهَا فِيهَا أَغْرَاضٌ مُسْتَهْدَفَةٌ، تَرْمِيهِمْ بِسِهَامِهَا، وَ تُفْنِيهِمْ بِحِمَامِهَا.

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ أَنَّكُمْ وَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا عَلَىٰ سَبِيلِ مَنْ قَدْ مَضَىٰ قَبْلَكُمْ، مِمَّنْ كَانَ أَطْوَلَ مِنْكُمْ أَعْمَاراً، وَ أَعْمَرَ دِيَاراً، وَ أَبْعَدَ آثَاراً؛ أَصْبَحَتْ أَصْوَاتُهُمْ هَامِدَةً، وَ رِيَاحُهُمْ رَاكِدَةً، وَ أَجْسَادُهُمْ بَالِيَةً، وَ دِيَارُهُمْ خَالِيَةً، و آثَارُهُمْ عَافِيَةً. فَاسْتَبْدَلُوا بِالْقُصُورِ الْمُشَيَّدَةِ، وَالنَّمَارِقِ الْمُمَهَّدَةِ، الصُّخُورَ وَ الْأَحْجَارَ الْمُسَنَّدَةَ، وَالْقُبُورَ اللَّاطِئَةَ الْمُلْحَدَةَ، الَّتِي قَدْ بُنِيَ عَلَى الْخَرَابِ فِنَاؤُهَا، وَ شُيِّدَ بِالتُّرَابِ بِنَاؤُهَا فَمَحَلُّهَا مُقْتَرِبٌ، وَ سَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ، بَيْنَ أَهْلِ مَحَلَّةٍ مُوحِشِينَ، وَ أَهْلِ فَرَاغٍ مُتَشَاغِلِينَ، لَا يَسْتَأْنِسُونَ بِالْأَوْطَانِ، وَ لَا يَتَوَاصَلُونَ تَوَاصُلَ الْجِيرَانِ، عَلَىٰ مَا بَيْنَهُمْ

يسار - مالداری
اقتار - غربت و افلاس
نزّال - نازل ہونے والے
متصرفہ - بدلنے والے
مستہدفہ - جس کا قصد کیا جائے
حمام - موت
راکدہ - ٹھہری ہوئی
نمارق - مسند
لاطئہ - چپکی ہوئی
ملحدہ - جس کے اندر لحد بنا دی جائے
فناء - صحن

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مال و دولت کی انسانی دنیا میں کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود غربت ایک ایسی بلا ہے جو انسان کے دین اور دنیا دونوں کو خطرہ میں ڈال دیتی ہے۔ دنیا میں انسان کا وقار اور اعتبار ختم ہو جاتا ہے اور آخرت میں غیر مستحق کی مدح یا نہ دینے والے کی مذمت کی بنا پر عذاب الٰہی کا حقدار ہو جاتا ہے۔ دولت انسان کو متکبر بناتی ہے لیکن اسکے بعد بھی انسان اپنے دروازہ پر "ھذا من فضل ربی" کا بورڈ لگا دیتا ہے لیکن غربت عدل الٰہی پر اعتراض کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے اور اس طرح انسان سرحد اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔ گویا دولت باغی و طاغی بناتی ہے اور غربت کافر و بے دین اور انسان کا فریضہ ہے کہ دونوں ہی سے ہوشیار رہے اور خدا کی پناہ مانگتا رہے۔

سی سے مدد کا طلبگار رہوں۔

۲۲۵۔آپ کی دعا کا ایک حصہ

(جس میں پروردگار سے بے نیازی کا مطالبہ کیا گیا ہے)

خدایا۔میری آبرو کو مالداری کے ذریعہ محفوظ فرما اور میری منزلت کو غربت کی بنا پر نگاہوں سے نہ گرنے دینا کہ مجھے تجھ سے ہی مانگنے والوں سے مانگنا پڑے یا تیری بدترین مخلوقات سے رحم کی درخواست کرنا پڑے اور اس کے بعد میں ہر عطا کرنے والے کی تعریف کروں اور ہر انکار کرنے والے کی مذمت میں مبتلا ہو جاؤں جب کہ ان سب کے پس پردہ عطا و انکار دونوں کا اختیار تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۲۲۶۔آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں دنیا سے نفرت دلائی گئی ہے)

یہ ایک ایسا گھر ہے جو بلاؤں میں گھرا ہوا ہے اور اپنی غداری میں مشہور ہے۔نہ اس کے حالات کو دوام ہے اور نہ اس میں نازل ہونے والوں کے لئے سلامتی ہے۔

اس کے حالات مختلف اور اس کے اطوار بدلنے والے ہیں۔اس میں پُر کیف زندگی قابل مذمت ہے اور اس میں امن و امان کا دور دور پتہ نہیں ہے۔اس کے باشندے وہ نشانے ہیں جن پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور اپنی مدت کے سہارے انہیں فنا کے گھاٹ اتارتی رہتی ہے۔

بندگان خدا! یاد رکھو اس دنیا میں تم اور جو کچھ تمہارے پاس ہے سب کا وہی راستہ ہے جس پر پہلے والے چل چکے ہیں جنکی عمریں تم سے زیادہ طویل اور جن کے علاقے تم سے زیادہ آباد تھے۔ان کے آثار بھی دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔لیکن اب ان کی آوازیں دب گئی ہیں ان کی ہوائیں اکھڑ گئی ہیں۔ان کے جسم بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ان کے مکانات خالی ہو گئے ہیں اور ان کے آثار مٹ گئے ہیں۔وہ مستحکم قلعوں اور بچھی ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چُنی ہوئی سلوں اور زمین کے اندر لحد والی قبروں میں تبدیل کر چکے ہیں جن کے صحنوں کی بنیاد تباہی پر قائم ہے اور جن کی عمارت مٹی سے مضبوط کی گئی ہے۔ان قبروں کی جگہیں تو قریب قریب ہیں لیکن ان کے رہنے والے سب ایک دوسرے سے غریب اور اجنبی ہیں۔ایسے لوگوں کے درمیان ہیں جو بوکھلائے ہوئے ہیں اور یہاں کے کاموں سے فارغ ہو کر وہاں کی فکر میں مشغول ہو گئے ہیں۔نہ اپنے وطن سے کوئی انس رکھتے ہیں اور نہ اپنے ہمسایوں سے کوئی ربط رکھتے ہیں۔

یہ فقرات بعینہ اسی طرح امام زین العابدینؑ کی مکارم اخلاق میں بھی پائے جاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ اہلبیتؑ کا کردار اور ان کا بیان ہمیشہ ایک انداز کا ہوتا ہے اور اس میں کسی طرح کا اختلاف و انتشار نہیں ہوتا ہے۔

اس خطبہ میں دنیا کے حسب ذیل خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے: ۱۔یہ مکان بلاؤں میں گھرا ہوا ہے ۲۔اس کی غداری معروف ہے ۳۔اس کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں ۴۔اس کی زندگی کا انجام موت ہے ۵۔اس کی زندگی قابل مذمت ہے ۶۔اس میں امن و امان نہیں ہے ۷۔اس کے باشندے بلاؤں اور مصیبتوں کا ہدف ہیں۔

مِنْ قُرْبِ الْجِوَارِ، وَ دُنُوِّ الدَّارِ. وَ كَيْفَ يَكُونُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ، وَ قَدْ طَحَنَهُمْ بِكَلْكَلِهِ الْبِلَىٰ، وَ أَكَلَتْهُمُ الْجَنَادِلُ وَالثَّرَىٰ! وَ كَأَنْ قَدْ صِرْتُمْ إِلَىٰ مَا صَارُوا إِلَيْهِ، وَارْتَهَنَكُمْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعُ، وَ ضَمَّكُمْ ذٰلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ. فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْ تَنَاهَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ، وَ بُعْثِرَتِ الْقُبُورُ: «هُنَالِكَ تَبْلُوْ كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللّٰهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ، وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ».[1]

۲۲۷

و من دعاء له (عليه السلام)

يلجأ فيه إلى الله ليهديه إلى الرشاد

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ آنَسُ الْآنِسِينَ لِأَوْلِيَائِكَ، وَ أَحْضَرُهُمْ بِالْكِفَايَةِ لِلْمُتَوَكِّلِينَ عَلَيْكَ. تُشَاهِدُهُمْ فِي سَرَائِرِهِمْ، وَ تَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ فِي ضَمَائِرِهِمْ، وَ تَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَائِرِهِمْ. فَأَسْرَارُهُمْ لَكَ مَكْشُوفَةٌ، وَ قُلُوبُهُمْ إِلَيْكَ مَلْهُوفَةٌ. إِنْ أَوْحَشَتْهُمُ الْغُرْبَةُ آنَسَهُمْ ذِكْرُكَ، وَ إِنْ صُبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَائِبُ لَجَؤُوا إِلَى الِاسْتِجَارَةِ بِكَ، عِلْماً بِأَنَّ أَزِمَّةَ الْأُمُورِ بِيَدِكَ، وَ مَصَادِرَهَا عَنْ قَضَائِكَ.

اَللّٰهُمَّ إِنْ فَهِهْتُ عَنْ مَسْأَلَتِي، أَوْ عَمِيتُ عَنْ طِلْبَتِي، فَدُلَّنِي عَلَىٰ مَصَالِحِي، وَ خُذْ بِقَلْبِي إِلَىٰ مَرَاشِدِي، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنُكْرٍ مِنْ هِدَايَاتِكَ، وَ لَا بِبِدْعٍ مِنْ كِفَايَاتِكَ.

اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِي عَلَىٰ عَفْوِكَ، وَ لَا تَحْمِلْنِي عَلَىٰ عَدْلِكَ.

۲۲۸

و من كلام له (عليه السلام)

يريد به بعض اصحابه

لِلّٰهِ بَلَاءُ (بلاد) فُلَانٍ، فَلَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ، وَ دَاوَى الْعَمَدَ، وَ أَقَامَ السُّنَّةَ، وَ خَلَّفَ الْفِتْنَةَ! ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ، قَلِيلَ الْعَيْبِ،

کلکل - سینہ
بلیٰ - بوسیدگی
جنادل - پتھر
ثریٰ - خاک
بعثرت - باہر نکال لئے گئے
تبلو - آزمایا جائے گا
آنس - سب سے زیادہ انس رکھنے والا
ملھوفہ - نگراں
فہہت - عاجز ہوگیا
طلبہ - مطلوب
مراشد - مقامات صلاح و فلاح
نکر - عجیب و غریب
بدع - جدید
قوم - سیدھا کردیا
اود - کجی
عمد - مرض
خلف - پیچھے چھوڑ گیا

[1] امام زین العابدینؑ سے کہا گیا کہ حسن بصری کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ ہلاک ہونے والے کے بارے میں تعجب نہیں کہ کیسے ہلاک ہوگیا - نجات پانے والے کے بارے میں تعجب ہے کہ کیسے نجات پاگیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا فلسفہ اس کے بالکل برعکس ہے - ہمیں تعجب ہلاک ہونے والے پر ہوتا ہے کہ رحمت خدا کی بے پناہ وسعتوں کے باوجود کس طرح ہلاک ہوگیا -

کو بالکل قرب وجوار اور نزدیک ترین دیار میں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اب ملاقات کا کیا امکان ہے جب کہ بوسیدگی نے انھیں سینہ سے دبا کر پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے انھیں کھا کر برابر کر دیا ہے اور گویا کہ اب تم بھی وہیں پہونچ گئے ہو جہاں وہ پہونچ چکے ہیں اور تمھیں بھی اسی قبر نے گرو رکھ لیا ہے اور اسی امانت گاہ نے جکڑ لیا ہے۔

سوچو اس وقت کیا ہوگا جب تمھارے تمام معاملات آخری حد کو پہونچ جائیں گے اور دوبارہ قبروں سے نکال لیا جائے گا۔ اس وقت ہر نفس اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرے گا اور سب کو مالک برحق کی طرف پلٹا دیا جائے گا اور کسی کی کوئی افترا پردازی کام آنے والی نہ ہوگی (۱)

۲۲۷۔ آپ کی دعا کا ایک حصہ

(جس میں نیک راستہ کی ہدایت کا مطالبہ کیا گیا ہے)

پروردگار تو اپنے دوستوں کے لئے تمام انس فراہم کرنے والوں سے زیادہ سبب انس اور تمام اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کے لئے سب سے زیادہ حاجت روائی کے لئے حاضر ہے۔ تو ان کے پوشیدہ امور پر نگاہ رکھتا ہے۔ ان کے اسرار پر اطلاع رکھتا ہے اور ان کی بصیرتوں کی آخری حدوں کو بھی جانتا ہے۔ ان کے اسرار تیرے لئے روشن اور ان کے قلوب تیری بارگاہ میں فریادی ہیں۔ جب غربت انھیں متوحش کرتی ہے تو تیری یاد انس کا سامان فراہم کر دیتی ہے اور جب مصائب ان پر نازل دئے جاتے ہیں تو وہ تیری پناہ تلاش کر لیتے ہیں اس لئے کہ انھیں اس بات کا علم ہے کہ تمام معاملات کی زمام تیرے ہاتھ میں ہے اور تمام امور کا فیصلہ تیری ہی ذات سے صادر ہوتا ہے۔

خدایا اگر میں اپنے سوالات کو پیش کرنے سے عاجز ہوں اور مجھے اپنے مطالبات کی راہ نظر نہیں آتی ہے تو تو میرے مصالح کی رہنمائی فرما اور میرے دل کو ہدایت کی منزلوں تک پہونچا دے کہ یہ بات تیری ہدایتوں کے لئے کوئی انوکھی نہیں ہے اور تیری حاجت روائیوں کے سلسلہ میں کوئی نرالی نہیں ہے۔

خدایا میرے معاملات کو اپنے عفو و کرم پر محمول کرنا اور عدل و انصاف پر محمول نہ کرنا۔

۲۲۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اپنے بعض اصحاب کا تذکرہ فرمایا ہے)

اللہ فلاں شخص کا بھلا کرے کہ اس نے کجی کو سیدھا کیا اور مرض کا علاج کیا۔ سنت کو قائم کیا اور فتنوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ دنیا سے اس عالم میں گیا کہ اس کا لباس حیات پاکیزہ تھا اور اس کے عیب بہت کم تھے۔

---

(۱) ابن ابی الحدید نے ساتویں صدی ہجری میں یہ انکشاف کیا کہ ان فقرات میں فلاں سے مراد حضرت عمر ہیں اور پھر اس کی وضاحت میں ۷، ۸ صفحے سیاہ کر ڈالے حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ سید رضیؒ کے دور کے نسخوں میں اس کا کوئی تذکرہ ہے اور پھر اسلامی دنیا کے سربراہ کی تعریف کے لئے لفظ فلاں کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ خطبۂ شقشقیہ میں لفظ فلاں کا امکان ہے لیکن مدح میں لفظ فلاں عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔ اس لفظ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کسی ایسے صحابی کا تذکرہ ہے جسے عام لوگ برداشت نہیں کر سکتے ہیں اور امیر المومنینؑ اس کی تعریف ضروری تصور فرماتے ہیں۔

أَصَابَ خَيْرَهَا، وَ سَبَقَ شَرَّهَا. أَدَّىٰ إِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ، وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ. رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ، لَا يَهْتَدِي بِهَا الضَّالُّ، وَ لَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِي.

٢٢٩

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في وصف بيعته بالخلافة

قال الشريف: و قد تقدم مثله بالفاظ مختلفة.

وَ بَسَطْتُمْ يَدِيْ فَكَفَفْتُهَا، وَ مَدَدْتُمُوهَا فَقَبَضْتُهَا، ثُمَّ تَدَاكَكْتُمْ عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ عَلَىٰ حِيَاضِهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، حَتَّىٰ انْقَطَعَتِ النَّعْلُ، وَ سَقَطَ الرِّدَاءُ، وَ وُطِئَ الضَّعِيفُ، وَ بَلَغَ مِنْ سُرُورِ النَّاسِ بِبَيْعَتِهِمْ إِيَّايَ أَنْ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيرُ، وَ هَدَجَ إِلَيْهَا الْكَبِيرُ، وَ تَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيلُ، وَ حَسَرَتْ إِلَيْهَا الْكِعَابُ. [1]

٢٣٠

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في مقاصد أُخرى

فَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ مِفْتَاحُ سَدَادٍ، وَ ذَخِيرَةُ مَعَادٍ، وَ عِتْقٌ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ، وَ نَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ. بِهَا يَنْجَحُ الطَّالِبُ، وَ يَنْجُو الْهَارِبُ، وَ تُنَالُ الرَّغَائِبُ.

فضل العمل

فَاعْمَلُوا وَ الْعَمَلُ يُرْفَعُ، وَ التَّوْبَةُ تَنْفَعُ، وَالدُّعَاءُ يُسْمَعُ، وَالْحَالُ هَادِئَةٌ، وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ. وَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ عُمُراً نَاكِساً، أَوْ مَرَضاً حَابِساً، أَوْ مَوْتاً خَالِساً. فَإِنَّ الْمَوْتَ هَادِمُ لَذَّاتِكُمْ، وَ مُكَدِّرُ شَهَوَاتِكُمْ، وَ مُبَاعِدُ طِيَّاتِكُمْ. زَائِرٌ غَيْرُ مَحْبُوبٍ (محجوب) وَ قِرْنٌ غَيْرُ مَغْلُوبٍ، وَ وَاتِرٌ غَيْرُ مَطْلُوبٍ. قَدْ أَعْلَقَتْكُمْ حَبَائِلُهُ، وَ تَكَنَّفَتْكُمْ غَوَائِلُهُ، وَ أَقْصَدَتْكُمْ

مُتَشَعِّبہ - شاخ در شاخ

تداککتم - ٹوٹ پڑے

ہِیم - پیاسے

ہَدَج - آہستہ آہستہ چل کر آگیا

حَسَرت - نقاب الٹ دی

کِعاب - دوشیزہ عورتیں

ناکِس - الٹی

حَابِس - مانع عمل

خَالِس - اچک لینے والی

طِیّات - منازل سفر

قِرن - کفو

واتر - جنایت کار

حَبائِل - جال

غوائِل - ہلکات

[1] قرآن مجید نے امامت کا معیار یہ بیان کیا تھا کہ عہد الٰہی ظالمین تک نہیں جا سکتا ہے - گویا کہ عہدہ خود اپنے حقدار کی تلاش میں رہتا ہے - حقدار عہدہ کے لئے بیچین نہیں رہتا ہے اور نہ جوڑ توڑ اور سازش میں مبتلا ہوتا ہے -

امیر المومنینؑ نے اپنی اسی حیثیت کا اعلان کیا ہے جو عالم اسلام میں کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکی ہے -

دنیا کے خیر کو حاصل کر لیا اور اس کے شر سے آگے بڑھ گیا۔ اللہ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا اور اس سے مکمل طور پر خوفزدہ رہ دنیا سے اس عالم میں رخصت ہوا کہ لوگ متفرق راستوں پر تھے جہاں نہ گمراہ ہدایت پا سکتا تھا اور نہ ہدایت یافتہ یقین تک جا سکتا تھا۔

۲۲۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اپنی بیعت خلافت کے بارے میں)

تم نے بیعت کے لئے میری طرف ہاتھ پھیلانا چاہا تو میں نے روک لیا اور اسے کھینچنا چاہا تو میں نے سمیٹ لیا۔ لیکن اس کے بعد تم طرح مجھ پر ٹوٹ پڑے جس طرح پانی پینے کے دن پیاسے اونٹ تالاب پر گر پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ میری جوتی کا تسمہ گیا اور عبا کاندھے سے گر گئی اور کمزور افراد کچل گئے۔ تمھاری خوشی کا یہ عالم تھا کہ بچوں نے خوشیاں منائیں۔ بوڑھے کھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھے۔ بیمار اٹھتے بیٹھتے پہونچ گئے اور میری بیعت کے لئے نوجوان لڑکیاں بھی پردہ سے باہر نکل آئیں۔ (لہ)

۲۳۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

یقیناً تقویٰ الٰہی ہدایت کی کلید اور آخرت کا ذخیرہ ہے۔ ہر گرفتاری سے آزادی اور ہر تباہی سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اس کے سے طلبگار کامیاب ہوتے ہیں۔ عذاب سے فرار کرنے والے نجات پاتے ہیں اور بہترین مطالب حاصل ہوتے ہیں۔
لہٰذا عمل کرو کہ ابھی اعمال بلند ہو رہے ہیں اور توبہ فائدہ مند ہے اور دعا سنی جا رہی ہے۔ حالات پُرسکون ہیں۔ قلم اعمال چل رہا ہے۔ اپنے اعمال کے ذریعہ آگے بڑھ جاؤ جو الٹے پاؤں چل رہی ہے اور اس مرض سے جو اعمال سے روک دیتا ہے اور اس موت سے جو اچانک جھپٹ لیتی ہے۔ اس لئے کہ موت تمھاری لذتوں کو فنا کر دینے والی۔ تمھاری خواہشات کو بدمزہ کر دینے والی اور تمھاری منزلوں کو دور کر دینے والی ہے۔ وہ ایسی زائر ہے جسے کوئی پسند نہیں کرتا ہے اور ایسی مقابل ہے جو مغلوب نہیں ہوتی ہے اور ایسی قاتل ہے جس سے خوں بہا کا مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ اس نے اپنے پھندے تمھارے گلوں میں ڈال رکھے ہیں اور اس کی ہلاکتوں نے تمھیں گھیرے میں لے لیا ہے اور اس کے تیروں نے تمھیں نشانہ بنا لیا ہے۔

لہ کس قدر فرق ہے اس بیعت میں جس کے لئے بوڑھے بچے عورتیں سب گھر سے نکل آئے اور کمال اشتیاق میں صاحب منصب کی بارگاہ کی طرف دوڑ پڑے اور اس بیعت میں جس کے لئے بنتِ رسولؐ کے دروازہ میں آگ لگائی گئی۔ نفس رسولؐ کو گلے میں رسی کا پھندہ ڈال کر گھر سے نکالا گیا اور صحابۂ کرام کو زد و کوب کیا گیا۔
کیا ایسی بیعت کو بھی اسلامی بیعت کہا جا سکتا ہے اور ایسے انداز کو بھی جواز خلافت کی دلیل بنایا جا سکتا ہے؟ امیر المومنینؑ نے اپنی بیعت کا تذکرہ اسی لئے فرمایا ہے کہ صاحبان عقل و شعور اور ارباب عدل و انصاف بیعت کے معنی کا ادراک کر سکیں اور ظلم و جور۔ جبر و استبداد کو بیعت کا نام نہ دے سکیں اور نہ اسے جواز حکومت کی دلیل بنا سکیں۔

مَعَابِلَهُ وَ عَظُمَتْ فِيكُمْ سَطْوَتُهُ، وَ تَتَابَعَتْ عَلَيْكُمْ عَدْوَتُهُ، وَ قَلَّتْ عَنْكُمْ نَبْوَتُهُ فَيُوشِكُ أَنْ تَغْشَاكُمْ دَوَاجِي ظُلَلِهِ وَ احْتِدَامُ عِلَلِهِ، وَ حَنَادِسُ غَمَرَاتِهِ، وَ غَوَاشِي سَكَرَاتِهِ، وَ أَلِيمُ إِرْهَاقِهِ، وَ دُجُوُّ أَطْبَاقِهِ، وَ جُشُوبَةُ مَذَاقِهِ. فَكَأَنْ قَدْ أَتَاكُمْ بَغْتَةً فَأَسْكَتَ نَجِيَّكُمْ، وَ فَرَّقَ نَدِيَّكُمْ، وَ عَفَّى آثَارَكُمْ، وَ عَطَّلَ دِيَارَكُمْ، وَ بَعَثَ وُرَّاثَكُمْ، يَقْتَسِمُونَ تُرَاثَكُمْ، بَيْنَ حَمِيمٍ خَاصٍّ لَمْ يَنْفَعْ، وَ قَرِيبٍ مَحْزُونٍ لَمْ يَمْنَعْ، وَ آخَرَ شَامِتٍ لَمْ يَجْزَعْ.

فضل الجد

فَعَلَيْكُمْ بِالْجِدِّ وَالْاِجْتِهَادِ، وَالتَّأَهُّبِ وَالاِسْتِعْدَادِ، وَالتَّزَوُّدِ فِي مَنْزِلِ الزَّادِ. وَ لَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ، وَالْقُرُونِ الْخَالِيَةِ، الَّذِينَ احْتَلَبُوا دِرَّتَهَا، وَ أَصَابُوا غِرَّتَهَا، وَأَفْنَوْا عِدَّتَهَا، وَ أَخْلَقُوا جِدَّتَهَا. وَ أَصْبَحَتْ مَسَاكِنُهُمْ أَجْدَاثاً، وَ أَمْوَالُهُمْ مِيرَاثاً. لَا يَعْرِفُونَ مَنْ أَتَاهُمْ، وَ لَا يَحْفِلُونَ مَنْ بَكَاهُمْ، وَ لَا يُجِيبُونَ مَنْ دَعَاهُمْ. فَاحْذَرُوا الدُّنْيَا فَإِنَّهَا غَدَّارَةٌ غَرَّارَةٌ خَدُوعٌ مُعْطِيَةٌ مَنُوعٌ، مُلْبِسَةٌ نَزُوعٌ، لَا يَدُومُ رَخَاؤُهَا، وَ لَا يَنْقَضِي عَنَاؤُهَا، وَ لَا يَرْكُدُ بَلَاؤُهَا.

و منها في صفة الزهاد: كَانُوا قَوْماً مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِهَا، فَكَانُوا فِيهَا كَمَنْ لَيْسَ مِنْهَا، عَمِلُوا فِيهَا بِمَا يُبْصِرُونَ، وَ بَادَرُوا فِيهَا مَا يَحْذَرُونَ، تَقَلَّبُ أَبْدَانُهُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِ الْآخِرَةِ، وَ يَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُعَظِّمُونَ مَوْتَ أَجْسَادِهِمْ وَ هُمْ أَشَدُّ إِعْظَاماً لِمَوْتِ قُلُوبِ أَحْيَائِهِمْ.

معابل - جمع معبلہ - طویل عریض تیر
عدوہ - تعدی
نبوہ - وار کا اچٹ جانا
یوشک - قریب ہے
تغشاکم - تم پر غالب آجائے
دواجی - جمع داجیہ - تاریک
ظُلل - جمع ظُلّہ - بادل
احتدام - شدت
حنادس - جمع حندسہ - انتہائی تاریک
غمرات - شدائد
ارہاق - اچانک دبوچ لینا
دجو - تاریکی
اطباق - جمع طبق - تہ بہ تہ
جشوبہ - بدمزگی
نجی - ہمراز
ندی - ہمنشین
عفی الآثار - آثار مٹا دیے
تراث - میراث
حمیم - دوست
دِرّہ - دودھ
غِرّہ - غفلت
اخلقوا - پرانا کر دیا
اجداث - قبریں
لا یحفلون - پرواہ نہیں کرتے ہیں
ملبسہ - پہنانے والی
نزوع - اتار لینے والی
لا یرکد - ٹھہرتی نہیں ہے
بادروا - آگے بڑھ کر روک دیا

...ں کی سطوت تمھارے بارے میں عظیم ہے اور اس کی تعدیاں مسلسل ہیں اور اس کا وار اُچٹتا بھی نہیں ہے۔ قریب ہے کہ اس کے ...ں تیرگیاں۔ اس کے مرض کی سختیاں۔ اس کی جاں کنی کی اذیتیں۔ اس کی دم اکھڑنے کی بیہوشیاں۔ اس کے ہر طرف ...چھا جانے کی تاریکیاں اور بدمزگیاں۔ اس کی سختیوں کے اندھیرے تمھیں اپنے گھیرے میں لے لیں۔ گویا وہ اچانک اس ...ر وارد ہوگئی کہ تمھارے رازداروں کو خاموش کر دیا، ساتھیوں کو منتشر کر دیا، آثار کو محو کر دیا، دیار کو معطل کر دیا اور ...ں کو آمادہ کر دیا۔ اب وہ تمھاری میراث کو تقسیم کر رہے ہیں ان خاص عزیزوں کے درمیان جو کام نہیں آئے اور ...یدہ رشتہ داروں کے درمیان جنھوں نے موت کو روکا نہیں اور ان خوش ہونے والوں کے درمیان جو ہرگز ...نہیں ہیں۔

اب تمھارا فرض ہے کہ سعی کرو۔ کوشش کرو۔ تیاری کرو۔ آمادہ ہو جاؤ، اس زاد راہ کی جگہ سے زاد سفر لے لو اور خبردار ...تمھیں اس طرح دھوکہ نہ دے سکے جیسے پہلے والوں کو دیا ہے جو امتیں گذر گئیں اور جو نسلیں تباہ ہوگئیں۔ جنھوں نے اس ...دودھ دوہا تھا۔ اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس کے باقیماندہ دنوں کو گذارا تھا اور اس کی تازگیوں کو ...ردہ بنا دیا تھا اب ان کے مکانات قبر بن گئے ہیں اور ان کے اموال میراث قرار پا گئے ہیں۔ نہ انھیں اپنے پاس آنے والوں ...ہے اور نہ رونے والوں کی پرواہ ہے اور نہ پکارنے والوں کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔

اس دنیا سے بچو کہ یہ بڑی دھوکہ باز۔ فریب کار۔ غدار۔ دینے والی اور چھیننے والی اور لباس پہنا کر اتار لینے والی ہے[۲] ...کی آسائشیں رہنے والی ہیں اور نہ اس کی تکلیفیں ختم ہونے والی ہیں اور نہ اس کی بلائیں تھمنے والی ہیں۔

کچھ زاہدوں کے بارے میں

یہ انھیں دنیا والوں میں تھے لیکن اہل دنیا نہیں تھے۔ ایسے تھے جیسے اس دنیا کے نہ ہوں۔ دیکھ بھال کر عمل کیا اور خطرات سے آگے ...ے۔ گویا ان کے بدن اہل آخرت کے درمیان کروٹیں بدل رہے ہیں اور وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ اہل دنیا ان کی موت کو بڑی ...سمجھ رہے ہیں حالانکہ وہ خود ان زندوں کے دلوں کی موت کو زیادہ بڑا حادثہ قرار دے رہے ہیں۔

...موت کا عجیب و غریب کاروبار ہے کہ مالک کو دنیا سے اٹھالے جاتی ہے اور اس کا مال ایسے افراد کے حوالے کر دیتی ہے جو نہ زندگی میں کام ...آ اور نہ موت کے مرحلہ ہی میں ساتھ دے سکے۔ کیا اس سے زیادہ عبرت کا کوئی مقام ہو سکتا ہے کہ انسان ایسی موت سے غافل رہے اور چند روزہ ...کی لذتوں میں مبتلا ہو کر موت کے جملہ خطرات سے بے خبر ہو جائے۔

...دنیا کی اس سے بہتر کوئی تعریف نہیں ہو سکتی ہے کہ یہ ایک دن بہترین لباس سے انسان کو آراستہ کرتی ہے اور دوسرے دن اسے اتار کر سرِ راہ ...کر دیتی ہے۔ یہی حال ظاہری لباس کا بھی ہوتا ہے اور یہی حال معنوی لباس کا بھی ہوتا ہے۔ حسن دے کر بدشکل بنا دیتی ہے۔ جوانی دے کر ...کر دیتی ہے۔ زندگی دے کر مُردہ بنا دیتی ہے۔ تخت و تاج دے کر کنج قبر کے حوالہ کر دیتی ہے اور صاحب دربار و بارگاہ بنا کر قبرستان کے ...ت کدہ میں چھوڑ آتی ہے۔

بْنِ قَيْسٍ بِالْأَمْسِ يَقُولُ: «إِنَّهَا فِتْنَةٌ فَقَطِّعُوا أَوْتَارَكُمْ، وَشِيمُوا سُيُوفَكُمْ» فَإِنْ كَانَ صَادِقاً[1] فَقَدْ أَخْطَأَ بِمَسِيرِهِ غَيْرَ مُسْتَكْرَهٍ، وَإِنْ كَانَ كَاذِباً فَقَدْ لَزِمَتْهُ التُّهَمَةُ. فَادْفَعُوا فِي صَدْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بِعَبْدِاللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، وَخُذُوا مَهَلَ الْأَيَّامِ، وَحُوطُوا قَوَاصِيَ الْإِسْلَامِ. أَلَا تَرَوْنَ إِلَىٰ بِلَادِكُمْ تُغْزَىٰ، وَ إِلَىٰ صَفَاتِكُمْ تُرْمَىٰ؟ [2]

۲۳۹

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

يذكر فيها آل محمد ﴿عليهم السلام﴾

هُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ، وَ مَوْتُ الْجَهْلِ. يُخْبِرُكُمْ حِلْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ، وَ ظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ، وَصَمْتُهُمْ عَنْ حِكَمِ مَنْطِقِهِمْ. لَا يُخَالِفُونَ الْحَقَّ وَ لَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ. وَ هُمْ دَعَائِمُ الْإِسْلَامِ، وَ وَلَائِجُ الْإِعْتِصَامِ، بِهِمْ عَادَ الْحَقُّ إِلَىٰ نِصَابِهِ، وَ انْزَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ مُقَامِهِ، وَ انْقَطَعَ لِسَانُهُ عَنْ مَنْبِتِهِ. عَقَلُوا الدِّينَ عَقْلَ وِعَايَةٍ وَ رِعَايَةٍ، لَا عَقْلَ سَمَاعٍ وَ رِوَايَةٍ. فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ، وَرُعَاتَهُ قَلِيلٌ.

اوتار - کمان

شیموا - غلاف میں رکھ لو

ولائج - پناہ گاہ

نصاب - اصل

انزاح - زائل ہوگیا

منبت - اصل

وعایہ - محفوظ کرنا

رعایہ - خیال رکھنا

(۱) عبداللہ بن قیس - ابو موسیٰ اشعری کے نام سے مشہور ہے اور یہ روز اول سے منافق اور غدار تھا - پہلے جنگ جمل میں لوگوں کو جہاد سے روکا - اس کے بعد صفین میں معاویہ سے کھلم کھلا مل گیا

یہی حال عمرو عاص کا بھی تھا کہ وہ کسی قیمت پر حضرتؑ کا مخلص نہیں تھا اور اس کا مقابلہ ابن عباس کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا تھا لیکن قوم نے ابن عباس کو ہٹا کر ابو موسیٰ کو معین کردیا اور اس طرح دونوں شاطر غدار ایک نقطہ پر جمع ہوگئے اور اسلام کو اس کے واقعی مرکز سے ہٹادیا

(۲) واضح رہے کہ تحکیم کا قصہ جنگ کے بعد کا ہے لہٰذا یہ حصہ دوسرے خطبہ کا ہے یا اس میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے -

---

مصادر خطبہ ۲۳۹ روضہ کافی ص۳۸۶ ، تحف العقول ص۱۶۳

کہ" یہ جنگ ایک فتنہ[1] ہے لہٰذا اپنی کمانوں کو توڑ ڈالو اور تلواروں کو نیام میں رکھ لو"۔ اب اگر یہ اپنی بات میں سچا تھا تو میرے ساتھ بلا جبر و اکراہ چلنے میں غلط کار تھا اور غلط کہتا تھا تو اس پر الزام ثابت ہو گیا تھا۔ اب تمھارے پاس عمرو بن العاص کا توڑ عبداللہ بن عباس ہیں۔ دیکھو ان دنوں کی مہلت کو غنیمت جانو اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ تمھارے شہروں پر حملے ہو رہے ہیں اور تمھاری طاقت و قوت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

۲۳۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں آل محمد علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے)

یہ لوگ علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ ان کا حلم ان کے علم سے اور ان کا ظاہر ان کے باطن سے اور ان کی خموشی ان کے کلام سے باخبر کرتی ہے۔ یہ نہ حق کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ حق کے بارے میں کوئی اختلاف کرتے ہیں۔ یہ اسلام کے ستون[2] اور حفاظت کے مراکز ہیں۔ انھیں کے ذریعہ حق اپنے مرکز کی طرف واپس آیا ہے اور باطل اپنی جگہ سے اکھڑ گیا ہے اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی ہے۔ انھوں نے دین کو اس طرح پہچانا ہے جو سمجھ اور نگرانی کا نتیجہ ہے۔ صرف سننے اور روایت کا نتیجہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ علم کی روایت کرنے والے بہت ہیں اور اس کا خیال رکھنے والے بہت کم ہیں۔

[1] ابن ابی الحدید نے اس مقام پر خود ابو موسیٰ اشعری کی زبان سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں دو گمراہ حکم تھے اسی طرح اس امت میں بھی ہوں گے۔ تو لوگوں نے ابو موسیٰ سے کہا کہ کہیں آپ ایسے نہ ہو جائیں۔ اس نے کہا یہ ناممکن ہے۔ اور اس کے بعد جب وقت آیا تو طمع دنیا نے ایسا ہی بنا دیا جس کی خبر سرکار دو عالمؐ نے دی تھی۔

حیرت کی بات ہے کہ حکمین کے بارے میں روایت خود ابو موسیٰ نے بیان کی ہے اور حواُب کے سلسلہ کی روایت خود ام المومنین عائشہ نے نقل کی ہے لیکن اس کے باوجود نہ اُس روایت کا کوئی اثر ابو موسیٰ پر ہوا اور نہ اِس روایت کا کوئی اثر حضرت عائشہ پر۔

اس صورت حال کو کیا کہا جائے اور اسے کیا نام دیا جائے۔ انسان کا ذہن صحیح تعبیر سے عاجز ہے۔ اور "ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے"

[2] سرکار دو عالمؐ نے ایک طرف نماز کو اسلام کا ستون قرار دیا ہے اور دوسری طرف اہلبیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو مجھ پر اور ان پر صلوات نہ پڑھے اس کی نماز باطل اور بیکار ہے (سنن دار قطنی ص ۱۳۶) جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ نماز اسلام کا ستون ہے اور محبت اہلبیتؑ نماز کا ستون اکبر ہے۔ نماز نہیں ہے تو اسلام نہیں ہے اور اہلبیتؑ نہیں ہیں تو نماز نہیں ہے۔

وَ أَقِلُّ عِتَابَهُ، وَكَانَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ أَهْوَنُ سَيْرِهِمَا فِيهِ الْوَجِيفُ، وَأَرْفَقُ حِدَائِهِمَا الْعَنِيفُ. وَكَانَ عَائِشَةَ فِيهِ فَلْتَةُ غَضَبٍ، فَأُتِيحَ لَهُ قَوْمٌ فَقَتَلُوهُ، وَبَايَعَنِي النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِينَ وَلَا مُجْبَرِينَ، بَلْ طَائِعِينَ مُخَيَّرِينَ. وَاعْلَمُوا أَنَّ دَارَ الْهِجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِأَهْلِهَا وَقَلَعُوا بِهَا، وَ جَاشَتْ جَيْشَ الْمِرْجَلِ، وَ قَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُطْبِ، فَأَسْرِعُوا، إِلَىٰ أَمِيرِكُمْ، وَ بَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ

٢

و من كتاب له (عليه السلام)

إليهم، بعد فتح البصرة

وَ جَزَاكُمُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ مِصْرٍ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ أَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِينَ بِطَاعَتِهِ، وَ الشَّاكِرِينَ لِنِعْمَتِهِ، فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَ أَطَعْتُمْ، وَ دُعِيتُمْ فَأَجَبْتُمْ. [1]

٣

و من كتاب له (عليه السلام)

لشريح بن الحارث قاضيه

و روى أن شريح [2] بن الحارث قاضي أميرالمؤمنين (عليه السلام)، اشترى على عهده داراً بثمانين ديناراً، فبلغه ذلك، فاستدعى شريحاً، و قال له:

بَلَغَنِي أَنَّكَ ابْتَعْتَ دَاراً بِثَمَانِينَ دِينَاراً، وَكَتَبْتَ لَهَا كِتَاباً، وَ أَشْهَدْتَ فِيهِ شُهُوداً.

فقال له شريح: قد كان ذلك يا أميرالمؤمنين، قال: فنظر اليه نظر المغضب ثمّ قال له:

يَا شُرَيْحُ، أَمَا إِنَّهُ سَيَأْتِيكَ مَنْ لَا يَنْظُرُ فِي كِتَابِكَ، وَ لَا يَسْأَلُكَ عَنْ بَيِّنَتِكَ، حَتَّىٰ يُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصاً، وَ يُسْلِمَكَ إِلَىٰ قَبْرِكَ خَالِصاً، فَانْظُرْ يَا شُرَيْحُ لَا تَكُونُ ابْتَعْتَ هٰذِهِ الدَّارَ مِنْ غَيْرِ مَالِكَ، أَوْ نَقَدْتَ الثَّمَنَ مِنْ غَيْرِ حَلَالِكَ! فَإِذَا أَنْتَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْيَا و دَارَ الْآخِرَةِ! أَمَا إِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَتَيْتَنِي عِنْدَ شِرَائِكَ مَا اشْتَرَيْتَ لَكَتَبْتُ لَكَ كِتَاباً عَلَىٰ هٰذِهِ النُّسْخَةِ، فَلَمْ تَرْغَبْ فِي شِرَاءِ هٰذِهِ الدَّارِ بِدِرْهَمٍ فَمَا فَوْقُ.

وَجیف - تیز رفتاری
حِداء - اونٹ ہنکانے کی آواز
دارالہجرہ - مدینہ منورہ
قَلعوا بہا - ترک سکونت کر دیا
جَاشت - جوش کھا رہا ہے
مِرجَل - دیگ
شاخص - کوچ کرنے والا

[1] اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہونے پائے کہ اس خطبہ کا کوئی تعلق اہل بصرہ سے ہے - اس لئے کہ اہل بصرہ ہمیشہ مولائے کائنات کے مخالف رہے ہیں اور انھوں نے جمل کے موقع پر لشکر عائشہ کا ساتھ دیا ہے
اس خطاب کا تعلق اہل کوفہ سے ہے اور انھیں افراد نے حضرت کا مکمل ساتھ دیا ہے اور اطاعت کا حق ادا کیا ہے -

[2] شریح نے پیغمبر اسلامؐ کا زمانہ درک کیا ہے لیکن آپ کی زیارت نہیں کی ہے اس لئے اس کا شمار صحابہ میں نہیں ہوتا ہے اسے حضرت عمرؓ نے کوفہ میں قاضی بنا دیا تھا اور اس منصب پر ٦٠ سال تک قابض رہا

مصادر کتاب ۲ النصرۃ للمفیدؒ ص٢١٥، الجمل واقدی، انساب الاشراف بلاذری ٢ ص٦٤، ارشاد مفیدؒ ص١٢٣، الجمل مفیدؒ، تاریخ طبری ٣ ص.. البیان والتبیین جاحظ، کتاب صفین نصر بن مزاحم

مصادر کتاب ۳ امالی صدوق ص١٨٧، تذکرۃ الخواص ص١٨٥، دستور معالم الحکم ص١٣٥، اربعین شیخ بہائی ص٤٤، بحار الانوار ١٧ ص٤٤

طلحہ و زبیر کی ہلکی رفتار بھی ان کے بارے میں تیز رفتاری کے برابر تھی اور نرم سے نرم آواز بھی سخت ترین تھی اور عائشہ تو ان کے بارے میں بیحد غضب ناک تھیں۔ چنانچہ ایک قوم کو موقع فراہم ہوگیا اور اس نے ان کو قتل کر دیا۔ جس کے بعد لوگوں نے میری بیعت کی جس میں نہ کوئی جبر تھا اور نہ اکراہ۔ بلکہ سب کے سب اطاعت گذار تھے اور خود مختار۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ اب مدینۂ رسول اپنے باشندوں سے خالی ہو چکا ہے اور اس کے رہنے والے وہاں سے اکھڑ چکے ہیں۔ وہاں کا ماحول دیگ کی طرح اُبل رہا ہے اور وہاں فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے لہٰذا تم لوگ فوراً اپنے امیر کے پاس حاضر ہو جاؤ اور اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں سبقت سے کام لو۔ انشاء اللہ

مکتوب ۲

(جسے اہل کوفہ کے نام بصرہ کی فتح کے بعد لکھا گیا ہے)

شہر کوفہ والو! خدا تمھیں تمھارے پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ ایسی بہترین جزا جو اس کی اطاعت پر عمل کرنیوالوں اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والوں کو دی جاتی ہے ـــ کہ تم نے میری بات سنی اور اطاعت کی اور تمھیں پکارا گیا تو تم نے میری آواز پر لبیک کہی (۱)

مکتوب ۳

اپنے قاضی شریح کے نام[1] (۲)

کہا جاتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے ایک قاضی شریح بن الحارث نے آپ کے دور میں اسّی دینار کا ایک مکان خرید لیا تو حضرت نے خبر پاتے ہی اسے طلب کر لیا اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے اسّی دینار کا مکان خریدا ہے اور اس کے لئے بیعنامہ بھی لکھا ہے اور اس پر گواہی بھی لے لی ہے۔؟

شریح نے کہا کہ ایسا تو ہوا ہے۔ آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا:

شریح! عنقریب تیرے پاس وہ شخص آنے والا ہے جو نہ اس تحریر کو دیکھے گا اور نہ تجھ سے گواہوں کے بارے میں سوال کرے گا بلکہ تجھے اس گھر سے نکال کر تن تنہا قبر کے حوالہ کر دے گا۔

اگر تم نے یہ مکان دوسرے کے مال سے خریدا ہے اور غیر حلال سے قیمت ادا کی ہے تو تمھیں دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ ہوا ہے۔

یاد رکھو اگر تم اس مکان کو خریدتے وقت میرے پاس آتے اور مجھ سے دستاویز لکھواتے تو ایک درہم میں بھی خریدنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ اسّی درہم تو بہت بڑی بات ہے۔ میں اس کی دستاویز اس طرح لکھتا:

---

[1] صاحب اغانی نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کا اختلاف ایک یہودی سے ہوگیا جس کے پاس آپ کی زرہ تھی۔ اس نے قاضی سے فیصلہ کرانے پر اصرار کیا۔ آپ یہودی کے ساتھ شریح کے پاس آئے۔ اس نے آپ سے گواہ طلب کئے۔ آپ نے قنبر اور امام حسنؑ کو پیش کیا۔ شریح نے قنبر کی گواہی قبول کر لی ـــ اور امام حسنؑ کی گواہی فرزند ہونے کی بنا پر رد کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ نے انھیں سردار جوانان جنت قرار دیا ہے اور تم ان کی گواہی کو رد کر رہے ہو؟ لیکن اس کے باوجود آپ نے فیصلہ کا خیال کرتے ہوئے زرہ یہودی کو دے دی۔ اس نے واقعہ کو نہایت درجہ حیرت کی نگاہ سے دیکھا اور پھر کلمۂ شہادتین پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ آپ نے زرہ کے ساتھ اسے گھوڑا بھی دے دیا اور ۹۰۰ درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔ وہ مستقل آپ کی خدمت میں حاضر رہا یہاں تک کہ صفین میں درجۂ شہادت پر فائز ہوگیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کا کردار کیا تھا اور شریح کی بدنفسی کا کیا عالم تھا اور یہودی کے ظرف میں کس قدر صلاحیت پائی جاتی تھی۔!

و النسخة هذه: «هٰذَا مَا اشْتَرَىٰ عَبْدٌ ذَلِيلٌ، مِنْ مَيِّتٍ قَدْ أُزْعِجَ لِلرَّحِيلِ، اشْتَرَىٰ مِنْهُ دَاراً مِنْ دَارِ الْغُرُورِ، مِنْ جَانِبِ الْفَانِينَ، وَ خِطَّةِ الْهَالِكِينَ. وَ تَجْمَعُ هٰذِهِ الدَّارَ حُدُودٌ أَرْبَعَةٌ: اَلْحَدُّ الْأَوَّلُ يَنْتَهِي إِلَىٰ دَوَاعِي الْآفَاتِ، وَ الْحَدُّ الثَّانِي يَنْتَهِي إِلَىٰ دَوَاعِي الْمُصِيبَاتِ، وَ الْحَدُّ الثَّالِثُ يَنْتَهِي إِلَى الْهَوَى الْمُرْدِي، وَ الْحَدُّ الرَّابِعُ يَنْتَهِي إِلَى الشَّيْطَانِ الْمُغْوِي، وَ فِيهِ يُشْرَعُ بَابُ هٰذِهِ الدَّارِ. اشْتَرَىٰ هٰذَا الْمُغْتَرُّ بِالْأَمَلِ، مِنْ هٰذَا الْمُزْعَجِ بِالْأَجَلِ، هٰذِهِ الدَّارَ بِالْخُرُوجِ مِنْ عِزِّ الْقَنَاعَةِ، وَالدُّخُولِ فِي ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ، فَمَا أَدْرَكَ هٰذَا الْمُشْتَرِي فِيمَا اشْتَرَىٰ مِنْهُ مِنْ دَرَكٍ، فَعَلَىٰ مُبَلْبِلِ (مُبلي) أَجْسَامِ الْمُلُوكِ، وَ سَالِبِ نُفُوسِ الْجَبَابِرَةِ، وَ مُزِيلِ مُلْكِ الْفَرَاعِنَةِ، مِثْلِ كِسْرَىٰ وَ قَيْصَرَ، وَ تُبَّعٍ وَ حِمْيَرَ، وَ مَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ فَأَكْثَرَ، وَ مَنْ بَنَىٰ وَ شَيَّدَ، وَ زَخْرَفَ وَ نَجَّدَ، وَادَّخَرَ وَ اعْتَقَدَ، وَ نَظَرَ بِزَعْمِهِ لِلْوَلَدِ، إِشْخَاصُهُمْ جَمِيعاً إِلَىٰ مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ، وَ مَوْضِعِ الثَّوَابِ وَ الْعِقَابِ: إِذَا وَقَعَ الْأَمْرُ بِفَصْلِ الْقَضَاءِ ﴿وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ﴾ شَهِدَ عَلَىٰ ذٰلِكَ الْعَقْلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ أَسْرِ الْهَوَىٰ، وَ سَلِمَ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْيَا»

٤

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

إلى بعض أمراء جيشه

فَإِنْ عَادُوا إِلَىٰ ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذَاكَ الَّذِي نُحِبُّ، وَ إِنْ تَوَافَتِ الْأُمُورُ بِالْقَوْمِ إِلَى الشِّقَاقِ وَ الْعِصْيَانِ فَانْهَدْ بِمَنْ أَطَاعَكَ إِلَىٰ مَنْ عَصَاكَ، وَاسْتَغْنِ بِمَنِ انْقَادَ مَعَكَ عَمَّنْ تَقَاعَسَ عَنْكَ، فَإِنَّ الْمُتَكَارِهَ مَغِيبُهُ خَيْرٌ مِنْ مَشْهَدِهِ (شهوده)، وَ قُعُودُهُ أَغْنَىٰ مِنْ نُهُوضِهِ.

٥

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

الى أشعث بن قيس عامل أذربيجان

وَ إِنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَةٍ (مطعمة) وَ لٰكِنَّهُ فِي عُنُقِكَ أَمَانَةٌ وَ أَنْتَ مُسْتَرْعًى لِمَنْ فَوْقَكَ. لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَاتَ فِي رَعِيَّةٍ، وَ لَا تُخَاطِرَ

یُشرَع ۔ کھلتا ہے
ضَراعہ ۔ ذلت
مُبَلْبِل ۔ ہلاک امراض پیدا کرنے والا
شَیّد ۔ مستحکم بنایا
نجّد ۔ آراستہ کیا
اعتقد ۔ ذخیرہ کیا
اشخاص ۔ رخصت کرنا
توافی ۔ جمع ہوگئے
متکارہ ۔ سستی کرنے والا
طُعمہ ۔ لقمہ
تفتات ۔ مستقل طور پر حکم دے

(۱) یہ ملک الموت کا بہترین تعارف ہے کہ ان کے قبضہ سے کوئی شخص بچ کر نہیں جا سکتا ہے اور ان کا سلوک ہر شخص کے ساتھ حسب حیثیت ہوتا ہے تاکہ ہر ایک اپنی اوقات کا اندازہ کرلے اور اسے یہ محسوس ہو جائے کہ حکومت کرنا، تخت و تاج پر قبضہ کرلینا اور خدائی کا دعویٰ کر دینا آسان ہے لیکن موت کے چنگل سے آزاد ہو جانا آسان نہیں ہے۔

مصادر کتاب ۳؎ تذکرۃ الخواص ص ۶۶، ۱۲۹

مصادر کتاب ۵؎ کتاب صفین ص ۲۰، العقد الفرید ۲ ص ۲۸۳، الامامۃ والسیاسۃ ۲ ص ۹۱، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص ۱۵۱

"یہ وہ مکان ہے جسے ایک بندۂ ذلیل نے اس مرنے والے سے خریدا ہے جسے کوچ کے لئے آمادہ کردیا گیا ہے۔ یہ مکان دنیائے پُر فریب میں واقع ہے جہاں فنا ہونے والوں کی بستی ہے اور ہلاک ہونے والوں کا علاقہ ہے۔ اس مکان کے حدود اربعہ یہ ہیں:

ایک حد اسباب آفات کی طرف ہے اور دوسری اسباب مصائب سے ملتی ہے۔ تیسری حد ہلاک کر دینے والی خواہشات کی طرف ہے اور چوتھی گمراہ کرنے والے شیطان کی طرف اور اسی طرف اس گھر کا دروازہ کھلتا ہے۔

اس مکان کو امیدوں کے فریب خوردہ نے اجل کے راہ گیر سے خریدا ہے جس کے ذریعہ قناعت کی عزت سے نکل کر طلب و خواہش کی ذلت میں داخل ہو گیا ہے۔ اب اگر اس خریدار کو اس سودے میں کوئی خسارہ ہو تو یہ اس ذات کی ذمہ داری ہے جو بادشاہوں کے جسموں کا تہ وبالا کرنے والا۔ جابروں کی جان نکال لینے والا۔ فرعونوں کی سلطنت کو تباہ کر دینے والا کسریٰ و قیصر۔ تبع و حمیر اور زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنیوالوں مستحکم عمارتیں بنا کر انھیں سجانے والوں۔ ان میں بہترین فرش بچھانے والوں اور اولاد کے خیال سے ذخیرہ کرنے والوں اور جاگیریں بنانے والوں کو فنا کے گھاٹ اتار دینے والا ہے کہ ان سب کو قیامت کے موقف حساب اور منزل ثواب و عذاب میں حاضر کرے جب حق و باطل کا حتمی فیصلہ ہوگا اور اہل باطل یقیناً خسارہ میں ہوں گے۔

اس سودے پر اس عقل نے گواہی دی ہے جو خواہشات کی قید سے آزاد اور دنیا کی وابستگیوں سے محفوظ ہے۔"

مکتوب ۴

بعض امراء لشکر کے نام[1]

اگر دشمن اطاعت کے زیر سایہ آجائیں تو یہی ہمارا مدعا ہے اور اگر معاملات افتراق اور نافرمانی کی منزل ہی کی طرف بڑھیں تو تم اپنے اطاعت گذاروں کو لے کر نافرمانوں کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہو اور اپنے فرمانبرداروں کے وسیلہ سے انحراف کرنے والوں سے بے نیاز ہو جاؤ کہ بادل ناخواستہ حاضری دینے والوں کی حاضری سے غیبت بہتر ہے اور ان کا بیٹھ جانا ہی اُٹھ جانے سے زیادہ مفید ہے۔

مکتوب ۵

آذربائیجان کے عامل اشعث بن قیس کے نام

یہ تمھارا منصب کوئی لقمۂ تر نہیں ہے بلکہ تمھاری گردن پر امانت الٰہی ہے اور تم ایک بلند ہستی کے زیر نگرانی حفاظت پر مامور ہو۔ تمھیں رعایا کے معاملہ میں اس طرح کے اقدام کا حق نہیں ہے اور خبردار کسی مستحکم دلیل کے بغیر کسی بڑے کام میں ہاتھ مت ڈالنا۔

---

[1] جب اصحاب جمل بصرہ میں وارد ہوئے تو وہاں کے حضرت کے عامل عثمان بن حنیف نے آپ کے نام ایک خط لکھا جس میں بصرہ کی صورت حال کا ذکر کیا گیا تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جنگ میں پہل کرنا ہمارا کام نہیں ہے لہٰذا تمھارا پہلا کام یہ ہے کہ ان پر اتمام حجت کرو پھر اگر اطاعت امام پر آمادہ ہو جائیں تو بہترین بات ہے ورنہ تمھارے پاس فرمانبردار قسم کے افراد موجود ہیں۔ انھیں ساتھ لے کر ظالموں کا مقابلہ کرنا اور خبردار جنگ کے معاملہ میں کسی پر کسی قسم کا جبر نہ کرنا کہ جنگ کا میدان قربانی کا میدان ہے اور اس میں وہی افراد ثابت قدم رہ سکتے ہیں جو جان و دل سے قربانی کے لئے تیار ہوں ـــ ورنہ اگر بادل ناخواستہ فوج اکٹھا بھی کر لی گئی تو یہ خطرہ بہرحال رہے گا کہ یہ عین وقت پر چھوڑ کر فرار کر سکتے ہیں جس کا تجربہ تاریخ اسلام میں بارہا ہو چکا ہے اور جس کا ثبوت خود قرآن حکیم میں موجود ہے۔!

إِلَّا بِوَثِيقَةٍ، وَ فِي يَدَيْكَ مَالٌ مِنْ مَالِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ، وَ أَنْتَ مِنْ خُزَّانِهِ حَتَّىٰ تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ، وَ لَعَلِّي أَلَّا أَكُونَ شَرَّ وُلَاتِكَ لَكَ، وَ السَّلَامُ.

٦

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

الى معاوية

إِنَّهُ[۱] بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلَىٰ مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ، وَ لَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ، وَ إِنَّمَا الشُّورَىٰ لِلْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ، فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ رَجُلٍ وَ سَمَّوْهُ إِمَاماً كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضىً، فَإِنْ خَرَجَ عَنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوهُ إِلَىٰ مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبَىٰ قَاتَلُوهُ عَلَىٰ اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ، وَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلَّىٰ.

وَ لَعَمْرِي، يَا مُعَاوِيَةُ، لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُونَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّي أَبْرَأَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَ لَتَعْلَمَنَّ أَنِّي كُنْتُ فِي عُزْلَةٍ عَنْهُ إِلَّا أَنْ تَتَجَنَّىٰ؛ فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ! وَ السَّلَامُ.

٧

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

اليه أيضاً

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ أَتَتْنِي مِنْكَ مَوْعِظَةٌ مُوَصَّلَةٌ، وَ رِسَالَةٌ مُحَبَّرَةٌ، نَمَّقْتَهَا بِضَلَالِكَ، وَ أَمْضَيْتَهَا بِسُوءِ رَأْيِكَ، وَ كِتَابُ امْرِىءٍ لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ يَهْدِيهِ، وَ لَا قَائِدٌ يُرْشِدُهُ، قَدْ دَعَاهُ الْهَوَىٰ فَأَجَابَهُ، وَ قَادَهُ الضَّلَالُ فَهَجَرَ لَاغِطاً، وَ ضَلَّ خَابِطاً.

و منه: لِأَنَّهَا بَيْعَةٌ وَاحِدَةٌ لَا يُثَنَّىٰ فِيهَا النَّظَرُ، وَ لَا يُسْتَأْنَفُ فِيهَا الْخِيَارُ. اَلْخَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ، وَ الْمُرَوِّي فِيهَا مُدَاهِنٌ.

خزّان - جمع خازن
وُلاۃ - جمع والی
تتجنیٰ - جنایت کار بن جاؤ
مُوَصّلہ - جوڑ جمع کیا ہوا
مُحبّرہ - خوبصورت
تنمیق - حسین کتابت
ہجر - بیہودہ کلام
لاغط - بے معنی جمع آوری
لایثنّیٰ - نظر ثانی نہیں کی جاتی ہے
مروّی - سوچ بچار کرنے والا
مداہن - منافق

[۱] چونکہ معاویہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا قائل تھا لہٰذا حضرتؑ نے ا ُنھیں خلافتوں کے اصول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح ان خلافتوں سے اختلاف جائز نہیں تھا اور ان پر نظر ثانی کی گنجائش نہیں تھی اور ان کا مخالف قابل قتل و قتال تھا اسی طرح میری خلافت کے بارے میں بھی تیرا طرز عمل ہونا چاہیئے کہ انھیں افراد نے میری بیعت کی ہے اور انھیں اصولوں پر کی ہے جن اصولوں پر پہلے ہوئی تھی بلکہ مجھ پر اتفاق ان خلافتوں سے بھی زیادہ ہے کہ یہاں بنی ہاشم بھی شریک بیعت ہیں

مصادر کتاب ۶ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۲۹، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۹۳، العقد الفرید ۲ ص۲۸۴، ۴ ص۳۲۲، تاریخ طبری ۵ ص۲۳۵، تاریخ دمشق ابن عساکر، بحار الانوار کتاب الفتن والمحن، تذکرۃ الخواص ص۸۲

مصادر کتاب ۷ فتوح اعثم کوفی ۲ ص۴۳۱، کامل مبرد ۱ ص۱۹۳، کتاب صفین ص۶۴، العقد الفرید ۲ ص۲۸۴، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص۲۱۷، جمہرۃ رسائل العرب احمد زکی صفوت، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۸۴، تذکرۃ الخواص ص۸۴،

مصادر کتاب ۸ کتاب صفین ص۵۸، العقد الفرید ۲ ص۲۳۲، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۹۵، بحار الانوار ۸ ص۴۷۷

ے ہاتھوں میں جو مال ہے۔ یہ بھی پروردگار کے اموال کا ایک حصّہ ہے اور تم اس کے ذمہ دار ہو جب تک میرے حوالہ نہ کردو
شائد اس نصیحت کی بنا پر میں تمہارا بُرا والی نہ ہوں گا۔ والسّلام

مکتوب ۶

معاویہ کے نام

دیکھ میری بیعت اسی قوم نے کی ہے جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور اسی طرح کی ہے جس طرح ان کی بیعت کی تھی کہ نہ کسی حاضر کو نظر ثانی کا حق تھا اور نہ کسی غائب کو رد کر دینے کا اختیار تھا۔
شوریٰ کا اختیار بھی صرف مہاجرین و انصار کو ہوتا ہے لہٰذا وہ کسی شخص پر اتفاق کر لیں اور اسے امام نامزد کر دیں تو گویا کہ اسی میں رضائے الٰہی ہے اور اگر کوئی شخص تنقید کر کے یا بدعت کی بنیاد پر اس امر سے باہر نکل جائے تو لوگوں کا فرض ہے کہ اسے واپس لائیں اور اگر انکار کر دے تو اس سے جنگ کریں کہ اس نے مومنین کے راستہ سے ہٹ کر راہ نکالی ہے اور اللہ بھی اسے اُدھر ہی پھیر دے گا جدھر وہ پھر گیا ہے۔
معاویہ! میری جان کی قسم۔ اگر تو خواہشات کو چھوڑ کر عقل کی نگاہوں سے دیکھے گا تو مجھے سب سے زیادہ خون عثمانؓ سے پاک دامن پائے گا اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس مسئلہ سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ مگر یہ کہ تو حقائق کی پردہ پوشی کر کے الزام ہی لگانا چاہے تو تجھے مکمل اختیار ہے۔ (یہ گذشتہ بیعتوں کی صورتحال کی طرف اشارہ ہے ورنہ اسلام میں خلافت شوریٰ سے طے نہیں ہوتی ہے۔ جوادی)

مکتوب ۷

معاویہ ہی کے نام

امابعد۔ میرے پاس تیری بے جوڑ نصیحتوں کا مجموعہ اور تیرا خوبصورت سجایا بنایا ہوا خط وارد ہوا ہے جسے تیری گمراہی کے قلم نے لکھا ہے اور اس پر تیری بے عقلی نے امضا کیا ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے جس کے پاس نہ ہدایت دینے والی بصارت ہے اور نہ راستہ بتلانے والی قیادت۔ اسے خواہشات نے پکارا تو اس نے لبیک کہہ دی اور گمراہی نے کھینچا تو اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کے نتیجہ میں اول فول بکنے لگا اور راستہ بھول کر گمراہ ہو گیا۔
دیکھ یہ بیعت ایک مرتبہ ہوتی ہے جس کے بعد نہ کسی کو نظر ثانی کا حق ہوتا ہے اور نہ دوبارہ اختیار کرنے کا۔ اس سے باہر نکل جانے والا اسلامی نظام پر معترض شمار کیا جاتا ہے اور اس میں سوچ بچار کرنے والا منافق کہا جاتا ہے۔

۱؎ عباس محمود عقاد نے عبقریۃ الامامؑ میں اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ خون عثمانؓ کی تمامتر ذمہ داری خود معاویہ پر ہے کہ وہ ان کا تحفظ کرنا چاہتا تو اس کے پاس تمامتر امکانات موجود تھے۔ وہ شام کا حاکم تھا اور اس کے پاس ایک عظیم ترین فوج موجود تھی جس سے کسی طرح کا کام لیا جا سکتا تھا۔
امام علیؑ کی یہ حیثیت نہیں تھی۔ آپ پر دونوں طرف سے دباؤ پڑ رہا تھا۔ انقلابیوں کا خیال تھا کہ اگر آپ بیعت قبول کر لیں تو عثمانؓ کو بآسانی معزول کیا جا سکتا ہے اور عثمانؓ کا خیال تھا کہ آپ چاہیں تو انقلابیوں کو ہٹا کر میرے منصب کا تحفظ کر سکتے ہیں اور میری جان بچا سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں حضرت نے جس ایمانی فراست اور عرفانی حکمت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے زیادہ کسی فرد بشر کے امکان میں نہیں تھا۔

۸

و من كتاب له (عليه السلام)

الى جرير بن عبدالله البجلي لما أرسله إلى معاوية

أَمَّا بَعْدُ، فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَ خُذْهُ بِالْأَمْرِ الْجَزْمِ (الحزم) ثُمَّ خَيِّرْهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُجْلِيَةٍ، أَوْ سِلْمٍ مُخْزِيَةٍ (مجزيه) فَإِنِ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَانْبِذْ إِلَيْهِ، وَ إِنِ اخْتَارَ السِّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهُ وَ السَّلَامُ.

۹

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى معاوية

فَأَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا، وَاجْتِيَاحَ أَصْلِنَا، وَ هَمُّوا بِنَا الْهُمُومَ وَ فَعَلُوا بِنَا الْأَفَاعِيلَ، وَ مَنَعُونَا الْعَذْبَ، وَ أَحْلَسُونَا الْخَوْفَ، وَاضْطَرُّونَا إِلَىٰ جَبَلٍ وَعْرٍ، وَ أَوْقَدُوا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ، فَعَزَمَ اللّٰهُ لَنَا عَلَى الذَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهِ، وَالرَّمْيِ مِنْ وَرَاءِ حُرْمَتِهِ. مُؤْمِنُنَا يَبْغِي بِذٰلِكَ الْأَجْرَ، وَ كَافِرُنَا يُحَامِي عَنِ الْأَصْلِ. وَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خِلْوٌ (خلق) مِمَّا نَحْنُ فِيهِ بِحِلْفٍ يَمْنَعُهُ، أَوْ عَشِيرَةٍ تَقُومُ دُونَهُ، فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ أَمْنٍ.

وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ – صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ – إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ (النّاس)، وَ أَحْجَمَ النَّاسُ، قَدَّمَ أَهْلَ بَيْتِهِ فَوَقَىٰ بِهِمْ أَصْحَابَهُ حَرَّ السُّيُوفِ وَ الْأَسِنَّةِ، فَقُتِلَ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَ قُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَ قُتِلَ جَعْفَرٌ يَوْمَ مُؤْتَةَ. وَ أَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهُ مِثْلَ الَّذِي أَرَادُوا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَ لٰكِنَّ آجَالَهُمْ عُجِّلَتْ، وَ مَنِيَّتَهُ أُجِّلَتْ. فَيَا عَجَباً لِلدَّهْرِ! إِذْ صِرْتُ يُقْرَنُ بِي مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِي، وَ لَمْ تَكُنْ لَهُ كَسَابِقَتِي الَّتِي لَا يُدْلِي (يدنى) أَحَدٌ بِمِثْلِهَا، إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَ مُدَّعٍ مَا

فصل - قطعی حکم
حرب مجلیہ - آوارہ وطن کر دینے والی جنگ
فانبذ الیہ - عہد و پیمان کو پھینک دو
اجتیاح - استیصال
همّوا بنا - ہم و غم نازل کر دیے
افاعیل - مختلف حرکات
عذب - خوشگوار
احلسونا - لازم کر دیا
اضطرّونا - مجبور کر دیا
حوزہ - مجمع
جبل وعر - دشوار گذار
احمر الباس - شدید جنگ
حر الاسنہ - نیزوں کی تیزی
موتہ - شام میں ایک علاقہ ہے
سابقہ - فضیلت

(۱) حضرتؑ کے اصحاب کا خیال تھا کہ جریر کے شام پہنچتے ہی جنگ کا آغاز کر دیا جائے لیکن حضرتؑ نے مزید مہلت دی اور جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو آخری فیصلہ کے لئے یہ خط روانہ کیا جس کے بعد جنگ کے ٹالنے کا کوئی جواز نہ رہ جائے گا۔

مصادر کتاب ۹ کتاب صفین ص۸۵، العقد الفرید ۳ ص۳۳۵، انساب الاشراف ص۲۸۲، العیون و المحاسن مفید ۲ ص۷، مناقب ص۱۷۶، بحار الانوار ۸ ص۵۴۷، الاخبار الطوال ص۱۵۴

مکتوب ۸

(جریر بن عبداللہ بجلی کے نام جب انھیں معاویہ کی فہمائش کے لئے روانہ فرمایا)

اما بعد۔ جب تمھیں یہ میرا خط مل جائے تو معاویہ سے حتمی فیصلہ کا مطالبہ کر دینا اور ایک آخری بات طے کر لینا اور اسے خبردار کر دینا کہ اب دو ہی راستے ہیں۔ یا فنا کر دینے والی جنگ یا رسوا کن صلح۔

اب اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو بات چیت ختم کر دینا اور جنگ کی تیاری کرنا اور اگر صلح کی بات کرے تو فوراً اس سے بیعت لے لینا۔ والسلام

مکتوب ۹

(معاویہ کے نام)

ہماری قوم (قریش) کا ارادہ تھا کہ ہمارے پیغمبرؐ کو قتل کر دے اور ہمیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ انھوں نے ہمارے بارے میں رنج و غم کے اسباب فراہم کئے اور ہم سے طرح طرح کے برتاؤ کئے۔ ہمیں راحت و آرام سے روک دیا اور ہمارے لئے مختلف قسم کے خوف کا انتظام کیا۔ کبھی ہمیں ناہموار پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا اور کبھی ہمارے لئے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ لیکن پروردگار نے ہمیں طاقت دی کہ ہم ان کے دین کی حفاظت کریں اور ان کی حرمت سے ہر طرح سے دفاع کریں۔ ہم میں صاحبانِ ایمان اجر آخرت کے طلبگار تھے اور کفار اپنی اصل کی حمایت کر رہے تھے۔ قریش میں جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ ان مشکلات سے آزاد تھے یا اس لئے کہ انھوں نے کوئی حفاظتی معاہدہ کر لیا تھا یا ان کے پاس قبیلہ تھا جو ان کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا اور وہ قتل سے محفوظ رہتے تھے۔

اور رسول اکرمؐ کا یہ عالم تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے تھے اور لوگ پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو آپ اپنے اہلبیتؑ کو آگے بڑھا دیتے تھے اور وہ اپنے کو سپر بنا کر اصحاب کو تلوار اور نیزوں کی گرمی سے محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ بدر کے دن جناب عبیدہ بن الحارث مارے گئے۔ احد کے دن حمزہ شہید ہوئے اور موتہ میں جعفر کام آ گئے۔

ایک شخص نے جس کا نام میں بتا سکتا ہوں انھیں لوگوں جیسی شہادت کا قصد کیا تھا لیکن اُن سب کی موت جلدی آ گئی اور اس کی موت پیچھے ٹال دی گئی۔

کس قدر تعجب خیز ہے زمانہ کا یہ حال کہ میرا مقابلہ ایسے افراد سے ہوتا ہے جو کبھی میرے ساتھ قدم ملا کر نہیں چلے اور نہ اس دین میں ان کا کوئی کارنامہ ہے جو مجھ سے موازنہ کیا جا سکے مگر یہ کہ کوئی مدعی کسی ایسے شرف کا دعویٰ کرے جس کو نہ میں جانتا ہوں

۱؎ قریش کی زندگی کا سارا نظام قبائلی بنیادوں پر چل رہا تھا اور ہر قبیلہ کو کوئی نہ کوئی حیثیت حاصل تھی لیکن اسلام کے آنے کے بعد ان تمام حیثیتوں کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے نتیجہ میں سب نے اسلام کے خلاف اتحاد کر لیا اور مختلف معرکے بھی سامنے آ گئے لیکن پروردگار عالم نے رسول اکرمؐ کے گھرانے کے ذریعہ اپنے دین کو بچا لیا اور اس میں کوئی قبیلہ بھی ان کا شریک نہیں ہے اور نہ کسی کو یہ شرف حاصل ہے۔ نہ کسی قبیلہ میں کوئی ابو طالب جیسا محافظ پیدا ہوا ہے اور نہ عبیدہ جیسا مجاہد۔ نہ کسی قبیلہ نے حمزہ جیسا سید الشہداء پیدا کیا ہے اور نہ جعفر جیسا طیّار۔

یہ صرف بنی ہاشم کا شرف ہے اور اسلام کی گردن پر ان کے علاوہ کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔!

لَا أَعْـــرِفُهُ، وَ لَا أَظُـــنُّ اللّٰـهَ يَـعْرِفُهُ. وَ الْحَـمْدُلِلّٰهِ عَـلَىٰ كُـلِّ حَـالٍ.

وَ أَمَّـا مَـا سَأَلْتَ مِـنْ دَفْـعِ قَـتَلَةِ عُـثْمَانَ إِلَـيْكَ، فَـإِنِّي نَـظَرْتُ فِي هٰـذَا الْأَمْـرِ، فَـلَمْ أَرَهُ يَسَـعُنِي دَفْـعُهُمْ إِلَـيْكَ وَ لَا إِلَىٰ غَـيْرِكَ، وَ لَـعَمْرِي لَـئِنْ لَمْ تَـنْزِعْ عَـنْ غَـيِّكَ وَ شِـقَاقِكَ لَـتَعْرِفَنَّهُمْ عَـنْ قَـلِيلٍ يَـطْلُبُونَكَ، لَا يُكَـلِّفُونَكَ طَـلَبَهُمْ فِي بَـرٍّ وَ لَا بَحْـرٍ، وَ لَا جَـبَلٍ وَ لَا سَهْـلٍ، إِلَّا أَنَّـهُ طَـلَبٌ يَسُـوءُكَ وِجْـدَانُـهُ، وَ زَوْرٌ لَا يَسُرُّكَ لُقْيَانُهُ. وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ.

۱۰

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

إليه أيضاً

وَ كَـيْفَ أَنْتَ صَـانِعٌ إِذَا تَكَشَّـفَتْ عَـنْكَ جَـلَابِيبُ مَـا أَنْتَ فِـيهِ مِنْ دُنْيَا قَـدْ تَـبَهَّجَتْ بِـزِينَتِهَا، وَ خَـدَعَتْ بِـلَذَّتِهَا. دَعَـتْكَ فَأَجَـبْتَهَا، وَ قَـادَتْكَ فَـاتَّبَعْتَهَا، وَ أَمَـرَتْكَ فَأَطَـعْتَهَا. وَ إِنَّـهُ يُـوشِكُ أَنْ يَـقِفَكَ وَاقِـفٌ عَـلَىٰ مَـا لَا يُـنْجِيكَ مِـنْهُ مِجَـنٌّ (مـنج) فَـاقْعَسْ عَـنْ هٰـذَا الْأَمْـرِ، وَ خُـذْ أُهْبَةَ الْحِسَـابِ، وَ شَمِّـرْ لِمَـا قَـدْ نَـزَلَ بِكَ، وَ لَا تُمَكِّـنِ الْـغُوَاةَ مِـنْ سَمْـعِكَ. وَ إِلَّا تَـفْعَلْ أُعْـلِمْكَ مَـا أَغْـفَلْتَ مِـنْ نَـفْسِكَ، فَـإِنَّكَ مُـتْرَفٌ قَـدْ أَخَـذَ الشَّيْطَانُ مِـنْكَ مَأْخَـذَهُ، وَ بَـلَغَ فِـيكَ أَمَـلَهُ، وَ جَـرَىٰ مِـنْكَ مَجْـرَىٰ الرُّوحِ و الدَّمِ.

وَ مَـتَىٰ كُـنْتُمْ يَـا مُـعَاوِيَةُ سَـاسَةَ الرَّعِـيَّةِ، وَ وُلَاةَ أَمْـرِ الْأُمَّـةِ؟ بِـغَيْرِ قَـدَمٍ سَـابِقٍ، وَ لَا شَرَفٍ بَـاسِقٍ، وَ نَـعُوذُ بِـاللّٰهِ مِـنْ لُـزُومِ سَـوَابِـقِ الشَّـقَاءِ. وَ أُحَـذِّرُكَ أَنْ تَكُـونَ مُـتَمَادِياً فِي غِـرَّةِ الْأُمْـنِيَّةِ، مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَ السَّرِيرَةِ.

وَ قَـدْ دَعَـوْتَ إِلَىٰ الْحَـرْبِ، فَـدَعِ النَّـاسَ جَـانِباً وَاخْـرُجْ إِلَيَّ، وَ أَعْـفِ الْـفَرِيقَيْنِ مِـنَ الْـقِتَالِ، لِـتَعْلَمَ أَيُّـنَا الْمَـرِينُ عَـلَىٰ قَـلْبِهِ، وَالْمُـغَطَّىٰ عَـلَىٰ بَـصَرِهِ! فَأَنَـا أَبُـو حَسَـنٍ قَـاتِلُ جَـدِّكَ وَ أَخِـيكَ وَ خَـالِكَ

لم تنزع - باز نہ آیا
شِقاق - اختلاف
زَور - ملاقات
جلابیب - چادریں
تبهجت - آراستہ ہوگئی
مِجَنّ - سپر
فاقعس - دور ہوجا
غُواۃ - گمراہ
مترف - جسے نعمت سرکش بنادے
ساسۃ - منتظم
باسق - بلند و بالا
امنیۃ - امید
مَرین - زنگ آلود

ؔ۱ عقاد نے عبقریۃ الامام میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ معاویہ نے امیرالمومنینؑ کے مقابلہ میں خون عثمانؓ کا ہنگامہ کھڑا کرکے حکومت پانے کے بعد پھر کبھی خون عثمانؓ کا نام بھی نہیں لیا جو اس بات کی علامت ہے کہ اسے خون عثمانؓ سے نہیں بلکہ صرف حکومت اور اقتدار سے دلچسپی تھی اور اس راہ میں کچھ بھی کرسکتا تھا۔

مصادر کتاب ۱۰ کتاب صفین نصر بن مزاحم، تاریخ ابن عساکر، انساب الاشراف ص۲۷۹، العقد الفرید ۲ ص۳۳

شائد" خدا ہی جانتا ہے ۔ مگر بہر حال ہر حال میں خدا کا شکر ہے ۔
رہ گیا تمہارا یہ مطالبہ کہ میں قاتلانِ عثمانؓ کو تمہارے حوالے کر دوں (۱) تو میں نے اس مسئلہ میں کافی غور کیا ہے ۔ میرے امکان میں انھیں
ے حوالے کرنا ہے اور نہ کسی اور کے ۔ میری جان کی قسم اگر تم اپنی گمراہی اور عداوت سے باز نہ آئے تو عنقریب انھیں دیکھو گے کہ
ں بھی ڈھونڈھ لیں گے اور اس بات کی زحمت نہ دیں گے کہ تم انھیں خشکی یا تری ۔ پہاڑ یا صحرا میں تلاش کرو ۔ البتہ یہ وہ طلب ہو گی
کا پالینا باعث مسرت نہ ہو گا اور وہ ملاقات ہو گی جس سے کسی طرح کی خوشی نہ ہو گی ـــــ اور سلام اس کے اہل پر ۔

مکتوب ۱۰

معاویہ ہی کے نام

اس وقت کیا کرو گے جب اس دنیا کے یہ سارے لباس تم سے اتر جائیں جس کی زینت سے تم نے اپنے کو آراستہ کر رکھا ہے
جس کی لذت نے تم کو دھوکہ میں ڈال دیا ہے ۔ اس دنیا نے تم کو آواز دی تو تم نے لبیک کہہ دی اور تمھیں کھینچنا چاہا تو تم کھنچتے چلے
اور اس کے احکام کی اطاعت کرتے رہے ۔ قریب ہے کہ کوئی بتانے والا تمھیں ان چیزوں سے آگاہ کرے جن سے کوئی سپر
نے والی نہیں ہے لہذا مناسب ہے کہ اس دعویٰ سے باز آجاؤ اور حساب و کتاب کا سامان تیار کر لو ۔ آنے والی مصیبتوں کے لئے
ستہ ہو جاؤ اور گمراہوں کو اپنی سماعت پر حاوی نہ بناؤ ورنہ ایسا نہ کیا تو میں تمھیں ان تمام چیزوں سے باخبر کر دوں گا جن سے
افل ہو ۔ تم عیش و عشرت کے دلدادہ ہو ۔ شیطان نے تمھیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور اپنی امیدوں کو حاصل کر لیا ہے اور
رے رگ و پے میں روح اور خون کی طرح سرایت کر گیا ہے ۔

معاویہ ! آخر تم لوگ کب رعایا کی نگرانی کے قابل اور امت کے مسائل کے والی تھے جب کہ تمھارے پاس نہ کوئی سابقہ شرف
اور نہ کوئی بلند و بالا عزت ۔ ہم اللہ سے تمام دیرینہ بدبختیوں سے پناہ مانگتے ہیں اور تمھیں باخبر کرتے ہیں کہ خبردار امیدوں کے دھوکہ
اور ظاہر و باطن کے اختلاف میں مبتلا ہو کر گمراہی میں دور تک مت چلے جاؤ ۔
تم نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے تو بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو الگ کر دو اور بذات خود میدان میں آجاؤ ۔ فریقین کو جنگ سے
ف کر دو اور ہم تم براہ راست مقابلہ کر لیں تا کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ کس کے دل پر زنگ لگ گیا ہے اور کس کی آنکھوں پر
ے پڑے ہوئے ہیں ۔
میں وہی ابوالحسن ہوں جس نے روز بدر تمہارے نانا (عتبہ بن ربیعہ) ماموں (ولید بن عتبہ) اور بھائی حنظلہ کا سر توڑ کر خاتمہ کر دیا ہے ۔

اس مقام پر سیاست سے مراد سیاست عادلہ اور رعایت کاملہ ہے کہ اس کام کا انجام دینا ہر کس و ناکس کے بس کا نہیں ہے ورنہ سیاست سے مکاری،
اری اور غداری مراد لی جائے تو بنی امیہ ہمیشہ سے سیاست مدار تھے اور ابو سفیان نے ہر محاذ پر اسلام کے خلاف لشکر کشی کی ہے اور اس راہ میں کسی بھی
ر کو نظر انداز نہیں کیا ہے ۔ کبھی میدانوں میں مقابلہ کیا ہے اور کبھی بیعت کر کے اسلام کا صفایا کیا ہے ۔
حضرت کا یہ وہ مطالبہ تھا جس کی عمرو عاص نے بھی تائید کر دی تھی لیکن معاویہ فوراً تاڑ گیا اور اس نے کہا کہ تو خلافت کا امیدوار دکھائی دے رہا
اور پھر میدان کا رخ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا کہ علیؑ کی تلوار سے بچ کر نکل جانا محالات میں سے ہے ۔!

شَدَخاً يَوْمَ بَدْرٍ، وَ ذلِكَ السَّيْفُ مَعِي، وَ بِذلِكَ الْقَلْبِ أَلْقَى عَدُوِّي، مَا اسْتَبْدَلْتُ دِيناً، وَ لاَ اسْتَحْدَثْتُ نَبِيّاً. وَ إِنِّي لَعَلَى الْمِنْهَاجِ الَّذِي تَرَكْتُمُوهُ طَائِعِينَ، وَ دَخَلْتُمْ فِيهِ مُكْرَهِينَ.

وَ زَعَمْتَ أَنَّكَ جِئْتَ ثَائِراً بِدَمِ عُثْمَانَ. وَ لَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ إِنْ كُنْتَ طَالِباً، فَكَأَنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ[1] تَضِجُّ مِنَ الْحَرْبِ إِذَا عَضَّتْكَ ضَجِيجَ الْجِمَالِ بِالْأَثْقَالِ، وَ كَأَنِّي بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُونِي جَزَعاً مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ، وَالْقَضَاءِ الْوَاقِعِ، وَ مَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ، إِلَى كِتَابِ اللّهِ، وَ هِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ، أَوْ مُبَايِعَةٌ حَائِدَةٌ.

١١

و من وصية له (عليه السلام)

وصّى بها جيشاً بعثه إلى العدو

فَإِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ أَوْ نَزَلَ بِكُمْ، فَلْيَكُنْ مُعَسْكَرُكُمْ فِي قُبُلِ الْأَشْرَافِ، أَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، أَوْ أَثْنَاءِ الْأَنْهَارِ، كَيْمَا يَكُونَ لَكُمْ رِدْءاً، وَ دُونَكُمْ مَرَدّاً. وَلْتَكُنْ مُقَاتَلَتُكُمْ مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ، وَاجْعَلُوا لَكُمْ رُقَبَاءَ فِي صَيَاصِي الْجِبَالِ، وَ مَنَاكِبِ الْهِضَابِ، لِئَلَّا يَأْتِيَكُمُ الْعَدُوُّ مِنْ مَكَانِ مَخَافَةٍ أَوْ أَمْنٍ. وَاعْلَمُوا أَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ عُيُونُهُمْ، وَ عُيُونَ الْمُقَدِّمَةِ طَلَائِعُهُمْ. وَ إِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ: فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوا جَمِيعاً، وَ إِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعاً، وَ إِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً، وَ لاَ تَذُوقُوا النَّوْمَ إِلَّا غِرَاراً أَوْ مَضْمَضَةً.

١٢

و من وصية له (عليه السلام)

وصّى بها معقل بن قيس الرياحي حين أنفذه إلى الشام في ثلاثة آلاف مقدمة له

اِتَّقِ اللّهَ الَّذِي لاَ بُدَّ لَكَ مِنْ لِقَائِهِ، وَ لاَ مُنْتَهَى لَكَ دُونَهُ، وَ لاَ تُقَاتِلَنَّ إِلَّا مَنْ قَاتَلَكَ. وَ سِرِ الْبَرْدَيْنِ، وَ غَوِّرْ بِالنَّاسِ،

لم تنزع - باز نہ آ
شقاق - اختلاف والا
زور - طرف
جلاح - سامنے
اشراف - جمع شرف - بلند
سفاح - دامن کوہ
اثناء - موڑ
ردء - مددگار
مرد - محل دفاع
صیاصی - بلندیاں
مناکب - چوٹیاں
ہضاب - ٹیلے
کفہ - دائرہ کی شکل میں
غرار - ہلکی نیند
مضمضہ - جھپکی
بردان - ٹھنڈے اوقات
غوّر - شدید گرمی کے وقت قیام

[1] یہ حالات کا اندازہ یا تخمینہ نہیں ہے بلکہ ایسی خبر ہے جس کا مدرک الہام خداوندی یا اخبار غیبی کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا ہے

مصادر کتاب ۱۱ کتاب صفین ص ۱۲۳، تحف العقول ص ۱۹۱، الاخبار الطوال ص ۱۶۶، بحار الانوار ۸ ص ۴۷۷، ۲۱ ص ۹۸

مصادر کتاب ۱۲ کتاب صفین ص ۱۹۸

ی وہ تلوار میرے پاس ہے اور میں اسی ہمّت قلب کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ میں نے نہ دین تبدیل کیا ہے اور نہ نیا نبی
کیا ہے میں اسی راستہ پر چل رہا ہوں جسے تم نے اختیاری حدود تک چھوڑ رکھا تھا اور پھر مجبوراً داخل ہو گئے تھے۔
تمہارا خیال ہے کہ تم خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے آئے ہو۔ تو تمہیں تو معلوم ہے کہ اس خون کی جگہ کہاں ہے۔ اگر واقعی مطالبہ
ہے تو وہیں جاکر کرو۔

مجھے تو یہ منظر نظر آرہا ہے (۱) کہ جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہے اور تم اس طرح فریاد کر رہے ہو جس طرح اونٹ سامان
ی سے بلبلانے لگتے ہیں اور تمہاری جماعت مسلسل تلوار کی ضرب اور موت کی گرم بازاری اور کشتوں کے پشتے لگ جانے کی بنا پر مجھے
خدا کی دعوت دے رہی ہے جب کہ خود اس کتاب کی دیدہ و دانستہ منکر ہے یا بیعت کرنے کے بعد بیعت شکنی کرنے والی ہے۔

۱۱۔ آپ کی نصیحت

(جو اپنے لشکر کو دشمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمائی ہے)

جب تم کسی دشمن پر وارد ہونا یا اگر وہ تم پر وارد ہو تو دیکھو[۱] تمہارے پڑاؤ ٹیلوں کے سامنے یا پہاڑوں کے دامن میں یا
ں کے موڑ پر ہوں تاکہ یہ تمہارے لئے وسیلۂ حفاظت بھی رہیں اور دشمن کو روک بھی سکیں۔ اور جنگ ہمیشہ ایک یا دو محاذوں
نا اور اپنے نگرانوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں اور ٹیلوں کی بلند سطحوں پر معین کر دینا تاکہ دشمن نہ کسی خطرناک جگہ سے حملہ کر سکے
محفوظ جگہ سے اور یہ یاد رکھنا کہ فوج کا ہراول دستہ فوج کا نگراں ہوتا ہے اور راس کی اطلاعات کا ذریعہ مخبر افراد ہوتے
۔ خبردار آپس میں منتشر نہ ہو جانا۔ جہاں اترنا سب ایک ساتھ اترنا اور جب کوچ کرنا تو سب ایک ساتھ کوچ کرنا۔ اور جب
ہو جائے تو نیزوں کو اپنے گرد گاڑ دینا اور خبردار نیند کا مزہ چکھنے کا ارادہ نہ کرنا مگر یہ کہ ایک آدھ جھپکی لگ جائے۔

۱۲۔ آپ کی نصیحت

(جو معقل بن قیس ریاحی کو اس وقت فرمائی ہے جب انھیں تین ہزار کا لشکر دے کر شام کی طرف روانہ فرمایا ہے)

اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کی بارگاہ میں بہرحال حاضر ہونا ہے اور جس کے علاوہ کوئی آخری منزل نہیں ہے۔ جنگ اسی
رنا جو تم سے جنگ کرے۔ ٹھنڈے اوقات میں صبح و شام سفر کرنا اور گرمی کے وقت میں قافلہ کو روک کر لوگوں کو آرام
لے دینا۔

---

(۱) یہ وہ ہدایات ہیں جو ہر دور میں کام آنے والی ہیں اور قائد اسلام کا فرض ہے کہ جس دور میں جس طرح کا میدان اور جس طرح کے اسلحہ ہوں۔
فوج کی تنظیم انھیں اصولوں کی بنیاد پر کرے جن کی طرف امیر المومنینؑ نے دور نیزہ و شمشیر میں اشارہ فرمایا ہے۔
حالات اور اسلحوں کے بدل جانے سے اصول حرب و ضرب اور قوانین جہاد و قتال میں فرق نہیں ہو سکتا ہے۔

وَ رَفِّهْ فِي السَّيْرِ، وَ لَا تَسِرْ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ سَكَناً، وَ قَدَّرَهُ مُقَاماً لَا ظَعْناً. فَأَرِحْ فِيهِ بَدَنَكَ، وَ رَوِّحْ ظَهْرَكَ. فَإِذَا وَقَفْتَ حِينَ يَنْبَطِحُ السَّحَرُ، أَوْ حِينَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ، فَسِرْ عَلَىٰ بَرَكَةِ اللّٰهِ. فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ فَقِفْ مِنْ أَصْحَابِكَ وَسَطاً، وَ لَا تَدْنُ مِنَ الْقَوْمِ دُنُوَّ مَنْ يُرِيدُ أَنْ يُنْشِبَ الْحَرْبَ. وَ لَا تَبَاعَدْ عَنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ يَهَابُ الْبَأْسَ، حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ أَمْرِي، وَ لَا يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَآنُهُمْ عَلَىٰ قِتَالِهِمْ، قَبْلَ دُعَائِهِمْ وَالْإِعْذَارِ إِلَيْهِمْ.

١٣

و من كتاب له (عليه السلام)

الى أميرين من أمراء جيشه

وَقَدْ أَمَّرْتُ عَلَيْكُمَا [١] وَ عَلَىٰ مَنْ فِي حَيِّزِكُمَا مَالِكَ ابْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فَاسْمَعَا لَهُ وَ أَطِيعَا، وَاجْعَلَاهُ دِرْعاً وَّ مِجَنّاً، فَإِنَّهُ مِمَّنْ لَا يُخَافُ وَهْنُهُ وَلَا سَقْطَتُهُ وَلَا بُطْؤُهُ عَمَّا الْإِسْرَاعُ إِلَيْهِ أَحْزَمُ، وَلَا إِسْرَاعُهُ إِلَىٰ مَا الْبُطْءُ عَنْهُ أَمْثَلُ.

١٤

و من وصية له (عليه السلام)

لعسكره قبل لقاء العدو بصفّين

لَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ يَبْدَؤُوكُمْ، فَإِنَّكُمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلَىٰ حُجَّةٍ وَ تَرْكُكُمْ إِيَّاهُمْ حَتَّىٰ يَبْدَؤُوكُمْ حُجَّةٌ أُخْرَىٰ لَكُمْ عَلَيْهِمْ. فَإِذَا كَانَتِ الْهَزِيمَةُ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَلَا تَقْتُلُوا مُدْبِراً، وَلَا تُصِيبُوا مُعْوِراً، وَلَا تُجْهِزُوا عَلَىٰ جَرِيحٍ، وَلَا تَهِيجُوا النِّسَاءَ بِأَذًى، وَإِنْ شَتَمْنَ أَعْرَاضَكُمْ، وَسَبَبْنَ أُمَرَاءَكُمْ، فَإِنَّهُنَّ ضَعِيفَاتُ الْقُوَىٰ وَالْأَنْفُسِ وَالْعُقُولِ؛ إِنْ كُنَّا لَنُؤْمَرُ

رِفّہ - سہولت سے کام لو

ظَعن - سفر

ینبطح - پھیل جائے

شنان - عداوت

اِعذار - تقدیم عذر

حَیّز - مکان

دِرع - زرہ

مجنّ - سپر

وَہن - ضعف

سقط - لغزش

احزم - مطابق ہوش مندی

امثل - بہترین

معور - عاجز

لاتجہزوا - حملہ نہ کرنا

[١] ان دونوں سے مراد زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی ہیں جنھیں آپ نے بارہ ہزار کے دستہ کے ساتھ روانہ کیا تھا اس کے بعد جب سور الروم کے نزدیک ابوالاعور السلمی سے ڈبھیڑ ہوگئی تو مالک اشتر کو سردار بنا کر بھیجدیا اور دونوں سرداروں کے نام یہ ہدایت نامہ ارسال فرمادیا۔

مصادر کتاب ۱۳ تاریخ طبری ۵ ص۲۳۸، کتاب صفین ص۱۳۵، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۷۰، بحار الانوار ۸ ص۴۷۸

مصادر کتاب ۱۴ تاریخ طبری حوادث ۳۷ھ، کتاب صفین ص۲۰۳، فروع کافی ۵ ص۳۸، مروج الذہب ۲ ص۳۱۷، فتوح اعثم کوفی ۳ ص، وافی فیض کاشانی ۹ ص۱۸، الجمل المفید ص۱۶۹، تاریخ یعقوبی ۳ ص۵۱، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص۲۳۱، ارشاد مفید ص۱۲۱

سفر کرنا اور اول شب میں سفر مت کرنا کہ پروردگار نے رات کو سکون کے لئے بنایا ہے اور اسے قیام کے لئے قرار دیا ہے۔ سفر کے لئے نہیں۔ لہٰذا رات میں اپنے بدن کو آرام دینا اور اپنی سواری کے لئے سکون فراہم کرنا۔ اس کے بعد جب دیکھ لینا کہ سحر طلوع ہو رہی ہے اور صبح روشن ہو رہی ہے تو برکت خدا کے سہارے اٹھ کھڑے ہونا۔ اور جب دشمن کا سامنا ہو جائے تو اپنے اصحاب کے درمیان ٹھہرنا اور نہ دشمن سے اس قدر قریب ہو جانا کہ جیسے جنگ چھیڑنا چاہتے ہو۔ اور نہ اس قدر دور ہو جانا کہ جیسے جنگ سے خوفزدہ ہو۔ یہاں تک کہ میرا حکم آجائے اور دیکھو خبردار دشمن کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ اسے حق کی دعوت دینے اور حجت تمام کرنے سے پہلے جنگ کا آغاز کر دو[1]۔

۱۳۔ آپ کا مکتوب شریف

(اپنے سرداران لشکر میں ایک سردار کے نام)

میں نے تم پر اور تمھارے ماتحت لشکر پر مالک بن الحارث الاشتر[2] کو سردار قرار دے دیا ہے لہٰذا ان کی باتوں پر توجہ دینا اور ان کی اطاعت کرنا اور انھیں کو اپنی زرہ اور سپر قرار دینا کہ مالک ان لوگوں میں ہیں جن کی کمزوری اور لغزش کا کوئی خطرہ نہیں ہے اور نہ وہ اس موقع پر سستی کر سکتے ہیں جہاں تیزی زیادہ مناسب ہو۔ اور نہ وہاں تیزی کر سکتے ہیں جہاں سستی زیادہ قرین عقل ہو۔

۱۴۔ آپ کی نصیحت

(اپنے لشکر کے نام صفین کی جنگ کے آغاز سے پہلے)

خبردار! اس وقت تک جنگ شروع نہ کرنا جب تک وہ لوگ پہل نہ کر دیں کہ تم بحمد اللہ اپنی دلیل[3] رکھتے ہو اور انھیں اس وقت تک موقع دینا جب تک پہل نہ کر دیں ایک دوسری حجت ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب حکم خدا سے دشمن کو شکست ہو جائے تو کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرنا اور کسی عاجز کو ہلاک نہ کرنا اور کسی زخمی پر قاتلانہ حملہ نہ کرنا۔ اور عورتوں کو اذیت مت دینا چاہے وہ تمھیں گالیاں ہی کیوں نہ دیں اور تمھارے حکام کو برا بھلا ہی کیوں نہ کہیں۔ کہ یہ قوت نفس اور عقل کے اعتبار سے کمزور ہیں اور ہم پیغمبرؐ کے زمانے میں بھی ان کے بارے میں ہاتھ روک لینے پر مامور تھے۔

---

[1] یہ ساری ہدایات معقل بن قیس کے بارے میں ہیں جنھیں آپ نے تین ہزار افراد کا سردار لشکر بنا کر بھیجا تھا اور ایسے ہدایات سے مسلح فرما دیا تھا جو صبح قیامت تک کام آنے والی ہوں اور ہر دور کا انسان ان سے استفادہ کر سکے۔

[2] مالک اشتر ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے ابوذر کے غسل و کفن کا انتظام کیا تھا۔ جن کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ میرا ایک صحابی عالم غربت میں انتقال کرے گا اور صاحبان ایمان کی ایک جماعت اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرے گی۔
(استیعاب ترجمہ جندب)

[3] یہ دلیل سورۂ حجرات کی آیت ۹ ہے جس میں باغی سے قتال کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معاویہ اور اس کی جماعت باغی تھی جس کی تصدیق جناب عمار یاسر کی شہادت سے ہو گئی جن کے قاتل کو سرکار دو عالمؐ نے باغی قرار دیا تھا۔

بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَإِنَّهُنَّ لَمُشْرِكَاتٌ؛ وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَتَنَاوَلُ الْمَرْأَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفَهْرِ أَوِ الْهِرَاوَةِ فَيُعَيَّرُ بِهَا وَعَقِبُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

۱۵

و من دعاء له (عليه السلام)

كان (عليه السلام) يقول إذا لقي العدو محارباً:

اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَفْضَتِ الْقُلُوبُ، وَمُدَّتِ الْأَعْنَاقُ، وَشَخَصَتِ الْأَبْصَارُ، وَنُقِلَتِ الْأَقْدَامُ، وَأُنْضِيَتِ الْأَبْدَانُ. اللَّهُمَّ قَدْ صَرَّحَ مَكْنُونُ الشَّنَآنِ، وَجَاشَتْ مَرَاجِلُ الْأَضْغَانِ. اللَّهُمَّ إِنَّا نَشْكُو إِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا، وَكَثْرَةَ عَدُوِّنَا، وَتَشَتُّتَ أَهْوَائِنَا «رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ، وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ».

۱۶

و كان يقول (عليه السلام)

لاصحابه عند الحرب:

لَا تَشْتَدَّنَّ عَلَيْكُمْ فَرَّةٌ بَعْدَهَا كَرَّةٌ، لَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ، وَأَعْطُوا السُّيُوفَ حُقُوقَهَا، وَوَطِّئُوا لِلْجُنُوبِ مَصَارِعَهَا، وَاذْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ، وَالضَّرْبِ الطِّلَحْفِيِّ، وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ، فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ. فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا أَسْلَمُوا وَلَكِنِ اسْتَسْلَمُوا، وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ، فَلَمَّا وَجَدُوا أَعْوَاناً عَلَيْهِ أَظْهَرُوهُ.[1]

فہر - پتھر
ہراوہ - عصا
افضت - پہنچ گئے
انضیت - لاغر ہو گئے
مکنون الشنان - پوشیدہ عداوت
جاشت - جوش کھانے لگی
مراجل - دیگیں
اضغان - کینے
کرۃ - حملہ
مصارع - مقاتل
اذمروا - آمادہ کرو
دعسی - شدید نیزہ بازی
طلحفی - شدید ضرب

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اکرمؐ کی زندگی تک لوگ دشمن ضرور تھے لیکن ان میں دشمنی کے اظہار کی ہمت نہیں تھی اور رہا ظاہری احترام برقرار تھا لیکن آپ کے بعد عداوتیں منظر عام پر آگئیں اور اب ان معرکوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

مصادر کتاب ۱۵ کتاب صفین ص ۲۳۱، کتاب صفین جلودی، کتاب النصر المفید ص ۱۸۲، الجمل الواقدی ص ۱۶۵، بحار الانوار ۳۲ ص ۱۰۱، الجمل المفید ص ۱۶۶، الذکریٰ الشہید الاولؒ

مصادر کتاب ۱۶ فروع کافی ۵ ص ۳۱، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۱۵، بحار الانوار ۸ ص ۶۲۶، ارشاد مفیدؒ ص ۱۲۱

ب کہ وہ مشرک تھیں اور اس وقت بھی اگر کوئی شخص عورتوں سے پتھر یا لکڑی کے ذریعہ تعرض کرتا تھا تو اسے اور اس کی نسلوں کو مطعون کیا جاتا تھا۔

۱۵۔ آپ کی دعا

(جسے دشمن کے مقابلہ کے وقت دہرایا کرتے تھے)

خدایا تیری ہی طرف دل کھنچ رہے ہیں اور گردنیں اٹھی ہوئی ہیں اور آنکھیں لگی ہوئی ہیں اور قدم آگے بڑھ رہے ہیں اور بدن لاغر ہو چکے ہیں۔
خدایا چھپے ہوئے کینے سامنے آگئے ہیں اور عداوتوں کی دیگیں جوش کھانے لگی ہیں۔
خدایا ہم تیری بارگاہ میں اپنے رسول کی غیبت اور دشمنوں کی کثرت کی اور خواہشات کے تفرقہ کی فریاد کر رہے ہیں۔
خدایا ہمارے اور دشمنوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے کہ تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

۱۶۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو جنگ کے وقت اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے)

خبردار تم پر وہ فرار[۱] گراں نہ گذرے جس کے بعد حملہ کرنے کا امکان ہو اور وہ پسپائی پریشان کن نہ ہو جس کے بعد دوبارہ واپسی کا امکان ہو۔ تلواروں کو ان کا حق دے دو اور پہلو کے بل گرنے والے دشمنوں کے لئے مقتل تیار رکھو۔ اپنے نفس کو شدید نیزہ بازی اور سخت ترین شمشیر زنی کے لئے آمادہ رکھو اور آوازوں کو مُردہ بنا دو کہ اس سے کمزوری دور ہو جاتی ہے۔
قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے کہ یہ لوگ اسلام نہیں لائے ہیں بلکہ حالات کے سامنے سپر انداختہ ہو گئے ہیں اور اپنے کفر کو چھپائے ہوئے ہیں اور جیسے ہی مددگار مل گئے ویسے ہی اظہار کر دیا۔[۱]

---

[۱] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میدانِ جنگ میں ایسے حالات آجاتے ہیں جب سپاہی کو اپنی جگہ چھوڑنا پڑتی ہے اور ایک طرح سے فرار کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ بشرطیکہ حوصلۂ جہاد برقرار رہے اور جذبۂ قربانی میں فرق نہ آنے پائے۔
میدانِ احد کا سب سے بڑا عیب یہی تھا کہ "صحابۂ کرام" جذبۂ قربانی سے عاری ہو گئے تھے اور رسول اکرمؐ کے پکارنے کے باوجود پلٹ کر آنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ایسی صورت حال یقیناً اس قابل ہے کہ اس کی مذمت کی جائے اور یہ ننگ و عار نسلوں میں باقی رہ جائے۔ ورنہ فرار کے بعد حملہ یا پسپائی کے بعد واپسی کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر مذمت یا ملامت کی جائے۔

۱۷

و من كتاب له (عليه السلام)

الى معاوية، جواباً عن كتاب منه إليه

وَ أَمَّا طَلَبُكَ إِلَيَّ الشَّامَ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ أَمْسِ.

وَأَمَّا قَوْلُكَ: إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ أَكَلَتِ الْعَرَبَ إِلَّا حُشَاشَاتِ أَنْفُسٍ بَقِيَتْ. أَلَا وَمَنْ أَكَلَهُ الْحَقُّ فَإِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَإِلَى النَّارِ. وَأَمَّا اسْتِوَاؤُنَا فِي الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتَ بِأَمْضَى عَلَى الشَّكِّ مِنِّي عَلَى الْيَقِينِ، وَلَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ.

وَأَمَّا قَوْلُكَ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنَافٍ، فَكَذٰلِكَ نَحْنُ، وَلٰكِنْ لَيْسَ أُمَيَّةُ[1] كَهَاشِمٍ، وَلَا حَرْبٌ[2] كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَلَا أَبُو سُفْيَانَ[3] كَأَبِي طَالِبٍ، وَلَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيقِ، وَلَا الصَّرِيحُ كَاللَّصِيقِ، وَلَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ، وَلَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ. وَلَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفٌ يَتْبَعُ سَلَفاً هَوَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

وَفِي أَيْدِينَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِي أَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيزَ، وَنَعَشْنَا بِهَا الذَّلِيلَ. وَلَمَّا أَدْخَلَ اللّٰهُ الْعَرَبَ فِي دِينِهِ أَفْوَاجاً، وَأَسْلَمَتْ لَهُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ طَوْعاً وَكَرْهاً، كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّينِ: إِمَّا رَغْبَةً وَإِمَّا رَهْبَةً، عَلَى حِينَ فَازَ أَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ، وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ بِفَضْلِهِمْ. فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ فِيكَ نَصِيباً، وَلَا عَلَى نَفْسِكَ سَبِيلًا، وَالسَّلَامُ.

۱۸

و من كتاب له (عليه السلام)

الى عبدالله بن عباس و هو عامله على البصرة

وَاعْلَمْ أَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ إِبْلِيسَ، وَمَغْرِسُ الْفِتَنِ، فَحَادِثْ أَهْلَهَا بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوبِهِمْ.

وَقَدْ بَلَغَنِي تَنَمُّرُكَ لِبَنِي تَمِيمٍ، وَغِلْظَتُكَ عَلَيْهِمْ، وَإِنَّ بَنِي

مہاجر - جو صاحب ایمان ہو کر ہجرت کرے

طلیق - جو گرفتار ہو کر آزاد کر دیا جائے

صریح - صحیح النسب

لصیق - جسے کسی نسب سے جوڑ دیا جائے

مُدغِل - مفسد

نعشنا - بلند کیا

تنمّر - بد اخلاقی

[1] امیہ کے بارے میں علامہ مجلسیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ ایک رومی غلام تھا اور اسے عبدالشمس نے اپنا فرزند بنا لیا تھا ورنہ اس کا نسل عبد مناف سے کوئی تعلق نہیں تھا (بحار الانوار ۸ ص ۳۸۳)

[2] حرب کے بارے میں یہ روایت ہے کہ یہ امیہ کا غلام تھا اور فرزند نہ تھا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے کتاب اغانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے (شرح ابن ابی الحدید ۳ ص ۴۶۶)

[3] خود معاویہ کے بارے میں زمخشری نے نقل کیا ہے کہ یہ چار افراد کے درمیان مشکوک تھا اور اس کی ماں مکہ میں مشہور عورتوں میں تھی (شرح ابن ابی الحدید ۱ ص ۶۳)

مصادر کتاب ۱۷ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۴۷۱، المحاسن والمساوی بیہقی ص ۵۳، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۱۱۸، کتاب سلیم بن قیس ص ۱۲۴، بحار الانوار ۸ ص ۵۲۰، الاخبار الطوال ص ۱۲۴، مروج الذہب ۳ ص ۲۲، کنز الفوائد کراجکی ص ۲۰۱، فتوح اعثم کوفی ۱۰ ص ۲۵۹،

مصادر کتاب ۱۸ الصناعتین ابو ہلال عسکری ص ۲۷۷، اعجاز القرآن باقلانی ۱ ص ۱۰۳، الطراز السید الیمانی ۱ ص ۲۱۹ ص ۴۱۲، انساب الاشراف ۲ ص ۱۵۸، بحار الانوار ۹ ص ۶۳۶، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۵۷

۱۷۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے نام۔ اس کے ایک خط کے جواب میں)

تمھارا یہ مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمھارے حوالے کر دوں۔ تو جس چیز سے کل انکار کر چکا ہوں وہ آج عطا نہیں کر سکتا ہوں اور تمھارا یہ کہنا کہ جنگ نے عرب کا خاتمہ کر دیا ہے اور چند ایک افراد کے علاوہ کچھ نہیں باقی رہ گیا ہے تو یاد رکھو کہ جس کا خاتمہ حق پر ہوا ہے اس کا انجام جنت ہے اور جسے باطل کھا گیا ہے اس کا انجام جہنم ہے۔

رہ گیا ہم دونوں کا جنگ اور شخصیات کے بارے میں برابر ہونا۔ تو تم شک میں اس طرح تیز رفتاری سے کام نہیں کر سکتے ہو جتنا میں یقین میں کر سکتا ہوں اور اہل شام دنیا کے بارے میں اتنے حریص نہیں ہیں جس قدر اہل عراق آخرت کے بارے میں فکر مند ہیں۔

اور تمھارا یہ کہنا کہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں تو یہ بات صحیح ہے لیکن نہ امیہ ہاشم جیسا ہو سکتا ہے اور نہ حرب عبدالمطلب جیسا۔ نہ ابوسفیان ابوطالب کا ہمسر ہو سکتا ہے اور نہ راہ خدا میں ہجرت کرنے والا آزاد کردہ افراد جیسا۔ نہ واضح نسب والے کا قیاس شجرہ سے چپکائے جانے والے پر ہو سکتا ہے اور نہ حقدار کو باطل نواز جیسا قرار دیا جا سکتا ہے۔ مومن کبھی منافق کے برابر نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ بدترین اولاد تو وہ ہے جو اس سلف کے نقش قدم پر چلے جو جہنم میں گر چکا ہے۔

اس کے بعد ہمارے ہاتھوں میں نبوت کا شرف ہے جس کے ذریعہ ہم نے باطل کے عزت داروں کو ذلیل بنایا ہے اور حق کے کمزوروں کو اوپر اٹھایا ہے۔ اور جب پروردگار نے عرب کو اپنے دین میں فوج در فوج داخل کیا ہے اور یہ قوم بخوشی یا بکراہت مسلمان ہوئی ہے تو تم انھیں دین کے دائرہ میں داخل ہونے والوں میں تھے یا برغبت یا بہ خوف جب کہ سبقت حاصل کرنے والے سبقت حاصل کر چکے تھے اور مہاجرین اولین اپنی فضیلت پا چکے تھے۔ دیکھو خبردار شیطان کو اپنی زندگی کا حصہ دار مت بناؤ اور اسے اپنے نفس پر راہ مت دو۔ والسلام

۱۸۔ حضرت کا مکتوب گرامی

(بصرہ کے عامل عبداللہ بن عباس کے نام)

یاد رکھو کہ یہ بصرہ ابلیس کے اترنے اور فتنوں کے ابھرنے کی جگہ کا نام ہے لہٰذا یہاں کے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کے دلوں سے خوف کی گرہ کھول دینا۔

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم بنی تمیم کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہو اور ان سے سخت قسم کا برتاؤ کرتے ہو تو یاد رکھو کہ

---

[۱] معاویہ نے اپنے خط میں چار نکتے اٹھائے تھے اور حضرت نے سب کے الگ الگ جوابات دئے ہیں اور حق و باطل کا ابدی فیصلہ کر دیا ہے اور آخر میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ تمام معاملات میں مساوات فرض کر لینے کے بعد بھی شرف نبوت کا کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا ہے جو پروردگار نے بنی ہاشم کو عطا کیا ہے اور اس کا بنی امیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ذاتی کردار کے اعتبار سے بھی بنی ہاشم اسلام کی منزل پر فائز تھے اور بنی امیہ نے فتح مکہ کے موقع پر مجبوراً کلمہ پڑھ لیا تھا اور ظاہر ہے کہ استسلام اسلام کے مانند نہیں ہو سکتا ہے۔

تَمِيمٍ[1] لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ إِلَّا طَلَعَ لَهُمْ آخَرُ، وَإِنَّهُمْ لَمْ يُسْبَقُوا بِوَغْمٍ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ، وَإِنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِماً مَاسَّةً، وَقَرَابَةً خَاصَّةً، نَحْنُ مَأْجُورُونَ عَلَىٰ صِلَتِهَا، وَمَأْزُورُونَ عَلَىٰ قَطِيعَتِهَا. فَارْبَعْ أَبَا الْعَبَّاسِ، رَحِمَكَ اللَّهُ، فِيمَا جَرَىٰ عَلَىٰ لِسَانِكَ وَيَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ فَإِنَّا شَرِيكَانِ فِي ذٰلِكَ، وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّي بِكَ، وَلَا يَفِيلَنَّ رَأْيِي فِيكَ، وَالسَّلَامُ.

١٩

و من كتاب له (عليه السلام)

الى بعض عماله[2]

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلِ بَلَدِكَ شَكَوْا مِنْكَ غِلْظَةً وَقَسْوَةً، وَاحْتِقَاراً وَجَفْوَةً، وَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلاً لِأَنْ يُدْنَوْا لِشِرْكِهِمْ، وَلَا أَنْ يُقْصَوْا وَيُجْفَوْا لِعَهْدِهِمْ، فَالْبَسْ لَهُمْ جِلْبَاباً مِنَ اللِّينِ تَشُوبُهُ بِطَرَفٍ مِنَ الشِّدَّةِ، وَدَاوِلْ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَالرَّأْفَةِ، وَامْزُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيبِ وَالْإِدْنَاءِ، وَالْإِبْعَادِ وَالْإِقْصَاءِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ.

٢٠

و من كتاب له (عليه السلام)

الى زياد بن أبيه و هو خليفة عامله عبدالله بن عباس على البصرة، و عبدالله عامل أميرالمؤمنين يومئذ عليها و على كور الأهواز و فارس و كرمان و غيرها:

وَ إِنِّي أُقْسِمُ بِاللَّهِ قَسَماً صَادِقاً، لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئاً صَغِيراً أَوْ كَبِيراً، لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيلَ الْوَفْرِ، ثَقِيلَ الظَّهْرِ، ضَئِيلَ الْأَمْرِ، وَالسَّلَامُ.

٢١

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى زياد أيضاً

فَدَعِ الْإِسْرَافَ مُقْتَصِداً، وَ اذْكُرْ فِي الْيَوْمِ غَداً، وَ أَمْسِكْ مِنَ

غیبت نجم - کمزوری
طلوع نجم - طاقت
اِربع - نرمی کا برتاؤ کرو
دہاقین - جمع دہقان (زمیندار)
یُدنوا - قریب کئے جائیں
یُقصوا - دور کئے جائیں
یجفوا - سختی سے معاملہ کیا جائے
شوب - اختلاط
دَاوِل - متوسط رفتار
کور - علاقہ
فَیٔ - مال غنیمت وخراج
وَفر - مال
ثقیل الظہر - جس کی ذمہ داریاں زیادہ ہوں
ضئیل - کمزور

[1] بنی تمیم اور بنی ہاشم آگے چل کر الیاس بن مضر پر مل جاتے ہیں لہذا حضرت نے انھیں اپنا رشتہ دار قرار دیا ہے اور حق قرابت کی طرف متوجہ فرمایا ہے

[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس سے مراد جناب ام سلمہ کے فرزند عمر بن ابی سلمہ ہیں جو فارس میں حضرتؑ کے عامل تھے اور یہ خط انھیں کے نام لکھا گیا ہے۔

مصادر کتاب نمبر ۱۹ انساب الاشراف ۲ ص ۱۶۱، تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۹، تاریخ یعقوبی ۲ ص ۱۶۹، بحار کتاب الفتن
مصادر کتاب نمبر ۲۰ انساب الاشراف ۲ ص ۱۶۲، تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۹۳، المحاسن والمساوی بیہقی ۲ ص ۲۰۱، تاریخ یعقوبی ۲ ص ۱۵۰، تاریخ طبری ۴ ص ۱۶۳، فہرست ابن الندیم ص ۱۳۱، الجمل المفیدؒ ص ۲۱، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۱۹۲
مصادر کتاب نمبر ۲۱ انساب الاشراف ۲ ص ۱۶۹، جمہرۃ رسائل العرب احمد زکی صفوت ۱ ص ۵۸۲

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کا کوئی ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا ابھر آتا ہے۔ یہ جنگ کے معاملہ میں جاہلیت یا اسلام کبھی بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے ہیں اور پھر ہمارا ان سے رشتہ داری اور قرابت کا تعلق بھی ہے کہ اگر ہم اس کا خیال رکھیں گے تو اجر پائیں گے اور قطع تعلق کرلیں گے تو گنہگار ہوں گے لہٰذا ابن عباس خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ ان کے ساتھ اپنی زبان یا ہاتھ پر جاری ہونے والی اچھائی یا برائی میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا کہ ہم دونوں ان ذمہ داریوں میں شریک ہیں۔ اور دیکھو تمھارے بارے میں میرا حسن ظن برقرار رہے اور میری رائے غلط نہ ثابت ہونے پائے۔

۱۹۔ آپ کا مکتوب گرامی
(اپنے بعض عمال کے نام)

امابعد! تمھارے شہر کے زمینداروں نے تمھارے بارے میں سختی۔ سنگدلی۔ تحقیر و تذلیل اور تشدد کی شکایت کی ہے اور میں نے ان کے بارے میں غور کرلیا ہے۔ وہ اپنے شرک کی بنا پر قریب کرنے کے قابل تو نہیں ہیں لیکن عہد و پیمان کی بنا پر انھیں دور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے اور ان پر زیادتی بھی نہیں کی جاسکتی ہے لہٰذا تم ان کے بارے میں ایسی نرمی کا شعار اختیار کرو جس میں قدرے سختی بھی شامل ہو اور ان کے ساتھ سختی اور نرمی کے درمیان کا برتاؤ کرو کہ کبھی قریب کرلو۔ کبھی دور کردو۔ کبھی نزدیک بلالو اور کبھی الگ رکھو۔ انشاء اللہ

۲۰۔ آپ کا مکتوب گرامی

(زیاد بن ابیہ کے نام جو بصرہ کے عامل عبداللہ بن عباس کا نائب ہوگیا تھا اور ابن عباس بصرہ اور اہواز کے تمام اطراف کے عامل تھے۔)

میں اللہ کی سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مجھے خبر مل گئی کہ تم نے مسلمانوں کے مال غنیمت میں چھوٹی یا بڑی قسم کی خیانت کی ہے تو میں تم پر ایسی سختی کروں گا کہ تم نادار۔ بوجھل پیٹھ والے اور بے ننگ و نام ہو کر رہ جاؤ گے۔ والسلام

۲۱۔ آپ کا مکتوب گرامی
(زیاد ہی کے نام)

اسراف کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرو اور آج کے دن کل کو یاد رکھو بقدر ضرورت مال روک کر باقی روز حاجت کے لئے آگے بڑھا دو۔

واضح رہے کہ کسی کا قریب کرلینا اور ہے اور اس کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ کرنا اور ہے۔ اسلام عادلانہ برتاؤ کا حکم ہر ایک کے بارے میں دیتا ہے لیکن قربت کا جواز صرف صاحبان ایمان و کردار کے لئے ہے۔ کفار و مشرکین کو تو اس نے حرم خدا سے بھی دور کردیا ہے اور ان کا داخلہ مسجد و حرم میں بند کردیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آج عالم اسلام میں کفار و مشرکین ہی قریب بنانے جانے کے قابل ہیں اور کلمہ گو مسلمان اس قابل نہیں رہ گئے ہیں اور ان سے صبح و شام سرد جنگ صرف کفار و مشرکین سے قربت پیدا کرنے یا برقرار رکھنے کی بنیاد پر کی جارہی ہے۔ اللہ عالم اسلام پر رحم کرے اور اس امت کو عقل سلیم عنایت فرمائے۔

واضح رہے کہ حضرت اختیاری طور پر کسی ایسے شخص کو عہدہ نہیں دے سکتے ہیں جس کا نسب مشکوک ہو۔ یہ کام ابن عباس نے ذاتی طور پر کیا تھا۔ اسی لئے حضرت نے نہایت ہی سخت لہجہ میں خطاب فرمایا ہے۔

الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُورَتِكَ، وَ قَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ.
أَتَرْجُوا أَنْ يُعْطِيَكَ (يوتيک) اللّٰهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَ أَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ! وَ تَطْمَعُ - وَ أَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيمِ، تَمْنَعُهُ الضَّعِيفَ وَ الْأَرْمَلَةَ - أَنْ يُوجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِينَ؟ وَ إِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَا أَسْلَفَ وَ قَادِمٌ عَلَىٰ مَا قَدَّمَ، وَ السَّلَامُ.

۲۲

و من كتاب له ﴿ع﴾

إلى عبدالله بن العباس رحمه الله تعالى و كان عبد الله يقول: «ما انتفعت بكلام بعد كلام رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، كانتفاعي بهذا الكلام!»:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْمَرْءَ قَدْ يَسُرُّهُ دَرْكُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ، وَ يَسُوؤُهُ فَوْتُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيُدْرِكَهُ، فَلْيَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ آخِرَتِكَ، وَلْيَكُنْ أَسَفُكَ عَلَىٰ مَا فَاتَكَ مِنْهَا، وَ مَا نِلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ بِهِ فَرَحاً، وَ مَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعاً، وَلْيَكُنْ هَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

۲۳

و من كلام له ﴿ع﴾

قاله قبل موته على سبيل الوصية لمّا ضربه ابن ملجم لعنه الله

وَصِيَّتِي لَكُمْ: أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئاً، وَ مُحَمَّدٌ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ. أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ، وَ أَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ، وَ خَلَاكُمْ ذَمٌّ!
أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَ الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَ غَداً مُفَارِقُكُمْ، إِنْ أَبْقَ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي، وَ إِنْ أَفْنَ فَالْفَنَاءُ مِيعَادِي، وَ إِنْ أَعْفُ فَالْعَفْوُ لِي قُرْبَةٌ، وَ هُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوا (أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ). وَ اللّٰهِ مَا فَجَأَنِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ، وَ لَا طَالِعٌ أَنْكَرْتُهُ؛ وَ مَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدَ، وَ طَالِبٍ وَجَدَ: (وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ).

فضل - اضافی مال
متمرغ - کروٹیں بدلنے والا
ما اسلف - جو پہلے بھیج دیا ہے
یفوت - ہاتھ سے نکل جائے
یدرک - حاصل کرلے
خلاکم ذوم - ہر طرح کی مذمت سے محفوظ
قارب - رات میں پانی تلاش کرنے والا

(۱) ایسے جو کر گیہوں کاٹنے والے ہر دور میں رہے ہیں اور ان کا خیال یہ رہا ہے کہ بدترین اعمال کے بعد بھی بہترین اجر و ثواب حاصل کرلیں گے اور زندگی بھر کوئی عمل خیر نہ کرنے کے باوجود جنت نعیم پر مکمل قبضہ کرلیں گے ایسے دیوانوں کی دنیا میں کمی نہیں ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اسلام دیوانگی کا عام نہیں ہے۔ اسلام کے صحیفہ میں پہلی کتاب "کتاب العقل" ہے لہٰذا اس سے بہت کر اسلام وایمان کا کوئی تصور نہیں ہے۔

(۲) انسان کے لئے جو رزق مقدر ہو چکا ہے وہ مل کر رہے گا اور جو مقدر نہیں ہے وہ بہرحال نہیں ملے گا لہٰذا نہ پہلا موضوع خوشی کا ہے اور نہ دوسرا رنج وغم کا خوشی اور رنج کا تعلق اس آخرت کے ملنے اور نہ ملنے سے ہے جسے حاصل کرنا ہے اور وہ مقدر کا سودا نہیں ہے۔

مصادر کتاب ۲۲ کتاب صفین ص۱۰۷، روضۃ الکافی ص۲۴۰، المجالس ثعلب ص۱۸۱، الامالی ابوعلی القالی ۲ ص۹۶، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۴۵، العقد الفرید ۲ ص۱۴۲، قوت القلوب ابوطالب المکی ۱ ص۱۵۵، انساب الاشراف ص۱۱۱، المحاضرات راغب اصفہانی، دستور معالم الحکم ص۹۶، تذکرۃ الخواص ص۱۶۰، عیون الادب والسیاسہ ابن ہذیل ص۲۱۰، الطراز السید الیمانی ۲ ص۳۴، اعجاز القرآن باقلانی ص۱۹۵، کامل مبرد ۲ ص۳۰۴، الوافی الفیض ۳ ص۵۵، الحکمۃ الخالدۃ ابن مسکویہ ص۱۱۹، تحف العقول حرانی ص۲۰۰، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۸۱، مناقب خوارزمی ص۲۷

مصادر کتاب ۲۳ اصول کافی ۱ ص۲۹۹، مروج الذہب ۲ ص۴۳۶، اثبات الوصیہ مسعودی ص۱۰۳، تاریخ ابن عساکر، الوافی ۲ ص، الخرائج راوندی ص۱۸۱، تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۸۴

کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تم متکبروں میں رہوگے اور خدا تمھیں متواضع افراد جیسا اجر دے دیگا یا تمھارے واسطے صدقہ و خیرات کرنے والوں کا ثواب لازم قرار دے دیگا اور تم نعمتوں میں کروٹیں بدلتے رہوگے نہ کسی کمزور کا خیال کروگے اور نہ کسی بیوہ کا جب کہ انسان کو اسی کا اجر ملتاہے جو اس نے انجام دیاہے اور وہ اسی پر وارد ہوتاہے جو اس نے پہلے بھیج دیا ہے۔ والسلام

۲۲۔ آپ کا مکتوب گرامی

(عبداللہ بن عباس کے نام ـ جس کے بارے میں خود ابن عباس کا مقولہ تھا کہ میں نے رسول اکرمؐ کے بعد کسی کلام سے استفادہ نہیں کیاہے جسقدر اس کلام سے کیاہے)

امابعد! کبھی کبھی ایسا ہوتاہے کہ انسان اس چیز کو پاکر بھی خوش ہوجاتاہے جو اس کے ہاتھ سے جانے والی نہیں تھی اور اس چیز کے چلے جانے سے بھی رنجیدہ ہوجاتاہے جو اسے ملنے والی نہیں تھی لہٰذا تمھارا فرض ہے کہ اس آخرت پر خوشی مناؤ جو حاصل ہوجائے اور اس پر افسوس کرو جو اس میں سے حاصل نہ ہوسکے۔ دنیا حاصل ہوجائے تو اس پر زیادہ خوشی کا اظہار نہ کرو اور ہاتھ سے نکل جائے تو بیقرار ہوکر افسوس نہ کرو۔ تمھاری تمامتر فکر موت کے بعد کے بارے میں ہونی چاہیے۔

۲۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جسے اپنی شہادت سے پہلے بطور وصیت فرمایا ہے)

تم سب کے لئے میری وصیت یہ ہے کہ خبردار خدا کے بارے میں کسی طرح کا شرک نہ کرنا اور حضرت محمدؐ کی سنت کو ضائع اور برباد نہ کرنا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔ اس کے بعد کسی مذمت کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

میں کل تمھارے ساتھ تھا اور آج تمھارے لئے عبرت بن گیا ہوں اور کل تم سے جدا ہوجاؤں گا۔ اس کے بعد میں باقی رہ گیا تو اپنے خون کا صاحب اختیار میں خود ہوں ورنہ اگر میری مدت حیات پوری ہوگئی ہے تو میں دنیا سے چلا جاؤں گا۔ میں اگر معاف[1] کردوں تو یہ میرے لئے قربت الٰہی کا ذریعہ ہوگا اور تمھارے حق میں بھی ایک نیکی ہوگی لہٰذا تم بھی معاف کردینا "کیا تم نہیں چاہتے ہو کہ اللہ تمھیں بخش دے"۔

خدا کی قسم یہ اچانک موت ایسی نہیں ہے جسے میں ناپسند کرتا ہوں اور نہ ایسا سانحہ ہے جسے میں برا سمجھتا ہوں۔ میں تو اس شخص کے مانند ہوں جو رات بھر پانی کی جستجو میں رہے اور صبح کو چشمہ پر وارد ہوجائے اور تلاش کے بعد اپنے مقصد کو پالے اور پھر خدا کی بارگاہ میں جو کچھ بھی ہے وہ نیک کرداروں کے لئے بہتر ہی ہے"۔

---

[1] واضح رہے کہ اس معافی سے مراد دنیا میں انتقام نہ لیناہے کہ قاتل کے جرم کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ وہ انسانی دنیا میں ایک خون کا ذمہ دار ہوتاہے جس کے نتیجہ میں قصاص کا قانون سامنے آتاہے اور مذہبی دنیا میں حکم الٰہی کی مخالفت کا مجرم ہوتاہے جس کا انجام آتش جہنم ہے۔ دنیا کے قصاص و انتقام میں فسادات کے اندیشے ہوتے ہیں اور عداوتوں کے شعلے مزید بھڑک اٹھتے ہیں لیکن آخرت کے عذاب میں کوئی خطرہ نہیں ہوتاہے۔ اس لئے صاحبان عقل و دانش یہاں کے انتقام کو نظرانداز کردیتے ہیں تاکہ مزید فساد نہ پیدا ہوسکے اور اس بات سے مطمئن رہتے ہیں کہ مجرم کے لئے عذاب جہنم ہی کافی ہے اور خدا سے بہتر انتقام لینے والا کون ہے۔؟

قال السيد الشريف رَضيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أقولُ: «و قد مضى بعض هذا الكلام فيما تقدم من الخطب، إلا أن فيه هاهنا زيادة أوجبت تكريره».

٢٤

و من وصية له ﴿عليه السلام﴾

بما يعمل في أمواله، كتبها بعد منصرفه من صفين

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ، ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، لِيُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَ يُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ (الأمنيّة).

مِنْهَا: فَإِنَّهُ يَقُومُ بِذٰلِكَ[1] الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَ يُنْفِقُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ، فَإِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَ حُسَيْنٌ حَيٌّ، قَامَ بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ، وَ أَصْدَرَهُ مَصْدَرَهُ.

وَ إِنَّ لِابْنَيْ فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لِبَنِي عَلِيٍّ، وَ إِنِّي إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذٰلِكَ إِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، وَ قُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ و آلِهِ، وَ تَكْرِيماً لِحُرْمَتِهِ، وَ تَشْرِيفاً لِوُصْلَتِهِ.

وَ يَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي يَجْعَلُهُ إِلَيْهِ أَنْ يَتْرُكَ الْمَالَ عَلَى أُصُولِهِ، وَ يُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهِ حَيْثُ أُمِرَ بِهِ وَ هُدِيَ لَهُ، وَ أَلَّا يَبِيعَ مِنْ أَوْلَادِ نَخِيلِ هٰذِهِ الْقُرَى وَدِيَّةً حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضُهَا غِرَاساً.

وَ مَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي ـ اللَّاتِي أَطُوفُ عَلَيْهِنَّ ـ لَهَا وَلَدٌ، أَوْ هِيَ حَامِلٌ، فَتُمْسَكُ عَلَى وَلَدِهَا وَ هِيَ مِنْ حَظِّهِ، فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَ هِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ عَتِيقَةٌ، قَدْ أَفْرَجَ عَنْهَا الرِّقُّ، وَ حَرَّرَهَا الْعِتْقُ.

قال الشريف: قوله ﴿عليه السلام﴾ في هذه الوصية: «و ألا يبيع من نخلها وَدِيَّةً»، الوَدِيَّةُ: الفَسِيلَةُ، و جمعها وَدِيّ. وَقوله ﴿عليه السلام﴾: «حتى تشكل أرضها غراساً هو من أفصح الكلام، والمراد به أن الأرض يكثر فيها غراس النخل حتى يراها الناظر على غير تلك الصفة التي عرفها بها فيشكل عليه أمرها و يحسبها غيرها.

٢٥

و من وصية له ﴿عليه السلام﴾

كان يكتبها لمن يستعمله على الصدقات

قال الشريف: و إنما ذكرنا هنا جملاً ليعلم بها أنه ﴿عليه السلام﴾ كان يقيم عماد الحق، و يشرع

يُولِج - داخل کر دے

اَمَنَہ - امن و امان

حَدَث - حادثہ (موت)

اَصْدَرَہ - اسی روش پر چلائیں گے

وُصْلَہ - قرابت

ترک علی الاصول - اصل مال کا محفوظ رکھنا

وَدِیّہ - چھوٹے چھوٹے درخت

اطوف علیہن - یہ طواف جنسی تعلقات کا کنایہ ہے۔

[1] ظاہر ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بنص پیغمبرؐ امام تھے اور سرکار نے ان کے قیام وقعود کی ضمانت لے لی تھی لیکن اس کے باوجود امیرالمومنینؑ نے وصیت نامہ میں طریقہ استعمال کی وضاحت کر دی ہے تاکہ یہ تمام صاحبان اموال اور ان کے ورثہ کے لئے بہترین نمونہ رہے اور کوئی شخص مال وقف کو باپ دادا کا ترکہ سمجھ کر آزادی کے ساتھ استعمال نہ کرے جس طرح کہ دور حاضر میں ہو رہا ہے اور متولی اور مالک کا فرق یکسر ختم ہو گیا ہے اور اکثر متولی اپنے کو مالک اور مال کو باپ دادا کی میراث تصور کرنے لگے ہیں۔

مصادر کتاب ۲۴ فروع کافی ۷ ص۴۹، تہذیب شیخ طوسیؒ ۲ ص۳۷۵، بحار الانوار ۹ ص۶۶۲، جمہرۃ رسائل العرب ۱ ص۶۰۶

مصادر کتاب ۲۵ فروع کافی ۳ ص۵۳۶، الغارات، مستدرک الوسائل ۱ ص۵۱۶، بحار الانوار باب الزکوٰۃ، المقنعہ المفیدؒ ص۵۲۴، تہذیب طوسیؒ ۱ ص۳۸۶، ربیع الابرار زمخشری باب۵، بحار الانوار ۸ ص۶۴۱، الوصایا ابوحاتم السجستانی ص۱۵۴

سید رضیؒ۔ اس کلام کا ایک حصہ پہلے گذر چکا ہے لیکن یہاں کچھ اضافات تھے لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ اسے دوبارہ نقل کر دیا جائے۔

۲۴۔ آپ کی وصیت

(اپنے اموال کے بارے میں جسے جنگ صفین کی واپسی پر تحریر فرمایا ہے)

یہ بندۂ خدا۔ علی بن ابی طالبؑ امیر المومنین کا حکم ہے اپنے اموال کے بارے میں جس کا مقصد رضائے پروردگار ہے تاکہ اس کے ذریعہ جنت میں داخل ہو سکے اور روز محشر کے ہول سے امان پا سکے۔

ان اموال کی نگرانی حسنؑ بن علی کریں گے(۵۱) بقدر ضرورت استعمال کریں گے اور بقدر مناسب انفاق کریں گے۔ اس کے بعد اگر انھیں کوئی حادثہ پیش آ گیا اور حسینؑ باقی رہ گئے تو ذمہ دار وہ ہوں گے اور اسی انداز پر کام کریں گے۔

اولاد فاطمہؑ کا حق علیؑ کے صدقات میں وہی ہے جو دیگر اولاد علیؑ کا ہے۔ میں نے نگرانی کا کام اولاد فاطمہؑ کو صرف رضائے الٰہی اور قربت پیغمبرؐ کے خیال سے سونپ دیا ہے کہ اس طرح حضرت کی حرمت کا احترام بھی ہو جائے گا اور آپ کی قرابت کا اعزاز بھی برقرار رہے گا۔

لیکن اس کے بعد بھی والی کے لئے یہ شرط ہے کہ مال کی اصل کو باقی رکھے اور صرف اس کے ثمرات کو خرچ کرے۔ وہ بھی ان راہوں میں جن کا حکم دیا گیا ہے اور جن کی ہدایت دی گئی ہے اور خبردار اس قریہ کے نخلستان میں سے ایک پودا بھی فروخت نہ کرے یہاں تک کہ زمین دوبارہ بونے کے لائق نہ رہ جائے۔

میری وہ کنیزیں جن سے میرا تعلق رہ چکا ہے اور ان کی اولاد بھی موجود ہے یا وہ حاملہ ہیں۔ ان کو ان کی اولاد کے حساب میں روک لیا جائے اور انھیں کا حصہ قرار دے دیا جائے۔ اس کے بعد اگر بچہ مر جائے اور کنیز زندہ رہ جائے تو اسے آزاد کر دیا جائے گویا اس کی غلامی ختم ہو چکی ہے اور آزادی حاصل ہو چکی ہے۔

سید رضیؒ۔ اس وصیت میں حضرت کا ارشاد "ودیہ بھی فروخت نہ کیا جائے" اس میں ودیہ سے مراد خرمہ کے چھوٹے درخت ہیں جس کی جمع ودی آتی ہے اور "حتی تشکل ارضہا غراسا" ایک فصیح ترین کلام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ زمین میں کھجور کی درخت کاری اتنی زیادہ ہو جائے کہ دیکھنے والا اس کی اصل ہیئت کا اندازہ نہ کر سکے اور اس کے لئے مسئلہ مشتبہ ہو جائے کہ شائد یہ کوئی دوسری زمین ہے۔

۲۵۔ آپ کی وصیت

(جسے ہر اس شخص کو لکھ کر دیتے تھے جسے صدقات کا عامل قرار دیتے تھے)

سید رضیؒ۔ میں نے یہ چند جملے اس لئے نقل کر دئے ہیں تاکہ ہر شخص کو اندازہ ہو جائے کہ حضرت کس طرح ستون حق کو قائم رکھتے تھے اور

(۵۱) مورخین کے بیان کے مطابق امیر المومنینؑ نے اپنی زندگی میں صرف ارواح و نفوس کی سرزمینوں کو زندہ کرنے کا کام انجام نہیں دیا ہے۔ بلکہ مادی زمینوں میں بھی مسلسل کام کرتے رہے ہیں۔ زمینوں کو قابل کاشت بنایا ہے۔ چشموں کو جاری کیا ہے۔ درختوں کی سینچائی کی ہے اور ایک مزدور جیسی زندگی گذاری ہے اور پھر اپنی ساری زحمتوں اور محنتوں کے نتیجہ کو راہ خدا میں وقف کر دیا ہے تاکہ بندگان خدا استفادہ کر سکیں اور اولاد علیؑ بھی صرف بقدر ضرورت فائدہ اٹھا سکے۔ ایسا کردار اب صرف کاغذات پر رہ گیا ہے ورنہ اس کا وجود دنیا سے عنقا ہو چکا ہے نہ علیؑ والوں میں دیکھنے میں آتا ہے اور نہ اغیار میں۔ سربراہان مملکت فوٹو کھنچوانے کے لئے ہاتھ میں پھاوڑا اور کدال لے لیتے ہیں ورنہ انھیں زراعت سے کیا تعلق ہے۔ زمینوں کا زندہ رکھنا ابوتراب کا کام تھا اور انھوں نے اس کا حق ادا کر دیا۔ باقی سب داستانیں ہیں جو صفحۂ قرطاس پر محفوظ کر دی گئی ہیں اور ان میں روشنائی کی چمک ہے۔ کردار اور حقیقت کی روشنی نہیں ہے۔!

أمثلة العدل، في صغير الأمور وكبيرها ودقيقها و جليلها.

اِنْطَلِقْ عَلَىٰ تَقْوَى اللّٰهِ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ، وَ لَا تُرَوِّعَنَّ مُسْلِماً وَ لَا تَجْتَازَنَّ (تحتازن) عَلَيْهِ كَارِهاً، وَ لَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِي مَالِهِ، فَإِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ بِمَائِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَالِطَ أَبْيَاتَهُمْ، ثُمَّ امْضِ إِلَيْهِمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ، حَتَّى تَقُومَ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ، وَ لَا تُخْدِجْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ، ثُمَّ تَقُولَ: عِبَادَ اللّٰهِ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَلِيُّ اللّٰهِ وَ خَلِيفَتُهُ، لِآخُذَ مِنْكُمْ حَقَّ اللّٰهِ فِي أَمْوَالِكُمْ، فَهَلْ لِلّٰهِ فِي أَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوهُ إِلَى وَلِيِّهِ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: لَا، فَلَا تُرَاجِعْهُ، وَ إِنْ أَنْعَمَ لَكَ مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ مَعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخِيفَهُ أَوْ تُوعِدَهُ أَوْ تَعْسِفَهُ أَوْ تُرْهِقَهُ، فَخُذْ مَا أَعْطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَاشِيَةٌ أَوْ إِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنَّ أَكْثَرَهَا لَهُ، فَإِذَا أَتَيْتَهَا فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُولَ مُتَسَلِّطٍ (متسلط) عَلَيْهِ وَ لَا عَنِيفٍ بِهِ وَ لَا تُنَفِّرَنَّ بَهِيمَةً وَ لَا تُفْزِعَنَّهَا، وَ لَا تَسُوءَنَّ صَاحِبَهَا فِيهَا، وَ اصْدَعِ الْمَالَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ، ثُمَّ اصْدَعِ الْبَاقِيَ صَدْعَيْنِ، ثُمَّ خَيِّرْهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ. فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَبْقَى مَا فِيهِ وَفَاءٌ لِحَقِّ اللّٰهِ فِي مَالِهِ؛ فَاقْبِضْ حَقَّ اللّٰهِ مِنْهُ، فَإِنِ اسْتَقَالَكَ فَأَقِلْهُ، ثُمَّ اخْلِطْهُمَا ثُمَّ اصْنَعْ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتَ أَوَّلاً حَتَّى تَأْخُذَ حَقَّ اللّٰهِ فِي مَالِهِ. وَ لَا تَأْخُذَنَّ عَوْداً وَ لَا هَرِمَةً وَ لَا مَكْسُورَةً وَ لَا مَهْلُوسَةً، وَ لَا ذَاتَ عَوَارٍ، وَ لَا تَأْمَنَنَّ عَلَيْهَا إِلَّا مَنْ تَثِقُ بِدِينِهِ، رَافِقاً بِمَالِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يُوَصِّلَهُ إِلَى وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهُ بَيْنَهُمْ. وَ لَا تُوَكِّلْ بِهَا إِلَّا نَاصِحاً شَفِيقاً وَ أَمِيناً حَفِيظاً، غَيْرَ مُعْنِفٍ وَ لَا مُجْحِفٍ، وَ لَا مُلْغِبٍ وَ لَا مُتْعِبٍ. ثُمَّ احْدُرْ إِلَيْنَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ نُصَيِّرْهُ حَيْثُ أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ، فَإِذَا أَخَذَهَا أَمِينُكَ فَأَوْعِزْ إِلَيْهِ أَلَّا يَحُولَ بَيْنَ نَاقَةٍ وَ بَيْنَ فَصِيلِهَا وَ لَا يَمْصُرَ لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذَلِكَ بِوَلَدِهَا، وَ لَا يَجْهَدَنَّهَا رُكُوباً، وَلْيَعْدِلْ بَيْنَ صَوَاحِبَاتِهَا

ترویع - تخویف
اجتیاز - گذرنا
لاتخدج - بخل نہ کرنا
انعم لک - ہاں کہدے
تعسف - سختی کرنا
ارہاق - سخت برتاؤ کرنا
صدع - مال کو دو حصوں پر تقسیم کرنا
تخییر - اختیار دینا
استقالہ - طلب معافی
عَود - مُسن اونٹ
ہرم - بوڑھے اونٹ
مہلوس - ضعیف
عوار - عیب
مجحف - شدت سے ہنکانے والا
مُلغب - تھکا دینے والا
اُحدُر - تیزی سے لے آؤ
فصیل - بچہ ناقہ
مَصر - سارا دودھ دوھ لینا

(۱) اس وصیت نامہ میں چند دفعات بے پناہ اہمیت کی حامل ہیں جن سے ایک مکمل دستور حکومت تیار کیا جاسکتا ہے اور اسے تمام سربراہان مملکت کے لئے ایک آئیڈیل قرار دیا جاسکتا ہے۔
۱۔ اسلام میں دہشت گردی روا نہیں ہے۔
۲۔ اسلام میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ۳۔ اسلام حقوق میں ایک ذرہ اضافہ کا متحمل نہیں ہے۔ ۴۔ اسلام "مان نہ مان میں تیرا مہمان" کا مخالف ہے۔ ۵۔ اسلام صاحب حق کو حق ادا کرنے میں صاحب اختیار قرار دیتا ہے۔ ۶۔ اسلام جانوروں کے احساسات کو بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ ۷۔ اسلام جانوروں پر بھی ظلم کو روا نہیں رکھتا ہے۔

نہج البلاغہ

علامہ السید الشریف الرضی (طاب ثراہ)

○ ترجمہ، تشریح، تفسیر، تقدیم ○

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی
Tel: 424286 - 4917823 Fax: 4917823

tram page 509
page 797
3/3

نام کتاب: __________ نہج البلاغہ

مترجم: __________ علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

پہلا ایڈیشن (ہندوستان): __________ مارچ ۱۹۹۸ء

پہلا ایڈیشن (پاکستان): __________ مارچ ۱۹۹۹ء

تعداد: __________ ۱۰۰۰

ناشر (ہندوستان): __________ تنظیم المکاتب، لکھنؤ

ناشر (پاکستان): __________ محفوظ بک ایجنسی۔ کراچی

قیمت: __________

ڈیلکس ایڈیشن -/250

سادہ ایڈیشن -/225

ضروری گذارش

پہلے ایڈیشن میں عربی حوالہ جات کے نشانات واضح نہیں ہیں۔ قارئین کی آسانی کے لیے اس ایڈیشن میں نشانات کو ○ دائرے اور اعداد کے ذریعے نمایاں کیا گیا ہے۔

رسمِ ناشرانہ

نہج البلاغہ ـــــــ بابِ مدینۃ العلم اور خطیبِ منبرِ سلونی کے خطبات و مکتوبات پر مشتمل محض ایک جامع کتاب ہی نہیں بلکہ اپنے اسلوبی و فکری ابعادِ ثلاثہ کے اعتبار سے ایک مکمّل جامعہ کا درجہ بھی رکھتی ہے۔

یہ منزلت، اِس کتابِ ادب نصاب اور حکمت مآب کو وحیِ ربّانی اور حدیثِ رسولِ آخر زمانی سے بلاغتاً و فصاحتاً متصل ہونے کے سبب ظہور میں آئی ہے۔

لاریب، اِس کتابِ مظہر العجائب کو تحتِ کلام الخالق و فوق کلام المخلوق سمجھنا ایک علمی دیانت و طہارت کا انسب اظہار ہے۔

علوم و معارفِ امامیہ کی نشر و اشاعت کے ضمن میں محفوظ بک ایجنسی اب بین الاقوامی سطح پر ایک قابلِ اعتماد روایت کی حامل ہو چکی ہے۔ اسی روایت کی استواری و پاسداری میں ادارہ، بعد از قرآن افضل ترین کتاب، نہج البلاغہ کے ایک جدید، عام فہم اور منفرد ترجمے کی اشاعت کی سعادت سے مشرّف ہو رہا ہے۔

عہدِ حاضر میں یہ ترجمہ اہلِ خبر و نظر کے لئے ایک نعمت ہے اور یہ نعمت علامہ سیّد ذیشان حیدر جوّادی مدظلّہ نے مرحمت فرمائی ہے۔

اِس بے مثال کاوش کے توسّط سے علاّمہ سیّد ذیشان حیدر جوّادی مدظلہ ایک لائق و فائق مترجم اور شارح کی حیثیت سے حرف و ظفر کی بزم میں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

رئیس احمد جعفری، مولانا مفتی جعفر حسین اور مرزا یوسف حسین کے تراجم کی اہمیت اپنی جگہ مُسلّم لیکن پیشِ نظر ترجمہ عصری ملحوظات اور محققانہ رسائیوں کے باعث اُردو تراجم کی صف میں ایک امتیازی نوعیت سے باریاب ہوا ہے۔ اِس امتیازی نوعیت میں ترجمے کی زبان نہایت سلیس رکھی گئی ہے۔ الفاظ کی تراکیب اور محاورات سازی سے یکسر گریز کیا گیا ہے۔ خطبات وکلمات کے حوالہ جات کی تحقیقی توسیع کے باوجود احتیاط کو مقدّم رکھا گیا ہے۔

مزید برآں، تاریخی واقعات کو تفہیم وتشریح کی حدوں سے متجاوز ہونے نہیں دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، اِس ترجمے کی سب سے نمایاں فضیلت یہ بھی ہے کہ الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ اور خطبات وکلمات کے جواز اور مقاصد پر بڑی جانگسل محنت کی گئی ہے۔

آخر میں، صاحب نہج البلاغہ کی بارگاہِ برکت پناہ میں، دست بہ دُعا ہوں کہ وہ اپنی توجہ خاص سے علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی مدظلہٗ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے (آمین)

مَیں ادارے کے محترم کرم فرما جناب نصیر ترابی کا بھی انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے اِس ترجمے کے اشاعتی مراحل میں اپنے بے لوث مشوروں سے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

نیازکیش

سیّد عنایت حُسین

فہرستِ مضامین

نہج البلاغۃ : حصہ اوّل

نہج البلاغۃ: حصہ دوم مکاتیب و رسائل، فرامین و عہود، وصایا و نصائح

نہج البلاغۃ: حصہ سوم جوامع الکلم کلمات وحکمات

تشریح طلب کلام

بڑے، اہم اور معمولی معاملات میں عدل و انصاف کی مثالیں قائم کرنا چاہتے تھے۔

(۲۵) خدائے وحدہ لاشریک کا خوف لے کر آگے بڑھو اور خبردار نہ کسی مسلمان کو خوفزدہ کرنا اور نہ کسی کی زمین پر جبراً اپنا گذر کرنا۔ مال حق خدا سے ذرہ برابر زیادہ مت لینا اور جب کسی قبیلہ پر وارد ہونا تو ان کے گھروں میں گھسنے کے بجائے چشمہ اور کنویں پر وارد اس کے بعد سکون و وقار کے ساتھ ان کی طرف جانا اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر سلام کرنا اور سلام کرنے میں بخل سے کام نہ لینا۔ اس کے بعد ان سے کہنا کہ بندگان خدا مجھے تمہاری طرف پروردگار کے ولی اور جانشین نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہارے اموال میں پروردگار کا حق لے لوں تو کیا تمہارے اموال میں کوئی حق اللہ ہے جسے میرے حوالے کر سکو؟ اگر کوئی شخص انکار کر دے تو اس سے تکرار نہ کرنا اور اگر کوئی شخص اقرار کرے تو اس کے ساتھ اس انداز سے جانا کہ نہ کسی کو خوفزدہ کرنا نہ دھمکی دینا۔ نہ سختی کا برتاؤ اور نہ بیجا دباؤ ڈالنا جو سونا یا چاندی دے دیں وہ لے لینا اور اگر چوپایہ یا اونٹ ہوں تو ان کے مرکز پر اچانک بلا اجازت نہ ہو جانا کہ زیادہ حصہ تو مالک ہی کا ہے۔ اس کے بعد جب چوپایوں کے مرکز تک پہونچ جانا تو کسی ظالم و جابر کی طرح داخل نہ ہونا جانور کو بھڑکا دینا اور نہ کسی کو خوفزدہ کر دینا اور مالک کے ساتھ بھی غلط برتاؤ نہ کرنا بلکہ مال کو دو حصہ میں تقسیم کر کے مالک کو دینا اور وہ جس حصہ کو اختیار کر لے اس پر کوئی اعتراض نہ کرنا۔ پھر باقی کو دو حصوں پر تقسیم کرنا اور اسے اختیار دینا اور پھر اس کے اعتراض نہ کرنا۔ یہاں تک کہ اتنا ہی مال باقی رہ جائے جس سے حق خدا ادا ہو سکتا ہے تو اسی کو لے لینا۔ بلکہ اگر کوئی شخص تقسیم پر (ثا)نی کی درخواست کرے تو اسے بھی منظور کر لینا اور سارے مال کو ملا کر پھر پہلے کی طرح تقسیم کرنا اور آخر میں اس بچے مال میں سے حق اللہ (لینا)۔ بس اس کا خیال رکھنا کہ بوڑھا، ضعیف، کمر شکستہ، کمزور اور عیب دار اونٹ نہ لینا اور ان اونٹوں کا امین بھی اسی کو بنانا (جس) کے دین کا اعتبار ہو اور جو مسلمانوں کے مال میں نرمی کا برتاؤ کرتا ہو۔ تاکہ وہ ولی تک مال پہونچا دے اور وہ ان کے درمیان (تقسیم) کر دے۔ اس موضوع پر صرف اسے وکیل بنانا جو مخلص، خدا ترس، امانت دار اور نگراں ہو، نہ سختی کرنے والا ہو نہ ظلم کرنے والا نہ تھکا دینے والا ہو نہ شدت سے دوڑانے والا۔ اس کے بعد جس قدر مال جمع ہو جائے وہ میرے پاس بھیج دینا تاکہ میں امر الٰہی (کے مط)ابق اس کے مرکز تک پہونچا دوں۔

امانت دار کو مال دیتے وقت اس بات کی ہدایت دے دینا کہ خبردار اونٹنی اور اس کے بچہ کو جدا نہ کرے اور سارا دودھ (نکا)ل لے جو بچہ کے حق میں مضر ہو۔ سواری میں بھی شدت سے کام نہ لے اور اس کے اور دوسری اونٹنیوں کے درمیان عدل و (مساو)ات سے کام لے۔

(دنیا) میں کون ایسا سربراہ مملکت ہے جو اپنے احکام کو اتنی شدید پابندیوں میں جکڑ دے اور اپنی رعایا کو اسقدر سہولت دیدے۔ دنیا کے حکام میں تو اس (کا) تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اسلام کے خلفاء میں بھی دور دور تک اس کردار کا پتہ نہیں ملتا ہے اور حکومت کا آغاز ہی جبر (و ظلم) اور اسیری و خانہ سوزی سے ہوتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس وصیت نامہ کو بغور پڑھا جائے اور اس کی ایک ایک دفعہ پر غور کیا جائے تاکہ یہ اندازہ ہو کہ اسلامی سلطنت میں رعایا کا کیا مرتبہ ہوتا ہے۔ (حقوق کی) ادائیگی میں کس قدر سہولت فراہم کی جاتی ہے اور انسانوں کی طرح جانوروں کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

فِي ذٰلِكَ وَ بَيْنَهَا، وَلْيُرَفِّهْ عَلَى اللَّاغِبِ، وَلْيَسْتَأْنِ بِالنَّقِبِ وَ الظَّالِعِ، وَلْيُورِدْهَا مَا تَمُرُّ بِهِ مِنَ الْغُدُرِ، وَ لَا يَعْدِلْ بِهَا عَنْ نَبْتِ الْأَرْضِ إِلَى جَوَادِّ الطُّرُقِ، وَلْيُرَوِّحْهَا فِي السَّاعَاتِ، وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ النِّطَافِ وَالْأَعْشَابِ، حَتَّى تَأْتِيَنَا بِإِذْنِ اللّٰهِ بُدَّناً مُنْقِيَاتٍ، غَيْرَ مُتْعَبَاتٍ وَ لَا مَجْهُودَاتٍ، لِنَقْسِمَهَا عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - فَإِنَّ ذٰلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِكَ وَ أَقْرَبُ لِرُشْدِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

۲۶

و من عهد له (عليه السلام)

الى بعض عماله و قد بعثه على الصدقة

أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي سَرَائِرِ أَمْرِهِ وَ خَفِيَّاتِ عَمَلِهِ، حَيْثُ لَا شَهِيدَ غَيْرُهُ وَ لَا وَكِيلَ دُونَهُ. وَ أَمَرَهُ أَلَّا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ فِيمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ إِلَى غَيْرِهِ فِيمَا أَسَرَّ، وَ مَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهُ وَ عَلَانِيَتُهُ، وَ فِعْلُهُ وَ مَقَالَتُهُ فَقَدْ أَدَّى الْأَمَانَةَ، وَ أَخْلَصَ الْعِبَادَةَ.

وَ أَمَرَهُ أَنْ لَا يَجْبَهَهُمْ وَ لَا يَعْضَهَهُمْ، وَ لَا يَرْغَبَ عَنْهُمْ تَفَضُّلاً بِالْإِمَارَةِ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّهُمُ الْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْأَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوقِ.

وَ إِنَّ لَكَ فِي هٰذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيباً مَفْرُوضاً، وَ حَقّاً مَعْلُوماً، وَ شُرَكَاءَ أَهْلَ مَسْكَنَةٍ وَ ضُعَفَاءَ ذَوِي فَاقَةٍ، وَ إِنَّا مُوَفُّوكَ حَقَّكَ، فَوَفِّهِمْ حُقُوقَهُمْ، وَ إِلَّا تَفْعَلْ فَإِنَّكَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ خُصُوماً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ بُؤْساً لِمَنْ - خَصْمُهُ عِنْدَ اللّٰهِ - الْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاكِينُ وَ السَّائِلُونَ وَالْمَدْفُوعُونَ، وَالْغَارِمُونَ وَابْنُ السَّبِيلِ! وَ مَنِ اسْتَهَانَ بِالْأَمَانَةِ، وَرَتَعَ فِي الْخِيَانَةِ، وَ لَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهُ وَ دِينَهُ عَنْهَا، فَقَدْ أَحَلَّ بِنَفْسِهِ الذُّلَّ وَالْخِزْيَ فِي الدُّنْيَا وَ هُوَ فِي الْآخِرَةِ أَذَلُّ وَ أَخْزَى. وَ إِنَّ أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْأُمَّةِ، وَ أَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْأَئِمَّةِ، وَ السَّلَامُ.

لَاغِب - تھکا ماندہ
لیستان - نرمی کرے
نَقِب - جس کے کھر گھس جائیں
ظالع - لنگڑا
غُدر - جمع غدیر - تالاب
جوادّ الطریق - بے آب و گیاہ راستے
نطاف - مختصر پانی
بُدن - موٹے تگڑے
مُنقیات - تندرست
مجہودات - تھکے ماندے
یَجبَہَہُ - برائی سے پیش آیا
یَعضَہُہُم - پریشان کرنا
یَرغب عنہم - منہ موڑلینا
بوسیٰ - شدت، سختی
خزیٰ - ذلت

(۱) مذکورہ بالا فقرات سے یہ حقیقت بے نقاب ہوجاتی ہے کہ اسلام انسانی نظام ہونے کے ساتھ جانوروں کا بھی خیال رکھتا ہے اور ان پر کسی طرح کا بیجا دباؤ برداشت نہیں کرتا ہے خصوصیت کے ساتھ اگر جانوروں کا تعلق صدقات و خیرات سے ہو تو ان کی اہمیت خود بخود بڑھ جاتی ہے اور ان کا لحاظ مزید واجب ہوجاتا ہے۔

مصادر کتاب ۲۶ دعائم الاسلام ۱ صـ ۲۵۰، انساب الاشراف ۲ صـ ۱۵۹، بحار الانوار ۸ صـ ۶۳۲، جمہرۃ رسائل العرب ۱ ...

ے ماندے اونٹ کو دم لینے کا موقع دے (۵۱) اور جس کے کُھر گھس گئے ہوں یا پاؤں شکستہ ہوں ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔ راستے میں ب پڑیں تو انھیں پانی پینے کے لئے لیجائے اور سرسبز راستوں کو چھوڑ کر بے آب و گیاہ راستوں پر نہ لے جائے وقتاً فوقتاً آرام دیتا ہے اور پانی اور سبزہ کے مقامات پر ٹھہرنے کی مہلت دے یہانتک کہ ہمارے پاس اس عالم میں پہونچیں تو حکم خدا سے تندرست و ئے ہوں۔ تھکے ماندے اور درماندہ نہ ہوں تاکہ ہم کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے مطابق انھیں تقسیم کر سکیں کہ یہ بات تمھارے ے بھی اجر عظیم کا باعث اور ہدایت سے قریب تر ہے۔ انشاء اللہ

۲۶۔ آپ کا عہد نامہ

(بعض عمال کے لئے جنھیں صدقات کی جمع آوری کے لئے روانہ فرمایا تھا)

میں انھیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے پوشیدہ امور اور مخفی اعمال میں بھی اللہ سے ڈرتے رہیں جہاں اس کے علاوہ کوئی دوسرا گواہ اور نگراں نہیں تا ہے اور خبردار ایسا نہ ہو کہ ظاہری معاملات میں خدا کی اطاعت کریں اور مخفی مسائل میں اس کی مخالفت کریں۔ اس لئے کہ جس کے ظاہر و باطن فعل و قول میں اختلاف نہیں ہوتا ہے وہی امانت الٰہی کا ادا کرنے والا اور عبادت الٰہی میں مخلص ہوتا ہے۔

اور پھر حکم دیتا ہوں کہ خبردار لوگوں سے بُرے طریقہ سے پیش نہ آئیں اور انھیں پریشان نہ کریں اور نہ ان سے اظہار اقتدار کے لئے رہ کشی کریں کہ بہر حال یہ سب بھی دینی بھائی ہیں اور حقوق کی ادائیگی میں مدد کرنے والے ہیں۔

دیکھو ان صدقات میں تمھارا حصہ معین ہے اور تمھارا حق معلوم ہے لیکن فقراء و مساکین اور فاقہ کش افراد بھی اس حق میں تمھارے ریک ہیں۔ ہم تمھیں تمھارا پورا حق دینے والے ہیں لہٰذا تمھیں بھی ان کا پورا حق دینا ہوگا کہ اگر ایسا نہیں کروگے تو قیامت کے سب سے زیادہ دشمن تمھارے ہوں گے اور سب سے زیادہ بدبختی اسی کے لئے ہے جس کے دشمن بارگاہ الٰہی میں فقراء۔ اکین۔ سائلین۔ محرومین۔ مقروض اور غربت زدہ مسافر ہوں اور جس شخص نے بھی امانت کو معمولی تصور کیا اور خیانت کی چراگاہ میں ل ہوگیا اور اپنے نفس اور دین کو خیانت کاری سے نہیں بچایا۔ اس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلت اور رسوائی کی منزل میں اُتار دیا آخرت میں تو ذلت و رسوائی اس سے بھی زیادہ ہے اور یاد رکھو کہ بدترین خیانت امت کے ساتھ خیانت ہے اور بدترین فریب کاری براہ دین کے ساتھ فریب کاری کا برتاؤ ہے۔!

(۵۱) دنیا کے تمام حکام کو یہ احساس پیدا ہو جائے کہ فقراء و مساکین اس دنیا میں بے آسرا اور بے سہارا ہیں لیکن آخرت میں ان کا بھی والی و وارث رود ہے اور وہاں کسی صاحب اقتدار کا اقتدار کام آنے والا نہیں ہے۔ عدالت الٰہیہ میں شخصیات کا کوئی اثر نہیں ہے ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب ہوگا اور اس کے مواخذہ اور محاسبہ کا سامنا کرنا ہوگا۔ وہاں نہ کسی کی کرسی کام آسکتی ہے اور نہ کسی کا تخت و تاج۔

افراد کے ساتھ خیانت تو برداشت بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ انفرادی معاملہ ہوتا ہے اور اسے افراد معاف کر سکتے ہیں لیکن قوم و ملت کے ساتھ خیانت ل برداشت ہے کہ اس کی مدعی تمام امت ہو گی اور اتنے بڑے مقدمہ کا سامنا کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔

٢٧

و من عهد له (عليه السلام)

الى محمد بن أبي بكر - رضي الله عنه - حين قلده مصر:

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ، حَتَّىٰ لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ، وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ. فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ يُسَائِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهِ عَنِ الصَّغِيرَةِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيرَةِ، وَالظَّاهِرَةِ وَالْمَسْتُورَةِ، فَإِنْ يُعَذِّبْ فَأَنْتُمْ أَظْلَمُ، وَإِنْ يَعْفُ فَهُوَ أَكْرَمُ. وَاعْلَمُوا عِبَادَاللّٰهِ أَنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَ آجِلِ الْآخِرَةِ، فَشَارَكُوا أَهْلَ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ، وَ لَمْ يُشَارِكُوا أَهْلَ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ؛ سَكَنُوا الدُّنْيَا بِأَفْضَلِ مَا سُكِنَتْ، وَأَكَلُوهَا بِأَفْضَلِ مَآ أُكِلَتْ، فَحَظُوا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُونَ، وَأَخَذُوا مِنْهَا مَا أَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُونَ؛ ثُمَّ انْقَلَبُوا عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبَلِّغِ، وَالْمَتْجَرِ الرَّابِحِ. أَصَابُوا لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ. وَتَيَقَّنُوا أَنَّهُمْ جِيرَانُ اللّٰهِ غَداً فِي آخِرَتِهِمْ. لَا تُرَدُّ لَهُمْ دَعْوَةٌ، وَلَا يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنْ لَذَّةٍ. فَاحْذَرُوا عِبَادَاللّٰهِ الْمَوْتَ وَقُرْبَهُ، وَأَعِدُّوا لَهُ عُدَّتَهُ، فَإِنَّهُ يَأْتِي بِأَمْرٍ عَظِيمٍ، وَخَطْبٍ جَلِيلٍ، بِخَيْرٍ لَايَكُونُ مَعَهُ شَرٌّ أَبَداً، أَوْ شَرٍّ لَايَكُونُ مَعَهُ خَيْرٌ أَبَداً. فَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ مِنْ عَامِلِهَا! وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا! وَأَنْتُمْ طُرَدَاءُ الْمَوْتِ، إِنْ أَقَمْتُمْ لَهُ أَخَذَكُمْ، وَإِنْ فَرَرْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ، وَهُوَ أَلْزَمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ. الْمَوْتُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيكُمْ؛ وَالدُّنْيَا تُطْوَىٰ مِنْ خَلْفِكُمْ. فَاحْذَرُوا نَاراً قَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَحَرُّهَا شَدِيدٌ، وَعَذَابُهَا جَدِيدٌ. دَارٌ لَيْسَ فِيهَا رَحْمَةٌ، وَلَا تُسْمَعُ فِيهَا دَعْوَةٌ، وَلَا تُفَرَّجُ فِيهَا كُرْبَةٌ. وَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ يَشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللّٰهِ، وَأَنْ يَحْسُنَ ظَنُّكُمْ بِهِ، فَاجْمَعُوا بَيْنَهُمَا، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِنَّمَا يَكُونُ حُسْنُ ظَنِّهِ بِرَبِّهِ عَلَىٰ قَدْرِ خَوْفِهِ مِنْ رَبِّهِ، وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ ظَنّاً بِاللّٰهِ أَشَدُّهُمْ خَوْفاً لِلّٰهِ.

وَاعْلَمْ - يَا مُحَمَّدُ بْنَ أَبِي بَكْرٍ - أَنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ أَعْظَمَ أَجْنَادِي فِي

آسِ - برابر کا برتاؤ کرنا
حَیف - ظلم
مُترَف - عیش پرست
نواصی - جمع ناصیہ (پیشانی)

(۱) مورخین کا بیان ہے کہ سرکار دو عالم اپنے اصحاب کو برابر ہدایت دیتے رہتے تھے کہ خبردار کوئی میرے پیچھے پیچھے نہ چلے اور محفل میں غیر ضروری قیام نہ کرے اور ایسے القاب و آداب سے نہ پکارے جس سے سلاطین زمانہ کو یاد کیا جاتا ہے - کہ یہ ساری باتیں انسان کے نفس میں غرور پیدا کرتی ہیں اور وہ راستہ سے ہٹ جاتا ہے اور اپنے کو سماج سے الگ اور بالاتر تصور کرنے لگتا ہے

ظاہر ہے کہ ان باتوں کا امکان معصوم کی زندگی میں نہیں ہوتا ہے لیکن قائد کا فرض ہے کہ پہلے احکام کو اپنی ذات پر منطبق کرے - اس کے بعد دوسروں کو پابند بنائے ورنہ احکام ایک نظریہ کی شکل اختیار کرلیں گے اور ان پر عمل کرنے والا پیدا نہ ہوگا -

امت کی عملی رہنمائی قائد معصوم نہ کرے گا تو کون کرے گا اور اسے اسوۂ حسنہ کہاں سے حاصل ہوگا -

---

مصادر کتاب ۲۷ الغارات، تحف العقول ص۱۷۶، المجالس المفید ص۲۶۳، الامالی طوسی ۱ ص۲۴، بشارۃ المصطفیٰ طبری ص۵۲، مجموعہ شیخ ورام ص۱۲، جمہرۃ رسائل العرب ۱ ص۴۸۷، تاریخ طبری ۶ ص۳۲۲۶، امالی مفید،

۲۷۔ آپ کا عہد نامہ

(محمد بن ابی بکر کے نام ۔ جب انھیں مصر کا حاکم بنایا گیا)

لوگوں کے سامنے اپنے شانوں کو جھکا دینا اور اپنے برتاؤ کو نرم رکھنا۔ کشادہ روئی سے پیش آنا اور نگاہ و نظر میں بھی سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنا تاکہ بڑے آدمیوں کو یہ خیال نہ پیدا ہو جائے کہ تم ان کے مفاد میں ظلم کر سکتے ہو اور کمزوروں کو تمہارے انصاف کی طرف سے مایوسی نہ ہو جائے۔ پروردگار روز قیامت تمام بندوں سے ان کے تمام چھوٹے اور بڑے ظاہر اور مخفی اعمال کے بارے میں محاسبہ کرے گا۔ اس کے بعد اگر وہ عذاب کرے گا تو تمہارے ظلم کا نتیجہ ہوگا اور اگر معاف کر دے گا تو اس کے کرم کا نتیجہ ہوگا۔

بندگان خدا! یاد رکھو کہ پرہیزگار افراد دنیا اور آخرت کے فوائد لے کر آگے بڑھ گئے۔ وہ اہل دنیا کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک رہے لیکن اہل دنیا ان کی آخرت میں شریک نہ ہو سکے۔ وہ دنیا میں بہترین انداز[1] سے زندگی گذارتے رہے۔ جو سب نے کھایا اس سے اچھا پاکیزہ کھانا کھایا اور وہ تمام لذتیں حاصل کر لیں جو عیش پرست حاصل کرتے ہیں اور وہ سب کچھ پالیا جو جابر اور متکبر افراد کے حصہ میں آتا ہے۔ اس کے بعد وہ زاد راہ لے کر گئے جو منزل تک پہونچادے اور وہ تجارت کر کے گئے جس میں فائدہ ہی فائدہ ہو۔ دنیا میں رہ کر دنیا کی لذت حاصل کی اور یہ یقین رکھے رہے کہ آخرت میں پروردگار کے جوار رحمت میں ہوں گے۔ جہاں نہ ان کی آواز ٹھکرائی جائے گی اور نہ کسی لذت میں ان کے حصہ میں کوئی کمی ہوگی۔

بندگان خدا! موت اور اس کے قرب سے ڈرو اور اس کے لئے سروسامان مہیا کر لو۔ کہ وہ ایک عظیم امر اور بڑے حادثہ کے ساتھ آنے والی ہے۔ ایسے خیر کے ساتھ جس میں کوئی شر نہ ہو یا ایسے شر کے ساتھ جس میں کوئی خیر نہ ہو[2]۔ جنت یا جہنم کی طرف ان کے لئے عمل کرنے والوں سے زیادہ قریب تر کون ہو سکتا ہے۔ تم وہ ہو جس کا موت مسلسل پیچھا کئے ہوئے ہے۔ تم ٹھہر جاؤ گے تب بھی تمہیں پکڑ لے گی اور فرار کرو گے تب بھی اپنی گرفت میں لے لے گی۔ وہ تمہارے ساتھ تمہارے سایہ سے زیادہ چپکی ہوئی ہے۔ اسے تمہاری پیشانیوں کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے اور دنیا تمہارے پیچھے سے برابر لپیٹی جا رہی ہے۔ اس جہنم سے ڈرو جس کی گہرائی بہت دور تک ہے اور اس کی گرمی بیحد شدید ہے اور اس کا عذاب بھی برابر تازہ بہ تازہ ہوتا رہے گا۔

وہ گھر ایسا ہے جہاں نہ رحمت کا گذر ہے اور نہ وہاں کوئی فریاد سنی جاتی ہے اور نہ کسی رنج و غم کی کشائش کا کوئی امکان ہے۔ اگر تم لوگ یہ کر سکتے ہو کہ تمہارے دل میں خوف خدا شدید ہو جائے اور تمہیں اس سے حسن ظن حاصل ہو جائے تو ان دونوں کو جمع کر لو کہ بندہ کا حسن ظن اتنا ہی ہوتا ہے جتنا خوف خدا ہوتا ہے اور بہترین حسن ظن رکھنے والا وہی ہے جس کے دل میں شدید ترین خوف خدا پایا جاتا ہو۔

محمد بن ابی بکر! یاد رکھو کہ میں نے تم کو اپنے بہترین لشکر۔ اہل مصر پر حاکم قرار دیا ہے۔

---

[1] بہترین زندگی سے مراد قصر شاہی میں قیام اور لذیذ ترین غذائیں نہیں ہیں۔ بہترین زندگی سے مراد وہ تمام اسباب ہیں جن سے زندگی گذر جائے اور انسان کسی حرام اور ناجائز کام میں مبتلا نہ ہو۔

[2] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آخرت میں یا صرف خیر ہے یا صرف شر اور مخلوط اعمال والوں کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ آخرت کے ثواب و عذاب کا فلسفہ یہی ہے کہ اس میں کسی طرح کا اختلاط و امتزاج نہیں ہے۔ دنیا کے ہر آرام میں تکلیف شامل ہے اور ہر تکلیف میں آرام کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہے لیکن آخرت میں عذاب کا ایک لمحہ بھی وہ ہے جس میں کسی راحت کا تصور نہیں ہے اور ثواب کا ایک لمحہ بھی وہ ہے جس میں کسی تکلیف کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ اس عذاب سے ڈرے اور اس ثواب کا انتظام کرے۔

نَفْسِي أَهْلَ مِصْرَ، فَأَنْتَ مَحْقُوقٌ أَنْ تُخَالِفَ عَلَى نَفْسِكَ، وَأَنْ تُنَافِحَ عَنْ دِينِكَ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَكَ إِلَّا سَاعَةٌ مِنَ الدَّهْرِ، وَلَا تُسْخِطِ اللّٰهَ بِرِضَىٰ أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ، فَإِنَّ فِي اللّٰهِ خَلَفاً مِنْ غَيْرِهِ، وَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ خَلَفٌ فِي غَيْرِهِ.

صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا الْمُؤَقَّتِ لَهَا، وَلَا تُعَجِّلْ وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ، وَلَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ. وَاعْلَمْ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ.

و منه: فَإِنَّهُ لَا سَوَاءٌ، إِمَامُ الْهُدَىٰ وَإِمَامُ الرَّدَىٰ، وَوَلِيُّ النَّبِيِّ، وَعَدُوُّ النَّبِيِّ، وَلَقَدْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ـ: «إِنِّي لَا أَخَافُ عَلَىٰ أُمَّتِي مُؤْمِناً وَلَا مُشْرِكاً: أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللّٰهُ بِإِيمَانِهِ، وَأَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللّٰهُ بِشِرْكِهِ. وَلٰكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ، عَالِمِ اللِّسَانِ، يَقُولُ مَا تَعْرِفُونَ، وَيَفْعَلُ مَا تُنْكِرُونَ».

۲۸

و من كتابه له (عليه السلام)

إلى معاوية جواباً، قال الشريف: و هو من محاسن الكتب.

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيهِ اصْطِفَاءَ اللّٰهِ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِدِينِهِ، وَتَأْيِيدَهُ إِيَّاهُ بِمَنْ أَيَّدَهُ بِهِ مِنْ أَصْحَابِهِ؛ فَلَقَدْ خَبَّأَ لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَباً، إِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُنَا بِبَلَاءِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ عِنْدَنَا، وَنِعْمَتِهِ عَلَيْنَا فِي نَبِيِّنَا، فَكُنْتَ فِي ذٰلِكَ كَنَاقِلِ التَّمْرِ إِلَىٰ هَجَرَ[1]، أَوْ دَاعِي مُسَدِّدِهِ إِلَى النِّضَالِ. وَزَعَمْتَ أَنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ؛ فَذَكَرْتَ أَمْراً إِنْ تَمَّ اعْتَزَلَكَ كُلُّهُ، وَإِنْ نَقَصَ لَمْ يَلْحَقْكَ ثَلْمُهُ. وَمَا أَنْتَ وَالْفَاضِلَ وَالْمَفْضُولَ، وَالسَّائِسَ وَالْمَسُوسَ!

وَمَا لِلطُّلَقَاءِ وَأَبْنَاءِ الطُّلَقَاءِ، وَالتَّمْيِيزَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، وَتَرْتِيبَ دَرَجَاتِهِمْ، وَتَعْرِيفَ طَبَقَاتِهِمْ! هَيْهَاتَ لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا، وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيهَا مَنْ عَلَيْهِ

مَنَافَحہ ۔ دفاع
یقمعُہ ۔ مغلوب کر دیتا ہے
منافق الجنان ۔ جو دل میں نفاق چھپائے رہے
عالم اللسان ۔ عالم بے عمل
خَبَأَ ۔ چھپا کر رکھا ہے
طفقت ۔ شروع کر دیا ہے
بلاء ۔ احسان
ہجر ۔ بحرین کا ایک شہر ہے جہاں خرمے بکثرت پیدا ہوتے ہیں
مسدد ۔ استاذ
نِضال ۔ مقابلہ تیر اندازی
اعتزال ۔ الگ کر دینا
ثلمہ ۔ عیب
طلقاء ۔ فتح مکہ کے آزاد کردہ
حنّ ۔ آواز دینے لگے
قِدح ۔ تیر

(۱) یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو بصرہ سامان خریدنے گیا تھا اور اسے کوئی مناسب سامان نہ ملا تو خرمہ لے کر چلا آیا جس کی ہجر میں بہتات تھی اور بیچنے کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ ساری کھجوریں برباد ہو گئیں اور کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔

مصادر کتاب ۲۸ فتوح اعثم کوفی ۲ ص ۹۶۱، صبح الاعشیٰ قلقشندی ۱ ص ۲۲۹، نہایۃ الارب ۷ ص ۲۳۳، انساب الاشراف ۲ ص ۲۷۹، جمہرۃ رسائل العرب، احتجاج طبرسیؒ ص ۹۵، تذکرۃ الخواص ص ۳۷، العقد الفرید ۱ ص ۳۲۶، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۸۸، المستقصیٰ زمخشری ۲ ص ۹۹، مجمع الامثال میدانی ۱ ص ۳۰۵، بحار الانوار ۸ ص ۱۳

اب تم سے مطالبہ یہ ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرنا اور اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہیے تمہارے لئے دنیا میں صرف ایک ہی [عت] باقی رہ جائے اور کسی مخلوق کو خوش کر کے خالق کو ناراض نہ کرنا کہ خدا ہر ایک کے بدلے کام آسکتا ہے لیکن اس کے بدلے [ی] کام نہیں آسکتا ہے۔

نماز اس کے مقررہ اوقات میں ادا کرنا۔ نہ ایسا ہو کہ فرصت حاصل کرنے کے لئے پہلے ادا کر لو اور نہ ایسا ہو کہ مشغولیت کی بنا پر تاخیر [ر]دو۔ یاد رکھو کہ تمہارے ہر عمل کو نماز کا پابند ہونا چاہیئے۔

— یاد رکھو کہ امام ہدایت اور پیشوائے ہلاکت ایک جیسے نہیں ہو سکتے ہیں۔ نبی کا دوست اور دشمن یکساں نہیں ہوتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے [ر]د مجھ سے فرمایا ہے کہ "میں اپنی امت کے بارے میں نہ کسی مومن سے خوفزدہ ہوں اور نہ مشرک سے۔ مومن کو اللہ اس کے ایمان کی بنا پر [ر]ائی سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک کی بنا پر مغلوب کر دے گا۔ سارا خطرہ ان لوگوں سے ہے جو زبان کے عالم ہوں [او]ر دل کے منافق۔ کہتے وہی ہیں جو تم سب پہچانتے ہو اور کرتے وہ ہیں جسے تم برا سمجھتے ہو"۔

۲۸۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے خط کے جواب میں جو بقول سید رضیؒ آپ کا بہترین خط ہے)

امابعد! میرے پاس تمہارا خط آیا ہے جسے تم نے رسول اکرمؐ کے دین خدا کے لئے منتخب ہونے اور آپ کے پروردگار کی طرف سے اصحاب [کے] ذریعہ موید ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن یہ تو ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے جو زمانے نے تمہاری طرف سے چھپا کر رکھی تھی کہ تم ہم کو ان احسانات [کی] اطلاع دے رہے ہو جو پروردگار نے ہمارے ہی ساتھ کئے ہیں اور اس نعمت کی خبر دے رہے ہو جو ہمارے ہی پیغمبرؐ کو ملی ہے۔ [گو]یا کہ تم مقام ہجر کی طرف خرمے بھیج رہے ہو یا استاد کو تیراندازی کی دعوت دے رہے ہو۔ (۱)

اس کے بعد تمہارا خیال ہے کہ فلاںؓ اور فلاں تمام افراد سے بہتر تھے تو یہ تو ایسی بات ہے کہ اگر صحیح بھی ہو تو اس کا تم سے کوئی [تع]لق نہیں ہے اور اگر غلط بھی ہو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ تمہارا اس فاضل و مفضول، حاکم و رعایا کے مسئلہ سے کیا تعلق ہے۔ بھلا [آ]زاد کردہ اور ان کی اولاد کو مہاجرین اولین کے درمیان امتیاز قائم کرنے۔ ان کے درجات کا تعین کرنے اور ان کے طبقات [کے] پہچنوانے کا حق کیا ہے (یہ تو اس وقت مسلمان بھی نہیں تھے) افسوس کہ جوئے کے تیروں کے ساتھ باہر کے تیر بھی آواز نکالنے لگے [او]ر مسائل میں وہ لوگ بھی کرنے لگے جن کے خلاف خود ہی فیصلہ ہونے والا ہے۔

[۱] معاویہ نے یہ خط ابوامامہ باہلی کے ذریعہ بھیجا تھا اور اس میں متعدد مسائل کی طرف اشارہ کیا تھا۔ سب سے بڑا مسئلہ حضرات شیخین کے فضائل کا تھا کہ حضرت علیؑ کے ساتھ اکثریت انھیں افراد کی تھی جو آپ کو سلسلہ سے چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے تھے۔ اب اگر آپ ان کے بارے میں اپنی صحیح رائے کا اظہار کردیں تو قوم بدظن ہو جائے گی اور معاشرہ میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا اور اگر ان کے فضائل کا اقرار کرلیں تو گویا ان تمام کلمات کی تکذیب کردی جو کل تک اپنی فضیلت یا مظلومیت کے بارے میں بیان کرتے تھے۔

حضرت نے اس حساس صورت حال کا بخوبی اندازہ کر لیا اور واضح جواب دینے کے بجائے معاویہ کو اس مسئلہ سے الگ رہنے کی تلقین فرمائی اور اسے اس کی اوقات سے بھی باخبر کر دیا کہ یہ مسئلہ صدر اسلام کا ہے اور اس وقت تو تمہارا باپ بھی مسلمان نہیں تھا تمہارا کیا ذکر ہے؟ لہٰذا ایسے مسائل [م]یں تمھیں رائے دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ یہ بہر حال ثابت ہو جاتا ہے کہ ان فضائل میں تمہارے خاندان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔!

الْحُكْمُ لَهَا! أَلَا تَرْبَعُ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ عَلَى ظَلْعِكَ، وَ تَعْرِفُ قُصُورَ ذَرْعِكَ، وَ تَتَأَخَّرُ حَيْثُ أَخَّرَكَ الْقَدَرُ! فَمَا عَلَيْكَ غَلَبَةُ الْمَغْلُوبِ، وَ لَا ظَفَرُ الظَّافِرِ!

وَ إِنَّكَ لَذَهَّابٌ فِي التِّيهِ، رَوَّاغٌ عَنِ الْقَصْدِ. أَلَا تَرَى - غَيْرَ مُخْبِرٍ لَكَ، وَ لٰكِنْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ أُحَدِّثُ - أَنَّ قَوْماً اسْتُشْهِدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالَى مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ، وَ لِكُلٍّ فَضْلٌ، حَتَّى إِذَا اسْتُشْهِدَ شَهِيدُنَا قِيلَ: سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ، وَ خَصَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - بِسَبْعِينَ تَكْبِيرَةً عِنْدَ صَلَاتِهِ عَلَيْهِ! أَوَلَا تَرَى أَنَّ قَوْماً قُطِّعَتْ أَيْدِيهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ - وَ لِكُلٍّ فَضْلٌ - حَتَّى إِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ، قِيلَ: «الطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ وَ ذُو الْجَنَاحَيْنِ!» وَ لَوْ لَا مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ، لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً، تَعْرِفُهَا قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ، وَ لَا تَمُجُّهَا آذَانُ السَّامِعِينَ. فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ، فَإِنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَا، وَ النَّاسُ بَعْدُ صَنَائِعُ لَنَا.[1]

لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيمُ عِزِّنَا وَ لَا عَادِيُّ طَوْلِنَا عَلَى قَوْمِكَ أَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِأَنْفُسِنَا، فَنَكَحْنَا وَ أَنْكَحْنَا، فِعْلَ الْأَكْفَاءِ، وَ لَسْتُمْ هُنَاكَ! وَ أَنَّى يَكُونُ ذٰلِكَ وَ مِنَّا النَّبِيُّ وَ مِنْكُمُ الْمُكَذِّبُ، وَ مِنَّا أَسَدُ اللّٰهِ وَ مِنْكُمْ أَسَدُ الْأَحْلَافِ وَ مِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ مِنْكُمْ صِبْيَةُ النَّارِ، وَ مِنَّا خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ، وَ مِنْكُمْ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ، فِي كَثِيرٍ مِمَّا لَنَا وَ عَلَيْكُمْ!

فَإِسْلَامُنَا قَدْ سُمِعَ، وَ جَاهِلِيَّتُنَا لَا تُدْفَعُ، وَ كِتَابُ اللّٰهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَذَّ عَنَّا، وَ هُوَ قَوْلُهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى: (وَ أُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ) وَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ)، فَنَحْنُ مَرَّةً أَوْلَى بِالْقَرَابَةِ، وَ تَارَةً أَوْلَى بِالطَّاعَةِ. وَ لَمَّا احْتَجَّ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى

ظلع - لنگڑا پن
ذرع - ہاتھ - وسعت ید
تیہ - گراہی
رواغ - شدت سے انحراف کرنے والا
قصد - میانہ روی
شہیدنا - جناب حمزہؑ
واحدنا - حضرت جعفر طیارؑ
جمّۃ - کثیر
مجّ - پھینک دیا
رمیّۃ - شکار
صنائع - ساختہ و پرداختہ
طول - کرم
اکفاء - برابر والے
مکذّب - ابوجہل
اسد اللہ - حضرت حمزہؑ
اسد الاحلاف - ابوسفیان جس نے رسول اکرمؐ کے خلاف احزاب سے حلف لیا تھا
صبیۃ النار - اولاد مروان (بقول مرسل اعظمؐ)
حمالۃ الحطب - ام جمیل (معاویہ کی پھوپھی)
لاتدفع - ناقابل انکار ہے

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہلبیتؑ پر پروردگار عالم نے براہ راست احسانات کیے ہیں اور انھیں اپنے دین اور اپنے احکام کے لیے منتخب قرار دیا ہے اور اس کے بعد تمام افراد تک کرم پروردگار انھیں کے ذریعہ پہنچا ہے اور سب انھیں کے شرمندۂ احسان ہیں کہ اگر یہ گھرانا نہ ہوتا تو کسی کو اسلام بھی نہ ہوتا دیگر فضائل و کمالات کا کیا تذکرہ ہے۔

اے شخص تو اپنے لنگڑے پن کو دیکھ کر اپنی حد پر ٹھہرتا کیوں نہیں ہے اور اپنی کوتاہ دستی کو سمجھتا کیوں نہیں ہے اور جہاں قضا و قدر نے رکھ دیا ہے وہیں پیچھے ہٹ کر جاتا کیوں نہیں ہے۔ تجھے کسی مغلوب کی شکست یا غالب کی فتح سے کیا تعلق ہے۔

تو تو ہمیشہ گمراہیوں میں ہاتھ پاؤں مارنے والا اور درمیانی راہ سے انحراف کرنے والا ہے۔ میں تجھے با خبر نہیں کر رہا ہوں بلکہ نعمت خدا کا تذکرہ کر رہا ہوں ورنہ کیا تجھے نہیں معلوم ہے کہ مہاجرین و انصار کی ایک بڑی جماعت نے راہ خدا میں جانیں دی ہیں اور سب صاحبانِ فضل ہیں لیکن جب ہمارا کوئی شہید ہوا ہے تو اسے سید الشہدا کہا گیا ہے اور رسول اکرمؐ نے اس کے جنازہ کی نماز میں ستر تکبیریں کہی ہیں۔ اسی طرح تجھے معلوم ہے کہ راہ خدا میں بہت سوں کے ہاتھ کٹے ہیں اور صاحبانِ شرف ہیں لیکن جب ہمارے آدمی کے ہاتھ کٹ گئے تو اسے جنت میں طیّار اور ذوالجناحین بنا دیا گیا اور اگر پروردگار نے اپنے منھ سے اپنی تعریف سے منع نہ کیا ہوتو بیان کرنے والا بیشمار فضائل بیان کرتا جنھیں صاحبانِ ایمان کے دل پہچانتے ہیں اور سننے والوں کے کان بھی الگ نہیں کرنا چاہتے۔ چھوڑو ان کا ذکر جن کا تیر نشانہ سے خطا کرنے والا ہے۔ ہمیں دیکھو جو پروردگار کے براہ راست ساختہ و پرداختہ ہیں اور باقی لوگ ہمارے احسانات کا نتیجہ ہیں (۱)۔ ہماری قدیمی عزت اور تمھاری قوم پر برتری ہمارے لئے اس امر سے مانع نہیں ہوئی کہ ہم نے تم کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تو تم سے رشتے[1] لئے اور تمھیں رشتے دئے جو عام سے برابر کے لوگوں میں کیا جاتا ہے اور تم ہمارے برابر کے نہیں ہو اور ہو بھی کس طرح سکتے ہو جب کہ ہم میں سے رسول اکرمؐ ہیں اور تم میں سے ان کی تکذیب کرنے والا۔ ہم میں اسد اللہ ہیں اور تم میں اسد الاحلاف۔ ہم میں سردارانِ جوانانِ جنت ہیں اور تم میں جہنمی لڑکے۔ ہم میں سیدۃ نساء العالمین ہیں اور تم میں حمّالۃ الحطب اور ایسی بیشمار چیزیں ہیں جو ہمارے حق میں ہیں اور تمھارے خلاف ــــ ہمارا اسلام بھی مشہور ہے اور ہمارا قبل اسلام کا شرف بھی ناقابلِ انکار ہے اور کتاب خدا نے ہمارے منتشر اوصاف کو جمع کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر کہ "قرابت دار بعض بعض کے لئے اولیٰ ہیں" اور یہ کہہ کر کہ "ابراہیم کے لئے زیادہ قریب تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کا اتباع کیا ہے اور یہ پیغمبرؐ اور صاحبانِ ایمان اور اللہ صاحبانِ ایمان کا ولی ہے"۔ یعنی ہم قرابت کے اعتبار سے بھی اولیٰ ہیں اور اطاعت و اتباع کے اعتبار سے بھی۔ اس کے بعد جب مہاجرین نے انصار کے خلاف روز سقیفہ قرابت پیغمبرؐ سے استدلال کیا اور کامیاب بھی ہو گئے ــــ تو

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے اپنے ہاتھ کی پروردہ لڑکیوں کا عقد بنی امیہ میں کر دیا اور ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے خود عقد کر لیا حالانکہ عام طور سے لوگ رشتوں کے لئے برابری تلاش کرتے ہیں۔ مگر چونکہ اسلام نے ظاہری کلمہ کو کافی قرار دیا ہے لہٰذا ہم نے بھی رشتہ داری قائم کر لی اور تمھاری اوقات کا خیال نہیں کیا تاکہ مذہب سماج پر حاکم رہے اور سماج مذہب پر حکومت نہ کرنے پائے۔

الأَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيفَةِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - فَلَجُوا عَلَيْهِمْ، فَإِنْ يَكُنِ الْفَلَجُ بِهِ فَالْحَقُّ لَنَا دُونَكُمْ، وَ إِنْ يَكُنْ بِغَيْرِهِ فَالأَنْصَارُ عَلَىٰ دَعْوَاهُمْ.[۱]

وَ زَعَمْتَ أَنِّي لِكُلِّ الْخُلَفَاءِ حَسَدْتُ، وَ عَلَىٰ كُلِّهِمْ بَغَيْتُ، فَإِنْ يَكُنْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَلَيْسَتِ الْجِنَايَةُ عَلَيْكَ، فَيَكُونَ الْعُذْرُ إِلَيْكَ.

وَ تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا

وَ قُلْتَ: إِنِّي كُنْتُ أُقَادُ كَمَا يُقَادُ الْجَمَلُ الْمَخْشُوشُ حَتَّىٰ أُبَايِعَ؛ وَلَعَمْرُ اللّٰهِ لَقَدْ أَرَدْتَ أَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ، وَ أَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ! وَ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَةٍ فِي أَنْ يَكُونَ مَظْلُوماً مَا لَمْ يَكُنْ شَاكّاً فِي دِينِهِ، وَ لَا مُرْتَاباً بِيَقِينِهِ! وَ هٰذِهِ حُجَّتِي إِلَىٰ غَيْرِكَ قَصْدُهَا، وَلٰكِنِّي أَطْلَقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا سَنَحَ مِنْ ذِكْرِهَا.

ثُمَّ ذَكَرْتَ مَا كَانَ مِنْ أَمْرِي وَ أَمْرِ عُثْمَانَ، فَلَكَ أَنْ تُجَابَ عَنْ هٰذِهِ لِرَحِمِكَ مِنْهُ، فَأَيُّنَا كَانَ أَعْدَىٰ لَهُ، وَ أَهْدَىٰ إِلَىٰ مَقَاتِلِهِ! أَمَّنْ بَذَلَ لَهُ نُصْرَتَهُ فَاسْتَقْعَدَهُ وَ اسْتَكَفَّهُ، أَمَّنِ اسْتَنْصَرَهُ فَتَرَاخَىٰ عَنْهُ وَ بَثَّ الْمَنُونَ إِلَيْهِ، حَتَّىٰ أَتَىٰ قَدَرُهُ عَلَيْهِ. كَلَّا وَ اللّٰهِ (لَقَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَ الْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَ لَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلاً). وَ مَا كُنْتُ لِأَعْتَذِرَ مِنْ أَنِّي كُنْتُ أَنْقِمُ عَلَيْهِ أَحْدَاثاً؛ فَإِنْ كَانَ الذَّنْبُ إِلَيْهِ إِرْشَادِي وَ هِدَايَتِي لَهُ، فَرُبَّ مَلُومٍ لَا ذَنْبَ لَهُ.

وَ قَدْ يَسْتَفِيدُ الظِّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ

وَ مَا أَرَدْتُ (إِلَّا الإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ إِلَيْهِ أُنِيبُ). وَ ذَكَرْتَ أَنَّهُ لَيْسَ لِي وَ لِأَصْحَابِي عِنْدَكَ إِلَّا السَّيْفُ، فَلَقَدْ أَضْحَكْتَ بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ! مَتَىٰ أُلْفِيَتْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الأَعْدَاءِ نَاكِلِينَ، وَ بِالسَّيْفِ مُخَوَّفِينَ؟!

فلجوا علیہم - فاتح ہوگئے
فلج - کامیابی
شکاۃ - کمزوری
ظاہر عنک - بعید
مخشوش - جس کی ناک میں نکیل ڈال دی جائے
غضاضہ - نقص
سنح - ظاہر ہوا
رحم - قرابت
اعدیٰ - شدید دشمن
مقاتل - میدان قتال
استقعدہ - بیٹھنے کا مطالبہ کیا
استکفہ - روک دیا
بث المنون - موت کا رخ موڑ دیا
معوقین - منع کرنے والے
کنت انقم علیہ - عیب لگاتا تھا
احداث - بدعتیں
ظنۃ - تہمت
متنصح - نصیحت کرنے والا
استعبار - گریہ
الفیت - پایا
ناکلین - پیچھے ہٹنے والے

[۱] مقصد یہ ہے کہ خلافت کوئی لوٹ مار اور دھوکہ دھڑی کا کاروبار نہیں ہے - اس کے دو ہی معیار ہوسکتے ہیں یا قرابت رسولؐ یا اطاعت و اتباع رسولؐ جیسا کہ قرآن مجید نے اولویت کے ذیل میں گذشتہ دو آیات میں اشارہ کیا ہے اور ہم دونوں ہی اعتبار سے اولویت کے حقدار ہیں - نہ ہم سے زیادہ کوئی رسول اللہ سے قربت و قرابت رکھنے والا ہے اور نہ ہم سے بہتر کوئی اطاعت و اتباع کرنے والا ہے۔

اگر کامیابی کا راز یہی ہے تو حق ہمارے ساتھ ہے نہ کہ تمھارے ساتھ اور اگر کوئی اور دلیل ہے تو انصار کا دعویٰ باقی ہے۔[1]

تمھارا خیال ہے کہ میں تمام خلفاء سے حسد رکھتا ہوں اور میں نے سب کے خلاف بغاوت کی ہے تو اگر یہ صحیح بھی ہے تو اس کا ظلم تم پر نہیں ہے کہ تم سے معذرت کی جائے (یہ وہ غلطی ہے جس سے تم پر کوئی حرف نہیں آتا) بقول شاعر

اور تمھارا یہ کہنا کہ میں اس طرح کھینچا جا رہا تھا جس طرح نکیل ڈال کر اونٹ کو کھینچا جاتا ہے تاکہ مجھ سے بیعت لی جائے تو خدا کی قسم تم نے میری مذمت کرنا چاہی اور نادانستہ طور پر تعریف کر بیٹھے اور مجھے رُسوا کرنا چاہا تھا مگر خود رُسوا ہو گئے۔

مسلمان کے لئے اس بات میں کوئی عیب نہیں ہے کہ وہ مظلوم ہو جائے جب تک کہ وہ دین کے معاملہ میں شک میں مبتلا نہ ہو اور اس کا یقین شبہ میں نہ پڑ جائے۔ میری دلیل اصل میں دوسروں کے مقابلہ میں ہے لیکن جس قدر مناسب تھا میں نے تم سے بھی بیان کر دیا۔

اس کے بعد تم نے میرے اور عثمانؓ کے معاملہ کا ذکر کیا ہے تو اس میں تمھارا حق ہے کہ تمھیں جواب دیا جائے اس لئے کہ تم ان کے قرابت دار ہو لیکن یہ سچ سچ بتاؤ کہ ہم دونوں میں ان کا زیادہ دشمن کون تھا اور کس نے ان کے قتل کا سامان فراہم کیا تھا۔ اس نے جس نے نصرت کی پیشکش کی اور اسے بٹھا دیا گیا اور روک دیا گیا یا اس نے جس سے نصرت کا مطالبہ کیا گیا اور اس نے سستی برتی اور موت کا رخ ان کی طرف موڑ دیا یہاں تک کہ قضا و قدر نے اپنا کام پورا کر دیا۔ خدا کی قسم میں ہرگز اس کا مجرم نہیں ہوں اور اللہ ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو روکنے والے تھے اور اپنے بھائیوں سے کہہ رہے تھے کہ ہماری طرف چلے آؤ اور جنگ میں بہت کم حصہ لینے والے تھے۔

میں اس بات کی معذرت نہیں کر سکتا کہ میں ان کی بدعتوں پر برابر اعتراض کر رہا تھا کہ اگر یہ ارشاد اور ہدایت بھی کوئی گناہ تھا تو بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی بے گناہ بھی ملامت کی جاتی ہے اور "کبھی کبھی واقعی نصیحت کرنے والے بھی بدنام ہو جاتے ہیں"۔ "میں نے اپنے امکان بھر اصلاح کی کوشش کی اور میری توفیق صرف اللہ کے سہارے ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری توجہ ہے"۔

تم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تمھارے پاس میرے اور میرے اصحاب کے لئے تلوار[1] کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو یہ کہہ کر تم نے رُلتے کو ہنسا دیا ہے۔ بھلا تم نے اولاد عبدالمطلب کو کب دشمنوں سے پیچھے ہٹتے یا تلوار سے خوفزدہ ہوتے دیکھا ہے؟

[1] قیامت کی بات ہے کہ معاویہ تلوار کی دھمکی صاحب ذوالفقار کو دے رہا ہے جب کہ اسے معلوم ہے کہ علیؑ اس بہادر کا نام ہے جس نے دس برس کی عمر میں تمام کفار و مشرکین سے رسول اکرمؐ کو بچانے کا وعدہ کیا تھا اور ہجرت کی رات تلواروں کی چھاؤں میں نہایت سکون و اطمینان سے سویا ہے اور بدر کے میدان میں تمام رؤسائے کفار و مشرکین اور زعمائے بنی امیہ کا تن تنہا خاتمہ کر دیا ہے۔ ایں چہ بوالعجبی است۔

فَلَبِّثْ قَلِيلاً يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ

فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ، وَ يَقْرُبُ مِنْكَ مَا تَسْتَبْعِدُ، وَ أَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ فِي جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ، وَ التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، شَدِيدٍ زِحَامُهُمْ، سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ، مُتَسَرْبِلِينَ سَرَابِيلَ الْمَوْتِ؛ أَحَبُّ اللِّقَاءِ إِلَيْهِمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ، وَ قَدْ صَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ بَدْرِيَّةٌ، وَ سُيُوفٌ هَاشِمِيَّةٌ، قَدْ عَرَفْتَ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِي أَخِيكَ وَ خَالِكَ وَ جَدِّكَ وَ أَهْلِكَ (وَ مَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ).

۲۹
و من كتاب له (عليه السلام)
الى أهل البصرة

وَ قَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَ شِقَاقِكُمْ مَا لَمْ تَغْبَوْا عَنْهُ، فَعَفَوْتُ عَنْ مُجْرِمِكُمْ، وَ رَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ، وَ قَبِلْتُ مِنْ مُقْبِلِكُمْ. فَإِنْ خَطَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ الْمُرْدِيَةُ، وَ سَفَهُ الْآرَاءِ الْجَائِرَةِ، إِلَى مُنَابَذَتِي وَ خِلَافِي فَهَا أَنَذَا قَدْ قَرَّبْتُ جِيَادِي، وَ رَحَلْتُ رِكَابِي، وَ لَئِنْ أَلْجَأْتُمُونِي إِلَى الْمَسِيرِ إِلَيْكُمْ لَأُوقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَا يَكُونُ يَوْمُ الْجَمَلِ إِلَيْهَا إِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ، مَعَ أَنِّي عَارِفٌ لِذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهُ، وَ لِذِي النَّصِيحَةِ حَقَّهُ، غَيْرُ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَماً إِلَى بَرِيٍّ، وَ لَا نَاكِثاً إِلَى وَفِيٍّ.

۳۰
و من كتاب له (عليه السلام)
إلى معاوية

فَاتَّقِ اللَّهَ فِيمَا لَدَيْكَ، وَانْظُرْ فِي حَقِّهِ عَلَيْكَ، وَارْجِعْ إِلَى مَعْرِفَةِ مَا لَا تُعْذَرُ بِجَهَالَتِهِ، فَإِنَّ لِلطَّاعَةِ أَعْلَاماً وَاضِحَةً، وَ سُبُلاً نَيِّرَةً، وَ مَحَجَّةً نَهْجَةً، وَ غَايَةً مُطَّلَبَةً، يَرِدُهَا الْأَكْيَاسُ،

لَبِّث - ذرا مہلت دو
ہیجا - جنگ
حَمَل - بنی قشیر کا ایک شخص تھا جس کے اونٹوں پر قبضہ کر لیا گیا تھا اور اس نے بالآخر آزاد کرالیا
مُرقِل - تیز رفتار
جحفل - لشکر جرار
سَاطِع - منتشر
قَتَام - غبار جنگ
مُتَسَربِل - پہنے ہوئے
بدریہ - اولاد اصحاب بدر
اخیک - حنظلہ
خالک - ولید بن عقبہ
جدک - عتبہ بن ربیعہ
انتشار الحبل - رسی کے بل کھل جانا
غباوت - جہالت
خطت - گذر گئے
مُردیہ - ہلاک
سفہ - حماقت کی - کمزور ہوگیا
جائرہ - ظالم - منحرف
منابذہ - مخالفت
رکاب - اونٹ
لعقہ - چاٹنا
ناکث - عہد شکن
محجہ نہجہ - واضح راستہ

مصادر کتاب ۲۹ الغارات ثقفی، جمہرۃ رسائل العرب ۱ ص۵۰۹
مصادر کتاب ۳۰ جمہرۃ رسائل العرب ۱ ص۴۲۲، الطراز الیمانی ۲ ص۱۳۳، بحار الانوار ۸ ص۵۴۰

" ذرا ٹھہر جاؤ کہ حمل میدان جنگ تک پہونچ جائے" (شاعر)
عنقریب جسے تم ڈھونڈ رہے ہو وہ تمھیں خود ہی تلاش کرلے گا اور جس چیز کو بعید خیال کر رہے ہو اسے قریب کر دے گا۔ اب میں
ہاری طرف مہاجرین و انصار کے لشکر کے ساتھ بہت جلد آرہا ہوں اور میرے ساتھ وہ بھی ہیں جو ان کے نقش قدم پر ٹھیک طریقہ سے
نے والے ہیں۔ ان کا حملہ شدید ہوگا اور غبار جنگ ساری فضا میں منتشر ہوگا۔ یہ موت کا لباس پہنے ہوں گے اور ان کی نظر میں بہترین ملاقات
وردگار کی ملاقات ہوگی۔ ان کے ساتھ اصحاب بدر کی ذریت اور بنی ہاشم کی تلواریں ہوں گی۔ تم نے ان کی تلواروں کی کاٹ اپنے بھائی۔
وں۔ نانا اور خاندان والوں میں دیکھ لی ہے اور وہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہے۔"

۲۹۔ آپ کا مکتوب گرامی

(اہل بصرہ کے نام)

تمھاری تفرقہ[1] پردازی اور مخالفت کا جو عالم تھا وہ تم سے مخفی نہیں ہے لیکن میں نے تمھارے مجرموں کو معاف کر دیا۔ بھاگنے والوں سے
ار اٹھالی۔ آنے والوں کو بڑھ کر گلے لگالیا۔ اب اس کے بعد بھی اگر تمھاری تباہ کن آرا اور تمھارے ظالمانہ افکار کی حماقت تمھیں میری
الفت اور عہد شکنی پر آمادہ کر رہی ہے تو یاد رکھو کہ میں نے گھوڑوں کو قریب کر لیا ہے۔ اونٹوں پر سامان بار کر لیا ہے اور اگر تم نے
ے نکلنے پر مجبور کر دیا تو ایسی معرکہ آرائی کروں گا کہ جنگ جمل فقط زبان کی چاٹ رہ جائے گی۔
میں تمھارے اطاعت گذاروں کے شرف کو پہچانتا ہوں اور مخلصین کے حق کو جانتا ہوں۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ مجرم سے آگے
کر بے خطا پر حملہ کر دوں یا عہد شکن سے تجاوز کر کے وفادار سے بھی تعرض کروں۔

۳۰۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے نام)

جو کچھ ساز و سامان تمھارے پاس ہے اس میں اللہ سے ڈرو اور جو اس کا حق تمھارے اوپر ہے اس پر نگاہ رکھو۔ اس حق کی
رت کی طرف پلٹ آؤ جس سے ناواقفیت قابل معافی نہیں ہے۔ دیکھو اطاعت کے نشانات واضح، راستے روشن، شاہراہیں سیدھی
اور منزل مقصود سامنے ہے جس پر تمام عقل والے وارد ہوتے ہیں۔

[1] پہلے اہل بصرہ نے وفاداری کا اعلان کیا تو حضرت نے عثمان بن حنیف کو عامل بنا کر بھیجدیا۔ اس کے بعد عائشہ وارد ہوئیں تو اکثریت منحرف ہوگئی اور
جمل کی نوبت آگئی لیکن آپ نے عام طور سے سب کو معاف کر دیا اور عائشہ بھی مدینہ واپس چلی گئیں۔ لیکن معاویہ نے پھر دوبارہ ورغلانا شروع
کیا تو آپ نے یہ تنبیہی خط روانہ فرمایا کہ جنگ جمل تو صرف مزہ چکھانے کے لئے تھی۔ جنگ تو اب ہونے والی ہے۔ لہٰذا ہوش میں آجاؤ اور معاویہ
بہکانے پر راہ حق سے انحراف نہ کرو۔

وَ يُخَالِفُهَا الأَنْكَاسُ، مَنْ نَكَّبَ عَنْهَا جَارَ عَنِ الْحَقِّ، وَ خَبَطَ فِي التِّيهِ، وَ غَيَّرَ اللَّهُ نِعْمَتَهُ، وَ أَحَلَّ بِهِ نِقْمَتَهُ. فَنَفْسَكَ نَفْسَكَ! فَقَدْ بَيَّنَ اللَّهُ لَكَ سَبِيلَكَ، وَ حَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ أُمُورُكَ، فَقَدْ أَجْرَيْتَ إِلَى غَايَةِ خُسْرٍ، وَ مَحَلَّةِ كُفْرٍ، فَإِنَّ نَفْسَكَ قَدْ أَوْلَجَتْكَ شَرّاً، وَ أَقْحَمَتْكَ غَيّاً، وَ أَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ، وَ أَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ.

۳۱

و من وصية له (عليه السلام)

للحسن بن علي عليهما السّلام، كتبها إليه بحاضرين عند انصرافه من صفّين:

مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ، الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ، الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدُّنْيَا، السَّاكِنِ مَسَاكِنَ الْمَوْتَى، وَ الظَّاعِنِ عَنْهَا غَداً. إِلَى الْمَوْلُودِ الْمُؤَمِّلِ مَا لاَ يُدْرِكُ، السَّالِكِ سَبِيلَ مَنْ قَدْ هَلَكَ، غَرَضِ الأَسْقَامِ، وَ رَهِينَةِ الأَيَّامِ، وَ رَمِيَّةِ الْمَصَائِبِ، وَ عَبْدِ الدُّنْيَا، وَ تَاجِرِ الْغُرُورِ، وَ غَرِيمِ الْمَنَايَا، وَ أَسِيرِ الْمَوْتِ، وَ حَلِيفِ الْهُمُومِ، وَ قَرِينِ الأَحْزَانِ، وَ نُصُبِ الآفَاتِ، وَ صَرِيعِ الشَّهَوَاتِ، وَ خَلِيفَةِ الأَمْوَاتِ.

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ فِيمَا تَبَيَّنْتُ مِنْ إِدْبَارِ الدُّنْيَا عَنِّي، وَ جُمُوحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ، وَ إِقْبَالِ الآخِرَةِ إِلَيَّ، مَا يَزَعُنِي عَنْ ذِكْرِ مَنْ سِوَايَ، وَ الاهْتِمَامِ بِمَا وَرَائِي، غَيْرَ أَنِّي حَيْثُ تَفَرَّدَ بِي دُونَ هُمُومِ النَّاسِ هَمُّ نَفْسِي، فَصَدَفَنِي رَأْيِي وَ صَرَفَنِي عَنْ هَوَايَ، وَ صَرَّحَ لِي مَحْضُ أَمْرِي، فَأَفْضَى بِي إِلَى جِدٍّ لاَ يَكُونُ فِيهِ لَعِبٌ،

أنكاس - جمع نکس - پست فطرت
نکب - انحراف کیا
جار - مائل ہوگیا
خبط - سرگشتہ ہوگیا
تیہ - گمراہی
غایۃ خسر - انتہائی خسارہ
اولجتک - داخل کر دیا
اقحمتک - پھینک دیا
غیّ - گمراہی
اوعرت - دشوار کر دیا
حاضرین - صفین کے اطراف میں ایک شہر ہے
المقر للزّمان - زمانہ کی سختیوں کا معترف
غرض - نشانہ
رہینہ - گرو
رمیّہ - نشانہ
نصب - نشانہ
صریع - ہلاکت زدہ
جموح - تغلب - منہ زوری
یزعنی - روک رہا ہے
ماورائی - اغیار
صدفنی - روک
محض الامر - خالص

مصادر کتاب ۳۱ رسائل کلینیؒ، الزواجر والمواعظ حسن بن عبداللہ بن عبداللہ بن سعید العسکری، العقد الفرید ۳ ص۱۵۵ - ص۱۵۶، من لایحضرہ الفقیہ ۳ ص۳۶۲، تحف العقول ص۵۲، کتاب الوصایا ابن طاؤسؒ، کتاب المحجۃ ابن طاؤسؒ، کافی ص۳۳۸، بحار الانوار ۱، ص۵۶، وافی فیض کاشانیؒ ۱ ص۴۸، شرح غرر الفوائد بیدجی ص۲۴۰، مجمع الامثال ۱ ص۱۷۲

اور پست فطرت اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جو اس ہدف سے منحرف ہوگیا وہ راہ حق سے ہٹ گیا اور گمراہی میں ٹھوکریں کھانے لگا۔ اللہ نے اس کی نعمتوں کو سلب کرلیا اور اپنا عذاب اس پر وارد کر دیا۔ لہٰذا اپنے نفس کا خیال رکھو اور اسے ہلاکت سے بچاؤ کہ پروردگار نے تمہارے لئے راستہ کو واضح کر دیا ہے اور وہ منزل بتادی ہے جہاں تک امور کو جانا ہے۔ تم نہایت تیزی سے بدترین خسارہ اور کفر کی منزل کی طرف بھاگے جا رہے ہو۔ تمہارے نفس نے تمھیں بدبختی میں ڈال دیا ہے اور گمراہی میں جھونک دیا ہے۔ ہلاکت کی منزلوں میں وارد کر دیا ہے اور صحیح راستوں کو دشوار گذار بنا دیا ہے۔

۳۱۔ آپ کا وصیت نامہ

(جسے امام حسنؑ کے نام صفین سے واپسی پر مقام حاضرین میں تحریر فرمایا ہے)

یہ وصیت ایک ایسے باپ کی ہے جو فنا ہونے والا اور زمانہ کے تصرفات کا اقرار کرنے والا ہے۔ جس کی عمر خاتمہ کے قریب ہے اور وہ دنیا کے مصائب کے سامنے سپر انداختہ ہے۔ مرنے والوں کی بستی میں مقیم ہے اور کل یہاں سے کوچ کرنے والا ہے۔

اس فرزند کے نام جو دنیا میں وہ امیدیں رکھے ہوئے ہے جو حاصل ہونے والی نہیں ہیں اور ہلاک ہو جانے والوں کے راستہ پر گامزن ہے، بیماریوں کا نشانہ اور روزگار کے ہاتھوں گروی ہے۔ مصائب زمانہ کا ہدف اور دنیا کا پابند ہے۔ اس کی فریب کاریوں کا تاجر اور موت کا قرضدار ہے۔ اجل کا قیدی اور رنج و غم کا ساتھی۔ مصیبتوں کا ہمنشیں ہے اور آفتوں کا نشانہ، خواہشات کا مارا ہوا ہے اور مرنے والوں کا جانشین۔

امابعد! میرے لئے دنیا کے منہ پھیر لینے۔ زمانہ کے ظلم و زیادتی کرنے اور آخرت کے میری طرف آنے کی وجہ سے جن باتوں کا انکشاف ہو گیا ہے انھوں نے مجھے دوسروں کے ذکر اور اغیار کے اندیشہ سے روک دیا ہے۔ مگر جب میں تمام لوگوں کی فکر سے الگ ہو کر اپنی فکر میں پڑا تو میری رائے نے مجھے خواہشات سے روک دیا اور مجھ پر واقعی حقیقت منکشف ہو گئی جس نے مجھے اس محنت و مشقت تک پہونچا دیا جس میں کسی طرح کا کھیل نہیں ہے اور اس صداقت تک پہونچا دیا جس میں کسی طرح کی غلط بیانی نہیں ہے۔

؎ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ وصیت نامہ جناب محمد حنفیہ کے نام ہے اور سید رضی علیہ الرحمہ نے اسے امام حسنؑ کے نام بتایا ہے۔ بہرحال یہ ایک عام وصیت نامہ ہے جس سے ہر باپ کو استفادہ کرنا چاہیے اور اپنی اولاد کو انھیں خطوط پر وصیت و نصیحت کرنا چاہیے ورنہ اس کا مکمل مضمون نہ والئے کائنات پر منطبق ہوتا ہے اور نہ امام حسنؑ پر ۔۔۔ اور نہ ایسے وصیت نامے کسی ایک فرد سے مخصوص ہوا کرتے ہیں۔ یہ انسانیت کا عظیم ترین منشور ہے جس میں عظیم ترین باپ نے عظیم ترین بیٹے کو مخاطب قرار دیا ہے تاکہ دیگر افراد ملت اس سے استفادہ کریں بلکہ عبرت حاصل کریں۔!

وَ صِدْقٍ لَا يَشُوبُهُ كَذِبٌ. وَ وَجَدْتُكَ بَعْضِي، بَلْ وَجَدْتُكَ كُلِّي، حَتَّى كَأَنَّ شَيْئاً لَوْ أَصَابَكَ أَصَابَنِي، وَ كَأَنَّ الْمَوْتَ لَوْ أَتَاكَ أَتَانِي، فَعَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِينِي مِنْ أَمْرِ نَفْسِي فَكَتَبْتُ إِلَيْكَ كِتَابِي مُسْتَظْهِراً بِهِ إِنْ أَنَا بَقِيتُ لَكَ أَوْ فَنِيتُ.

فَإِنِّي أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ – أَيْ بُنَيَّ – وَ لُزُومِ أَمْرِهِ، وَ عِمَارَةِ قَلْبِكَ بِذِكْرِهِ، وَ الِاعْتِصَامِ بِحَبْلِهِ، وَ أَيُّ سَبَبٍ أَوْثَقُ مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللَّهِ إِنْ أَنْتَ أَخَذْتَ بِهِ!

أَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ، وَ أَمِتْهُ بِالزَّهَادَةِ، وَ قَوِّهِ بِالْيَقِينِ، وَ نَوِّرْهُ بِالْحِكْمَةِ، وَ ذَلِّلْهُ بِذِكْرِ الْمَوْتِ، وَ قَرِّرْهُ بِالْفَنَاءِ، وَ بَصِّرْهُ فَجَائِعَ الدُّنْيَا، وَ حَذِّرْهُ صَوْلَةَ الدَّهْرِ وَ فُحْشَ تَقَلُّبِ اللَّيَالِي وَ الْأَيَّامِ، وَاعْرِضْ عَلَيْهِ أَخْبَارَ الْمَاضِينَ، وَ ذَكِّرْهُ بِمَا أَصَابَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَ سِرْ فِي دِيَارِهِمْ وَ آثَارِهِمْ، فَانْظُرْ فِيمَا فَعَلُوا، وَ عَمَّا انْتَقَلُوا، وَ أَيْنَ حَلُّوا وَ نَزَلُوا! فَإِنَّكَ تَجِدُهُمْ قَدِ انْتَقَلُوا عَنِ الْأَحِبَّةِ، وَ حَلُّوا دِيَارَ الْغُرْبَةِ، وَ كَأَنَّكَ عَنْ قَلِيلٍ قَدْ صِرْتَ كَأَحَدِهِمْ. فَأَصْلِحْ مَثْوَاكَ، وَ لَا تَبِعْ آخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ، وَدَعِ الْقَوْلَ فِيمَا لَا تَعْرِفُ، وَ الْخِطَابَ فِيمَا لَمْ تُكَلَّفْ، وَ أَمْسِكْ عَنْ طَرِيقٍ إِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَهُ، فَإِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ حَيْرَةِ الضَّلَالِ خَيْرٌ مِنْ رُكُوبِ الْأَهْوَالِ. وَ أْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ تَكُنْ مِنْ أَهْلِهِ، وَ أَنْكِرِ الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَ لِسَانِكَ، وَ بَايِنْ مَنْ فَعَلَهُ بِجُهْدِكَ، وَ جَاهِدْ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ، وَ لَا تَأْخُذْكَ فِي اللَّهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ. وَ خُضِ الْغَمَرَاتِ لِلْحَقِّ حَيْثُ كَانَ، وَ تَفَقَّهْ فِي الدِّينِ، وَ عَوِّدْ نَفْسَكَ التَّصَبُّرَ عَلَى الْمَكْرُوهِ، وَ نِعْمَ الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِي الْحَقِّ! وَ أَلْجِئْ نَفْسَكَ فِي أُمُورِكَ كُلِّهَا إِلَى إِلَهِكَ، فَإِنَّكَ تُلْجِئُهَا إِلَى كَهْفٍ حَرِيزٍ، وَ مَانِعٍ عَزِيزٍ. وَ أَخْلِصْ فِي الْمَسْأَلَةِ لِرَبِّكَ فَإِنَّ بِيَدِهِ الْعَطَاءَ وَ الْحِرْمَانَ، وَ أَكْثِرِ الِاسْتِخَارَةَ، وَ تَفَهَّمْ وَصِيَّتِي، وَ لَا تَذْهَبَنَّ عَنْكَ صَفْحاً، فَإِنَّ خَيْرَ الْقَوْلِ مَا نَفَعَ. وَ اعْلَمْ أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَ لَا يُنْتَفَعُ بِعِلْمٍ لَا يَحِقُّ تَعَلُّمُهُ.

أَيْ بُنَيَّ، إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُنِي قَدْ بَلَغْتُ سِنّاً، وَ رَأَيْتُنِي أَزْدَادُ وَهْناً، بَادَرْتُ بِوَصِيَّتِي إِلَيْكَ، وَ أَوْرَدْتُ خِصَالاً مِنْهَا قَبْلَ أَنْ يَعْجَلَ بِي أَجَلِي دُونَ أَنْ أُفْضِيَ إِلَيْكَ بِمَا فِي نَفْسِي، أَوْ أَنْ أَنْقُصَ فِي رَأْيِي كَمَا نُقِصْتُ فِي جِسْمِي، أَوْ يَسْبِقَنِي إِلَيْكَ بَعْضُ غَلَبَاتِ

مُستظہر - مدد دینے والا
فجائع - حوادث
باین - الگ ہو جاؤ
غمرات - شدائد
کہف - پناہ گاہ
حریز - محفوظ
استخارہ - طلب خیر
صفح - درگذر
لا یحق - سزاوار نہیں ہے
سن - بزرگی
وہن - کمزوری
افضی الیک - حوالہ کردوں

① یہ استخارہ وہ نہیں ہے جو ہمارے یہاں تسبیح یا قرآن مجید سے کیا جاتا ہے بلکہ اس کا مقصد ہر مسئلہ میں مالک سے طلب خیر کرتے رہنا اور صرف اپنی رائے اور فکر پر اعتماد نہ کرنا ہے

② اس نقص سے مراد عقل و فکر کی کمزوری نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح حوادث روزگار نے جسم کو کمزور بنا دیا ہے کہیں رائے کو بھی کمزور نہ بنا دیں کہ کہنے کے اظہار کا موقع نہ رہ جائے یا اس کا اعتبار ختم ہو جائے جس طرح کہ رسول اکرم کو ایسی ہی عمر میں ہذیان گو تصور کیا جانے لگا تھا!

میں نے تم کو اپنا ہی ایک حصّہ پایا بلکہ تم کو اپنا سراپا وجود سمجھا کہ تمھاری تکلیف میری تکلیف ہے اور تمھاری موت میری موت ہے اس لئے مجھے تمھارے معاملات کی اتنی ہی فکر ہے جتنی اپنے معاملات کی ہوتی ہے اور اسی لئے میں نے یہ تحریر لکھ دی ہے جس کے ذریعہ تمھاری امداد کرنا چاہتا ہوں چاہے میں زندہ رہوں یا مر جاؤں۔

فرزند! میں تم کو خوف خدا اور اس کے احکام کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں۔ اپنے دل کو اس کی یاد سے آباد رکھنا اور اس کی ریسمان ہدایت سے وابستہ رہنا کہ اس سے زیادہ مستحکم کوئی رشتہ تمھارے اور خدا کے درمیان نہیں ہے۔

اپنے دل کو موعظہ سے زندہ رکھنا اور اس کے خواہشات کو زہد سے مُردہ بنا دینا۔ اسے یقین کے ذریعہ قوی رکھنا اور حکمت کے ذریعہ نورانی رکھنا۔ ذکر موت کے ذریعہ رام کرنا اور فنا کے ذریعہ قابو میں رکھنا۔ دنیا کے حوادث سے آگاہ رکھنا اور زمانہ کے حملہ اور لیل و نہار کے تصرفات سے ہوشیار رکھنا۔ اس پر گذشتہ لوگوں کے اخبار کو پیش کرتے رہنا اور پہلے والوں پر پڑنے والے مصائب کو یاد دلاتے رہنا۔ ان کے دیار و آثار میں سرگرم سفر رہنا اور یہ دیکھتے رہنا کہ انھوں نے کیا کیا ہے اور کہاں سے کہاں چلے گئے ہیں۔ کہاں وارد ہوئے ہیں اور کہاں ڈیرہ ڈالا ہے۔ پھر تم دیکھو گے کہ وہ احباب کی دنیا سے منتقل ہو گئے ہیں اور دیار غربت میں وارد ہو گئے ہیں اور گویا کہ عنقریب تم بھی انھیں میں شامل ہو جاؤ گے لہٰذا اپنی منزل کو ٹھیک کر لو اور خبردار آخرت کو دنیا کے عوض فروخت نہ کرنا۔ جن باتوں کو نہیں جانتے ہو ان کے بارے میں بات نہ کرنا اور جن کے مکلف نہیں ہو ان کے بارے میں گفتگو نہ کرنا۔ جس راستہ میں گمراہی کا خوف ہو ادھر قدم آگے نہ بڑھانا کہ گمراہی کے تحیر سے پہلے ٹھہر جانا ہولناک مرحلوں میں وارد ہو جانے سے بہتر ہے۔ نیکیوں کا حکم دیتے رہنا تاکہ اس کے اہل میں شمار ہو اور برائیوں سے اپنے ہاتھ اور زبان کی طاقت سے منع کرتے رہنا اور برائی کرنے والوں سے اپنے امکان بھر دور رہنا۔ راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دینا اور خبردار اس راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ حق کی خاطر جہاں بھی ہو سختیوں میں کود پڑنا اور دین کا علم حاصل کرنا۔ اپنے نفس کو ناخوشگوار حالات میں صبر کا عادی بنا دینا اور یاد رکھنا کہ بہترین اخلاق حق کی راہ میں صبر کرنا ہے۔ اپنے تمام امور میں پروردگار کی طرف رجوع کرنا کہ اس طرح ایک محفوظ ترین پناہ گاہ کا سہارا لو گے اور بہترین محافظ کی پناہ میں رہو گے۔ پروردگار سے سوال کرنے میں مخلص رہنا کہ عطا کرنا اور محروم کر دینا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مالک سے مسلسل طلب خیر کرتے رہنا (۵۱) اور میری وصیت پر غور کرتے رہنا۔ اس سے پہلو بچا کر گذر نہ جانا کہ بہترین کلام وہی ہے جو فائدہ مند ہو اور یاد رکھو کہ جس علم میں فائدہ نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور جو علم سیکھنے کے لائق نہ ہو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

فرزند! میں نے دیکھا کہ اب میرا سن بہت زیادہ ہو چکا ہے اور مسلسل کمزور ہوتا جا رہا ہوں لہٰذا میں نے فوراً یہ وصیت لکھ دی اور ان مضامین کو درج کر دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے دل کی بات تمھارے حوالہ کرنے سے پہلے مجھے موت آجائے یا جسم کے نقص (۵۲) کی طرح رائے کو کمزور تصوّر کیا جانے لگے یا وصیت سے پہلے ہی خواہشات کے غلبے اور دنیا کے فتنے تم تک نہ پہونچ جائیں۔

ضَلَالَةٍ. فَإِنْ أَيْقَنْتَ أَنْ قَدْ صَفَا قَلْبُكَ فَخَشَعَ، وَ تَمَّ رَأْيُكَ فَاجْتَمَعَ، وَ كَانَ هَمُّكَ فِي ذٰلِكَ هَمّاً وَاحِداً، فَانْظُرْ فِيمَا فَسَّرْتُ لَكَ. وَ إِنْ لَمْ يَجْتَمِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْ نَفْسِكَ، وَ فَرَاغِ نَظَرِكَ وَ فِكْرِكَ، فَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا تَخْبِطُ الْعَشْوَاءَ وَ تَتَوَرَّطُ الظَّلْمَاءَ. وَ لَيْسَ طَالِبُ الدِّينِ مَنْ خَبَطَ أَوْ خَلَطَ، وَ الْإِمْسَاكُ عَنْ ذٰلِكَ أَمْثَلُ.

فَتَفَهَّمْ يَا بُنَيَّ وَصِيَّتِي، وَ اعْلَمْ أَنَّ مَالِكَ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيَاةِ، وَ أَنَّ الْخَالِقَ هُوَ الْمُمِيتُ، وَ أَنَّ الْمُفْنِيَ هُوَ الْمُعِيدُ، وَ أَنَّ الْمُبْتَلِيَ هُوَ الْمُعَافِي، وَ أَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِتَسْتَقِرَّ إِلَّا عَلَىٰ مَا جَعَلَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ النَّعْمَاءِ، وَ الِابْتِلَاءِ، وَ الْجَزَاءِ فِي الْمَعَادِ أَوْ مَا شَاءَ مِمَّا لَا تَعْلَمُ، فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ عَلَىٰ جَهَالَتِک، فَإِنَّكَ أَوَّلَ مَا خُلِقْتَ بِهِ جَاهِلاً ثُمَّ عُلِّمْتَ، وَ مَا أَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْأَمْرِ، وَ يَتَحَيَّرُ فِيهِ رَأْيُكَ، وَ يَضِلُّ فِيهِ بَصَرُكَ ثُمَّ تُبْصِرُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ! فَاعْتَصِمْ بِالَّذِي خَلَقَكَ وَ رَزَقَكَ وَ سَوَّاكَ، وَلْيَكُنْ لَهُ تَعَبُّدُكَ، وَ إِلَيْهِ رَغْبَتُكَ، وَ مِنْهُ شَفَقَتُكَ.

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ أَحَداً لَمْ يُنْبِئْ عَنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ كَمَا أَنْبَأَ عَنْهُ الرَّسُولُ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ - فَارْضَ بِهِ رَائِداً، وَ إِلَى النَّجَاةِ قَائِداً، فَإِنِّي لَمْ آلُكَ نَصِيحَةً. وَ إِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ لِنَفْسِكَ - وَ إِنِ اجْتَهَدْتَ - مَبْلَغَ نَظَرِي لَكَ.

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّهُ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيكٌ لَأَتَتْكَ رُسُلُهُ، وَ لَرَأَيْتَ آثَارَ مُلْكِهِ وَ سُلْطَانِهِ، وَ لَعَرَفْتَ أَفْعَالَهُ وَ صِفَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ. لَا يُضَادُّهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ، وَ لَا يَزُولُ أَبَداً. وَ لَمْ يَزَلْ أَوَّلٌ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ بِلَا أَوَّلِيَّةٍ. وَ آخِرٌ بَعْدَ الْأَشْيَاءِ بِلَا نِهَايَةٍ. عَظُمَ عَنْ أَنْ تَثْبُتَ رُبُوبِيَّتُهُ بِإِحَاطَةِ قَلْبٍ أَوْ بَصَرٍ.

فَإِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْبَغِي لِمِثْلِكَ أَنْ يَفْعَلَهُ فِي صِغَرِ خَطَرِهِ وَ قِلَّةِ مَقْدِرَتِهِ وَ كَثْرَةِ عَجْزِهِ، وَ عَظِيمِ حَاجَتِهِ إِلَىٰ رَبِّهِ، فِي طَلَبِ طَاعَتِهِ وَ الْخَشْيَةِ مِنْ عُقُوبَتِهِ، وَ الشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهِ. فَإِنَّهُ لَمْ يَأْمُرْكَ إِلَّا بِحَسَنٍ وَ لَمْ يَنْهَكَ إِلَّا عَنْ قَبِيحٍ.

يَا بُنَيَّ إِنِّي قَدْ أَنْبَأْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَ حَالِهَا، وَ زَوَالِهَا وَ انْتِقَالِهَا، وَ أَنْبَأْتُكَ عَنِ الْآخِرَةِ وَ مَا أُعِدَّ لِأَهْلِهَا فِيهَا، وَ ضَرَبْتُ لَكَ فِيهِمَا الْأَمْثَالَ، لِتَعْتَبِرَ بِهَا، وَ تَحْذُوَ عَلَيْهَا. إِنَّمَا مَثَلُ مَنْ خَبَرَ الدُّنْيَا

عشواء - ضعیف البصر
تورّط - گر پڑنا
امساک - نفس کو روک لینا
امثل - افضل
شَفَقَت - خوف
رَائد - تلاش خیر کرنے والا
لَمْ آلُک - کوتاہی نہیں کی
خَطَر - قدر و منزلت
خَبَرَ - خوب پہچان لیا

(۱) واضح رہے کہ یہ پوری کائنات ایک اکائی ہے جس کا ہر ذرۂ خاک آسمان کے ستاروں سے رابطہ رکھتا ہے اور کوئی چیز دوسرے سے الگ اور جداگانہ نہیں ہے۔ اور یہی وحدت مخلوق وحدت خالق کی بہترین دلیل ہے۔ جس کے بعد کسی ادعائے خدائی کرنے والے کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کو کسی مخلوق کا خالق یا مالک قرار دیدے اس لئے کہ وہ مخلوق دوسری مخلوقات سے الگ نہیں ہے اور سب ایک سلسلہ میں جڑے ہوئے ہیں۔ یہ صرف انسان کی جہالت ہے کہ وہ کائنات کے بعض حصوں کو بعض سے الگ سمجھتا ہے اور اس طرح کسی حصۂ کائنات کے خالق اور مالک ہونے کا دعویدار بن جاتا ہے۔!

(۲) جو قلب و نظر کے اندر سما جائے وہ محدود ہو کر مخلوق ہو جاتا ہے اور خالق کہے جانے کے قابل نہیں رہ جاتا ہے۔!

پھر اگر تمھیں اطمینان ہو جائے کہ تمھارا دل صاف اور خاشع ہو گیا ہے اور تمھاری رائے تام و کامل ہو گئی ہے اور تمھارے پاس صرف یہی ایک فکر رہ گئی ہے تو جن باتوں کو میں نے واضح کیا ہے ان میں غور و فکر کرنا ورنہ اگر حسب منشاء فکر و نظر کا فراغ حاصل نہیں ہوا ہے تو یاد رکھو کہ اس طرح صرف شبکور اونٹنی کی طرح ہاتھ پیر مارتے رہو گے اور اندھیرے میں بھٹکتے رہو گے اور دین کا طلبگار وہ نہیں ہے جو اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارے اور باتوں کو مخلوط کر دے۔ اس سے تو ٹھہر جانا ہی بہتر ہے۔

فرزند! میری وصیت کو سمجھو اور یہ جان لو کہ جو موت کا مالک ہے وہی زندگی کا مالک ہے اور جو خالق ہے وہی موت دینے والا ہے اور جو فنا کرنے والا ہے وہی دوبارہ واپس لانے والا ہے اور جو مبتلا کرنے والا ہے وہی عافیت دینے والا ہے اور یہ دنیا اسی حالت میں مستقر رہ سکتی ہے جس میں مالک نے قرار دیا ہے یعنی نعمت، آزمائش، آخرت کی جزا یا وہ بات جو تم نہیں جانتے ہو۔ اب اگر اس میں سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اسے اپنی جہالت پر محمول کرنا کہ تم ابتدا میں جب پیدا ہوئے ہو تو جاہل ہی پیدا ہوئے ہو۔ بعد میں علم حاصل کیا ہے اور اسی بنا پر مجہولات کی تعداد کثیر ہے جس میں انسانی رائے متحیر رہ جاتی ہے اور نگاہ بہک جاتی ہے اور بعد میں صحیح حقیقت نظر آتی ہے۔ لہٰذا اس مالک سے وابستہ رہو جس نے پیدا کیا ہے۔ روزی دی ہے اور معتدل بنایا ہے۔ اسی کی عبادت کرو، اسی کی طرف توجہ کرو اور اسی سے ڈرتے رہو۔

بیٹا! یہ یاد رکھو کہ تمھیں خدا کے بارے میں اس طرح کی خبریں کوئی نہیں دے سکتا ہے جس طرح رسول اکرمؐ نے دی ہیں لہٰذا ان کو بخوشی اپنا پیشوا اور راہ نجات کا قائد تسلیم کرو۔ میں نے تمھاری نصیحت میں کوئی کمی نہیں کی ہے اور نہ تم کوشش کے باوجود اپنے بارے میں اتنا سوچ سکتے ہو جتنا میں نے دیکھ لیا ہے۔

فرزند! یاد رکھو اگر خدا کے لئے کوئی شریک بھی ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اور اس کی سلطنت اور حکومت کے بھی آثار دکھائی دیتے اور اس کے افعال و صفات کا بھی کچھ پتہ ہوتا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہے لہٰذا خدا ایک ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے۔ اس کے ملک میں اس سے کوئی ٹکرانے والا نہیں ہے اور نہ اس کے لئے کسی طرح کا زوال ہے۔ وہ اولیت کی حدوں کے بغیر سب سے اوّل ہے اور کسی انتہا کے بغیر سب سے آخر تک رہنے والا ہے۔ وہ اس بات سے عظیم تر ہے کہ اس کی ربوبیت کا اثبات فکر و نظر کے احاطہ سے کیا جائے۔ اگر تم نے اس حقیقت کو پہچان لیا ہے تو اس طرح عمل کرو جس طرح تم جیسے معمولی حیثیت، قلیل طاقت، کثیر عاجزی اور پروردگار کی طرف اطاعت کی طلب، عتاب کے خوف اور ناراضگی کے اندیشہ میں حاجت رکھنے والے کیا کرتے ہیں۔ اس نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ بہترین ہے اور جس سے منع کیا ہے وہ بدترین ہے۔

فرزند! میں نے تمھیں دنیا۔ اس کے حالات۔ تصرفات، زوال اور انتقال سب کے بارے میں باخبر کر دیا ہے اور آخرت اور اس میں صاحبانِ ایمان کے لئے مہیا نعمتوں کا بھی پتہ بتا دیا ہے اور دونوں کے لئے مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ تم عبرت حاصل کر سکو اور اس سے ہوشیار رہو۔

یاد رکھو کہ جس نے دنیا کو بخوبی پہچان لیا ہے اس کی مثال اس مسافر قوم جیسی ہے

كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ نَبَا بِهِمْ مَنْزِلٌ جَدِيبٌ، فَأَمُّوا مَنْزِلاً خَصِيباً وَ جَنَاباً مَرِيعاً، فَاحْتَمَلُوا وَعْثَاءَ الطَّرِيقِ، وَ فِرَاقَ الصَّدِيقِ، وَ خُشُونَةَ السَّفَرِ، وَ جُشُوبَةَ الْمَطْعَمِ، لِيَأْتُوا سَعَةَ دَارِهِمْ، وَ مَنْزِلَ قَرَارِهِمْ، فَلَيْسَ يَجِدُونَ لِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ أَلَماً. وَ لَا يَرَوْنَ نَفَقَةً فِيهِ مَغْرَماً. وَ لَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَنْزِلِهِمْ، وَ أَدْنَاهُمْ مِنْ مَحَلَّتِهِمْ.

وَ مَثَلُ مَنِ اغْتَرَّ بِهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا بِمَنْزِلٍ خَصِيبٍ فَنَبَا بِهِمْ إِلَى مَنْزِلٍ جَدِيبٍ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِمْ وَ لَا أَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ مَا كَانُوا فِيهِ إِلَى مَا يَهْجُمُونَ عَلَيْهِ، وَ يَصِيرُونَ إِلَيْهِ.

يَا بُنَيَّ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَاناً فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ غَيْرِكَ، فَأَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ، وَ اكْرَهْ لَهُ مَا تَكْرَهُ لَهَا، وَ لَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ، وَ أَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْكَ، وَاسْتَقْبِحْ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَقْبِحُهُ مِنْ غَيْرِكَ، وَارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ مِنْ نَفْسِكَ. وَ لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ وَ إِنْ قَلَّ مَا تَعْلَمُ، وَ لَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ.

وَ اعْلَمْ أَنَّ الْإِعْجَابَ ضِدُّ الصَّوَابِ، وَآفَةُ الْأَلْبَابِ. فَاسْعَ فِي كَدْحِكَ، وَ لَا تَكُنْ خَازِناً لِغَيْرِكَ. وَ إِذَا أَنْتَ هُدِيتَ لِقَصْدِكَ فَكُنْ أَخْشَعَ مَا تَكُونُ لِرَبِّكَ.

وَاعْلَمْ أَنَّ أَمَامَكَ طَرِيقاً ذَا مَسَافَةٍ بَعِيدَةٍ، وَ مَشَقَّةٍ شَدِيدَةٍ. وَ أَنَّهُ لَا غِنَىٰ بِكَ فِيهِ عَنْ حُسْنِ الِارْتِيَادِ، وَ قَدْرِ بَلَاغِكَ مِنَ الزَّادِ مَعَ خِفَّةِ الظَّهْرِ، فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلَىٰ ظَهْرِكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ، فَيَكُونَ ثِقْلُ ذٰلِكَ وَبَالاً عَلَيْكَ، وَ إِذَا وَجَدْتَ مِنْ أَهْلِ الْفَاقَةِ (۱) مَنْ يَحْمِلُ لَكَ زَادَكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَيُوَافِيكَ بِهِ غَداً حَيْثُ تَحْتَاجُ إِلَيْهِ فَاغْتَنِمْهُ وَحَمِّلْهُ إِيَّاهُ، وَ أَكْثِرْ مِنْ تَزْوِيدِهِ وَ أَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ، فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهُ فَلَا تَجِدُهُ. وَ اغْتَنِمْ مَنِ اسْتَقْرَضَكَ فِي حَالِ غِنَاكَ لِيَجْعَلَ قَضَاءَهُ لَكَ فِي يَوْمِ عُسْرَتِكَ.

وَاعْلَمْ أَنَّ أَمَامَكَ عَقَبَةً كَؤُوداً، الْمُخِفُّ فِيهَا أَحْسَنُ حَالاً مِنَ الْمُثْقِلِ، وَ الْمُبْطِئُ عَلَيْهَا أَقْبَحُ حَالاً مِنَ الْمُسْرِعِ. وَ أَنَّ مَهْبِطَكَ بِهَا لَا مَحَالَةَ إِمَّا عَلَىٰ جَنَّةٍ أَوْ نَارٍ، فَارْتَدْ لِنَفْسِكَ

سَفْر - مسافرین
نبا المنزل - جس مکان سے دل اچٹ جائے
جدیب - قحط زدہ
جناب - علاقہ
مَرِیع - سرسبز و شاداب
وَعْثاء - مشقت
جُشُوبہ - بدمزگی
یَہجُم - اچانک وارد ہونا
اِعْجاب - خود پسندی
آفہ - بیماری
کَدْح - انتھک کوشش
ارتیاد - طلب
بلاغ - بقدر کافی
کؤود - دشوار گذار
مُخِفّ - ہلکے سامان والا
مُثقِل - جس کا بوجھ سنگین ہو
فَارْتَد - آگے آگے بھیج دو

(۱) ایک فقیر اور مفلس کے بارے میں اتنی حسین تعبیر ایک امام معصوم کے علاوہ کسی زبان سے نہیں سنی جاسکتی ہے۔
دنیا کے فقراء و مساکین کو ذلیل نگاہوں سے دیکھنے والے اور ان کے ساتھ ذلت کا برتاؤ کرنے والے اس نکتہ کو محسوس کریں کہ وہ فقیر کی امداد اپنی دولت اور بے نیازی کے دور میں کرتے ہیں اور فقیر ان کے کام عسرت و تنگدستی اور فقر و فاقہ کے موقع پر آئے گا لہٰذا اس کا مرتبہ اس غنی اور مال دار سے یقیناً بالاتر ہے۔!

س کا قحط زدہ منزل سے دل اچاٹ ہو جائے اور وہ کسی سرسبز و شاداب علاقہ کا ارادہ کرے اور زحمت راہ۔ فراق احباب، دشواری سفر، مزگی طعام وغیرہ جیسی تمام مصیبتیں برداشت کرلے تاکہ وسیع گھر اور قرار کی منزل تک پہونچ جائے کہ ایسے لوگ ان تمام باتوں ں کسی تکلیف کا احساس نہیں کرتے اور نہ اس راہ میں خرچ کو نقصان تصور کرتے ہیں اور ان کی نظر میں اس سے زیادہ محبوب ئی شے نہیں ہے جو انھیں منزل سے قریب تر کر دے اور اپنے مرکز تک پہونچا دے۔

اور اس دنیا سے دھوکہ کھا جانے والوں کی مثال اس قوم کی ہے جو سرسبز و شاداب مقام پر رہے اور وہاں سے دل اُچاٹ جائے تو قحط زدہ علاقہ کی طرف چلی جائے کہ اس کی نظر میں قدیم حالات کے چھٹ جانے سے زیادہ ناگوار اور دشوار گذار کوئی شے نہیں ہے کہ اب جس منزل پر وارد ہوئے ہیں اور جہاں تک پہونچے ہیں وہ کسی قیمت پر اختیار کرنے کے قابل نہیں ہے۔

بیٹا! دیکھو اپنے اور غیر کے درمیان میزان اپنے نفس کو قرار دو اور دوسرے کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کر سکتے ہو اور اس کے لئے بھی وہ بات ناپسند کرو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو۔ کسی پر ظلم نہ کرنا کہ اپنے اوپر ظلم پسند نہیں کرتے ہو اور ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنا جس طرح چاہتے ہو کہ سب تمہارے ساتھ نیک برتاؤ کریں اور جس چیز کو دوسرے سے برا سمجھتے ہو اسے اپنے لئے بھی بُرا ہی تصوّر کرنا۔ لوگوں کی اس بات سے راضی ہو جانا جس سے اپنی بات سے لوگوں کو راضی کرنا چاہتے ہو۔ بلا علم کوئی بات زبان سے نہ نکالنا اگرچہ تمہارا علم بہت کم ہے اور کسی کے بارے میں وہ بات نہ کہنا جو اپنے بارے میں پسند نہ کرتے ہو۔

یاد رکھو کہ خود پسندی راہ صواب کے خلاف اور عقلوں کی بیماری ہے لہٰذا اپنی کوشش تیز تر کرو اور اپنے مال کو دوسروں کے لئے ذخیرہ نہ بناؤ اور اگر درمیانی راستہ کی ہدایت مل جائے تو اپنے رب کے سامنے سب سے زیادہ خضوع و خشوع سے پیش آنا۔

اور یاد رکھو کہ تمہارے سامنے وہ راستہ ہے جس کی مسافت بعید اور مشقت شدید ہے اس میں تم بہترین زادراہ کی تلاش اور بقدر ضرورت زادراہ کی فراہمی سے بے نیاز ہو سکتے ہو۔ البتہ بوجھ ہلکا رکھو اور اپنی طاقت سے زیادہ اپنی پشت پر بوجھ مت لادو کہ یہ گراں باری ایک وبال بن جائے اور پھر جب کوئی فقیر مل جائے اور تمہارے زادراہ کو قیامت تک پہونچا سکتا ہو اور کل وقت ضرورت مکمل طریقہ سے تمہارے حوالے کر سکتا ہو تو اسے غنیمت سمجھو اور مال اسی کے حوالے کر دو (۱) اور زیادہ سے زیادہ اس کو دے دو کہ شائد بعد میں تلاش کرو اور وہ نہ مل سکے اور اسے بھی غنیمت سمجھو جو تمہاری دولتمندی کے دور میں تم سے قرض مانگے تاکہ اس دن ادا کر دے جب تمہاری غربت کا دن ہو۔

اور یاد رکھو کہ تمہارے سامنے بڑی دشوار گذار منزل ہے جس میں ہلکے بوجھ والا سنگین بار والے سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا اور دھیرے چلنے والا تیز رفتار سے کہیں زیادہ بدحال ہوگا اور تمہاری منزل بہرحال جنت یا جہنم ہے لہٰذا اپنے نفس کے لئے منزل سے پہلے

وَ طَرِيقٍ إِلَى الْآخِرَةِ، وَ أَنَّكَ طَرِيدُ الْمَوْتِ الَّذِي لَا يَنْجُو مِنْهُ هَارِبُهُ، وَ لَا يَفُوتُهُ طَالِبُهُ، وَ لَا بُدَّ أَنَّهُ مُدْرِكُهُ، فَكُنْ مِنْهُ عَلَى حَذَرِ أَنْ يُدْرِكَكَ وَ أَنْتَ عَلَى حَالٍ سَيِّئَةٍ، قَدْ كُنْتَ تُحَدِّثُ نَفْسَكَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ، فَيَحُولَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ ذٰلِكَ، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ أَهْلَكْتَ نَفْسَكَ.

ذكر الموت

يَا بُنَيَّ أَكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ، وَ ذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ، وَ تُفْضِي بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَيْهِ، حَتَّى يَأْتِيَكَ وَ قَدْ أَخَذْتَ مِنْهُ حِذْرَكَ، وَ شَدَدْتَ لَهُ أَزْرَكَ، وَ لَا يَأْتِيَكَ بَغْتَةً فَيَبْهَرَكَ. وَ إِيَّاكَ أَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرَى مِنْ إِخْلَادِ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَيْهَا، وَ تَكَالُبِهِمْ عَلَيْهَا، فَقَدْ نَبَّأَكَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَ نَعَتْ هِيَ لَكَ عَنْ نَفْسِهَا، وَ تَكَشَّفَتْ لَكَ عَنْ مَسَاوِيهَا، فَإِنَّمَا أَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ، وَ سِبَاعٌ ضَارِيَةٌ يَهِرُّ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ، وَ يَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا، وَ يَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا. نَعَمٌ مُعَقَّلَةٌ (مغقلة)، وَ أُخْرَى مُهْمَلَةٌ، قَدْ أَضَلَّتْ عُقُولَهَا، وَ رَكِبَتْ مَجْهُولَهَا. سُرُوحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَعْثٍ، لَيْسَ لَهَا رَاعٍ يُقِيمُهَا، وَ لَا مُسِيمٌ يُسِيمُهَا. سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَى، وَ أَخَذَتْ بِأَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدَى، فَتَاهُوا فِي حَيْرَتِهَا، وَ غَرِقُوا فِي نِعْمَتِهَا، وَ اتَّخَذُوهَا رَبّاً، فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَ لَعِبُوا بِهَا، وَ نَسُوا مَا وَرَاءَهَا.

الترفق في الطلب

رُوَيْداً يُسْفِرُ الظَّلَامُ، كَأَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْأَظْعَانُ؛ يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يَلْحَقَ! وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ، فَإِنَّهُ يُسَارُ بِهِ وَ إِنْ كَانَ وَاقِفاً، وَ يَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَ إِنْ كَانَ مُقِيماً وَادِعاً.

وَ اعْلَمْ يَقِيناً أَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ أَمَلَكَ، وَ لَنْ تَعْدُوَ أَجَلَكَ، وَ أَنَّكَ فِي سَبِيلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ. فَخَفِّضْ فِي الطَّلَبِ، وَ أَجْمِلْ فِي الْمُكْتَسَبِ، فَإِنَّهُ رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ إِلَى حَرَبٍ؛ فَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوقٍ، وَ لَا كُلُّ مُجْمِلٍ بِمَحْرُومٍ. وَ أَكْرِمْ نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَ إِنْ

حذر - سامان حفاظت
ازر - قوت
بہر - غالب آگیا
اخلاد - چپکے رہنا
تکالب - ٹوٹ پڑنا
نعت - سناتی سنادی ہے
ضاریہ - پھاڑ کھانے والے
یہر - شور مچاتے ہیں
نعم - اونٹ
معقلہ - بندھے ہوئے
اضلت - گم کردیا
مجہول - نا شناختہ راستہ
سروح - آوارہ چرنے والے
عاہہ - آفت
وعث - دشوار گذار
مسیم - چرانے والا
یسفر - روشن ہو جائے
اظعان - محملیں
وادع - مطمئن
خفض - نرمی کرو
اجمل - قاعدہ سے کام کرو
حرب - تلف مال
دنیہ - پستی

اور تم آخرت کے راستہ پر ہو۔ موت تمھارا پیچھا کئے ہوئے ہے جس سے کوئی بھاگنے والا بچ نہیں سکتا ہے اور اس کے ہاتھ سے نکل نہیں سکتا ہے۔ وہ بہرحال اسے پالے گی۔ لہٰذا اس کی طرف سے ہوشیار رہو کہ وہ تمھیں کسی بُرے حال میں پکڑ لے اور تم خالی توبہ کے لئے سوچتے ہی رہ جاؤ اور وہ تمھارے اور توبہ کے درمیان حائل ہوجائے کہ اس طرح گویا تم نے اپنے نفس کو ہلاک کردیا۔

فرزند! موت کو برابر یاد کرتے رہو اور ان حالات کو یاد کرتے رہو جن پر اچانک وارد ہونا ہے اور جہاں تک موت کے بعد جانا ہے تاکہ وہ تمھارے پاس آئے تو تم احتیاطی سامان کرچکے ہو اور اپنی طاقت کو مضبوط بناچکے ہو اور وہ اچانک آکر تم پر قبضہ نہ کرلے اور خبردار اہل دنیا کو دنیا کی طرف جھکتے اور اس پر مرتے دیکھ کر تم دھوکہ میں نہ آجانا کہ پروردگار تمھیں اس کے بارے میں بتاچکا ہے اور وہ خود بھی اپنے مصائب سناچکی ہے اور اپنی بُرائیوں کو واضح کرچکی ہے۔ دنیا دار افراد صرف بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جہاں ایک دوسرے پر بھونکتا ہے اور طاقت والا کمزور کو کھا جاتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل ڈالتا ہے۔ یہ سب جانور ہیں جن میں بعض بندھے ہوئے ہیں اور بعض آوارہ — جنھوں نے اپنی عقلیں گم کردی ہیں اور نامعلوم راستہ پر چل پڑے ہیں۔ گویا دشوار گزار وادیوں میں مصیبتوں میں چرنے والے ہیں جہاں نہ کوئی چرواہا ہے جو سیدھے راستہ پر لگاسکے اور نہ کوئی چرانے والا ہے جو انھیں چراسکے۔ دنیا نے انھیں گمراہی کے راستہ پر ڈال دیا ہے اور ان کی بصارت کو منارۂ ہدایت کے مقابلہ میں سلب کرلیا ہے اور وہ حیرت کے عالم میں سرگرداں ہیں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دنیا کو اپنا معبود بنالیا ہے اور وہ ان سے کھیل رہی ہے اور وہ اس سے کھیل رہے ہیں اور سب نے آخرت کو یکسر بھلادیا ہے۔

ٹھہرو! اندھیرے کو چھٹنے دو۔ ایسا محسوس ہوگا جیسے قافلے آخرت کی منزل میں اُتر چکے ہیں اور قریب ہے کہ تیز رفتار افراد اگلے لوگوں سے ملحق ہوجائیں۔

فرزند! یاد رکھو کہ جو شب و روز کی سواری پر سوار ہے وہ گویا سرگرم سفر ہے چاہے ٹھہرا ہی کیوں نہ رہے اور مسافت قطع کررہا ہے چاہے اطمینان سے مقیم ہی کیوں نہ رہے۔ یہ بات یقین کے ساتھ سمجھ لو کہ تم نہ ہر امید کو پاسکتے ہو اور نہ اجل سے آگے جاسکتے ہو۔ تم اگلے لوگوں کے راستہ ہی پر چل رہے ہو لہٰذا طلب میں نرم رفتاری سے کام لو اور کسب معاش میں میانہ روی اختیار کرو۔ ورنہ بہت سی طلب انسان کو مال کی محرومی تک پہونچا دیتی ہے اور ہر طلب کرنے والا کامیاب بھی نہیں ہوتا ہے اور نہ ہر اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی ہوتا ہے۔ اپنے نفس کو ہر طرح کی پستی سے بلند تر رکھو چاہے وہ پستی پسندیدہ اشیاء تک پہونچا ہی کیوں نہ دے۔

[1] بہترین فلسفۂ حیات اور بلیغ ترین موعظہ ہے اگر انسان فکر سلیم اور عقل مستقیم رکھتا ہو۔ ہر گزرنے والا دن اور ہر بیت جانے والی رات انسان کی زندگی میں سے ایک حصہ کم کردیتی ہے اور اس طرح انسان مسلسل سرگرم سفر ہے اگرچہ مکانی اعتبار سے اپنی جگہ پر مقیم ہے اور حرکت بھی نہیں کررہا ہے۔ حرکت صرف مکان ہی میں نہیں ہوتی ہے۔ زمان میں بھی ہوتی ہے اور یہی حرکت انسان کو سرحد موت تک لے جاتی ہے۔!

سَاقَتْكَ إِلَى الرَّغَائِبِ، فَإِنَّكَ لَنْ تَعْتَاضَ بِمَا تَبْذُلُ مِنْ نَفْسِكَ عِوَضاً. وَ لَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَ قَدْ جَعَلَكَ اللّٰهُ حُرّاً. وَ مَا خَيْرُ خَيْرٍ لَا يُنَالُ إِلَّا بِشَرٍّ، وَ يُسْرٍ لَا يُنَالُ إِلَّا بِعُسْرٍ؟!

وَ إِيَّاكَ أَنْ تُوجِفَ بِكَ مَطَايَا الطَّمَعِ، فَتُورِدَكَ مَنَاهِلَ الْهَلَكَةِ. وَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَلَّا يَكُونَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللّٰهِ ذُو نِعْمَةٍ فَافْعَلْ، فَإِنَّكَ مُدْرِكٌ قَسْمَكَ، وَ آخِذٌ سَهْمَكَ، وَ إِنَّ الْيَسِيرَ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَعْظَمُ وَ أَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيرِ مِنْ خَلْقِهِ وَ إِنْ كَانَ كُلٌّ مِنْهُ.

وصايا شتى

وَ تَلَافِيكَ مَا فَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ أَيْسَرُ مِنْ إِدْرَاكِكَ مَا فَاتَ مِنْ مَنْطِقِكَ، وَ حِفْظُ مَا فِي الْوِعَاءِ بِشَدِّ الْوِكَاءِ، وَ حِفْظُ مَا فِي يَدَيْكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ طَلَبِ مَا فِي يَدَيْ غَيْرِكَ. وَ مَرَارَةُ الْيَأْسِ خَيْرٌ مِنَ الطَّلَبِ إِلَى النَّاسِ، وَ الْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى مَعَ الْفُجُورِ، وَ الْمَرْءُ أَحْفَظُ لِسِرِّهِ، وَ رُبَّ سَاعٍ فِيمَا يَضُرُّهُ! مَنْ أَكْثَرَ أَهْجَرَ، وَ مَنْ تَفَكَّرَ أَبْصَرَ. قَارِنْ أَهْلَ الْخَيْرِ تَكُنْ مِنْهُمْ، وَ بَايِنْ أَهْلَ الشَّرِّ تَبِنْ عَنْهُمْ. بِئْسَ الطَّعَامُ الْحَرَامُ! وَ ظُلْمُ الضَّعِيفِ أَفْحَشُ الظُّلْمِ. إِذَا كَانَ الرِّفْقُ خُرْقاً كَانَ الْخُرْقُ رِفْقاً. رُبَّمَا كَانَ الدَّوَاءُ دَاءً، وَ الدَّاءُ دَوَاءً. وَ رُبَّمَا نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ، وَ غَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ. وَ إِيَّاكَ وَ الِاتِّكَالَ عَلَى الْمُنَى فَإِنَّهَا بَضَائِعُ النَّوْكَى، وَ الْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارِبِ، وَ خَيْرُ مَا جَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ. بَادِرِ الْفُرْصَةَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ غُصَّةً. لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُصِيبُ، وَ لَا كُلُّ غَائِبٍ يَؤُوبُ. وَ مِنَ الْفَسَادِ (المفسدة) إِضَاعَةُ الزَّادِ، وَ مَفْسَدَةُ الْمَعَادِ.

وَ لِكُلِّ أَمْرٍ عَاقِبَةٌ، سَوْفَ يَأْتِيكَ مَا قُدِّرَ لَكَ. التَّاجِرُ مُخَاطِرٌ، وَ رُبَّ يَسِيرٍ أَنْمَى مِنْ كَثِيرٍ! لَا خَيْرَ فِي مُعِينٍ مَهِينٍ، وَ لَا فِي صَدِيقٍ ظَنِينٍ. سَاهِلِ الدَّهْرَ مَا ذَلَّ لَكَ قَعُودُهُ، وَ لَا تُخَاطِرْ بِشَيْءٍ رَجَاءَ أَكْثَرَ مِنْهُ، وَ إِيَّاكَ أَنْ تَجْمَحَ بِكَ مَطِيَّةُ اللَّجَاجِ.

اِحْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ أَخِيكَ عِنْدَ صَرْمِهِ عَلَى الصِّلَةِ، وَ عِنْدَ

رغائب - پسندیدہ اشیاء
یُسر - سہولت
عُسر - تنگی
تُوجِف - تیز رفتاری کرے
مَطَایا - جمع مطیّہ (سواری)
مَناہل - چشمے
ہَلکہ - ہلاکت
تَلافی - تدارک
فَرَطَ - کوتاہی ہوگئی
شَدّ وکاء - منہ بند کردینا
اَہجَرَ - ہذیان بکنے لگتا ہے
خُرق - شدت
مُستنصَح - جس سے نصیحت طلب کی جائے
مُنیٰ - امیدیں
نوکیٰ - جمع انوک (احمق)
مَہین - حقیر
ظَنین - متہم
ساہِلِ الدہر - سہولت کا برتاؤ کرو
قَعود - جو اونٹ بٹھا دیا جائے
مَطیّہ - سواری
لَجاج - جھگڑا
صَرم - قطع
صِلہ - تعلق

اس لئے کہ جو عزت نفس دے دوگے اس کا کوئی بدل نہیں مل سکتا اور خبردار کسی کے غلام نہ بن جانا جب کہ پروردگار نے تمھیں آزاد قرار دیا ہے۔ دیکھو اس خیر میں کوئی خیر نہیں ہے جو شر کے ذریعہ حاصل ہو اور وہ آسانی آسانی نہیں ہے جو دشواری کے راستہ سے ملے۔

خبردار طمع کی سواریاں تیز رفتاری دکھلا کر تمھیں ہلاکت کے چشموں پر نہ وارد کر دیں اور اگر ممکن ہو کہ تمھارے اور خدا کے درمیان کوئی صاحب نعمت نہ آنے پائے تو ایسا ہی کرو کہ تمھیں تمھارا حصہ بہر حال ملنے والا ہے اور اپنا نصیب بہر حال لینے والے ہو اور اللہ کی طرف سے تھوڑا بھی مخلوقات کے بہت سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اگرچہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

خاموشی سے پیدا ہونے والی کوتاہی کی تلافی کر لینا گفتگو سے ہونے والے نقصان کے تدارک سے آسان تر ہے۔ برتن کے اندر کا سامان منھ بند کر کے محفوظ کیا جاتا ہے اور اپنے ہاتھ کی دولت کا محفوظ کر لینا دوسرے کے ہاتھ کی نعمت کے طلب کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ مایوسی کی تلخی کو برداشت کرنا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے اور پاکدامانی کے ساتھ محنت مشقت کرنا فسق و فجور کے ساتھ مالداری سے بہتر ہے۔

ہر انسان اپنے راز کو دوسروں سے زیادہ محفوظ رکھ سکتا ہے اور بہت سے لوگ ہیں جو اس امر کے لئے دوڑ رہے ہیں جو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔ زیادہ بات کرنے والا بکواس کرنے لگتا ہے اور غور و فکر کرنے والا بصیر ہو جاتا ہے۔ اہل خیر کے ساتھ رہو تاکہ انھیں میں شمار ہو اور اہل شر سے الگ رہو تاکہ ان سے الگ حساب کئے جاؤ۔ بدترین طعام مال حرام ہے اور بدترین ظلم کمزور آدمی پر ظلم ہے۔ نرمی نامناسب ہو تو سختی ہی مناسب ہے۔ کبھی کبھی دوا مرض بن جاتی ہے اور مرض دوا اور کبھی کبھی غیر مخلص بھی نصیحت کی بات کر دیتا ہے اور کبھی کبھی مخلص بھی خیانت سے کام لے لیتا ہے۔ دیکھو خبردار خواہشات پر اعتماد نہ کرنا کہ یہ احمقوں کا سرمایہ ہیں۔ عقلمندی تجربات کے محفوظ رکھنے میں ہے اور بہترین تجربہ وہی ہے جس سے نصیحت حاصل ہو۔ فرصت سے فائدہ اٹھاؤ قبل اس کے کہ رنج واندوہ کا سامنا کرنا پڑے۔ ہر طلبگار مطلوب کو حاصل بھی نہیں کرتا ہے اور ہر غائب پلٹ کر بھی نہیں آتا ہے۔

فساد کی ایک قسم زادِ راہ کا ضائع کر دینا اور عاقبت کو برباد کر دینا بھی ہے۔ ہر امر کی ایک عاقبت ہے اور عنقریب وہ تمھیں مل جائے گا جو تمھارے لئے مقدر ہوا ہے۔ تجارت کرنے والا وہی ہوتا ہے جو مال کو خطرہ میں ڈال سکے۔ بسا اوقات تھوڑا مال زیادہ سے زیادہ بابرکت ہوتا ہے۔ اُس مددگار میں کوئی خیر نہیں ہے جو ذلیل ہو اور وہ دوست بیکار ہے جو بدنام ہو۔ زمانہ کے ساتھ سہولت کا برتاؤ کرو جب تک اس کا اونٹ قابو میں رہے اور کسی چیز کو اس سے زیادہ کی امید میں خطرہ میں مت ڈالو۔ خبردار کہیں دشمنی اور عناد کی سواری تم سے منھ زوری نہ کرنے لگے۔

اپنے نفس کو اپنے بھائی کے بارے میں قطع تعلق کے مقابلہ میں تعلقات، اعراض کے مقابلہ میں مہربانی۔

صُدُودِهِ عَلَىٰ اللَّطَفِ وَ الْمُقَارَبَةِ، وَ عِنْدَ جُمُودِهِ عَلَىٰ الْبَذْلِ، وَ عِنْدَ تَبَاعُدِهِ عَلَىٰ الدُّنُوِّ، وَ عِنْدَ شِدَّتِهِ عَلَىٰ اللِّينِ، وَ عِنْدَ جُرْمِهِ عَلَىٰ الْعُذْرِ، حَتَّىٰ كَأَنَّكَ لَهُ عَبْدٌ، وَ كَأَنَّهُ ذُو نِعْمَةٍ عَلَيْكَ. وَ إِيَّاكَ أَنْ تَضَعَ ذٰلِكَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ، أَوْ أَنْ تَفْعَلَهُ بِغَيْرِ أَهْلِهِ. لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ صَدِيقِكَ صَدِيقاً فَتُعَادِيَ صَدِيقَكَ، وَ امْحَضْ أَخَاكَ النَّصِيحَةَ، حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ قَبِيحَةً، وَ تَجَرَّعِ الْغَيْظَ فَإِنِّي لَمْ أَرَ جُرْعَةً أَحْلَىٰ مِنْهَا عَاقِبَةً، وَ لَا أَلَذَّ مَغَبَّةً. وَ لِنْ لِمَنْ غَالَظَكَ، فَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَلِينَ لَكَ. وَ خُذْ عَلَىٰ عَدُوِّكَ بِالْفَضْلِ فَإِنَّهُ أَحْلَىٰ (احد) الظَّفَرَيْنِ. وَ إِنْ أَرَدْتَ قَطِيعَةَ أَخِيكَ فَاسْتَبْقِ لَهُ مِنْ نَفْسِكَ بَقِيَّةً يَرْجِعُ إِلَيْهَا إِنْ بَدَا لَهُ ذٰلِكَ يَوْماً مَّا. وَ مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْراً فَصَدِّقْ ظَنَّهُ، وَ لَا تُضِيعَنَّ حَقَّ أَخِيكَ اتِّكَالاً عَلَىٰ مَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكَ بِأَخٍ مَنْ أَضَعْتَ حَقَّهُ. وَ لَا تَكُنْ أَهْلُكَ أَشْقَىٰ الْخَلْقِ بِكَ، وَ لَا تَرْغَبَنَّ فِيمَنْ زَهِدَ عَنْكَ، وَ لَا يَكُونَنَّ أَخُوكَ أَقْوَىٰ عَلَىٰ قَطِيعَتِكَ مِنْكَ عَلَىٰ صِلَتِهِ، وَ لَا تَكُونَنَّ عَلَىٰ الْإِسَاءَةِ أَقْوَىٰ مِنْكَ عَلَىٰ الْإِحْسَانِ. وَ لَا يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظُلْمُ مَنْ ظَلَمَكَ، فَإِنَّهُ يَسْعَىٰ فِي مَضَرَّتِهِ وَ نَفْعِكَ، وَ لَيْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّكَ أَنْ تَسُوءَهُ.[1]

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ الرِّزْقَ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهُ، وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ، فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ. مَا أَقْبَحَ الْخُضُوعَ عِنْدَ الْحَاجَةِ، وَ الْجَفَاءَ عِنْدَ الْغِنَىٰ! إِنَّمَا لَكَ مِنْ دُنْيَاكَ، مَا أَصْلَحْتَ بِهِ مَثْوَاكَ، وَ إِنْ كُنْتَ جَازِعاً (جزعت) عَلَىٰ مَا تَفَلَّتَ مِنْ يَدَيْكَ، فَاجْزَعْ عَلَىٰ كُلِّ مَا لَمْ يَصِلْ إِلَيْكَ. اسْتَدِلَّ عَلَىٰ مَا لَمْ يَكُنْ بِمَا قَدْ كَانَ، فَإِنَّ الْأُمُورَ أَشْبَاهٌ؛ وَ لَا تَكُونَنَّ مِمَّنْ لَا تَنْفَعُهُ الْعِظَةُ إِلَّا إِذَا بَالَغْتَ فِي إِيلَامِهِ، فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّعِظُ بِالْآدَابِ، وَ الْبَهَائِمَ (و الجاهل) لَا تَتَّعِظُ إِلَّا بِالضَّرْبِ. اِطْرَحْ عَنْكَ وَارِدَاتِ الْهُمُومِ (الامور) بِعَزَائِمِ الصَّبْرِ وَ حُسْنِ الْيَقِينِ. مَنْ تَرَكَ الْقَصْدَ جَارَ وَ الصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ، وَ الصَّدِيقُ مَنْ صَدَقَ غَيْبُهُ. وَ الْهَوَىٰ

صُدود ۔ ترک کر دینا
لَطَفَ ۔ مہربانی
جُمود ۔ بخل
بَذل ۔ عطا
غَیظ ۔ غصہ
مَغَبّہ ۔ انجام
لِنْ ۔ نرم ہو جاؤ
غَالَظَ ۔ سختی کرے
مثویٰ ۔ مقام
تَفَلّتَ ۔ نکل گیا
قَصد ۔ اعتدال
جَارَ ۔ منحرف ہو گیا
غَیب ۔ غیبت
ہویٰ ۔ خواہش نفس

[1] خدا گواہ ہے کہ تمام دنیا اس عظیم نکتہ کے تصور سے عاجز ہے مقام عمل تو بہت بڑی بات ہے دنیا کے مستضعفین کے لئے اس سے زیادہ سکون و اطمینان کا کوئی سامان نہیں ہو سکتا ہے اور دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی موعظہ ممکن نہیں ہے کہ جب ظالم تمھاری عاقبت بنا رہا ہے تو تم اس کی دنیا کیوں خراب کر رہے ہو، عاقبت تو اس نے خود ہی خراب کر لی ہے ۔ تمھیں زحمت کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے ۔

بخل کے مقابلہ میں عطا، دوری کے مقابلہ میں قربت، شدت کے مقابلہ میں نرمی اور جرم کے موقع پر معذرت کے لئے آمادہ کردو گویا کہ تم اس کے بندے ہو اور اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے اور خبردار احسان کو بھی بے محل نہ قرار دینا اور نہ کسی نااہل کے ساتھ احسان کرنا۔ اپنے دشمن کے دوست کو اپنا دوست نہ بنانا کہ تم اپنے دوست کے دشمن ہو جاؤ اور اپنے بھائی کو مخلصانہ نصیحت کرتے رہنا چاہے اسے اچھی لگیں یا بُری۔ غصہ کو پی جاؤ کہ میں نے انجام کار کے اعتبار سے اس سے زیادہ شیریں کوئی گھونٹ نہیں دیکھا ہے اور نہ عاقبت کے لحاظ سے لذیذ تر۔۔ اور جو تمھارے ساتھ سختی کرے اس کے لئے نرم ہو جاؤ شاید کبھی وہ بھی نرم ہو جائے۔ اپنے دشمن کے ساتھ احسان کرو کہ اس میں دو میں سے ایک کامیابی اور شیریں ترین کامیابی ہے اور اگر اپنے بھائی سے قطع تعلق کرنا چاہو تو اپنے نفس میں اتنی گنجائش رکھو کہ اگر اسے کسی دن واپسی کا خیال پیدا ہو تو واپس آسکے۔ جو تمھارے بارے میں اچھا خیال رکھے اس کے خیال کو غلط نہ ہونے دینا۔ باہمی روابط کی بنا پر کسی بھائی کے حق کو ضائع نہ کرنا کہ جس کے حق کو ضائع کر دیا پھر وہ واقعاً بھائی نہیں ہے اور دیکھو تمھارے گھر والے تمھاری وجہ سے بدبخت نہ ہونے پائیں اور جو تم سے کنارہ کش ہونا چاہے اس کے پیچھے نہ لگے رہو۔ تمھارا کوئی بھائی قطع تعلقات میں تم پر بازی نہ لے جائے اور تم تعلقات مضبوط کرلو اور خبردار بُرائی کرنے میں نیکی کرنے سے زیادہ طاقت کا مظاہرہ نہ کرنا اور کسی ظالم کے ظلم کو بہت بڑا تصور نہ کرنا کہ وہ اپنے کو نقصان پہونچا رہا ہے اور تمھیں فائدہ پہونچا رہا ہے اور جو تمھیں فائدہ پہونچائے اس کی جزا یہ نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ بُرائی کرو [1]

اور فرزند! یاد رکھو کہ رزق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رزق وہ ہے جسے تم تلاش کر رہے ہو اور ایک رزق وہ ہے[2] جو تم کو تلاش کر رہا ہے کہ اگر تم اس تک نہ جاؤ گے تو وہ خود تم تک آجائے گا۔ ضرورت کے وقت خضوع و خشوع کا اظہار کس قدر ذلیل ترین بات ہے اور بے نیازی کے عالم میں بدسلوکی کس قدر قبیح حرکت ہے۔ اس دنیا میں تمھارا حصہ اتنا ہی ہے جس سے اپنی عاقبت کا انتظام کر سکو۔ اور کسی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے پر پریشانی کا اظہار کرنا ہے تو ہر اس چیز پر بھی فریاد کرو جو تم تک نہیں پہونچی ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس کے ذریعہ اس کا پتہ لگاؤ جو ہونے والا ہے کہ معاملات تمام کے تمام ایک ہی جیسے ہیں اور خبردار ان لوگوں میں نہ ہو جاؤ جن پر اس وقت تک نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی ہے جب تک پوری طرح تکلیف نہ پہونچائی جائے اس لئے کہ انسان عاقل ادب سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور جانور مار پیٹ سے سیدھا ہوتا ہے۔ دنیا میں وارد ہونے والے ہموم و آلام کو صبر کے عزائم اور یقین کے حسن کے ذریعہ رد کر دو۔ یاد رکھو کہ جس نے بھی اعتدال کو چھوڑا وہ منحرف ہو گیا۔ ساتھی ایک طرح کا شریک نسب ہوتا ہے اور دوست وہ ہے جو غیبت میں بھی سچا دوست رہے۔ خواہش اندھے پن کی شریک کار ہوتی ہے۔

---

[1] اس مسئلہ کا تعلق دنیا میں اخلاقی برتاؤ سے ہے۔ جہاں ظالموں کو اسلامی اخلاقیات سے آگاہ کیا جاتا ہے اور کبھی لشکر معاویہ پر بندش آب کو روک دیا جاتا ہے اور کبھی ابن ملجم کو سیراب کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ اگر دین و مذہب خطرہ میں پڑ جائے تو مذہب سے زیادہ عزیز تر کوئی شے نہیں ہے اور ظالموں سے جہاد بھی واجب ہو جاتا ہے۔

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان کی زندگی میں بیشمار ایسے مواقع آتے ہیں جہاں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ جیسے انسان رزق کی تلاش میں نہیں ہے بلکہ رزق انسان کو تلاش کر رہا ہے اور انسان جہاں جہاں جا رہا ہے اس کا رزق اس کے ساتھ جا رہا ہے۔ اور پروردگار نے ایسے واقعات کا انتظام اسی لئے کیا ہے کہ انسان کو اس کی رزاقیت اور ایفائے وعدہ کا یقین ہو جائے اور وہ رزق کی راہ میں عزت نفس یا دار آخرت کو بیچنے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔

شَرِيكُ الْعَمَىٰ، وَ رُبَّ بَعِيدٍ أَقْرَبُ مِنْ قَرِيبٍ، وَ قَرِيبٍ أَبْعَدُ مِنْ بَعِيدٍ، وَالْغَرِيبُ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَبِيبٌ. مَنْ تَعَدَّىٰ الْحَقَّ ضَاقَ مَذْهَبُهُ، وَ مَنِ اقْتَصَرَ عَلَىٰ قَدْرِهِ كَانَ أَبْقَىٰ لَهُ. وَ أَوْثَقُ سَبَبٍ أَخَذْتَ بِهِ سَبَبٌ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ. وَ مَنْ لَمْ يُبَالِكَ[1] فَهُوَ عَدُوُّكَ. قَدْ يَكُونُ الْيَأْسُ إِدْرَاكاً، إِذَا كَانَ الطَّمَعُ هَلَاكاً. لَيْسَ كُلُّ عَوْرَةٍ تَظْهَرُ، وَ لَا كُلُّ فُرْصَةٍ تُصَابُ، وَ رُبَّمَا أَخْطَأَ الْبَصِيرُ قَصْدَهُ، وَ أَصَابَ الْأَعْمَىٰ رُشْدَهُ. أَخِّرِ الشَّرَّ فَإِنَّكَ إِذَا شِئْتَ تَعَجَّلْتَهُ، وَ قَطِيعَةُ الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ الْعَاقِلِ. مَنْ أَمِنَ الزَّمَانَ خَانَهُ، وَ مَنْ أَعْظَمَهُ أَهَانَهُ. لَيْسَ كُلُّ مَنْ رَمَىٰ أَصَابَ. إِذَا تَغَيَّرَ السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ. سَلْ عَنِ الرَّفِيقِ قَبْلَ الطَّرِيقِ، وَ عَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ. إِيَّاكَ أَنْ تَذْكُرَ مِنَ الْكَلَامِ مَا يَكُونُ مُضْحِكاً، وَ إِنْ حَكَيْتَ ذٰلِكَ عَنْ غَيْرِكَ.

الرأي في المرأة

وَ إِيَّاكَ وَ مُشَاوَرَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّ رَأْيَهُنَّ إِلَىٰ أَفْنٍ، وَ عَزْمَهُنَّ إِلَىٰ وَهْنٍ. وَاكْفُفْ عَلَيْهِنَّ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِكَ إِيَّاهُنَّ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ أَبْقَىٰ عَلَيْهِنَّ، وَ لَيْسَ خُرُوجُهُنَّ بِأَشَدَّ مِنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لَا يُوثَقُ بِهِ عَلَيْهِنَّ[2]، وَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَلَّا يَعْرِفْنَ غَيْرَكَ[3] فَافْعَلْ. وَ لَا تُمَلِّكِ الْمَرْأَةَ مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رَيْحَانَةٌ، وَ لَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ. وَ لَا تَعْدُ بِكَرَامَتِهَا نَفْسَهَا، وَ لَا تُطْمِعْهَا فِي أَنْ تَشْفَعَ لِغَيْرِهَا. وَ إِيَّاكَ وَ التَّغَايُرَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ غَيْرَةٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يَدْعُو الصَّحِيحَةَ إِلَىٰ السَّقَمِ، وَ الْبَرِيئَةَ إِلَىٰ الرِّيَبِ. وَ اجْعَلْ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ خَدَمِكَ عَمَلاً تَأْخُذُهُ بِهِ، فَإِنَّهُ أَحْرَىٰ أَلَّا يَتَوَاكَلُوا فِي خِدْمَتِكَ.

وَ أَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ، فَإِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ تَطِيرُ، وَأَصْلُكَ الَّذِي إِلَيْهِ تَصِيرُ، وَ يَدُكَ الَّتِي بِهَا تَصُولُ.

دعاء

اسْتَوْدِعِ اللّٰهَ دِينَكَ وَ دُنْيَاكَ، وَ اسْأَلْهُ خَيْرَ الْقَضَاءِ لَكَ فِي الْعَاجِلَةِ وَ الْآجِلَةِ، وَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، وَ السَّلَامُ.

لَمْ يُبَالِكَ - تمھاری پرواہ نہیں کرتا ہے
تَعَجَّلْتَ - جلدی کر سکتے ہو
اَعْظَمَہ - بڑا تصور کیا
اَفْن - نقص
وَہن - کمزوری
قَہرمان - خود مختار حاکم
لَا تَعْدُ - تجاوز نہ کرو
تَغَایُر - غیرت داری
تَوَاکُل - ایک دوسرے کے حوالے کر دینا

(۱) بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ حکام کی طرف اشارہ ہے کہ جو حاکم عوام کی پرواہ نہیں کرتا ہے اسے عوام کے مفادات کا دشمن ہی تصور کیا جاتا ہے۔

(۲) دنیا میں کتنے ہی عیب ہیں جو پس پردہ انجام دیے جاتے ہیں اور کتنے ہی بھیڑیے ہیں جو انسانوں کے بھیس میں نظر آتے ہیں لہٰذا انسان کو ہوشیار رہنا چاہئے اور صرف ظاہر پر اعتماد نہ کر لینا چاہئے۔

(۳) یہ ایک عظیم سماجی نکتہ ہے کہ بعض غیرت دار افراد عورتوں کو باہر نہیں جانے دیتے ہیں لیکن سارے خاندان اور غیر خاندان کے افراد کو گھر میں داخلہ کی اجازت دیدیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرز عمل کا خطرہ باہر نکلنے سے کم نہیں ہے۔ اگر انسان عقل و ہوش کی دنیا میں زندگی گذار رہا ہے۔

(۴) یہ اس ترقی یافتہ ماحول کی طرف اشارہ ہے جہاں پہلے گھر کی عورتوں کو باہر کے مردوں سے متعارف کرا دیا جاتا ہے اس کے بعد زندگی بھر اس کے نتائج کا مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔

بہت سے دور والے ایسے ہوتے ہیں جو قریب والوں سے قریب تر ہوتے ہیں اور بہت سے قریب والے دور والوں سے زیادہ دور تر ہوتے ہیں۔ غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔ جو حق سے آگے بڑھ جائے اس کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں اور جو اپنی حیثیت پر قائم رہتا ہے اس کی عزت باقی رہ جاتی ہے۔ تمھارے ہاتھوں میں مضبوط ترین وسیلہ تمھارا اور خدا کا رشتہ ہے۔ اور جو تمھاری پرواہ نہ کرے وہی تمھارا دشمن ہے۔ کبھی کبھی مایوسی بھی کامیابی بن جاتی ہے جب حرص و طمع موجب ہلاکت ہو۔ ہر عیب ظاہر نہیں ہوا کرتا ہے اور نہ ہر فرصت کا موقع بار بار ملا کرتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آنکھوں والا راستہ سے بھٹک جاتا ہے اور اندھا سیدھے راستہ کو پا لیتا ہے۔ بُرائی کو پس پشت ڈالتے رہو کہ جب بھی چاہو اس کی طرف بڑھ سکتے ہو۔ جاہل سے قطع تعلق عاقل سے تعلقات کے برابر ہے۔ جو زمانہ کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے زمانہ اس سے خیانت کرتا ہے اور جو اسے بڑا سمجھتا ہے اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ ہر تیر انداز کا تیر نشانہ پر نہیں بیٹھتا ہے۔ جب حاکم بدل جاتا ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے۔ رفیق سفر کے بارے میں راستہ پر چلنے سے پہلے دریافت کرو اور ہمسایہ کے بارے میں اپنے گھر سے پہلے خبرگیری کرو۔ خبردار ایسی کوئی بات نہ کرنا جو مضحکہ خیز ہو چاہے دوسروں ہی کی طرف سے نقل کی جائے۔

خبردار۔ عورتوں[1] سے مشورہ نہ کرنا کہ ان کی رائے کمزور اور ان کا ارادہ سست ہوتا ہے۔ انھیں پردہ میں رکھ کر ان کی نگاہوں کو تاک جھانک سے محفوظ رکھو کہ پردہ کی سختی ان کی عزت و آبرو کو باقی رکھنے والی ہے اور ان کا گھر سے نکل جانا غیر معتبر افراد کے اپنے گھر میں داخل کرنے سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ اگر ممکن ہو کہ وہ تمھارے علاوہ کسی کو نہ پہچانیں تو ایسا ہی کرو اور خبردار انھیں ان کے ذاتی مسائل سے زیادہ اختیارات نہ دو اس لئے کہ عورت ایک پھول ہے اور حاکم و متصرف نہیں ہے۔ اس کے پاس و لحاظ کو اس کی ذات سے آگے نہ بڑھاؤ اور اس میں دوسروں کی سفارش کا حوصلہ نہ پیدا ہونے دو۔ دیکھو خبردار غیرت کے مواقع کے علاوہ غیرت کا اظہار مت کرنا کہ اس طرح اچھی عورت بھی بُرائی کے راستہ پر چلی جائے گی اور بے عیب بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔

اپنے ہر خادم کے لئے ایک عمل مقرر کر دو جس کا محاسبہ کر سکو کہ یہ بات ایک دوسرے کے حوالہ کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اپنے قبیلہ کا احترام کرو کہ یہی تمھارے لئے پر پرواز کا مرتبہ رکھتے ہیں اور یہی تمھاری اصل ہیں جن کی طرف تمھاری بازگشت ہے اور تمھارے ہاتھ ہیں جن کے ذریعہ حملہ کر سکتے ہو۔

اپنے دین و دنیا کو پروردگار کے حوالہ کر دو اور اس سے دعا کرو کہ تمھارے حق میں دنیا و آخرت میں بہترین فیصلہ کرے۔ والسلام

[1] اس کلام میں مختلف احتمالات پائے جاتے ہیں:

ایک احتمال یہ ہے کہ یہ اس دور کے حالات کی طرف اشارہ ہے جب عورتیں ۹۹ فیصدی جاہل ہوا کرتی تھیں اور ظاہر ہے کہ پڑھے لکھے انسان کا کسی جاہل سے مشورہ کرنا نادانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس میں عورت کی جذباتی فطرت کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے مشورہ میں جذبات کی کارفرمائی کا خطرہ زیادہ ہے لہٰذا اگر کوئی عورت اس نقص سے بلند تر ہو جائے تو اس سے مشورہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس میں ان مخصوص عورتوں کی طرف اشارہ ہو جن کی رائے پر عمل کرنے سے عالم اسلام کا ایک بڑا حصہ تباہی کے گھاٹ اتر گیا ہے اور آج تک اس تباہی کے اثرات دیکھے جا رہے ہیں۔

۳۲

و من كتاب له (عليه السلام)

الى معاوية

وَأَرْدَيْتَ جِيلاً مِنَ النَّاسِ كَثِيراً؛ خَدَعْتَهُمْ بِغَيِّكَ، وَأَلْقَيْتَهُمْ فِي مَوْجِ بَحْرِكَ، تَغْشَاهُمُ الظُّلُمَاتُ، وَتَتَلَاطَمُ بِهِمُ الشُّبُهَاتُ، فَجَازُوا عَنْ وِجْهَتِهِمْ، وَنَكَصُوا عَلَى أَعْقَابِهِمْ، وَتَوَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ، وَعَوَّلُوا عَلَى أَحْسَابِهِمْ، إِلَّا مَنْ فَاءَ مِنْ أَهْلِ الْبَصَائِرِ، فَإِنَّهُمْ فَارَقُوكَ بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ، وَهَرَبُوا إِلَى اللّٰهِ مِنْ مُوَازَرَتِكَ، إِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ، وَعَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ. فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِي نَفْسِكَ، وَجَاذِبِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ، فَإِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ، وَالْآخِرَةَ قَرِيبَةٌ مِنْكَ، وَالسَّلَامُ.

۳۳

و من كتاب له (عليه السلام)

الى قثم بن عباس و هو عامله على مكة

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ عَيْنِي - بِالْمَغْرِبِ - كَتَبَ إِلَيَّ يُعْلِمُنِي أَنَّهُ وُجِّهَ إِلَى الْمَوْسِمِ أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ الْعُمْيِ الْقُلُوبِ، الصُّمِّ الْأَسْمَاعِ، الْكُمْهِ الْأَبْصَارِ، الَّذِينَ يَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، وَيُطِيعُونَ الْمَخْلُوقَ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، وَيَحْتَلِبُونَ الدُّنْيَا دَرَّهَا بِالدِّينِ، وَيَشْتَرُونَ عَاجِلَهَا بِآجِلِ الْأَبْرَارِ الْمُتَّقِينَ؛ وَلَنْ يَفُوزَ بِالْخَيْرِ إِلَّا عَامِلُهُ، وَلَا يُجْزَى جَزَاءَ الشَّرِّ إِلَّا فَاعِلُهُ. فَأَقِمْ عَلَى مَا فِي يَدَيْكَ قِيَامَ الْحَازِمِ الصَّلِيبِ، وَالنَّاصِحِ اللَّبِيبِ، التَّابِعِ لِسُلْطَانِهِ، الْمُطِيعِ لِإِمَامِهِ. وَإِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ، وَلَا تَكُنْ عِنْدَ النَّعْمَاءِ بَطِراً، وَلَا عِنْدَ الْبَأْسَاءِ فَشِلاً، وَالسَّلَامُ.

۳٤

و من كتاب له (عليه السلام)

الى محمد بن أبي بكر، لما بلغه توجده من عزله بالأشتر عن مصر، ثم توفي الأشتر في توجهه إلى هناك قبل وصوله إليها

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ بَلَغَنِي مَوْجِدَتُكَ مِنْ تَسْرِيحِ الْأَشْتَرِ إِلَى

أَرْدَيْتَ - ہلاک کر دیا ہے
غَيّ - گمراہی
وجہہ - سیدھا راستہ
نکصوا - پلٹ گئے
عوّلوا - اعتماد کیا
فاء - واپس آگیا
مُوازرہ - بوجھ بٹانا
جاذِب - مقابلہ کرو
قِیاد - مہار
عَینی - میرا جاسوس
مَغرب - بلاد غرب
موسم - زمانہ حج
کُمہ - پیدائشی اندھے
یحتلبون - دوہتے ہیں
دَرّ - دودھ
صَلیب - شدید
نعماء - آسائش
بطر - اکڑ
بَاساء - شدت
فَشِل - کمزور - بزدل
مَوجدہ - غصہ
تَجَدّ - تکدر
تَسریح - روانہ کرنا

مصادر کتاب ۳۲ الفتوح ابوالحسن المدائنی (متوفی ۲۲۴ھ) شرح نہج البلاغہ ۲ ص ۲۸۱
مصادر کتاب ۳۳ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۴ ص ۱۳۲ شرح ابن میثم ۵ ص ۴۲، مجمع الامثال ۱ ص ۳۴۳
مصادر کتاب ۳۴ الفتوح مدائنی، الغارات ثقفی، تاریخ طبری (حوادث ۳۸ھ) انساب الاشراف ۲ ص ۳۹۰

۳۲۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے نام)

تم نے لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو ہلاک کر دیا ہے کہ انھیں اپنی گمراہی سے دھوکے میں رکھا ہے اور اپنے سمندر کی موجوں کے حوالہ کر دیا ہے، ان تاریکیاں انھیں ڈھانپے ہوئے ہیں اور شبہات کے تھپیڑے انھیں تہ و بالا کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ راہ حق سے ہٹ گئے اور الٹے پاؤں پلٹ گئے اور پیٹھ پھیر کر چلتے بنے اور اپنے حسب و نسب پر بھروسہ کر بیٹھے علاوہ ان چند اہل بصیرت کے جو واپس آ گئے اور انھوں نے تمھیں پہچاننے کے بعد چھوڑ دیا اور تمھاری حمایت سے بھاگ کر اللہ کی طرف آ گئے جب کہ تم نے انھیں دشواریوں میں مبتلا کر دیا تھا اور راہ اعتدال سے ہٹا دیا تھا۔ لہٰذا اے معاویہ اپنے بارے میں خدا سے ڈرو اور شیطان سے جان چھڑاؤ کہ یہ دنیا بہر حال تم سے الگ ہونے والی ہے اور آخرت بہت قریب ہے۔ والسلام

۳۳۔ آپ کا مکتوب گرامی

(مکہ کے عامل قثم[2] بن عباس کے نام)

امابعد! میرے مغربی علاقہ کے جاسوس نے مجھے لکھ کر اطلاع دی ہے کہ موسم حج کے لئے شام کی طرف سے کچھ ایسے لوگوں کو بھیجا گیا ہے جو دلوں کے اندھے، کانوں کے بہرے اور آنکھوں کے محروم ضیا ہیں۔ یہ حق کو باطل سے مشتبہ کرنے والے ہیں اور خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کو خوش کرنے والے ہیں۔ ان کا کام دین کے ذریعہ دنیا کو دوہنا ہے اور یہ نیک کردار، پرہیزگار افراد کی آخرت کو دنیا کے ذریعہ خریدنے والے ہیں جب کہ خیر اس کا حصہ ہے جو خیر کا کام کرے اور شر اس کے حصہ میں آتا ہے جو شر کا عمل کرتا ہے۔ دیکھو اپنے منصبی فرائض کے سلسلہ میں ایک تجربہ کار، پختہ کار، مخلص، ہوشیار انسان کی طرح قیام کرنا جو اپنے حاکم کا تابع اور اپنے امام کا اطاعت گذار ہو اور خبردار کوئی ایسا کام نہ کرنا جس کی معذرت کرنا پڑے اور راحت و آرام میں مغرور نہ ہو جانا اور نہ شدت کے مواقع پر کمزوری کا مظاہرہ کرنا۔ والسلام

۳۴۔ آپ کا مکتوب گرامی

(محمد[3] بن ابی بکر کے نام۔ جب یہ اطلاع ملی کہ وہ اپنی معزولی اور مالک اشتر کے تقرر سے رنجیدہ ہیں اور پھر مالک اشتر مصر پہونچنے سے پہلے انتقال بھی کر گئے)

امابعد! مجھے مالک اشتر کے مصر کی طرف بھیجنے کے بارے میں تمھاری بددلی کی اطلاع ملی ہے

---

[1] طبری کا بیان ہے کہ حتات مجاشعی ایک جماعت کے ساتھ معاویہ کے دربار میں وارد ہوا معاویہ نے سب کو ایک ایک لاکھ انعام دیا اور حتات کو ستر ہزار۔ تو اس نے اعتراض کیا، معاویہ نے کہا کہ میں نے ان سے ان کا دین خریدا ہے۔ حتات نے کہا تو مجھ سے بھی خرید لیجئے؛ یہ سننا تھا کہ معاویہ نے ایک لاکھ پورا کر دیا۔

[2] قثم عبداللہ بن عباس کے بھائی تھے اور مکہ پر حضرت کے عامل تھے جو حضرت کی شہادت تک اپنے عہدہ پر فائز رہے اور اس کے بعد معاویہ کے دور میں سمرقند میں قتل کر دئے گئے۔

[3] محمد بن ابی بکر جناب اسماء بنت عمیس کے فرزند تھے۔ جنھوں نے پہلے حضرت جعفر طیار سے عقد کیا اور ان سے جناب عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ابوبکر سے عقد کیا جس سے محمد کی ولادت ہوئی اور آخر میں مولائے کائنات سے عقد کیا جس سے یحییٰ پیدا ہوئے اور اس طرح محمد ابوبکر کے فرزند اور حضرت کے پروردہ تھے۔ آپ نے انھیں مصر کا گورنر بنایا۔ اس کے بعد معاویہ اور عمرو عاص کے خطرہ کے پیش نظر ان کی جگہ مالک اشتر کا تقرر کیا لیکن معاویہ نے انھیں راستہ ہی میں زہر دلوا دیا اور اس طرح محمد اپنے عہدہ پر باقی رہ گئے۔ لیکن انھیں معزولی سے جو صدمہ ہوا تھا اس کے تدارک میں حضرت نے یہ خط ارسال فرمایا۔

عَمَلِكَ، وَإِنِّي لَمْ أَفْعَلْ ذٰلِكَ اسْتِبْطَاءً لَكَ فِي الْجَهْدِ، وَلَا ازْدِيَاداً لَكَ فِي الْجِدِّ؛ وَلَوْ نَزَعْتُ مَا تَحْتَ يَدِكَ مِنْ سُلْطَانِكَ، لَوَلَّيْتُكَ مَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مَؤُونَةً، وَأَعْجَبُ إِلَيْكَ وِلَايَةً.

إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي كُنْتُ وَلَّيْتُهُ أَمْرَ مِصْرَ كَانَ رَجُلاً لَنَا نَاصِحاً، وَعَلَىٰ عَدُوِّنَا شَدِيداً نَاقِماً[1]، فَرَحِمَهُ اللّٰهُ! فَلَقَدِ اسْتَكْمَلَ أَيَّامَهُ، وَلَاقَىٰ حِمَامَهُ، وَنَحْنُ عَنْهُ رَاضُونَ؛ أَوْلَاهُ اللّٰهُ رِضْوَانَهُ، وَضَاعَفَ الثَّوَابَ لَهُ. فَأَصْحِرْ لِعَدُوِّكَ، وَامْضِ عَلَىٰ بَصِيرَتِكَ، وَشَمِّرْ لِحَرْبِ مَنْ حَارَبَكَ، وَادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ، وَأَكْثِرِ الِاسْتِعَانَةَ بِاللّٰهِ يَكْفِكَ مَا أَهَمَّكَ، وَيُعِنْكَ عَلَىٰ مَا يَنْزِلُ بِكَ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

٣٥

ومن كتاب له (عليه السلام)

الى عبدالله بن العباس، بعد مقتل محمد بن أبي بكر

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ مِصْرَ قَدِ افْتُتِحَتْ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - قَدِ اسْتُشْهِدَ، فَعِنْدَ اللّٰهِ نَحْتَسِبُهُ وَلَداً نَاصِحاً، وَعَامِلاً كَادِحاً، وَسَيْفاً قَاطِعاً، وَرُكْناً دَافِعاً. وَقَدْ كُنْتُ حَثَثْتُ النَّاسَ عَلَىٰ لَحَاقِهِ، وَأَمَرْتُهُمْ بِغِيَاثِهِ قَبْلَ الْوَقْعَةِ، وَدَعَوْتُهُمْ سِرّاً وَجَهْراً، وَعَوْداً وَبَدْءاً، فَمِنْهُمُ الْآتِي كَارِهاً، وَمِنْهُمُ الْمُعْتَلُّ كَاذِباً، وَمِنْهُمُ الْقَاعِدُ خَاذِلاً. أَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالَىٰ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَرَجاً عَاجِلاً؛ فَوَاللّٰهِ لَوْلَا طَمَعِي عِنْدَ لِقَائِي عَدُوِّي فِي الشَّهَادَةِ، وَتَوْطِينِي نَفْسِي عَلَى الْمَنِيَّةِ، لَأَحْبَبْتُ أَلَّا أَلْقَىٰ مَعَ هٰؤُلَاءِ يَوْماً وَاحِداً، وَلَا أَلْتَقِيَ بِهِمْ أَبَداً.

٣٦

ومن كتاب له (عليه السلام)

الى أخيه عقيل بن أبي طالب، في ذكر جيش أنفذه الى بعض الأعداء، و هو جواب كتاب كتبه إليه عقيل

فَسَرَّحْتُ إِلَيْهِ جَيْشاً كَثِيفاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا بَلَغَهُ ذٰلِكَ شَمَّرَ

ولی - ولایت

ناقماً - غضبناک

حمام - موت

اصحر - نکل پڑو

احتسبہ - خدا سے طالب اجر ہوں

کادح - محنتی

(1) جناب مالک کے شرف کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ایک امام معصوم نے ان کے کردار کی شہادت دی ہے اور ان کے حق میں رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے لئے دعا کی ہے اور یہ وہ مرتبہ ہے جو ہر کس و ناکس کو حاصل نہیں ہوتا ہے اس کے لئے ایسا ہی جذبۂ قربانی درکار ہوتا ہے جیسا مالک اشتر کے دل میں تھا کہ معاویہ جیسا خونخوار بھی ان کے نام سے لرزتا تھا اور اسی بنا پر مصر پہنچنے سے پہلے انھیں زہر دلوا دیا کہ اسے معلوم تھا کہ محمد بن ابی بکر کے دور حکومت میں اس کی کارروائی چل سکتی ہے لیکن مالک اشتر کے ہوتے ہوئے اس کی سازشیں کامیاب نہیں ہو سکتی ہیں اور مالک کی اسی صلاحیت کے پیش نظر حضرت نے انھیں مصر کا گورنر بنانا چاہا تھا اور انھیں ایک مکمل منشور حکومت سے سرفراز فرمایا تھا۔

مصادر کتاب ۳۵ تاریخ طبری (حوادث ۳۸ھ) الغارات ثقفی، کامل ابن اثیر ۳ ص۱۸۱

مصادر کتاب ۳۶ الغارات، اغانی ۱۵ ص۴۴، الامامۃ والسیاسہ ۱ ص۴۴

حالانکہ میں نے یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ تمھیں کام میں کمزور پایا تھا یا تم سے زیادہ محنت کا مطالبہ کرنا چاہا تھا بلکہ اگر میں نے تم سے تمھارے زیر اثر اقتدار کو لیا بھی تھا تو تمھیں ایسا کام دینا چاہتا تھا جو تمھارے لئے مشقت کے اعتبار سے آسان ہو اور تمھیں پسند بھی ہو۔

جس شخص کو میں نے مصر کا عامل قرار دیا تھا وہ میرا مردِ مخلص اور میرے دشمن کے لئے سخت قسم کا دشمن تھا۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے جس نے اپنے دن پورے کر لئے اور اپنی موت سے ملاقات کر لی۔ ہم اس سے بہر حال راضی ہیں۔ اللہ اسے اپنی رضا عنایت فرمائے اور اس کے ثواب کو مضاعف کر دے۔(1) اب تم دشمن کے مقابلہ میں نکل پڑو اور اپنی بصیرت پر چل پڑو۔ جو تم سے جنگ کرے اس سے جنگ کرنے کے لئے کمر کس لو اور دشمن کو راہِ خدا کی دعوت دے دو۔ اس کے بعد اللہ سے مسلسل مدد مانگتے رہو کہ وہی تمھارے لئے ہر اہم میں کافی ہے اور وہی ہر نازل ہونے والی مصیبت میں مدد کرنے والا ہے۔ انشاء اللہ

۳۵۔ آپ کا مکتوب گرامی

(عبداللہ بن عباس کے نام۔ محمد بن ابی بکر کی شہادت کے بعد)

امابعد! دیکھو مصر پر دشمن کا قبضہ ہو گیا ہے اور محمد بن ابی بکر شہید ہو گئے ہیں (خدا ان پر رحمت نازل کرے) میں ان کی مصیبت کا اجر خدا سے چاہتا ہوں کہ وہ میرے مخلص فرزند اور محنت کش عامل تھے۔ میری تیغ براں اور میرے دفاعی ستون۔ میں نے لوگوں کو ان سے ملحق ہو جانے پر آمادہ کیا تھا اور انھیں حکم دیا تھا کہ جنگ سے پہلے ان کی مدد کو پہونچ جائیں اور انھیں خفیہ اور علانیہ ہر طرح دعوت عمل دی تھی اور بار بار آواز دی تھی لیکن بعض افراد با دل ناخواستہ آئے اور بعض نے جھوٹے بہانے کر دیئے۔ کچھ تو میرے حکم کو نظر انداز کر کے گھر ہی میں بیٹھے رہ گئے۔ اب میں پروردگار سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے ان کی طرف سے جلد کشائش امر عنایت فرمادے کہ خدا کی قسم اگر مجھے دشمن سے ملاقات کرکے وقت شہادت کی آرزو نہ ہوتی اور میں نے اپنے نفس کو موت کے لئے آمادہ نہ کر لیا ہوتا تو میں ہر گز یہ پسند نہ کرتا کہ ان لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی دشمن سے مقابلہ کروں یا خود ان لوگوں سے ملاقات کروں۔

۳۶۔ آپ کا مکتوب گرامی

(اپنے بھائی عقیل کے نام جس میں اپنے بعض لشکروں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ درحقیقت عقیل کے مکتوب کا جواب ہے)

پس میں نے اس کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر عظیم روانہ کر دیا اور جب اسے اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے دامن سمیٹ کر فرار اختیار کیا۔

---

(1) مسعودی نے مروج الذہب میں ۳۵ھ کے حوادث میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ "معاویہ نے عمرو ابن العاص کی سرکردگی میں ۴ ہزار کا لشکر مصر کی طرف روانہ کیا اور اس میں معاویہ بن خدیج اور ابوالاعور السلمی جیسے افراد کو بھی شامل کر دیا۔ مقام مسناة پر محمد بن ابی بکر نے اس لشکر کا مقابلہ کیا لیکن اصحاب کی بیوفائی کی بنا پر میدان چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد دوبارہ مصر کے علاقہ میں رن پڑا اور آخر کار محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر لیا گیا اور انھیں جیتے جی ایک گدھے کی کھال میں رکھ کر نذر آتش کر دیا گیا" جس کا حضرت کو بیحد صدمہ ہوا اور آپ نے اس واقعہ کی اطلاع بصرہ کے عامل عبداللہ بن عباس کو کی اور اپنے مکمل جذبات کا اظہار فرما دیا یہاں تک کہ اہل عراق کی بیوفائی کی بنیاد پر آرزوئے موت تک کا تذکرہ فرما دیا کہ گویا ایسے افراد کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے ہیں جو راہِ خدا میں جہاد کرنا نہ جانتے ہوں۔ اور یہ مولائے کائنات کا درس عمل ہر دور کے لئے ہے کہ جس قوم میں جذبۂ قربانی نہیں ہے۔ علیؑ نہ انھیں دیکھنا پسند کرتے ہیں اور نہ انھیں اپنے شیعوں میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔!

هَارِباً، وَنَكَصَ نَادِماً، فَلَحِقُوهُ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ، وَقَدْ طَفَّلَتِ الشَّمْسُ لِلْإِيَابِ، فَاقْتَتَلُوا شَيْئاً كَلاَ وَلاَ، فَمَا كَانَ إِلَّا كَمَوْقِفِ سَاعَةٍ حَتَّى نَجَا جَرِيضاً بَعْدَمَا أُخِذَ مِنْهُ بِالْمُخَنَّقِ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُ غَيْرُ الرَّمَقِ، فَلَأْياً بِلَأْيٍ مَا نَجَا. فَدَعْ عَنْكَ قُرَيْشاً وَتَرْكَاضَهُمْ فِي الضَّلَالِ، وَتَجْوَالَهُمْ فِي الشِّقَاقِ، وَجِمَاحَهُمْ فِي التِّيهِ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَجْمَعُوا عَلَى حَرْبِي كَإِجْمَاعِهِمْ عَلَى حَرْبِ رَسُولِ اللّٰهِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ـ قَبْلِي، فَجَزَتْ قُرَيْشاً عَنِّي الْجَوَازِي! فَقَدْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَسَلَبُونِي سُلْطَانَ ابْنِ أُمِّي.

وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ عَنْهُ مِنْ رَأْيِي فِي الْقِتَالِ، فَإِنَّ رَأْيِي قِتَالُ الْمُحِلِّينَ حَتَّى أَلْقَى اللّٰهَ؛ لَا يَزِيدُنِي كَثْرَةُ النَّاسِ حَوْلِي عِزَّةً، وَلَا تَفَرُّقُهُمْ عَنِّي وَحْشَةً، وَلَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ أَبِيكَ ـ وَلَوْ أَسْلَمَهُ النَّاسُ ـ مُتَضَرِّعاً مُتَخَشِّعاً، وَلَا مُقِرّاً لِلضَّيْمِ وَاهِناً، وَلَا سَلِسَ الزِّمَامِ لِلْقَائِدِ، وَلَا وَطِيءَ الظَّهْرِ لِلرَّاكِبِ الْمُتَقَعِّدِ، وَلٰكِنَّهُ كَمَا قَالَ أَخُو بَنِي سَلِيمٍ:

فَإِنْ تَسْأَلِينِي كَيْفَ أَنْتَ فَإِنَّنِي — صَبُورٌ عَلَى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيبُ

يَعِزُّ عَلَيَّ أَنْ تُرَى بِي كَآبَةٌ — فَيَشْمَتَ عَادٍ أَوْ يُسَاءَ حَبِيبُ

٣٧

و من كلام له (عليه السلام)

الى معاوية

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا أَشَدَّ لُزُومَكَ لِلْأَهْوَاءِ الْمُبْتَدَعَةِ، وَالْحَيْرَةِ الْمُتَّبَعَةِ، مَعَ تَضْيِيعِ الْحَقَائِقِ وَاطِّرَاحِ الْوَثَائِقِ، الَّتِي هِيَ لِلّٰهِ طِلْبَةٌ،

طفّلت - قریب ہو چکا تھا
ایاب - واپسی
کلا و لا - فوراً
جریض - رنجیدہ
مخنق - گلو گرفتہ
لایا - شدت
ترکاض - دوڑ
تجوال - گردش
شقاق - اختلاف
جماح - منہ زوری
تیہ - گمراہی
جوازی - مکافات
ابن امی - رسول اکرم
ضیم - ظلم
واہن - ضعیف
سلس - سہل
وطیٔ - نرم
متقعد - سوار ہونے والا
صلیب - شدید
یعز علیّ - سخت ہے
کآبۃ - آثار رنج
عاد - دشمن
متبعہ - زحمت میں ڈالنے والی
طلبہ - مطلوب

مصادر کتاب ۳۶ شرح ابن ابی الحدید ۴ ص۵۷، شرح ابن میثم بحرانی ۵ ص۸۱، احتجاج طبرسی ص۹۷

اور پشیمان ہو کر پیچھے ہٹ گیا تو ہمارے لشکر نے اسے راستہ میں جالیا جب کہ سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں ایک مختصر جھڑپ ہوئی اور ایک ساعت نہ گذرنے پائی تھی کہ اس نے بھاگ کر نجات حاصل کرلی جب کہ اسے گلے سے پکڑا جا چکا تھا اور چند سانسوں کے علاوہ کچھ باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس طرح بڑی مشکل سے اس نے جان بچائی لہٰذا اب قریش اور گمراہی میں ان کی تیز رفتاری اور تفرقہ میں ان کی گردش اور ضلالت میں ان کی منہ زوری کا ذکر چھوڑ دو کہ ان لوگوں نے مجھ سے جنگ پر ویسے ہی اتفاق کرلیا ہے جس طرح رسول اکرمؐ سے جنگ پر اتفاق کیا تھا۔ اب اللہ ہی قریش کو ان کے کئے کا بدلہ دے کہ انھوں نے میری قرابت کا رشتہ توڑ دیا اور مجھ سے میرے ماںجائے[1] کی حکومت سلب کرلی۔

اور یہ جو تم نے جنگ کے بارے میں میری رائے دریافت کی ہے تو میری رائے یہی ہے کہ جن لوگوں نے جنگ کو حلال بنا رکھا ہے ان سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں۔ میرے گرد لوگوں کا اجتماع میری عزت میں اضافہ نہیں کرسکتا ہے اور نہ ان کا متفرق ہو جانا میری وحشت میں اضافہ کرسکتا ہے اور میرے برادر اگر تمام لوگ بھی میرا ساتھ چھوڑ دیں تو آپ مجھے کمزور اور خوفزدہ نہ پائیں گے اور نہ ظلم کا اقرار کرنے والا۔ کمزور اور کسی قائد کے ہاتھ میں آسانی سے زمام پکڑا دینے والا اور کسی سوار کے لئے سواری کی سہولت دینے والا پائیں گے۔ بلکہ میری وہی صورت حال ہوگی جس کے بارے میں قبیلۂ بنی سلیم والے نے کہا ہے:

"اگر تو میری حالت کے بارے میں دریافت کر رہی ہے تو سمجھ لے کہ میں زمانہ کے مشکلات میں صبر کرنے والا اور مستحکم ارادہ والا ہوں میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے کہ مجھے پریشان حال دیکھا جائے اور دشمن طعنے دے یا دوست اس صورت حال سے رنجیدہ ہو جائے۔"

۳۷۔ آپ کا مکتوب گرامی
(معاویہ کے نام)

اے سبحان اللہ۔ تو نئی نئی خواہشات اور زحمت میں ڈالنے والی حیرت و سرگردانی سے کس قدر چپکا ہوا ہے جب کہ تو نے حقائق کو برباد کردیا ہے اور دلائل کو ٹھکرا دیا ہے جو اللہ کو مطلوب اور بندوں پر اس کی حجت ہیں۔

---

[1] مولائے کائناتؑ نے سرکار دوعالمؐ کو "ابن امی" کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اس لئے کہ سرکار دوعالمؐ مسلسل آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسد کو اپنی ماں کے لفظ سے یاد فرمایا کرتے تھے "ھی امّی بعد امّی"۔

[2] اس مقام پر آپ نے اپنی ذات کو "ابن ابیک" کہہ کر یاد کیا ہے اور بھائی نہیں کہا ہے تاکہ جناب عقیل اس نکتہ کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ ہم اور آپ ایک ایسے باپ کے فرزند ہیں جن کی زندگی میں ذلت کے قبول کرنے اور ظلم و ستم کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے کا کوئی تصور نہیں تھا تو آج میرے بارے میں کیا سوچا ہے اور جہاد راہ خدا کے بارے میں میری رائے کیا دریافت کرنا ہے۔ جب میرا باپ اس کے باپ کے مقابلہ میں ہمیشہ جہاد کرتا رہا تو مجھے معاویہ کے مقابلہ میں ہمیشہ جہاد کرنے میں کیا تکلف ہو سکتا ہے۔ آخر کار وہ ابوسفیان کا بیٹا ہے اور میں ابوطالب کا فرزند ہوں۔

اسی کے ساتھ آپ نے اس حقیقت کا بھی اعلان کردیا کہ مقابلہ کرنیوالے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض کا اعتماد لشکروں اور سپاہیوں پر ہوتا ہے اور بعض کا اعتماد ذات پروردگار پر ہوتا ہے۔ لشکروں پر اعتماد کرنے والے پیچھے ہٹ سکتے ہیں لیکن ذات واجب پر اعتماد کرنے والے میدان سے قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان کا خدا کسی کے مقابلہ میں کمزور ہو سکتا ہے اور نہ وہ کسی قلت و کثرت سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔

وَعَلَىٰ عِبَادِهِ حُجَّةٌ. فَأَمَّا إِكْثَارُكَ الْحِجَاجَ عَلَىٰ عُثْمَانَ وَقَتَلَتِهِ، فَإِنَّكَ إِنَّمَا نَصَرْتَ عُثْمَانَ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ، وَخَذَلْتَهُ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَهُ، وَالسَّلَامُ.

۳۸

و من كتاب له (عليه السلام)

الى أهل مصر، لما ولى عليهم الأشتر

مِنْ عَبْدِاللَّهِ عَلِيٍّ أَمِيرِالْمُؤْمِنِينَ، إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ غَضِبُوا لِلَّهِ حِينَ عُصِيَ فِي أَرْضِهِ، وَذُهِبَ بِحَقِّهِ، فَضَرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَهُ عَلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ، وَالْمُقِيمِ وَالظَّاعِنِ، فَلَا مَعْرُوفٌ يُسْتَرَاحُ إِلَيْهِ، وَلَا مُنْكَرٌ يُتَنَاهَىٰ عَنْهُ.

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَبْداً مِنْ عِبَادِ اللَّهِ، لَا يَنَامُ أَيَّامَ الْخَوْفِ، وَلَا يَنْكُلُ عَنِ الْأَعْدَاءِ سَاعَاتِ الرَّوْعِ، أَشَدَّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِيقِ النَّارِ، وَهُوَ مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ أَخُو مَذْحِجٍ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا أَمْرَهُ فِيمَا طَابَقَ الْحَقَّ، فَإِنَّهُ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ، لَا كَلِيلُ الظُّبَةِ، وَلَا نَابِي الضَّرِيبَةِ: فَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تَنْفِرُوا فَانْفِرُوا، وَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تُقِيمُوا فَأَقِيمُوا، فَإِنَّهُ لَا يُقْدِمُ وَلَا يُحْجِمُ، وَلَا يُؤَخِّرُ وَلَا يُقَدِّمُ إِلَّا عَنْ أَمْرِي؛ وَقَدْ آثَرْتُكُمْ بِهِ عَلَىٰ نَفْسِي لِنَصِيحَتِهِ لَكُمْ، وَشِدَّةِ شَكِيمَتِهِ عَلَىٰ عَدُوِّكُمْ.

۳۹

و من كتاب له (عليه السلام)

الى عمرو بن العاص

فَإِنَّكَ قَدْ جَعَلْتَ دِينَكَ تَبَعاً لِدُنْيَا امْرِئٍ ظَاهِرٍ غَيُّهُ، مَهْتُوكٍ سِتْرُهُ، يَشِينُ الْكَرِيمَ بِمَجْلِسِهِ، وَيُسَفِّهُ الْحَلِيمَ بِخِلْطَتِهِ، فَاتَّبَعْتَ أَثَرَهُ،

حجاج - بحث و جدال
جور - ظلم
سُرادق - شامیانے
بَرّ - نیک کردار
ظاعن - مسافر
یستراح الیہ - سکون حاصل کیا جائے
نکول - پیچھے ہٹ جانا
روع - خوف
مذحج - مالک کے قبیلہ کا نام ہے
کلیل - کند
ظُبہ - دھار
نابی - اچٹ جانے والی
ضریبہ - کاٹ -
آثرت - مقدم کیا
شکیمہ - لگام

(۱) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ رسولؐ اکرم کے دور میں قرآن مجید میں تحریف کرنا چاہی تو آپ نے اس کا اظہار کر دیا اور وہ مشرک ہو کر بھاگ گیا اس کے بعد فتح مکہ میں عثمانؓ کے اشارہ پر دوبارہ مسلمان ہوا حالانکہ آپ اس کے قتل کا حکم دے چکے تھے عثمانؓ نے اپنے دور میں اسے واپس بلا کر مصر کا گورنر بنا دیا اور اس کے مظالم نے اہل مصر کو عثمانؓ کے قتل پر مجبور کر دیا اور ان کے سامنے کوئی راستہ نہ رہ گیا

مصادر کتاب ۳۸ تاریخ طبری ۶ ص ۳۹۴، اختصاص مفیدؒ ص ۸۰، امالی مفیدؒ ص ۴۵، الغارات، کتاب صفین ابن مزاحم ص ۱۲۱، تاریخ یعقوبی، البیان والتبیین جاحظ ۲ ص ۲۵۶

مصادر کتاب ۳۹ کتاب صفین ابن مزاحم، احتجاج طبرسیؒ ۱ ص ۲۶۱، تذکرۃ الخواص ابن جوزی ص ۸۴، البیان والتبیین ۲ ص ۲۵۹، سیرت ابن ہشام

رہ گیا تمہارا عثمانؑ اور ان کے قاتلوں کے بارے میں جھگڑا بڑھانا تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ تم نے عثمانؓ کی مدد اس وقت کی ہے جب مدد میں تمہارا فائدہ تھا اور اس وقت لاوارث چھوڑ دیا تھا جب مدد[1] میں ان کا فائدہ تھا۔ والسلام

۳۸۔ آپ کا مکتوب گرامی
(مالک اشتر کی ولایت کے موقع پر اہل مصر کے نام)

بندۂ خدا۔ امیرالمومنین علیؑ کی طرف سے ۔۔۔ اس قوم کے نام جس نے خدا کے لئے اپنے غضب کا اظہار کیا جب اس کی زمین میں اس کی معصیت کی گئی اور اس کے حق کو برباد کر دیا گیا۔ ظلم نے ہر نیک و بدکار اور مقیم و مسافر پر اپنے شامیانے تان دئے اور نہ کوئی نیکی رہ گئی جس کے زیر سایہ آرام لیا جاسکے اور نہ کوئی ایسی بُرائی رہ گئی جس سے لوگ پرہیز کرتے۔

امابعد۔ میں نے تمھاری طرف بندگانِ خدا میں سے ایک ایسے بندہ کو بھیجا ہے جو خوف کے دنوں میں سوتا نہیں ہے اور دہشت کے اوقات میں دشمنوں سے خوفزدہ نہیں ہوتا ہے اور فاجروں کے لئے آگ کی گرمی سے زیادہ شدید تر ہے اور اس کا نام مالک بن اشتر مذحجی ہے لہٰذا تم لوگ اس کی بات سنو اور اس کے ان اوامر کی اطاعت کرو جو مطابق حق ہیں کہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار[2] ہے جس کی تلوار کند نہیں ہوتی ہے اور جس کا وار اُچٹ نہیں سکتا ہے۔ وہ اگر کوچ کرنے کا حکم دے تو نکل کھڑے ہو اور اگر ٹھہرنے کے لئے کہے تو فوراً ٹھہر جاؤ اس لئے کہ وہ میرے امر کے بغیر نہ آگے بڑھا سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ نہ حملہ کر سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ میں نے اس کے معاملہ میں تمھیں اپنے اوپر مقدم کر دیا ہے اور اپنے پاس سے جُدا کر دیا ہے کہ وہ تمھارا مخلص ثابت ہوگا اور تمھارے دشمن کے مقابلہ میں انتہائی سخت گیر ہوگا۔

۳۹۔ آپ کا مکتوب گرامی
(عمرو بن العاص کے نام)

تو نے اپنے دین کو ایک ایسے شخص کی دنیا کا تابع بنا دیا ہے جس کی گمراہی واضح ہے اور اس کا پردۂ عیوب چاک ہو چکا ہے۔ وہ شریف انسان کو اپنی بزم میں بٹھا کر عیب دار اور عقلمند کو اپنی مصاحبت سے احمق بنا دیتا ہے۔ تو نے اس کے نقش قدم پر قدم جمائے ہیں

[1] ابن ابی الحدید نے بلاذری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عثمانؓ کے محاصرہ کے دور میں معاویہ نے شام سے ایک فوج یزید بن اسد قسری کی سرکردگی میں روانہ کی اور اسے ہدایت دیدی کہ مدینہ کے باہر مقام ذی خشب میں مقیم رہیں اور کسی بھی صورت میں میرے حکم کے بغیر مدینہ میں داخل نہ ہوں۔ چنانچہ فوج اسی مقام پر حالات کا جائزہ لیتی رہی اور قتل عثمانؓ کے بعد واپس شام بلالی گئی۔ جس کا کھلا ہوا مفہوم یہ تھا کہ اگر انقلابی جماعت کامیاب نہ ہو سکے تو اس فوج کی مدد سے عثمانؓ کا خاتمہ کرا دیا جائے اور اس کے بعد خون عثمانؓ کا ہنگامہ کھڑا کر کے علیؑ سے خلافت سلب کر لی جائے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ آج بھی دنیا میں اس شامی سیاست کا سکّہ چل رہا ہے اور اقتدار کی خاطر اپنے ہی افراد کا خاتمہ کیا جا رہا ہے تاکہ اپنے جرائم کی صفائی دی جا سکے اور دشمن کے خلاف جنگ چھیڑنے کا جواز پیدا کیا جا سکے۔

[2] افسوس کہ عالم اسلام نے یہ لقب خالد بن الولید کو دے دیا ہے جس نے جناب مالک بن نویرہ کو بے گناہ قتل کر کے اسی رات ان کی زوجہ سے تعلقات قائم کر لئے اور اس پر حضرت عمرؓ تک نے اپنی برہمی کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے سیاسی مصالح کے تحت انھیں "سیف اللہ" قرار دے کر اتنے سنگین جُرم سے بری کر دیا۔ انا للہ . . .

وَطَلَبْتَ فَضْلَهُ، اتِّبَاعَ الْكَلْبِ لِلضِّرْغَامِ يَلُوذُ بِمَخَالِبِهِ، وَيَنْتَظِرُ مَا يُلْقَى إِلَيْهِ مِنْ فَضْلِ فَرِيسَتِهِ، فَأَذْهَبْتَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ! وَلَوْ بِالْحَقِّ أَخَذْتَ أَدْرَكْتَ مَا طَلَبْتَ. فَإِنْ يُمَكِّنِّي اللّٰهُ مِنْكَ وَمِنِ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَجْزِكُمَا بِمَا قَدَّمْتُمَا[۱]، وَإِنْ تُعْجِزَا وَتَبْقَيَا فَمَا أَمَامَكُمَا شَرٌّ لَكُمَا، وَالسَّلَامُ.

۴۰

و من كتاب له (عليه السلام)

الى بعض عماله

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ، إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ، وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ، وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ.

بَلَغَنِي أَنَّكَ جَرَّدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ، وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ، فَارْفَعْ إِلَيَّ حِسَابَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ حِسَابَ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ، وَالسَّلَامُ.

۴۱

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى بعض عماله

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي، وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي، وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ فِي نَفْسِي لِمُوَاسَاتِي وَمُوَازَرَتِي وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ إِلَيَّ؛ فَلَمَّا رَأَيْتَ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلِبَ، وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ، وَأَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزِيَتْ، وَهٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ فَنَكَتْ وَشَغَرَتْ، قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّكَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمُفَارِقِينَ، وَخَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِينَ، وَخُنْتَهُ مَعَ الْخَائِنِينَ، فَلَا ابْنَ عَمِّكَ آسَيْتَ، وَلَا الْأَمَانَةَ أَدَّيْتَ. وَكَأَنَّكَ

ضرغام - شیر
اَخزیت - رسوا کر دیا
جرّدت - صاف کر دیا
مُواساۃ - ہمدردی
مُوازرہ - مدد
کلِب - سخت ہو گیا
حرب - لڑنے پر آمادہ ہو گیا
خزیت - ذلیل ہو گئی
فنکت - لاپروائی برتی
شغرت - لاوارث ہو گئی
مجن - سپر
آسیت - مدد کی

[۱] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امیرالمومنینؑ کی زندگی میں عفو و درگذر کے بے شمار مواقع پائے جاتے ہیں اور آپ نے اپنے قاتل تک کے بارے میں ہمدردی کی وصیت فرمائی تھی لیکن یہ تمام باتیں اپنے ذاتی معاملات سے متعلق تھیں ورنہ دین خدا اور حقوق الناس کی بات آجائے تو اس میں کسی طرح کی مروت کا کوئی امکان نہیں ہے اور علیؑ سے زیادہ دین خدا میں سخت تر کوئی نہیں ہے۔

مصادر کتاب نمبر ۴۰ العقد الفرید ابن عبدربہ ۴ ص ۳۵۵، ۲ ص ۲۹۷

مصادر کتاب نمبر ۴۱ عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص ۵۷، العقد الفرید ۲ ص ۲۴۲، رجال کشیؒ ص ۵۸، انساب الاشراف ۲ ص ۱۷۴، کنز العمال ۶ ص ۲۱۰، مجمع الامثال ۲ ص ۱۰۱، تذکرۃ الخواص ص ۱۶۱، ثمار القلوب ابو منصور الثعالبی ص ۶۴۷، المستقصیٰ زمخشری ۲ ص ۱۲۵

اور اس کے بچے کھچے کی جستجو کی ہے جس طرح کہ کتا شیر کے پیچھے لگ جاتا ہے کہ اس کے پنجوں کی پناہ میں رہتا ہے اور اس وقت کا منتظر رہتا ہے جب شیر اپنے شکار کا بچا کھچا پھینک دے اور وہ اسے کھالے۔ تم نے تو اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو گنوا دیا ہے۔ حالانکہ اگر حق کی راہ پر رہے ہوتے جب بھی یہ مدعا حاصل ہو سکتا تھا۔ بہر حال اب خدا نے مجھے تم پر اور ابو سفیان کے بیٹے پر قابو دے دیا تو میں تمہارے حرکات کا صحیح بدلہ دے دوں گا[۵۱] اور اگر تم بچ کر نکل گئے اور میرے بعد تک باقی رہ گئے تو تمہارا آئندہ دور تمہارے لئے سخت ترین ہوگا۔ والسلام

۴۰۔ آپ کا مکتوب گرامی

(بعض عمال کے نام)

امابعد۔ مجھے تمہارے بارے میں ایک بات کی اطلاع ملی ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا ہے تو اپنے پروردگار کو ناراض کیا ہے۔ اپنے امام کی نافرمانی کی ہے اور اپنی امانتداری کو بھی رسوا کیا ہے۔

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم نے بیت المال کی زمین کو صاف کر دیا ہے اور جو کچھ زیر قدم تھا اس پر قبضہ کر لیا ہے اور جو کچھ ہاتھوں میں تھا اسے کھا گئے ہو لہٰذا فوراً اپنا حساب بھیج دو اور یہ یاد رکھو کہ اللہ کا حساب لوگوں کے حساب سے زیادہ سخت تر ہے۔ والسلام

۴۱۔ آپ کا مکتوب گرامی

(بعض عمال کے نام)

امابعد۔ میں نے تم کو اپنی امانت میں شریک کار بنایا تھا اور ظاہر و باطن میں اپنا قرار دیا تھا اور ہمدردی اور مددگاری اور امانتداری کے اعتبار سے میرے گھر والوں میں تم سے زیادہ معتبر کوئی نہیں تھا۔ لیکن جب تم نے دیکھا کہ زمانہ تمہارے ابن عم پر حملہ آور ہے اور دشمن آمادۂ جنگ ہے اور لوگوں کی امانت رسوا ہو رہی ہے اور امت بے راہ اور لاوارث ہو گئی ہے تو تم نے بھی اپنے ابن عم سے منہ موڑ لیا اور جدا ہونے والوں کے ساتھ مجھ سے جدا ہو گئے اور ساتھ چھوڑنے والوں کے ساتھ الگ ہو گئے اور خیانت کاروں کے ساتھ خائن ہو گئے۔ نہ اپنے ابن عم کا ساتھ دیا اور نہ امانتداری کا خیال کیا۔ گویا کہ تم نے اپنے جہاد سے خدا کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔

---

[۱] یہ بات تو واضح ہے کہ حضرت نے یہ خط اپنی کسی چچا زاد بھائی کے نام لکھا ہے۔ لیکن اس سے کون مراد ہے؟ اس میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ عبداللہ بن عباس مراد ہیں جو بصرہ کے عامل تھے لیکن جب مصر میں محمد بن ابی بکر کا حشر دیکھ لیا تو بیت المال کا سارا مال لے کر مکہ چلے گئے اور وہیں زندگی گذارنے لگے جس پر حضرت نے اپنی شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ابن عباس کے تمام کارناموں پر خط نسخ کھینچ دیا اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابن عباس جیسے حبر الامۃ اور مفسر قرآن کے بارے میں اس طرح کے کردار کا امکان نہیں ہے لہٰذا اس سے مراد ان کے بھائی عبیداللہ بن عباس ہیں جو یمن میں حضرت کے عامل تھے لیکن بعض حضرات نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے کہ یمن کے حالات میں ان کی خیانت کاری کا کوئی تذکرہ نہیں ہے تو ایک بھائی کو بچانے کے لئے دوسرے کو نشانۂ ستم کیوں بنایا جا رہا ہے۔

عبداللہ بن عباس لاکھ عالم و فاضل اور مفسر قرآن کیوں نہ ہوں۔ امام معصوم نہیں ہیں اور بعض معاملات میں امام با مکمل پیرو امام کے علاوہ کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا ہے چاہے مرد عامی ہو یا مفسرّ قرآن۔!

لَمْ تَكُنِ اللّٰهَ تُرِيدُ بِجِهَادِكَ، وَكَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكَ، وَكَأَنَّكَ إِنَّمَا كُنْتَ تَكِيدُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ، وَتَنْوِي غِرَّتَهُمْ عَنْ فَيْئِهِمْ، فَلَمَّا أَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ فِي خِيَانَةِ الْأُمَّةِ أَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ، وَعَاجَلْتَ الْوَثْبَةَ، وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِهِمُ الْمَصُونَةِ لِأَرَامِلِهِمْ وَأَيْتَامِهِمُ اخْتِطَافَ الذِّئْبِ الْأَزَلِّ دَامِيَةَ الْمِعْزَىٰ الْكَسِيرَةَ، فَحَمَلْتَهُ إِلَى الْحِجَازِ رَحِيبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهِ، غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ مِنْ أَخْذِهِ كَأَنَّكَ ـ لَا أَبَا لِغَيْرِكَ ـ حَدَرْتَ إِلَىٰ أَهْلِكَ تُرَاثَكَ مِنْ أَبِيكَ وَ أُمِّكَ، فَسُبْحَانَ اللّٰهِ! أَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ؟ أَوَ مَا تَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ! أَيُّهَا الْمَعْدُودُ ـ كَانَ ـ عِنْدَنَا مِنْ أُولِي الْأَلْبَابِ، كَيْفَ تُسِيغُ شَرَاباً وَ طَعَاماً، وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّكَ تَأْكُلُ حَرَاماً، وَتَشْرَبُ حَرَاماً، وَتَبْتَاعُ الْإِمَاءَ وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدِينَ، الَّذِينَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْأَمْوَالَ، وَأَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ! فَاتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْ إِلَىٰ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ أَمْوَالَهُمْ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ أَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْكَ لَأُعْذِرَنَّ إِلَى اللّٰهِ فِيكَ، وَلَأَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَا ضَرَبْتُ بِهِ أَحَداً إِلَّا دَخَلَ النَّارَ! وَوَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِي فَعَلْتَ، مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِي هَوَادَةٌ، وَلَا ظَفِرَا مِنِّي بِإِرَادَةٍ، حَتَّىٰ آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا، وَأُزِيحَ الْبَاطِلَ عَنْ مَظْلَمَتِهِمَا، وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَا أَخَذْتَهُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِي، أَتْرُكُهُ مِيرَاثاً لِمَنْ بَعْدِي؛ فَضَحِّ رُوَيْداً، فَكَأَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدَىٰ، وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرَىٰ، وَعُرِضَتْ عَلَيْكَ أَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِي يُنَادِي الظَّالِمُ فِيهِ بِالْحَسْرَةِ، وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ فِيهِ الرَّجْعَةَ، «وَلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ!»

کَادَ ۔ دھوکہ دیدیا
غِرَّہ ۔ غفلت
فَیْ ۔ مال غنیمت
اَزَلّ ۔ تیز رفتار
دَامِیہ ۔ مجروح
مِعزیٰ ۔ بکری
کسیرہ ۔ شکستہ
مُتَاثِم ۔ گناہوں سے بچنے والا
ابالغیرک ۔ دشمن کا برا ہو
حدرت الیہم ۔ تیز رفتاری سے چل دیا
نِقَاش ۔ سخت گیری
تسیغ ۔ بسہولت ہضم کرلیتا ہے
لَاَعذِرنّ ۔ اپنے عمل جو پیش خدا معذور بنادے
ہوادہ ۔ صلح
ضحّ رویداً ۔ ذرا ہوش میں آؤ
مدیٰ ۔ انتہا
ثریٰ ۔ خاک
لات حین مناص ۔ چھٹکارے کی گنجائش نہیں

مصادر کتاب ۴۲ تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۹۰، انساب الاشراف ۲ ص ۱۵۹، تاریخ یعقوبی ۲ ص ۱۷۹، اسد الغابہ ۵ ص ۲۶، التقریب ابن حجر ص ۳۸۳

[او]ر گویا تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے کوئی حجت نہیں تھی اور گویا کہ تم اس امت کو دھوکہ دے کر اس کی دنیا پر قبضہ کرنا چاہتے [ت]ھے اور تمھاری نیت تھی کہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان کے اموال پر قبضہ کرلیں۔ چنانچہ جیسے ہی امت سے خیانت کرنے کی طاقت [پی]دا ہوگئی تم نے تیزی سے حملہ کردیا اور فوراً کود پڑے اور ان تمام اموال کو اُچک لیا جو یتیموں اور بیواؤں کے لئے محفوظ کئے گئے تھے [جی]سے کوئی تیز رفتار بھیڑیا شکستہ یا زخمی بکریوں پر حملہ کردیتا ہے۔ پھر تم ان اموال کو حجاز کی طرف اٹھالے گئے اور اس حرکت سے بیحد [مط]مئن اور خوش تھے اور اس کے لینے میں کسی گناہ کا احساس بھی نہ تھا جیسے (خدا تمھارے دشمنوں کا برا کرے) اپنے گھر کی طرف اپنے [م]اں باپ کی میراث کا مال لارہے ہو۔

اے سبحان اللہ۔ کیا تمھارا آخرت پر ایمان ہی نہیں ہے اور کیا روز قیامت کے شدید حساب کا خوف بھی ختم ہوگیا ہے۔ اے [و]ہ شخص جو کل ہمارے نزدیک صاحبانِ عقل میں شمار ہوتا تھا۔ تمھارے یہ کھانا پینا کس طرح گوارا ہوتا ہے جب کہ تمھیں معلوم ہے کہ تم [م]ال حرام کھا رہے ہو اور حرام ہی پی رہے ہو اور پھر ایتام۔ مساکین۔ مومنین اور مجاہدین جنھیں اللہ نے یہ مال دیا ہے اور جن کے ذریعہ [ا]ن شہروں کا تحفظ کیا ہے۔ ان کے اموال سے کنیزیں خرید رہے ہو اور شادیاں رچا رہے ہو۔

خدارا۔ خدا سے ڈرو اور ان لوگوں کے اموال واپس کردو کہ اگر ایسا نہ کروگے اور خدا نے کبھی تم پر اختیار دے دیا تو تمھارے [ب]ارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو مجھے معذور بنا سکے اور تمھارا خاتمہ اسی تلوار سے کروں گا جس کے مارے ہوئے کا کوئی ٹھکانہ جہنم [کے] علاوہ نہیں ہے۔[1]

خدا کی قسم۔ اگر یہی کام حسنؑ و حسینؑ نے کیا ہوتا تو ان کے لئے بھی میرے پاس کسی نرمی کا امکان نہیں تھا اور نہ وہ میرے ارادہ [پ]ر قابو پا سکتے تھے جب تک کہ ان سے حق حاصل نہ کرلوں اور ان کے ظلم کے آثار کو مٹا نہ دوں۔[2]

خدائے رب العالمین کی قسم میرے لئے یہ بات ہرگز خوش کن نہیں تھی اگر یہ سارے اموال میرے لئے حلال ہوتے اور میں [ب]عد والوں کے لئے میراث بنا کر چھوڑ جاتا۔ ذرا ہوش میں آؤ کہ اب تم زندگی کی آخری حدوں تک پہونچ چکے ہو اور گویا کہ زیر خاک [د]فن ہوچکے ہو اور تم پر تمھارے اعمال پیش کردئے گئے ہیں۔ اس منزل پر جہاں ظالم حسرت سے آواز دیں گے۔ اور زندگی برباد کرنے والے واپسی کی آرزو کر رہے ہوں گے اور چھٹکارے کا کوئی امکان نہ ہوگا۔

---

[1] حضرت علیؑ کے مجاہدات کے امتیازات میں سے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ جس کی تلوار آپ پر چل جائے وہ بھی جہنمی ہے اور جس پر آپ کی تلوار چل جائے وہ بھی جہنمی ہے۔ اس لئے کہ آپ امام معصوم اور ید اللہ ہیں اور امام معصوم سے کسی غلطی کا امکان نہیں ہے اور اللہ کا ہاتھ کسی بے گناہ اور بے خطا پر نہیں اٹھ سکتا ہے۔

کاش مولائے کائنات کے مقابلہ میں آنے والے جمل و صفین کے فوجی یا سربراہ اس حقیقت سے باخبر ہوتے اور انھیں اس نکتہ کا ہوش رہ جاتا تو کبھی نفس پیغمبرؐ سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کرتے۔

[2] یہ کسی ذاتی امتیاز کا اعلان نہیں ہے۔ یہی بات پروردگار نے پیغمبرؐ سے کہی ہے کہ تم شرک اختیار کرلوگے تو تمھارے اعمال بھی برباد کردئے جائیں گے اور یہی بات پیغمبر اسلامؐ نے اپنی دختر نیک اختر کے بارے میں فرمائی تھی اور یہی بات مولائے کائناتؑ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں فرمائی ہے۔ گویا کہ یہ ایک صحیح اسلامی کردار ہے جو صرف انھیں بندگانِ خدا میں پایا جاتا ہے جو مشیتِ الٰہی کے ترجمان اور احکام الٰہیہ کی تمثیل ہیں ورنہ اس طرح کے کردار کا پیش کرنا ہر انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔!

٤٢

و من كتاب له (عليه السلام)

الى عمر بن أبي سلمة المخزومي، وكان عامله على البحرين، فعزله، واستعمل نعمان بن عجلان الزّرقي مكانه

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ نُعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، وَنَزَعْتُ يَدَكَ بِلَا ذَمٍّ لَكَ، وَلَا تَثْرِيبٍ عَلَيْكَ؛ فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الْوِلَايَةَ، وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ، فَأَقْبِلْ غَيْرَ ظَنِينٍ، وَلَا مَلُومٍ، وَلَا مُتَّهَمٍ، وَلَا مَأْثُومٍ، فَلَقَدْ أَرَدْتُ الْمَسِيرَ إِلَى ظَلَمَةِ أَهْلِ الشَّامِ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشْهَدَ مَعِي، فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى جِهَادِ الْعَدُوِّ، وَإِقَامَةِ عَمُودِ الدِّينِ، إِنْ شَاءَ اللهُ.

٤٣

و من كتاب له (عليه السلام)

الى مصقلة بن هبيرة الشيباني، و هو عامله على أردشير خرة

بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ إِلٰهَكَ، وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ: أَنَّكَ تَقْسِمُ فَيْءَ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي حَازَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخُيُولُهُمْ، وَأُرِيقَتْ عَلَيْهِ دِمَاؤُهُمْ، فِيمَنِ اعْتَامَكَ مِنْ أَعْرَابِ قَوْمِكَ. فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، لَئِنْ كَانَ ذٰلِكَ حَقّاً لَتَجِدَنَّ لَكَ عَلَيَّ هَوَاناً، وَلَتَخِفَّنَّ عِنْدِي مِيزَاناً، فَلَا تَسْتَهِنْ بِحَقِّ رَبِّكَ، وَلَا تُصْلِحْ دُنْيَاكَ بِمَحْقِ دِينِكَ، فَتَكُونَ مِنَ الْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً.

أَلَا وَإِنَّ حَقَّ مَنْ قِبَلَكَ وَقِبَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي قِسْمَةِ هٰذَا الْفَيْءِ سَوَاءٌ: يَرِدُونَ عِنْدِي عَلَيْهِ، وَيَصْدُرُونَ عَنْهُ.

٤٤

و من كتاب له (عليه السلام)

الى زياد بن أبيه، و قد بلغه أن معاوية كتب اليه يريد خديعته باستلحاقه

وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ، وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ، فَاحْذَرْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ: يَأْتِي الْمَرْءَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ، وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، لِيَقْتَحِمَ

تثریب - ملامت
ظنین - متہم
ظلمہ - جمع ظالم
استظہر بہ - مدد حاصل کرتا ہوں
اردشیر خرّہ - ارض عجم کا ایک شہر ہے
فئی - مال غنیمت
اعتامک - تمہیں اختیار کیا ہے
نسمہ - روح
قبل - طرف
یستزل - پھسلانا چاہتا ہے
لبّ - عقل - قلب
یستفل - کند کرنا چاہتا ہے
غرب - دھار

(۱) یہ ام سلمہ کے فرزند اور رسول اکرمؐ کے پروردہ تھے - حبشہ میں ۲ھ میں پیدا ہوئے اور عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں انتقال کیا

(۲) یہ قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھتے تھے اور مدینہ کے انصار میں شامل تھے امیرالمومنینؑ کے مخلص تھے اور اپنے دور کے شعراء میں شمار ہوتے تھے - اپنے اس اخلاص کا تذکرہ اپنے اشعار میں بھی کیا ہے

مصادر کتاب ۴۳ انساب الاشراف ۲ ص۱۶۱، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۹۰، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۷۷

مصادر کتاب ۴۴ الفتوح مدائنی، کامل ابن اثیر ۳ ص۲۲۰، اسد الغابہ ابن اثیر ۲ ص۲۱۵، استیعاب ابن عبدالبر ص۵۵۰، کتاب صفین ابن مزاحم ص۱۹۲، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۹۴

۴۲۔آپ کا مکتوب گرامی

(بحرین کے عامل عمر بن ابی سلمہ مخزومی کے نام جنھیں معزول کرکے نعمان بن عجلان الزرقی کو معین کیا تھا)

اما بعد۔ میں نے نعمان بن عجلان الزرقی کو بحرین کا عامل بنادیا ہے اور تمھیں اس سے بے دخل کردیا ہے لیکن نہ اس میں تمھاری کوئی برائی ہے اور نہ ملامت۔ تم نے حکومت کا کام بہت ٹھیک طریقہ سے چلایا ہے اور امانت کو ادا کردیا ہے۔ لیکن اب واپس چلے آؤ، نہ تمھارے بارے میں کوئی بدگمانی ہے نہ ملامت۔ نہ الزام ہے نہ گناہ۔ اصل میں میرا ارادہ شام کے ظالموں سے مقابلہ کرنے کا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہو کہ میں تم جیسے افراد سے دشمن سے جنگ کرنے اور ستون دین قائم کرنے میں مدد لینا چاہتا ہوں۔ انشاء اللہ

۴۳۔آپ کا مکتوب گرامی

(مصقلہ بن ہبیرہ الشیبانی کے نام جو اردشیر خرّہ میں آپ کے عامل تھے)

مجھے تمھارے بارے میں ایک خبر ملی ہے اگر واقعاً صحیح ہے تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا ہے اور اپنے امام کی نافرمانی کی ہے۔ خبر یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے مال غنیمت کو جسے ان کے نیزوں اور گھوڑوں نے جمع کیا ہے اور جس کی راہ میں ان کا خون بہایا گیا ہے۔ اپنی قوم کے ان بدوؤں میں تقسیم کررہے ہو جو تمھارے ہوا خواہ ہیں۔ قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور جانداروں کو پیدا کیا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو تم میری نظروں میں انتہائی ذلیل ہوگے اور تمھارے اعمال کا پلہ ہلکا ہو جائیگا۔ لہٰذا خبردار اپنے رب کے حقوق کو معمولی مت سمجھنا اور اپنے دین کو برباد کرکے دنیا آراستہ کرنے کی فکر نہ کرنا کہ تمھارا شمار ان لوگوں میں ہوجائے جن کے اعمال میں خسارہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

یاد رکھو! جو مسلمان تمھارے پاس یا میرے پاس ہیں ان سب کا حصہ اس مال غنیمت ایک ہی جیسا ہے اور اسی اعتبار سے وہ میرے پاس وارد ہوتے ہیں اور اپنا حق لے کر چلے جاتے ہیں۔

۴۴۔آپ کا مکتوب گرامی

(زیاد بن ابیہ کے نام۔ جب آپ کو خبر ملی کہ معاویہ اسے اپنے نسب میں شامل کرکے دھوکہ دینا چاہتا ہے)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تمھیں خط لکھ کر تمھاری عقل کو پھسلانا چاہا ہے اور تمھاری دھار کو کند بنانے کا ارادہ کرلیا ہے۔ لہٰذا خبردار ہوشیار رہنا۔ یہ شیطان ہے جو انسان کے پاس آگے، پیچھے، داہنے، بائیں ہر طرف سے آتا ہے تاکہ اسے غافل پاکر اس پر ٹوٹ پڑے اور غفلت کی حالت میں اس کی عقل کو سلب کرلے۔

امیر المومنین کا اصول حکومت تھا کہ اپنے عمال پر ہمیشہ کڑی نگاہ رکھتے تھے اور ان کے تصرفات کی نگرانی کیا کرتے تھے اور جہاں کسی نے حدود اسلامیہ سے تجاوز کیا فوراً تنبیہی خط تحریر فرمادیا کرتے تھے اور یہی وہ طرز عمل تھا جس کی بنا پر بہت سے افراد ٹوٹ کر معاویہ کے ساتھ چلے گئے اور دین و دنیا دونوں کو برباد کرلیا۔ ہبیرہ انھیں افراد میں تھا اور جب حضرت نے اس کے تصرفات پر تنقید فرمائی تو منحرف ہوکر شام چلا گیا اور معاویہ سے ملحق ہوگیا لیکن آپ کا کردار شام کے اندھیرے میں چمکتا رہا اور آج تک دنیا کو اسلام کی روشنی دکھلا رہا ہے۔!

غَفْلَتَهُ، وَيَسْتَلِبَ غِرَّتَهُ.

وَقَدْ كَانَ مِنْ أَبِي سُفْيَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلْتَةٌ مِنْ حَدِيثِ النَّفْسِ[1]، وَنَزْغَةٌ مِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ: لَا يَثْبُتُ بِهَا نَسَبٌ، وَلَا يُسْتَحَقُّ بِهَا إِرْثٌ، وَالْمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالْوَاغِلِ الْمُدَفَّعِ، وَالنَّوْطِ الْمُذَبْذَبِ.

فلما قرأ زياد الكتاب قال: شهد بها و رب الكعبة، و لم تزل في نفسه حتى ادعاه معاوية.

قال الرضي: قوله ﴿ﷺ﴾ «الواغل»: هو الذي يهجم على الشرب ليشرب معهم، و ليس منهم، فلا يزال مدفّعاً محاجزاً. و «النوط المذبذب»: هو ما يناط برحل الراكب من قعب أو قدح أو ما أشبه ذلک، فهو أبداً يتقلقل اذا حث ظهره و استعجل سيره.

يقتحم - داخل ہوجاتا ہے
غرّة - سادہ عقل
فلتة - بے سوچے سمجھے عمل
مآدبہ - دسترخوان
جفان - بڑے پیالے
عائل - محتاج
مجفو - دھتکارا ہوا
تقضم - دانت سے کاٹنا
لفظ - پھینک دینا
طمر - بوسیدہ لباس
طعم - طعام
سداد - عاقلانہ تصرف
تبر - سونا
وفر - مال

۴۵

و من كتاب له ﴿ﷺ﴾

الى عثمان بن حنيف الانصاري و كان عامله على البصرة

و قد بلغه أنه دعي إلى وليمة قوم من أهلها، فمضى إليها - قوله:

أَمَّا بَعْدُ، يَا ابْنَ حُنَيْفٍ: فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا مِنْ فِتْيَةِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ إِلَى مَأْدُبَةٍ فَأَسْرَعْتَ إِلَيْهَا تُسْتَطَابُ لَكَ الْأَلْوَانُ، وَتُنْقَلُ إِلَيْكَ الْجِفَانُ. وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّكَ تُجِيبُ إِلَى طَعَامِ قَوْمٍ، عَائِلُهُمْ مَجْفُوٌّ، وَغَنِيُّهُمْ مَدْعُوٌّ. فَانْظُرْ إِلَى مَا تَقْضَمُهُ مِنْ هٰذَا الْمَقْضَمِ، فَمَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ عِلْمُهُ فَالْفِظْهُ، وَمَا أَيْقَنْتَ بِطِيبِ وُجُوهِهِ فَنَلْ مِنْهُ.

أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَأْمُومٍ إِمَاماً، يَقْتَدِي بِهِ وَيَسْتَضِيءُ بِنُورِ عِلْمِهِ؛ أَلَا وَإِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ، وَمِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَيْهِ. أَلَا وَإِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ أَعِينُونِي بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ، وَعِفَّةٍ وَسَدَادٍ. فَوَاللّٰهِ مَا كَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ تِبْراً، وَلَا ادَّخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفْراً، وَلَا أَعْدَدْتُ لِبَالِي

[1] بات یہ ہے کہ عمر بن الخطاب کے دور حکومت میں زیاد نے دربار میں ایک فصیح و بلیغ تقریر کردی تو کسی نے کہہ دیا کہ کاش یہ جوان قریش میں سے ہوتا تو ابوسفیان بول پڑا کہ یہ قریش ہی میں سے ہے اور یہ درحقیقت میرا ہی نطفہ ہے لیکن یہ بات اس وقت نہ چل سکی کہ زنا زادہ کی کوئی اوقات نہ تھی - اس کے بعد جب معاویہ کے دور میں زنا زادوں کی بن آئی ہوگئی اور اس کا بازار چل پڑا تو اس نے زیاد کو ابوسفیان کی اولاد میں شامل کرلیا اور اس طرح زیاد کو سنہ مانگی قیمت دے کر خرید لیا -

مصادر کتاب ۴۵ الخرائج والجرائح قطب راوندی، مناقب ابن شہر آشوب ۲ ص۱۰۱، ربیع الابرار زمخشری ص۲۱۶، روضۃ الواعظین ابن الفتال نیشاپوری ص۱۲۷، الاستیعاب ۲ ص۲۱، الامالی الصدوق مجلس ص۹۰

واقعہ یہ ہے کہ ابوسفیان نے عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک بے سمجھی بوجھی بات کہہ دی تھی (۱) جو شیطانی وسوسوں میں سے ایک وسوسہ کی حیثیت رکھتی تھی جس سے نہ کوئی نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی میراث کا استحقاق پیدا ہوتا ہے اور اس سے تمسک کرنے والا ایک بن بلایا شرابی ہے جسے دھکے دے کر نکال دیا جائے یا پیالہ ہے جو زین فرس میں لٹکا دیا جائے اور ادھر اُدھر ڈھلکتا رہے۔

سید رضیؒ۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد زیاد نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم علیؑ نے اس امر کی گواہی دے دی اور یہ بات اس کے دل سے لگی رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اس کے بھائی ہونے کا ادعا کر دیا۔

واغل اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو بزم شراب میں بن بلائے داخل ہو جائے اور دھکے دے کر نکال دیا جائے۔ اور نوط مذبذب وہ پیالہ وغیرہ ہے جو مسافر کے سامان سے باندھ کر لٹکا دیا جاتا ہے اور وہ مسلسل ادھر اُدھر ڈھلکتا رہتا ہے۔

۴۵۔ آپ کا مکتوب گرامی

(اپنے بصرہ کے عامل عثمان[۱] بن حُنیف کے نام جب آپ کو اطلاع ملی کہ وہ ایک بڑی دعوت میں شریک ہوئے ہیں)

امابعد۔ ابن حُنیف! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بصرہ کے بعض جوانوں نے تم کو ایک دعوت میں مدعو کیا تھا جس میں طرح طرح کے خوشگوار کھانے تھے اور تمھاری طرف بڑے بڑے پیالے بڑھائے جا رہے تھے اور تم تیزی سے وہاں پہونچ گئے تھے۔ مجھے تو یہ گمان بھی نہیں تھا کہ تم ایسی قوم کی دعوت میں شرکت کر و گے جس کے غریبوں پر ظلم ہو رہا ہو اور جس کے دولت مند مدعو کئے جاتے ہوں۔ دیکھو جو لقمے چباتے ہو اسے دیکھ لیا کرو اور اگر اس کی حقیقت مشتبہ ہو تو اسے پھینک دیا کرو اور جس کے بارے میں یقین ہو کہ پاکیزہ ہے اسی کو استعمال کیا کرو۔

یاد رکھو کہ ہر ماموم کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ اقتدا کرتا ہے اور اسی کے نور علم سے کسب ضیاء کرتا ہے اور تمھارے امام نے تو اس دنیا میں صرف دو بوسیدہ کپڑوں اور دو روٹیوں پر گذارا کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے ہو لیکن کم سے کم اپنی احتیاط۔ کوشش، عفت اور سلامت روی سے میری مدد کرو۔ خدا کی قسم میں نے تمھاری دنیا میں سے نہ کوئی سونا جمع کیا ہے اور نہ اس مال و متاع میں سے کوئی ذخیرہ اکٹھا کیا ہے اور نہ ان دو بوسیدہ کپڑوں کے بدلے کوئی اور معمولی کپڑا مہیا کیا ہے۔

---

[۱] عثمان بن حُنیف انصار کے قبیلہ اوس کی ایک نمایاں شخصیت تھے اور یہی وجہ ہے کہ جب خلافت دوم میں عراق کے والی کی تلاش ہوئی تو سب نے بالاتفاق عثمان بن حُنیف کا نام لیا اور انھیں ارض عراق کی پیمائش اور اس کے خراج کی تعیین کا ذمہ دار بنا دیا گیا۔ امیرالمومنینؑ نے اپنے دور حکومت میں انھیں بصرہ کا والی بنا دیا تھا اور وہ طلحہ و زبیر کے وارد ہونے تک برابر مصروف عمل رہے اور اس کے بعد ان لوگوں نے سارے حالات خراب کر دیئے اور بالآخر حضرت کی شہادت کے بعد کوفہ منتقل ہو گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

عثمانؓ کے کردار میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن امیرالمومنینؑ کا اسلامی نظام عمل یہ تھا کہ حکام کو عوام کے حالات کو نگاہ میں رکھ کر زندگی گذارنی چاہیے اور کسی حاکم کی زندگی کو عوام کے حالات سے بالاتر نہیں ہونی چاہئے جس طرح کہ حضرت نے خود اپنی زندگی گذاری ہے اور معمولی لباس و غذا پر پورا دور حکومت گذار دیا ہے۔

ثَوْبِي، وَلَا حُزْتُ مِنْ أَرْضِهَا شِبْراً، وَلَا أَخَذْتُ مِنْهُ إِلَّا كَقُوتِ أَتَانٍ دَبِرَةٍ، وَلَهِيَ فِي عَيْنِي أَوْهَى وَأَهْوَنُ مِنْ عَفْصَةٍ مَقِرَةٍ. بَلَى! كَانَتْ فِي أَيْدِينَا[1] فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا أَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ، وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ آخَرِينَ، وَنِعْمَ الْحَكَمُ اللَّهُ. وَمَا أَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَغَيْرِ فَدَكٍ، وَالنَّفْسُ مَظَانُّهَا فِي غَدٍ جَدَثٌ تَنْقَطِعُ فِي ظُلْمَتِهِ آثَارُهَا، وَتَغِيبُ أَخْبَارُهَا، وَحُفْرَةٌ لَوْ زِيدَ فِي فُسْحَتِهَا، وَأَوْسَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا، لَأَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ، وَسَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ؛ وَإِنَّمَا هِيَ نَفْسِي أَرُوضُهَا بِالتَّقْوَى لِتَأْتِيَ آمِنَةً يَوْمَ الْخَوْفِ الْأَكْبَرِ، (القيامة)، وَتَثْبُتَ عَلَى جَوَانِبِ الْمَزْلَقِ. وَلَوْ شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيقَ، إِلَى مُصَفَّى هَذَا الْعَسَلِ، وَلُبَابِ هَذَا الْقَمْحِ، وَنَسَائِجِ هَذَا الْقَزِّ وَلَكِنْ هَيْهَاتَ أَنْ يَغْلِبَنِي هَوَايَ، وَيَقُودَنِي جَشَعِي إِلَى تَخَيُّرِ الْأَطْعِمَةِ - وَلَعَلَّ بِالْحِجَازِ أَوِ الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهُ فِي الْقُرْصِ، وَلَا عَهْدَ لَهُ بِالشِّبَعِ - أَوْ أَبِيتَ مِبْطَاناً وَحَوْلِي بُطُونٌ غَرْثَى وَأَكْبَادٌ حَرَّى، أَوْ أَكُونَ كَمَا قَالَ الْقَائِلُ:

وَحَسْبُكَ دَاءً أَنْ تَبِيتَ بِبِطْنَةٍ ... وَحَوْلَكَ أَكْبَادٌ تَحِنُّ إِلَى الْقِدِّ!

أَأَقْنَعُ مِنْ نَفْسِي بِأَنْ يُقَالَ: هَذَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا أُشَارِكُهُمْ فِي مَكَارِهِ الدَّهْرِ، أَوْ أَكُونَ أُسْوَةً لَهُمْ فِي جُشُوبَةِ (الخشونة) الْعَيْشِ! فَمَا خُلِقْتُ لِيَشْغَلَنِي أَكْلُ الطَّيِّبَاتِ، كَالْبَهِيمَةِ الْمَرْبُوطَةِ، هَمُّهَا عَلَفُهَا، أَوِ الْمُرْسَلَةِ شُغُلُهَا تَقَمُّمُهَا، تَكْتَرِشُ مِنْ أَعْلَافِهَا، وَتَلْهُو عَمَّا يُرَادُ بِهَا، أَوْ أُتْرَكَ سُدًى، أَوْ أُهْمَلَ عَابِثاً، أَوْ أَجُرَّ حَبْلَ الضَّلَالَةِ،

طمر - بوسیدہ لباس
دبرہ - زخمی پشت
مقرہ - تلخ
فدک - مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک علاقہ ہے
مظان - محل احتمال وجود
جدث - قبر
ضغط - دباؤ
مدر - ڈھیلا پتھر
فرج - شگاف
اروض - ہموار کرتا ہوں
مزلق - پھسلنے کی جگہ
قز - ریشم
جشع - حرص وطمع
قرص - روٹی
غرثی - بھوکے
حری - پیاسے
بطنہ - پیٹ بھرا
قد - سوکھا چمڑا
جشوبہ - بدمزگی
تقمم - گھاس کوڑا کھانا
تکترش - پیٹ بھر لیتا ہے
علف - چارہ

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے دور سے فدک پر ہمارا قبضہ تھا اور قانونی اعتبار سے قبضہ والے سے گواہ نہیں طلب کئے جاتے ہیں لہٰذا ہم سے گواہ طلب کرنا اس امر کی علامت ہے کہ قوم کی رال ٹپک رہی تھی اور وہ ہمارے گھر والوں کو کھاتا پیتا نہیں دیکھ سکتے تھے اور نہ ہماری غرباء پروری سے راضی تھے۔

اور نہ ایک بالشت پر قبضہ کیا ہے اور نہ ایک بیمار جانور سے زیادہ کوئی قوت (غذا) حاصل کیا ہے۔ یہ دنیا میری نگاہ میں کڑوی چھال سے بھی زیادہ حقیر اور بے قیمت ہے۔ ہاں ہمارے ہاتھوں میں اس آسمان کے نیچے صرف ایک فدک تھا (۵۱) مگر اس پر بھی ایک قوم نے اپنی لالچ کا مظاہرہ کیا اور دوسری قوم نے اس کے جانے کی پرواہ نہ کی اور بہرحال بہترین فیصلہ کرنے والا پروردگار ہے اور ویسے بھی مجھے فدک یا غیر فدک سے کیا لینا دینا ہے جب کہ نفس کی منزل اصلی کل کے دن قبر ہے جہاں کی تاریکی میں تمام آثار منقطع ہو جائیں گے اور کوئی خبر نہ آئے گی۔ یہ ایک ایسا گڑھا ہے جس کی وسعت زیادہ بھی کر دی جائے اور کھودنے والا اسے وسیع بھی بنا دے تو بالآخر پتھر اور ڈھیلے اسے تنگ بنا دیں گے اور تہ بہ تہ مٹی اس کے شگاف کو بند کر دے گی۔ میں تو اپنے نفس کو تقویٰ کی تربیت دے رہا ہوں تاکہ عظیم ترین خوف کے دن مطمئن ہو کر میدان میں آئے اور پھسلنے کے مقامات پر ثابت قدم رہے۔

میں[۱] اگر چاہتا تو اس خالص شہد، بہترین صاف شدہ گندم اور ریشمی کپڑوں کے راستے بھی پیدا کر سکتا تھا لیکن خدا نہ کرے کہ مجھ پر خواہشات کا غلبہ ہو جائے اور مجھے حرص و طمع اچھے کھانوں کے اختیار کرنے کی طرف کھینچ کر لے جائیں جب کہ بہت ممکن ہے کہ حجاز یا یمامہ میں ایسے افراد بھی ہوں جن کے لئے ایک روٹی کا سہارا نہ ہو اور شکم سیری کا کوئی سامان نہ ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں شکم سیر ہو کر سو جاؤں اور میرے اطراف بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپ رہے ہوں۔ کیا میں شاعر کے اس شعر کا مصداق ہو سکتا ہوں:

"تیری بیماری کے لئے یہی کافی ہے کہ تو پیٹ بھر کر سو جائے اور تیرے اطراف وہ جگر بھی ہوں جو سوکھے چمڑے کو بھی ترس رہے ہوں"

کیا میرا نفس اس بات سے مطمئن ہو سکتا ہے کہ مجھے "امیر المومنین" کہا جائے اور میں زمانے کے ناخوشگوار حالات میں مومنین کا شریک حال نہ بنوں اور معمولی غذا کے استعمال میں ان کے واسطے نمونہ نہ پیش کر سکوں۔ میں اس لئے تو نہیں پیدا کیا گیا ہوں کہ مجھے بہترین غذاؤں کا کھانا مشغول کر لے اور میں جانوروں[۲] کے مانند ہو جاؤں کہ وہ بندھے ہوتے ہیں تو ان کا کل مقصد چارہ ہوتا ہے اور آزاد ہوتے ہیں تو کل مشغلہ اِدھر اُدھر چرنا ہوتا ہے جہاں گھاس پھوس سے اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں اور انھیں اس بات کی فکر بھی نہیں ہوتی ہے کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ کیا میں آزاد چھوڑ دیا گیا ہوں۔ یا مجھے بیکار آزاد کر دیا گیا ہے یا مقصد یہ ہے کہ میں گمراہی کی رسّی میں باندھ کر کھینچا جاؤں۔

---

[۱] آج دنیا کے زہد و تقویٰ کا بیشتر حصہ مجبوریوں کی پیداوار ہے اور انسان کو جب دنیا حاصل نہیں ہوتی ہے تو وہ دین کے زیر سایہ پناہ لے لیتا ہے اور ذکر آخرت سے اپنے نفس کو بہلاتا ہے لیکن امیر المومنین علیہ السلام کا کردار اس سے بالکل مختلف ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں دنیا و آخرت کا اختیار تھا۔ آپ کے بازوؤں میں زور خیبر شکنی اور آپ کی انگلیوں میں قوت ردشمس تھی لیکن اس کے باوجود فاقے کرتے تھے تاکہ اسلام میں ریاست اور حکومت عیش پرستی کا ذریعہ نہ بن جائے اور حکام اپنی مسئولیت کا احساس کریں اور اپنی زندگی کو غرباء کے معیار پر گذاریں تاکہ ان کا دل نہ ٹوٹنے پائے اور ان کے نفس میں غرور نہ پیدا ہونے پائے۔ مگر افسوس کہ دنیا سے یہ تصور یکسر غائب ہو گیا اور ریاست و حکومت صرف راحت و آرام اور عیاشی و عیش پرستی کا وسیلہ بن کر رہ گئی۔

ان حالات کی جزئی اصلاح غلامان علی علیہ السلام کے اسلامی نظام سے ہو سکتی ہے اور کلی اصلاح فرزند علی علیہ السلام کے ظہور سے ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بنی امیہ اور بنی عباس پر ناز کرنے والے سلاطین ان حالات کی اصلاح نہیں کر سکتے ہیں۔

[۲] انسان اور جانور کا نقطۂ امتیاز یہی ہے کہ جانور کے یہاں کھانا اور چارہ مقصد حیات ہے اور انسان کے یہاں یہ اشیاء وسیلۂ حیات ہیں۔ لہٰذا انسان جب تک مقصد حیات اور بندگی پروردگار کا تحفظ کرتا رہے گا انسان رہے گا اور جس دن اس نکتہ سے غافل ہو جائے گا اس کا شمار حیوانات میں ہو جائے گا۔

أَوْ أَغْتَسِيفَ طَرِيقَ الْمَتَاهَةِ! وَكَأَنِّي بِقَائِلِكُمْ يَقُولُ: «إِذَا كَانَ هٰذَا قُوتُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ عَنْ قِتَالِ الْأَقْرَانِ، وَمُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ». أَلَا وَإِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِّيَّةَ أَصْلَبُ عُوداً، وَالرَّوَاتِعَ الْخَضِرَةَ أَرَقُّ جُلُوداً، وَالنَّابِتَاتِ العِذْيَةَ أَقْوَىٰ وَقُوداً، وَأَبْطَأُ خُمُوداً. وَأَنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ كَالضَّوْءِ مِنَ الضَّوْءِ[1]، (كالصنو من الصنو) وَالذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ. وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلَىٰ قِتَالِي لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا، وَلَوْ أَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ إِلَيْهَا. وَسَأَجْهَدُ فِي أَنْ أُطَهِّرَ الْأَرْضَ مِنْ هٰذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوسِ، (الرّجل)، وَالْجِسْمِ الْمَرْكُوسِ حَتَّىٰ تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيدِ.

و من هذا الكتاب، و هو آخره:

إِلَيْكِ عَنِّي يَا دُنْيَا، فَحَبْلُكِ عَلَىٰ غَارِبِكِ، قَدِ انْسَلَلْتُ مِنْ مَخَالِبِكِ، وَأَفْلَتُّ مِنْ حَبَائِلِكِ، وَاجْتَنَبْتُ الذَّهَابَ فِي مَدَاحِضِكِ، أَيْنَ الْقُرُونُ (القوم) الَّذِينَ غَرَرْتِهِمْ بِمَدَاعِبِكِ! (مداعيک) أَيْنَ الْأُمَمُ الَّذِينَ فَتَنْتِهِمْ بِزَخَارِفِكِ! فَهَا هُمْ رَهَائِنُ الْقُبُورِ، وَمَضَامِينُ اللُّحُودِ. وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتِ شَخْصاً مَرْئِيّاً، وَقَالَباً حِسِّيّاً (جنيّاً)، لَأَقَمْتُ عَلَيْكِ حُدُودَ اللّٰهِ فِي عِبَادٍ غَرَرْتِهِمْ بِالْأَمَانِي، وَأُمَمٍ أَلْقَيْتِهِمْ فِي الْمَهَاوِي، وَمُلُوكٍ أَسْلَمْتِهِمْ إِلَى التَّلَفِ، وَأَوْرَدْتِهِمْ مَوَارِدَ الْبَلَاءِ إِذْ لَا وِرْدَ وَلَا صَدَرَ! هَيْهَاتَ! مَنْ وَطِئَ دَحْضَكِ زَلِقَ، وَمَنْ رَكِبَ لُجَجَكِ غَرِقَ، وَمَنِ ازْوَرَّ عَنْ حَبَائِلِكِ وُفِّقَ، وَالسَّالِمُ مِنْكِ لَا يُبَالِي إِنْ ضَاقَ بِهِ مُنَاخُهُ، وَالدُّنْيَا عِنْدَهُ كَيَوْمٍ حَانَ انْسِلَاخُهُ.

اعتساف ۔ راہ سے بے راہ ہو جانا
متاہتہ ۔ گمراہی ۔ حیرانی
بریہ ۔ جنگل
خضرہ ۔ سرسبز و شاداب
عِذیہ ۔ بارش سے سینچی گئی
وقود ۔ ایندھن
عضد ۔ بازو
اجہد ۔ کوشش کرنا
مرکوس ۔ الٹا
مدرۃ ۔ پتھر
حصید ۔ کاٹا ہوا غلہ
الیک عنی ۔ دور ہو جا
غارب ۔ کاندھا
مخالب ۔ پنجے
حبائل ۔ جال
مداحض ۔ پھسلنے کے مقامات
مداعب ۔ ہنسی مذاق
مہاوی ۔ گڑھے
ورد ۔ چشمہ پر وارد ہونا
صدر ۔ پانی پی کر نکلنا
دحض ۔ پھسلنے والی زمین
زلق ۔ پھسل گیا
ازورّ ۔ دور ہٹ گیا
مناخ ۔ مقام
حان ۔ وقت آگیا
انسلاخ ۔ زوال

[1] اگر یہ لفظ صنو ہے تو اس کے معنی شاخ کے ہیں یعنی ہم دونوں ایک ہی درخت عصمت وطہارت کی شاخیں ہیں اور وہ رسول اکرمؐ ہیں تو میں نفس رسول اکرمؐ ہوں۔

یا پھٹکنے کی جگہ پر منہ اٹھائے پھرتا رہوں۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جب ابو طالب کے فرزند کی غذا[1] ایسی معمولی ہے تو انھیں ضعف نے دشمنوں سے جنگ کرنے اور بہادروں کے ساتھ میدان میں اُترنے سے بٹھا دیا ہوگا۔ تو یہ یاد رکھنا کہ جنگل کے درختوں کی لکڑی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور تروتازہ درختوں کی چھال کمزور ہوتی ہے۔ صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا بھی ہے اور اس کے شعلے دیر میں بجھتے بھی ہیں۔ میرا رشتہ رسول اکرمؐ سے وہی ہے جو نور کا رشتہ نور سے ہوتا ہے یا ہاتھ کا رشتہ بازوؤں سے ہوتا ہے۔

خدا کی قسم اگر تمام عرب مجھ سے جنگ کرنے پر اتفاق کرلیں تو بھی میں میدان سے منہ نہیں پھرا سکتا اور اگر مجھے ذرا بھی موقع مل جائے تو میں ان کی گردنیں اڑا دوں گا اور اس بات کی کوشش کروں گا کہ زمین کو اس اُلٹی کھوپڑی اور بے ہنگم ڈیل ڈول والے سے پاک کردوں تاکہ کھلیان کے دانوں میں سے کنکر پتھر نکل جائیں۔

(اس خطبہ کا آخری حصہ) اے دنیا مجھ سے دور[2] ہو جا۔ میں نے تیری باگ دوڑ تیرے ہی کاندھے پر ڈال دی ہے اور تیرے چنگل سے باہر آچکا ہوں اور تیرے جال سے نکل چکا ہوں اور تیرے پھسلنے کے مقامات کی طرف جانے سے بھی پرہیز کرتا ہوں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تو نے اپنی ہنسی مذاق کی باتوں سے لبھا لیا تھا اور کہاں ہیں وہ قومیں جن کو اپنی زینت و آرائش سے مبتلائے فتنہ کر دیا تھا۔ دیکھو اب وہ سب قبروں میں رہن ہو چکے ہیں اور لحد میں دبکے پڑے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر تو کوئی دیکھنے والی شے اور محسوس ہونے والا ڈھانچہ ہوتی تو میں تیرے اوپر ضرور حد جاری کرتا کہ تو نے اللہ کے بندوں کو آرزوؤں کے سہارے دھوکہ دیا ہے اور قوموں کو گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ بادشاہوں کو بربادی کے حوالے کر دیا ہے اور انھیں بلاؤں کی منزل پر اُتار دیا ہے جہاں نہ کوئی وارد ہونے والا ہے اور نہ صادر ہونے والا۔

افسوس! جس نے بھی تیری لغزش گاہوں پر قدم رکھا وہ پھسل گیا اور جو تیری موجوں پر سوار ہوا وہ غرق ہو گیا۔ بس جس نے تیرے پھندوں سے کنارہ کشی اختیار کی اس کو توفیق حاصل ہو گئی۔ تجھ سے بچنے والا اس بات کی پرواہ نہیں کرتا ہے کہ اس کی منزل کس قدر تنگ ہو گئی ہے۔ اس لئے کہ دنیا اس کی نگاہ میں صرف ایک دن کے برابر ہے جس کے اختتام کا وقت ہو چکا ہے۔

[1] بعض افراد کا خیال ہے کہ انسانی زندگی میں طاقت کا سرچشمہ اس کی غذا ہوتی ہے اور انسان کی غذا جس قدر لذیذ اور خوش ذائقہ ہوگی انسان اسی قدر ہمت اور طاقت والا ہوگا حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور مہمل ہے۔ طاقت کا تعلق لذت و ذائقہ سے نہیں ہے۔ قوت نفس اور ہمت قلب سے اور اس سے بالاتر تائید پروردگار سے کہ دست قدرت سے سیراب ہونے والا صحرائی درخت زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور امکانات کے اندر تربیت پانے والے اشجار انتہائی کمزور ہوتے ہیں کہ دست بشر وہ طاقت نہیں پیدا کر سکتا ہے جو دست قدرت سے پیدا ہوتی ہے۔

[2] لفظوں میں یہ بات بہت آسان ہے لیکن سجی سجائی دنیا کو تین مرتبہ طلاق دیکر اپنے سے جُدا کر دینا صرف نفس پیغمبرؐ کا کارنامہ ہے اور امت کے بس کا کام نہیں ہے۔ یہ کام وہی انجام دے سکتا ہے جو نفس کے چنگل سے آزاد ہو۔ خواہشات کے پھندوں میں گرفتار نہ ہو اور ہر طرح کی زینت و آرائش کو اپنی نگاہوں سے گرا چکا ہو۔

أَغْرُبِي عَنِّي! فَوَاللَّهِ لَا أَذِلُّ لَكِ فَتَسْتَذِلِّينِي، وَلَا أَسْلَسُ لَكِ فَتَقُودِينِي. وَايْمُ اللَّهِ - يَمِيناً أَسْتَثْنِي[۱] فِيهَا بِمَشِيئَةِ اللَّهِ - لَأَرُوضَنَّ نَفْسِي رِيَاضَةً تَهِشُّ مَعَهَا إِلَى الْقُرْصِ إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهِ مَطْعُوماً، وَتَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَأْدُوماً؛ وَلَأَدَعَنَّ مُقْلَتِي كَعَيْنِ مَاءٍ، نَضَبَ مَعِينُهَا، مُسْتَفْرِغَةً دُمُوعَهَا(عيونها). أَتَمْتَلِئُ السَّائِمَةُ مِنْ رِعْيِهَا فَتَبْرُكَ؟ وَتَشْبَعُ الرَّبِيضَةُ مِنْ عُشْبِهَا فَتَرْبِضَ؟ وَيَأْكُلُ عَلِيٌّ مِنْ زَادِهِ فَيَهْجَعَ! قَرَّتْ إِذاً عَيْنُهُ إِذَا اقْتَدَى بَعْدَ السِّنِينَ الْمُتَطَاوِلَةِ بِالْبَهِيمَةِ الْهَامِلَةِ، وَالسَّائِمَةِ الْمَرْعِيَّةِ!

طُوبَى لِنَفْسٍ أَدَّتْ إِلَى رَبِّهَا فَرْضَهَا، وَعَرَكَتْ بِجَنْبِهَا بُؤْسَهَا، وَهَجَرَتْ فِي اللَّيْلِ غُمْضَهَا، حَتَّى إِذَا غَلَبَ الْكَرَى عَلَيْهَا افْتَرَشَتْ أَرْضَهَا، وَتَوَسَّدَتْ كَفَّهَا، فِي مَعْشَرٍ أَسْهَرَ عُيُونَهُمْ خَوْفُ مَعَادِهِمْ، وَتَجَافَتْ عَنْ مَضَاجِعِهِمْ جُنُوبُهُمْ، وَهَمْهَمَتْ بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شِفَاهُهُمْ، وَتَقَشَّعَتْ بِطُولِ اسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوبُهُمْ، «أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ، أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ».

فَاتَّقِ اللَّهَ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ، وَلْتَكْفُفْ أَقْرَاصُكَ، لِيَكُونَ مِنَ النَّارِ خَلَاصُكَ.

اغربی - دور ہوجا
لا اسلس - اطاعت نہیں کرسکتا
تہش - خوش ہوجائے
مادوم - سالن
مقلہ - آنکھ
نضب - خشک ہوگیا
معین - چشمہ
سائمہ - چرنے والے جانور
رعی - گھاس
ربیضہ - بکری
تربض - سینہ کے بل بیٹھ جاتی ہے
یہجع - آرام کرے
قرت عینہ - آنکھیں بے نور ہوجائیں
ہاملہ - آوارہ
بؤس - سختی
غمض - نیند
کری - اونگھ
تجافت - دور رہے
مضاجع - بستر
ہمہمت - زمزمہ خوانی کرتے ہے
تقشعت - چھٹ گئے
اقراص - روٹیاں

[۱] یہ کمال معرفت کی دلیل ہے کہ انسان تقریر کے جوش میں اور اپنے نفس کی بلندی کے اظہار میں عظمت پروردگار اور کرم خالق سے غافل نہ ہوجائے اور اسے یہ احساس رہے کہ اس کی ساری بلندیاں مالک کے کرم کا نتیجہ ہیں اور اس کا ارادہ بدل جائے تو دنیا کی کوئی طاقت حالات کی اصلاح نہیں کرسکتی ہے - لہٰذا ہر مرحلہ پر انشاء اللہ کہنا ضروری ہے اور ہر مسئلہ میں مشیت پروردگار کا استثناء لازم ہے -

تو مجھ سے دور ہو جا۔ میں تیرے قبضہ میں آنے والا نہیں ہوں کہ تو مجھے ذلیل کر سکے اور نہ اپنی زمام تیرے ہاتھ میں دینے والا ہوں کہ جدھر چاہے کھینچ سکے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اور اس قسم میں مشیت خدا کے علاوہ کسی صورت کو مستثنی نہیں کرتا۔ میں اس نفس کو ایسی تربیت دوں گا کہ ایک روٹی پر بھی خوش رہے اگر وہ بطور طعام اور نمک بطور ادام مل جائے اور میں اپنی آنکھوں کے سوتے کو ایسا بنا دوں گا جیسے وہ چشمہ جس کا پانی تقریباً خشک ہو چکا ہو اور سارے آنسو بہہ گئے ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جس طرح جانور چارہ کھا کر بیٹھ جاتے ہیں اور بکریاں گھاس سے سیر ہو کر اپنے باڑہ میں لیٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح علیؑ بھی اپنے پاس کا کھانا کھا کر سو جائے۔ اس کی آنکھیں پھوٹ جائیں جو ایک طویل زمانہ گذارنے کے بعد آوارہ جانور اور چرائے ہوئے حیوانات کی پیروی کرنے لگے۔

خوشا نصیب اس نفس کے لئے جو اپنے رب کے فرض کو ادا کر دے اور سختیوں کے عالم میں صبر سے کام لے۔ راتوں کو اپنی آنکھوں کو کھلا رکھے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہونے لگے تو زمین کو بستر بنا لے اور ہاتھوں کو تکیہ۔ ان لوگوں کے درمیان جن کی آنکھوں کو خوف محشر نے بیدار رکھا ہے اور جن کے پہلو بستروں سے الگ رہے ہیں۔ اُن کے ہونٹوں پر ذکر خدا کے زمزمے ہیں اور ان کے طول استغفار سے گناہوں کے بادل چھٹ گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے گروہ میں ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

ابن حنیف! اللہ سے ڈرو۔ اور تمھاری یہ روٹیاں تمھیں حرص و طمع سے روکے رہیں تاکہ آتش جہنم سے آزادی حاصل کر سکو۔!

کہاں دنیا میں ایسا کوئی انسان ہے جو صاحب جاہ و جلال۔ اقتدار و بیت المال ہو۔ دنیا میں اس کا سکہ چل رہا ہو اور عالم اسلام اس کے زیر نگیں ہو اور اس کے بعد یا تو راتوں کو بیداری اور عبادت الٰہی میں گذار دے یا سونے کا ارادہ کرے تو خاک کا بستر اور ہاتھ کا تکیہ بنا لے سلاطین زمانہ اور حکام مسلمین تو اس صورت حال کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کردار کے پیدا کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ مولائے کائنات کی شخصی زندگی کا نقشہ نہیں ہے۔ یہ حاکم اسلامی اور خلیفۃ اللہ کا منصبی کردار ہے کہ جسے عوامی مفادات اور اسلامی مقدرات کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے۔ اس کے کردار کو ایسا ہونا چاہئے اور اس کی زندگی میں اسی قسم کی سادگی درکار ہے۔ انسان ایسے نفس قدسی کے پیدا کرنے کا عزم محکم کرے ورنہ اسلامی تخت اقتدار کو چھوڑ کر ظلم و ستم کی بساط پر زندگی گذار دے اور اپنے کو عالم اسلام کا حاکم کہنے کا ارادہ نہ کرے۔ وما توفیقی الا باللہ

٤٦

و من كتاب له (عليه السلام)

الى بعض عماله [۱]

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى إِقَامَةِ الدِّينِ، وَأَقْمَعُ بِهِ نَخْوَةَ الْأَثِيمِ، وَأَسُدُّ بِهِ لَهَاةَ الثَّغْرِ الْمَخُوفِ. فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ عَلَى مَا أَهَمَّكَ، وَاخْلِطِ الشِّدَّةَ بِضِغْثٍ مِنَ اللِّينِ، وَارْفُقْ مَا كَانَ الرِّفْقُ أَرْفَقَ (أَوْفَقَ)، وَاعْتَزِمْ بِالشِّدَّةِ حِينَ لَاتُغْنِي عَنْكَ إِلَّا الشِّدَّةُ، وَاخْفِضْ لِلرَّعِيَّةِ جَنَاحَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ، وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ، وَالإِشَارَةِ وَالتَّحِيَّةِ، حَتَّى لَايَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ، وَلَايَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ، وَالسَّلَامُ. [۲]

٤٧

و من وصية له (عليه السلام)

للحسن و الحسين عليهما السلام لما ضربه ابن ملجم لعنه الله

أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللَّهِ، وَأَلَّا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ بَغَتْكُمَا، وَلَا تَأْسَفَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا، وَقُولَا بِالْحَقِّ، واعْمَلَا لِلْأَجْرِ (لِلْآخِرَةِ)، وَكُونَا لِلظَّالِمِ خَصْماً، وَلِلْمَظْلُومِ عَوْناً.

أُوصِيكُمَا، وَجَمِيعَ وَلَدِي وَأَهْلِي وَمَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي، بِتَقْوَى اللَّهِ، وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ. وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - يَقُولُ: «صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ».

اللَّهَ اللَّهَ فِي الْأَيْتَامِ، فَلَاتُغِبُّوا أَفْوَاهَهُمْ، وَلَايَضِيعُوا بِحَضْرَتِكُمْ. وَاللَّهَ اللَّهَ فِي جِيرَانِكُمْ، فَإِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ. مَا زَالَ يُوصِي بِهِمْ،

استظہر بہ - مدد طلب کرتا ہوں
اقمع - توڑ دیتا ہوں
نخوت - غرور
اثیم - گنا ہگار
لہاۃ - کوّا - حلق
ثغر - سرحد
مخوف - خوفناک
ضغث - ایک حصہ
آس - برابر کا برتاؤ کرنا
حیف - ظلم، زیادتی
بغتکما - وہ تم دونوں کو طلب کرے
زوی - جُدا کر دی جائے
لاتغبوا - فاقہ نہ کرنے دینا

[۱] شارحین نہج البلاغہ نے عام طور سے اس عامل کے نام کا پتہ نہیں لگایا ہے جس کے نام حضرت نے یہ فرمان تحریر فرمایا ہے - البتہ اس فرمان سے دو باتوں کا اندازہ ضرور ہوتا ہے
(۱) یہ عامل مرد مومن - ثقہ اور مجاہد تھا جس سے علیؑ جیسے امام معصوم بھی مذہبی معاملات میں مدد لیا کرتے تھے -
[۲] اس خط کے ذریعہ حضرت نے اصول جہانبانی کی طرف متوجہ کرنا چاہا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ دنیا کی حکمرانی مذہب کی حکومت سے الگ ہے اور مذہب ہر مسئلہ میں اپنے اصول کو مقدم رکھتا ہے کسی حاکم کی شخصیت کو نہیں -

مصادر کتاب ۴۶ الغارات ثقفی، انساب الاشراف ۲ ص۳۶۸، تاریخ طبری حوادث ۳۸ھ، کامل ابن اثیر ۳ ص۱۷۱، المجالس المفید ص۸۵
مصادر کتاب ۴۷ مقاتل الطالبیین ابوالفرج ص۳۸، المعمرون والوصایا ابوحاتم سجستانی ص۱۴۹، تاریخ طبری ۶ ص۸۵، امالی زجاجی ص۱۱۲، کافی کلینیؒ، ص۵۱، مروج الذہب ۲ ص۴۲۵، تحف العقول ص۱۹۷، من لایحضرہ الفقیہ ۴ ص۱۴۱، مناقب خوارزمی ص۲۷۹، کشف الغمہ ص۵۸، ذخائر العقبیٰ طبری ص۱۱۶، روضۃ الواعظین نیشاپوری ص۱۳۶، معارف ابن قتیبہ ۲ ص۱۷۱، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۱۲۱، کتاب سلیم ص۱۳، امالی طوسیؒ ۱ ص۶، امالی قالی ۲ ص۱۷۱، صواعق محرقہ ص۸۰، امالی مفیدؒ ص۱۲۹، بحارالانوار ص۲۱۳، تاریخ الخلفاء ص۱۸۴، الجرائح راوندی ص۱۸، الکامل ۱ ۲ ص۱۵۲، الاغانی ابوالفرج اصفہانی

٧٦۔ آپ کا مکتوب گرامی (۷۶)
(بعض عمال کے نام)

امابعد۔ تم ان لوگوں میں ہو جن سے میں دین کے قیام کے لئے مدد لیتا ہوں اور گنہگاروں کی نخوت کو توڑ دیتا ہوں اور سرحدوں کے خطرات کی حفاظت کرتا ہوں لہٰذا اپنے اہم امور میں اللہ سے مدد طلب کرنا اور اپنی شدت میں تھوڑی نرمی بھی شامل کر لینا۔ جہانتک نرمی مناسب ہو نرمی ہی سے کام لینا اور جہاں سختی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو وہاں سختی ہی کرنا۔ رعایا کے ساتھ تواضع سے پیش آنا اور کشادہ روئی کا برتاؤ کرنا۔ اپنا رویہ نرم رکھنا اور نظر بھر کے دیکھنے یا کنکھیوں سے دیکھنے میں بھی برابر کا سلوک کرنا اور اشارہ وسلام میں بھی مساوات سے کام لینا تاکہ بڑے لوگ تمھاری ناانصافی سے امید نہ لگا بیٹھیں اور کمزور افراد تمھارے انصاف سے مایوس نہ ہو جائیں۔ والسلام (۷۶)

٧٧۔ آپ کی وصیت
(امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے۔ ابن ملجم کی تلوار سے زخمی ہونے کے بعد)

میں تم دونوں کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ الٰہی اختیار کئے رہنا اور خبردار دنیا لاکھ تمھیں چاہے اس سے دل نہ لگانا اور نہ اس کی کسی شے سے محروم ہو جانے پر افسوس کرنا۔ ہمیشہ حرف حق کہنا اور ہمیشہ آخرت کے لئے عمل کرنا اور دیکھو ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے ساتھ رہنا۔

میں تم دونوں کو اور اپنے تمام اہل وعیال کو اور جہاں تک میرا یہ پیغام پہونچے۔ سب کو وصیت کرتا ہوں کہ تقوائے الٰہی اختیار کریں۔ اپنے امور کو منظم رکھیں۔ اپنے درمیان تعلقات کو سدھارے رکھیں کہ میں نے اپنے جد بزرگوار سے سنا ہے کہ آپس کے معاملات کو سلجھا کر رکھنا عام نماز اور روزہ سے بھی بہتر ہے۔

دیکھو یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور ان کے فاقوں کی نوبت نہ آجائے اور وہ تمھاری نگاہوں کے سامنے برباد نہ ہو جائیں اور دیکھو ہمسایہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کہ ان کے بارے میں تمھارے پیغمبرؐ کی وصیت ہے اور آپؐ برابر ان کے بارے میں نصیحت فرماتے رہتے تھے

یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسلام کا بنیادی مقصد معاشرہ کی اصلاح۔ سماج کی تنظیم اور امت کے معاملات کی ترتیب ہے اور نماز روزہ کو بھی درحقیقت اس کا ایک ذریعہ بنایا گیا ہے ورنہ پروردگار کسی کی عبادت اور بندگی کا محتاج نہیں ہے اور اس کا تمامتر مقصد یہ ہے کہ انسان پیش پروردگار اپنے کو حقیر و فقیر سمجھے اور اس میں یہ احساس پیدا ہو کہ میں بھی تمام بندگان خدا میں سے ایک بندہ ہوں اور جب سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں جانے والے ہیں تو آپس کے تفرقہ کا جواز کیا ہے اور یہ تفرقہ کب تک برقرار رہے گا۔ بالآخر سب کو ایک دن اس کی بارگاہ میں ایک دوسرے کا سامنا کرنا ہے۔

اس کے بعد اگر کوئی شخص اس جذبہ سے محروم ہو جائے اور شیطان اس کے دل و دماغ پر مسلط ہو جائے تو دوسرے افراد کا فرض ہے کہ اصلاحی قدم اٹھائیں اور معاشرہ میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کریں کہ یہ مقصد الٰہی کی تکمیل اور ارتقائے بشریت کی بہترین علامت ہے۔ نماز روزہ انسان کے ذاتی اعمال ہیں۔ اور سماج کے فساد سے آنکھیں بند کر کے ذاتی اعمال کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی ہے۔ ورنہ اللہ کے معصوم بندے بھی گھر سے باہر ہی نہ نکلتے اور ہمیشہ سجدۂ پروردگار ہی میں پڑے رہتے۔!

حَتَّىٰ ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُمْ.

وَاللّٰهَ وَاللّٰهَ فِي الْقُرْآنِ، لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ.

وَاللّٰهَ وَاللّٰهَ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّهَا عَمُودُ دِينِكُمْ.

وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ، لَا تُخَلُّوهُ مَا بَقِيتُمْ[1]، فَإِنَّهُ إِنْ تُرِكَ لَمْ تُنَاظَرُوا.

وَاللّٰهَ وَاللّٰهَ فِي الْجِهَادِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ. لَا تَتْرُكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلَّىٰ عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ. ثُمَّ تَدْعُونَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ.

ثم قال:

يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَا أُلْفِيَنَّكُمْ تَخُوضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ خَوْضاً، تَقُولُونَ: «قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ». أَلَا لَا تَقْتُلُنَّ بِي إِلَّا قَاتِلِي.

انْظُرُوا إِذَا أَنَا مِتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هٰذِهِ، فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ، وَلَا تُمَثِّلُوا بِالرَّجُلِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ـ يَقُولُ: «إِيَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ».

٤٨

و من كتاب له (عليه السلام)

الى معاوية

وَإِنَّ الْبَغْيَ وَالزُّورَ يُوتِغَانِ (يذيعان) الْمَرْءَ فِي دِينِهِ وَدُنْيَاهُ، وَيُبْدِيَانِ خَلَلَهُ عِنْدَ مَنْ يَعِيبُهُ، وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ غَيْرُ مُدْرِكٍ مَا قُضِيَ فَوَاتُهُ، وَقَدْ رَامَ أَقْوَامٌ أَمْراً بِغَيْرِ الْحَقِّ فَتَأَلَّوْا عَلَى اللّٰهِ فَأَكْذَبَهُمْ،

سیورثہم ۔ عنقریب انھیں وارث بنا دیں گے

لم تناظروا ۔ تم دیکھنے کے لائق بھی نہ رہ جاؤ گے

تباذل ۔ باہمی عطا

لا اُلفینکم ۔ میں تمھیں نہ پاؤں

تخوضون ۔ خون بہا رہے ہو

لا تمثلوا ۔ ٹکڑے ٹکڑے مت کرنا

مثلہ ۔ اعضاء بدن کا کاٹ دینا

یوتغان ۔ ہلاک کر دیتے ہیں

ما قضی فواتہ ۔ جس کا نہ ملنا ہی مقدر ہو

تألوا ۔ قسم کھائی

اکذبہم ۔ جھوٹا ثابت کر دیا

[1] حقیقت امر یہ ہے کہ خانۂ کعبہ مسلمانوں کی عزت وعظمت کا راز ہے اور جب بھی مسلمان اس سے دور ہو جائیں گے ہر دنیا و آخرت میں کہیں قابل توجہ نہ رہ جائیں گے
کعبہ کے خالی نہ چھوڑنے کا مقصد صرف طواف کرنا نہیں ہے بلکہ اسکی واقعی حقیقت کا پیش نظر رکھنا ہے اور اسے عزت اسلام کا رمز تصور کرنا ہے ایسے طواف کا کیا ماحصل ہے جہاں جسم اللہ کے گھر کا طواف کر رہا ہو اور قلب و دماغ دشمنان خدا کے قصور و محلات کے طواف میں مصروف ہوں اور اسی کو اپنی عزت وعظمت کا راز تصور کر رہے ہوں

مصادر کتاب ۴۸ کتاب صفین ابراہیم بن دیزل ـ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۴۹۳ ، الفتوح اعثم کوفی ۳ ص۲۲۲

یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شائد آپ وارث بھی بنانے والے ہیں۔
دیکھو اللہ سے ڈرو قرآن کے بارے میں کہ اس پر عمل کرنے میں دوسرے لوگ تم سے آگے نہ نکل جائیں۔
اور اللہ سے ڈرو نماز کے بارے میں کہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔
اور اللہ سے ڈرو اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں کہ جب تک زندہ رہو اسے خالی نہ ہونے دو کہ اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو تم دیکھنے کے لائق بھی نہ رہ جاؤ گے۔ (ا)
اور اللہ سے ڈرو اپنے جان اور مال اور زبان سے جہاد کے بارے میں اور آپس میں ایک دوسرے سے تعلقات رکھو۔ ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور خبردار ایک دوسرے سے منھ نہ پھرالینا۔ اور تعلقات توڑ نہ لینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نظرانداز نہ کردینا کہ تم پر اشرار کی حکومت قائم ہو جائے اور تم فریاد بھی کرو تو اس کی ساعت نہ ہو۔
اے اولاد عبدالمطلب! خبردار میں یہ نہ دیکھوں کہ تم مسلمانوں کا خون بہانا شروع کردو صرف اس نعرہ پر کہ "امیرالمومنینؑ مارے گئے ہیں" میرے بدلہ میں میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا جاسکتا ہے۔
دیکھو اگر میں اس ضربت سے جانبر نہ ہو سکا تو ایک ضربت کا جواب ایک ہی ضربت ہے (ا) اور دیکھو میرے قاتل کے جسم کے ٹکڑے نہ کرنا کہ میں نے خود سرکار دو عالمؐ سے سنا ہے کہ خبردار کاٹنے والے کتے کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹنا۔

۴۸۔ آپ کا مکتوب گرامی
(معاویہ کے نام)

بیشک بغاوت اور دروغ گوئی انسان کو دین اور دنیا دونوں میں ذلیل کر دیتی ہے اور اس کے عیب کو نکتہ چینی کرنے والے کے سامنے واضح کر دیتی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تو اس چیز کو حاصل نہیں کر سکتا ہے جس کے نہ ملنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ کہ بہت سی قوموں (۲) نے حق کے بغیر مقصد کو حاصل کرنا چاہا اور اللہ کو گواہ بنایا تو اللہ نے ان کے جھوٹ کو واضح کر دیا۔

(۱) کون دنیا میں ایسا شریف النفس اور بلند کردار ہے جو قانون کی سربلندی کے لئے اپنے نفس کا موازنہ اپنے دشمن سے کرے اور یہ اعلان کردے کہ اگرچہ مجھے مالک نے نفس اللہ اور نفس پیغمبرؐ قرار دیا ہے اور میرے نفس کے مقابلہ میں کائنات کے جملہ نفوس کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جہانتک اس دنیا میں قصاص کا تعلق ہے۔ میرا نفس بھی ایک ہی نفس شمار کیا جائے گا اور میرے دشمن کو بھی ایک ہی ضرب لگائی جائے گی۔ تاکہ دنیا کو یہ احساس پیدا ہو جائے کہ مذہب کی ترجمانی کے لئے کس بلند کردار کی ضرورت ہوتی ہے اور سماج میں خونریزی اور فساد کے روکنے کا واقعی راستہ کیا ہوتا ہے۔ یہی وہ افراد ہیں جو خلافت الٰہیہ کے حقدار ہیں اور انھیں کے کردار سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ انسانیت کا کام فساد اور خونریزی نہیں ہے بلکہ انسان اس سرزمین پر فساد اور خونریزی کی روک تھام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کا منصب واقعی خلافت الٰہیہ ہے۔
(۲) آپ نے معاویہ کو ہوشیار کرنا چاہا ہے کہ یہ خون عثمانؓ کا مطالبہ کوئی نیا نہیں ہے۔ تجھ سے پہلے اہل جمل یہ کام کر چکے ہیں اور ان کا جھوٹ واضح ہو چکا ہے اور وہ دنیا و آخرت کی رسوائی مول لے چکے ہیں۔ اب تجھے دوبارہ ذلیل و خوار ہونے کا شوق کیوں پیدا ہوا ہے۔ تیرا راستہ رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فَـــاحْذَرْ يَــوْماً يَــغْتَبِطُ فِــيهِ مَــنْ أَحْمَــدَ عَــاقِبَةَ عَــمَلِهِ، وَيَــنْدَمُ مَــنْ أَمْكَــنَ الشَّــيْطَانَ[1] مِــنْ قِــيَادِهِ فَــلَمْ يُجَــاذِبْهُ.

وَقَــدْ دَعَــوْتَنَا إِلَىٰ حُكْــمِ الْــقُرْآنِ وَلَسْتَ مِــنْ أَهْــلِهِ، وَلَسْــنَا إِيَّــاكَ أَجَــبْنَا، وَلَكِــنَّا أَجَــبْنَا الْــقُرْآنَ فِي حُــكْمِهِ، وَالسَّــلَامُ.

٤٩

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

الى معاوية ايضاً

أَمَّــا بَــعْدُ، فَــإِنَّ الدُّنْــيَا مَشْــغَلَةٌ عَــنْ غَــيْرِهَا، وَلَمْ يُــصِبْ صَــاحِبُهَا مِــنْهَا شَــيْئاً إِلَّا فَــتَحَتْ لَــهُ حِــرْصاً عَــلَيْهَا، وَلَهَــجاً بِهَــا، وَلَــنْ يَسْــتَغْنِيَ صَــاحِبُهَا بِمَــا نَــالَ فِــيهَا عَــمَّا لَمْ يَــبْلُغْهُ مِــنْهَا، وَمِــنْ وَرَاءِ ذٰلِكَ فِــرَاقُ مَــا جَمَــعَ، وَنَــقْضُ مَــا أَبْــرَمَ! وَلَــوِ اعْــتَبَرْتَ بِمَــا مَــضَىٰ حَــفِظْتَ مَــا بَــقِيَ، وَالسَّــلَامُ.

٥٠

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

إلى أمرائه على الجيش

مِــنْ عَــبْدِاللّٰــهِ عَــلِيِّ بْــنِ أَبِي طَــالِبٍ أَمِــيرِالْمُؤْمِنِينَ إِلَىٰ أَصْحَابِ الْمَسَــالِحِ:

أَمَّــا بَــعْدُ، فَــإِنَّ حَــقّاً عَــلَىٰ الْــوَالِي أَلَّا يُــغَيِّرَهُ عَــلَىٰ رَعِــيَّتِهِ فَــضْلٌ نَــالَهُ، وَلَا طَــوْلٌ خُــصَّ بِــهِ، وَأَنْ يَــزِيدَهُ مَــا قَــسَمَ اللّٰــهُ لَــهُ مِــنْ نِــعَمِهِ دُنُــوّاً مِــنْ عِــبَادِهِ، وَعَطْفاً عَلَىٰ إِخْوَانِهِ.

أَلَا وَإِنَّ لَكُــمْ عِــنْدِي أَلَّا أَحْــتَجِزَ (احــتجن) دُونَكُــمْ سِرّاً إِلَّا فِي حَــرْبٍ، وَلَاأَطْــوِيَ دُونَكُــمْ أَمــراً إِلَّا فِي حُكْــمٍ، وَلَا أُؤَخِّــرَ لَكُــمْ حَــقّاً عَــنْ مَحَــلِّهِ، وَلَاأَقِــفَ بِــهِ دُونَ مَــقْطَعِهِ، وَأَنْ تَكُــونُوا عِــنْدِي فِي الْحَــقِّ سَــوَاءً، فَــإِذَا فَــعَلْتُ ذٰلِكَ وَجَــبَتْ لِــلّٰهِ عَــلَيْكُمُ النِّــعْمَةُ، وَلِي عَــلَيْكُمُ الطَّــاعَةُ، وَأَلَّا تَــنْكُصُوا عَــنْ دَعْــوَةٍ، وَلَاتُــفَرِّطُوا فِي صَــلَاحٍ، وَأَنْ تَخُــوضُوا الْــغَمَرَاتِ إِلَىٰ الْحَــقِّ، فَــإِنْ أَنْــتُمْ لَمْ تَسْــتَقِيمُوا لِي عَــلَىٰ ذٰلِكَ لَمْ يَكُــنْ أَحَــدٌ أَهْــوَنَ عَــلَيَّ مِمَّــنِ اعْــوَجَّ مِــنْكُمْ، ثُمَّ أُعْــظِمُ لَــهُ الْــعُقُوبَةَ، وَلَايَجِــدُ عِــنْدِي فِــيهَا رُخْــصَةً، فَــخُذُوا هٰــذَا مِــنْ أُمَــرَائِكُمْ، وَأَعْــطُوهُمْ مِــنْ أَنْــفُسِكُمْ مَــا يُــصْلِحُ اللّٰــهُ بِهِ أَمْرَكُمْ. وَالسَّــلَامُ.

يَغتبِط - خوش ہوتا ہے
اَحْمَدَ عاقبتہ عملہ - انجام کو بہتر بنالیا
اَمکن الشیطان - شیطان کو مہار دیدی
لَہَج - شدت حرص
مَسالح - سرحدیں
طَول - فضل وکرم
اَحْتَجِز - چھپادوں
لا اطوی - پہلوتہی نہیں کروں گا
مقطع - انجام کار
نکص - پیٹ پیچھے پلٹ جانا
غَمرات - سختیاں

[1] شیاطین کو ہمیشہ یہ خوش فہمی رہتی ہے کہ اگر کسی بندہ خدا نے حکم پروردگار کی بنا پر کوئی ایسا عمل کر لیا جو شیاطین کے فلسفہ کے مطابق ہوا تو فوراً یہ اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم نے اپنی بات کو منوا لیا اور میدان جیت لیا۔ تاریخ میں روز اول سے اس امر کی مثالیں موجود ہیں کہ آدمؑ نے خلافت ارض کی خاطر جنّت کو ترک کر دیا اور اپنے فرائض کی راہ پر چل پڑے تو ابلیس نے اعلان کر دیا کہ میں نے آدمؑ کو گمراہ کر دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور آج تک اس کے پیروکار انبیاءؑ کے گناہوں کی فہرست مرتب کرنے میں لگے ہوئے ہیں تاکہ شیطان کو فاتح قرار دیا جا سکے۔

مصادر کتاب نمبر ۴۹ الفتوح اعثم کوفی ۳ ص ۳۲۳، الاخبار الطوال ص ۱۵۴، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۱۱۰
مصادر کتاب نمبر ۵۰ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۱۰۷، امالی طوسیؒ ۱ ص ۲۲۱

اس دن سے ڈرو جس دن خوشی صرف اسی کا حصہ ہو گی جس نے اپنے عمل کے انجام کو بہتر بنالیا ہے اور ندامت اس کے لئے ہو گی جس نے اپنی مہار شیطان کے اختیار میں دے دی[1] اور اسے کھینچ کر نہیں رکھا۔ تم نے مجھے قرآنی فیصلہ کی دعوت دی ہے حالانکہ تم اس کے اہل نہیں تھے اور میں نے بھی تمھاری آواز پر لبیک نہیں کہی ہے بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی ہے۔

۴۹۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ ہی کے نام)

امابعد! دنیا آخرت سے روگردانی کر دینے والی ہے اور اس کا ساتھی جب بھی کوئی چیز پالیتا ہے تو اس کے لئے حرص کے دوسرے دروازے کھول دیتی ہے اور وہ کبھی کوئی چیز حاصل کر کے اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے جس کو حاصل نہیں کر سکا ہے۔ حالانکہ ان سب کے بعد جو کچھ جمع کیا ہے اس سے الگ ہونا ہے اور جو کچھ بندوبست کیا ہے اسے توڑ دینا ہے اور تو اگر گذشتہ لوگوں سے ذرا بھی عبرت حاصل کرتا تو باقی زندگی کو محفوظ کر سکتا تھا۔ والسّلام

۵۰۔ آپ کا مکتوب گرامی

(روساء لشکر کے نام)

بندۂ خدا، امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کی طرف سے سرحدوں کے محافظوں کے نام۔ یاد رکھنا کہ والی پر قوم کا حق یہ ہے کہ اس نے جس برتری کو پالیا ہے یا جس فارغ البالی کی منزل تک پہونچ گیا ہے اس کی بنا پر قوم کے ساتھ اپنے رویہ میں تبدیلی نہ پیدا کرے اور اللہ نے جو نعمت اسے عطا کی ہے اس کی بنا پر بندگانِ خدا سے زیادہ قریب تر ہو جائے اور اپنے بھائیوں پر زیادہ مہربانی کرے۔

یاد رکھو مجھ پر تمھارا ایک حق یہ بھی ہے کہ جنگ کے علاوہ کسی موقع پر کسی راز کو چھپا کر نہ رکھوں اور احکام شریعت کے علاوہ کسی مسئلہ میں تم سے مشورہ کرنے سے پہلو تہی نہ کروں۔ نہ تمھارے کسی حق کو اس کی جگہ سے پیچھے ہٹاؤں اور نہ کسی معاملہ کو آخری حد تک پہونچائے بغیر دم لوں اور تم سب میرے نزدیک حق کے معاملہ میں برابر رہو۔ اس کے بعد جب میں ان حقوق[1] کو ادا کر دوں گا تو تم پر اللہ کے لئے شکر اور میرے لئے اطاعت واجب ہو جائے گی اور یہ لازم ہوگا کہ میری دعوت سے پیچھے نہ ہٹو اور کسی اصلاح میں کوتاہی نہ کرو۔ حق تک پہونچنے کے لئے سختیوں میں کود پڑو کہ تم ان معاملات میں سیدھے نہ رہے تو میری نظر میں تم میں سے ٹیڑھے ہو جانے والے سے زیادہ کوئی حقیر و ذلیل نہ ہوگا اس کے بعد میں اسے سخت سزا دوں گا اور میرے پاس کوئی رعایت نہ پائے گا۔ تو اپنے زیر نگرانی امراء سے یہی عہد و پیمان لو اور اپنی طرف سے انھیں وہ حقوق عطا کرو جن سے پروردگار تمھارے امور کی اصلاح کر سکے۔ والسّلام

---

[1] یہ اسلامی قانون کا سب سے بڑا امتیاز ہے کہ اسلام حق لینے سے پہلے حق ادا کرنے کی بات کرتا ہے اور کسی شخص کو اس وقت تک صاحب حق نہیں قرار دیتا ہے جب تک وہ دوسروں کے حقوق ادا نہ کر دے اور یہ ثابت نہ کر دے کہ وہ خود بھی بندۂ خدا ہے اور احکام الٰہیہ کا احترام کرنا جانتا ہے۔ اس کے بغیر حقوق کا مطالبہ کرنا بشر کو مالک سے آگے بڑھا دینے کے مرادف ہے کہ اپنے واسطے مالک کائنات بھی قابل اطاعت نہیں ہے اور دوسروں کے واسطے اپنی ذات بھی قابل اطاعت ہے۔ یہ فرعونیت اور نمرودیت کی وہ قسم ہے جو دورِ قدیم کے فراعنہ میں بھی نہیں دیکھی گئی اور آج کے ہر فرعون میں پائی جا رہی ہے۔ کل کا فرعون اپنے کو فرائض سے بالاتر سمجھتا تھا اور آج والے فرائض کو فرائض سمجھتے ہیں اور اس کے بعد بھی ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے ہیں۔

۵۱

و من كتاب له (عليه السلام)

الى عماله على الخراج

مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِالْمُؤْمِنِينَ إِلَىٰ أَصْحَابِ الْخَرَاجِ:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَحْذَرْ مَا هُوَ صَائِرٌ إِلَيْهِ لَمْ يُقَدِّمْ لِنَفْسِهِ مَا يُحْرِزُهَا. وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا كُلِّفْتُمْ بِهِ يَسِيرٌ، وَأَنَّ ثَوَابَهُ كَثِيرٌ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِي ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَا لَا عُذْرَ فِي تَرْكِ طَلَبِهِ. فَأَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ، وَاصْبِرُوا لِحَوَائِجِهِمْ، فَإِنَّكُمْ خُزَّانُ الرَّعِيَّةِ، وَوُكَلَاءُ الْأُمَّةِ، وَسُفَرَاءُ الْأَئِمَّةِ. وَلَا تُحْشِمُوا (تحسموا – تحسبوا) أَحَداً عَنْ حَاجَتِهِ، وَلَا تَحْبِسُوهُ عَنْ طَلِبَتِهِ، وَلَا تَبِيعُنَّ لِلنَّاسِ فِي الْخَرَاجِ كِسْوَةَ شِتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ، وَلَا دَابَّةً يَعْتَمِلُونَ عَلَيْهَا، وَلَا عَبْداً، وَلَا تَضْرِبُنَّ أَحَداً سَوْطاً لِمَكَانِ دِرْهَمٍ، وَلَا تَمَسُّنَّ مَالَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، مُصَلٍّ وَلَا مُعَاهَدٍ، إِلَّا أَنْ تَجِدُوا فَرَساً أَوْ سِلَاحاً يُعْدَىٰ بِهِ عَلَىٰ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَدَعَ ذٰلِكَ فِي أَيْدِي أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ، فَيَكُونَ شَوْكَةً عَلَيْهِ. وَلَا تَدَّخِرُوا أَنْفُسَكُمْ نَصِيحَةً، وَلَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيرَةٍ، وَلَا الرَّعِيَّةَ مَعُونَةً، وَلَا دِينَ اللّٰهِ قُوَّةً، وَأَبْلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمْ. فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ قَدِ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا وَعِنْدَكُمْ أَنْ نَشْكُرَهُ بِجُهْدِنَا، وَأَنْ نَنْصُرَهُ بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

۵۲

و من كتاب له (عليه السلام)

الى أمراء البلاد في معنى الصلاة

أَمَّا بَعْدُ، فَصَلُّوا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتَّىٰ تَفِيءَ الشَّمْسُ مِنْ مَرْبِضِ الْعَنْزِ، وَصَلُّوا بِهِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ حَيَّةٌ فِي عُضْوٍ مِنَ النَّهَارِ حِينَ يُسَارُ فِيهَا فَرْسَخَانِ، وَصَلُّوا بِهِمُ الْمَغْرِبَ حِينَ يُفْطِرُ الصَّائِمُ، وَ يَدْفَعُ الْحَاجُّ إِلَىٰ مِنًى. وَصَلُّوا بِهِمُ الْعِشَاءَ حِينَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَىٰ ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلُّوا بِهِمُ الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ،

خُزّان - جمع خازن
لاتحسموا - محروم نہ کرنا
طَلِبہ - مطلوب
یعتملون علیھا - ان پر اعتماد کرتے ہیں
لِمکان درہم - ایک درہم کے واسطے
مُعاہَد - کافر ذمی
اِدّخر - ذخیرہ کیا - بچا کے رکھا
اَبلوا - ادا کرو -
قد اصطنع - طلب خیر کیا ہے
تَفِئ - سایہ پیدا ہوجائے
مربض غنم - بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ
یدفع - کوچ کرتا ہے
بَیْضاء - زرد نہ ہونے پائے
فرسخ - ۵۷۶۰ میٹر
شفق - افق پر غروب کے بعد پیدا ہونے والی سرخی

(۱) یہ اسلام کا کمال کرم ہے کہ اس نے اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے عوام کی زندگی کو نظرانداز نہیں کیا ہے اور جس طرح عام قرض خواہوں کو حکم دیا ہے کہ تنگ دست افراد پر جبر نہ کریں اور ان کی سہولت کے اوقات کا انتظار کریں - اسی طرح خود بھی انھیں قوانین کی پابندی کی ہے اور خراج کو فلاح عامہ کا ذریعہ قرار دیا ہے قتل عام کا نہیں -

---

مصادر کتاب ۵۱ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱۰۸ ، ص۱۳۲

مصادر کتاب ۵۲ الاعجاز والایجاز ابو منصور ثعالبی ص۳۳ ، بحار الانوار ۸ ص۶۲۹

۵۱۔آپ کا مکتوب گرامی

(خراج وصول کرنے والوں کے نام)

بندۂ خدا، امیرالمومنین علیؑ کی طرف سے خراج وصول کرنے والوں کی طرف۔

امابعد! جو شخص اپنے انجام کار سے نہیں ڈرتا ہے وہ اپنے نفس کی حفاظت کا سامان بھی فراہم نہیں کرتا ہے۔ یاد رکھو تمہارے فرائض بہت مختصر ہیں اور ان کا ثواب بہت زیادہ ہے اور اگر پروردگار نے بغاوت اور ظلم سے روکنے کے بعد اس پر عذاب بھی نہ رکھا ہوتا تو اس سے پرہیز کرنے کا ثواب ہی اتنا زیادہ تھا کہ اس کے ترک کرنے میں کوئی شخص معذور نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا لوگوں کے ساتھ انصاف کرو۔ ان کے ضروریات کے لئے صبر و تحمل(۱) سے کام لو کہ تم رعایا کے خزانہ دار۔ امت کے نمائندے اور ائمہ کے سفیر ہو۔ خبردار کسی شخص کو اس کی ضرورت سے روک نہ دینا اور اس کے مطلوب کی راہ میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا اور خراج وصول کرنے کے لئے اس کے سردی یا گرمی کے کپڑے نہ بیچ ڈالنا اور نہ اس جانور یا غلام پر قبضہ کر لینا جو اس کے کام آتا ہے اور کسی کو پیسہ کی خاطر مارنے نہ لگنا اور کسی مسلمان یا کافر ذمی کے مال کو ہاتھ نہ لگانا مگر یہ کہ اس کے پاس کوئی ایسا گھوڑا یا اسلحہ ہو جسے دشمنانِ اسلام کو دینا چاہتا ہے تو کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ اشیاء دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں چھوڑ دے اور وہ اسلام پر غالب آجائیں۔ دیکھو کسی نصیحت کو بچا کر نہ رکھنا۔ نہ لشکر کے ساتھ اچھے برتاؤ میں کمی کرنا اور نہ رعایا کی امداد میں اور نہ دین خدا کو قوت پہونچانے میں۔ اللہ کی راہ میں اس کے تمام فرائض کو ادا کر دینا کہ اس نے ہمارے اور تمہارے ساتھ جو احسان کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کے شکر کی کوشش کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس کے دین کی مدد کریں کہ قوت بھی تو بالآخر خدائے عظیم کا عطیہ ہے۔

۵۲۔آپ کا مکتوب گرامی

(امراء بلاد کے نام ۔ نماز کے بارے میں)

امابعد۔ ظہر کی نماز اس وقت تک ادا کر دینا جب آفتاب کا سایہ بکریوں کے باڑہ کی دیوار کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھا دینا جب آفتاب روشن اور سفید رہے اور دن میں اتنا وقت باقی رہ جائے جب مسافر دو فرسخ جا سکتا ہو۔ مغرب اس وقت ادا کرنا جب روزہ دار افطار کرتا ہے اور حاجی عرفات سے کوچ کرتا ہے اور عشاء اس وقت پڑھانا جب شفق چھپ جائے اور ایک تہائی رات نہ گذرنے پائے۔ صبح کی نماز اس وقت ادا کرنا جب آدمی اپنے ساتھی کے چہرہ کو پہچان سکے۔

---

(۱) واضح رہے کہ یہ خط رؤسا شہر کے نام لکھا گیا ہے اور ان کے لئے نماز جماعت کے اوقات معین کئے گئے ہیں۔ اس کا اصل نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل نماز کے اوقات سورۂ اسراء میں بیان کر دئے گئے ہیں یعنی زوال آفتاب، تاریکی شب اور فجر ۔ اور انھیں تین اوقات میں پانچ نمازوں کو ادا ہو جانا ہے۔ جس میں تقدیم و تاخیر نمازی کے اختیار میں ہے کہ فجر کے ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں دو رکعت کب ادا کرے گا یا ظہر و عصر کے چھ گھنٹہ میں آٹھ رکعت کس وقت ادا کرے گا یا تاریکیٔ شب کے بعد سات رکعت مغرب و عشاء کب پڑھے گا۔ سرکاری جماعت میں اس طرح کی آزادی ممکن نہیں ہے۔ اس کا وقت معین ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ نماز میں شرکت کر سکیں۔ لہٰذا حضرت نے اس دور کے حالات کے پیش نظر ایک وقت معین کر دیا۔ ورنہ آج کے زمانہ میں دو فرسخ راستہ پانچ منٹ میں طے ہوتا ہے جو قطعاً اس مکتوب گرامی میں مقصود نہیں ہے۔

وَصَلُّوا بِهِمْ صَلاةَ أَضْعَفِهِمْ، وَلاَ تَكُونُوا فَتَّانِينَ.

۵۳

و من كتاب له (عليه السلام)

كتبه للأشتر النخعي، لما ولاه على مصر و أعمالها حين اضطرب أمر أميرها محمد بن أبي بكر، و هو أطول عهد كتبه و أجمعه للمحاسن.

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللهِ عَلِيٌّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فِي عَهْدِهِ إِلَيْهِ، حِينَ وَلاَّهُ مِصْرَ: جِبَايَةَ خَرَاجِهَا، وَ جِهَادَ عَدُوِّهَا، وَ اسْتِصْلاَحَ أَهْلِهَا، وَ عِمَارَةَ بِلاَدِهَا.

أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللهِ، وَإِيْثَارِ طَاعَتِهِ، وَ اتِّبَاعِ مَا أَمَرَ بِهِ فِي كِتَابِهِ: مِنْ فَرَائِضِهِ وَ سُنَنِهِ، الَّتِي لاَ يَسْعَدُ أَحَدٌ إِلاَّ بِاتِّبَاعِهَا، وَ لاَ يَشْقَىٰ إِلاَّ مَعَ جُحُودِهَا وَ إِضَاعَتِهَا، وَ أَنْ يَنْصُرَ اللهَ سُبْحَانَهُ بِقَلْبِهِ وَ يَدِهِ وَلِسَانِهِ؛ فَإِنَّهُ، جَلَّ اسْمُهُ، قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَصَرَهُ، وَإِعْزَازِ مَنْ أَعَزَّهُ.

وَ أَمَرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ مِنَ الشَّهَوَاتِ، وَ يَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ، فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ، إِلاَّ مَا رَحِمَ اللهُ.

ثُمَّ اعْلَمْ يَا مَالِكُ، أَنِّي قَدْ وَجَّهْتُكَ إِلَىٰ بِلاَدٍ قَدْ جَرَتْ عَلَيْهَا دُوَلٌ قَبْلَكَ، مِنْ عَدْلٍ وَجَوْرٍ، وَ أَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ مِنْ أُمُورِكَ فِي مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيهِ مِنْ أُمُورِ الْوُلاَةِ قَبْلَكَ، وَ يَقُولُونَ فِيكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِيهِمْ. وَ إِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِينَ بِمَا يُجْرِي اللهُ لَهُمْ عَلَىٰ أَلْسُنِ عِبَادِهِ، فَلْيَكُنْ أَحَبَّ الذَّخَائِرِ إِلَيْكَ ذَخِيرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ، فَامْلِكْ هَوَاكَ، وَ شُحَّ بِنَفْسِكَ عَمَّا لاَ يَحِلُّ لَكَ. فَإِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفْسِ (الأنفس) الْإِنْصَافُ مِنْهَا فِيمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ. وَ أَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ، وَ الْمَحَبَّةَ لَهُمْ، وَ اللُّطْفَ بِهِمْ، وَ لاَتَكُونَنَّ عَلَيْهِمْ سَبُعاً ضَارِياً (ضارباً) تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ، فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ: إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي الدِّينِ، أَوْ نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ، يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ، وَ تَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ، وَ يُؤْتَىٰ عَلَىٰ أَيْدِيهِمْ فِي الْعَمْدِ وَ الْخَطَاءِ، فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَ صَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي تُحِبُّ وَ تَرْضَىٰ أَنْ يُعْطِيَكَ اللهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ، فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ، وَ وَالِي الْأَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ، وَ اللهُ فَوْقَ مَنْ وَلاَّكَ! وَ قَدِ اسْتَكْفَاكَ أَمْرَهُمْ، وَ ابْتَلاَكَ بِهِمْ. وَ لاَ تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ

فَتَّانِين۔ مصیبت میں ڈالنے والے
یَزَعَهَا۔ روک دے
جَمَحَات۔ منہ زوری
شُحَّ۔ بخل کرو
یَفْرُط۔ سرزد ہوجاتی ہے
زَلَل۔ لغزش
استکفاک۔ طلب کفایت کیا ہے

(۱) مالک اشتر مولائے کائنات کے مخلصین میں ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جن کو دونوں طرح کے اوصاف و کمالات حاصل تھے علم و فضل و تقویٰ میں عدیم المثال تھے اور شجاعت و ہمت میں بھی یکتائے روزگار اور اشجع عرب شمار ہوتے تھے۔ محمد بن ابی بکر کے بدلے مالک اشتر کا تقرر اس امر کی علامت ہے کہ مالک اشتر محمد بن ابی بکر سے زیادہ فضائل و کمالات کے مالک تھے اور جن حالات کی اصلاح محمد بن ابی بکر کے بس میں نہیں تھی۔ ان کی اصلاح مولائے کائنات کی نظر میں صرف مالک اشتر ہی کر سکتے تھے

(۲) مالک اشتر کے منصب میں چار طرح کے کام شامل تھے

۱۔ خراج کا جمع کرنا
۲۔ دشمن سے جہاد کرنا
۳۔ اہل مملکت کے حالات کی اصلاح کرنا
۴۔ زمینوں کو آباد کرنا اور زراعت وغیرہ کا مکمل انتظام کرنا

مصادر کتاب ۵۳ تحف العقول ص۱۲۶، دعائم الاسلام قاضی نعمان ۱ ص۳۵۰، نہایۃ الارب نویری ۶ ص۱۹

ان کے ساتھ نماز پڑھو کمزور ترین آدمی کا لحاظ رکھ کر ۔ اور خبردار ان کے لئے صبر آزما نہ بن جاؤ ۔

۵۳ ۔ آپ کا مکتوب گرامی

(جسے مالک بن اشتر نخعی کے نام تحریر فرمایا ہے ۔ اس وقت جب انھیں محمد بن ابی بکر کے حالات کے خراب ہو جانے کے بعد مصر اور اس کے اطراف کا عامل مقرر فرمایا ۔ اور یہ عہد نامہ حضرت کے تمام سرکاری خطوط میں سب سے زیادہ مفصل اور محاسن کلام کا جامع ہے) (۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ فرمان ہے جو بندۂ خدا ، امیر المومنین علیؑ نے مالک بن اشتر نخعی کے نام لکھا ہے جب انھیں خراج جمع کرنے ، دشمن سے جہاد کرنے ، حالات کی اصلاح کرنے اور شہروں کی آبادکاری کے لئے مصر کا عامل قرار دے کر روانہ کیا ۔ (۲)

سب سے پہلا امر یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو ، اس کی اطاعت کو اختیار کرو اور جن فرائض و سنن کا اپنی کتاب میں حکم دیا ہے ان کا اتباع کرو کہ کوئی شخص ان کے اتباع کے بغیر نیک بخت نہیں ہو سکتا ہے اور کوئی شخص ان کے انکار اور بربادی کے بغیر بدبخت نہیں قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اپنے دل ۔ ہاتھ اور زبان سے دین خدا کی مدد کرتے رہنا کہ خدائے "عزّ اسمہٗ" نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ اپنے مددگاروں کی مدد کرے گا اور اپنے دین کی حمایت کرنے والوں کو عزّت و شرف عنایت کرے گا ۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ اپنے نفس کے خواہشات کو کچل دو اور اسے منہ زوریوں سے روکے رہو کہ نفس برائیوں کا حکم دینے والا ہے جب تک پروردگار کا رحم شامل نہ ہو جائے ۔ اس کے بعد مالک یہ یاد رکھنا کہ میں نے تم کو ایسے علاقہ کی طرف بھیجا ہے جہاں عدل و ظلم کی مختلف حکومتیں گذر چکی ہیں اور لوگ تمھارے معاملات کو اس نظر سے دیکھ رہے ہیں جس نظر سے تم ان کے اعمال کو دیکھ رہے تھے اور تمھارے بارے میں وہی کہیں گے جو تم دوسروں کے بارے میں کہہ رہے تھے ۔ نیک کردار بندوں کی شناخت اس ذکر خیر سے ہوتی ہے جو ان کے لئے لوگوں کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے لہٰذا تمھارا محبوب ترین ذخیرہ عمل صالح کو ہونا چاہیئے ۔ خواہشات کو روک کر رکھو اور جو چیز حلال نہ ہو اس کے بارے میں نفس کو صرف کرنے سے بخل کرو کہ یہی بخل اس کے حق میں انصاف ہے چاہے اسے اچھا لگے یا برا ۔ رعایا کے ساتھ مہربانی اور محبت و رحمت کو اپنے دل کا شعار بنالو اور خبردار ان کے حق میں پھاڑ کھانے والے درندہ کے مثل نہ ہو جانا کہ انھیں کھا جانے ہی کو غنیمت سمجھنے لگو ۔ کہ مخلوقات خدا کی دو قسمیں ہیں بعض تمھارے دینی بھائی ہیں اور بعض خلقت میں تمھارے جیسے بشر ہیں جن سے لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں اور انھیں خطاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور جان بوجھ کر یا دھوکے سے ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں ۔ لہٰذا انھیں ویسے ہی معاف کر دینا جس طرح تم چاہتے ہو کہ پروردگار تمھاری غلطیوں سے درگذر کرے کہ تم ان سے بالاتر ہو اور تمھارا ولی امر تم سے بالاتر ہے اور پروردگار تمھارے والی سے بھی بالاتر ہے اور اس نے تم سے ان کے معاملات کی انجام دہی کا مطالبہ کیا ہے اور اسے تمھارے لئے ذریعہ آزمائش بنا دیا ہے اور خبردار اپنے نفس کو اللہ کے مقابلہ پر نہ اُتار دینا

---

(۱) یہ اسلامی نظام کا امتیازی نکتہ ہے کہ اس نظام میں مذہبی تعصب سے کام نہیں لیا جاتا ہے بلکہ ہر شخص کو برابر کے حقوق دیئے جاتے ہیں ۔ مسلمان کا احترام اس کے اسلام کی بنا پر ہوتا ہے اور غیر مسلم کے بارے میں انسانی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے اور ان حقوق میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ حاکم ہر غلطی کا مواخذہ نہ کرے بلکہ انھیں انسان سمجھ کر ان کی غلطیوں کو برداشت کرے اور ان کی خطاؤں سے درگذر کرے اور یہ خیال رکھے کہ مذہب کا ایک مستقل نظام ہے " رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے " اگر انسان اپنے سے کمزور افراد پر رحم نہیں کرتا ہے تو اسے جبار سماوات و ارض سے توقع نہیں کرنی چاہیئے ۔ قدرت کا اٹل قانون ہے کہ تم اپنے سے کمزور پر رحم کرو تاکہ پروردگار تم پر رحم کرے اور تمھاری خطاؤں کو معاف کر دے جس پر تمھاری عاقبت اور بخشش کا دارومدار ہے ۔

النَّاسِ؛ فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوباً، الْوَالِي أَحَقُّ مَنْ سَتَرَهَا، فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا، فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيرُ مَا ظَهَرَ لَكَ، وَ اللَّهُ يَحْكُمُ عَلَى مَا غَابَ عَنْكَ، فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللَّهُ مِنْكَ مَا تُحِبُّ سَتْرَهُ مِنْ رَعِيَّتِكَ. أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ، وَاقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ، وَ تَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَضِحُ لَكَ، وَ لَا تَعْجَلَنَّ إِلَى تَصْدِيقِ سَاعٍ، فَإِنَّ السَّاعِيَ غَاشٌّ، وَ إِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِينَ.

وَ لَا تُدْخِلَنَّ فِي مَشُورَتِكَ بَخِيلاً يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ، وَ يَعِدُكَ الْفَقْرَ، وَ لَا جَبَاناً يُضْعِفُكَ عَنِ الْأُمُورِ، وَ لَا حَرِيصاً يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهَ بِالْجَوْرِ، فَإِنَّ الْبُخْلَ وَ الْجُبْنَ وَ الْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتَّى يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللَّهِ.

إِنَّ شَرَّ وُزَرَائِكَ مَنْ كَانَ لِلْأَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِيراً، وَ مَنْ شَرِكَهُمْ فِي الْآثَامِ فَلَا يَكُونَنَّ لَكَ بِطَانَةً، فَإِنَّهُمْ أَعْوَانُ الْأَثَمَةِ (الائمة)، وَ إِخْوَانُ الظَّلَمَةِ، وَ أَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهُمْ خَيْرَ الْخَلَفِ مِمَّنْ لَهُ مِثْلُ آرَائِهِمْ وَ نَفَاذِهِمْ، وَ لَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ آصَارِهِمْ وَأَوْزَارِهِمْ وَ آثَامِهِمْ، مِمَّنْ لَمْ يُعَاوِنْ ظَالِماً عَلَى ظُلْمِهِ، وَ لَا آثِماً عَلَى إِثْمِهِ؛ أُولَئِكَ أَخَفُّ عَلَيْكَ مَئُونَةً، وَ أَحْسَنُ لَكَ مَعُونَةً، وَ أَحْنَى عَلَيْكَ عَطْفاً، وَ أَقَلُّ لِغَيْرِكَ إِلْفاً، فَاتَّخِذْ أُولَئِكَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِكَ وَ حَفَلَاتِكَ، ثُمَّ لْيَكُنْ آثَرُهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَكَ، وَ أَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللَّهُ لِأَوْلِيَائِهِ، وَاقِعاً ذَلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ. وَالْصَقْ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَ الصِّدْقِ؛ ثُمَّ رُضْهُمْ عَلَى أَلَّا يُطْرُوكَ وَ لَا يَبْجَحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْإِطْرَاءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ، وَ تُدْنِي مِنَ الْعِزَّةِ (الغرة)[1].

وَ لَا يَكُونَنَّ الْمُحْسِنُ وَ الْمُسِيءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَاءٍ، فَإِنَّ فِي ذَلِكَ تَزْهِيداً لِأَهْلِ الْإِحْسَانِ فِي الْإِحْسَانِ، وَ تَدْرِيباً لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عَلَى الْإِسَاءَةِ! وَ أَلْزِمْ كُلّاً مِنْهُمْ مَا أَلْزَمَ نَفْسَهُ وَ اعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِأَدْعَى إِلَى حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِيَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِمْ، وَ تَخْفِيفِهِ الْمَئُونَاتِ عَلَيْهِمْ، وَ تَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِيَّاهُمْ عَلَى مَا لَيْسَ لَهُ قِبَلَهُمْ.

فَلْيَكُنْ مِنْكَ فِي ذَلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَباً طَوِيلاً. وَ إِنَّ أَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسُنَ

اطلق - کھول دو
وتر - عداوت
تغاب - تغافل
یضح - واضح ہوجائے
ساعی - چغلی کھانے والا
فضل - احسان
یعدک - ڈراتا ہے
شرہ - لالچ
شتی - مختلف
بطانہ - خاص لوگ
الاثمہ - گناہگار
ظلمہ - جمع ظالم
اوزار - بوجھ - گناہ
آصار - گناہ
الف - الفت وانس
رض - تربیت دو
بجح - خوش کرنا
اطراء - ضرورت سے زیادہ تعریف کرنا
زہو - غرور
تدنی - قریب کردیتا ہے
عزہ - تکبر
قبل - پاس
نصب - تعب

[1] حکام کے مزاج کے لئے سخت ترین مسئلہ یہ ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو برداشت کرلیں جو ان کے مزاج کے خلاف گفتگو کرے یا ان کے کردار پر تنقید کرے اور امیرالمومنینؑ کی تعلیم یہ ہے کہ قریب ترین انسان اس کو ہونا چاہئے جس میں حق کہنے کی صلاحیت پائی جاتی ہو تاکہ حاکم کو اس کی کمزوریوں سے آگاہ کرتا رہے ورنہ بیجا تعریف کسی وقت بھی غرور میں مبتلا کرکے صراط مستقیم سے منحرف بنا سکتی ہے۔

اس لئے کہ لوگوں میں بہرحال کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور ان کی پردہ پوشی کی سب سے بڑی ذمہ داری والی پر ہے لہٰذا خبردار جو عیب تمہارے سامنے نہیں ہے اس کا انکشاف نہ کرنا۔ تمہاری ذمہ داری صرف عیوب کی اصلاح کر دینا ہے اور غائبات کا فیصلہ کرنے والا پروردگار ہے۔ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کے ان تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو جن اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی پروردگار سے تمنا کرتے ہو۔ لوگوں کی طرف سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسّی کو کاٹ دو اور جو بات تمہارے لئے واضح نہ ہو اس سے انجان بن جاؤ اور ہر چغل خور کی تصدیق میں عجلت سے کام نہ لو کہ چغل خور ہمیشہ خیانت کار ہوتا ہے چاہے وہ مخلصین ہی کے بھیس میں کیوں نہ آئے۔

(مشاورت): دیکھو اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شامل نہ کرنا کہ وہ تم کو فضل و کرم کے راستہ سے ہٹا دے گا اور فقر و فاقہ کا خوف دلاتا رہیگا اور اسی طرح بزدل سے مشورہ نہ کرنا کہ وہ ہر معاملہ میں کمزور بنا دے گا۔ اور حریص سے بھی مشورہ نہ کرنا کہ وہ ظالمانہ طریقہ سے مال جمع کرنے کو بھی تمہارے نگاہوں میں آراستہ کر دے گا۔ یہ بخل۔ بزدلی اور طمع اگرچہ الگ الگ جذبات و خصائل ہیں لیکن ان سب کا قدر مشترک پروردگار سے سوءِ ظن ہے جس کے بعد ان خصلتوں کا ظہور ہوتا ہے۔

(وزارت): اور دیکھو تمہارے وزراء میں سب سے زیادہ بدتر وہ ہے جو تم سے پہلے اشرار کا وزیر رہ چکا ہو اور ان کے گناہوں میں شریک رہ چکا ہو۔ لہٰذا خبردار! ایسے افراد کو اپنے خواص میں شامل نہ کرنا کہ یہ ظالموں کے مددگار اور خیانت کاروں کے بھائی بند ہیں اور تمہیں ان کے بدلے بہترین افراد مل سکتے ہیں جن کے پاس انھیں کی جیسی عقل اور کارکردگی ہو اور ان کے جیسے گناہوں کے بوجھ اور خطاؤں کے انبار نہ ہوں۔ نہ انھوں نے کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی گناہگار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بوجھ تمہارے لئے ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین مددگار ہوں گے اور تمہاری طرف محبّت کا جھکاؤ بھی رکھتے ہوں گے اور اغیار سے انس و الفت بھی نہ رکھتے ہوں گے۔ انھیں کو اپنے مخصوص اجتماعات میں اپنا مصاحب قرار دینا اور پھر ان میں بھی سب سے زیادہ حیثیت اسے دینا جو حق کے حرف تلخ کو کہنے کی زیادہ ہمّت رکھتا ہو اور تمہارے کسی ایسے عمل میں تمہارا ساتھ نہ دے جسے پروردگار اپنے اولیاء کے لئے ناپسند کرتا ہو چاہے وہ تمہاری خواہشات سے کتنی زیادہ میل کیوں نہ کھاتی ہوں۔

(مصاحبت): اپنا قریبی رابطہ اہل تقویٰ اور اہل صداقت سے رکھنا اور انھیں بھی اس امر کی تربیت دینا کہ بلا سبب تمہاری تعریف نہ کریں اور کسی ایسے بے بنیاد عمل کا غرور نہ پیدا کرائیں جو تم نے انجام نہ دیا ہو کہ زیادہ تعریف سے غرور پیدا ہوتا ہے اور غرور انسان کو سرکشی سے قریب تر بنا دیتا ہے۔ (۱)

دیکھو خبردار! نیک کردار اور بدکردار تمہارے نزدیک یکساں نہ ہونے پائیں کہ اس طرح نیک کرداروں میں نیکی سے بددلی پیدا ہوگی اور بدکرداروں میں بدکرداری کا حوصلہ پیدا ہوگا۔ ہر شخص کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا جس کے قابل اس نے اپنے کو بنایا ہے اور یاد رکھنا کہ حاکم میں رعایا سے حسن ظن کی اسی قدر توقع کرنی چاہیئے جس قدر ان کے ساتھ احسان کیا ہے اور ان کے بوجھ کو ہلکا بنایا ہے اور ان کو کسی ایسے کام پر مجبور نہیں کیا ہے جو ان کے امکان میں نہ ہو۔ لہٰذا تمہارا برتاؤ اس سلسلہ میں ایسا ہی ہونا چاہیئے جس سے تم رعایا سے زیادہ سے زیادہ حسن ظن پیدا کر سکو کہ یہ حسن ظن بہت سی اندرونی زحمتوں کو قطع کر دیتا ہے اور تمہارے حسن ظن کا بھی سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کے ساتھ تم نے بہترین سلوک کیا ہے۔

(۱) ان فقرات میں زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ہدایات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ حاکم کو کسی شعبۂ حیات سے غافل نہیں ہونا چاہیئے اور کسی محاذ پر بھی کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیئے جو حکومت کو تباہ و برباد کر دے اور عوامی مفادات کو نذر تغافل کر کے انھیں ظلم و ستم کا نشانہ بنا دے۔

بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ، وَ إِنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ.

وَ لَا تَنْقُضْ سُنَّةً[١] صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَ اجْتَمَعَتْ بِهَا الْأُلْفَةُ، وَ صَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ. وَ لَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاضِي تِلْكَ السُّنَنِ، فَيَكُونَ الْأَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا، وَالْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا.

وَ أَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَاءِ، وَ مُنَاقَشَةَ الْحُكَمَاءِ[٢]، فِي تَثْبِيتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ بِلَادِكَ، وَ إِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ.

وَ اعْلَمْ أَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ، وَ لَا غِنَى بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ؛ فَمِنْهَا جُنُودُ اللّٰهِ، وَ مِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَ الْخَاصَّةِ، وَ مِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ، وَ مِنْهَا عُمَّالُ الْإِنْصَافِ وَ الرِّفْقِ، وَ مِنْهَا أَهْلُ الْجِزْيَةِ وَ الْخَرَاجِ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَ مُسْلِمَةِ النَّاسِ، وَ مِنْهَا التُّجَّارُ وَ أَهْلُ الصِّنَاعَاتِ، وَ مِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ ذَوِي الْحَاجَةِ وَ الْمَسْكَنَةِ، وَكُلٌّ قَدْ سَمَّى اللّٰهُ لَهُ سَهْمَهُ، وَ وَضَعَ عَلَى حَدِّهِ فَرِيضَةً فِي كِتَابِهِ أَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - عَهْداً مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوظاً.

فَالْجُنُودُ، بِإِذْنِ اللّٰهِ، حُصُونُ الرَّعِيَّةِ، وَزَيْنُ الْوُلَاةِ، وَ عِزُّ الدِّينِ، وَ سُبُلُ الْأَمْنِ، وَ لَيْسَ تَقُومُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِهِمْ. ثُمَّ لَا قِوَامَ لِلْجُنُودِ إِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِي يَقْوَوْنَ بِهِ عَلَى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَ يَعْتَمِدُونَ عَلَيْهِ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ، وَ يَكُونُ مِنْ وَرَاءِ حَاجَتِهِمْ. ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ إِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ وَ الْعُمَّالِ وَ الْكُتَّابِ، لِمَا يُحْكِمُونَ مِنَ الْمَعَاقِدِ، وَ يَجْمَعُونَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَ يُؤْتَمَنُونَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْأُمُورِ وَ عَوَامِّهَا.

وَ لَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيعاً إِلَّا بِالتُّجَّارِ وَ ذَوِي الصِّنَاعَاتِ، فِيمَا يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ، وَ يُقِيمُونَهُ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ، وَ يَكْفُونَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ بِأَيْدِيهِمْ مَا لَا يَبْلُغُهُ رِفْقُ غَيْرِهِمْ. ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ وَ الْمَسْكَنَةِ الَّذِينَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ وَ مَعُونَتُهُمْ. وَ فِي اللّٰهِ لِكُلٍّ سَعَةٌ، وَ لِكُلٍّ عَلَى الْوَالِي حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهُ، وَ لَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِي مِنْ حَقِيقَةِ مَا أَلْزَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْاهْتِمَامِ وَ الِاسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ، وَ تَوْطِينِ نَفْسِهِ عَلَى لُزُومِ الْحَقِّ، وَ الصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيمَا خَفَّ عَلَيْهِ أَوْ ثَقُلَ. فَوَلِّ مِنْ جُنُودِكَ أَنْصَحَهُمْ فِي نَفْسِكَ لِلّٰهِ وَ لِرَسُولِهِ وَ لِإِمَامِكَ، وَ أَنْقَاهُمْ جَيْباً، وَ أَفْضَلَهُمْ حِلْماً

بلاء - برتاؤ
سہم - حصہ
معاقد - عہد و پیمان
مرافق - منافع
ترفق - کسب
رفد - مساعدت
جیب - گریبان
حلم - عقل - تحمل

(١) اس سنّت سے مراد وہ اجتماعی طریقے ہیں جو ہر سماج میں پائے جاتے ہیں اور جن کے ذریعہ سماج کے نظام کی اصلاح کی جاتی ہے - اس کا سنّت پیغمبرؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اُس میں مضر اور مفید کی تقسیم کا کوئی امکان نہیں ہے۔

(٢) علماء اور حکماء فقہاء اور فلاسفہ نہیں ہیں بلکہ وہ افراد ہیں جو اجتماعی معاملات پر نظر رکھتے ہوں اور امت کے حالات کی اصلاح کے طریقوں سے باخبر ہوں -

(٣) واضح رہے کہ مولائے کائنات کی نظر میں طبقاتی بنیاد دولت و ثروت نسل و نسب اور دین و مذہب نہیں ہے بلکہ ان کا تمامتر دار و مدار کام اور صرف کام پر ہے اور سماج میں جتنے قسم کے کام پائے جاتے ہیں اتنے ہی قسم کے طبقات بھی پائے جاتے ہیں اور سب ایک دوسرے کے لئے ضروری ہیں جن میں کسی کی افادیت دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے لہٰذا اسے فوقیت اور برتری کی علامت بھی نہیں قرار دیا جاسکتا ہے -

(۱)

سب سے زیادہ بدظنی کا حقدار وہ ہے جس کا برتاؤ تمھارے ساتھ خراب رہا ہو۔ دیکھو کسی ایسی نیک سنت کو مت توڑ دینا جس پر اس امت کے بزرگوں نے عمل کیا ہے اور اسی کے ذریعہ سماج میں الفت قائم ہوتی ہے اور رعایا کے حالات کی اصلاح ہوئی ہے اور کسی ایسی سنت کو ایجاد نہ کر دینا جو گذشتہ سنتوں کے حق میں نقصان دہ ہو کر اس طرح اجر اس کے لئے ہوگا جس نے سنت کو ایجاد کیا ہے اور گناہ تمھاری گردن پر ہوگا کہ تم نے اسے توڑ دیا ہے۔ (۲)

علماء کے ساتھ علمی مباحثہ اور حکماء کے ساتھ سنجیدہ بحث جاری رکھنا ان مسائل کے بارے میں جن سے علاقہ کے امور کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ امور قائم رہتے ہیں جن سے گذشتہ افراد کے حالات کی اصلاح ہوئی ہے۔

اور یاد رکھو کہ رعایا کے بہت سے طبقات ہوتے ہیں جن میں کسی کی اصلاح دوسرے کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے اور کوئی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا ہے۔ انھیں میں اللہ کے لشکر کے سپاہی ہیں اور انھیں میں عام اور خاص امور کے کاتب ہیں۔ انھیں میں عدالت سے فیصلہ کرنے والے ہیں اور انھیں میں انصاف اور نرمی قائم کرنے والے عمال ہیں۔ انھیں میں مسلمان اہل خراج اور کافر اہل ذمہ ہیں اور انھیں میں تجارت اور صنعت والے افراد ہیں اور پھر انھیں میں فقراء و مساکین کا پست ترین طبقہ بھی شامل ہے اور سب کے لئے پروردگار نے ایک حصہ معین کر دیا ہے۔ اپنی کتاب کے فرائض یا اپنے پیغمبر کی سنت میں اس کی حدیں قائم کر دی ہیں اور یہ وہ عہد ہے جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔

فوجی دستے یہ حکم خدا سے رعایا کے محافظ اور والیوں کی زینت ہیں۔ انھیں سے دین کی عزت ہے اور یہی امن و امان کے وسائل ہیں۔ رعیت کے امور کا قیام ان کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے اور یہ دستے بھی قائم نہیں رہ سکتے ہیں جب تک وہ خراج نہ نکال دیا جائے جس کے ذریعہ دشمن سے جہاد کی طاقت فراہم ہوتی ہے اور جس پر حالات کی اصلاح میں اعتماد کیا جاتا ہے اور وہی ان کے حالات کے درست کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ان دونوں صنفوں کا قیام قاضیوں۔ عاملوں اور کاتبوں کے طبقہ کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ سب عہد و پیمان کو مستحکم بناتے ہیں۔ منافع کو جمع کرتے ہیں اور معمولی اور غیر معمولی معاملات میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان سب کا قیام تجار اور صنعت کاروں کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ وہ وسائل حیات کو فراہم کرتے ہیں۔ بازاروں کو قائم رکھتے ہیں اور لوگوں کی ضرورت کا سامان ان کی زحمت کے بغیر فراہم کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد فقراء و مساکین کا پست طبقہ ہے جو اعانت و امداد کا حقدار ہے اور اللہ کے یہاں ہر ایک کے لئے سامان حیات مقرر ہے اور ہر ایک کا والی پر اتنی مقدار میں حق ہے جس سے اس کے امر کی اصلاح ہو سکے اور والی اس فریضہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا ہے جب تک ان مسائل کا اہتمام نہ کرے اور اللہ سے مدد طلب نہ کرے اور اپنے نفس کو حقوق کی ادائیگی اور اس راہ کے خفیف و ثقیل پر صبر کرنے کے لئے آمادہ نہ کرے لہٰذا لشکر کا سردار اسے قرار دینا جو اللہ، رسول اور امام کا سب سے زیادہ مخلص، سب سے زیادہ پاکدامن اور سب سے زیادہ برداشت کرنے والا ہو۔ (۳)

اس مقام پر امیر المومنینؑ نے سماج کو ۹ حصوں پر تقسیم کیا ہے اور سب کے خصوصیات، فرائض۔ اہمیت اور ذمہ داریوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ کسی کا کام دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا ہر ایک کا فرض ہے کہ دوسرے کی مدد کرے تاکہ سماج کی مکمل اصلاح ہو سکے اور معاشرہ چین اور سکون کی زندگی گذار سکے ورنہ اس کے بغیر سماج تباہ و برباد ہو جائے گا اور اس کی ذمہ داری تمام طبقات پر یکساں طور پر عائد ہوگی۔

يَحْسِنْ يُبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ، وَ يَسْتَرِيحُ إِلَى الْعُذْرِ، وَ يَرْأَفُ بِالضُّعَفَاءِ، وَ يَنْبُو عَلَى الْأَقْوِيَاءِ، وَ مِمَّنْ لَا يُثِيرُهُ الْعُنْفُ، وَ لَا يَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ.

ثُمَّ الْصَقْ بِذَوِي الْمُرُوءَاتِ وَ الْأَحْسَابِ، وَ أَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ، وَ السَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ، ثُمَّ أَهْلِ النَّجْدَةِ وَ الشَّجَاعَةِ، وَ السَّخَاءِ وَ السَّمَاحَةِ؛ فَإِنَّهُمْ جِمَاعٌ مِنَ الْكَرَمِ، وَ شُعَبٌ مِنَ الْعُرْفِ. ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ أُمُورِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا، وَ لَا يَتَفَاقَمَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهِ، وَ لَا تَحْقِرَنَّ لُطْفاً تَعَاهَدْتَهُمْ بِهِ وَ إِنْ قَلَّ؛ فَإِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ إِلَى بَذْلِ النَّصِيحَةِ لَكَ، وَ حُسْنِ الظَّنِّ بِكَ. وَ لَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِيفِ أُمُورِهِمْ اتِّكَالاً عَلَى جَسِيمِهَا، فَإِنَّ لِلْيَسِيرِ مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعاً يَنْتَفِعُونَ بِهِ، وَ لِلْجَسِيمِ مَوْقِعاً لَا يَسْتَغْنُونَ عَنْهُ.

وَلْيَكُنْ آثَرُ رُؤُوسِ جُنْدِكَ عِنْدَكَ مَنْ وَاسَاهُمْ فِي مَعُونَتِهِ، وَ أَفْضَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِدَتِهِ بِمَا يَسَعُهُمْ وَ يَسَعُ مَنْ وَرَاءَهُمْ مِنْ خُلُوفِ أَهْلِيهِمْ، حَتَّى يَكُونَ هَمُّهُمْ هَمّاً وَاحِداً فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ؛ فَإِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ قُلُوبَهُمْ عَلَيْكَ. وَ إِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ، وَ ظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ. وَ إِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ، وَ لَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحِيطَتِهِمْ عَلَى وُلَاةِ الْأُمُورِ، وَ قِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ، وَ تَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ، فَافْسَحْ فِي آمَالِهِمْ، وَ وَاصِلْ فِي حُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ، وَ تَعْدِيدِ مَا أَبْلَى ذَوُو الْبَلَاءِ مِنْهُمْ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ أَفْعَالِهِمْ تَهُزُّ الشُّجَاعَ، وَ تُحَرِّضُ النَّاكِلَ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا أَبْلَى، وَ لَا تَضُمَّنَّ بَلَاءَ امْرِئٍ إِلَى غَيْرِهِ، وَ لَا تُقَصِّرَنَّ بِهِ دُونَ غَايَةِ بَلَائِهِ، وَ لَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ صَغِيراً، وَ لَا ضَعَةُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ عَظِيماً.

وَارْدُدْ إِلَى اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ مَا يُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوبِ، وَ يَشْتَبِهُ عَلَيْكَ

[illegible] - اکڑ جاتا ہے
جماع - مجموعہ
شعب - جمع شعبہ
عُرف - نیکی
تفاقم - بڑائی
لُطف - مہربانی
آثر - افضل
واساهم - ہمدردی
أفضل - مہربانی کی
جدۃ - مالداری
خلوف - بقیہ، پسماندگان
حیطۃ - حفاظت
ذوو البلاء - عظیم کام انجام دینے والے
ناکل - پست ہمت
بلاء - نیکی
یضلع - مشکل ہو جائے

۱؎ یہ خاندان پرستی یا شخصیت پرستی کی تعلیم نہیں ہے بلکہ کارناموں کی قدردانی ہے کہ جن گھروں میں بڑے کارنامے والے افراد پائے جاتے ہیں۔ ان کی تربیت اور ذہنیت دوسرے افراد سے بلندتر ہوتی ہے اور اس کے بعد اس رابطہ کا مقصد بھی کوئی امتیاز دینا نہیں ہے بلکہ ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا اور انہیں بروئے کار لانا ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی جمہوری عیب نہیں ہے۔

۲؎ یہ اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ حاکم کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ لوگ اس کے اقتدار کو ایک بوجھ تصور کریں اور اس کی حکومت کے خاتمہ کی دعا کریں۔ اور اس صورت حال کا خاتمہ خنجر و شمشیر اور ظلم و ستم سے نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا واحد راستہ عوام میں اعتماد اور محبت کا پیدا کرنا ہے جو بہترین برتاؤ کے بغیر ناممکن ہے۔

مِنَ الْأُمُورِ؛ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لِقَوْمٍ أَحَبَّ إِرْشَادَهُمْ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ، فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَىٰ اللّٰهِ وَ الرَّسُولِ) فَالرَّدُّ إِلَىٰ اللّٰهِ: الْأَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهِ، وَ الرَّدُّ إِلَىٰ الرَّسُولِ: الْأَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ.

ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِي نَفْسِكَ، مِمَّنْ لَا تَضِيقُ بِهِ الْأُمُورُ، وَ لَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُومُ، وَ لَا يَتَمَادَىٰ فِي الزَّلَّةِ وَ لَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَىٰ الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ، وَ لَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَىٰ طَمَعٍ، وَ لَا يَكْتَفِي بِأَدْنَىٰ فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاهُ؛ وَ أَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ، وَ آخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَ أَقَلَّهُمْ تَبَرُّماً بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَ أَصْبَرَهُمْ عَلَىٰ تَكَشُّفِ الْأُمُورِ، وَ أَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ، مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيهِ إِطْرَاءٌ، وَ لَا يَسْتَمِيلُهُ إِغْرَاءٌ، وَ أُولٰئِكَ قَلِيلٌ.[1] ثُمَّ أَكْثِرْ تَعَاهُدَ (تعهّد) قَضَائِهِ، وَ افْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَ تَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَىٰ النَّاسِ. وَ أَعْطِهِ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَا لَا يَطْمَعُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنْ خَاصَّتِكَ، لِيَأْمَنَ بِذٰلِكَ اغْتِيَالَ (اغتياب) الرِّجَالِ لَهُ عِنْدَكَ. فَانْظُرْ فِي ذٰلِكَ نَظَراً بَلِيغاً، فَإِنَّ هٰذَا الدِّينَ قَدْ كَانَ أَسِيراً فِي أَيْدِي الْأَشْرَارِ، يُعْمَلُ فِيهِ بِالْهَوَىٰ، وَ تُطْلَبُ بِهِ الدُّنْيَا.

ثُمَّ انْظُرْ فِي أُمُورِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَاراً (اختياراً)، وَ لَا تُوَلِّهِمْ مُحَابَاةً وَ أَثَرَةً، فَإِنَّهُمَا جِمَاعٌ مِنْ شُعَبِ الْجَوْرِ وَ الْخِيَانَةِ. وَ تَوَخَّ مِنْهُمْ أَهْلَ التَّجْرِبَةِ (النّصيحة) وَ الْحَيَاءِ، مِنْ أَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ، وَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ، فَإِنَّهُمْ أَكْرَمُ أَخْلَاقاً، وَ أَصَحُّ أَعْرَاضاً (أغراضاً)، وَ أَقَلُّ فِي الْمَطَامِعِ إِشْرَاقاً (اسرافاً)، وَ أَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ نَظَراً. ثُمَّ أَسْبِغْ عَلَيْهِمُ الْأَرْزَاقَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَىٰ اسْتِصْلَاحِ أَنْفُسِهِمْ، وَ غِنًى لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ، وَ حُجَّةٌ عَلَيْهِمْ إِنْ خَالَفُوا أَمْرَكَ أَوْ ثَلَمُوا أَمَانَتَكَ. ثُمَّ تَفَقَّدْ أَعْمَالَهُمْ، وَ ابْعَثِ الْعُيُونَ مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ وَ الْوَفَاءِ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ تَعَاهُدَكَ فِي

مُحکَم کتاب - صریحی احکام
مَحَک - غصہ میں آجانا
تَمَادِی - دور تک چلا جانا
زَلّہ - لغزش
لَا یَحصر - خستہ نہ ہو جائے
فَیٔ - رجوع
لَا تُشرف - سر اٹھا کر نہ دیکھے
اَقصیٰ - دور رس
تَبَرُّم - بددلی
اَصرَم - زیادہ صریح
اِطراء - بے تحاشہ تعریف
تَعَاہد - نگرانی
بَذل - عطیہ
اِختبار - امتحان
اَثَرَۃ - خود رائی
محاباۃ - تعلقات
شُعَب - شعبے
تَوَخّ - تلاش کرو
قدم - سابقہ
اَسبِغ - مکمل کرو۔
ثَلَموا - کوتاہی کی
عیُون - نگراں، جاسوس

[1] امیر المومنینؑ نے اس تعبیر سے علمی تعلیم کا مرقع پیش کیا ہے کہ جس طرح میں اپنے سے پہلے کے حکام پر واضح تبصرہ کر رہا ہوں ——— اور ان کی شرارتوں کو بے نقاب کر رہا ہوں۔ اسی طرح ہر قاضی کا فرض ہے کہ فیصلہ کرنے میں شخصیت یا سماجی تصورات سے مرعوب نہ ہو اور جو حرف حق ہو اسے زبان پر جاری کر دے ورنہ روز قیامت خیانت کاروں میں شمار کیا جائے گا۔

کہ پروردگار نے جس قوم کو ہدایت دینا چاہی ہے اس سے فرمایا ہے کہ "ایمان والو! اللہ، رسول اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو۔ اس کے بعد کسی شے میں تمہارا اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پلٹا دو"۔ تو اللہ کی طرف پلٹانے کا مطلب اس کی کتابِ محکم کی طرف پلٹانا ہے اور رسولؐ کی طرف پلٹانے کا مقصد اس سنت کی طرف پلٹانا ہے جو امت کو جمع کرنے والی ہو، تفرقہ ڈالنے والی نہ ہو۔

قضاوت :

اس کے بعد لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے ان افراد کا انتخاب[1] کرنا جو رعایا میں تمہارے نزدیک سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ اس اعتبار سے کہ نہ معاملات میں تنگی کا شکار ہوتے ہوں اور نہ جھگڑا کرنے والوں پر غصہ کرتے ہوں۔ نہ غلطی پر اڑ جاتے ہوں اور نہ حق کے واضح ہوجانے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر آنے میں تکلف کرتے ہوں اور نہ ان کا نفس لالچ کی طرف جھکتا ہو اور نہ معاملات کی تحقیق میں ادنیٰ فہم پر اکتفا کرکے مکمل تحقیق نہ کرتے ہوں۔ شبہات میں توقف کرنے والے ہوں اور دلیلوں کو سب سے زیادہ اختیار کرنے والے ہوں۔ فریقین کی بحثوں سے اکتا نہ جاتے ہوں اور معاملات کی چھان بین میں پوری قوت برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوں اور حکم کے واضح ہوجانے کے بعد نہایت وضاحت سے فیصلہ کردیتے ہوں۔ نہ کسی کی تعریف سے مغرور ہوتے ہوں اور نہ کسی کے ابھارنے پر ادھر جھک جاتے ہوں۔ ایسے افراد یقیناً کم ہیں۔ لیکن ہیں۔ (1)

پھر اس کے بعد تم خود بھی ان کے فیصلوں کی نگرانی کرتے رہنا اور ان کے عطایا میں اتنی وسعت پیدا کردینا کہ ان کی ضرورت ختم ہوجائے اور پھر لوگوں کے محتاج نہ رہ جائیں انھیں اپنے پاس ایسا مرتبہ اور مقام عطا کرنا جس کی تمہارے خواص بھی طمع نہ کرتے ہوں کہ اس طرح وہ لوگوں کے ضرر پہونچانے سے محفوظ ہوجائیں گے۔ مگر اس معاملہ پر بھی گہری نگاہ رکھنا کہ یہ دین بہت دنوں اشرار کے ہاتھوں میں قیدی رہ چکا ہے جہاں خواہشات کی بنیاد پر کام ہوتا تھا اور مقصد صرف دنیا طلبی تھا۔

عُمّال :

اس کے بعد اپنے عاملوں کے معاملات پر بھی نگاہ رکھنا اور انھیں امتحان کے بعد کام سپرد کرنا اور خبردار تعلقات یا جانبداری کی بنا پر عہدہ نہ دے دینا کہ یہ باتیں ظلم اور خیانت کے اثرات میں شامل ہیں۔ اور دیکھو ان میں بھی جو مخلص اور غیرت مند ہوں ان کو تلاش کرنا جو اچھے گھرانے کے افراد ہوں اور ان کے اسلام میں سابق خدمات رہ چکے ہوں کہ ایسے لوگ خوش اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ ان کے اندر فضول خرچی کی لالچ کم ہوتی ہے اور یہ انجام کار پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے بھی تمام اخراجات کا انتظام کردینا کہ اس سے انھیں اپنے نفس کی اصلاح کا بھی موقع ملتا ہے اور دوسروں کے اموال پر قبضہ کرنے سے بھی بے نیاز ہوجاتے ہیں اور پھر تمہارے امر کی مخالفت کریں یا امانت میں رخنہ پیدا کریں تو ان پر حجت بھی تمام ہوجاتی ہے۔

اس کے بعد ان عمال کے اعمال کی بھی تفتیش کرتے رہنا اور نہایت معتبر قسم کے اہل صدق و صفا کو ان پر جاسوسی کے لئے مقرر کردینا کہ یہ طرزِ عمل

---

[1] اس مقام پر قاضیوں کے حسب ذیل صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے:
(۱) خود حاکم کی نگاہ میں قضاوت کرنے کے قابل ہو (۲) تمام رعایا سے افضلیت کی بنیاد پر منتخب کیا گیا ہو (۳) مسائل میں الجھ نہ جاتا ہو بلکہ صاحب نظر و استنباط ہو (۴) فریقین کے جھگڑوں پر غصہ نہ کرتا ہو (۵) غلطی ہوجائے تو اس پر اکڑتا نہ ہو (۶) لالچی نہ ہو (۷) معاملات کی مکمل تحقیق کرتا ہو اور کاہلی کا شکار نہ ہو (۸) شبہات کے موقع پر جلد بازی سے کام نہ لیتا ہو بلکہ دیگر مقررہ قوانین کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہو (۹) دلائل کو قبول کرنے والا ہو (۱۰) فریقین کی طرف مراجعہ کرنے سے اکتاتا نہ ہو بلکہ پوری بحث سننے کی صلاحیت رکھتا ہو (۱۱) تحقیقات میں بے پناہ قوت صبر و تحمل کا مالک ہو (۱۲) بات واضح ہوجائے تو قطعی فیصلہ کرنے میں تکلف نہ کرتا ہو (۱۳) تعریف سے مغرور نہ ہوتا ہو (۱۴) لوگوں کے ابھارنے سے کسی کی طرف جھکاؤ نہ پیدا کرتا ہو۔

تمہیں امانتداری کے استعمال پر اور رعایا کے ساتھ نرمی کے برتاؤ پر آمادہ کرے گا۔ اور دیکھو اپنے مددگاروں سے بھی اپنے کو بچا کر رکھنا اگر ان میں کوئی ایک بھی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوس متفقہ طور پر یہ خبر دیں تو اس شہادت کو کافی سمجھ لینا اور اسے جسمانی اعتبار سے بھی سزا دینا اور جو مال حاصل کیا ہے اسے چھین بھی لینا اور سماج میں ذلت کے مقام پر رکھ کر خیانت کاری کے مجرم کی حیثیت سے روشناس کرانا اور ننگ و رسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دینا۔

خراج:

خراج اور مالگذاری کے بارے میں وہ طریقہ اختیار کرنا جو مالگذاروں کے حق میں زیادہ مناسب ہو کہ خراج اور اہل خراج کی صلاح ہی میں سارے معاشرہ کی صلاح ہے اور کسی کے حالات کی اصلاح خراج کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے، لوگ سب کے سب اسی خراج کے بھروسے زندگی گذارتے ہیں۔ خراج میں تمہاری نظر مال جمع کرنے سے زیادہ زمین کی آبادکاری پر ہونی چاہیئے کہ مال کی جمع آوری زمین کی آبادکاری کے بغیر ممکن نہیں ہے اور جس نے آبادکاری کے بغیر مالگذاری کا مطالبہ کیا اس نے شہروں کو برباد کردیا اور بندوں کو تباہ کردیا اور اس کی حکومت چند دنوں سے زیادہ قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ اس کے بعد اگر لوگ گرانباری۔ آفت ناگہانی۔ نہروں کی خشکی، بارش کی کمی۔ زمین کی غرقابی کی بنا پر تباہی اور خشکی کی بنا پر بربادی کی کوئی فریاد کریں تو ان کے خراج میں اس قدر تخفیف کردینا کہ ان کے امور کی اصلاح ہوسکے اور خبردار یہ تخفیف تمہارے نفس پر گراں نہ گذرے اس لئے کہ یہ تخفیف اور سہولت ایک ذخیرہ ہے جس کا اثر شہروں کی آبادی اور حکام کی زیب و زینت کی شکل میں تمہاری ہی طرف واپس آئے گا اور اس کے علاوہ تمہیں بہترین تعریف بھی حاصل ہوگی اور عدل و انصاف کے پھیلنے سے مسرت بھی حاصل ہوگی، پھر ان کی راحت و رفاہیت اور عدل و انصاف، نرمی و سہولت کی بنا پر جو اعتماد حاصل کیا ہے اس سے ایک اضافی طاقت بھی حاصل ہوگی جو بوقت ضرورت کام آسکتی ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ جن میں اعتماد و حسن ظن کے بعد ان پر اعتماد کرو تو نہایت خوشی سے مصیبت کو برداشت کرلیتے ہیں اور اس کا سبب زمینوں کی آبادکاری ہی ہوتا ہے۔ زمینوں کی بربادی اہل زمین کی تنگدستی سے پیدا ہوتی ہے اور تنگدستی کا سبب حکام کے نفس کا جمع آوری کی طرف رجحان ہوتا ہے اور ان کی یہ بدظنی ہوتی ہے کہ حکومت باقی رہنے والی نہیں ہے اور وہ دوسرے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں۔

کاتب:

اس کے بعد اپنے منشیوں کے حالات پر نظر رکھنا اور اپنے امور کو بہترین افراد کے حوالے کرنا اور پھر وہ خطوط جن میں رموز سلطنت اور اسرار مملکت ہوں ان افراد کے حوالے کرنا جو بہترین اخلاق و کردار کے مالک ہوں اور عزت پاکر اکڑ نہ جاتے ہوں کہ ایک دن لوگوں کے سامنے تمہاری مخالفت کی جرأت پیدا کرلیں اور غفلت کی بنا پر لین دین کے معاملات میں تمہارے عمال کے خطوط کے پیش کرنے

یہ اسلامی نظام کا امتیاز ہے کہ اس نے زمینوں پر ٹیکس ضرور رکھا ہے کہ پیداوار میں اگر ایک حصہ مالک زمین کی محنت اور آبادکاری کا ہے تو ایک حصہ مالک کائنات کے کرم کا بھی ہے جس نے زمین میں پیداوار کی صلاحیت ودیعت کی ہے اور وہ پوری کائنات کا مالک ہے وہ اپنے حصہ کو پورے سماج پر تقسیم کرنا چاہتا ہے اور اسے نظام کی تکمیل کا بنیادی عنصر قرار دینا چاہتا ہے۔ لیکن اس ٹیکس کو حاکم کی صوابدید اور اس کی خواہش پر نہیں رکھا ہے جو دنیا کے تمام ظالم اور عیاش حکام کا طریقہ کار ہے۔ بلکہ اسے زمین کے حالات سے وابستہ کردیا ہے تاکہ ٹیکس اور پیداوار میں رابطہ رہے اور مالکان زمین کے دلوں میں حاکم سے ہمدردی پیدا ہو۔ پرسکون حالات میں جی لگا کر کاشت کریں اور حادثاتی مواقع پر مملکت کے کام آسکیں۔ ورنہ اگر عوام میں بددلی اور بدظنی پیدا ہوگئی تو نظام اور سماج کو بربادی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔!

عُمَّالِكَ عَلَيْكَ، وَإِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْكَ، فِيمَا يَأْخُذُ لَكَ وَيُعْطِي مِنْكَ، وَ لَا يُضْعِفُ عَقْداً اعْتَقَدَهُ لَكَ، وَ لَا يَعْجِزُ عَنْ إِطْلَاقِ مَا عُقِدَ عَلَيْكَ، وَ لَا يَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهِ فِي الْأُمُورِ، فَإِنَّ الْجَاهِلَ بِقَدْرِ نَفْسِهِ يَكُونُ بِقَدْرِ غَيْرِهِ أَجْهَلَ. ثُمَّ لَا يَكُنِ اخْتِيَارُكَ إِيَّاهُمْ عَلَى فِرَاسَتِكَ وَاسْتِنَامَتِكَ وَ حُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ، فَإِنَّ الرِّجَالَ يَتَعَرَّضُونَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ وَ حُسْنِ خِدْمَتِهِمْ، وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ النَّصِيحَةِ وَ الْأَمَانَةِ شَيْءٌ. وَلٰكِنِ اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وُلُّوا لِلصَّالِحِينَ قَبْلَكَ، فَاعْمِدْ لِأَحْسَنِهِمْ كَانَ فِي الْعَامَّةِ أَثَراً، وَ أَعْرَفِهِمْ بِالْأَمَانَةِ وَجْهاً، فَإِنَّ ذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلَى نَصِيحَتِكَ لِلّٰهِ وَ لِمَنْ وُلِّيتَ أَمْرَهُ. وَاجْعَلْ لِرَأْسِ كُلِّ أَمْرٍ مِنْ أُمُورِكَ رَأْساً مِنْهُمْ، لَا يَقْهَرُهُ كَبِيرُهَا، وَ لَا يَتَشَتَّتُ عَلَيْهِ كَثِيرُهَا. وَ مَهْمَا كَانَ فِي كُتَّابِكَ مِنْ عَيْبٍ فَتَغَابَيْتَ عَنْهُ أُلْزِمْتَهُ.[1]

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتُّجَّارِ وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ، وَ أَوْصِ بِهِمْ خَيْراً: الْمُقِيمِ مِنْهُمْ وَ الْمُضْطَرِبِ بِمَالِهِ، وَ الْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهِ، فَإِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ، وَ أَسْبَابُ الْمَرَافِقِ، وَ جُلَّابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِ وَ الْمَطَارِحِ، فِي بَرِّكَ وَ بَحْرِكَ، وَ سَهْلِكَ وَ جَبَلِكَ، وَ حَيْثُ لَا يَلْتَئِمُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا، وَ لَا يَجْتَرِؤُونَ عَلَيْهَا، فَإِنَّهُمْ سِلْمٌ لَا تُخَافُ بَائِقَتُهُ، وَ صُلْحٌ لَا تُخْشَى غَائِلَتُهُ. وَ تَفَقَّدْ أُمُورَهُمْ بِحَضْرَتِكَ وَ فِي حَوَاشِي بِلَادِكَ. وَاعْلَمْ - مَعَ ذٰلِكَ - أَنَّ فِي كَثِيرٍ مِنْهُمْ ضِيقاً فَاحِشاً، وَشُحّاً قَبِيحاً، وَاحْتِكَاراً لِلْمَنَافِعِ، وَ تَحَكُّماً فِي الْبِيَاعَاتِ، وَ ذٰلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِلْعَامَّةِ، وَ عَيْبٌ عَلَى الْوُلَاةِ. فَامْنَعْ مِنَ الْاحْتِكَارِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - مَنَعَ مِنْهُ. وَلْيَكُنِ الْبَيْعُ بَيْعاً سَمْحاً: بِمَوَازِينِ عَدْلٍ، وَ أَسْعَارٍ لَا تُجْحِفُ بِالْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْبَائِعِ وَ الْمُبْتَاعِ. فَمَنْ قَارَفَ حُكْرَةً بَعْدَ نَهْيِكَ إِيَّاهُ فَنَكِّلْ بِهِ، وَ عَاقِبْهُ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ.

فراسہ - ہوشیاری
استنامہ - سکون
تصنّع - تکلف
تغابی - تغافل
مضطرب بالمال - دورہ کرنے والا
مترفق - کسب کرنے والا
مرافق - وسائل کسب
مطارح - دور دراز علاقے
سلم - صلح پسند، سلیم الطبع
بائقہ - حادثہ
ضیق - تنگی معاملہ
شحّ - بخل
احتکار - ذخیرہ اندازی
مبتاع - خریدار
قارف - اختیار کیا
حکرہ - احتکار
نکّل - سزا دو
اسراف - حد سے بڑھ جانا

[1] واضح رہے کہ حضرتؑ کے ارشاد میں کاتب سے مراد صرف محرر اور منشی نہیں ہے بلکہ اس سے بالاتر ایک مرتبہ اور ہے جسے دور حاضر میں ایک قسم کی ازارت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرتؑ نے کاتب کے لئے حسب ذیل شرائط کی تعیین فرمائی ہے۔

(۱) اس کا تقرر امتحان و اختیار کے بعد ہو (۲) اسرار کا امانتدار اور عہد و پیمان کا پاس و لحاظ رکھنے والا ہو (۳) عزت پا کر مغرور نہ ہو جائے۔ (۴) غفلت کی بنیاد پر فرائض میں کوتاہی نہ کرے۔ (۵) عہد و پیمان کو طے کرنے اور اس کے نفع و نقصان کے پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (۶) خود اپنی حیثیت سے بے خبر نہ ہو۔ (۷) تقرر میں گذشتہ حالات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے کہ سابق حکام کے ساتھ اس کا برتاؤ کیسا رہا ہے۔

اور ان کے جوابات دینے میں کوتاہی سے کام لینے لگیں اور تمھارے لئے جو عہد و پیمان باندھیں اسے کمزور کردیں اور تمھارے خلاف سازباز کے توڑنے میں عاجزی کا مظاہرہ کرنے لگیں۔ دیکھو یہ لوگ معاملات میں اپنے صحیح مقام سے ناواقف نہ ہوں کہ اپنی قدر و منزلت کا نہ پہچاننے والا دوسرے کے مقام و مرتبہ سے یقیناً زیادہ ناواقف ہوگا۔

اس کے بعد ان کا تقرر بھی صرف ذاتی ہوشیاری، خوش اعتمادی اور حسن ظن کی بنا پر نہ کرنا کہ اکثر لوگ حکام کے سامنے بناوٹی کردار اور بہترین خدمات کے ذریعہ اپنے کو بہترین بنا کر پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جب کہ اس کے پس پشت نہ کوئی اخلاص ہوتا ہے اور نہ امانتداری پہلے ان کا امتحان لینا کہ تم سے پہلے والے نیک کردار حکام کے ساتھ ان کا برتاؤ کیا رہا ہے پھر جو عوام میں اچھے اثرات رکھتے ہوں اور امانتداری کی بنیاد پر پہچانے جاتے ہوں انھیں کا تقرر کردینا کہ یہ اس امر کی دلیل ہوگا کہ تم اپنے پروردگار کے بندۂ مخلص اور اپنے امام کے وفادار ہو۔ اپنے جملہ شعبوں کے لئے ایک ایک افسر مقرر کردینا جو بڑے سے بڑے کام سے مقہور نہ ہوتا ہو اور کاموں کی زیادتی پر پراگندہ حواس نہ ہوجاتا ہو۔ اور یہ یاد رکھنا کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا اور تم اس سے چشم پوشی کروگے اس کا مواخذہ تمھیں سے کیا جائے گا۔[1]

اس کے بعد تاجروں اور صنعت کاروں کے بارے میں نصیحت حاصل کرو اور دوسروں کو ان کے ساتھ نیک برتاؤ کی نصیحت کرو چاہے وہ ایک مقام پر کام کرنے والے ہوں یا جا بجا گردش کرنے والے ہوں اور جسمانی محنت سے روزی کمانے والے ہوں۔ اس لئے کہ یہی افراد منافع کا مرکز اور ضروریات زندگی کے مہیا کرنے کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ یہی دور دراز[2] مقامات، بر و بحر، کوہ و میدان ہر جگہ سے ان ضروریات کے فراہم کرنے والے ہوتے ہیں جہاں لوگوں کی رسائی نہیں ہوتی ہے اور جہاں تک جانے کی لوگ ہمت نہیں کرتے ہیں۔ یہ وہ امن پسند لوگ ہیں جن سے فساد کا خطرہ نہیں ہوتا ہے اور وہ صلح و آشتی والے ہوتے ہیں جن سے کسی شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے۔

اپنے سامنے اور دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ان کے معاملات کی نگرانی کرتے رہنا اور یہ خیال رکھنا کہ ان میں بہت سے لوگوں میں انتہائی تنگ نظری اور بدترین قسم کی کنجوسی پائی جاتی ہے۔ یہ منافع کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور اونچے اونچے دام خود ہی معین کردیتے ہیں، جس سے عوام کو نقصان ہوتا ہے اور حکام کی بدنامی ہوتی ہے۔ لوگوں کو ذخیرہ اندوزی سے منع کرو کہ رسول اکرمؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ خرید و فروخت میں سہولت ضروری ہے جہاں عادلانہ میزان ہو اور وہ قیمت معین ہو جس سے خریدار یا بیچنے والے کسی فریق پر ظلم نہ ہو۔ اس کے بعد تمھارے منع کرنے کے باوجود اگر کوئی شخص ذخیرہ اندوزی کرے تو اسے سزا دو لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز نہ ہونے پائے۔

[1] بعض شارحین کی نظر میں اس حصہ کا تعلق صرف کتابت اور انشاء سے نہیں ہے بلکہ ہر شعبۂ حیات سے ہے جس کی نگرانی کے لئے ایک ذمہ دار کا ہونا ضروری ہے اور جس کا ادراک اہل سیاست کو سیکڑوں سال کے بعد ہوا ہے اور حکیم امت نے چودہ صدی قبل اس نکتۂ جہانبانی کی طرف اشارہ کردیا تھا۔

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تجار اور صنعت کار معاشرہ کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتے ہیں اور انھیں کے ذریعہ معاشرہ کی زندگی میں استقرار پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولائے کائنات نے ان کے بارے میں خصوصی نصیحت فرمائی ہے اور ان کے مفسدین کی اصلاح پر خصوصی زور دیا ہے۔ تاجر میں بعض امتیازی خصوصیات ہوتے ہیں جو دوسری قوموں میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ (۱) یہ لوگ فطرتاً صلح پسند ہوتے ہیں کہ فساد اور ہنگامہ میں دکان کے بند ہوجانے کا خطرہ ہوتا ہے (۲) ان کی نگاہ کسی مالک اور ارباب پر نہیں ہوتی ہے بلکہ پروردگار سے رزق کے طلبگار ہوتے ہیں (۳) دور دراز کے خطرناک ہموار و تنگ سفر کرنے کی بنا پر ان سے تبلیغ مذہب کا کام بھی لیا جاسکتا ہے، جس کے شواہد آج ساری دنیا میں پائے جا رہے ہیں۔

ثُمَّ اللّٰهَ اللّٰهَ فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَىٰ مِنَ الَّذِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ، مِنَ الْمَسَاكِينِ وَ الْمُحْتَاجِينَ وَ أَهْلِ الْبُؤْسَىٰ وَ الزَّمْنَىٰ، فَإِنَّ فِي هٰذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعاً وَ مُعْتَرّاً، وَاحْفَظْ لِلّٰهِ مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّهِ فِيهِمْ، وَاجْعَلْ لَهُمْ قِسْماً مِنْ بَيْتِ مَالِكَ، وَ قِسْماً مِنْ غَلَّاتِ صَوَافِي الْإِسْلَامِ[1] فِي كُلِّ بَلَدٍ، فَإِنَّ لِلْأَقْصَىٰ مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِي لِلْأَدْنَىٰ، وَ كُلٌّ قَدِ اسْتُرْعِيتَ حَقَّهُ؛ فَلَا يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ بَطَرٌ (نظر)، فَإِنَّكَ لَا تُعْذَرُ بِتَضْيِيعِكَ التَّافِهَ لِإِحْكَامِكَ الْكَثِيرَ الْمُهِمَّ.

فَلَا تُشْخِصْ هَمَّكَ عَنْهُمْ، وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لَهُمْ، وَ تَفَقَّدْ أُمُورَ مَنْ لَا يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْهُمْ مِمَّنْ تَقْتَحِمُهُ الْعُيُونُ، وَ تَحْقِرُهُ الرِّجَالُ، فَفَرِّغْ لِأُولٰئِكَ ثِقَتَكَ مِنْ أَهْلِ الْخَشْيَةِ وَ التَّوَاضُعِ، فَلْيَرْفَعْ إِلَيْكَ أُمُورَهُمْ، ثُمَّ اعْمَلْ فِيهِمْ بِالْإِعْذَارِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ تَلْقَاهُ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ مِنْ بَيْنِ الرَّعِيَّةِ أَحْوَجُ إِلَى الْإِنْصَافِ مِنْ غَيْرِهِمْ، وَ كُلٌّ فَأَعْذِرْ إِلَى اللّٰهِ فِي تَأْدِيَةِ حَقِّهِ إِلَيْهِ.

وَ تَعَهَّدْ أَهْلَ الْيُتْمِ وَذَوِي الرِّقَّةِ فِي السِّنِّ مِمَّنْ لَا حِيلَةَ لَهُ، وَ لَا يَنْصِبُ لِلْمَسْأَلَةِ نَفْسَهُ، وَ ذٰلِكَ عَلَى الْوُلَاةِ ثَقِيلٌ، وَ الْحَقُّ كُلُّهُ ثَقِيلٌ؛ وَ قَدْ يُخَفِّفُهُ اللّٰهُ عَلَىٰ أَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَّرُوا أَنْفُسَهُمْ، وَ وَثِقُوا بِصِدْقِ مَوْعُودِ اللّٰهِ لَهُمْ.

وَ اجْعَلْ لِذَوِي الْحَاجَاتِ مِنْكَ قِسْماً تُفَرِّغُ لَهُمْ فِيهِ شَخْصَكَ، وَ تَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِساً عَامّاً فَتَتَوَاضَعُ فِيهِ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَكَ، وَ تُقْعِدُ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَ أَعْوَانَكَ مِنْ أَحْرَاسِكَ وَ شُرَطِكَ، حَتَّىٰ يُكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - يَقُولُ فِي غَيْرِ مَوْطِنٍ: «لَنْ تُقَدَّسَ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيفِ فِيهَا حَقُّهُ مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ». ثُمَّ احْتَمِلِ الْخُرْقَ مِنْهُمْ وَالْعِيَّ، وَ نَحِّ عَنْهُمُ الضِّيقَ وَ الْأَنَفَ يَبْسُطِ اللّٰهُ عَلَيْكَ بِذٰلِكَ أَكْنَافَ رَحْمَتِهِ، وَ يُوجِبْ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهِ. وَأَعْطِ مَا أَعْطَيْتَ هَنِيئاً، وَامْنَعْ فِي إِجْمَالٍ

بؤسیٰ - شدت فقر
زمنیٰ - معذور
قانع - سائل
معتر - جس کی صورت سوال ہو
غلات - ثمرات
صوافی - ارض غنیمت
بطر - اکڑ
تافہ - حقیر
تضییع - منھ پھیر لینا
اعذار الی اللہ - خدا کی بارگاہ میں معذور رہنا
رقۃ فی السن - کبیر السن
ذوی الحاجات - مظلومین
احراس - جمع حرس - محافظ
شرط - جمع شرطہ - پولیس
غیر متتعتع - بلا لکنت
خرق - درشتی
عیّ - عاجزی کلام
ضیق - تنگ دلی
انف - اکڑ
اکناف - اطراف
هنیئاً - سہولت و خوشگواری کے ساتھ

[1] صوافی الاسلام سے مراد وہ اموال بھی ہو سکتے ہیں جنھیں سرکار نے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا یا حکام و سلاطین اپنے ساتھ مخصوص کر لیتے ہیں اور وہ اموال بھی ہو سکتے ہیں جو تمام مسلمانوں کے لئے مشترک ہوتے ہیں کہ ان میں سے بھی ان بیچارہ افراد کو ایک حصہ ملنا چاہئے کہ ان کے پاس کوئی دوسرا وسیلہ نہیں ہے اور یہ بھی عالم اسلام کا ایک حصہ ہیں - بلکہ پست طبقہ ہونے کی بنا پر انھیں سماجی عمارت کے لئے سنگ بنیاد کا درجہ حاصل ہے اور ان کے ساتھ سیدھا برتاؤ نہ کیا گیا تو سماج کی عمارت ثریا تک کج ہی رہے گی۔

اس کے بعد اللہ سے ڈرو اس پسماندہ طبقہ کے بارے میں جو مساکین، محتاج، فقراء اور معذور افراد کا طبقہ ہے جن کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ اس طبقہ میں مانگنے والے بھی ہیں اور غیرت دار بھی ہیں جن کی صورت سوال ہے۔ ان کے جس حق کا اللہ نے تمھیں محافظ بنایا ہے اس کی حفاظت کرو اور ان کے لئے بیت المال اور ارض غنیمت کے غلات میں سے ایک حصہ مخصوص کر دو[1] کہ ان کے دور افتادہ کا بھی وہی حق ہے جو قریب والوں کا ہے اور تمھیں سب کا نگراں بنایا گیا ہے لہٰذا خبردار کہیں غرور و تکبر تمھیں ان کی طرف سے غافل نہ بنا دے کہ تمھیں بڑے کاموں کے مستحکم کر دینے سے چھوٹے کاموں کی بربادی سے معاف نہ کیا جائے گا۔ لہٰذا نہ اپنی توجہ کو ان کی طرف سے ہٹانا اور نہ غرور کی بنا پر اپنا منہ موڑ لینا۔ جن لوگوں کی رسائی تم تک نہیں ہے اور انھیں نگاہوں نے گرا دیا ہے اور شخصیتوں نے حقیر بنا دیا ہے ان کے حالات کی دیکھ بھال بھی تمھارا ہی فریضہ ہے لہٰذا ان کے لئے متواضع اور خوف خدا رکھنے والے معتبر افراد کو مخصوص کر دو جو تم تک ان کے معاملات کو پہونچاتے رہیں اور تم ایسے اعمال انجام دیتے رہو جن کی بنا پر روز قیامت پیش پروردگار معذور کہے جا سکو کہ یہی لوگ سب سے زیادہ انصاف کے محتاج ہیں اور پھر ہر ایک کے حقوق کو ادا کرنے میں پیش پروردگار اپنے کو معذور ثابت کرو۔

اور یتیموں اور کبیر السن بوڑھوں کے حالات کی بھی نگرانی کرتے رہنا کہ ان کا کوئی وسیلہ نہیں ہے اور یہ سوال کرنے کے لئے کھڑے بھی نہیں ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کا خیال رکھنا حکام کے لئے بڑا سنگین مسئلہ ہوتا ہے لیکن کیا کیا جائے حق تو سب کا سب ثقیل ہی ہے۔ البتہ کبھی کبھی پروردگار اسے ہلکا قرار دے دیتا ہے ان اقوام کے لئے جو عاقبت کی طلبگار ہوتی ہیں اور اس راہ میں اپنے نفس کو صبر کا خوگر بناتی ہیں اور خدا کے وعدہ پر اعتماد کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

اور دیکھو صاحبان ضرورت کے لئے ایک وقت معین کر دو جس میں اپنے کو ان کے لئے خالی کر لو اور ایک عمومی مجلس میں بیٹھو۔ اس خدا کے سامنے متواضع رہو جس نے پیدا کیا ہے اور اپنے تمام نگہبانوں، پولیس۔ فوج۔ اعوان و انصار سب کو دور بٹھا دو تاکہ بولنے والا آزادی سے بول سکے اور کسی طرح کی لکنت کا شکار نہ ہو کہ میں نے رسول اکرمؐ سے خود سنا ہے کہ آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ "وہ امت پاکیزہ کردار نہیں ہو سکتی ہے جس میں کمزور کو آزادی کے ساتھ طاقتور سے اپنا حق لینے کا موقع نہ دیا جائے۔"

اس کے بعد ان سے بدکلامی یا عاجزی کلام کا مظاہرہ ہو تو اسے برداشت کرو اور دل تنگی اور غرور کو دور رکھو تاکہ خدا تمھارے لئے رحمت کے اطراف کشادہ کر دے اور اطاعت کے ثواب کو لازم قرار دیدے۔ جسے جو کچھ دو خوشگواری کے ساتھ دو اور جسے منع کرو اسے خوبصورتی کے ساتھ ٹال دو۔

[1] مقصد یہ نہیں ہے کہ حاکم جلسۂ عام میں لاوارث ہو کر بیٹھ جائے اور کوئی بھی مفسد، ظالم فقیر کے بھیس میں آ کر اس کا خاتمہ کر دے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ پولیس۔ فوج۔ محافظ۔ دربان لوگوں کے ضروریات کی راہ میں حائل نہ ہونے پائیں کہ نہ انھیں تمھارے پاس آنے دیں اور نہ کھل کر بات کرنے کا موقع دیں۔ چاہے اس سے پہلے پچاس مقامات پر تلاشی لی جائے کہ غربا کی حاجت روائی کے نام پر حکام کی زندگیوں کو قربان نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ مفسدین کو بے لگام چھوڑا جا سکتا ہے۔ حاکم کے لئے بنیادی مسئلہ اس کی شرافت، دیانت، امانتداری کا ہے اس کے بعد اس کا مرتبہ عام معاشرہ سے بہرحال بلند تر ہے اور اس کی زندگی عوام الناس سے یقیناً زیادہ قیمتی ہے اور اس کا تحفظ عوام الناس پر اسی طرح واجب ہے جس طرح وہ خود ان کے مفادات کا تحفظ کر رہا ہے۔

وَإِعْذَارٍ؛

ثُمَّ أُمُورٌ مِنْ أُمُورِكَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ مُبَاشَرَتِهَا: مِنْهَا إِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا يَعْيَا عَنْهُ كُتَّابُكَ، وَمِنْهَا إِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ يَوْمَ وُرُودِهَا عَلَيْكَ بِمَا تَحْرَجُ بِهِ صُدُورُ أَعْوَانِكَ. وَأَمْضِ لِكُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهُ، فَإِنَّ لِكُلِّ يَوْمٍ مَا فِيهِ. وَاجْعَلْ لِنَفْسِكَ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ أَفْضَلَ تِلْكَ الْمَوَاقِيتِ، وَأَجْزَلَ تِلْكَ الْأَقْسَامِ، وَإِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلَّهِ إِذَا صَلَحَتْ فِيهَا النِّيَّةُ، وَسَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةُ.

وَلْيَكُنْ فِي خَاصَّةِ مَا تُخْلِصُ بِهِ لِلَّهِ دِينَكَ: إِقَامَةُ فَرَائِضِهِ الَّتِي هِيَ لَهُ خَاصَّةً، فَأَعْطِ اللَّهَ مِنْ بَدَنِكَ فِي لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ، وَوَفِّ مَا تَقَرَّبْتَ بِهِ إِلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ كَامِلاً غَيْرَ مَثْلُومٍ وَلَا مَنْقُوصٍ، بَالِغاً مِنْ بَدَنِكَ مَا بَلَغَ. وَإِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ لِلنَّاسِ، فَلَا تَكُونَنَّ مُنَفِّراً وَلَا مُضَيِّعاً، فَإِنَّ فِي النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَلَهُ الْحَاجَةُ. وَقَدْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - حِينَ وَجَّهَنِي إِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ أُصَلِّي بِهِمْ؟ فَقَالَ: «صَلِّ بِهِمْ كَصَلَاةِ أَضْعَفِهِمْ، وَكُنْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيماً».

وَأَمَّا بَعْدُ، فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ عَنْ رَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ احْتِجَابَ الْوُلَاةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِنَ الضِّيقِ، وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْأُمُورِ؛ وَالِاحْتِجَابُ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا احْتَجَبُوا دُونَهُ فَيَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكَبِيرُ، وَيَعْظُمُ الصَّغِيرُ، وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ، وَيَحْسُنُ الْقَبِيحُ، وَيُشَابُ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ. وَإِنَّمَا الْوَالِي بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ مَا تَوَارَى عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ الْأُمُورِ، وَلَيْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا ضُرُوبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكَذِبِ، وَإِنَّمَا أَنْتَ أَحَدُ رَجُلَيْنِ: إِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ بِالْبَذْلِ فِي الْحَقِّ، فَفِيمَ احْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقٍّ تُعْطِيهِ، أَوْ فِعْلٍ كَرِيمٍ تُسْدِيهِ، أَوْ مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ، فَمَا أَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَنْ مَسْأَلَتِكَ إِذَا أَيِسُوا

تحرج - تنگی محسوس کرتے ہیں
جزل - اعظم
ثلوم - جس میں رخنہ پڑ جائے
ضیّع - برباد کرنے والا
مات - علامات
ذل - عطا
یسوا - مایوس ہو جائیں

ے شل مشہور ہے کہ وقت کی تنظیم
س میں وسعت پیدا کر دیتی ہے اور
س کی بے ترتیبی اسے تنگ بنا دیتی
ہے - انسان وقت کی قدر و قیمت سے
بے خبر ہو گیا ہے اور کاموں کو وقت کے
عتبار سے منظم نہیں کرتا ہے اس لئے
ہمیشہ تنگی وقت کا شکوہ کرتا ہے ورنہ
ر کام اور وقت میں تنظیم قائم ہو جائے
اندازہ ہو گا کہ کام تمام ہو گئے ہیں اور
نت باقی رہ گیا ہے - ایک انسان ۲۴
گھنٹہ میں کتنے قسم کے واقعی کام
نجام دیتا ہے اور اسے اپنے واقعی
موں کے لئے کتنا وقت درکار ہے؟
یقیناً حساب لگانے پر اندازہ ہو گا کہ
نت زیادہ ہے اور کام کم - ایک نمازی
حساب لگائیے - زوال سے غروب
ت کے ۶ گھنٹہ میں صرف ۸ منٹ کی
ز واجب ہے اور اس کے بعد بھی
سان شکایت کرتا ہے کہ وقت نہیں ملتا ہے - یہ وقت کی تنگی نہیں ہے - یہ وقت کی بے ترتیبی اور بدنظمی ہے جس کی نحوست سے وقت اپنی وسعتوں اور
کتوں سے محروم ہو گیا ہے -

اس کے بعد تمہارے معاملات میں بعض ایسے معاملات بھی ہیں جنھیں تمھیں خود براہ راست انجام دینا ہے۔ جیسے حکام کے ان مسائل کے جوابات جن کے جوابات محرر افراد نہ دے سکیں یا لوگوں کے ان ضروریات کو پورا کرنا جن کے پورا کرنے سے تمہارے مددگار افراد جی چُراتے ہوں اور دیکھو ہر کام کو اسی کے دن مکمل کر دینا کہ ہر دن کا اپنا ایک کام ہوتا ہے۔ اس کے بعد اپنے اور پروردگار کے روابط کے لئے بہترین وقت کا انتخاب کرنا جو تمام اوقات سے افضل اور بہتر ہو۔ اگرچہ تمام ہی اوقات اللہ کے لئے شمار ہو سکتے ہیں اگر انسان کی نیت سالم رہے اور رعایا اس کے طفیل خوشحال ہو جائے۔

اور تمہارے وہ اعمال جنھیں صرف اللہ کے لئے انجام دیتے ہو ان میں سب سے اہم کام ان فرائض کا قیام ہو جو صرف پروردگار کے لئے ہوتے ہیں۔ اپنی جسمانی طاقت میں سے رات اور دن دونوں وقت ایک حصہ اللہ کے لئے قرار دینا اور جس کام کے ذریعہ اس کی قربت چاہتے ہو اسے مکمل طور سے انجام دینا نہ کوئی رخنہ پڑنے پائے اور نہ کوئی نقص پیدا ہو چاہے بدن کو کسی قدر زحمت کیوں نہ ہو جائے۔ اور جب لوگوں کے ساتھ جماعت کی نماز ادا کرو تو نہ اس طرح پڑھو کہ لوگ بیزار ہو جائیں اور نہ اس طرح کہ نماز برباد ہو جائے اس لئے کہ لوگوں میں بیمار اور ضرورت مند افراد بھی ہوتے ہیں اور میں نے یمن کی مہم پر جاتے ہوئے حضور اکرمؐ سے دریافت کیا تھا کہ نماز جماعت کا انداز کیا ہونا چاہئے تو آپ نے فرمایا تھا کہ کمزور ترین آدمی کے اعتبار سے نماز ادا کرنا اور مومنین کے حال پر مہربان رہنا۔

اس کے بعد یہ بھی خیال رہے کہ اپنی رعایا سے دیر تک[1] الگ نہ رہنا کہ حکام کا رعایا سے پس پردہ رہنا ایک طرح کی تنگ دلی پیدا کرتا ہے اور ان کے معاملات کی اطلاع نہیں ہو پاتی ہے اور یہ پردہ داری انھیں بھی ان چیزوں کے جاننے سے روک دیتی ہے جن کے سامنے یہ حجابات قائم ہو گئے ہیں اور اس طرح بڑی چیز چھوٹی ہو جاتی ہے اور چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے۔ اچھا بُرا بن جاتا ہے اور بُرا اچھا ہو جاتا ہے اور حق باطل سے مخلوط ہو جاتا ہے۔ اور حاکم بھی بالآخر ایک بشر ہے وہ پس پردہ امور کی اطلاع نہیں رکھتا ہے اور نہ حق کی پیشانی پر ایسے نشانات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ صداقت کے اقسام کو غلط بیانی سے الگ کر کے پہچانا جا سکے۔

اور پھر تم دو میں سے ایک قسم کے ضرور ہو گے۔ یا وہ شخص ہو گے جس کا نفس حق کی راہ میں بذل و عطا پر مائل ہے تو پھر تمھیں واجب حق عطا کرنے کی راہ میں پردہ حائل کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کریموں جیسا عمل کیوں نہیں انجام دیتے ہو۔ یا تم بخل کی بیماری میں مبتلا ہو گے تو بہت جلدی لوگ تم سے مایوس ہو کر خود ہی اپنے ہاتھ کھینچ لیں گے اور تمھیں پردہ ڈالنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔

[1] یہ شاید اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سماج اور عوام سے الگ رہنا والی اور حاکم کے ضروریات زندگی میں شامل ہے ورنہ اس کی زندگی ۲۴ گھنٹہ عوام الناس کی نذر ہو گئی تو نہ تنہائیوں میں اپنے مالک سے مناجات کر سکتا ہے اور نہ خلوتوں میں اپنے اہل و عیال کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔ پردہ داری ایک انسانی ضرورت ہے جس سے کوئی انسان بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس پردہ داری کو طول نہ ہونے پائے کہ عوام الناس حاکم کی زیارت سے محروم ہو جائیں اور اس کا دیدار صرف ٹیلیویژن کے پردہ پر نصیب ہو جس سے نہ کوئی فریاد کی جا سکتی ہے اور نہ کسی درد دل کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ ایسے شخص کو حاکم بننے کا کیا حق ہے جو عوام کے دُکھ درد میں شریک نہ ہو سکے اور ان کی زندگی کی تلخیوں کو محسوس نہ کر سکے۔ ایسے شخص کو دربار حکومت میں بیٹھ کر "انا ربکم الاعلیٰ" کا نعرہ لگانا چاہئے اور آخر میں کسی دریا میں ڈوب مرنا چاہئے۔ اسلامی حکومت اس طرح کی لاپروائی کو برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ اس کے لئے کوفہ میں بیٹھ کر حجاز اور یمامہ کے فقراء کو دیکھنا پڑتا ہے اور ان کی حالت کے پیش نظر سوکھی روٹی کھانا پڑتی ہے۔

مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ! مَعَ أَنَّ أَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ إِلَيْكَ مِمَّا لَا مَؤُونَةَ فِيهِ عَلَيْكَ، مِنْ شَكَاةِ مَظْلِمَةٍ، أَوْ طَلَبِ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ.

ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِي خَاصَّةً وَ بِطَانَةً، فِيهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَ تَطَاوُلٌ، وَ قِلَّةُ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ، فَاحْسِمْ مَادَّةَ (مؤونة) أُولٰئِكَ بِقَطْعِ أَسْبَابِ تِلْكَ الْأَحْوَالِ.[1] وَ لَا تُقْطِعَنَّ لِأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَ حَامَّتِكَ قَطِيعَةً، وَ لَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي اعْتِقَادِ عُقْدَةٍ، تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنَ النَّاسِ، فِي شِرْبٍ أَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ، يَحْمِلُونَ مَؤُونَتَهُ عَلَى غَيْرِهِمْ، فَيَكُونَ مَهْنَأُ ذٰلِكَ لَهُمْ دُونَكَ، وَ عَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ.

وَ أَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَ الْبَعِيدِ، وَ كُنْ فِي ذٰلِكَ صَابِراً مُحْتَسِباً، وَاقِعاً ذٰلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَ خَاصَّتِكَ (خواصك) حَيْثُ وَقَعَ، وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ، فَإِنَّ مَغَبَّةَ ذٰلِكَ مَحْمُودَةٌ.

وَ إِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفاً[2] فَأَصْحِرْ لَهُمْ بِعُذْرِكَ، وَاعْدِلْ (واعزل) عَنْكَ ظُنُونَهُمْ بِإِصْحَارِكَ، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ رِيَاضَةً مِنْكَ لِنَفْسِكَ، وَرِفْقاً بِرَعِيَّتِكَ، وَ إِعْذَاراً تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ.

وَ لَا تَدْفَعَنَّ صُلْحاً دَعَاكَ إِلَيْهِ عَدُوُّكَ وَلِلّٰهِ فِيهِ رِضًى، فَإِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَةً لِجُنُودِكَ، وَرَاحَةً مِنْ هُمُومِكَ، وَأَمْناً لِبِلَادِكَ، وَلٰكِنِ الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ عَدُوِّكَ بَعْدَ صُلْحِهِ، فَإِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ فَخُذْ بِالْحَزْمِ، وَ اتَّهِمْ فِي ذٰلِكَ حُسْنَ الظَّنِّ. وَ إِنْ عَقَدْتَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ عَدُوِّكَ عُقْدَةً، أَوْ أَلْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةً، فَحُطْ عَهْدَكَ بِالْوَفَاءِ، وَ ارْعَ ذِمَّتَكَ بِالْأَمَانَةِ، وَ اجْعَلْ نَفْسَكَ جُنَّةً دُونَ مَا أَعْطَيْتَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ شَيْءٌ النَّاسُ أَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعاً، مَعَ تَفَرُّقِ أَهْوَائِهِمْ، وَ تَشَتُّتِ آرَائِهِمْ، مِنْ تَعْظِيمِ الْوَفَاءِ بِالْعُهُودِ. وَ قَدْ لَزِمَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ دُونَ الْمُسْلِمِينَ لِمَا اسْتَوْبَلُوا مِنْ عَوَاقِبِ الْغَدْرِ؛ فَلَا تَغْدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ، وَ لَا تَخِيسَنَّ (تحبسنّ) بِعَهْدِكَ، وَ لَا تَخْتِلَنَّ

شکاۃ - شکایت
اِحسِم - کاٹ دو
اقطاع - زمین الاٹ کر دینا
حامّۃ - خواص
شِرب - نہر
مَہنا - منفعت
مَغبّۃ - عاقبت ۔ انجام
حَیف - ظلم
اَصحِر لہم - واضح کردو
ریاض - تربیت نفس
اعذار - عذر پیش کرنا
دَعۃ - سکون
تغفّل - غافل بنا دینا
ذِمّۃ - عہد
جُنّۃ - سپر
استوبلوا - ہلاک پایا
ختل - دھوکہ
خاس - عہد شکنی

[1] عثمانؓ کے دور حکومت پر نگاہ رکھنے والے افراد مولائے کائنات کے ایک ایک حرف کی تائید کریں گے کہ کس طرح کر دور حکومت کے سر چڑھے لوگ پہلے جاگیروں پر قبضہ کر کے اپنی شخصیت بناتے ہیں۔ اس کے بعد عوام کو پامال کر کے خود اپنی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیتے ہیں اور حاکم سانس لینے کے بھی قابل نہیں رہ جاتا ہے۔

[2] یہ ہے اسلام کا صحیح نظام کہ حاکم عوام الناس کا ذمہ دار اور ان کے مفادات کا محافظ ہوتا ہے لہٰذا جب بھی اسے اپنے نمائندہ کے بارے میں ظلم و ستم اور ناانصافی کا شبہ ہو جائے اس کا فرض ہے کہ اپنی صفائی دے اور حکومت کے غرور میں ان کے مطالبات کو نظرانداز نہ کرے کہ پروردگار نے مفادات کا ذمہ دار بنایا ہے ـــــ سروں کا خریدار نہیں بنایا ہے۔

حالانکہ لوگوں کے اکثر ضروریات وہ ہیں جن میں تمھیں کسی طرح کی زحمت نہیں ہے جیسے کسی ظلم کی فریاد یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ ۔
اس کے بعد یہ بھی خیال رہے کہ ہر والی کے کچھ مخصوص اور رازدار قسم کے افراد ہوتے ہیں جن میں خود غرضی ۔ دست درازی اور معاملات
میں بے انصافی پائی جاتی ہے لہذا خبردار ایسے افراد کے فساد کا علاج ان اسباب کے خاتمہ سے کرنا جن سے یہ حالات پیدا ہوتے ہیں ۔
اپنے کسی بھی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو کوئی جاگیر مت بخش دینا اور اسے تم سے کوئی ایسی توقع نہ ہونی چاہیئے کہ تم کسی ایسی
زمین پر قبضہ دیدوگے جس کے سبب آبپاشی یا کسی مشترک معاملہ میں شرکت رکھنے والے افراد کو نقصان پہونچ جائے کہ اپنے مصارف
بھی دوسرے کے سر ڈال دے اور اس طرح اس معاملہ کا مزہ اس کے حصہ میں آئے اور اس کی ذمہ داری دنیا اور آخرت میں تمھارے ذمہ رہے ۔
اور جس پر کوئی حق عائد ہو اس پر اس کے نافذ کرنے کی ذمہ داری ڈالو چاہے وہ تم سے نزدیک ہو یا دور اور اس مسئلہ میں اللہ کی راہ میں
صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اس کی زد تمھارے قرابتداروں اور خاص افراد ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو اور اس سلسلہ میں تمھارے مزاج پر جو بار ہو اسے
آخرت کی امید میں برداشت کر لینا کہ اس کا انجام بہتر ہوگا۔
اور اگر کبھی رعایا کو یہ خیال ہو جائے کہ تم نے ان پر ظلم کیا ہے تو ان کے لئے اپنے عذر کا اظہار کرو اور اسی ذریعہ سے ان کی بدگمانی
کا علاج کرو کہ اس میں تمھارے نفس کی تربیت بھی ہے اور رعایا پر نرمی کا اظہار بھی ہے اور وہ عذر خواہی بھی ہے جس کے ذریعہ تم رعایا کو
راہِ حق پر چلانے کا مقصد بھی حاصل کر سکتے ہو ۔
اور خبردار کسی ایسی دعوت صلح کا انکار نہ کرنا جس کی تحریک دشمن کی طرف سے ہو اور جس میں مالک کی رضامندی پائی جاتی ہو کہ صلح[1] کے
ذریعہ فوجوں کو قدرے سکون مل جاتا ہے اور تمھارے نفس کو بھی افکار سے نجات مل جائے گی اور شہروں میں بھی امن و امان کی فضا قائم
ہو جائے گی ۔ البتہ صلح کے بعد دشمن کی طرف سے مکمل طور پر ہوشیار رہنا کہ کبھی کبھی وہ تمھیں غافل بنانے کے لئے تم سے قربت اختیار کرنا چاہتا ہے لہٰذا
اس سلسلہ میں مکمل ہوشیاری سے کام لینا اور کسی حسن ظن سے کام نہ لینا اور اگر اپنے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ کرنا یا اسے کسی طرح کی پناہ
دینا تو اپنے عہد کی پاسداری وفاداری کے ذریعہ کرنا اور اپنے ذمہ کو امانتداری کے ذریعہ محفوظ بنانا اور اپنے قول و قرار کی راہ میں اپنے نفس کو سپر بنا دینا کہ
اللہ کے فرائض میں ایفائے عہد جیسا کوئی فریضہ نہیں ہے جس پر تمام لوگ خواہشات کے اختلاف اور افکار کے تضاد کے باوجود متحد ہیں اور اس کا
مشرکین نے بھی اپنے معاملات میں لحاظ رکھا ہے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں تباہیوں کا اندازہ کر لیا ہے ۔ تو خبردار تم اپنے عہد و پیمان سے غداری
نہ کرنا اور اپنے قول و قرار میں خیانت سے کام نہ لینا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کر دینا ۔

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صلح ایک بہترین طریقہ کار ہے اور قرآن مجید نے اسے "خیر" سے تعبیر کیا ہے ۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو شخص جن حالات میں
جس طرح کی صلح کی دعوت دے تم قبول کر لو اور اس کے بعد مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ کہ ایسے نظام میں ہر ظالم اپنی ظالمانہ حرکتوں ہی پر صلح کرنا چاہے گا اور تمھیں اسے تسلیم کرنا ہوگا ۔ صلح
کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اسے رضائے الٰہی کے مطابق ہونا چاہیئے اور اس کی کسی دفعہ کو بھی مرضیٔ پروردگار کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے ۔ جس طرح کہ سرکار دو عالمؐ کی صلح میں
دیکھا گیا ہے کہ آپ نے جس جس لفظ اور جس جس دفعہ پر صلح کی ہے سب کی سب مطابق حقیقت اور عین مرضیٔ پروردگار تھیں اور کوئی حرف غلط درمیان میں نہیں تھا
"بسمک اللّٰھم" بھی ایک کلمہ صحیح تھا ۔ محمد بن عبداللہ بھی ایک حرف حق تھا اور دشمن کے افراد کا واپس کر دینا بھی کوئی غلط اقدام نہیں تھا ۔ امام حسنؑ
مجتبیٰ کی صلح میں بھی یہی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جن کا مشاہدہ سرکار دو عالمؐ کی صلح میں کیا جا چکا ہے ۔ اور یہی مولائے کائناتؑ کی بنیادی تعلیم اور
اسلام کا واقعی ہدف اور مقصد ہے ۔

عَدُوَّكَ، فَإِنَّهُ لَا يَجْتَرِىءُ عَلَى اللَّهِ إِلَّا جَاهِلٌ شَقِيٌّ. وَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ عَهْدَهُ وَذِمَّتَهُ أَمْناً أَفْضَاهُ بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهِ، وَحَرِيماً يَسْكُنُونَ إِلَى مَنَعَتِهِ، وَيَسْتَفِيضُونَ إِلَى جِوَارِهِ؛ فَلَا إِدْغَالَ وَلَا مُدَالَسَةَ وَلَا خِدَاعَ فِيهِ، وَلَا تَعْقِدْ عَقْداً تُجَوِّزُ فِيهِ الْعِلَلَ، وَلَا تُعَوِّلَنَّ عَلَى لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ التَّأْكِيدِ وَالتَّوْثِقَةِ. وَلَا يَدْعُوَنَّكَ ضِيقُ أَمْرٍ لَزِمَكَ فِيهِ عَهْدُ اللَّهِ، إِلَى طَلَبِ انْفِسَاخِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، فَإِنَّ صَبْرَكَ عَلَى ضِيقِ أَمْرٍ تَرْجُوا انْفِرَاجَهُ وَفَضْلَ عَاقِبَتِهِ، خَيْرٌ مِنْ غَدْرٍ تَخَافُ تَبِعَتَهُ، وَأَنْ تُحِيطَ بِكَ مِنَ اللَّهِ فِيهِ طِلْبَةٌ، لَا تَسْتَقْبِلُ فِيهَا دُنْيَاكَ وَلَا آخِرَتَكَ.

إِيَّاكَ وَالدِّمَاءَ وَسَفْكَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَدْنَى لِنِقْمَةٍ، وَلَا أَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ، وَلَا أَحْرَى بِزَوَالِ نِعْمَةٍ، وَانْقِطَاعِ مُدَّةٍ، مِنْ سَفْكِ الدِّمَاءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا. وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ مُبْتَدِىءٌ بِالْحُكْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ، فِيمَا تَسَافَكُوا مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ فَلَا تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَكَ بِسَفْكِ دَمٍ حَرَامٍ، فَإِنَّ ذَلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهُ وَيُوهِنُهُ، بَلْ يُزِيلُهُ وَيَنْقُلُهُ. وَلَا عُذْرَ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ وَلَا عِنْدِي فِي قَتْلِ الْعَمْدِ لِأَنَّ فِيهِ قَوَدَ الْبَدَنِ. وَإِنِ ابْتُلِيتَ بِخَطَإٍ وَأَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ أَوْ سَيْفُكَ أَوْ يَدُكَ بِالْعُقُوبَةِ؛ فَإِنَّ فِي الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً، فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ حَقَّهُمْ.

وَإِيَّاكَ وَالْإِعْجَابَ بِنَفْسِكَ، وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا، وَحُبَّ الْإِطْرَاءِ، فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ أَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطَانِ فِي نَفْسِهِ لِيَمْحَقَ مَا يَكُونُ مِنْ إِحْسَانِ الْمُحْسِنِينَ.

وَإِيَّاكَ وَالْمَنَّ عَلَى رَعِيَّتِكَ بِإِحْسَانِكَ، أَوِ التَّزَيُّدَ فِيمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ، أَوْ أَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ، فَإِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْإِحْسَانَ، وَالتَّزَيُّدَ يَذْهَبُ بِنُورِ الْحَقِّ، وَالْخُلْفَ يُوجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللَّهِ وَالنَّاسِ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا

افضا - فاش کر دیا
حریم - جس کو ہاتھ لگانا حرام ہو
منعۃ - قوت دفاع
استفاضہ - پناہ لینا
ادغال - فساد
مدالسہ - خیانت
علل - جمع علّۃ
لحن القول - جو قابل تاویل ہو
طلبہ - مطالبہ
قود - قصاص
افرط علیک - جلدی کی
وکزہ - گھونسہ
طموح - اونچا ہو جانا
تزید - اظہار زیادتی
مقت - بغض - ناراضگی

① حقیقت امر یہ ہے کہ سماج کے سارے معاملات اور معاشرہ کے سارے امن و امان کا دارومدار عہد و پیمان اور اس کی پاسداری پر ہوتا ہے اور آج دنیا کا سارا فساد یہی ہے کہ حکومتیں عہد و پیمان میں سب سے آگے رہتی ہیں اور اس پر عمل درآمد کرنے میں پیچھے ہٹ جاتی ہیں - مولائے کائنات نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کا اثر صرف آخرت کے عذاب کی شکل میں برآمد نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی حکومتوں کے زوال کا سبب یہی عہد شکنی کا جرم ہوتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا ہر مرد مسلمان بلکہ ہر صاحب عقل و ہوش کا فریضہ ہے

(۵۱)

اس لئے کہ اللہ کے مقابلہ میں جاہل و بدبخت کے علاوہ کوئی جرأت نہیں کرتا ہے اور اللہ نے عہد و پیمان کو امن و امان کا وسیلہ قرار دیا ہے جسے اپنی رحمت سے تمام بندوں کے درمیان عام کر دیا ہے اور ایسی پناہ گاہ بنا دیا ہے جس کے دامن حفاظت میں پناہ لینے والے پناہ لیتے ہیں اور اس کے جوار میں منزل کرنے کے لئے تیزی سے قدم آگے بڑھاتے ہیں لہٰذا اس میں کوئی جعل سازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونی چاہیئے اور کوئی ایسا معاہدہ نہ کرنا جس میں تاویل کی ضرورت پڑے اور معاہدہ کے پختہ ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرنا اور عہد الٰہی میں تنگی کا احساس غیر حق کے ساتھ وسعت کی جستجو پر آمادہ نہ کر دے کہ کسی امر کی تنگی پر صبر کر لینا اور کشائش حال اور بہترین عاقبت کا انتظار کرنا اس غداری سے بہتر ہے جس کے اثرات خطرناک ہوں اور تمھیں اللہ کی طرف سے جواب دہی کی مصیبت گھیر لے اور دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جائیں۔

دیکھو خبردار۔ ناحق خون بہانے سے پرہیز کرنا کہ اس سے زیادہ عذاب الٰہی سے قریب تر اور پاداش کے اعتبار سے شدید تر اور نعمتوں کے زوال۔ زندگی کے خاتمہ کے لئے مناسب تر کوئی سبب نہیں ہے اور پروردگار روز قیامت اپنے فیصلہ کا آغاز خونریزیوں کے معاملہ سے کرے گا۔ لہٰذا خبردار اپنی حکومت کا استحکام[1] ناحق خونریزی کے ذریعہ نہ پیدا کرنا کہ یہ بات حکومت کو کمزور اور بے جان بنا دیتی ہے بلکہ تباہ کر کے دوسروں کی طرف منتقل کر دیتی ہے اور تمھارے پاس نہ خدا کے سامنے اور نہ میرے سامنے عمداً قتل کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے اور اس میں زندگی کا قصاص بھی ثابت ہے۔ البتہ اگر دھوکہ سے اس غلطی میں مبتلا ہو جاؤ اور تمھارا تازیانہ، تلوار یا ہاتھ سزا دینے میں اپنی حد سے آگے بڑھ جائے کہ کبھی کبھی گھونسہ وغیرہ بھی قتل کا سبب بن جاتا ہے۔ تو خبردار تمھیں سلطنت کا غرور اتنا اونچا نہ بنا دے کہ تم خون کے وارثوں کو ان کا حق خونبہا بھی ادا نہ کرو۔

اور دیکھو اپنے نفس کو خود پسندی سے بھی محفوظ رکھنا اور اپنی پسند پر بھروسہ بھی نہ کرنا اور زیادہ تعریف کا شوق بھی نہ پیدا ہو جائے کہ یہ سب باتیں شیطان کی فرصت کے بہترین وسائل ہیں جن کے ذریعہ وہ نیک کرداروں کے عمل کو ضائع اور برباد کر دیا کرتا ہے۔

اور خبردار رعایا پر احسان بھی نہ جتانا اور جو سلوک کیا ہے اسے زیادہ سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرنا یا ان سے کوئی وعدہ کر کے اس کے بعد وعدہ خلافی بھی نہ کرنا کہ یہ طرز عمل احسان کو برباد کر دیتا ہے اور زیادتی عمل کا غرور حق کی نورانیت کو فنا کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی خدا اور بندگان خدا دونوں کے نزدیک ناراضگی کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم کوئی بات کہو اور پھر اس کے مطابق عمل نہ کرو"۔

[1] واضح رہے کہ دنیا میں حکومتوں کا قیام تو وراثت، جمہوریت، عسکری انقلاب اور ذہانت و فراست تمام اسباب سے ہو سکتا ہے لیکن حکومتوں میں استحکام عوام کی خوشی اور ملک کی خوشحالی کے بغیر ممکن نہیں ہے اور جن افراد نے یہ خیال کیا کہ وہ اپنی حکومتوں کو خونریزی کے ذریعہ مستحکم بنا سکتے ہیں انھوں نے جیتے جی اپنی غلط فہمی کا انجام دیکھ لیا اور ہٹلر جیسے شخص کو بھی خودکشی پر آمادہ ہونا پڑا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ملک کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتا ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا ہے اور انسانیت کا خون بہانے سے بڑا کوئی جرم قابل تصور نہیں ہے لہٰذا اس سے پرہیز ہر صاحب اقتدار اور صاحب عقل و ہوش کا فریضہ ہے اور زمانہ کی گردش کے پلٹنے دیر نہیں لگتی ہے۔

لَا تَفْعَلُونَ).

وَ إِيَّاكَ وَ الْعَجَلَةَ بِالْأُمُورِ قَبْلَ أَوَانِهَا، أَوِ التَّسَقُّطَ (التَسناقط - التثبط) فِيهَا عِنْدَ إِمْكَانِهَا، أَوِ اللَّجَاجَةَ فِيهَا إِذَا تَنَكَّرَتْ، أَوِ الْوَهْنَ عَنْهَا إِذَا اسْتَوْضَحَتْ. فَضَعْ كُلَّ أَمْرٍ مَوْضِعَهُ، وَ أَوْقِعْ كُلَّ أَمْرٍ مَوْقِعَهُ.

وَ إِيَّاكَ وَ الْاِسْتِئْثَارَ بِمَا النَّاسُ فِيهِ أُسْوَةٌ، وَالتَّغَابِيَ عَمَّا تُعْنَىٰ بِهِ مِمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُيُونِ، فَإِنَّهُ مَأْخُوذٌ مِنْكَ لِغَيْرِكَ. وَ عَمَّا قَلِيلٍ تَنْكَشِفُ عَنْكَ أَغْطِيَةُ الْأُمُورِ، وَ يُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُومِ. امْلِكْ حَمِيَّةَ أَنْفِكَ، وَ سَوْرَةَ حَدِّكَ، وَ سَطْوَةَ يَدِكَ، وَ غَرْبَ لِسَانِكَ، وَاحْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ، وَ تَأْخِيرِ السَّطْوَةِ، حَتَّىٰ يَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكَ الْاِخْتِيَارَ؛ وَ لَنْ تَحْكُمَ ذٰلِكَ مِنْ نَفْسِكَ حَتَّىٰ تُكْثِرَ هُمُومَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ إِلَىٰ رَبِّكَ.

وَ الْوَاجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضَىٰ لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُومَةٍ عَادِلَةٍ أَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ، أَوْ أَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - أَوْ فَرِيضَةٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَتَقْتَدِيَ بِمَا شَاهَدْتَ مِمَّا عَمِلْنَا بِهِ فِيهَا، وَ تَجْتَهِدَ لِنَفْسِكَ فِي اتِّبَاعِ مَا عَهِدْتُ إِلَيْكَ فِي عَهْدِي هٰذَا، وَاسْتَوْثَقْتُ بِهِ مِنَ الْحُجَّةِ لِنَفْسِي عَلَيْكَ، لِكَيْلَا تَكُونَ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسَرُّعِ نَفْسِكَ إِلَىٰ هَوَاهَا. وَ أَنَا أَسْأَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهِ، وَ عَظِيمِ قُدْرَتِهِ عَلَىٰ إِعْطَاءِ كُلِّ رَغْبَةٍ، أَنْ يُوَفِّقَنِي وَ إِيَّاكَ لِمَا فِيهِ رِضَاهُ مِنَ الْإِقَامَةِ عَلَى الْعُذْرِ الْوَاضِحِ إِلَيْهِ وَ إِلَىٰ خَلْقِهِ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَاءِ فِي الْعِبَادِ، وَ جَمِيلِ الْأَثَرِ فِي الْبِلَادِ، وَ تَمَامِ النِّعْمَةِ، وَ تَضْعِيفِ الْكَرَامَةِ، وَ أَنْ يَخْتِمَ لِي وَ لَكَ بِالسَّعَادَةِ وَ الشَّهَادَةِ، (إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) (راغبون). وَالسَّلَامُ عَلَىٰ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ، وَ سَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيراً، وَ السَّلَامُ.

٥٤

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

الى طلحة و الزبير (مع عمران بن الحصين الخزاعى) ذكره أبو جعفر الإسكافى فى كتاب (المقامات) في مناقب أمير المؤمنين ﴿عليه السلام﴾

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ عَلِمْتُمَا، وَإِنْ كَتَمْتُمَا، أَنِّي لَمْ أُرِدِ النَّاسَ حَتَّىٰ أَرَادُونِي، وَلَمْ أُبَايِعْهُمْ حَتَّىٰ بَايَعُونِي. وَإِنَّكُمَا مِمَّنْ أَرَادَنِي وَبَايَعَنِي، وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِي لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ (غاصبٍ)، وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ، فَإِنْ

تَسَاقُط - کمزوری
لَجَاجَتْ - اصرار
تَنَکَّرَتْ - جہاں صحیح راستہ نہ معلوم ہو
وَہن - کمزوری
اِستئثار - اختصاص
اُسْوَۃ - برابر
تَغَابِی - تغافل
حمیۃ الانف - غیرت
سورۃ - تیزی
حَدّ - شدت
غَرب - کاٹ
بادرہ - غضب وغصہ
تضعیف - زیادہ کرنا
عَرَض - متاع

(۱) مولائے کائنات نے اپنے اس عہدنامہ کا خاتمہ چند دعاؤں پر کیا ہے اور پروردگار نے آپ کی ہر دعا کو حسن قبول کا درجہ عنایت فرمایا ہے کہ آپ نے بہترین تعریف بھی حاصل کی ہے اور بہترین آثار بھی چھوڑے ہیں زندگی نہایت درجہ سعادت و خوش بختی کے ساتھ گذاری ہے اور زندگی کا خاتمہ بھی درجۂ شہادت پر ہوا ہے جس سے بالاتر کوئی نیکی اور سعادت نہیں ہے
کسے را میسر نشد ایں سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

مصادر کتاب ۵۴ المقامات فی مناقب امیرالمومنینؑ ابوجعفر اسکافی (متوفی ۲۴۰ھ) الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۵۰، تاریخ اعثم کوفی ص۱۷۳، تحف العقول ص۹۴، روضۃ الکافی ۱ ص۱۹

اور خبردار وقت سے پہلے کاموں میں جلدی نہ کرنا اور وقت آجانے کے بعد سستی کا مظاہرہ نہ کرنا اور بات سمجھ میں نہ آئے تو جھگڑا نہ کرنا اور واضح ہو جائے تو کمزوری کا اظہار نہ کرنا۔ ہر بات کو اس کی جگہ رکھو اور ہر امر کو اس کے محل پر قرار دو۔

دیکھو جس چیز میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں اسے اپنے ساتھ مخصوص نہ کر لینا اور جو حق نگاہوں کے سامنے واضح ہو جائے اس سے غفلت نہ برتنا کہ دوسروں کے لئے یہی تمہاری ذمہ داری ہے اور عنقریب تمام امور سے پردے اٹھ جائیں گے اور تم سے مظلوم کا بدلہ لے لیا جائے گا۔ اپنے غضب کی تیزی، اپنی سرکشی کے جوش، اپنے ہاتھ کی جنبش اور اپنی زبان کی کاٹ پر قابو رکھنا اور ان تمام چیزوں سے اپنے کو اس طرح محفوظ رکھنا کہ جلد بازی سے کام نہ لینا اور سزا دینے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ غصہ ٹھہر جائے اور اپنے اوپر قابو حاصل ہو جائے ـــ اور اس امر پر بھی اختیار اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا ہے جب تک پروردگار کی بارگاہ میں واپسی کا خیال زیادہ سے زیادہ نہ ہو جائے۔

تمہارا فریضہ ہے کہ ماضی میں گذر جانے والی عادلانہ حکومت اور فاضلانہ سیرت کو یاد رکھو، رسول اکرمؐ کے آثار اور کتاب خدا کے احکام کو نگاہ میں رکھو اور جس طرح ہمیں عمل کرتے دیکھا ہے اسی طرح ہمارے نقش قدم پر چلو اور جو کچھ اس عہدنامہ میں ہم نے بتایا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو کہ میں نے تمہارے اوپر اپنی حجت کو مستحکم کر دیا ہے تا کہ جب تمہارا نفس خواہشات کی طرف تیزی سے بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ رہے ـــ اور میں پروردگار کی وسیع رحمت اور ہر مقصد کے عطا کرنے کی عظیم قدرت کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور تمہیں ان کاموں کی توفیق دے جن میں اس کی مرضی ہو اور ہم دونوں اس کی بارگاہ میں اور بندوں کے سامنے عذر پیش کرنے کے قابل ہو جائیں۔ بندوں کی بہترین تعریف کے حقدار ہوں اور علاقوں میں بہترین آثار چھوڑ کر جائیں۔ نعمت کی فراوانی اور عزت کے روز افزوں اضافہ کو برقرار رکھ سکیں اور ہم دونوں کا خاتمہ سعادت اور شہادت پر ہو کہ ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانے والے ہیں ـــ سلام ہو رسول خداؐ پر اور ان کی طیب و طاہر آل پر۔ اور سب پر سلام بے حساب۔ والسلام (۵۱)

۵۴۔ آپ کا مکتوب گرامی

(طلحہ و زبیر کے نام جسے عمران بن الحصین الخزاعی کے ذریعہ بھیجا تھا اور جس کا ذکر ابوجعفر اسکافی[1] نے کتاب المقامات میں کیا ہے)

امابعد ـــ اگرچہ تم دونوں چھپا رہے ہو لیکن تمہیں بہرحال معلوم ہے کہ میں نے خلافت کی خواہش نہیں کی۔ لوگوں نے مجھ سے خواہش کی ہے اور میں نے بیعت کے لئے اقدام نہیں کیا ہے جب تک انھوں نے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا ہے۔ تم دونوں بھی انھیں افراد میں شامل ہو جنھوں نے مجھے چاہا تھا اور میری بیعت کی تھی اور عام لوگوں نے بھی میری بیعت نہ کسی سلطنت کے رعب داب سے کی ہے اور نہ کسی مال دنیا کی لالچ میں کی ہے۔

---

[1] ابوجعفر اسکافی معتزلہ کے شیوخ میں شمار ہوتے تھے اور ان کی بیشتر تصنیفات تھیں جن میں ایک "کتاب المقامات" بھی تھی۔ اسی کتاب میں امیرالمومنینؑ کے اس مکتوب گرامی کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ حضرتؑ نے اسے عمران کے ذریعہ بھیجا تھا جو فقہاء صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور جنگ خیبر کے سال اسلام لائے تھے اور عہد معاویہ میں انتقال کیا تھا۔
اسکافی جاحظ کے معاصروں میں تھے اور انھیں اسکاف کی نسبت سے اسکافی کہا جاتا ہے جو نہروان اور بصرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔

كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي طَائِعَيْنِ، فَارْجِعَا وَتُوبَا إِلَى اللّهِ مِنْ قَرِيبٍ؛ وَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي كَارِهَيْنِ، فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِي عَلَيْكُمَا السَّبِيلَ بِإِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ، وَإِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ. وَلَعَمْرِي مَا كُنْتُمَا بِأَحَقِّ الْمُهَاجِرِينَ بِالتَّقِيَّةِ وَالْكِتْمَانِ، وَإِنَّ دَفْعَكُمَا هذَا الْأَمْرَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْخُلَا فِيهِ، كَانَ أَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوجِكُمَا مِنْهُ، بَعْدَ إِقْرَارِكُمَا بِهِ.

وَقَدْ زَعَمْتُمَا أَنِّي قَتَلْتُ عُثْمَانَ، فَبَيْنِي وَبَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي وَعَنْكُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ. فَارْجِعَا أَيُّهَا الشَّيْخَانِ عَنْ رَأْيِكُمَا، فَإِنَّ الْآنَ أَعْظَمَ أَمْرِكُمَا الْعَارُ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَجَمَّعَ الْعَارُ وَالنَّارُ، وَالسَّلَامُ.

سبیل - حجت
عدوت - حملہ کر دیا
اَلْبَّ - ابھارا
قیاد - مہار
قارعہ - مصیبت
دابر - آخر
اَلیہ - قسم
باحہ - ساحت

۵۵

و من كتاب له (عليه السلام)

الى معاوية

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللّهَ سُبْحَانَهُ قَدْ جَعَلَ الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، وَابْتَلَى فِيهَا أَهْلَهَا، لِيَعْلَمَ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً، وَلَسْنَا لِلدُّنْيَا خُلِقْنَا، وَلَا بِالسَّعْيِ فِيهَا أُمِرْنَا، وَإِنَّمَا وُضِعْنَا فِيهَا لِنُبْتَلَى بِهَا، وَقَدِ ابْتَلَانِي اللّهُ بِكَ وَابْتَلَاكَ بِي: فَجَعَلَ أَحَدَنَا حُجَّةً عَلَى الْآخَرِ، فَعَدَوْتَ عَلَى الدُّنْيَا بِتَأْوِيلِ الْقُرْآنِ، فَطَلَبْتَنِي بِمَا لَمْ تَجْنِ يَدِي وَلَا لِسَانِي، وَعَصَيْتَهُ أَنْتَ وَأَهْلُ الشَّامِ بِي، وَأَلَّبَ عَالِمُكُمْ جَاهِلَكُمْ، وَقَائِمُكُمْ قَاعِدَكُمْ؛ فَاتَّقِ اللّهَ فِي نَفْسِكَ، وَنَازِعِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ، وَاصْرِفْ إِلَى الْآخِرَةِ وَجْهَكَ، فَهِيَ طَرِيقُنَا وَطَرِيقُكَ. وَاحْذَرْ أَنْ يُصِيبَكَ اللّهُ مِنْهُ بِعَاجِلِ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْأَصْلَ، وَتَقْطَعُ الدَّابِرَ، فَإِنِّي أُولِي لَكَ بِاللّهِ أَلِيَّةً غَيْرَ فَاجِرَةٍ، لَئِنْ جَمَعَتْنِي وَإِيَّاكَ جَوَامِعُ الْأَقْدَارِ لَا أَزَالُ بِبَاحَتِكَ «حَتَّى يَحْكُمَ اللّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ».

۵۶

و من وصية له (عليه السلام)

وصى بها شريح بن هانئ، لما جعله على مقدمته الى الشام

اتَّقِ اللّهَ فِي كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ، وَخَفْ عَلَى نَفْسِكَ الدُّنْيَا الْغَرُورَ، وَلَا تَأْمَنْهَا عَلَى حَالٍ، وَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنْ لَمْ تَرْدَعْ (ترتدع) نَفْسَكَ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا

[۱] یعنی اگر بیعت میں جبر و اکراہ اور خوف و دہشت کا دخل ہوتا تو وہ غریب افراد خوفزدہ ہوتے جو ہجرت کی بنیاد پر مفلس و بے سہارا ہو گئے تھے تم دونوں کو کیا مجبوری تھی۔ تم تو صاحبانِ دولت و وجاہت تھے۔ تمھارے بارے میں مجبوری کا دعویٰ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ پھر بیعت سے انکار کرنے والوں میں بھی تنہا طلحہ و زبیر نہیں تھے بلکہ عبداللہ بن عمر۔ سعد بن ابی وقاص۔ حسان بن ثابت بھی شامل تھے اور آپ نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔ حد یہ ہے کہ جب طلحہ و زبیر عمرہ کے بہانے عائشہ سے ملنے کے لئے مکہ جانے لگے تو بھی آپ نے یہ تو فرمایا کہ تم عمرہ کرنے نہیں بلکہ غدار[ی] کرنے جا رہے ہو لیکن اس کے باوجود دونوں کو روکا نہیں اور اجازت دیدی تاکہ کسی طرح کے جبر کا الزام نہ آنے پائے۔

مصادر کتاب ۵۵ الطراز السید الیمانی ۲ ص ۳۹۳، غرر الحکم آمدی ص ۱۱۹

مصادر کتاب ۵۶ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۱۲۱، تحف العقول ص ۴۴

پس اگر تم دونوں نے میری بیعت اپنی خوشی سے کی تھی تو اب خدا کی طرف رجوع کرو اور فوراً توبہ کر لو۔ اور اگر مجبوراً کی تھی تو تم نے اپنے اوپر میرا حق ثابت کر دیا کہ تم نے اطاعت کا اظہار کیا تھا اور نافرمانی کو دل میں چھپا کر رکھا تھا اور میری جان کی قسم تم دونوں میں رازداری اور دل کی باتوں کے چھپانے میں مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہیں تھے اور تمہارے لئے بیعت سے نکلنے اور اس کے اقرار کے بعد انکار کر دینے سے زیادہ آسان روز اوّل ہی اس کا انکار کر دینا تھا۔ تم لوگوں کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ میں نے عثمانؓ کو قتل کیا ہے تو میرے اور تمہارے درمیان وہ اہل مدینہ موجود ہیں جنھوں نے ہم دونوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اس کے بعد ہر شخص اسی کا ذمہ دار ہے جو اس نے ذمہ داری قبول کی ہے۔ بزرگوارو! موقع غنیمت ہے اپنی رائے سے باز آجاؤ کہ آج تو صرف ننگ و عار کا خطرہ ہے لیکن اس کے بعد عار و نار دونوں جمع ہو جائیں گے۔ والسلام

۵۵۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے نام)

امابعد! خدائے بزرگ و برتر نے دنیا کو آخرت کا مقدمہ قرار دیا ہے اور اسے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ بہترین عمل کرنے والا کون ہے۔ ہم نہ اس دنیا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہمیں اس کے لئے دوڑ دھوپ کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم یہاں فقط اس لئے رکھے گئے ہیں کہ ہمارا امتحان لیا جائے اور اللہ نے تمہارے ذریعہ ہمارا، اور ہمارے ذریعہ تمہارا امتحان لے لیا ہے اور ایک کو دوسرے پر حجت قرار دے دیا ہے لیکن تم نے تاویل قرآن کا سہارا لے کر دنیا پر دھاوا بول دیا اور مجھ سے ایسے جرم کا محاسبہ کر دیا جس کا نہ میرے ہاتھ سے کوئی تعلق تھا اور نہ زبان سے۔ صرف اہل شام نے میرے سر ڈال دیا تھا اور تمہارے جاننے والوں نے جاہلوں کو اور قیام کرنے والوں نے خانہ نشینوں کو اکسا دیا تھا لہٰذا اب بھی غنیمت ہے کہ اپنے نفس کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور شیطان سے اپنی زمام چھڑا لو اور آخرت کی طرف رخ کرو کہ وہی ہماری اور تمہاری آخری منزل ہے۔ اس وقت سے ڈرو کہ اس دنیا میں پروردگار کوئی ایسی مصیبت نازل کر دے کہ اصل بھی ختم ہو جائے اور نسل کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ میں پروردگار کی ایسی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے غلط ہونے کا امکان نہیں ہے کہ اگر مقدرات نے مجھے اور تمہیں ایک میدان میں جمع کر دیا تو میں اس وقت تک میدان نہ چھوڑوں گا جب تک میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے۔

۵۶۔ آپ کی وصیت

(جو شریح[1] بن ہانی کو اس وقت فرمائی جب انھیں شام جانے والے ہراول دستہ کا سردار مقرر فرمایا)

صبح و شام اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے نفس کو اس دھوکہ باز دنیا سے بچائے رہو اور اس پر کسی حال میں اعتبار نہ کرنا اور یہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے کسی ناگواری کے خوف سے اپنے نفس کو بہت سی پسندیدہ چیزوں سے نہ روکا۔

[1] یہ امیر المومنینؑ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ ابو مقداد کنیت تھی اور آپ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ حجاج کے زمانہ میں سجستان میں شہید ہوئے۔ حضرتؑ نے انھیں شام جانے والے ہراول دستہ کا امیر مقرر کیا تو مذکورہ ہدایات سے سرفراز فرمایا تاکہ کوئی شخص اسلامی پابندی سے آزادی کا تصور نہ کر سکے۔

تُحِبُّ، مَخَافَةَ مَكْرُوهٍ؛ سَمَتْ بِكَ الْأَهْوَاءُ إِلَىٰ كَثِيرٍ مِنَ الضَّرَرِ. فَكُنْ لِنَفْسِكَ مَانِعاً رَادِعاً، وَلِنَزْوَتِكَ عِنْدَ الْحَفِيظَةِ وَاقِماً قَامِعاً.

۵۷

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

الى أهل الكوفة، عند مسيره من المدينة الى البصرة

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي خَرَجْتُ مِنْ حَيِّي هٰذَا: إِمَّا ظَالِماً، وَإِمَّا مَظْلُوماً؛ وَإِمَّا بَاغِياً، وَإِمَّا مَبْغِيّاً عَلَيْهِ. وَإِنِّي أُذَكِّرُ اللّٰهَ مَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي هٰذَا لَمَّا نَفَرَ إِلَيَّ، فَإِنْ كُنْتُ مُحْسِناً أَعَانَنِي، وَإِنْ كُنْتُ مُسِيئاً اسْتَعْتَبَنِي.[1]

۵۸

و من كتاب له ﴿عليه السلام﴾

كتبه الى أهل الأمصار، يقص فيه ما جرى بينه و بين أهل صفين

وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ، وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ، وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ، وَلَانَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ وَلَايَسْتَزِيدُونَنَا: الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ! فَقُلْنَا: تَعَالَوْا نُدَاوِمَا لَايُدْرَكُ الْيَوْمَ بِإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ، وَتَسْكِينِ الْعَامَّةِ، حَتَّىٰ يَشْتَدَّ الْأَمْرُ وَيَسْتَجْمِعَ، فَنَقْوَىٰ عَلَىٰ وَضْعِ الْحَقِّ مَوَاضِعَهُ. فَقَالُوا: بَلْ نُدَاوِيهِ بِالْمُكَابَرَةِ! فَأَبَوْا حَتَّىٰ جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَرَكَدَتْ، وَوَقَدَتْ نِيرَانُهَا وَحَمِشَتْ. فَلَمَّا ضَرَّسَتْنَا وَإِيَّاهُمْ، وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا فِينَا وَفِيهِمْ، أَجَابُوا عِنْدَ ذٰلِكَ إِلَى الَّذِي دَعَوْنَاهُمْ إِلَيْهِ، فَأَجَبْنَاهُمْ إِلَىٰ مَا دَعَوْا، وَسَارَعْنَاهُمْ إِلَىٰ مَا طَلَبُوا، حَتَّىٰ اسْتَبَانَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ، وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمُ الْمَعْذِرَةُ. فَمَنْ تَمَّ عَلَىٰ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِي أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَمَنْ لَجَّ وَتَمَادَىٰ فَهُوَ الرَّاكِسُ الَّذِي رَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ قَلْبِهِ، وَصَارَتْ دَائِرَةُ السَّوْءِ

سمت - اونچا کر دیا
اہوار - خواہشات۔
نزوہ - حملہ
حفیظہ - غضب
واقم - قاہر
قامع - اکھاڑ دینے والا
حیّ - قبیلہ کی منزل
لمّا - الّا
نائرہ - آتش جنگ
جنحت - پھیل گئی
رکدت - ٹھہر گئی
وقدت - بھڑک اٹھی
حمشت - ٹھہر گئی
ضرستنا - ہمیں اس کے دانتوں نے کاٹ لیا
سارعناہم - تیزی سے بڑھ گئے
راکس - عہد شکن
ران - پردہ ڈال دیا

[1] اتمام حجت کا اس سے بہتر کوئی اسلوب ممکن نہیں ہے جہاں حاکم وقت اپنے بارے میں اس انداز سے گفتگو کرتا ہو اور قوم کو کھینچ کر میدان عمل میں لانا چاہتا ہو تا کہ رسول اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق اپنے بھائی کی مدد کر سکے اگر مظلوم ہے تو اس کا ساتھ دے سکے اور اگر ظالم ہے تو اسے اس کے ظلم سے روک کر امداد کا حق ادا کر سکے۔

مصادر کتاب نمبر ۵۷ تاریخ طبری ۶ ص ۱۲۳

مصادر کتاب نمبر ۵۸ بحار الانوار ۸ ص ۵۴۵

خواہشات تم کو بہت سے نقصان دہ امور تک پہونچا دیں گی لہٰذا ہمیشہ اپنے نفس کو روکتے ٹوکتے رہو اور غصہ میں اپنے غیظ و غضب کو دباتے اور کچلتے رہو۔

۵۷۔ آپ کا مکتوب گرامی

(اہل کوفہ کے نام ۔ مدینہ سے بصرہ روانہ ہوتے وقت)

امابعد! میں اپنے قبیلہ سے نکل رہا ہوں یا ظالم کی حیثیت سے یا مظلوم کی حیثیت سے۔ یا میں نے بغاوت کی ہے یا میرے خلاف بغاوت ہوئی ہے۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جہاں تک میرا یہ خط پہونچ جائے تم سب نکل کر آجاؤ۔ اس کے بعد مجھے نیکی پر پاؤ تو میری امداد کرو اور غلطی پر دیکھو تو مجھے رضا کے راستہ پر لگا دو۔

۵۸۔ آپ کا مکتوب گرامی

(تمام شہروں کے نام ۔ جس میں صفین کی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے)

ہمارے معاملہ کی ابتدا یہ ہے کہ ہم شام کے لشکر کے ساتھ ایک میدان میں جمع ہوئے جب بظاہر[1] دونوں کا خدا ایک تھا۔ رسول ایک تھا۔ پیغام ایک تھا۔ نہ ہم اپنے ایمان و تصدیق میں اضافہ کے طلبگار تھے۔ نہ وہ اپنے ایمان کو بڑھانا چاہتے تھے۔ معاملہ بالکل ایک تھا صرف اختلاف خون عثمان کے بارے میں تھا جس سے ہم بالکل بری تھے اور ہم نے یہ حل پیش کیا کہ جو مقصد آج نہیں حاصل ہو سکتا ہے، اس کا وقتی علاج یہ کیا جائے کہ آتش جنگ کو خاموش کر دیا جائے اور لوگوں کے جذبات کو پُرسکون بنا دیا جائے۔ اس کے بعد جب حکومت کو استحکام ہو جائے گا اور حالات سازگار ہو جائیں گے تو ہم حق کو اس کی منزل تک لانے کی طاقت پیدا کر لیں گے۔ لیکن قوم کا اصرار[2] تھا کہ اس کا علاج صرف جنگ و جدال ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے اور جم کر کھڑی ہو گئی۔ شعلے بھڑک اٹھے اور ٹھہر گئے اور قوم نے دیکھا کہ جنگ نے دونوں کو دانت کاٹنا شروع کر دیا ہے اور فریقین میں اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں تو وہ میری بات ماننے پر آمادہ ہو گئے اور میں نے بھی ان کی بات کو مان لیا اور تیزی سے بڑھ کر ان کے مطالبۂ صلح کو قبول کر لیا یہاں تک کہ ان پر حجت واضح ہو گئی اور ہر طرح کا عذر ختم ہو گیا۔ اب اس کے بعد کوئی اس حق پر قائم رہ گیا تو گویا اپنے نفس کو ہلاکت سے نکال لیا ورنہ اسی گمراہی میں پڑا رہ گیا تو ایسا عہد شکن ہو گا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور زمانہ کے حوادث اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔

---

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت نے معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے اسلام و ایمان کا اقرار نہیں کیا ہے بلکہ صورت حال کا تذکرہ کیا ہے۔

[2] حقیقت امر یہ ہے کہ معاویہ کو خون عثمان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ شام کی حکومت اور عالم اسلام کی خلافت کا طماع تھا لہٰذا کوئی سنجیدہ گفتگو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت نے بھی اتمام حجت کا حق ادا کر دیا اور اس کے بعد میدان جہاد میں قدم جما دیئے تاکہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ جہاد راہ خدا فرزند ابوطالبؑ کا کام ہے۔ ابوسفیان کے بیٹے کا نہیں ہے۔!

عَلَىٰ رَأْيِهِ.

٥٩

و من كتاب له (عليه السلام)

الى الأسودِ بن قُطْبَةَ صاحب جند حلوان[1]

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْوَالِيَ إِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهُ ذٰلِكَ كَثِيراً مِنَ الْعَدْلِ، فَلْيَكُنْ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَوْرِ عِوَضٌ مِنَ الْعَدْلِ. فَاجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ أَمْثَالَهُ، وَابْتَذِلْ نَفْسَكَ فِيمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رَاجِياً ثَوَابَهُ، وَمُتَخَوِّفاً عِقَابَهُ.

وَاعْلَمْ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ بَلِيَّةٍ لَمْ يَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِيهَا قَطُّ سَاعَةً إِلَّا كَانَتْ فَرْغَتُهُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَنَّهُ لَنْ يُغْنِيَكَ عَنِ الْحَقِّ شَيْءٌ أَبَداً؛ وَمِنَ الْحَقِّ عَلَيْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ، وَالاحْتِسَابُ عَلَى الرَّعِيَّةِ بِجُهْدِكَ، فَإِنَّ الَّذِي يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْ ذٰلِكَ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِي يَصِلُ بِكَ، وَالسَّلَامُ.

٦٠

و من كتاب له (عليه السلام)

الى العمال الذين يطأ الجيش عملهم

مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَىٰ مَنْ مَرَّ بِهِ الْجَيْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَ عُمَّالِ الْبِلَادِ. أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي قَدْ سَيَّرْتُ جُنُوداً هِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَقَدْ أَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَلَيْهِمْ مِنْ كَفِّ الْأَذَىٰ، وَصَرْفِ الشَّذَىٰ، وَأَنَا أَبْرَأُ إِلَيْكُمْ وَإِلَىٰ ذِمَّتِكُمْ مِنْ مَعَرَّةِ الْجَيْشِ، إِلَّا مِنْ جَوْعَةِ الْمُضْطَرِّ، لَا يَجِدُ عَنْهَا مَذْهَباً إِلَىٰ شِبَعِهِ. فَنَكِّلُوا مَنْ تَنَاوَلَ مِنْهُمْ شَيْئاً ظُلْماً عَنْ ظُلْمِهِمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَ سُفَهَائِكُمْ عَنْ مُضَارَّتِهِمْ، وَالتَّعَرُّضِ لَهُمْ فِيمَا اسْتَثْنَيْنَاهُ مِنْهُمْ. وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِ الْجَيْشِ، فَارْفَعُوا إِلَيَّ مَظَالِمَكُمْ، وَمَا عَرَاكُمْ مِمَّا يَغْلِبُكُمْ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَمَا لَا تُطِيقُونَ دَفْعَهُ إِلَّا بِاللّٰهِ وَبِي، فَأَنَا أُغَيِّرُهُ بِمَعُونَةِ اللّٰهِ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

حَلْوان - فارس کا ایک علاقہ ہے
فَرْغَۃ - فرصت
احتساب - محاسبۂ اعمال
شَذیٰ - شر
مَعَرّۃ - اذیت
جَوْعَۃ - بھوک
نَکِّلُوا - سزا دو

[1] علامہ طریحیؒ نے مجمع البحرین میں نقل کیا ہے کہ حلوان ایک مشہور شہر ہے جو مشرق کی طرف سے عراق کا آخری شہر ہے اور محمد بن عبدہ کا خیال ہے کہ یہ فارس کے علاقوں میں سے ایک صوبہ ہے جس میں کوئی نہ کوئی حاکم ضرور معین کیا جاتا رہا ہے۔

امیرالمومنینؑ نے اس خط میں اسود کو چند نکات کی طرف متوجہ کیا ہے
۱ - عدالت
۲ - مساوات
۳ - جہد مسلسل
۴ - احتساب رعایا
کہ اس کا فائدہ رعایا کو بعد میں ہوتا ہے اور حاکم کو پہلے ہوتا ہے

مصادر کتاب نمبر ٥٩ الطراز السید الیمانی ۱ ص۱۲۰، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱۰۵
مصادر کتاب نمبر ٦٠ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱۲۵

۵۹۔آپ کا مکتوب گرامی

(اسود بن قطبہ والیٔ حلوان کے نام)[1]

امابعد! دیکھو اگر والی کے خواہشات مختلف قسم کے ہوں گے تو یہ بات اسے اکثر اوقات انصاف سے روک دے گی لہٰذا تمھاری نگاہ میں تمام افراد کے معاملات کو ایک جیسا ہونا چاہیئے کہ ظلم کبھی عدل کا بدل نہیں ہو سکتا ہے۔ جس چیز کو دوسروں کے لئے بُرا سمجھتے ہو اس سے خود بھی اجتناب کرو اور اپنے نفس کو ان کاموں میں لگا دو جنھیں خدا نے تم پر واجب کیا ہے اور اس کے ثواب کی امید رکھو اور عذاب سے ڈرتے رہو۔

اور یاد رکھو کہ دنیا دارِ آزمائش ہے یہاں انسان کی ایک گھڑی بھی خالی نہیں جاتی ہے مگر یہ کہ یہ بیکاری روزِ قیامت حسرت کا سبب بن جاتی ہے اور تم کو کوئی شے حق سے بے نیاز نہیں بنا سکتی ہے اور تمھارے اوپر سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اپنے نفس کو محفوظ رکھو اور اپنے امکان بھر رعایا کا احتساب کرتے رہو کہ اس طرح جو فائدہ تمھیں پہونچے گا وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا جو فائدہ لوگوں کو تم سے پہونچے گا۔ والسّلام

۶۰۔آپ کا مکتوب گرامی

(ان عمال کے نام جن کا علاقہ فوج کے راستہ میں پڑتا تھا)

بندۂ خدا امیر المومنین علیؑ کی طرف سے ان خراج جمع کرنے والوں اور علاقوں کے والیوں کے نام جن کے علاقہ سے لشکروں کا گذر ہوتا ہے۔

امابعد میں نے کچھ فوجیں روانہ کی ہیں جو عنقریب تمھارے علاقہ سے گذرنے والی ہیں اور میں نے انھیں ان تمام باتوں کی نصیحت کردی ہے جو ان پر واجب ہیں کہ کسی کو اذیت نہ دیں اور تکلیف کو دور رکھیں اور میں تمھیں اور تمھارے اہل ذمہ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ فوج والے کوئی دست درازی کریں گے تو میں ان سے بیزار رہوں گا مگر یہ کہ کوئی شخص[1] بھوک سے مضطر ہو اور اس کے پاس پیٹ بھرنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ کوئی ظالمانہ انداز سے ہاتھ لگائے تو اس کو سزا دینا تمھارا فرض ہے۔ لیکن اپنے سرپھروں کو سمجھا دینا کہ جن حالات کو میں نے مستثنیٰ قرار دیا ہے ان میں کوئی شخص کسی چیز کو ہاتھ لگانا چاہے تو اس سے مقابلہ نہ کریں اور ٹوکیں نہیں۔ پھر اس کے بعد میں لشکر کے اندر موجود ہوں اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں اور سختیوں کی فریاد مجھ سے کرو اگر تم دفع کرنے کے قابل نہیں ہو جب تک اللہ کی مدد اور میری امداد شامل نہ ہو۔ میں انشاء اللہ اللہ کی مدد سے حالات کو بدل دوں گا۔

---

[1] اس خط میں حضرت نے دو طرح کے مسائل کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ایک کا تعلق لشکر سے ہے اور دوسرے کا اس علاقہ سے جہاں سے لشکر گذرنے والا ہے۔ لشکر والوں کو توجہ دلائی ہے کہ خبردار رعایا پر کسی طرح کا ظلم نہ ہونے پائے کہ تمھارا کام ظلم و جور کا مقابلہ کرنا ہے۔ ظلم کرنا نہیں ہے اور راستہ کے عوام کو متوجہ کیا ہے کہ اگر لشکر میں کوئی شخص بربنائے اضطرار کسی چیز کو استعمال کرلے تو خبردار اسے منع نہ کرنا کہ یہ اس کا شرعی حق ہے اور اسلام میں کسی شخص کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد لشکر کی ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آجائے تو میری طرف رجوع کرے اور عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے مسائل کی فریاد میرے پاس پیش کریں اور سارے معاملات کو خود طے کرنے کی کوشش نہ کریں۔

۶۱

و من کتاب له (علیه السلام)

إلى كميل بن زياد النخعي وهو عامله على هيت، ينكر عليه تركه دفع من يجتاز به من جيش العدو طالباً الغارة:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ تَضْيِيعَ الْمَرْءِ مَا وُلِّيَ، وَتَكَلُّفَهُ مَا كُفِيَ، لَعَجْزٌ حَاضِرٌ، وَرَأْيٌ مُتَبَّرٌ. وَإِنَّ تَعَاطِيَكَ الْغَارَةَ عَلَى أَهْلِ قِرْقِيسِيَا، وَتَعْطِيلَكَ مَسَالِحَكَ الَّتِي وَلَّيْنَاكَ - لَيْسَ بِهَا مَنْ يَمْنَعُهَا، وَلَا يَرُدُّ الْجَيْشَ عَنْهَا - لَرَأْيٌ شَعَاعٌ. فَقَدْ صِرْتَ جِسْراً لِمَنْ أَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ أَعْدَائِكَ عَلَى أَوْلِيَائِكَ، غَيْرَ شَدِيدِ الْمَنْكِبِ، وَلَا مَهِيبِ الْجَانِبِ، وَلَا سَادٍّ ثُغْرَةً، وَلَا كَاسِرٍ لِعَدُوٍّ شَوْكَةً، وَلَا مُغْنٍ عَنْ أَهْلِ مِصْرِهِ، وَلَا مُجْزٍ عَنْ أَمِيرِهِ.

۶۲

و من کتاب له (علیه السلام)

الى أهل مصر مع مالک الأشتر لما ولاه إمارتها

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّداً - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - نَذِيراً لِلْعَالَمِينَ، وَمُهَيْمِناً عَلَى الْمُرْسَلِينَ. فَلَمَّا مَضَى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُونَ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ. فَوَاللَّهِ مَا كَانَ يُلْقَى فِي رُوعِي، وَلَا يَخْطُرُ بِبَالِي، أَنَّ الْعَرَبَ تُزْعِجُ هَذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَا أَنَّهُمْ مُنَحُّوهُ عَنِّي مِنْ بَعْدِهِ!(1) فَمَا رَاعَنِي إِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلَى فُلَانٍ يُبَايِعُونَهُ، فَأَمْسَكْتُ يَدِي حَتَّى رَأَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْإِسْلَامِ، يَدْعُونَ إِلَى مَحْقِ دِينِ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - فَخَشِيتُ إِنْ لَمْ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ أَنْ أَرَى فِيهِ ثَلْماً أَوْ هَدْماً، تَكُونُ الْمُصِيبَةُ بِهِ عَلَيَّ أَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمُ الَّتِي إِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ أَيَّامٍ قَلَائِلَ، يَزُولُ مِنْهَا مَا كَانَ، كَمَا يَزُولُ السَّرَابُ، أَوْ كَمَا يَتَقَشَّعُ السَّحَابُ؛ فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاحَ الْبَاطِلُ

مُتَبَّرٌ - برباد
قِرْقِيسِيَا - فرات کے کنارے کا شہر ہے
مَسَالِح - سرحدیں
شَعَاع - متفرق
مَنْکِب - کاندھا
ثُغْرَة - خلل - درّہ
مُغْن - قائم مقام
مُهَيْمِن - گواہ
روع - قلب
اِنْثِيَال - ٹوٹ پڑنا
رَاجِعَه - پلٹنے والے
ثَلْم - رخنہ
زَاحَ - زائل ہوگیا

(1) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امامؑ کو ان پیش آنے والے حالات کی اطلاع نہیں تھی بلکہ یہ صورت حال کے حیرت انگیز ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ اس طرح کا انقلاب شرافت کی دنیا میں ناقابل تصور ہوتا ہے مگر افسوس کہ عالم اسلام میں پیش آگیا ہے خلافت میں فلاں سے مراد ابوبکرؓ کی ذات ہے اور ناس سے مراد عمرؓ اور ان کے ساتھیوں کی جماعت ہے جنھوں نے خلافت سازی کا کام انجام دیا تھا

مصادر کتاب ۶۱ انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۴۷۳
مصادر کتاب ۶۲ الامامة والسیاسة ۱ ص۱۵۴ ، الغارات ہلال ثقفی ، المسترشد طبری ص۹۵ ، کشف المحجة السید ابن طاؤس ص۱۷۳ ، جمہرة رسائل العرب احمد زکی صفوت

٦١۔آپ کا مکتوب گرامی

(کمیل بن زیادؒ النخعی کے نام جو بیت المال کے عامل تھے اور انھوں نے فوج دشمن کو لوٹ مار سے منع نہیں کیا)

امابعد۔انسان کا اس کام کو نظر انداز کر دینا جس کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور اس کام میں لگ جانا جو اس کے فرائض میں شامل نہیں ہے ایک واضح کمزوری اور تباہ کن فکر ہے۔

اور دیکھو تمہارا اہل قرقیسیا پر حملہ کر دینا اور خود اپنی سرحدوں کو معطل چھوڑ دینا جن کا تم کو ذمہ دار بنایا گیا تھا۔اس عالم میں کہ ان کا کوئی دفاع کرنے والا اور ان سے لشکروں کو ہٹانے والا نہیں تھا ایک انتہائی پراگندہ رائے ہے اور اس طرح تم دوستوں پر حملہ کرنے والے دشمنوں کے لئے ایک وسیلہ بن گئے جہاں نہ تمہارے کاندھے مضبوط تھے اور نہ تمہاری کوئی ہیبت تھی۔نہ تم نے دشمن کا راستہ روکا اور نہ اس کی شوکت کو توڑا۔نہ اہل شہر کے کام آئے اور نہ اپنے امیر کے فرض کو انجام دیا۔

٦٢۔آپ کا مکتوب گرامی

(اہل مصر کے نام۔مالک اشتر کے ذریعہ جب ان کو والی مصر بنا کر روانہ کیا)

امابعد! پروردگار نے حضرت محمدؐ کو عالمین کے لئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور مرسلین کے لئے گواہ اور نگراں بنا کر بھیجا تھا لیکن ان کے جانے کے بعد ہی مسلمانوں نے ان کی خلافت میں جھگڑا شروع کر دیا۔خدا گواہ ہے کہ یہ بات میرے خیال[1] میں بھی نہ تھی اور نہ میرے دل سے گذری تھی کہ عرب اس منصب کو ان کے اہلبیتؑ سے اس طرح موڑ دیں گے اور مجھ سے اس طرح دور کر دیں گے کہ میں نے اچانک یہ دیکھا کہ لوگ فلاں شخص کی بیعت کے لئے ٹوٹے پڑ رہے ہیں تو میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا یہاں تک کہ یہ دیکھا کہ لوگ دین اسلام سے واپس جارہے ہیں اور پیغمبر کے قانون کو برباد کر دینا چاہتے ہیں تو مجھے یہ خوف پیدا ہو گیا کہ اگر اس رخنہ اور بربادی کو دیکھنے کے بعد بھی میں نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد نہ کی تو اس کی مصیبت روز قیامت اس سے زیادہ عظیم ہوگی جو آج اس حکومت کے چلے جانے سے سامنے آرہی ہے جو صرف چند دن رہنے والی ہے اور ایک دن اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح سراب کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے یا آسمان کے بادل چھٹ جاتے ہیں تو میں نے ان حالات میں قیام کیا یہاں تک کہ باطل زائل ہو گیا

---

[1] جناب کمیل مولائے کائنات کے مخصوص اصحاب میں تھے اور بڑے پایہ کے عالم و فاضل تھے لیکن بہرحال بشر تھے اور انھوں نے معاویہ کے مظالم کے جواب میں یہی مناسب سمجھا کہ جس طرح وہ ہمارے علاقہ میں فساد پھیلا رہا ہے، ہم بھی اس کے علاقہ پر حملہ کر دیں تاکہ فوجوں کا رُخ ادھر مڑ جائے مگر یہ بات امامت کے مزاج کے خلاف تھی لہٰذا حضرت نے فوراً تنبیہ کردی اور کمیل نے بھی اپنے اقدام کے نامناسب ہونے کا احساس کر لیا اور یہی انسان کا کمال کردار ہے کہ غلطی پر اصرار نہ کرے ورنہ غلطی نہ کرنا شان عصمت ہے۔شان اسلام و ایمان نہیں ہے۔

جناب کمیل کی غیرت داری کا یہ عالم تھا کہ جب حجاج نے انھیں تلاش کرنا شروع کیا اور گرفتار نہ کر سکا تو ان کی قوم پر دانہ پانی بند کر دیا۔کمیل کو اس امر کی اطلاع ملی تو فوراً حجاج کے دربار میں پہونچ گئے اور فرمایا کہ میں اپنی ذات کی حفاظت کی خاطر ساری قوم کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا ہوں اور خود محبت اہلبیتؑ سے دستبردار بھی نہیں ہو سکتا ہوں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اپنی سزا خود برداشت کروں جس کے نتیجہ میں حجاج نے ان کی زندگی کا خاتمہ کرا دیا۔!

وَ زَهَقَ، وَ اطْمَأَنَّ الدِّينُ وَ تَنَهْنَهَ.

و منه: إِنِّي وَاللّٰهِ لَوْ لَقِيتُهُمْ وَاحِداً وَ هُمْ طِلَاعُ الْأَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ وَ لَا اسْتَوْحَشْتُ، وَ إِنِّي مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ وَ الْهُدَى الَّذِي أَنَا عَلَيْهِ لَعَلَى بَصِيرَةٍ مِنْ نَفْسِي وَ يَقِينٍ مِنْ رَبِّي. وَ إِنِّي إِلَى لِقَاءِ اللّٰهِ لَمُشْتَاقٌ، وَ حُسْنِ ثَوَابِهِ لَمُنْتَظِرٌ رَاجٍ؛ وَلٰكِنَّنِي آسَى أَنْ يَلِيَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سُفَهَاؤُهَا وَ فُجَّارُهَا، فَيَتَّخِذُوا مَالَ اللّٰهِ دُوَلاً، وَ عِبَادَهُ خَوَلاً، وَ الصَّالِحِينَ حَرْباً، وَ الْفَاسِقِينَ حِزْباً، فَإِنَّ مِنْهُمُ الَّذِي قَدْ شَرِبَ فِيكُمُ الْحَرَامَ[1]، وَ جُلِدَ حَدّاً فِي الْإِسْلَامِ، وَ إِنَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُسْلِمْ حَتَّى رُضِخَتْ لَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ الرَّضَائِخُ[2]. فَلَوْلَا ذٰلِكَ مَا أَكْثَرْتُ تَأْلِيبَكُمْ وَ تَأْنِيبَكُمْ، وَ جَمْعَكُمْ وَ تَحْرِيضَكُمْ، وَ لَتَرَكْتُكُمْ إِذْ أَبَيْتُمْ وَ وَنَيْتُمْ.

أَلَا تَرَوْنَ إِلَى أَطْرَافِكُمْ قَدِ انْتَقَصَتْ، وَ إِلَى أَمْصَارِكُمْ قَدِ افْتُتِحَتْ، وَ إِلَى مَمَالِكِكُمْ تُزْوَى، وَ إِلَى بِلَادِكُمْ تُغْزَى! انْفِرُوا - رَحِمَكُمُ اللّٰهُ - إِلَى قِتَالِ عَدُوِّكُمْ، وَ لَا تَثَّاقَلُوا إِلَى الْأَرْضِ فَتُقِرُّوا بِالْخَسْفِ، وَ تَبُوؤُوا بِالذُّلِّ، وَ يَكُونَ نَصِيبُكُمُ الْأَخَسَّ، وَ إِنَّ أَخَا الْحَرْبِ الْأَرِقُ، وَ مَنْ نَامَ لَمْ يُنَمْ عَنْهُ، وَ السَّلَامُ.

تنہنہ - ٹھہر گیا
طلاع - بھر دینے والے
آسیٰ - رنجیدہ ہوں
دُوَل - املاک
خَوَل - غلام
حَرب - محارب
شرب الحرام - شراب خواری
رضائخ - آمدنیاں
تالیب - آمادہ کرنا
ونیتم - کمزوری دکھلائی
انتقصت - کمی ہوگئی
تزویٰ - چھن رہی ہیں
تقروا - اعتراف کرو
خسف - ذلت
تبوؤا - مکین رہوگے
ارق - جاگنے والا
مئزر - چادر
جحر - سوراخ

٦٣

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى أبي موسى الأشعري و هو عامله على الكوفة، و قد بلغه عنه تثبيطه الناس عن الخروج إليه لما ندبهم لحرب أصحاب الجمل:

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ.

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ قَوْلٌ هُوَ لَكَ وَ عَلَيْكَ، فَإِذَا قَدِمَ رَسُولِي عَلَيْكَ فَارْفَعْ ذَيْلَكَ، وَ اشْدُدْ مِئْزَرَكَ، وَ اخْرُجْ مِنْ جُحْرِكَ،

[1] اس سے مراد ولید بن عقبہ ہے جو عثمانؓ کا مادری بھائی تھا اور اس نے کوفہ میں شراب کے نشہ میں صبح کی چار رکعت پڑھا دی تھی اور محراب ہی میں قے بھی کر دی تھی (ابن ابی الحدید)

[2] اس سے معاویہ، ابوسفیان اور بنی امیہ کے دیگر افراد مراد ہیں جنھوں نے منافع کو دیکھے بغیر اسلام کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا

مصادر کتاب ٦٣ استیعاب ابن عبدالبر - امالی طوسیؒ ص ٣٢٣

...ر دین مطمئن ہو کر اپنی جگہ پر ثابت ہو گیا۔

خدا کی قسم اگر میں تن تنہا ان کے مقابلہ پر نکل پڑوں اور ان سے زمین چھلک رہی ہو تو بھی مجھے فکر اور وحشت نہ ہو گی کہ میں ...ن کی گمراہی کے بارے میں بھی اور اپنے ہدایت یافتہ ہونے کے بارے میں بھی بصیرت رکھتا ہوں اور پروردگار کی طرف سے منزل الیقین ...بھی ہوں اور میں لقائے الٰہی کا اشتیاق بھی رکھتا ہوں اور اس کے بہترین اجر و ثواب کا منتظر اور امیدوار بھی ہوں۔ لیکن مجھے دُکھ ...ن بات کا ہے کہ امت کی زمام احمقوں اور فاجروں کے ہاتھ میں چلی جائے اور وہ مال خدا کو اپنی املاک اور بندگانِ خدا کو اپنا غلام ...الیں۔ نیک کرداروں سے جنگ کریں اور فاسقوں کو اپنی جماعت میں شامل کر لیں۔ جن میں وہ بھی شامل ہیں جنھوں نے تمھارے ...امنے شراب پی ہے اور ان پر اسلام میں حد جاری ہو چکی ہے (۱) اور بعض وہ بھی ہیں کہ جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے جب تک ...ہیں فوائد نہیں پیش کر دئے گئے (۲)۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمھیں اس طرح جہاد کی دعوت نہ دیتا اور سرزنش نہ کرتا اور قیام پر آمادہ ...کرتا بلکہ تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دیتا کہ تم سرتابی بھی کرتے ہو اور سست بھی ہو۔

کیا تم خود نہیں دیکھتے ہو کہ تمھارے اطراف کم ہوتے جا رہے ہیں اور تمھارے شہروں پر قبضہ ہوا جا رہا ہے۔ تمھارے ممالک کو چھینا ...رہا ہے اور تمھارے علاقوں پر دھاوا بولا جا رہا ہے۔ خدا تم پر رحم کرے اب دشمن سے جنگ کے لئے نکل پڑو اور زمین سے چپک کر نہ ...ہ جاؤ ورنہ یوں ہی ذلّت کا شکار رہو گے، ظلم سہتے رہو گے اور تمھارا حصہ انتہائی پست ہو گا۔ اور یاد رکھو کہ جنگ آزما انسان ہمیشہ ...بیدار رہتا ہے اور اگر کوئی شخص سو جاتا ہے تو اس کا دشمن ہرگز غافل نہیں ہوتا ہے۔ والسّلام

۶۳۔ آپ کا مکتوب گرامی

(کوفہ کے عامل ابو موسیٰ اشعری کے نام۔ جب یہ خبر ملی کہ آپ لوگوں کو جنگ جمل کی دعوت دے رہے ہیں اور وہ روک رہا ہے)

بندۂ خدا، امیر المومنین علیؑ کا خط عبد اللہ بن قیس کے نام!

امابعد! مجھے ایک ایسے کلام کی خبر ملی ہے جو تمھارے حق میں بھی ہو سکتا ہے اور تمھارے خلاف بھی۔ لہٰذا اب مناسب یہی ہے ...میرے قاصد کے پہونچتے ہی دامن سمیٹ لو اور کمر کس لو اور فوراً بل سے باہر نکل آؤ

...ے صورت حال یہ تھی کہ امت نے پیغمبرؐ کے بتائے ہوئے راستہ کو نظر انداز کر دیا اور ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن امیر المومنینؑ کی مشکل یہ ...تی کہ اگر مسلمانوں میں جنگ و جدال کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں تو مسیلمہ کذّاب اور طلیحہ جیسے مدعیان نبوت کو موقع مل جائے گا اور وہ لوگوں کو ...گمراہ کر کے اسلام سے منحرف کر دیں گے اس لئے آپ نے سکوت اختیار فرمایا اور خلافت کے بارے میں کوئی بحث نہیں کی لیکن جب مرتدوں ...کے ہاتھوں اسلام کی تباہی کا منظر دیکھ لیا تو مجبوراً باہر نکل آئے کہ بالآخر اپنے حق کی بربادی پر سکوت اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کی بربادی ...پر صبر نہیں کیا جا سکتا ہے۔!

وَانْــدُبْ مَــنْ مَـعَكَ؛ فَـإِنْ حَـقَّقْتَ فَـانْفُذْ، وَ إِنْ تَـفَشَّلْتَ فَـابْعُدْ! وَايْمُ اللّٰـهِ لَـتُؤْتَيَنَّ مِـنْ حَـيْثُ أَنْتَ، وَ لَا تُـتْرَكُ حَـتَّىٰ يُخْـلَطَ زُبْـدُكَ بِخَـاثِرِكَ، وَ ذَائِـبُكَ بِجَامِدِكَ، وَ حَتَّىٰ تُـعْجَلَ عَـنْ قِـعْدَتِكَ، وَ تَحْـذَرَ مِـنْ أَمَـامِكَ كَـحَذَرِكَ مِـنْ خَـلْفِكَ، وَ مَـا هِـيَ بِـالْهُوَيْنَىٰ الَّـتِي تَـرْجُوهِ، وَلٰكِـنَّهَا الدَّاهِـيَةُ الْكُـبْرَىٰ، يُـرْكَبُ جَمَـلُهَا، وَ يُـذَلَّلُ صَـعْبُهَا، وَ يُـسَهَّلُ جَـبَلُهَا. فَـاعْقِلْ عَـقْلَكَ، وَ امْـلِكْ أَمْـرَكَ، وَخُـذْ نَصِيبَكَ وَ حَظَّكَ.

فَـإِنْ كَـرِهْتَ فَـتَنَحَّ إِلَىٰ غَـيْرِ رَحْبٍ وَ لَا فِي نَجَـاةٍ، فَـبِالْحَرِيِّ لَـتُكْفَيَنَّ وَ أَنْتَ نَـائِمٌ، حَـتَّىٰ لَا يُـقَالَ: أَيْـنَ فُـلَانٌ؟ وَ اللّٰـهِ إِنَّـهُ لَحَـقٌّ مَعَ مُحِـقٍّ، وَ مَا أُبَالِي مَا صَنَعَ الْمُلْحِدُونَ، وَالسَّلَامُ.

٦٤

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى معاوية، جواباً

أَمَّـا بَـعْدُ، فَـإِنَّا كُـنَّا نَحْـنُ وَ أَنْـتُمْ عَـلَىٰ مَـا ذَكَـرْتَ مِـنَ الْأُلْـفَةِ وَ الْجَـمَاعَةِ، فَـفَرَّقَ بَـيْنَنَا وَ بَـيْنَكُمْ أَمْسِ أَنَّـا آمَـنَّا وَكَـفَرْتُمْ، وَالْـيَوْمَ أَنَّا اسْتَقَمْنَا وَفُـتِنْتُمْ، وَ مَـا أَسْـلَمَ مُسْلِمُكُمْ إِلَّا كَـرْهاً، وَ بَـعْدَ أَنْ كَـانَ أَنْـفُ الْإِسْـلَامِ كُـلُّهُ لِـرَسُولِ اللّٰـهِ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، حِزْباً (حرباً).

وَ ذَكَـرْتَ أَنِّي قَـتَلْتُ طَـلْحَةَ وَ الزُّبَـيْرَ، وَ شَرَّدْتُ بِـعَائِشَةَ، وَ نَـزَلْتُ بَـيْنَ الْمِـصْرَيْنِ! وَذٰلِكَ أَمْـرٌ غِـبْتَ عَـنْهُ فَـلَا عَـلَيْكَ، وَ لَا الْـعُذْرُ فِـيهِ إِلَـيْكَ.

وَ ذَكَـرْتَ أَنَّكَ زَائِـرِي فِي الْـمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْـصَارِ، وَ قَـدِ انْـقَطَعَتِ الْهِـجْرَةُ يَـوْمَ أُسِرَ أَخُـوكَ (ابـوك)، فَـإِنْ كَـانَ فِـيهِ عَـجَلٌ فَـاسْتَرْفِهْ، فَـإِنِّي إِنْ أَزُرْكَ فَـذٰلِكَ جَـدِيرٌ أَنْ يَكُـونَ اللّٰـهُ إِنَّـمَا بَـعَثَنِي إِلَـيْكَ لِـلنِّقْمَةِ مِـنْكَ! وَ إِنْ تَزُرْنِي فَكَمَا قَالَ أَخُو بَنِي أَسَدٍ:

ندب - دعوت
حققت - حق کو اختیار کرلیا ہے
انفذ - کھڑے ہو جاؤ
تفشلت - کمزور ہو گئے
خاثر - غلیظ
قعدہ - بیٹھنا
ھوینیٰ - آسان
انف الاسلام - اشراف عرب
استرفہ - دم لے لو

(۱) حقیقت امر یہ ہے کہ جو انسان حق کی حمایت سے کنارہ کشی کرتا ہے اور باطل کی منہ زوری دیکھنے کے بعد بھی غفلت کی نیند سو جاتا ہے۔ اس کی یہ نیند موت کے مرادف ہوتی ہے اور تاریخ اسے کسی کوڑہ دان کے حوالہ کر دیتی ہے۔ جہاں اس کا نام لینے والا بھی نہیں پیدا ہوتا ہے اور اس کے برخلاف جو راہ حق میں جان کی بازی لگا دیتا ہے اور اپنا سارا سرمایۂ حیات قربان کر دیتا ہے۔ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ جاوید رہتا ہے اور زیر خاک چلے جانے کے بعد بھی مطلع تاریخ پر جگمگاتا رہتا ہے۔

مصادر کتاب ۶۴ الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۸۰، احتجاج طبرسی ۱ ص۲۶۳، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱۸، مجمع الامثال میدانی ۱ ص۶۰

اور اپنے ساتھیوں کو بھی بلالو۔ اس کے بعد حق ثابت ہو جائے تو کھڑے ہو جاؤ اور کمزوری دکھلانا ہے تو میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ خدا کی قسم تم جہاں رہو گے گھیر کر لائے جاؤ گے اور چھوڑے نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ دودھ مکھن کے ساتھ اور پگھلا ہوا منجمد کے ساتھ مخلوط ہو جائے اور تمھیں اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا اور سامنے سے اس طرح ڈرو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈرتے ہو۔ اور یہ کام اس قدر آسان نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ یہ ایک مصیبت کبریٰ ہے جس کے اونٹ پر بہر حال سوار ہونا پڑے گا اور اس کی دشواریوں کو ہموار کرنا پڑے گا اور اس کے پہاڑ کو سر کرنا پڑے گا لہٰذا ہوش کے ناخن لو اور حالات پر قابو رکھو اور اپنا حصہ حاصل کر لو اور اگر یہ بات پسند نہیں ہے تو اُدھر چلے جاؤ جدھر نہ کوئی آؤ بھگت ہے اور نہ چھٹکارے کی صورت۔ اور اب مناسب یہی ہے کہ تمھیں بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا جائے کہ سوتے رہو اور کوئی یہ بھی نہ دریافت کرے کہ فلاں شخص کدھر چلا گیا۔ خدا کی قسم یہ حق پرست کا واقعی اقدام ہے اور مجھے بے دینوں کے اعمال کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ والسلام

۶۴۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے جواب میں)

امابعد! یقیناً ہم اور تم اسلام سے پہلے ایک ساتھ زندگی گذار رہے تھے لیکن کل یہ تفرقہ پیدا ہو گیا کہ ہم نے ایمان کا راستہ اختیار کر لیا اور تم کافر رہ گئے اور آج یہ اختلاف ہے کہ ہم راہِ حق پر قائم ہیں اور تم فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہو۔ تمھارا مسلمان بھی اس وقت مسلمان ہوا ہے جب مجبوری پیش آگئی اور سارے اشراف عرب اسلام میں داخل ہو کر رسول اکرمؐ کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

تمھارا یہ کہنا کہ میں نے طلحہ و زبیر کو قتل کیا ہے اور عائشہ کو گھر سے باہر نکال دیا ہے اور مدینہ چھوڑ کر کوفہ اور بصرہ میں قیام کیا ہے تو اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ تم پر کوئی ظلم ہوا ہے اور نہ تم سے معذرت کی کوئی ضرورت ہے۔

اور تمھارا یہ کہنا کہ تم مہاجرین و انصار کے ساتھ میرے مقابلہ پر آ رہے ہو تو ہجرت تو اسی دن ختم ہو گئی جب تمھارا بھائی گرفتار ہوا تھا اور اگر کوئی جلدی ہے تو ذرا انتظار کر لو کہ میں تم سے خود ملاقات کر لوں اور یہی زیادہ مناسب بھی ہے کہ اس طرح پروردگار مجھے تمھیں سزا دینے کے لئے بھیجے گا اور اگر تم خود بھی آگئے تو اس کا انجام ویسا ہی ہوگا جیسا کہ بنی اسد کے شاعر نے کہا تھا:

لے معاویہ نے حسب عادت اپنے اس خط میں چند مسائل اٹھائے تھے۔ ایک مسئلہ یہ تھا کہ ہم دونوں ایک خاندان کے ہیں تو اختلاف کی کیا وجہ ہے۔؟ حضرت نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ اختلاف اسی دن شروع ہو گیا تھا جب ہم دائرۂ اسلام میں تھے اور تم کفر کی زندگی گذار رہے تھے۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ جنگ جمل کی ساری ذمہ داری امیرالمومنینؑ پر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا اس کے اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ اپنے لشکر کے مہاجرین و انصار میں ہونے کا تھا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ہجرت فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی اور فتح مکہ میں تیرا بھائی گرفتار ہو چکا ہے۔ جس کے بعد تیرے ساتھی اولاد طلقاء تو ہو سکتے ہیں۔ مہاجرین کہے جانے کے قابل نہیں ہیں۔

مُسْتَقْبِلِينَ رِيَاحَ الصَّيْفِ تَضْرِبُهُمْ ۞ بِحَاصِبٍ بَيْنَ أَغْوَارٍ وَ جُلْمُودِ

وَ عِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي أَعْضَضْتُهُ بِجَدِّكَ[1] وَ خَالِكَ وَ أَخِيكَ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ.

وَ إِنَّكَ وَ اللَّهِ مَا عَلِمْتُ الْأَغْلَفُ الْقَلْبِ، الْمُقَارِبُ الْعَقْلِ، وَ الْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ لَكَ: إِنَّكَ رَقِيتَ سُلَّماً أَطْلَعَكَ مَطْلَعَ سُوءٍ عَلَيْكَ لَا لَكَ، لِأَنَّكَ نَشَدْتَ غَيْرَ ضَالَّتِكَ، وَ رَعَيْتَ غَيْرَ سَائِمَتِكَ، وَ طَلَبْتَ أَمْراً لَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ وَ لَا فِي مَعْدِنِهِ، فَمَا أَبْعَدَ قَوْلَكَ مِنْ فِعْلِكَ!! وَ قَرِيبٌ مَا أَشْبَهْتَ مِنْ أَعْمَامٍ وَ أَخْوَالٍ! حَمَلَتْهُمُ الشَّقَاوَةُ، وَ تَمَنِّي الْبَاطِلِ، عَلَى الْجُحُودِ بِمُحَمَّدٍ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - فَصُرِعُوا مَصَارِعَهُمْ حَيْثُ عَلِمْتَ، لَمْ يَدْفَعُوا عَظِيماً، وَ لَمْ يَمْنَعُوا حَرِيماً، بِوَقْعِ سُيُوفٍ مَا خَلَا مِنْهَا الْوَغَى، وَ لَمْ تُمَاشِهَا الْهُوَيْنَى.

وَ قَدْ أَكْثَرْتَ فِي قَتَلَةِ عُثْمَانَ، فَادْخُلْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ، ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ إِلَيَّ، أَحْمِلْكَ وَ إِيَّاهُمْ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى.

وَ أَمَّا تِلْكَ الَّتِي تُرِيدُ فَإِنَّهَا خُدْعَةُ الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ فِي أَوَّلِ الْفِصَالِ، وَ السَّلَامُ لِأَهْلِهِ.

٦٥

و من كتاب له (ع)

إليه أيضاً

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ آنَ لَكَ أَنْ تَنْتَفِعَ بِاللَّمْحِ الْبَاصِرِ مِنْ عِيَانِ الْأُمُورِ، فَقَدْ سَلَكْتَ مَدَارِجَ أَسْلَافِكَ بِادِّعَائِكَ الْأَبَاطِيلَ، وَ اقْتِحَامِكَ غُرُورَ الْمَيْنِ وَ الْأَكَاذِيبِ، وَ بِانْتِحَالِكَ مَا قَدْ عَلَا عَنْكَ، وَ ابْتِزَازِكَ لِمَا قَدِ اخْتُزِنَ دُونَكَ، فِرَاراً مِنَ الْحَقِّ، وَ جُحُوداً لِمَا هُوَ أَلْزَمُ لَكَ مِنْ لَحْمِكَ وَ دَمِكَ، مِمَّا قَدْ وَعَاهُ سَمْعُكَ، وَ مُلِئَ بِهِ صَدْرُكَ، فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ الْمُبِينُ.

حاصب - سنگریزے
اغوار - جمع غور - غبار
جلمود - پتھر
اعضضت - کاٹ دیا ہے
اغلف - جس کے دل پر غلاف چڑھا ہو
مقارب العقل - کمزور عقل والا
ضالّہ - گمشدہ
سائمہ - چرنے والا جانور
وغیٰ - جنگ
ہوینیٰ - سستی
خدعہ - دھوکا
فصال - دودھ چھڑانا
لمح الباصر - واضح امر
عیان الامور - مشاہدہ
اقتحام - پھاند پڑنا
مین - جھوٹ
انتحال - نسبت دینا
علا عنک - تم سے بالا تر ہے
ابتزاز - غصب
اختزن - چھپا دیا گیا

[1] جد یعنی عتبہ بن ربیعہ، ماموں یعنی ولید بن عتبہ، بھائی یعنی حنظلہ

مصادر کتاب ۶۵ بحار الانوار ۸ ص ۵۰۶، مجمع الامثال میدانی ۱ ص ۲۶۵

"وہ موسم گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کرنے والے ہیں جو نشیبوں اور چٹانوں میں ان پر سنگریزوں کی بارش کر رہی ہیں"۔
اور میرے پاس وہی تلوار ہے جس سے تمھارے نانا[1]، ماموں اور بھائی کو ایک ٹھکانے تک پہونچا چکا ہوں اور تم خدا کی قسم میرے علم کے مطابق وہ شخص جس کے دل پر غلاف چڑھا ہوا ہے اور جس کی عقل کمزور ہے اور تمھارے حق میں مناسب یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ تم ایسی سیڑھی چڑھ گئے ہو جہاں سے بدترین منظر ہی نظر آتا ہے کہ تم نے دوسرے کے گم شدہ کی جستجو کی ہے اور دوسرے کے جانور کو چرانا چاہا ہے اور ایسے امر کو طلب کیا ہے جس کے نہ اہل ہو اور نہ اس سے تمھارا کوئی بنیادی لگاؤ ہے۔ تمھارے قول و فعل میں کس قدر فاصلہ پایا جاتا ہے اور تم اپنے چچا اور ماموں سے کس قدر مشابہ ہو جن کو بدبختی اور باطل کی تمنا نے پیغمبرؐ کے انکار پر آمادہ کیا اور اس کے نتیجہ میں اپنے اپنے مقتل میں مر مر کر گرے جیسا کہ تمھیں معلوم ہے۔ نہ کسی مصیبت کو دفع کر سکے اور نہ کسی حریم کی حفاظت کر سکے۔ ان تلواروں کی مار کی بنا پر جن سے کوئی میدان جنگ خالی نہیں ہوتا اور جن میں سستی کا گذر نہیں ہے۔

اور تم نے جو بار بار عثمانؓ کے قاتلوں کا ذکر کیا ہے تو اس کا آسان حل یہ ہے کہ جس طرح سب نے بیعت کی ہے پہلے میری بیعت کرو۔ اس کے بعد میرے پاس مقدمہ لے کر آؤ۔ میں تمھیں اور تمھارے مدعا علیہم کو کتاب خدا کے فیصلہ پر آمادہ کروں گا لیکن اس کے علاوہ جو تمھارا مدعا ہے وہ ایک دھوکہ ہے جو بچہ کو دودھ چھڑاتے وقت دیا جاتا ہے۔ اور سلام ہو اس کے اہل پر

۶۵۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ ہی کے نام)

امابعد! اب وقت آگیا ہے کہ تم امور کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان سے فائدہ اٹھالو کہ تم نے باطل دعویٰ کرنے، جھوٹ اور غلط بیانی کے فریب میں کود پڑنے۔ جو چیز تمھاری اوقات سے بلند ہے اسے اختیار کرنے اور جو تمھارے لئے ممنوع ہے اس کو ہتھیا لینے میں اپنے اسلاف کا راستہ اختیار کر لیا ہے اور اس طرح حق سے فرار اور جو چیز گوشت و خون سے زیادہ تم سے چپکی ہوئی ہے اس کا انکار کرنا چاہتے ہو جسے تمھارے کانوں سے سنا ہے اور تمھارے سینے میں بھری ہوئی ہے۔ تو اب حق کے بعد کھلی ہوئی گمراہی کے علاوہ کیا باقی رہ جاتا ہے۔

[1] ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ معاویہ روز غدیر موجود تھا جب سرکار دو عالمؐ نے حضرت علیؑ کے مولائے کائنات ہونے کا اعلان کیا تھا اور اس نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور اسی طرح روز تبوک بھی موجود تھا جب حضرت نے اعلان کیا تھا کہ علیؑ کا مرتبہ وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ ہے اور اسے معلوم تھا کہ حضور نے علیؑ کی صلح کو اپنی صلح اور ان کی جنگ کو اپنی جنگ قرار دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں ہوا کہ اس کا راستہ اس کی پھوپھی ام جمیل اور اس کے ماموں خالد بن ولید جیسے افراد کا تھا جن کے دل و دماغ میں نہ اسلام داخل ہوا تھا اور نہ داخل ہونے کا کوئی امکان تھا۔

وَ بَعْدَ الْبَيَانِ إِلَّا اللَّبْسُ؟

فَاحْذَرِ الشُّبْهَةَ وَاشْتِمَالَهَا عَلَى لُبْسَتِهَا، فَإِنَّ الْفِتْنَةَ طَالَمَا أَغْدَفَتْ[1] جَلَابِيبَهَا، وَ أَغْشَتِ الْأَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا.

وَ قَدْ أَتَانِي كِتَابٌ مِنْكَ ذُو أَفَانِينَ مِنَ الْقَوْلِ ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السِّلْمِ، وَ أَسَاطِيرَ لَمْ يَحُكْهَا مِنْكَ عِلْمٌ وَ لَا حِلْمٌ؛ أَصْبَحْتَ مِنْهَا كَالْخَائِضِ فِي الدَّهَاسِ، وَالْخَابِطِ فِي الدِّيمَاسِ، وَ تَرَقَّيْتَ إِلَى مَرْقَبَةٍ بَعِيدَةِ الْمَرَامِ، نَازِحَةِ الْأَعْلَامِ، تَقْصُرُ دُونَهَا الْأَنُوقُ وَ يُحَاذَى بِهَا الْعَيُّوقُ.

وَ حَاشَ لِلَّهِ أَنْ تَلِيَ لِلْمُسْلِمِينَ بَعْدِي صَدْراً أَوْ وِرْداً، أَوْ أُجْرِيَ لَكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ عَقْداً أَوْ عَهْداً!! فَمِنَ الْآنَ فَتَدَارَكْ نَفْسَكَ، وَانْظُرْ لَهَا. فَإِنَّكَ إِنْ فَرَّطْتَ حَتَّى يَنْهَدَ (ينهص) إِلَيْكَ عِبَادُ اللَّهِ أُرْتِجَتْ عَلَيْكَ الْأُمُورُ، وَ مُنِعْتَ أَمْراً هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُولٌ، وَ السَّلَامُ.

٦٦

و من كتاب له (ﷺ)

إلى عبدالله بن العباس و قد تقدم ذكره بخلاف هذه الرواية

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْمَرْءَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ، وَ يَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ، فَلَا يَكُنْ أَفْضَلَ مَا نِلْتَ فِي نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوغُ لَذَّةٍ أَوْ شِفَاءُ غَيْظٍ، وَ لَكِنْ إِطْفَاءُ بَاطِلٍ أَوْ إِحْيَاءُ حَقٍّ. وَلْيَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا قَدَّمْتَ، وَ أَسَفُكَ عَلَى مَا خَلَّفْتَ، وَ هَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

٦٧

و من كتاب له (ﷺ)

الى قثم بن العباس و هو عامله على مكة

لبس - فریب کاری
لُبسہ - فریب کاری
جلابیب - چادریں
اَغدَفَتْ - لٹکائے ہوئے ہیں
اَغشَتْ - چوندھیا دیا ہے
اَفَانِین - اقسام
سِلم - صلح
اساطیر - خرافات
دَہاس - دلدل
دیماس - اندھا کنواں
مَرقبہ - بلند بام
نَازِحہ - بعید
اَنُوق - عقاب
عَیّوق - ستارہ
صَدَر و وِرد - حل و عقد
ینہد - اٹھ کھڑے ہوئے
اُرتِجت - راستے بند ہو جائیں
خَلَّفت - چھوڑ کر جاؤ

[1] جلابیب فتنہ سے مراد وہ قمیص عثمان ہے جس کو معاویہ نے اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ اور حقائق کو مشکوک بنانے کا وسیلہ قرار دے دیا تھا

مصادر کتاب ۶۶ تاریخ دمشق ابن عساکر، صفۃ الصفوہ ۱ ص۳۴۷ ، انساب الاشراف ۲ ص۱۱۶ ، المجالس ۴ ص۵۵ ثعلب کافی ۲ ص۴۸ تذکرۃ الخواص ص۸۹

مصادر کتاب ۶۷ فقہ القرآن قطب راوندی، مستدرک الرسائل ۲ ص۱۴۳

اور وضاحت کے بعد دھوکہ کے علاوہ کیا ہے۔ لہٰذا شبہ اور اس کے دسیسہ کاری پر مشتمل ہونے سے ڈرو کہ فتنہ ایک مدت سے اپنے دامن پھیلائے ہوئے ہے اور اس کی تاریکی نے آنکھوں کو اندھا بنا رکھا ہے۔

میرے پاس تمہارا وہ خط آیا ہے جس میں طرح طرح کی بے جوڑ باتیں پائی جاتی ہیں اور ان سے کسی صلح و آشتی کو تقویت نہیں مل سکتی ہے اور اس میں وہ خرافات ہیں جن کے تانے بانے نہ علم سے تیار ہوئے ہیں اور نہ حلم سے۔ اس سلسلہ میں تمہاری مثال اس شخص کی ہے جو دلدل میں دھنس گیا ہو اور اندھے کنویں میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔ اور تم نے اپنے کو اس بلندی تک پہونچانا چاہا ہے جس کا حصول مشکل ہے اور جس کے نشانات گم ہو گئے ہیں اور جہاں تک عقاب پرواز نہیں کر سکتا ہے اور اس کی بلندی ستارہ عیوق سے ٹکر لے رہی ہے۔

حاشا وکلا یہ کہاں ممکن ہے کہ تم میرے اقتدار کے بعد مسلمانوں کے حل و عقد کے مالک بن جاؤ یا میں تمہیں کسی ایک شخص پر بھی حکومت کرنے کا پروانہ یا دستاویز دے دوں۔ لہٰذا ابھی غنیمت ہے کہ اپنے نفس کا تدارک کرو اور اس کے بارے میں غور و فکر کرو کہ اگر تم نے اس وقت تک کوتاہی سے کام لیا جب اللہ کے بندے اٹھ کھڑے ہوں تو تمہارے سارے راستے بند ہو جائیں گے اور پھر اس بات کا بھی موقع نہ دیا جائے گا جو آج قابل قبول ہے۔ والسلام

۶۶۔ آپ کا مکتوب گرامی

(عبداللہ بن عباس کے نام۔ جس کا تذکرہ پہلے بھی دوسرے الفاظ میں ہو چکا ہے)

اما بعد! انسان کبھی کبھی ایسی چیز کو پا کر بھی خوش ہو جاتا ہے جو جانے والی نہیں تھی اور ایسی چیز کو کھو کر رنجیدہ ہو جاتا ہے جو ملنے والی نہیں تھی لہٰذا خبردار تمہارے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت کسی لذت کا حصول یا جذبۂ انتقام ہی نہ بن جائے بلکہ بہترین نعمت باطل کے مٹانے اور حق کے زندہ کرنے کو سمجھو اور تمہارا سرور ان اعمال سے ہو جنھیں پہلے بھیج دیا ہے اور تمہارا افسوس ان امور پر ہو جسے چھوڑ کر چلے گئے ہو اور تمامتر فکر موت کے بعد کے مرحلہ کے بارے میں ہونی چاہئے۔

۶۷۔ آپ کا مکتوب گرامی

(مکہ کے عامل قثم بن العباس کے نام)

---

[۱] معاویہ نے حضرت سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر اسے ولیعہدی کا عہدہ دے دیا جائے تو وہ بیعت کرنے کے لئے تیار ہے اور پھر خون عثمان کوئی مسئلہ نہ رہ جائے گا۔ آپ نے بالکل واضح طور پر اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا ہے اور معاویہ پر روشن کر دیا ہے کہ میری حکومت میں تیرے جیسے افراد کی کوئی جگہ نہیں ہے اور تو نے جس مقام کا ارادہ کیا ہے وہ تیری پرواز سے بہت بلند ہے اور وہاں تک جانا تیرے امکان میں نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی اوقات کا ادراک کر لے اور راہ راست پر آجائے۔

أَمَّا بَعْدُ، فَأَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ، وَ ذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ، وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ[1]، فَأَفْتِ الْمُسْتَفْتِيَ، وَ عَلِّمِ الْجَاهِلَ، وَذَاكِرِ الْعَالِمَ، وَلَا يَكُنْ لَكَ إِلَى النَّاسِ سَفِيرٌ إِلَّا لِسَانُكَ، وَ لَا حَاجِبٌ إِلَّا وَجْهُكَ، وَلَا تَحْجُبَنَّ ذَا حَاجَةٍ عَنْ لِقَائِكَ بِهَا[2]، فَإِنَّهَا إِنْ ذِيدَتْ عَنْ أَبْوَابِكَ فِي أَوَّلِ وِرْدِهَا لَمْ تُحْمَدْ فِيمَا بَعْدُ عَلَى قَضَائِهَا.

وَانْظُرْ إِلَى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَالِ اللّٰهِ فَاصْرِفْهُ إِلَى مَنْ قِبَلَكَ مِنْ ذَوِي الْعِيَالِ وَالْمَجَاعَةِ، مُصِيباً بِهِ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَالْخَلَّاتِ وَ مَا فَضَلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ إِلَيْنَا لِنَقْسِمَهُ فِيمَنْ قِبَلَنَا.

وَ مُرْ أَهْلَ مَكَّةَ أَلَّا يَأْخُذُوا مِنْ سَاكِنٍ أَجْراً، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: (سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ) فَالْعَاكِفُ: الْمُقِيمُ بِهِ، وَالْبَادِي: الَّذِي يَحُجُّ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ. وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَ إِيَّاكُمْ لِمَحَابِّهِ وَ السَّلَامُ.

۶۸

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى سلمان الفارسي رحمهُ اللّٰه قبل أيام خلافته

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ الْحَيَّةِ: لَيِّنٌ مَسُّهَا، قَاتِلٌ سَمُّهَا، فَأَعْرِضْ عَمَّا يُعْجِبُكَ فِيهَا، لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكَ مِنْهَا؛ وَضَعْ عَنْكَ هُمُومَهَا، لِمَا أَيْقَنْتَ بِهِ مِنْ فِرَاقِهَا، وَ تَصَرُّفِ حَالَاتِهَا؛ وَ كُنْ آنَسَ مَا تَكُونُ بِهَا، أَحْذَرَ مَا تَكُونُ مِنْهَا؛ فَإِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا اطْمَأَنَّ فِيهَا إِلَى سُرُورٍ أَشْخَصَتْهُ عَنْهُ إِلَى مَحْذُورٍ، أَوْ إِلَى إِينَاسٍ أَزَالَتْهُ عَنْهُ إِلَى إِيحَاشٍ! وَ السَّلَامُ.

ایام اللہ - دشمنان خدا کے لئے روز عذاب

عَصْرَيْن - صبح و شام

ذِيْدَت - ہٹا دیے گئے

وِرْد - وردر

خَلّة - حاجت

محاب - محبوب اعمال

اَشْخَصَتْهُ - بھیج دیتی ہے

(۱) بعض روایات میں عصرین سے مراد نماز صبح اور نماز عصر کو لیا گیا ہے کہ ایک زمانہ کے اس سرے پر ہوتی ہے اور دوسری اُس سرے پر ہوتی ہے

(۲) یہ ایک عظیم سیاسی نکتہ ہے جس کی طرف ہر سماجی انسان کو متوجہ رہنا چاہئے کہ حاجتمند انسان بڑی امیدیں لے کر آتا ہے اور اس کے نظریات کا فیصلہ پہلے ہی لمحہ میں ہو جاتا ہے لہٰذا اگر انسان نے اس لمحہ حاجت روائی کر دی تو زندگی بھر ممنون کرم رہتا ہے - ورنہ اس لمحہ انکار کر دینے کے بعد دولت قارون بھی دیدے تو دل کی گرہ کھل نہیں پاتی ہے اور ایک طرح کی بدظنی آخر وقت تک باقی رہ جاتی ہے

مصادر کتاب ۶۸ اصول کافی ۲ ص۱۳۶، ارشاد مفید ص۱۲۴، دستور معالم الحکم قضاعی ص۳۷، تنبیہ الخواطر ص۱۳۳، تحف العقول ص۳۹۶، مشکوٰۃ الانوار طبرسی ص۲۳۹، الحکمۃ الخالدۃ ابن مسکویہ ص۱۱۱

امابعد! لوگوں کے لئے حج کے قیام کا انتظام کرو اور انھیں اللہ کے یادگار دنوں کو یاد دلاؤ۔ صبح و شام عمومی جلسہ رکھو۔ سوال کرنے والوں کے سوالات کے جوابات دو۔ جاہل کو علم دو اور علماء سے تذکرہ کرو۔ لوگوں تک تمھارا کوئی ترجمان تمھاری زبان کے علاوہ نہ ہو اور تمھارا کوئی دربان تمھارے چہرہ کے علاوہ نہ ہو۔ کسی ضرورت مند کو ملاقات سے مت روکنا کہ اگر پہلی ہی مرتبہ اسے واپس کر دیا گیا تو اس کے بعد کام کر بھی دو گے تو تمھاری تعریف نہ کی جائے گی۔ جو اموال تمھارے پاس جمع ہو جائیں ان پر نظر رکھو اور تمھارے یہاں جو عیال دار اور بھوکے پیاسے لوگ ہیں ان پر صرف کر دو بشرطیکہ انھیں واقعی محتاجوں اور ضرورتمندوں تک پہونچا دو اور اس کے بعد جو بچ جائے وہ میرے پاس بھیج دو تاکہ یہاں کے محتاجوں پر تقسیم کر دیا جائے۔

اہل مکہ سے کہو کہ خبردار مکانات کا کرایہ نہ لیں کہ پروردگار نے مکہ کو مقیم اور مسافر دونوں کے لئے برابر قرار دیا ہے ــ (عاکف مقیم کو کہا جاتا ہے اور بادی جو باہر سے حج کرنے کے لئے آتا ہے) اللہ ہمیں اور تمھیں اپنے پسندیدہ اعمال کی توفیق دے۔ والسلام

۶۸۔ آپ کا مکتوب گرامی

(جناب سلمان فارسی کے نام ــ اپنے دورِ خلافت سے پہلے)

امابعد! اس دنیا کی مثال صرف سانپ جیسی ہے جو چھونے میں انتہائی نرم ہوتا ہے لیکن اس کا زہر انتہائی قاتل ہوتا ہے۔ اس میں جو چیز اچھی لگے اس سے بھی کنارہ کشی کرو کہ اس میں سے ساتھ جانے والا بہت کم ہے۔ اس کے ہم و غم کو اپنے سے دور رکھو کہ اس سے جدا ہونا یقینی ہے اور اس کے حالات بدلتے ہی رہتے ہیں۔ اس سے جس وقت زیادہ انس محسوس کرو اس وقت زیادہ ہوشیار رہو کہ اس کا ساتھی جب بھی کسی خوشی کی طرف سے مطمئن ہوتا ہے یہ اسے کسی ناخوشگوار کے حوالے کر دیتی ہے اور انس سے نکال کر وحشت کے حالات تک پہونچا دیتی ہے۔ والسلام

[1] کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ امر وجوبی نہیں ہے اور صرف استحبابی اور احترامی ہے ورنہ حضرتؑ نے جس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا ہے اس کا تعلق مسجد الحرام سے ہے۔ سارے مکہ سے نہیں ہے اور مکہ کو مسجد الحرام مجازاً کہا جاتا ہے جس طرح کہ آیت معراج میں جناب ام ہانی کے مکان کو مسجد الحرام قرار دیا گیا ہے۔ ویسے یہ مسئلہ علماء اسلام میں اختلافی حیثیت رکھتا ہے اور ابوحنیفہ نے سارے مکہ کے مکانات کو کرایہ پر دینے کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی دلیل عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کو قرار دیا گیا ہے جو علماء شیعہ کے نزدیک قطعاً معتبر نہیں ہے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو اہل مکہ اپنے کو حنفی کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں وہ بھی ایام حج کے دوران دُگنا چوگنا بلکہ دس گنا کرایہ وصول کرنے ہی کو اسلام اور حرم الٰہی کی خدمت تصور کرتے ہیں ــ اور حجاج کرام کو "ضیوف الرحمان" قرار دے کر انھیں "ارض الرحمان" پر قیام کرنے کا حق نہیں دیتے ہیں۔

٦٩

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى الحارث الهمداني

وَ تَمَسَّكْ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ وَاسْتَنْصِحْهُ، وَ أَحِلَّ حَلَالَهُ، وَ حَرِّمْ حَرَامَهُ، وَ صَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ، وَاعْتَبِرْ بِمَا مَضَى مِنَ الدُّنْيَا لِمَا بَقِيَ مِنْهَا، فَإِنَّ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضاً، وَ آخِرَهَا لَاحِقٌ بِأَوَّلِهَا! وَ كُلُّهَا حَائِلٌ مُفَارِقٌ. وَ عَظِّمِ اسْمَ اللّٰهِ أَنْ تَذْكُرَهُ إِلَّا عَلَى حَقٍّ، وَ أَكْثِرْ ذِكْرَ الْمَوْتِ وَ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَ لَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ إِلَّا بِشَرْطٍ وَثِيقٍ. وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يَرْضَاهُ صَاحِبُهُ لِنَفْسِهِ، وَ يُكْرَهُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ. وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يُعْمَلُ بِهِ فِي السِّرِّ، وَ يُسْتَحَى مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ، وَ احْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ إِذَا سُئِلَ عَنْهُ صَاحِبُهُ أَنْكَرَهُ أَوِ اعْتَذَرَ مِنْهُ. وَ لَا تَجْعَلْ عِرْضَكَ غَرَضاً لِنِبَالِ الْقَوْلِ، وَ لَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَا سَمِعْتَ بِهِ، فَكَفَى بِذٰلِكَ كَذِباً. وَ لَا تَرُدَّ عَلَى النَّاسِ كُلَّ مَا حَدَّثُوكَ بِهِ، فَكَفَى بِذٰلِكَ جَهْلاً. وَاكْظِمِ الْغَيْظَ، وَ تَجَاوَزْ عِنْدَ الْمَقْدَرَةِ، وَاحْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ، وَاصْفَحْ مَعَ الدَّوْلَةِ، تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ. وَاسْتَصْلِحْ كُلَّ نِعْمَةٍ أَنْعَمَهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ، وَ لَا تُضَيِّعَنَّ نِعْمَةً مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عِنْدَكَ، وَلْيُرَ عَلَيْكَ أَثَرُ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ بِهِ عَلَيْكَ.

وَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُهُمْ تَقْدِمَةً مِنْ نَفْسِهِ وَ أَهْلِهِ وَ مَالِهِ، فَإِنَّكَ مَا تُقَدِّمْ مِنْ خَيْرٍ يَبْقَ لَكَ ذُخْرُهُ، وَ مَا تُؤَخِّرْهُ يَكُنْ لِغَيْرِكَ خَيْرُهُ. وَاحْذَرْ صَحَابَةَ (مصاحبة) مَنْ يَفِيلُ رَأْيُهُ، وَ يُنْكَرُ عَمَلُهُ، فَإِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ بِصَاحِبِهِ. وَاسْكُنِ الْأَمْصَارَ الْعِظَامَ فَإِنَّهَا جِمَاعُ الْمُسْلِمِينَ، وَاحْذَرْ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَاءِ وَ قِلَّةَ الْأَعْوَانِ عَلَى طَاعَةِ اللّٰهِ. وَاقْصُرْ رَأْيَكَ عَلَى مَا يَعْنِيكَ. وَ إِيَّاكَ وَ مَقَاعِدَ (معاقد) الْأَسْوَاقِ، فَإِنَّهَا مَحَاضِرُ الشَّيْطَانِ وَ مَعَارِيضُ الْفِتَنِ. وَ أَكْثِرْ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى مَنْ فُضِّلْتَ عَلَيْهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الشُّكْرِ. وَ لَا تُسَافِرْ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ حَتَّى تَشْهَدَ الصَّلَاةَ إِلَّا فَاصِلاً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ فِي أَمْرٍ تُعْذَرُ بِهِ. وَأَطِعِ اللّٰهَ فِي جَمِيعِ أُمُورِكَ، فَإِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ فَاضِلَةٌ عَلَى مَا سِوَاهَا.

اِعتبر۔ عبرت حاصل کرو
حائل۔ زائل
وثیق۔ محکم
مع الدولہ۔ وقت اقتدار
تقدمہ۔ کارخیر
فال الرائی۔ رائے کی کمزوری
معاریض۔ سبب پرکا تیر
فاصلا۔ نکل پڑنے والا

(۱) یہ امیرالمومنینؑ کے مقرب اصحاب میں تھے اور صاحب فقہ و اجتہاد تھے حضرت نے انھیں بشارت دی تھی کہ تم مجھے وقت موت، صراط پر اور حوض کوثر کے کنارے دیکھو گے جس کی طرف حضرت نے ایک شعر میں بھی اشارہ کیا تھا۔ شیخ بہائیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حارث ہمدانی میرے جد اعلیٰ تھے

(۲) اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان ماڈرن قسم کی زندگی گذارے اور چھوٹی جگہوں سے پرہیز کرے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کا اجتماع زیادہ رہتا ہے تو ان کے حالات، معاملات، اختلافات، مشکلات کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور اس طرح مسائل کو آسانی حل کیا جا سکتا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ سماج کے سارے فسادات کو سمجھنے کا ذریعہ صرف بڑے شہر ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے

مصادر کتاب ۶۹ غرر الحکم آمدی ص۴۶، شرح ابن میثم ۵ ص۲۲۱

۶۹۔ آپ کا مکتوب گرامی[1]
(حارث ہمدانی کے نام)

قرآن کی ریسمان ہدایت سے وابستہ رہو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔ اس کے حلال کو حلال قرار دو اور حرام کو حرام (قرار دو)۔ حق
(کی) گذشتہ باتوں کی تصدیق کرو اور دنیا کے ماضی سے اس کے مستقبل کے لئے عبرت حاصل کرو کہ اس کا ایک حصہ دوسرے سے
شابہت رکھتا ہے اور آخر اول سے ملحق ہونے والا ہے اور سب کا سب زائل ہونے والا اور جدا ہوجانے والا ہے۔ نام خدا
(کو) اس قدر عظیم قرار دو کہ سوائے حق کے کسی موقع پر استعمال نہ کرو۔ موت اور اس کے بعد کے حالات کو برابر یاد کرتے رہو اور
(مو)ت کی آرزو اس وقت تک نہ کرو جب تک مستحکم اسباب نہ فراہم ہوجائیں۔ ہر اس کام سے پرہیز کرو جسے آدمی اپنے لئے پسند کرتا
ہو اور عام مسلمانوں کے لئے ناپسند کرتا ہو اور ہر اس کام سے بچتے رہو جو تنہائی میں کیا جا سکتا ہو اور علی الاعلان انجام دینے میں
(ش)رم محسوس کی جاتی ہو اور اسی طرح ہر اُس کام سے پرہیز کرو جس کے کرنے والے سے پوچھ لیا جائے تو یا انکار کردے یا معذرت
کرے۔ اپنی آبرو کو لوگوں کے تیر ملامت کا نشانہ نہ بناؤ اور ہر سُنی ہوئی بات کو بیان نہ کردو کہ یہ حرکت بھی جھوٹ ہونے کے
لئے کافی ہے — اور اسی طرح لوگوں کی ہر بات کی تردید بھی نہ کردو کہ یہ امر جہالت کے لئے کافی ہے۔ غصّہ کو ضبط کرو۔ طاقت
(ر)کھنے کے بعد لوگوں کو معاف کرو۔ غضب میں حلم کا مظاہرہ کرو۔ اقتدار پاکر درگذر کرنا سیکھو تاکہ انجام کار تمھارے لئے رہے۔
(ال)لہ نے جو نعمتیں دی ہیں انھیں درست رکھنے کی کوشش کرو اور اس کی کسی نعمت کو برباد نہ کرنا بلکہ ان نعمتوں کے آثار تمھاری
(ز)ندگی میں واضح طور پر نظر آئیں۔

اور یاد رکھو کہ تمام مومنین میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے نفس، اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کی طرف سے
(خ)یرات کرے کہ یہی پہلے جانے والا خیر وہاں جاکر ذخیرہ ہوجاتا ہے اور تم جو کچھ چھوڑ کر چلے جاؤ گے وہ تمھارے غیر کے کام
آئے گا۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرنا جس کی رائے کمزور اور اس کے اعمال ناپسندیدہ ہوں کہ ہر ساتھی کا قیاس اس کے
ساتھی پر کیا جاتا ہے۔ سکونت کے لئے بڑے شہروں کا انتخاب کرو[2] کہ وہاں مسلمانوں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے اور ان جگہوں
سے پرہیز کرو جو غفلت، بیوفائی اور اطاعت خدا میں مددگاروں کی قلت کے مرکز ہوں۔ اپنی فکر کو صرف کام کی باتوں میں استعمال
کرو اور خبردار بازاری اڈوں پر مت بیٹھنا کہ یہ شیطان کی حاضری کی جگہیں اور فتنوں کے مرکز ہیں۔ زیادہ حصہ ان افراد پر نگاہ رکھو
جن سے پروردگار نے تمھیں بہتر قرار دیا ہے کہ یہ بھی شکر خدا کا ایک راستہ ہے۔ جمعہ[3] کے دن نماز پڑھے بغیر سفر نہ کرنا مگر یہ کہ
راہ خدا میں جا رہے ہو یا کسی ایسے کام میں جو تمھارے لئے عذر بن جائے اور تمام امور میں پروردگار کی اطاعت کرتے رہنا کہ
اطاعت خدا دنیا کے تمام کاموں سے افضل اور بہتر ہے۔

[3] واضح رہے کہ جمعہ کے دن تعطیل کوئی اسلامی قانون نہیں ہے۔ صرف مسلمانوں کا ایک طریقہ ہے۔ ورنہ اسلام نے صرف بقدر نماز
کاروبار بند کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد فوراً یہ حکم دیا ہے کہ زمین میں منتشر ہوجاؤ اور رزق خدا تلاش کرو۔ مگر افسوس کہ جمعہ کی
تعطیل کے بہترین روز عبادت کو بھی عیاشیوں اور بدکاریوں کا دن بنا دیا گیا اور انسان سب سے زیادہ نکمّا اور ناکارہ اسی دن ہوتا
ہے۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون

وَ خَادِعْ نَفْسَكَ فِي الْعِبَادَةِ، وَارْفُقْ بِهَا وَ لَا تَقْهَرْهَا، وَ خُذْ عَفْوَهَا وَ نَشَاطَهَا، إِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوباً عَلَيْكَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَضَائِهَا وَ تَعَاهُدِهَا عِنْدَ مَحَلِّهَا. وَ إِيَّاكَ أَنْ يَنْزِلَ بِكَ الْمَوْتُ وَ أَنْتَ آبِقٌ مِنْ رَبِّكَ فِي طَلَبِ الدُّنْيَا. وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ، فَإِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ. وَ وَقِّرِ اللَّهَ، وَ أَحْبِبْ (أحب) أَحِبَّاءَهُ. وَاحْذَرِ الْغَضَبَ، فَإِنَّهُ جُنْدٌ عَظِيمٌ مِنْ جُنُودِ إِبْلِيسَ، وَ السَّلَامُ.

٧٠

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى سهل بن حنيف[1] الانصاري و هو عامله على المدينة، في معنى قوم من أهلها لحقوا بمعاوية:

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رِجَالاً مِمَّنْ قِبَلَكَ يَتَسَلَّلُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَلَا تَأْسَفْ عَلَى مَا يَفُوتُكَ مِنْ عَدَدِهِمْ، وَ يَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَدَدِهِمْ، فَكَفَى لَهُمْ غَيّاً، وَ لَكَ مِنْهُمْ شَافِياً، فِرَارُهُمْ مِنَ الْهُدَى وَ الْحَقِّ، وَ إِيضَاعُهُمْ إِلَى الْعَمَى وَ الْجَهْلِ؛ وَ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُ دُنْيَا مُقْبِلُونَ عَلَيْهَا، وَ مُهْطِعُونَ إِلَيْهَا، وَ قَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ وَ رَأَوْهُ، وَ سَمِعُوهُ وَ وَعَوْهُ، وَ عَلِمُوا أَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِي الْحَقِّ أُسْوَةٌ، فَهَرَبُوا إِلَى الْأَثَرَةِ فَبُعْداً لَهُمْ وَ سُحْقاً. إِنَّهُمْ - وَاللَّهِ - لَمْ يَنْفِرُوا مِنْ جَوْرٍ، وَ لَمْ يَلْحَقُوا بِعَدْلٍ، وَ إِنَّا لَنَطْمَعُ فِي هَذَا الْأَمْرِ أَنْ يُذَلِّلَ اللَّهُ لَنَا صَعْبَهُ، وَ يُسَهِّلَ لَنَا حَزْنَهُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، وَ السَّلَامُ.

٧١

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى المنذر بن[2] الجارود العبدي، و قد خان في بعض ما ولّاه من أعماله

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ صَلَاحَ أَبِيكَ غَرَّنِي مِنْكَ، وَ ظَنَنْتُ أَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيَهُ، وَ تَسْلُكُ سَبِيلَهُ، فَإِذَا أَنْتَ فِيمَا رُقِّيَ إِلَيَّ عَنْكَ لَا تَدَعُ لِهَوَاكَ انْقِيَاداً، وَ لَا تُبْقِي لِآخِرَتِكَ عَتَاداً. تَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ آخِرَتِكَ، وَ تَصِلُ عَشِيرَتَكَ بِقَطِيعَةِ دِينِكَ. وَ لَئِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ حَقّاً، لَجَمَلُ أَهْلِكَ وَ شِسْعُ نَعْلِكَ خَيْرٌ مِنْكَ، وَ مَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسَدَّ بِهِ ثَغْرٌ، أَوْ يُنْفَذَ بِهِ أَمْرٌ، أَوْ يُعْلَى لَهُ قَدْرٌ، أَوْ يُشْرَكَ

عفو - فرصت
آبق - بھاگا ہوا
قبلک - تمہارے پاس
یتسللون - کھسک رہے ہیں
غیّ - گمراہی
ایضاع - تیز رفتاری
مھطع - تیز رفتار
اثرہ - خود غرضی
سحقا - بربادی
حزن - ناہمواری
رُقّی الیک - پہنچایا گیا ہے
ہدی - طریقہ
عتاد - ذخیرہ
شسع - تسمہ

[1] یہ عثمان بن حنیف کے بھائی تھے اور حضرت کے مقربین میں شامل تھے جنگ بدر میں رسول اکرم کے ساتھ رہے اور احد میں بھی مسلمانوں کے فرار کر جانے کے بعد ثابت قدم رہے حضرت نے انھیں مدینہ کا حاکم قرار دیا تھا جس طرح کہ عثمان بصرہ کے والی تھے

[2] جارود بن خنیس عیسائی تھے اور رسول اکرم کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کے بعد جب لوگ مرتد ہونے لگے تو یہ خود بھی ثابت قدم رہے اور قوم کو بھی روک کر رکھا۔

مصادر کتاب ٧٠ انساب الاشراف ٢ ص١٥٧، تاریخ ابن واضح ٢ ص١٩٢، بشارۃ المصطفیٰ ص٢٣٥، امالی صدوق ص٣٠٧، تاریخ یعقوبی

مصادر کتاب ٧١ انساب الاشراف ٢ ص١٦٣، تاریخ ابن واضح ٢ ص١٩٣، تاریخ یعقوبی ٢ ص١٤٩

اپنے نفس کو بہانے کر کے عبادت کی طرف لے آؤ اور اس کے ساتھ نرمی برتو۔ جبر نہ کرو اور اس کی فرصت اور فارغ البالی سے فائدہ اٹھاؤ۔ مگر جن فرائض کو پروردگار نے تمہارے ذمہ لکھ دیا ہے انھیں بہرحال انجام دینا ہے اور ان کا خیال رکھنا ہے اور دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ تمھیں اس حال میں موت آجائے کہ تم طلب دنیا میں پروردگار سے بھاگ رہے ہو۔ اور خبردار فاسقوں کی صحبت اختیار نہ کرنا کہ شر بالآخر شر سے مل جاتا ہے۔ اللہ کی عظمت کا اعتراف کرو اور اس کے محبوب بندوں سے محبت کرو اور غصہ سے اجتناب کرو کہ یہ شیطان کے لشکروں میں سب سے عظیم تر لشکر ہے۔ والسلام

۷۰۔ آپ کا مکتوب گرامی

(عامل مدینہ سہل بن حنیف انصاری کے نام۔ جب آپ کو خبر ملی کہ ایک قوم معاویہ سے جا ملی ہے)

امابعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے یہاں کے کچھ لوگ چپکے سے معاویہ کی طرف کھسک گئے ہیں تو خبردار تم اس عدد کے کم ہو جانے اور اس طاقت کے چلے جانے پر ہرگز افسوس نہ کرنا کہ ان لوگوں کی گمراہی اور تمہارے سکون نفس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ لوگ حق و ہدایت سے بھاگے ہیں اور گمراہی اور جہالت کی طرف دوڑ پڑے ہیں۔ یہ اہل دنیا ہیں لہٰذا اسی کی طرف متوجہ ہیں اور دوڑ لگا رہے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے انصاف کو پہچانا بھی ہے اور دیکھا بھی ہے۔ سنا بھی ہے اور سمجھے بھی ہیں اور انھیں معلوم ہے کہ حق کے معاملہ میں ہمارے یہاں تمام لوگ برابر کی حیثیت رکھتے ہیں اسی لئے یہ لوگ خود غرضی کی طرف بھاگ نکلے۔ خدا انھیں غارت کرے اور تباہ کر دے۔

خدا کی قسم ان لوگوں نے ظلم سے فرار نہیں کیا ہے اور نہ عدل سے ملحق ہوئے ہیں۔ اور ہماری خواہش صرف یہ ہے کہ پروردگار اس معاملہ میں دشواریوں کو آسان بنا دے اور ناہمواری کو ہموار کر دے۔

۷۱۔ آپ کا مکتوب گرامی

(منذر بن جارود عبدی کے نام۔ جس نے بعض اعمال میں خیانت سے کام لیا تھا)

امابعد! تیرے باپ کی شرافت نے مجھے تیرے بارے میں دھوکہ میں رکھا اور میں سمجھا کہ تو اسی کے راستہ پر چل رہا ہے اور اسی کے طریقہ پر گامزن ہے۔ لیکن تازہ ترین اخبار سے اندازہ ہوتا ہے کہ تو نے خواہشات کی پیروی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے اور آخرت کے لئے کوئی ذخیرہ نہیں کیا ہے۔ آخرت کو برباد کر کے دنیا کو آباد کر رہا ہے اور دین سے رشتہ توڑ کر قبیلہ سے رشتہ جوڑ رہا ہے۔ اگر میرے پاس آنے والی خبریں صحیح ہیں تو تیرے گھر والوں کا اونٹ اور تیرے جوتہ کا تسمہ بھی تجھ سے بہتر ہے اور جو تیرا جیسا ہو اس کے ذریعہ نہ رخنہ کو بند کیا جا سکتا ہے نہ کسی امر کو نافذ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کے مرتبہ کو بلند کیا جا سکتا ہے نہ اسے کسی امانت میں شریک کیا جا سکتا ہے۔

فِي أَمَـانَتِهِ، أَوْ يُـؤْمَنَ عَـلَىٰ جِـبَايَةٍ (خيانة) فَأَقْـبِلْ إِلَيَّ حِـينَ يَصِلُ إِلَـيْكَ كِتَـابِي هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

قال الرضي: وَ المنذر بن الجارود هذا هو الذي قال فيه أمير المؤمنين ﴿ع﴾: إِنَّهُ لَنَظَّارٌ فِي عِطْفَيْهِ مختال فِي بُرْدَيْهِ تَفَّالٌ فِي شِرَاكَيْهِ.

٧٢

و من كتاب له ﴿ع﴾

الى عبدالله بن العباس

أَمَّـا بَـعْدُ، فَـإِنَّكَ لَسْتَ بِسَـابِقٍ أَجَـلَكَ، وَ لَا مَـرْزُوقٍ مَا لَيْسَ لَكَ، وَاعْلَمْ بِأَنَّ الدَّهْـرَ يَـوْمَانِ: يَـوْمٌ لَكَ وَ يَـوْمٌ عَـلَيْكَ، وَ أَنَّ الدُّنْـيَا دَارُ دُوَلٍ، فَمَا كَـانَ مِـنْهَا لَكَ أَتَـاكَ عَـلَىٰ ضَـعْفِكَ، وَ مَـا كَـانَ مِـنْهَا عَـلَيْكَ لَمْ تَـدْفَعْهُ بِـقُوَّتِكَ.

٧٣

و من كتاب له ﴿ع﴾

إلى معاوية

أَمَّـا بَـعْدُ، فَـإِنِّي عَـلَىٰ التَّرَدُّدِ فِي جَـوَابِكَ، وَالِاسْـتِمَاعِ إِلَىٰ كِـتَابِكَ لَمُـوَهِّنٌ (مُـوْهِن) رَأْيِـي، وَ مُخَـطِّئٌ فِـرَاسَـتِي. وَ إِنَّكَ إِذْ تُحَـاوِلُنِي الْأُمُـورَ وَ تُـرَاجِـعُنِي السُّـطُورَ، كَـالْمُسْتَثْقِلِ النَّـائِمِ تَكْـذِبُهُ أَحْـلَامُهُ وَ الْمُـتَحَيِّرِ الْـقَائِمِ يَـبْهَظُهُ مَـقَامُهُ، لَا يَـدْرِي أَلَـهُ مَـا يَأْتِي أَمْ عَـلَيْهِ، وَ لَسْتَ بِـهِ، غَـيْرَ أَنَّـهُ بِكَ شَبِيهٌ.

وَ أُقْـسِمُ بِـاللّٰهِ إِنَّـهُ لَـوْلَا بَـعْضُ الْإِسْـتِبْقَاءِ لَـوَصَلَتْ إِلَـيْكَ مِنِّي قَـوَارِعُ (نـوازع)، تَـقْرَعُ الْـعَظْمَ، وَ تَـهْلِسُ اللَّـحْمَ! وَاعْـلَمْ أَنَّ الشَّيْطَانَ قَـدْ ثَـبَّطَكَ عَـنْ أَنْ تُـرَاجِـعَ أَحْسَـنَ أُمُـورِكَ، وَ تَأْذَنَ لِمَـقَالِ نَـصِيحَتِكَ وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ.

٧٤

و من حلف له ﴿ع﴾

كتبه بين ربيعة واليمن و نقل من خط هشام بن الكلبي

هٰـذَا مَـا اجْـتَمَعَ عَـلَيْهِ أَهْـلُ الْـيَمَنِ حَـاضِرُهَا وَ بَـادِيهَا، وَ رَبِيعَةُ حَـاضِرُهَا وَ بَـادِيهَا، أَنَّهُـمْ عَـلَىٰ كِـتَابِ اللّٰـهِ يَـدْعُونَ إِلَـيْهِ، وَ يَأْمُـرُونَ

عِطْفَيْهِ - دونوں بازو
بُرْدَيْهِ - دونوں چادروں
شِرَاكَيْهِ - جوتی کے تسمے
مختال - مغرور
دُوَل - انقلابات
موہن - کمزور کر دینے والا
فراست - ہوشیاری
تحاول - کوشش کرتے ہو
بہظ - مشکل ہونا
استبقاء - باقی رکھنا
قوارع - مصائب
تقرع - توڑ دیتی ہے
تہلس - پگھلا دیتی ہے
ثبّط - روک دیا ہے
تأذن - سن سکے
حاضر - شہری
بادی - صحرائی

(١) بقول ابن ابی الحدید میں خود اپنے نفس کی ملامت کر رہا ہوں کہ میں نے کیوں تجھے منہ لگایا کہ تو خط لکھے اور میں جواب دوں یا میں جواب دوں اور تو دوبارہ خط لکھے کہ تجھ جیسا انسان اس قابل نہیں ہے!

مصادر کتاب ۷۲ تحف العقول ص۲۰۷، روضۃ الکافی ص۲۱، مجمع الامثال ۲ ص۳۲۷
مصادر کتاب ۷۳ الطراز السید الیمانی ۲ ص۲۹۳
مصادر کتاب ۷۴ کتاب خطب علی کرم اللہ وجہہ ہشام بن الکلبی (متوفی ۲۰۵ھ)

مال کی جمع آوری پر امین سمجھا جائے لہٰذا جیسے ہی میرا یہ خط ملے فوراً میری طرف چل پڑو ۔ انشاء اللہ

سید رضیؒ ۔ منذر بن الجارود ۔ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں امیرالمومنینؑ نے فرمایا تھا کہ یہ اپنے بازوؤں کو برابر دیکھتا رہتا ہے اور اپنی چادروں میں جھوم کر چلتا ہے اور جوتی کے تسموں کو پھونکتا رہتا ہے (یعنی انتہائی مغرور اور متکبر قسم کا آدمی ہے) ۔

۷۲ ۔ آپ کا مکتوب گرامی

(عبداللہ بن عباس کے نام)

امابعد! نہ تم اپنی مدت حیات سے آگے بڑھ سکتے ہو اور نہ اپنے رزق سے زیادہ حاصل کر سکتے ہو ۔ اور یاد رکھو کہ زمانہ کے دو دن ہوتے ہیں ۔ ایک تمھارے حق میں اور ایک تمھارے خلاف اور یہ دنیا ہمیشہ کروٹیں بدلتی رہتی ہے لہٰذا جو تمھارے حق میں ہے وہ کمزوری کے باوجود تم تک آجائے گا اور جو تمھارے خلاف ہے اسے طاقت کے باوجود تم نہیں ٹال سکتے ہو ۔

۷۳ ۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے نام)

امابعد! میں تم سے خط و کتابت کرنے اور تمھاری بات سننے میں اپنی رائے کی کمزوری اور اپنی دانشمندی کی غلطی کا احساس کر رہا ہوں اور تم بار بار مجھ سے اپنی بات منوانے اور خط و کتابت جاری رکھنے کی کوشش کرنے میں ایسے ہی ہو جیسے کوئی بستر پر لیٹا خواب دیکھ رہا ہو اور اس کا خواب غلط ثابت ہو یا کوئی حیرت زدہ منہ اٹھائے کھڑا ہو اور یہ قیام بھی اسے مہنگا پڑے اور یہی نہ معلوم ہو کہ آنے والی چیز اس کے حق میں مفید ہے یا مضر ۔ تم بالکل یہی شخص نہیں ہو لیکن اسی کے جیسے ہو اور خدا کی قسم کہ اگر کسی حد تک باقی رکھنا میری مصلحت نہ ہوتا تو تم تک ایسے حوادث آتے جو ہڈیوں کو توڑ دیتے اور گوشت کا نام تک نہ چھوڑتے اور یاد رکھو کہ یہ شیطان نے تمھیں بہترین امور کی طرف رجوع کرنے اور عمدہ ترین نصیحتوں کے سننے سے روک رکھا ہے ۔ اور سلام اس کے اہل پر ۔

۷۴ ۔ آپ کا معاہدہ

(جسے ربیعہ اور اہل یمن کے درمیان تحریر فرمایا ہے اور یہ ہشام کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے)

یہ وہ عہد ہے جس پر اہل یمن[1] کے شہری اور دیہاتی اور قبیلہ ربیعہ کے شہری اور دیہاتی سب نے اتفاق کیا ہے کہ سب کے سب کتاب خدا پر ثابت رہیں گے اور اسی کی دعوت دیں گے ۔

---

[1] عرب کے وہ قبائل جن کا سلسلۂ نسب قحطان بن عامر تک پہونچتا ہے انھیں یمن سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جن کا سلسلہ ربیعہ بن نزار سے ملتا ہے انھیں ربیعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ دور جاہلیت میں دونوں میں شدید اختلافات تھے لیکن اسلام لانے کے بعد دونوں متحد ہو گئے ۔ والحمد للہ

مَعتَبہ - سرزنش
إعذار - اتمام حجت
وفد - جماعت
طیرہ - ہلکاپن
حمّال - کثیر الاحتمال

بِـهِ، وَ يُجِيبُونَ مَنْ دَعَا إِلَيْهِ وَ أَمَرَ بِهِ، لَا يَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَناً، وَ لَا يَرْضَوْنَ بِهِ بَدَلاً، وَ أَنَّهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ عَلَىٰ مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَ تَرَكَهُ، أَنْصَارٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ؛ دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ، لَا يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةِ عَاتِبٍ، وَ لَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ، وَ لَا لِاسْتِذْلَالِ قَوْمٍ قَوْماً، وَ لَا لِمَسَبَّةِ (المشية) قَوْمٍ قَوْماً! عَلَىٰ ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَ غَائِبُهُمْ، وَ سَفِيهُهُمْ، وَ عَالِمُهُمْ، وَ حَلِيمُهُمْ وَ جَاهِلُهُمْ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَ مِيثَاقَهُ «إِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْئُولاً».

وكتب: علي بن أبي طالب.

۷۵

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى معاوية في أول ما بويع له

ذكره الواقدي في كتاب «الجمل»

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ:

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ عَلِمْتَ إِعْذَارِي فِيكُمْ، وَ إِعْرَاضِي عَنْكُمْ، حَتَّىٰ كَانَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَ لَا دَفْعَ لَهُ؛ وَالْحَدِيثُ طَوِيلٌ، وَالْكَلَامُ كَثِيرٌ، وَ قَدْ أَدْبَرَ مَا أَدْبَرَ، وَ أَقْبَلَ مَا أَقْبَلَ، فَبَايِعْ مَنْ قِبَلَكَ، وَ أَقْبِلْ إِلَيَّ فِي وَفْدٍ مِنْ أَصْحَابِكَ. وَ السَّلَامُ.

۷۶

و من وصية له (عليه السلام)

لعبد الله بن العباس عند استخلافه إياه على البصرة

سَعِ (مَتِّعْ) النَّاسَ بِوَجْهِكَ وَ مَجْلِسِكَ وَ حُكْمِكَ، وَ إِيَّاكَ وَ الْغَضَبَ فَإِنَّهُ طَيْرَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ. وَاعْلَمْ أَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللّٰهِ يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ، وَ مَا بَاعَدَكَ مِنَ اللّٰهِ يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ.

۷۷

و من وصية له (عليه السلام)

لعبد الله بن العباس لما بعثه للاحتجاج على الخوارج

لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْآنِ، فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَّالٌ ذُو وُجُوهٍ، تَقُولُ

مصادر کتاب ۷۵ کتاب الجمل واقدی (متوفی ۲۰۷ھ) الامامۃ والسیاسۃ ا ص ۸۲

مصادر کتاب ۷۶ الامامۃ والسیاسۃ ا ص ۸۵، الجمل المفید ص ۲۰۸، الطراز السیدالیمانی ۲ ص ۲۹۳، الجمل الواقدی

مصادر کتاب ۷۷ النہایۃ ابن اثیر ا ص ۴۴۴، ربیع الابرار زمخشری (باب الجوابات المسکتہ)

اس کی طرف دعوت دے گا اور اس کے ذریعہ حکم دے گا اس کی دعوت پر لبیک کہیں گے ۔ نہ اس کو کسی قیمت پر فروخت کریں گے اور نہ اس کے کسی بدل پر راضی ہوں گے بلکہ اس امر کے مخالف اور اس کے نظر انداز کرنے والے کے خلاف متحد رہیں گے اور کسی سرزنش کرنے والے کی سرزنش پر اس عہد کو توڑیں گے اور نہ کسی غیظ و غضب سے اس راہ میں متاثر ہوں گے اور نہ کسی قوم کو ذلیل کرنے یا گالی دینے کا وسیلہ قرار دیں گے ۔ اسی بات پر حاضرین بھی قائم رہیں گے اور غائبین بھی ۔ کم عقل بھی کاربند رہیں گے اور عالم بھی ۔ اسی کی پابندی صاحبانِ دانش بھی کریں گے اور جاہل بھی ۔ پھر اس کے بعد ان کے ذمہ عہد الٰہی اور میثاق پروردگار کی پابندی بھی لازم ہوگئی ہے اور عہد الٰہی کے بارے میں روز قیامت بھی سوال کیا جائے گا ـــــــ کاتب علیؑ بن ابی طالب

۷۵ ۔ آپ کا مکتوب گرامی

(معاویہ کے نام ۔ اپنی بیعت کے ابتدائی دور میں ۔ جس کا ذکر واقدی نے کتاب الجمل میں کیا ہے)

بندۂ خدا ۔ امیرالمومنین علیؑ کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام

اما بعد ۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اپنی طرف سے حجت تمام کردی ہے اور تم سے کنارہ کشی کرلی ہے ۔ مگر پھر بھی وہ بات ہو کر رہی جسے ہونا تھا اور جسے ٹالا نہیں جا سکتا تھا ۔ یہ بات بہت لمبی ہے اور اس میں گفتگو بہت طویل ہے لیکن اب جسے گذرنا تھا وہ گذر گیا اور جسے آنا تھا وہ آگیا ۔ اب مناسب یہی ہے کہ اپنے یہاں کے لوگوں سے میری بیعت لے لو اور سب کو لے کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ ـــــ والسلام

۷۶ ۔ آپ کی وصیت

(عبداللہ بن عباس کے لئے ۔ جب انھیں بصرہ کا والی قرار دیا)

لوگوں سے ملاقات کرنے میں ۔ انھیں اپنی بزم میں جگہ دینے میں اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے میں وسعت سے کام لو اور خبردار غیظ و غضب سے کام نہ لینا کہ یہ شیطان کی طرف سے ہلکے پن کا نتیجہ ہے اور یاد رکھو کہ جو چیز اللہ سے قریب بناتی ہے وہی جہنم سے دور کرتی ہے اور جو چیز اللہ سے دور کرتی ہے وہی جہنم سے قریب بنا دیتی ہے ۔

۷۷ ۔ آپ کی وصیت

(عبداللہ بن عباس کے نام ۔ جب انھیں خوارج کے مقابلہ میں اتمام حجت کے لئے ارسال فرمایا)

دیکھو ان سے قرآن کے بارے میں بحث نہ کرنا کہ اس کے بہت سے وجوہ و احتمالات ہوتے ہیں اور اس طرح تم اپنی کہتے رہو گے اور وہ اپنی

وَ يَقُولُونَ، وَ لٰكِنْ حَاجِجْهُمْ (خاصمهم) بِالسُّنَّةِ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوا عَنْهَا مَحِيصاً.

٧٨

و من كتاب له (عليه السلام)

إلى أبي موسى الأشعري جواباً في أمر الحكمين

ذكره سعيد بن يحيى الأموي في كتاب «المغازي»:

فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَيَّرَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ عَنْ كَثِيرٍ مِنْ حَظِّهِمْ، فَمَالُوا مَعَ الدُّنْيَا، وَ نَطَقُوا بِالْهَوَى. وَ إِنِّي نَزَلْتُ مِنْ هٰذَا الأَمْرِ مَنْزِلاً مُعْجِباً، اجْتَمَعَ بِهِ أَقْوَامٌ أَعْجَبَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ، وَ أَنَا أُدَاوِي (أداري) مِنْهُمْ قَرْحاً أَخَافُ أَنْ يَكُونَ عَلَقاً.

وَ لَيْسَ رَجُلٌ - فَاعْلَمْ - أَحْرَصَ عَلَى جَمَاعَةِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - وَ أُلْفَتِهَا مِنِّي، أَبْتَغِي بِذٰلِكَ حُسْنَ الثَّوَابِ، وَ كَرَمَ الْمَآبِ. وَ سَأَفِي بِالَّذِي وَأَيْتُ عَلَى نَفْسِي، وَ إِنْ تَغَيَّرْتَ عَنْ صَالِحِ مَا فَارَقْتَنِي عَلَيْهِ، فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَا أُوتِيَ مِنَ الْعَقْلِ، وَالتَّجْرِبَةِ، وَ إِنِّي لَأَعْبَدُ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ بِبَاطِلٍ، وَ أَنْ أُفْسِدَ أَمْراً قَدْ أَصْلَحَهُ اللّٰهُ. فَدَعْ مَا لَا تَعْرِفُ، فَإِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَائِرُونَ إِلَيْكَ بِأَقَاوِيلِ السُّوءِ، وَ السَّلَامُ.

٧٩

و من كتاب له (عليه السلام)

لما استخلف إلى أمراء الأجناد

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ مَنَعُوا النَّاسَ الْحَقَّ فَاشْتَرَوْهُ، وَ أَخَذُوهُمْ بِالْبَاطِلِ فَاقْتَدَوْهُ.

مُعْجِب - تعجب خیز
قرح - زخم
علق - منجمد خون
مآب - مرجع
وَأَیتُ - وعدہ کیا
اَعبَد - پیچ و تاب کھانے والا

مصادر کتاب ۷۸ کتاب المغازی ابوعثمان سعید (متوفی ۲۴۹ھ) تاریخ بغداد ۹ ص۹
مصادر کتاب ۷۹ بحار الانوار ۸ ص۵۸۳

گھیتے رہیں گے ۔ بلکہ ان سے سنت کے ذریعہ بحث کرو کہ اس سے بچ کر نکل جانے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔

۷۸۔ آپ کا مکتوب گرامی

(ابو موسیٰ اشعری کے نام ۔ حکمین کے سلسلہ میں اس کے ایک خط کے جواب میں جس کا تذکرہ سعید بن یحییٰ نے "مغازی" میں کیا ہے)

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو آخرت کی بہت سی سعادتوں سے محروم ہوگئے ہیں۔ دنیا کی طرف جھک گئے ہیں اور خواہشات کے مطابق بولنے لگے ہیں۔ میں اس امر کی وجہ سے ایک حیرت و استعجاب کی منزل میں ہوں جہاں ایسے لوگ جمع ہو گئے ہیں جنھیں اپنی ہی بات اچھی لگتی ہے۔ میں ان کے زخم کا مداوا تو کر رہا ہوں لیکن ڈر رہا ہوں کہ کہیں یہ منجمد خون کی شکل نہ اختیار کر لے۔

اور یاد رکھو کہ امت پیغمبرؐ کی شیرازہ بندی اور اس کے اتحاد کے لئے مجھ سے زیادہ خواہشمند کوئی نہیں ہے جس کے ذریعہ میں بہترین ثواب اور سرفرازی آخرت چاہتا ہوں اور میں بہر حال اپنے عہد کو پورا کروں گا چاہے تم اس بات سے پلٹ جاؤ جو آخری ملاقات تک تمھاری زبان پر تھی۔ یقیناً بدبخت وہ ہے جو عقل و تجربہ کے ہوتے ہوئے بھی اس کے فوائد سے محروم رہے۔ میں تو اس بات پر ناراض ہوں کہ کوئی شخص حرف باطل زبان پر جاری کرے یا کسی ایسے امر کو فاسد کردے جس کی خدا نے اصلاح کردی ہے۔ لہٰذا جس بات کو تم نہیں جانتے ہو اس کو نظر انداز کردو کہ شریر لوگ بڑی باتیں تم تک پہونچانے کے لئے اڑ کر پہونچا کریں گے۔ والسّلام

۷۹۔ آپ کا مکتوب گرامی

(خلافت کے بعد ۔ رؤساء لشکر کے نام)

امابعد ۔ تم سے پہلے والے صرف اس بات سے ہلاک ہوگئے کہ انھوں نے لوگوں کے حق روک لئے اور انھیں رشوت دے کر خرید لیا اور انھیں باطل کا پابند بنایا تو سب انھیں کے راستوں پر چل پڑے۔
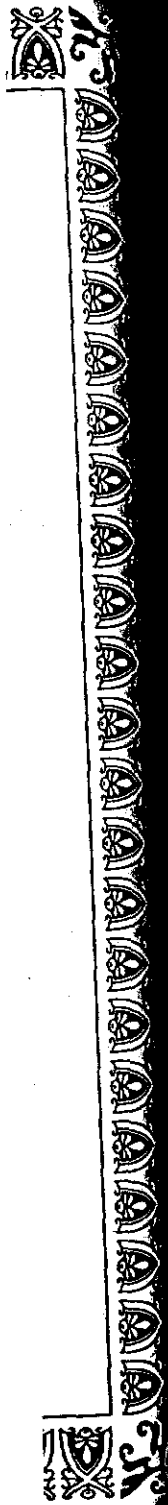
نہج البلاغہ حصّہ سوئم

جوامع الکلم

کلمات حکمت

فِي عَاجِلِهِمْ، نُصْبُ أَعْيُنِهِمْ فِي آجَالِهِمْ.

٨

و قال (عليه السلام):

اِعْجَبُوا لِهٰذَا الْإِنْسَانِ يَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَيَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ، وَيَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَيَتَنَفَّسُ مِنْ خَرْمٍ!!

٩

و قال (عليه السلام):

إِذَا أَقْبَلَتِ الدُّنْيَا عَلَىٰ أَحَدٍ أَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَيْرِهِ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ عَنْهُ سَلَبَتْهُ مَحَاسِنَ نَفْسِهِ (أنفسهم).

١٠

و قال (عليه السلام):

خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً إِنْ مِتُّمْ مَعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ، وَإِنْ عِشْتُمْ (غبتم) حَنُّوا إِلَيْكُمْ.

١١

و قال (عليه السلام):

إِذَا قَدَرْتَ عَلَىٰ عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْراً لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ.

١٢

و قال (عليه السلام):

أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْإِخْوَانِ، وَأَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهِ مِنْهُمْ.

١٣

و قال (عليه السلام):

إِذَا وَصَلَتْ إِلَيْكُمْ أَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوا أَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ.

شحم - چربی
لحم - گوشت
عظم - ہڈی
خرم - سوراخ
مخالطہ - میل جول
حنوا الیکم - مشتاق ہوں
ظفر بہ - حاصل کرلیا
اطراف - اوائل
اقصیٰ - آخری حد

مصادر حکمت ۸ غرر الحکم ص۲۰
مصادر حکمت ۹ مروج الذہب ۳ ص۴۳۴، دستور معالم الحکم ص۲۵، غرر الحکم ص۱۴۲، الآداب جعفر بن شمس الخلافہ ص۳
مصادر حکمت ۱۰ من لا یحضرہ الفقیہ ۴ ص۲۷۷، تذکرۃ الخواص ص۱۲۳، الامالی طوسیؒ ص۲۰۹، مجموعہ ورام ص۲۹
مصادر حکمت ۱۱ المحاضرات ا ص۱۱، لباب الآداب اسامہ بن منقذ ص۳۳۵، زہر الآداب ا ص۴۴، روض الاخیار محمد بن قاسم ص۳۶، الآداب جعفر بن شمس الخلافہ ص۳۱، نہایۃ الارب ۳ ص۲۵، المائۃ کلمہ الجاحظ - مناقب خوارزمی ص۲۰۲
مصادر حکمت ۱۲ ذیل الامالی ص۱۱، الحکم المنثورہ ابن ابی الحدید، الموشی الوشا ا ص۱۹
مصادر حکمت ۱۳ دستور معالم الحکم ص۳۳، غرر الحکم ص۱۴۱، ربیع الابرار ا ص۴۰۳، المائۃ کلمہ الجاحظ

۸۔ انسان کی ساخت[1] پر تعجب کرو کہ چربی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور گوشت سے بولتا ہے اور ہڈی سے سنتا ہے اور سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

۹۔ جب دنیا[2] کسی کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو یہ دوسرے کے محاسن بھی اس کے حوالہ کر دیتی ہے اور جب اس سے منھ پھراتی ہے تو اس کے محاسن بھی سلب کر لیتی ہے۔

۱۰۔ لوگوں کے ساتھ ایسا میل جول[3] رکھو کہ مر جاؤ تو لوگ گریہ کریں اور زندہ رہو تو تمھارے مشتاق رہیں۔

۱۱۔ جب دشمن پر قدرت[4] حاصل ہو جائے تو معاف کر دینے ہی کو اس قدرت کا شکریہ قرار دو۔

۱۲۔ عاجز ترین[5] انسان وہ ہے جو دوست بنانے سے بھی عاجز ہو اور اس سے زیادہ عاجز وہ ہے جو رہے سہے دوستوں کو بھی برباد کر دے۔

۱۳۔ جب نعمتوں[6] کا رُخ تمھاری طرف ہو تو ناشکری کے ذریعہ انھیں اپنے تک پہونچنے سے بھگا نہ دو۔

[1] حضرتؑ کے بیان کا یہ حصہ علم الاعضا سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا مقصد طبی دواؤں کا بیان نہیں ہے بلکہ قدرتِ خدا کی طرف توجہ دلانا ہے کہ شائد انسان اس طرح شکر خالق کی طرف متوجہ ہو جائے۔

[2] یہ علم الاجتماع کا نکتہ ہے جہاں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ زمانہ عیب دار کو بے عیب بھی بنا دیتا ہے اور بے عیب کو عیب دار بھی بنا دیتا ہے اور دونوں کا فرق دنیا کی توجہ ہے جس کا حصول بہر حال ضروری ہے۔

[3] یہ بھی بہترین اجتماعی نکتہ ہے جس کی طرف ہر انسان کو متوجہ رہنا چاہئے۔

[4] یہ اخلاقی تربیت ہے کہ انسان میں طاقت کا غرور نہیں ہونا چاہئے اور اسے ایک نعمتِ پروردگار سمجھ کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور یہ شکریہ بھی غلطی کرنے والوں کی معافی کی شکل میں ظاہر ہونا چاہئے۔

[5] یہ بھی ایک اجتماعی نکتہ ہے کہ انسان میں دوست بنانے کی صلاحیت انتہائی ضروری ہے اور جس میں یہ صلاحیت نہ ہو اسے واقعاً انسان نہیں کہا جاسکتا ہے اور اس سے بدتر گیا گذرا انسان وہ ہے جو پائے ہوئے دوستوں کو بھی گنوا دے۔

[6] پروردگار عالم نے یہ اخلاقی نظام بنا دیا ہے کہ نعمتوں کی تکمیل شکریہ ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے لہٰذا جسے بھی اس کی تکمیل درکار ہے اسے شکریہ کا پابند ہونا چاہئے۔

فَمَا يَعْثُرُ مِنْهُمْ عَاثِرٌ إِلَّا وَيَدُ اللّٰهِ بِيَدِهِ يَرْفَعُهُ.

۲۱

و قال (عليه السلام):

قُرِنَتِ الْهَيْبَةُ بِالْخَيْبَةِ، وَالْحَيَاءُ بِالْحِرْمَانِ، وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ، فَانْتَهِزُوا فُرَصَ الْخَيْرِ.

۲۲

و قال (عليه السلام):

لَنَا حَقٌّ، فَإِنْ أُعْطِينَاهُ، وَإِلَّا رَكِبْنَا أَعْجَازَ الْإِبِلِ، وَإِنْ طَالَ السُّرَى.

قال الرضي: و هذا من لطيف الكلام و فصيحه، و معناه: أنا إن لم نعط حقنا كنا أذلاء. وذلک أن الرديف يركب عجز البعير، كالعبد و الأسير و من يجري مجراهما.

۲۳

و قال (عليه السلام):

مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (حسبه).

۲۴

و قال (عليه السلام):

مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ، وَالتَّنْفِيسُ عَنِ الْمَكْرُوبِ.

۲۵

و قال (عليه السلام):

يَابْنَ آدَمَ، إِذَا رَأَيْتَ رَبَّکَ سُبْحَانَهُ يُتَابِعُ عَلَيْکَ نِعَمَهُ وَأَنْتَ تَعْصِيهِ فَاحْذَرْهُ.

۲۶

و قال (عليه السلام):

مَا أَضْمَرَ أَحَدٌ شَيْئاً إِلَّا ظَهَرَ فِي فَلَتَاتِ (لفنات) لِسَانِهِ، وَصَفَحَاتِ وَجْهِهِ.

۲۷

و قال (عليه السلام):

اْمْشِ بِدَائِکَ مَا مَشَى بِکَ.

۲۸

و قال (عليه السلام):

أَفْضَلُ الزُّهْدِ إِخْفَاءُ الزُّهْدِ.

۲۹

و قال (عليه السلام):

إِذَا كُنْتَ فِي إِدْبَارٍ، وَالْمَوْتُ فِي إِقْبَالٍ، فَمَا أَسْرَعَ الْمُلْتَقَى!

خیبۃ - ناکامی
حرمان - محرومی
اعجاز - پچھلا حصہ
سریٰ - سفر شب
اغاثہ - فریاد رسی
ملہوف - غمزدہ
مکروب - پریشان حال
فلتات - بیساختہ کلمات
ادبار - جانے کی حالت
اقبال - آنے کی کیفیت
ملتقیٰ - اجتماع

مصادر حکمت ۲۱ العقد الفرید ص۲۱۴، عیون الاخبار ۲ ص۱۲۳، اغانی ۱۱ ص۶، امالی قالی ۲ ص۹۱، جامع العلم ابن عبدالبر ص، تحف العقول ص۱۳۸، امالی طوسی ۲ ص۱۳۸
مصادر حکمت ۲۲ تاریخ طبری ۵ ص۳۹، تہذیب اللغۃ ازہری ۱ ص۳۲۱، الجمع بین الغریبین ہروی (متوفی ۴۰۱ھ) تنبیہ الخواطر، نہایۃ ابن اثیر حوادث ۲۳ھ، غریب
مصادر حکمت ۲۳ العقد الفرید ۲ ص۲۹۰، تفسیر رازی ۴ ص۸۷، غرر الحکم ص۲۷۳
مصادر حکمت ۲۴ البصائر والذخائر ابوحیان توحیدی ص۱۱۱، دستور معالم الحکم ص۲۵، تذکرۃ الخواص ص۱۲۳،
مصادر حکمت ۲۵ غرر الحکم ص۱۳۹، تذکرۃ الخواص ص۱۳۲
مصادر حکمت ۲۶ المائۃ المختارہ جاحظ، دستور معالم الحکم ص۳۳
مصادر حکمت ۲۷ غرر الحکم ص۶۲
مصادر حکمت ۲۸ تذکرۃ الخواص ص۱۳۶، دستور معالم الحکم، روضۃ الکافی
مصادر حکمت ۲۹ دستور معالم الحکم ص۲۱، غرر الحکم ص۱۴۲، تذکرۃ الخواص ص۱۳۲، روضۃ الواعظین الفتال النیشاپوری

کہ ایسا شخص جب بھی ٹھوکر کھاتا ہے تو قدرت کا ہاتھ اسے سنبھال کر اٹھا دیتا ہے ۔
۲۱۔ مرعوبیت[1] کو ناکامی سے اور حیار کو محرومی سے ملا دیا گیا ہے ۔ فرصت کے مواقع بادلوں کی طرح گذر جاتے ہیں لہٰذا نیکیوں کی فرصت کو غنیمت خیال کرو ۔
۲۲۔ ہمارا ایک حق ہے جو مل گیا تو خیر ورنہ ہم اونٹ[2] پر پیچھے ہی بیٹھنا گوارا کریں گے چاہے سفر کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو ۔
سید رضیؒ ۔ یہ بہترین لطیف اور فصیح کلام ہے کہ اگر حق نہ ملا تو ہم کو ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ ردیف میں بیٹھنے والے عام طور سے غلام اور قیدی وغیرہ ہوا کرتے ہیں ۔
۲۳۔ جسے اس کے اعمال کے پیچھے ہٹا دیں اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا ہے ۔
۲۴۔ بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ انسان ستم رسیدہ کی فریاد رسی[3] کرے اور رنج دیدہ انسان کے غم کو دور کرے ۔
۲۵۔ فرزند آدمؑ ! جب گناہوں کے باوجود پروردگار کی نعمتیں مسلسل تجھے ملتی رہیں تو ہوشیار[4] ہو جانا ۔
۲۶۔ انسان جس بات کو دل میں چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی زبان کے بیساختہ کلمات[5] اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ہو جاتی ہے ۔
۲۷۔ جہاں تک ممکن ہو مرض کے ساتھ چلتے رہو (اور فوراً علاج کی فکر میں لگ جاؤ)
۲۸۔ بہترین زہد ۔ زہد کا مخفی رکھنا اور اظہار نہ کرنا ہے (کہ ریاکاری زہد نہیں ہے نفاق ہے) ۔
۲۹۔ جب تمہاری زندگی جا رہی ہے اور موت آ رہی ہے تو ملاقات بہت جلدی ہو سکتی ہے ۔

[1] جو بلاوجہ خوفزدہ ہو جائے گا وہ مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا ہے اور جو بلاوجہ شرماتا رہے گا وہ ہمیشہ محروم رہے گا ۔ انسان ہر موقع پر شرماتا ہی رہتا تو نسل انسانی وجود میں نہ آتی ۔

[2] یعنی ہم حق سے دستبردار ہونے والے نہیں ہیں اور جہاں تک غاصبانہ دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا کرتے رہیں گے ۔

[3] ستم رسیدہ وہ بھی ہے جس کے کھانے پینے کا سہارا نہ ہو اور وہ بھی ہے جس کے علاج کا پیسہ یا اسکول کی فیس کا انتظام نہ ہو ۔

[4] اکثر انسان نعمتوں کی بارش دیکھ کر مغرور ہو جاتا ہے کہ شائد پروردگار کچھ زیادہ ہی مہربان ہے اور یہ نہیں سوچتا ہے کہ اس طرح حجت تمام ہو رہی ہے اور ڈھیل دی جا رہی ہے ورنہ گناہوں کے باوجود اس بارش رحمت کا کیا امکان ہے ۔

[5] زندگی کی بیشمار باتیں ہیں جن کا چھپانا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک زبان کی حرکت جاری ہے اور چہرہ کی غمازی سلامت ہے ۔ ان دو چیزوں پر کوئی انسان قابو نہیں پا سکتا ہے اور ان سے حقائق کا بہرحال انکشاف ہو جاتا ہے ۔

و قال (عليه السلام):

اَلْحَذَرَ اَلْحَذَرَ! فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَتَرَ، حَتّىٰ كَأَنَّهُ قَدْ غَفَرَ.

۳۱

سُئِلَ عَنِ الْإِيمَانِ، فَقَالَ:

اَلْإِيمَانُ عَلَىٰ أَرْبَعِ دَعَائِمَ(شعب): عَلَى الصَّبْرِ، وَالْيَقِينِ، وَالْعَدْلِ، وَالْجِهَادِ.

وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلَىٰ أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الشَّوْقِ، وَالشَّفَقِ، وَالزُّهْدِ، وَالتَّرَقُّبِ: فَمَنِ اشْتَاقَ إِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ؛ وَمَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ؛ وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيبَاتِ؛ وَمَنِ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ.

وَالْيَقِينُ مِنْهَا عَلَىٰ أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَىٰ تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ، وَتَأَوُّلِ الْحِكْمَةِ، وَمَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ، وَسُنَّةِ الْأَوَّلِينَ. فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ؛ وَمَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ؛ وَمَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَأَنَّمَا كَانَ فِي الْأَوَّلِينَ.

وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلَىٰ أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَىٰ غَائِصِ الْفَهْمِ، وَغَوْرِ الْعِلْمِ، وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ، وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ. فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ؛ وَمَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ؛ وَمَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِي أَمْرِهِ وَعَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيداً.

وَالْجِهَادُ مِنْهَا عَلَىٰ أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ، وَشَنَآنِ الْفَاسِقِينَ: فَمَنْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ شَدَّ ظُهُورَ الْمُؤْمِنِينَ؛

سفق - خوف
ترقب - نگرانی
تبصرہ - بصیرت
تاول - حقیقت رسی
عبرۃ - عبرت
سنۃ - طریقہ
غائص - تہ تک پہنچ جانے والی
غور - گہرائی
زُہرہ - خوبی
رساخہ - پائیداری
شرائع - گھاٹ
مواطن - مواقع
شنآن - عداوت

مصادر حکمت ۳۰ المائۃ المختارہ جاحظ، اعجاز القرآن باقلانی ص۲
مصادر حکمت ۳۱ تحف العقول ص۱۶۲، اصول کافی ۲ ص۲۹، ذیل الامالی قالی ص۱۷۱، قوت القلوب ابوطالب مکی ۱ ص۳۸۲، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۲۴
خصال صدوق ۱ ص۱۰۱، مناقب خوارزمی ص۲۶۸، دستور معالم الحکم المجالس مفیدؒ ص۱۶۲، کتاب سلیم بن قیس ص۳۵، مشکوۃ الانوار
ص۱۱، المحاسن برقی

۳۰۔ ہوشیار ہو ہوشیار! کہ پروردگار نے گناہوں کی اسقدر پردہ پوشی کی ہے کہ انسان کو یہ دھوکہ ہو گیا ہے کہ شائد معاف کر دیا ہے۔

۳۱۔ آپ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ایمان[1] کے چار ستون ہیں: صبر، یقین، عدل اور جہاد۔

پھر صبر کے چار شعبے ہیں[2]: شوق، خوف، زہد اور انتظار موت۔ پھر جس نے جنت کا اشتیاق پیدا کر لیا اس نے خواہشات کو بھلا دیا اور جسے جہنم کا خوف حاصل ہو گیا اس نے محرمات سے اجتناب کیا۔ دنیا میں زہد اختیار کرنے والا مصیبتوں کو ہلکا تصور کرتا ہے اور موت کا انتظار کرنے والا نیکیوں کی طرف سبقت کرتا ہے۔

یقین کے بھی چار شعبے ہیں[3]: ہوشیاری کی بصیرت، حکمت کی حقیقت رسی، عبرت کی نصیحت اور سابق بزرگوں کی سنت۔ ہوشیاری میں بصیرت رکھنے والے پر حکمت روشن ہو جاتی ہے اور حکمت کی روشنی عبرت کو واضح کر دیتی ہے اور عبرت کی معرفت گویا سابق اقوام سے ملا دیتی ہے۔

عدل کے بھی چار شعبے ہیں، تہ تک پہونچ جانے والی سمجھ، علم کی گہرائی، فیصلہ کی وضاحت اور عقل کی پائیداری۔

جس نے فہم کی نعمت پالی وہ علم کی گہرائی تک پہونچ گیا اور جس نے علم کی گہرائی کو پا لیا وہ فیصلہ کے گھاٹ سے سیراب ہو کر باہر آیا اور جس نے عقل استعمال کر لی اس نے اپنے امر میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور لوگوں کے درمیان قابل تعریف زندگی گذار دی۔

جہاد کے بھی چار شعبے ہیں: امر[4] بالمعروف، نہی عن المنکر، ہر مقام پر ثبات قدم اور فاسقوں سے نفرت و عداوت۔

لہذا جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی کمر کو مضبوط کر دیا۔

[1] واضح رہے کہ اس ایمان سے مراد ایمان حقیقی ہے جس پر ثواب کا دار و مدار ہے اور جس کا واقعی تعلق دل کی تصدیق اور اعضاء و جوارح کے عمل و کردار سے ہوتا ہے ورنہ وہ ایمان جس کا تذکرہ "یاایھا الذین اٰمنوا" میں کیا گیا ہے اس سے مراد صرف زبانی اقرار اور ادعائے ایمان ہے۔ ورنہ ایسا نہ ہوتا تو تمام احکام کا تعلق صرف مومنین مخلصین سے ہوتا اور منافقین ان قوانین سے یکسر آزاد ہو جاتے۔

[2] صبر کا دار و مدار چار اشیاء پر ہے۔ انسان رحمت الٰہی کا اشتیاق رکھتا ہو اور عذاب الٰہی سے ڈرتا ہو تاکہ اس راہ میں زحمتیں برداشت کرے۔ اس کے بعد دنیا کی طرف سے لاپرواہ ہو اور موت کی طرف سراپا توجہ ہو تاکہ دنیا کے فراق کو برداشت کرلے اور موت کی سختی کے پیش نظر ہر سختی کو آسان سمجھ لے۔

[3] یقین کی بھی چار بنیادیں ہیں۔ اپنی ہر بات پر مکمل اعتماد رکھتا ہو۔ حقائق کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دیگر اقوام کے حالات سے عبرت حاصل کرے اور صالحین کے کردار پر عمل کرے۔ ایسا نہیں ہے تو انسان جہل مرکب میں مبتلا ہے اور اس کا یقین فقط وہم و گمان ہے، یقین نہیں ہے۔

[4] جہاد کا انحصار بھی چار میدانوں پر ہے۔ امر بالمعروف کا میدان۔ نہی عن المنکر کا میدان، قتال کا میدان اور فاسقوں سے نفرت و عداوت کا میدان۔ ان چاروں میدانوں میں حوصلہ، جہاد نہیں ہے تو تنہا امر و نہی سے کوئی کام چلنے والا نہیں ہے اور نہ ایسا انسان واقعی مجاہد کہے جانے کے قابل ہے۔

وَمَنْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أُنُوفَ الْكَافِرِينَ (المنافقين)؛ وَمَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضَى مَا عَلَيْهِ؛ وَمَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِينَ وَ غَضِبَ لِلّٰهِ، غَضِبَ اللّٰهُ لَهُ وَأَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

وَالْكُفْرُ عَلَى أَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَى التَّعَمُّقِ، وَالتَّنَازُعِ، وَالزَّيْغِ، وَالشِّقَاقِ.

فَمَنْ تَعَمَّقَ لَمْ يُنِبْ إِلَى الْحَقِّ.

وَمَنْ كَثُرَ نِزَاعُهُ بِالْجَهْلِ دَامَ عَمَاهُ عَنِ الْحَقِّ.

وَمَنْ زَاغَ سَاءَتْ عِنْدَهُ الْحَسَنَةُ، وَحَسُنَتْ عِنْدَهُ السَّيِّئَةُ، وَسَكِرَ سُكْرَ الضَّلَالَةِ.

وَمَنْ شَاقَّ وَعُرَتْ عَلَيْهِ طُرُقُهُ، وَأَعْضَلَ عَلَيْهِ أَمْرُهُ، وَضَاقَ عَلَيْهِ مَخْرَجُهُ.

وَالشَّكُّ عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى التَّمَارِي، وَالْهَوْلِ، وَالتَّرَدُّدِ، وَالْاِسْتِسْلَامِ.

فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَاءَ دَيْدَناً (ديناً) لَمْ يُصْبِحْ لَيْلُهُ.

وَمَنْ هَالَهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ نَكَصَ عَلَى عَقِبَيْهِ.

وَمَنْ تَرَدَّدَ فِي الرَّيْبِ وَطِئَتْهُ سَنَابِكُ الشَّيَاطِينِ.

وَمَنِ اسْتَسْلَمَ لِهَلَكَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ هَلَكَ فِيهِمَا.

قال الرضي: و بعد هذا كلام تركنا ذكره خوف الإطالة و الخروج عن الغرض المقصود في هذا الباب.

٣٢

و قال (عليه السلام):

فَاعِلُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْهُ، وَفَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِنْهُ.

٣٣

و قال (عليه السلام):

كُنْ سَمَحاً وَلَا تَكُنْ مُبَذِّراً، وَكُنْ

تعمق - ضرورت سے زیادہ کوشش
زیغ - ٹیڑھاپن
شقاق - اختلاف، عناد
انابہ - رجوع کرنا
وعر - دشواری
اعضل - دشوار ہوگیا
تماری - مفت کا جھگڑا
ہول - خوف
تردد - تحیر
استسلام - سپردگی
مراء - جدال
دیدن - طریقہ
لم یصبح - رات کی صبح نہ ہوگی
نکص علی عقبیہ - الٹے پاؤں پلٹ گیا
ریب - شک
سنابک - سُم

(۱) خیر کے خیر ہونے کا دارومدار اس کے عمل پر ہے ورنہ عمل کے بغیر ہوا میں خیر کی کوئی افادیت نہیں ہے اور اسی طرح شر کا تصور خطرناک نہیں ہے۔ اس کا منزل عمل میں آنا خطرناک ہے۔ لہٰذا شریر شر سے بدتر ہوتا ہے۔

مصادر حکمت ۳۲ ربیع الابرار (باب الخیر والصلاح) امالی قالی ۲ ص۵۳، تحف العقول، ارشاد مفید ص۱۳۹، امالی طوسی ۱ ص۲۲۰، مجمع الامثال ۱ ص...
مصادر حکمت ۳۳ غرر الحکم ۳۳۴، روضۃ الواعظین ص۳۸۴، روض الاخیار محمد بن قاسم بن یعقوب ص۳۹، نہایۃ الارب نویری ۳ ص۲۰۴، المستطرف الابشیہی ۱ ص۱۶۳

اور جس نے منکرات سے روکا اس نے کافروں کی ناک رگڑ دی۔ جس نے میدان قتال میں ثبات قدم کا مظاہرہ کیا وہ اپنے راستہ پر آگے بڑھ گیا اور جس نے فاسقوں سے نفرت وعداوت کا برتاؤ کیا پروردگار اس کی خاطر اس کے دشمنوں سے غضب ناک ہوگا اور اسے روز قیامت خوش کر دے گا۔

اور کفر کے بھی چار ستون ہیں[1]: بلاوجہ گہرائیوں میں جانا، آپس میں جھگڑا کرنا، کجی اور انحراف اور اختلاف اور عناد۔
جو بلاسبب گہرائی میں ڈوب جائے گا وہ پلٹ کر حق کی طرف نہیں آسکتا ہے اور جو جہالت کی بنا پر جھگڑا کرتا رہتا ہے وہ حق کی طرف سے اندھا ہو جاتا ہے۔ جو کجی کا شکار ہو جاتا ہے اسے نیکی بُرائی اور بُرائی نیکی نظر آنے لگتی ہے اور وہ گمراہی کے نشہ میں چور ہو جاتا ہے اور جو جھگڑے اور عناد میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے راستے دشوار، مسائل ناقابل حل اور بچ نکلنے کے طریقے تنگ ہو جاتے ہیں۔
اس کے بعد شک[2] کے چار شعبے ہیں: کٹ حجتی، خوف، حیرانی اور باطل کے ہاتھوں سپردگی۔ ظاہر ہے کہ جو کٹ حجتی کو شعار بنالے گا اس کی رات کی صبح کبھی نہ ہوگی اور جو ہمیشہ سامنے کی چیزوں سے ڈرتا رہے گا وہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہی ہٹتا رہے گا۔ جو شک وشبہ میں حیران وسرداں رہے گا اسے شیاطین اپنے پیروں تلے روند ڈالیں گے اور جو اپنے کو دنیا وآخرت کی ہلاکت کے سپرد کر دے گا وہ واقعاً ہلاک ہو جائے گا۔

۳۲۔ خیر کا انجام دینے والا اصل خیر سے بہتر ہوتا ہے اور شر کا انجام دینے والا اصل شر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ (۹۱)
۳۳۔ سخاوت کرو لیکن فضول خرچی نہ کرو اور کفایت شعاری اختیار کرو۔

[1] کفر انکارِ خدا کی شکل میں ہو یا انکارِ رسالت کی شکل میں۔ اس کی اساس شرک پر ہو یا انکارِ حقائق وواضحات مذہب پر۔ ہر قسم کے لئے چار میں سے کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے یا انسان ان مسائل کی فکر میں ڈوب جاتا ہے جو اس کے امکان سے باہر ہیں۔ یا صرف جھگڑے کی بنیاد پر کسی عقیدہ کو اختیار کر لیتا ہے یا اس کی فکر میں کجی پیدا ہو جاتی ہے یا وہ عناد اور ضد کا شکار ہو جاتا ہے ــ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ ان میں سے ہر بیماری وہ ہے جو انسان کو راہ راست پر آنے سے روک دیتی ہے اور انسان ساری زندگی کفر ہی میں مبتلا رہ جاتا ہے۔ بیماری کی ہر قسم کے اثرات الگ الگ ہیں لیکن مجموعی طور پر سب کا اثر یہ ہے کہ انسان حق رسی سے محروم ہو جاتا ہے اور ایمان ویقین کی دولت سے بہرہ مند نہیں ہو پاتا ہے۔
[2] شک ایمان وکفر کے درمیان کا راستہ ہے جہاں نہ انسان حق کا تیقن پیدا کر پاتا ہے اور نہ کفر ہی کا عقیدہ اختیار کر سکتا ہے اور درمیان میں ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے اور اس ٹھوکر کے بھی چار اسباب یا مظاہر ہوتے ہیں یا انسان بلاسوچے سمجھے بحث شروع کر دیتا ہے یا غلطی کرنے کے خوف سے پرچھائیوں سے بھی ڈرنے لگتا ہے۔ یا تردّد اور حیرانی کا شکار ہو جاتا ہے یا ہر پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہنے لگتا ہے:

"چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ   پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں"

مُقَدِّراً وَلَاتَكُنْ مُقَتِّراً.

٣٤

و قال (ع):

أَشْرَفُ الْغِنَىٰ تَرْكُ الْمُنَىٰ.

٣٥

و قال (ع):

مَنْ أَسْرَعَ إِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُونَ، قَالُوا فِيهِ بِمَا لَا يَعْلَمُونَ.

٣٦

و قال (ع):

مَنْ أَطَالَ الْأَمَلَ[1] أَسَاءَ الْعَمَلَ.

٣٧

و قال (ع)

و قد لقيه عند مسيره إلى الشام دهاقين الأنبار، فترجلوا له واشتدوا بين يديه، فقال:

مَا هٰذَا الَّذِي صَنَعْتُمُوهُ؟ فقالوا: خُلُقٌ مِنَّا نُعَظِّمُ بِهِ أُمَرَاءَنَا، فقال: وَ اللّٰهِ مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا أُمَرَاؤُكُمْ! وَإِنَّكُمْ لَتَشُقُّونَ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ فِي دُنْيَاكُمْ، وَتَشْقَوْنَ بِهِ فِي آخِرَتِكُمْ. وَمَا أَخْسَرَ الْمَشَقَّةَ وَرَاءَهَا الْعِقَابُ، وَأَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْأَمَانُ مِنَ النَّارِ!

٣٨

و قال (ع)

لابنه الحسن:

يَا بُنَيَّ، احْفَظْ عَنِّي أَرْبَعاً، وَأَرْبَعاً، لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ: إِنَّ أَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ، وَأَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ، وَأَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ.

يَا بُنَيَّ، إِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ، فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرَّكَ؛ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْبَخِيلِ، فَإِنَّهُ يَقْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ؛ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ، فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ بِالتَّافِهِ؛ وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ

مقدِر ۔ میانہ روی کرنے والا
مُقتراً ۔ بخل کرنے والا
مُنیٰ ۔ امیدیں
امل ۔ امید
دہاقین ۔ جمع دہقان
انبار ۔ عراق کا ایک شہر ہے
ترجلو ۔ سواریوں سے اتر آئے
اشتدوا ۔ تیز تیز چلنے لگے
تشقون ۔ مشقت سے نکلا ہے
دَعَہ ۔ سکون وراحت
عُجب ۔ خودپسندی
حمق ۔ بیوقوفی
مصادقہ ۔ دوستی
تافہ ۔ معمولی

[1] تمنا اور آرزو کوئی بری چیز نہیں ہے لیکن صرف مادیات کی تمنا اچھی چیز بھی نہیں ہے اور دونوں صورتوں میں صرف تمنا سے کوئی کام بننے والا نہیں ہے اور انسان کے لئے عافیت اسی میں ہے کہ آرزو کا راستہ چھوڑ کر عمل کا راستہ اختیار کرے۔

مصادر حکمت ۳۴ تحف العقول ص۹۰ ، روضۃ الکافی ص۲۳ ، دستور العالم الحکم ص۲۱
مصادر حکمت ۳۵ غرر الحکم ص۲۸۹ ، الغرور و الدار الواط م۶۹
مصادر حکمت ۳۶ کتاب الزہد حسین بن سعید الاہوازی ۔ مستدرک الاسائل ۱ ص۱۳ ، فروع الکافی ۱ ص۷ ، تحف العقول ص۲۱ ، خصال ص۔۔ المائۃ المختارہ جاحظ ، مجمع الامثال ۲ ص۴۵۵ ، تذکرۃ الخواص ص۱۳۲ تنبیہ الخواطر ص۸ ، ارشاد مفید ص۱۲۲
مصادر حکمت ۳۷ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱۳۳
مصادر حکمت ۳۸ المائۃ المختارہ ، دستور معالم الحکم ، اللباب اسامہ بن منقذ ص۱۱ ، تاریخ ابن عساکر ، تاریخ الخلفاء ص۱۵۲ ، ربیع الا۔۔ عیون الاخبار دینوری ۳ ص۷۹

لیکن بخیل مت بنو۔

۳۴۔ بہترین مالداری اور بے نیازی یہ ہے کہ انسان امیدوں کو ترک کر دے۔

۳۵۔ جو لوگوں کے بارے میں بلا سوچے سمجھے وہ باتیں کہہ دیتا ہے جنھیں وہ پسند نہیں کرتے ہیں۔ لوگ اس کے بارے میں بھی وہ کہہ دیتے ہیں جسے جانتے بھی نہیں ہیں۔

۳۶۔ جس نے امیدوں کو دراز کیا[1] اس نے عمل کو برباد کر دیا۔

۳۷۔ (شام کی طرف جاتے ہوئے آپ کا گذر انبار کے زمینداروں کے پاس سے ہوا تو وہ لوگ سواریوں سے اتر آئے اور آپ کے آگے دوڑنے لگے تو آپ نے فرمایا) یہ تم نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ ہمارا ایک ادب ہے جس سے ہم شخصیتوں کا احترام کرتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا گواہ ہے اس سے حکام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اور تم اپنے نفس کو دنیا میں زحمت[2] میں ڈالتے ہو اور آخرت میں بدبختی کا شکار ہو جاؤ گے اور کس قدر خسارہ کے باعث ہے وہ مشقت جس کے پیچھے عذاب ہو اور کس قدر فائدہ مند ہے وہ راحت جس کے ساتھ جہنم سے امان ہو۔

۳۸۔ آپ نے اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا: بیٹا مجھ سے چار اور پھر چار[3] باتیں محفوظ کر لو تو اس کے بعد کسی عمل سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

بہترین دولت و ثروت عقل ہے اور بدترین فقیری حماقت۔ سب سے زیادہ وحشت ناک امر خود پسندی ہے اور سب سے شریف حسب خوش اخلاقی۔ بیٹا! خبردار کسی احمق کی دوستی اختیار نہ کرنا کہ تمھیں فائدہ بھی پہونچانا چاہے گا تو نقصان پہونچا دے گا۔ اور اسی طرح کسی بخیل سے دوستی نہ کرنا کہ تم سے ایسے وقت میں دور بھاگے گا جب تمھیں اس کی شدید ضرورت ہوگی اور دیکھو کسی فاجر کا ساتھ بھی اختیار نہ کرنا کہ وہ تم کو حقیر چیز کے عوض بھی بیچ ڈالے گا اور کسی جھوٹے کی صحبت بھی اختیار نہ کرنا۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دنیا امیدوں پر قائم ہے اور انسان کی زندگی سے امید کا شعبہ ختم ہو جائے تو عمل کی ساری تحریک سرد پڑ جائے گی اور کوئی انسان کوئی کام نہ کرے گا لیکن اس کے بعد بھی اعتدال ایک بنیادی مسئلہ ہے اور امیدوں کی درازی بہرحال عمل کو برباد کر دیتی ہے کہ انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اور آخرت سے غافل ہو جانے والا عمل نہیں کر سکتا ہے۔

[2] اس ارشاد گرامی سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام ہر تہذیب کو گوارا نہیں کرتا ہے اور اس کے بارے میں یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کی افادیت کیا ہے اور آخرت میں اس کا نقصان کس قدر ہے۔ ہماری ملکی تہذیب میں فرشی سلام کرنا، غیر خدا کے سامنے بحد رکوع جھکنا بھی ہے جو اسلام میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ کسی ضرورت سے جھکنا اور ہے اور تعظیم کے خیال سے جھکنا اور ہے۔ سلام تعظیم کے لئے ہوتا ہے لہٰذا اس میں رکوع کی حدوں تک جانا صحیح نہیں ہے۔

[3] چار اور چار کا مقصد شائد یہ ہے کہ پہلے چار کا تعلق انسان کے ذاتی اوصاف و خصوصیات سے ہے اور دوسرے چار کا تعلق اجتماعی معاملات سے ہے اور کمال سعادت مندی یہی ہے کہ انسان ذاتی زیور کردار سے بھی آراستہ رہے اور اجتماعی برتاؤ کو بھی صحیح رکھے۔

اَلْكَذَّابِ، فَإِنَّهُ كَالسَّرَابِ: يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ، وَيُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ.

۳۹

و قال (ﷺ):

لَا قُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ إِذَا أَضَرَّتْ بِالْفَرَائِضِ.

۴۰

و قال (ﷺ):

لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَاءَ قَلْبِهِ، وَقَلْبُ الْأَحْمَقِ وَرَاءَ لِسَانِهِ.

قال الرضي: و هذا من المعاني العجيبة الشريفة، و المراد به أن العاقل لا يطلق لسانه، إلا بعد مشاورة الروية و مؤامرة الفكرة. والأحمق تسبق حذفاتُ لسانه وفلتاتُ كلامه مراجعة فكره، و مماخضة رأيه. فكأن لسان العاقل تابع لقلبه، وكأن قلب الأحمق تابع للسانه.

۴۱

و قد روي عنه (ﷺ) هذا المعنى بلفظ آخر، و هو قوله:

قَلْبُ الْأَحْمَقِ فِي فِيهِ، وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِي قَلْبِهِ.

و معنا هما واحد.

۴۲

و قال (ﷺ)

لبعض أصحابه في علة اعتلها:

جَعَلَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطّاً لِسَيِّئَاتِكَ، فَإِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيهِ، وَلٰكِنَّهُ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ، وَيَحُتُّهَا حَتَّ الْأَوْرَاقِ، وَإِنَّمَا الْأَجْرُ فِي الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلِ بِالْأَيْدِي وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَالسَّرِيرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ.

قال الرضي: وأقول صدق (ﷺ)، إن المرض لا أجر فيه، لأنه ليس من قبيل ما يستحق عليه العوض، لأن العوض يستحق على ما كان في مقابلة فعل الله تعالى بالعبد

سراب - چمکدار ذرات
نوافل - سنتی اعمال
حذفات - بے سوچے سمجھے کلمات
مراجعہ فکر - غور و فکر کرنا
ماخضہ - تحریک - متھنا
حتّ - ٹوٹ کر گرنا

۱۔ سراب کی شان یہی ہوتی ہے کہ دور سے پانی نظر آتا ہے تو مسافر دوڑ کر قریب آجاتا ہے اور جب قریب آنے کے بعد اس کی حقیقت کا اظہار ہو جاتا ہے تو پھر دوبارہ دور چلا جاتا ہے۔

۲۔ اس مسئلہ پر ان تمام حضرات کو غور کرنا چاہیے جو رات کو مستحب کاموں میں دیر تک جاگتے رہتے ہیں اور پھر صبح کی واجب نماز ترک کر دیتے ہیں۔ کیا ایسے مستحبات میں قربِ الٰہی کا کوئی امکان پایا جاتا ہے

مادر حکمت ۳۹ غرر الحکم آمدی ص ۳۴۵
مادر حکمت ۴۰ قصار الحکم ص ۴۱
مادر حکمت ۴۱ المائۃ المختارہ جاحظ
مادر حکمت ۴۲ کتاب صفین ص ۵۲۸، تاریخ طبری ۶ ص ۴۷، تفسیر عیاشی ۲ ص ۱۱۳، امالی طوسیؒ ۲ ص ۲۵۰

کہ وہ مثل سراب ہے[1] جو دور والے کو قریب کر دیتا ہے اور قریب والے کو دور کر دیتا ہے۔

۳۹۔ مستحبات الٰہی میں کوئی قربت الٰہی نہیں ہے اگر ان سے واجبات کو نقصان پہونچ جائے۔[2]

۴۰۔ عقلمند[1] کی زبان اس کے دل کے پیچھے رہتی ہے اور احمق کا دل اس کی زبان کے پیچھے رہتا ہے۔

سید رضیؒ ۔ یہ بڑی عجیب و غریب اور لطیف حکمت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عقلمند انسان غور و فکر کرنے کے بعد بولتا ہے اور احمق انسان بلا سوچے سمجھے کہہ ڈالتا ہے گویا کہ عاقل کی زبان دل کی تابع ہے اور احمق کا دل اس کی زبان کا پابند ہے۔

۴۱۔ احمق کا دل اس کے منھ کے اندر رہتا ہے اور عقلمند کی زبان اس کے دل کے اندر۔

۴۲۔ اپنے ایک صحابی سے اس کی بیماری کے موقع پر فرمایا "اللہ نے تمھاری بیماری کو تمھارے گناہوں کے دور کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے کہ خود بیماری میں کوئی اجر نہیں ہے لیکن یہ برائیوں کو مٹا دیتی ہے اور اس طرح جھاڑ دیتی ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ اجر و ثواب زبان سے کچھ کہنے اور ہاتھ پاؤں سے کچھ کرنے میں حاصل ہوتا ہے اور پروردگار اپنے جن بندوں[2] کو چاہتا ہے ان کی نیت کی صداقت اور باطن کی پاکیزگی کی بنا پر داخل جنت کر دیتا ہے۔

سید رضیؒ ۔ حضرت نے بالکل سچ فرمایا ہے کہ بیماری میں کوئی اجر نہیں ہے کہ یہ کوئی استحقاقی اجر والا کام نہیں ہے۔ عوض تو اس عمل پر بھی حاصل ہوتا ہے

[1] دوسرے مقام پر امام علیہ السلام نے اسی بات کو عاقل و احمق کے بجائے مومن اور منافق کے نام سے بیان فرمایا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ اسلام کی نگاہ میں مومن ہی کو عاقل اور منافق ہی کو احمق کہا جاتا ہے۔ ورنہ جو ابتدا سے بے خبر اور انتہا سے غافل ہو جائے، نہ رحمان کی عبادت کرے اور نہ جنت کے حصول کا انتظام کرے اسے کس اعتبار سے عقلمند کہا جا سکتا ہے اور اسے احمق کے علاوہ دوسرا کون سا نام دیا جا سکتا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ دور حاضر میں ایسے ہی افراد کو دانشمند اور دانشور کہا جاتا ہے اور انھیں کے احترام کے طور پر دین و دانش کی اصطلاح نکالی گئی ہے کہ گویا دیندار، دیندار ہوتا ہے اور دانشور نہیں۔ اور دانشور، دانشور ہوتا ہے چاہے دیندار نہ ہو اور بیدینی ہی میں زندگی گذار دے۔

[2] مقصد یہ ہے کہ پروردگار نے جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے اور جس کا انسان استحقاق پیدا کر لیتا ہے وہ کسی نہ کسی عمل ہی پر پیدا ہوتا ہے اور مرض کوئی عمل نہیں ہے۔ لیکن اس کے علاوہ فضل و کرم کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ کسی بھی وقت اور کسی بھی شخص کے شامل حال کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اجارہ نہیں ہے۔

من الآلام و الأمراض، و ما يجري مجرى ذلك. و الأجر و الثواب يستحقان على ما كان في مقابلة فعل العبد، فبينهما فرق قد بينه (عليه السلام)، كما يقتضيه علمه الثاقب ورأيه الصائب.

٤٣

و قال (عليه السلام)

في ذكر خباب بن الأرتّ:

يَرْحَمُ ٱللّٰهُ خَبَّابَ بْنَ ٱلْأَرَتِّ، فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِباً، وَهَاجَرَ طَائِعاً، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ ٱللّٰهِ، وَعَاشَ مُجَاهِداً.

٤٤

و قال (عليه السلام):

طُوبَىٰ لِمَنْ ذَكَرَ ٱلْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ ٱللّٰهِ.

٤٥

و قال (عليه السلام):

لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ ٱلْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هٰذَا عَلَىٰ أَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي؛ وَلَوْ صَبَبْتُ ٱلدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَىٰ ٱلْمُنَافِقِ عَلَىٰ أَنْ يُحِبَّنِي مَا أَحَبَّنِي. وَذٰلِكَ أَنَّهُ قُضِيَ فَانْقَضَىٰ عَلَىٰ لِسَانِ ٱلنَّبِيِّ ٱلْأُمِّيِّ صَلَّى ٱللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ؛ أَنَّهُ قَالَ: يَا عَلِيُّ، لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ.

٤٦

و قال (عليه السلام):

سَيِّئَةٌ تَسُوءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ ٱللّٰهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ.

٤٧

و قال (عليه السلام):

قَدْرُ ٱلرَّجُلِ عَلَىٰ قَدْرِ هِمَّتِهِ، وَصِدْقُهُ عَلَىٰ قَدْرِ مُرُوءَتِهِ، وَشَجَاعَتُهُ عَلَىٰ قَدْرِ أَنَفَتِهِ، وَعِفَّتُهُ عَلَىٰ قَدْرِ غَيْرَتِهِ.

٤٨

و قال (عليه السلام):

الظَّفَرُ بِالْحَزْمِ، وَٱلْحَزْمُ بِإِجَالَةِ ٱلرَّأْيِ، وَٱلرَّأْيُ بِتَحْصِينِ ٱلْأَسْرَارِ.

مصادر حکمت ۴۳ قصار الحکم ۴۳

مصادر حکمت ۴۴ اسد الغابہ ۲ ص۱۰۷، کتاب صفین ص۵۳۱، تاریخ طبری ۶ ص۳۴، البیان والتبیین ۲ ص۹۳، العقد الفرید ۳ ص۲۳۸، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۱۴۷، زہر الاداب ۱ ص۴۲، اصابہ (حالات خباب)

مصادر حکمت ۴۵ بشارۃ المصطفیٰ طبری ص۱۳۰، امالی طوسی ۱ ص۲۰۹، ربیع الابرار ۱ ص۱۳۸، روضۃ الکافی ص۲۶۸، مشکوٰۃ الانوار ص۷۴

مصادر حکمت ۴۶ العقد الفرید ۱ ص۱۴۰، الحکم المنثورہ ابن ابی الحدید، عدۃ الداعی ابن فہد، مستدرک الوسائل ۱ ص۱۶، تذکرۃ الخواص ص۱۳۲

مصادر حکمت ۴۷ مجمع الامثال ۲ ص۴۵، مطالب السئول ۱ ص۱۶۴، الغرر آمدی ص۲۳۵، سراج الملوک طوسی ص۳۷۷

مصادر حکمت ۴۸ نہایۃ الادب ۶ ص۶۴

جو بیماریوں وغیرہ کی طرح خدا بندہ کے لئے انجام دیتا ہے لیکن اجر و ثواب صرف اسی عمل پر ہوتا ہے جو بندہ خود انجام دیتا ہے اور مولائے کائنات نے اس مقام پر عوض اور اجر و ثواب کے اسی فرق کو واضح فرمایا ہے جس کا ادراک آپ کے علم روشن اور فکر صائب کے ذریعہ ہوا ہے۔

۴۳۔ آپ نے خباب بن الارت کے بارے میں فرمایا کہ خدا خباب ابن الارت پر رحمت نازل کرے۔ وہ اپنی رغبت سے اسلام لائے۔ اپنی خوشی سے ہجرت کی اور بقدر ضرورت سامان پر اکتفا کی۔ اللہ کی مرضی[1] سے راضی رہے اور مجاہدانہ زندگی گذار دی۔

۴۴۔ خوشا بحال اس شخص کا جس نے آخرت کو یاد رکھا، حساب کے لئے عمل کیا، بقدر ضرورت پر قانع رہا اور اللہ سے راضی رہا۔

۴۵۔ اگر میں اس تلوار سے مومن کی ناک بھی کاٹ دوں کہ مجھ سے دشمنی کرنے لگے تو ہرگز نہ کرے گا اور اگر دنیا کی تمام نعمتیں منافق پر انڈیل دوں کہ مجھ سے محبت کرنے لگے تو ہرگز نہ کرے گا۔ اس لئے کہ اس حقیقت کا فیصلہ نبی صادق کی زبان سے ہو چکا ہے کہ "یا علیؑ! کوئی مومن تم سے دشمنی نہیں کر سکتا ہے اور کوئی منافق تم سے محبت نہیں کر سکتا ہے"۔

۴۶۔ وہ گناہ[2] جس کا تمہیں رنج ہو۔ اللہ کے نزدیک اس نیکی سے بہتر ہے جس سے تم میں غرور پیدا ہو جائے۔

۴۷۔ انسان کی قدر و قیمت اس کی ہمت[3] کے اعتبار سے ہوتی ہے اور اس کی صداقت اس کی مردانگی کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ شجاعت کا پیمانہ حمیت و خودداری ہے اور عفت کا پیمانہ غیرت و حیا۔

۴۸۔ کامیابی دور اندیشی سے حاصل ہوتی ہے اور دور اندیشی فکر و تدبر سے۔ فکر و تدبر کا تعلق اسرار کی راز داری سے ہے۔

---

[1] حقیقت امر یہ ہے کہ انسانی زندگی کا کمال یہ نہیں ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ یہ کام نسبتاً آسان ہے کہ وہ سریع الرضا ہے۔ کبھی معمولی عمل سے بھی راضی ہو جاتا ہے اور کبھی بدترین عمل کے بعد بھی توبہ سے راضی ہو جاتا ہے۔ سب سے مشکل کام بندہ کا خدا سے راضی ہو جانا ہے کہ وہ کسی حال میں خوش نہیں ہوتا ہے اور اقتدار فرعون و دولت قارون پانے کے بعد بھی یا مغرور ہو جاتا ہے یا زیادہ کا مطالبہ کرنے لگتا ہے۔ امیر المومنینؑ نے خباب کے اسی کردار کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ انتہائی مصائب کے باوجود خدا سے راضی رہے اور ایک حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ اور ایسا ہی انسان وہ ہوتا ہے جس کے حق میں طوبیٰ کی بشارت دی جا سکتی ہے اور وہ امیر المومنینؑ کی طرف سے مبارکباد کا مستحق ہوتا ہے۔

[2] اگرچہ گناہ میں کوئی خوبی اور بہتری نہیں ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ کے بعد انسان کا نفس ملامت کرنے لگتا ہے اور وہ توبہ پر آمادہ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا گناہ جس کے بعد احساس توبہ پیدا ہو جائے اس کار خیر سے یقیناً بہتر ہے جس کے بعد غرور پیدا ہو جائے اور انسان اخوان الشیاطین کی فہرست میں شامل ہو جائے۔

[3] کیا کہنا اس شخص کی ہمت کا جو دعوت ذوالعشیرہ میں ساری قوم کے مقابلہ میں تن تنہا نصرت پیغمبرؐ پر آمادہ ہو گیا اور پھر ہجرت کی رات تلواروں کے سایہ میں سو گیا اور مختلف معرکوں میں تلواروں کی زد پر رہا اور آخر کار تلوار کے سایہ ہی میں سجدۂ آخر بھی ادا کر دیا۔ اس سے زیادہ قدر و قیمت کا حقدار دنیا کا کونسا انسان ہو سکتا ہے۔

٤٩

و قال (عليه السلام):

أَحْذَرُوا صَوْلَةَ الْكَرِيمِ إِذَا جَاعَ، وَاللَّئِيمِ إِذَا شَبِعَ.

٥٠

و قال (عليه السلام):

قُلُوبُ الرِّجَالِ وَحْشِيَّةٌ، فَمَنْ تَأَلَّفَهَا أَقْبَلَتْ عَلَيْهِ.

٥١

و قال (عليه السلام):

عَيْبُكَ مَسْتُورٌ مَا أَسْعَدَكَ جَدُّكَ.

٥٢

و قال (عليه السلام):

أَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ أَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوبَةِ.

٥٣

و قال (عليه السلام):

السَّخَاءُ مَا كَانَ ابْتِدَاءً، فَأَمَّا مَا كَانَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَحَيَاءٌ وَتَذَمُّمٌ.

٥٤

و قال (عليه السلام):

لَا غِنَى كَالْعَقْلِ، وَلَا فَقْرَ كَالْجَهْلِ، وَ لَا مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ، وَلَا ظَهِيرَ كَالْمُشَاوَرَةِ.

٥٥

و قال (عليه السلام):

الصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلَى مَا تَكْرَهُ، وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ.

٥٦

و قال (عليه السلام):

الْغِنَى فِي الْغُرْبَةِ وَطَنٌ، وَالْفَقْرُ فِي الْوَطَنِ غُرْبَةٌ.

٥٧

و قال (عليه السلام):

الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ.

قال الرضي: و قد روي هذا الكلام عن النبي (صلى الله عليه وآله).

صولۃ - حملہ

جَدّ - نصیب

تذمم - مذمت سے بچاؤ

ظہیر - مددگار

۱؎ شریف انسان میں قوت برداشت بے پناہ ہوتی ہے لیکن جب اس کی عزت پر بن آتی ہے تو بھوکے شیر کی طرح حملہ آور ہو جاتا ہے اور اس کے برخلاف ذلیل انسان کو عزت و آبرو کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا ہے - وہ صرف اپنی دولتمندی اور شکم سیری کے نشہ میں چور رہتا ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جائے اسے ذرہ برابر پرواہ نہیں ہوتی ہے -

مصادر حکمت ۴۹ البیان والتبیین ۲ ص۱۰۱، العقد الفرید ۱ ص۳۳۲، غرر الحکم، الحکم المنثورہ ابن ابی الحدید
مصادر حکمت ۵۰ ربیع الابرار ج ۱ - سراج الملوک طرطوشی ص۳۸۲
مصادر حکمت ۵۱ ربیع الابرار
مصادر حکمت ۵۲ ربیع الابرار
مصادر حکمت ۵۳ تاریخ ابن عساکر - تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۸۲، ادب الدنیا والدین ماوردی ص۱۶۵، روض الاخیار محمد بن قاسم ص۳۸
مصادر حکمت ۵۴ تحف العقول ص۲۰۱، روضہ کافی ص۱۷، امالی صدوق ص۱۹۳، دستور معالم الحکم، غرر الحکم، البصائر والذخائر ص۲۵، العقد الفرید ۲ ص۲۵۲
مصادر حکمت ۵۵ غرر الحکم - اصول کافی ۲ ص۹۰، تحف العقول ص۲۱۶
مصادر حکمت ۵۶ غرر الحکم ص۳۳
مصادر حکمت ۵۷ تحف العقول ص۶۴، نہایۃ الارب ۸ ص۱۸۶، دستور معالم الحکم ص۲۷، مجمع الامثال ۲ ص۲۵۴، روض الاخیار ابن قاسم ص۱۳

۴۹۔شریف انسان کے حملہ سے بچو جب وہ بھوکا ہو، اور کمینے کے حملہ سے بچو جب اس کا پیٹ بھرا ہو۔[۵۱]

۵۰۔لوگوں کے دل صحرائی جانوروں جیسے ہیں جو انھیں سدھائے گا[۱] اس کی طرف جھک جائیں گے۔

۵۱۔تمہارا عیب اسی وقت تک چھپا رہے گا جب تک تمہارا مقدر ساز گار ہے۔

۵۲۔سب سے زیادہ معاف کرنے کا حقدار وہ ہے جو سب سے زیادہ سزا دینے کی طاقت رکھتا ہو۔

۵۳۔سخاوت[۲] وہی ہے جو ابتدائً کی جائے ورنہ مانگنے کے بعد تو شرم و حیا اور عزت کی پاسداری کی بنا پر بھی دینا پڑتا ہے۔

۵۴۔عقل[۳] جیسی کوئی دولت نہیں ہے اور جہالت جیسی کوئی فقیری نہیں ہے۔ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے اور مشورہ جیسا کوئی مددگار نہیں ہے۔

۵۵۔صبر کی دو قسمیں ہیں: ایک[۴] ناگوار حالات پر صبر اور ایک محبوب اور پسندیدہ چیزوں کے مقابلہ میں صبر۔

۵۶۔مسافرت میں دولتمندی ہو تو وہ بھی وطن کا درجہ رکھتی ہے اور وطن میں غربت ہو تو وہ بھی پردیس کی حیثیت رکھتا ہے۔

۵۷۔قناعت[۵] وہ سرمایہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

سید رضیؒ ۔یہ فقرہ رسول اکرمؐ سے بھی نقل کیا گیا ہے (اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔علیؑ بہر حال نفسِ رسولؐ ہیں)

[۱] مقصد یہ ہے کہ انسان دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہے تو اس کا بہترین راستہ یہ ہے کہ بہترین اخلاق و کردار کا مظاہرہ کرے تاکہ یہ دلِ وحشی رام ہو جائے ورنہ بد اخلاقی اور بدسلوکی سے وحشی جانور کے مزید بھڑک جانے کا خطرہ ہوتا ہے اس کے رام ہو جانے کا کوئی تصور نہیں ہوتا ہے۔

[۲] مقصد یہ ہے کہ انسان سخاوت کرنا چاہے اور اس کا اجر و ثواب حاصل کرنا چاہے تو اسے سائل کے سوال کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ سوال کے بعد تو یہ شبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی آبرو بچانے کے لئے دے دیا ہے اور اس طرح اخلاص نیت کا عمل مجروح ہو جاتا ہے اور ثواب اخلاص نیت پر ملتا ہے، اپنی ذات کے تحفظ پر نہیں۔

[۳] آج مسلمان تمام اقوام عالم کا محتاج اسی لئے ہو گیا ہے کہ اس نے علم و فن کے میدان سے قدم ہٹا لیا ہے اور صرف عیش و عشرت کی زندگی گذارنا چاہتا ہے۔ورنہ اسلامی عقل سے کام لے کر باب مدینۃ العلم سے وابستگی اختیار کی ہوتی تو باعزت زندگی گذارتا اور بڑی بڑی طاقتیں بھی اس کے نام سے دہل جاتیں جیسا کہ دور حاضر میں باقاعدہ محسوس کیا جا رہا ہے۔

[۴] کہا جاتا ہے کہ ایک شخص نے سقراط کو صحرائی گھاس پر گذارہ کرتے دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر تم نے بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی ہوتی تو اس گھاس پر گذارہ نہ کرنا پڑتا تو سقراط نے فوراً جواب دیا کہ اگر تم نے گھاس پر گذارہ کر لیا ہوتا تو بادشاہ کی خدمت کے محتاج نہ ہوتے۔گھاس پر گذارہ کر لینا عزت ہے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہنا ذلت ہے۔!

۵۸

و قال (علیہ السلام):

اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ.

۵۹

و قال (علیہ السلام):

مَنْ حَذَّرَكَ كَمَنْ بَشَّرَكَ.

٦٠

و قال (علیہ السلام):

اللِّسَانُ سَبُعٌ، إِنْ خُلِّيَ عَنْهُ عَقَرَ.

٦١

و قال (علیہ السلام):

اَلْمَرْأَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللَّسْبَةِ.

٦٢

و قال (علیہ السلام):

إِذَا حُيِّيتَ بِتَحِيَّةٍ فَحَيِّ بِأَحْسَنَ مِنْهَا، وَإِذَا أُسْدِيَتْ إِلَيْكَ يَدٌ فَكَافِئْهَا بِمَا يُرْبِي عَلَيْهَا، وَالْفَضْلُ مَعَ ذٰلِكَ لِلْبَادِئِ.

٦٣

و قال (علیہ السلام):

الشَّفِيعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ.

٦٤

و قال (علیہ السلام):

أَهْلُ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ يُسَارُ بِهِمْ وَهُمْ نِيَامٌ.

٦٥

و قال (علیہ السلام):

فَقْدُ الْأَحِبَّةِ غُرْبَةٌ.

٦٦

و قال (علیہ السلام):

فَوْتُ الْحَاجَةِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِهَا إِلَىٰ غَيْرِ أَهْلِهَا.

٦٧

و قال (علیہ السلام):

لَا تَسْتَحِ مِنْ إِعْطَاءِ الْقَلِيلِ، فَإِنَّ الْحِرْمَانَ أَقَلُّ مِنْهُ.

٦٨

و قال (علیہ السلام):

اَلْعَفَافُ زِينَةُ الْفَقْرِ، وَالشُّكْرُ زِينَةُ الْغِنَىٰ.

عقر - کاٹ لینا
لسبہ - ڈس لینا
اسدیت - پیش کی جائے
ید - نعمت
مکافات - بدلہ
یربی - اضافہ ہو جائے

(۱) انسانی زندگی میں کھانا۔ پہننا۔ جنس۔ اقتدار جتنی بھی خواہشات ہیں سب کی تکمیل کا ذریعہ یہی مال ہے لہٰذا اسے خواہشات کے سرچشمہ کی حیثیت حاصل ہے اور ابلیس نے درہم و دینار سے خطاب کرکے اعلان کیا تھا کہ تمہارے ہوتے ہوئے اصنام کی پوجا کی ضرورت نہیں ہے بنی آدم کی گمراہی کے لئے تمہاری پرستش کافی ہے۔

صادر حکمت ۵۸ غرر الحکم۔ مجمع الامثال ۲ ص۴۵۳، مطالب السئول ۱ ص۲۶۴،
صادر حکمت ۵۹ سراج الملوک ص۳۸۳، غرر الحکم ص۲۶۹
صادر حکمت ۶۰ غرر الحکم ص۲۷، اختصاص مفید ص۲۲۹
صادر حکمت ۶۱ .....
صادر حکمت ۶۲ نہایۃ الارب ص۳۵ روض الاخیار ص۳۸
صادر حکمت ۶۳ المائۃ المختارہ جاحظ
صادر حکمت ۶۴ زہر الآداب ۲ ص۱۷۷
صادر حکمت ۶۵ مجمع الامثال ۲ ص۸۳، المستقصی ۲ ص۱۸۱
صادر حکمت ۶۶ تحف العقول ص۳۵۹، غرر الحکم ص۲۲۸، المستطرف ۱ ص۱۱۴، التمثیل والمحاضرۃ ثعالبی ص۲۶۶، مجمع الامثال ۲ ص۹۰
صادر حکمت ۶۷ المستقصی ۲ ص۳۵۵
صادر حکمت ۶۸ تحف العقول ص۹۰، ارشاد مفید

۵۸۔ مال[1] خواہشات کا سرچشمہ ہے۔

۵۹۔ جو تمھیں برائیوں سے ڈرائے گویا اس نے نیکی کی بشارت دے دی

۶۰۔ زبان ایک درندہ[2] ہے۔ ذرا آزاد کر دیا جائے تو کاٹ کھائے گا۔

۶۱۔ عورت اس بچھو[3] کے مانند ہے جس کا ڈسنا بھی مزیدار ہوتا ہے۔

۶۲۔ جب تمھیں کوئی تحفہ دیا جائے تو اس سے بہتر واپس کرو اور جب کوئی نعمت دی جائے تو اس سے بڑھا کر اس کا بدلہ دو لیکن اس کے بعد بھی فضیلت اسی کی رہے گی جو پہلے کار خیر انجام دے۔

۶۳۔ سفارش کرنے والا طلبگار کے بال و پر کے مانند ہوتا ہے۔

۶۴۔ اہل دنیا ان سواروں کے مانند ہیں جو خود سو رہے ہیں اور ان کا سفر جاری ہے۔

۶۵۔ احباب کا نہ ہونا بھی ایک غربت ہے۔

۶۶۔ حاجت[4] کا پورا نہ ہونا نا اہل سے مانگنے سے بہتر ہے۔

۶۷۔ مختصر مال دینے میں بھی شرم نہ کرو کہ محروم کر دینا اس سے زیادہ کمتر درجہ کا کام ہے۔

۶۸۔ پاکدامانی[5] فقیری کی زینت ہے اور شکریہ مالداری کی زینت ہے۔

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ زبان انسانی زندگی میں جس قدر کار آمد ہے اسی قدر خطرناک بھی ہے۔ یہ تو پروردگار کا کرم ہے کہ اس نے اس زندہ کو پنجرہ کے اندر بند کر دیا ہے اور اس پر ۳۲ پہرہ دار بٹھائے ہیں لیکن یہ درندہ جب چاہتا ہے خواہشات سے ساز باز کر کے پنجرہ کا دروازہ کھول لیتا ہے اور پہرہ داروں کو دھوکہ دے کر اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور کبھی کبھی "ان الرجل لیھجر" کہہ کر ساری قوم کو کھا جاتا ہے۔

[2] اس فقرہ میں ایک طرف عورت کے مزاج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں غیظ و غضب کا عنصر ہمیشہ غالب رہتا ہے اور دوسری طرف اس کی فطری نزاکت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں اس کا ڈنک بھی مزیدار معلوم ہوتا ہے۔

[3] انسان کو چاہئے کہ دنیا سے محرومی پر صبر کرے اور جہاں تک ممکن ہو کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے کہ ہاتھ پھیلانا کسی ذلت سے کم نہیں ہے۔

[4] مقصد یہ ہے کہ انسان کو غربت میں عفیف اور غیرت دار ہونا چاہئے اور دولتمندی میں مالک کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ اس کے علاوہ شرافت و کرامت کی کوئی نشانی نہیں ہے۔

٦٩

و قال (عليه السلام):

إِذَا لَمْ يَكُـــنْ مَـا تُـرِيدُ فَـلاَ تُـبَلْ مَـا كُـنْتَ

٧٠

و قال (عليه السلام):

لاَ تَـرَىٰ ٱلْجَـاهِلَ إِلَّا مُـفْرِطاً أَوْ مُـفَرِّطاً.

٧١

و قال (عليه السلام):

إِذَا تَمَّ ٱلْـعَقْلُ[1] نَـقَصَ ٱلْكَـلَامُ.

٧٢

و قال (عليه السلام):

الدَّهْـرُ يُخْـلِقُ ٱلْأَبْـدَانَ، وَيُجَـدِّدُ ٱلْآمَـالَ (الأعمال)، وَيُـقَرِّبُ ٱلْمَـنِيَّةَ، وَيُـبَاعِدُ ٱلْأُمْـنِيَّةَ؛ مَـنْ ظَـفِرَ بِـهِ نَـصِبَ، وَ مَـنْ فَـاتَهُ تَـعِبَ.

٧٣

و قال (عليه السلام):

مَـــنْ نَـصَبَ نَـفْسَهُ لِـلنَّاسِ إِمَـاماً فَـلْيَبْدَأْ بِـتَعْلِيمِ نَـفْسِهِ قَـبْلَ تَـعْلِيمِ غَـيْرِهِ، وَلْـيَكُنْ تَأْدِيـبُهُ بِـسِيرَتِهِ قَـبْلَ تَأْدِيـبِهِ بِلِسَانِهِ؛ وَمُـعَلِّمُ نَـفْسِهِ وَمُـؤَدِّبُهَا أَحَـقُّ بِـالْإِجْلَالِ مِـنْ مُـعَلِّمِ النَّـاسِ وَ مُـؤَدِّبِهِمْ.

٧٤ و قال (عليه السلام):

نَـفَسُ ٱلْمَـرْءِ خُـطَاهُ إِلَىٰ أَجَـلِهِ.

٧٥ و قال (عليه السلام):

كُـلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ (منتقص)، وَكُـلُّ مُـتَوَقَّعٍ آتٍ.

٧٦ و قال (عليه السلام):

إِنَّ ٱلْأُمُـــورَ إِذَا ٱشْـتَبَهَتْ أُعْـتُبِرَ آخِـرُهَا بِأَوَّلِهَـا.

٧٧

و من خبر ضرار بن حمزة الضبائي عند دخوله على معاوية و مسألته له عن أمير المؤمنين، و قال: فأشهد لقد رأيته في بعض مواقفه و قد أرخى الليل سدوله و هو

لاتُبل - پرواہ نہ کرو

یباعدالامنیۃ - خواہشات کو دور کر دیتا ہے

نَصِب - تھک جاتا ہے

خُطا - قدم

مُنقَض - گذر جانے والا

اعتُبر - قیاس کیا جاتا ہے

سدول - پردے

[1] لفظ عقل عقال سے نکلا ہے کہ یہ ایک طرح کی لگام ہے جو انسان کی زبان پر لگا دی جاتی ہے! اور انسان بہت سی بے معنی اور لغو باتوں سے رک جاتا ہے اور اس طرح اس کا کلام خود بخود مختصر ہو جاتا ہے!

مصادر حکمت ۶۹ غرر الحکم ص ۱۳۰

مصادر حکمت ۷۰ غرر الحکم ص ۳۰ ، نہایۃ ابن اثیر ۳ ص ۲۳۵ ، الغرر والدرر ص ۸۴

مصادر حکمت ۷۱ المائۃ المختار جاحظ ، مطالب السؤل ۱ ص ۱۶۴ ، ربیع الابرار ۱ ص ۲۰۶ ، مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴

مصادر حکمت ۷۲ غرر الحکم ص ۴۲ ، تذکرۃ الخواص ص ۱۳۳

مصادر حکمت ۷۳ المستطرف ۱ ص ۲۰

مصادر حکمت ۷۴ غرر الحکم ص ۳۲۲ ، الذریعہ الی مکارم الشریعہ راغب ص ۱۱ ، تنبیہ الخاطر مالکی ص ۴۲۳ ، مطالب السؤل ۱ ص ۱۳۹ ، مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴

مصادر حکمت ۷۵ غرر الحکم ص ۲۳۷

مصادر حکمت ۷۶ الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۱۰۴ ، کتاب صفین ص ۴۷۶

مصادر حکمت ۷۷ امالی صدوق ص ۳۷۱ ، امالی قالی ۲ ص ۱۴۳ ، مروج الذہب ۳ ص ۴۳۳ ، حلیۃ الاولیاء ۱ ص ۸۴ ، کنز الفوائد ص ۲۷۰ ، استیعاب ۳ ص ۴۴ ، زہر الآداب ۱ ص ۴۰ ، الصواعق المحرقہ ص ۱۳۹ ، ذخائر العقبیٰ ص ۱۰۰ ، مشکوٰۃ الانوار ص ۲۴۲ ، تذکرۃ الخواص ص ۱۱۸ ، کشف الغمہ ۱ ص ، تنبیہ الخاطر مالکی ص ، المستطرف ۱ ص ۱۳۷ ، المحاسن والمساوی بیہقی ، الکنیٰ والالقاب ۲ ص ۱۰۲

٦٩۔ اگر تمھارے حسب خواہش کام نہ ہو سکے تو جس حال میں رہو خوش رہو[1] (کہ افسوس کا کوئی فائدہ نہیں ہے)

٧٠۔ جاہل ہمیشہ افراط و تفریط کا شکار رہتا ہے یا حد سے آگے بڑھ جاتا ہے یا پیچھے ہی رہ جاتا ہے (کہ اسے حد کا اندازہ ہی نہیں ہے)

٧١۔ جب عقل مکمل ہوتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں (کہ عاقل کو ہر بات تول کر کہنا پڑتی ہے) (٥١)

٧٢۔ زمانہ بدن کو پُرانا کر دیتا ہے اور خواہشات کو نیا۔ موت کو قریب بنا دیتا ہے اور تمناؤں کو دور۔ یہاں جو کامیاب ہو جاتا ہے وہ بھی خستہ حال[2] رہتا ہے اور جو اسے کھو بیٹھتا ہے وہ بھی تھکن کا شکار رہتا ہے۔

٧٣۔ جو شخص اپنے کو قائد ملت بنا کر پیش کرے اس کا فرض ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے نفس کو تعلیم دے اور زبان سے تبلیغ کرنے سے پہلے اپنے عمل سے تبلیغ کرے اور یہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو تعلیم و تربیت دینے والا دوسروں کو تعلیم و تربیت دینے والے سے زیادہ قابلِ احترام ہوتا ہے۔

٧٤۔ انسان کی ایک ایک سانس موت کی طرف ایک قدم ہے (روحی لہ الفداء)

٧٥۔ ہر شمار ہونے والی چیز ختم ہونے والی ہے (سانسیں) اور ہر آنے والا بہرحال آکر رہے گا (موت)۔

٧٦۔ جب مسائل میں شبہ پیدا ہو جائے تو ابتدا کو دیکھ کر انجام کار کا اندازہ کر لینا چاہیے۔

٧٧۔ ضرار[3] بن حمزہ الضبائی معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے امیرالمومنینؑ کے بارے میں دریافت کیا؟ ضرار نے کہا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات کی تاریکی میں محراب میں کھڑے ہوئے ریش مبارک کو ہاتھوں میں لئے ہوئے

---

[1] بعض عرفا نے اس حقیقت کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ "میں اس دنیا کو لے کر کیا کروں جس کا حال یہ ہے کہ میں رہ گیا تو وہ نہ رہ جائے گی اور وہ رہ گئی تو میں نہ رہ جاؤں گا۔"

[2] مال دنیا کا حال یہی ہے کہ آجاتا ہے تو انسان کاروبار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نہیں رہتا ہے تو اس کے حصول کی راہ میں پریشان رہتا ہے۔

[3] بعض حضرات نے ان کا نام ضرار بن ضمرہ لکھا ہے اور یہ ان کا کمال کردار ہے کہ معاویہ جیسے دشمن علیؑ کے دربار میں حقائق کا اعلان کر دیا اور اس مشہور حدیث کے معانی کو مجسم بنا دیا کہ بہترین جہاد بادشاہ ظالم کے سامنے کلمۂ حق کا اظہار و اعلان ہے۔

قائم في محرابه قابض على لحيته يتململ تململ السليم و يبكي بكاء الحزين، و يقول:

يَا دُنْيَا يَا دُنْيَا، إِلَيْكِ عَنِّي، أَبِي تَعَرَّضْتِ؟ أَمْ إِلَيَّ تَشَوَّقْتِ؟ لَا حَانَ حِينُكِ! هَيْهَاتَ! غُرِّي غَيْرِي، لَا حَاجَةَ لِي فِيكِ، قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثاً لَا رَجْعَةَ فِيهَا! فَعَيْشُكِ قَصِيرٌ، وَخَطَرُكِ يَسِيرٌ، وَأَمَلُكِ حَقِيرٌ. آهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَطُولِ الطَّرِيقِ، وَبُعْدِ السَّفَرِ، وَعَظِيمِ الْمَوْرِدِ!

٧٨

و من كلام له (عليه السلام)

للسائل الشامي لما سأله:

أكان مسيرنا إلى الشام بقضاء من الله و قدر؟ بعد كلام طويل هذا مختاره:

وَيْحَكَ! لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَاءً لَازِماً، وَقَدَراً حَاتِماً! وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ، وَسَقَطَ الْوَعْدُ وَالْوَعِيدُ. إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَمَرَ عِبَادَهُ تَخْيِيراً، وَنَهَاهُمْ تَحْذِيراً، وَكَلَّفَ يَسِيراً، وَلَمْ يُكَلِّفْ عَسِيراً، وَأَعْطَى عَلَى الْقَلِيلِ كَثِيراً، وَلَمْ يُعْصَ مَغْلُوباً، وَلَمْ يُطَعْ مُكْرِهاً، وَلَمْ يُرْسِلِ الْأَنْبِيَاءَ لَعِباً، وَلَمْ يُنْزِلِ الْكِتَابَ لِلْعِبَادِ عَبَثاً، وَلَا خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً، «ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ».

٧٩

و قال (عليه السلام):

خُذِ الْحِكْمَةَ أَنَّى كَانَتْ، فَإِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُونُ فِي صَدْرِ الْمُنَافِقِ فَتَلَجْلَجُ فِي صَدْرِهِ حَتَّى تَخْرُجَ فَتَسْكُنَ

تململ - تڑپنا
سلیم - مارگزیدہ
تعرضت - قصد
لا حان حینک - خدا وہ وقت نہ لائے
قضاء - علم خدا
قدر - وقت مناسب پر ایجاد
حاتم - حتمی
تلجلج - بےچین رہتی ہے

(۱) قضا و قدر کا بنیادی فرق نقشہ اور تعمیر میں ظاہر ہوتا ہے کہ قدر ایک نقشہ ہے جس میں مقدار طول و عرض کا تعین ہوتا ہے اور قضا ایک تعمیر ہے جب نقشہ کاغذ سے نکل کر زمین پر آجاتا ہے اور بات مکمل ہو جاتی ہے
(۲) بندہ اپنے اعمال میں نہ مجبور محض ہے اور نہ مختار کل - اس کا جبر اسکی فطرت کا تقاضا ہے اور اس کا اختیار اس کے مالک کی دین ہے لہذا اسکی زندگی ہمیشہ جبر اور تفویض کے درمیان رہتی ہے جسے اختیار کہا جاتا ہے -

مصادر حکمت ۷۸ توحید صدوق ص ۳۷۴، کنز الفوائد کراجکی ص ۶۹، عیون اخبار الرضا ۱ ص ۱۳۸، اصول کافی ۱ ص ۱۵۵، تحف العقول ص ۶۸، احتجاج طبرسی ۱ ص ۳۱۰، العیون والمحاسن ص ۴۰، غرر الاولہ ابن الطیب المعتزلی، الفصول المختارہ ۱ ص ۴۰، السید المرتضیٰ، ارشاد مفید ص ۱۰۶، امالی مرتضیٰ ۱ ص ۱۵۰

مصادر حکمت ۷۹ قصار الحکم، دستور معالم الحکم قضاعی ص ۱۲۸، غریب الحدیث ابن سلام ۲ ص ۱۴۸

تڑپتے تھے جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا تڑپتا ہے اور کوئی غم رسیدہ گریہ کرتا ہے ۔ اور فرمایا کرتے تھے :
"اے دنیا۔ اے دنیا ! مجھ سے دور ہو جا۔ تو میرے سامنے بن سنور کر آئی ہے یا میری واقعاً مشتاق بن کر آئی ہے ؟ خدا وہ دن نہ لائے کہ تو مجھے دھوکہ دے سکے۔ جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے ۔ مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ میں تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع کا کوئی امکان نہیں ہے۔ تیری زندگی بہت تھوڑی ہے اور تیری حیثیت بہت معمولی ہے اور تیری امید بہت حقیر شے ہے"۔
آہ زاد سفر کس قدر کم ہے۔ راستہ کس قدر طولانی ہے۔ منزل کس قدر دور ہے اور وارد ہونے کی جگہ کس قدر خطرناک ہے۔

۷۸۔ ایک مرد شامی نے سوال کیا کہ کیا ہمارا شام کی طرف جانا قضا و قدر الٰہی کی بنا پر تھا (اگر ایسا تھا تو گویا کہ کوئی اجر و ثواب نہ ملا) تو آپ نے فرمایا کہ "شائد تیرا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد قضاء لازم اور قدر حتمی ہے کہ جس کے بعد عذاب و ثواب بیکار ہو جاتا ہے اور وعدہ و وعید کا نظام معطل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ پروردگار نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے تو ان کے اختیار کے ساتھ اور نہی کی ہے تو انھیں ڈراتے ہوئے۔ اس نے آسان سی تکلیف دی ہے اور کسی زحمت میں مبتلا نہیں کیا ہے۔ تھوڑے عمل پر بہت سا اجر دیا ہے اور اس کی نافرمانی اس لئے نہیں ہوتی ہے کہ وہ مغلوب ہو گیا ہے اور نہ اطاعت اس لئے ہوتی ہے کہ اس نے مجبور کر دیا ہے۔ اس نے نہ انبیاء کو کھیل کرنے کے لئے بھیجا ہے اور نہ کتاب کو عبث نازل کیا ہے اور نہ زمین و آسمان اور ان کی درمیانی مخلوقات کو بیکار پیدا کیا ہے۔ یہ صرف کافروں کا خیال ہے اور کافروں کے لئے جہنم میں ویل ہے"۔
(آخر میں وضاحت فرمائی کہ قضاء امر کے معنی میں ہے اور ہم اس کے حکم سے گئے تھے نہ کہ جبر و اکراہ سے)

۷۹۔ حرف حکمت جہاں بھی مل جائے لے لو کہ ایسی بات اگر منافق کے سینہ میں دبی ہوتی ہے تو وہ اس وقت تک بیچین رہتا ہے جب تک وہ نکل نہ جائے

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت کو طلاق دے دیتا ہے تو وہ عورت بھی ناراض ہوتی ہے اور اس کے گھر والے بھی ناراض رہتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ سے دنیا کا انحراف اور اہل دنیا کی دشمنی کا راز یہی ہے کہ آپ نے اسے تین مرتبہ طلاق دے دی تھی تو اس کا کوئی امکان نہیں تھا کہ اہل دنیا آپ سے کسی قیمت پر راضی ہو جاتے اور یہی وجہ ہے کہ پہلے ابناء دنیا نے تین خلافتوں کے موقع پر اپنی بیزاری کا اظہار کیا اور اس کے بعد تین جنگوں کے موقع پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا لیکن آپ کسی قیمت پر دنیا سے صلح کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور ہر مرحلہ پر دین الٰہی اور اس کے تعلیمات کو کلیجہ سے لگائے رہے۔

إِلَى صَوَاحِبِهَا فِي صَدْرِ الْمُؤْمِنِ.

۸۰

و قال ﴿ﷺ﴾:

الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَلَ...

مِنْ أَهْلِ النِّفَاقِ.

۸۱

و قال ﴿ﷺ﴾:

قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ.

قال الرضي: و هي الكلمة التي لا تصاب لها قيمة، ولا توزن بها حكمة، و لا تقرن ...

كلمة.

۸۲

و قال ﴿ﷺ﴾:

أُوصِيكُمْ بِخَمْسٍ لَوْ ضَرَبْتُمْ إِلَيْهَا آبَاطَ الْإِبِلِ لَكَا...

لِذٰلِكَ أَهْلاً: لَا يَرْجُوَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا رَبَّهُ، وَلَا يَخَا...

إِلَّا ذَنْبَهُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِذَا سُئِلَ ...

لَا يَعْلَمُ أَنْ يَقُولَ: لَا أَعْلَمُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَ...

لَمْ يَعْلَمِ الشَّيْءَ أَنْ يَتَعَلَّمَهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ، فَ...

الصَّبْرَ مِنَ الْإِيمَانِ كَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَلَا خَيْرَ فِي جَ...

لَا رَأْسَ مَعَهُ، وَلَا فِي إِيمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ.

آباط - جمع ابط - بغل

(۱) ہر شے کے استقرار کے لئے ایک مناسب ظرف درکار ہوتا ہے لہٰذا حرف حکمت کے قلب منافق میں ٹھہرنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا ہے اور اس کے قول و عمل کا اختلاف اسے مجبور کرتا رہتا ہے کہ حرف حق کا اظہار ضرور کرے اور اس طرح حکمت باہر آجاتی ہے اب یہ مومن کی ذمہ داری ہے کہ کسی طرح کے تعصب کا شکار نہ ہو اور جہاں بھی حرف حکمت نظر آجائے لے لے کہ یہ اس کا گمشدہ مال ہے اور اس کے لینے میں کوئی تکلیف نہیں چاہئے

مصادر حکمت نمبر ۸۰ البیان والتبیین جاحظ ۲ صفحہ ۲۴، المحاسن برقی ا صفحہ ۲۳۰، الغرر والغرر وطواط صفحہ ۵۷، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ صفحہ ۱۲۳، امالی ... العقد الفرید ۲ صفحہ ۲۵۴، کافی ا صفحہ ۲۴۶، صواعق محرقہ صفحہ ۷۸، جمہرہ رسائل العرب ا صفحہ ۲۰۶، غریب الحدیث، مروج ... مجمع الامثال ا صفحہ ۲۱۴

مصادر حکمت نمبر ۸۱ البیان والتبیین ا صفحہ ۱۳۶، جامع بیان العلم و فضلہ صفحہ ۹۹، العقد الفرید ۲ صفحہ ۲۴۹، عیون الاخبار ۲ صفحہ ۱۰، تاریخ ابن وا... تحف العقول صفحہ ۲۰۱، کتاب الفاضل المبرو صفحہ ۲، ارشاد مفید صفحہ ۱۳۱، اختصاص مفید صفحہ ۲، دیوان المعالی ابو ہلال ... کتاب الصناعتین ابو ہلال عسکری صفحہ ۲۳۲، المحاسن والمساوی ۲ صفحہ ۱۲۱، امالی صدوق، خصال صدوق، ۲ صفحہ ۱۹۲، عیون ا... ۲ صفحہ ۱۳۰، الفقیہ صفحہ ۲۷۸، تذکرۃ الخواص صفحہ ۱۵۴، تاریخ یعقوبی ۲ صفحہ ۲۰۶، کافی کلینی ا صفحہ ۵۱، الہوامل الشوامل ابو حیان توحید... الالفاظ الکتابیہ ابن الہمدانی، الاعلام ابو الحسن العامری صفحہ ۱۰

مصادر حکمت نمبر ۸۲ صحیفۃ الامام الرضا صفحہ ۲، تاریخ یعقوبی ۲ صفحہ ۱۹۵، دعائم الاسلام قاضی نعمان ا صفحہ ۸، خصال ا صفحہ ۱۴۹، العقد الفرید ۲ صفحہ ۱۴۷، المحاسن ... عیون الاخبار ۲ صفحہ ۱۱۹، البیان والتبیین ا صفحہ ۱۷۸، حلیۃ الاولیاء ا صفحہ ۷۵، ارشاد مفید صفحہ ۱۰۳، مناقب خوارزمی صفحہ ۲۶۰، روضۃ الوا... لباب الآداب اسامہ بن منقذ صفحہ ۲۶۳، تذکرۃ الخواص صفحہ ۱۴۰، ادب الدنیا والدین صفحہ ۵۸، مطالب السئول ا صفحہ ۱۵۸، تاریخ دمش... معدن الجواہر کراجکی - المستطرف الشیبی ۲ صفحہ ۷، تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۸۱، عیون اخبار الرضا ۲ صفحہ ۴۴، خصال صدوق ...

اور مومن کے سینہ میں جا کر دوسری حکمتوں سے مل کر بہل جاتی ہے۔[۱]

۸۰۔ حکمت مومن کی گم شدہ دولت ہے لہٰذا جہاں ملے لے لینا چاہئے۔ چاہے وہ منافق سے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

۸۱۔ ہر انسان کی قدر و قیمت وہی نیکیاں ہیں جو اس میں پائی جاتی ہیں۔

سید رضیؒ ۔ یہ وہ کلمہ قیمتہ ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی ہے اور اس کے ہم پلہ کوئی دوسری حکمت بھی نہیں ہے اور کوئی کلمہ اس کے ہم پایہ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔

۸۲۔ میں تمھیں ایسی پانچ باتوں کی نصیحت کر رہا ہوں کہ جن کے حصول کے لئے اونٹوں کو ایڑ لگا کر دوڑایا جائے تو بھی وہ اس کی اہل ہیں۔

خبردار! تم میں سے کوئی شخص اللہ کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھے اور اپنے گناہوں کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے اور جب کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے اور نہ جانتا ہو تو لاعلمی کے اعتراف میں نہ شرمائے اور جب نہیں جانتا ہے تو سیکھنے میں نہ شرمائے اور صبر و شکیبائی اختیار کرے کہ صبر ایمان کے لئے ویسا ہی ہے جیسا بدن کے لئے سر اور ظاہر ہے کہ اس بدن میں کوئی خیر نہیں ہوتا ہے جس میں سر نہ ہو اور اس ایمان میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں صبر نہ ہو۔

---

[۱] یہ امیر المومنینؑ کا فلسفۂ حیات ہے کہ انسان کی قدر و قیمت کا تعین نہ اس کے حسب و نسب سے ہوتا ہے اور نہ قوم و قبیلہ سے۔ نہ ڈگریاں اس کے مرتبہ کو بڑھا سکتی ہیں اور نہ خزانے اس کو شریف بنا سکتے ہیں۔ نہ کرسی اس کے معیار حیات کو بلند کر سکتی ہے اور نہ اقتدار اس کے کمالات کا تعین کر سکتا ہے۔ انسانی کمال کا معیار صرف وہ کمال ہے جو اس کے اندر پایا جاتا ہے۔ اگر اس کے نفس میں پاکیزگی اور کردار میں حسن ہے تو یقیناً عظیم مرتبہ کا حامل ہے ورنہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

[۲] صبر انسانی زندگی کا وہ جوہر ہے جس کی واقعی عظمت کا ادراک بھی مشکل ہے۔ تاریخ بشریت میں اس کے مظاہر کا ہر قدم پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت آدمؑ جنت میں تھے۔ پروردگار نے ہر طرح کا آرام دے رکھا تھا۔ صرف ایک درخت سے روک دیا تھا۔ لیکن انھوں نے مکمل قوت صبر کا مظاہرہ نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت سے باہر آ گئے۔ اور حضرت یوسف قید خانہ میں تھے لیکن انھوں نے مکمل قوت صبر کا مظاہرہ کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عزیز مصر کے عہدہ پر فائز ہو گئے اور لمحوں میں "غلامی" سے "شاہی" کا فاصلہ طے کر لیا۔

صبر اور جنت کے اسی رشتہ کی طرف قرآن مجید نے سورۂ دہر میں اشارہ کیا ہے "جَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا" اللہ نے ان کے صبر کے بدلہ میں انھیں جنت اور حریر جنت سے نواز دیا۔

جلد۔صبر
مشہد۔خطرہ جارہنا

۸۳

و قال (ع):

لرجل أفرط في الثناء عليه، وكان له متّهماً:

أَنَا دُونَ مَا تَقُولُ، وَفَوْقَ مَا فِي نَفْسِكَ.

۸۴

و قال (ع):

بَقِيَّةُ السَّيْفِ أَبْقَى عَدَداً، وَأَكْثَرُ وَلَداً.

۸۵

و قال (ع):

مَنْ تَرَكَ قَوْلَ «لَا أَدْرِي» أُصِيبَتْ مَقَاتِلُهُ.

۸۶

و قال (ع):

رَأْيُ الشَّيْخِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ. وروي «مِنْ مَشْهَدِ الْغُلَامِ».

۸۷

و قال (ع):

عَجِبْتُ لِمَنْ يَقْنَطُ وَمَعَهُ الِاسْتِغْفَارُ.

۸۸

و حكى عنه أبو جعفر بن علي الباقر (ع)، أنّه قال:

كَانَ فِي الْأَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ، وَقَدْ رُفِعَ أَحَدُهُمَا، فَدُونَكُمُ الْآخَرَ فَتَمَسَّكُوا بِهِ: أَمَّا الْأَمَانُ الَّذِي رُفِعَ فَهُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱) یہ کمال کردار بھی ہے اور بہترین تربیت بھی ہے کہ انسان اپنی حقیقت سے غافل ہو کر تعریف کرنے والوں کے فریب میں نہ آجائے اور کسی غرور اور تکبر کا شکار نہ ہو جائے

(۲) بقیۃ السیف وہ افراد ہوتے ہیں جو عزت و کرامت کی راہ میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ لیکن باقی رہ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پروردگار عالم ان کو زیادہ ہی بقا عنایت کرتا ہے کہ یہ تلوار کے سایہ سے بچ کر نکل آئے ہیں اور ان کی نسل کو بھی بابرکت بنا دیتا ہے کہ عزت و شرافت کے لئے بقاء دوام ہے اور ذلت و حقارت کے لئے فنا اور تباہی و بربادی لازمی ہے

مصادر حکمت ۸۳ البیان والتبیین ۱ ص۱۶۹، عیون الاخبار ۱ ص۲۶۶، انساب الاشراف ص۱۸۸، محاضرات راغب ۱ ص۱۷۵، مجمع الامثال ۱ ص۔۔۔ امالی سید مرتضیٰ ۱ ص۲۷۳، الغرر والعرر ص۲۸۔ تاریخ الخلفاء ص۱۵۲، المستقصی ۱ ص۳۷۷
مصادر حکمت ۸۴ العقد الفرید ۱ ص۱۰۳، البیان والتبیین ۲ ص۳۵، عیون الاخبار ۱ ص۱۳۰، زہر الآداب ۱ ص۔۔
مصادر حکمت ۸۵ غرر الحکم ص۲۶۹، البیان والتبیین ۲ ص۱۸۳، قوت القلوب ۱ ص۲۷۷،
مصادر حکمت ۸۶ العقد الفرید ۱ ص۶۲، البیان والتبیین ۱ ص۱۵۵، رسائل جاحظ ص۲۴۳، جمہرۃ الامثال ۱ ص۱۰۲، محاضرات الادباء، مجمع الـ ۔۔۔ ۱ ص۲۹۲، غرر الحکم ص۱۸۶، زہر الآداب ۱ ص۴۹، المستقصی ۲ ص۹۱
مصادر حکمت ۸۷ کامل مبرد ۱ ص۱۷۷، العقد الفرید ۳ ص۱۸۱، عیون الاخبار ۲ ص۲۷۲، امالی طوسیؒ ۱ ص۔۔، تذکرۃ الخواص ص۱۳۵
مصادر حکمت ۸۸ مجمع الامثال ۲ ص۵۳۹، روضۃ الواعظین ۲ ص۲۷۸، تذکرۃ الخواص ص۱۳۳، تفسیر رازی ۱۵ ص۱۷۸

۸۳۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا جو آپ کا عقیدت مند تو نہ تھا لیکن آپ کی بیحد تعریف کر رہا تھا "میں تمھارے بیان سے کمتر ہوں[1] لیکن تمھارے خیال سے بالاتر ہوں"۔
(یعنی جو تم نے میرے بارے میں کہا ہے وہ مبالغہ ہے لیکن جو میرے بارے میں عقیدہ رکھتے ہو وہ میری حیثیت سے بہت کم ہے)

۸۴۔ تلوار کے بچے ہوئے[2] لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور ان کی اولاد بھی زیادہ ہوتی ہے۔

۸۵۔ جس نے ناواقفیت کا اقرار چھوڑ دیا وہ کہیں نہ کہیں ضرور مارا[1] جائے گا۔

۸۶۔ بوڑھے کی رائے جوان کی ہمت[2] سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ یا بوڑھے کی رائے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

۸۷۔ مجھے اس شخص کے حال پر تعجب ہوتا ہے جو استغفار کی طاقت رکھتا ہے اور پھر بھی رحمتِ خدا سے مایوس ہو جاتا ہے۔

۸۸۔ امام محمد باقرؑ نے آپ کا ارشادِ گرامی نقل کیا ہے کہ "روئے زمین پر عذابِ الٰہی سے بچانے کے دو ذرائع تھے۔ ایک کو پروردگار نے اٹھالیا ہے (پیغمبر اسلامؐ) لہٰذا دوسرے سے تمسک اختیار کرو۔

[1] یہی وجہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے بعد مولائے کائنات کے علاوہ جس نے بھی "سلونی" کا دعویٰ کیا اسے ذلّت سے دوچار ہونا پڑا اور ساری عزّت خاک میں مل گئی۔

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ زندگی کے ہر مرحلۂ عمل پر جوان کی ہمت ہی کام آتی ہے۔ کاشتکاری، صنعت کاری سے لے کر ملکی دفاع تک سارا کام جوان ہی انجام دیتے ہیں اور چمنستانِ زندگی کی ساری بہار جوانوں کی ہمت ہی سے وابستہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود نشاطِ عمل کے لئے صحیح خطوط کا تعین بہرحال ضروری ہے اور یہ کام بزرگوں کے تجربات ہی سے انجام پا سکتا ہے۔ لہٰذا بنیادی حیثیت بزرگوں کے تجربات کی ہے اور ثانوی حیثیت نوجوانوں کی ہمت مردانہ کی ہے۔ اگرچہ زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانے کے لئے یہ دونوں پہیے ضروری ہیں۔

عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، وَأَمَّا الْأَمَانُ الْبَاقِي فَالْإِسْتِغْفَارُ[1]. قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: «وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيهِمْ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ».

قال الرضي: وهذا من محاسن الاستخراج و لطائف الاستنباط.

٨٩

و قال (عليه السلام):

مَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللّٰهِ أَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنْ أَصْلَحَ أَمْرَ آخِرَتِهِ أَصْلَحَ اللّٰهُ لَهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَ مَنْ كَانَ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ وَاعِظٌ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ.

٩٠

و قال (عليه السلام):

اَلْفَقِيهُ كُلُّ الْفَقِيهِ مَنْ لَمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، وَلَمْ يُؤْيِسْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَكْرِ اللّٰهِ.

٩١

و قال (عليه السلام):

إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ، فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكَمِ.

٩٢

و قال (عليه السلام):

أَوْضَعُ الْعِلْمِ مَا وُقِفَ عَلَى اللِّسَانِ، وَأَرْفَعُهُ مَا ظَهَرَ فِي الْجَوَارِحِ وَالْأَرْكَانِ.

٩٣

و قال (عليه السلام):

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: «اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ» لِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى فِتْنَةٍ، وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَعَاذَ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: «وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ»، وَمَعْنَىٰ ذٰلِكَ أَنَّهُ يَخْتَبِرُهُمْ بِالْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاخِطَ لِرِزْقِهِ، وَالرَّاضِيَ بِقِسْمِهِ وإِنْ كَانَ سُبْحَانَهُ

رَوح اللہ۔ لطف وعنایت پروردگار

طرائف الحکم۔ حکمت کی عجیب وغریب باتیں

اوضع۔ ادنیٰ

ما وقف علی اللسان۔ صرف زبانی جمع خرچ

ارکان۔ بنیادی اعضاء بدن

[1] استغفار وہ عظیم ترین عمل ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں عتاب وعذاب الٰہی سے محفوظ بنا سکتا ہے اور یہی سرکار دو عالمؐ کے وجود کا بدل بن سکتا ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ استغفار صرف زبان سے استغفر اللہ کہہ دینے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ سرکار دو عالمؐ کے تعلیمات پر وہ مکمل عمل ہے جو آپ کے ظاہری وجود کے نہ ہونے کی صورت میں آپ کے وجود کی تاثیر کو باقی رکھ سکے

مصادر حکمت ۸۹ تذکرۃ الخواص ص۱۳۳، خصال صدوقؒ ۱ ص۲۲، امالی صدوق ص۶۲، روضۃ الکافی ص۳۰۷، محاسن برقی ۱ ص۲۹، الفقیہ ۳ ص[illegible]

مصادر حکمت ۹۰ اصول کافی ۱ ص۳۶، معانی الاخبار ص۲۲۶، قوت القلوب ۱ ص۲۰، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۷۷، عین الادب والسیاسۃ ابن ہذیل [illegible] اصول الایمان محمد بن عبدالوہاب ص۲۳، تحف العقول ص۲۰۴، الحکمۃ الخالدہ ص۱۱۳، مشکوٰۃ الانوار ص۱۲۶، تاریخ الخلفاء [illegible] تذکرۃ الاولیاء ابن الجوزی

مصادر حکمت ۹۱ العقد الفرید ۶ ص۲۷۹، اصول کافی ۱ ص۴۸، دستور معالم الحکم ص۲۳، ربیع الابرار، نہایۃ الارب ۸ ص۱۸۱، روضۃ الواعظین [illegible] غرر الحکم ص۱۱۳، الحکمۃ الخالدہ ص۱۱۲

مصادر حکمت ۹۲ ربیع الابرار باب العلم والحکمہ، روض الاخیار محمد بن قاسم ص۱۵، غرر الحکم ص۹۱

مصادر حکمت ۹۳ تنبیہ الخاطر مالکی ص۲۷۵، امالی طوسیؒ ۲ ص۱۹۳

یعنی استغفار۔ کہ مالک کائنات نے فرمایا ہے کہ "خدا اس وقت تک ان پر عذاب نہیں کرسکتا ہے جب تک آپ موجود ہیں۔ اور اس وقت تک عذاب کرنے والا نہیں ہے جب تک یہ استغفار کر رہے ہیں"۔

سید رضیؒ ۔ یہ آیت کریمہ سے بہترین استخراج اور لطیف ترین استنباط ہے۔

۸۹۔ جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملات کی اصلاح کرلی۔ اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کی اصلاح کردے گا اور جو آخرت کے امور[1] کی اصلاح کرلے گا اللہ اس کی دنیا کے امور کی اصلاح کردے گا۔ اور جو اپنے نفس کو نصیحت کرلے گا اللہ اس کی حفاظت کا انتظام کردے گا۔

۹۰۔ مکمل عالم دین وہی ہے جو لوگوں کو رحمتِ خدا سے مایوس نہ بنائے اور اس کی مہربانیوں سے ناامید نہ کرے اور اس کے عذاب کی طرف سے مطمئن نہ بنادے۔

۹۱۔ یہ دل اسی طرح اُکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اُکتا جاتے ہیں لہٰذا ان کے لئے نئی نئی لطیف حکمتیں تلاش کرو۔

۹۲۔ سب سے حقیر علم وہ ہے جو صرف زبان[2] پر رہ جائے اور سب سے زیادہ قیمتی علم وہ ہے جس کا اظہار اعضاء و جوارح سے ہو جائے۔

۹۳۔ خبردار تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ خدایا میں فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ کہ کوئی شخص بھی فتنہ سے الگ نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر پناہ مانگنا ہے تو فتنوں کی گمراہیوں سے پناہ مانگو اس لئے کہ پروردگار نے اموال اور اولاد کو بھی فتنہ قرار دیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اموال اور اولاد کے ذریعہ امتحان لینا چاہتا ہے تاکہ اس طرح روزی سے ناراض ہونے والا قسمت پر راضی رہنے والے سے الگ ہو جائے۔

---

[1] امور آخرت کی اصلاح کا دائرہ صرف عبادات و ریاضات میں محدود نہیں ہے بلکہ اس میں وہ تمام امور دنیا شامل ہیں جو آخرت کے لئے انجام دئے جاتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور آخرت کی اصلاح دنیا کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ آخرت والے دنیا کو برائے آخرت اختیار کرتے ہیں اور دنیادار اسی کو اپنا ہدف اور مقصد قرار دے لیتے ہیں اور اس طرح آخرت سے یکسر غافل ہو جاتے ہیں۔

[2] افسوس کہ دورِ حاضر میں علم کا چرچا صرف زبانوں پر رہ گیا ہے اور قوت گویائی ہی کو کمال علم کو تصور کرلیا گیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عمل و کردار کا فقدان ہوتا جا رہا ہے اور عوام الناس اپنی ذاتی جہالت سے زیادہ دانشوروں کی دانشوری اور اہل علم کے علم کی بدولت تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

أَعْلَمَ بِهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَلٰكِنْ لِتَظْهَرَ ٱلْأَفْعَالُ ٱلَّتِي بِهَا يُسْتَحَقُّ ٱلثَّوَابُ وَٱلْعِقَابُ؛ لِأَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ ٱلذُّكُورَ وَيَكْرَهُ ٱلْإِنَاثَ، وَبَعْضَهُمْ يُحِبُّ تَثْمِيرَ ٱلْمَالِ، وَيَكْرَهُ ٱنْثِلَامَ ٱلْحَالِ.

قال الرضي: و هذا من غريب ما سمع منه في التفسير.

٩٤

و سئل عن الخير ما هو؟ فقال:

لَيْسَ ٱلْخَيْرُ أَنْ يَكْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ، وَلٰكِنَّ ٱلْخَيْرَ أَنْ يَكْثُرَ عِلْمُكَ، وَأَنْ يَعْظُمَ حِلْمُكَ، وَأَنْ تُبَاهِيَ[1] ٱلنَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ؛ فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَمِدْتَ ٱللّٰهَ، وَإِنْ أَسَأْتَ ٱسْتَغْفَرْتَ ٱللّٰهَ. وَلَا خَيْرَ فِي ٱلدُّنْيَا إِلَّا لِرَجُلَيْنِ: رَجُلٍ أَذْنَبَ ذُنُوباً فَهُوَ يَتَدَارَكُهَا بِٱلتَّوْبَةِ، وَرَجُلٍ يُسَارِعُ فِي ٱلْخَيْرَاتِ.

٩٥

و قال (ﷺ):

لَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ ٱلتَّقْوَىٰ، وَكَيْفَ يَقِلُّ مَا يُتَقَبَّلُ؟

٩٦

و قال (ﷺ):

إِنَّ أَوْلَى ٱلنَّاسِ بِٱلْأَنْبِيَاءِ أَعْلَمُهُمْ بِمَا جَاؤُوا بِهِ، ثُمَّ تَلَا: «إِنَّ أَوْلَى ٱلنَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ وَهٰذَا ٱلنَّبِيُّ وَٱلَّذِينَ آمَنُوا» ٱلْآيَةَ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ مَنْ أَطَاعَ ٱللّٰهَ و إِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهُ، وَإِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَى ٱللّٰهَ وَإِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهُ!

٩٧

و سمع (ﷺ) رجلاً من الحرورية يتهجد و يقرأ، فقال:

نَوْمٌ عَلَىٰ يَقِينٍ خَيْرٌ مِنْ صَلَاةٍ فِي شَكٍّ.

تثمیر - بارآور بنانا
انثلام - ابتری
لُحمہ - قرابت
حروریہ - جن لوگوں نے حرورا میں مولائے کائنات کے خلاف خروج کیا
تہجد - نماز شب

[1] انسان کسی وقت بھی جذبہ فخر و مباہات سے الگ نہیں ہو سکتا ہے اور یہ جذبہ اس کی فطرت میں شامل ہے لہذا ضرورت تھی کہ اسے فخر و مباہات کے طریقے سے آشنا کر دیا جائے تاکہ کسی وقت اس جذبہ کی تسکین کا خیال پیدا ہو تو اس طریقہ کو اختیار کرے جو علمی اور عقلی ہو اور جاہلیت کے اطوار کی راہ پر نہ چلا جائے کہ اس میں گمراہی اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

حکمت ۹۴ حلیۃ الاولیاء ۱ ص۷۵، محاسن برقی ۱ ص۲۲۴، ربیع الابرار باب الخیر والصلاح - دستور معالم الحکم ص۱۴۰، غرر الحکم ص۲۵۹، روضۃ الواعظین، تذکرۃ الخواص ص۱۳۱
حکمت ۹۵ تنبیہ الخاطر مالکی ص۲۳، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۷۵، اصول کافی ۲ ص۷۵، تحف العقول، المجالس مفیدؒ ص۱۵۱، امالی طوسیؒ ۱ ص۶۰، تذکرۃ الخواص ص۱۳۰، مناقب خوارزمی ص۲۶۵
حکمت ۹۶ ربیع الابرار باب التفاضل والتفاوت، تنبیہ الخاطر مالکی ص۱، غرر الحکم ص۹۰، مجمع البیان ۲ ص۴۵۸، بحار ۴۸ ص۸۴
حکمت ۹۷ مجمع الامثال ۲ ص۳۵۵، مطالب السؤول ۱ ص۱۶۴، تنبیہ الخاطر ص۲۴، غرر الحکم ص۳۳۲، تذکرۃ الخواص ص۱۰۵

جب کہ وہ ان کے بارے میں خود ان سے بہتر جانتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ ان اعمال کا اظہار ہو جائے جن سے انسان ثواب یا عذاب کا حقدار ہوتا ہے کہ بعض لوگ لڑکا چاہتے ہیں لڑکی نہیں چاہتے ہیں اور بعض مال کے بڑھانے کو دوست رکھتے ہیں اور شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔

سید رضیؒ۔ یہ وہ نادر بات ہے جو آیت " انما اموالکم " کی تفسیر میں آپ سے نقل کی گئی ہے۔

۹۴۔ آپ سے خیر کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو فرمایا کہ خیر مال اور اولاد کی کثرت نہیں ہے۔ خیر علم کی کثرت اور حلم کی عظمت ہے اور یہ ہے کہ لوگوں پر عبادت پروردگار سے ناز کرو[1] لہذا اگر نیک کام کرو تو اللہ کا شکر بجالاؤ اور برا کام کرو تو استغفار کرو۔ اور یاد رکھو کہ دنیا میں خیر صرف دو طرح کے لوگوں کے لئے ہے۔ وہ انسان جو گناہ کرے تو توبہ سے اس کی تلافی کر لے اور وہ انسان جو نیکیوں میں آگے بڑھتا جائے۔

۹۵۔ تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل قلیل نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کہ جو عمل بھی قبول[1] ہو جائے اسے قلیل کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

۹۶۔ لوگوں میں انبیاء سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ ان کے تعلیمات سے باخبر ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی " ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کریں۔ اور یہ پیغمبرؐ ہے اور صاحبان ایمان ہیں"۔ اس کے بعد فرمایا کہ پیغمبرؐ کا دوست وہی ہے جو ان کی اطاعت کرے، چاہے نسب کے اعتبار سے کسی قدر دور کیوں نہ ہو اور آپ کا دشمن وہی ہے جو آپ کی نافرمانی کرے چاہے قرابت کے اعتبار سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو۔

۹۷۔ آپ نے سنا کہ ایک خارجی شخص نماز شب پڑھ رہا ہے اور تلاوت قرآن کر رہا ہے تو فرمایا کہ یقین[2] کے ساتھ سو جانا شک کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

---

[1] یہ اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ پروردگار صرف متقین کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر انسان تقویٰ کے بغیر اعمال انجام دے تو یہ اعمال دیکھنے میں بہت نظر آئیں گے لیکن واقعاً کثیر کہے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اور اس کے برخلاف اگر تقویٰ کے ساتھ عمل انجام دے تو دیکھنے میں شائد وہ عمل قلیل دکھائی دے لیکن واقعاً قلیل نہ ہوگا کہ درجۂ قبولیت پر فائز ہو جانے والا عمل کسی قیمت پر قلیل نہیں کہا جا سکتا ہے۔

[2] یہ اصلاح عقیدہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس شخص کو حقائق کا یقین نہیں ہے اور وہ شک کی زندگی گذار رہا ہے اس کے اعمال کی قدر و قیمت ہی کیا ہے۔ اعمال کی قدر و قیمت کا تعین انسان کے علم و یقین اور اس کی معرفت سے ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جتنے اہل یقین ہیں سب کو سو جانا چاہئے اور نماز شب کا پابند نہیں ہونا چاہئے کہ یقین کی نیند شک کے عمل سے بہتر ہے۔

ایسا ممکن ہوتا تو سب سے پہلے معصومینؑ ان اعمال کو نظر انداز کر دیتے جن کے یقین کی شان یہ تھی کہ اگر پردے اٹھا دئے جاتے جب بھی یقین میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں تھی۔

۹۸

و قال (ع):

أَعْقِلُوا الْخَبَرَ إِذَا سَمِعْتُمُوهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَا عَقْلَ رِوَايَةٍ، فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ، وَرُعَاتَهُ قَلِيلٌ.

۹۹

و سمع رجلاً يقول:

«إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ» فقال (ع): إِنَّ قَوْلَنَا: «إِنَّا لِلَّهِ» إِقْرَارٌ عَلَى أَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ؛ و قَوْلَنَا: «وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ» إِقْرَارٌ عَلَى أَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ.

۱۰۰

و قال (ع)، و مدحه قوم في وجهه، فقال:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ بِي مِنْ نَفْسِي، وَأَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْهُمْ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْراً مِمَّا يَظُنُّونَ، وَاغْفِرْ لَنَا مَا لَا يَعْلَمُونَ.

۱۰۱

و قال (ع):

لَا يَسْتَقِيمُ قَضَاءُ الْحَوَائِجِ إِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ، وَ بِاسْتِكْتَامِهَا لِتَظْهَرَ، وَ بِتَعْجِيلِهَا لِتَهْنُؤَ.

۱۰۲

و قال (ع):

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُقَرَّبُ فِيهِ إِلَّا الْمَاحِلُ [الآجن]، وَ لَا يُظَرَّفُ فِيهِ إِلَّا الْفَاجِرُ، وَ لَا يُضَعَّفُ فِيهِ إِلَّا الْمُنْصِفُ، يَعُدُّونَ الصَّدَقَةَ فِيهِ غُرْماً، وَصِلَةَ الرَّحِمِ

مُر - لام برائے ملکیت ہے
ب - ہلاکت
تصغار - چھوٹا سمجھنا
تکتام - پوشیدہ رکھنا
حل - چغلخور
ف - خوش طبع سمجھا جائے گا
معف - کمزور تصور کیا جائے گا
رم - نقصان - خسارہ
لۂ رحم - بلافاصلہ قرابتداروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا

درحکمت ۹۸ محاضرات الادباء راغب ۱ ص۱۴۱، اصول کافی ۲ ص۹۴، کافی باب الجہادہ ص۳۵، غرر الحکم ص۱۱۱، روض الاخیار ص۱۰، الوافی الفیض ۲م ص۲۴، مرآۃ العقول ۲ ص۲۳، تحف العقول ص۳۲۸

درحکمت ۹۹ تحف العقول ص۲۰۹، العقد الفرید ۳ ص۳۰۳، کامل مبرد ۲ ص۲۵۱، محاضرات الادباء ۲ ص۲۲۶، سراج الملوک طرطوش ص۱۸۲، غرر الحکم ص۱۲۱، نہایۃ الارب ۵ ص۱۶۰

درحکمت ۱۰۰ انساب الاشراف ص۱۹۶، الغرر والعرر ص۲۵، غرر الحکم ص۵، امالی قالی ۲ ص۵۳، خصال صدوق ۲ ص۱۵۶، تحف العقول ص۱۰، البیان والتبیین ۳ ص۶۰، امالی طوسی ۱ ص۲۲۰، ارشاد مفید ص۱۱۲

درحکمت ۱۰۱ تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۰، قوت القلوب ۲ ص۲۲۲، غرر الحکم ص۵، ربیع الابرار

حکمت ۱۰۲ کامل مبرد ۱ ص۱۰، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۵۱، روضۃ الکافی ص۵، محاضرات راغب ص۹، غرر الحکم ص۳۶۳، مطالب السؤل ص۵۰، الآداب بن شمس خلافہ، تاریخ یعقوبی

۹۸۔جب کسی خبر کو سنو تو عقل کے معیار پر پرکھ لو اور صرف نقل پر بھروسہ نہ کرو کہ علم کے نقل کرنے والے بہت ہوتے ہیں اور سمجھنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔[1]

۹۹۔آپ نے ایک شخص کو کلمہ انا للہ زبان پر جاری کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ انا للہ اقرار ہے کہ ہم کسی کی ملکیت ہیں اور انا الیہ راجعون اعتراف ہے کہ ایک دن فنا ہو جانے والے ہیں۔

۱۰۰۔ایک قوم نے آپ کے سامنے آپ کی تعریف کر دی تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دئے۔ خدایا تو مجھے، مجھ سے بہتر جانتا ہے اور میں اپنے کو ان سے بہتر پہچانتا ہوں لہٰذا مجھے ان کے خیال سے بہتر[2] قرار دے دینا اور ہر جن کوتاہیوں کو نہیں جانتے ہیں انھیں معاف کر دینا۔

۱۰۱۔حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی ہے: (۱) عمل کو چھوٹا سمجھے تاکہ وہ بڑا قرار پا جائے (۲) اسے پوشیدہ طور پر انجام دے تاکہ وہ خود اپنا اظہار کرے (۳) اسے جلدی پورا کر دے تاکہ خوشگوار معلوم ہو[3]

۱۰۲۔لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے جب صرف لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا مقرب بارگاہ ہوا کرے گا اور صرف فاجر کو خوش مزاج سمجھا جائے گا اور صرف منصف کو کمزور قرار دیا جائے گا۔ لوگ صدقہ کو خسارہ، صلۂ رحم کو احسان اور

[1] عالم اسلام کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ مسلمان روایات کے مضامین سے یکسر غافل ہے اور صرف راویوں کے اعتماد پر روایات پر عمل کر رہا ہے جب کہ بیشمار روایات کے مضامین خلاف عقل و منطق اور مخالف اصول و عقائد ہیں اور مسلمان کو اس گمراہی کا احساس بھی نہیں ہے۔

[2] اے کاش ہر انسان اس کردار کو اپنا لیتا اور تعریفوں سے دھوکہ کھانے کے بجائے اپنے امور کی اصلاح کی فکر کرتا اور مالک کی بارگاہ میں اسی طرح عرض مدعا کرتا جس طرح مولائے کائنات نے سکھایا ہے مگر افسوس کہ ایسا کچھ نہیں ہے اور جہالت اس منزل پر آگئی ہے کہ صاحبان علم عوام الناس کی تعریف سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور اپنے کو باکمال تصور کرنے لگتے ہیں جس کا مشاہدہ خطبا کی زندگی میں بھی ہو سکتا ہے اور شعرا کی محفلوں میں بھی جہاں اظہار علم کرنے والے باکمال ہوتے ہیں اور تعریف کرنے والوں کی اکثریت ان کے مقابلہ میں بے کمال۔ مگر اس کے بعد بھی انسان تعریف سے خوش ہوتا ہے اور مغرور ہو جاتا ہے۔

[3] ظاہر ہے کہ حاجت برآری کا عمل جلد ہو جاتا ہے تو انسان کو بے پناہ مسرت ہوتی ہے ورنہ اس کے بعد کام تو ہو جاتا ہے لیکن مسرت کا فقدان رہتا ہے اور وہ روحانی انبساط حاصل نہیں ہوتا ہے جو مدعا پیش کرنے کے فوراً بعد پورا ہو جانے میں حاصل ہوتا ہے۔

مَنّاً، وَ السِّيَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ! فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُونُ السُّلْطَانُ بِمَشُورَةِ النِّسَاءِ[الاماء] وَ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَ تَدْبِيرِ الْخِصْيَانِ.

۱۰۳

و رئي عليه ازار خَلَقٌ مرقوع فقيل له في ذلک، فقال (عليه السلام):

يَخْشَعُ لَهُ الْقَلْبُ، وَ تَذِلُّ بِهِ النَّفْسُ، وَ يَقْتَدِي بِهِ الْمُؤْمِنُونَ. إِنَّ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ، وَ سَبِيلَانِ مُخْتَلِفَانِ؛ فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَ تَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَ عَادَاهَا، وَ هُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ، وَ مَاشٍ بَيْنَهُمَا؛ كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْآخَرِ، وَ هُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ!

۱۰۴

و عن نوف البكالي، قال (عليه السلام):

رأيت أمير المؤمنين عليه السلام، ذات ليلة، و قد خرج من فراشه، فنظر في النجوم فقال لي: يا نوف، أراقد أنت ام رامق؟ فقلت: بل رامق؛ قال: يا نوف، طُوبَى لِلزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا، الرَّاغِبِينَ فِي الْآخِرَةِ، أُولٰئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْأَرْضَ بِسَاطاً، وَ تُرَابَهَا فِرَاشاً، وَ مَاءَهَا طِيباً، وَالْقُرْآنَ شِعَاراً، وَ الدُّعَاءَ دِثَاراً، ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنْيَا قَرْضاً عَلَى مِنْهَاجِ الْمَسِيحِ.

يَا نَوْفُ إِنَّ دَاوُودَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُو فِيهَا عَبْدٌ إِلَّا اسْتُجِيبَ لَهُ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ

منّ - احسان
استطالہ - بڑائی
خصیان - خواجہ سرا
ضرتان - سوت
رامق - بیدار
شعار - باطنی لباس
دثار - ظاہری لباس
قرض - کاٹ دینا
منہاج - طریقۂ زندگی

۱؎ ابن ابی الحدید کا کہنا ہے کہ حضرت کا یہ ارشاد اخبار غیب میں شامل ہے اور یہ شرف تمام صحابہ کرام میں صرف آپ کو حاصل تھا کہ پروردگار نے آپ کو رسول اکرمؐ کے ذریعہ غیب سے باخبر کر دیا تھا اور آپ وقتاً فوقتاً اس علم کا اظہار فرماتے رہتے تھے

۲؎ قرآن کو شعار کہنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ آہستہ آہستہ خفیہ طریقہ سے تلاوت کرتے ہیں اور اس کا اشتہار نہیں کرتے ہیں اور دعا کو دثار بنانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ علی الاعلان دعا کرتے ہوئے شرماتے نہیں ہیں اور اپنی عاجزی اور کمزوری کا احساس رکھتے ہیں

مصادر حکمت ۱۰۳ تحف العقول ص ۲۱۲، طبقات ابن سعد ۳ ص ۲۸، حلیۃ الاولیاء ۱ ص ۸۳، مطالب السئول ۱ ص ۹، سراج الملوک ص ۲۴۴، روض الاخیار ص ۴ ص ۱۸، تذکرۃ الخواص ص ۱۱۳، ذخائر العقبیٰ ص ۱۰۲، امالی مرتضیٰ ۱ ص ۱۵۳

مصادر حکمت ۱۰۴ خصال صدوق ۱ ص ۱۵۹، اکمال الدین، مروج الذہب ۴ ص ۱۹۳، حلیۃ الاولیاء ۱ ص ۷۹، المجالس المفید ص ۷۱، تاریخ بغداد ص ۱۶۲، دستور معالم الحکم ص ۳۵، غرر الحکم ص ۲۰۹، کنز الفوائد ص ۳۰، تاریخ دمشق، عیون الاخبار ۲ ص ۳۵۳، الجرح والتعدیل

عبادت کو لوگوں پر برتری[1] کا ذریعہ قرار دیں گے۔ ایسے وقت میں حکومت عورتوں کے مشورہ، بچوں کے اقتدار اور خواجہ سراؤں[2] کی تدبیر کے سہارے رہ جائے گی۔ (۱۵)

۱۰۳۔ لوگوں نے آپ کی چادر کو بوسیدہ دیکھ کر گذارش کر دی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دل میں خشوع اور نفس میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اور مومنین اس کی اقتدا بھی کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو دنیا اور آخرت آپس میں دو ناساز گار دشمن ہیں اور دو[2] مختلف راستے۔ لہذا جو دنیا سے محبت اور تعلق خاطر رکھتا ہے وہ آخرت کا دشمن ہو جاتا ہے اور جو درمیان ہر دو ایک سے قریب تر ہوتا ہے وہ دوسرے سے دور تر ہو جاتا ہے۔ پھر یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی سوت جیسی ہیں۔

۱۰۴۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر ستاروں پر نگاہ کی اور فرمایا کہ نوف! سو رہے ہو یا بیدار ہو؟ میں نے عرض کی کہ حضور جاگ رہا ہوں۔ فرمایا کہ نوف! خوشا بحال ان کے جو دنیا سے کنارہ کش ہوں تو آخرت کی طرف رغبت رکھتے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو بستر بنایا ہے اور خاک کو فرش، پانی کو شربت قرار دیا ہے اور قرآن و دعا کو اپنے ظاہر و باطن کا محافظ۔ (۱۶) اس کے بعد دنیا سے یوں الگ ہو گئے جس طرح حضرت مسیحؑ۔

نوف! دیکھو داؤدؑ رات کے وقت ایسے ہی موقع پر قیام کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ساعت ہے جس میں جو بندہ بھی دعا کرتا ہے پروردگار اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے ______ مگر یہ کہ

---

[1] افسوس کہ اہل دنیا نے اس عبادت کو بھی اپنی برتری کا ذریعہ بنا لیا ہے جس کی تشریع انسان کے خضوع و خشوع اور جذبۂ بندگی کے اظہار کے لئے ہوئی تھی اور جس کا مقصد یہ تھا کہ انسان کی زندگی سے غرور اور شیطنت نکل جائے اور تواضع و انکسار اس پر مسلط ہو جائے۔

[2] بظاہر کسی دور میں بھی خواجہ سراؤں کو مشیر مملکت کی حیثیت حاصل نہیں رہی ہے اور نہ ان کے کسی مخصوص تدبّر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ اس لفظ سے مراد وہ تمام افراد ہوں جن میں ان لوگوں کی خصلتیں پائی جاتی ہیں اور جو حکام کی ہر ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور ان کی ہر رغبت و خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور انھیں زندگی کے اندر و باہر ہر شعبہ میں برابر کا دخل رہتا ہے۔

[3] اس مقام پر لفظ قرض اشارہ ہے کہ نہایت مختصر حصہ حاصل کیا ہے جس طرح دانت سے روٹی کاٹ لی جاتی ہے اور ساری روٹی کو منھ میں نہیں بھر لیا جاتا ہے کہ اس کیفیت کو خضم کہتے ہیں ــ قرض نہیں کہتے ہیں۔

عَشَّاراً، أَوْ عَرِيفاً أَوْ شُرْطِيّاً، أَوْ صَاحِبَ عَرْطَبَةٍ (و هي الطنبور) أَوْ صَاحِبَ كَوبَةٍ (و هي الطبل. و قد قيل ايضا: إن العرطبة الطبل و الكوبة الطنبور).

۱۰۵

و قال ﴿ع﴾:

إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْفَرَائِضَ، فَلَا تُضَيِّعُوهَا؛ وَ حَدَّ لَكُمْ حُدُوداً، فَلَا تَعْتَدُوهَا؛ وَ نَهَاكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ، فَلَا تَنْتَهِكُوهَا؛ وَ سَكَتَ لَكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ وَ لَمْ يَدَعْهَا نِسْيَاناً، فَلَا تَتَكَلَّفُوهَا.

۱۰۶

و قال ﴿ع﴾:

لَا يَتْرُكُ النَّاسُ شَيْئاً مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ لِاسْتِصْلَاحِ دُنْيَاهُمْ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنْهُ.

۱۰۷

و قال ﴿ع﴾:

رُبَّ عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهُ جَهْلُهُ وَ عِلْمُهُ مَعَهُ لَا يَنْفَعُهُ.

۱۰۸

و قال ﴿ع﴾:

لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هٰذَا الْإِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِيَ أَعْجَبُ مَا فِيهِ، وَ ذٰلِكَ الْقَلْبُ، وَ ذٰلِكَ أَنَّ لَهُ مَوَادَّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ أَضْدَاداً مِنْ خِلَافِهَا؛ فَإِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَاءُ أَذَلَّهُ الطَّمَعُ، وَ إِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ أَهْلَكَهُ الْحِرْصُ، وَ إِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ، وَ إِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ، وَ إِنْ أَسْعَدَهُ الرِّضَىٰ نَسِيَ التَّحَفُّظَ، وَ إِنْ غَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ، وَ إِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْأَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَ إِنْ

عشّار ۔ ٹیکس وصول کرنے والا
عَرِیف ۔ تجسس کرنے والا
شُرطی ۔ پولیس
عَرْطَبَہ ۔ سارنگی
کَوبَہ ۔ ڈھول
بضعہ ۔ ٹکڑا
نِیاط ۔ رگ قلب
سنح لہ ۔ ظاہر ہوا
تحفظ ۔ بچاؤ
غِرّۃ ۔ غفلت

۱۰۵ در حکمت ۱۰۵ امالی ابن الشیخ ۲ ص ۱۲۴، الفقیہ ۴ ص ۵۳، المجالس مفید ص ۹۴، غرر الحکم ص ۱۱۱
۱۰۶ در حکمت ۱۰۶ غرر الحکم ابن شعبہ الحرانی ص ۳۵۱
۱۰۷ در حکمت ۱۰۷ کتاب الجمل ابو مخنف، ارشاد مفید ص ۱۲۴، غرر الحکم ص ۱۸۳
۱۰۸ در حکمت ۱۰۸ روضۃ الکافی ص ۲۱، تحف العقول ص ۹۵، کتاب الفاضل المبرد ص ۲، مروج الذہب ۲ ص ۴۳۳، ارشاد مفید ص ۱۷۱، دستور معالم الحکم ص ۱۲۹، زہر الآداب ۱ ص ۲۹۶، غرر الحکم ص ۲۲۵، تاریخ دمشق، علل الشرائع باب ۹۴

سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، لوگوں کی برائی کرنے والا۔ ظالم حکومت کی پولیس والا یا سارنگی اور ڈھول[1] تاشہ والا ہو۔

سید رضی۔ عرطبۃ: سارنگی کو کہتے ہیں اور کوبۃ کے معنی ڈھول کے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک عرطبہ ڈھول ہے اور کوبہ سارنگی۔

۱۰۵۔ پروردگار نے تمہارے ذمہ کچھ فرائض قرار دئے ہیں لہٰذا خبردار انھیں ضائع نہ کرنا اور اس نے کچھ حدود بھی مقرر کر دئے ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرنا۔ اس نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرنا اور جن چیزوں سے سکوت اختیار فرمایا ہے زبردستی انھیں جاننے کی کوشش نہ کرنا کہ وہ بھولا نہیں ہے۔

۱۰۶۔ جب بھی لوگ دنیا سنوارنے کے لئے دین کی کسی بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو پروردگار اس سے زیادہ نقصان دہ راستے کھول دیتا ہے۔

۱۰۷۔ بہت سے عالم ہیں[2] جنھیں دین سے ناواقفیت نے مار ڈالا ہے اور پھر ان کے علم نے بھی کوئی فائدہ نہیں پہونچایا ہے۔

۱۰۸۔ اس انسان کے وجود میں سب سے زیادہ تعجب خیز وہ گوشت کا ٹکڑا ہے جو ایک رگ سے آویزاں کر دیا گیا ہے اور جس کا نام قلب ہے کہ اس میں حکمت[3] کے سرچشمے بھی ہیں اور اس کی ضدیں بھی ہیں کہ جب اسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع ذلیل بنا دیتی ہے اور جب طمع میں ہیجان پیدا ہوتا ہے تو حرص برباد کر دیتی ہے اور جب مایوسی کا قبضہ ہو جاتا ہے تو حسرت مار ڈالتی ہے اور جب غضب طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور جب خوشحال ہو جاتا ہے تو حفظ ماتقدم کو بھول جاتا ہے اور جب خوف طاری ہوتا ہے تو احتیاط دوسری چیزوں سے غافل کر دیتی ہے۔ اور جب حالات میں وسعت پیدا ہوتی ہے تو غفلت قبضہ کر لیتی ہے ـــــــ اور

[1] افسوس کی بات ہے کہ بعض علاقوں میں بعض مومن اقوام کی پہچان ہی ڈھول تاشہ اور سارنگی بن گئی ہے جب کہ مولائے کائنات نے اس کاروبار کو اس قدر مذموم قرار دیا ہے کہ اس عمل کے انجام دینے والوں کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی ہے۔
اس حکمت میں دیگر افراد کا تذکرہ ظالموں کے ذیل میں کیا گیا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ ظالم حکومت کے لئے کسی طرح کا کام کرنے والا پیش پروردگار مستجاب الدعوات نہیں ہو سکتا ہے۔ جب وہ اپنے ضروریات حیات کو ظالموں کی اعانت سے وابستہ کر دیتا ہے تو پروردگار اپنا دست کرم اٹھا لیتا ہے۔

[2] یہ دانشوران ملت ہیں جن کے پاس ڈگریوں کا غرور تو ہے لیکن دین کی بصیرت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے افراد کا علم تباہ کر سکتا ہے آباد نہیں کر سکتا ہے۔

[3] انسانی قلب کو دو طرح کی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے۔ اس میں ایک پہلو عقل و منطق کا ہے اور دوسرا جذبات و عواطف کا ـــ اس ارشاد گرامی میں دوسرے پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کے متضاد خصوصیات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

أَفَـادَ مَـالاً أَطْـغَاهُ الْـغِنَىٰ، وَ إِنْ أَصَـابَتْهُ مُـصِيبَةٌ فَـضَحَهُ الْجَـزَعُ، وَ إِنْ عَـضَّتْهُ الْـفَاقَةُ شَـغَلَهُ الْـبَلَاءُ، وَ إِنْ جَـهَدَهُ الْجُـوعُ قَـعَدَ بِـهِ الضَّـعْفُ، وَ إِنْ أَفْـرَطَ بِـهِ الشِّبَعُ كَـظَّتْهُ الْـبِطْنَةُ. فَكُـلُّ تَـقْصِيرٍ بِـهِ مُـضِرٌّ، وَ كُـلُّ إِفْـرَاطٍ لَـهُ مُـفْسِدٌ.

۱۰۹

و قال ﴿ع﴾:

نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطَىٰ، بِهَا يَـلْحَقُ التَّـالِي، وَ إِلَـيْهَا يَـرْجِعُ الغَـالِي.

۱۱۰

و قال ﴿ع﴾:

لَا يُقِيمُ أَمْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ إِلَّا مَنْ لَا يُصَانِعُ وَ لَا يُضَارِعُ، وَ لَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ.

۱۱۱

و قال ﴿ع﴾:

و قد توفي سهل بن حُنَيْفٍ الأنصاري بالكوفة بعد مرجعه معه من صفين و كان أحب الناس اليه:

لَوْ أَحَـبَّنِي جَـبَلٌ لَـتَهَافَتَ.

معنى ذلك أن المحنة تغلظ عليه، فتسرع المصائب اليه، و لا يفعل ذلك إلا بالأتقياء الأبرار و المصطفين الأخيار و هذا مثل قوله عليه السلام.

۱۱۲

مَـنْ أَحَـبَّنَا أَهْـلَ الْـبَيْتِ فَـلْيَسْتَعِدَّ لِـلْفَقْرِ جِـلْبَاباً.

«و قد يؤول ذلك على معنى آخر ليس هذا موضع ذكره».

۱۱۳

و قال ﴿ع﴾:

لَا مَـالَ أَعْـوَدُ مِـنَ الْـعَقْلِ، وَ لَا وَحْـدَةَ أَوْحَشُ مِـنَ الْـعُجْبِ، وَ لَا عَـقْلَ كَـالتَّدْبِيرِ، وَ لَا كَـرَمَ كَـالتَّقْوَىٰ.

أفاد - استفادہ کیا
فاقہ - فقر
جہدہ - تھکا ڈالا
کظ - تکلیف دینا
بطنہ - شکم پری
نمرقہ - تکیہ
غالی - حد سے تجاوز کرنے والا
لایصانع - مروت نہیں کرتا ہے
لایضارع - اہل باطل جیسا کام نہیں کرتا ہے
مطامع - لالچ کے مراکز
تہافت - ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا
اعود - زیادہ مفید
عجب - خود پسندی

مصادر حکمت ۱۰۹ العقد الفرید ۲ ص۳۷۰، عیون الاخبار ۱ ص۳۲۶، الاشتقاق ابن درید ص۳۶۲، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۵۲، جمہرۃ الامثال ۱، تحف العقول ص۲۱۶، المجالس مفید ص۳، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۹۶، کتاب الفاخر ابن عالم ص۲۱۶، عیون الاخبار ۳ ص۳۳۶، قوت القلوب مکی ۱ ص۳۵۷

مصادر حکمت ۱۱۰ غرر الحکم آمدی ص۳۵۱

مصادر حکمت ۱۱۱ ربیع الابرار باب الاخاء والمحبۃ، غرر الحکم ص۲۶۱، الدرجات الرفیعہ ص۳۹۰

مصادر حکمت ۱۱۲ امالی مرتضیٰ ۱ ص۱۷، غریب الحدیث ابن قتیبہ، الجمع بین الغریبین الہروی، نہایہ ابن اثیر ۱ ص۲۸۳، اختصاص مفید ص۱۱، معانی الاخبار ص۱۸۲، غریب الحدیث ابن سلام

مصادر حکمت ۱۱۳ قصار الحکم ص۵۴

جب مال حاصل کر لیتا ہے تو بے نیازی سرکش بنا دیتی ہے اور جب کوئی مصیبت نازل ہو جاتی ہے تو فریاد رسوا کر دیتی ہے اور جب فاقہ کاٹ کھاتا ہے تو بلا گرفتار کر لیتی ہے اور جب بھوک تھکا دیتی ہے تو کمزوری بٹھا دیتی ہے اور جب ضرورت سے زیادہ پیٹ بھر جاتا ہے تو شکم پری کی اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے ——— مختصر یہ ہے کہ ہر کوتاہی نقصان دہ ہوتی ہے اور ہر زیادتی تباہ کن۔

۱۰۹۔ ہم اہلبیتؑ ہی وہ نقطۂ اعتدال[1] ہیں جن سے پیچھے رہ جانے والا آگے بڑھ کر ان سے مل جاتا ہے اور آگے بڑھ جانے والا پلٹ کر ملحق ہو جاتا ہے۔

۱۱۰۔ حکم الٰہی کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو حق کے معاملہ میں مروت نہ کرتا ہو اور عاجزی و کمزوری کا اظہار نہ کرتا ہو اور لالچ کے پیچھے نہ دوڑتا ہو۔

۱۱۱۔ جب صفین سے واپسی پر سہل بن حنیف انصاری کا کوفہ میں انتقال ہو گیا جو حضرت کے محبوب صحابی تھے تو آپ نے فرمایا کہ "مجھ سے کوئی پہاڑ بھی محبت کرے گا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا"۔

مقصد یہ ہے کہ میری محبت کی آزمائش سخت ہے اور اس میں مصائب کی یورش ہو جاتی ہے جو شرف صرف متقی اور نیک کردار لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا ہے۔

۱۱۲۔ جو ہم اہلبیتؑ سے محبت کرے اسے جامۂ فقر[2] پہننے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

سید رضیؒ: "بعض حضرات نے اس ارشاد کی ایک دوسری تفسیر کی ہے جس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے"۔

۱۱۳۔ عقل سے زیادہ فائدہ مند کوئی دولت نہیں ہے اور خود پسندی سے زیادہ وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں ہے۔ تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں ہے اور تقویٰ جیسی کوئی بزرگی نہیں ہے۔

[1] شیخ محمد عبدہٗ نے اس فقرہ کی یہ تشریح کی ہے کہ اہلبیتؑ اس مسند سے مشابہت رکھتے ہیں جس کے سہارے انسان کی پشت مضبوط ہوتی ہے اور اسے سکونِ زندگی حاصل ہوتا ہے۔ وسطیٰ کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تمام مسندیں اسی سے اتصال رکھتی ہیں اور سب کا سہارا وہی ہے۔ اہلبیتؑ اس صراط مستقیم پر ہیں جن سے آگے بڑھ جانے والوں کو بھی ان سے ملنا پڑتا ہے اور پیچھے رہ جانے والوں کو بھی۔!

[2] مقصد یہ ہے کہ اہلبیتؑ کا کل سرمایۂ حیات دین و مذہب اور حق و حقانیت ہے اور اس کے برداشت کرنے والے ہمیشہ کم ہوتے ہیں لہٰذا اس راہ پر چلنے والوں کو ہمیشہ مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔

وَ لَا قَرِينَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ، وَ لَا مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ، وَ لَا قَائِدَ كَالتَّوْفِيقِ، وَ لَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ، وَ لَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَ لَا وَرَعَ كَالْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَ لَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ، وَ لَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ وَ لَا عِبَادَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَ لَا إِيمَانَ كَالْحَيَاءِ وَالصَّبْرِ، وَ لَا حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ، وَ لَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ، وَ لَا عِزَّ كَالْحِلْمِ، وَ لَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ.

١١٤

و قال (عليه السلام):

إِذَا اسْتَوْلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَ أَهْلِهِ، ثُمَّ أَسَاءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَمْ تَظْهَرْ مِنْهُ حَوْبَةٌ فَقَدْ ظَلَمَ! وَ إِذَا اسْتَوْلَى الْفَسَادُ عَلَى الزَّمَانِ وَ أَهْلِهِ، فَأَحْسَنَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ فَقَدْ غَرَّرَ.

١١٥

و قيل له (عليه السلام):

كيف نجدك يا أمير المؤمنين؟ فقال عليه السلام: كَيْفَ يَكُونُ حَالُ مَنْ يَفْنَى بِبَقَائِهِ، وَ يَسْقَمُ بِصِحَّتِهِ، وَ يُؤْتَى مِنْ مَأْمَنِهِ!

١١٦

و قال (عليه السلام):

كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَ مَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَ مَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ! وَ مَا ابْتَلَى اللّٰهُ أَحَداً بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ.

١١٧

و قال (عليه السلام):

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَ مُبْغِضٌ قَالٍ.

١١٨

و قال (عليه السلام):

إِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُصَّةٌ.

١١٩

و قال (عليه السلام):

مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا، وَ السَّمُّ النَّاقِعُ فِي جَوْفِهَا، يَهْوِي إِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ، وَ يَحْذَرُهَا ذُو

حوبہ - گناہ
یفنی ببقائہ - طول حیات کا نتیجہ موت ہے
مأمن - جائے امان
مُستدرَج - لپیٹ میں لیا جانے والا
املاء - مہلت دینا
غال - حد سے تجاوز کرنے والا
قالِ - عداوت رکھنے والا
اضاعہ - برباد کر دینا
غصہ - رنج و غم
لیّن - نرم
ناقع - قاتل
غِرّ - فریب خوردہ

مصادر حکمت ۱۱۴ غرر الحکم ص ۱۴۳، ربیع الابرار باب الظن والفراسۃ والشک والتہمہ
مصادر حکمت ۱۱۵ امالی طوسیؒ ۲ ص ۲۵۴، الدعوات راوندی، روضۃ البحار ۸، ص ۹۰، مصباح الشریعہ
مصادر حکمت ۱۱۶ تحف العقول ص ۲۰۳، روضۃ الکافی ص ۱۱۲، تاریخ یعقوبی ۲ ص ۱۹۲، تذکرۃ الخواص ص ۱۳۳، امالی طوسیؒ ۲ ص ۵۸
مصادر حکمت ۱۱۷ حیاۃ الحیوان جاحظ ۲ ص ۹۰، المحاسن والمساوی ص ۴۱، امالی صدوق، غرر الحکم ص ۳۲۹، معدن الجواہر ص ۲۶
مصادر حکمت ۱۱۸ غرر الحکم ص ۲۴
مصادر حکمت ۱۱۹ کتاب ۶۸

حسن اخلاق جیسا کوئی ساتھی نہیں ہے اور ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے۔ توفیق جیسا کوئی پیشرو نہیں ہے اور عمل صالح جیسی کوئی تجارت نہیں ہے۔ ثواب جیسا کوئی فائدہ نہیں ہے اور شبہات میں احتیاط جیسی کوئی پرہیزگاری نہیں ہے۔ حرام کی طرف سے بے رغبتی جیسا کوئی زہد نہیں ہے اور تفکر جیسا کوئی علم نہیں ہے۔ ادائے فرائض جیسی کوئی عبادت نہیں ہے اور حیا وصبر جیسا کوئی ایمان نہیں ہے۔ تواضع جیسا کوئی حسب نہیں ہے اور علم جیسا کوئی شرف نہیں ہے۔ حلم جیسی کوئی عزت نہیں ہے اور مشورہ سے زیادہ مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں ہے۔

۱۱۴۔ جب زمانہ اور اہل زمانہ پر نیکیوں کا غلبہ ہو اور کوئی شخص کسی شخص سے کوئی برائی دیکھے بغیر بدظنی پیدا کرے تو اس نے اس شخص پر ظلم کیا ہے اور جب زمانہ اور اہل زمانہ پر فساد کا غلبہ ہو اور کوئی شخص کسی سے حسن ظن قائم کرے تو گویا اس نے اپنے ہی کو دھوکہ دیا ہے۔

۱۱۵۔ ایک شخص نے آپ سے مزاج پرسی کر لی تو فرمایا کہ اس کا حال کیا ہوگا جس کی بقا ہی فنا کی طرف لے جا رہی ہے اور صحت ہی بیماری کا پیش خیمہ ہے اور وہ اپنی پناہ گاہ ہی سے ایک دن گرفت میں لے لیا جائے گا۔

۱۱۶۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنھیں نیکیاں دے کر گرفت میں لیا جاتا ہے اور وہ پردہ پوشی[1] ہی سے دھوکہ میں رہتے ہیں اور اپنے بارے میں اچھی بات سن کر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اور دیکھو اللہ نے مہلت سے بہتر کوئی آزمائش کا ذریعہ نہیں قرار دیا ہے۔

۱۱۷۔ میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔ وہ دوست جو دوستی میں غلو سے کام لیتے ہیں اور وہ دشمن جو دشمنی میں مبالغہ کرتے ہیں۔

۱۱۸۔ فرصت[2] کا ضائع کر دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

۱۱۹۔ دنیا کی مثال سانپ جیسی ہے جو چھونے میں انتہائی نرم ہوتا ہے اور اس کے اندر زہر قاتل ہوتا ہے۔ فریب خوردہ جاہل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور صاحب عقل[3] و ہوش اس سے ہوشیار رہتا ہے۔

---

[1] انسانوں میں جو مختلف کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ ان میں اہم ترین کمزوریاں یہ ہیں کہ وہ ہر تعریف کو اپنا حق سمجھتا ہے اور ہر مال کو اپنا مقدر قرار دے لیتا ہے اور پروردگار کی پردہ پوشی کو بھی اپنے تقدس کا نام دے دیتا ہے اور یہ احساس نہیں کرتا ہے کہ یہ فریب زندگی کسی وقت بھی دھوکہ دے سکتا ہے اور اس کا انجام یقیناً برا ہوگا۔

[2] انسانی زندگی میں ایسے مقامات بہت کم آتے ہیں جب کسی کام کا مناسب موقع ہاتھ آجاتا ہے لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور اسے ضائع نہ ہونے دے کہ فرصت کا نکل جانا انتہائی رنج و اندوہ کا باعث ہو جاتا ہے۔

[3] عقل کا کام یہ ہے کہ وہ اشیاء کے باطن پر نگاہ رکھے اور صرف ظاہر کے فریب میں نہ آئے ورنہ سانپ کا ظاہر بھی انتہائی نرم و نازک ہوتا ہے جب کہ اس کے اندر کا زہر انتہائی قاتل اور تباہ کن ہوتا ہے۔

اللُّبِّ الْعَاقِلُ!

۱۲۰

و سئل عليه السلام عن قريش فقال:

أَمَّا بَنُو مَخْزُومٍ[۱] فَرَيْحَانَةُ قُرَيْشٍ، نُحِبُّ حَدِيثَ رِجَالِهِمْ وَ النِّكَاحَ فِي نِسَائِهِمْ، وَ أَمَّا بَنُو عَبْدِ شَمْسٍ فَأَبْعَدُهَا رَأْياً، وَ أَمْنَعُهَا لِمَا وَرَاءَ ظُهُورِهَا، وَ أَمَّا نَحْنُ فَأَبْذَلُ لِمَا فِي أَيْدِينَا، وَ أَسْمَحُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِنُفُوسِنَا، وَ هُمْ أَكْثَرُ وَ أَمْكَرُ وَ أَنْكَرُ، وَ نَحْنُ أَفْصَحُ وَ أَنْصَحُ وَ أَصْبَحُ.

۱۲۱

و قال (عليه السلام):

شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ: عَمَلٌ تَذْهَبُ لَذَّتُهُ وَ تَبْقَى تَبِعَتُهُ، وَ عَمَلٌ تَذْهَبُ مَؤُونَتُهُ وَ يَبْقَى أَجْرُهُ.

۱۲۲

و تبع جنازة فسمع رجلاً يضحک، فقال:

كَأَنَّ الْمَوْتَ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا كُتِبَ، وَ كَأَنَّ الْحَقَّ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا وَجَبَ، وَ كَأَنَّ الَّذِي نَرَى مِنَ الْأَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِيلٍ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ! نُبَوِّئُهُمْ أَجْدَاثَهُمْ، وَ نَأْكُلُ تُرَاثَهُمْ، كَأَنَّا مُخَلَّدُونَ بَعْدَهُمْ، ثُمَّ قَدْ نَسِينَا كُلَّ وَاعِظٍ وَ وَاعِظَةٍ، وَ رُمِينَا بِكُلِّ فَادِحٍ وَ جَائِحَةٍ!!

۱۲۳

و قال (عليه السلام):

طُوبَى لِمَنْ ذَلَّ فِي نَفْسِهِ، وَ طَابَ كَسْبُهُ، وَ صَلُحَتْ سَرِيرَتُهُ [سيرته]، وَ حَسُنَتْ خَلِيقَتُهُ، وَ أَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهِ، وَ أَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهِ، وَ عَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهُ، وَ وَسِعَتْهُ السُّنَّةُ، وَ لَمْ يُنْسَبْ إِلَى الْبِدْعَةِ.

قال الرضي: أقول: و من الناس من ينسب هذا الكلام إلى رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم، و كذلک الذي قبله.

سفر - مسافرین
نبوئهم - نازل کردیں گے
اجداث - قبور
تراث - میراث
جائحہ - آفت
خلیقہ - اخلاق

[۱] بنی مخزوم وہ قبیلہ ہے جس میں ابوجہل جیسا شخص بھی شامل ہے جس کا ذکر سورۂ علق میں کیا گیا ہے اور ولید بھی شامل ہے جس کی مذمت سورۂ مدثر میں کی گئی ہے اور بنو عبد شمس میں وہ بنی امیہ شامل ہیں جن کو قرآن مجید میں شجرۂ ملعونہ کہا گیا ہے صرف اہلبیتؑ ہیں جنھیں مرکز تطہیر قرار دیا گیا ہے اور قرآن مجید نے ان کی ہر ادا کی تعریف کی ہے

مصادر حکمت ۱۲۰: ربیع الابرار، المحجۃ البیضاء ۴ ص ۲۲۴، العقد الفرید ۳ ص ۳۱۵، الموفقیات زبیر بن بکار ص ۳۴۳، عیون الاخبار ۱ ص ۲۵
مصادر حکمت ۱۲۱: ربیع الابرار، غرر الحکم ص ۱۹۹، امالی السید المرتضیٰ ۱ ص ۱۵۳
مصادر حکمت ۱۲۲: تفسیر علی بن ابراہیم، روضۃ الواعظین ص ۴۹۰، تاریخ ابن واضح ۲ ص ۸۹، روضۃ الکافی ص ۱۶۸

۱۲۰۔ آپ سے قریش کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بنی مخزوم[ف] قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں۔ ان سے گفتگو بھی اچھی لگتی ہے اور ان کی عورتوں سے رشتہ داری بھی محبوب ہے اور بنی عبد شمس بہت دور تک سوچنے والے اور اپنے پیٹھ پیچھے کی باتوں کی روک تھام کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم بنی ہاشم اپنے ہاتھ کی دولت کے لٹانے اور موت کے میدان میں جان دینے والے ہیں۔ وہ لوگ عدد میں زیادہ ۔ مکر و فریب میں آگے اور بدصورت ہیں اور ہم لوگ فصیح و بلیغ، مخلص اور روشن چہرہ ہیں۔

۱۲۱۔ ان دو طرح کے اعمال میں کس قدر فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ عمل[1] جس کی لذّت ختم ہوجائے اور اس کا وبال باقی رہ جائے اور وہ عمل جس کی زحمت ختم ہوجائے اور اجر باقی رہ جائے۔

۱۲۲۔ آپ نے ایک جنازہ میں شرکت فرمائی اور ایک شخص کو ہنستے ہوئے دیکھ لیا تو فرمایا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت کسی اور کے لئے لکھی گئی ہے اور یہ حق کسی دوسرے پر لازم قرار دیا گیا ہے اور گویا کہ جن مرنے والوں کو ہم دیکھ رہے ہیں وہ ایسے مسافر ہیں جو عنقریب واپس آنے والے ہیں کہ اِدھر ہم انھیں ٹھکانے لگاتے ہیں اور اُدھر[2] ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں جیسے ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے ہر نصیحت کرنے والے مرد اور عورت کو بھلا دیا ہے اور ہر آفت و مصیبت کا نشانہ بن گئے ہیں"۔

۱۲۳۔ خوشا بحال اس کا جس نے اپنے اندر تواضع کی ادا پیدا کی، اپنے کسب کو پاکیزہ بنالیا۔ اپنے باطن کو نیک کرلیا۔ اپنے اخلاق کو حسین بنالیا۔ اپنے مال کے زیادہ حصہ کو راہِ خدا میں خرچ کردیا اور اپنی زبان درازی پر قابو پالیا۔ اپنے شر کو لوگوں سے دور رکھا اور سنت کو اپنی زندگی میں جگہ دی اور بدعت سے کوئی نسبت نہیں رکھی۔

سید رضیؒ۔ بعض لوگوں نے اس کلام کو رسول اکرمؐ کے حوالہ سے بھی بیان کیا ہے جس طرح کہ اس سے پہلے والا کلام حکمت ہے۔

[1] دنیا اور آخرت کے اعمال کا بنیادی فرق یہی ہے کہ دنیا کے اعمال کی لذت ختم ہوجاتی ہے اور آخرت میں اس کا حساب باقی رہ جاتا ہے اور آخرت کے اعمال کی زحمت ختم ہوجاتی ہے اور اس کا اجر و ثواب باقی رہ جاتا ہے۔

[2] انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ کسی مرحلہ پر عبرت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے اور ہر منزل پر اس قدر غافل ہوجاتا ہے جیسے نہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ ہے اور نہ سمجھنے والی عقل ۔ ورنہ اس کے معنی کیا ہیں کہ آگے آگے جنازہ جارہا ہے اور پیچھے لوگ ہنسی مذاق کر رہے ہیں یا سامنے میت کو قبر میں اتارا جارہا ہے اور حاضرین کرام دنیا کے سیاسی مسائل حل کر رہے ہیں۔ یہ صورت حال اس بات کی علامت ہے کہ انسان بالکل غافل ہوچکا ہے اور اسے کسی طرح کا ہوش نہیں رہ گیا ہے۔

١٢٤

و قال (عليه السلام):

غَيْرَةُ الْمَرْأَةِ كُفْرٌ وَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ إِيمَانٌ.

١٢٥

و قال (عليه السلام):

لَأَنْسُبَنَّ الْإِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ يَنْسُبْهَا أَحَدٌ قَبْلِي. الْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ، وَ التَّسْلِيمُ هُوَ الْيَقِينُ، وَ الْيَقِينُ هُوَ التَّصْدِيقُ، وَ التَّصْدِيقُ هُوَ الْإِقْرَارُ، وَ الْإِقْرَارُ هُوَ الْأَدَاءُ، وَ الْأَدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ.

١٢٦

و قال (عليه السلام):

عَجِبْتُ لِلْبَخِيلِ يَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ، الَّذِي مِنْهُ هَرَبَ، وَ يَفُوتُهُ الْغِنَى الَّذِي إِيَّاهُ طَلَبَ، فَيَعِيشُ فِي الدُّنْيَا عَيْشَ الْفُقَرَاءِ، وَ يُحَاسَبُ فِي الْآخِرَةِ حِسَابَ الْأَغْنِيَاءِ؛ وَ عَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِي كَانَ بِالْأَمْسِ نُطْفَةً، وَ يَكُونُ غَداً جِيفَةً؛ وَ عَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللَّهِ، وَ هُوَ يَرَى خَلْقَ اللَّهِ؛ وَ عَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ، وَ هُوَ يَرَى الْمَوْتَى؛ وَ عَجِبْتُ لِمَنْ أَنْكَرَ النَّشْأَةَ الْأُخْرَى، وَ هُوَ يَرَى النَّشْأَةَ الْأُولَى؛ وَ عَجِبْتُ لِعَامِرٍ دَارَ الْفَنَاءِ، وَ تَارِكٍ دَارَ الْبَقَاءِ.

١٢٧

و قال (عليه السلام):

مَنْ قَصَّرَ فِي الْعَمَلِ ابْتُلِيَ بِالْهَمِّ، وَ لَا حَاجَةَ لِلَّهِ فِيمَنْ لَيْسَ لِلَّهِ فِي مَالِهِ وَ نَفْسِهِ نَصِيبٌ.

١٢٨

و قال (عليه السلام):

تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِي أَوَّلِهِ، وَ تَلَقَّوْهُ فِي آخِرِهِ؛ فَإِنَّهُ يَفْعَلُ فِي الْأَبْدَانِ كَفِعْلِهِ فِي الْأَشْجَارِ، أَوَّلُهُ يُحْرِقُ، وَ آخِرُهُ يُورِقُ.

تسلیم - سپردگی
یستعجل الفقر - فقیری میں مبتلا ہوجاتا ہے
توقی - تحفظ
تلقی - استقبال
یورق - شاداب بنا دیتا ہے
(۱) مقصد یہ ہے عام طور سے لوگ سلام کا ایک ہی مفہوم سمجھتے ہیں دراسی پر دنیا اور آخرت دونوں یصلہ کر دیتے ہیں - حالانکہ ایسا رز فکر صحیح نہیں ہے - اسلام ، دو قسمیں ہیں - ایک قسم وہ ہے س میں صرف زبان سے اقرار ہوتا ، اور وہ صرف دنیاوی احکام کام آتا ہے اور ایک میں تسلیم - ریق ، یقین ، ادائے فرض او ر وغیرہ سب شامل ہے جس پر ت کے اجر و ثواب کا دارو مدار

حکمت ۱۲۴ غرر الحکم آمدی ص۲۲۳
حکمت ۱۲۵ اصول کافی ۲ ص۴۵ ، امالی صدوق ص۲۱۱ ، محاسن برقی ا ص۲۲۲ ، تفسیر علی بن ابراہیم ص۹۰ ، بحار الانوار ۶۸ ص۳۰۹ ، امالی طوسی ۳ ص۱۳۷ ، معانی الاخبار صدوق
حکمت ۱۲۶ المائۃ المختارہ جاحظ ، ربیع الابرار زمخشری ، الغرر و العرر وطواط ص۱۹۵ ، غرر الحکم ص۲۱۹ ، روض الاخیار ص۲۲۴
حکمت ۱۲۷ غرر الحکم آمدی ص۲۹۵
حکمت ۱۲۸ نہایۃ الادب نویری ا ص۱۲۶ ، روض الاخیار ص۸

۱۲۴۔ عورت کا غیرت[1] کرنا کفر ہے اور مرد کا غیور ہونا عین ایمان ہے۔

۱۲۵۔ میں اسلام کی وہ تعریف کر رہا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں کر سکا ہے۔ اسلام سپردگی ہے اور سپردگی یقین، یقین تصدیق ہے اور تصدیق اقرار۔ اقرار ادائے فرض ہے اور ادائے فرض عمل۔

۱۲۶۔ مجھے بخیل کے حال پر تعجب ہوتا ہے کہ اسی فقر میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے بھاگ رہا ہے اور پھر اس دولت مندی سے محروم ہو جاتا ہے جس کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دنیا میں فقیروں جیسی زندگی گذارتا ہے اور آخرت میں مالداروں جیسا حساب دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح مجھے مغرور آدمی پر تعجب ہوتا ہے کہ جو کل نطفہ تھا اور کل مُردار ہو جائے گا اور پھر اکڑ رہا ہے۔ مجھے اس شخص کے بارے میں بھی حیرت ہوتی ہے جو وجود خدا میں شک کرتا ہے حالانکہ مخلوقاتِ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اس کا حال بھی حیرت انگیز ہے جو موت کو بھولا ہوا ہے حالانکہ مرنے والوں کو برابر دیکھ رہا ہے۔ مجھے اس کے حال پر بھی تعجب ہوتا ہے جو آخرت کے امکان کا انکار کر دیتا ہے حالانکہ پہلے وجود کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ اور اس کے حال پر بھی حیرت ہے جو فنا ہو جانے والے گھر کو آباد کر رہا ہے اور باقی رہ جانے والے گھر کو چھوڑے ہوئے ہے۔

۱۲۷۔ جس نے عمل میں کوتاہی کی وہ رنج و اندوہ میں بہر حال مبتلا ہوگا اور اللہ کو ایسے بندہ کی کوئی پرواہ نہیں ہے جس کے جان و[2] مال میں اللہ کا کوئی حصہ نہ ہو۔

۱۲۸۔ سردی کے موسم سے ابتدا میں احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو کہ اس کا اثر بدن پر درختوں کے پتوں جیسا ہوتا ہے کہ یہ موسم ابتدا میں پتوں کو جھلسا دیتا ہے اور آخر میں شاداب بنا دیتا ہے۔

[1] اسلام نے اپنے مخصوص مصالح کے تحت مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے اور اسی کو عالمی مسائل کا حل قرار دیا ہے لہٰذا کسی عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مرد کی دوسری شادی پر اعتراض کرے یا دوسری عورت سے حسد اور بیزاری کا اظہار کرے کہ یہ بیزاری درحقیقت اس دوسری عورت سے نہیں ہے اسلام کے قانونِ ازدواج سے ہے اور قانونِ الٰہی سے بیزاری اور نفرت کا احساس کرنا کفر ہے اسلام نہیں ہے۔

اس کے برخلاف عورت کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دی گئی ہے لہٰذا شوہر کا حق ہے کہ اپنے ہوتے ہوئے دوسرے شوہر کے تصور سے بیزاری کا اظہار کرے اور یہی اس کے کمال حیا و غیرت اور کمال اسلام و ایمان کی دلیل ہے لہٰذا عورت کا غیرت کرنا کفر ہے اور مرد کا غیرت کرنا اسلام و ایمان کے مرادف ہے۔

[2] بخل اور بزدلی اس بات کی علامت ہے کہ انسان اپنے جان و مال میں سے کوئی حصہ اپنے پروردگار کو نہیں دینا چاہتا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب بندہ محتاج ہو کر مالک سے بے نیاز ہونا چاہتا ہے تو مالک کو اس کی کیا غرض ہے۔ وہ بھی قطع تعلق کر لیتا ہے۔

١٢٩

و قال (عليه السلام):

عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَکَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِي عَيْنِکَ.

١٣٠

و قال (عليه السلام):

و قد رجع من صفين، فاشرف على القبور بظاهر الكوفة:

يَا أَهْلَ الدِّيَارِ الْمُوحِشَةِ، وَ الْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ، وَ الْقُبُورِ الْمُظْلِمَةِ؛ يَا أَهْلَ التُّرْبَةِ، يَا أَهْلَ الْغُرْبَةِ، يَا أَهْلَ الْوَحْدَةِ، يَا أَهْلَ الْوَحْشَةِ، أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ، وَ نَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَاحِقٌ. أَمَّا الدُّورُ فَقَدْ سُكِنَتْ، وَ أَمَّا الْأَزْوَاجُ فَقَدْ نُكِحَتْ، وَ أَمَّا الْأَمْوَالُ فَقَدْ قُسِمَتْ. هٰذَا خَبَرُ مَا عِنْدَنَا، فَمَا خَبَرُ مَا عِنْدَكُمْ؟

ثم التفت إلى أصحابه فقال: أَمَا لَوْ أُذِنَ لَهُمْ فِي الْكَلَامِ لَأَخْبَرُوكُمْ أَنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ.

١٣١

و قال (عليه السلام):

و قد سمع رجلا يذم الدنيا: أَيُّهَا الذَّامُّ لِلدُّنْيَا، الْمُغْتَرُّ بِغُرُورِهَا، الْمَخْدُوعُ بِأَبَاطِيلِهَا! أَتَغْتَرُّ بِالدُّنْيَا ثُمَّ تَذُمُّهَا؟ أَنْتَ الْمُتَجَرِّمُ عَلَيْهَا، أَمْ هِيَ الْمُتَجَرِّمَةُ عَلَيْکَ؟ مَتَىٰ اسْتَهْوَتْکَ، أَمْ مَتَىٰ غَرَّتْکَ؟ أَبِمَصَارِعِ آبَائِکَ مِنَ الْبِلَىٰ، أَمْ بِمَضَاجِعِ أُمَّهَاتِکَ تَحْتَ الثَّرَىٰ؟! کَمْ عَلَّلْتَ بِکَفَّيْکَ؟ وَ کَمْ مَرَّضْتَ بِيَدَيْکَ؟ تَبْتَغِي لَهُمُ الشِّفَاءَ، وَ تَسْتَوْصِفُ لَهُمُ

مُوحِشہ ۔ وحشتناک
مُقفرہ ۔ ویرانہ
فَرَط ۔ آگے جانے والے
تَبَع ۔ پیچھے چلنے والے
مَصَارِع ۔ محل ہلاکت
بِلیٰ ۔ فنا، بوسیدگی
ثریٰ ۔ خاک
علّل ۔ تیمارداری کی
تَستوصف ۔ طلب دوا کر رہے تھے

ﻟﻪ یہ وہی انداز کلام ہے جو رسول اکرمؐ نے مقتولین بدر کے بارے میں اختیار کیا تھا کہ انھیں مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ خدا نے ہمارے وعدہ کو تو پورا کر دیا کہ ہمیں کامیابی عطا فرما دی۔ اب بتاؤ کہ تمھارا وعدۂ عذاب بھی پورا ہوا یا نہیں؟

صادر حکمت ۱۲۹ قصار الحکم

صادر حکمت ۱۳۰ من لا یحضرہ الفقیہ ا ص۱۱۴، امالی صدوق ص۶۶، العقد الفرید ۳ ص۲۳۶، تاریخ طبری ۶ ص۳۳۴، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۳۵۱ البیان والتبیین ۲ ص۲۱۹، تحف العقول ص۱۸۸، زہر الآداب ا ص۴۹، تذکرۃ الخواص ص۱۳۶، امالی طوسیؒ ۲ ص۲۳۰

صادر حکمت ۱۳۱ عیون الاخبار ۲ ص۳۲۹، البیان والتبیین ا ص۲۱۹، المحاسن والاضداد جاحظ ص۱۳۲، مروج الذہب ۲ ص۴۱۳، المحاسن والمساوی بیہقی ص۳۱۸، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۵۰، ارشاد مفیدؒ ص۱۳۶، تذکرۃ الخواص ص۱۶۲، امالی طوسیؒ ۲ ص۲۶، محاضرات راغب ۲ ص۱۴۰ ادب الدنیا والدین ماوردی ص۱۱۱، ربیع الابرار، تاریخ دمشق جلد ۱۲، تحف العقول ص۱۸۶، امالی المرتضیٰ ا ص۱۵۴، زہر الآداب الحصری ا ص۴۹

۱۲۹۔ اگر خالق کی عظمت کا احساس پیدا ہو جائے گا تو مخلوقات خود بخود نگاہوں سے گر جائے گی۔
۱۳۰۔ صفین سے واپسی پر کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر پڑ گئی تو فرمایا۔ اے وحشت ناک گھروں کے رہنے والو! اے ویران مکانات کے باشندو! اور تاریک قبروں میں بسنے والو۔ اے خاک نشینو۔ اے غربت، وحدت اور وحشت والو! تم ہم سے آگے چلے گئے ہو اور ہم تمھارے نقش قدم پر چل کر تم سے ملحق ہونے والے ہیں۔ دیکھو تمھارے مکانات آباد ہو چکے ہیں تمھاری بیویوں کا دوسرا عقد ہو چکا ہے اور تمھارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں۔ یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تمھارے یہاں کی خبر کیا ہے؟
اس کے بعد اصحاب کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ "اگر انھیں بولنے کی اجازت[1] مل جاتی تو تمھیں صرف یہ پیغام دیتے کہ بہترین زاد راہ تقویٰ الٰہی ہے۔
۱۳۱۔ ایک شخص کو دنیا کی مذمت کرتے ہوئے سُنا تو فرمایا۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے اور اس کے فریب میں مبتلا ہو کر اس کے مہملات سے دھوکہ کھا جانے والے! تو اسی سے دھوکہ بھی کھاتا ہے اور اسی کی مذمت بھی کرتا ہے۔ یہ بتا کہ تجھے اس پر الزام لگانے کا حق ہے یا اسے تجھ پر الزام لگانے کا حق ہے۔ آخر اس نے کب تجھ سے تیری عقل کو چھین لیا تھا اور کب تجھ کو دھوکہ دیا تھا؟ کیا تیرے آباء و اجداد کی کہنگی کی بنا پر گرنے سے دھوکہ دیا ہے یا تمھاری ماؤں کی زیر خاک خواب گاہ سے دھوکہ دیا ہے؟ کتنے بیمار ہیں جن کی تم نے تیمار داری کی ہے اور اپنے ہاتھوں سے ان کا علاج کیا ہے اور چاہا ہے کہ وہ شفایاب ہو جائیں اور اطباء سے رجوع بھی کیا ہے

[1] انسانی زندگی کے دو جز ہیں ایک کا نام ہے جسم اور ایک کا نام ہے روح اور انھیں دونوں کے اتحاد و اتصال کا نام ہے زندگی اور انھیں دونوں کی جُدائی کا نام ہے موت۔ اب چونکہ جسم کی بقا روح کے وسیلہ سے ہے لہٰذا روح کے جُدا ہو جانے کے بعد وہ مُردہ بھی ہو جاتا ہے اور سڑ گل بھی جاتا ہے اور اس کے اجزا منتشر ہو کر خاک میں مل جاتے ہیں۔ لیکن روح غیر مادی ہونے کی بنیاد پر اپنے عالم سے ملحق ہو جاتی ہے اور زندہ رہتی ہے یہ اور بات ہے کہ اس کے تصرفات اذنِ الٰہی کے پابند ہوتے ہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف نہیں کر سکتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مُردہ زندوں کی آواز سُن لیتا ہے لیکن جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔
امیرالمومنینؑ نے اسی رازِ زندگی کی نقاب کشائی فرمائی ہے کہ یہ مرنے والے جواب دینے کے لائق نہیں ہیں لیکن پروردگار نے مجھے وہ علم عنایت فرمایا ہے جس کے ذریعہ میں یہ احساس کر سکتا ہوں کہ ان مرنے والوں کے لاشعور میں کیا ہے اور یہ جواب دینے کے قابل ہوتے تو کیا جواب دیتے اور تم بھی ان کی صورت حال کو محسوس کر لو تو اس امر کا اندازہ کر سکتے ہو کہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی جواب اور کوئی پیغام نہیں ہے کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

الأَطِبَّاءَ، غَدَاةَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ دَوَاؤُكَ، وَ لَا يُجْدِي عَلَيْهِمْ بُكَاؤُكَ. لَمْ يَنْفَعْ أَحَدَهُمْ إِشْفَاقُكَ، وَ لَمْ تُسْعَفْ بِطِلْبَتِكَ، وَ لَمْ تَدْفَعْ عَنْهُ بِقُوَّتِكَ! وَ قَدْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ، وَ بِمَصْرَعِهِ مَصْرَعَكَ. إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ صِدْقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَ دَارُ عَافِيَةٍ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَ دَارُ غِنىً لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَ دَارُ مَوْعِظَةٍ لِمَنِ اتَّعَظَ بِهَا. مَسْجِدُ أَحِبَّاءِ اللّٰهِ، وَ مُصَلَّىٰ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ، وَ مَهْبِطُ وَحْيِ اللّٰهِ، وَ مَتْجَرُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ. اكْتَسَبُوا فِيهَا الرَّحْمَةَ، وَ رَبِحُوا فِيهَا الْجَنَّةَ. فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَ قَدْ آذَنَتْ بِبَيْنِهَا، وَ نَادَتْ بِفِرَاقِهَا، وَ نَعَتْ نَفْسَهَا وَ أَهْلَهَا؛ فَمَثَّلَتْ لَهُمْ بِبَلَائِهَا الْبَلَاءَ، وَ شَوَّقَتْهُمْ بِسُرُورِهَا إِلَى السُّرُورِ؟ رَاحَتْ بِعَافِيَةٍ، وَابْتَكَرَتْ بِفَجِيعَةٍ، تَرْغِيباً وَ تَرْهِيباً، وَ تَخْوِيفاً وَ تَحْذِيراً. فَذَمَّهَا رِجَالٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَ حَمِدَهَا آخَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ذَكَّرَتْهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوا، وَ حَدَّثَتْهُمْ فَصَدَّقُوا، وَ وَعَظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوا.

١٣٢

و قال (عليه السلام):

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكاً[1] يُنَادِي فِي كُلِّ يَوْمٍ: لِدُوا لِلْمَوْتِ، وَاجْمَعُوا لِلْفَنَاءِ، وَ ابْنُوا لِلْخَرَابِ.

١٣٣

و قال (عليه السلام):

اَلدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ لَا دَارُ مَقَرٍّ، وَ النَّاسُ فِيهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَاعَ فِيهَا نَفْسَهُ فَأَوْبَقَهَا، وَ رَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهُ فَأَعْتَقَهَا.

١٣٤

و قال (عليه السلام):

لَا يَكُونُ الصَّدِيقُ صَدِيقاً حَتَّى يَحْفَظَ

اِشفاق - خوف
طِلبہ - مطلوب
مَثَّلَت لک - نمونہ بنادیا
تزوّد - زادِ راہ لے لیا
آذنت - اعلان کردیا
بَین - فراق
نَعی - سنانی سنانا
رَاحَت - شام کی
ابتکرت - صبح کی
فجیعہ - مصیبت
اَوبق - ہلاک کردیا
ابتاع - خرید لیا

[1] اس مقام پر ملک سے مراد فرشتہ بھی ہوسکتا ہے جس کی آواز انسان نہیں سن سکتا ہے مگر امیر المومنینؑ نے اس کی ترجمانی کردی ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ اس سے انسانی عقل اور طاقت فکر و نظر مراد ہو کہ وہ ہر وقت انسان کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرتی رہتی ہے اور گویا اسے آواز دیتی رہتی ہے - یہ اور بات ہے کہ وہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے جس طرح کہ انبیاء و مرسلین اور ہادیان دین کی آواز پر کان نہیں دھرتا ہے

مصادر حکمت ۱۳۲ اصول کافی ۲ ص۱۳۲ ، اختصاص ص۲۳۲
مصادر حکمت ۱۳۳ ربیع الابرار، نہایۃ الارب مالکی ، ص۶۶ ، تنبیہ الخواطر ورام ص۶۶ ، محاضرات راغب ۲ ص۲۸۳
مصادر حکمت ۱۳۴ تحف العقول ص۳۱۹ ، ربیع الابرار، الغرر و العرر ص۲۹۵ ، روض الاخیار ص۸۶

اس صبح کے ہنگام جب نہ کوئی دوا کام آرہی تھی اور نہ رونا دھونا فائدہ پہونچا رہا تھا۔ نہ تمھاری ہمدردی کسی کو فائدہ پہونچا سکی اور نہ تمھارا مقصد حاصل ہو سکا اور نہ تم موت کو دفع کر سکے ۔ اس صورت حال میں دنیا نے تم کو اپنی حقیقت دکھلا دی تھی اور تمھیں تمھاری ہلاکت سے آگاہ کر دیا تھا (لیکن تمھیں ہوش نہ آیا) ۔ یاد رکھو کہ دنیا باور کرنے والے کے لئے سچائی کا گھر ہے اور سمجھ دار کے لئے امن و عافیت کی منزل ہے اور نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے نصیحت کا مقام ہے۔ یہ دوستانِ خدا کے سجود کی منزل اور ملائکہ آسمان کا مصلیٰ ہے۔ یہیں وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور یہیں اولیاء خدا آخرت کا سودا کرتے ہیں جس کے ذریعہ رحمت کو حاصل کر لیتے ہیں اور جنت کو فائدہ میں لے لیتے ہیں۔ کسے حق ہے کہ اس کی مذمت کرے جب کہ اس نے اپنی جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے فراق کی آواز لگا دی ہے اور اپنے رہنے والوں کی سنانی سنادی ہے۔ اپنی بلا سے ان کے ابتلار کا نقشہ پیش کیا ہے اور اپنے سرور سے آخرت کے سرور کی دعوت دی ہے۔ اس کی شام عافیت میں ہوتی ہے تو صبح مصیبت میں ہوتی ہے تاکہ انسان میں رغبت بھی پیدا ہو اور خوف بھی۔ اسے آگاہ بھی کر دے اور ہوشیار بھی بنادے۔ کچھ لوگ ندامت کی صبح اس کی مذمت کرتے ہیں اور کچھ لوگ قیامت کے روز اس کی تعریف کریں گے۔ جنھیں دنیا نے نصیحت کی تو انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ اس نے حقائق بیان کئے تو اس کی تصدیق کر دی اور موعظہ کیا تو اس کے موعظہ سے اثر لیا۔

۱۳۲۔ پروردگار کی طرف سے ایک ملک معین ہے(۱) جو ہر روز آواز دیتا ہے کہ ایہا الناس! پیدا کرو تو مرنے کے لئے، جمع کرو تو فنا ہونے کے لئے اور تعمیر کرو تو خراب ہونے کے لئے ۔ (یعنی آخری انجام کو نگاہ میں رکھو)

۱۳۳۔ دنیا ایک گذرگاہ ہے۔ منزل نہیں ہے۔ اس میں لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو بیچ ڈالا اور ہلاک کر دیا اور ایک وہ ہے جس نے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

۱۳۴۔ دوست اس وقت تک دوست نہیں ہو سکتا ہے جب تک اپنے دوست کے تین مواقع پر کام نہ آئے۔

(۱) بھلا اس سرزمین کو کون بُرا کہہ سکتا ہے جس پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ اولیاء خدا سجدہ کرتے ہیں۔ خاصان خدا زندگی گذارتے ہیں اور نیک بندے اپنی عاقبت بنانے کا سامان کرتے ہیں ۔ یہ سرزمین بہترین سرزمین ہے اور یہ علاقہ مفید ترین علاقہ ہے مگر صرف ان لوگوں کے لئے جو اس کا وہی مصرف قرار دیں جو خاصانِ خدا قرار دیتے ہیں اور اس سے اسی طرح عاقبت سنوارنے کا کام لیں جس طرح اولیاء خدا کام لیتے ہیں ۔ ورنہ اس کے بغیر یہ دنیا بلا ہے بلا ۔ اور اس کا انجام تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

أَخَـاهُ فِي ثَـلَاثٍ: فِي نَكْبَتِهِ، وَ غَـيْبَتِهِ، وَ وَفَـاتِهِ.

۱۳۵ و قال (علیہ السلام):

مَـنْ أُعْطِيَ أَرْبَعاً لَمْ يُحْرَمْ أَرْبَعاً. مَـنْ أُعْطِيَ الدُّعَاءَ لَمْ يُحْرَمِ الْإِجَابَةَ، وَ مَـنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُولَ، وَ مَـنْ أُعْطِيَ الْإِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ، وَ مَـنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ الزِّيَادَةَ.

قال الرضي: وَ تَصْدِيقُ ذٰلِكَ كِتَابُ اللّٰهِ، قَالَ اللّٰهُ فِي الدُّعَاءِ: «أُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ» و قال في الاستغفار: «وَ مَنْ يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوراً رَحِيماً» و قال في الشكر: «لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ» و قال في التوبة: «إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ، فَأُولٰئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيماً حَكِيماً».

۱۳۶ و قال (علیہ السلام):

الصَّلَاةُ قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَ الْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيفٍ. وَ لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ، وَ زَكَاةُ الْبَدَنِ الصِّيَامُ، جِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ.

۱۳۷ و قال (علیہ السلام):

اِسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ.

۱۳۸ و قال (علیہ السلام):

مَـنْ أَيْقَنَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالْعَطِيَّةِ.

۱۳۹ و قال (علیہ السلام):

تَـنْزِلُ الْمَعُونَةُ عَلَى قَدْرِ الْمَؤُونَةِ.

۱۴۰ و قال (علیہ السلام):

مَـا عَـالَ مَـنِ اقْتَصَدَ.

۱۴۱ و قال (علیہ السلام):

قِـلَّةُ الْعِيَالِ أَحَدُ الْيَسَارَيْنِ.

۱۴۲ و قال (علیہ السلام):

التَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ.

۱۴۳ و قال (علیہ السلام):

الْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ.

۱۴۴ و قال (علیہ السلام):

يَـنْزِلُ الصَّبْرُ عَلَى قَدْرِ الْمُصِيبَةِ، وَ مَـنْ

نکبتہ - بدحالی
غیبت - غیر حاضری
قربان - وسیلہ قرب
تبعّل - شوہرداری
استنزال - طلب نزول
خلف - معاوضہ
مؤنہ - خرچ
اقتصاد - میانہ روی
تودّد - میل محبت
ہرم - بڑھاپا

(۱) یاد رہے کہ معصیت ایک بیماری ہے اور توبہ اس کا علاج ہے لہٰذا اگر علاج میں تاخیر سے کام لیا گیا تو مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے اور اس کے بعد ممکن ہے کہ نا قابل علاج ہو جائے - لہٰذا صاحب عقل کا فرض ہے کہ پہلی فرصت میں توبہ کرے اور اس میں کسی طرح کی تاخیر نہ کرے ورنہ مرض کے نا قابل علاج ہو جانے کا اندیشہ ہے -

---

مصادر حکمت ۱۳۵ تذکرۃ الخواص ص۱۳۳، خصال صدوق ۱ ص۹۳
مصادر حکمت ۱۳۶ تحف العقول ص۲۲۱، خصال صدوق ۲ ص۱۶۲، فروع کافی ۵ ص۹
مصادر حکمت ۱۳۷ وسائل الشیعہ ۶ ص۲۵۵
مصادر حکمت ۱۳۸ زہر الآداب ۱ ص۴۳، تحف العقول ص۱۱۱، امالی مجلس ۶۸، خصال صدوق ۲ ص۴۱۲، عیون اخبار الرضا ۲ ص۵۴، تذکرۃ الخواص ص۱۴۳
مصادر حکمت ۱۳۹ غرر الحکم ص۱۵۲، ربیع الابرار
مصادر حکمت ۱۴۰ قصار الحکم
مصادر حکمت ۱۴۱ تحف العقول ص۱۱۱، امالی صدوق مجلس ص۶۸، عیون اخبار الرضا ص۵۴، خصال صدوق ۲ ص۴۱۲، البیان والتبیین ۱ ص۳۵، ادب الکتاب ص۴۴
مصادر حکمت ۱۴۲ قصار الحکم
مصادر حکمت ۱۴۳ خصال صدوق ۲ ص۱۵۶، تحف العقول ص۱۰
مصادر حکمت ۱۴۴ خصال صدوق ۲ ص۴۱۲، تحف العقول ص۲۲۱،

مصیبت کے موقع پر۔ اس کی غیبت میں ۔ اور مرنے کے بعد

۱۳۵۔ جسے چار چیزیں دیدی گئیں وہ چار سے محروم نہیں رہ سکتا ہے۔ جسے دعا کی توفیق مل گئی وہ قبولیت سے محروم نہ ہوگا اور جسے توبہ کی توفیق حاصل ہوگئی وہ قبولیت سے محروم نہ ہوگا۔ استغفار حاصل کرنے والا مغفرت سے محروم نہ ہوگا اور شکر کرنے والا اضافہ سے محروم نہ ہوگا۔

سید رضیؒ۔ اس ارشاد گرامی کی تصدیق آیات قرآنی سے ہوتی ہے کہ پروردگار نے دعا کے بارے میں فرمایا ہے "مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور استغفار کے بارے میں فرمایا ہے "جو برائی کرنے کے بعد یا اپنے نفس پر ظلم کرنے کے بعد خدا سے توبہ کرے گا وہ اسے غفور و رحیم پائے گا"۔

شکر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے "اگر تم شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے"۔ اور توبہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے "توبہ ان لوگوں کے لئے ہے جو جہالت کی بنا پر گناہ کرتے ہیں اور پھر فوراً توبہ کرلیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی توبہ کو اللہ قبول کرلیتا ہے اور وہ ہر ایک کی نیت سے باخبر بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے"۔

۱۳۶۔ نماز ہر متقی کے لئے وسیلۂ تقرب ہے اور حج ہر کمزور کے لئے جہاد ہے۔ ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ بہترین برتاؤ ہے[1]۔

۱۳۷۔ روزی کے نزول کا انتظام صدقہ کے ذریعہ سے کرو۔

۱۳۸۔ جسے معاوضہ کا یقین ہوتا ہے وہ عطا میں دریا دلی سے کام لیتا ہے۔

۱۳۹۔ خدائی امداد کا نزول بقدر خرچ ہوتا ہے (ذخیرہ اندوزی اور فضول خرچی کے لئے نہیں)

۱۴۰۔ جو میانہ روی سے کام لے گا وہ محتاج نہ ہوگا۔

۱۴۱۔ متعلقین کی کمی بھی ایک طرح کی آسودگی ہے۔

۱۴۲۔ میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

۱۴۳۔ ہم و غم خود بھی آدھا بڑھاپا ہے۔

۱۴۴۔ صبر بقدر مصیبت نازل ہوتا ہے اور جس نے مصیبت کے موقع پر ران پر ہاتھ مارا ۔۔۔ گویا کہ

---

[1] اس بہترین برتاؤ میں اطاعت، عفت، تدبیر منزل، قناعت، عدم مطالبات، غیرت و حیا اور طلب رضا جیسی تمام چیزیں شامل ہیں جن کے بغیر ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں ہوسکتی ہے اور دن بھر زحمت برداشت کرکے نفقہ فراہم کرنے والا شوہر آسودہ و مطمئن نہیں ہوسکتا ہے۔

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تنظیم حیات ایک عقلی فریضہ ہے اور ہر مسئلہ کو صرف توکل بخدا کے حوالہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسلام نے ازدواج، کثرت نسل پر زور دیا ہے۔ لیکن دامن دیکھ کر پیر پھیلانے کا شعور بھی دیا ہے لہٰذا انسان کی ذمہ داری ہے کہ ان دونوں کے درمیان سے راستہ نکالے اور اس امر کے لئے آمادہ رہے کہ کثرت متعلقین سے پریشانی ضرور پیدا ہوگی اور پھر پریشانی کی شکایت اور فریاد نہ کرے۔

ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ عِنْدَ مُصِيبَتِهِ حَبِطَ عَمَلُهُ.

١٤٥

و قال (عليه السلام):

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَ الظَّمَأُ، وَ كَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ وَ الْعَنَاءُ، حَبَّذَا نَوْمُ الْأَكْيَاسِ وَ إِفْطَارُهُمْ.

١٤٦

و قال (عليه السلام):

سُوسُوا إِيمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَ حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَ ادْفَعُوا أَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ.

١٤٧

و من كلامه (عليه السلام) لكميل بن زياد النخعي

قال كميل بن زياد: أخذ بيدي أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام فأخرجني إلى الجبّان فلما أصحر تنفس الصعداء، ثم قال:

يَا كُمَيْلُ بْنَ زِيَادٍ، إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ أَوْعِيَةٌ، فَخَيْرُهَا أَوْعَاهَا، فَاحْفَظْ عَنِّي مَا أَقُولُ لَكَ:

النَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ وَ مُتَعَلِّمٌ عَلَى سَبِيلِ نَجَاةٍ، وَ هَمَجٌ رَعَاعٌ أَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ، يَمِيلُونَ مَعَ كُلِّ رِيحٍ، لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِنُورِ الْعِلْمِ وَ لَمْ يَلْجَئُوا إِلَى رُكْنٍ وَثِيقٍ.

يَا كُمَيْلُ، الْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ، الْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَ أَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ وَ الْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَ الْعِلْمُ يَزْكُو عَلَى الْإِنْفَاقِ، وَ صَنِيعُ الْمَالِ يَزُولُ بِزَوَالِهِ.

يَا كُمَيْلُ بْنَ زِيَادٍ، مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِينٌ يُدَانُ بِهِ، بِهِ يَكْسِبُ الْإِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِي حَيَاتِهِ وَ جَمِيلَ الْأُحْدُوثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهِ، وَ الْعِلْمُ حَاكِمٌ وَ الْمَالُ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ.

حبط - برباد ہو لیا
اکیاس - ہوشیار افراد
سوسوا - حفاظت کرو
جبّان - قبرستان
اصحر - صحرا میں پہنچ گئے
صعداء - لمبی سانس
اوعیۃ - جمع وعاء - ظرف
اوعی - زیادہ محفوظ کرنے والا
ربّانی - عارف خدا
ہمج - احمق
رعاع - بے ارزش
ناعق - شور مچانے والا
یزکو - بڑھتا ہے
وثیق - مستحکم
رکن - ستون
نفقۃ - خرچ
صنیع - اثرات
احدوثۃ - ذکر

مصادر حکمت ۱۴۵ تاریخ اصفہان ابونعیم ۱ ص ۲۲۵، قوت القلوب
مصادر حکمت ۱۴۶ تحف العقول ص ۱۱۰، خصال ۲ ص ۱۶۲
مصادر حکمت ۱۴۷ العقد الفرید ۱ ص ۲۶۵، تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۰۴، تحف العقول ص ۱۶۹، خصال ۱ ص ۸۵، اکمال الدین ص ۱۶۹، عیون الاخبار ص ۱۲۰، المحاسن والمساوی ص ۴۰، قوت القلوب ۱ ص ۲۷۲، تاریخ بغداد ۶ ص ۳۸۹، تفسیر رازی ۲ ص ۱۹۲، مختصر ابن عبد البر ص ۲۹

اپنے عمل اور اجر کو برباد کر دیا (ہر صبر ہے ہنگامہ نہیں ہے۔ لیکن یہ سب اپنی ذاتی مصیبت کے لئے ہے)۔

۱۴۵۔ کتنے روزہ دار ہیں جنھیں روزہ سے بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں حاصل ہوتا ہے اور کتنے عابد شب زندہ دار ہیں جنھیں اپنے قیام سے شب بیداری اور مشقت کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہوشمند[1] انسان کا سونا اور کھانا بھی قابل تعریف ہوتا ہے۔

۱۴۶۔ اپنے ایمان کی نگہداشت صدقہ[2] سے کرو اور اپنے اموال کی حفاظت زکوٰۃ سے کرو۔ بلاؤں کے تلاطم کو دعاؤں سے ٹال دو۔

۱۴۷۔ آپ کا ارشاد گرامی جناب کمیل بن زیاد نخعی سے

کمیل کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ میرا ہاتھ پکڑ کر قبرستان کی طرف لے گئے اور جب آبادی سے باہر نکل گئے تو ایک لمبی آہ کھینچ کر فرمایا:

اے کمیل بن زیاد! دیکھو یہ دل ایک طرح کے ظرف ہیں لہٰذا سب سے بہتر وہ دل ہے جو سب سے زیادہ حکمتوں کو محفوظ کر سکے۔

اب تم مجھ سے ان باتوں کو محفوظ کر لو۔ لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: خدا رسیدہ عالم۔ راہ نجات پر چلنے والا طالب علم اور عوام الناس کا وہ گروہ جو ہر آواز کے پیچھے چل پڑتا ہے اور ہر ہوا کے ساتھ لہرانے لگتا ہے۔ اس نے نہ نور کی روشنی حاصل کی ہے اور نہ کسی مستحکم ستون کا سہارا لیا ہے۔

اے کمیل! دیکھو علم مال[3] سے بہر حال بہتر ہوتا ہے کہ علم خود تمھاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمھیں کرنا پڑتی ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ پھر مال کے نتائج و اثرات بھی اس کے فنا ہونے کے ساتھ ہی فنا ہو جاتے ہیں۔

اے کمیل بن زیاد! علم کی معرفت ایک دین ہے جس کی اقتدا کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ انسان زندگی میں اطاعت حاصل کرتا ہے اور مرنے کے بعد ذکر جمیل فراہم کرتا ہے۔ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم ہوتا ہے۔

---

[1] مقصد یہ ہے کہ انسان عبادت کو بطور رسم و عادت انجام نہ دے بلکہ جذبۂ اطاعت و بندگی کے تحت انجام دے تاکہ واقعاً بندۂ پروردگار کہے جانے کے قابل ہو جائے ورنہ شعور بندگی سے الگ ہو جانے کے بعد بندگی بے ارزش ہو کر رہ جاتی ہے۔

[2] صدقہ اس بات کی علامت ہے کہ انسان کو وعدۂ الٰہی پر اعتبار ہے اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ اس کی راہ میں دے دیا ہے وہ ضائع ہونے والا نہیں ہے بلکہ دس گنا۔ سو گنا۔ ہزار گنا ہو کر واپس آنے والا ہے اور یہی کمال ایمان کی علامت ہے۔

[3] علم و مال کے مراتب کے بارے میں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ مال کی پیداوار بھی علم کا نتیجہ ہوتی ہے ورنہ ریگستانی علاقوں میں ہزاروں سال سے پٹرول کے خزانے موجود تھے اور انسان ان سے بالکل بے خبر تھا۔ اس کے بعد جیسے ہی علم نے میدان انکشافات میں قدم رکھا، برسوں کے فقیر امیر ہو گئے اور صدیوں کے فاقہ کش صاحب مال و دولت شمار ہونے لگے۔

يَا كُمَيْلُ، هَلَكَ خُزَّانُ الْأَمْوَالِ وَ هُمْ أَحْيَاءٌ، وَ الْعُلَمَاءُ بَاقُونَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ: أَعْيَانُهُمْ مَفْقُودَةٌ، وَ أَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوبِ مَوْجُودَةٌ. هَا إِنَّ هَا هُنَا لَعِلْماً جَمّاً (وَ أَشَارَ بِيَدِهِ الى صدره) لَوْ أَصَبْتُ لَهُ حَمَلَةً! بَلَى أَصَبْتُ لَقِناً غَيْرَ مَأْمُونٍ عَلَيْهِ، مُسْتَعْمِلاً آلَةَ الدِّينِ لِلدُّنْيَا، وَ مُسْتَظْهِراً بِنِعَمِ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَ بِحُجَجِهِ عَلَى أَوْلِيَائِهِ؛ أَوْ مُنْقَاداً لِحَمَلَةِ الْحَقِّ، لَا بَصِيرَةَ لَهُ فِي أَحْنَائِهِ، يَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِي قَلْبِهِ لِأَوَّلِ عَارِضٍ مِنْ شُبْهَةٍ. أَلَا لَا ذَا وَ لَا ذَاكَ! أَوْ مَنْهُوماً بِاللَّذَّةِ سَلِسَ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ، أَوْ مُغْرَماً بِالْجَمْعِ وَ الِادِّخَارِ، لَيْسَا مِنْ رُعَاةِ الدِّينِ فِي شَيْءٍ، أَقْرَبُ شَيْءٍ شَبَهاً بِهِمَا الْأَنْعَامُ السَّائِمَةُ! كَذَلِكَ يَمُوتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيهِ.

اللَّهُمَّ بَلَى! لَا تَخْلُو الْأَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلَّهِ بِحُجَّةٍ، إِمَّا ظَاهِراً مَشْهُوراً، وَ إِمَّا خَائِفاً (خافياً) مَغْمُوراً، لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللَّهِ وَ بَيِّنَاتُهُ. وَ كَمْ ذَا وَ أَيْنَ أُولَئِكَ؟ أُولَئِكَ وَ اللَّهِ الْأَقَلُّونَ عَدَداً، وَ الْأَعْظَمُونَ عِنْدَ اللَّهِ قَدْراً، يَحْفَظُ اللَّهُ بِهِمْ حُجَجَهُ وَ بَيِّنَاتِهِ، حَتَّى يُودِعُوهَا نُظَرَاءَهُمْ، وَ يَزْرَعُوهَا فِي قُلُوبِ أَشْبَاهِهِمْ. هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلَى حَقِيقَةِ الْبَصِيرَةِ، وَ بَاشَرُوا رُوحَ الْيَقِينِ، وَ اسْتَلَانُوا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُونَ، وَ أَنِسُوا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُونَ، وَ صَحِبُوا الدُّنْيَا بِأَبْدَانٍ أَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْأَعْلَى. أُولَئِكَ خُلَفَاءُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ، وَ الدُّعَاةُ إِلَى دِينِهِ. آهِ آهِ شَوْقاً إِلَى رُؤْيَتِهِمْ! انْصَرِفْ يَا كُمَيْلُ إِذَا شِئْتَ.

حَمَلہ - حاملان علم
لَقِن - سریع الفہم
اَحْنَاء - جوانب
منہوم - گرسنہ
سَلِسُ القیاد - جس کی نگام ڈھیلی ہو
مُغْرَم - عاشق
اِدِّخار - ذخیرہ اندوزی
اَنْعَام - چوپایہ
سَائِمَۃ - چرنے والے
مَغْمُور - گمشدہ
اِسْتَلَانُوا - نرم خیال کیا
اِسْتَعْوَرَ - دشوار شمار کیا
مُتْرَف - راحت پسند

(۱) آپ اس درد دل کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس دور میں قیمتی حاملان علم کا فقدان ہے اور جو اہل علم پائے جاتے ہیں ان کی چار قسمیں ہیں -

۱ - بعض افراد قابل اعتماد نہیں ہیں کہ دین کو حصول دنیا کا وسیلہ بنائے ہوئے ہیں

۲ - بعض لوگ حاملان حق کے تابع تو ہیں لیکن ان میں بصیرت نہیں پائی جاتی ہے اور کسی وقت بھی شک وشبہ کا شکار ہو سکتے ہیں

۳ - بعض لوگ لذتوں میں غرق ہیں اور اپنی نگام کو خواہشات کے ہاتھوں میں دیدیا ہے

۴ - بعض لوگوں کا کام صرف مال جمع کرنا اور سمیٹنا ہے - انھیں دین کے تحفظ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور یہ صرف وہ جانور ہیں جن کا کام پیٹ بھرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے -

کمیل۔ دیکھو مال کا ذخیرہ کرنے والے جیتے جی ہلاک ہو گئے اور صاحبانِ علم زمانہ کی بقا کے ساتھ رہنے والے ہیں۔ ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن ان کی صورتیں دلوں پر نقش ہیں۔ دیکھو اس سینہ میں علم کا ایک خزانہ ہے۔ کاش مجھے اس کے اٹھانے والے مل جاتے۔ ہاں ملے بھی[1] تو بعض ایسے ذہین جو قابلِ اعتبار نہیں ہیں اور دین کو دنیا کا آلہ کار بنا کر استعمال کرنے والے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کے ذریعہ اس کے بندوں اور اس کی محبتوں کے ذریعہ اس کے اولیاء پر برتری جتلانے والے ہیں یا حاملان حق کے اطاعت گذار تو ہیں لیکن ان کے پہلوؤں میں بصیرت نہیں ہے اور ادنیٰ شبہ میں بھی شک کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ نہ یہ کام آنے والے ہیں اور نہ وہ۔ اس کے بعد ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو لذّتوں کے دلدادہ اور خواہشات کے لئے اپنی لگام ڈھیلی کر دینے والے ہیں یا صرف مال جمع کرنے اور ذخیرہ اندوزی کرنے کے دلدادہ ہیں۔ یہ دونوں بھی دین کے قطعاً محافظ نہیں ہیں اور ان سے قریب ترین شباہت رکھنے والے چرنے والے جانور ہوتے ہیں اور اس طرح علم حاملانِ علم کے ساتھ مرجاتا ہے۔

لیکن۔ اس کے بعد بھی زمین ایسے شخص سے خالی نہیں ہوتی ہے جو حجتِ خدا[1] کے ساتھ قیام کرتا ہے چاہے وہ ظاہر اور مشہور ہو یا خائف اور پوشیدہ۔ تاکہ پروردگار کی دلیلیں اور اس کی نشانیاں مٹنے نہ پائیں۔ لیکن یہ ہیں ہی کتنے اور کہاں ہیں؟ واللہ ان کے عدد بہت کم ہیں لیکن ان کی قدر و منزلت بہت عظیم ہے۔ اللہ انھیں کے ذریعہ اپنے دلائل و بینات کی حفاظت کرتا ہے تاکہ یہ اپنے ہی جیسے افراد کے حوالے کر دیں اور اپنے امثال کے دلوں میں بو دیں۔ انھیں علم نے بصیرت کی حقیقت تک پہونچا دیا ہے اور یہ یقین کی روح کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ انھوں نے ان چیزوں کو آسان بنا لیا ہے جنھیں راحت پسندوں نے مشکل بنا رکھا تھا اور ان چیزوں سے انس حاصل کیا ہے جن سے جاہل وحشت زدہ تھے اور اس دنیا میں ان اجسام کے ساتھ رہے ہیں جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی روئے زمین پر اللہ کے خلیفہ اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ ہائے مجھے ان کے دیدار کا کس قدر اشتیاق ہے۔!

کمیل! (میری بات تمام ہو چکی) اب تم جا سکتے ہو۔

[1] یہ صحیح ہے کہ ہر صفت اس کے حامل کے فوت ہو جانے سے ختم ہو جاتی ہے اور علم بھی حاملان علم کی موت سے مرجاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس دنیا میں کوئی دور ایسا بھی آتا ہے جب تمام اہل علم مرجائیں اور علم کا فقدان ہو جائے۔ اس لئے کہ ایسا ہو گیا تو اتمام حجت کا کوئی راستہ نہ رہ جائے گا اور اتمام حجت بہرحال ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے لہٰذا ہر دور میں ایک حجت خدا کا رہنا ضروری ہے چاہے بظاہر منظر عام پر ہو یا پردۂ غیبت میں ہو کہ اتمام حجت کے لئے اس کا وجود ہی کافی ہے۔ اس کے ظہور کی شرط نہیں ہے۔

۱۴۸

و قال (عليه السلام):

اَلْمَرْءُ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ.

۱۴۹

و قال (عليه السلام):

هَلَكَ امْرُؤٌ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَهُ.

۱۵۰

و قال (عليه السلام):

لرجل سأله أن يعظه: لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُو الْآخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ، وَ يُرَجِّي التَّوْبَةَ بِطُولِ الْأَمَلِ، يَقُولُ فِي الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِينَ، وَ يَعْمَلُ فِيهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِينَ، إِنْ أُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ، وَ إِنْ مُنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ؛ يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَا أُوتِيَ، وَ يَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيمَا بَقِيَ؛ يَنْهَى وَ لَا يَنْتَهِي، وَ يَأْمُرُ بِمَا لَا يَأْتِي، يُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَ لَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ، وَ يُبْغِضُ الْمُذْنِبِينَ وَ هُوَ أَحَدُهُمْ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوبِهِ، وَ يُقِيمُ عَلَى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ مِنْ أَجْلِهِ، إِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِماً، وَ إِنْ صَحَّ أَمِنَ لَاهِياً، يُعْجَبُ بِنَفْسِهِ إِذَا عُوفِيَ، وَ يَقْنَطُ إِذَا ابْتُلِيَ، إِنْ أَصَابَهُ بَلَاءٌ دَعَا مُضْطَرّاً، وَ إِنْ نَالَهُ رَخَاءٌ أَعْرَضَ مُغْتَرّاً، تَغْلِبُهُ نَفْسُهُ عَلَى مَا يَظُنُّ، وَ لَا يَغْلِبُهَا عَلَى مَا يَسْتَيْقِنُ، يَخَافُ عَلَى غَيْرِهِ بِأَدْنَى مِنْ ذَنْبِهِ، وَ يَرْجُو لِنَفْسِهِ بِأَكْثَرَ مِنْ عَمَلِهِ، إِنِ اسْتَغْنَى بَطِرَ وَ فُتِنَ، وَ إِنِ افْتَقَرَ قَنِطَ وَ وَهَنَ، يُقَصِّرُ إِذَا عَمِلَ، وَ يُبَالِغُ إِذَا سَأَلَ، إِنْ عَرَضَتْ لَهُ شَهْوَةٌ أَسْلَفَ الْمَعْصِيَةَ، وَ سَوَّفَ التَّوْبَةَ، وَ إِنْ عَرَتْهُ مِحْنَةٌ انْفَرَجَ عَنْ شَرَائِطِ الْمِلَّةِ. يَصِفُ الْعِبْرَةَ وَ لَا يَعْتَبِرُ، وَ يُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَ لَا يَتَّعِظُ، فَهُوَ بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ، وَ مِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ، يُنَافِسُ فِيمَا يَفْنَى، وَ يُسَامِحُ فِيمَا يَبْقَى. يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَماً، وَ الْغُرْمَ

مخبوء - پوشیدہ
يُرَجّي - تاخیر کرتا ہے
يقيم - پابندی کرتا ہے
سَقِم - بیمار ہوگیا
يستيقن - یقین کرلیتا ہے
بَطِر - مغرور ہوگیا
قَنِط - مایوس ہوگیا
وَهَن - کمزور ہوگیا
أسلف - آگے بڑھا دیا
سَوّف - پیچھے ڈال دیا
محنة - مشقت
انفرج - الگ ہوگیا
شرائط الملة - صبر وثبات
مُدِلّ - غلبہ حاصل کرنے والا
غُنم - فائدہ
مغرم - نقصان

مصادر حکمت ۱۴۸: امالی طوسیؒ ۲ ص ۱۰، خصال صدوقؒ ۱ ص ۳۶، الطراز السید الیمانی ۱ ص ۱۶۷، امالی صدوق مجلس ص ۶۸، عیون اخبار الرضا ۲ ص ۵۴، المائة المختارہ جاحظ

مصادر حکمت ۱۴۹: من لایحضرہ الفقیہ ۴ ص ۲۷۸، قصار الحکم

مصادر حکمت ۱۵۰: تحف العقول ص ۱۵۷، البیان والتبیین ۱ ص ۹۸، الصناعتین عسکری ص ۲۳۳، الفاضل مبرد ص ۹۵، العقد الفرید ۳، جمہرۃ الامثال ۱ ص ۲۷۲، زہر الآداب ۱ ص ۳۹، دستور معالم الدین ص ۷۷، تذکرۃ الخواص ص ۱۲۳، کنز العمال متقی، عین الادب والسیاسۃ ابن ہذیل ص ۲، المجالس مفیدؒ ص ۱۹۵، اختصاص مفیدؒ ص ۱۵۶، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۱

۱۴۸۔ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا رہتا ہے۔

۱۴۹۔ جس شخص نے اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا وہ ہلاک ہو گیا۔

۱۵۰۔ ایک شخص نے آپ سے موعظہ کا تقاضا کیا تو فرمایا "ان لوگوں میں نہ ہو جانا جو عملؑ کے بغیر آخرت کی امید رکھتے ہیں اور طولانی امیدوں کی بنا پر توبہ کو ٹال دیتے ہیں۔ دنیا میں باتیں زاہدوں جیسی کرتے ہیں اور کام راغبوں جیسا انجام دیتے ہیں۔ کچھ مل جاتا ہے تو سیر نہیں ہوتے ہیں اور نہیں ملتا ہے تو قناعت نہیں کرتے ہیں۔ جو دے دیا گیا ہے اس کے شکریہ سے عاجز ہیں لیکن مستقبل میں زیادہ کے طلبگار ضرور ہیں۔ لوگوں کو منع کرتے ہیں لیکن خود نہیں رُکتے ہیں۔ اور ان چیزوں کا حکم دیتے ہیں جو خود نہیں کرتے ہیں۔ نیک کرداروں سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کا جیسا عمل نہیں کرتے ہیں اور گناہگاروں سے بیزار رہتے ہیں لیکن خود بھی انھیں میں سے ہوتے ہیں۔ گناہوں کی کثرت کی بنا پر موت کو ناپسند کرتے ہیں اور پھر ایسے ہی اعمال پر قائم بھی رہتے ہیں جن سے موت ناگوار ہو جاتی ہے۔ بیمار ہوتے ہیں تو گناہوں پر پشیمان ہو جاتے ہیں اور صحت مند ہوتے ہیں تو پھر لہو و لعب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے تو اکڑنے لگتے ہیں اور آزمائش میں پڑ جاتے ہیں تو مایوس ہو جاتے ہیں۔ کوئی بلا نازل ہو جاتی ہے تو بشکل مضطر دعا کرتے ہیں اور سہولت و آسانی فراہم ہو جاتی ہے تو فریب خوردہ ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کا نفس انھیں خیالی باتوں پر آمادہ کر لیتا ہے لیکن وہ یقینی باتوں میں اس پر قابو نہیں پا سکتے ہیں دوسروں کے بارے میں اپنے سے چھوٹے گناہ سے بھی خوفزدہ رہتے ہیں اور اپنے لئے اعمال سے زیادہ جزا کے امیدوار رہتے ہیں۔ مالدار ہو جاتے ہیں تو مغرور و مبتلائے فتنہ ہو جاتے ہیں اور غربت زدہ ہو جاتے ہیں تو مایوس اور سست ہو جاتے ہیں۔ عمل میں کوتاہی کرتے ہیں اور سوال میں مبالغہ کرتے ہیں خواہش نفس سامنے آجاتی ہے تو معصیت فوراً کر لیتے ہیں اور توبہ کو ٹال دیتے ہیں۔ کوئی مصیبت لاحق ہو جاتی ہے تو اسلامی جماعت سے الگ ہو جاتے ہیں۔ عبرت ناک واقعات بیان کرتے ہیں لیکن خود عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں موعظہ میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں لیکن خود نصیحت نہیں حاصل کرتے ہیں۔ قول میں ہمیشہ اونچے رہتے ہیں اور عمل میں ہمیشہ کمزور رہتے ہیں۔ فنا ہونے والی چیزوں میں مقابلہ کرتے ہیں اور باقی رہ جانے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ واقعی فائدہ کو نقصان سمجھتے ہیں اور حقیقی نقصان کو فائدہ تصور کرتے ہیں۔

٭ مولائے کائناتؑ کے اس ارشاد گرامی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اگر دور حاضر کے مومنین کرام، واعظین محترم، خطباء شعلہ نوا، شعراء طوفان افزا، سربراہان ملت، لیڈرین قوم کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمارے دور کے حالات کا نقشہ کھینچ رہے ہیں اور ہمارے سامنے کردار کا ایک آئینہ رکھ رہے ہیں جس میں ہر شخص اپنی شکل دیکھ سکتا ہے اور اپنے حال زار سے عبرت حاصل کر سکتا ہے۔!

مَـقْنَماً، يَخْـشَىٰ الْمَـوْتَ، وَ لَا يُـبَادِرُ الْـفَوْتَ؛ يَسْـتَعْظِمُ مِـنْ مَعْصِيَةِ غَـيْرِهِ مَا يَسْـتَقِلُّ أَكْـثَرَ مِـنْهُ مِـنْ نَـفْسِهِ، وَ يَسْـتَكْثِرُ مِنْ طَـاعَتِهِ مَـا يَحْـقِرُهُ مِـنْ طَـاعَةِ غَـيْرِهِ، فَـهُوَ عَـلَىٰ النَّـاسِ طَـاعِنٌ، وَ لِـنَفْسِهِ مُـدَاهِـنٌ؛ اللَّـهْوُ (اللَّـغو) مَـعَ الْأَغْـنِيَاءِ أَحَبُّ إِلَـيْهِ مِـنَ الذِّكْـرِ مَـعَ الْـفُقَرَاءِ، يَحْكُـمُ عَـلَىٰ غَـيْرِهِ لِـنَفْسِهِ، وَ لَا يَحْكُـمُ عَـلَيْهَا لِـغَيْرِهِ؛ يُـرْشِدُ غَـيْرَهُ وَ يُـغْوِي نَـفْسَهُ، فَـهُوَ يُـطَاعُ وَ يَـعْصِي، وَ يَسْـتَوْفِي وَ لَا يُوفِي، وَ يَخْشَىٰ الْخَلْقَ فِي غَيْرِ رَبِّـهِ وَ لَا يَخْـشَىٰ رَبَّـهُ فِي خَـلْقِهِ.

قال الرضى: و لو لم يكن في هذا الكتاب إلا هذا الكلام لكفى به موعظة ناجعة، و حكمة بالغة، و بصيرة لمبصر، و عبرة لناظر مفكر.

۱۵۱

و قال ﴿ﷺ﴾:

لِكُـلِّ امْـرِئٍ عَـاقِبَةٌ حُـلْوَةٌ أَوْ مُـرَّةٌ.

۱۵۲

و قال ﴿ﷺ﴾:

لِكُـلِّ مُـقْبِلٍ إِدْبَـارٌ، وَ مَـا أَدْبَـرَ كَأَنْ لَمْ يَكُـنْ.

۱۵۳

و قال ﴿ﷺ﴾:

لَا يَـعْدَمُ الصَّـبُورُ الظَّـفَرَ وَ إِنْ طَـالَ بِـهِ الزَّمَـانُ.

۱۵٤

و قال ﴿ﷺ﴾:

الرَّاضِي بِـفِعْلِ قَـوْمٍ كَـالدَّاخِـلِ فِـيهِ مَـعَهُمْ. وَ عَـلَىٰ كُـلِّ دَاخِـلٍ فِي بَـاطِلٍ إِثْمَانِ: إِثْمُ الْـعَمَلِ بِـهِ، وَ إِثْمُ الرِّضَىٰ بِـهِ.

۱۵۵

و قال ﴿ﷺ﴾:

اعْـتَصِمُوا (اسـتعصموا) بِـالذِّمَمِ فِي أَوْتَـادِهَا.

فَوْت - وقت نکل جانا
اِعْتَصِمُوا - تحفظ کرو
ذمم - عہد
اوتاد - میخ

(۱) دوسروں کو ہدایت دے کر اپنے نفس کو گمراہ کرنے کا منظر اس وقت دیکھا جا سکتا ہے جب کوئی مقرر بہترین تقریر کرنے کے بعد بزم احباب میں رجز خوانی کرتا ہے یا مسئولین امر سے زیادہ اجرت کا مطالبہ کرتا ہے اور اپنے کردار سے اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ ساری تقریر، خطابت اور سارا موعظہ ایک کاروبار کے علاوہ کچھ نہ تھا اور یہ انسان دین کو دنیا کے عوض اور علم کو مال کے عوض بیچنے کا کاروبار کر رہا ہے اور اسے دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مصادر حکمت ۱۵۱ غرر الحکم حرف لام
مصادر حکمت ۱۵۲ دستور معالم الحکم ص۱۴ ، غرر الحکم ص۲۵۱
مصادر حکمت ۱۵۳ ربیع الابرار ، الطراز یمانی ۲ ص۱۲۹
مصادر حکمت ۱۵۴ غرر الحکم ص۵۴ ، تحف العقول ص۲۱۶ ، خصال صدوق ۱ ص۱۵
مصادر حکمت ۱۵۵ غرر الحکم ص۳۶
مصادر حکمت ۱۵۶ دعائم الاسلام قاضی نعمان ۲ ص۳۵۳ ، غرر الحکم ص۲۱۲ ، ارشاد مفید ص۱۱۰ ، احتجاج طبرسی ص۳۱۱

موت
ہیں جو
اطاع
کو فقیر
حق میں
اور یہ
مخلوق
اور رہا
ڈہرا
لہ دو
پر سر
سا
ہے
لگا

موت سے ڈرتے ہیں لیکن وقت نکل جانے سے پہلے عمل کی طرف سبقت نہیں کرتے ہیں۔ دوسروں کی اس معصیت کو بھی عظیم تصور کرتے ہیں جس سے بڑی معصیت کو اپنے لئے معمولی تصور کرتے ہیں اور اپنی معمولی اطاعت کو بھی کثیر شمار کرتے ہیں جب کہ دوسرے کی کثیر اطاعت کو بھی حقیر ہی سمجھتے ہیں۔ لوگوں پر طعنہ زن رہتے ہیں اور اپنے معاملہ میں نرم و نازک رہتے ہیں۔ مالداروں کے ساتھ لہو و لعب[1] کو فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر ذکر خدا سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ اپنے حق میں دوسروں کے خلاف فیصلہ کر دیتے ہیں اور دوسروں کے حق میں اپنے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ دوسروں کو ہدایت دیتے ہیں اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔ خود ان کی اطاعت کی جاتی ہے اور یہ خود معصیت کرتے رہتے ہیں اپنے حق کو پورا پورا لے لیتے ہیں اور دوسروں کے حق کو ادا نہیں کرتے ہیں۔ پروردگار کو چھوڑ کر مخلوقات سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں پروردگار سے خوفزدہ نہیں ہوتے ہیں۔

سید رضیؒ۔ اگر اس کتاب میں اس کلام کے علاوہ کوئی دوسری نصیحت نہ بھی ہوتی تو یہی کلام کامیاب موعظت، بلیغ حکمت اور صاحبانِ بصیرت کی بصیرت اور صاحبان فکر و نظر کی عبرت کے لئے کافی تھا۔

۱۵۱۔ ہر شخص کا ایک انجام بہر حال ہونے والا ہے چاہے شیریں ہو یا تلخ۔

۱۵۲۔ ہر آنے والا پلٹنے والا ہے اور جو پلٹ جاتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے تھا ہی نہیں۔

۱۵۳۔ صبر کرنے والا کامیابی سے محروم نہیں ہو سکتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ کیوں نہ لگ جائے۔

۱۵۴۔ کسی قوم کے عمل سے راضی ہو جانے والا بھی اسی کے ساتھ شمار کیا جائے گا اور جو کسی باطل میں داخل ہو جائے گا اس پر دُہرا گناہ ہوگا۔ عمل کا بھی گناہ اور راضی ہونے کا بھی گناہ۔

۱۵۵۔ عہد و پیمان کی ذمہ داری ان کے حوالہ کرو جو میخوں کی طرح مستحکم اور مضبوط ہوں۔

[1] دورِ حاضر کا عظیم ترین معیارِ زندگی یہی ہے اور ہر شخص ایسی ہی زندگی کے لئے بیچین نظر آتا ہے۔ کافی ہاؤس، نائٹ کلب اور دیگر لغویات کے مقامات پر سرمایہ داروں کی مصاحبت کے لئے ہر متوسط طبقہ کا آدمی مرا جا رہا ہے اور کسی کو یہ شوق نہیں پیدا ہوتا ہے کہ چند لمحہ خانۂ خدا میں بیٹھ کر فقیروں کے ساتھ مالک کی بارگاہ میں مناجات کرے اور یہ احساس کرے کہ اس کی بارگاہ میں سب فقیر ہیں اور یہ دولت و امارت صرف چند روزہ تماشہ ہے ورنہ انسان خالی ہاتھ آیا ہے اور خالی ہاتھ ہی جانے والا ہے۔ دولت عاقبت بنانے کا ذریعہ تھی اگر اسے بھی عاقبت کی بربادی کی راہ پر لگا دیا تو آخرت میں حسرت و افسوس کے علاوہ کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔!

۱۵٦

و قال (علیه السلام):

عَلَيْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعْذَرُونَ بِجَهَالَتِهِ.

۱۵۷

و قال (علیه السلام):

قَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ، وَ قَدْ هُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ، وأُسْمِعْتُمْ إِنِ اسْتَمَعْتُمْ.

۱۵۸

و قال (علیه السلام):

عَاتِبْ أَخَاكَ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَ ارْدُدْ شَرَّهُ بِالْإِنْعَامِ عَلَيْهِ.

۱۵۹

و قال (علیه السلام):

مَنْ وَضَعَ نَفْسَهُ مَوَاضِعَ التُّهَمَةِ فَلَا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ بِهِ الظَّنَّ.

۱٦۰

و قال (علیه السلام):

مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ.

۱٦۱

و قال (علیه السلام):

مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ، وَ مَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِي عُقُولِهَا.

۱٦۲

و قال (علیه السلام):

مَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهِ.

۱٦۳

و قال (علیه السلام):

الْفَقْرُ الْمَوْتُ الْأَكْبَرُ (الأحمر).

۱٦٤

و قال (علیه السلام):

مَنْ قَضَى حَقَّ مَنْ لَا يَقْضِي حَقَّهُ فَقَدْ عَبَدَهُ.

۱٦۵

و قال (علیه السلام):

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

بُصِّرتم - دکھا دیا گیا

ان اَبصرتم - اگر دیکھ سکو

استاثر - جانبداری کرنے لگتا ہے

خِیَرہ - اختیار

(۱۵۹) کہا جاتا ہے کہ سرکار دو عالم ایک خاتون کے ساتھ جا رہے تھے اور راستہ میں ایک صحابی سے ملاقات ہو گئی تو آپ نے فوراً فرمایا کہ یہ میری زوجہ ہے - صحابی نے عرض کی کہ حضور کیا آپ کے بارے میں بھی بدگمانی ہو سکتی ہے حضرت نے فرمایا کہ شیطان انسان کے رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے اور وہ کسی وقت بھی کسی شخص کو بھی گمراہ کر سکتا ہے لہٰذا میرا فرض ہے کہ بدگمانی سے پہلے صورت حال کی وضاحت کر دوں تاکہ بدگمانی کی ذمہ داری میری گردن پر نہ ہو

(۱٦۰) یہ صورت حال کی وضاحت اور اس پر تنبیہ ہے کہ انسان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے - اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ملکیت و اقتدار ہی کوئی غلط کام ہے - ملکیت الگ ایک چیز ہے اور انانیت الگ ایک مسئلہ ہے

مصادر حکمت ۱۵۷ خطبہ ۱۰

مصادر حکمت ۱۵۸ اسرار الحکما یاقوت مستعصمی ص۸٦ ، ربیع الابرار، الغرر والعرر ص۲۸۳ ، روض الاخبار ص۴۱

مصادر حکمت ۱۵۹ امالی صدوق ص۱۸۳ ، تحف العقول ص۲۲۰ ، اختلاص مفید ص۲۲٦ ، روضۃ الکافی

مصادر حکمت ۱٦۰ غرر الحکم ص۲٦۴ ، تحف العقول ص۸ ، مجمع الامثال ۲ ص۳۲

مصادر حکمت ۱٦۱ غرر الحکم ص۲٦٦ ، ربیع الابرار باب العقل والفطنہ

مصادر حکمت ۱٦۲ مشکوٰۃ الانوار ص۲۹۱ ، قصار الحکم

مصادر حکمت ۱٦۳ تحف العقول ص۲۱۴ ، خصال صدوق ۱ ص۱٦۲ تفسیر عیاشی ، بحار الانوار ۲ ص۲۵ ، ربیع الابرار

مصادر حکمت ۱٦۴ غرر الحکم ص۱۹٦

مصادر حکمت ۱٦۵ عیون اخبار الرضا ۲ ص۴۳ ، صحیفۃ الرضا ص۳۴ ، مروج الذہب ۳ ص۱۱۵ ، نہایۃ ابن اثیر طوع

۱۵۶۔ اس کی اطاعت ضرور کرو جس سے ناواقفیت قابلِ معافی نہیں ہے۔ (یعنی خدائی منصب دار)

۱۵۷۔ اگر تم بصیرت رکھتے ہو تو تمھیں حقائق دکھلائے جاچکے ہیں اور اگر ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمھیں ہدایت دی جاچکی ہے اور اگر سُننا چاہتے ہو تو تمھیں پیغام سنایا جاچکا ہے۔

۱۵۸۔ اپنے بھائی کو تنبیہ کرو تو احسان کرنے کے بعد اور اس کے شر کا جواب دو تو لطف و کرم کے ذریعہ۔[۱]

۱۵۹۔ جس نے اپنے نفس کو تہمت کے مواقع پر رکھ دیا۔[۲] اسے کسی بدظنی کرنے والے کو ملامت کرنے کا حق نہیں ہے۔

۱۶۰۔ جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے وہ جانبداری کرنے لگتا ہے۔[۲]

۱۶۱۔ جو خود رائی سے کام لے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور جو لوگوں سے مشورہ کرے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

۱۶۲۔ جو اپنے راز کو پوشیدہ رکھے گا اس کا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

۱۶۳۔ فقیری سب سے بڑی موت ہے۔

۱۶۴۔ جو کسی ایسے شخص کا حق ادا کر دے جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہو[۳] تو گویا اس نے اس کی پرستش کر لی ہے۔

۱۶۵۔ خالق کی معصیت کے ذریعہ مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی ہے۔

۱ کھلی ہوئی بات ہے کہ انسان اگر صرف تنبیہ کرتا ہے اور کام نہیں کرتا ہے تو اس کی تنبیہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے کہ دوسرا شخص پہلے ہی بدظن ہو جاتا ہے تو کوئی بات سُننے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے اور نصیحت بیکار چلی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر پہلے احسان کر کے دل میں جگہ بنالے اور اس کے بعد نصیحت کرے تو یقیناً نصیحت کا اثر ہوگا اور بات ضائع و برباد نہ ہوگی۔

۲ عجیب و غریب بات ہے کہ انسان ان لوگوں سے فوراً بیزار ہو جاتا ہے جو اس سے بدگمانی رکھتے ہیں لیکن ان حالات سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتا ہے جن کی بنا پر بدگمانی پیدا ہوتی ہے جب کہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے بدظنی کے مقامات سے اجتناب کرے اور اس کے بعد ان لوگوں سے ناراضگی کا اظہار کرے جو بلاسبب بدظنی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۳ مقصد یہ ہے کہ انسان کے عمل کی کوئی بنیاد ہونی چاہئے اور میزان و معیار کے بغیر کسی عمل کو انجام نہیں دینا چاہئے۔ اب اگر کوئی شخص کسی کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتا ہے اور وہ اس کے حقوق کو ادا کئے جارہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو اس کا بندۂ بے دام تصور کرتا ہے اور اس کی پرستش کئے چلا جارہا ہے۔

۱۶۶
و قال (عليه السلام):
لَا يُعَابُ الْمَرْءُ بِتَأْخِيرِ حَقِّهِ، إِنَّمَا يُعَابُ مَنْ أَخَذَ مَا لَيْسَ لَهُ.

۱۶۷
و قال (عليه السلام):
اَلْإِعْجَابُ يَمْنَعُ الْازْدِيَادَ.

۱۶۸
و قال (عليه السلام):
اَلْأَمْرُ قَرِيبٌ وَ الْاصْطِحَابُ قَلِيلٌ.

۱۶۹
و قال (عليه السلام):
قَدْ أَضَاءَ الصُّبْحُ لِذِي عَيْنَيْنِ.

۱۷۰
و قال (عليه السلام):
تَرْكُ الذَّنْبِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ الْمَعُونَةِ.

۱۷۱
و قال (عليه السلام):
كَمْ مِنْ أَكْلَةٍ مَنَعَتْ أَكَلَاتٍ!

۱۷۲
و قال (عليه السلام):
النَّاسُ[۱] أَعْدَاءُ مَا جَهِلُوا.

۱۷۳
و قال (عليه السلام):
مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوهَ الْآرَاءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَاءِ.

۱۷۴
و قال (عليه السلام):
مَنْ أَحَدَّ سِنَانَ الْغَضَبِ لِلَّهِ قَوِيَ عَلَى قَتْلِ أَشِدَّاءِ (أَشَدِّ) الْبَاطِلِ

۱۷۵
و قال (عليه السلام):
إِذَا هِبْتَ أَمْراً فَقَعْ فِيهِ، فَإِنَّ شِدَّةَ تَوَقِّيهِ أَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ مِنْهُ

ازدیاد - زیادتی
اصطحاب - ساتھ
احدّ - تیز کیا
سنان - نیزہ کی انی
ہبت - خوفزدہ ہو
توقی - تحفظ

[۱] مذہب سے بغاوت کا ایک راز یہ بھی ہے کہ لوگ مذہب اور اس کی تعلیمات کی عظمت سے یکسر بے خبر ہیں اور انسانی فطرت ہے کہ انسان جس چیز سے ناواقف ہوتا ہے اس کی قدردانی نہیں کر سکتا ہے۔ قدردانی کے لئے قدر کا جاننا بنیادی شرط ہے۔ ورنہ اس کے بغیر قدردانی کا کوئی مفہوم ہی نہیں رہ جاتا ہے۔

۱۶۶- اپنا ...
۱۶۷- خود ...
۱۶۸- آخر ...
۱۶۹- آ ...
۱۷۰- گنا ...
۱۷۱- اکث ...
۱۷۲- لوگ ...
۱۷۳- جو ...
۱۷۴- جو ...
۱۷۵- جب ...
... تی ہے۔

... انسان کی ذ ...
... ریانہ دنیا میں ...
... عذاب و عقا ...
... کھلی ہوئی بات ...
... علاج چھوڑ ...
... میں عمل ختم کر ...
... مثل مشہور ہے کہ ...
... ناپرہیز نہ کرے ...
... انسان کا فر ...
... سے آلودہ نہ ...
... اس کا ایک ...
... یعہ دوسر ...

مصادر حکمت ۱۶۶ امالی طوسیؒ ۲ ص۲۲، کشف المحجۃ ابن طاؤس، رسائل کلینیؒ
مصادر حکمت ۱۶۷ غرر الحکم ص۳۱، ربیع الابرار
مصادر حکمت ۱۶۸ غرر الحکم ص۱۴-۱۳
مصادر حکمت ۱۶۹ دستور معالم الحکم ص۲۳، مجمع الامثال ۲ ص۹۹، جمہرۃ الامثال ۲ ص۱۲۵
مصادر حکمت ۱۷۰ اصول کافی ۲ ص۴۵
مصادر حکمت ۱۷۱ مطالب السئول ابن طلحہ ص۱۶۱، غرر الحکم ص۲۳۶، البخلاء جاحظ ص۱۸۰، المقامات للحریری، مجمع الامثال، الفاخر ابن عاصم ...
مصادر حکمت ۱۷۲ امالی طوسیؒ ۲ ص۱۰۰، قصار الحکم ۲۳۸
مصادر حکمت ۱۷۳ تحف العقول ص۹۰، روضۃ الکافی ص۱۹، الفقیہ ۴ ص۲۸۲، دستور معالم الحکم ص۲۸، غرر الحکم ص۲۸۹
مصادر حکمت ۱۷۴ ربیع الابرار، غرر الحکم ص۲۹۶، الطراز ۱ ص۱۶۸،
مصادر حکمت ۱۷۵ غرر الحکم ص۱۴۲، الطراز ۱ ص۱۶۸

۱۶۶۔ اپنا حق لینے میں تاخیر کر دینا عیب نہیں ہے۔ دوسرے کے حق[۱] پر قبضہ کر لینا عیب ہے۔

۱۶۷۔ خود پسندی[۲] زیادہ عمل سے روک دیتی ہے۔

۱۶۸۔ آخرت قریب ہے اور دنیا کی صحبت بہت مختصر ہے۔

۱۶۹۔ آنکھوں والوں کے لئے صبح روشن ہو چکی ہے۔

۱۷۰۔ گناہ کا نہ کرنا بعد[۳] میں مدد مانگنے سے آسان تر ہے۔

۱۷۱۔ اکثر اوقات ایک کھانا کئی کھانوں سے روک دیتا ہے۔

۱۷۲۔ لوگ ان چیزوں کے دشمن ہوتے ہیں جن سے بے خبر ہوتے ہیں۔ (۵۱)

۱۷۳۔ جو مختلف[۴] آراء کا سامنا کرتا ہے وہ غلطی کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

۱۷۴۔ جو اللہ کے لئے غضب کے سنان کو تیز کر لیتا ہے وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر بھی قادر ہو جاتا ہے۔

۱۷۵۔ جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اس میں پھاند پڑو کہ زیادہ خوف و احتیاط خطرہ سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

---

[۱] انسان کی ذمہ داری ہے کہ زندگی میں حقوق حاصل کرنے سے زیادہ حقوق کی ادائیگی پر توجہ دے کہ اپنے حقوق کو نظر انداز کر دینا نہ دنیا میں باعث ملامت ہے اور نہ آخرت میں وجہ عذاب ہے لیکن دوسروں کے حقوق پر قبضہ کر لینا یقیناً باعث مذمت بھی ہے اور عذاب و عقاب بھی ہے۔

[۲] کھلی ہوئی بات ہے کہ جب تک مریض کو مرض کا احساس رہتا ہے وہ علاج کی فکر بھی کرتا ہے لیکن جس دن ورم کو صحت تصور کر لیتا ہے اُس دن علاج چھوڑ دیتا ہے۔ یہی حال خود پسندی کا ہے کہ خود پسندی کردار کا ورم ہے جس کے بعد انسان اپنی کمزوریوں سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد میں عمل ختم کر دیتا ہے یا رفتار عمل کو سست بنا دیتا ہے اور یہی چیز اس کے کردار کی کمزوری کے لئے کافی ہے۔

[۳] مثل مشہور ہے کہ پرہیز کرنا علاج کرنے سے بہتر ہے کہ پرہیز انسان کو بیماریوں سے بچا لیتا ہے اور اس طرح اس کی فطری طاقت محفوظ رہتی ہے لیکن پرہیز نہ کرنے کی بنا پر اگر مرض نے حملہ کر دیا تو طاقت خود بخود کمزور ہو جاتی ہے اور پھر علاج کے بعد بھی وہ فطری حالت واپس نہیں آتی ہے لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ گناہوں کے ذریعہ نفس کے آلودہ ہونے اور توبہ کے ذریعہ اس کی تطہیر کرنے سے پہلے اس کی صحت کا خیال رکھے اور اسے آلودہ نہ ہونے دے تاکہ علاج کی زحمت سے محفوظ رہے۔

[۴] اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مشورہ کرنے والا غلطیوں سے محفوظ رہتا ہے کہ اسے کئی طرح کے افکار حاصل ہو جاتے ہیں اور ہر شخص کے ذریعہ دوسرے کی فکر کی کمزوری کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے اور اس طرح صحیح رائے اختیار کرنے میں کوئی زحمت نہیں رہ جاتی ہے۔

۱۷۶ و قال (علیه السلام):

آلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدْرِ.

۱۷۷

و قال (علیه السلام):

أُزْجُرِ الْمُسِيءَ بِثَوَابِ الْمُحْسِنِ.

۱۷۸

و قال (علیه السلام):

أُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهِ مِنْ صَدْرِكَ.

۱۷۹

و قال (علیه السلام):

اَللَّجَاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْيَ.

۱۸۰

و قال (علیه السلام):

اَلطَّمَعُ رِقٌّ مُؤَبَّدٌ.

۱۸۱

و قال (علیه السلام):

ثَمَرَةُ التَّفْرِيطِ النَّدَامَةُ، وَ ثَمَرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ.

۱۸۲

و قال (علیه السلام):

لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ.

۱۸۳

و قال (علیه السلام):

مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ[1] إِلَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا ضَلَالَةً.

۱۸۴

و قال (علیه السلام):

مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ.

۱۸۵ و قال (علیه السلام):

مَا كَذَبْتُ وَ لَا كُذِّبْتُ، وَ لَا ضَلَلْتُ وَ لَا ضُلَّ بِي.

ثواب - معاوضہ
حصاد - کاٹ دینا
لجاجت - بے وجہ جھگڑا کرنا
سل - کھینچ لینا
رق - غلامی
حزم - احتیاط

[1] یہ نقطہ عالم اسلام کا امتیاز ہے کہ یہاں دو مختلف اور متضاد دعوے کرنے والوں میں ایک کو صدیق کہا جاتا ہے اور ایک کو صدیقہ ـــ اور ایک میدان میں دو جنگ کرنے والوں میں ایک کو نفس رسولؐ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو محبوب رسولؐ یا کاتب وحی ورنہ عقل اعتبار سے قضیہ کے طرفین میں حق و عمل کے ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے

لے بہار ... تائید ... کام کر ... نہیں ... برائیو ... ۲ یہ ... شخص ... کرا ... ہوا ... ۳ ... کر

مصادر حکمت ۱۷۶ غرر الحکم ص۲۷ ، الطراز ص۱۶۸
مصادر حکمت ۱۷۷ ربیع الابرار باب الجزاء ، روض الاخیار ص۳۱
مصادر حکمت ۱۷۸ سراج الملوک ص۳۸۴ ، غرر الحکم ص۶۱ ، مجموعہ ورام ص۳۴
مصادر حکمت ۱۷۹ غرر الحکم ، کنز الفوائد
مصادر حکمت ۱۸۰ غرر الحکم ص۲۰ ، ربیع الابرار باب الطمع والرجاء
مصادر حکمت ۱۸۱ محاضرات الادباء ۲ ص۳۱۳ ، غرر الحکم ص۱۵۸ ، الطراز ۱ ص۱۶۸
مصادر حکمت ۱۸۲ تحف العقول ص۹۴ ، ربیع الابرار باب السکوت
مصادر حکمت ۱۸۳ غرر الحکم ص۲۱۰
مصادر حکمت ۱۸۴ ارشاد مفید ص۱۲۰ ، خطبہ ۴
مصادر حکمت ۱۸۵ کتاب الجمل ابو مخنف (شرح ابن ابی الحدید ۱ ص۸۹) کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۳۱۵ ، کامل مبرد ۲ ص۱۲۰ ، تاریخ طبری ۶ ... مروج الذہب ۲ ص۴۴۳ ، کامل ابن اثیر ۳ ص۱۴۳ ، البدایۃ والنہایۃ ، ص۲۶۴ ، تاریخ بغداد ، ص۲۳۶ ، مناقب خوارزمی ص... امالی صدوق مجلس ۶۳ ، تذکرۃ الخواص ص۱۰۴ ، ذخائر العقبیٰ ص۱۱۰ ، امالی طوسی ۱ ص۲۶۷ ، المحاسن بیہقی ۲ ص۹۲

۱۷۶۔ ریاست کا وسیلہ وسعت صدر ہے۔

۱۷۷۔ بدعمل کی سرزنش کے لئے نیک عمل والے کو اجر و انعام دو۔[1]

۱۷۸۔ دوسرے کے دل سے شر کو کاٹ دینا ہے تو پہلے اپنے دل سے اکھاڑ کر پھینک دو۔

۱۷۹۔ ہٹ دھرمی صحیح رائے کو بھی دور کر دیتی ہے۔

۱۸۰۔ لالچ ہمیشہ ہمیشہ کی غلامی ہے۔[2]

۱۸۱۔ کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی ہے اور ہوشیاری کا ثمرہ سلامتی۔

۱۸۲۔ حکمت سے خاموشی میں کوئی خیر نہیں ہے جس طرح کہ جہالت سے بولنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔[3]

۱۸۳۔ جب دو مختلف دعوتیں دی جائیں تو دو میں سے ایک یقیناً گمراہی ہوگی۔(۱)

۱۸۴۔ مجھے جب سے حق دکھلا دیا گیا ہے میں کبھی شک کا شکار نہیں ہوا ہوں۔

۱۸۵۔ میں نے نہ غلط بیانی کی ہے اور نہ مجھے جھوٹ خبر دی گئی ہے۔ نہ میں گمراہ ہوا ہوں اور نہ مجھے گمراہ کیا جا سکا ہے۔

[1] ہمارے معاشرہ کی کمزوریوں میں سے ایک اہم کمزوری یہ بھی ہے کہ یہاں بدکرداروں پر تنقید تو کی جاتی ہے لیکن نیک کردار کی تائید و توصیف نہیں کی جاتی ہے۔ آپ ایک دن غلط کام کریں تو سارے شہر میں ہنگامہ ہو جائے گا لیکن ایک سال تک بہترین کام کریں تو کوئی بیان کرنے والا بھی نہ پیدا ہوگا۔ حالانکہ اصولی بات یہ ہے کہ نیکی کے پھیلانے کا طریقہ صرف برائی پر تنقید کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے بہتر طریقہ خود نیکی کی حوصلہ افزائی کرنا ہے جس کے بعد ہر شخص میں نیکی کرنے کا شعور بیدار ہو جائے گا اور برائیوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔

[2] یہ انسانی زندگی کی عظیم ترین حقیقت ہے کہ حرص و طمع رکھنے والا انسان نفس کا غلام اور خواہشات کا بندہ ہو جاتا ہے اور جو شخص خواہشات کی بندگی میں مبتلا ہو گیا وہ کسی قیمت پر اس غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتا ہے۔ انسانی زندگی کی دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے کو خواہشات دنیا اور حرص و طمع سے دور رکھے تاکہ کسی غلامی میں مبتلا نہ ہونے پائے کہ یہاں "شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان" ہوا کرتا ہے اور یہاں کی غلامی سے نجات ممکن نہیں ہے۔

[3] انسان کو حرف حکمت کا اعلان کرنا چاہئے تاکہ دوسرے لوگ اس سے استفادہ کریں اور حرف جہالت سے پرہیز کرنا چاہئے کہ جہالت کی بات کرنے سے خاموشی ہی بہتر ہوتی ہے۔ انسان کی عزت بھی سلامت رہتی ہے اور دوسروں کی گمراہی کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہوتا ہے۔

۱۸۶

و قال (عليه السلام):

لِلظَّالِمِ الْبَادِي غَداً بِكَفِّهِ عَضَّةٌ.

۱۸۷

و قال (عليه السلام):

اَلرَّحِيلُ وَشِيكٌ.

۱۸۸

و قال (عليه السلام):

مَنْ أَبْدَىٰ صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ.

۱۸۹

و قال (عليه السلام):

مَنْ لَمْ يُنْجِهِ الصَّبْرُ أَهْلَكَهُ الْجَزَعُ.

۱۹۰

و قال (عليه السلام):

وَاعَجَبَاهُ! أَتَكُونُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَ الْقَرَابَةِ؟

قال الرضي: وروي له شعر في هذا المعنى:

فَإِنْ كُنْتَ بِالشُّورَىٰ مَلَكْتَ أُمُورَهُمْ فَكَيْفَ بِهٰذَا وَ الْمُشِيرُونَ غُيَّبُ؟

وَ إِنْ كُنْتَ بِالْقُرْبَىٰ حَجَجْتَ خَصِيمَهُمْ فَغَيْرُكَ أَوْلَىٰ بِالنَّبِيِّ وَ أَقْرَبُ

۱۹۱

و قال (عليه السلام):

إِنَّمَا الْمَرْءُ فِي الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا، وَ نَهْبٌ تُبَادِرُهُ الْمَصَائِبُ؛ وَ مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ. وَ فِي كُلِّ أَكْلَةٍ غَصَصٌ. وَ لَا يَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَىٰ، وَ لَا يَسْتَقْبِلُ يَوْماً مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِفِرَاقِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ.

عَضَّہ ۔ کاٹنا
وَشِیک ۔ قریب
غُیَّب ۔ غائب
خصیم ۔ بحث کرنے والا
غَرَض ۔ نشانہ
تنتضل ۔ در آتی ہیں
منایا ۔ موت جمع منیۃ
نہب ۔ لوٹ مار
شرق ۔ اُچھو

۱ یعنی صبر کی سختی اور تلخی سے زیادہ سختی اور تلخی جزع و فزع اور نالہ و شیون میں پائی جاتی ہے لہذا اگر کسی انسان کو صبر راس نہ آسکا تو جزع و فزع اور پریشانی کے راس آنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے

نہج البلاغہ حکمت ۱۸۶ تفسیر علی بن ابراہیم ص۶۱۲
نہج البلاغہ حکمت ۱۸۷ قصار الحکم ۱۸۶
نہج البلاغہ حکمت ۱۸۸ خطبہ ۱۶
نہج البلاغہ حکمت ۱۸۹ غرر الحکم ص۲۷۴
نہج البلاغہ حکمت ۱۹۰ خصائص الائمہ سید رضیؒ ص۸۵، غرر الحکم ص۳۲۶، التعجب کراجکی ص۱۳، السقیفہ جوہری، تاریخ طبری ۶ ص۲۶۳
نہج البلاغہ حکمت ۱۹۱ قصار الحکم ۱۰۰

۱۸۶۔ ظلم[1] کی ابتدا کرنے والے کو کل ندامت سے اپنا ہاتھ کاٹنا پڑے گا۔

۱۸۷۔ کوچ کا وقت قریب آگیا ہے۔

۱۸۸۔ جس نے حق سے منھ موڑ لیا وہ ہلاک ہوگیا۔

۱۸۹۔ جسے صبر[2] نجات نہیں دلا سکتا ہے اسے بیقراری مار ڈالتی ہے۔

۱۹۰۔ واعجباہ! خلافت صرف صحابیت کی بنا پر مل سکتی ہے لیکن اگر صحابیت اور قرابت دونوں جمع ہو جائیں تو نہیں مل سکتی ہے۔

سید رضیؒ۔ اس معنی میں حضرت کا یہ شعر بھی ہے:

"اگر تم نے شوریٰ سے اقتدار حاصل کیا ہے تو یہ شوریٰ کیسا ہے جس میں مشیر ہی سب غائب تھے۔
اور اگر تم نے قرابت سے اپنی خصوصیت کا اظہار کیا ہے تو تمھارا غیر تم سے زیادہ رسول اکرمؐ کے لئے اولیٰ اور اقرب ہے۔"

۱۹۱۔ انسان اس دنیا میں وہ نشانہ ہے جس پر موت اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور وہ مصائب کی غارت گری کی جولانگاہ بنا رہتا ہے۔ یہاں کے ہر گھونٹ پر اچھو ہے اور ہر لقمہ پر گلے میں ایک پھندہ ہے۔ انسان ایک نعمت کو حاصل نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ دوسری ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور زندگی کے ایک دن[3] کا استقبال نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ دوسرا دن ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

[1] اگر یہ دنیا میں ہر ظلم کرنے والے کا انجام ہے تو اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا جس نے عالم اسلام میں ظلم کی ابتدا کی ہے اور جس کے مظالم کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور اولاد رسول اکرمؐ کسی آن بھی مظالم سے محفوظ نہیں ہے۔

[2] دنیا میں کام آنے والا صرف صبر ہے کہ اس سے انسان کا حوصلہ بھی بڑھتا ہے اور اسے اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔ بیقراری میں ان میں سے کوئی صفت نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی مسئلہ حل ہونے والا ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے صبر کو چھوڑ کر بیقراری کا راستہ اختیار کر لیا تو گویا اپنی تباہی کا آپ انتظام کر لیا اور پروردگار کی معیت سے بھی محروم ہوگیا کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے۔ جزع و فزع کرنے والوں کے ساتھ نہیں رہتا ہے۔

[3] کس قدر غلط فہمی کا شکار ہے وہ انسان جو ہر آنے والے دن کو اپنی زندگی میں ایک اضافہ تصور کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ اس میں کسی طرح کا کوئی اضافہ نہیں ہے بلکہ ایک دن نے جا کر دوسرے دن کے لئے جگہ خالی ہے اور اس کی آمد کی زمین ہموار کی ہے تو اس طرح انسان کا حساب برابر ہی رہ گیا۔ ایک دن جیب میں داخل ہوا اور ایک دن جیب سے نکل گیا اور اسی طرح ایک دن زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

فَنَحْنُ أَعْوَانُ الْمَنُونِ، وَ أَنْفُسُنَا نَصْبُ الْحُتُوفِ، فَمِنْ أَيْنَ نَرْجُو الْبَقَاءَ وَ هٰذَا اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ لَمْ يَرْفَعَا مِنْ شَيْءٍ شَرَفاً إِلَّا أَسْرَعَا الْكَرَّةَ فِي هَدْمِ مَا بَنَيَا، وَ تَفْرِيقِ مَا جَمَعَا؟!

۱۹۲

و قال (عليه السلام):

يَا ابْنَ آدَمَ مَا كَسَبْتَ فَوْقَ قُوتِكَ، فَأَنْتَ فِيهِ خَازِنٌ لِغَيْرِكَ.

۱۹۳

و قال (عليه السلام):

إِنَّ لِلْقُلُوبِ شَهْوَةً وَ إِقْبَالاً وَ إِدْبَاراً، فَأْتُوهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَ إِقْبَالِهَا، فَإِنَّ الْقَلْبَ إِذَا أُكْرِهَ عَمِيَ.

۱۹۴

و كان (عليه السلام) يقول:

مَتَى أَشْفِي غَيْظِي إِذَا غَضِبْتُ؟ أَحِينَ أَعْجِزُ عَنِ الْانْتِقَامِ فَيُقَالُ لِي: لَوْ صَبَرْتَ؟ أَمْ حِينَ أَقْدِرُ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لِي: لَوْ عَفَوْتَ (غفرت).

۱۹۵

و قال (عليه السلام):

و قد مر بقذر على مزبلة: هٰذَا مَا بَخِلَ بِهِ الْبَاخِلُونَ.

وروي في خبر آخر أنه قال: هٰذَا مَا كُنْتُمْ تَتَنَافَسُونَ فِيهِ بِالْأَمْسِ!

۱۹۶

و قال (عليه السلام):

لَمْ يَذْهَبْ مِنْ مَالِكَ مَا وَعَظَكَ.

۱۹۷

و قال (عليه السلام):

إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ، فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكْمَةِ.

۱۹۸

و قال (عليه السلام):

لما سمع قول الخوارج:

«لا حكم إلا لله»: كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِلٌ.

۱۹۹

و قال (عليه السلام):

في صفة الغوغاء: هُمُ الَّذِينَ

مَنُون ۔ موت
حُتُوف ۔ ہلاکت
شرف ۔ بلندی
مزبلہ ۔ مرکزِ کثافت
غوغا ۔ اوباش لوگ
اقبال ۔ توجہ
ادبار ۔ بے رخی
شفی ۔ تسکین دی
تنافس ۔ مقابلہ
تمل ۔ اکتا جاتے ہیں
طرائف ۔

(۱) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان مال کی بربادی سے بہت سے تجربات حاصل کر لیتا ہے اور مستقبل کے لئے سامان عبرت فراہم کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں اسے مال کی بربادی نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ مال کا بہترین مصرف ہے کہ انسان نے کچھ کھویا ہے تو کچھ پایا بھی ہے اور جو مال تحصیل علم و تجربہ کی راہ میں صرف ہو جائے وہ بہترین مصرف ہے۔

مصادر حکمت ۱۹۲ المائۃ المختارہ جاحظ، انساب الاشراف ص۱۱۵، الفرج بعد الشدۃ تنوخی ۱ ص۳۷، مروج الذہب ۲ ص۲۶۴، خصال صدوق ۱ ص۹، ربیع الابرار، کامل مبرد ۱ ص۹۲، عیون الاخبار ۲ ص۳۷۱، ارشاد مفید ص۱۱۱

مصادر حکمت ۱۹۳ المائۃ المختارہ، کامل مبرد ۲ ص۳، غرر الحکم ص۱۱۳

مصادر حکمت ۱۹۴ سراج الملوک ص۱۵۹، غرر الحکم

مصادر حکمت ۱۹۵ انساب الاشراف ص۱۳۴، مناقب ابن شہر آشوب ۲ ص۱۰۲، روض الاخیار ص۱۳۴

مصادر حکمت ۱۹۶ کامل مبرد ۱ ص۱۲۱، انساب الاشراف ص۱۳۴، سراج الملوک ص۳۸۴، غرر الحکم ص۲۵۶، ارشاد مفید ص۱۴۱

مصادر حکمت ۱۹۷ قصار الحکم ۹۱

مصادر حکمت ۱۹۸ ذخائر العقبیٰ ص۱۱۱، دعائم الاسلام ۱ ص۳۵۸

مصادر حکمت ۱۹۹ رسالہ نفی التشبیہ جاحظ، ربیع الابرار ص۲۱۴، العقد الفرید ۲ ص۲۹۳، انساب الاشراف ص۱۱۵

ہم موت کے مددگار ہیں اور ہمارے نفس ہلاکت کا نشانہ ہیں۔ ہم کہاں سے بقار کی امید کریں جب کہ شب و روز کسی عمارت کو اونچا نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ حملہ کرکے اسے منہدم کر دیتے ہیں اور جسے بھی یکجا کرتے ہیں اسے بکھیر دیتے ہیں۔

۱۹۲۔ فرزند آدم! اگر تو نے اپنی غذا سے زیادہ کمایا ہے تو گویا اس مال میں دوسروں کا خزانچی ہے۔

۱۹۳۔ دلوں کے لئے رغبت و خواہش۔ آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا سبھی کچھ ہے لہذا جب میلان اور توجہ کا وقت ہو تو اس سے کام لے لو کہ دل کو مجبور کرکے کام لیا جاتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔

۱۹۴۔ مجھے غصہ[2] آجائے تو میں اس سے تسکین کس طرح حاصل کروں؟ انتقام سے عاجز ہو جاؤں گا تو کہا جائے گا کہ صبر کرو اور انتقام کی طاقت پیدا کر لوں گا تو کہا جائے گا کہ کاش معاف کر دیتے (ایسی حالت میں غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۱۹۵۔ ایک مزبلہ سے گذرتے ہوئے فرمایا۔ "یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا" یا دوسری روایت کی بنا پر۔ "جس کے بارے میں کل ایک دوسرے سے رشک کر رہے تھے"۔ (یہ ہے انجام دنیا اور انجام لذات دنیا)۔

۱۹۶۔ جو مال نصیحت کا سامان فراہم کر دے وہ برباد نہیں ہوا ہے[1]

۱۹۷۔ یہ دل اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن۔ لہذا ان کے لئے لطیف ترین حکمتیں فراہم کرو۔

۱۹۸۔ جب آپ نے خوارج کا یہ نعرہ سنا کہ "خدا کے علاوہ کسی کے لئے حکم نہیں ہے" تو فرمایا کہ "یہ کلمۂ حق ہے" لیکن اس سے باطل معنی مراد لئے گئے ہیں۔

۱۹۹۔ بازاری لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا کہ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مجتمع ہو جاتے ہیں

[1] یہ بات طے شدہ ہے کہ مالک کا نظام تقسیم غلط نہیں ہے اور اس نے ہر شخص کی طاقت ایک جیسی نہیں رکھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ذخائر کائنات میں حصہ سب کا رکھا ہے لیکن سب میں انھیں حاصل کرنے کی یکساں طاقت نہیں ہے بلکہ ایک کو دوسرے کے لئے وسیلہ اور ذریعہ بنا دیا ہے تو اگر تمھارے پاس تمھاری ضرورت سے زیادہ مال آجائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مالک نے تمھیں دوسروں کے حقوق کا خازن بنا دیا ہے اور اب تمھاری ذمہ داری یہ ہے کہ اس میں کسی طرح کی خیانت نہ کرو اور ہر ایک کو اس کا حصہ پہونچا دو۔

[2] آپ اس ارشاد گرامی کے ذریعہ لوگوں کو صبر و تحمل کی تلقین کرنا چاہتے ہیں کہ انتقام عام طور سے قابل تعریف نہیں ہوتا ہے۔ انسان مقام انتقام میں کمزور پڑ جاتا ہے تو لوگ ملامت کرتے ہیں کہ جب طاقت نہیں تھی تو انتقام لینے کی ضرورت ہی کیا تھی اور طاقتور ثابت ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ کمزور آدمی سے کیا انتقام لینا ہے۔ مقابلہ کسی برابر والے سے کرنا چاہئے تھا۔ ایسی صورت میں تقاضائے عقل و منطق یہی ہے کہ انسان صبر و تحمل سے کام لے اور جب تک انتقام فرض شرعی نہ بن جائے اس وقت تک اس کا ارادہ بھی نہ کرے اور پھر جب مالک کائنات انتقام لینے والا موجود ہے تو انسان کو اس قدر زحمت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

إذَا اجْتَمَعُوا غَلَبُوا، وَ إذَا تَفَرَّقُوا لَمْ يُعْرَفُوا. و قيل: بل قال عليه السلام: هُمُ الَّذِينَ إذَا اجْتَمَعُوا ضَرُّوا، وَ إذَا تَفَرَّقُوا نَفَعُوا، فقيل: قد عرفنا مضرة اجتماعهم، فما منفعة افتراقهم؟ فقال: يَرْجِعُ أَصْحَابُ الْمِهَنِ إلَىٰ مِهَنِهِمْ، فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ: كَرُجُوعِ الْبَنَّاءِ إلَىٰ بِنَائِهِ، وَ النَّسَّاجِ إلَىٰ مَنْسَجِهِ، وَ الْخَبَّازِ إلَىٰ مَخْبَزِهِ.

۲۰۰

و قال (عليه السلام):

و أُتي بجانٍ و معه غوغاء، فقال: لَا مَرْحَباً بِوُجُوهٍ لَا تُرَىٰ إلَّا عِنْدَ كُلِّ سَوْأَةٍ.

۲۰۱

و قال (عليه السلام):

إنَّ مَعَ كُلِّ إنْسَانٍ مَلَكَيْنِ يَحْفَظَانِهِ، فَإذَا جَاءَ الْقَدَرُ خَلَّيَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ، وَ إنَّ الْأَجَلَ جُنَّةٌ حَصِينَةٌ.

۲۰۲

و قال (عليه السلام):

و قد قال له طلحة و الزبير:

نبايعك على أنّا شركاؤك في هذا الأمر: لَا، وَلٰكِنَّكُمَا شَرِيكَانِ فِي الْقُوَّةِ وَ الْاِسْتِعَانَةِ، وَ عَوْنَانِ عَلَى الْعَجْزِ وَ الْأَوَدِ.

۲۰۳

و قال (عليه السلام):

أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إنْ قُلْتُمْ سَمِعَ، وَ إنْ أَضْمَرْتُمْ عَلِمَ، وَ بَادِرُوا الْمَوْتَ الَّذِي إنْ هَرَبْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ، وَ إنْ أَقَمْتُمْ أَخَذَكُمْ، وَ إنْ نَسِيتُمُوهُ ذَكَرَكُمْ.

ت - پیشہ
ج - بنائی کا کارخانہ
۔ - سپر
بنہ - محفوظ
۔ کجی

دل تو پروردگار نے ہر انسان
فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کی
ا کی بھی نگرانی کرتے ہیں اور
کے اعمال کو بھی محفوظ کرتے رہتے
لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ اسکی
کی واقعی محافظ صرف مدت
ہے کہ جب تک یہ مدت باقی
ئی اسے گزند نہیں پہنچا سکتا ہے
ن دن یہ مدت تمام ہو جائے گی
ت یہ فرشتے بھی تحفظ کا کام انجام
گے اور اپنا دفتر اعمال بند کر کے
ی بارگاہ میں پیش کریں گے۔

لمت ۲۰۰ انساب الاشراف، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۵، غرر الحکم ص۳۵۴، محاضرات راغب ۱ ص۳۰۶

ت ۲۰۱ طبقات ۳ ص۳۳، الامامۃ والسیاسۃ ۲ ص۱۶۲، اصول کافی ۱ ص۵۹،

ت ۲۰۲ العثمانیہ اسکافی متوفی ۲۴۰ھ، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۵۱، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۶۹، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۵۵

ت ۲۰۳ مشکوۃ الانوار ص۲۴۳، کامل مبرد ۱ ص۲۲۳

تو غالب آجاتے ہیں اور منتشر ہو جاتے ہیں تو پہچانے بھی نہیں جاتے ہیں۔
اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت نے اس طرح فرمایا تھا کہ۔ جب مجتمع ہوجاتے ہیں تو نقصان دہ ہوتے ہیں اور جب منتشر ہوجاتے ہیں تبھی فائدہ مند ہوتے ہیں۔ تو لوگوں نے عرض کی کہ اجتماع میں نقصان تو سمجھ میں آگیا لیکن انتشار میں فائدہ کے کیا معنی ہیں؟ تو فرمایا کہ سارے کاروبار والے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں اور لوگ ان سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں جس طرح معمار اپنی عمارت کی طرف چلا جاتا ہے۔ کپڑا بننے والا کارخانہ کی طرف چلا جاتا ہے اور روٹی پکانے والا تنور کی طرف پلٹ جاتا ہے۔

۲۰۰۔ آپ کے پاس ایک مجرم کو لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو فرمایا کہ "ان چہروں پر پھٹکار ہو جو صرف برائی اور رسوائی کے موقع پر نظر آتے ہیں۔[۲]

۲۰۱۔ ہر انسان کے ساتھ دو محافظ فرشتے رہتے ہیں لیکن جب موت کا وقت آجاتا ہے تو دونوں ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں گویا کہ موت ہی بہترین سپر ہے۔

۲۰۲۔ جب طلحہ و زبیر نے یہ تقاضا کیا کہ ہم بیعت کر سکتے ہیں لیکن ہمیں شریک کار بنانا پڑے گا؟۔ تو فرمایا کہ ہرگز نہیں، تم صرف قوت پہونچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک ہو سکتے ہو اور عاجزی اور سختی کے موقع پر مددگار بن سکتے ہو۔

۲۰۳۔ لوگو! اس خدا سے ڈرو جو تمھاری ہر بات کو سنتا ہے اور ہر راز دل کا جاننے والا ہے اور اس موت کی طرف سبقت کرو جس سے بھاگنا بھی چاہو تو وہ تمہیں پالے گی اور ٹھہر جاؤ گے تو گرفت میں لے لیگی اور تم اسے بھول بھی جاؤ گے تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔

[۱] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عوامی طاقت بہت بڑی طاقت ہوتی ہے اور دنیا کا کوئی نظام اس طاقت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا ہے اور اسی لئے مولائے کائنات نے بھی مختلف مقامات پر ان کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان پر خاص توجہ دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن عوام الناس کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کی اکثریت عقل و منطق سے محروم اور جذبات و عواطف سے معمور ہوتی ہے اور ان کے اکثر کام صرف جذبات و احساسات کی بنا پر انجام پاتے ہیں اور اس طرح جو نظام بھی ان کے جذبات و خواہشات کی ضمانت دے دیتا ہے وہ فوراً کامیاب ہو جاتا ہے اور عقل و منطق کا نظام پیچھے رہ جاتا ہے لہٰذا حضرت نے چاہا کہ اس کمزوری کی طرف بھی متوجہ کر دیا جائے تاکہ ارباب حل و عقد ہمیشہ ان کے جذباتی اور ہنگامی وجود پر اعتماد نہ کریں بلکہ اس کی کمزوریوں پر بھی نگاہ رکھیں۔

[۲] عام طور سے انسانوں کا مزاج یہی ہوتا ہے کہ جہاں کسی برائی کا منظر نظر آتا ہے فوراً اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ مسجد کے نمازیوں کا دیکھنے والا کوئی نہیں ہوتا ہے لیکن قیدی کا تماشا دیکھنے والے ہزاروں نکل آتے ہیں اور اس طرح اس اجتماع کا کوئی مقصد بھی نہیں ہوتا ہے۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ یہ اجتماع عبرت حاصل کرنے کے لئے ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی مگر افسوس کہ یہ صرف تماشا دیکھنے کے لئے ہوتا ہے اور انسان کے وقت کا اس سے کہیں زیادہ اہم مصرف موجود ہے لہٰذا اسے اسی مصرف میں صرف کرنا چاہیئے۔

٢٠٤

و قال (عليه السلام):

لَا يُزَهِّدَنَّكَ فِي الْمَعْرُوفِ مَنْ لَا يَشْكُرُهُ لَكَ، فَقَدْ يَشْكُرُكَ عَلَيْهِ مَنْ لَا يَسْتَمْتِعُ بِشَيْءٍ مِنْهُ، وَ قَدْ تُدْرِكُ مِنْ شُكْرِ الشَّاكِرِ أَكْثَرَ مِمَّا أَضَاعَ الْكَافِرُ، «وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ».

٢٠٥

و قال (عليه السلام):

كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيقُ بِمَا جُعِلَ فِيهِ إِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ، فَإِنَّهُ يَتَّسِعُ بِهِ.

٢٠٦

و قال (عليه السلام):

أَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِيمِ مِنْ حِلْمِهِ أَنَّ النَّاسَ أَنْصَارُهُ عَلَى الْجَاهِلِ.

٢٠٧

و قال (عليه السلام):

إِنْ لَمْ تَكُنْ حَلِيماً فَتَحَلَّمْ: فَإِنَّهُ قَلَّ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ إِلَّا أَوْشَكَ أَنْ يَكُونَ مِنْهُمْ.

٢٠٨

و قال (عليه السلام):

مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ رَبِحَ، وَ مَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَ مَنْ خَافَ أَمِنَ اعْتَبَرَ أَبْصَرَ، وَ مَنْ أَبْصَرَ فَهِمَ، وَ مَنْ فَهِمَ عَلِمَ.

٢٠٩

و قال (عليه السلام):

لَتَعْطِفَنَّ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بَعْدَ شِمَاسِهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ عَلَى وَلَدِهَا. و تلا عقيب ذلک: «وَ نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ

ت ۲۰۴ الفاضل مبرد باب الشکر ص۹۴، المحاسن والمساوی ص۲۴۳، امالی صدوق ص۱۳۴، دیوان المعانی ۱ ص۱۵۴، لباب الآداب اسامہ بن منقذ ص۳۳۵، غرر الحکم ص۳۴۰، نہایۃ الادب ۳ ص۲۴۹، ادب الدنیا والدین ماوردی ص۱۷۶

ت ۲۰۵ غرر الحکم ص۲۳۹

ت ۲۰۶ عیون الاخبار ۱ ص۲۸۵، العقد الفرید ۲ ص۲۷۹، کنز الفوائد ص۱۳۷، ربیع الابرار ص۱۲۰، دستور معالم الحکم ص۲۵، نہایۃ الارب ۴ ص۴۵، مطالب السئول ۱ ص۱۵۹، غرر الحکم ص۴۶، المستطرف ۱ ص۱۵۶

ت ۲۰۷ اعلام الدین فی صفات المومنین دیلمی، بحار الانوار ۸، ص۹۳، اصول کافی ۲ ص۱۱۲، العقد الفرید ۲ ص۲۷۷

ت ۲۰۸ غرر الحکم ص۲۶۶، کنز الفوائد ص۲۵۵

ت ۲۰۹ مجمع البیان طبرسی، ص۲۳۷، التفسیر الکبیر ابن الحجام، خصائص امیر المومنین ص۳۹، تفسیر البرہان ۳ ص۲۱۸، ربیع الابرار

۲۰۴۔ خبردار کسی شکریہ ادا نہ کرنے والے کی نالائقی تمھیں کار خیر[1] سے بددل نہ بنا دے۔ ہوسکتا ہے کہ تمھارا شکریہ وہ ادا کردے جس نے اس نعمت سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھایا ہے اور جس قدر کفران نعمت کرنے والے نے تمھارا حق ضائع کیا ہے اس شکریہ ادا کرنے والے کے شکریہ سے برابر ہوجائے اور ویسے بھی اللہ نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۰۵۔ ہر ظرف اپنے سامان کے لئے تنگ ہوسکتا ہے لیکن علم کا ظرف[2] علم کے اعتبار سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔

۲۰۶۔ صبر کرنے والے کا اس کی قوت برداشت پر پہلا اجر یہ ملتا ہے کہ لوگ جاہل کے مقابلہ میں اس کے مددگار ہوجاتے ہیں۔

۲۰۷۔ اگر تم واقعاً بُردبار نہیں بھی ہو تو بردباری کا اظہار کرو کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کسی قوم کی شباہت اختیار کرے اور ان میں سے نہ ہوجائے۔

۲۰۸۔ جو اپنے نفس کا حساب کرتا رہتا ہے وہی فائدہ میں رہتا ہے اور جو غافل ہوجاتا ہے وہی خسارہ میں رہتا ہے۔ خوف خدا رکھنے والا عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور عبرت حاصل کرنے والا صاحب بصیرت ہوتا ہے۔ بصیرت والا فہیم ہوتا ہے اور فہیم ہی عالم ہوجاتا ہے۔

۲۰۹۔ یہ دنیا منھ زوری دکھلانے کے بعد ایک دن ہماری طرف[3] بہرحال جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی کو اپنے بچہ پر رحم آجاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی ـــ "ہم چاہتے ہیں کہ ان بندوں پر احسان کریں جنھیں روئے زمین میں کمزور بنا دیا ہے

[1] اوّلاً تو کار خیر میں شکریہ کا انتظار ہی انسان کے اخلاص کو مجروح بنا دیتا ہے اور اس کے عمل کا وہ مرتبہ نہیں رہ جاتا ہے جو صرف فی سبیل اللہ عمل کرنے والے افراد کا ہوتا ہے جس کی طرف قرآن مجید نے سورۂ مبارکہ دہر میں اشارہ کیا ہے "لانرید منکم جزاءً ولاشکورًا"۔ اس کے بعد اگر انسان فطرت سے مجبور ہے اور فطری طور پر شکریہ کا خواہشمند ہے تو مولائے کائنات نے اس کا بھی اشارہ دے دیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ کمی دوسرے افراد کی طرف سے پوری ہوجائے اور وہ تمھارے کار خیر کی قدر دانی کرکے شکریہ کی کمی کا تدارک کردیں۔

[2] علم کا ظرف عقل ہے اور عقل غیر مادی ہونے کے اعتبار سے یوں بھی بے پناہ وسعت کی مالک ہے۔ اس کے بعد مالک نے اس میں یہ صلاحیت بھی رکھی ہے کہ جس قدر علم میں اضافہ ہوتا جائے گا اس کی وسعتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا اور اس کی وسعت کسی مرحلہ پر تمام ہونے والی نہیں ہے۔

[3] یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی ظالم میں اگر ادنیٰ انسانیت پائی جاتی ہے تو اسے ایک دن مظلوم کی مظلومیت کا بہرحال احساس پیدا ہوجاتا ہے اور اس کے حال پر مہربانی کا ارادہ کرنے لگتا ہے چاہے حالات اور مصالح اسے اس مہربانی کو منزل عمل تک لانے سے روک دیں۔ دنیا کوئی ایسی جلاد اور ظالم نہیں ہے جسے دوسرے کو ہٹا کر اپنی جگہ بنانے کا خیال ہو لہٰذا اسے ایک نہ ایک دن مظلوم پر رحم کرنا ہے اور ظالموں کو منظر تاریخ سے ہٹا کر مظلوموں کو کرسیٔ ریاست پر بٹھانا ہے یہی منشاء الٰہی ہے اور یہی وعدۂ قرآنی ہے جس کے خلاف کا کوئی امکان نہیں پایا جاتا ہے۔

عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ».

۲۱۰

و قال (عليه السلام):

اِتَّقُوا اللّٰهَ تَقِيَّةَ مَنْ شَمَّرَ تَجْرِيداً، وَ جَدَّ تَشْمِيراً، وَ كَمَّشَ فِي مَهَلٍ، وَ بَادَرَ عَنْ وَجَلٍ، وَ نَظَرَ فِي كَرَّةِ الْمَوْئِلِ وَ عَاقِبَةِ الْمَصْدَرِ، وَ مَغَبَّةِ الْمَرْجِعِ.

۲۱۱

و قال (عليه السلام):

اَلْجُودُ حَارِسُ الْأَعْرَاضِ، وَالْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيهِ، وَ الْعَفْوُ زَكَاةُ الظَّفَرِ، وَ السُّلُوُّ عِوَضُكَ مِمَّنْ غَدَرَ، وَ الْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ. وَ قَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنَىٰ بِرَأْيِهِ. وَالصَّبْرُ يُنَاضِلُ الْحَدَثَانَ وَ الْجَزَعُ مِنْ أَعْوَانِ الزَّمَانِ. وَ أَشْرَفُ الْغِنَىٰ تَرْكُ الْمُنَىٰ. وَ كَمْ مِنْ عَقْلٍ أَسِيرٍ تَحْتَ هَوَىٰ أَمِيرٍ وَ مِنَ التَّوْفِيقِ حِفْظُ التَّجْرِبَةِ. وَ الْمَوَدَّةُ قَرَابَةٌ مُسْتَفَادَةٌ وَ لَا تَأْمَنَنَّ مَلُولاً.

۲۱۲

و قال (عليه السلام):

عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ أَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهِ.

۲۱۳

و قال (عليه السلام):

أَغْضِ عَلَى الْقَذَىٰ وَ الْأَلَمِ تَرْضَ أَبَداً.

شمّر - دامن سمیٹ کیا
کمّش - ہنکانے میں روز لگا دیا
وجل - خوف
موئل - بازگشت
مغبّہ - انجام
مرجع - عاقبت کار
فِدام - تسمہ
حدثان - سوانح روزگار
جزع - فریاد
ملول - جلدی رنجیدہ ہو جانے والا
اَغض - تحمل کرو
قذیٰ - تنکا

مصادر حکمت ۲۱۰ عیون الحکم والمواعظ الواسطی، بحار ۷۰ ص۳۲۳، تحف العقول ص۲۱۱
مصادر حکمت ۲۱۱ تحف العقول ص۹۸، روضۃ الکافی ص۲۰، ادب الدنیا والدین ص۱۶۲، سراج الملوک ص۱۸۵، غرر الحکم آمدی، دستور معالم الحکم، نہایۃ الارب ۶ ص۵۵، مطالب السؤول ۱ ص۱۶۲، النہایۃ فی غریب الحدیث ۳ ص۴۲۱، الآداب السلطانیہ ص۱۵
مصادر حکمت ۲۱۲ تحف العقول ص۲۱۴، ربیع الابرار، مطالب السؤول ۱ ص۱۶۰، روض الاخیار ص۳۰
مصادر حکمت ۲۱۳ غرر الحکم ص۶۳

اور انھیں پیشوا قرار دیں اور زمین کا وارث بنا دیں۔

۲۱۰۔ اللہ سے ڈرو اس شخص کی طرح جس نے دنیا چھوڑ کر دامن سمیٹ لیا ہو[1] اور دامن سمیٹ کر کوشش میں لگ گیا ہو۔ اچھائیوں کے لئے وقفۂ مہلت میں تیزی کے ساتھ چل پڑا ہو اور خطروں کے پیش نظر قدم تیز بڑھا دیا ہو۔ اور اپنی قرارگاہ۔ اپنے اعمال کے نتیجہ اور اپنے انجام کار پر نظر رکھی ہو۔

۲۱۱۔ سخاوت عزت[2] و آبرو کی نگہبان ہے اور بُردباری احمق کے منھ کا تسمہ ہے۔ معافی کامیابی کی زکوٰۃ ہے اور بھول جانا غداری کرنے والے کا بدل ہے اور مشورہ کرنا عین ہدایت ہے۔ جس نے اپنی رائے ہی پر اعتماد کر لیا اس نے اپنے کو خطرہ میں ڈال دیا۔ صبر حوادث کا مقابلہ کرتا ہے اور بیقراری زمانہ کی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ بہترین دولتمندی تمناؤں کا ترک کر دینا ہے۔ کتنی ہی غلام عقلیں ہیں جو روسار کی خواہشات کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ تجربات کو محفوظ رکھنا توفیق کی ایک قسم ہے اور محبت ایک اکتسابی قرابت ہے اور خبردار کسی رنجیدہ ہو جانے والے پر اعتماد نہ کرنا۔

۲۱۲۔ انسان کا خود پسندی میں مبتلا ہو جانا خود اپنی عقل سے حسد کرنا ہے۔

۲۱۳۔ آنکھوں کے خس و خاشاک اور رنج والم پر چشم پوشی[3] کرو ہمیشہ خوش رہوگے۔

---

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقویٰ کسی زبانی جمع خرچ کا نام ہے اور نہ لباس و غذا کی سادگی سے عبارت ہے۔ تقویٰ ایک انتہائی منزل دشوار ہے جہاں انسان کو مختلف مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ پہلے دنیا کو خیرباد کہنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دامن عمل کو سمیٹ کر کام شروع کرنا ہوتا ہے اور اچھائیوں کی طرف تیز قدم بڑھانا پڑتے ہیں۔ اپنے انجام کار اور نتیجہ عمل پر نگاہ رکھنا ہوتی ہے اور خطرات کے دفاع کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ یہ سارے مراحل طے ہو جائیں تو انسان متقی اور پرہیزگار کہے جانے کے قابل ہوتا ہے۔

[2] اس کلمۂ حکمت میں مولائے کائنات نے تیرہ مختلف نصیحتوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان میں ہر نصیحت انسانی زندگی کا بہترین جوہر ہے۔ کاش انسان اس کے ایک ایک فقرہ پر غور کرے اور زندگی کی تجربہ گاہ میں استعمال کرے تو اسے اندازہ ہوگا کہ ایک مکمل زندگی گذارنے کا ضابطہ کیا ہوتا ہے اور انسان کس طرح دنیا و آخرت کے خیر کو حاصل کر لیتا ہے۔

[3] حقیقت امر یہ ہے کہ دنیا کے ہر ظلم کا ایک علاج اور دنیا کی ہر مصیبت کا ایک توڑ ہے جس کا نام ہے صبر و تحمل۔ انسان صرف یہ ایک جوہر پیدا کر لے تو بڑی سے بڑی مصیبت کا مقابلہ کر سکتا ہے اور کسی مرحلہ پر پریشان نہیں ہو سکتا ہے۔ رنجیدہ و غمزدہ وہی رہتے ہیں جن کے پاس یہ جوہر نہیں ہوتا ہے اور خوش حال و مطمئن وہی رہتے ہیں جن کے پاس یہ جوہر ہوتا ہے اور وہ اسے استعمال کرنا بھی جانتے ہیں۔

٢١٤- و قال (عليه السلام):

مَنْ لَانَ عُودُهُ كَثُفَتْ أَغْصَانُهُ.

۲۱۵

و قال (عليه السلام):

اَلْخِلَافُ يَهْدِمُ الرَّأْيَ.

۲۱۶

و قال (عليه السلام):

مَنْ نَالَ اسْتَطَالَ.

۲۱۷

و قال (عليه السلام):

فِي تَقَلُّبِ الْأَحْوَالِ، عِلْمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ.

٢١٨- و قال (عليه السلام):

حَسَدُ الصَّدِيقِ مِنْ سُقْمِ الْمَوَدَّةِ.

۲۱۹

و قال (عليه السلام):

أَكْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُولِ تَحْتَ بُرُوقِ الْمَطَامِعِ.

۲۲۰

و قال (عليه السلام):

لَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَاءُ عَلَى الثِّقَةِ بِالظَّنِّ.

۲۲۱

و قال (عليه السلام):

بِئْسَ الزَّادُ إِلَى الْمَعَادِ، الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ.

۲۲۲

و قال (عليه السلام):

مِنْ أَشْرَفِ أَعْمَالِ (احوال) الْكَرِيمِ غَفْلَتُهُ عَمَّا يَعْلَمُ.

۲۲۳

و قال (عليه السلام):

مَنْ كَسَاهُ الْحَيَاءُ ثَوْبَهُ، لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهُ.

٢٢٤- و قال (عليه السلام):

بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُونُ الْهَيْبَةُ، وَ بِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُونَ وَ بِالْإِفْضَالِ تَعْظُمُ الْأَقْدَارُ، وَ بِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ

غُصَان ۔ شاخیں
الَ ۔ عطا کیا
ستطال ۔ طلبگار بلندی ہوگیا
سُقم ۔ کمزوری
صَفہ ۔ انصاف
واصلون ۔ دوست

(۱) یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف ...احبان کرم نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ نیکی کرو اور بھول جاؤ کہ انسان اپنی نیکی کو یاد رکھے گا تو شکریہ کا امیدوار رہے گا اور اس کے حاصل نہ ہونے پر عمل خیر ترک کر دے گا اور ...زاجی طور پر بلا وجہ پریشان ہوجائے گا اور دنیا و آخرت دونوں کی نیکیوں سے محروم ہوجائے گا۔

مصادر حکمت ۲۱۴ المائۃ المختارہ جاحظ
مصادر حکمت ۲۱۵ سراج الملوک طرطوشی ص۳۸۴
مصادر حکمت ۲۱۶ تحف العقول ص۹۵، روضۃ الکافی ص۲۰
مصادر حکمت ۲۱۷ تحف العقول ص۹۶، روضۃ الکافی ص۲۰، دستور معالم الحکم ص۲۹، سراج الملوک ص۳۸۴، کنز الفوائد ص۳۴
مصادر حکمت ۲۱۸ ربیع الابرار، غرر الحکم ص۱۷۰
مصادر حکمت ۲۱۹ المائۃ المختارہ جاحظ، محاضرات راغب ۱ ص۲۵۱
مصادر حکمت ۲۲۰ ربیع الابرار
مصادر حکمت ۲۲۱ تحف العقول ص۹۱، ارشاد مفید ص۱۴۲، غرر الحکم ص۱۵۰، کنز الفوائد، من لا یحضرہ الفقیہ ص۲۷۸، امالی صدوق ص۳۰
مصادر حکمت ۲۲۲ دعوات راوندی، بحار الانوار ۵ ص۳۹
مصادر حکمت ۲۲۳ تحف العقول ص۹۵، روضۃ الکافی ص۲۰، ربیع الابرار باب السکوت، من لا یحضرہ الفقیہ ص۲۷۸
مصادر حکمت ۲۲۴ عیون الاخبار ۱ ص۲۸۴، العقد الفرید ۲ ص۲۷۹، ربیع الابرار، مطالب السئول ۱ ص۱۵۹، سراج الملوک ص۱۰۸

۲۱۴۔ جس درخت کی لکڑی[1] نرم ہو اس کی شاخیں گھنی ہوتی ہیں (لہٰذا انسان کو نرم دل ہونا چاہیئے)۔

۲۱۵۔ مخالفت صحیح رائے کو بھی برباد کر دیتی ہے۔

۲۱۶۔ جو منصب[2] پا لیتا ہے وہ دست درازی کرنے لگتا ہے۔

۲۱۷۔ لوگوں کے جوہر حالات کے انقلاب میں پہچانے جاتے ہیں۔

۲۱۸۔ دوست کا حسد کرنا محبت کی کمزوری ہے۔

۲۱۹۔ عقلوں کی تباہی کی بیشتر منزلیں حرص وطمع کی بجلیوں[3] کے نیچے ہیں۔

۲۲۰۔ یہ کوئی انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن و گمان کے اعتماد پر فیصلہ کر دیا جائے۔

۲۲۱۔ روز قیامت کے لئے بدترین زاد سفر بندگانِ خدا پر ظلم ہے۔

۲۲۲۔ کریم کے بہترین اعمال میں جان کر انجان بن جانا ہے(۵۱)

۲۲۳۔ جسے حیا نے اپنا لباس اوڑھا دیا اس کے عیب کو کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے۔

۲۲۴۔ زیادہ خاموشی ہیبت کا سبب بنتی ہے اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ فضل وکرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے اور تواضع سے نعمت مکمل ہوتی ہے۔

---

[1] کتنا حسین تجربۂ حیات ہے جس سے ایک دیہاتی انسان بھی استفادہ کر سکتا ہے کہ اگر پروردگار نے درختوں میں یہ کمال رکھا ہے کہ جن درختوں کی شاخوں کو گھنا بنایا ہے ان کی لکڑی کو نرم بنا دیا ہے تو انسان کو بھی اس حقیقت سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ اگر اپنے اطراف مخلصین کا مجمع دیکھنا چاہتا ہے اور اپنے کو سایہ درخت نہیں بنانا چاہتا ہے تو اپنی طبیعت کو نرم بنا دے تاکہ اس کے سہارے لوگ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور اس کی شخصیت ایک گھنیرے درخت کی ہو جائے۔

[2] کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انسان پروردگار کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے کفران نعمت پر اتر آتا ہے اور اس کے دیئے ہوئے اقتدار کو دست درازی میں استعمال کرنے لگتا ہے حالانکہ شرافت وانسانیت کا تقاضا یہی تھا کہ جس طرح اس نے صاحب قدرت و قوت ہونے کے بعد اس کے حال پر رحم کیا ہے اسی طرح اقتدار پانے کے بعد یہ دوسروں کے حال پر رحم کرے۔

[3] حرص وطمع کی چمک دمک بعض اوقات عقل کی نگاہوں کو بھی خیرہ کر دیتی ہے اور انسان نیک و بد کے امتیاز سے محروم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے کو حرص وطمع سے دور رکھے اور زندگی کا ہر قدم عقل کے زیر سایہ اٹھائے تاکہ کسی مرحلہ پر تباہ و برباد نہ ہونے پائے۔

النِّعْمَةُ، وَ بِاحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدَدُ، وَ بِالسِّيرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِىءُ وَ بِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيهِ تَكْثُرُ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِ.

٢٢٥

و قال (عليه السلام):

اَلْعَجَبُ لِغَفْلَةِ الْحُسَّادِ، عَنْ سَلَامَةِ الْأَجْسَادِ!

٢٢٦

و قال (عليه السلام):

اَلطَّامِعُ فِي وِثَاقِ الذُّلِّ.

٢٢٧

و سئل عن الإيمان فقال:

اَلْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَ إِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَ عَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ.

٢٢٨

و قال (عليه السلام):

مَنْ أَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِيناً فَقَدْ أَصْبَحَ لِقَضَاءِ اللّٰهِ سَاخِطاً، وَ مَنْ أَصْبَحَ يَشْكُو مُصِيبَةً نَزَلَتْ بِهِ فَقَدْ أَصْبَحَ يَشْكُو رَبَّهُ، وَ مَنْ أَتَى غَنِيّاً فَتَوَاضَعَ لَهُ لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِينِهِ، وَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّخِذُ آيَاتِ اللّٰهِ هُزُواً، وَ مَنْ لَهِجَ قَلْبُهُ بِحُبِّ الدُّنْيَا الْتَاطَ قَلْبُهُ مِنْهَا بِثَلَاثٍ: هَمٍّ لَا يُغِبُّهُ وَ حِرْصٍ لَا يَتْرُكُهُ، وَ أَمَلٍ لَا يُدْرِكُهُ.

٢٢٩

و قال (عليه السلام):

كَفَى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكاً، وَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيماً.

و سئل عليه السلام عن قوله تعالى: «فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً»،

ن - مصارت
د - ریاست
ی - دشمن
ن - قید
ط - ناراض
اَ - چپک گیا
یقت امر یہ ہے کہ قناعت ایک
ور ایک سلطنت ہے جو انسان
چیز سے بے نیاز بنا دیتی ہے اور
ن وہ شرف حاصل کر لیتا ہے جو
سلاطین کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔
لاطین زمانہ لاکھوں قسموں کی نعمتیں
کے بعد بھی دوسروں کے دست نگر
ہیں اور خوشامد یا پریشانی میں
رہتے ہیں۔

حکمت ۲۲۵ غرر الحکم ص ۲۱۹
حکمت ۲۲۶ المائۃ المختارہ جاحظ - ربیع الابرار
حکمت ۲۲۷ امالی صدوق ص ۱۶۰، عیون اخبار الرضا ۱ ص ۲۲۶، خصال صدوق ۱ ص ۵۴، تاریخ بغداد ۱ ص ۲۲۴، امالی طوسی ۱ ص ۳۷۹
حکمت ۲۲۸ تذکرۃ الخواص ص ۱۴۴، کنز الفوائد ص ۱۶۰
حکمت ۲۲۹ غرر الحکم ص ۲۴۲، تفسیر علی بن ابراہیم ۲ ص ۳۹۰، التفسیر الکبیر فخر رازی ۲ ص ۱۱۲، کشاف ص ۳۶۶، البرہان ۲ ص ۳۸۳، امالی طوسی

دوسروں کا بوجھ اٹھانے سے سرداری حاصل ہوتی ہے اور انصاف پسند کردار سے دشمن پر غلبہ حاصل کیا جاتا ہے۔ احمق کے مقابلہ میں بُردباری کے مظاہرہ سے انصار و اعوان[1] میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲۲۵۔ حیرت کی بات ہے کہ حسد کرنے والے جسموں کی سلامتی پر حسد کیوں نہیں کرتے ہیں (دولتمند کی دولت سے حسد ہوتا ہے اور مزدور کی صحت سے حسد نہیں ہوتا ہے حالانکہ یہ اس سے بڑی نعمت ہے)۔

۲۲۶۔ لالچی[2] ہمیشہ ذلت کی قید میں گرفتار رہتا ہے۔

۲۲۷۔ آپ سے ایمان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایمان دل کا عقیدہ، زبان کا اقرار اور اعضاء و جوارح کے عمل[3] کا نام ہے۔

۲۲۸۔ جو دنیا کے بارے[4] میں رنجیدہ ہو کر صبح کرے وہ درحقیقت قضائے الٰہی سے ناراض ہے اور جو صبح اٹھتے ہی کسی نازل ہونے والی مصیبت کا شکوہ شروع کردے اس نے درحقیقت پروردگار کی شکایت کی ہے۔ جو کسی دولت مند کے سامنے دولت کی بنا پر جھک جائے اس کا دو تہائی دین برباد ہو گیا۔ اور جو شخص قرآن پڑھنے کے باوجود مر کر جہنم واصل ہو جائے گویا اس نے آیات الٰہی کا مذاق اڑایا ہے۔ جس کا دل محبت دنیا میں وارفتہ ہو جائے اس کے دل میں یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں۔ وہ غم جو اس سے جدا نہیں ہوتا ہے، وہ لالچ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہے اور وہ امید جسے کبھی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

۲۲۹۔ قناعت سے بڑی کوئی سلطنت اور حسن اخلاق سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ "ہم حیات طیبہ عنایت کریں گے"

---

[1] اس نصیحت میں بھی زندگی کے سات مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انسان ایک کامیاب زندگی کس طرح گذار سکتا ہے اور اسے اس دنیا میں باعزت زندگی کے لئے کن اصول و قوانین کو اختیار کرنا چاہئے۔

[2] لالچ میں دو طرح کی ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرف انسان نفسیاتی ذلت کا شکار رہتا ہے کہ اپنے کو حقیر و فقیر تصور کرتا ہے اور اپنی کسی بھی دولت کا احساس نہیں کرتا ہے اور دوسری طرف دوسرے افراد کے سامنے حقارت و ذلت کا اظہار کرتا رہتا ہے کہ شائد اسی طرح کسی کو اس کے حال پر رحم آجائے اور وہ اس کے مدعا کے حصول کی راہ ہموار کردے۔

[3] علی والوں کو اس جملہ کو بغور دیکھنا چاہئے کہ کل ایمان نے ایمان کو اپنی زندگی کے سانچہ میں ڈھال دیا ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں اقرار، تصدیق اور عمل کے تینوں رُخ پائے جاتے تھے ویسے ہی آپ ہر صاحب ایمان کو اسی کردار کا حامل دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے بغیر کسی کو صاحب ایمان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ بے عمل اگر صاحب ایمان نہیں ہو سکتا ہے تو کل ایمان کا شیعہ اور ان کا مخلص کیسے ہو سکتا ہے۔

[4] اس مقام پر چار عظیم نکات زندگی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لہٰذا انسان کو ان کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اور صبر و شکر کے ساتھ زندگی گذارنی چاہئے۔ نہ شکوہ و فریاد شروع کردے اور نہ دولت کی غلامی پر آمادہ ہو جائے۔ قرآن پڑھے تو اس پر عمل بھی کرے اور دنیا میں رہے تو اس سے ہوشیار بھی رہے۔

فَقَالَ: هِيَ الْقَنَاعَةُ.

٢٣٠

و قال (عليه السلام):

شَارِكُوا الَّذِي قَدْ أَقْبَلَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ، فَإِنَّهُ أَخْلَقُ لِلْغِنَى وَأَجْدَرُ بِإِقْبَالِ الْحَظِّ عَلَيْهِ.

٢٣١

و قال (عليه السلام):

في قوله تعالى:

«إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالعَدْلِ وَالإِحْسَانِ» الْعَدْلُ: الْإِنْصَافُ، وَالْإِحْسَانُ: التَّفَضُّلُ.

٢٣٢

و قال (عليه السلام):

مَنْ يُعْطِ بِالْيَدِ الْقَصِيرَةِ يُعْطَ بِالْيَدِ الطَّوِيلَةِ.

قال الرضي: أقول: و معنى ذلك أن ما ينفقه المرء من ماله في سبيل الخير والبر و إن كان يسيراً فان اللّه تعالى يجعل الجزاء عليه عظيماً كثيراً، واليدان ها هنا: عبارة عن النعمتين، ففرق عليه السّلام بين نعمة العبد و نعمة الرب تعالى ذكره، بالقصيره والطويله فجعل تلك قصيرة و هذه طويلة، لأن نعم اللّه أبداً تضعف على نعم المخلوق أضعافاً كثيرة، إذ كانت نعم اللّه أصل النعم كلها فكل نعمة إليها ترجع و منها تنزع.

٢٣٣

و قال (عليه السلام):

لابنه الحسن عليهما السّلام: لَا تَدْعُوَنَّ إِلَى مُبَارَزَةٍ، وَإِنْ دُعِيتَ إِلَيْهَا فَأَجِبْ، فَإِنَّ الدَّاعِيَ إِلَيْهَا بَاغٍ، وَالْبَاغِي مَصْرُوعٌ.

٢٣٤

و قال (عليه السلام):

خِيَارُ خِصَالِ النِّسَاءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: الزَّهْوُ، وَالْجُبْنُ، وَالْبُخْلُ؛ فَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَزْهُوَّةً لَمْ تُمَكِّنْ مِنْ نَفْسِهَا، وَإِذَا كَانَتْ بَخِيلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَ مَالَ بَعْلِهَا، وَإِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَعْرِضُ لَهَا.

٢٣٥ [۱]

و قيل له: صف لنا العاقل، فقال (عليه السلام):

هُوَ الَّذِي يَضَعُ الشَّيْءَ مَوَاضِعَهُ، فَقِيل: فصف لنا الجاهل، فقال: قَدْ فَعَلْتُ.

عفتُ ۔ دگنی ہو جاتی ہیں
مصروع ۔ مغلوب، افتادہ
مبارزہ ۔ مقابلہ
۔ تکبر
مزہوّۃ ۔ متکبر
فرقت ۔ ڈرتا ہے

علمی اصلاح میں اسے مفہوم مخالف کہا جاتا ہے جہاں ایک حکم صراحتاً بیان ہوتا ہے اور دوسرا اس کے مفہوم سے نکل آتا ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ تیسری قسم نہیں ہے تو اگر ایک قسم کا حکم ایسا ہوگا تو اس کی ضد کا حکم یقیناً اس کے خلاف ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر عالم کے احترام کا حکم دیا جائے تو اس کا کھلا ہوا مفہوم یہ ہے کہ جاہل قابل احترام نہیں ہے لیکن مالک کائنات کے اس ارشاد میں قابل توجہ ہے کہ یہاں جاہل کو عالم کے مقابلہ میں نہیں بلکہ عاقل کے مقابلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ گویا جاہل عاقل بھی شمار کئے جانے کے قابل نہیں ہے۔

در حکمت ۲۳۰ غرر الحکم ص۲۰۰، ربیع الابرار

در حکمت ۲۳۱ عیون الاخبار ۳ ص۱۹، معانی الاخبار صدوق ص۲۵۷، تفسیر عیاشی ۲ ص۲۶۷

در حکمت ۲۳۲ غرر الحکم ص۲۷۱، ربیع الابرار، المجازات النبویۃ سید رضی ص۵۹

در حکمت ۲۳۳ عیون الاخبار ۱ ص۱۲۸، کامل مبرد ۱ ص۱۲۱، العقد الفرید ۱ ص۱۰۲، محاضرات راغب ۲ ص۵۷، لباب الآداب ص۲۲۲، تہذیب طوسی ۶ ص۱۶۹

در حکمت ۲۳۴ قوت القلوب ۲ ص۵۲۲، ربیع الابرار، غرر الحکم ص۱۷۲، روضۃ الواعظین ص۳۷۲

در حکمت ۲۳۵ غرر الحکم ص۴۸

اس آیت میں حیات طیبہ سے مراد کیا ہے ؟ ــــ فرمایا قناعت۔

۲۳۰۔ جس کی طرف روزی کا رُخ ہو اس کے ساتھ شریک ہو جاؤ کہ یہ دولتمندی پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ اور خوش نصیبی کا بہترین قرینہ ہے۔

۲۳۱۔ آیت کریمہ " ان اللہ یامر بالعدل [1] " میں عدل، انصاف ہے اور احسان فضل و کرم۔

۲۳۲۔ جو عاجز ہاتھ سے دیتا ہے اسے صاحب اقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

سید رضیؒ ۔ جو شخص کسی کار خیر میں مختصر مال بھی خرچ کرتا ہے پروردگار اس کی جزاء کو عظیم و کثیر بنا دیتا ہے۔ یہاں دونوں "ید" سے مراد دونوں نعمتیں ہیں۔ بندہ کی نعمت کو ید قصیرہ کہا گیا ہے اور خدائی نعمت کو ید طویلہ۔ اس لئے کہ اللہ کی نعمتیں بندوں کے مقابلہ میں ہزاروں گنا زیادہ ہوتی ہیں۔ اور وہی تمام نعمتوں کی اصل اور سب کا مرجع و منشار ہوتی ہیں۔

۲۳۳۔ اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا ــــ تم کسی کو جنگ کی دعوت [2] نہ دینا لیکن جب کوئی للکار دے تو فوراً جواب دے دینا کہ جنگ کی دعوت دینے والا باغی ہوتا ہے اور باغی بہر حال ہلاک ہونے والا ہے۔

۲۳۴۔ عورتوں کی بہترین خصلتیں جو مردوں کی بدترین خصلتیں شمار ہوتی ہیں۔ ان میں غرور۔ بزدلی اور بخل ہے کہ عورت [3] اگر مغرور ہوگی تو کوئی اس پر قابو نہ پا سکے گا اور اگر بخیل ہوگی تو اپنے اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور اگر بزدل ہوگی تو ہر پیش آنے والے خطرہ سے خوفزدہ رہے گی۔

۲۳۵۔ آپ سے گذارش کی گئی کہ مرد عاقل کی توصیف فرمائیں۔ تو فرمایا کہ عاقل وہ ہے جو ہر شے کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے۔! عرض کیا گیا پھر جاہل کی تعریف کیا ہے ــــ فرمایا یہ تو میں بیان کر چکا۔

[1] حضرت عثمان بن مظعون کا بیان ہے کہ میرے اسلام میں استحکام اس دن پیدا ہوا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور میں نے جناب ابوطالب سے اس آیت کا ذکر کیا اور انھوں نے فرمایا کہ میرا فرزند محمدؐ ہمیشہ بلند ترین اخلاق کی باتیں کرتا ہے لہٰذا اس کا اتباع اور اس سے ہدایت حاصل کرنا تمام قریش کا فریضہ ہے۔

[2] اسلام کا قانون عمل یہی ہے کہ جنگ میں پہل نہ کی جائے اور جہاں تک ممکن ہو اس کو نظر انداز کیا جائے لیکن اس کے بعد اگر دشمن جنگ کی دعوت دیدے تو اسے نظر انداز بھی نہ کیا جائے کہ اس طرح اسے اسلام کی کمزوری کا احساس پیدا ہو جائے گا اور اس کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے یہ محسوس کرا دیا جائے کہ اسلام کمزور نہیں ہے لیکن پہل کرنا اس کے اخلاقی اصول و آئین کے خلاف ہے۔

[3] یہ تفصیل اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تینوں صفات انھیں بلند ترین مقاصد کی راہ میں محبوب ہیں ورنہ ذاتی طور پر نہ غرور محبوب ہو سکتا ہے اور نہ بخل و بزدلی ــ ہر صفت اپنے مصرف کے اعتبار سے خوبی یا خرابی پیدا کرتی ہے اور عورت کے یہ صفات انھیں مقاصد کے اعتبار سے پسندیدہ ہیں مطلق طور پر یہ صفات کسی کے لئے بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتے ہیں۔

قال الرضي: يعني ان الجاهل هو الذي لا يضع الشيء مواضعه فكأن تركك صفته صفة له، إذ كان بخلاف وصف العاقل.

۲۳۶

و قال (عليه السلام):

وَاللَّهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَهْوَنُ فِي عَيْنِي مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيرٍ فِي يَدِ مَجْذُومٍ.

۲۳۷

و قال (عليه السلام):

إِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَإِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيدِ، وَإِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْراً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْأَحْرَارِ.

۲۳۸

و قال (عليه السلام):

الْمَرْأَةُ شَرٌّ كُلُّهَا، وَشَرُّ مَا فِيهَا أَنَّهُ لَابُدَّ مِنْهَا!

۲۳۹

و قال (عليه السلام):

مَنْ أَطَاعَ التَّوَانِيَ ضَيَّعَ الْحُقُوقَ، وَمَنْ أَطَاعَ الْوَاشِيَ ضَيَّعَ الصَّدِيقَ.

۲۴۰

و قال (عليه السلام):

الْحَجَرُ الْغَصِيبُ فِي الدَّارِ رَهْنٌ عَلَىٰ خَرَابِهَا.

قال الرضي: ويروى هذا الكلام عن النبي صلى الله عليه و آله و سلم، ولا عجب أن يشتبه الكلامان، لأن مستقاهما من قليب، و مفرغهما من ذنوب.

۲۴۱

و قال (عليه السلام):

يَوْمُ الْمَظْلُومِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الظَّالِمِ عَلَى الْمَظْلُومِ.

۲۴۲

و قال (عليه السلام):

اتَّقِ اللّٰهَ بَعْضَ التُّقَىٰ وَإِنْ قَلَّ، وَاجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ سِتْراً وَإِنْ رَقَّ.

۲۴۳

و قال (عليه السلام):

إِذَا ازْدَحَمَ الْجَوَابُ، خَفِيَ الصَّوَابُ.

۲۴۴

و قال (عليه السلام):

إِنَّ لِلّٰهِ فِي كُلِّ نِعْمَةٍ حَقّاً، فَمَنْ أَدَّاهُ

عراق - ہڈی
مجذوم - کوڑھی
غصیب - منصوب
قلیب - کنواں
ذنوب - ڈول
ازدحام - بھیڑ بھاڑ

(۲) انسان کو اولاً تو پروردگار سے ڈرنا چاہئے تاکہ برائیوں کی جرأت نہ پیدا ہوسکے اس کے بعد اس کی گنجائش رکھنی چاہئے کہ پروردگار اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرسکے ورنہ وہ گناہوں کے اعلان پر آمادہ ہوجائے تو انسان پورے سماج میں کہیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہ جائے گا۔ ایک باریک پردہ بندہ بھی باقی رکھے تاکہ ایک دبیز پردہ پروردگار ڈال دے اور اس طرح آبرو کا تحفظ کیا جاسکے

(۱) بعض حضرات کا اشارہ ہے کہ یہ کسی خاص عورت کی طرف اشارہ ہے جس سے قرآنی رشتہ کی بنا پر چھٹکارا ابھی ممکن نہیں ہے

مصادر حکمت ۲۳۶ امالی صدوق ص۳۸۰، غرر الحکم ص۱۱۶
مصادر حکمت ۲۳۷ کافی ۲ ص۶۸، تحف العقول، تذکرۃ الخواص ص۱۳۳، تصار الحکم ص۹۸
مصادر حکمت ۲۳۸ غرر الحکم ص۴۷
مصادر حکمت ۲۳۹ غرر الحکم ص۶۹
مصادر حکمت ۲۴۰ غرر الحکم ص۳۲، ص۳۰۸، سراج الملوک ص۳۸۳، زہر الآداب الحصری ا ص۴۳
مصادر حکمت ۲۴۱ تصار الحکم ص۲۴۱
مصادر حکمت ۲۴۲ غرر الحکم ص۶۳، ربیع الابرار باب الخیر والصلاح
مصادر حکمت ۲۴۳ غرر الحکم ص۱۳۹، ربیع الابرار باب الجوابات المسکتہ، سراج الملوک ص۳۸۲
مصادر حکمت ۲۴۴ تحف العقول ص۲۰۶، غرر الحکم ص۱۰۱

سید رضیؒ۔ مقصد یہ ہے کہ جاہل وہ ہے جو ہر شے کو بے محل رکھتا ہے اور اس کا بیان نہ کرنا ہی ایک طرح کا بیان ہے کہ وہ عاقل کی ضد ہے۔

۲۳۶۔ خدا کی قسم یہ تمہاری دنیا میری نظر میں کوڑھی کے ہاتھ میں سؤر کی ہڈی[1] سے بھی بدتر ہے۔

۲۳۷۔ ایک قوم ثواب کی لالچ میں عبادت کرتی ہے تو یہ تاجروں کی عبادت ہے اور ایک قوم عذاب کے خوف سے عبادت کرتی ہے تو یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ اصل وہ قوم ہے جو شکر خدا کے عنوان سے عبادت کرتی ہے اور یہی آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

۲۳۸۔ عورت سراپا شر ہے[2] اور اس کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس کے بغیر کام بھی نہیں چل سکتا ہے۔

۲۳۹۔ جو شخص کاہلی اور سستی سے کام لیتا ہے وہ اپنے حقوق کو بھی برباد کر دیتا ہے اور جو چغل خور کی بات مان لیتا ہے وہ دوستوں کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔

۲۴۰۔ گھر میں ایک پتھر بھی غصبی لگا ہو تو وہ اس کی بربادی کی ضمانت ہے۔

سید رضیؒ۔ اس کلام کو رسول اکرمؐ سے بھی نقل کیا گیا ہے اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ دونوں کا سرچشمۂ علم ایک ہی ہے۔

۲۴۱۔ مظلوم کا دن (قیامت) ظالم کے لئے اس دن سے سخت تر ہوتا ہے جو ظالم کا مظلوم کے لئے ہوتا ہے۔

۲۴۲۔ اللہ سے ڈرتے رہو چاہے مختصر ہی کیوں نہ ہو اور اپنے اور اس کے درمیان پردہ رکھو چاہے باریک ہی کیوں نہ ہو۔

۲۴۳۔ جب جوابات کی کثرت ہو جاتی ہے تو اصل بات گم ہو جاتی ہے۔

۲۴۴۔ اللہ کا ہر نعمت میں ایک حق ہے۔ جو اسے ادا کر دے گا۔

---

[1] ایک تو سور جیسے نجس العین جانور کی ہڈی اور وہ بھی کوڑھی انسان کے ہاتھ میں۔ اس سے زیادہ نفرت انگیز شے دنیا میں کیا ہو سکتی ہے۔ امیرالمومنینؑ نے اس تعبیر سے اسلام اور عقل دونوں کے تعلیمات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اسلام نجس العین سے اجتناب کی دعوت دیتا ہے اور عقل متعدی امراض کے مریضوں سے بچنے کی دعوت دیتی ہے۔ ایسے حالات میں اگر کوئی شخص دنیا پر ٹوٹ پڑے تو نہ مسلمان کہے جانے کے قابل ہے اور نہ صاحب عقل۔!

[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت کا یہ اشارہ کسی "خاص عورت" کی طرف ہے ورنہ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ عورت کی صنف کو شر قرار دے دیا جائے اور اسے اس حقارت کی نظر سے دیکھا جائے۔ "لابد منها" اس رشتہ کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے جسے توڑا نہیں جا سکتا ہے اور ان کے بغیر زندگی کو ادھورا اور نامکمل قرار دیا گیا ہے۔

اور اگر بات عمومی ہے تو عورت کا شر ہونا اس کی ذات یا اس کے کردار کے نقص کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد صرف اس کی ضرورت اور اس کے سراپا کا انسانی زندگی پر تسلط ہے کہ مرد کسی وقت بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے اور اس طرح اکثر اوقات اس کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مرد اس کے اندر پائے جانے والے جذبات اور احساسات کی سنگینی کی طرف متوجہ رہے اور یہ خیال رکھے کہ اس کے جذبات و خواہشات کے آگے سپر انداختہ ہو جانا پورے سماج اور معاشرہ کی تباہی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس کے شر ہونے میں ایک حصہ اس کے جذبات و خواہشات کا ہے اور ایک حصہ اس کے وجود کی ضرورت کا ہے جس سے کوئی انسان بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے اور کسی وقت بھی اس کے سامنے سپر انداختہ ہو سکتا ہے۔

زَادَهُ مِنْهَا، وَمَنْ قَصَّرَ فِيهِ خَاطَرَ بِزَوَالِ نِعْمَتِهِ.

۲۴۵

و قال (علیه السلام):

إِذَا كَثُرَتِ الْمَقْدِرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ.

۲۴۶

و قال (علیه السلام):

إِحْذَرُوا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُودٍ.

۲۴۷

و قال (علیه السلام):

الْكَرَمُ أَعْطَفُ مِنَ الرَّحِمِ.

۲۴۸

و قال (علیه السلام):

مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْراً فَصَدِّقْ ظَنَّهُ.

۲۴۹

و قال (علیه السلام):

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ مَا أَكْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِ.

۲۵۰

و قال (علیه السلام):

عَرَفْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ، وَحَلِّ الْعُقُودِ، وَنَقْضِ الْهِمَمِ.

۲۵۱

و قال (علیه السلام):

مَرَارَةُ الدُّنْيَا حَلَاوَةُ الْآخِرَةِ، وَحَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْآخِرَةِ.

۲۵۲

و قال (علیه السلام):

فَرَضَ اللّٰهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيراً[1] مِنَ الشِّرْكِ، وَالصَّلَاةَ تَنْزِيهاً عَنِ الْكِبْرِ، وَالزَّكَاةَ تَسْبِيباً لِلرِّزْقِ، وَالصِّيَامَ ابْتِلَاءً لِإِخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَالْحَجَّ تَقْرِبَةً لِلدِّينِ، وَالْجِهَادَ عِزّاً لِلْإِسْلَامِ، وَالْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَوَامِّ، وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعاً لِلسُّفَهَاءِ، وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنْمَاةً لِلْعَدَدِ، وَالْقِصَاصَ حَقْناً لِلدِّمَاءِ، وَإِقَامَةَ الْحُدُودِ إِعْظَاماً لِلْمَحَارِمِ، وَتَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِيناً لِلْعَقْلِ، وَمُجَانَبَةَ

نِفَار - فرار
رحم - قرابت
عزائم - ارادے
عقود - نیت محکم
تقربۃ - وسیلہ قربت
منماۃ - اضافہ کا ذریعہ

[1] لفظ تطہیر کا استعمال اس امر کی علامت ہے کہ شرک انسانی زندگی کی نجاست اور کثافت ہے اور اس کثافت کو دنیا کا کوئی صابون اور پاؤڈر صاف نہیں کرسکتا ہے۔ اس کا صرف ایک ذریعہ ہے جس کا نام ہے ایمان

اسلام بھی اس کثافت کو دور کرنے کے لئے مکمل طور پر کارآمد نہیں ہوسکتا ہے کہ اس میں نفاق کی گنجائش رہ جاتی ہے اور اندر کفر کے ہوتے ہوئے باہر کا کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتا سکتا۔

مصادر حکمت ۲۴۵ غرر الحکم ص ۱۳۹

مصادر حکمت ۲۴۶ ریاض الاخیار ص ۱۲۶، ربیع الابرار ص ۴۰۳، تذکرۃ الخواص ص ۱۳۵، المائۃ المختارہ، مناقب خوارزمی ص ۲۷۳

مصادر حکمت ۲۴۷ بحار الانوار ۱، ص ۳۵۷

مصادر حکمت ۲۴۸ ربیع الابرار باب الظن والفراسۃ

مصادر حکمت ۲۴۹ تذکرۃ الخواص ص ۱۳۵، غرر الحکم ص ۹۰

مصادر حکمت ۲۵۰ خصال صدوق ص ۶، توحید صدوق ص ۲۰۹، مناقب خوارزمی

مصادر حکمت ۲۵۱ روضۃ الواعظین ص ۴۲۱، غرر الحکم ص ۱۶۸

مصادر حکمت ۲۵۲ نہایۃ الارب ۸ ص ۱۸۲، مطالب السؤول ۱ ص ۱۷۶، غرر الحکم ص ۲۳۰، کشف الغمہ اربلی ۲ ص ۱۰۸، علل الشرائع باب الشرائع، دلائل الامامۃ ص ۳۲، احتجاج طبرسی ص ۱۳۳

اللہ اس کی نعمت کو بڑھادے گا اور جو کوتاہی کرے گا وہ موجودہ نعمت کو بھی خطرہ میں ڈال دے گا۔

۲۴۵۔ جب طاقت زیادہ[1] ہوجاتی ہے تو خواہش کم ہوجاتی ہے۔

۲۴۶۔ نعمتوں کے زوال سے ڈرتے رہو کہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز واپس نہیں آیا کرتی ہے۔

۲۴۷۔ جذبۂ کرم قرابت داری سے زیادہ مہربانی کا باعث ہوتا ہے۔

۲۴۸۔ جو تمہارے بارے میں اچھا خیال[2] رکھتا ہو اس کے خیال کو سچا کرکے دکھلا دو۔

۲۴۹۔ بہترین عمل وہ ہے جس پر تمہیں[3] اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

۲۵۰۔ میں نے پروردگار کو ارادوں کے ٹوٹ جانے نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہوجانے سے پہچانا ہے۔

۲۵۱۔ دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی ہے اور دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی۔

۲۵۲۔ اللہ نے ایمان کو لازم قرار دیا ہے شرک سے پاک کرنے کے لئے اور نماز کو واجب کیا ہے غرور سے باز رکھنے کے لئے۔ زکوٰۃ کو رزق کا وسیلہ قرار دیا ہے اور روزہ کو آزمائش اخلاص کا وسیلہ۔ جہاد کو اسلام کی عزت کے لئے رکھا ہے اور امر بالمعروف کو عوام کی مصلحت کے لئے۔ نہی عن المنکر کو بیوقوفوں کو برائیوں سے روکنے کے لئے واجب کیا ہے اور صلۂ رحم عدد میں اضافہ کے لئے۔ قصاص خون کے تحفظ کا وسیلہ ہے اور حدود کا قیام محرمات کی اہمیت کے سمجھانے کا ذریعہ۔ شراب خواری کو عقل کی حفاظت کے لئے حرام قرار دیا ہے اور چوری سے اجتناب کو عفت کی حفاظت کے لئے لازم قرار دیا ہے۔

[1] جب فطرت کا یہ نظام ہے کہ کمزور آدمی میں خواہش زیادہ ہوتی ہے اور طاقتور اسقدر خواہشات کا حامل نہیں ہوتا ہے تو سیاسی دنیا میں بھی انسان کا طرز عمل ویسا ہی ہونا چاہئے کہ جسقدر طاقت و قوت میں اضافہ ہوتا جائے اپنے کو خواہشات دنیا سے بے نیاز بناتا جائے اور اپنے کردار سے یہ ثابت کرے کہ اس کی زندگی نظام فطرت سے الگ اور جداگانہ نہیں ہے۔

[2] یہ انسانی زندگی کا انتہائی حساس نکتہ ہے کہ انسان عام طور سے لوگوں کو حسن ظن میں مبتلا پاکر اس سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور اسے یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ جب لوگ شراب خانہ میں دیکھ کر بھی یہی تصور کریں گے کہ تبلیغ مذہب کے لئے گئے تھے تو شراب خانہ سے فائدہ اٹھالینا چاہئے حالانکہ تقاضائے عقل و دانش اور مقتضائے شرافت و انسانیت یہ ہے کہ لوگ جس قدر شریف تصور کرتے ہیں۔ اتنی شرافت کا اثبات کرے اور ان کے حسن ظن کو سوء ظن میں تبدیل نہ ہونے دے۔

[3] انسان تمام اعمال کو نفس کی خواہش کے مطابق انجام دے گا تو ایک دن نفس کا غلام ہو کر رہ جائے گا لہٰذا ضرورت ہے کہ ایسے اعمال انجام دیتا رہے جہاں نفس پر جبر کرنا پڑے اور اسے اس کی اوقات سے آشنا بناتا رہے تاکہ اس کے حوصلے اس قدر بلند نہ ہوجائیں کہ انسان کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لےلے اور پھر نجات کا کوئی راستہ نہ رہ جائے۔

السَّرِقَةِ إِيجَاباً لِلْعِفَّةِ، وَتَرْكَ الزِّنَى تَحْصِيناً لِلنَّسَبِ، وَتَرْكَ اللِّوَاطِ تَكْثِيراً لِلنَّسْلِ، وَالشَّهَادَاتِ اسْتِظْهَاراً عَلَى الْمُجَاحَدَاتِ، وَتَرْكَ الْكَذِبِ تَشْرِيفاً لِلصِّدْقِ، وَالسَّلَامَ أَمَاناً مِنَ الْمَخَاوِفِ، وَالْأَمَانَةَ نِظَاماً لِلْأُمَّةِ، وَالطَّاعَةَ تَعْظِيماً لِلْإِمَامَةِ.

۲۵۳

و كان (عليه السلام) يقول:

أَحْلِفُوا الظَّالِمَ إِذَا أَرَدْتُمْ يَمِينَهُ بِأَنَّهُ بَرِيءٌ مِنْ حَوْلِ اللَّهِ وَقُوَّتِهِ؛ فَإِنَّهُ إِذَا حَلَفَ بِهَا كَاذِباً عُوجِلَ الْعُقُوبَةَ، وَإِذَا حَلَفَ بِاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَمْ يُعَاجَلْ، لِأَنَّهُ قَدْ وَحَّدَ اللَّهَ تَعَالَى.

۲۵۴

و قال (عليه السلام):

يَابْنَ آدَمَ، كُنْ وَصِيَّ نَفْسِكَ فِي مَالِكَ، وَاعْمَلْ فِيهِ مَا تُؤْثِرُ أَنْ يُعْمَلَ فِيهِ مِنْ بَعْدِكَ.

۲۵۵

و قال (عليه السلام):

الْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِنَ الْجُنُونِ، لِأَنَّ صَاحِبَهَا يَنْدَمُ، فَإِنْ لَمْ يَنْدَمْ فَجُنُونُهُ مُسْتَحْكِمٌ.

۲۵۶

و قال (عليه السلام):

صِحَّةُ الْجَسَدِ، مِنْ قِلَّةِ الْحَسَدِ.

۲۵۷

و قال (عليه السلام) لكُمَيل بن زياد النخعي:

يَا كُمَيْلُ، مُرْ أَهْلَكَ أَنْ يَرُوحُوا فِي كَسْبِ الْمَكَارِمِ، وَيُدْلِجُوا فِي حَاجَةِ مَنْ هُوَ نَائِمٌ. فَوَالَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ، مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْدَعَ قَلْباً سُرُوراً إِلَّا وَخَلَقَ اللَّهُ لَهُ مِنْ ذَلِكَ السُّرُورِ لُطْفاً. فَإِذَا نَزَلَتْ بِهِ نَائِبَةٌ

شہادات - گواہیاں

استظہار - تحقیق حال

مجاحدات - صریحی انکار

تؤثر - پسند کرتے ہو

رواح - شام کے وقت سفر

ادلاج - رات کا سفر

(۱) عام حالات میں اسلام نے اس طرح کی قسم کو ناجائز قرار دیا ہے کہ اس میں عذاب کے نازل ہونے اور اسلام سے برخواست ہو جانے کا خطرہ ہے لیکن ظالموں کے حق میں ایسی ہی قسم کو رکھا ہے کہ نہ ان کے بارے میں عذاب سے بچانے کا کوئی تصور ہے اور نہ ان کے اسلام سے نکل جانے کی کوئی پرواہ ہے بلکہ ان کا دائرہ اسلام سے نکل جانا ہی معاشرہ کی تطہیر کا بہترین ذریعہ ہے۔!

مصادر حکمت ۲۵۳ اصول کافی ۲ ص ۴۴۵، مقاتل الطالبیین ص ۲۷۰، مروج الذہب ۳ ص ۳۵۱، تاریخ بغداد ۱۴ ص ۱۱۱، ارشاد مفید ص ۳۴۳، الخرائج والجرائح

مصادر حکمت ۲۵۴ امالی صدوق ص ۱۶۹، تہذیب طوسیؒ ۱ ص ۳۹۹، تنبیہ الخواطر ص ۵۳۲، غرر الحکم ص ۲۴۶،

مصادر حکمت ۲۵۵ غرر الحکم ص ۵۲، الحکم المنثورہ ص ۵۶۳

مصادر حکمت ۲۵۶ المائۃ المختارہ، العقد الفرید، دستور معالم الحکم قضاعی، غرر الحکم، مطالب السؤل

مصادر حکمت ۲۵۷ غرر الحکم ص ۳۱۴، المستطرف الشبیہی ۱ ص ۱۱۴، ربیع الابرار ۱ ورقہ ۲۰۶

رکِ زنا کا لزوم نسب کی حفاظت کے لئے ہے اور ترک لواط کی ضرورت نسل کی بقا کے لئے ہے۔ گواہیوں کو انکار کے مقابلہ میں ثبوت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور ترک کذب کو صدق کی شرافت کا وسیلہ ٹھہرادیا گیا ہے۔ قیام امن کو خطروں سے تحفظ کے لئے رکھا گیا ہے اور امامت کو ملت کی تنظیم کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے اور پھر اطاعت کو عظمت امامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔

۲۵۳۔ کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اس طرح قسم لو کہ وہ پروردگار کی طاقت اور قوت سے بیزار ہے اگر اس کا بیان صحیح نہ ہو۔ کہ اگر اس طرح جھوٹی قسم کھائے گا تو فوراً مبتلائے عذاب ہو جائے گا اور اگر خدائے وحدہٗ لاشریک کے نام کی قسم کھائی تو عذاب میں عجلت نہ ہوگی کہ بہرحال توحید پروردگار کا اقرار کر لیا ہے۔

۲۵۴۔ فرزند آدم! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن اور وہ کام خود انجام دے جس کے بارے میں امید رکھتا ہے کہ لوگ تیرے بعد انجام دے دیں گے۔

۲۵۵۔ غصہ جنون کی ایک قسم ہے کہ غصہ ور کو بعد میں پشیمان ہونا پڑتا ہے اور پشیمان نہ ہو تو واقعاً اس کا جنون مستحکم ہے۔

۲۵۶۔ بدن کی صحت کا ایک ذریعہ حسد کی قلت بھی ہے۔

۲۵۷۔ اے کمیل! اپنے گھر والوں کو حکم دو کہ اچھی خصلتوں کو تلاش کرنے کے لئے دن میں نکلیں اور سو جانے والوں کی حاجت روائی کے لئے رات میں قیام کریں۔ قسم ہے اس ذات کی جو ہر آواز کی سننے والی ہے کہ کوئی شخص کسی دل میں سرور وارد نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ پروردگار اس کے لئے اس سرور سے ایک لطف پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے بعد اگر اس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے — تو

یہ اسلام کا عالم انسانیت پر عمومی احسان ہے کہ اس نے اپنے قوانین کے ذریعہ انسانی آبادی کو بڑھانے کا انتظام کیا ہے اور پھر حرام زادوں کی درآمد کو روک دیا ہے تاکہ عالم انسانیت میں شریف افراد پیدا ہوں اور یہ عالم ہر قسم کی بربادی اور تباہ کاری سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد اس کا صنف نسواں پر خصوصی احسان یہ ہے کہ اس نے عورت کے علاوہ جنسی تسکین کے ہر راستہ کو بند کر دیا ہے کھلی ہوئی بات ہے کہ انسان میں جب جنسی ہیجان پیدا ہوتا ہے تو اسے عورت کی ضرورت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور کسی بھی طریقہ سے جب وہ ہیجانی مادہ نکل جاتا ہے تو کسی مقدار میں سکون حاصل ہو جاتا ہے اور جذبات کا طوفان رک جاتا ہے۔ اہل دنیا نے اس مادہ کے اخراج کے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں۔ اپنی جنس کا کوئی مل جاتا ہے تو ہم جنسی سے تسکین حاصل کر لیتے ہیں اور اگر کوئی نہیں ملتا ہے تو خود کاری کا عمل انجام دے لیتے ہیں اور اس طرح عورت کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج آزاد معاشروں میں عورت عضو معطل ہو کر رہ گئی ہے اور ہزار وسائل اختیار کرنے کے بعد بھی اس کے طلبگاروں کی فہرست کم سے کمتر ہوتی جا رہی ہے۔ اسلام نے اس خطرناک صورتحال سے مقابلہ کرنے کے لئے مجامعت کے علاوہ ہر وسیلۂ تسکین کو حرام کر دیا ہے تاکہ مرد عورت کے وجود سے بے نیاز نہ ہونے پائے اور عورت کا وجود معاشرہ میں غیر ضروری نہ قرار پا جائے۔

افسوس کہ اس آزادی اور عیاشی کی ماری ہوئی دنیا میں اس پاکیزہ تصور کا قدردان کوئی نہیں ہے اور سب اسلام پر عورت کی ناقدری کا الزام لگاتے ہیں۔ گویا ان کی نظر میں اسے کھلونا بنا لینا اور کھیلنے کے بعد پھینک دینا ہی سب سے بڑی قدر دانی ہے۔

جَرَىٰ إِلَيْهَا كَالْمَاءِ فِي الْحِدَارِهِ حَتَّىٰ يَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تُطْرَدُ غَرِيبَةُ الْإِبِلِ.

۲۵۸

و قال (ع):

إِذَا أَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللَّهَ بِالصَّدَقَةِ.

۲۵۹

و قال (ع):

الْوَفَاءُ لِأَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللَّهِ، وَالْغَدْرُ بِأَهْلِ الْغَدْرِ وَفَاءٌ عِنْدَ اللَّهِ.

۲۶۰

و قال (ع):

كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ. وَمَا ابْتَلَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَحَداً بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ.

قال الرضي: و قد مضى هذا الكلام فيما تقدم، إلا أن فيه ها هنا زيادة جيدة مفيدة

انحدار - ڈھال کی طرف بہنا
املاق - فقر و فاقہ
غدر - غداری
مستدرج - جسے لپیٹ میں لے لیا گیا
مغرور - فریب خوردہ
مفتون - دھوکہ میں مبتلا
املاء - مہلت

(۱) یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صدقہ مال کی بربادی یا اس کا ہاتھ سے نکل جانا نہیں ہے بلکہ یہ ایک طرح کی تجارت ہے اور تجارت بھی کسی فقیر اور مسکین سے نہیں ہے کہ انسان کو یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ یہ بیچارہ کیا قیمت ادا کرے گا بلکہ یہ تجارت مالک کائنات سے ہے اور اس سے تجارت کرنے میں کسی طرح کے خسارہ کا کوئی امکان نہیں ہے۔ خصوصیت ایسی صورت میں جب اس نے ہر کار خیر پر کم سے کم دس گنا اجر کا وعدہ کر لیا ہے اور اس کے بعد بے حساب اضافہ کا بھی اشارہ دیدیا ہے۔ اس کے بعد انسان کسی خسارہ کا تصور کرے تو اس سے بڑا بے ایمان اور بد اعتماد کوئی نہیں ہے۔

مصادر حکمت ۲۵۸ مناقب خوارزمی ص ۲۶۲، المائۃ المختارہ جاحظ

فصل نذكر فيه شيئا من غريب كلامه المحتاج الى التفسير

۱

و في حديثه (ع)

فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ ضَرَبَ يَعْسُوبُ الدِّينِ بِذَنَبِهِ، فَيَجْتَمِعُونَ إِلَيْهِ كَمَا يَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيفِ.

قال الرضي: اليعسوب: السيد العظيم المالك لأمور الناس يومئذ، والقزع: قطع الغيم التي لا ماء فيها.

۲

و في حديثه (ع)

(۱) یہ بظاہر امام مہدی کے ظہور کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا مصداق اس کے علاوہ کسی دور میں نہیں پیدا ہو سکا ہے۔

(۲) شاید اولویت سے مراد یہ ہو کہ ماں اور باپ کے قرابتداروں میں اختلاف ہو جائے تو باپ کے قرابتداروں کا طے کیا ہوا رشتہ زیادہ اولیٰ ہے اگرچہ یہ بات اپنے مقام پر قابل بحث ہے کہ عورت خود مستقل ہے یا بلوغ کے بعد بھی ولی کی پابند ہے

فصل

اس فصل میں حضرت کے ان کلمات کو نقل کیا گیا ہے جو محتاج تفسیر تھے اور پھر ان کی تفسیر و توضیح کو بھی نقل کیا گیا ہے :

۱۔جب وہ وقت آئے گا تو دین کا یعسوب اپنی جگہ پر قرار پائے گا (۱) اور لوگ اس کے پاس اس طرح جمع ہوں گے جس طرح موسم خریف کے قزع۔

سید رضیؒ۔ یعسوب اس سردار کو کہا جاتا ہے جو تمام امور کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ اور قزع بادلوں کے ان ٹکڑوں کا نام ہے جن میں پانی نہ ہو۔

۲۔ یہ خطیب شحشح (صعصعہ بن صوحان عبدی)

شحشح اس خطیب کو کہتے ہیں جو خطابت میں ماہر ہوتا ہے اور زبان آوری یا رفتار میں تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر شحشح بخیل اور کنجوس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ لڑائی جھگڑے کے نتیجہ میں قحم ہوتے ہیں۔

قحم سے مراد تباہیاں ہیں۔ کہ یہ لوگوں کو ہلاکتوں میں گرا دیتی ہیں اور اسی سے لفظ "قحمۃ الاعراب" نکلا ہے۔ جب ایسا قحط پڑ جاتا ہے کہ جانور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتے ہیں اور گویا یہ اس بلا میں ڈھکیل دئے جاتے ہیں۔ یا دوسرے اعتبار سے قحط سالی ان کو صحراؤں سے نکال کر شہروں کی طرف ڈھکیل دیتی ہے۔

۴۔جب لڑکیاں نص الحقاق تک پہونچ جائیں تو ددھیالی قرابتدار زیادہ اولویت (۲) رکھتے ہیں۔

نص۔ آخری منزل کو کہا جاتا ہے۔

عليه الدابة. و تقول: نصصت الرجل عن الأمر، إذا استقصيت مسألته عنه لتستخرج ما عنده فيه. فنص الحقائق يريد به الإدراك، لأنه منتهى الصغر، والوقت الذي يخرج منه الصغير إلى حدالكبير، و هو من أفصح الكنايات عن هذا الأمر و أغربها. يقول: فإذا بلغ النساء ذلك فالعصبة أولى بالمرأة من أمها، إذا كانوا محرماً، مثل الإخوة و الأعمام، و بتزويجها إن أرادو ذلك. والحقاق: محاقة: الأم للعصبة في المرأة، و هو الجدال و الخصومة، و قول كل واحد منهما للآخر: «أنا أحق منك بهذا» يقال منه: حاققته حقاقاً، مثل جادلته جدالاً. و قد قيل: إن «نص الحقاق» بلوغ العقل، و هو الإدراك؛ لأنه عليه السلام إنما أراد منتهى الأمر الذي تجب فيه الحقوق و الأحكام، و من رواه «نص الحقائق» فإنما أراد جمع حقيقة.

هذا معنى ما ذكره أبو عبيدالقاسم بن سلام، والذي عندي أن المراد بنص الحقاق ها هنا بلوغ المرأة إلى الحد الذي يجوز فيه تزويجها و تصرفها في حقوقها، تشبيهاً بالحقاق من الإبل، و هي جمع حقّة و حقّ و هوالذي استكمل ثلاث سنين و دخل في الرابعة، و عند ذلك يبلغ إلى الحد الذي يتمكن فيه من ركوب ظهره، و نصه في السير، والحقائق أيضاً: جمع حقة. فالروايتان جميعاً ترجعان إلى معنى واحد، و هذا أشبه بطريقة العرب من المعنى المذكور أولاً.

٥

و في حديث ﴿عليه السلام﴾

إِنَّ الْإِيمَانَ يَبْدُو لُمْظَةً فِي الْقَلْبِ، كُلَّمَا ازْدَادَ الْإِيمَانُ ازْدَادَتِ اللُّمْظَةُ.

و اللمظة مثل النكتة أو نحوها من البياض. و منه قيل: فرس ألمظ، إذا كان بجحفلته شيء من البياض.

٦

و في حديثه ﴿عليه السلام﴾

إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا كَانَ لَهُ الدَّيْنُ الظَّنُونُ، يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُزَكِّيَهُ، لِمَا مَضَى، إِذَا قَبَضَهُ.

۵۔ غریب الحدیث الجمع بین الغریبین، نہایۃ ابن اثیر ۴ ص ۲۷۱، اللمع ابو نصر السراج، قوت القلوب ۲ ص ۲۷۵

۶۔ غریب الحدیث ابو عبید بن سلام

نصصت الـرجل ـــــ یعنی جہاں تک ممکن تھا اس سے سوال کریا۔ نص الحقاق سے مراد منزلِ ادراک ہے جو بچپنے کی آخری حد ہے اور یہ اس سلسلہ کا بہترین کنایہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جب لڑکیاں حد بلوغ تک پہونچ جائیں تو ددھیالی رشتہ دار جو محرم بھی ہوں جیسے بھائی اور چچا وغیرہ وہ اس کا رشتہ کرنے کے لئے ماں کے مقابلہ میں زیادہ اولویت رکھتے ہیں۔ اور حقاق سے ماں کا ان رشتہ داروں سے جھگڑا کرنا اور ہر ایک کا اپنے کو زیادہ حقدار ثابت کرنا مراد ہے جس کے لئے کہا جاتا ہے "حاقفتہ حقاقاً"۔ "جادلتہ جدالا"۔

اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نص الحقاق کمال عقل ہے جب لڑکی ادراک کی اس منزل پر ہوتی ہے جہاں اس کے ذمہ فرائض واحکام ثابت ہو جاتے ہیں اور جن لوگوں نے نص الحقائق نقل کیا ہے۔ ان کے یہاں حقائق حقیقت کی جمع ہے۔ یہ ساری باتیں ابوعبید القاسم بن سلام نے بیان کی ہیں لیکن میرے نزدیک عورت کا قابل شادی اور قابل تصرف ہو جانا مراد ہے کہ حقاق حقہ کی جمع ہے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے اور اس وقت سواری کے قابل ہو جاتی ہے۔ اور حقائق بھی حقہ ہی کے جمع کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہ مفہوم عرب کے اسلوب کلام سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔

۵۔ ایمان ایک لُمظہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر ایمان کے ساتھ یہ لُمظہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔ (لُمظہ سفید نقطہ ہوتا ہے جو گھوڑے کے ہونٹ پر ظاہر ہوتا ہے۔)

۶۔ جب کسی شخص کو دَین ظنون مل جائے تو جتنے سال گذر گئے ہوں ان کی زکوٰۃ واجب ہے۔

فالظنون: الذي لا يعلم صاحبه أيقبضه من الذي هو عليه أم لا، فكانه الذي يظن به، فمرة يرجوه و مرة لا يرجوه. و هذا من أفصح الكلام، و كذلك كل أمر تطلبه و لا تدري على أي شيء أنت منه فهو ظنون، و على ذلك قول الأعشى:

مَا يُجْعَلُ الْجُدُّ الظَّنُونَ الَّذِي جُنِّبَ صَوْبَ اللَّجِبِ الْمَاطِرِ مِثْلَ الْفُرَاتِيِّ
إِذَا مَا طَمَا يَقْذِفُ بِالْبُوصِيِّ وَالْمَاهِرِ

والجُدّ: البئر العادية في الصحراء، والظنون: التي لا يعلم هل فيها ماء أم لا.

۷

و في حديثه (عليه السلام)

أنه شيع جيشاً بغزية فقال: اِعْذِبوا[1] عَنِ النِّسَاءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

و معناه: اصدفوا عن ذكر النساء و شغل القلب بهن، وامتنعوا من المقاربة لهن، لأن ذلك يَفُتّ في عضد الحميّة، و يقدح في معاقد العزيمة، و يكسر عن العَدْوِ و يلفت عن الإبعاد في الغزو، و كل من امتنع من شيء فقد عذب عنه. والعاذب و العذوب: الممتنع من الأكل والشرب.

۸

و في حديثه (عليه السلام)

كالياسر الفالج ينتظر أول فوزة من قداحه.

كَالْيَاسِرِ الْفَالِجِ يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ

الياسرون هم الذين يتضاربون بالقداح على الجزور والفالج: القاهر و الغالب. يقال: فلج عليهم و فلجهم، و قال الراجز: لما رأيت فالجاً قد فلجا

۹

و في حديثه (عليه السلام)

كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ.

و معنى ذلك أنه إذا عظم الخوف من العدو، و اشتد عضاض الحرب، فزع المسلمون الى قتال رسول الله صلى عليه و آله و سلم بنفسه، فينزل الله عليهم النصر به، ويأمنون مما كانوا يخافونه بمكانه.

و قوله: «إذا احمر البأس» كناية عن اشتداد الأمر، و قد قيل في ذلك أقوال أحسنها: أنه شبه حَمْيَ الحرب بالنار التي تجمع الحرارة و الحمرة بفعلها و لونها. و مما يقوى: ذلك قول رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم. و قد رأى مُجْتَلَدَ الناس يوم حنين و هي

اعذبوا - کنارہ کش رہو
فت - شکستگی
معاقد العزیمہ - مستحکم ارادے
عَدْو - دوڑ
یاسرون - جواری
یتضاربون بالقداح - حصہ کیلئے جوے کا پانسہ پھینکتے ہیں
جزور - ذبح شدہ ناقہ
عِضَاضُ الحرب - جنگ کی کاٹ
فَزِعَ - پناہ لیتے تھے
حَمْی - شدت حرارت
مُجْتَلَد - مصدر ہے - جدال

[1] یہ بات صرف آداب جنگ میں شامل ہے کہ انسان اپنے جذبات پر کنڑول کرنے کے قابل نہ ہوگا تو دشمن پر کس طرح قبضہ حاصل کرسکے گا ورنہ عام حالات میں اسلام نے عورت کی محبت کو ایمان کا ایک حصّہ قرار دیا ہے اور اس سے علیحدگی کی موت کو بدترین موت قرار دیا ہے۔

حدیث ۷ غریب الحدیث ۲ ص۱۸۳، الجمع بین الغریبین، نہایۃ ابن اثیر ۳ ص۱۹۰
حدیث ۸ خطبہ ۲۳
حدیث ۹ غریب الحدیث ۲ ص۱۸۵، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۸۹، تاریخ طبری ۲ ص۱۳۵

ظنون اس قرض کا نام ہے جس کے قرضدار کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ وصول بھی ہو سکے گا یا نہیں اور اس طرح طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اسی بنیاد پر ہر ایسے امر کو ظنون کہا جاتا ہے جیسا کہ اعشیٰ نے کہا ہے :

"وہ جُدِ ظنون جو گرج کر برسنے والے ابر کی بارش سے بھی محروم ہو۔ اسے دریائے فرات کے مانند نہیں قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ وہ ٹھاٹھیں مار رہا ہو اور کشتی اور تیراک دونوں کو ڈھکیل کر باہر پھینک رہا ہو۔"

جُد۔ صحرا کے پرانے کنویں کو کہا جاتا ہے اور ظنون اس کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں یہ نہ معلوم ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

۷۔ آپ نے ایک لشکر کو میدان جنگ میں بھیجتے ہوئے فرمایا : جہاں تک ممکن ہو عورتوں سے عاذب[1] رہو (یعنی ان کی یاد سے دور رہو۔ ان میں دل مت لگاؤ اور ان سے مقاربت مت کرو کہ یہ طریقۂ کار بازوئے حمیت میں کمزوری اور عزم کی پختگی میں سستی پیدا کر دیتا ہے اور دشمن کے مقابلہ میں کمزور بنا دیتا ہے اور جنگ میں کوشش و سعی سے روگرداں کر دیتا ہے اور جو ان تمام چیزوں سے الگ رہتا ہے اسے عاذب کہا جاتا ہے۔ عاذب یا عذوب کھانے پینے سے دور رہنے والے کو بھی کہا جاتا ہے۔

۸۔ وہ اس یاسر فالج کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی مرحلہ پر کامیابی کی امید لگا لیتا ہے۔ "یاسرون" وہ لوگ ہیں جو نحر کی ہوئی اونٹنی پر جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینکتے ہیں اور فالج ان میں کامیاب ہو جانے والے کو کہا جاتا ہے۔ "فلج علیھم" یا "فلجھم" اس موقع پر استعمال ہوتا ہے جب کوئی غالب آجاتا ہے، جیسا کہ رجز خواں شاعر نے کہا ہے :

"جب میں نے کسی فالج کو دیکھا کہ وہ کامیاب ہو گیا"

۹۔ "جب احمرار باس ہوتا تھا تو ہم لوگ رسول اکرمؐ کی پناہ میں رہا کرتے تھے اور کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ دشمن سے قریب نہیں ہوتا تھا۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ کی کاٹ شدید ہو جاتی تھی تو مسلمان میدان میں رسول اکرمؐ کی پناہ تلاش کیا کرتے تھے اور آپ پر نصرت الٰہی کا نزول ہو جاتا تھا اور مسلمانوں کو امن و امان حاصل ہو جاتا تھا۔

احمرّ الباس درحقیقت سختی کا کنایہ ہے۔ جس کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں اور سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں گرمی اور سرخی دونوں ہوتی ہیں اور اس کا موید سرکار دو عالمؐ کا یہ ارشاد ہے کہ آپ نے حُنین کے دن قبیلۂ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اب وطیس گرم ہو گیا ہے یعنی آپ نے میدان کارزار کی گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے شعلوں سے تشبیہ دی ہے

[1] پیغمبر اسلامؐ کا کمال احترام ہے کہ حضرت علیؑ جیسے اشجع عرب نے آپ کے بارے میں یہ بیان دیا ہے اور آپ کی عظمت و ہیبت و شجاعت کا اعلان کیا ہے۔ دوسرا کوئی ہوتا تو اس کے برعکس بیان کرتا کہ میدان جنگ میں سرکار ہماری پناہ میں رہا کرتے تھے اور ہم نہ ہوتے تو آپ کا خاتمہ ہو جاتا لیکن امیر المومنینؑ جیسا صاحب کردار اس انداز کا بیان نہیں دے سکتا ہے اور نہ یہ سوچ سکتا ہے۔ آپ کی نظر میں انسان کتنا ہی بلند کردار اور صاحب طاقت و ہمت کیوں نہ ہو جائے سرکار دو عالمؐ کا اُمتی ہی شمار ہو گا اور اُمتی کا مرتبہ پیغمبرؐ سے بلند تر نہیں ہو سکتا ہے۔

حرب هوازن: «الآن حَمِيَ الوَطِيسُ» فالوطيس: مستوقد النار، فشبه رسول اللهِ صلى الله عليه وآله و سلم ما استحرّ من جلاد القوم باحتدام النار و شدة التهابها.

انقضى هذا الفصل، و رجعنا إلى سنن الغرض الأول في هذا الباب.

٢٦١

و قال (عليه السلام):

لما بلغه اغارة أصحاب معاوية على الأنبار، فخرج بنفسه ما شياً حتى أتى النُّخَيْلَةَ فأدركه الناس، و قالوا: يا أميرالمومنين نحن نكفيكهم، فقال:

مَا تَكْفُونَنِي أَنْفُسَكُمْ، فَكَيْفَ تَكْفُونَنِي غَيْرَكُمْ؟

إِنْ كَانَتِ الرَّعَايَا قَبْلِي لَتَشْكُو حَيْفَ رُعَاتِهَا، وَ إِنَّنِي الْيَوْمَ لَأَشْكُو حَيْفَ رَعِيَّتِي، كَأَنَّنِيَ الْمَقُودُ وَ هُمُ الْقَادَةُ، أَوْ الْمَوْزُوعُ وَ هُمُ الْوَزَعَةُ.

فلما قال عليه السلام هذا القول، في كلام طويل قد ذكرنا مختاره في جملة الخطب، تقدم إليه رجلان من أصحابه فقال أحدهما: اني لا أملك إلا نفسي و أخي، فمر بأمرك يا أميرالمومنين تنقذ له، فقال عليه السلام:

وَ أَيْنَ تَقَعَانِ مِمَّا أُرِيدُ؟

٢٦٢

و قيل: إن الحارث بن حَوْط أتاه فقال (عليه السلام):

أتراني أظن أصحاب الجمل كانوا على ضلالة؟

فقال عليه السلام: يَا حَارِثُ، إِنَّكَ نَظَرْتَ تَحْتَكَ وَلَمْ تَنْظُرْ فَوْقَكَ فَحِرْتَ! إِنَّكَ لَمْ تَعْرِفِ الْحَقَّ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ، وَلَمْ تَعْرِفِ الْبَاطِلَ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ.

فقال الحارث: فإني أعتزل مع سعيد بن مالك و عبدالله بن عمر، فقال عليه السلام:

إِنَّ سَعِيداً وَ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَنْصُرَا الْحَقَّ، وَلَمْ يَخْذُلَا الْبَاطِلَ.

٢٦٣

و قال (عليه السلام):

صَاحِبُ السُّلْطَانِ كَرَاكِبِ الْأَسَدِ: يُغْبَطُ بِمَوْقِعِهِ، وَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَوْضِعِهِ.

٢٦٤

و قال (عليه السلام):

أَحْسِنُوا فِي عَقِبِ غَيْرِكُمْ تُحْفَظُوا فِي عَقِبِكُمْ. ؎

استحر - شدید ہو جائے
نخیلہ - عراق میں ایک مقام ہے
مقود - جسے کھینچا جائے
قادۃ - جمع قائد
وزعہ - جمع وازع - حاکم
أتُرانی - کیا مجھے ایسا خیال کرتے ہو
حیرت - متحیر ہو گئے
عَقِب - نسل

؎ یہ دنیا مجازات اور مکافات کی دنیا ہے - اس کا سارا کاروبار عمل اور ردعمل پر چل رہا ہے لہذا انسان کو اس نکتہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنا چاہئے کہ دوسرے کے ساتھ جو بھی اچھا یا برا سلوک کرے گا وہ ایک دن بہرحال اس کے سامنے آنے والا ہے دوسروں کی آبرو سے کھیلنے والے کو ایک دن اپنی آبروریزی کو برداشت کرنا پڑے گا اور دوسروں کی اولاد پر رحم کرنے والے کو اپنی اولاد پر رحم کرنے والے ضرور مل جائیں گے۔

مصادر حکمت ۲۶۱ الغارات ابن ہلال عسکری، البیان والتبیین ۱ ص۱۰۱، الکامل للمبرد ۱ ص۱۳

مصادر حکمت ۲۶۲ امالی طوسیؒ ص۸۳، البیان والتبیین ۳ ص۱۱۲، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۵۲، انساب الاشراف ص۲۳۸

مصادر حکمت ۲۶۳ غرر الحکم، سراج الملوک ص۲۲۳

مصادر حکمت ۲۶۴ الدعوات راوندی، بحار الانوار ۵ ص۱۳، تاریخ دمشق حالات امیرالمومنینؑ

کہ وطیس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں آگ بھڑکائی جاتی ہے۔

یہ فصل تمام ہوگئی اور پھر گذشتہ باب کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔

۲۶۱۔ جب آپ کو اطلاع دی گئی کہ معاویہ کے اصحاب نے انبار پر حملہ کر دیا ہے تو آپ بنفس نفیس نکل کر نخیلہ تک تشریف لے گئے اور کچھ لوگ بھی آپ کے ساتھ پہونچ گئے اور کہنے لگے کہ آپ تشریف رکھیں۔ ہم لوگ ان دشمنوں کے لئے کافی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے لئے کافی نہیں ہو تو دشمن کے لئے کیا کافی ہو سکتے ہو۔ تم سے پہلے رعایا حکام کے ظلم سے فریادی تھی اور آج میں رعایا کے ظلم سے فریاد کر رہا ہوں۔ جیسے کہ یہی لوگ قائد ہیں اور میں رعیت ہوں۔ میں حلقہ بگوش ہوں اور یہ فرمانروا۔

جس وقت آپ نے یہ کلام ارشاد فرمایا جس کا ایک حصہ خطبوں کے ذیل میں نقل کیا جا چکا ہے تو آپ کے اصحاب میں سے دو[2] افراد آگے بڑھے۔ جن میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنا اور اپنے بھائی کا ذمہ دار ہوں۔ آپ حکم دیں ہم تعمیل کے لئے تیار ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ چاہتا ہوں تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔

۲۶۲۔ کہا جاتا ہے کہ حارث بن حوط نے آپ کے پاس آکر یہ کہا کہ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ میں اصحاب جمل کو گمراہ مان لوں گا ؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے حارث ! تم نے اپنے نیچے[1] کی طرف دیکھا ہے اور اوپر نہیں دیکھا ہے اسی لئے حیران ہو گئے ہو۔ تم حق ہی کو نہیں پہچانتے ہو تو کیا جانو کہ حقدار کون ہے اور باطل ہی کو نہیں جانتے ہو تو کیا جانو کہ باطل پرست کون ہے۔

حارث نے کہا کہ میں سعید بن مالک اور عبداللہ بن عمر کے ساتھ گوشہ نشین ہو جاؤں گا تو آپ نے فرمایا کہ سعید اور عبداللہ بن عمر نے نہ حق کی مدد کی ہے اور نہ باطل کو نظر انداز کیا ہے (نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے)۔

۲۶۳۔ بادشاہ کا مصاحب[2] شیر کا سوار ہوتا ہے کہ لوگ اس کے حالات پر رشک کرتے ہیں اور وہ خود اپنی حالت کو بہتر پہچانتا ہے۔

۲۶۴۔ دوسروں کے پسماندگان سے اچھا برتاؤ کرو تا کہ لوگ تمہارے پسماندگان کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کریں۔

[1] یہ بات اس شخص سے کہی جاتی ہے جس کی نگاہ انتہائی محدود ہوتی ہے اور اپنے زیر قدم اشیاء سے زیادہ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے ورنہ انسان کی نگاہ بلند ہو جائے تو بہت سے حقائق کا ادراک کر سکتی ہے۔ حارث کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس نے صرف ام المومنین کی زوجیت پر نگاہ کی ہے اور طلحہ و زبیر کی صحابیت پر۔ اور ایسی محدود نگاہ رکھنے والا انسان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتا ہے۔ حقائق کا معیار قرآن و سنت ہے جس میں زوجہ کو گھر میں بیٹھنے کی تلقین کی گئی ہے اور انسان کو بیعت شکنی سے منع کیا گیا ہے۔ حقائق کا معیار کسی کی زوجیت یا صحابیت نہیں ہے، ورنہ زوجۂ نوحؑ اور زوجۂ لوطؑ کو قابل مذمت نہ قرار دیا جاتا اور اصحاب موسیٰ کی صریحی مذمت نہ کی جاتی۔

[2] حقیقت امر یہ ہے کہ مصاحبت کی زندگی دیکھنے میں انتہائی حسین دکھائی دیتی ہے کہ سارا امر و نہی کا نظام بظاہر مصاحب کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن اس کی واقعی حیثیت کیا ہوتی ہے یہ اسی کا دل جانتا ہے کہ نہ صاحب اقتدار کے مزاج کا کوئی بھروسہ ہوتا ہے اور نہ مصاحبت کے عہدہ اقتدار کا۔

رب کریم ہر انسان کو ایسی بلاؤں سے محفوظ رکھے جن کا ظاہر انتہائی حسین ہوتا ہے اور واقع انتہائی سنگین اور خطرناک۔!

۲۶۵

و قال (عليه السلام):

إِنَّ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ إِذَا كَانَ صَوَاباً كَانَ دَوَاءً وَ إِذَا كَانَ خَطَأً كَانَ دَاءً.

۲۶۶

وَ سَأَلَهُ رجل أن يعرفه الإيمان فقال (عليه السلام): إِذَا كَانَ الْغَدُ فَأْتِنِي حَتَّىٰ أُخْبِرَكَ عَلَىٰ أَسْمَاعِ النَّاسِ: فَإِنْ نَسِيتَ مَقَالَتِي حَفِظَهَا عَلَيْكَ غَيْرُكَ، فَإِنَّ الْكَلَامَ كَالشَّارِدَةِ، يَنْقُفُهَا هَذَا وَ يُخْطِئُهَا هَذَا.

و قد ذكرنا ما أجابه به فيما تقدم من هذا الباب و هو قوله: «الإيمان على أربع شعب».

۲۶۷

و قال (عليه السلام):

يَا ابْنَ آدَمَ، لَا تَحْمِلْ هَمَّ يَوْمِكَ الَّذِي لَمْ يَأْتِكَ عَلَىٰ يَوْمِكَ الَّذِي قَدْ أَتَاكَ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ مِنْ عُمُرِكَ يَأْتِ اللهُ فِيهِ بِرِزْقِكَ.

۲۶۸

و قال (عليه السلام):

أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْناً مَا، عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْماً مَا، وَ أَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْناً مَا، عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْماً مَا.

۲۶۹

و قال (عليه السلام):

النَّاسُ فِي الدُّنْيَا عَامِلَانِ: عَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا، قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْيَاهُ عَنْ آخِرَتِهِ، يَخْشَىٰ عَلَىٰ مَنْ يَخْلُفُهُ الْفَقْرَ، وَ يَأْمَنُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ، فَيُفْنِي عُمُرَهُ فِي مَنْفَعَةِ غَيْرِهِ، وَ عَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، فَجَاءَهُ الَّذِي لَهُ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ عَمَلٍ. فَأَحْرَزَ الْحَظَّيْنِ مَعاً، وَ مَلَكَ الدَّارَيْنِ جَمِيعاً، فَأَصْبَحَ وَجِيهاً عِنْدَ اللهِ، لَا يَسْأَلُ اللهَ حَاجَةً فَيَمْنَعُهُ.

۲۷۰

و روي أنه ذكر عند عمر بن الخطاب في أيامه حلي الكعبة و كثرته، فقال قوم: لو أخذته فجهزت به جيوش المسلمين كان أعظم للأجر، و ما تصنع الكعبة بالحلي؟ فهم عمر بذلك، و سأل عنه أمير المؤمنين عليه السلام فقال (عليه السلام):

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، وَ الْأَمْوَالُ

يَنْقُفُ - پکڑ لیتا ہے
هون - مختصر
وجیہ - صاحب منزلت

ؔ۱ بات یہ ہے کہ حکما اور دانشوروں کا کلام عوام الناس کی نظر میں ایک دستور زندگی کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ اسے آنکھ بند کرکے قبول کر لیتے ہیں لیکن حکما کا فرض ہے کہ ایسی بات کریں جو غلط اور بے بنیاد نہ ہو کہ یہ ایک متعدی مرض ہوگا جو شائد نسلوں میں پھیل جائے اور انھیں ساری گمراہیوں کا جواب دہ ہونا پڑے

ؔ۲ اس ارشاد میں حضرت نے مستقبل کے ہم و غم کے بارے میں منع کیا ہے اور مستقبل کے بارے میں عمل کرنے سے نہیں روکا ہے کہ یہ انسان کے فرائض اور لوازم زندگی میں شامل ہے

اس کلام میں اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کا رزق سامنے رکھا ہے اور کل کے اندیشے میں مرے جا رہے ہیں۔

مصادر حکمت ۲۶۵ غرر الحکم آمدی

مصادر حکمت ۲۶۶ تحف العقول ص۶۲، اصول کافی ۲ ص۴۹، ذیل الامالی ابو علی قالی ص۱۷۱، قوت القلوب ۱ ص۳۸۲، حلیۃ الاولیاء ۱ ص[illegible]، خصال صدوق ۱ ص۱۰۸، مناقب خوارزمی ص۲۶۸، دستور معالم الحکم قضاعی

مصادر حکمت ۲۶۷ عیون الاخبار ۳ ص۲۰۷، کامل مبرد ۱ ص۹۲، الفرج بعد الشدۃ ۱ ص۳۷

مصادر حکمت ۲۶۸ الفرج والظرفاء الرشاد ص۳۲، تحف العقول ص۲۰۱، الصدیق والصداقہ توحیدی ص۷۰، قوت القلوب ۲ ص۲۴۶، الجمع بین الغریبین، جمہرۃ الامثال ۱ ص۱۸۳، انساب الاشراف ۵ ص۹۵، مجمع الامثال ۱ ص۱۰۷

مصادر حکمت ۲۶۹ اعلام الدین

مصادر حکمت ۲۷۰ صحیح البخاری ۳ ص۹۱، سنن ابی داؤد ص۳۱۷، سنن ابن ماجہ ۲ ص۲۶۹، سنن بیہقی ۵ ص۱۱۹، فتوح البلدان، الریاض النضرہ ۲ ص۲۰، ربیع الابرار باب ص۷۵، فتح الباری ۳ ص۳۵۸، کنز العمال ۷ ص۱۴۵

۲۶۵۔ حکماء کا کلام درست ہوتا ہے تو دوا بن جاتا ہے اور غلط ہوتا ہے تو بیماری بن جاتا ہے۔ [۱]

۲۶۶۔ ایک شخص نے آپ سے مطالبہ کیا کہ ایمان کی تعریف فرمائیں۔ تو فرمایا کہ کل آنا تو میں مجمع عام میں بیان کروں گا تاکہ تم بھول جاؤ تو دوسرے لوگ محفوظ رکھ سکیں۔ اس لئے کہ کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک پکڑ لیتا ہے اور ایک کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ (مفصل جواب اس سے پہلے ایمان کے شعبوں کے ذیل میں نقل کیا جا چکا ہے)۔

۲۶۷۔ فرزند آدم! اُس دن کا غم جو ابھی نہیں آیا ہے اِس دن پر مت ڈالو جو آچکا ہے [۲] کہ اگر وہ تمھاری عمر میں شامل ہوگا تو اس کا رزق بھی اس کے ساتھ ہی آئے گا۔

۲۶۸۔ اپنے دوست سے ایک محدود حد تک دوستی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن دشمن ہو جائے اور دشمن سے بھی ایک حد تک دشمنی کرو شائد ایک دن دوست بن جائے (تو شرمندگی نہ ہو)۔

۲۶۹۔ دنیا میں دو طرح کے عمل کرنے والے پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو دنیا میں دنیا ہی کے لئے کام کرتا ہے اور اسے دنیا نے آخرت سے غافل بنا دیا ہے۔ وہ اپنے بعد والوں کے فقر سے خوفزدہ رہتا ہے اور اپنے بارے میں بالکل مطمئن رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری زندگی دوسروں کے فائدہ کے لئے فنا کر دیتا ہے۔ اور ایک شخص وہ ہوتا ہے جو دنیا میں اس کے بعد کے لئے عمل کرتا ہے اور اسے دنیا بغیر عمل کے مل جاتی ہے۔ وہ دنیا و آخرت دونوں کو پا لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک ہو جاتا ہے۔ خدا کی بارگاہ میں سرخرو ہو جاتا ہے اور کسی بھی حاجت کا سوال کرتا ہے تو پروردگار اسے پورا کر دیتا ہے۔

۲۷۰۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ عمر بن الخطاب کے سامنے ان کے دور حکومت میں خانہ کعبہ کے زیورات اور ان کی کثرت کا ذکر کیا گیا اور ایک قوم نے یہ تقاضا کیا کہ اگر آپ ان زیورات کو مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر دیں تو بہت بڑا اجر و ثواب ملے گا، کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے؟۔ تو انھوں نے اس رائے کو پسند کرتے ہوئے حضرت امیرؑ سے دریافت کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قرآن پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوا ہے اور آپ کے دور میں اموال کی چار قسمیں تھیں۔

---

[۱] یہ ایک انتہائی عظیم معاشرتی نکتہ ہے جس کا اندازہ ہر اس انسان کو ہے جس نے معاشرہ میں آنکھ کھول کر زندگی گذاری ہے اور اندھوں جیسی زندگی نہیں گذاری ہے۔ اس دنیا کے سرد و گرم کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں افراد سے ملنا بھی پڑتا ہے اور کبھی الگ بھی ہونا پڑتا ہے لہٰذا تقاضائے عقل مندی یہی ہے کہ زندگی میں ایسا اعتدال رکھے کہ اگر الگ ہونا پڑے تو سارے اسرار دوسرے کے قبضہ میں نہ ہوں کہ اس کا غلام بن کر رہ جائے اور اگر ملنا پڑے تو ایسے حالات نہ ہوں کہ شرمندگی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے۔

[۲] دورِ قدیم میں اس کا نام دور اندیشی رکھا جاتا تھا جہاں انسان صبح و شام محنت کرنے کے باوجود نہ مال اپنی دنیا پر صرف کرتا تھا اور نہ آخرت پر۔ بلکہ اپنے وارثوں کے لئے ذخیرہ بنا کر چلا جاتا تھا۔ اس غریب کو یہ احساس بھی نہیں تھا کہ جب اسے خود اپنی عاقبت بنانے کی فکر نہیں ہے تو ورثار کو اس کی عاقبت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ۔۔ وہ تو ایک مالِ غنیمت کے مالک ہو گئے ہیں اور جس طرح چاہیں گے اسی طرح صرف کریں گے۔

أَرْبَعَةٌ: أَمْوَالُ الْمُسْلِمِينَ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ الْوَرَثَةِ فِي الْفَرَائِضِ؛ وَالْفَيْءُ فَقَسَّمَهُ عَلَىٰ مُسْتَحِقِّيهِ؛ وَالْخُمُسُ فَوَضَعَهُ اللهُ حَيْثُ وَضَعَهُ؛ وَالصَّدَقَاتُ فَجَعَلَهَا اللهُ حَيْثُ جَعَلَهَا. وَكَانَ حَلْيُ الْكَعْبَةِ فِيهَا يَوْمَئِذٍ. فَتَرَكَهُ اللهُ عَلَىٰ حَالِهِ، وَلَمْ يَتْرُكْهُ نِسْيَاناً، وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَاناً، فَأَقِرَّهُ حَيْثُ أَقَرَّهُ اللهُ وَ رَسُولُهُ.
فَقَالَ لَهُ عمر: لولاك لا فتضحنا. و ترك الحلي بحاله.

۲۷۱

و روي أنه ﴿عليه السلام﴾ رفع إليه رجلان سرقا من مال الله، أحدهما عبد من مال الله، والآخر من عروض الناس.

فقال ﴿عليه السلام﴾:

أَمَّا هٰذَا فَهُوَ مِنْ مَالُ اللهِ وَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ، مَالِ اللهِ أَكَلَ بَعْضُهُ بَعْضاً؛ وَ أَمَّا الْآخَرُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ الشَّدِيدُ. فقطع يده.

۲۷۲

و قال ﴿عليه السلام﴾:

لَوْ قَدِ اسْتَوَتْ قَدَمَايَ مِنْ هٰذِهِ الْمَدَاحِضِ لَغَيَّرْتُ أَشْيَاءَ.

۲۷۳

و قال ﴿عليه السلام﴾:

اِعْلَمُوا عِلْماً يَقِيناً أَنَّ اللهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ - وَ إِنْ عَظُمَتْ حِيلَتُهُ. وَاشْتَدَّتْ طِلْبَتُهُ. وَ قَوِيَتْ مَكِيدَتُهُ - أَكْثَرَ مِمَّا سُمِّيَ لَهُ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيمِ، وَ لَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِي ضَعْفِهِ وَ قِلَّةِ حِيلَتِهِ، وَ بَيْنَ أَنْ يَبْلُغَ مَا سُمِّيَ لَهُ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيمِ. وَ الْعَارِفُ لِهٰذَا، الْعَامِلُ بِهِ، أَعْظَمُ النَّاسِ رَاحَةً فِي مَنْفَعَةٍ، وَالتَّارِكُ لَهُ الشَّاكُّ فِيهِ، أَعْظَمُ النَّاسِ شُغْلاً فِي مَضَرَّةٍ. وَ رُبَّ مُنْعَمٍ عَلَيْهِ مُسْتَدْرَجٌ بِالنُّعْمَىٰ، وَ رُبَّ مُبْتَلًى مَصْنُوعٌ لَهُ بِالْبَلْوَىٰ! فَزِدْ أَيُّهَا الْمُسْتَنْفِعُ فِي شُكْرِكَ، وَ قَصِّرْ مِنْ عَجَلَتِكَ وَقِفْ عِنْدَ مُنْتَهَىٰ رِزْقِكَ.

۲۷۴

و قال ﴿عليه السلام﴾:

لَا تَجْعَلُوا عِلْمَكُمْ جَهْلاً، وَ يَقِينَكُمْ

عُروض ۔ جنس مال
مَداحِض ۔ لغزش کے مقامات
ذِکر حکیم ۔ قرآن مجید
مُستَدرَج ۔ جسے مہلت دیدی جائے
مُبتَلیٰ ۔ جس کا امتحان لیا جائے

...ل اس لفظ سے اس اجر و ثواب ...ی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا ...صریحی تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے ...ور جس کا وعدہ ہر عمل کرنے والے ...سے کیا گیا ہے اس میں کسی طاقت اور ...ضعف کی تفریق نہیں ہے انسان ...تنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اس کے ...جر و ثواب میں اضافہ نہیں ہو سکتا ...ہے اور کتنا ہی ضعیف و ناتوان ...یوں نہ ہو اس کے ثواب میں کمی ...نہیں ہو سکتی ہے۔

...مال دنیا کبھی ہاتھ آکر بلاؤں کا ...ذریعہ بن جاتا ہے اور کبھی ہاتھ سے ...نکل کر اجر و ثواب کا وسیلہ قرار پاتا ہے ...لہٰذا ضرورت سے زیادہ رزق کے لئے ...جان دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

...مسلمان کا ذاتی مال تھا ...خمس تھا جسے اس کے حقد... ...رات اس وقت بھی موجو... ...د آپ سے پوشیدہ تھا۔ ...آپ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو...

۲۷۱ ۔ کہا جاتا ہے کہ آ... ...ت المال کی ملکیت تھا اور... ...ل ہے کہ مال خدا کے ایک ح... ...کاٹ دیئے گئے۔

۲۷۲ ۔ اگر ان پھسلنے وا... ...جن کا سنتِ پیغمبرؐ سے کوئی تعل...

۲۷۳ ۔ یہ بات یقین کے ... ...یا گیا ہے (۱) چاہے اس کی تدبیر ک... ...ندہ تک اس کا مقسوم پہونچے ... اور اس کے مطابق عمل کرتا ... میں شک کرتا ہے، وہی س... ...عذاب کی لپیٹ میں لے لیا ... ...ث برکت بن جاتا ہے ۔ لہٰ... ...دوں پر ٹھہر جاؤ۔

۲۷۴ ۔ خبردار اپنے علم کو...

...صورت حال بظاہر خانۂ کعبہ کے ... ...وری ہیں تو ان کا تحفظ بھی ضرو... ...مصرف میں لگا دینا چاہئے ۔ بقول ... ...قدس مقام کے دیگر ضروریات

...ادر حکمت ۱۷۱ فروع کافی ، صـ۲۶۴ ، دعائم الاسلام ۲ صـ۴۷۴
...ادر حکمت ۱۷۲ غرر الحکم
...ادر حکمت ۱۷۳ کافی باب الجہاد ۵ صـ۹ ، تحف العقول صـ۱۵۴ ، امالی طوسیؒ ۱ صـ۱۶۵ ، مجالس مفیدؒ صـ۱۲۰
...ادر حکمت ۱۷۴ غرر الحکم صـ۳۳۷ ، تاریخ ابن عساکر

ایک مسلمان کا ذاتی مال تھا جسے حسب فرائض ورثا میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک بیت المال کا مال تھا جسے مستحقین میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک خمس تھا جسے اس کے حقداروں کے حوالہ کر دیتے تھے اور کچھ صدقات تھے جنھیں انھیں کے محل پر صرف کیا کرتے تھے۔ کعبہ کے زیورات اس وقت بھی موجود تھے اور پروردگار نے انھیں اسی حالت میں چھوڑ رکھا تھا۔ نہ رسول اکرمؐ انھیں بھولے تھے اور نہ ان کا وجود آپ سے پوشیدہ تھا۔ لہٰذا آپ انھیں اسی حالت پر رہنے دیں جس حالت پر خدا اور رسولؐ نے رکھا ہے۔ یہ سننا تھا کہ عمرؓ نے کہا آج اگر آپ نہ ہوتے تو میں رسوا ہو گیا ہوتا اور یہ کہہ کر زیورات کو ان کی جگہ چھوڑ دیا۔

۲۷۱۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنھوں نے بیت المال سے مال چرایا تھا۔ ایک ان میں سے غلام اور بیت المال کی ملکیت تھا اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جو بیت المال کی ملکیت ہے اس پر کوئی حد نہیں ہے کہ مال خدا کے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھا لیا ہے۔ لیکن دوسرے پر شدید حد جاری کی جائے گی۔ جس کے بعد اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔

۲۷۲۔ اگر ان پھسلنے والی جگہوں پر میرے قدم جم گئے تو میں بہت سی چیزوں کو بدل دوں گا (جنھیں پیشرو خلفا نے ایجاد کیا ہے اور جن کا سنت پیغمبرؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

۲۷۳۔ یہ بات یقین کے ساتھ جان لو کہ پروردگار نے کسی بندہ کے لئے اس سے زیادہ نہیں قرار دیا ہے جتنا کتاب حکیم میں بیان کر دیا گیا ہے چاہے[1] اس کی تدبیر کتنی ہی عظیم، اس کی جستجو کتنی ہی شدید اور اس کی ترکیبیں کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہوں ــ اور اسی طرح وہ بندہ تک اس کا مقسوم پہونچنے کی راہ میں کبھی حائل نہیں ہوتا ہے چاہے وہ کتنا ہی کمزور اور بیچارہ کیوں نہ ہو۔ جو اس حقیقت کو جانتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے وہی سب سے زیادہ راحت اور فائدہ میں رہتا ہے اور جو اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اس میں شک کرتا ہے، وہی سب سے زیادہ نقصان میں مبتلا ہوتا ہے۔ کتنے ہی افراد ہیں جنھیں نعمتیں دی جاتی ہیں اور انھیں کے ذریعہ عذاب کی لپیٹ میں لے لیا جاتا ہے۔ اور کتنے ہی افراد ہیں جو مبتلائے مصیبت ہوتے ہیں لیکن یہی ابتلا ان کے حق میں باعث برکت بن جاتا ہے۔ لہٰذا اے فائدہ کے طلبگار و! اپنے شکر میں اضافہ کرو اور اپنی جلدی کم کر دو اور اپنے رزق کی حدوں پر ٹھہر جاؤ۔

۲۷۴۔ خبردار اپنے علم کو جہل نہ بناؤ اور اپنے یقین کو شک نہ قرار دو۔

---

[1] یہ صورت حال بظاہر خانۂ کعبہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام مقدس مقامات کا یہی حال ہے کہ ان کے زینت و آرائش کے اسباب اگر ضروری ہیں تو ان کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ لیکن اگر ان کی کوئی افادیت نہیں ہے تو ان کے بارے میں ذمہ داران شریعت سے رجوع کر کے صحیح مصرف میں لگا دینا چاہئے۔ بقول شخصے بجلی کے دور میں موم بتی اور خوشبو کے دور میں اگر بتی کے تحفظ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہی پیسہ اسی مقدس مقام کے دیگر ضروریات پر صرف کیا جا سکتا ہے۔

شَكّاً. إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا، وَ إِذَا تَيَقَّنْتُمْ فَأَقْدِمُوا.

۲۷۵

و قال (عليه السلام):

إِنَّ الطَّمَعَ مُورِدٌ غَيْرُ مُصْدِرٍ، وَ ضَامِنٌ غَيْرُ وَفِيٍّ. وَ رُبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَاءِ قَبْلَ رِيِّهِ؛ وَ كُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّيْءِ الْمُتَنَافَسِ فِيهِ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ لِفَقْدِهِ. وَ الْأَمَانِيُّ تُعْمِي أَعْيُنَ الْبَصَائِرِ. وَالْحَظُّ يَأْتِي مَنْ لَا يَأْتِيهِ.

۲۷۶

و قال (عليه السلام):

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تُحَسِّنَ فِي لَامِعَةِ الْعُيُونِ عَلَانِيَتِي. وَ تُقَبِّحَ فِيمَا أُبْطِنُ لَكَ سَرِيرَتِي مُحَافِظاً عَلَى رِئَاءِ النَّاسِ مِنْ نَفْسِي بِجَمِيعِ مَا أَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِ مِنِّي. فَأُبْدِيَ لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِي، وَأُفْضِيَ إِلَيْكَ بِسُوءِ عَمَلِي، تَقَرُّباً إِلَى عِبَادِكَ. وَ تَبَاعُداً مِنْ مَرْضَاتِكَ.

۲۷۷

و قال (عليه السلام):

لَا وَالَّذِي أَمْسَيْنَا مِنْهُ فِي غُبْرِ لَيْلَةٍ دَهْمَاءَ، تَكْشِرُ عَنْ يَوْمٍ أَغَرَّ، مَا كَانَ كَذَا وَ كَذَا.

۲۷۸

و قال (عليه السلام):

قَلِيلٌ تَدُومُ عَلَيْهِ أَرْجَى مِنْ كَثِيرٍ مَمْلُولٍ مِنْهُ.

۲۷۹

و قال (عليه السلام):

إِذَا أَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرَائِضِ فَارْفُضُوهَا.

۲۸۰

و قال (عليه السلام):

مَنْ تَذَكَّرَ بُعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ.

ت ۲۷۵ غرر الحکم، مطالب السئول ۱ ص۱۶۴، مجمع الامثال ۲ ص۴۵۴، نہایۃ الادب ۳ ص۳۳۶
ت ۲۷۶ العقد الفرید ۳ ص۲۲۲
ت ۲۷۷
ت ۲۷۸ غرر الحکم ص۲۳۴، روض الاخیار ص۲۰۲
ت ۲۷۹ تحف العقول ص۱۶۷، قصار الحکم ص۳۹
ت ۲۸۰ تحف العقول ص۱۶۷، غرر الحکم

جب جان لو تو عمل کرو[1] اور جب یقین ہو جائے تو قدم آگے بڑھاؤ۔

۲۷۵۔ لالچ جہاں وارد کر دیتی ہے وہاں سے نکلنے نہیں دیتی ہے اور یہ ایک ایسی ضمانت دار ہے[2] جو وفادار نہیں ہے۔ کہ کبھی کبھی تو پانی پینے والے کو سیرابی سے پہلے ہی اچھو لگ جاتا ہے اور جس قدر کسی مرغوب چیز کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اس کے کھو جانے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدۂ بصیرت کو اندھا بنا دیتی ہیں اور جو کچھ نصیب میں ہوتا ہے وہ بغیر کوشش کے بھی مل جاتا ہے۔

۲۷۶۔ خدایا[3] میں اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کی ظاہری نگاہ میں میرا ظاہر حسین ہو اور جو باطن تیرے لئے چھپائے ہوئے ہوں وہ قبیح ہو۔ میں لوگوں کے دکھاوے کے لئے ان چیزوں کی نگہداشت کروں جن پر تو اطلاع رکھتا ہے۔ کہ لوگوں پر حسن ظاہر کا مظاہرہ کروں اور تیری بارگاہ میں بدترین عمل کے ساتھ حاضری دوں۔ تیرے بندوں سے قربت اختیار کروں اور تیری مرضی سے دور ہو جاؤں۔

۲۷۷۔ اس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے شب تاریک کے اس باقی حصہ کو گذار دیا ہے جس کے چھٹتے ہی روزِ درخشاں ظاہر ہوگا ایسا اور ایسا نہیں ہوا ہے (صلی)

۲۷۸۔ تھوڑا عمل جسے پابندی سے انجام دیا جائے اس کثیر عمل سے بہتر ہے جس سے آدمی اکتا جائے۔

۲۷۹۔ جب[4] نوافل فرائض کو نقصان پہونچانے لگیں تو انھیں چھوڑ دو۔

۲۸۰۔ جو دوری سفر کو یاد رکھتا ہے وہ تیاری بھی کرتا ہے۔

[1] امام علیہ السلام کی نظر میں علم اور یقین کے ایک مخصوص معنی ہیں جن کا اظہار انسان کے کردار سے ہوتا ہے۔ آپ کی نگاہ میں علم صرف جاننے کا نام نہیں ہے اور نہ یقین صرف اطمینان قلب کا نام ہے بلکہ دونوں کے وجود کا ایک فطری تقاضا ہے جس سے ان کی واقعیت اور اصالت کا اندازہ ہوتا ہے کہ انسان واقعاً صاحب علم ہے تو باعمل بھی ہوگا اور واقعاً صاحب یقین ہے تو قدم بھی آگے بڑھائے گا۔ ایسا نہ ہو تو علم جہل کہے جانے کے قابل ہے اور یقین شک سے بالاتر کوئی شے نہیں ہے۔

[2] لالچ انسان کو ہزاروں چیزوں کا یقین دلا دیتی ہے اور اس سے وعدہ بھی کر لیتی ہے لیکن وقت پر وفا نہیں کرتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سیراب ہونے سے پہلے ہی اچھو لگ جاتا ہے اور سیراب ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی ہے۔ لہٰذا تقاضائے عقل و دانش یہی ہے کہ انسان لالچ سے اجتناب کرے اور بقدر ضرورت پر اکتفا کرے جو بہرحال اسے حاصل ہونے والا ہے۔

[3] عام طور سے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ عوام الناس کے سامنے آنے کے لئے اپنے ظاہر کو پاک و پاکیزہ اور حسین و جمیل بنا لیتے ہیں اور یہ خیال ہی نہیں رہ جاتا ہے کہ ایک دن اس کا بھی سامنا کرنا ہے جو ظاہر کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ باطن پر نگاہ رکھتا ہے اور اسرار کا بھی حساب کرنے والا ہے۔

مولائے کائناتؑ نے عالم انسانیت کو اسی کمزوری کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس دعا کا لہجہ اختیار کیا ہے جہاں دوسروں پر براہ راست تنقید بھی نہ ہو اور اپنا پیغام بھی تمام افراد تک پہونچ جائے۔ شائد انسانوں کو یہ احساس پیدا ہو جائے کہ عوام الناس کا سامنا کرنے سے زیادہ اہمیت مالک کے سامنے جانے کی ہے اور اس کے لئے باطن کا پاک و صاف رکھنا بیحد ضروری ہے۔

[4] تقدس مآب حضرات کے لئے یہ بہترین نسخۂ ہدایت ہے جو اجتماعی اور عوامی فرائض سے غافل ہو کر مستحبات پر جان دئے پڑے رہتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرتے ہیں اور اسی طرح یہ ان صاحبانِ ایمان کے لئے سامانِ تنبیہ ہے جو مستحبات پر اتنا وقت اور سرمایہ صرف کر دیتے ہیں کہ واجبات کے لئے نہ وقت بچتا ہے اور نہ سرمایہ۔ جب کہ قانونی اعتبار سے ایسے مستحبات کی کوئی حیثیت نہیں ہے جن سے واجبات متاثر ہو جائیں اور انسان فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا شکار ہو جائے۔

۲۸۱

و قال (عليه السلام):

لَيْسَتِ الرُّؤْيَةُ كَالْمُعَايَنَةِ مَعَ الْأَبْصَارِ؛ فَقَدْ تَكْذِبُ الْعُيُونُ أَهْلَهَا، وَ لَا يَغُشُّ الْعَقْلُ مَنِ اسْتَنْصَحَهُ.

۲۸۲

و قال (عليه السلام):

بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابٌ مِنَ الْغِرَّةِ.

۲۸۳

و قال (عليه السلام):

جَاهِلُكُمْ مُزْدَادٌ، وَ عَالِمُكُمْ مُسَوِّفٌ.

۲۸۴

و قال (عليه السلام):

قَطَعَ الْعِلْمُ عُذْرَ الْمُتَعَلِّلِينَ.

۲۸۵- و قال (عليه السلام):

كُلُّ مُعَاجَلٍ يَسْأَلُ الْإِنْظَارَ، وَ كُلُّ مُؤَجَّلٍ يَتَعَلَّلُ بِالتَّسْوِيفِ.

۲۸۶

و قال (عليه السلام):

مَا قَالَ النَّاسُ لِشَيْءٍ «طُوبَى لَهُ» إِلَّا وَ قَدْ خَبَأَ لَهُ الدَّهْرُ يَوْمَ سَوْءٍ.

۲۸۷

و سئل عن القدر، فقال:

طَرِيقٌ مُظْلِمٌ فَلَا تَسْلُكُوهُ، وَ بَحْرٌ عَمِيقٌ فَلَا تَلِجُوهُ، وَ سِرُّ اللهِ فَلَا تَتَكَلَّفُوهُ.

۲۸۸

و قال (عليه السلام):

إِذَا أَرْذَلَ اللهُ عَبْداً حَظَرَ عَلَيْهِ الْعِلْمَ.

۲۸۹

و قال (عليه السلام):

كَانَ لِي فِيمَا مَضَى أَخٌ فِي اللهِ، وَ كَانَ

تیۃ - غور و فکر
ۃ - غفلت
داد - زیادہ کام کرنے والا
سوف - ٹالنے والا
ظار - مہلت
جل - عمر دراز
سویف - تاخیر اجل
ذل - رذیل بنا دے
ظر - ممنوع قرار دیدیتا ہے

صادر حکمت ۲۸۱ غرر الحکم
صادر حکمت ۲۸۲ تحف العقول ص۱۶۷ ، غرر الحکم ص۲۳۸
صادر حکمت ۲۸۳
صادر حکمت ۲۸۴ غرر الحکم
صادر حکمت ۲۸۵ تحف العقول ص۱۶۷ ، قصار الحکم ص۲۸۲
صادر حکمت ۲۸۶ تذکرۃ الخواص ص۱۵۶ ، غرر الحکم ص۳۱۰ ، ربیع الابرار ، الغرر العرر ص۵۴ ، المستطرف ۲ ص۶۶
صادر حکمت ۲۸۷ توحید صدوق ص۳۶۴ ، فقہ الرضا ، بحار الانوار ۵ ص۱۲۳ ، تذکرۃ الخواص ص۱۵۹ ، تاریخ الخلفاء ص۱۸۲
صادر حکمت ۲۸۸ غرر الحکم آمدی
صادر حکمت ۲۸۹ اصول کافی ۱ ص۴۹۳ ، تحف العقول ص۲۴۳ ، عیون الاخبار ۲ ص۲۲۴ ، تاریخ بغداد ۱۲ ص۳۱۵ ، ربیع الابرار باب الخیر والصلاح الادب الکبیر ص۱۴۵ ، مرآۃ العقول مجلسیؒ ۲ ص۲۱۳ ، مشکوٰۃ الانوار ص۲۱۶

۲۸۱۔ آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا شمار نہیں ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آنکھیں اپنے اشخاص کو دھوکہ دے دیتی ہیں لیکن عقل[1] نصیحت حاصل کرنے والے کو فریب نہیں دیتی ہے۔

۲۸۲۔ تمھارے اور نصیحت کے درمیان غفلت کا ایک پردہ حائل رہتا ہے۔

۲۸۳۔ تمھارے جاہلوں کو دولت فراواں دے دی جاتی ہے اور عالم کو صرف مستقبل کی امید دلائی جاتی ہے۔

۲۸۴۔ علم ہمیشہ بہانہ بازوں[2] کے عذر کو ختم کر دیتا ہے۔

۲۸۵۔ جس کی موت جلدی آجاتی ہے وہ مہلت کا مطالبہ کرتا ہے اور جسے مہلت مل جاتی ہے وہ ٹال مٹول کرتا ہے۔

۲۸۶۔ جب بھی لوگ کسی چیز پر واہ واہ کرتے ہیں تو زمانہ اس کے واسطے ایک بُرا دن چھپا کر رکھتا ہے۔

۲۸۷۔ آپ سے قضا و قدر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ ایک تاریک راستہ ہے اس پر مت چلو اور ایک گہرا سمندر ہے اس میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرو اور ایک راز الٰہی ہے لہٰذا اسے[3] معلوم کرنے کی زحمت نہ کرو۔

۲۸۸۔ جب پروردگار کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے علم و دانش سے محروم کر دیتا ہے۔

۲۸۹۔ گذشتہ زمانہ میں میرا ایک بھائی تھا۔ جس کی عظمت میری نگاہوں میں اس لئے تھی کہ

[1] انسانی علم کے تین وسائل ہیں۔ ایک اس کا ظاہری احساس و ادراک ہے اور ایک اس کی عقل ہے جس پر تمام عقلاء بشر کا اتفاق ہے اور تیسرا راستہ وحی الٰہی ہے جس پر صاحبانِ ایمان کا ایمان ہے اور بے ایمان اس وسیلہ ادراک سے محروم ہیں۔ ان تینوں میں اگرچہ وحی کے بارے میں خطا کا کوئی امکان نہیں ہے اور اس اعتبار سے اس کا مرتبہ سب سے افضل ہے لیکن خود وحی کا ادراک بھی عقل کے بغیر ممکن نہیں ہے اور اس اعتبار سے عقل کا مرتبہ ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں کتاب العقل کو سب سے پہلے قرار دیا گیا ہے اور اس طرح اس کی بنیادی حیثیت کا اعلان کیا گیا ہے۔

[2] اگر انسان واقعاً عالم ہے تو علم کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کرے اور کسی طرح کی بہانہ بازی سے کام نہ لے جس طرح کہ درباری اور سیاسی علماء دیدہ و دانستہ حقائق سے انحراف کرتے ہیں اور دنیاوی مفادات کی خاطر اپنے علم کا ذبیحہ کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ قاتل اور رہزن کہے جانے کے قابل ہیں۔ عالم اور فاضل کہے جانے کے لائق نہیں ہیں۔

[3] اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسلام کسی بھی موضوع کے بارے میں جہالت کا طرفدار ہے اور نہ جاننے ہی کو افضلیت عطا کرتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اکثر لوگ ان حقائق کے متحمل نہیں ہوتے ہیں۔ لہٰذا انسان کو انھیں چیزوں کا علم حاصل کرنا چاہیے جو اس کے لئے قابلِ تحمل و برداشت ہو۔ اس کے بعد اگر حدود تحمل سے باہر ہو تو پڑھ لکھ کر بہک جانے سے ناواقف رہنا ہی بہتر ہے۔

يُـعَظِّمُهُ فِي عَـيْنِي صِغَرُ الدُّنْـيَا فِي عَـيْنِهِ. وَكَـانَ خَـارِجاً مِـنْ سُـلْطَانِ بَـطْنِهِ، فَـلَا يَشْـتَهِي مَـا لَا يَجِـدُ، وَ لَا يُكْـثِرُ إِذَا وَجَـدَ. وَكَـانَ أَكْـثَرَ دَهْـرِهِ صَـامِتاً، فَـإِنْ قَـالَ بَـذَّ الْـقَائِلِينَ، وَ نَـقَعَ غَـلِيلَ السَّـائِلِينَ. وَكَـانَ ضَـعِيفاً مُسْـتَضْعَفاً! فَـإِنْ جَـاءَ الْجِـدُّ فَـهُوَ لَـيْثُ غَـابٍ. وَصِـلُّ وَادٍ، لَا يُـدْلِي بِحُـجَّةٍ حَـتَّىٰ يَأْتِيَ قَـاضِياً وَكَـانَ لَا يَـلُومُ أَحَـداً عَـلَىٰ مَـا يَجِـدُ الْـعُذْرَ فِي مِـثْلِهِ، حَـتَّىٰ يَسْـمَعَ اعْـتِذَارَهُ، وَكَـانَ لَا يَشْكُـو وَجَـعاً إِلَّا عِـنْدَ بُـرْئِهِ؛ وَكَـانَ يَـقُولُ مَـا يَـفْعَلُ وَ لَا يَـقُولُ مَـا لَا يَـفْعَلُ، وَكَـانَ إِذَا غُـلِبَ عَـلَىٰ الْكَـلَامِ لَمْ يُـغْلَبْ عَـلَىٰ السُّكُـوتِ، وَكَـانَ عَـلَىٰ مَـا يَسْمَعُ أَحْـرَصَ مِـنْهُ عَـلَىٰ أَنْ يَـتَكَلَّمَ؛ وَكَـانَ إِذَا بَـدَهَهُ أَمْـرَانِ يَـنْظُرُ أَيُّهُـمَا أَقْـرَبُ إِلَىٰ الْهَـوَىٰ فَـيُخَالِفُهُ، فَـعَلَيْكُمْ بِهَـذِهِ الْخَـلَائِقِ فَـالْزَمُوهَا وَ تَـنَافَسُوا فِـيهَا، فَـإِنْ لَمْ تَسْـتَطِيعُوهَا فَـاعْلَمُوا أَنَّ أَخْـذَ الْـقَلِيلِ خَـيْرٌ مِـنْ تَـرْكِ الْكَثِيرِ.

۲۹۰

و قال (ؑ):

لَـوْ لَمْ يَـتَوَعَّدِ اللّٰهُ عَـلَىٰ مَـعْصِيَتِهِ لَكَـانَ يَجِبُ أَلَّا يُـعْصَىٰ شُكْـراً لِـنِعَمِهِ.

۲۹۱

و قال (ؑ):

و قد عزى الأشعث بن قيس[له] عن ابن له:

يَـا أَشْـعَثُ، إِنْ تَحْـزَنْ عَـلَىٰ ابْـنِكَ فَـقَدِ اسْـتَحَقَّتْ مِـنْكَ ذٰلِكَ الرَّحِـمُ، وَ إِنْ تَـصْبِرْ فَـفِي اللّٰهِ مِـنْ كُـلِّ مُـصِيبَةٍ خَـلَفٌ. يَا أَشْـعَثُ، إِنْ صَـبَرْتَ جَـرَىٰ عَـلَيْكَ الْـقَدَرُ وَ أَنْتَ مَأْجُـورٌ، وَ إِنْ جَـزِعْتَ جَـرَىٰ عَـلَيْكَ الْـقَدَرُ وَ أَنْتَ مَأْزُورٌ. يَـا أَشْـعَثُ، ابْـنُكَ سَرَّكَ وَ هُـوَ بَـلَاءٌ وَ فِـتْنَةٌ، وَ حَـزَنَكَ وَ هُـوَ ثَـوَابٌ وَ رَحْـمَةٌ.

۲۹۲

و قال (ؑ):

على قبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله و سلم ساعة دفنه.

بَذَّ - روک دیا
نَقَعَ الغلیل - پیاس بجھادی
لیث - اسد
غاب - بیشہ، جھاڑی
صِلّ - سانپ
یُدلی - پیش کرتا ہے
بَدَہَ - اچانک پیش آگیا
توعّد - ڈرانا
مَأزُور - گنہگار
حَزَن - رنجیدہ کردیا

(لہ) اولاد دنیا کے اعتبار سے بلاء ہوتی ہے کہ ماں باپ کو ان کی زندگی اور تربیت کے لئے بے پناہ زحمت برداشت کرنا پڑتا ہے اور آخرت کے اعتبار سے امتحان و آزمائش ہوتی ہے کہ ذرا غفلت ہوگئی اور آخرت برباد ہوگئی۔ رب کریم ہر مومن کو اس منزل آزمائش میں کامیابی عطا فرمائے اور سب کی اولاد کو صالح و نیک کردار قرار دے۔

مصادر حکمت ۲۹۰ تذکرة الخواص ص۱۳۵، غرر الحکم ص۲۶۲
مصادر حکمت ۲۹۱ کافی ۳ ص۲۶۱، البیان والتبیین ۳ ص۱۷۵، تحف العقول ص۲۰۹، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۸۵، العقد الفرید ۲ ص۳۳، البدیع اسامہ بن منقذ، عیون الاخبار، ص۶۱، قصار الحکم ص۹۹
مصادر حکمت ۲۹۲ دستور معالم الحکم ص۱۹۸، غرر الحکم ص۱۰۳، نہایۃ نویری ۵ ص۱۹۶

دنیا اس کی نگاہوں[1] میں حقیر تھی اور اس پر پیٹ کی حکومت نہیں تھی۔ جو چیز نہیں ملتی تھی اس کی خواہش نہیں کرتا تھا اور جو مل جاتی تھی اسے زیادہ استعمال نہیں کرتا تھا۔ اکثر اوقات خاموش رہا کرتا تھا اور اگر بولتا تھا تو تمام بولنے والوں کو چپ کر دیتا تھا۔ سائلوں کی پیاس کو بجھا دیتا تھا اور بظاہر عاجز اور کمزور تھا لیکن جب جہاد کا موقع آجاتا تھا تو ایک شیر بیشہ شجاعت اور اژدر وادی ہو جایا کرتا تھا۔ کوئی دلیل نہیں پیش کرتا تھا جب تک فیصلہ کن نہ ہو اور جس بات میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی اس پر کسی کی ملامت نہیں کرتا تھا جب تک عذر سن نہ لے۔ کسی درد کی شکایت نہیں کرتا تھا جب تک اس سے صحت نہ حاصل ہو جائے۔ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو نہیں کر سکتا تھا وہ کہتا بھی نہیں تھا۔ اگر بولنے میں اس پر غلبہ حاصل بھی کر لیا جائے تو سکوت میں کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہشمند رہتا تھا۔ جب اس کے سامنے دو طرح کی چیزیں آتی تھیں اور ایک خواہش سے قریب تر ہوتی تھی تو اسی کی مخالفت کرتا تھا۔ لہٰذا تم سب بھی انھیں اخلاق کو اختیار کرو اور انھیں کی فکر کرو اور اگر نہیں کر سکتے ہو تو یاد رکھو کہ قلیل کا اختیار کر لینا کثیر کے ترک کر دینے سے بہرحال بہتر ہوتا ہے۔

۲۹۰۔ اگر خدا نافرمانی پر عذاب کی وعید[2] نہ بھی کرتا جب بھی ضرورت تھی کہ شکر نعمت کی بنیاد پر اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔

۲۹۱۔ اشعث بن قیس کو اس کے فرزند کا پُرسہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اشعث! اگر تم اپنے فرزند کے غم میں محزون ہو تو یہ اس کی قرابت[3] کا حق ہے لیکن اگر صبر کر لو تو اللہ کے یہاں ہر مصیبت کا ایک اجر ہے۔

اشعث! اگر تم نے صبر کر لیا تو قضا و قدر الٰہی اس عالم میں جاری ہو گی کہ تم اجر کے حقدار ہو گے اور اگر تم نے فریاد کی تو قدر الٰہی اس عالم میں جاری ہو گی کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہو گا۔

اشعث! تمھارے لئے بیٹا مسرت کا سبب[1] تھا جب کہ وہ ایک آزمائش اور امتحان تھا اور حزن کا باعث ہو گیا ہے جب کہ اس میں ثواب اور رحمت ہے۔

۲۹۲۔ پیغمبرِ اسلامؐ کے دفن کے وقت قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

---

[1] بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ واقعاً کسی شخصیت کی طرف اشارہ ہے جس کے حالات و کیفیات کا اندازہ نہیں ہو سکا ہے اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ ایک آئیڈیل اور مثالیہ کی نشاندہی ہے کہ صاحب ایمان کو اسی کردار کا حامل ہونا چاہئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسی راستہ پر چلنے کی کوشش کرنا چاہئے تاکہ اس کا شمار واقعاً صاحبان ایمان و کردار میں ہو جائے۔

[2] ضرورت نہیں ہے کہ انسان صرف عذاب کے خوف سے محرمات سے پرہیز کرے بلکہ تقاضائے شرافت یہ ہے کہ نعمت پروردگار کا احساس پیدا کر کے اس کی دی ہوئی نعمتوں کو حرام میں صرف کرنے سے اجتناب کرے۔

[3] یہ اس بات کی علامت ہے کہ بیٹے کے ملنے پر مسرت بھی ایک فطری امر ہے اور اس کے چلے جانے پر حزن و الم بھی ایک فطری تقاضا ہے لیکن انسان کی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ مسرت میں امتحان کو نظرانداز نہ کرے اور غم کے ماحول میں اجر و ثواب سے غافل نہ ہو جائے۔

إِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيلٌ إِلَّا عَنْكَ، وَ إِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيحٌ إِلَّا عَلَيْكَ، وَ إِنَّ الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِيلٌ، وَ إِنَّهُ قَبْلَكَ وَ بَعْدَكَ لَجَلَلٌ.

۲۹۳

و قال (عليه السلام):

لَا تَصْحَبِ الْمَائِقَ فَإِنَّهُ يُزَيِّنُ لَكَ فِعْلَهُ، وَ يَوَدُّ أَنْ تَكُونَ مِثْلَهُ.

۲۹٤

و قد سئل عن مسافة ما بين المشرق و للمغرب، فقال (عليه السلام):

مَسِيرَةُ يَوْمٍ لِلشَّمْسِ.

۲۹۵

و قال (عليه السلام):

أَصْدِقَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ، وَ أَعْدَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ؛ فَأَصْدِقَاؤُكَ: صَدِيقُكَ، وَ صَدِيقُ صَدِيقِكَ، وَ عَدُوُّ عَدُوِّكَ. وَ أَعْدَاؤُكَ: عَدُوُّكَ وَ عَدُوُّ صَدِيقِكَ، وَ صَدِيقُ عَدُوِّكَ.

۲۹٦

و قال (عليه السلام):

لرجل رآه يسعى على عدوٍّ له، بما فيه إضرار بنفسه: إِنَّمَا أَنْتَ كَالطَّاعِنِ نَفْسَهُ لِيَقْتُلَ رِدْفَهُ

۲۹۷

و قال (عليه السلام):

مَا أَكْثَرَ الْعِبَرَ وَ أَقَلَّ الِاعْتِبَارَ!

۲۹۸

و قال (عليه السلام):

مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُومَةِ أَثِمَ، وَ مَنْ قَصَّرَ فِيهَا ظَلَمَ، وَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَّقِيَ اللهَ مَنْ خَاصَمَ.

۲۹۹

و قال (عليه السلام):

مَا أَهَمَّنِي ذَنْبٌ أُمْهِلْتُ بَعْدَهُ حَتَّىٰ أُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَ أَسْأَلَ اللهَ الْعَافِيَةَ.

۳۰۰

و سئل عليه السلام: كيف يحاسب اللهُ الخلق على كثرتهم؟ فقال (عليه السلام): كَمَا يَرْزُقُهُمْ عَلَىٰ كَثْرَتِهِمْ. فقيل: كيف يحاسبهم و لا يرونه؟ فقال عليه السلام: كَمَا يَرْزُقُهُمْ وَ لَا يَرَوْنَهُ.

لَ - معمولی - آسان
ق - احمق
ف - پیچھے بیٹھنے والا
عن - نیزہ مارنے والا
بر - عبرت کی جمع ہے
نبار - عبرت حاصل کرنا
ومت - جھگڑا

) اس ارشاد گرامی سے یہ بہرحال ح ہو جاتا ہے کہ انسان کی گنہگار) یں صرف زبانی توبہ کا کوئی اثر تا ہے بلکہ انسان واقعاً توبہ کرنا چاہتا پہلے دو رکعت نماز ادا کرے اس کے بر د استغفار کرے تا کہ پروردگار امنے اتنا تو ثابت کر سکے کہ انحراف ستہ سے پلٹ کر بندگی کی راہ پر ہے اور اب توبہ کرنا چاہتا ہے۔!

لمت ۲۹۳ عیون الاخبار ۳ ص ۶۹، تحف العقول ص ۳۰۵
ت ۲۹۴ عیون الاخبار ۲ ص ۲۰۸، العقد الفرید ۲ ص ۲۶۸، الغارات ابن ہلال، بحار الانوار ۵ ص ۹۳، البیان والتبیین ۳ ص ۱۷۰، امالی سید مرتضیٰ ۱ ص ۲۷۳ تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۵۱، ربیع الابرار باب الجوابات المسکتہ
ت ۲۹۵ العقد الفرید ۲ ص ۳۰۶
ت ۲۹۶ تاریخ طبری ۵
ت ۲۹۷ تذکرۃ الخواص ص ۱۴۴، غرر الحکم ص ۳۰۹، امالی مرتضیٰ ۱ ص ۱۵۳
ت ۲۹۸ ارشاد مفیدؒ ص ۱۴۲، مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۳، غرر الحکم ص ۳۰۱، نہایۃ الادب ۳ ص ۶، الحکمۃ الخالدۃ ص ۱۴۵، اختصاص مفیدؒ ص ۲۳۹
ت ۲۹۹ سراج الملوک ص ۳۰۷، غرر الحکم ص ۳۱۳
ت ۳۰۰ امالی مرتضیٰؒ ۱ ص ۱۲۹، العقد الفرید ۴ ص ۲۰۶

صبر عام طور سے بہترین چیز ہے[1] مگر آپ کی مصیبت کے علاوہ۔ اور پریشانی و بیقراری بُری چیز ہے لیکن آپ کی وفات کے علاوہ آپ کی مصیبت بڑی عظیم ہے اور آپ سے پہلے اور آپ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔

۲۹۳۔ بیوقوف کی صحبت مت اختیار کرنا کہ وہ اپنے عمل کو خوبصورت بنا کر پیش کرے گا اور تم سے بھی ویسے ہی عمل کا تقاضا کرے گا۔

۲۹۴۔ آپ سے مشرق و مغرب کے فاصلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ آفتاب کا ایک دن کا راستہ۔

۲۹۵۔ تمہارے دوست بھی تین طرح کے ہیں اور دشمن بھی تین قسم کے ہیں۔ دوستوں کی قسمیں یہ ہیں کہ تمہارا دوست۔ تمہارے دوست کا دوست[2] اور تمہارے دشمن کا دشمن اور اسی طرح دشمنوں کی قسمیں یہ ہیں۔ تمہارا دشمن۔ تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست۔

۲۹۶۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو نقصان پہونچانے کی کوشش کر رہا ہے مگر اس میں خود اس کا نقصان بھی ہے۔ تو فرمایا کہ تیری مثال اس شخص کی ہے جو اپنے سینے میں نیزہ چبھو لے تاکہ پیچھے بیٹھنے والا ہلاک ہو جائے۔

۲۹۷۔ عبرتیں کتنی زیادہ ہیں اور اس کے حاصل کرنے والے کتنے کم ہیں۔

۲۹۸۔ جو لڑائی جھگڑے میں حد سے آگے بڑھ جائے وہ گنا ہگار ہوتا ہے اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور اس طرح جھگڑا کرنے والا تقویٰ کے راستے پر نہیں چل سکتا ہے (لہذا مناسب یہی ہے کہ جھگڑے سے پرہیز کرے)

۲۹۹۔ اس گناہ کی کوئی عمر نہیں ہے جس کے بعد اتنی مہلت مل جائے کہ انسان دو رکعت نماز ادا کر کے خدا سے عافیت کا سوال کر سکے (لیکن سوال یہ ہے کہ اس مہلت کی ضمانت کیا ہے)

۳۰۰۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ پروردگار اس قدر بے پناہ مخلوقات کا حساب[3] کس طرح کرے گا؟ تو فرمایا کہ جس طرح ان سب کو رزق دیتا ہے۔ دوبارہ سوال کیا گیا کہ جب وہ سامنے نہیں آئے گا تو حساب کس طرح لے گا؟ فرمایا جس طرح سامنے نہیں آتا ہے اور روزی دے رہا ہے۔

---

[1] اس کا مطلب یہ نہیں کہ صبر یا جزع و فزع کی دو قسمیں ہیں اور وہ کبھی جمیل ہوتا ہے اور کبھی غیر جمیل۔ بلکہ یہ مصیبت پیغمبر اسلامؐ کی عظمت کی طرف اشارہ ہے کہ اس موقع پر صبر کا امکان ہی نہیں ہے جس طرح دوسرے مصائب میں جزع و فزع کا کوئی جواز نہیں ہے اور انسان کو اسے برداشت ہی کر لینا چاہئے۔

[2] یہ اس موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ دونوں کی دوستی کی بنیاد ایک ہو ورنہ اگر ایک شخص ایک بنیاد پر دوستی کرتا ہے اور دوسرا دوسری بنیاد پر محبت کرتا ہے تو دوست کا دوست ہرگز دوست شمار نہیں کیا جا سکتا ہے جس طرح کہ دشمن کے دشمن کے لئے بھی ضروری ہے کہ دشمنی کی بنیاد وہی ہو جس بنیاد پر یہ شخص دشمنی کرتا ہے ورنہ اپنے اپنے مفادات کے لئے کام کرنے والے کبھی ایک رشتۂ محبت میں منسلک نہیں کئے جا سکتے ہیں۔

[3] انسان کے ذہن میں یہ خیالات اور شبہات اسی لئے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اس کی رزاقیت سے غافل ہو گیا ہے ورنہ ایک مسئلہ رزق سمجھ میں آجائے تو مسئلہ موت بھی سمجھ میں آسکتا ہے اور مسئلہ حساب و کتاب بھی۔ جو موت دے سکتا ہے وہ روزی بھی دے سکتا ہے اور جو روزی کا حساب رکھ سکتا ہے وہ اعمال کا حساب بھی کر سکتا ہے۔

۳۰۱

و قال (ﷺ):

رَسُولُكَ تَرْجُمَانُ عَقْلِكَ، وَ كِتَابُكَ أَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ!

۳۰۲

و قال (ﷺ):

مَا الْمُبْتَلَى الَّذِي قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَاءُ، بِأَحْوَجَ إِلَى الدُّعَاءِ الَّذِي لَا يَأْمَنُ الْبَلَاءَ.

۳۰۳

و قال (ﷺ):

النَّاسُ أَبْنَاءُ الدُّنْيَا، وَ لَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلَى حُبِّ أُمِّهِ.

۳۰٤

و قال (ﷺ):

إِنَّ الْمِسْكِينَ رَسُولُ اللهِ، فَمَنْ مَنَعَهُ فَقَدْ مَنَعَ اللهَ، وَ مَنْ أَعْطَاهُ فَقَدْ أَعْطَى اللهَ.

۳۰۵

و قال (ﷺ):

مَا زَنَى غَيُورٌ قَطُّ.

۳۰٦

و قال (ﷺ):

كَفَى بِالْأَجَلِ حَارِساً.

۳۰۷

و قال (ﷺ):

يَنَامُ الرَّجُلُ عَلَى الثُّكْلِ، وَ لَا يَنَامُ عَلَى الْحَرَبِ.

قال الرضي و معنى ذالك أنه يصبر على قتل الأولاد، و لا يصبر على سلب الأموال.

۳۰۸

و قال (ﷺ):

مَوَدَّةُ الْآبَاءِ قَرَابَةٌ بَيْنَ الْأَبْنَاءِ، وَ الْقَرَابَةُ إِلَى الْمَوَدَّةِ أَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ إِلَى الْقَرَابَةِ.

۳۰۹

و قال (ﷺ):

اتَّقُوا ظُنُونَ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى

ثُکل ۔ اولاد کا مر جانا

حَرَب ۔ مال کا چھن جانا

(۱) انسان کو لکھتے وقت اپنے اسلوب کلام پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے کہ اسلوب کلام سے اس کی طبیعت کا اندازہ کیا جاتا ہے اور خط بھیجتے وقت نامہ بر کا انتخاب بھی صحیح کرنا چاہئے کہ اس سے اس کی عقل کا اندازہ کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مالک کائنات نے اپنے پیغامات کے لئے ایسے افراد کا انتخاب کیا ہے جو ہر اعتبار سے کامل و اکمل تھے تاکہ انسانوں کو یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ صاحب عقل نہیں بلکہ خالق عقل ہے اور عقل اس کا دیا ہوا ایک تحفہ ہے جسے اس کی راہ میں صرف ہونا چاہئے۔

صادر حکمت ۳۰۱ رسائل کلینی، کشف المحجہ ابن طاؤس ص۱۶۰، دستور معالم الحکم ص۱۶، سراج الملوک ص۳۴۳ کنز الفوائد، بحار ا ص۱۶۰، مجمع الامثال ۲ ص۴۵۴، مطالب السئول ۱ ص۱۶۴، غرر الحکم ص۱۸۹

صادر حکمت ۳۰۲ امالی صدوق ص۱۰۹، غرر الحکم ص۳۱۳، دستور معالم الحکم ص۳۳

صادر حکمت ۳۰۳ التمثیل والمحاضرہ الثعالبی ص۲۵، محاضرات راغب ۲ ص۱۶۹، مجمع الامثال ۲ ص۴۵۴، العقد الفرید ۳ ص۱۶۱

صادر حکمت ۳۰۴ دعائم الاسلام ۱ ص۲۴۳، غرر الحکم ص۱۰۱

صادر حکمت ۳۰۵ مجمع الامثال ۲ ص۲۹۰، غرر الحکم ص۳۰۶، المستدرک حاکم ۲ ص۱۲۴، معانی الاخبار ص۱۰۳

صادر حکمت ۳۰۶ توحید صدوق ص۲۶۴، تحف العقول ص۲۲۴، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۷۵، اصول کافی ۲ ص۵۸، تاریخ الخلفاء ص۱۸۱

صادر حکمت ۳۰۷ کامل مبرد ۱ ص۳۹، غرر الحکم ص۳۶۱، مجمع الامثال ۲ ص۴۵۴

صادر حکمت ۳۰۸ مطالب السئول ۱ ص۱۶۳

صادر حکمت ۳۰۹ غرر الحکم ص۶۸، ربیع الابرار، روض الاخیار

۳۰۱۔ تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہوتا ہے اور تمہارا خط تمہارا بہترین ترجمان ہوتا ہے۔

۳۰۲۔ شدید ترین بلاؤں میں مبتلا ہوجانے والا اس سے زیادہ محتاج دعا[1] نہیں ہے جو فی الحال عافیت میں ہے لیکن نہیں معلوم ہے کہ کب مبتلا ہوجائے۔

۳۰۳۔ لوگ دنیا کی اولاد ہیں اور ماں کی محبت پر اولاد[2] کی ملامت نہیں کی جاسکتی ہے۔

۳۰۴۔ فقیر و مسکین درحقیقت خدائی فرستادہ ہے لہٰذا جس نے اس کو منع کردیا گویا خدا کو منع کردیا اور جس نے اسے عطا کردیا گویا قدرت کے ہاتھ میں دے دیا۔

۳۰۵۔ غیرت دار انسان کبھی زنا نہیں کرسکتا ہے (کہ یہی مصیبت اس کے گھر بھی آسکتی ہے)۔

۳۰۶۔ موت سے بہتر محافظ کوئی نہیں ہے۔

۳۰۷۔ انسان اولاد کے مرنے پر سو جاتا ہے لیکن مال کے لٹ جانے پر نہیں سوتا[3] ہے۔

سید رضیؒ۔ مقصد یہ ہے کہ اولاد کے مرنے پر صبر کرلیتا ہے لیکن مال کے چھننے پر صبر نہیں کرتا ہے۔

۳۰۸۔ بزرگوں کی محبت بھی اولاد کے لئے قرابت کا درجہ رکھتی ہے اور محبت قرابت کی اتنی محتاج نہیں جتنی قرابت محبت کی محتاج ہوتی ہے۔

(مقصد یہ ہے کہ تم لوگ آپس میں محبت اور الفت رکھو تاکہ تمہاری اولاد تمہارے دوستوں کو اپنا قرابت دار تصور کرے)۔

۳۰۹۔ مومنین کے گمان سے ڈرتے رہو کہ پروردگار حق کو صاحبانِ ایمان ہی کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے۔

[1] انسان کی فطرت ہے کہ جب مصیبت میں مبتلا ہوجاتا ہے تو دعائیں کرنے لگتا ہے اور دوسروں سے دعاؤں کی التماس کرنے لگتا ہے اور جیسے ہی بلا ٹل جاتی ہے دعاؤں سے غافل ہوجاتا ہے اور اس نکتہ کو یکسر نظرانداز کردیتا ہے کہ اس عافیت کے پیچھے بھی کوئی بلا ہوسکتی ہے اور موجودہ بلا سے بالاتر ہوسکتی ہے۔ لہٰذا تقاضائے دانشمندی یہی ہے کہ ہر حال میں دعا کرتا رہے اور کسی وقت بھی آنے والی مصیبتوں سے غافل نہ ہو کہ اس کے نتیجہ میں یادِ خدا سے غافل ہوجائے۔

[2] انسان جس خاک سے بنتا ہے اس سے بہرحال محبت کرتا ہے اور جس ماحول میں زندگی گذارتا ہے اس سے بہرحال مانوس ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں کسی انسان کی مذمت اور ملامت نہیں کی جاسکتی ہے لیکن محبت جب حد سے گذر جاتی ہے اور اصول و قوانین پر غالب آجاتی ہے تو بہرحال قابلِ ملامت و مذمت ہوجاتی ہے اور اس کا لحاظ رکھنا ہر فرد بشر کا فریضہ ہے ورنہ اس کے بغیر انسان قابلِ معافی نہیں ہوسکتا ہے۔

[3] اس کا مقصد طعن و طنز نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ موت کا تعلق قضا و قدرِ الٰہی سے ہے لہٰذا اس پر صبر کرنا انسان کا فریضہ ہے۔ لیکن مال کا چھن جانا ظلم و ستم اور غصب و نہب کا نتیجہ ہوتا ہے لہٰذا اس پر سکوت اختیار کرنا اور سکون سے سو جانا کسی قیمت پر مناسب نہیں ہے اور یہ انسانی غیرت و شرافت کے خلاف ہے لہٰذا انسان کو اس نکتہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

جَـعَلَ الْحَـقَّ عَـلَىٰ أَلْسِـنَتِهِمْ.

۳۱۰

و قال (عليه السلام):

لَا يَـصْدُقُ إِيْمَـانُ عَـبْدٍ، حَـتَّىٰ يَكُـونَ بِمَـا فِي يَـدِ اللهِ أَوْثَـقَ مِـنْهُ بِمَـا فِي يَـدِهِ.

۳۱۱

و قال (عليه السلام):

لأنس بن مالك، و قد كان بعثه إلى طلحة و الزبير لما جاء إلى البصرة يذكر هما شيئاً مما سمعه من رسول الله صلى اللهُ عليه و آله و سلم في معناهما، فلوى عن ذلك، فرج إليه، فقال: إِنِّي أُنْسِيتُ ذٰلِكَ الْأَمْرَ، فَقال عليه‌السلام: إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَضَرَبَكَ اللهُ بِهَا بَيْضَاءَ لَامِعَةً لَا تُوَارِيهَا الْعِمَامَةُ.

قال الرضي: يعني البرص، فأصاب أنساً هذا الداء فيما بعد في وجهه، فكان لا يرى إلا مبرقعاً.

۳۱۲

و قال (عليه السلام):

إِنَّ لِـلْقُلُوبِ إِقْـبَالاً وَ إِدْبَـاراً، فَـإِذَا أَقْـبَلَتْ فَـاحْمِلُوهَا عَـلَى النَّـوَافِـلِ، وَ إِذَا أَدْبَـرَتْ فَـاقْتَصِرُوا بِهَـا عَـلَى الْفَرَائِـضِ.

۳۱۳

و قال (عليه السلام):

«وَ فِي الْـقُرْآنِ نَـبَأُ مَا قَـبْلَكُمْ، وَ خَـبَرُ مَـا بَـعْدَكُـمْ، وَ حُـكْـمُ مَـا بَـيْنَكُمْ».

۳۱۴

و قال (عليه السلام):

رُدُّوا الْحَـجَرَ مِـنْ حَـيْثُ جَـاءَ، فَـإِنَّ الشَّرَّ[۱] لَا يَـدْفَعُهُ إِلَّا الشَّرُّ.

۳۱۵

و قال (عليه السلام):

لكـاتبه عـبيدالله بـن أبي رافـع: أَلِـقْ دَوَاتَكَ، وَ أَطِـلْ جِـلْفَةَ قَـلَمِكَ، وَ فَـرِّجْ بَـيْنَ السُّـطُورِ، وَ قَـرْمِطْ

ل قلب ۔ نشاط عمل
ر قلب ۔ عدم دلچسپی
حجر ۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا
۔ لیقہ (صرف) ڈالا کرو
ت ۔ نوک
لہ ۔ فاصلہ تنگ رکھنا

[۱] فقط ایک محاورہ ہے ورنہ شر ب شر نہیں ہوتا ہے بلکہ خیر ہے ۔ شر اور خیر کا رشتہ تضاد نا بلکا ہے اور دو متضاد ن کو ایک نام نہیں دیا جاسکتا

اس محاورہ کا مقصد صرف ہے کہ انسان جیس طرح کا کرے اسے ویسا ہی جواب دو تاکہ اسے اندازہ ہو کہ ظلم کہتے ہیں اور اسے برداشت میں مظلوم پر کیا گذرتی ہے ۔

حکمت ۳۱۰ تذکرۃ الخواص ص۱۱۸، مروج الذہب ۴ ص۳۴۴
حکمت ۳۱۱ المسترشد ص۱۹۳، المعارف ابن قتیبہ ص۲۵۱، خصال صدوق ا ص۲۰۷، ارشاد مفید ص۱۶۵، حلیۃ الاولیاء ۵ ص۲۶
حکمت ۳۱۲ قصار الحکم ۹۱
حکمت ۳۱۳ مروج الذہب ۳ ص۱۰۴، تفسیر رازی ۲ ص۴، اعجاز القرآن باقلانی ص۱۵، عیون الاخبار ۵ ص۱۳۲، العقد الفرید ا ص۱۷، دولۃ القرآن طٰہٰ عبد الباقی ص۶۴
حکمت ۳۱۴ ربیع الابرار، غرر الحکم ص۱۸۶، نہایۃ الادب ۶ ص۶۵، مجمع الامثال ا ص۳۰۶
حکمت ۳۱۵ الوزراء والکتاب جہشیاری ص۱۴، محاضرات الادباء ا ص۴۸، الجمل مفید ص۱۳۸

۳۱۰۔ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا ہے جب تک خدائی خزانہ پر اپنے ہاتھ کی دولت سے زیادہ اعتبار نہ کرے۔

۳۱۱۔ حضرت نے بصرہ پہونچنے کے بعد انس بن مالک سے کہا کہ جا کر طلحہ و زبیر کو وہ ارشادات رسول اکرمؐ[1] بتاؤ جو حضرت نے میرے بارے میں فرمائے ہیں۔ تو انھوں نے پہلو تہی کی اور پھر آکر یہ عذر کر دیا کہ مجھے وہ ارشادات یاد نہیں رہے! تو حضرتؑ نے فرمایا اگر تم جھوٹے ہو تو پروردگار تمھیں ایسے چمکدار داغ کی مار مارے گا کہ اسے دستار بھی نہیں چھپا سکے گی۔

سید رضیؒ۔ اس داغ سے مراد برص ہے جس میں انس مبتلا ہو گئے اور تا حیات چہرہ پر نقاب ڈالے رہے۔

۳۱۲۔ دل بھی کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اُچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب مائل ہوں تو انھیں مستحبات پر آمادہ کرو ورنہ صرف واجبات[2] پر اکتفا کر لو (کہ زبردستی عمل سے کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک اخلاص عمل نہ ہو)

۳۱۳۔ قرآن میں تمھارے پہلے کی خبر، تمھارے بعد کی پیشگوئی اور تمھارے درمیانی حالات کے احکام سب پائے جاتے ہیں۔

۳۱۴۔ جدھر سے پتھر آئے اُدھر ہی پھینک دو کہ شر کا جواب شر ہی ہوتا ہے

۳۱۵۔ آپ نے اپنے کاتب عبیداللہ بن ابی رافع سے فرمایا۔ اپنی دوات میں صوف ڈالا کرو اور اپنے قلم کی زبان لمبی رکھا کرو، سطروں کے درمیان فاصلہ رکھو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو

[1] جناب شیخ محمد عبدہ کا بیان ہے کہ اس سے اس ارشاد پیغمبرؐ کی طرف اشارہ تھا جس میں آپ نے براہ راست طلحہ و زبیر سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا تھا کہ تم لوگ علیؑ سے جنگ کرو گے اور ان کے حق میں ظالم ہو گے ـــــ اور ابن ابی الحدید کا کہنا ہے کہ یہ اس موقع کی طرف اشارہ ہے جب پیغمبرؐ نے میدان غدیر میں علیؑ کی مولائیت کا اعلان کیا تھا اور انس اس موقع پر موجود تھے لیکن جب حضرت نے گواہی طلب کی تو اپنی ضعیفی اور قلت حافظہ کا بہانہ کر دیا جس پر حضرت نے یہ بد دعا دے دی اور انس اس مرض برص میں مبتلا ہو گئے جیسا کہ ابن قتیبہ نے معارف میں نقل کیا ہے۔

[2] انسانی اعمال کے دو درجات ہیں۔ پہلا درجہ وہ ہوتا ہے جب عمل صحیح ہو جاتا ہے اور تکلیف شرعی ادا ہو جاتی ہے لیکن نگاہ قدرت میں قابل قبول نہیں ہوتا ہے۔ یہ وہ عمل ہے جس میں جملہ شرائط و واجبات جمع ہو جاتے ہیں لیکن اخلاص نیت اور اقبال نفس نہیں ہوتا ہے لیکن دوسرا درجہ وہ ہوتا ہے جس میں اقبال نفس بھی ہوتا ہے اور عمل قابل قبول بھی ہو جاتا ہے۔

حضرتؑ نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فریضہ بہر حال ادا کرنا ہے لیکن مستحبات کا واقعی ماحول اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اقبال نفس کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے اور واقعی عبادت الٰہی کی رغبت پیدا کر لیتا ہے۔

بَيْنَ الْحُرُوفِ: فَإِنَّ ذٰلِكَ أَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ.

٣١٦

و قال (عليه السلام):

أَنَا يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمَالُ يَعْسُوبُ الْفُجَّارِ.

قال الرضي: و معنى ذلك أن المؤمنين يتبعونني، و الفجار يتبعون المال كما تتبع النحل يعسوبها، و هو رئيسها.

٣١٧

و قال له بعض اليهود: ما دفنتم نبيكم حتى اختلفتم فيه! فقال (عليه السلام) له: إِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِيهِ، وَلٰكِنَّكُمْ مَا جَفَّتْ أَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتَّى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: «اجْعَلْ لَنَا إِلٰهاً كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ فَقَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ».

٣١٨

و قيل له: بِأَيِّ شَيْءٍ غَلَبْتَ الأَقْرَانَ؟ فقال (عليه السلام): مَا لَقِيتُ رَجُلاً إِلَّا أَعَانَنِي عَلَى نَفْسِهِ.

قال الرضي: يومىء بذلك إلى تمكن هيبته في القلوب.

٣١٩

و قال (عليه السلام):

لابنه محمد بن الحنفية: يَا بُنَيَّ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ، فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ، فَإِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِلدِّينِ، مَدْهَشَةٌ لِلْعَقْلِ، دَاعِيَةٌ لِلْمَقْتِ!

٣٢٠

و قال (عليه السلام):

لسائل سأله عن معضلة: سَلْ تَفَقُّهاً، وَ لَا تَسْأَلْ تَعَنُّتاً، فَإِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِيهٌ بِالْعَالِمِ، وَ إِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِيهٌ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَنِّتِ.

٣٢١

و قال (عليه السلام):

لعبد الله بن العباس، و قد أشار عليه في شيء لم يوافق رأيه: لَكَ أَنْ تُشِيرَ عَلَيَّ وَ أَرَى، فَإِنْ عَصَيْتُكَ فَأَطِعْنِي.

٣٢٢

و روي أنه (عليه السلام)، لما ورد الكوفة قادماً من صفين مر بالشباميين، فسمع بكاء النساء على قتلى صفين، و خرج إليه حرب بن شرحبيل الشبامي و كان من

قصعہ - عیب
ضلہ - مشکل
خبام - قبیلہ کا نام ہے
یہ سرکار دوعالم کے ارشاد کی
اشارہ ہے کہ علیؑ یعسوب المؤمنین
اور مال یعسوب المنافقین ہے
جسے ابن حجر نے اصابہ، ص۱۶۷ میں
ابن اثیر نے اسد الغابہ ۵ ص۲۸۷
نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید
بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا
اور اس کا مطلب یہ قرار دیا ہے
صاحبان ایمان اسی طرح علیؑ کے
اشاروں پر چلیں گے جس طرح
مرسل اعظمؐ حق علیؑ کے ساتھ
مڑ جاتا ہے جدھر جدھر
مڑ جاتے ہیں۔

---

۳۱۶ مادر حکمت ص۳۱۶ حلیۃ الاولیاء، الریاض النضرہ ۲ ص۱۷۷، الاستیعاب ۳ ص۱۶۹، اصابہ ۴ ص۱۷۱، اسد الغابہ ۵ ص۲۸۷، مجمع الزوائد ۹ ص۱۰۲، کنز العمال ۶ ص۲۹۴، نہایۃ ابن اثیر ۵ ص۲۹۵، المجل المفیدؒ ص۱۳۵، اختصاص مفیدؒ ص۱۵۱، معانی الاخبار صدوقؒ باب ۳۴۵

۳۱۷ مادر حکمت ص۳۱۷ امالی سید مرتضیٰؒ ا ص۲۴۳، کشاف ۲ ص۱۵۰، ربیع الابرار باب الجوابات المسکتہ، تذکرۃ الخواص ص۱۶۳، نہایۃ الادب ۸ ص۱۶۹، ارض لاخیار ص۱۰۳

۳۱۸ مادر حکمت ص۳۱۸ البصائر والذخائر ابو حیان توحیدی ص۱۱۱

۳۱۹ مادر حکمت ص۳۱۹ ربیع الابرار، غرر الخصائص الواضحہ ص۲۱۱، غرر الحکم ص۱۰۲

۳۲۰ مادر حکمت ص۳۲۰ خصال صدوقؒ ا ص۱۹۸، علل الشرائع ص۳۹۰، البرہان بحرانیؒ ۳ ص۳۵، مجمع الامثال ۲ ص۳۵۴

۳۲۱ مادر حکمت ص۳۲۱ تاریخ طبری ۶ ص۳۰۸۹، مروج الذہب ۲ ص۳۶۵

۳۲۲ مادر حکمت ص۳۲۲ کتاب صفین ص۵۳۱، تاریخ طبری ۶ ص۳۳۴۹

کہ اس طرح خط زیادہ دیدہ زیب ہو جاتا ہے۔

۳۱۶۔ میں مومنین کا سردار ہوں اور مال فاجروں کا سردار ہوتا ہے[۱]

سید رضیؒ۔ یعنی صاحبان ایمان میرا اتباع کرتے ہیں اور فاسق و فاجر مال کے اشاروں پر چلا کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے یعسوب (سردار) کا اتباع کرتی ہیں۔

۳۱۷۔ ایک یہودی نے آپ پر طنز کر دیا کہ آپ مسلمانوں[۱] نے اپنے پیغمبرؐ کے دفن کے بعد ہی جھگڑا شروع کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے ان کی جانشینی میں اختلاف کیا ہے۔ ان سے اختلاف نہیں کیا ہے۔ لیکن تم یہودیوں کے تو پیر نیل کے پانی سے خشک نہیں ہونے پائے تھے کہ تم نے اپنے پیغمبرؑ ہی سے کہہ دیا کہ "ہمیں بھی ویسا ہی خدا چاہئے جیسا ان لوگوں کے پاس ہے" جس پر پیغمبر نے کہا کہ تم لوگ جاہل قوم ہو۔

۳۱۸۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ بہادروں پر کس طرح غلبہ پا لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں جس شخص کا بھی سامنا کرتا ہوں وہ خود ہی اپنے خلاف[۲] میری مدد کرتا ہے۔

سید رضیؒ۔ یعنی اس کے دل میں میری ہیبت بیٹھ جاتی ہے۔

۳۱۹۔ آپ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ سے فرمایا۔ فرزند! میں تمھارے بارے میں فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں لہٰذا اس سے تم اللہ کی پناہ مانگو کہ فقر دین کی کمزوری، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا سبب بن جاتا ہے۔

۳۲۰۔ ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ دریافت کر لیا تو آپ نے فرمایا سمجھنے کے لئے دریافت کرو اُلجھنے کے لئے نہیں کہ جاہل بھی اگر سیکھنا چاہے تو وہ عالم جیسا ہے اور عالم بھی اگر صرف اُلجھنا چاہے تو وہ جاہل جیسا ہے۔

۳۲۱۔ عبداللہ بن عباس نے آپ کے نظریہ کے خلاف آپ کو مشورہ دے دیا تو فرمایا کہ تمھارا کام مشورہ دینا ہے۔ اس کے بعد رائے میری ہے لہٰذا اگر میں تمھارے خلاف بھی رائے قائم کروں تو تمھارا فرض ہے کہ میری اطاعت کرو۔

۳۲۲۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب آپ صفین سے واپسی پر کوفہ وارد ہوئے تو آپ کا گذر قبیلۂ شبام کے پاس سے ہوا جہاں عورتیں صفین کے مقتولین پر گریہ کر رہی تھیں۔ اور اتنے میں حرب بن شرجیل شبامی جو سردار قبیلہ تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے

---

[۱] یہ امیرالمومنینؑ کی بلندی کردار ہے کہ آپ نے یہودیوں کے مقابلہ میں عزت اسلام و مسلمین کا تحفظ کر لیا اور فوراً جواب دے دیا ورنہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس کی اس طرح توجیہ کر دیتا کہ جن لوگوں نے پیغمبرؐ کی خلافت میں اختلاف کیا ہے وہ خود بھی مسلمان نہیں تھے بلکہ تمھاری برادری کے یہودی تھے جو اپنے مخصوص مفادات کے تحت اسلامی برادری میں شامل ہو گئے تھے۔

[۲] یہ پروردگار کی وہ امداد ہے جو آج تک علیؑ والوں کے ساتھ ہے کہ وہ طاقت، کثرت اور اسلحہ میں کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی دہشت تمام عالم کفر و شرک کے دلوں پر بیٹھی ہوئی ہے اور ہر ایک کو ہر انقلاب و اقدام میں انھیں کا ہاتھ نظر آتا ہے۔

وجوه قومه، فقال ﴿عليه السلام﴾ له:

أَتَغْلِبُكُمْ نِسَاؤُكُمْ عَلَىٰ مَا أَسْمَعُ؟ أَلَا تَنْهَوْنَهُنَّ عَنْ هٰذَا الرَّنِينِ؟

و أقبل حرب يمشي معه، و هو عليه السلام راكب، فقال ﴿عليه السلام﴾:

ارْجِعْ، فَإِنَّ مَشْيَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِي فِتْنَةٌ لِلْوَالِي، وَ مَذَلَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ.

۳۲۳

و قال ﴿عليه السلام﴾:

و قد مر بقتلى الخوارج يوم النَّهْرَوَان: بُؤْساً لَكُمْ، لَقَدْ ضَرَّكُمْ مَنْ غَرَّكُمْ. فَقِيلَ لَهُ: مَنْ غَرَّهُمْ يَا أَمِيرَالمؤمنين؟ فقال: الشَّيْطَانُ الْمُضِلُّ، وَ الأَنْفُسُ الأَمَّارَةُ بِالسُّوءِ، غَرَّتْهُمْ بِالأَمَانِيِّ. وَ فَسَحَتْ لَهُمْ بِالمَعَاصِي، وَ وَعَدَتْهُمُ الإِظْهَارَ، فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ.

۳۲٤

و قال ﴿عليه السلام﴾:

اِتَّقُوا مَعَاصِيَ اللهِ فِي الخَلَوَاتِ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الحَاكِمُ.

۳۲۵

و قال ﴿عليه السلام﴾:

لما بلغه قتل محمد بن أبي بكر:

إِنَّ حُزْنَنَا عَلَيْهِ عَلَىٰ قَدْرِ سُرُورِهِمْ بِهِ، إِلَّا أَنَّهُمْ نَقَصُوا بَغِيضاً. وَ نَقَصْنَا حَبِيباً.

۳۲٦

و قال ﴿عليه السلام﴾:

اَلْعُمُرُ الَّذِي[1] أَعْذَرَ اللهُ فِيهِ إِلَىٰ ابْنِ آدَمَ سِتُّونَ سَنَةً.

۳۲۷

و قال ﴿عليه السلام﴾:

مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الإِثْمُ بِهِ، وَالْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوبٌ.

۳۲۸

و قال ﴿عليه السلام﴾:

إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ فَرَضَ فِي أَمْوَالِ الأَغْنِيَاءِ أَقْوَاتَ الْفُقَرَاءِ: فَمَا جَاعَ فَقِيرٌ إِلَّا بِمَا مُتِّعَ بِهِ غَنِيٌّ، وَاللهُ تَعَالَىٰ سَائِلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

رنین ۔ صدائے گریہ و شیون
مذلہ ۔ باعث ذلت
بؤس ۔ تباہی
امانی ۔ آرزوئیں
اقتحام ۔ کود پڑنا
خلوات ۔ تنہائیاں
بغیض ۔ دشمن
اعذر الیہ ۔ معذور قرار دیا
اقوات ۔ جمع قوت ۔ روزی

[1] روایت ہے کہ پروردگار سن رسیدہ انسان کو صبح و شام دیکھ کر آواز دیتا ہے کہ دیکھ تیرا سن زیادہ ہو گیا ہے۔ تیری ہڈیاں نرم ہو گئی ہیں۔ تیری کھال ہلکی ہو گئی ہے اور تیری اجل قریب آ گئی ہے لہٰذا اب تو تجھے شرم آنی چاہیے اور گناہوں سے اجتناب کرنا چاہیے!

مصادر حکمت ۳۲۳ تذکرۃ الخواص ص۱۰۵، تصار الحکم ص۱۸۵
مصادر حکمت ۳۲۴ ربیع الابرار باب الخیر والصلاح
مصادر حکمت ۳۲۵ تاریخ طبری ۶ ص۳۴۱، الغارات ابن ہلال، الموفقیات زبیر بن بکار ص۳۴۷، مروج الذہب ۲ ص۴۲۰
مصادر حکمت ۳۲۶ غرر الحکم ص۳۵
مصادر حکمت ۳۲۷ قصار الحکم ص۲۴۰
مصادر حکمت ۳۲۸ دعائم الاسلام قاضی نعمان ص۲۴۵، غرر الحکم ص۱۰۸، تاریخ بغداد ص۳۰۸، روض الاخیار ابن قاسم ص۶۸

تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری عورتوں پر تمہارا بس نہیں چلتا ہے جو میں یہ آوازیں سن رہا ہوں اور تم انھیں اس طرح کی فریاد[1] سے منع کیوں نہیں کرتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرتؑ آگے بڑھ گئے تو حرب بھی آپ کی رکاب میں ساتھ ہو لئے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ واپس جاؤ۔ حاکم کے ساتھ اس طرح پیدل چلنا حاکم کے حق میں فتنہ[2] ہے اور مومن کے حق میں باعث ذلّت ہے۔

۳۲۳۔ نہروان کے موقع پر آپ کا گذر خوارج کے مقتولین کے پاس سے ہوا تو فرمایا کہ تمہارے مقدر میں صرف تباہی اور بربادی ہے جس نے تمھیں ورغلایا تھا اس نے دھوکہ ہی دیا تھا۔

لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ دھوکہ انھیں کس نے دیا ہے؟ فرمایا گمراہ کن شیطان اور نفس امارہ نے۔ اس نے انھیں تمناؤں میں اُلجھا دیا اور گناہوں کے راستے کھول دئے اور ان سے غلبہ کا وعدہ کر لیا جس کے نتیجہ میں انھیں جہنم میں جھونک دیا۔

۳۲۴۔ تنہائی میں بھی خدا کی نافرمانی سے ڈرو کہ جو دیکھنے والا[3] ہے وہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

۳۲۵۔ جب آپ کو محمد بن ابی بکر کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا کہ میرا غم محمد پر اتنا ہی ہے جتنی دشمن کی خوشی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ دشمن کا ایک دشمن کم ہوا ہے اور میرا ایک دوست کم ہو گیا ہے۔

۳۲۶۔ جس عمر کے بعد پروردگار اولاد آدمؑ کے کسی عذر کو قبول نہیں کرتا ہے۔ وہ ساٹھ سال ہے۔

۳۲۷۔ جس پر گناہ غلبہ حاصل کر لے وہ غالب نہیں ہے کہ شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا بھی مغلوب ہی ہوتا ہے۔

۳۲۸۔ پروردگار نے مالداروں کے اموال میں غریبوں کا رزق قرار دیا ہے لہٰذا جب بھی کوئی فقیر بھوکا ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غنی نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور پروردگار روز قیامت اس کا سوال ضرور کرنے والا ہے۔

[1] اسلامی روایات کی بنا پر مُردہ پر گریہ کرنا یا بلند آواز سے گریہ کرنا کوئی ممنوع اور حرام عمل نہیں ہے بلکہ گریہ سرکار دو عالمؐ اور انبیاء کرامؑ کی سیرت میں داخل ہے لہٰذا حضرت کی ممانعت کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح گریہ نہیں ہونا چاہئے جس سے دشمن کو کمزوری اور پریشانی کا احساس ہو جائے اور اس کے حوصلے بلند ہو جائیں یا گریہ میں ایسے الفاظ اور انداز شامل ہو جائیں جو مرضیٔ پروردگار کے خلاف ہوں اور جن کی بنا پر انسان عذاب آخرت کا مستحق ہو جائے۔

[2] اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر حاکم کے مغرور و متکبر ہو جانے اور محکوم کے مبتلائے ذلّت ہو جانے کا خطرہ ہے تو یہ انداز یقیناً صحیح نہیں ہے۔ لیکن اگر حاکم اس طرح کے احمقانہ جذبات سے بالاتر ہے اور محکوم بھی صرف اس کے علم و تقویٰ کا احترام کرنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ عالم اور متقی انسان کا احترام عین اسلام اور عین دیانتداری ہے۔

[3] جب یہ طے ہے کہ روز قیامت فیصلہ کرنے والا اور عذاب دینے والا پروردگار ہے تو مخلوقات کی نگاہوں سے چھپ کر گناہ کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے۔ فائدہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب خالق کی نگاہ سے چھپ سکے یا فیصلہ مالک کے علاوہ کسی اور کے اختیار میں ہو جس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ انسان ہر حال میں گناہ سے پرہیز کرے اور علی الاعلان یا خفیہ طریقہ سے گناہ کا ارادہ نہ کرے۔

۳۲۹

و قال (عليه السلام):

الإِسْتِغْنَاءُ عَنِ الْعُذْرِ أَعَزُّ مِنَ الصِّدْقِ بِهِ.

۳۳۰

و قال (عليه السلام):

أَقَلُّ مَا يَلْزَمُكُمْ لِلّٰهِ أَلَّا تَسْتَعِينُوا بِنِعَمِهِ عَلَىٰ مَعَاصِيهِ.

۳۳۱

و قال (عليه السلام):

إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ الطَّاعَةَ غَنِيمَةَ الْأَكْيَاسِ عِنْدَ تَفْرِيطِ الْعَجَزَةِ!

۳۳۲

و قال (عليه السلام):

اَلسُّلْطَانُ وَزَعَةُ اللهِ فِي أَرْضِهِ.

۳۳۳

و قال (عليه السلام):

فِي صِفَةِ الْمُؤمنِ: الْمُؤْمِنُ بِشْرُهُ فِي وَجْهِهِ، وَ حُزْنُهُ فِي قَلْبِهِ، أَوْسَعُ شَيْءٍ صَدْراً، وَ أَذَلُّ شَيْءٍ نَفْساً. يَكْرَهُ الرِّفْعَةَ، وَيَشْنَأُ السُّمْعَةَ. طَوِيلٌ غَمُّهُ بَعِيدٌ هَمُّهُ كَثِيرٌ صَمْتُهُ مَشْغُولٌ وَقْتُهُ. شَكُورٌ صَبُورٌ، مَغْمُورٌ بِفِكْرَتِهِ، ضَنِينٌ بِخَلَّتِهِ، سَهْلُ الْخَلِيقَةِ، لَيِّنُ الْعَرِيكَةِ! نَفْسُهُ أَصْلَبُ مِنَ الصَّلْدِ، وَ هُوَ أَذَلُّ مِنَ الْعَبْدِ.

۳۳۴

و قال (عليه السلام):

لَوْ رَأَى الْعَبْدُ الأَجَلَ وَ مَصِيرَهُ، لَأَبْغَضَ الأَمَلَ وَ غُرُورَهُ.

۳۳۵

و قال (عليه السلام):

لِكُلِّ امْرِىءٍ فِي مَالِهِ شَرِيكَانِ:

اکیاس ۔ جمع کیّس ۔ ہوشمند
عجزہ ۔ جمع عاجز
تفریط ۔ کوتاہی
وزعہ ۔ جمع وازع ۔ حاکم
بشر ۔ بشاشت
مغمور ۔ ڈوبا ہوا
ضنین ۔ بخیل
خلّہ ۔ حاجت
خلیقہ ۔ طبیعت
عریکہ ۔ نفس
صلد ۔ سخت پتھر

مصادر حکمت ۳۲۹

مصادر حکمت ۳۳۰ روض الاخیار ص۱۳۶، غرر الحکم ص۹۶

مصادر حکمت ۳۳۱ غرر الحکم ص۲۰، روض الاخیار ص۳۲

مصادر حکمت ۳۳۲ کتاب صفین ابن مزاحم ص۱۲۶، الجمع بین الغریبین، نہایہ ابن اثیر مادہ وزع، رسائل جاحظ ص۱۰۶، تہذیب الالفاظ ۳ ص۹۹

مصادر حکمت ۳۳۳ اصول کافی ۲ ص۲۲۰، تذکرۃ الخواص ص۱۳۹، ربیع الابرار باب الخیر والصلاح، مجمع الامثال ۲ ص۴۵۴

مصادر حکمت ۳۳۴ امالی طوسی ۱ ص۴۶

مصادر حکمت ۳۳۵ عیون الادب والسیاسہ ابن ہذیل ص۱۱

۳۲۹۔ عذر و معذرت سے بے نیازی سچے عذر پیش کرنے سے بھی زیادہ عزیز تر ہے۔[1]

۳۳۰۔ خدا کا سب سے مختصر حق یہ ہے کہ اس کی نعمت کو اس کی معصیت کا ذریعہ نہ بناؤ۔[2]

۳۳۱۔ پروردگار نے ہوشمندوں کے لئے اطاعت کا وہ موقع بہترین قرار دیا ہے جب کاہل لوگ کوتاہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں (مثلاً نماز شب)۔

۳۳۲۔ بادشاہ روئے زمین پر اللہ کا پاسبان ہوتا ہے۔

۳۳۳۔ مومن کے چہرہ پر بشاشت ہوتی ہے اور دل میں رنج واندوہ۔[3] اس کا سینہ کشادہ ہوتا ہے اور متواضع۔ بلندی کو ناپسند کرتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم طویل ہوتا ہے اور ہمت بڑی ہوتی ہے اور خاموشی زیادہ ہوتی ہے اور وقت مشغول ہوتا ہے۔ وہ شکر کرنے والا۔ صبر کرنے والا۔ فکر میں ڈوبا ہوا۔ دست طلب دراز کرنے میں بخیل، خوش اخلاق اور نرم مزاج ہوتا ہے۔ اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور وہ خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

۳۳۴۔ اگر بندۂ خدا موت اور اس کے انجام کو دیکھ لے تو امیدوار اس کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

۳۳۵۔ ہر شخص کے اس کے مال میں دو طرح کے شریک ہوتے ہیں۔[4]

[1] معذرت کرنے میں ایک طرح کی ندامت اور ذلت کا احساس بہرحال ہوتا ہے لہٰذا انسان کے لئے افضل اور بہتر یہی ہے کہ اپنے کو اس ندامت سے بے نیاز بنا لے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس کے لئے بعد میں معذرت کرنا پڑے۔

[2] دنیا میں کوئی کریم سے کریم اور مہربان سے مہربان انسان بھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مہربانی کرے اور دوسرا انسان اسی مہربانی کو اس کی نافرمانی کا ذریعہ بنا لے اور جب مخلوقات کے بارے میں اس طرح کی احسان فراموشی روا نہیں ہے تو خالق کا حق انسان پر یقیناً مخلوقات سے زیادہ ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس کرامت و شرافت کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جب اس کا سارا وجود نعمت پروردگار ہے تو اس وجود کا کوئی ایک حصہ بھی پروردگار کی معصیت اور مخالفت میں صرف نہیں کیا جا سکتا ہے۔

[3] اس مقام پر مومن کے چودہ صفات کا تذکرہ کر دیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ سکے اور اپنے ایمان کا فیصلہ کر سکے:

(۱) وہ اندر سے محزون ہوتا ہے لیکن باہر سے بہرحال ہشاش بشاش رہتا ہے (۲) اس کا سینہ اور دل کشادہ ہوتا ہے (۳) اس کے نفس میں غرور و تکبر نہیں ہوتا ہے (۴) وہ بلندی کو ناپسند کرتا ہے اور شہرت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا ہے (۵) خوفِ خدا سے رنجیدہ رہتا ہے (۶) اس کی ہمت ہمیشہ بلند رہتی ہے (۷) ہمیشہ خاموش رہتا ہے اور اپنے فرائض کے بارے میں سوچتا رہتا ہے (۸) اپنے شب و روز کو فرائض کی ادائیگی میں مشغول رکھتا ہے (۹) مصیبتوں میں صبر اور نعمتوں پر شکر پروردگار کرتا ہے (۱۰) فکر قیامت و حساب و کتاب میں غرق رہتا ہے (۱۱) لوگوں پر اپنی ضروریات کے اظہار میں بخل کرتا ہے (۱۲) مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے بالکل نرم ہوتا ہے (۱۳) حق کے معاملہ میں پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے (۱۴) خضوع و خشوع میں غلاموں جیسی کیفیت کا حامل ہوتا ہے۔

[4] یہ اشارہ ہے کہ انسان کو ایک تیسرے شریک کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور وہ ہے فقیر اور مسکین کہ مذکورہ دونوں شریک اپنا حق خود لے لیتے ہیں اور تیسرے شریک کو اس کا حق دینا پڑتا ہے جو امتحانِ نفس بھی ہے اور وسیلۂ اجر و ثواب بھی ہے۔

الـــــوَارِثُ وَ الْحَـــــوَادِثُ ۳۳۶

و قال (ﷺ):

اَلْمَســـــئُولُ حُـــرٌّ حَـــتّىٰ يَـــعِدَ.

۳۳۷

و قال (ﷺ):

اَلدَّاعِـــي بِـلاَ عَـمَلٍ كَـالرَّامِـي بِـلاَ وَتَـرٍ.

۳۳۸

و قال (ﷺ):

اَلْـعِلْمُ عِـلْمَانِ: مَـطْبُوعٌ وَ مَسْمُوعٌ، وَ لاَ يَـنْفَعُ الْمَسْمُوعُ إِذَا لَمْ يَكُـنِ الْمَـطْبُوعُ.

۳۳۹

و قال (ﷺ):

صَـوَابُ الرَّأْيِ بِـالدُّوَلِ: يُـقْبِلُ بِـإِقْبَالِهَا، وَ يَـذْهَبُ بِـذَهَابِهَا.

۳۴۰

و قال (ﷺ):

اَلْـــعَفَافُ زِيـــنَةُ الْـــفَقْرِ، وَ الشُّكْـرُ زِيـــنَةُ الْـغِنَىٰ.

۳۴۱

و قال (ﷺ):

يَـوْمُ الْـعَدْلِ عَـلَى الظَّـالِمِ أَشَـدُّ مِـنْ يَـوْمِ الْجَـوْرِ عَـلَى الْمَـظْلُومِ!

۳۴۲

و قال (ﷺ):

اَلْـغِنَى الْأَكْـبَرُ الْـيَأْسُ عَـمَّا فِي أَيْـدِي النَّـاسِ.

۳۴۳

و قال (ﷺ):

اَلْأَقَاوِيلُ مَحْفُوظَةٌ[1]، وَ السَّرَائِرُ مَبْلُوَّةٌ وَ «كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ»، وَ النَّاسُ مَنْقُوصُونَ مَدْخُولُونَ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللهُ: سَائِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ، وَ مُجِيبُهُمْ مُتَكَلِّفٌ، يَكَادُ أَفْضَلُهُمْ

وَتر ۔ کمان

مطبوع ۔ راسخ فی القلب

دُوَل ۔ جمع دولت

عَفاف ۔ پاکدامنی

مبلوۃ ۔ آزمائے ہوئے

منقوص ۔ نقص بدن والے

مدخول ۔ ضعف عقل والے

[1] ظاہر ہے کہ جب ایک ایک لفظ کے لکھنے کے لئے دو دو فرشتے معین کر دیے جائیں تو کسی لفظ کے ضائع اور گم ہونے کا کیا سوال ہے اور جب کوئی لفظ ضائع نہیں ہوتا ہے تو ہر کلمہ خیر پر اجر و ثواب کا استحقاق بھی ہے اور ہر کلمہ بد پر عذاب و عقاب کا خطرہ بھی ہے ۔!

مصادر حکمت ۳۳۶ المائۃ المختارۃ الحکمۃ الخالدہ صـ۱۱۲

مصادر حکمت ۳۳۷ خصال صدوق ۲ صـ۱۶۴، تحف العقول صـ۱۵۸، حلیۃ الاولیاء ۱ صـ۱۹۵، دستور معالم الحکم صـ۲۵، غرر الحکم صـ۲۵، غرر الحکم صـ۴۳

مصادر حکمت ۳۳۸ کشف الغمہ اربلی ۳ صـ۱۳۹، قوت القلوب ۲ صـ۴۲۳، الغرر والعرر صـ۵۵

مصادر حکمت ۳۳۹ غرر الحکم صـ۲۹۲، مجمع الامثال ۲ صـ۴۵۴

مصادر حکمت ۳۴۰ تحف العقول صـ۴۵، کشف الغمہ جلد سوم، کنز الفوائد صـ۱۳۹، دستور معالم الحکم صـ۱۶، مطالب السئول ا صـ۵۶، مجمع الامثال صـ۴۵۴، ارشاد مفید صـ۱۴۱

مصادر حکمت ۳۴۱ کشف الغمہ حالات امام جوادؑ، الغرر والعرر صـ۴۰، غرر الحکم صـ۲۲۱

مصادر حکمت ۳۴۲ حلیۃ الاولیاء ۸ صـ۳۰۵

مصادر حکمت ۳۴۳ غرر الحکم صـ۵۷

ایک وارث اور ایک حوادث۔

۳۳۶۔ جس سے سوال کیا جاتا ہے وہ اس وقت تک آزاد رہتا ہے جب تک وعدہ نہ کرلے۔

۳۳۷۔ بغیر عمل کے دوسروں کو دعوت دینے والا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بغیر چلۂ کمان کے تیر چلانے والا۔

۳۳۸۔ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہوتا ہے جو طبیعت[1] میں ڈھل جاتا ہے اور ایک وہ ہوتا ہے جو صرف سن لیا جاتا ہے اور سُنا سُنایا اس وقت تک کام نہیں آتا ہے جب تک مزاج کا جزء نہ بن جائے۔

۳۳۹۔ رائے کی درستی دولت[2] اقبال سے وابستہ ہے ـــــ اسی کے ساتھ آتی ہے اور اسی کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ (لیکن دولت بھی مفت نہیں آتی ہے اس کے لئے بھی صحیح رائے کی ضرورت ہوتی ہے)۔

۳۴۰۔ پاک[3] دامانی فقیری کی زینت ہے اور شکر مالداری کی زینت ہے۔

۳۴۱۔ مظلوم کے حق میں ظلم کے دن سے زیادہ شدید ظالم کے حق میں انصاف کا دن ہوتا ہے۔

۳۴۲۔ لوگوں کے ہاتھ کی دولت سے مایوس[4] ہو جانا ہی بہترین مالداری ہے (کہ انسان صرف خدا سے لو لگاتا ہے)۔

۳۴۳۔ باتیں سب محفوظ رہتی ہیں اور دلوں کے رازوں کا امتحان ہونے والا ہے۔ ہر نفس اپنے اعمال کے ہاتھوں گرو ہے۔ اور لوگوں کے جسم میں نقص اور عقلوں میں کمزوری آنے والی ہے مگر یہ کہ اللہ ہی بچالے۔ ان میں کے سائل الجھانے والے ہیں اور جواب دینے والے بلاوجہ زحمت کر رہے ہیں۔ قریب ہے کہ ان کا بہترین رائے والا بھی صرف خوشنودی یا غضب کے

---

[1] دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک علم انسان کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے اور ایک علم باہر سے حاصل ہوتا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب تک فطرت کے اندر وجدان سلیم اور اس کی صلاحیتیں نہ ہوں، باہر کے علم کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اور اس سے استفادہ اندر کی صلاحیت ہی پر موقوف ہے۔

[2] یعنی دنیا کا معیار صواب وخطا یہ ہے کہ جس کے پاس دولت کی فراوانی دیکھ لیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس یقیناً فکر سلیم بھی ہے ورنہ اسقدر دولت کس طرح حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے بعد جب دولت چلی جاتی ہے تو اندازہ کرتے ہیں کہ یقیناً اس کی رائے میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے ورنہ اس طرح کی غربت سے کس طرح دوچار ہو سکتا تھا۔

[3] حقیقت امر یہ ہے کہ نہ فقیری کوئی عیب ہے اور نہ مالداری کوئی حُسن اور ہنر۔ عیب و ہنر کی دنیا اس سے ذرا ماوراء ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان فقیری میں عفت سے کام لے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے اور مالداری میں شکر پروردگار ادا کرے اور کسی طرح کے غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

[4] یہ عزت نفس کا بہترین مظاہرہ ہے جہاں انسان غربت کے باوجود دوسروں کی دولت کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا ہے اور ہمیشہ اس نکتہ کو نگاہ میں رکھتا ہے کہ فقر و فاقہ سے صرف جسم کمزور ہوتا ہے لیکن ہاتھ پھیلا دینے سے نفس میں ذلت اور حقارت کا احساس پیدا ہوتا ہے جو جسم کے فاقہ سے یقیناً بدتر اور شدید تر ہے۔

رَأْياً يَرُدُّهُ عَنْ فَضْلِ رَأْيِهِ الرِّضَىٰ وَالسُّخْطُ، وَ يَكَادُ أَصْلَبُهُمْ عُوداً تَنْكَؤُهُ اللَّحْظَةُ، وَتَسْتَحِيلُهُ الْكَلِمَةُ الْوَاحِدَةُ.

۳۴۴

و قال (عليه السلام):

مَعَاشِرَ النَّاسِ، اتَّقُوا اللهَ، فَكَمْ مِنْ مُؤَمِّلٍ مَا لَا يَبْلُغُهُ، وَ بَانٍ مَا لَا يَسْكُنُهُ، وَ جَامِعٍ مَا سَوْفَ يَتْرُكُهُ، وَ لَعَلَّهُ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهُ، وَ مِنْ حَقٍّ مَنَعَهُ، أَصَابَهُ حَرَاماً، وَ احْتَمَلَ بِهِ آثَاماً، فَبَاءَ بِوِزْرِهِ، وَ قَدِمَ عَلَىٰ رَبِّهِ، آسِفاً لَاهِفاً، قَدْ «خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةَ، ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ».

۳۴۵

و قال (عليه السلام):

مِنَ الْعِصْمَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِي.

۳۴۶

و قال (عليه السلام):

مَاءُ وَجْهِكَ جَامِدٌ[۱] يُقْطِرُهُ السُّؤَالُ، فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهُ.

۳۴۷

و قال (عليه السلام):

الثَّنَاءُ بِأَكْثَرَ مِنَ الْاسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَالتَّقْصِيرُ عَنِ الْاسْتِحْقَاقِ عِيٌّ أَوْ حَسَدٌ.

۳۴۸

و قال (عليه السلام):

أَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَهَانَ بِهِ صَاحِبُهُ.

۳۴۹

و قال (عليه السلام):

مَنْ نَظَرَ فِي عَيْبِ نَفْسِهِ اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهِ، وَ مَنْ رَضِيَ بِرِزْقِ اللهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلَىٰ مَا فَاتَهُ، وَ مَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِهِ، وَ مَنْ كَابَدَ الْأُمُورَ عَطِبَ، وَ مَنِ اقْتَحَمَ اللُّجَجَ غَرِقَ، وَ مَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوءِ اتُّهِمَ. وَ مَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ خَطَؤُهُ، وَ مَنْ كَثُرَ خَطَؤُهُ قَلَّ حَيَاؤُهُ، وَ مَنْ قَلَّ حَيَاؤُهُ قَلَّ وَرَعُهُ، وَ مَنْ قَلَّ وَرَعُهُ مَاتَ قَلْبُهُ وَ مَنْ مَاتَ قَلْبُهُ دَخَلَ النَّارَ. وَ مَنْ نَظَرَ فِي عُيُوبِ النَّاسِ، فَأَنْكَرَهَا، ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِهِ، فَذٰلِكَ الْأَحْمَقُ بِعَيْنِهِ. وَالْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ. وَ مَنْ أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيرِ،

اصلبهم عودا - سختی سے پابندی کرنے والا
تنکؤہ - خون بہادے - زخمی کردے
لحظۃ - ایک نظر
تستحیل - بدل ڈالے
ملق - خوشامد
کابد - زحمت برداشت کی بلاسبب
عطب - ہلاک ہوگیا
لجج - گہرائیاں
ورع - احتیاط
اقتحام - کود پڑنا
مداخل - مراکز
ورع - تقویٰ

[۱] انسان ضعیف کمزور اور محتاج پیدا ہوا ہے تو وہ سارے عالم سے بے نیاز بہرحال نہیں ہوسکتا ہے لیکن تقاضائے عقلمندی یہ ہے کہ جب ہاتھ پھیلانے اور مدد لینے کا وقت آجائے تو ایسے افراد کے سامنے عرض مدعا کرے جن میں شرافت نفس پائی جاتی ہو اور جو دوسرے کی عزت وآبرو کے بارے میں بھی کوئی تصور رکھتے ہوں

مصادر حکمت ۳۴۴ تذکرۃ الخواص ص۱۳۵
مصادر حکمت ۳۴۵ غرر الحکم ص۱۰۱
مصادر حکمت ۳۴۶ ربیع الابرار
مصادر حکمت ۳۴۷ محاضرات الادباء ا ص۱۲۵
مصادر حکمت ۳۴۸ ربیع الابرار باب الخطایا والذنوب، روض الاخیار ص۳۶
مصادر حکمت ۳۴۹ روضۃ الکافی ص۱۹، العقد الفرید ا ص۲۲۱، قصار الحکم ص۵۷

تصور سے اپنی رائے سے پلٹا دیا جائے اور جو انتہائی مضبوط عقل وارادہ والا ہے اس کو بھی ایک نظر متاثر کردے یا ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کردے۔

۴۴۴۔ ایہا الناس! اللہ سے ڈرو کہ کتنے ہی امیدوار ہیں جن کی امیدیں پوری نہیں ہوتی ہیں اور کتنے ہی گھر بنانے والے ہیں جنھیں رہنا نصیب نہیں ہوتا ہے۔ کتنے مال جمع کرنے والے ہیں جو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ باطل سے جمع کیا ہو یا کسی حق سے انکار کردیا ہو یا حرام سے حاصل کیا ہو اور گناہوں کا بوجھ لاد لیا ہو۔ تو اس کا وبال لے کر واپس ہو اور اسی عالم میں پروردگار کے حضور حاضر ہوجائے جہاں صرف رنج اور افسوس ہو اور دنیا و آخرت دونوں کا خسارہ ہو جو درحقیقت کھلا ہوا خسارہ ہے۔

۴۴۵۔ گناہوں تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک طرح کی پاکدامنی ہے۔[1]

۴۴۶۔ تمھاری آبرو محفوظ ہے اور سوال اسے مٹا دیتا ہے لہٰذا یہ دیکھتے رہو کہ کس کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے ہو اور آبرو کا سودا کر رہے ہو۔[2]

۴۴۷۔ استحقاق سے زیادہ تعریف کرنا خوشامد ہے اور استحقاق سے کم تعریف کرنا عاجزی ہے یا حسد۔

۴۴۸۔ سب سے سخت گناہ وہ ہے جسے گناہگار ہلکا قرار دیدے۔

۴۴۹۔ جو اپنے عیب پر نگاہ رکھتا ہے وہ دوسروں کے عیب سے غافل ہوجاتا ہے اور جو رزق خدا پر راضی رہتا ہے وہ کسی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے پر رنجیدہ نہیں ہوتا ہے۔ جو بغاوت کی تلوار کھینچتا ہے خود اسی سے مارا جاتا ہے اور جو اہم امور کو زبردستی انجام دینا چاہتا ہے وہ تباہ ہوجاتا ہے۔ لہروں میں پھاند پڑنے والا ڈوب جاتا ہے اور غلط جگہوں پر داخل ہونے والا بدنام ہوجاتا ہے۔ جس کی باتیں زیادہ ہوتی ہیں اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور جس کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اس کی حیا کم ہوجاتی ہے اور جس کی حیا کم ہوجاتی ہے اس کا تقویٰ بھی کم ہوجاتا ہے اور جس کا تقویٰ کم ہوجاتا ہے اس کا دل مُردہ ہوجاتا ہے اور جس کا دل مُردہ ہوجاتا ہے وہ جہنم میں داخل ہوجاتا ہے۔
جو لوگوں کے عیب کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کرے اور پھر اسی عیب کو اپنے لئے پسند کرلے تو اسی کو احمق کہا جاتا ہے۔
قناعت ایک ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔
جو موت کو برابر یاد کرتا رہتا ہے وہ دنیا کے مختصر حصہ پر بھی راضی ہوجاتا ہے۔

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہوں کے بارے میں شریعت کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ انسان ان سے اجتناب کرے اور ان میں مبتلا نہ ہونے پائے چاہے اس کا سبب اس کا تقدس ہو یا مجبوری ـــ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اپنے اختیار سے گناہوں کا ترک کردینے والا مستحق اجر و ثواب بھی ہوسکتا ہے اور مجبوراً ترک کردینے والا کسی اجر و ثواب کا حقدار نہیں ہوسکتا ہے۔

[2] غیر معصوم انسان کی زندگی کے بارے میں گناہوں کے امکانات تو ہر وقت رہتے ہیں لیکن انسان کی شرافت نفس یہ ہے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اسے گناہ تصور کرے اور اس کی تلافی کی فکر کرے ورنہ اگر اسے خفیف اور ہلکا تصور کرلیا تو یہ دوسرا گناہ ہوگا جو پہلے گناہ سے بدتر ہوگا کہ پہلا گناہ نفس کی کمزوری سے پیدا ہوا تھا اور یہ ایمان اور عقیدہ کی کمزوری سے پیدا ہوا ہے۔

وَ مَنْ عَلِمَ أَنَّ كَلَامَهُ مِنْ عَمَلِهِ قَلَّ كَلَامُهُ إِلَّا فِيمَا يَعْنِيهِ.

۳۵۰

و قال (ع):

لِلظَّالِمِ مِنَ الرِّجَالِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَظْلِمُ مَنْ فَوْقَهُ بِالْمَعْصِيَةِ، وَ مَنْ دُونَهُ بِالْغَلَبَةِ، وَ يُظَاهِرُ الْقَوْمَ الظَّلَمَةَ.

۳۵۱

و قال (ع):

عِنْدَ تَنَاهِي الشِّدَّةِ تَكُونُ الْفَرْجَةُ. وَ عِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَاءِ يَكُونُ الرَّخَاءُ.

۳۵۲

و قال (ع):

لبعض أصحابه: لَا تَجْعَلَنَّ أَكْثَرَ شُغُلِكَ بِأَهْلِكَ وَ وَلَدِكَ: فَإِنْ يَكُنْ أَهْلُكَ وَ وَلَدُكَ أَوْلِيَاءَ اللهِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَوْلِيَاءَهُ، وَ إِنْ يَكُونُوا أَعْدَاءَ اللهِ: فَمَا هَمُّكَ وَ شُغُلُكَ بِأَعْدَاءِ اللهِ؟!

۳۵۳

و قال (ع):

أَكْبَرُ (أكثر) الْعَيْبِ أَنْ تَعِيبَ مَا فِيكَ مِثْلُهُ.

۳۵۴

وهنأ بحضرته رجل رجلاً بغلام ولد له فقال له: لِيَهْنِئْكَ الْفَارِسُ، فَقَالَ (ع): لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، وَ لَكِنْ قُلْ: شَكَرْتَ الْوَاهِبَ، وَ بُورِكَ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ، وَ بَلَغَ أَشُدَّهُ، وَرُزِقْتَ بِرَّهُ.

۳۵۵

و بنى رجل من عماله بناء فخماً، فقال (ع): أَطْلَعَتِ الْوَرِقُ رُؤُوسَهَا! إِنَّ الْبِنَاءَ يَصِفُ لَكَ الْغِنَى.

۳۵٦

و قيل له (ع): لَوْ سُدَّ عَلَى رَجُلٍ بَابُ بَيْتِهِ: وَ تُرِكَ فِيهِ، مِنْ أين كان يأتيه رزقه؟ فقال (ع): مِنْ حَيْثُ يَأْتِيهِ أَجَلُهُ. [1]

۳۵۷

وَ عَزَّى قوماً عن ميت مات لهم فقال (ع): إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَيْسَ لَكُمْ بَدَأَ، وَ لَا إِلَيْكُمْ انْتَهَى، وَ قَدْ كَانَ صَاحِبُكُمْ هٰذَا يُسَافِرُ، فَعُدُّوهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ (سفراته)، فَإِنْ قَدِمَ عَلَيْكُمْ وَ إِلَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْهِ.

يُظاهر - مدد کرتا ہے
ظَلَمہ - جمع ظالم
فرجہ - کشائش حال
فخم - عظیم
وَرِق - چاندی
ہذاالامر - موت

[1] قرآن مجید نے رزق اور موت کے مسئلہ کا تذکرہ ایک ساتھ کیا ہے تاکہ ایک کے ذریعہ دوسرے کے مشکلات کو حل کیا جا سکے مگر حیرت کی بات ہے کہ دوسروں کی موت کو دیکھ کر انسان کو موت کا یقین آجاتا ہے اور خود اپنی زندگی میں شکم مادر سے مسلسل تجربہ کرنے کے بعد بھی پروردگار کی رزاقیت کا یقین نہیں پیدا ہوتا ہے اور ہمیشہ اوہام کا شکار رہتا ہے اور بے یقینی کی زندگی گذارتا ہے۔

مصادر حکمت ۳۵۰ معدن الجواہر ص۲۳۳
مصادر حکمت ۳۵۱ الفرج بعد الشدۃ ا ص۴۳ غرر الحکم ص۲۱۶
مصادر حکمت ۳۵۲ ربیع الابرار، غرر الحکم ص۳۴۰
مصادر حکمت ۳۵۳ غرر الحکم ص۶۸
مصادر حکمت ۳۵۴ کامل مبرد ۲ ص۲۱۴، تحف العقول ص۱۶۶، العقد الفرید ۳ ص۳۹
مصادر حکمت ۳۵۵
مصادر حکمت ۳۵۶ ربیع الابرار باب الیاس والقناعۃ
مصادر حکمت ۳۵۷ غرر الحکم ص۷۷

اور جیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام بھی عمل کا ایک حصہ ہے وہ ضرورت سے زیادہ کلام نہیں کرتا ہے۔

۳۵۰۔ لوگوں میں ظالم کی تین علامات ہوتی ہیں۔ اپنے سے بالاتر پر معصیت کے ذریعہ ظلم کرتا ہے۔ اپنے سے کمتر پر غلبہ وقہر کے ذریعہ ظلم کرتا ہے اور پھر ظالم قوم کی حمایت[1] کرتا ہے۔

۳۵۱۔ سختیوں کی انتہا ہی پر کشائش حال پیدا ہوتی ہے اور بلاؤں کے حلقوں کی تنگی ہی کے موقع پر آسائش پیدا[2] ہوتی ہے۔

۳۵۲۔ اپنے بعض اصحاب سے خطاب کر کے فرمایا۔ زیادہ حصہ بیوی بچوں کی فکر میں مت رہا کرو کہ اگر یہ اللہ کے دوست ہیں تو اللہ انھیں[3] برباد نہیں ہونے دے گا اور اگر اس کے دشمن ہیں تو تم دشمنان خدا کے بارے میں کیوں فکر مند ہو۔
(مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے دائرہ سے باہر نکل کر سماج اور معاشرہ کے بارے میں بھی فکر کرے۔ صرف کنویں کا مینڈک بن کر نہ رہ جائے)۔

۳۵۳۔ بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کسی عیب کو بُرا کہے اور پھر اس میں وہی عیب پایا جاتا ہو۔

۳۵۴۔ حضرت کے سامنے ایک شخص نے ایک شخص کو فرزند کی مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ شہسوار مبارک ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ تم نے دینے والے کا شکر یہ ادا کیا ہے لہٰذا تمھیں یہ تحفہ مبارک ہو۔ خدا کرے کہ یہ منزل کمال تک پہونچے اور تمھیں اس کی نیکی نصیب ہو۔

۳۵۵۔ آپ کے عمال میں سے ایک شخص نے عظیم عمارت تعمیر کرلی تو آپ نے فرمایا کہ چاندی کے سکوں نے سر نکال لیا ہے۔ یقیناً یہ تعمیر تمھاری مالداری کی غمازی کرتی ہے۔

۳۵۶۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کے گھر کا دروازہ بند کر دیا جائے اور اسے تنہا چھوڑ دیا جائے تو اس کا رزق کہاں سے آئے گا؟۔ فرمایا کہ جہاں سے اس کی موت آئے گی!۔

۳۵۷۔ ایک جماعت کو کسی مرنے والے کی تعزیت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ بات تمھارے یہاں کوئی نئی نہیں ہے اور نہ تمھیں پر اس کی انتہا ہے۔ تمھارا یہ ساتھی سرگرم سفر رہا کرتا تھا تو سمجھو کہ یہ بھی ایک سفر ہے۔ اس کے بعد یا وہ تمھارے پاس وارد ہوگا یا تم اس کے پاس وارد ہوگے۔

[1] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صرف ظلم کرنا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ ظالم کی حمایت بھی ایک طرح کا ظلم ہے لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ اس ظلم سے بھی محفوظ رہے اور مکمل عادلانہ زندگی گذارے اور ہر شے کو اسی مقام پر رکھے جو اس کا محل اور موقع ہے۔

[2] مقصد یہ ہے کہ انسان کو سختیوں اور تنگیوں میں مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ حوصلوں کو بلند رکھنا چاہئے اور سرگرم عمل رہنا چاہئے کہ قرآن کریم نے سہولت کو تنگی اور زحمت کے بعد نہیں رکھا ہے بلکہ اسی کے ساتھ رکھا ہے "ان مع العسر یسرا"

[3] اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے انسان اہل وعیال کی طرف سے یکسر غافل ہو جائے اور انھیں پروردگار کے رحم وکرم پر چھوڑ دے۔ پروردگار کا رحم وکرم ماں باپ سے یقیناً زیادہ ہے لیکن ماں باپ کی اپنی بھی ایک ذمہ داری ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ بقدر واجب خدمت کر کے باقی معاملات کو پروردگار کے حوالہ کر دے اور ان کی طرف سراپا توجہ بن کر پروردگار سے غافل نہ ہو جائے۔

۳۵۸

و قال (علیه السلام):

أَيُّهَا النَّاسُ، لِيَرَكُمُ اللهُ مِنَ النِّعْمَةِ وَجِلِينَ، كَمَا يَرَاكُمْ مِنَ النِّقْمَةِ فَرِقِينَ! إِنَّهُ مَنْ وُسِّعَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجاً فَقَدْ أَمِنَ مَخُوفاً، وَ مَنْ ضُيِّقَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اخْتِبَاراً فَقَدْ ضَيَّعَ مَأْمُولاً.

۳۵۹

و قال (علیه السلام):

يَا أَسْرَىٰ (اسارى) الرَّغْبَةِ أَقْصِرُوا، فَإِنَّ الْمُعَرِّجَ عَلَى الدُّنْيَا لَايَرُوعُهُ مِنْهَا إِلَّا صَرِيفُ أَنْيَابِ الْحِدْثَانِ أَيُّهَا النَّاسُ، تَوَلَّوْا مِنْ أَنْفُسِكُمْ تَأْدِيبَهَا، وَاعْدِلُوا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا.

۳۶۰

و قال (علیه السلام):

لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَحَدٍ سُوءاً، وَ أَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلاً.

۳۶۱

و قال (علیه السلام):

إِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ حَاجَةٌ فَابْدَأْ بِمَسْأَلَةِ الصَّلَاةِ عَلَىٰ رَسُولِهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ، فَإِنَّ اللهَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ حَاجَتَيْنِ، فَيَقْضِيَ إِحْدَاهُمَا وَ يَمْنَعَ الْأُخْرَىٰ.

۳۶۲

و قال (علیه السلام):

مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهِ فَلْيَدَعِ الْمِرَاءَ.

۳۶۳

و قال (علیه السلام):

مِنَ الْخُرْقِ الْمُعَاجَلَةُ قَبْلَ

وجِل - خوفزدہ
فرِق - ہراساں
استدراج - لپیٹ لینا
اختبار - امتحان
مامول - جس کی امید رکھی جائے
رغبت - خواہش
مُعَرِّج - ٹوٹ پڑنے والا
حدثان - حوادث روزگار
صریف - پیس ڈالن
تولوا - ذمہ داری سنبھالو
ضَنَّ - بچا کر رکھا
مراء - لڑائی جھگڑا
خرق - حماقت

مصادر حکمت ۳۵۸ تحف العقول ص ۱۳۶
مصادر حکمت ۳۵۹ نہایہ ابن اثیر ۳ ص ۳۵، غرر الحکم ص ۳۵۹
مصادر حکمت ۳۶۰ اصول کافی ۲ ص ۳۶۲، قصار الحکم ص ۳۵۹، محاسن برقیؒ ص ۲۲
مصادر حکمت ۳۶۱ جامع الاخبار ص ۶۲، ثواب الاعمال ص ۱۴۰، خصال صدوق ۲ ص ۴۲، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۲۵، بشارۃ المصطفیٰ طبری ص ۲۹۲
مصادر حکمت ۳۶۲
مصادر حکمت ۳۶۳ مجمع الامثال ۲ ص ۲۵۴

۳۵۸۔ لوگو! اللہ نعمت کے موقع پر بھی تمھیں[1] ویسے ہی خوفزدہ دیکھے جس طرح عذاب کے معاملہ میں ہراساں دیکھتا ہے کہ جس شخص کو فراغدستی حاصل ہو جائے اور وہ اسے عذاب کی لپیٹ نہ سمجھے تو اس نے خوفناک چیز سے بھی اپنے کو مطمئن سمجھ لیا ہے اور جو تنگدستی میں مبتلا ہو جائے اور اسے امتحان نہ سمجھے اس نے اس ثواب کو بھی ضائع کر دیا جس کی امید کی جاتی ہے۔

۳۵۹۔ اے حرص و طمع کے اسیرو! اب باز آجاؤ۔ کہ دنیا پر ٹوٹ پڑنے والوں کو حوادث زمانہ کے دانت پیسنے کے علاوہ کوئی خوفزدہ نہیں کر سکتا ہے۔

اے لوگو! اپنے نفس کی اصلاح کی ذمہ داری خود سنبھال لو اور اپنی عادتوں کے تقاضوں[2] سے منہ موڑ لو۔

۳۶۰۔ کسی کی بات کے غلط معنی نہ لو[3] جب تک صحیح معنی کا امکان موجود ہے۔

۳۶۱۔ اگر پروردگار کی بارگاہ میں تمھاری کوئی حاجت ہو تو اس کی طلب کا آغاز رسول اکرم[4] پر صلوات سے کرو اور اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرو کہ پروردگار اس بات سے بالاتر ہے کہ اس سے دو باتوں کا سوال کیا جائے اور وہ ایک کو پورا کر دے اور ایک کو نظر انداز کر دے۔

۳۶۲۔ جو اپنی آبرو کو بچانا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے۔

۳۶۳۔ کسی بات کے امکان سے پہلے جلدی کرنا اور وقت آجانے پر دیر کرنا دونوں ہی حماقت ہے۔

---

[1] مقصد یہ ہے کہ زندگانی کے دونوں طرح کے حالات میں دونوں طرح کے احتمالات پائے جاتے ہیں۔ راحت و آرام میں امکان فضل و کرم بھی ہے اور احتمال مہلت و اتمام حجت بھی ہے اور اسی طرح مصیبت اور پریشانی کے ماحول میں احتمال عتاب و عقاب بھی ہے اور احتمال امتحان و اختبار بھی ہے لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ راحتوں کے ماحول میں اس خطرہ سے محفوظ نہ ہو جائے کہ اس طرح بھی قوموں کو عذاب کی لپیٹ میں لے لیا جاتا ہے اور پریشانیوں کے حالات میں اس رُخ سے غافل نہ ہو جائے کہ یہ امتحان بھی ہو سکتا ہے اور اس میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرکے اجر و ثواب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

[2] مقصد یہ ہے کہ خواہشات کے اسیر نہ بنو اور دنیا کا اعتبار نہ کرو۔ انجام کار کی زحمتوں سے ہوشیار رہو اور اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھو تاکہ بیجا رسوم اور مہمل عادات کا اتباع نہ کرو۔

[3] کاش ہر شخص اس تعلیم کو اختیار کر لیتا تو سماج کے بیشمار مفاسد سے نجات مل جاتی اور دنیا میں فتنہ و فساد کے اکثر راستے بند ہو جاتے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوتا ہے اور ہر شخص دوسرے کے بیان میں غلط پہلو پہلے تلاش کرتا ہے اور صحیح رُخ کے بارے میں بعد میں سوچتا ہے۔

[4] یہ صحیح ہے کہ رسول اکرم ہماری صلوات اور دعائے رحمت کے محتاج نہیں ہیں لیکن اس کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنے ادائے شکر سے غافل ہو جائیں اور ان کی طرف سے ملنے والی نعمت ہدایت کا کسی شکل میں کوئی بدلہ نہ دیں۔ ورنہ پروردگار بھی ہماری عبادتوں کا محتاج نہیں ہے تو ہر انسان عبادتوں کو نظر انداز کرکے چین سے سو جائے۔ صلوات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان پروردگار کی نظر عنایت کا حقدار ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی دعائیں قابل قبول ہو جاتی ہیں۔

الإِنْكَانِ، وَ الأَنَاةُ بَعْدَ الفُرْصَةِ.

٣٦٤

و قال (عليه السلام):

لَا تَسْأَلْ عَمَّا لَا يَكُونُ، فَفِي الَّذِي قَدْ كَانَ لَكَ شُغُلٌ.

٣٦٥

و قال (عليه السلام):

أَلْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ، وَ الإِعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَاصِحٌ. وَ كَفَىٰ أَدَباً لِنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَهُ لِغَيْرِكَ.

٣٦٦

و قال (عليه السلام):

أَلْعِلْمُ مَقْرُونٌ بِالْعَمَلِ: فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ؛ وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ، فَإِنْ أَجَابَهُ وَ إِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ.

٣٦٧

و قال (عليه السلام):

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُوبِىءٌ فَتَجَنَّبُوا مَرْعَاهُ! قُلْعَتُهَا أَحْظَىٰ مِنْ طُمَأْنِينَتِهَا، وَ بُلْغَتُهَا أَزْكَىٰ مِنْ ثَرْوَتِهَا. حُكِمَ عَلَىٰ مُكْثِرٍ مِنْهَا بِالْفَاقَةِ، وَ أُعِينَ مَنْ غَنِيَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ. مَنْ رَاقَهُ زِبْرِجُهَا أَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهاً، وَ مَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّغَفَ بِهَا مَلَأَتْ ضَمِيرَهُ أَشْجَاناً، لَهُنَّ رَقْصٌ عَلَىٰ سُوَيْدَاءِ قَلْبِهِ: هَمٌّ يَشْغَلُهُ، وَ غَمٌّ يَحْزُنُهُ، كَذٰلِكَ حَتَّىٰ يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ فَيُلْقَىٰ بِالْفَضَاءِ مُنْقَطِعاً أَبْهَرَاهُ هَيِّناً عَلَى اللهِ فَنَاؤُهُ، وَ عَلَى الإِخْوَانِ

اناة - مہلت - تاخیر
فرصت - موقع
اعتبار - عبرت حاصل کرنا
منذر - ڈرانے والا
تجنب - پرہیز
یہتف - آواز دیتا ہے
حطام - بھوسہ
موبئ - سڑا ہوا
مرعیٰ - چراگاہ
قلعہ - چل چلاؤ
احظیٰ - زیادہ مناسب
بلغہ - بقدر ضرورت
زبرج - آرائش
کمہ - اندھاپن
اشجان - رنج و غم
سویدار - نقطہ قلب
کظم - گلا
ابہران - گردن کی دونوں رگیں

مصادر حکمت ۳۶۴ غرر الحکم صفحہ ۲۵۰
مصادر حکمت ۳۶۵ تحف العقول صفحہ ۱۴۳، امالی طوسیؒ ۱ صفحہ ۱۱۴، کنز الفوائد صفحہ ۱۲۹، غرر الحکم صفحہ ۲۴۳، دستور معالم الحکم صفحہ ۱۵
مصادر حکمت ۳۶۶ اصول کافی ۱ صفحہ ۴۰، البدایہ والنہایہ ۱۲ صفحہ ۱۵۰، غرر الحکم صفحہ ۴۹
مصادر حکمت ۳۶۷ تحف العقول صفحہ ۱۵۵، بحار الانوار ۷۳ صفحہ ۱۳۱

۳۶۴۔جو بات ہونے والی نہیں ہے۔ اس کے بارے میں سوال مت کرو کہ جو ہو گیا ہے وہی تمہارے لئے کافی ہے۔

۳۶۵۔فکر[1] ایک شفاف آئینہ ہے اور عبرت حاصل کرنا ایک انتہائی مخلص متنبہ کرنے والا ہے۔ تمہارے نفس کے ادب کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس چیز کو دوسروں کے لئے ناپسند کرتے ہو اس سے خود بھی پرہیز کرو۔

۳۶۶۔علم کا مقدر عمل[2] سے جڑا ہوا ہے اور جو واقعی صاحب علم ہوتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم عمل کے لئے آواز دیتا ہے اور انسان سن لیتا ہے تو خیر ورنہ خود بھی رخصت ہو جاتا ہے۔

۳۶۷۔ایہا الناس! دنیا کا سرمایہ ایک سڑا بھوسہ ہے جس سے وبا پھیلنے والی ہے لہٰذا اس کی چراگاہ سے ہوشیار رہو۔ اس دنیا سے چل چلاؤ سکون کے ساتھ رہنے سے زیادہ فائدہ مند ہے اور یہاں کا بقدر ضرورت سامان ثروت سے زیادہ برکت والا ہے۔ یہاں کے دولت مند کے بارے میں ایک دن احتیاج لکھ دی گئی ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والے کو راحت کا سہارا دے دیا جاتا ہے جسے اس کی زینت پسند آ گئی اس کی آنکھوں کو انجام کار یہ اندھا کر دیتی ہے اور جس نے اس سے شغف کو شعار بنا لیا اس کے ضمیر کو رنج واندوہ سے بھر دیتی ہے اور یہ فکریں اس کے نقطۂ قلب کے گرد چکر لگاتی رہتی ہیں بعض اسے مشغول بنا لیتی ہیں اور بعض محزون بنا دیتی ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی قائم رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا گلا گھونٹ دیا جائے اور اسے فضار (قبر) میں ڈال دیا جائے جہاں دل کی دونوں رگیں کٹ جائیں۔ خدا کے لئے اس کا فنا کر دینا بھی آسان ہے اور بھائیوں کے لئے اسے قبر میں ڈال دینا بھی مشکل نہیں ہے۔

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فکر ایک شفاف آئینہ ہے جس میں بآسانی مجہولات کا چہرہ دیکھ لیا جاتا ہے اور اہل منطق نے اس کی یہی تعریف کی ہے کہ معلومات کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ اس سے مجہولات کا علم حاصل ہو جائے۔ لیکن صرف مستقبل کا چہرہ دیکھ لینا ہی کوئی ہنر نہیں ہے۔ اصل ہنر اور کام اس سے عبرت حاصل کرنا ہے کہ انسان کے حق میں عبرت سے زیادہ مخلص نصیحت کرنے والا کوئی نہیں ہے اور یہی عبرت ہے جو اسے ہر برائی اور مصیبت سے بچا سکتی ہے ورنہ اس کے علاوہ کوئی یہ کار خیر انجام دینے والا نہیں ہے۔

[2] بلاشک و شبہ علم ایک کمال ہے اور مجہولات کا حاصل کر لینا ایک ہنر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اسے باکمال اور صاحب ہنر کس طرح کہا جا سکتا ہے جو یہ تو دریافت کر لے کہ فلاں چیز میں زہر ہے مگر اس سے اجتناب نہ کرے۔ ایسے شخص کو تو مزید احمق اور نالائق تصور کیا جاتا ہے۔

علم کا کمال ہی یہ ہے کہ انسان اس کے مطابق عمل کرے تاکہ صاحب علم اور صاحب کمال کہے جانے کا حقدار ہو جائے ورنہ علم ایک وبال ہو جائے گا اور اپنی ناقدری سے ناراض ہو کر رخصت بھی ہو جائے گا۔ صرف نام علم باقی رہ جائے گا اور حقیقتِ علم ختم ہو جائے گی۔

إلقَاؤُهُ، وَ إِنَّمَا يَنظُرُ المُؤمِنُ إِلَى الدُّنيَا بِعَينِ الاعتِبَارِ، وَ يَقتَاتُ مِنهَا بِبَطنِ الاضطِرَارِ، وَ يَسمَعُ فِيهَا بِأُذُنِ المَقتِ وَالإبغَاضِ، إِن قِيلَ أَثرَىٰ قِيلَ أَكدَىٰ، وَ إِن فُرِحَ لَهُ بِالبَقَاءِ حُزِنَ لَهُ بِالفَنَاءِ، هَذَا وَ لَم يَأتِهِم يَومٌ فِيهِ يُبلِسُونَ.

۳۶۸

و قال (عليه السلام):

إِنَّ اللهَ سُبحَانَهُ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلَىٰ طَاعَتِهِ، وَ العِقَابَ عَلَىٰ مَعصِيَتِهِ، ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ عَن نِقمَتِهِ، وَ حِيَاشَةً لَهُم إِلَىٰ جَنَّتِهِ.

۳۶۹

و قال (عليه السلام):

يَأتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبقَىٰ فِيهِم مِنَ القُرآنِ إِلَّا رَسمُهُ، وَ مِنَ الإِسلَامِ إِلَّا اسمُهُ، وَ مَسَاجِدُهُم يَومَئِذٍ عَامِرَةٌ مِنَ البِنَاءِ، خَرَابٌ مِنَ الهُدَىٰ، سُكَّانُهَا وَ عُمَّارُهَا شَرُّ أَهلِ الأَرضِ: مِنهُم تَخرُجُ الفِتنَةُ، وَ إِلَيهِم تَأوِي الخَطِيئَةُ، يَرُدُّونَ مَن شَذَّ عَنهَا فِيهَا، وَ يَسُوقُونَ مَن تَأَخَّرَ عَنهَا إِلَيهَا، يَقُولُ اللهُ سُبحَانَهُ: فَبِي حَلَفتُ لَأَبعَثَنَّ عَلَىٰ أُولٰئِكَ فِتنَةً تَترُكُ الحَلِيمَ فِيهَا حَيرَانَ وَ قَد فَعَلَ، وَ نَحنُ نَستَقِيلُ اللهَ عَثرَةَ الغَفلَةِ.

۳۷۰

وَ رُوِيَ أَنَّهُ عليه السلام قلما اعتدل به المنبر إلا قال أمام الخطبة: أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللهَ فَمَا خُلِقَ امرُؤٌ عَبَثاً فَيَلهُوَ وَ لَا تُرِكَ سُدًى فَيَلغُوَ، وَ مَا دُنيَاهُ الَّتِي تَحَسَّنَت لَهُ بِخَلَفٍ مِنَ الآخِرَةِ الَّتِي قَبَّحَهَا سُوءُ النَّظَرِ عِندَهُ، وَ مَا المَغرُورُ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الدُّنيَا بِأَعلَىٰ هِمَّتِهِ كَالآخَرِ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الآخِرَةِ بِأَدنَىٰ سُهمَتِهِ.

۳۷۱

و قال (عليه السلام):

لَا شَرَفَ أَعلَىٰ مِنَ الإِسلَامِ: وَ لَا عِزَّ أَعَزُّ مِنَ التَّقوَىٰ: وَ لَا مَعقِلَ أَحسَنُ مِنَ الوَرَعِ، وَ لَا شَفِيعَ أَنجَحُ مِنَ

القاء - قبر میں ڈالنا
اعتبار - عبرت
بطن الاضطرار - بقدر ضرورت
مقت - ناراضگی
اثریٰ - مالدار ہوگیا
اکدیٰ - محتاج ہوگیا
یبلسون - مایوس ہوجائیں گے
ذیادۃ - روک تھام کرلے جانا
حیاشۃ - گھیر کرلے جانا
یلھوا - لہو لعب میں مبتلا ہوجائے
یلغوا - لغو کام کرے
خلف - بدل
سھمہ - حصہ
معقل - پناہ گاہ
ورع - احتیاط و پرہیز
انجح - زیادہ کامیاب
شفیع - سفارش کرنے والا

مصادر حکمت ۳۶۸ تصار الحکم ص۲۵۲
مصادر حکمت ۳۶۹ میزان الاعتدال ذہبی ۳ ص۲۱۶، رسالہ اصول الایمان محمد بن عبدالوہاب ص۲۵، ثواب الاعمال صدوق، روضۃ الکافی ص۴۹
مصادر حکمت ۳۷۰ دستور معالم الحکم ص۴۸، ربیع الابرار، اعجاز القرآن باقلانی ص۱۹۳
مصادر حکمت ۳۷۱ روضۃ الکافی ص۱۸، تحف العقول ص۶۴، امالی صدوق ص۱۹۳

مومن وہی ہے جو دنیا کی طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور پیٹ کی ضرورت بھر سامان پر گذارا کر لیتا ہے۔ اس کی باتوں کو عداوت و نفرت کے کانوں سے سنتا ہے۔ کہ جب کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مالدار ہوگیا ہے تو فوراً آواز آتی ہے کہ نادار ہوگیا ہے۔ اور جب کسی کو بقا کے تصور سے مسرور کیا جاتا ہے تو فنا کے خیال سے رنجیدہ بنا دیا جاتا ہے۔ اور یہ سب اس وقت ہے جب ابھی وہ دن نہیں آیا ہے جس دن اہل دنیا مایوسی کا شکار ہو جائیں گے۔

۳۶۸۔ پروردگار عالم نے اطاعت پر ثواب اور معصیت پر عقاب اسی لئے رکھا ہے تاکہ بندوں کو اپنے غضب سے دور رکھ سکے اور انھیں گھیر کر جنت کی طرف لے آئے۔

۳۶۹۔ لوگوں پر ایک ایسا دور بھی آنے والا ہے جب قرآن میں صرف نقوش باقی رہ جائیں گے اور اسلام میں صرف نام باقی رہ جائے گا مسجدیں[1] تعمیرات کے اعتبار سے آباد ہوں گی اور ہدایت کے اعتبار سے برباد ہوں گی۔ اس کے رہنے والے اور آباد کرنے والے سب بدترین اہل زمانہ ہوں گے۔ انھیں سے فتنہ باہر آئے گا اور انھیں کی طرف غلطیوں کو پناہ ملے گی۔ جو اس سے بچ کر جانا چاہے گا اسے اس کی طرف پلٹا دیں گے اور جو دور رہنا چاہے گا اسے ہنکا کر لے آئیں گے۔

پروردگار کا ارشاد ہے کہ میری ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایک ایسے فتنہ کو مسلط کر دوں گا جو صاحب عقل کو بھی حیرت زدہ بنا دے گا اور یہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ ہم اس کی بارگاہ میں غفلتوں کی لغزشوں سے پناہ چاہتے ہیں۔

۳۷۰۔ کہا جاتا ہے کہ آپ جب بھی منبر پر تشریف لے جاتے تھے تو خطبہ سے پہلے یہ کلمات ارشاد فرمایا کرتے تھے:

لوگو! اللہ سے ڈرو۔ اس نے کسی کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے کہ کھیل کود میں لگ جائے اور نہ آزاد چھوڑ دیا ہے کہ لغویتیں کرنے لگے۔ یہ دنیا جو انسان کی نگاہ میں آراستہ ہوگئی ہے یہ اس آخرت کا بدل نہیں بن سکتی ہے جسے بری نگاہ نے قبیح بنا دیا ہے۔ جو فریب خوردہ دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ اس کا جیسا نہیں ہے جو آخرت میں ادنیٰ حصہ بھی حاصل کر لے۔

۳۷۱۔ اسلام سے بلند تر کوئی شرف نہیں ہے اور تقویٰ سے زیادہ باعزت کوئی عزت نہیں ہے۔ پرہیزگاری سے بہتر کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور توبہ سے زیادہ کامیاب کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔

[1] شائد کہ ہمارا دور اس ارشاد گرامی کا بہترین مصداق ہے جہاں مساجد کی تعمیر بھی ایک فیشن ہوگئی ہے اور اس کا اجتماع بھی ایک فنکشن ہو کر رہ گیا ہے۔ روح مسجد فنا ہوگئی ہے اور مساجد سے وہ کام نہیں لیا جا رہا ہے جو مولائے کائنات کے دور میں لیا جا رہا تھا جہاں اسلام کی ہر تحریک کا مرکز مسجد تھی اور باطل سے ہر مقابلہ کا منصوبہ مسجد میں تیار ہوتا تھا۔ لیکن آج مسجدیں صرف حکومتوں کے لئے دعائے خیر کا مرکز ہیں اور ان کی شخصیتوں کے پروپیگنڈہ کا بہترین پلیٹ فارم ہیں۔ رب کریم اس صورت حال کی اصلاح فرمائے!

التَّوْبَةِ، وَ لَا كَنْزَ أَغْنَىٰ مِنَ الْقَنَاعَةِ، وَ لَا مَالَ أَذْهَبُ لِلْفَاقَةِ مِنَ الرِّضَىٰ بِالْقُوتِ، وَ مَنِ اقْتَصَرَ عَلَىٰ بُلْغَةِ الْكَفَافِ فَقَدِ انْتَظَمَ الرَّاحَةَ، وَ تَبَوَّأَ خَفْضَ الدَّعَةِ. وَالرَّغْبَةُ مِفْتَاحُ النَّصَبِ، وَ مَطِيَّةُ التَّعَبِ وَ الْحِرْصُ وَ الْكِبْرُ وَ الْحَسَدُ دَوَاعٍ إِلَىٰ التَّقَحُّمِ فِي الذُّنُوبِ، وَالشَّرُّ جَامِعُ مَسَاوِىءِ الْعُيُوبِ.

۳۷۲

و قال (عليه السلام):

لجابر ابن عبدالله الأنصاري: يَا جَابِرُ، قِوَامُ الدِّينِ وَ الدُّنْيَا بِأَرْبَعَةٍ، عَالِمٍ مُسْتَعْمِلٍ عِلْمَهُ، وَ جَاهِلٍ لَا يَسْتَنْكِفُ أَنْ يَتَعَلَّمَ، وَ جَوَادٍ لَا يَبْخَلُ بِمَعْرُوفِهِ، وَ فَقِيرٍ لَا يَبِيعُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ، فَإِذَا ضَيَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ أَنْ يَتَعَلَّمَ، وَ إِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِمَعْرُوفِهِ بَاعَ الْفَقِيرُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ.

يَا جَابِرُ، مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللهِ عَلَيْهِ كَثُرَتْ حَوَائِجُ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَمَنْ قَامَ للهِ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَالْبَقَاءِ، وَ مَنْ لَمْ يَقُمْ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَالْفَنَاءِ.

۳۷۳

و روى ابن جرير الطّبري في تاريخه عن عبدالرحمن ابن أبي ليلى الفقيه و كان ممن خرج لقتال الحجاج مع ابن الأشعث أنّه قال فيما كان يحضّ به النّاس على الجهاد: إنّي سمعت عليّا رفع الله درجته في الصالحين، و أثابه ثواب الشّهداء و الصّدّيقين يقول يوم لقينا أهل الشّام:

أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ، إِنَّهُ مَنْ رَأَىٰ عُدْوَاناً يُعْمَلُ بِهِ وَ مُنْكَراً يُدْعَىٰ إِلَيْهِ فَأَنْكَرَهُ بِقَلْبِهِ فَقَدْ سَلِمَ وَ بَرِىءَ، وَ مَنْ أَنْكَرَهُ بِلِسَانِهِ فَقَدْ أُجِرَ وَ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ، وَ مَنْ أَنْكَرَهُ بِالسَّيْفِ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ كَلِمَةُ الظَّالِمِينَ هِيَ السُّفْلَىٰ فَذٰلِكَ الَّذِي أَصَابَ سَبِيلَ الْهُدَىٰ وَ قَامَ عَلَىٰ الطَّرِيقِ، وَ نَوَّرَ فِي قَلْبِهِ الْيَقِينُ.

انتظم - حاصل کر لیا
تبوأ - جگہ بنالی
دعہ - راحت
رغبت - خواہش
نصب - رنج و تکلیف
مطیّہ - سواری
استنکاف - انکار
عرضہا - پیش کر دیا
بری - بری ہو گیا

(۱) استعمال علم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان ذاتی طور پر اپنے علم پر عمل کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو اپنے علم سے مستفید کرے اور علم کو تحصیل مال کا ذریعہ نہ بنائے ۔۔۔ ورنہ اگر عالم اپنے علم کو تحصیل مال کا ذریعہ بنالے گا تو جاہل علم حاصل کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے گا ۔ اور اس طرح اگر مالدار سخاوت نہ کرے گا تو محتاج اور فقیر اپنی آخرت بیچ کر دنیا حاصل کرنے کا کاروبار شروع کر دے گا اور اس طرح دین و دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے ۔

مصادر حکمت ۳۷۲ تفسیر امام عسکری، بحار الانوار ۱ ص ۱۷۸، خصال صدوق ۱ ص ۹۰، تحف العقول ص ۱۵۹، مناقب خوارزمی ص ۲۶۶، روضۃ الواعظین، مشکوٰۃ الانوار ص ۱۲۵، تذکرۃ الخواص ص ۱۶۸، مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴، الحکمۃ الخالدہ ص ۱۱۰، امالی صدوق مجلس ۔۔۔ توحید صدوق ص ۳۲۱

مصادر حکمت ۳۷۳ تاریخ طبری حوادث سنہ ۸۲ھ

قناعت سے زیادہ مالدار بنانے والا کوئی خزانہ نہیں ہے اور روزی پر راضی ہو جانے سے زیادہ فقر و فاقہ کو دور کرنے والا کوئی مال نہیں ہے جس نے بقدر کفایت سامان پر گزارا کر لیا اس نے راحت کو حاصل کر لیا اور سکون کی منزل میں گھر بنا لیا۔
خواہش رنج و تکلیف کی کنجی اور تکان و زحمت کی سواری ہے۔
حرص، تکبر اور حسد گناہوں میں کود پڑنے کے اسباب و محرکات ہیں اور شر تمام برائیوں کا جامع ہے۔

۳۷۲۔ آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا کہ جابر دین و دنیا کا قیام چار چیزوں سے ہے۔
وہ عالم جو اپنے علم کو استعمال بھی کرے[1] اور وہ جاہل جو علم حاصل کرنے سے انکار نہ کرے۔
وہ سخی جو اپنی نیکیوں میں بخل نہ کرے۔
اور وہ فقیر جو اپنی آخرت کو دنیا کے عوض فروخت نہ کرے۔
لہٰذا (یاد رکھو) اگر عالم اپنے کو برباد کر دے گا تو جاہل بھی اس کے حصول سے اکڑ جائے گا اور اگر غنی اپنی نیکیوں میں بخل کرے گا تو فقیر بھی آخرت کو دنیا کے عوض بیچنے پر آمادہ ہو جائے گا۔
جابر! جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اس کی طرف لوگوں کی احتیاج بھی زیادہ ہوتی ہے لہٰذا جو شخص اپنے مال میں اللہ کے فرائض کے ساتھ قیام کرتا ہے وہ اس کی بقا و دوام کا سامان فراہم کر لیتا ہے اور جو ان واجبات کو ادا نہیں کرتا ہے وہ اسے زوال و فنا کے راستہ پر لگا دیتا ہے۔

۳۷۳۔ ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے نقل کیا ہے جو حجاج سے مقابلہ کرنے کے لئے ابن اشعث سے نکلا تھا اور لوگوں کو جہاد پر آمادہ کر رہا تھا کہ میں نے حضرت علیؑ (خدا صالحین میں ان کے درجات کو کا ثواب عنایت کرے) سے اس دن سنا ہے جب ہم لوگ شام والوں سے مقابلہ کر رہے تھے کہ حضرت نے فرمایا:
ایمان والو! جو شخص یہ دیکھے کہ ظلم و تعدی پر عمل ہو رہا ہے اور برائیوں کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور اپنے دل سے اس کا انکار کر دے تو گویا کہ محفوظ رہ گیا اور بری ہو گیا ـــــ اور اگر زبان سے انکار کر دے تو اجر کا حقدار بھی ہو گیا کہ یہ صرف قلبی انکار سے بہتر صورت ہے اور اگر کوئی شخص تلوار کے ذریعہ اس کی روک تھام کرے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے اور ظالمین کی بات پست ہو جائے تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کے راستہ کو پا لیا ہے اور سیدھے راستہ پر قائم ہو گیا ہے اور اس کے دل میں یقین کی روشنی پیدا ہو گئی ہے

[1] اس فقرہ میں سلامتی اور برارت کا مفہوم یہی ہے کہ منکرات کو برا سمجھنا اور اس سے راضی نہ ہونا انسان کی فطرت سلیم کا حصہ ہے جس کا تقاضا اندر سے برابر جاری رہتا ہے لہٰذا اگر اس نے بیزاری کا اظہار کر دیا تو گویا فطرت کے سلیم ہونے کا ثبوت دے دیا اور اس فریضہ سے سبکدوش ہو گیا جو فطرت سلیم نے اس کے ذمہ عائد کیا تھا ـــ ورنہ اگر ایسا بھی نہ کرتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ فطرت سلیم پر خارجی عناصر غالب آ گئے ہیں اور انھوں نے بری الذمہ ہونے سے روک دیا ہے۔

نفثہ - لعاب دہن کے ریزے
لجی - گہرا
تغلبون - مغلوب ہوجاؤ گے
مری - خوشگوار
وبی - وبا پیدا کرنے والا
روح اللہ - رحمت خدا

۳۷۴

و في كلام آخر له يجري هذا المجرى: فَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ لِلْمُنْكَرِ بِيَدِهِ وَ لِسَانِهِ وَ قَلْبِهِ فَذَلِكَ الْمُسْتَكْمِلُ لِخِصَالِ الْخَيْرِ وَ مِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِلِسَانِهِ وَ قَلْبِهِ وَ التَّارِكُ بِيَدِهِ فَذَلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَ مُضَيِّعٌ خَصْلَةً، وَ مِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَ التَّارِكُ بِيَدِهِ وَ لِسَانِهِ فَذَلِكَ الَّذِي ضَيَّعَ أَشْرَفَ الْخَصْلَتَيْنِ مِنَ الثَّلَاثِ وَ تَمَسَّكَ بِوَاحِدَةٍ، وَ مِنْهُمْ تَارِكٌ لِإِنْكَارِ الْمُنْكَرِ بِلِسَانِهِ وَ قَلْبِهِ وَ يَدِهِ فَذَلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ، وَ مَا أَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عِنْدَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ إِلَّا كَنَفْثَةٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ. وَ إِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ، وَ لَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ.

۳۷۵

و عن أبي جُحَيْفَةَ قال: سمعت أميرالمؤمنين عليه السلام يقول: أَوَّلُ مَا تُغْلَبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْجِهَادِ الْجِهَادُ بِأَيْدِيكُمْ ثُمَّ بِأَلْسِنَتِكُمْ ثُمَّ بِقُلُوبِكُمْ، فَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ بِقَلْبِهِ مَعْرُوفاً وَلَمْ يُنْكِرْ مُنْكَراً قُلِبَ فَجُعِلَ أَعْلَاهُ أَسْفَلَهُ وَ أَسْفَلُهُ أَعْلَاهُ.

۳۷۶

و قال (عليه السلام):

إِنَّ الْحَقَّ ثَقِيلٌ مَرِيءٌ، وَإِنَّ الْبَاطِلَ خَفِيفٌ وَبِيءٌ.

۳۷۷

و قال (عليه السلام):

لَا تَأْمَنَنَّ عَلَى خَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَذَابَ اللهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ) وَ لَا تَيْأَسَنَّ لِشَرِّ هَذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ رَوْحِ اللهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ).

۳۷۸

و قال (عليه السلام):

اَلْبُخْلُ جَامِعٌ لِمَسَاوِئِ الْعُيُوبِ

(۱) کہا جاتا ہے کہ انسانی زندگی میں حیات کا سراغ اس کے حرکات سے لگتا ہے اور حرکات کا سبب اس کا علم اور ارادہ ہوتا ہے لہٰذا اگر انسان اس منزل پر پہنچ جائے جہاں علمی اعتبار سے اس قدر جاہل ہوجائے کہ برائی کے برے ہونے کے ادراک سے بھی محروم ہوجائے اور ارادہ کے اعتبار سے اس قدر کمزور ہوجائے کہ برائی کو دیکھنے کے بعد بھی کسی طرح کی حرکت نہ پیدا ہو اور بیزاری کا کوئی خیال بھی نہ آئے تو یہ انسان کسی جہت سے زندہ بلکہ انسان کہے جانے کے قابل نہیں ہے اور اس کا شمار مُردوں ہی میں ہونا چاہیئے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولائے کائنات کے اس ارشاد گرامی اور عقل و منطق کے اس فیصلہ کے بعد دور حاضر کے معاشروں کو معاشرہ کا نام دیا جائے گا یا اسے عمومی قبرستان سے تعبیر کیا جائے گا؟

مصادر حکمت ۳۷۴ قوت القلوب ۱ ص۳۰۸، خطبہ ۱۵۴
مصادر حکمت ۳۷۵ تفسیر علی بن ابراہیم، دستور معالم الحکم ص۱۵۲، امالی ابوطالب یحییٰ بن الحسین الحسنی ص۲۹۵، احیاء العلوم غزالی ۲ ص۳۱۱، غرر الحکم
مصادر حکمت ۳۷۶ انساب الاشراف ۵ ص۴۴، فتوح ابن اعثم کوفی ۲ ص۱۸۹
مصادر حکمت ۳۷۷ العقد الفرید ۲ ص۱۳۹، لباب الآداب اسامہ بن منقذ ص۳۹۳
مصادر حکمت ۳۷۸ سراج الملوک ص۳۸۴، تحف العقول ص۶۶

٣٧٤۔ (اسی موضوع سے متعلق دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا) بعض لوگ منکرات کا انکار دل۔ زبان اور ہاتھ سب سے کرتے ہیں تو یہ خیر کے تمام شعبوں کے مالک ہیں اور بعض لوگ صرف زبان اور دل سے انکار کرتے ہیں اور ہاتھ سے روک تھام نہیں کرتے ہیں تو انھوں نے نیکی کی دو خصلتوں کو حاصل کیا ہے اور ایک خصلت کو برباد کر دیا ہے ۔ اور بعض لوگ صرف دل سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہاتھ استعمال کرتے ہیں اور نہ زبان ۔ تو انھوں نے دو خصلتوں کو ضائع کر دیا ہے اور صرف ایک کو پکڑ لیا ہے ۔

اور بعض وہ بھی ہیں جو دل ۔ زبان اور ہاتھ کسی سے بھی برائیوں کا انکار نہیں کرتے ہیں تو یہ زندوں کے درمیان مُردہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور یاد رکھو کہ جملہ اعمال خیر مع جہاد راہ خدا ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو گہرے سمندر میں لعاب دہن کے ذرات کی حیثیت ہوتی ہے ۔

اور ان تمام اعمال سے بلند تر عمل حاکم ظالم کے سامنے کلمۂ انصاف[1] کا اعلان ہے ۔

٣٧٥۔ ابو جحیفہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ سب سے پہلے تم ہاتھ کے جہاد میں مغلوب ہو گے اس کے بعد زبان کے جہاد میں اور اس کے بعد دل کے جہاد میں ۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ اگر کسی شخص نے دل سے اچھائی کو اچھا اور برائی کو برا نہیں سمجھا تو اسے اس طرح الٹ پلٹ دیا جائے گا کہ پست بلند ہو جائے اور بلند پست ہو جائے ۔

٣٧٦۔ حق ہمیشہ سنگین ہوتا ہے مگر خوشگوار ہوتا ہے اور باطل ہمیشہ آسان ہوتا ہے مگر مہلک ہوتا ہے ۔

٣٧٧۔ دیکھو اس امت کے بہترین آدمی کے بارے میں بھی عذاب سے مطمئن نہ ہو جانا کہ عذاب الٰہی کی طرف سے صرف خسارہ والے ہی مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ اور اسی طرح اس امت کے بدترین کے بارے میں بھی رحمت خدا سے مایوس نہ ہو جانا کہ رحمت خدا سے مایوسی صرف کافروں کا حصہ ہے ۔

(واضح رہے کہ اس ارشاد کا تعلق صرف ان گنہگاروں سے ہے جن کا عمل انھیں سرحد کفر تک نہ پہونچا دے ورنہ کافر تو بہر حال رحمت خدا سے مایوس رہتا ہے) ۔

٣٧٨۔ بخل عیوب کی تمام برائیوں کا جامع ہے ۔

---

[1] تاریخ اسلام میں اس کی بہترین مثال ابن السکیت کا کردار ہے جہاں ان سے متوکل نے سر دربار یہ سوال کر لیا کہ تمہاری نگاہ میں میرے دونوں فرزند معتز اور موید بہتر ہیں یا علیؑ کے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ ۔ تو ابن السکیت نے سلطان ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ کا کیا ذکر ہے تیرے فرزند اور تو دونوں مل کر علیؑ کے غلام قنبر کی جوتیوں کے تسمہ کے برابر نہیں ہیں۔

جس کے بعد متوکل نے حکم دے دیا کہ ان کی زبان کو گدی سے کھینچ لیا جائے اور ابن السکیت نے نہایت درجہ سکون قلب کے ساتھ اس قربانی کو پیش کر دیا اور اپنے پیشرو میثم تمار ۔ حجر بن عدی ۔ عمرو بن الحمق ۔ ابوذر ۔ عمار یاسر اور مختار سے ملحق ہو گئے ۔

وَ هُوَ زِمَامٌ يُقَادُ بِهِ إِلَىٰ كُلِّ سُوءٍ.

٣٧٩

و قال (ع):

يَا ابْنَ آدَمَ، الرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهُ، وَ رِزْقٌ يَطْلُبُكَ، فَإِنْ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ. فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ سَنَتِكَ عَلَىٰ هَمِّ يَوْمِكَ! كَفَاكَ كُلُّ يَوْمٍ عَلَىٰ مَا فِيهِ؛ فَإِنْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ سَيُؤْتِيكَ فِي كُلِّ غَدٍ جَدِيدٍ مَا قَسَمَ لَكَ؛ وَ إِنْ لَمْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ فِيمَا لَيْسَ لَكَ؛ وَ لَنْ يَسْبِقَكَ إِلَىٰ رِزْقِكَ طَالِبٌ: وَلَنْ يَغْلِبَكَ عَلَيْهِ غَالِبٌ، وَلَنْ يُبْطِىءَ عَنْكَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَكَ.

قال الرضي: وقد مضى هذا الكلام فيما تقدم من هذا الباب، إلا أنه ها هنا أوضح و أشرح، فلذلك كررناه على القاعدة المقررة في أول الكتاب.

٣٨٠

و قال (ع):

رُبَّ مُسْتَقْبِلٍ يَوْماً لَيْسَ بِمُسْتَدْبِرِهِ، وَ مَغْبُوطٍ فِي أَوَّلِ لَيْلِهِ، قَامَتْ بَوَاكِيهِ فِي آخِرِهِ.

٣٨١

و قال (ع):

اَلْكَلَامُ فِي وَثَاقِكَ مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ؛ فَإِذَا تَكَلَّمْتَ بِهِ صِرْتَ فِي وَثَاقِهِ فَاخْزُنْ لِسَانَكَ كَمَا تَخْزُنُ ذَهَبَكَ وَ وَرِقَكَ، فَرُبَّ كَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً وَ جَلَبَتْ نِقْمَةً.

٣٨٢

و قال (ع):

لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ، بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ، فَإِنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَىٰ جَوَارِحِكَ كُلِّهَا فَرَائِضَ يَحْتَجُّ بِهَا عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

٣٨٣

و قال (ع):

إِحْذَرْ أَنْ يَرَاكَ اللهُ عِنْدَ مَعْصِيَتِهِ، وَ يَفْقِدَكَ عِنْدَ طَاعَتِهِ، فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ وَ إِذَا قَوِيتَ فَاقْوَ عَلَىٰ طَاعَةِ اللهِ، وَإِذَا ضَعُفْتَ فَاضْعُفْ عَنْ مَعْصِيَةِ اللهِ.

٣٨٤

و قال (ع):

الرُّكُونُ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ مَا تُعَايِنُ

مستدبر - پیٹھ پھرانے والا
مغبوط - جس پر رشک کیا جائے۔
وثاق - قید
اخزن - اپنے قابو میں رکھو
ورق - چاندی
تعاین - دیکھ رہے ہو

(۱) یعنی انسان اس دن کو آتے ہوئے دیکھتا ہے اور پھر جاتے ہوئے نہیں دیکھ پاتا ہے اور شام سے پہلے ہی مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔

(۲) اسلام کے گفتگو کے بھی آئین معین ہیں اور ہر بات کا زبان سے نکال دینا کوئی ہنر نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یہ بدترین عیب بن جاتا ہے لہذا حضرت نے اس نکتہ کی طرف اس حسین لفظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ تمہارا دہن لفظوں کا قید خانہ ہے اور تمہارے الفاظ تمہاری زنجیریں ہیں لہذا خود قید ہوں گے بہتر یہ ہے کہ اپنے زبان کو قابو میں رکھو اور الفاظ کو ایک قیمتی خزانہ تصور کرو جس کا ضائع کر دینا کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے۔

مصادر حکمت ۳۷۹ قوت القلوب ۱ صـ۳۱، العقد الفرید ۳ صـ۱۵۷، من لا یحضرہ الفقیہ ۴ صـ۲۷۶، کنز الفوائد صـ۲۰۹، غرر الحکم صـ۱۵۰
مصادر حکمت ۳۸۰ الفقیہ ۴ صـ۲۷۶، تذکرۃ الخواص صـ۱۳۵، غرر الحکم صـ۱۷
مصادر حکمت ۳۸۱ اختصاص مفید صـ۲۲۹، الفقیہ ۴ صـ۲۷۲
مصادر حکمت ۳۸۲ اختصاص مفید صـ۲۳۱، الفقیہ ۲ صـ۳۸۱، قصار الحکم صـ۶۰
مصادر حکمت ۳۸۳ غرر الحکم صـ۷۷
مصادر حکمت ۳۸۴ مجمع الامثال ۲ صـ۳۵۳، تحف العقول صـ۶۶، سراج الملوک صـ۳۸۳

اور یہی وہ زمام ہے جس کے ذریعہ انسان کو ہر بُرائی کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔

۳۷۹۔ ابن آدم! رزق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رزق وہ ہے جسے تم تلاش کر رہے ہو اور ایک رزق وہ ہے جو تم کو تلاش کر رہا ہے کہ اگر تم اس تک نہ پہونچو گے تو وہ تمھارے پاس آجائے گا۔ لہٰذا ایک سال کے ہم و غم کو ایک دن پر بار نہ کرو۔ ہر دن کے لئے اسی دن کی فکر کافی ہے۔ اس کے بعد اگر تمھاری عمر میں ایک سال باقی رہ گیا ہے تو ہر آنے والا دن اپنا رزق اپنے ساتھ لے کر آئے گا اور اگر سال باقی نہیں رہ گیا ہے تو سال بھر کی فکر کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تمھارے رزق کو تم سے پہلے کوئی پا نہیں سکتا ہے اور تمھارے حصہ پر کوئی غالب آ نہیں سکتا ہے بلکہ جو تمھارے حق میں مقدر ہو چکا ہے وہ دیر سے بھی نہیں آئے گا۔

سید رضیؒ۔ یہ ارشاد گرامی اس سے پہلے بھی گذر چکا ہے مگر یہاں زیادہ واضح اور مفصل ہے لہٰذا دوبارہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

۳۸۰۔ بہت سے لوگ ایسے دن کا سامنا کرنے والے ہیں جس سے پیٹھ پھرانے والے نہیں ہیں۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی قسمت پر سر شام رشک کیا جاتا ہے اور صبح ہوتے ہوتے ان پر رونے والیوں کا ہجوم لگ جاتا ہے۔[1]

۳۸۱۔ گفتگو تمھارے قبضہ میں ہے جب تک اس کا اظہار نہ ہو جائے۔ اس کے بعد پھر تم اس کے قبضہ میں چلے جاتے ہو۔ لہٰذا اپنی زبان کو ویسے ہی محفوظ رکھو جیسے سونے چاندی کی حفاظت کرتے ہو۔ کہ بعض کلمات نعمتوں کو سلب کر لیتے ہیں اور عذاب کو جذب کر لیتے ہیں۔

۳۸۲۔ جو بات نہیں جانتے ہو اسے زبان سے مت نکالو بلکہ ہر وہ بات جسے جانتے ہو اسے بھی مت بیان کرو کہ اللہ نے ہر عضو بدن کے کچھ فرائض قرار دئے ہیں اور انھیں کے ذریعہ روز قیامت حجت قائم کرنے والا ہے۔

۳۸۳۔ اس بات سے ڈرو کہ اللہ تمھیں معصیت کے موقع پر حاضر دیکھے اور اطاعت کے موقع پر غائب پائے کہ اس طرح خسارہ والوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ اگر تمھارے پاس طاقت ہے تو اس کا اظہار اطاعت خدا میں کرو اور اگر کمزوری دکھلانا ہے تو اسے معصیت کے موقع پر دکھلاؤ۔

۳۸۴۔ دنیا کے حالات دیکھنے کے باوجود اس کی طرف رجحان اور میلان صرف جہالت ہے۔

---

[1] اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ انسان محنت و مشقت چھوڑ دے اور اس امید میں بیٹھ جائے کہ رزق کی دوسری قسم بہرحال حاصل ہو جائے گی اور اسی پر قناعت کرلے گا۔ بلکہ یہ درحقیقت اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے یہاں محنت و مشقت بہرحال کرنا ہے اور یہ انسان کے فرائض انسانیت و عبدیت میں شامل ہے لیکن اس کے بعد بھی رزق کا ایک حصہ ہے جو انسان کی محنت و مشقت سے بالاتر ہے اور وہ ان اسباب کے ذریعہ پہونچ جاتا ہے جن کا انسان تصور بھی نہیں کرتا ہے جس طرح کہ آپ گھر سے نکلیں اور کوئی شخص راستہ میں ایک گلاس پانی یا ایک پیالی چائے پلا دے۔ ظاہر ہے کہ یہ پانی یا چائے نہ آپ کے حساب رزق کا کوئی حصہ ہے اور نہ آپ نے اس کے لئے کوئی محنت کی ہے۔ یہ پروردگار کا ایک کرم ہے جو آپ کے شامل حال ہو گیا ہے اور اس نے اس نکتہ کی وضاحت کر دی کہ اگر زندگانی دنیا میں محنت ناکام بھی ہو جائے تو رزق کا سلسلہ بند ہونے والا نہیں ہے۔ پروردگار کے پاس اپنے وسائل موجود ہیں وہ ان وسائل سے رزق فراہم کر دے گا۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ اسباب کا پابند نہیں ہے۔

مِنْهَا جَهْلٌ، وَ التَّقْصِيرُ فِي حُسْنِ الْعَمَلِ إِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ، وَ الطُّمَأْنِينَةُ إِلَىٰ كُلِّ أَحَدٍ قَبْلَ الْاخْتِبَارِ لَهُ عَجْزٌ.

۳۸۵

و قال (عليه السلام):

مِنْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ أَنَّهُ لَا يُعْصَىٰ إِلَّا فِيهَا، وَ لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِتَرْكِهَا.

۳۸٦

و قال (عليه السلام):

مَنْ طَلَبَ شَيْئاً نَالَهُ أَوْ بَعْضَهُ.

۳۸۷

و قال (عليه السلام):

مَا خَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ. وَ مَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ. وَ كُلُّ نَعِيمٍ دُونَ الْجَنَّةِ فَهُوَ مَحْقُورٌ. وَ كُلُّ بَلَاءٍ دُونَ النَّارِ عَافِيَةٌ.

۳۸۸

و قال (عليه السلام):

أَلَا وَ إِنَّ مِنَ الْبَلَاءِ الْفَاقَةَ، وَ أَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ، وَ أَشَدُّ مِنْ مَرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ. أَلَا وَ إِنَّ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ.

۳۸۹

و قال (عليه السلام):

«مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ». وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى: مَنْ فَاتَهُ حَسَبُ نَفْسِهِ لَمْ يَنْفَعْهُ حَسَبُ آبَائِهِ.

۳۹۰

و قال (عليه السلام):

لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ: فَسَاعَةٌ يُنَاجِي فِيهَا رَبَّهُ، وَ سَاعَةٌ يَرُمُّ مَعَاشَهُ، وَ سَاعَةٌ يُخَلِّي بَيْنَ نَفْسِهِ وَ بَيْنَ لَذَّتِهَا فِيمَا يَحِلُّ وَ يَجْمُلُ. وَ لَيْسَ لِلْعَاقِلِ أَنْ يَكُونَ شَاخِصاً إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: مَرَمَّةٍ لِمَعَاشٍ، أَوْ خُطْوَةٍ فِي مَعَادٍ، أَوْ لَذَّةٍ فِي غَيْرِ مُحَرَّمٍ.

۳۹۱

و قال (عليه السلام):

ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُبَصِّرْكَ اللهُ عَوْرَاتِهَا،

غبن - گھاٹا
محقور - حقیر
فاقہ - فقر
یرم - انتظام کرتا ہے
معاد - آخرت

(۱) کاش ہر انسان کی زندگی اوقات یہ اسی طرح تقسیم ہو جائے اور ہر شخص زندگی کا ایک حصہ مالک کی اطاعت مناجات، دعا، تفکر، معرفت، تلاوت کلام اللہ وغیرہ میں گذار دے اور دوسرے حصہ میں اپنے اور اپنے متعلقین کے آزوقہ کا انتظام کرے اور اس کے بعد راحت و آرام کے ساتھ اپنے گھر والوں اور دوست احباب کے ساتھ معاشرتی حقوق کو ادا کرتا رہے مگر افسوس کہ اکثریت اس تقسیم سے محروم ہے اور آزاد و بیکار افراد بھی اس تقسیم کا لحاظ نہیں کرتے ہیں۔ مجبور اور مبتلائے دنیاداری افراد کا کیا ذکر ہے۔!

مصادر حکمت ۳۸۵ غرر الحکم ص ۳۰۳، البیان والتبیین جاحظ
مصادر حکمت ۳۸٦ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴، دستور معالم الحکم ص ۲۵
مصادر حکمت ۳۸۷ تحف العقول ص ۱۰۷، روضۃ الکافی، الفقیہ ۴ ص ۲۶۹، توحید صدوق ص ۵٦
مصادر حکمت ۳۸۸ امالی طوسی ا ص ۱۴۵، محاسن برقی ص ۳۴۵
مصادر حکمت ۳۸۹ قصار الحکم ص ۲۲
مصادر حکمت ۳۹۰ روضۃ الکافی ص ۲۱، قصار الحکم ص ۳۸۸، تحف العقول ص ۲۰۳، امالی طوسی ص ۱۴۲
مصادر حکمت ۳۹۱ خطبہ ۱۸٦، ۱۷۳، ۹۹

اور ثواب کے یقین کے بعد بھی نیک عمل میں کوتاہی کرنا خسارہ ہے۔ امتحان سے پہلے ہر ایک پر اعتبار کر لینا عاجزی اور کمزوری ہے۔

۳۸۵۔ خدا کی نگاہ میں دنیا کی حقارت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی معصیت اسی دنیا میں ہوتی ہے اور اس کی اصلی نعمتیں اس کو چھوڑنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہیں۔

۳۸۶۔ جو کسی شے کا طلبگار ہوتا ہے وہ کل یا جزء بہرحال حاصل کر لیتا ہے۔

۳۸۷۔ وہ بھلائی بھلائی نہیں ہے جس کا انجام جہنم ہو۔ اور وہ برائی برائی نہیں ہے جس کی عاقبت جنت ہو۔ جنت کے علاوہ ہر نعمت حقیر ہے اور جہنم سے بچ جانے کے بعد ہر مصیبت عافیت ہے۔

۳۸۸۔ یاد رکھو کہ فقر و فاقہ بھی ایک بلاء ہے اور اس سے زیادہ سخت مصیبت بدن کی بیماری ہے اور اس سے زیادہ دشوار گذار دل کی بیماری ہے۔ مالداری یقیناً ایک نعمت ہے لیکن اس سے بڑی نعمت صحت بدن[1] ہے اور اس سے بڑی نعمت دل کی پرہیزگاری ہے۔

۳۸۹۔ جس کو عمل پیچھے ہٹا دے اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا ہے۔ یا (دوسری روایت میں) جس کے ہاتھ سے اپنا کردار نکل جائے اسے آباء و اجداد کے کارنامے فائدہ نہیں پہونچا سکتے ہیں۔

۳۹۰۔ مومن کی زندگی کے تین اوقات ہوتے ہیں۔ ایک ساعت میں وہ اپنے رب سے راز و نیاز کرتا ہے اور دوسرے وقت میں اپنے معاش کی اصلاح کرتا ہے اور تیسرے وقت میں اپنے نفس کو ان لذتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیتا ہے جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔[۵۱]

کسی عقلمند کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ اپنے گھر سے دور ہو جائے مگر یہ کہ تین میں سے کوئی ایک کام ہو۔ اپنے معاش کی اصلاح کرے، آخرت کی طرف قدم آگے بڑھائے، بلال اور پاکیزہ لذت حاصل کرے۔

۳۹۱۔ دنیا میں زہد اختیار کرو تا کہ اللہ تمہیں اس کی برائیوں سے آگاہ کر دے۔

[1] یہ نکتہ ان غرباء اور فقراء کے سمجھنے کے لئے ہے جو ہمیشہ غربت کا مرثیہ پڑھتے رہتے ہیں اور کبھی صحت کا شکریہ نہیں ادا کرتے ہیں جب کہ تجربات کی دنیا میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امراض کا اوسط دولتمندوں میں غریبوں سے کہیں زیادہ ہے اور ہارٹ اٹیک کے بیشتر مریض اسی اونچے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو امیروں کی زندگی میں غذاؤں سے زیادہ حصہ دواؤں کا ہوتا ہے اور وہ بیشمار غذاؤں سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں۔

صحت بدن پروردگار کا ایک مخصوص کرم ہے جو وہ اپنے بندوں کے شامل حال کر دیتا ہے لیکن غریبوں کو بھی اس نکتہ کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر انھوں نے اس صحت کا شکریہ نہ ادا کیا اور صرف غربت کی شکایت کرتے رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جسمانی اعتبار سے صحت مند ہیں لیکن روحانی اعتبار سے بہرحال مریض ہیں اور یہ مرض ناقابل علاج ہو چکا ہے۔ رب کریم ہر مومن و مومنہ کو اس مرض سے نجات عطا فرمائے۔

وَ لَا تَسْتَقِلْ فَلَسْتَ بِمُسْتَقِلٍّ عَنْكَ!

۳۹۲

و قال (علیه السلام):

تَكَلَّمُوا تُعْرَفُوا، فَإِنَّ الْمَرْءَ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ.

۳۹۳

و قال (علیه السلام):

خُذْ مِنَ الدُّنْيَا مَا أَتَاكَ، وَ تَوَلَّ عَمَّا تَوَلَّى عَنْكَ. فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَأَجْمِلْ فِي الطَّلَبِ.

۳۹۴

و قال (علیه السلام):

رُبَّ قَوْلٍ أَنْفَذُ مِنْ صَوْلٍ. ۳۹۵

و قال (علیه السلام):

كُلُّ مُقْتَصِرٍ عَلَيْهِ كَافٍ.

۳۹۶

و قال (علیه السلام):

الْمَنِيَّةُ وَ لَا الدَّنِيَّةُ! وَالتَّقَلُّلُ وَ لَا التَّوَسُّلُ. وَ مَنْ لَمْ يُعْطَ قَاعِداً لَمْ يُعْطَ قَائِماً، وَالدَّهْرُ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ، وَ يَوْمٌ عَلَيْكَ؛ فَإِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَ إِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ!

۳۹۷

و قال (علیه السلام):

نِعْمَ الطِّيبُ الْمِسْكُ، خَفِيفٌ مَحْمِلُهُ، عَطِرٌ رِيحُهُ.

۳۹۸

و قال (علیه السلام):

ضَعْ فَخْرَكَ، وَاحْطُطْ كِبْرَكَ، وَاذْكُرْ قَبْرَكَ.

۳۹۹

و قال (علیه السلام):

إِنَّ لِلْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ حَقّاً، وَ إِنَّ لِلْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ حَقّاً. فَحَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ أَنْ يُطِيعَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ، إِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ، وَ يُحَسِّنَ

صول - حملہ

مقتصر - قناعت کرنے والا

دنیّہ - ذلت

منیّہ - موت

تقلل - قناعت

توسل - لوگوں سے وسائل تلاش کرنا

قائم - دوڑ دھوپ کرنے والا

لاتبطر - مغرور نہ ہو جاؤ

مستدبر

مغبوط

وثاق

اخزن

ورق

تعاین

(۱) یعنی

دیکھتا

پا آمد

بارگاہ

(۲)

(۱) یہ درحقیقت ان لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس کوئی جوہر قابل ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہیں اور صحیح معنوں میں قدردانی نہیں کر رہے ہیں ورنہ جہالتوں کا ذخیرہ اور خباثتوں کا ڈھیر ہے تو بولنے سے بہتر یہ ہے کہ خاموش رہے تاکہ راز راز رہ جائے اور رسوائی کا سبب نہ بن سکے۔

مصادر حکمت ۳۹۲ قصار الحکم ۱۴۸

مصادر حکمت ۳۹۳ غرر الحکم ص۱۱۷

مصادر حکمت ۳۹۴ مجمع الامثال حرف الراء، غرر الحکم ص۱۳۳، الفاخر ابن عاصم ص۲۶۵، المستقصیٰ زمخشری ۲ ص۹۸

مصادر حکمت ۳۹۵ مجمع الامثال ۲ ص۴۵۴

مصادر حکمت ۳۹۶ تحف العقول ص۲۰۶ روضۃ الکافی ص۲۱، البصائر والذخائر ص۱۵۵، ارشاد مفید ص۱۴۱، مجمع الامثال ۲ ص۳۰۳

مصادر حکمت ۳۹۷ شرح ابن ابی الحدید ۴ ص۴۲۱

مصادر حکمت ۳۹۸ تحف العقول ص۱۵۶، مجموعہ ورام ص۲۲

مصادر حکمت ۳۹۹ محاضرات راغب ۱ ص۱۵۶، تیسیر المطالب فی امالی ابی طالب ص۳۰۷

مصادر حکمت ۳۹۴ مجمع الامثال ۔۔۔

اور خبردار غافل نہ ہو جاؤ کہ تمھاری طرف سے غفلت نہیں برتی جائے گی۔

۳۹۲۔ بولو تاکہ پہچانے جاؤ۔ اس لئے کہ انسان کی شخصیت اس کی زبان کے نیچے چھپی رہتی ہے۔

۳۹۳۔ جو دنیا میں حاصل ہو جائے اسے لے لو اور جو چیز تم سے منہ موڑ لے تم بھی اس سے منہ پھیر لو اور اگر ایسا نہیں کر سکتے ہو تو طلب میں میانہ روی سے کام لو۔

۳۹۴۔ بہت سے الفاظ حملوں[1] سے زیادہ اثر رکھنے والے ہوتے ہیں۔

۳۹۵۔ جس پر اکتفا[2] کر لی جائے وہی کافی ہو جاتا ہے۔

۳۹۶۔ موت ہو لیکن خبردار ذلت نہ ہو۔

۔ کم ہو لیکن دوسروں کو وسیلہ نہ بنانا پڑے۔

۔ جسے بیٹھ کر[3] نہیں مل سکتا ہے اسے کھڑے ہو کر بھی نہیں مل سکتا ہے۔

۔ زمانہ دو دنوں کا نام ہے۔ ایک دن تمھارے حق میں ہوتا ہے تو دوسرا تمھارے خلاف ہوتا ہے لہذا اگر تمھارے حق میں ہو تو مغرور نہ ہو جانا اور تمھارے خلاف ہو جائے تو صبر سے کام لینا۔

۳۹۷۔ بہترین خوشبو کا نام مشک ہے جس کا وزن انتہائی ہلکا ہوتا ہے اور خوشبو نہایت درجہ مہک دار ہوتی ہے۔

۳۹۸۔ فخر و سربلندی کو چھوڑ دو اور تکبر و غرور کو فنا کر دو اور پھر اپنی قبر کو یاد کرو۔

۳۹۹۔ فرزند کا باپ پر ایک حق ہوتا ہے اور باپ کا فرزند پر ایک حق ہوتا ہے۔ باپ کا حق یہ ہے کہ بیٹا ہر مسئلہ میں اس کی اطاعت کرے معصیت پروردگار کے علاوہ۔ اور فرزند کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا اچھا سا نام تجویز کرے اور اسے بہترین ادب سکھائے

[1] اسی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ تلوار کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا ہے۔ اور اس کے علاوہ دونوں کا بنیادی فرق یہ ہے کہ حملوں کا اثر محدود علاقوں پر ہوتا ہے اور جملوں کا اثر ساری دنیا میں پھیل جاتا ہے جس کا مشاہدہ اس دور میں بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ حملے تمام دنیا میں بند پڑے ہیں لیکن جملے اپنا کام کر رہے ہیں اور ریڈیا ساری دنیا میں زہر پھیلا رہا ہے اور سارے عالم انسانیت کو ہر جہت اور ہر اعتبار سے تباہی اور بربادی کے گھاٹ اتار رہا ہے۔

[2] حرص و ہوس وہ بیماری ہے جس کا علاج قناعت اور کفایت شعاری کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہ دنیا ایسی ہے کہ اگر انسان اس کی لالچ میں پڑ جائے تو ملک فرعون اور اقتدار یزید و حجاج بھی کم پڑ جاتا ہے اور کفایت شعاری پر آجائے تو جو کی روٹیاں بھی اس کے کردار کا ایک حصہ بن جاتی ہیں اور وہ نہایت درجہ بے نیازی کے ساتھ دنیا کو طلاق دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور پھر رجوع کرنے کا بھی ارادہ نہیں کرتا ہے۔

[3] یہاں بیٹھنے سے مراد بیٹھ جانا نہیں ہے ورنہ اس نصیحت کو سن کر ہر انسان بیٹھ جائے گا اور محنت و مشقت کا سلسلہ ہی موقوف ہو جائے گا بلکہ اس بیٹھنے سے مراد بقدر ضرورت محنت کرنا ہے جو انسانی زندگی کے لئے کافی ہو اور انسان اس سے زیادہ جان دینے پر آمادہ نہ ہو جائے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور فضول محنت سے کچھ زیادہ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

أَدَبَهُ، وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ.

٤٠٠

و قال (ع):

الْعَيْنُ حَقٌّ، وَالرُّقَى حَقٌّ، وَ السِّحْرُ حَقٌّ، وَ الْفَأْلُ حَقٌّ، وَالطِّيَرَةُ لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَ الْعَدْوَى لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَ الطِّيبُ نُشْرَةٌ، وَالْعَسَلُ نُشْرَةٌ وَ الرُّكُوبُ نُشْرَةٌ، وَ النَّظَرُ إِلَى الْخُضْرَةِ نُشْرَةٌ.

٤٠١

و قال (ع):

مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِي أَخْلَاقِهِمْ أَمْنٌ مِنْ غَوَائِلِهِمْ.

٤٠٢

و قال (ع):

لبعض مخاطبيه، و قد تكلم بكلمة يستصغر مثله عن قول مثلها: لَقَدْ طِرْتَ شَكِيراً، وَ هَدَرْتَ سَقْباً.

قال الرضي: والشكير ها هنا: أول ما ينبت من ريش الطائر، قبل أن يقوى و يستحصف. والسقب: الصغير من الإبل، ولا يهدر إلا بعد أن يستفحل.

٤٠٣

و قال (ع):

مَنْ أَوْمَأَ إِلَى مُتَفَاوِتٍ[1] خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ.

٤٠٤

و قال (ع):

وَ قَدْ سُئِلَ عن معنى قولهم: «لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ» إِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللهِ شَيْئاً، وَ لَا نَمْلِكُ إِلَّا مَا مَلَّكَنَا، فَمَتَى مَلَّكَنَا مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنَّا كَلَّفَنَا، وَ مَتَى أَخَذَهُ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيفَهُ عَنَّا.

فأل - شگون نیک
طیرہ - بدشگونی
نشرہ - غم واندوہ سے نجات
غوائل - ہلکات
اومأ - طلب کی
متفاوت - مختلف اشیاء
حیل - تدبیریں

[1] متفاوت ان چیزوں کا نام ہے جو خود آپس میں تضاد رکھتی ہیں لیکن انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دونوں کو جمع کر سکتا ہے اور اس کی دوڑ میں لگ جاتا ہے اور آخر کار یہ احساس ہوتا ہے کہ ساری تدبیریں بیکار چلی گئیں اور کوئی فائدہ نہیں ہوا مثال کے طور پر بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی اور معصیت کو جمع کر سکتے ہیں اور اس طرح ایک طرف گناہوں کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں اور دوسری طرف عبادتوں میں جان دیے پڑے ہیں حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ ان دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا ہے اور اس طرح عبادتیں بھی بیکار ہی جا رہی ہیں کہ پروردگار صرف صاحبان تقویٰ کے عمل کو قبول کرتا ہے اور بس - !

مصادر حکمت ۴۰۰ حلیۃ الاولیاء ۴ ص۸، ص۸۸، مستدرک حاکم ۵ ص۲۵۲، محاضرات راغب ا ص۱۵۳، تفسیر رازی ۶ ص۳۰۶
مصادر حکمت ۴۰۱ غرر الحکم ص۱۷۱
مصادر حکمت ۴۰۲ غرر الحکم ص۱۸۴
مصادر حکمت ۴۰۳ تحف العقول ص۱۴۳
مصادر حکمت ۴۰۴ تحف العقول ص۳۴۵

اور قرآن مجید کی تعلیم دے۔

۴۰۰۔ چشم بد۔ فسوں کاری۔ جادوگری اور فال نیک یہ سب واقعیت رکھتے ہیں لیکن بدشگونی[1] کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور بیماری کی چھوت چھات بھی بے بنیاد امر ہے۔

خوشبو، سواری، شہد اور سبزہ دیکھنے سے فرحت حاصل ہوتی ہے۔

۴۰۱۔ لوگوں کے ساتھ اخلاقیات میں قربت رکھنا ان کے شر سے بچانے[2] کا بہترین ذریعہ ہے۔

۴۰۲۔ ایک شخص[3] نے آپ کے سامنے اپنی اوقات سے اونچی بات کہہ دی۔ تو فرمایا۔ تم تو پر نکلنے سے پہلے ہی اڑنے لگے اور جوانی آنے سے پہلے ہی بلبلانے لگے۔

سید رضیؒ۔ شکیر پرندہ کے ابتدائی پروں کو کہا جاتا ہے اور سقب چھوٹے اونٹ کا نام ہے جب کہ بلبلانے کا سلسلہ جوانی کے بعد شروع ہوتا ہے۔

۴۰۳۔ جو مختلف چیزوں پر نظر رکھتا ہے اس کی تدبیریں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔

۴۰۴۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" کے معنی کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے ہیں اور جو کچھ ملکیت ہے سب اسی کی دی ہوئی ہے تو جب وہ کسی ایسی چیز کا اختیار دیتا ہے جس کا اختیار اس کے پاس ہم سے زیادہ ہے تو ہمیں ذمہ داریاں بھی دیتا ہے اور جب واپس لے لیتا ہے تو ذمہ داریوں کو اٹھا لیتا ہے۔

[1] کاش کوئی شخص ہمارے معاشرہ کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیتا اور اسے باور کرا دیتا کہ بدشگونی ایک وہمی امر ہے اور اس کی کوئی حقیقت و واقعیت نہیں ہے اور مرد مومن کو صرف حقائق اور واقعیات پر اعتماد کرنا چاہئے۔ مگر افسوس کہ معاشرہ کا سارا کاروبار صرف اوہام و خیالات پر چل رہا ہے اور شگون نیک کی طرف کوئی شخص متوجہ نہیں ہوتا ہے اور بدشگونی کا اعتبار ہر شخص کر لیتا ہے اور اسی پر بیشمار سماجی اثرات بھی مرتب ہو جاتے ہیں اور معاشرتی فساد کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

[2] چونکہ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کے ساتھ برا برتاؤ نہ کریں اور وہ ہر ایک کے شر سے محفوظ رہے لہٰذا اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ لوگوں سے تعلقات قائم کرے اور ان سے رسم و راہ بڑھائے تاکہ وہ شر پھیلانے کا ارادہ ہی نہ کریں۔ کہ معاشرہ میں زیادہ حصۂ شر اختلاف اور دوری سے پیدا ہوتا ہے ورنہ قربت کے بعد کسی نہ کسی مقدار میں تکلف ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔

[3] بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس علم و فضل اور کمال و ہنر کچھ نہیں ہوتا ہے لیکن اونچی محفلوں میں بولنے کا شوق ضرور رکھتے ہیں جس طرح کہ بعض خطباء کمال جہالت کے باوجود ہر بڑی سے بڑی مجلس سے خطاب کرنے کے امیدوار رہتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اس طرح اپنی شخصیت کا رعب قائم کر لیں گے اور یہ احساس بھی نہیں ہوتا ہے کہ رہی سہی عزت بھی چلی جائے گی اور مجمع عام میں رسوا ہو جائیں گے۔

امیرالمومنینؑ نے ایسے ہی افراد کو تنبیہ کی ہے جو قبل از وقت بالغ ہو جاتے ہیں اور بلوغ فکری سے پہلے ہی بلبلانے لگتے ہیں۔

٤٠٥

و قال (عليه السلام):

لعمار بن ياسر؛ و قد سمعه يراجع المغيرة ابي شعبة كلاماً:
دَعْهُ يَا عَمَّارُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ مِنَ الدِّينِ إِلَّا مَا قَارَبَهُ مِنَ الدُّنْيَا، وَ عَلَىٰ عَمْدٍ لَبَسَ عَلَىٰ نَفْسِهِ، لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِراً لِسَقَطَاتِهِ.

٤٠٦

و قال (عليه السلام):

مَا أَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْأَغْنِيَاءِ لِلْفُقَرَاءِ طَلَباً لِمَا عِنْدَاللهِ! وَأَحْسَنُ مِنْهُ تِيهُ الْفُقَرَاءِ عَلَىٰ الْأَغْنِيَاءِ اتِّكَالاً عَلَىٰ اللهِ.

٤٠٧

و قال (عليه السلام):

مَا اسْتَوْدَعَ اللهُ امْرَأً عَقْلاً إِلَّا اسْتَنْقَذَهُ بِهِ يَوْماً مَا!

٤٠٨

و قال (عليه السلام):

مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهُ.

٤٠٩

و قال (عليه السلام):

الْقَلْبُ مُصْحَفُ الْبَصَرِ.

٤١٠

و قال (عليه السلام):

التُّقَىٰ رَئِيسُ الْأَخْلَاقِ.

٤١١

و قال (عليه السلام):

لَا تَجْعَلَنَّ ذَرَبَ لِسَانِكَ عَلَىٰ مَنْ أَنْطَقَكَ، وَ بَلَاغَةَ قَوْلِكَ عَلَىٰ مَنْ سَدَّدَكَ.

٤١٢

و قال (عليه السلام):

كَفَاكَ أَدَباً لِنَفْسِكَ اجْتِنَابُ مَا تَكْرَهُهُ مِنْ غَيْرِكَ.

٤١٣

و قال (عليه السلام):

مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الْأَحْرَارِ، وَإِلَّا سَلَا سُلُوَّ الْأَغْمَارِ.

لبس - دھوکہ میں ڈال دیا
مصحف - صحیفہ
تُقٰی - تقویٰ
ذرب - تیزی
سددک - سکھایا ہے
سلاَ - تسلی حاصل کرے گا
اغمار - سادہ لوح

(۱) مصحف وہ ورق ہوتا ہے جس پر انسان اپنے معلومات کو درج کر دیتا ہے قلب انسان کی آنکھوں کے لئے یہی حیثیت رکھتا ہے کہ آنکھیں معلومات کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور دل انھیں محفوظ کرنے کا مرکز اور مخزن ہے لہٰذا آنکھوں کو چاہیے کہ ایسے مناظر کا علم حاصل نہ کریں جن کا جمع کرنا فتنہ و فساد کا باعث بن جائے اور بعد میں شرمندگی اور ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔

مصادر حکمت ۴۰۵ الامامۃ والسیاسۃ ا ص ۴۵، تاریخ دمشق ج ۵۷ - المجالس مفید ص ۱۱۶
مصادر حکمت ۴۰۶ قوت القلوب ۲ ص ۱۰۱، تاریخ بغداد ۱۲ ص ۳۸۶ مناقب خوارزمی ص ۲۶۹، مروج الذہب ۴ ص ۲۶۳، مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴
مصادر حکمت ۴۰۷ غرر الحکم ص ۲۳۲
مصادر حکمت ۴۰۸ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴، ارشاد مفید ص ۱۴۱ ربیع الابرار ا ص ۱۹۷، دستور معالم الحکم
مصادر حکمت ۴۰۹ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴
مصادر حکمت ۴۱۰ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴
مصادر حکمت ۴۱۱ غرر الحکم ص ۲۵۳
مصادر حکمت ۴۱۲ روضۃ الکافی ص ۲۲، تحف العقول ص ۸۰، قصار الحکم ۳۶۵
مصادر حکمت ۴۱۳ قصار الحکم ۹۹

۴۰۵۔ آپ نے دیکھا کہ عمار یاسر مغیرہ[1] بن شعبہ سے بحث کر رہے ہیں تو فرمایا عمار! اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس نے دین میں سے اتنا ہی حصہ لیا ہے جو اسے دنیا سے قریب تر بنا سکے اور جان بوجھ کر اپنے لئے امور کو مشتبہ بنا لیا ہے تاکہ انھیں شبہات کو اپنی لغزشوں کا بہانہ قرار دے سکے۔

۴۰۶۔ کس قدر اچھی بات ہے کہ مالدار لوگ اجرالٰہی کی خاطر فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آئیں لیکن اس سے اچھی بات یہ ہے کہ فقرا خدا پر بھروسہ کر کے دولتمندوں کے ساتھ تمکنت[2] سے پیش آئیں۔

۴۰۷۔ پروردگار کسی شخص کو عقل عنایت نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ ایک دن اسی کے ذریعہ اسے ہلاکت سے نکال لیتا ہے۔

۴۰۸۔ جو حق سے ٹکرائے گا حق بہر حال اسے پچھاڑ دے گا۔

۴۰۹۔ دل آنکھوں کا صحیفہ ہے۔

۴۱۰۔ تقویٰ تمام اخلاقیات کا راس و رئیس ہے۔

۴۱۱۔ اپنی زبان کی تیزی اس کے خلاف استعمال نہ کرو جس نے تمھیں بولنا سکھایا ہے اور اپنے کلام کی فصاحت کا مظاہرہ اس پر نہ کرو جس نے راستہ دکھایا ہے۔

۴۱۲۔ اپنے نفس کی تربیت کے لئے یہی کافی ہے کہ ان چیزوں سے اجتناب کرو جنھیں دوسروں کے لئے برا سمجھتے ہو۔

۴۱۳۔ انسان جوانمردوں کی طرح صبر کرے گا ورنہ سادہ لوحوں کی طرح چپ ہو جائے گا۔

---

[1] ابن ابی الحدید نے مغیرہ کے اسلام کی یہ تاریخ نقل کی ہے کہ یہ شخص ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا۔ ایک مقام پر سب کو شراب پلا کر بیہوش کر دیا اور پھر قتل کر کے سارا سامان لوٹ لیا۔ اس کے بعد جب یہ خطرہ پیدا ہوا کہ ورثہ انتقام لیں گے اور جان کا بچانا مشکل ہو جائے گا تو بھاگ کر مدینہ آگیا اور فوراً اسلام قبول کر لیا کہ اس طرح جان بچانے کا ایک راستہ نکل آئے گا۔

یہ شخص اسلام و ایمان دونوں سے بے بہرہ تھا۔ اسلام جان بچانے کے لئے اختیار کیا تھا اور ایمان کا یہ عالم تھا کہ برسر منبر "کل ایمان" کو گالیاں دیا کرتا تھا اور اسی بدترین کردار کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گیا جو ہر دشمن علیؑ کا آخری انجام ہوتا ہے۔

[2] تکبر اور تمکنت کوئی اچھی چیز نہیں ہے لیکن جہاں تواضع اور خاکساری میں فتنہ و فساد پایا جاتا ہو ورنہ تکبر اور تمکنت کا اظہار بیحد ضروری ہو جاتا ہے۔ فقراء کے تکبر کا مقصد یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اپنی بڑائی کا اظہار کریں اور بے بنیاد تمکنت کا سہارا لیں۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اغنیاء کے بجائے پروردگار پر بھروسہ کریں اور اسی کے بھروسہ پر اپنی بے نیازی کا اظہار کریں تاکہ ایمان و عقیدہ میں استحکام پیدا ہو اور اغنیاء بھی تواضع اور انکسار پر مجبور ہو جائیں اور اس تواضع سے انھیں بھی کچھ اجر و ثواب حاصل ہو جائے۔

٤١٤

و في خبر آخر أنه (عليه السلام) قال للأشعث بن قيس معزياً عن ابن له:

إِنْ صَبَرْتَ صَبْرَ الْأَكَارِمِ، وَ إِلَّا سَلَوْتَ سُلُوَّ الْبَهَائِمِ.

٤١٥

و قال (عليه السلام):

في صفة الدنيا: تَغُرُّ وَ تَضُرُّ وَ تَمُرُّ، إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ لَمْ يَرْضَهَا ثَوَاباً لِأَوْلِيَائِهِ، وَ لَا عِقَاباً لِأَعْدَائِهِ، وَ إِنَّ أَهْلَ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ بَيْنَا هُمْ حَلُّوا إِذْ صَاحَ بِهِمْ سَائِقُهُمْ فَارْتَحَلُوا.

٤١٦

و قال لابنه الحسن (عليه السلام):

لَا تُخَلِّفَنَّ وَرَاءَكَ شَيْئاً مِنَ الدُّنْيَا، فَإِنَّكَ تُخَلِّفُهُ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ: إِمَّا رَجُلٌ عَمِلَ فِيهِ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ، وَ إِمَّا رَجُلٌ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ؛ فَكُنْتَ عَوْناً لَهُ عَلَىٰ مَعْصِيَتِهِ: وَلَيْسَ أَحَدُ هٰذَيْنِ حَقِيقاً أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَىٰ نَفْسِكَ.

قال الرضي: و يروى هذا الكلام على وجه آخر و هو:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الَّذِي فِي يَدِكَ مِنَ الدُّنْيَا قَدْ كَانَ لَهُ أَهْلٌ قَبْلَكَ، وَ هُوَ صَائِرٌ إِلَىٰ أَهْلٍ بَعْدَكَ، وَ إِنَّمَا أَنْتَ جَامِعٌ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ عَمِلَ فِيمَا جَمَعْتَهُ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ؛ أَوْ رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ، فَشَقِيتَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ. وَ لَيْسَ أَحَدُ هٰذَيْنِ أَهْلاً أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَىٰ نَفْسِكَ، وَ لَا أَنْ تَحْمِلَ لَهُ عَلَىٰ ظَهْرِكَ، فَارْجُ لِمَنْ مَضَىٰ رَحْمَةَ اللهِ، وَ لِمَنْ بَقِيَ رِزْقَ اللهِ.

٤١٧

و قال (عليه السلام):

لقائل قال بحضرته: «أَسْتَغْفِرُ اللهَ»: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ. أَتَدْرِي مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ الْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَةُ الْعِلِّيِّينَ، وَ هُوَ اسْمٌ وَاقِعٌ عَلَىٰ سِتَّةِ مَعَانٍ: أَوَّلُهَا النَّدَمُ عَلَىٰ مَا مَضَىٰ، وَالثَّانِي الْعَزْمُ عَلَىٰ تَرْكِ الْعَوْدِ إِلَيْهِ أَبَداً، وَ الثَّالِثُ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى الْمَخْلُوقِينَ حُقُوقَهُمْ حَتَّىٰ تَلْقَى اللهَ أَمْلَسَ لَيْسَ عَلَيْكَ تَبِعَةٌ، وَالرَّابِعُ أَنْ تَعْمِدَ إِلَىٰ كُلِّ

ارتحلوا - کوچ کر جائیں گے

حقیق - سزاوار

علیین - جنت کا بلند ترین مقام

(۱) دنیا کے بارے میں یہ دونوں مسائل قابل توجہ ہیں

۱ - یہ ٹھہرنے والی چیز نہیں ہے اگر اسے سکون، استقرار حاصل ہوتا تو انسان کم سے کم یہی سوچ لیتا کہ اگر ہم کو دھوکہ دے گی یا نقصان پہنچائے گی تو ایک نہ ایک دن اس سے بدلہ ضرور لے لیں گے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ ٹھہرنے والی شے نہیں ہے اور اپنا کام مکمل فوراً آگے بڑھ جاتی ہے لہٰذا انسان کی ہنرمندی یہی ہے کہ اس کے دھوکہ میں نہ آئے اور ہر طرف سے چوکنا ہو کر قدم آگے بڑھائے

۲ - یہ ایک ایسی جگہ ہے جسے اولیاء خدا کے ثواب و اجر کی منزل کیا بنایا جائے گا۔ اسے مالک نے اپنے دشمنوں کے عذاب کی منزل بھی نہیں بنایا ہے لہٰذا اس سے دل لگانا یا اس کے خطرہ کو اہمیت دینا دونوں غلط ہیں۔ دل لگانا ہے تو انسان آخرت سے دل لگائے اور خطرات سے تحفظ کرنا ہے تو آخرت کے خطرات سے تحفظ کرے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

مصادر حکمت ۴۱۴ قصار الحکم ۹۹

مصادر حکمت ۴۱۵ محاضرات راغب ۲ ص ۳۹، ادب الدنیا والدین ماوردی ص ۲۶۴، غرر الحکم ص ۳۲، مطالب السؤول ا ص ۱۰، مجمع الامثال ۲ ص ۲۵۴، مشکوٰۃ الانوار

مصادر حکمت ۴۱۶ خصال صدوق ا ص ۵۹، تاریخ دمشق حالات امیر المومنینؑ، غرر الحکم ص ۲۵۷، روضۃ الکافی ص ۵۹

مصادر حکمت ۴۱۷ تحف العقول ص ۱۳۸، ارشاد مفید ا ص ۴۷، فلاح السائل ابن طاؤس، تفسیر کبیر ۳ ص ۴۷

۴۱۴۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اشعث بن قیس کو اس کے بیٹے کی تعزیت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ بزرگوں کی طرح صبر کرو ورنہ جانوروں کی طرح ایک دن ضرور بھول جاؤ گے۔

۴۱۵۔ آپ نے دنیا کی توصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دھوکہ دیتی ہے۔ نقصان پہونچاتی ہے اور گذر جاتی ہے۔ اللہ نے اسے نہ اپنے اولیاء کے ثواب کے لئے پسند کیا ہے اور نہ دشمنوں کے عذاب کے لئے۔ اہل دنیا ان سواروں کے مانند ہیں جنہوں نے جیسے ہی قیام کیا ہنکانے والے نے للکار دیا کہ کوچ کا وقت آگیا ہے اور پھر روانہ ہو گئے۔

۴۱۶۔ اپنے فرزند حسنؑ[1] سے بیان فرمایا۔ خبردار دنیا کی کوئی چیز اپنے بعد کے لئے چھوڑ کر مت جانا کہ اس کے وارث دو ہی طرح کے لوگ ہوں گے۔ یا وہ ہوں گے جو نیک عمل کریں گے تو جو مال تمہاری بدبختی کا سبب بنا ہے وہی ان کی نیک بختی کا سبب ہو گا اور اگر انھوں نے معصیت میں لگا دیا تو وہ تمہارے مال کی وجہ سے بدبخت ہوں گے اور تم ان کی معصیت کے مددگار شمار ہو گے اور ان دونوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جسے تم اپنے نفس پر ترجیح دے سکتے ہو۔

سید رضیؒ۔ اس کلام کو ایک دوسری طرح بھی نقل کیا گیا ہے کہ ۔ "یہ دنیا جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے کل دوسرے اس کے اہل رہ چکے ہیں اور کل دوسرے اس کے اہل ہوں گے اور تم اسے دو میں سے ایک کے لئے جمع کر رہے ہو یا وہ شخص جو تمہارے جمع کئے ہوئے کو اطاعت خدا میں صرف کرے گا تو جمع کرنے کی زحمت تمہاری ہو گی اور نیک بختی اس کے لئے ہو گی۔ یا وہ شخص ہو گا جو معصیت میں صرف کرے گا تو اس کے لئے جمع کر کے تم بدبختی کا شکار ہو گے اور ان میں سے کوئی اس بات کا اہل نہیں ہے کہ اسے اپنے نفس پر مقدم کر سکو اور اس کے لئے اپنی پشت کو گرانبار بنا سکو لہٰذا جو گذر گئے ان کے لئے رحمت خدا کی امید کرو اور جو باقی رہ گئے ہیں ان کے لئے رزق خدا کی امید کرو"۔

۴۱۷۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے استغفار کیا "استغفر اللہ" تو آپ نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ یہ استغفار بلند ترین لوگوں کا مقام ہے اور اس کے مفہوم میں چھ چیزیں شامل ہیں: (۱) ماضی پر شرمندگی (۲) آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم محکم (۳) مخلوقات کے حقوق کا ادا کر دینا کہ اس کے بعد یوں پاکدامن ہو جائے کہ کوئی مواخذہ نہ رہ جائے (۴) جس فریضہ کو ضائع کر دیا ہے اسے پورے طور پر ادا کر دینا

[1] امام حسنؑ سے خطاب مسئلہ کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے کہ اتنی عظیم بات کا سمجھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا ہر انسان کے بس کا کام نہیں ہے ورنہ امام حسنؑ جیسی شخصیت کا انسان ان نکات کی طرف توجہ دلانے کا محتاج نہیں ہے اور ان کا کام خود ہی عالم انسانیت کو ان حقائق سے باخبر کرنا اور ان نکات کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

بہرحال مسئلہ انتہائی اہم ہے کہ انسان کو اپنی عاقبت کے لئے جو کچھ کرنا ہے وہ اپنی زندگی میں کرنا ہے۔ مرنے کے بعد دوسروں سے امید لگانا ایک وسوسۂ شیطانی ہے اور کچھ نہیں ہے ۔ پھر مال بھی پروردگار نے دیا ہے تو اس کا فیصلہ بھی خود ہی کرنا ہے۔ چاہے زندگی میں صرف کر دے یا اس کے مصرف کا تعین کر دے ورنہ فائدہ دوسرے افراد اٹھائیں گے اور وبال اسے برداشت کرنا پڑے گا۔!

بِــــنَةُ.

٤٤٥

و قال (عليه السلام):

إِذَا كَـانَ فِي رَجُـلٍ خَـلَّةٌ رَائِـقَةٌ فَـانْتَظِرُوا أَخَـوَاتِهَا.

٤٤٦

و قال (عليه السلام):

لغالب بن صعصعة أبي الفرزدق، في كلام دار بينهما:

مَـا فَـعَلَتْ إِبِـلُكَ الْكَـثِيرَةُ؟ قَـالَ: دَغْـدَغَتْهَا الْحُـقُوقُ يَـا أَمِـيرَ الْمُـؤْمِنِينَ. فَـقال عَـلَيْهِ السَّـلَامِ: ذٰلِكَ أَحْمَـدُ سُبُلِهَا.

٤٤٧

و قال (عليه السلام):

مَـنِ اتَّجَـرَ بِـغَيْرِ فِـقْهٍ فَـقَدِ ارْتَـطَمَ فِي الرِّبَـا.

٤٤٨

و قال (عليه السلام):

مَـنْ عَـظَّمَ صِـغَارَ الْمَـصَائِبِ ابْـتَلَاهُ اللهُ بِكِـبَارِهَا.

٤٤٩

و قال (عليه السلام):

مَـنْ كَـرُمَتْ عَـلَيْهِ نَـفْسُهُ هَـانَتْ عَـلَيْهِ شَهَـوَاتُهُ.

٤٥٠

و قال (عليه السلام):

مَـا مَـزَحَ امْـرُؤٌ مَـزْحَةً إِلَّا مَجَّ مِـنْ عَـقْلِهِ مَجَّـةً.

٤٥١

و قال (عليه السلام):

زُهْدُكَ فِي رَاغِبٍ فِيكَ نُـقْصَانُ حَـظٍّ، وَ رَغْـبَتُكَ فِي زَاهِـدٍ فِـيكَ ذُلُّ نَـفْسٍ.

٤٥٢

و قال (عليه السلام):

اَلْـــغِنَىٰ وَالْـــفَقْرُ بَـــعْدَ الْـــعَرْضِ عَـــلَى اللهِ.

خلّہ - عادت
دغدغت - منتشر کر دیا
ارتطم - مبتلا ہو گیا
مجّ - الگ کر دیا
عرض - پیشی

(۱) انسانی زندگی میں دو طرح کے عیب پائے جاتے ہیں - بعض لوگ ان سے کنارہ کش رہتے ہیں جو ان کی طرف رغبت رکھتے ہیں تو یہ لوگ بلا سبب اپنا نقصان کرتے ہیں اور بعض ان کی طرف رغبت پیدا کرتے ہیں جو ان سے کنارہ کش رہنا چاہتے ہیں - تو یہ لوگ بلا وجہ اپنی عزت کو برباد کرتے ہیں اور دوسروں کی نگاہ میں حقیر و ذلیل بن جاتے ہیں - صحیح اجتماعی زندگی یہ ہے کہ رغبت کرنے والے کی قدر کی جائے اور کنارہ کشی کرنے والے سے بے نیازی کا اظہار کیا جائے -

مصادر حکمت ۴۴۵ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴
مصادر حکمت ۴۴۶ نہایۃ ابن اثیر ۲ ص ۱۶۲
مصادر حکمت ۴۴۷ فروع کافی ۵ ص ۱۵۴، الفقیہ ۳ ص ۱۲۰، دعائم الاسلام ۲ ص ۱۴
مصادر حکمت ۴۴۸ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۳، مطالب السئول ا ص ۱۶۳
مصادر حکمت ۴۴۹ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۳، دستور معالم الحکم ص ۲۸، العقد الفرید ۳ ص ۱۴۳
مصادر حکمت ۴۵۰ عیون الاخبار ا ص ۳۱۹، غرر الحکم ص ۲۳۲
مصادر حکمت ۴۵۱ غرر الحکم ص ۱۳۵
مصادر حکمت ۴۵۲ غرر الحکم ص ۲۳

۴۴۵۔ اگر کسی انسان میں کوئی اچھی خصلت پائی جاتی ہے تو اس سے دوسری خصلتوں کی بھی توقع[1] کی جا سکتی ہے۔

۴۴۶۔ غالب بن صعصعہ[2] (پدر فرزدق) سے گفتگو کے دوران فرمایا۔ تمھارے بیشمار اونٹوں کا کیا ہوا؟ انھوں نے کہا کہ حقوق کی ادائیگی نے منتشر کر دیا۔ فرمایا کہ یہ بہترین اور قابلِ تعریف راستہ ہے۔

۴۴۷۔ جو احکام کو دریافت کئے بغیر تجارت[3] کرے گا وہ کبھی نہ کبھی سود میں ضرور مبتلا ہو جائے گا۔

۴۴۸۔ جو چھوٹے مصائب[4] کو بھی بڑا خیال کرے گا اسے خدا بڑے مصائب میں بھی مبتلا کر دے گا۔

۴۴۹۔ جسے اس کا نفس عزیز ہوگا اس کی نظر میں خواہشات[5] بے قیمت ہوں گی (کہ انھیں سے عزت نفس کی تباہی پیدا ہوتی ہے)۔

۴۵۰۔ انسان جس قدر بھی مزاح[6] کرتا ہے اسی قدر اپنی عقل کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے۔

۴۵۱۔ جو تمھاری طرف رغبت کرے اس سے کنارہ کشی خسارہ ہے اور جو تم سے کنارہ کش ہو جائے اس کی طرف رغبت ذلّت نفس ہے۔ (طہ)

۴۵۲۔ مالداری اور غربت کا فیصلہ پروردگار کی بارگاہ میں پیشی کے بعد ہوگا۔

[1] چونکہ اچھی خصلت شرافت نفس سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا ایک خصلت کو بھی دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس شخص میں شرافت نفس پائی جاتی ہے اور یہ شرافت نفس جس طرح اس ایک خصلت پر آمادہ کر سکتی ہے اسی طرح دوسری خصلتیں بھی پیدا کر سکتی ہے کہ ایک درخت میں ایک ہی میوہ نہیں پیدا ہوتا ہے۔

[2] ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ غالب فرزدق کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اونٹوں کے بارے میں بھی سوال کیا اور فرزدق کے بارے میں بھی سوال کیا تو غالب نے کہا کہ یہ میرا فرزند ہے اور اسے میں نے شعر و ادب کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے کاش تم نے قرآن مجید کی تعلیم دی ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بات دل کو لگ گئی اور انھوں نے اپنے پیروں میں زنجیریں ڈال لیں اور انھیں اس وقت تک نہیں کھولا جب تک سارا قرآن حفظ نہیں کر لیا۔

[3] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فقہ کی ضرورت صرف صلوٰۃ و صیام کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کی ضرورت زندگی کے ہر شعبہ میں ہے تاکہ انسان برائیوں سے محفوظ رہ سکے اور لقمہ حلال پر زندگی گذار سکے ورنہ فقہ کے بغیر تجارت کرنے میں بھی سود کا اندیشہ ہے اور سود سے بدتر اسلام میں کوئی مال نہیں ہے جس کا ایک پیسہ بھی حلال نہیں کیا گیا ہے۔

[4] انسان کا ہنر یہ ہے کہ ہمیشہ مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہے اور بڑی سے بڑی مصیبت بھی آجائے تو اسے حقیر اور معمولی ہی سمجھے تاکہ دیگر مصائب کو حملہ کرنے کا موقع نہ ملے ورنہ ایک مرتبہ اپنی کمزوری کا اظہار کر دیا تو مصائب کا ہجوم عام ہو جائے گا اور انسان ایک لمحہ کے لئے بھی نجات حاصل نہ کر سکے گا۔

[5] خواہش اس قید کا نام ہے جس کا قیدی تا حیات آزاد نہیں ہو سکتا ہے کہ ہر قید کا تعلق انسان کی بیرونی زندگی سے ہوتا ہے اور خواہش انسان کو اندر سے جکڑ لیتی ہے جس کے بعد کوئی آزاد کرانے والا بھی نہیں پیدا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرد حکیم سے پوچھا گیا کہ دنیا میں تمھاری خواہش کیا ہے؟ تو اس نے برجستہ یہی جواب دیا کہ بس یہی کہ کسی چیز کی خواہش نہ پیدا ہو۔

[6] مزاح ایک بہترین چیز ہے جس سے انسان خود بھی خوش ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی خوشحال بناتا ہے لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ مزاح بحد مزاح ہو اور اس میں غلط بیانی، فریبکاری، ایذاء مومن، توہین مسلمان کا پہلو نہ پیدا ہونے پائے اور حد سے زیادہ بھی نہ ہو ورنہ حرام اور باعثِ ہلاکت و بربادی ہو جائے گا۔

۴۵۳

و قال (عليه السلام):

مَا زَالَ الزُّبَيْرُ رَجُلاً مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ حَتَّىٰ نَشَأَ ابْنُهُ الْمَشْؤُومُ عَبْدُ اللهِ.

۴۵۴

و قال (عليه السلام):

مَا لِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ: أَوَّلُهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، وَ لَا يَرْزُقُ نَفْسَهُ، وَ لَا يَدْفَعُ حَتْفَهُ.

۴۵۵

وسئل: من أشعر الشعراء؟ فقال (عليه السلام):

إِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَجْرُوا فِي حَلْبَةٍ تُعْرَفُ الْغَايَةُ عِنْدَ قَصَبَتِهَا، فَإِنْ كَانَ وَ لَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضِّلِّيلُ

يريد امرأ القيس.

۴۵۶

و قال (عليه السلام):

أَلَا حُرٌّ يَدَعُ هٰذِهِ اللُّمَاظَةَ لِأَهْلِهَا؟ إِنَّهُ لَيْسَ لِأَنْفُسِكُمْ ثَمَنٌ إِلَّا الْجَنَّةَ، فَلَا تَبِيعُوهَا إِلَّا بِهَا.

۴۵۷

و قال (عليه السلام):

مَنْهُومَانِ[1] لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ وَ طَالِبُ دُنْيَا.

۴۵۸

و قال (عليه السلام):

الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ، عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ، وَ أَلَّا يَكُونَ فِي حَدِيثِكَ فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ، وَ أَنْ تَتَّقِيَ اللهَ فِي حَدِيثِ غَيْرِكَ.

۴۵۹

و قال (عليه السلام):

يَغْلِبُ الْمِقْدَارُ عَلَى التَّقْدِيرِ،

جیفہ - مردار

حلبہ - میدان

قصبہ - انعام

ضِلیل - گمراہ

لُماظہ - چبایا ہوا لقمہ

منہوم - خواہشمند

مقدار - تقدیر

تقدیر - اندازہ

(۱) افسوس کہ دنیا کی لذت سے سب آشنا ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کوئی سیر ہونے کا نام نہیں لیتا ہے لیکن علم کی لذت سے کوئی آشنا نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی بیچینی نہیں ہے اور سب علم کو بھی حصول دنیا ہی کے لئے اختیار کر رہے ہیں ورنہ لذت علم کا احساس پیدا ہو جاتا تو لذت دنیا کی کوئی اوقات نہ رہ جاتی۔

مصادر حکمت ۴۵۳ العقد الفرید ۳ ص ۹۶، استیعاب ۲ ص ۲۹۲، اسد الغابہ ص ۱۶۳، تاریخ طبری ۵ ص ۲۰۴، الجمل شیخ مفید ص ۱۹۲، تذکرہ ابن الجوزی ص ۷۱

مصادر حکمت ۴۵۴ علل الشرائع صدوق، مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۴

مصادر حکمت ۴۵۵ العمدہ ابن رشیق ۱ ص ۴۱

مصادر حکمت ۴۵۶ مجمع الامثال ۲ ص ۴۵۳، غرر الحکم ص ۵۹

مصادر حکمت ۴۵۷ خصال صدوق ۱ ص ۲۶، اصول کافی ۱ ص ۴۶، العقد الفرید ۱ ص ۲۶۴ نقلاً عن الرسول الاکرم

مصادر حکمت ۴۵۸ الآداب شمس الخلافہ ص ۴

مصادر حکمت ۴۵۹ قصار الحکم ص ۱۵

۴۵۳۔ زبیر ہمیشہ ہم اہلبیتؑ کی ایک فرد شمار ہوتا تھا یہانتک کہ اس کا منحوس فرزند عبداللہ نمودار ہوگیا۔

۴۵۴۔ آخر فرزند آدمؑ کا فخر و مباہات سے کیا تعلق ہے جب کہ اس کی ابتدا نطفہ ہے اور انتہا مُردار۔ وہ نہ اپنی روزی کا اختیار رکھتا ہے اور نہ اپنی موت کو ٹال سکتا ہے۔

۴۵۵۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون تھا؟ تو فرمایا کہ سارے شعراء نے ایک میدان میں قدم نہیں رکھا کہ سبقتِ عمل سے ان کی انتہائے کمال کا فیصلہ کیا جا سکے لیکن اگر فیصلہ ہی کرنا ہے تو بادشاہِ گمراہ (یعنی امرء القیس)۔

۴۵۶۔ کیا کوئی ایسا آزاد مرد[۲] نہیں ہے جو دنیا کے اس چبائے ہوئے لقمہ کو دوسروں کے لئے چھوڑ دے؟ یاد رکھو کہ تمہارے نفس کی کوئی قیمت جنت کے علاوہ نہیں ہے لہٰذا اسے کسی اور قیمت پر بیچنے کا ارادہ مت کرنا۔

۴۵۷۔ دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایک طالبِ علم اور ایک طالبِ دنیا[۱]

۴۵۸۔ ایمان کی علامت یہ ہے کہ سچ نقصان بھی پہونچائے تو اسے فائدہ پہونچانے والے جھوٹ[۳] پر مقدم رکھو۔ اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسروں کے بارے میں بات کرتے ہوئے خدا سے ڈرتے رہو۔

۴۵۹۔ (کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ) قدرت کا مقرر کیا ہوا مقدر انسان کے اندازوں پر غالب آجاتا ہے یہانتک کہ یہی تدبیر بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

[۱] انسانی زندگی کے تین دور ہوتے ہیں: ابتدار۔ انتہار۔ وسط — اور انسان کا حال یہ ہے کہ وہ ابتدار میں ایک قطرۂ نجس ہوتا ہے اور انتہار میں مُردار ہو جاتا ہے۔ درمیانی حالات یقیناً طاقت و قوت اور طہارت و پاکیزگی کے ہوتے ہیں لیکن اس کا بھی یہ حال ہوتا ہے کہ نہ اپنا رزق اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نہ اپنی موت اپنے اختیار میں ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں انسان کے لئے تکبّر و غرور کا جواز کہاں سے پیدا ہوتا ہے — تقاضائے شرافت و دیانت یہی ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے اسی کا شکریہ ادا کرے اور اسی کی اطاعت میں زندگی گذار دے تاکہ مرنے کے بعد خود بھی پاکیزہ رہے اور وہ زمین بھی پاکیزہ ہو جائے جس میں دفن ہو گیا ہے۔

[۲] دنیا وہ ضیعفہ ہے جو لاکھوں کے تصرّف میں رہ چکی ہے اور وہ لقمہ ہے جسے کروڑوں آدمی چبا چکے ہیں۔ کیا ایسی دنیا بھی اس لائق ہوتی ہے کہ انسان اس سے دل لگائے اور اس کی خاطر جان دینے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کا تو سب سے بہترین مصرف یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے حوالے کر کے اپنی جنت کا انتظام کرلے جہاں ہر چیز نئی ہے اور کوئی نعمت استعمال شدہ نہیں ہے۔

[۳] یقیناً ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ سچ کو جھوٹ پر مقدم رکھا جائے اور معمولی مفادات کی راہ میں اس عظیم نعمت صدق کو قربان نہ کیا جائے لیکن کبھی کبھی ایسے مواقع آسکتے ہیں جب سچ کا نقصان ناقابل برداشت ہو جائے تو ایسے موقع پر عقل اور شرع دونوں کی اجازت ہے کہ کذب کا راستہ اختیار کر کے اس نقصان سے تحفظ کا انتظام کر لیا جائے جس طرح کہ قاتل کسی نبی برحق کی تلاش میں ہو اور آپ کو اس کا پتہ معلوم ہو تو آپ کے لئے شرعاً جائز نہیں ہے کہ پتہ بتا کر نبی برحق کے قتل میں حصہ دار ہو جائیں۔!

حَتَّىٰ تَكُونَ الآفَةُ فِي التَّدْبِيرِ.

قال الرضي: و قد مضى هذا المعنى فيما تقدم برواية تخالف هذه الالفاظ

٤٦٠

و قال (عليه السلام):

اَلْحِلْمُ وَالأَنَاةُ تَوْأَمَانِ يُنْتِجُهُمَا عُلُوُّ الْهِمَّةِ.

٤٦١

و قال (عليه السلام):

اَلْغِيبَةُ جُهْدُ الْعَاجِزِ.

٤٦٢

و قال (عليه السلام):

رُبَّ مَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ.

٤٦٣

و قال (عليه السلام):

اَلدُّنْيَا خُلِقَتْ لِغَيْرِهَا، وَلَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِهَا.

٤٦٤

و قال (عليه السلام):

إِنَّ لِبَنِي أُمَيَّةَ مِرْوَداً يَجْرُونَ فِيهِ، وَ لَوْ قَدِ اخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمُ الضِّبَاعُ لَغَلَبَتْهُمْ.

قال الرضي: و المرود هنا مفعل من الإرواد، و هو الإمهال و الإظهار، و هذا من أفصح الكلام و أغربه، فكأنه عليه السلام شبه المهلة التي هم فيها بالمضمار الذي يجرون فيه إلى الغاية، فاذا بلغوا منقطعها انتقض نظامهم بعدها.

٤٦٥

و قال (عليه السلام):

فِي مَدْحِ الأَنْصَارِ: هُمْ وَاللهِ رَبَّوُا الإِسْلَامَ كَمَا يُرَبَّى الْفِلْوُ مَعَ غَنَائِهِمْ، بِأَيْدِيهِمُ السِّبَاطِ، وَأَلْسِنَتِهِمُ السِّلَاطِ.

حلم - بردباری

اناۃ - صبر

توأم - جڑواں

غیبت - پیٹھ پیچھے برائی کرنا

جہد - آخری کوشش

مرود - مہلت کا میدان

ضباع - بجو

ربّوا - پالا ہے

فلو - بچہ یکسالہ

غناء - استغناء

سباط - جمع سبط - سخی

سلاط - جمع سلیط - تیز

(۱) کہا جاتا ہے کہ بنی امیہ کا اتحاد ہشام بن عبدالملک کے دور تک برقرار رہا اور یہی ان کا دور عروج تھا۔ اس کے بعد آپس میں اختلاف شروع ہوا۔ قتل و غارت کی نوبت آئی۔ لاشوں کو قبروں سے نکال کر سولی پر لٹکایا گیا۔ گھروں کو آگ لگائی گئی۔ عزت و آبرو پر حملہ کیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابو مسلم خراسانی جیسے کمزور ترین آدمی نے بھی ان کا تختہ الٹ دیا اور ان کا چراغ خاموش کر دیا۔

مصادر حکمت ۴۶۰ سراج الملوک ص ۱۵۴، غرر الخصائص الواضحہ ص ۲۵۴، البدیع عن المعتز ص ۲۱، الصناعتین عسکری ص ۲۷۷

مصادر حکمت ۴۶۱ مجمع الامثال ۲ ص ۲۵۴

مصادر حکمت ۴۶۲ تحف العقول ص ۱۴۴، مجمع الامثال ۲ ص ۲۵۴

مصادر حکمت ۴۶۳ غرر الحکم

مصادر حکمت ۴۶۴

مصادر حکمت ۴۶۵ ربیع الابرار ورقہ ص ۳۶۴

سید رضیؒ۔ یہ بات دوسرے انداز سے اس سے پہلے گذر چکی ہے۔

۴۶۰۔ بُردباری اور صبر[1] دونوں جڑواں ہیں اور ان کی پیداوار کا سرچشمہ بلند ہمتی ہے۔

۴۶۱۔ غیبت[2] کرنا کمزور آدمی کی آخری کوشش ہوتی ہے۔

۴۶۲۔ بہت سے لوگ اپنے بارے میں تعریف ہی سے مبتلائے فتنہ ہو جاتے ہیں۔

۴۶۳۔ دنیا دوسروں[3] کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اپنے لئے نہیں پیدا کی گئی ہے۔

۴۶۴۔ بنی امیہ[4] میں سب کا ایک خاص میدان ہے جس میں دوڑ لگا رہے ہیں ورنہ جس دن ان میں اختلاف ہو گیا تو اس کے بعد بجّو بھی ان پر حملہ کرنا چاہے گا تو غالب آجائے گا۔

سید رضیؒ۔ مِرْوَد۔ ارواد سے مِفْعَل کے وزن پر ہے اور ارواد کے معنی فرصت اور مہلت دینے کے ہیں۔ جو فصیح ترین اور عجیب ترین تعبیر ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ان کا میدانِ عمل یہی مہلتِ خداوندی ہے جس میں سب بھاگے چلے جا رہے ہیں ورنہ جس دن یہ مہلت ختم ہو گئی سارا نظام درہم و برہم ہو کر رہ جائے گا۔

۴۶۵۔ انصارِ مدینہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے اسلام کو اسی طرح پالا ہے جس طرح ایک سالہ بچۂ ناقہ کو پالا جاتا ہے اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ۔

---

[1] یہ غلط مشہور ہو گیا ہے کہ مجبوری کا نام صبر ہے۔ صبر مجبوری نہیں ہے، صبر بلند ہمتی ہے۔ صبر انسان کو مصائب سے مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ صبر انسان میں عزائم کی بلندی پیدا کرتا ہے۔ صبر پچھلے حالات پر افسوس کرنے کے بجائے اگلے حالات کے لئے آمادگی کی دعوت دیتا ہے۔ " انا الیہ راجعون"

[2] غیبت کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اس عیب کا تذکرہ کیا جائے جسے وہ خود پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے اور اس کے اظہار کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اسلام نے اس عمل کو فساد کی اشاعت سے تعبیر کیا ہے اور اسی بنا پر حرام کر دیا ہے لیکن اگر کسی موقع پر عیب کے اظہار نہ کرنے ہی میں سماج یا مذہب کی بربادی کا خطرہ ہو تو بیان کرنا جائز بلکہ بعض اوقات واجب ہو جاتا ہے جس طرح کہ علم رجال میں راویوں کی تحقیق کا مسئلہ ہے کہ اگر ان کے عیوب پر پردہ ڈال دیا گیا تو مذہب کے تباہ و برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے اور ہر جھوٹا شخص روایات کا انبار لگا سکتا ہے۔

[3] دنیا کی تخلیق مقصود بالذات نہیں ہے ورنہ پروردگار اس کو دائمی اور ابدی بنا دیتا۔ دنیا کو فنا کر کے آخرت کو منظر عام پر لے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی تخلیق آخرت کے مقدمہ کے طور پر ہوئی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اسے قربان کر کے آخرت کما لیتا ہے تو گویا اس نے صحیح مصرف میں لگا دیا ورنہ اپنی زندگی بھی برباد کی اور موت کو بھی صحیح راستہ پر نہیں لگایا۔

٤٦٦

و قال (عليه السلام):

«اَلْعَيْنُ وِكَاءُ السَّهِ».

قال الرضي: و هذه من الاستعارات العجيبة، كأنه يشبه السه بالوعاء، و العين بالوكاء، فإذا أطلق الوكاء لم ينضبط الوعاء. و هذا القول في الأشهر الأظهر من كلام النبي صلى الله عليه و آله و سلم، وقد رواه قوم لأمير المؤمنين عليه السلام، و ذكر ذلك المبرد في كتاب «المقتضب» في باب «اللفظ بالحروف». و قد تكلمنا على هذه الاستعارة في كتابنا الموسوم: «بمجازات الآثار النبوية».

٤٦٧

و قال (عليه السلام):

في كلام له: وَ وَلِيَهُمْ وَالٍ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حَتَّىٰ ضَرَبَ الدِّينُ بِجِرَانِهِ.

٤٦٨

و قال (عليه السلام):

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ، يَعَضُّ الْمُوسِرُ فِيهِ عَلَىٰ مَا فِي يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ، قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: «وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ». تَنْهَدُ فِيهِ الْأَشْرَارُ، وَ تُسْتَذَلُّ الْأَخْيَارُ، وَ يُبَايِعُ الْمُضْطَرُّونَ، وَ قَدْ نَهَىٰ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه و آله و سلم عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّينَ.

٤٦٩

و قال (عليه السلام):

يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ، وَبَاهِتٌ[1] مُفْتَرٍ.

قال الرضي وهذا مثل قوله عليه السلام: هلك فيّ رجلان: محب غال، ومبغض قال.

٤٧٠

وسئل عن التوحيد و العدل: فقال (عليه السلام):

اَلتَّوْحِيدُ أَلَّا تَتَوَهَّمَهُ، وَالْعَدْلُ أَلَّا تَتَّهِمَهُ.

٤٧١

و قال (عليه السلام):

لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا

جران - سینہ
عضوض - کاٹ کھانے والا
موسر - غنی
تنہد - اونچے ہوجاتے ہیں
بیع - جمع بیعہ - تجارت کی ایک قسم
باہت - جھوٹا
مفتر - افترا پرداز
غال - حد سے آگے بڑھ جانے والا
قال - عناد رکھنے والا
توہم - وہم و خیال سے تصویر بنانا
اتہام - افعال کو خلاف حکمت قرار دینا۔

[1] باہت اس بے حیا جھوٹے کو کہا جاتا ہے جو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی جھوٹ بول سکتا ہے لیکن افترا پرداز میں ایسی بیحیائی کی شرط نہیں ہے وہ ڈھکے چھپے بھی غلط بیانی سے کام لے سکتا ہے اور قوم میں فتنے پھیلا سکتا ہے۔

مصادر حکمت ۴۶۶ کتاب المقتضب مبرد ص۳۴، المجازات النبویۃ سید رضیؒ ص۲۰۸
مصادر حکمت ۴۶۷ قصار الحکم ص۱۶
مصادر حکمت ۴۶۸ کافی ۵ ص۳۱۰، عیون اخبار الرضاؑ ۲ ص۴۵، کتاب عامر الطائی المعروف بابی الجعد ص۲۲
مصادر حکمت ۴۶۹ کتاب القاضی ابو بکر بن سالم التمیمی - قصار الحکم ص۱۱۷
مصادر حکمت ۴۷۰ غرر الحکم ص۱۴، مفردات راغب ص۴۹، الطراز لسید الیمانی ۲ ص۱۵۱
مصادر حکمت ۴۷۱ قصار الحکم ص۱۸۳

۴۶۶۔ آنکھ عقب[1] کا تسمہ ہے۔

سید رضیؒ۔ یہ ایک عجیب و غریب استعارہ ہے جس میں انسان کے عقب کو ظرف کو تشبیہ دی گئی ہے اور اس کی آنکھ کو تسمہ سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جب تسمہ کھول دیا جاتا ہے تو برتن کا سامان محفوظ نہیں رہتا ہے۔ عام طور سے شہرت یہ ہے کہ یہ پیغمبر اسلامؐ کا کلام ہے لیکن امیرالمومنینؑ سے بھی نقل کیا گیا ہے اور اس کا ذکر مبرد نے اپنی کتاب المقتضب میں باب اللفظ بالحروف میں کیا ہے اور ہم نے بھی اپنی کتاب المجازات النبویہ میں اس سے مفصل بحث کی ہے۔

۴۶۷۔ لوگوں کے امور کا ذمہ دار ایک ایسا حاکم بنا[2] جو خود بھی سیدھے راستہ پر چلا اور لوگوں کو بھی اسی راستہ پر چلایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

۴۶۸۔ لوگوں پر ایک ایسا سخت زمانہ آنے والا ہے جس میں موسر اپنے مال میں انتہائی بخل سے کام لے گا حالانکہ اسے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور پروردگار نے فرمایا ہے کہ "خبردار آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کر دینا" اس زمانہ میں اشرار اونچے ہو جائیں گے اور اخیار کو ذلیل سمجھ لیا جائے گا۔ مجبور و بیکس[3] لوگوں کی خرید و فروخت کی جائے گی حالانکہ رسول اکرمؐ نے اس بات سے منع فرمایا ہے۔

۴۶۹۔ میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ حد سے آگے بڑھ جانے والا دوست اور غلط بیانی اور افترا پردازی کرنے والا دشمن۔

سید رضیؒ۔ یہ ارشاد مثل اس کلام سابق کے ہے کہ "میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو گئے۔ غلو کرنے والا دوست اور عناد رکھنے والا دشمن۔

۴۷۰۔ آپ سے توحید اور عدالت کے مفہوم کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ اس کی وہمی تصویر نہ بنائی جائے اور عدالت یہ ہے کہ اس کے حکیمانہ افعال کو متہم نہ کیا جائے۔

۴۷۱۔ حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں ہے جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

---

[1] مقصد یہ ہے کہ انسان کی آنکھ ہی اس کے تحفظ کا ذریعہ ہے چاہے سامنے سے ہو چاہے پیچھے سے۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ اس نعمت پروردگار کی قدر کرے اور اس بات کا احساس کرے کہ یہ ایک آنکھ نہ ہوتی تو انسان کا راستہ چلنا بھی دشوار ہو جاتا۔ حملوں سے تحفظ تو بہت دور کی بات ہے۔

[2] شیخ محمد عبدہ کا خیال ہے کہ یہ سرکار دو عالمؐ کے کردار کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ کا اقتدار قائم ہو گیا تو آپ نے تمام لوگوں کو حق کے راستہ پر چلانا شروع کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام نے اپنا سینہ ٹیک دیا اور اسے استقرار و استقلال حاصل ہو گیا۔

[3] یہاں مجبور و بیکس سے مراد وہ افراد ہیں جن کو خرید و فروخت پر مجبور کر دیا جائے کہ اسلام نے اس طرح کے معاملہ کو غلط قرار دیا ہے اور اس بیع و شراء کو غیر قانونی قرار دیا ہے۔ لیکن اگر انسان کو معاملہ پر مجبور نہ کیا اور وہ حالات سے مجبور ہو کر معاملہ کرنے پر تیار ہو جائے تو فقہی اعتبار سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس میں انسان کی رضامندی شامل ہے چاہے وہ رضامندی حالات کی مجبوری ہی سے پیدا ہوئی ہو۔

أَنَّـــهُ لَا خَـــيْرَ فِي الْـــقَوْلِ بِـــالْجَهْلِ.

٤٧٢

و قال (عليه السلام):

في دعاء استسق به:

اللَّـــهُمَّ اسْـــقِنَا ذُلُـــلَ السَّـــحَابِ دُونَ صِـــعَابِهَا.

قال الرضي: وهذا من الكلام العجيب الفصاحة، و ذلك أنه عليه السلام شبه السحاب ذوات الرعود و البوارق و الرياح و الصواعق بالإبل الصعاب التي تقمص برحالها و تقص بركبانها، و شبه السحاب خالية من تلك الروائع بالإبل الذلل التي تحتلب طيعة و تقتعد مسمحة.

٤٧٣

وقيل له (عليه السلام): لو غيرت شيبك يا أمير المؤمنين، فقال (عليه السلام):

اَلْخِـــضَابُ زِيـــنَةٌ وَ نَحْـــنُ قَـــوْمٌ فِي مُـصِيبَةٍ! (يـريد وفـاة رسـول الله صـــلى الله عـليه و آله و سـلم).

٤٧٤

و قال (عليه السلام):

مَـــا الْـــمُجَاهِدُ الشَّـهِـيدُ فِي سَـبِيلِ اللهِ بِأَعْـظَمَ أَجْـراً مِمَّـنْ قَـدَرَ فَـــعَفَّ: لَكَـــادَ الْـــعَفِيفُ أَنْ يَكُـــونَ مَـــلَكاً مِـــنَ الْمَـــلَائِكَةِ.

٤٧٥

و قال (عليه السلام):

«اَلْـــقَنَاعَةُ مَـــالٌ لَا يَـــنْفَدُ».

قال الرضي: و قد روى بعضهم هذا الكلام لرسول الله صلى الله عليه و آله و سلم.

٤٧٦

و قال (عليه السلام):

لزياد بن أبيه[1]

و قـــد اســـتخلفه لعـبد اللهِ ابـن العـباس عـلى فـارس و أعـمالها، في كـلام طـويل كـان بـينهما، نهـاه فـيه عـن تـقدم الخـراج: اسْـتَعْمِلِ الْـــعَدْلَ، وَ احْـــذَرِ الْـــعَسْفَ وَالْحَـــيْفَ. فَـــإِنَّ الْـــعَسْفَ يَـــعُودُ بِـــالْجَلَاءِ، وَالْحَـــيْفَ يَـــدْعُو إِلَى السَّـــيْفِ.

تقمص - پیر پٹکنا
رحال - سازوسامان
وقص - پٹک دینا
روائع - خوفناک اشیاء
ذُلل - رام شدہ
تحتلب - دودھ نکالا جائے
طیعہ - اطاعت گذار
تقتعد - سواری کی جائے
مسمحہ - سہولت کے ساتھ
تقدم الخراج - اضافہ خراج
عسف - ناحق زور لگانا
حیف - ظلم

[1] ظاہر ہے کہ زیاد جیسے دنیادار کو تمام تر فکر مال خراج کی تھی اور امیر المومنینؑ جیسے محافظ دین و مذہب کو تمام تر فکر اسلام و ایمان کی تھی لہٰذا دونوں کے افکار میں ٹکراؤ ہونا چاہئے اور حضرت کو اس سخت لہجہ میں گفتگو کرنی چاہئے۔

مصادر حکمت ۴۷۲ نہایۃ ابن اثیر ۲ ص۱۶۶
مصادر حکمت ۴۷۳ مکارم الاخلاق ص۸۳
مصادر حکمت ۴۷۴
مصادر حکمت ۴۷۵ قصار الحکم ص۵۸

۴۷۲۔ بارش کے سلسلہ میں دعا کرتے ہوئے فرمایا "خدایا ہمیں فرمانبردار بادلوں سے سیراب کرنا نہ کہ دشوار گذار ابروں سے۔

سید رضیؒ۔ یہ انتہائی عجیب و غریب فصیح کلام ہے جس میں حضرت نے گرج۔ چمک اور آندھیوں سے بھرے ہوئے بادلوں کو سرکش اونٹوں سے تشبیہ دی ہے جو پیر پٹکتے رہتے ہیں اور سواروں کو پٹک دیتے ہیں اور اسی طرح ان تمام خطرات سے خالی بادلوں کو فرمانبردار اونٹوں سے تشبیہ دی ہے جو دوہنے میں مطیع اور سواری میں فرمانبردار ہوں۔

۴۷۳۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ اپنے سفید بالوں کا رنگ بدل دیتے تو زیادہ اچھا ہوتا؟ فرمایا کہ خضاب ایک زینت ہے لیکن ہم لوگ حالاتِ مصیبت[1] میں ہیں (کہ سرکار دو عالمؐ کا انتقال ہو گیا ہے)۔

۴۷۴۔ راہ خدا میں جہاد کر کے شہید ہو جانے والا اس سے زیادہ اجر کا حقدار نہیں ہوتا ہے۔ جتنا اجر اس کا ہے جو اختیارات کے باوجود عفت[2] سے کام لے کہ عفیف و پاکدامن انسان قریب ہے کہ ملائکہ آسمان میں شمار ہو جائے۔

۴۷۵۔ قناعت وہ مال ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

سید رضیؒ۔ بعض حضرات نے اس کلام کو رسول اکرمؐ کے نام سے نقل کیا ہے۔

۴۷۶۔ جب عبداللہ بن عباس نے زیاد بن ابیہ کو فارس اور اس کے اطراف پر قائم مقام بنا دیا تو ایک مرتبہ پیشگی خراج وصول کرنے سے روکتے ہوئے زیاد سے فرمایا کہ خبردار۔ عدل کو استعمال کرو اور بیجا دباؤ اور ظلم سے ہوشیار رہو کہ دباؤ عوام کو غریب الوطنی پر آمادہ کر دے گا اور ظلم تلوار اٹھانے پر مجبور کر دے گا۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خضاب بھی سرکار دو عالمؐ کی سنت کا ایک حصہ تھا اور آپ اسے استعمال فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت نے سرکارؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! اجازت ہے کہ میں بھی آپ کے اتباع میں خضاب استعمال کروں۔ تو فرمایا نہیں اس وقت کا انتظار کرو جب تمہارے محاسن تمہارے سر کے خون سے رنگین ہوں گے اور تم سجدۂ پروردگار میں ہو گے۔

یہ سن کر آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اس حادثہ میں میرا دین تو سلامت رہے گا؟ فرمایا بیشک! جس کے بعد آپ مستقل اس وقت کا انتظار کرنے لگے اور اپنے کو راہ خدا میں قربان کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

[2] یہ بات طے شدہ ہے کہ راہ خدا میں قربانی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور سرکار دو عالمؐ نے بھی اس شہادت کو تمام نیکیوں کے لئے سرفہرست قرار دیا ہے لیکن عفت ایک ایسا عظیم خزانہ ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔ خصوصیت کے ساتھ دور حاضر میں جب کہ عفت کا تصور ہی ختم ہو گیا ہے اور دامان کردار کے داغوں ہی کو سبب زینت تصور کر لیا گیا ہے ورنہ عفت کے بغیر انسانیت کا کوئی مفہوم نہیں ہے اور وہ انسان، انسان کہے جانے کے قابل نہیں ہے جس میں عفت کردار نہ پائی جاتی ہو۔

عفیف الحیوٰۃ انسان ملائکہ میں شمار کئے جانے کے قابل اسی لئے ہے کہ عفت کردار ملائکہ کا ایک امتیازی کمال ہے اور ان کے یہاں تردامنی کا کوئی امکان نہیں ہے لیکن اس کے بعد بھی اگر بشر اس کردار کو پیدا کر لے تو اس کا مرتبہ ملائکہ سے افضل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ملائکہ کی عفت قہری ہے اور اس کا راز ان جذبات اور خواہشات کا نہ ہونا ہے جو انسان کو خلاف عفت زندگی پر آمادہ کرتے ہیں اور انسان ان جذبات و خواہشات سے معمور ہے لہٰذا وہ اگر عفت کردار اختیار کر لے تو اس کا مرتبہ یقیناً ملائکہ سے بلند تر ہو سکتا ہے۔

۴۷۷

و قال (عليه السلام):

أَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ.

۴۷۸

و قال (عليه السلام):

مَا أَخَذَ اللهُ عَلَى أَهْلِ الْجَهْلِ أَنْ يَتَعَلَّمُوا حَتَّى أَخَذَ عَلَى أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُعَلِّمُوا.

۴۷۹

و قال (عليه السلام):

شَرُّ الْإِخْوَانِ مَنْ تُكُلِّفَ لَهُ.

قال الرضي: لأن التكليف مستلزم للمشقة، و هو شر لازم عن الأخ المتكلف له، فهو شرّ الإخوان.

۴۸۰

و قال (عليه السلام):

إِذَا احْتَشَمَ الْمُؤْمِنُ أَخَاهُ فَقَدْ فَارَقَهُ.

قال الرضي. يقال: حشمه و أحشمه إذا أغضبه، و قيل: أخجله، و أو احتشمه طلب ذلك له، و هو مظنة مفارقته.

و هذا حين انتهاء الغاية بنا إلى قطع المختار من كلام أمير المؤمنين عليه السلام، حامدين لله سبحانه على ما منّ به من توفيقنا لضم ما انتشر من أطرافه، و تقريب ما من أقطاره. تقرر العزم كما شرطنا أولاً على تفضيل أوراق من البياض في آخر كل باب من الأبواب، ليكون لاقتناص الشارد، و استلحاق الوارد، و ما عسى أن يظهر لنا بعد الغموض، و يقع إلينا بعد الشذوذ، و ما توفيقنا إلا بالله: عليه توكلنا، و هو حسبنا و نعم الوكيل.

و ذلك في رجب سنة أربع مئة من الهجرة، و صلى الله على سيدنا محمد خاتم الرسل، و الهادي إلى خير السبيل، و آله الطاهرين، و أصحابه نجوم اليقين.

ذنوب - جمع ذنب - گناہ
استخفاف - ہلکا اور معمولی تصور کرنا
اخذ علیہ - عہد لیا

(۱) کھلی ہوئی بات ہے کہ تعلم تعلیم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انسان فطرتاً جاہل پیدا ہوا ہے اور اس کا وجود ہر قسم کے معلومات سے یکسر خالی تھا۔ اب اگر کوئی علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ کام معلم کے بغیر ممکن نہیں ہے اور اسی لئے پروردگار نے معلمین کو تعلیم دینے کا حکم پہلے دیا ہے اور جاہلوں کو علم حاصل کرنے کا حکم بعد میں دیا ہے

اور اس بیان سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات بشریت میں ایسے افراد کا وجود یقیناً لازم ہے جنھیں پروردگار نے تمام انسانوں سے الگ عالم پیدا کیا ہے اور انھیں زیور علم سے آراستہ کرکے بھیجا ہے ورنہ اگر تمام افراد جاہل ہی پیدا ہوں گے تو وہ صاحبان علم کون ہوں گے جن سے تعلیم دینے کا عہد لیا گیا ہے اور جنکی تعلیم کے بغیر جاہلوں کے علم حاصل کرنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ زبان شریعت میں نبی اور امام ایسے ہی افراد کو کہا جاتا ہے جنھیں پروردگار اپنے مدرسہ علم و حکمت میں تعلیم و تربیت دے کر بھیجتا ہے اور وہ دنیا میں کسی تعلیم اور تربیت کے محتاج نہیں ہوتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(شب نیمہ شعبان ۱۴۱۷ھ)

مصادر حکمت ۴۷۷ قصار الحکم ص ۳۴۸
مصادر حکمت ۴۷۸ اصول کافی ۱ ص ۴۱، بحار الانوار جلد ۸۸
مصادر حکمت ۴۷۹ عیون الاخبار ۳ ص ۲۳۱، قوت القلوب ۱ ص ۱۸۱، الصدیق والصداقۃ توحیدی ص ۴۴، روض الاخیار ص ۹۱
مصادر حکمت ۴۸۰ محاضرات الادباء راغب اصفہانی ۲ ص ۲۸

والحمد للہ رب العالمین
۴ رجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۹۶ء

۴۷۷۔ سخت ترین گناہ وہ ہے جسے انسان ہلکا تصور کرلے۔

۴۷۸۔ پروردگار نے جاہلوں سے علم حاصل کرنے کا عہد لینے سے پہلے علماء سے تعلیم دینے کا عہد لیا ہے۔ [۹۱]

۴۷۹۔ بدترین بھائی وہ ہے جس کے لئے زحمت اٹھانی پڑے۔

سید رضیؒ۔ یہ اس طرح کہ تکلیف سے مشقت پیدا ہوتی ہے اور یہ وہ شر ہے جو اس بھائی کے لئے بہرحال لازم ہے جس کے لئے زحمت برداشت کرنا پڑے۔

۴۸۰۔ اگر مومن اپنے بھائی سے احتشام کرے تو سمجھو کہ اس سے جدا ہوگیا ہے۔

سید رضیؒ۔ حَشَمَہٗ۔ اَحْشَمَہٗ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب یہ کہنا ہوتا ہے کہ اسے غضب ناک کردیا یا بقولے شرمندہ کردیا اس طرح اِحْتَشَمَہٗ کے معنی ہوں گے "اس سے غضب یا شرمندگی کا تقاضا کیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں جدائی لازمی ہے۔

یہ ہمارے عمل کی آخری منزل ہے جس کا مقصد امیرالمومنینؑ کے منتخب کلام کا جمع کرنا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں آپؑ کے منتشر کلمات کو جمع کرنے اور دور دور دست ارشادات کو قریب کرنے کی توفیق عنایت فرمائی اور ہمارا روز اول سے یہ عزم رہا ہے کہ ہر باب کے آخر میں کچھ سادہ اوراق چھوڑ دیں تاکہ جو کلمات اس وقت ہاتھ نہیں لگے انھیں بھی گرفت میں لاسکیں اور جو نئے ارشادات مل جائیں انھیں ملحق کرسکیں۔ شائد کہ کوئی چیز نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد ظہور پذیر ہوجائے اور ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ہاتھ آجائے۔

ہماری توفیق صرف پروردگار سے وابستہ ہے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ وہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ اور یہ کتاب سنہ ۴۰۰ھ میں اختتام کو پہونچی ہے۔ اللہ ہمارے سردار حضرت خاتم المرسلین اور ہادی الی خیر السبل اور ان کی اولاد طاہرین اور اُن اصحاب پر رحمت نازل کرے جو آسمان یقین کے نجوم ہدایت ہیں۔

الحمد للہ کہ ۱۳ رجب ۱۴۱۶ھ کو شروع ہونے والا یہ کام نیمہ شعبان ۱۴۱۷ھ کو اتمام پذیر ہوگیا اور میری ایک دیرینہ تمنا پوری ہوگئی۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس عرصہ میں میرے پاس صرف یہی ایک کام نہیں تھا اور میں متعدد کتابوں کی تالیف و تصنیف و ترجمہ میں مصروف رہا۔ لیکن پھر بھی مالک کائنات کا لاکھوں شکریہ کہ اس نے اس مختصر سے وقفہ میں اتنی عظیم توفیق سے نواز دیا اور میں اس عظیم خدمت کو انجام دینے کے قابل ہوگیا۔

اس سلسلہ میں میں نے مختلف تراجم اور شروح سے مدد لی ہے اور وہ تمام حضرات میرے شکریہ کے حقدار ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ مرحوم علامہ شیخ محمد جواد مغنیہ کہ ان کی تحریریں ہمیشہ میرے لئے شمع راہ ہوتی ہیں اور حسن اتفاق سے میرا ان کا مزاج تالیف ایک جیسا ہے اور میں ان کے بیانات سے بآسانی استفادہ کرلیتا ہوں۔

اس خدمتِ دین کی ایک عظیم خوبی یہ ہے کہ اس کا آغاز امام اولؑ کے روز ولادت ہوا ہے اور اس کا اختتام امام آخرؑ کے روزِ ولادت ہوا ہے۔ رب کریم اس حقیر عمل کو قبول فرمائے اور مستقبل میں کتب اربعہ کے بارے میں کوئی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سید محمود

نہج البلاغہ

علامہ السیّد الشریف الرضی (طاب ثراہ)

○ ترجمہ، تشریح، تفسیر، تقدیم ○

علامہ السیّد ذیشان حیدر جوادی

محفوظ بک ایجنسی ❀ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 424286 - 4917823 Fax: 4917823